نور الہدایہ

ترجمہ اردو

شرح وقایہ

(مجیدی)

فقہ حنفی

کی مشہور و معروف کتاب شرح وقایہ
کا سلیس اور با محاورہ اردو ترجمہ
ہر طبقہ فکر کیلئے نہایت مستند اور کار آمد

بہ تصحیح و تحشیہ

از حضرت مولانا الحاج الحافظ
محمد عبد الغفار صاحب لکھنوی

سعید کمپنی
ادب منزل ★ پاکستان چوک کراچی

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
ACC No. 068959
★ MAILSI ★

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

Masood Faisal Jhandir Library

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

ازعنایت بے غایت پروردگار بعد نظر ثانی مصحح ومحشی اول نسخہ ہذا یعنی جناب مولانا الحافظ
الحاج محمد عبد الغفار صاحب اللکھنوی رحمۃ اللہ العلی الولی کتاب فیض نصاب

جلد اول نور الہدایہ

ترجمہ

اردو شرح وقایہ

باہتمام احقر حاجی محمد زکی نبیرہ حاجی محمد سعید صاحب غفرہ اللہ لہ طبع شد

ایچ۔ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

فہرست جلد اول نور الہدایہ ترجمہ اردوئی شرح وقایہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔

امابعد جاننا چاہیئے کہ علم دین افضل جمیع اُمور دینی ہے چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذکر کیے گئے آپکے سامنے دو شخص ایک عالم تھا اور ایک عابد تھا کہ بزرگی عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسی بزرگی میری تم میں سے ادنیٰ شخص پر اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کی جتنی مخلوقات زمین وآسمان میں ہیں یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی دریا میں دعا مانگتے ہیں بہتری کیواسطے اُس شخص کے جو علم دین حاصل کرتا ہے رِوایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ترمذیؒ اور دارمیؒ نے اور فرمایا جناب باری تعالیٰ نے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ یعنی اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں وہی لوگ جو عالم ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ یعنی گواہی دی اللہ نے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اُس کے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے کہ وہ قائم ہے ساتھ عدل اور انصاف کے تو اس مقام پر پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس سے شروع کیا اور دوسری بار ملائکہ کا ذکر کیا اور تیسری مرتبہ میں علم والوں کا۔ کہا غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے وَنَاھِیْکَ بِھٰذَا شَرَفًا وَّفَضْلًا وَّجَلَالًا وَّنُبْلًا یعنی کفایت ہے یہ آیت واسطے شرف علم اور جلال اور بزرگی اُسکی کے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ یعنی بلند کرے گا اللہ تعالیٰ درجے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے تم میں سے اور اُن لوگوں کے جو دیے گئے علم منقول ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ علماء کے واسطے مومنین پر سات سو درجے زیادہ ہیں درمیان دو درجوں کے پانچسو برس کی راہ ہے اور اسی طرح بہت آیات فضل اور بزرگی علم میں وارد ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء وارث ہیں انبیاء کے اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی رتبہ بڑھ کے رتبۂ نبوت اور رسالت سے نہیں ہے تو کوئی شرف بھی شرف وراثت نبوت سے بڑھ کر نہ ہوگا اور فرمایا حضرت علیؓ نے کمیلؒ سے کہ اے کمیل علم بہتر ہے مال سے علم تیری نگہبانی کرتا ہے اور مال کی تو محافظت کرتا ہے اور علم حاکم ہے اور مال محکوم اور مال میں سے اگر خرچ کریگا تو کم ہو جاوے گا اور اگر علم کو خرچ کرے تو تو اور زیادہ ہو جاویگا اور کہا حضرت علیؓ نے کہ عالم بہتر ہے صائم سے اور مجاہد سے یہ تو فضیلت ہے مطلق علم دینی کی اور علم دینی میں کوئی علم علم فقہ سے زیادہ نہیں اسواسطے کہ پہچانا جاتا ہے اس سے حلال اور حرام اور حکم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کا اور علم قرآن وحدیث اگرچہ اسکی اصل ہے لیکن یہ اُس سے ماخوذ ہے اور اس کا محصل اور نتیجہ ہے اور علم فقہ کی فضیلت میں فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے بہتری کا تو اللہ اُس کو فقیہ کر دیتا ہے دین میں روایت کیا اس کو بخاریؒ ومسلمؒ نے اور جامع ترمذی میں وارد ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ یعنی ایک فقیہ اشد ہے شیطان پر ہزار عابد سے اور فرمایا کہ دو خصلتیں ہیں کہ نہیں جمع ہوتی ہیں منافق میں ایک اچھی سیرت یعنی نیک خلق اور دوسری فقیہ ہونا دین میں روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ایک روایت میں ہے کہ ہر دین کا ایک ستون ہے اور ستون اس دین کا فقہ ہے۔

بیان وجہ تصنیف اس کتاب اور درج احادیث و ادلہ ہر مسئلے کا

وجہ تصنیف اس کتاب کی یہ ہے کہ جب ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں نے خلاف حق یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی ہوائے نفس کے موافق جو حدیثیں مشکوٰۃ شریف وغیرہ سے دیکھ لیں اُس پر عمل کرنے لگے اور عوام الناس کو جو مقلد مذہب معین کے تھے اپنی خواہش کی طرف بلانے لگے تو رفتہ رفتہ ایسا حال ہوا کہ ایک فرقہ اُن کا علیحدہ ہو گیا یہاں تک کہ حنفیوں کی جماعت سے دور رہنے لگے اور جن جن مسجدوں میں کہ حنفیوں کی بڑی بڑی جماعتیں ہوتی ہیں حاضر نہیں ہوتے بلکہ اپنی ایک الگ مسجد خاص بنا کے جمعہ اور جماعت کرنے لگے اور جو لوگ مقلد تھے اور اُن کو ہر مسئلے میں آگاہی اُن احادیث سے جو اُس سے متعلق ہیں نہیں تھی اُن کو سمجھانے لگے کہ اس مسئلے میں کوئی تمہاری دلیل نہیں اور جس پر ہم عمل کرتے ہیں اس باب میں صریح حدیث دیکھو مشکوٰۃ یا ترمذی وغیرہما میں موجود ہے اور اسی طرح اپنے زعم ناقص کے موافق اعتراضات بیجا کرنے لگے، اور حال اہل عصر کا یہ تھا کہ اُن کے اکثر علماء کو بھی بخوبی اُن احادیث سے جو مذہب حنفیہ میں دلائل ہیں آگاہی نہ تھی اس وجہ سے نہایت شور اور نزاع مسلمانوں میں واقع ہوا تب اس عاجز ہیچمداں نے یہ ارادہ کیا کہ کوئی کتاب اس قسم کی تالیف کرنا لازم ہے جس میں ہر مسئلے کی دلیل قرآن شریف اور حدیث سے مذکور ہووے اور جو حدیثیں لکھی ہیں تخریج بھی اُس کی تحریر ہو تاکہ اُن حدیثوں کو مقلدین مذہب حنفیہ یاد کر کے اُن لوگوں کو الزام معقول دے سکیں تو اس باب میں یہ مناسب معلوم ہوا کہ کتاب شرح وقایہ جو اس زمانہ میں مقبول اور درس میں داخل ہے ترجمہ کرے اور ہر مسئلے میں احادیث متعلق اُس کے ذکر کر دی جائیں اور ضعف اور توثیق رُوات بھی اُس کے ساتھ شامل کیجیے تاکہ ناظرین کو اس کتاب کے بخوبی احادیث سے واقفیت ہو جائے۔

بیان شرف اس کتاب کا اور فوائد اس کے

پہلا فائدہ اس کتاب میں یہ ہے کہ ہر مسئلے میں احادیث جو متعلق اس مسئلے کی ہیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ حجت ہووے اُس کے منکرین کے لئے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جتنی حدیثیں اس میں لکھی ہیں اکثر جا اُن کے ضعف اور صحت سے بحث کی ہے اور صحت کو اکثر مقامات پر اثبات کو پہونچا دیا ہے تاکہ جائے کلام باقی نہ رہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات میں حدیث ہدایہ کی بھی تخریج کر دی ہے تاکہ ہدایہ پڑھنے والے کو بھی فائدہ حاصل ہو جائے چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مسائل مختلف فیما بین جو قول مختار ہے اُس کو بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ عمل کرنے والے کو اطمینان ہووے پانچواں فائدہ یہ ہے جو اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھے اُس کو نہایت وقوف احادیث پر حاصل ہو گا اور بخوبی دلائل مذہب حنفیہ سے مطلع ہو جاویگا چھٹا فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب حجت ہے اُن لوگوں کے لئے جو مقلد ہیں مذہب حنفیہ کے ساتواں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب حجت ہے اُن لوگوں پر جو طعن کرتے ہیں مذہب حنفیہ پر آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب نافع ہے اُس شخص کو جو عالم ہووے کیونکہ فی الفور وقت نزاع کے ہر حدیث متعلق اُس مسئلہ کے نکال سکتا ہے اور جو شخص اُردو عبارت پڑھ سکتا ہے اُس کو بھی نفع ہو گا نواں فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات میں جو مسئلے مشکل ہیں اُن کی تفصیل کر دی ہے تاکہ ناظر کو ملال نہ ہووے دسواں فائدہ یہ ہے کہ باوجود رعایت ان سب باتوں کے رعایت اختصار بھی کی ہے تاکہ کتاب دراز نہ ہو جاوے اور اتنا اختصار بھی نہیں کیا کہ سمجھ میں نہ آوے گیارھواں فائدہ یہ ہے کہ جو مسئلے مشہور ہیں اور اُن میں غیر مقلدین بہت نزاع کرتے ہیں اُس میں لفظ حدیث بھی ذکر کیا ہے اور تفصیل کی ہے تاکہ بخوبی حجت ہو جائے اُن پر بارھواں فائدہ یہ ہے کہ جتنی حدیثیں اس کتاب میں مذکور ہیں سب کی تخریج کر دی ہے اور بے نشان حدیث نہیں لکھی تاکہ کوئی طعن نہ کر سکے تیرھواں فائدہ یہ ہے کہ جو حدیث موضوع ہے اُس کو نہیں ذکر کیا اور اگر کہیں ذکر کیا ہے تو لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اتفاق ہے محدثین کا اس بات پر کہ حدیث موضوع کا لکھنا جائز نہیں مگر جب کہ لکھ دیوے

لہ تخریج حدیث کی [illegible]

کہ یہ حدیث موضوع ہے ذکر کیا اس کو امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اَخْرَجَہُ السِّتَّۃُ یعنی جو شخص جھوٹ بولے میرے اوپر قصدًا تو چاہیئے کہ بنالیوے ٹھکانا اپنا جہنم میں نکالا اُس کو صحاح ستہ والوں نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور بعضوں نے اس کو متواتر کہا ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حدیث بیان کرے مجھ سے اور وہ جانتا ہے کہ یہ حدیث کذب ہے تو چاہیئے کہ مقرر کرلے مقام اپنا جہنم میں روایت کیا اس کو مسلمؒ وغیرہ نے اور اسی طرح بعض واعظ جو حدیثیں بے نشان بیان کرتے ہیں اور تفسیر قرآن میں قصے طرح طرح کے جھوٹ بناتے ہیں مورد وعید شدید ہیں اس واسطے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قرآن میں اپنی عقل سے کہا تو چاہیئے کہ مقرر کرلے مقام اپنا جہنم میں اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے قرآن میں کہا بے جانے بوجھے تو چاہیئے کہ مقرر کرلے اپنا مقام جہنم میں اور قرآن کے معنی بیان کرنے میں نہایت احتیاط لازم ہے اور اگر کوئی معنی قرآن کے بنتے بھی ہوں اور وہ منقول احادیث اور تفاسیر معتبرہ سے نہ ہوں تو بیان کرنا اُن کا بھی خوب نہیں ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جس شخص نے قرآن شریف میں عقل سے کہا اور اُس نے ٹھیک کہا تو بھی اُس نے خطا کی روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے

بیان تعریف حدیث اور اقسام حدیث کا

حدیث اُس کو کہتے ہیں کہ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا یا آپ خود کیا یا جو فعل حضرت کے سامنے ہوا اور آپ نے اُس سے منع نہ کیا تو جو زبان سے فرمایا اُس کو حدیث قولی کہتے ہیں اور جو کیا ہے اُس کو حدیث فعلی کہتے ہیں اور جو آپکے سامنے ہوا اُسے حدیث تقریری کہتے ہیں اور حدیث دو قسم کی ہوتی ہے متواتر اور آحاد. متواتر اُس کو کہتے ہیں جس کو ہر زمانہ میں اتنے لوگوں نے روایت کیا ہو کہ احتمال کذب کا اُن کی طرف عقل کے نزدیک محال ہووے اور آحاد اُس کو کہتے ہیں جس کی روایت میں اس قدر کثرت نہ ہو اور آحاد تین قسم ہے مشہور اور عزیز اور غریب مشہور وہ ہے کہ جس کو ہر زمانے میں تین یا زیادہ راویوں نے روایت کیا ہووے اور عزیز وہ ہے جس کو ہر زمانے میں دو راویوں نے روایت کیا ہووے اور غریب وہ ہے جس کی روایت کسی زمانے میں ایک ہی راوی سے ہووے تو اب جاننا چاہیئے کہ متواتر حدیث سے ہر شخص کو علم یقینی اس سے حاصل ہوتا ہے اور احتمال شک کا بالکل زائل ہوتا ہے اور آحاد روایت سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اور بعضی صورت میں جن کو معرفت حدیث حاصل ہو انکو علم یقینی بھی اُس سے حاصل ہوتا ہے اور آحاد میں بعضی روایت مقبول ہے اور بعضی مردود اگر راوی کی راستی اور صدق معلوم ہووے تو مقبول ورنہ مردود ہے **فائدہ**. متواتر حدیث بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی موجود نہیں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہے اور صحیح قول اول ہے کَذَا فِی بَعْضِ الْکُتُبِ **فائدہ** جو آحاد مقبول ہے اُس کی دو قسمیں ہیں ایک صحیح اور ایک حسن صحیح اُس کو کہتے ہیں جس کو دیندار پرہیزگار خوب یاد رکھنے والے لوگوں نے ہر زمانے میں برابر روایت کیا ہو اور نہ اُس میں کوئی عیب پوشیدہ ہو اور معتبر لوگوں کی مخالفت بھی نہ ہو اور صحیح حدیث کے کئی درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ اتفاق کیا ہو اُس پر بخاریؒ ومسلمؒ نے یعنی دونوں کی کتابوں میں وہ حدیث موجود ہووے دوسرا درجہ یہ ہے کہ فقط بخاریؒ نے اُس کو روایت کیا ہو تیسرا درجہ یہ ہے کہ فقط مسلمؒ نے اُس کو روایت کیا ہو چوتھا وہ جو بخاریؒ ومسلمؒ کی شرط اور اُن کے طریقے پر ہووے پانچواں وہ جو صرف بخاریؒ کے طور پر ہووے چھٹا وہ جو صرف مسلمؒ کے طور پر ہووے ساتواں وہ جو سوا بخاریؒ ومسلمؒ کے اور حدیث کے اماموں نے اُس کو صحیح جانا ہو **فائدہ** بعضوں کے نزدیک شرط بخاریؒ اور مسلمؒ کی یہ ہے کہ حدیث کے راوی خوب ضبط کرنے والے اور پرہیزگار ہوں غفلت اور مخالفت ثقات وغیرہ سے خالی ہوویں اور بعضوں کے نزدیک شرط مسلمؒ کی یہ ہے کہ جو حدیث ایسی ہو کہ دو تابعی ثقہ نے دو صحابیوں سے روایت کی ہو اور اسی طرح اُن دو تابعی سے دو تبع تابعی نے روایت کی ہو اسی طرح سب طبقوں میں دو شخص ثقہ روایت کرتے چلے آئے ہوں اور یہ مضمون حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور حسن اُس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح کی طرح پر ہووے لیکن اُس کے راویوں کا درجہ حفظ و یاد وغیرہ میں صحیح کے راویوں سے کم ہو اور عمل کرنے میں دونوں برابر ہیں اور دونوں حجت ہیں

لیکن رُتبے میں صحیح حدیث زیادہ ہے حسن سے اور **ضعیف** حدیث اُس کو کہتے ہیں جو صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اُس کے راوی میں کوئی وجہ ضعف کی مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت یا بدعت وغیرہ پائی جاتی ہو یا اُس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہووے یا اُس کے راوی پر لوگ طعن کرتے ہوں تو اگر اول سے کوئی راوی ساقط ہے تو اس کا نام **معلق** ہے اور اگر انتہا سے ساقط ہووے مثلاً نام صحابی کا مذکور نہ ہووے اور تابعی حدیث بیان کرے تو اُس کو **مرسل** کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہوں تو **مُعْضَل** ہے اور نہیں تو **منقطع** اور کبھی کبھی منقطع کو مرسل بولتے ہیں اور مرسل کو منقطع بولتے ہیں اور جس کا راوی جھوٹا ہووے تو اُس حدیث کو **موضوع** کہتے ہیں یا اُس پر تہمت جھوٹ کی لگی ہووے تو اُس کو **متروک** کہتے ہیں یا غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا اُس کو وہم بہت ہووے یا سچے لوگوں کی روایت کے مخالف اُس کی روایت ہووے یا فاسق بدعتی ہووے تو اس کو **منکر** کہتے ہیں **فائدہ** صحابی اُس کو کہتے ہیں جس نے حالت ایمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہووے اور ایمان پر اُس نے انتقال کیا ہووے اور تابعی اُس کو کہتے ہیں جس نے صحابی کو دیکھا ہے اور تبع تابعی اُس کو کہتے ہیں جس نے تابعی کو دیکھا ہووے **فائدہ** ضعف اور توثیق سب راویوں میں محدثین بیان کرتے ہیں لیکن صحابی تو سب ثقہ ہیں کوئی ضعیف نہیں اور نہ اُن میں کسی طرح کا طعن ہے **فائدہ** ایک قسم حدیث کی **مدلّس** ہے یعنی وہ حدیث جس میں راوی نے اپنے شیخ کو چھپایا ہووے اور اس کا نام نہ لیا ہووے کسی مصلحت سے اور ایک قسم **مضطرب** ہے جس میں راویوں نے اختلاف کیا ہو سند یا متن میں اور ایک قسم **مُدرَج** ہے جس میں راوی نے کچھ اپنا کلام بھی حدیث میں شامل کر دیا ہووے اور ایک قسم **مُعَنْعَن** ہے یعنی جو برابر ایک نے دوسرے سے روایت کیا ہو بلفظ عَنْ کے **فائدہ** اور **شاذ** اُس کو کہتے ہیں جو حدیث مخالف روایت معتمد لوگوں کے ہووے اور **معلول** اُس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی طرح کی علّت پوشیدہ جو صحت حدیث میں قدح کرتی ہو پائی جاوے اور **متابع** اُس کو کہتے ہیں کہ ایک راوی نے ایک حدیث دوسرے راوی کے موافق روایت کی اور اسی کو **شاہد** بھی کہتے ہیں اور **مرفوع** وہ حدیث ہے جو کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا فعل آپ کا ہووے اور **موقوف** وہ حدیث ہے جو صحابی کا فعل یا قول ہووے اور **وقف** کہتے ہیں صحابی کے قول یا فعل ذکر کرنے کو اور رفع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل ذکر کرنے کو **فائدہ** اور ان قسموں کے سوا اور بھی قسمیں حدیث کی ہیں لیکن اِس جگہ پر بوجہ اختصار کے ترک کیا **فائدہ** حدیث کی مشہور کتابیں چھ ہیں اور اُن کو صحاح ستہ کہتے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ اور بعضوں کے نزدیک ابن ماجہ صحاح میں داخل نہیں اور موطا امام مالکؒ کی صحاح میں داخل ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جتنی حدیثیں ہیں صحیح ہیں یا حسن ہیں ضعیف حدیث اُن میں نہیں پائی جاتی اور باقی چاروں کتابوں میں سب قسم کی حدیثیں صحیح اور حسن اور ضعیف ہیں اور صحاح اُن کا نام اِسواسطے ہے کہ اکثر حدیثیں ان کتابوں کی صحیح ہیں اور ان کتابوں کے سوا اور بہت سی کتابیں حدیث کی ہیں اور اُن میں بھی صحیح حدیثیں موجود ہیں مثلاً معاجم ثلاثۂ طبرانی اور سُنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق کی اور مسند دارمی کی اور حال اِن سب کا بالتفصیل بُستان المحدثین میں مذکور ہے اور ہم اس جگہ پر صحاح ستہ والوں کا حال مختصر کچھ لکھے دیتے ہیں

احوال بخاری رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

نام و نسب اُن کا ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ہے قد و قامت اُن کا میانہ تھا نحیف یعنی دُبلے آدمی تھے اور حالت طفولیت میں دونوں آنکھیں جاتی رہی تھیں اس سبب سے ان کی والدہ کو نہایت ملال تھا خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی آنکھوں میں روشنی عنایت کی اور یہ تیری گریہ وزاری کا بدلہ ہے صبح کو جب اُٹھیں دیکھا کہ آنکھیں لڑکے کی روشن ہیں اور جب دس برس کے تھے مکتب میں جہاں حدیث کو سُنتے یاد کر لیتے اور اُسی سن میں شغل حدیث کا اُن کو تھا اور جب مکتب سے فارغ ہوئے ایک شخص کو بخارا میں سُنا کہ وہ محدث تھے اور داخلیؒ اُن کا نام تھا بخاریؒ نے اُن کے پاس آمد و رفت شروع کی ایک روز داخلیؒ اپنی کتاب سے احادیث

پڑھ رہے تھے کہ یکایک اُن کی زبان سے نکلا سُفیانُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اُسی وقت بخاریؒ نے کہا کہ ابو الزبیرؒ نے ابراہیمؒ سے نہیں سُنا داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو مبارکباد دی پھر بخاریؒ نے کہا کہ اصل نسخے میں دیکھنا چاہیے سو داخلیؒ گھر میں گئے اور اصل نسخہ لائے اور بخاریؒ کو بلا کے کہا کہ بھلا میں نے تو غلط پڑھا اب صحیح کیا ہے بخاریؒ نے کہا کہ صحیح سُفْیَانُ عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ ہے داخلیؒ حیران ہوئے اور اپنے نسخے کو جس میں پڑھتے تھے صحیح کیا اور جب سولہ برس کے ہوئے تمام کتابیں حدیث کی آپ کو یاد تھیں حامد بن اسمٰعیلؒ ایک بزرگ کہ بخاریؒ کے زمانے میں تھے کہتے ہیں کہ بخاریؒ حدیث کے اُستادوں کے پاس بلا دوات و قلم کے جاتے آتے تھے تو ہم لوگوں نے کہا کہ تم کو کیا فائدہ ہے اس سے جو تم سُنتے ہو گے بھول جاتے ہو گے اسی طرح سب لوگوں نے اُن کو کہنا شروع کیا سولھویں دن بخاریؒ نے کہا کہ تم نے مجھے تنگ کیا اب جو تم نے لکھا ہے اُس کو سامنے لاؤ اور میری یاد کو اُس سے مقابلہ کرو اِس عرصے میں پندرہ ہزار حدیث سب لوگوں نے لکھی تھیں بخاری رہ نے سب یاد سے پڑھنا شروع کیں اور ایسا خوب یاد تھا کہ میں نے اپنی حدیثوں کو اُن سے صحیح کر لیا پھر کہا بخاریؒ نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں بیفائدہ محنت کرتا ہوں تو ہم لوگوں نے اُس روز سے جانا کہ یہ شخص شدنی ہے اس کی برابری کوئی نہ کر سکے گا اور صحیح بخاریؒ تصنیف کرنے کا یہ سبب ہے کہ ایک روز اسحٰق بن راہویہ کی مجلس میں یہ ذکر ہوا کہ اگر کوئی جُدا صحیح حدیثوں کو جمع کرے تو کیا خوب ہو کہ بلا خدشہ لوگ اُس پر عمل کرنے لگیں بخاریؒ کے دل میں یہ بات اثر کر گئی چھ لاکھ حدیثیں اُن کے پاس تھیں اُن کا انتخاب کرنے لگے جو حدیث نہایت صحیح پائی اُس کو لکھا اور باقی کو ترک کیا اور معمول یہ کیا تھا کہ ہر حدیث کی تحریر کے واسطے غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور دعا کرتے کہ یا الٰہی مجھ سے خطا نہ ہووے آخر اسی طرح سولہ برس کامل محنت کر کے مسجد کے اندر منبر اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے بیچ میں صحیح بخاریؒ مرتب ہوئی اور انتقال کیا بخاریؒ نے خرتنگ میں کہ ایک گاؤں ہے دو فرسخ سمرقند سے وقت نماز عشاء کے اور دن عید فطر بعد نماز ظہر کے دو سو چھپن ہجری میں اُنکو دفن کیا اور باسٹھ برس کی عمر آپ کی تھی

احوال مسلم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا

ان کے باپ کا نام حجاج ہے اور کنیت اُنکی ابو الحسین اور لقب انکا عساکر الدین ہے نیشاپور جو ایک شہر ہے خراسان میں وہاں کے رہنے والے ہیں ابو زرعہ رازیؒ اور ابو حاتمؒ نے جو اجلہ محدثین میں سے ہیں اُنکی جلالت اور امامت پر گواہی دی ہے اور صحیح مسلم اُن کی نہایت عمدہ کتاب ہے تین لاکھ حدیث سے اِس کتاب کو انتخاب کیا ہے اور بعضوں نے اس کو صحیح بخاریؒ پر مقدم رکھا ہے کہا حافظ علی نیشاپوریؒ نے کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب صحیح زیادہ مسلمؒ کی کتاب سے نہیں ہے۔ ابو حاتم رازیؒ نے کہ اجلہ محدثین میں سے ہیں مسلمؒ کو خواب میں دیکھا اور اُن کا حال پوچھا مسلمؒ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جنت کو میرے اوپر مباح کیا ہے جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو بُرا کہا اور پیدا ہوئے تھے سال دو سو دو میں اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو سو چار میں اور بعضوں نے کہا دو سو چھ میں اور صاحب جامع الاصول نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وفات اُن کی یکشنبہ کو شام کے وقت ہوئی اور دوشنبہ کے دن پچیسویں تاریخ کو رجب میں سال دو سو اکسٹھ میں مدفون ہوئے اور وفات اُن کی اِس طرح پر ہوئی کہ ایک مجلس میں لوگوں نے آپ سے ایک حدیث پوچھی اُنھوں نے اُس کو نہ پہچانا اور اپنے گھر آ کے سب کتابوں میں تلاش کرنا شروع کیا اور لوگوں نے سامنے اُن کے ایک ٹوکرا کھجور کا رکھ دیا تھا آپ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ حدیث نہ ملی اور خرمے تمام ہو گئے اور یہ اُن کے انتقال کا سبب ہوا

احوال ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا

نام ان کا سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشر بن شداد بن عمر بن عمران الازدی سجستانی ہے اور سجستان معرّب ہے سیستان کا اور سیستان ایک ملک ہے سندھ اور ہرات کے بیچ میں متصل ہے قندھار کے اور وہ جو ابن خلکان رہ نے کہا ہے کہ سجستان ایک قریہ ہے قریب بصرے

کے خطاب ہے تولد ان کا سنہ ۲۰۲ھ دوسواور دو ہجری میں ہوا اور اکثر بلاد اسلام میں مانند مصر اور شام اور حجاز اور عراق اور خراسان وغیرہم میں سیر کی اور علم حدیث کو بخوبی جمع کیا حفظ حدیث اور عبادت اور تقویٰ اور صلاح میں ایک فرد کامل تھے اور آپ ایک دامن کشادہ رکھتے تھے اور ایک تنگ لوگوں نے اس حال کو اُن سے دریافت کیا فرمایا کہ دامن کشادہ واسطے کتابوں حدیث کے ہے اور دوسرے دامن کے کشادہ رکھنے کی حاجت نہیں اسراف ہے اور موسیٰ بن ہارونؒ کہ ایک بزرگان وقت میں سے تھے فرماتے کہ ابوداؤدؒ دنیا میں واسطے حدیث کے پیدا ہوئے اور آخرت میں واسطے جنت کے آور جب اِس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے امام احمدؒ کے پاس لے گئے اُنھوں نے اُس کو دیکھ کے بہت پسند کیا اور ابوداؤدؒ نے اس کتاب کو پانچ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا ہے اور کُل حدیثیں اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو ہیں آور التزام کیا ہے اِس بات کا کہ حدیث صحیح ہووے یا حسن آور اسی واسطے یہ کتاب بعد صحیحین کے سب کتابوں سے زیادہ معتبر ہے آور وفات ابوداؤدؒ کی سولھویں تاریخ میں شوال سے سال دو سو اور پچھتر ہجری میں ہوئی اور بصرے میں مدفون ہوئے اور عمر آپ کی تہتر سال کی ہوئی

احوال ترمذی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا

کنیت ان کی ابوعیسیٰ ہے اور نام ونسب محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک سلمی ہے اور ترمذ نام ایک شہر کا ہے اور ترمذیؒ شاگرد ہیں بخاریؒ کے اور مسلمؒ اور ابوداؤدؒ سے بھی روایت کرتے ہیں برسوں طلب علم حدیث میں صرف کیے اور یہ کتاب اُن کی عمدہ تصانیف سے ہے، کئی فائدوں پر بہ نسبت اور کتابوں کے زیادہ مشتمل ہے اوّل ترتیب اس کی خوب ہے دوسرے تکرار کم ہے تیسرے ہر مقام پر مذاہب ائمہ اور وجوہ استدلال ہر ایک کی ذکر کی ہیں چوتھے ہر حدیث کے ضعف اور صحت سے بحث کی ہے پانچویں ضعف اور توثیق راویوں سے بھی تعرض ہے اور ان کو خلیفہ بخاریؒ کا کہتے ہیں اور تورع اور زہد اور خوف اُن کا بیحد تھا خوف الٰہی سے برسوں رویا کیے آخر اندھے ہوگئے آور ایک حکایت عجیب اُن کی یہ ہے کہ مکے کی راہ میں ایک شیخ سے ملاقات کی اور پہلے اُس شخص سے دو جز حدیث کے لکھے تھے اور فرصت قرأت کی نہیں پائی تھی ترمذیؒ نے اُس وقت اُن سے قرأت طلب کی شیخ نے قبول کیا اور کہا کہ وہ جز نکالو یکایک ترمذیؒ نے جو اُن کو تلاش کیا تو وہ نہ ملے اور گم ہو گئے تھے دو جز سفید کاغذ سادہ کے نکال کے حدیث اُن سے سُننے لگے شیخ کی نگاہ جو اُس کاغذ پر جا پڑی غصہ ہو کے بولے کہ کیا تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو ترمذیؒ نے کہا کہ نہیں میں نے اُن جزوں کو گم کیا لیکن احادیث سب مجھے اُن جزوں کے یاد ہیں شیخ نے تعجب سے کہا کہ پڑھو، ترمذیؒ نے اوّل سے آخر تک پڑھ دیا اور کہیں نہ بھولے اور سب حدیثیں سُنا دیں شیخ نے کہا کہ اِس کا مجھ کو یقین نہیں آتا سابق سے تم نے یاد کر لی ہوں گی ترمذیؒ نے کہا امتحان فرمایئے شیخ نے چالیس حدیثیں غریب نکال کے اُن کو ایک بار سُنا دیں ترمذیؒ نے اُن حدیثوں کو پھر بعینہ ایک جا بھی نہ بھولے اور سنا دیا اور ایسے ایسے امتحان اُن کے حافظے کے اکثر ہوا کیے آور کہتے ہیں کہ جب میں اِس جامع کی تصنیف سے فارغ ہوا پہلے اس کتاب کو علمائے حجاز کے سامنے پیش کیا سب نے پسند کیا بعد اس کے علمائے عراق کے سامنے وہ بھی خوش ہوئے بعد اس کے میں نے اس کتاب کو رواج دیا اور وفات اُن کی ترمذ میں دوشنبے کی رات کو ستائیسویں رجب میں سال دو سو ستر اور نو ہجری میں ہوئی

احوال نسائی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا

نام اُن کا ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی ہے اور یہ نسبت ہے طرف نسا کے کہ نام ایک شہر کا ہے خراسان میں پیدا ہوئے سال دو سو اور چودہ ہجری میں اور بڑے بڑے شیخوں اور عالموں کو حدیث کے پایا شافعی مذہب تھے اور ہمیشہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز افطار کرتے نہایت قوی اور زبردست تھے چار بیبیاں تھیں ہر رات کو ایک کے پاس جاتے تھے اور لونڈیاں بھی بہت تھیں آور پہلے ایک کتاب حدیث کی لکھی اور نام اُس کا سُنن کبریٰ رکھا جب اُس کی تصنیف سے فارغ ہوئے ایک امیر نے اُن سے پوچھا کہ یہ حدیثیں اس کتاب میں ہیں سب صحیح ہیں اُنھوں نے کہا کہ صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں سب قسم کی حدیثیں ہیں اُس امیر نے عرض کیا کہ ایک کتاب ایسی جمع کیجیے

جس میں سب حدیثیں صحیح ہو دیں تب اُنھوں نے اُس کو خلاصہ کر کے صحیح حدیثیں منتخب کیں اور نام اُس کا مجتبیٰ رکھا اور اُس کو سُنن صغریٰ بھی کہتے ہیں اور وہ جو سُنن نسائی اس زمانے میں مشہور ہے یہی سُنن صغریٰ ہے اور سبب اُن کی وفات کا یہ ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ کے مناقب میں ایک کتاب اُنھوں نے تصنیف کی بعد فراغت کے اُنھوں نے چاہا کہ اس کتاب کو جامع دمشق میں بیان کریں کہ وہاں کے لوگ بسبب سلطنت بنی اُمیہ کے خوارج کی طرف میل رکھتے ہیں کچھ تھوڑا سا بیان اُس کتاب کا کیا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ آپ نے امیر المومنین معاویہؓ کے مناقب میں بھی کچھ لکھا ہے فرمایا کہ معاویہؓ کو یہی کافی ہے کہ نجات پا جاویں اُن کے مناقب کہاں میں آور بعضے کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا کہ میرے نزدیک اُن کے مناقب میں سے کچھ صحیح نہیں ایسی طرح کچھ کہا کہ عام لوگوں نے اُن کو تشیع کی طرف منسوب کیا اور لاتیں مارنا شروع کیں کچھ چوٹ اُن کے فوطوں میں پہونچی کہ اس کے سبب سے آپ نیجان ہو گئے خادم اُن کو اُٹھا کے گھر میں لائے اُنھوں نے کہا کہ مجھ کو اسی وقت مکہ معظمہ میں لے چلو کہ وہاں جا کے مروں یا راستے میں مرجاؤں غرض مکہ میں پہونچے اور صفا اور مروہ کے بیچ میں مدفون ہوئے وفات اُنکی دن شنبہ تاریخ تیرھویں صفر میں سال تین سو تین میں ہوئی اور بعضے کہتے ہیں کہ راہ میں اُن کا انتقال ہوا اور وہاں سے لاش اُنکی مکے میں لے گئے

احوال ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا

نام اُن کا ابو عبداللہ محمد بن زید بن عبداللہ بن ماجہ قزوینی ربعی ہے آور ربعی نسبت ہے طرف ربع کے کہ نام ایک قبیلے کا ہے آور قزوین نام ایک شہر کا ہے عراق عجم میں اور یہ کتاب اُن کی عمدہ تصانیف میں سے ہے اور صحاح ستہ میں بقول راجح داخل ہے آور جب اس کی تصنیف سے فارغ ہوئے ابو زرعہ رازی کے پاس لے گئے اُنھوں نے اس سُنن کو دیکھ کے کہا کہ اگر یہ کتاب کسی شخص کے ہاتھ لگے گی اکثر کتابیں فن حدیث کی بے کار ہو جاویں گی اور واقعی یہ کتاب اختصار اور عدم تکرار میں بے نظیر ہے اور ابو زرعہؒ نے اس کتاب کی صحت کی شہادت دی اور کہا کہ غالب ہے کہ اس میں کوئی حدیث نہایت ضعیف اور موضوع نہ ہو گی آور اس سنن میں تیس کتابیں ہیں اُن میں ایک ہزار پانچ سو باب ہیں اور سب حدیثیں اس کی چار ہزار ہیں اور صحیح یہ ہے کہ ماجہ اُن کی ماں کا نام تھا عبداللہؒ دادا اُن کے صحابی تھے سنہ ۲۰۹ دو سو اور نو ہجری میں پیدا ہوئے اور بہت مشائخ حدیث سے استفادہ کیا اور بخوبی اس فن سے مطلع ہوئے اور وفات اُن کی دوشنبے کے روز سنہ دو سو تہتر ہجری میں ستائیسویں تاریخ رمضان میں ہوئی فقط

بیان تقلید کا

جاننا چاہیئے کہ بعض محققین نے تقلید مذہب معین کو مذاہب اربعہ میں سے واجب کہا ہے اور بعضوں نے مستحسن تو موافقت ان دونوں قولوں میں اس طور پر ہے کہ جو شخص عالم فن حدیث کا ہووے چاروں مذہب کے ماخذ اور اصول سے واقف ہو کلام اللہ کی آیات منسوخہ اور غیر منسوخہ اور معانی اُن کے سے بخوبی مطلع ہووے آور معرفت ضعف حدیث اور صحت میں بہرۂ تام رکھتا ہو کیفیت رواۃ سے آگاہ ہو بہت احادیث اُس کو مستحضر ہوں اکثر کتابیں حدیث کی اُس کے مطالعے سے گزری ہوں تو اِن سب صورتوں کا جو شخص جامع ہووے اُس کو تقلید مذہب معین کرنا مستحسن ہے اور جس شخص میں یہ شرائط متحقق نہیں تقلید کا وجوب اُسی کے حق میں ہے آور اس زمانہ میں ایسا شخص جو ان شرائط مذکورہ کا جامع ہووے اکثر مقاموں میں متحقق نہیں اگرچہ ممکن الوجود بامکان عقلی ہے اور تقلید ائمہ مجتہدینؒ مسائل شرعیہ میں درحقیقت اطاعت خدا و رسول میں داخل ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اسی واسطے مفسرین نے اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے اُمرا اور سلاطین مسلمین مراد لیے ہیں نہ مجتہدین شریعت چنانچہ بیضاوی میں ہے کہ اس کی تائید کرتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اس واسطے کہ مقلد کو جائز نہیں کہ نزاع کرے مجتہد سے اُس کے حکم میں بخلاف اُمراء کے اور عبارت اُس کی یہ ہے وَھُوَ یُؤَیِّدُ الْوَجْہَ الْاَوَّلَ اِذْ لَیْسَ لِلْمُقَلِّدِ اَنْ یُّنَازِعَ الْمُجْتَھِدَ فِیْ حُکْمِہٖ بِخِلَافِ الْمَرْءُوْسِ اِنْتَھٰی کیونکہ اطاعت علمائے اہل اجتہاد کی اطاعت خدا اور رسولؐ کی نہ ہوگی

حالانکہ وہ لوگ حاملان علم نبوت اور شارحان کتاب و سنت ہیں اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ اور عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اسی مضمون پر دلالت کرتا ہے اور وہ جو بعض جہلا اعتراض کرتے ہیں کہ تقلید ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ وغیرہا کی ایسی ہے جیسے مشرکین تقلید اپنے آباء و اجداد کی کرتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ قیاس اِس تقلید کا مشرکین کی تقلید پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مقلدین مجتہدین کو وسائط بلوغ علم نبوت اور وسائل وصول احکام شریعت سمجھ کر تقلید کرتے ہیں بالاستقلال اُن کو مصدر احکام نہیں جانتے ہیں امام ابوجعفرؒ نے بسند متصل نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اخذ کرتے ہیں اوّل ساتھ کتاب کے پھر ساتھ سُنّت کے پھر ساتھ قضایائے صحابہؓ کے اور عمل کرتے ہیں ہم جس پر اتفاق ہوتا ہے صحابہؓ کا اور جس میں کہ اختلاف ہوتا ہے صحابہؓ کا اُس کو قیاس کرتے ہیں اور مسئلے پر اور روایت کی بیہقی نے مدخل میں بسند صحیح حضرت امام ابوحنیفہؒ سے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ اِذَا جَآءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَی الرَّاْسِ وَالْعَیْنِ وَاِذَا جَآءَ عَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَخْتَارُ مِنْ قَوْلِهِمْ وَاِذَا جَآءَ مِنَ التَّابِعِیْنَ زَاحَمْنَاهُمْ یعنی جس وقت آئے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو وہ سر اور آنکھوں پر ہے اور جس وقت صحابہؓ سے ہو اُس میں اختیار[له] کرتے ہیں ہم اور جس وقت تابعین سے آیا ہووے تو اُن کی مزاحمت کرتے ہیں یعنی اُس میں کلام کرتے ہیں اور قیاس کو دخل دیتے ہیں اور کس طرح حضرت امام صاحبؒ تابعین کے قول میں مزاحمت نہ کریں گے کیونکہ خود بھی تابعین میں سے ہیں اور روضۃ العلماء سے مذکور ہے اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی فرمایا امام صاحبؒ نے ترک کرو قول میرا بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور فرمایا اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ یعنی جب صحیح ہو جاوے حدیث تو وہی میرا مذہب ہے اور صراط مستقیم میں ہے کہ اصحاب ابوحنیفہؒ کے متفق ہیں کہ حدیث ہر چند اسناد اُس کی ضعیف ہو مقدم اور اولیٰ ہے قیاس سے اور اجتہاد سے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بدون ضرورت کے عمل قیاس پر ہرگز نہیں کیا اور میزان شعرانی میں ہے وَمَا طَعَنَ اَحَدٌ فِیْ قَوْلٍ مِّنْ اَقْوَالِهِمْ اِلَّا لِجَهْلِهٖ بِهٖ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دَلِیْلِهٖ وَاِمَّا مِنْ حَیْثُ دِقَّةِ مَدَارِكِهٖ عَلَیْهِ لَا سِیَّمَا الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ الَّذِیْ اَجْمَعَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلٰی عِلْمِهٖ وَوَرَعِهٖ وَعِبَادَتِهٖ وَدِقَّةِ مَدَارِكِهٖ وَاسْتِنْبَاطَاتِهٖ وَحَاشَاهُ مِنَ الْقَوْلِ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ بِالرَّاْیِ الَّذِیْ لَا یَشْهَدُ لَهٗ ظَاهِرُ كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ یعنی نہیں طعن کیا کسی نے بیچ کسی قول کے اقوال مجتہدین سے مگر جاہلوں نے اس قول کے کہ جاہل رہے اُس کی دلیل سے یا دقت اور باریکی اُس کی سے خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ اجماع کیا سلف اور خلف نے اُن کے علم اور ورع اور عبادت اور دقت مدارک اور استنباطات اُن کے پر اور بچے قول سے دین خدا میں اُس رائے سے کہ نہیں شہادت دی ہو اُسکی کتاب اور سُنّت نے اور لیکن وجوب تقلید کا واسطے غیر مجتہد کے تو اتفاق کیا اُس پر علمائے اُمّت نے کہا جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں یَجِبُ عَلَی الْعَامِیِّ وَغَیْرِهٖ مِمَّنْ لَّمْ یَبْلُغْ مَرْتَبَةَ الْاِجْتِهَادِ اِلْتِزَامُ مَذْهَبٍ مُّعَیَّنٍ مِّنْ مَّذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِیْنَ انتہٰی یعنی واجب ہے عامی اور غیر عامی پر جو نہ پہونچا ہو درجۂ اجتہاد کو التزام ایک مذہب معین کا مذاہب مجتہدین سے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے روضۃ الطالبین میں اَمَّا الْاِجْتِهَادُ الْمُطْلَقُ فَقَالُوْا اِخْتُتِمَ بِالْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ حَتّٰی اَوْجَبُوْا تَقْلِیْدَ وَاحِدٍ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ عَلَی الْاُمَّةِ وَنَقَلَ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ الْاِجْمَاعَ عَلَیْهِ یعنی اجتہاد مطلق تو ختم ہو گیا ساتھ ائمہ اربعہ کے اور واجب ہے تقلید ایک کی اُن میں سے اُمّت پر اور نقل کیا امام الحرمین نے اجماع اس پر اور بحر العلوم نے شرح تحریر ابن الہمام میں لکھا ہے غَیْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ یَلْزَمُهٗ تَقْلِیْدُ مُجْتَهِدٍ مَّا مِنَ الْمُجْتَهِدِیْنَ الْمُطْلَقِیْنَ یعنی جو مجتہد مطلق نہ ہو اُس کو لازم ہے تقلید کسی مجتہد مطلق کی تو اگر کوئی اس مقام پر کہے کہ ان اقوال سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کی ائمہ اربعہ میں سے واجب ہے اور ہم بھی کسی مسئلے پر جو مخالف ائمہ اربعہ کے ہو عمل نہیں کرتے بلکہ کسی مسئلے پر موافق ابوحنیفہؒ کے اور کسی پر موافق شافعیؒ کے اِس طرح پر عمل کرتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ باعث اِس کا یا تو حصول درجۂ اجتہاد ہے کہ جس کا قول صحیح موافق احادیث

له یعنی اقوال مختلفہ صحابہؓ سے جس کا قول اقرب بالصواب ہوتا ہے اختیار کرتے ہیں ۱۲ منہ

کے پاتے ہیں اُس پر عمل کرتے ہیں تو اس صورت میں تقلید کی کیا حاجت ہے اور اگر بغیر حصول اجتہاد کے یہ امر ہے تو مخالف حق اور باطل ہے کیونکہ اتفاق کیا علماء نے اس بات پر کہ نہیں جائز ہے غیر مجتہد کو کہ عمل کرے ایک مسئلے میں رائے ابو حنیفہ رح پر اور دوسرے میں رائے شافعی رح پر کہا ملا علی قاری رح نے رسالے میں اپنے کہ تالیف کیا اُس کو قفال کی رد میں بَلْ وَجَبَ عَلَيْهِ اَنْ يُّعَيِّنَ مَذْهَبًا مِّنَ الْمَذَاهِبِ إِمَّا مَذْهَبَ الشَّافِعِيِّ فِيْ جَمِيْعِ الْفُرُوْعِ وَالْوَقَائِعِ وَإِمَّا مَذْهَبَ مَالِكٍ وَإِمَّا مَذْهَبَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رح وَغَيْرِهِمْ وَلَيْسَ اَنْ يَّنْتَحِلَ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ مَا يَهْوَاهُ وَمِنْ مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رح مَا يَرْضَاهُ لِاَنَّا لَوْ جَوَّزْنَا ذٰلِكَ لَاَدّٰى اِلَى الْخَبْطِ وَالْخُرُوْجِ عَنِ الضَّبْطِ وَحَاصِلُهٗ يَرْجِعُ اِلٰى نَفْيِ التَّكْلِيْفِ لِاَنَّ مَذْهَبَ الشَّافِعِيِّ رح اِذَا اقْتَضٰى تَحْرِيْمَ الشَّيْءِ وَمَذْهَبَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ مَثَلًا اِبَاحَةَ ذٰلِكَ الشَّيْءِ بِعَيْنِهٖ اَوْ عَكْسَ ذٰلِكَ فَهُوَ اِنْ شَآءَ مَالَ اِلَى الْحَلَالِ وَاِنْ شَآءَ مَالَ اِلَى الْحَرَامِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْحِلَّةُ وَالْحُرْمَةُ وَفِيْ ذٰلِكَ اِعْدَامُ التَّكْلِيْفِ وَاِبْطَالُ فَائِدَتِهٖ وَاسْتِيْصَالُ قَاعِدَتِهٖ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ اِنْتَهٰى مَا ذَكَرَهٗ یعنی بلکہ واجب ہے اُس پر تعیین ایک مذہب کی یا مذہب شافعیؒ کی جمیع فروع اور وقائع میں یا مذہب مالکؒ کی یا مذہب ابو حنیفہ رح وغیرہم کی اور یہ نہیں کہ جو جی چاہے مذہب شافعی رح سے اختیار کرلے اور جو چاہے مذہب ابی حنیفہ رح سے کیونکہ جواز میں اس کے کام مؤدی ہوگا طرف خبط کے اور نکلنے کے ضبط سے اور حاصل اِس کا نفی تکلیف کی ہے کیونکہ جب مذہب شافعیؒ مقتضی تحریم کو کسی امر کے ہے اور مذہب ابو حنیفہ رح کا مثلاً اُس کی تحلیل کو تو جب چاہے مائل ہو طرف حلال کے اور جب چاہے طرف حرام کے تو حلّت اور حُرمت کا تحقق و تقرر جاتا رہا اور اسمیں صریح اعدام تکلیف ہے اور ابطال ہے اُس کے فائدے کا اور استیصال ہے اُس کی بنا کا اور یہ باطل ہے اور کہا ترصیع میں لَا خَيْرَ فِيْ اَنْ يَّكُوْنَ حَنَفِيًّا فِيْ بَعْضِ الْمَسَائِلِ وَشَافِعِيًّا فِيْ بَعْضٍ اُخَرَ یعنی نہیں بہتر ہے کہ حنفی ہو بعض مسائل میں اور شافعی ہو بعض میں اور شرح عین العلم میں ہے فَلَوِ الْتَزَمَ اَحَدٌ مَّذْهَبًا كَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيِّ فَلَزِمَ عَلَيْهِ الْاِسْتِمْرَارُ فَلَا يُقَلِّدُ غَيْرَهٗ فِيْ مَسْئَلَةٍ مِّنَ الْمَسَائِلِ یعنی جس نے لازم پکڑا ایک مذہب مثلاً مذہب ابی حنیفہؒ یا مذہب شافعیؒ کا تو واجب ہے کہ ہمیشہ اُسی مذہب پر رہے اور سوا اس کے کسی مسئلے میں غیر کی تقلید نہ کرے اور کہا ابن عبد البر رح نے اِنَّ تَتَبُّعَ رُخَصِ الْمَذَاهِبِ غَيْرُ جَائِزٍ بِالْاِجْمَاعِ یعنی تلاش رخصتوں کا ہر مذہب میں ممنوع ہے بالاجماع اور تفسیر احمدی میں ہے اِذَا الْتَزَمَ مَذْهَبًا يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَّدُوْمَ عَلٰى مَذْهَبِ نِ الْتَزَمَهٗ وَلَا يَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلٰى مَذْهَبٍ اٰخَرَ یعنی جس مذہب پر التزام کرے تو چاہیئے کہ مداومت کرے اُس پر اور نہ پھر جاوے طرف دوسرے مذہب کے الحاصل ان روایات واقوال سے بخوبی واضح ہے کہ جو شخص پایہ اجتہاد کا نہ رکھتا ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی تقلید مذہب معین کی اُس کو واجب ہے اور وجوب وحقیت تقلید پر بہت سی دلیلیں ہیں کہ اُن کو اِس مقام میں ذکر کرنا مناسب ہے **دلیل پہلی** یہ ہے جو ہم نے اِس مقام میں قول اکابر علمائے اُمت کے اِس باب میں بیان کیے **دلیل دوسری** ایسی ہے کہ اُس میں خصم کو جائے کلام نہیں وہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جب ارشاد فرمایا کہ مسائل میرے ماخوذ ہیں احادیث اور آیات سے تو دو حال سے خالی نہیں یا اُس قول کی تصدیق کرتے ہو یا انکار کرتے ہو اور اُس کو کذب جانتے ہو بر تقدیر اول تو تابعداری اِس مذہب کی جمیع مسائل میں واجب ہو گی اور تقدیر ثانی میں اگر احتمال کذب کا جیسے امام صاحب کی طرف ہے اسی طرح جائز ہے کہ احتمال کذب کا بخاریؒ و مسلمؒ کی طرف ہووے مثلاً جب امام صاحب کہ مصداق خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ کے ہیں یوں فرماویں کہ مسائل بیان کیے ہوئے ہمارے ماخوذ ہیں کتاب اور سُنّت اور قضایائے صحابہؓ سے تو قول اُن کا لائق اعتماد نہ ہوا اور جب بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہما کہ اُن سے نہایت متاخر ہیں ذکر کریں کہ یہ حدیث ہم کو فلانے سے پہونچی ہے تو قول اُن کا بغیر گفتگو مقبول ہو جاوے تو جیسا جائز ہے کہ امام اعظم رح نے کذباً یہ کہا ہو کہ مسائل بیان کیے ہوئے میرے ماخوذ ہیں کتاب اور سُنّت سے اور واقع میں وہ مسائل اختراعی

وعقلی ہوں اسی طرح جائز ہے کہ بخاریؒ و مسلمؒ وغیرہما نے کذبًا کہا ہو کہ یہ حدیث ہم کو فلانے سے پہونچی ہے تو ایک کی بات کو صادق جاننا اور دوسرے کی بات کو باوجود بزرگی وفضل کے کذب شمار کرنا ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح ہے **دلیل تیسری** یہ ہے کہ اس زمانے میں اکثر غیر مقلد جو علما سے سُن لیتے ہیں کہ یہ قول موافق حدیث کے ہے اور اُس پر عمل کرتے ہیں تو تعجب ہے کہ قول اُن علماء کا جن کو امام صاحب کی نسبت بالکل وقوف نہیں لائق اعتبار ہو جاوے اور امام صاحب کا قول لائق اعتماد اور عمل کے نہ ہووے اور یہ نہایت درجے کا جہل ہے **دلیل چوتھی** یہ ہے اکثر علماء اور فضلا اور اولیاء اللہ اس اُمت میں اتباع مذہب حنفیہ کرتے چلے آئے ہیں تو احتمال بطلان اس مذہب کا ایک شخص کے قول سے کس طرح جائز ہوگا **بیت** ہمہ شیران جہاں بستۂ این سلسلہ اند ❊ روبہ از حیلہ چساں بگسلد این سلسلہ را ❊ **دلیل پانچویں** یہ ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ یعنی اطاعت کرو بڑے گروہ کی اور جو اس میں سے نکل جاوے نکالا دوزخ میں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَاۤءَتْ مَصِيْرًا ط یعنی جو شخص مومنوں کی راہ کے سوا اور راہ طلب کرے پھیریں گے ہم اُس کو جس طرف پھرا اور داخل کریں گے ہم اُس کو جہنم میں اور بُری ہے وہ جگہ پھر جانے کی اور حالانکہ اکثر لوگ اُمت کے تقلید مذہب ابی حنیفہؒ پر ہیں اور بعض باقی اوپر مذاہب ثلاثہ باقیہ کے کہا ملا علی قاریؒ نے وَاَمَّا اِتِّبَاعُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَؒ قَدِیْمًا وَحَدِیْثًا فَفِی الْاِزْدِیَادِ فِیْ جَمِیْعِ الْبِلَادِ سِیَّمَا فِیْ بِلَادِ الرُّوْمِ وَمَا وَرَاءَ النَّهْرِ وَوِلَایَۃِ الْهِنْدِ وَالسِّنْدِ وَاَکْثَرُ اَهْلِ خُرَاسَانَ وَعِرَاقَ مَعَ وُجُوْدِ کَثِیْرِیْنَ فِیْ بِلَادِ الْعَرَبِ بِالْاِتِّفَاقِ وَاَظُنُّ اَنَّهُمْ یَکُوْنُوْنَ ثُلُثَیِ الْمُسْلِمِیْنَ بَلْ اَکْثَرُ عِنْدَ الْمُهَنْدِسِیْنَ بِالْاِتِّفَاقِ یعنی اتباع مذہب ابی حنیفہؒ کا تو زیادتی پر ہے قدیم سے اور جدید سے تمام شہروں میں خاص کر کے روم کے ملکوں میں اور ماوراء النہر کے اور ولایت ہندوستان اور سندھ اور اکثر اہل خراسان اور عراق میں باوجود اس کے کہ بہت لوگ ہیں عرب میں بالاتفاق اور جانتا ہوں میں کہ ہوں گے وہ دو ثلث مسلمانوں کے بلکہ اکثر نزدیک مہندسین کے بالاتفاق اور اکثر اولیاء اللہ اور کاملین اسی مذہب کے مقلد رہے در مختار میں ہے وَقَدِ اتَّبَعَهٗ عَلٰى مَذْهَبِهٖ کَثِیْرٌ مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاهَدَۃِ وَرَکَضَ فِیْ مَیْدَانِ الْمُشَاهَدَۃِ کَاِبْرَاهِیْمَ بْنِ اَدْهَمَ وَشَقِیْقِ نِ الْبَلْخِیِّ وَمَعْرُوْفِ نِ الْکَرْخِیِّ وَاَبِیْ یَزِیْدَ الْبُسْطَامِیِّ وَفُضَیْلِ بْنِ عِیَاضٍ وَدَاوٗدَ الطَّائِیِّ وَاَبِیْ حَامِدِ نِ اللَّفَّافِ وَخَلَفِ بْنِ اَیُّوْبَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَکِ وَوَکِیْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِیْ بَکْرِ نِ الْوَرَّاقِ وَغَیْرِهِمْ آخر تک اور ایسا ہی ذکر کیا اکثر علماءؒ نے اور کہا اہل کشف نے کہ جیسا مذہب امام ابو حنیفہؒ کا قدیم سے ہے اسی طرح آخر تک رہے گا اور دیکھنے کی بات ہے کہ امام اعظم صاحبؒ اتباع حدیث میں اوروں سے زیادہ ہیں کہ حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں اور قیاس کو اُس کے مقابلہ میں جائز نہیں رکھتے تو افسوس ہے اُن لوگوں پر کہ باوجود مشاہدے ان امورات کے اور اس احتیاط بلیغ کے اُن لوگوں کو اصحاب رائے سے شمار کرتے ہیں اور اس مذہب کے مسائل کو اپنے زعم باطل کے موافق خلاف احادیث وآیات کے سمجھتے ہیں اور اُن کے تابعوں کو کہ سواد اعظم میں داخل ہیں گمراہ اور خاطی کہتے ہیں مثل مشہور ہے کہ چاند پر خاک ڈالنے سے اپنے منھ پر خاک پڑتی ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت دیا ہے وہ لوگ کبھی حشر تک اتباع اس طریقۂ سنیہ سے باز نہ آویں گے اور بعض لوگ جو مصداق یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ کے ہیں باغوائے مفسدین شاید کہ اس سے محروم رہیں یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ[1] بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ **دلیل چھٹی** یہ ہے کہ بوقت تسلیم کے جب کوئی مسئلہ مسائل حنفیہ میں سے اس قسم کا نکالدو کہ جس کی کوئی دلیل حدیث ضعیف یا صحیح یا آیت قرآن شریف سے نہ ہو تو اس صورت میں اگر خاص اُس مسئلے میں کلام کرو اور اُس پر عمل نہ کرو تو قول تمہارا لائق قبول ہوگا اور وہ جو مسئلہ رفع یدین یا قرأت میں پیچھے امام کے یا قلتین کے مسئلے میں کلام کرتے ہیں تو سب مسائل کو ہم نے فضل الٰہی سے اس کتاب میں بتفصیل بیان کیا ہے اور تمامی مطاعن کے جوابات تحریر کیے ہیں دیکھنے سے ظاہر ہوگا حالانکہ امام شافعی

[1] ارادہ کرتے ہیں کافر کہ بجھاویں نور اللہ کو اپنے منہ سے اور اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ برا مانیں کافر ۱۲ سورۂ صف

کے مذہب میں بھی بہت سے ایسے مسئلے ہیں جن کی دلیلیں ضعیف اور اُن میں کلام ہے مثلاً جہر بسم اللہ کا اور حدث نہ ہونا خون اور پیپ کا اور کھانا اُس ذبیحے کا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہووے قصداً اور کوئی مذہب ایسا نہیں کہ ہر مسئلے میں اُس کے ادلّہ قویہ ہوں سب قسم کے مسائل ہوتے ہیں ہاں ایسا قول نہ ہو جو مخالف صریح حدیث کے ہووے اور کسی دلیل سے اُس میں تمسک نہ ہووے واللہ اعلم وعلمہٗ اتم

جواب اُن مطاعن کے جن کو اکثر غیر مقلدین بیان کرتے ہیں

طعن پہلا۔ ہم لوگ احادیث کے اوپر عمل کیا کرتے ہیں اور تعجب ہے کہ قول ابوحنیفہؒ کا تو قابل قبول ہو اور قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قابل عمل کے نہ ہووے جواب احادیث پر عمل کرنا تو عین ہمارا مطلوب ہے مگر یہ کہ جس شخص کو معرفت حدیث کی اور ناسخ ومنسوخ کی ہووے اور معانی حدیث کے سمجھتا ہووے اور طریقۂ استنباط جانتا ہو تو اُس شخص کو عمل بالحدیث جائز ہے اور جس میں یہ شروط متحقق نہیں اُس کو عمل کرنا ظاہر الفاظ حدیث پر دیکھ کے جائز نہیں تقریر شرح تحریر میں ہے وَلَيْسَ لِلْعَامِيِّ الْأَخْذُ بِظَاهِرِ الْحَدِيْثِ لِجَوَازِ كَوْنِهٖ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ أَوْ مَنْسُوْخًا بَلْ عَلَيْهِ الرُّجُوْعُ إِلَى الْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ الْاِهْتِدَاءِ فِيْ حَقِّهٖ إِلٰى مَعْرِفَةِ صَحِيْحِ الْأَخْبَارِ وَسَقِيْمِهَا وَنَاسِخِهَا وَمَنْسُوْخِهَا فَإِذَا اعْتَمَدَ كَانَ تَارِكًا لِلْوَاجِبِ عَلَيْهِ انتہٰی یعنی نہیں جائز ہے عامی کو تمسک کرنا ساتھ ظاہر حدیث کے بسبب جواز مصروف ہونے اُس کی کے ظاہر سے یا منسوخ ہونے اُس کی کے بلکہ لازم ہے عامی پر رجوع طرف فقہاء کے جہت عدم ابتدا کے حق میں اُس کے طرف معرفت صحیح احادیث اور سقیم اور ناسخ اور منسوخ کے پس اگر اعتماد کرلے گا ظاہر حدیث پر تو ہوگا تارک اُس چیز کا جو واجب ہے اُس پر اور کفایہ حاشیہ ہدایہ میں مسطور ہے اَلْعَامِيُّ إِذَا سَمِعَ حَدِيْثًا لَيْسَ لَهٗ أَنْ يَأْخُذَ بِظَاهِرِهٖ لِجَوَازِ أَنْ يَكُوْنَ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ أَوْ مَنْسُوْخًا بِخِلَافِ الْفَتْوٰى اور معنی اس کے وہی ہیں جو اوپر بیان کیے اور بھی کفایے میں مرقوم ہے إِنَّ الْمُفْتِيَ يَنْبَغِيْ أَنْ يَكُوْنَ مِمَّنْ تُؤْخَذُ عَنْهُ الْفِقْهُ وَيُعْتَمَدُ عَلَيْهِ فِي الْبَلْدَةِ فِي الْفَتْوٰى وَإِذَا كَانَ الْمُفْتِيْ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ فَعَلَى الْعَامِيِّ تَقْلِيْدُهٗ وَإِنْ كَانَ الْمُفْتِيْ أَخْطَأَ فِيْ ذٰلِكَ وَلَا يُعْتَبَرُ بِغَيْرِهٖ هٰكَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَؒ وَابْنُ رُسْتَمَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَبِشْرٌ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ انتہت یعنی چاہیے کہ مفتی ہو اُن شخصوں سے کہ لیجاتی ہے اُن سے فقہ اور اعتماد کیا جاتا ہے اُن پر شہر میں بیچ فتویٰ کے اور جبکہ ہو مفتی اس صفت پر پس عامی پر لازم ہے تقلید اُس کی اگرچہ مفتی نے خطا کی ہو اس مسئلے میں اور نہ اعتبار کرے ساتھ غیر اُس مفتی کے ایسی ہی روایت کی ہے حسنؒ نے ابوحنیفہؒ سے اور ابن رستمؒ نے امام محمدؒ سے اور بشیرؒ نے امام ابویوسفؒ سے اور مسلم الثبوت میں یہ ہے کہ اجماع کیا ہے محققین نے اوپر منع عوام کے تقلید صحابہؓ سے بلکہ اُن پر لازم ہے اتباع اُن لوگوں کی کہ جلادی ہے اُنھوں نے اور باب باب کیا ہے اُنھوں نے پس مہذب اور منقح کیا ہے اُنھوں نے اور جمع کیا ہے اُنھوں نے اور اسی بنا پر کیا ہے ابن السلاحؒ نے منع کو تقلید سے سوا چار اماموں کے کیونکہ یہ بات نہیں جانی گئی ہے غیر میں ان چار کے اور اس میں کلام ہے اور وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کا کلام سمجھنا کچھ مشکل نہیں ان معنی کر صحیح ہے کہ اصل مضامین اُس کے ایسے نہیں ہیں کہ بیان کیے سے سمجھ میں ہر خاص وعام کے نہ آویں مثل مطالب منطق اور علوم فلسفہ کے اور ان معنی کر غلط ہے کہ اس کے حقائق کو سمجھ کر عبارت سے نکال لینا اور بیان کر دینا ہر اُمّی اور ان پڑھے کو آسان ہے بلکہ بعض مضامین ظاہر میں نہایت آسان اور سہل ہوتے ہیں لیکن حقیقت اُس کی سوا واقفین کے اور کو نہیں کھلتی پس اگر ظاہر پر ایسے مضمون کے یہ شخص بدون تحقیق کے واقفوں سے باوجود استطاعت اور قدرت سوال کے عمل کرے گا تو عجب نہیں کہ مواخذہ وارد ہووے علاوہ اس کے قول امام ابوحنیفہؒ پر ہم اس طرح سے عمل نہیں کرتے کہ یہ بالذات اُن ہی کا قول ہے بلکہ اس طرح پر کہ یہ قول اُن کا قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہے اور موافق شریعت کے ہے تو قول ابوحنیفہؒ اور قول رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم میں کچھ منافات نہیں بلکہ کوئی قول ابوحنیفہؒ کا اس قسم سے نہیں پایا جاتا جس کی دلیل کچھ احادیث وآیات سے نہ ہووے اور پھر درصورتیکہ عمل عامی کو ظاہر حدیث پر منع ہووے اور قول ابوحنیفہؒ کا موافق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو تو عمل کرنا احادیث پر اپنی رائے کے موافق اور ترک کرنا تقلید ابوحنیفہؒ کی نہایت عقل وانصاف سے بعید ہے اور ابوشامہؒ سے جو منع تقلید میں مروی ہے تو بر تقدیر صحت نقل کے وہ طعن نسبت اُن لوگوں کے ہے کہ جنھوں نے حرام کہا ہو نظر کرنے کو کتب احادیث میں اور ہم لوگ اُس کو ہرگز حرام نہیں کہتے بلکہ موجب اجر جزیل اور ثواب کا جانتے ہیں اور مشارق الانوار میں جو خلاف حدیث کے چلنے سے منع کیا ہے بعد متفق ہو جانے اس بات کے کہ یہ مخالف ہے اُس حدیث کے سو وہ کچھ مخالف ہمارے نہیں ہے اور علیٰ ہذا القیاس یہی مراد ہے اُن قولوں سے اور شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ مصلحت اور قرار داد علماء کا آخر زمانے میں تعیین اور تخصیص مذہب ہے کہ ضبط اور ربط کار دین و دنیا اسی میں ہے پہلے سے مخیر ہے جس کو چاہے اختیار کرے ہو سکتا ہے اور بعد اختیار ایک مذہب کے دوسرے مذہب کی طرف جانا بے تو ہم سوء ظن اور تفرق کے اعمال اور احوال میں نہ ہو گا پس قرار داد متاخرین مختار ہے اور اسی میں خیر ہے اب کسی مجتہد کے تابع کو نہیں پہونچتا ہے کہ اگر کوئی حدیث مخالف اپنے مذہب کے پاوے تو اپنے مذہب کو چھوڑ دے اور اُس حدیث پر عمل کرے یہ طریقہ متقدمین کا ہے علما کو اس زمانے میں سوا متابعت مجتہدوں کے کوئی طریقہ نہیں ہے اور حکم مجتہد کا درحقیقت حکم کتاب وسُنّت ہے اور کلام صاحب فتح العزیز یعنی مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کا اس آیت کی تفسیر میں بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا[۱] منع میں اُس تقلید کے کہ مشرکین اُس کو مقابلے میں حکم خدا اور رسولؐ کے پیش کرتے تھے ہے نہ منع میں اس تقلید کے کہ فی الحقیقۃ اطاعت خدا اور رسولؐ کی ہے اور کس طرح مولانا صاحب منع کرتے اس تقلید کو حالانکہ خود بھی مقلد تھے اور خود اسی تفسیر میں وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کے تحت میں فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے جن کی اطاعت بحکم خدا فرض ہے مجتہدین شریعت اور شیوخ طریقت ہیں کہ حکم اُن کا بھی واجب الاتباع ہے عوام اُمت پر کیونکہ فہم اسرار شریعت اور دقائق طریقت اُن کو میسر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی پوچھ لو نصیحت والوں سے اگر تم نہیں جانتے ہو اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے عقد الجید میں لکھا ہے جان تو بیشک تمسک کرنے میں ساتھ ان مذاہب اربعہ کے مصلحت عظیمہ ہے اور اعراض میں اُس سے بڑا مفسدہ ہے اور ہم بیان کریں گے اُس کو کئی وجہوں سے انتہیٰ **طعن دوسرا** دیکھو صحاح ستہ کی کتابیں جو احادیث کے فن میں اور کتابوں سے زیادہ معتبر ہیں اکثر جا حدیثیں شافعیہؒ کے موافق ہیں اور حنفیہ کے مخالف تو اولیٰ اُس صورت میں عدم اتباع مذہب حنفیہ ہو گا **جواب** صحاح ستہ کے ماسوا اور بہت سی کتابیں حدیث کی ہیں کہ جن کو محدثین نے بیان کیا ہے مثلاً معاجم طبرانیؒ کی موطا امام محمدؒ کی مصنف ابن ابی شیبہؒ کی کتابیں دارقطنیؒ کی تصانیف طحاویؒ کی تصانیف ابن حبانؒ اور حاکمؒ کی وغیرہا اور صحاح ستہ کی شہرت مبنی ہے اس بات پر کہ اکثر حدیثیں ان کتابوں کی صحیح ہیں جیسا کہ ان کا ذکر اوپر ہم کر چکے اور یہ لازم نہیں کہ جو حدیث ان کتابوں میں نہ ہووے وہ صحیح نہ ہووے سیکڑوں حدیثیں صحیح ایسی ہیں بخاریؒ ومسلمؒ کی شرط پر کہ ان کتابوں میں موجود نہیں **طعن تیسرا** حنفی لوگ اکثر جا مخالفت حدیث کی کرتے ہیں اور قیاس اور رائے کو دخل دیتے ہیں اس واسطے نام ان کا اہل الرائے ہوا اور یہ نام ان کا قدیم سے ہے ترمذی میں جا بجا دیکھو مسائل مذہب حنفیہ کو لکھا ہے وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الرَّاْيِ **جواب** ظاہراً اہل الرائے کہنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ امام ابوحنیفہ صاحبؒ کے وقت میں مدارک اور باریکی استنباطات اس قسم کی تھی کہ بعض اہل عصر کی سمجھ میں قول اُن کا بلا تامل وفکر نہیں آتا تھا اس وجہ سے بعض لوگوں نے اُن کو اہل الرائے کہنا شروع کیا اور یہ نام وجہ طعن نہیں ہو سکتا الا اُس صورت میں کہ مسائل اُن کے صرف رائے اور اختراع عقل پر مبنی ہوں حال آنکہ کوئی مسئلہ اُن کا اس قسم کا نہیں جس کے ساتھ اور مجتہد نے بھی تمسک نہ کیا ہو اور کیونکر اہل رائے یہ لوگ ہوں گے حال آنکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف و مرسل مقدم تر اور اولیٰ تر ہے قیاس اور

[۱] اضراب عن متابعۃ اللہ ورسولہ الی متابعۃ الآباء - واے نمی کنم ما متابعت خدا ورسولؐ بلکہ پیروی میکنیم آں عمل را کہ یافتیم پدراں خود را برآں عمل ۱۲ ترجمہ آیت نہیں تابعداری کرتے ہیں بلکہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو

اجتہاد سے برخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ حدیث مرسل کو قبول نہیں کرتے تو اگر کسی نے ازراہ تعصب یا کسی اور وجہ سے کوئی کلمہ خلاف اُن کی شان کے کہا تو اُس پر اعتبار کرنا درصورتیکہ وہ مطابق واقع اور نفس الامر کے نہ ہووے نہایت جہالت ہے اور کوئی ایسا شخص جو کسی فن میں کامل ہووے نہیں گزرا کہ کسی نے اُس کے کلام میں رد وقدح نہ کیا ہو اور اس کی شان میں کچھ نہ کہا ہو یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتفاق مشایخ طریقت اور علمائے شریعت کے اولیائے کبار میں سے ہیں اور کسی کو اہل حق میں سے اُن کی ولایت اور علو درجہ میں کلام نہیں لیکن ابن الجوزی محدثؒ نے کیا کیا اُن کی شان میں کہا ہے اور اسی قبیل سے محاربات ومشاجرات ومنازعات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھنا چاہیئے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری جانب کو بُرا کہنے لگے مثلاً ترمذیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی شان میں جو بیان کیا تو اب ترمذیؒ کی بُرائی کرنا ہم کو لازم نہیں یا ابن الجوزیؒ نے ازراہِ خطا کے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں جو کہا اُس سے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی بُرائی کرنا اور اُن پر طعن کرنا لازم نہیں **طعن چوتھا** یہ جو چار مذہب لوگوں نے مقرر کرلیے ہیں اُس کا حکم کچھ خدا اور رسولؐ نے نہیں فرمایا ہے بلکہ ان لوگوں نے اپنے دل سے چار مذہب ٹھہرا کے حق کو اُن میں حصر کیا اور جو قول کہ اُن کے مخالف ہے اُس کو باطل بتایا پس دلیل شرعی اس باب میں کوئی پائی نہیں جاتی **جواب** دلیلیں شرع میں چار ہیں ایک کہ اُن میں اجماع اُمت بھی ہے اور اطاعت اہل اجماع کی فرض ہے اور اجماع کیا اُمت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ان چار مذہبوں پر اور اتفاق کیا اس بات پر کہ جو ان چاروں کے مخالف ہو باطل ہے اشباہ میں ہے وَمَا خَالَفَ الْاَئِمَّةَ الْاَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ وَقَدْ صَرَّحَ فِي التَّحْرِيْرِ اَنَّ الْاِجْمَاعَ اِنْعَقَدَ عَلٰى عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبٍ مُخَالِفِ الْاَرْبَعَةِ لِانْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَكَثِيْرَةِ اَتْبَاعِهِمْ یعنی جو حکم مخالف ہوں چار اماموں کے قول کے سو وہ اجماع کے مخالف ہے اور تصریح کی ہے ابن الہمامؒ نے تحریر میں کہ تمام علماء کا اجماع ہوا ہے عمل نہ کرنے پر اُس مذہب کے جو مخالف ہے اِن چار اماموں کے اِس واسطے کہ اِن اماموں کا مذہب ضبط اور آراستہ ہوا ہے اور اِن کے اتباع کرنے والے بہت لوگ ہیں حاصل یہ ہے کہ ان اماموں کے مقلدین سواد اعظم میں داخل ہیں اور سواد اعظم کی متابعت کرنے کو حدیث میں حکم ہے اور اس کا بیان گزرا اور نہایۃ المراد میں مرقوم ہے وَفِي زَمَانِنَا هٰذَا قَدِ انْحَصَرَتْ صِحَّةُ التَّقْلِيْدِ فِي هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِي الْحُكْمِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ وَفِي الْحُكْمِ الْمُخْتَلَفِ فِيْهِ اَيْضًا قَالَ الْمَنَادِيُّ رحمہ اللہ فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَلَا يَجُوْزُ الْيَوْمَ تَقْلِيْدُ غَيْرِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ فِي قَضَاءٍ وَلَا اِفْتَاءٍ یعنی ہمارے اس زمانے میں منحصر ہوئی ہے تقلید اِن چار مذہب میں خواہ حکم متفق ہو خواہ حکم مختلف پھر اِن چار کے سوا اور کسی کی تقلید جائز نہیں اور کہا منادیؒ نے جامع صغیر کی شرح میں جائز نہیں ہے اس زمانے میں تقلید کرنی سوا ان چار اماموں کے نہ تو قضا میں نہ فتویٰ میں یعنی قاضی کو درست نہیں کہ ان مذاہب کے سوا اور کا حکم کرے اور مفتی کو درست نہیں کہ برخلاف ان کے فتویٰ دے اور تفسیر احمدی میں ہے قَدْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰى اَنَّ الْاِتِّبَاعَ اِنَّمَا يَجُوْزُ لِلْاَرْبَعَةِ فَلَا يَجُوْزُ الْاِتِّبَاعُ لِمَنْ حَدَثَ مُجْتَهِدًا مُخَالِفًا لَهُمْ یعنی بیشک اجماع ہوا ہے اس بات پر کہ اِتباع سوائے ان چار مذہبوں کے کسی کا جائز نہیں سو نہیں جائز ہے اتباع اُس شخص کا جو نیا مجتہد مخالف ان کے نکلے اور اسی کتاب میں ہے وَالْاِنْصَافُ اَنَّ انْحِصَارَ الْمَذَاهِبِ فِي الْاَرْبَعَةِ وَاِتِّبَاعَهُمْ فَضْلٌ اِلٰهِيٌّ وَقَبُوْلُهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا مَجَالَ فِيْهِ لِلتَّوْجِيْهَاتِ وَالْاَدِلَّةِ یعنی انصاف یہ ہے کہ منحصر ہونا مذہبوں کا ان چار میں اور اتباع ان کی فضل الٰہی ہے اور مقبولیت ہے اُس کی نزدیک اللہ تعالیٰ کے اور اس باب میں دلیل اور توجیہ کو دخل نہیں **طعن پانچواں** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ہر ایک صحابی جیسی حدیث کو پاتے تھے اُسی طرح پر عمل کرتے تھے مجتہد ہو یا عامی نہ یہ کہ کسی صحابی معین کی جو مجتہد ہو تا صرف اُس کی تقلید پر اقتصار کرتے اپنی اپنی سمجھ کے موافق عمل میں لاتے تھے تو اب اس زمانے میں بھی موافق اُس کے عمل کرنا صواب ہے کچھ حرج نہیں **جواب** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں یا اُس زمانے میں جو آپ کی وفات سے قریب تھا اکثر لوگ صحابی موجود تھے کسی حدیث کو جو غیر معتبر ہو کبھی بیان نہیں

کرتے تھے احتمال کذب کا اُن کی نسبت ہرگز نہ تھا اسی واسطے جو شخص کہ کوئی حدیث کسی صحابی یا تابعی مقبول سے سُنتا تھا بوجہ اعتبار کے اُس پر عمل کرتا تھا برخلاف اس زمانہ کے کہ ہزاروں قسم کی حدیثیں اور قصّے لوگوں نے جھوٹ ایجاد کر لیے ہیں راوی حدیث کے سب قسم کے ہونے لگے تو اس صورت میں ہر شخص کے کہنے کے موافق عمل کرنا ناجائز ہوا جو لوگ کہ حال اور کیفیت رُوات اور احادیث سے واقف تھے وہ اور لوگوں کو بتلا دیتے تھے اور لوگ اُن کی تقلید کرتے تھے تو زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قیاس کرنا اس زمانے کا حماقت ہے اور بہت سے مطاعن جو غیر مقلدین بیان کرتے ہیں اُن کا جواب بھی ان جوابات سے نکل آوے گا اور جب مشہور طعنوں کا یہ حال ہوا تو معلوم نہیں کہ جو اور طعن ہیں وہ کیسے ہوں گے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اُن کی باتوں کی طرف خیال نہ کریں اور جس طریقے پر کہ اکابر علمائے اُمّت اور ہزاروں اولیاء اللہ محبوب خدا کے چلتے رہے اُسی پر چلیں اور ایک مکر اس فرقے کا یہ ہے کہ نام اپنا بمقابلہ حنفیؒ و شافعیؒ کے محمدیؒ رکھا ہے اس وجہ سے کہ ہم لوگ طریقۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کرتے ہیں اور اُس کی پیروی کرتے ہیں برخلاف مقلدین کے کہ اُن لوگوں نے خلاف طریقۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کا طریقہ اختیار کر لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو ترک کیا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ طریقۂ ابو حنیفہؒ یا شافعیؒ کا بعینہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کچھ اُس کے مخالف نہیں اور تسمیہ ان کا ان نسبتوں کے ساتھ بوجہ تقلید مذہب معیّن کے ہے ورنہ تمامی اہل حق محمدیؒ ہیں حاجت ان کی تخصیص کی کیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں جو معروف کتابیں مشتہر اور رواج پا گئی ہیں مثل مشکوٰۃ شریف وغیرہ کے اُن میں سے اپنے مذہب کے موافق احادیث نکال کے عوام مقلدین سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیثیں صحیح ان کتابوں میں منحصر ہیں اور تمہارے مسائل صریح مخالف ان احادیث کے ہیں تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوڑ کے قول ابو حنیفہؒ کا اختیار کرتے ہو اور نہیں جانتے کہ بہت سی کتابیں ایسی حدیث کی ہیں کہ اُنھوں نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں گی اور ہزاروں حدیثیں صحیح بخاریؒ و مسلمؒ کی شرط پر ان کتابوں میں موجود ہیں فقط

فصل چند اصطلاحات کتاب ہذا کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ صاحبینؒ کا لفظ اس کتاب میں جہاں آیا ہے مراد اُس سے امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ ہیں اور طرفین سے امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور شیخین سے امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور اس کتاب میں حرف ص سے جو قلم جلی سے لکھا ہے مراد کتاب اصل شرح وقایہ ہے اور حرف ف سے زیادات اور جو احادیث کہ زائد مضمون اصل کتاب پر ہیں بطریق فوائد کے مراد ہیں اور جہاں مطلق لفظ امام ہے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں اور ائمہ اربعہ سے امام ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ مراد ہیں اور لفظ شیخین سے ذکر احادیث میں بخاریؒ اور مسلمؒ مقصود ہیں اور جماعت سے چاروں علمائے باقیہ یعنی ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ منظور ہیں اور مقصود اصلی تالیف و تصنیف اس کتاب سے فائدہ خلق اللہ ہے نہ کسی کا رد اور نہ کسی کا اظہار خطا منظور ہے تو اب یہ بندۂ عاصی پُر معاصی فقیر حقیر ننگ خاندان محتاج رحمت ایزد منان محمد وحید الزمان ولد مولوی مسیح الزماں لکھنوی فاروقی حنفی مؤلف اس کا اُن صاحبوں کی خدمت میں جو اس کتاب کے مطالعے سے مسرور اور محظوظ ہوں عرض رسا ہے کہ جس جگہ پر از راہ خطائے انسانی کے کسی قسم کی لغزش دیکھیں تو پردۂ عفو سے چھپا دیں اور مجھ گنہگار اور میرے والدین اور تمامی اعزا اور اقارب اور عامۂ مسلمین کے واسطے دعائے خیر کریں اور اس کتاب کے پڑھنے کا یہ طریقہ رکھیں کہ جس جگہ پر نام مبارک حضرت سیدنا و مولانا و رسولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

آوے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جس شخص پر ذکر کیا جاوے نام میرا اور وہ درود نہ بھیجے مجھ پر تو وہ بڑا بخیل ہے اور حقیقت میں بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو دنیا میں کسی کا دوست ہوتا ہے اُس کے ذکر کے وقت مدح وثنا میں اُس کی مشغول ہوتا ہے اور جب محبوب خدا شافع روزِ جزا پیغمبر حق جناب نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُنا جاوے اور پھر لوگ ثواب صلوٰۃ وسلام سے محروم رہیں آور جس کسی کا آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ذکر آوے اُن پر کلمۂ رضی اللہ عنہ کا کہنا ضرور جانیں اور تابعین کو اور علمار کو بہ کلمۂ رحمۃ اللہ علیہ اکتفا کریں آور قبل شروع اس کتاب کے باادب بیٹھ کے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف تین بار اور سورۂ اخلاص تین بار اور الحمد ایک بار پڑھیں اور ثواب اُس کا تمام صحابہؓ اور علمارؒ اور سب بزرگان دین کو پہونچادیں بعد اُس کے کتاب کو مطالعہ کریں اور پھر بعد فراغ کے بھی ایسا ہی کریں آور یہ تصور کرتے رہیں کہ جتنا علم ہم سیکھتے ہیں یا سِکھاتے ہیں وہ سب خالصًا خدا کے واسطے اور اُس کی رضامندی کے لئے اور عمل کرنے کیلئے کرتے ہیں آور غرض دُنیا اور تحصیل مال کبھی علم سے نہ رکھے بعد رعایت ان سب شرائط کے ضرور اللہ تعالےٰ اُس کے علم میں برکت دے گا اور توفیق عمل کی عطا فرماوے گا۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاجْعَلْ خَوَاتِمَ اُمُوْرِنَا بِالْخَیْرِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْنَا مُھِمَّاتِ الْعِلْمِ وَ
اَعْطِنَا عِلْمًا نَافِعًا وَفَھْمًا کَامِلًا وَقَلْبًا خَاشِعًا وَبَطْنًا مُشْبَعًا وَعَمَلًا مُقَرِّبًا
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَیْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ
مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ تَمَّتْ مُقَدِّمَۃُ
الْکِتَابِ وَیَتْلُوْھَا کِتَابُ الطَّھَارَۃِ اَللّٰھُمَّ تَمِّمْ
بِالْخَیْرِ یَاکَرِیْمُ یَاوَھَّابُ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الجزء الاول من کتاب الطہارۃ

فصل وضو کے بیان میں

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو جب کھڑے ہو تم طرف نماز کے پس دھولو اپنے مُنھوں[1] کو اور ہاتھوں[2] کو کہنیوں تک اور[3] مسح کرو اپنے سر کا اور دھو پاؤں[4] کو ٹخنوں تک فرض وضو[5] میں یہ چار چیزیں ہیں پہلے دھونا مُنھ کا پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک اور شمس[6] الائمہ کے نزدیک اگر درمیان کان اور رخسارے کے تر کرے اور پانی نہ بہاوے کافی ہے جیسا کہ کہا ہے ابو یوسف[7] رح نے کہ وضو کرنے والا اگر تر کرے سب اعضائے وضو کو اور پانی جاری نہ کرے جائز ہے مگر علماء رح نے معنی اس کے یوں بیان کیے ہیں کہ ہر عضو سے دو تین قطرے جاری ہو دیں اگرچہ پے در پے نہ بہیں دوسرے[8] دھونا دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت تیسرے[9] دھونا دونوں پیروں کا ٹخنوں سمیت اور امام زفر[10] رح کے نزدیک کہنیوں اور ٹخنے دھونا فرض نہیں اور ٹخنا روایت میں ہشام رح کی امام محمد[11] رح سے وہ ہڈی ہے جو بیچ قدم میں ہے نزدیک گرد تسمے جوتی کے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ہڈی اونچی ہے جس پر پنڈلی کی ہڈی ختم ہوئی ہے چوتھے[12] مسح کرنا چوتھائی سر کا کیونکہ روایت کی مسلم رح اور طبرانی رح اور ابو داؤد رح اور بغوی نے مغیرہ بیٹے شعبہ سے تحقیق کہ وضو کیا حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو مسح کیا اوپر پیشانی اپنی کے اور اوپر عماموں اور موزوں کے اور پیشانی آگے سے چوتھائی سر کے برابر ہوتی ہے اور روایت کی ابو داؤد رح اور حاکم نے انس رض سے کہا کہ دیکھا میں نے حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کہ وضو کرتے تھے اور اُن کے سر پر عمامہ تھا پس لائے ہاتھ اپنا نیچے عمامے کے اور مسح کیا مقدم سر کو اور مقدم سر آگے سے چوتھائی سر کو کہتے ہیں اور روایت کی ایسی ہی بیہقی رح نے عطار سے اور شافعی رح نے اور آگے سے چوتھائی سر کا مسح کرنا حضرت عثمان رض سے مروی ہے روایت کیا اس کو سعید بن منصور نے اور ابن عمر رض سے صحیح ہوا ہے کہ اکتفا کیا اُنھوں نے ساتھ مسح بعض سر کے روایت کیا اس کو ابن المنذر[13] رح نے اور کسی صحابی رض سے انکار اس کا صحت کو نہیں پہونچا یہ مضمون فتح الباری[14] میں ہے ص مگر امام شافعی رح کے نزدیک اگر ایک بال یا دو بال کا بھی مسح کرے گا درست ہو جاوے گا اور امام مالک رح کے نزدیک تمام سر کا مسح فرض ہے اور مسح چوتھائی ڈاڑھی کا امام اعظم صاحب رح کے نزدیک فرض ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام[15] ڈاڑھی کا مسح فرض ہے اور مشہور روایت میں امام ابو حنیفہ رح سے ساری ڈاڑھی کا مسح فرض ہے اور یہی صحیح اور

فرائض وضو میں چار ہیں

ف۱ فرض اسکو کہتے ہیں جو نص قطعی سے ثابت ہو جسمیں شک نہ ہو اور منکر اسکا کافر ہے ۱۲ منہ نجلہ لاکن لا مطلقا بل فی الفرض المتفق علیہ کذا فی الخلاصۃ الخزانیۃ ۱۲ ف۲ شمس الائمہ امام ہیں مذہب حنفی میں ۱۲ ف۳ ابو یوسف شاگرد ہیں امام ابو حنیفہ رح کے ۱۲ ف۴ امام محمد شاگرد ہیں امام ابو حنیفہ رح کے ۱۲ ف۵ امام زفر شاگرد ہیں امام اعظم رح کے ۱۲ ف۶ شافعی امام مشہور ہیں چاروں اماموں میں ۱۲ ف۷ ابن المنذر نام ایک محدث کا ہے ۱۲ ف۸ فتح الباری نام کتاب کا ہے شرح ہے صحیح بخاری کی ۱۲ ف۹ یعنی جتنی ڈاڑھی کہ بدن کو اس جا کے چھپاتی ہے اس سب کا مسح فرض ہے نہ جو کہ لٹکتی ہے اور در مختار میں ہے کہ ساری ڈاڑھی کا دھونا فرض ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ۱۲ منہ رح

مختار ہے اور مسح کہتے ہیں تر ہاتھ کو اُس عضو پر جس کا مسح کرنا ہے پہونچانا چاہے نیا پانی برتن سے لے یا جو تری اعضاء کے دھونے سے باقی ہو اُس سے مسح کرے اور جو تری ہاتھ میں مسح کرنے سے کسی عضو کے باقی رہے یا ہاتھ کو اعضاء مغسولہ یا ممسوحہ سے تر کیا اور اُس سے مسح کرے جائز نہ ہوگا اور ایسا ہی موزے کے مسح میں اور اگر بعد مسح کے سر منڈوا دیں دوبارہ مسح کرنا لازم نہ آوے گا یا وضو کیا اور پھر ناخن کٹوائے اُتنی جگہ کا پھر دھونا واجب نہیں اور سُنّت وضو میں چودہ ہیں پہلے دھونا ہاتھ کا بند دست تک ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب جاگے تم میں سے کوئی تو نہ ڈالے اپنا ہاتھ پانی میں جب تک اُس کو تین بار نہ دھولے اِس واسطے کہ وہ نہیں جانتا کہ کہاں رہا ہاتھ اُس کا یعنی پاک جگہ یا ناپاک جگہ روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے ص اور یہ دھونا بعض مشائخؒ کے نزدیک قبل استنجے کے ہے اور بعضوں کے نزدیک بعد استنجے کے اور بعضوں کے نزدیک قبل استنجے کے بھی دھووے اور بعد استنجے کے بھی دھووے ف درمختار میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ قبل استنجے کے بھی دھووے اور بعد اس کے بھی دھووے ص اور دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ برتن کو پہلے بائیں ہاتھ میں لیکر داہنا ہاتھ دھووے اور پھر داہنے ہاتھ میں لیکر بائیں ہاتھ کو دھووے تین تین بار اگر برتن چھوٹا ہو اور اُٹھ سکے اور اگر برتن بڑا ہے کہ اُٹھانا اُس کا ممکن نہیں تو کسی چھوٹے برتن سے پانی نکال کے دھووے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور جو چھوٹا برتن نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی اُنگلیوں کو ملا کے اُس میں ڈالے ہتھیلی داخل نہ کرے اور پانی نکال کے داہنے ہاتھ پر ڈالے اور اُنگلیوں کو آپس میں خوب ملے اسی طرح تین بار کرے بعد اُسکے داہنے ہاتھ کو اچھی طرح ڈال کے پانی نکالے اور اس حدیث میں جو ہاتھ ڈالنے سے حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع کیا ہے یہ جب ہے کہ برتن چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور اُس کے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو لیکن جبکہ برتن بڑا ہو اور اُس کے ساتھ چھوٹا برتن نہ ہو تو منع یہ ہے کہ خوب مبالغے کے ساتھ ہاتھ ڈال کے پانی کو نکالے یہ سب صورتیں جب ہیں کہ اُس کے ہاتھوں میں نجاست نہ ہو اور اگر نجاست ہو تو ہاتھوں کو دھونا نجاست سے اس طرح کہ برتن اور پانی نجس نہ ہو ضرور ہے دوسرے شروع میں وضو کے اللہ کا نام لینا ف جیسے بِسۡمِ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ یا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيۡنِ الۡاِسۡلَامِ کہنا ایسا ہی ہے درمختار میں کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ جس نے اوّل وضو میں ذکر خدا کا کیا پاک ہووے گا تمام بدن اُس کا اور جو ذکر خدا کا نہ کیا پاک نہ ہووے گا مگر مقام وضو اُس کے کا روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور ابو الشیخؒ نے اور روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے اور دارقطنیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اور ضعیف کیا اس کو اور روایت کیا ان دونوں نے اسکو ابن عباسؓ سے اور ضعیف کیا اس کو اور شیرازیؒ نے القاب میں مانند اس کے ابن مسعودؓ سے کچھ زیادہ کرکے اور اس کو بھی ضعیف کیا اہل حدیث نے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ وضو نہیں اُس کا جس نے نہ ذکر کیا نام اللہ کا اُس پر روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور احمدؒ اور ابو داؤدؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور دارمیؒ نے مانند اس کے اور مراد اس سے یہ ہے کہ وضو اُس کا کامل نہیں اور ہدایہ میں اس کو مستحب لکھا ہے اور اس باب میں روایت ہے چند صحابہؓ سے ص تیسرے مسواک کرنا ف کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ مسواک کیا کرتے تھے اور فرمایا حضرتؐ نے کہ اگر نہ شاق ہوتا میری اُمت پر البتہ حکم کرتا میں ساتھ مسواک کے نزدیک ہر وضو کے روایت کیا اس کو نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ نے اور کہا حاکمؒ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور روایت کیا اس کو میں نے بغیر اسناد کے اور جب مسواک نہ ہو تو اُنگلی سے دانتوں کو ملے اور حدیث میں ثابت ہے کذا فی الہدایۃ ص چوتھے تین بار کُلی کرنا۔ پانچویں تین بار ناک میں پانی ڈالنا اور کُلی کے واسطے تین بار جُدا پانی لے اور پھر ناک میں ڈالنے کے واسطے تین بار جُدا لے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کُلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے ایک ہی چُلّو سے پھر اسی طرح پھر اسی طرح تین بار ف دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی ترمذیؒ اور نسائیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ اُنھوں نے وضو کیا سو دھوئے دونوں کف تین بار یہاں تک کہ صاف کیا اور ناک میں پانی ڈالا تین بار آخر تک کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور روایت کی ابو داؤدؒ نے طلحہؓ کے دادا سے کہا کہ داخل ہوا میں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اور آپ وضو کرتے تھے اور پانی بہتا تھا

ف۱ یعنی ساتھ نام اللہ بڑے کے ۱۲ ف۲ اور افضل ہے کہ کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۲ ف۳ یعنی شکر اللہ کا ہے اوپر دین اسلام کے ۱۲ ف۴ عبداللہ نام صحابی مشہور ۱۲ ف۵ احمد نام ہے چاروں اماموں میں سے ایک کا ۱۲ ف۶ مستحب ہے کہ لکڑی مسواک کی کڑوی ہو جیسے نیم یا پیلو ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ ف۷ اور ایسی حدیث کو معلق کہتے ہیں ۱۲ ف۸ یعنی ایسا ہی ہے ہدایہ میں ۱۲ ف۹ اور معنی ان دونوں لفظوں کے دیباچہ میں گزرے ۱۲

سُنّت وضو میں چودہ ہیں

منھ اور ڈاڑھی اُن کی سے پس دیکھا میں نے اُن کو کہ آپ جُدائی کرتے تھے درمیان کلّی اور ناک میں پانی ڈالنے کے اور روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے اور وضو کے باب میں بائیس صحابیوں سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ ہیں عبداللہؓ بیٹے زید کے روایت کی ان سے بخاریؒ و مسلمؒ اور ابوداؤدؒ و نسائیؒ و ابن ماجہؒ نے اور عثمانؓ روایت کی ان سے بخاریؒ و مسلمؒ نے اور ابن عباسؓ روایت کی ان سے بخاریؒ نے اور مغیرہؓ روایت کی ان سے بخاریؒ نے اور حضرت علیؓ روایت کی ان سے ابوداؤدؒ و نسائیؒ وغیرہما نے اور مقدامؓ روایت کی ان سے ابوداؤدؒ نے اور ابومالکؓ اشعریؓ روایت کی ان سے عبدالرزاقؒ اور احمدؒ اور ابن ابی شیبہؒ اور اسحاقؒ نے اور ابوبکرؓ روایت کی ان سے بزارؒ نے اور ابوہریرہؓ روایت کی ان سے احمدؒ اور ابوعیسیٰؒ نے اور وائل ابن حجرؓ روایت کی ان سے ترمذیؒ نے اور جبیر بن نفیرؓ روایت کی ان سے ابن حبان نے اور ابوامامہؓ روایت کی ان سے احمدؒ نے اور ابوکاملؓ اور ربیعؓ بیٹے معوذ کے روایت کی ان سے ابوداؤدؒ نے اور عائشہؓ روایت کی ان سے دارقطنیؒ نے اور عبداللہ بن انیسؓ روایت کی ان سے طبرانیؒ نے اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کی ان سے ابوداؤدؒ نے اور باقی صحابیوں کا نام اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص چھٹے ڈاڑھی کا خلال کرنا اس طرح پر کہ انگلیوں کو نیچے ڈاڑھی کے کر کے باہر اوپر کو نکالے کیونکہ روایت کی ترمذیؒ نے عثمانؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلال کرتے تھے اپنی ڈاڑھی کا اور کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کہا بخاریؒ نے کہ یہ حدیث اصح ہے اس باب میں اور صحیح کیا اس کو ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور یہ حدیث عثمانؓ کی کہا احمدؒ نے کہ صحیح تر ہے سب حدیثوں سے اور ابن حزمؒ نے اس حدیث کو ضعیف کیا اور کہا کہ اسناد میں اس کی اسرائیل ہے اور وہ قوی نہیں اور ایک مقام میں کہا ہے کہ عامر بن شقیق بھی اس کی اسناد میں ضعیف ہے اور یہ قول باطل ہے کیونکہ اسرائیل بیٹا یونس کا حجت پکڑی ہے اس سے بخاریؒ و مسلمؒ نے اور باقی ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہم نے اور ثقہ کہا ہے اس کو ائمہ نے کہا ابوحاتم نے کہ وہ ثقہ ہے اصحاب ابی اسحٰق سے اور توثیق کی اُس کی ایک جماعت نقادین حدیث نے مثل یحیٰی بن معینؒ اور احمد بن حنبلؒ کے اور احمدؒ تعجب کرتے تھے اُن کے حفظ اور یاد سے اور ابن حزمؒ کو یہ دھوکا ہوا کہ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ روایت بیٹے اسرائیل کی اسرائیل سے اُنھوں نے ابی اسحٰق سے اُس میں ضعف ہے اور اخیر عمر میں سُنا ہے اور یہ حدیث تو اُس کے بیٹے کی روایت سے نہیں تو حجت ہو گی اور عامر بیٹا شقیق کا کہا نسائیؒ نے کہ کچھ حرج نہیں ساتھ اُس کے اور روایت کی اُس سے چاروں عالموں نے اور یحیٰی بن معین اور ابوحاتمؒ نے ضعیف کیا اُس کو بخاریؒ اور احمدؒ اور حاکمؒ نے صحیح کیا اس حدیث کو اور حاکمؒ نے کہا کہ اس کے واسطے اور بھی شواہد ہیں عمارؓ کی حدیث سے اور انسؓ سے اور عائشہؓ سے پھر ان سب کی روایتیں نقل کیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور خلال کیا اپنی ڈاڑھی کا اور روایت کیا ابوداؤدؒ نے انسؓ سے کہ جب حضرتؐ وضو کرتے تھے لیتے تھے ایک کف پانی اور لاتے تھے اُس کو نیچے ٹھوڑی اپنی کے اور خلال کرتے تھے ڈاڑھی اپنی کا اور فرماتے تھے کہ ایسا ہی حکم کیا مجھ کو خدا تعالیٰ نے اور اس حدیث کو روایت کیا حاکمؒ نے بھی جیسا کہ آگے آوے گا اور ابن حزمؒ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اسناد میں اس کی ولید بیٹا زروان کا مجہول ہے اور ایسا ہی کہا ابن القطان نے اور یہ تعلیل ضعیف ہے کیونکہ روایت کی اس ولید سے جعفر بن برقان اور حجاج بن منہال اور بہت لوگوں نے اور کسی طرح کی جرح اُس میں معلوم نہیں ہوئی اور روایت کیا اس حدیث کو محمد بن یحیٰی ذہلی نے کتاب علل حدیث زہری میں کہا اُنھوں نے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَالِدِنِ الصَّفَّارُ مِنْ اَصْلِهٖ وَكَانَ صَدُوْقًا ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ اَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَاَدْخَلَ اَصَابِعَهٗ تَحْتَ لِحْيَتِهٖ فَخَلَّلَهَا بِاَصَابِعِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ کہا ابن القیم نے شرح سُنن ابوداؤد میں هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ یعنی یہ سند صحیح ہے اور روایت

۵۱ یعنی کتاب اللباس میں ۱۲ ۵۲ عبدالرزاق نام ہے محدث کا ۱۲ ۵۳ ابن ابی شیبہ نام ہے محدث کا ۱۲ ۵۴ اسحٰق نام ہے محدث کا ۱۲ ۵۵ بزار کے آخر میں رائے مہملہ ہے اور بعضوں نے جو زائے معجمہ سے سمجھا ہے وہ غلط ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

۵۶ ابن حبان نام ہے محدث کا ۱۲ ۵۷ یہ وہ ہیں انسؓ روایت کی ان سے دارقطنیؒ نے اور ابوبؓ روایت کی ان سے طبرانی اور بیہقیؒ نے اور کعبؓ روایت کی ان سے ابوداؤدؒ نے اور عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ روایت کی ان سے ابو یعلیٰ نے اور براء بن عازب روایت کی ان سے احمد نے ۱۲ منہ رحمہ اللہ
۵۸ فتح القدیر نام کتاب شرح ہدایہ ۱۲ ۵۹ حزم بجائے حطی و زائے معجمہ نام محدث کا ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ ۶۰ ثنا مختصر ہے حدثنا کا اور انا اختصار ہے اخبرنا کا اور معنی بر قول صحیح دونوں کے ایک ہیں ۱۲

اسرائیل عامر بن شقیق ولید بن زروان

کیا طبرانیؒ نے معجم کبیر میں انسؓ سے اس حدیث کو روایت ابی حفص عبدی سے اُنھوں نے ثابتؒ سے اُنھوں نے انسؓ سے اور ابوحفص ثقہ
کہا اُس کو احمدؒ نے اور توثیق کی اُس کی یحییٰ بن معین نے اور کہا عبدالصمد بن عبدالوارث نے کہ ثقہ ہے اور زیادہ ہے ثقہ سے اور یہ تین
طریقے اس حدیث کے اچھے ہیں اور تین طریقے اس حدیث کے ضعیف ہیں پہلا طریقہ جو روایت ہے سنن ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے
کہ تھے حضرتؐ جب وضو کرتے تو خلال کرتے اپنی ڈاڑھی کا اور کھولتے تھے اُنگلیوں اپنی کو دو بار تو اسناد میں اس حدیث کی دارقطنیؒ نے کہا کہ
ابوالنضر ترک کردی گئی ہے حدیث اُس کی اور کہا نسائیؒ نے کہ یزید رقاشی متروک ہے دوسرا طریقہ جو روایت کی ابن عدیؒ نے ہاشم بن سعد سے
اُنھوں نے محمدؒ بن زیاد سے اُنھوں نے انسؓ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر حدیث تک پھر کہا ابن عدی نے کہ ہاشم اتنا کہ
روایت کرتا ہے اُس کو نہیں متابعت کیا جاوے گا اس پر تیسرا طریقہ جو روایت کی بیہقیؒ نے اپنے سُنن میں ابراہیم صائغ سے اُنھوں نے ابی حازم
سے اُنھوں نے انسؓ سے جیسا کہ گزرا اور اس میں ابوحازم مجہول ہے اور روایت کی گئی حدیث ابن عباسؓ کی روایت نافعؓ سے کہا عقیلیؒ نے
کہ نہیں روایت کی جاوے گی اس کے اوپر اور کہا ابوحاتم نے کہ حدیث اس کی منکر ہے اور روایت کیا اس حدیث کو طبرانیؒ نے اوسط میں
اور روایت کی ابن عمرؓ سے ایسا ہی روایت کیا اس کو دارقطنی نے اور کہا سیوطیؒ نے جامع صغیر میں کہ روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے بھی اوسط
میں لیکن کہا دارقطنیؒ نے کہ صحیح یہ ہے کہ حدیث موقوف ہے عبداللہؓ بیٹے عمرؓ پر اور روایت ہے ابوایوب انصاریؓ سے کہا اُنھوں نے دیکھا
میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کیا اور خلال کیا اپنی ڈاڑھی کا روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور اسناد میں اس کی ابوسورۃ راوی
ضعیف ہے کہا ترمذیؒ نے کتاب العلل میں کہ پوچھا میں نے بخاریؒ سے اس حدیث کو پس کہا کہ کچھ نہیں لاشے ہے سو میں نے کہا کہ ابوسورہ
کا نام کیا ہے بخاریؒ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتا ہے اُس کے پاس حدیثیں منکر ہیں اور کہا ترمذیؒ نے اپنی جامع میں وَ اَبُوْسَوْرَۃَ
الرَّاوِیْ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ یعنی ابوسورہ راوی ضعیف کیا جاتا ہے حدیث میں اور بھی سماع ابوسورہ کا ابوایوبؓ سے ثابت نہیں کہا
ابن الہمام نے وَھُوَ ضَعِیْفٌ اور بھی روایت ہے ابی اُمامہؓ سے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حدیث ابی غالب سے
اُنھوں نے ابی امامہؓ سے اور ابوغالب ضعیف کیا اس کو نسائیؒ نے اور توثیق کی اس کی دارقطنیؒ نے اور کہا یحییٰ بن معینؒ نے کہ وہ
صالح الحدیث ہے اور صحیح کیا واسطے اُس کے ترمذیؒ نے اور کہا سیوطیؒ نے کہ روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے ابی امامہؓ سے اور روایت کی
ابن عدی نے جابرؓ سے کہ وضو کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی بار سو دیکھا میں نے اُن کو خلال کرتے تھے ڈاڑھی اپنی کا ساتھ انگلیوں
کے مانند دندانوں کنگھی کے اور اسناد میں اس کی اخرم بیٹا غیاث نیشاپوری کا متروک ہے کہا ابن القیم نے شرح ابوداؤد میں وَحَدِیْثُ
جَابِرٍ ضَعِیْفٌ جِدًّا یعنی حدیث جابرؓ کی بہت ضعیف ہے اور روایت کی ابن عدی نے یاسین الزیاتؒ سے اُنھوں نے ربعی بن خراش
سے اُنھوں نے جریرؓ سے جو صحابی ہیں اور یاسین ترک کردی گئی ہے حدیث اُس کی ترک کیا اس کو نسائیؒ نے اور جماعت نے اور عائشہؓ
کی حدیث اسی باب میں مروی ہے مسند امام احمد میں اور وہ بھی ضعیف ہے اور بھی روایت کی طبرانیؒ نے ابوالدرداءؓ اور اُم سلمہ اور ابن
ابی اوفیٰؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو کرتے تھے خلال کرتے تھے ڈاڑھی اپنی کا اور یہ سب حدیثیں ضعیف ہیں اور
روایت کی بزار نے ابوبکرہؓ سے کہ آنحضرتؐ نے وضو کیا اور خلال کیا اور بھی جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں انسؓ سے
کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام سو کہا کہ اے محمدؐ خلال کرو ڈاڑھی اپنی کا اور اسناد میں
اس کی ہیثم راوی ضعیف ہے اور روایت ہے عمارؓ سے کہا اُنھوں نے دیکھا میں نے حضرتؐ کو کہ خلال کرتے تھے اپنی ڈاڑھی کا روایت
کیا اس کو ترمذیؒ اور حاکمؒ اور ابن ماجہؒ نے اور ایسی ہی روایت کی طبرانیؒ نے عبدالرزاقؒ سے اُنھوں نے ابن عیینہ سے اُنھوں نے

لـه زیات یعنی روغن زیتون بیچتے تھے ۱۲ منہ مدظلہ

عبدالکریم سے اُنھوں نے حسان بن بلال رض سے کہ عمار رض نے وضو کیا سو خلال کیا اپنی ڈاڑھی کا سو کہا گیا کہ کیا ہے یہ فعل کہا اُنھوں نے کہ دیکھا میں نے حضرت کو کہ خلال کرتے تھے اپنی ڈاڑھی کا اور ابن حزم نے کہا کہ حسان راوی اس کا مجہول ہے اور یہ قول باطل ہے کیونکہ حسان سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے کہا علی بن المدینی نے کہ وہ ثقہ تھا اور کسی نے اس کو ضعیف نہیں کیا اور لیکن عبدالکریم ضعیف ہے اور اُس نے حسان سے نہیں سُنا اس حدیث کو ایسا ہی کہا ابن عیینہ نے اور ذکر کیا حافظ ابن عساکر نے بخاری سے مانند اس کے اور کہا امام احمد رح نے کہ نہیں ثابت ہے بیچ خلال کرنے ڈاڑھی کے کوئی حدیث اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ رح نے قتادہ رض سے اُنھوں نے حسان رح سے اس حدیث کو اور یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ کہا ابن ماجہ رح نے سُنن میں وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ حَسَّانِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَلِّلُ لِحْیَتَہٗ اور اسناد اس کی صحیح ہے نزدیک میرے واللہ اعلم اور روایت کی ابو عبید نے حجاج سے اُنھوں نے شعبہ سے اُنھوں نے عمر بن ابی وہب خزاعی سے اُنھوں نے موسیٰ بن مروان بجلی سے اُنھوں نے طلحہ بن عبید اللہ سے اُنھوں نے عائشہ رض سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو کرتے تھے خلال کرتے اپنی ڈاڑھی کا اور یہ حدیث مسند امام احمد میں مروی ہے جیسا کہ اوپر گزرا ص ساتویں خلال دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا کرنا آٹھویں خلال دونوں پیر کی اُنگلیوں کا کرناف اِس طرح پر کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا کے ساتھ داہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں پیر کی چھنگلیا پر ختم کرے کیونکہ روایت کی ترمذی رح اور ابو داؤد رح اور ابن ماجہ رح اور نسائی رح نے لقیط بن صبرہ سے کہ فرمایا حضرت نے جب وضو کرے تو تو کامل کر اپنا وضو اور خلال کر انگلیوں کا اور مبالغہ کر ناک کے اندر پانی پہونچانے میں اگر روزہ دار نہ ہو تو کہا ترمذی رح نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہدایہ میں جو حدیث لکھی ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ خلال کرو انگلیوں کو تا کہ خلال نہ کرے آگ جہنم کی درمیان اُن کے سو اس حدیث کو دار قطنی رح نے روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور اس باب میں روایت ہے ابن عباس رض سے روایت کی ان سے ترمذی رح اور ابن ماجہ رح نے اور مستورد بیٹے شداد سے روایت کی اُن سے ابن خزیمہ رح نے اور حاکم رح اور احمد رح اور ترمذی رح نے ص نویں ہر عضو کو تین بار دھوناف کیونکہ روایت کی نسائی رح اور ابن خزیمہ نے کہ ایک گنوار نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طریق وضو کا پوچھا پس دکھلایا وضو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دھویا ہر عضو کو تین تین بار اور فرمایا کہ ایسا ہے وضو اور جس نے کہ زیادہ کیا اوپر اُس کے بُرا کیا اور جور اور ظلم کیا اور روایت کی ابو نعیم بن حماد رح نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو ایک بار یا دو بار یا تین بار پس اگر کم کیا اس سے یا زیادہ کیا تین بار دھونے پر سو اُس نے خطا کی اور سند اس کی صحیح ہے ایسا ہی ہے مواہب لدنیہ میں اور ان کے سوا بہت سی حدیثیں ہر عضو کے تین بار دھونے میں آئی ہیں اور ہدایہ میں جو اس مقام پر حدیث لکھی ہے تو وہ پائی نہیں گئی کچھ ٹکڑا اُس کا دار قطنی رح نے ابن عمر رض سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ رح نے اُبی بن کعب رض سے اور دونوں سندیں ضعیف ہیں ص دسویں سارے سر کا مسح کرنا ایک بار اور شافعی رح کے نزدیک تین بار سارے سر کا مسح سُنت ہے اور جامع ترمذی میں حضرت علی رض سے روایت ہے کہ اُنھوں نے وضو کیا پس دھویا اعضائے وضو کو تین بار اور مسح کیا سر کا ایک بار اور کہا ایسا ہی تھا وضو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کاف اس حدیث کو ابو داؤد رح اور نسائی رح اور ابن ماجہ رح نے بھی روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور ایسا ہی کہا ابن الہمام نے اور بخاری رح اور مسلم رح کی صحیح حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسح حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار کرتے تھے اور سفر السعادۃ میں ہے کہ حضرت مسح کی تکرار کبھی نہیں کرتے تھے اور ایک حدیث میں تکرار مسح کی آئی ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے انتہیٰ اور ہدایہ میں جو لکھا ہے کہ حضرت انس رض نے وضو کیا تین تین بار اور مسح کا سر کا ایک بار اور کہا کہ یہ ہے وضو حضرت کا سو یہ حدیث زیلعی رح نے کہا کہ میں نے نہیں پائی اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ طبرانی رح نے اِس کو روایت کیا ہے اور معجم طبرانی میں

ف حسان
ف عبدالکریم
لہ یعنی پاؤں جانب کف پا سے اوپر سے خلال کرے ۱۲ منہ مظہر اللہ اسلامی

اِس حدیث کا کہیں نشان نہیں ایسا ہی کہا ہے زیلعیؒ نے اور یہ غلط ہے کیونکہ یہ حدیث معجم اوسط طبرانی میں موجود ہے مسند ابراہیم بغوی سے ص گیارھویں[۵۱] دونوں کانوں کا مسح کرنا سَر کے مسح کے پانی سے ف یعنی جو تَری ہاتھوں میں مسح سَر سے باقی ہو اُسی سے دونوں کانوں کا مسح کرے اور نیا پانی نہ لیوے کیونکہ روایت کی ابن ماجہؒ اور دار قطنیؒ نے ساتھ سند صحیح کے حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور ابن عباسؓ سے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ دونوں کان سَر میں سے ہیں یعنی سَر میں داخل ہیں اور جب سَر میں داخل ہوئے تو سَر ہی پر جس پانی سے مسح کیا ہو اُسی پانی سے کانوں کا بھی مسح کرے آور مؤطا میں اور سُنن نسائی میں روایت ہے عبداللہ صُنابحی سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ جب وضو کرتا ہے بندۂ مؤمن باہر آتے ہیں وقت کُلّی کرنے کے گناہ اُس کے مُنھ سے اور ناک میں پانی ڈالنے سے ناک سے آور مُنھ دھونے سے مُنھ سے یہاں تک کہ پلکوں کے نیچے سے بھی اور ہاتھ دھونے سے ہاتھ کے یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی اور مسح سَر سے یہاں تک کہ کانوں سے بھی آور اِس حدیث میں اشارہ ہے کہ کان بھی سَر میں داخل ہیں اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے آور پہلی حدیث کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے بھی ابو امامہؓ سے یہی روایت کیا ہے آور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اس کی شہر بیٹا حوشب کا ہے اور ضعیف کیا ہے اِس کو بعض لوگوں نے اور ثقہ کہا ہے اسکو اکثر لوگوں نے ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک کانوں کے مسح کے واسطے نیا پانی لیوے بارھویں[۵۲] نیت کرنا وضو کے شروع کرنے کے وقت ف یعنی قصد کرنا اِس بات کا کہ میں وضو کرتا ہوں واسطے رفع حدث کے اور پڑھنے نماز کے یا چھُونے مُصحف کے وغیرہا کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ یعنی سوا اِس کے نہیں کہ ثواب عملوں کا ساتھ نیّت کے ہے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت عمرؓ سے ص تیرھویں[۵۳] ترتیب سے کرنا وضو کا اِس طرح پر کہ پہلے مُنھ کو دھووے پھر ہاتھ کو اسی طرح اخیر تک ف کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک نیّت اور ترتیب دونوں فرض ہیں چودھویں[۵۴] پے درپے دھونا اعضائے وضو کا کہ پہلا عضو خشک[۵۵] نہ ہو جاوے آور امام مالکؒ کے نزدیک یہ فرض ہے آور ان سب کے سُنّت ہونے پر ہمیشگی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت ہے آور مستحب وضو میں دو چیزیں ہیں پہلے شروع کرنا دھونے اعضا کے داہنی طرف سے اور اس کا نام تیامُن ہے ف مثلاً پہلے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایاں ہاتھ کیونکہ اسی طرح حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ دوست رکھتا ہے تیامُن کو ہر شے میں یہاں تک وضو میں اور جوتا پہننے میں اور کنگھی کرنے میں اور سب کاموں میں روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے آور روایت کی ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وضو کرو تم تو شروع کرو ساتھ داہنے طرف کے اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ سُنّتوں میں داخل ہے ص دوسرے گردن کا مسح کرنا کیونکہ حضرتؐ نے مسح کیا ہے گردن پر ف دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کی پیٹھ سے کذا فی فَتْحِ الْقَدِیْرِ کیونکہ روایت کی ترمذیؒ نے وائل بیٹے حجرؓ سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسح کیا سَر کا پھر کیا کانوں کا تین بار پھر ظاہر گردن کا تین بار اور یہ حدیث چند طریقوں سے مروی ہے تو حسن ہوئی پس اب مسح گردن کا مستحب[۵۶] ٹھہرے گا

[۵۱] اور صاد ہے بعد اُس کے نون بعد اُس کے الف ہے بعد اُس کے بائے موحدہ بعد اُس کے حائے مہملہ ہے ۱۲ منہ مدظلہ [۵۲] لیکن صحیح توثیق اُسکی ہے اور اُسی طرف گئے ہیں بہت محدثین مثل احمدؒ اور یحییٰ ابن معین اور یعقوبؒ اور رازیؒ وغیرہم کے اور صحیح کیا اس کو امام نووی اور ابن الہمام نے ۱۲ منہ مدظلہ [۵۳] یعنی اور اعضاء کے دھونے تک موسم معتدل میں اور بعض نے کہا کہ وضو کرتے وقت دوسرے کام میں مشغول نہ ہووے ۱۲ منہ مدظلہ [۵۴] جب میں سفر دکن میں وارد شہر شولاپور ہوا تو بوجہ نہ ہونے کسی عالم کے اُس مقام میں اکثر جہلا نے مسح گردن کو بدعات سیئہ میں شمار کر لیا تھا آخر الامر بہزار فہمایش سے اس بات پر مستعد ہوئے کہ حدیث مسح گردن کی کتاب میں نکالدو اور اس جگہ پر کوئی کتاب حدیث کی میرے پاس موجود نہ تھی جب میں گھر پہونچا تو بذریعہ خط کے اور اسی طرح مسح گردن تحریر کر کے روانہ کیے اللہ ان سب مسلمانوں کو راہ راست ہدایت فرماوے ۱۲ منہ مدظلہ

ص فصل بیان میں اُن چیزوں کے جو وضو کو باطل کرتی ہیں

جو چیز وضو کو توڑتی ہے اُس کو ناقض وضو کہتے ہیں اور ناقض وضو کی بارہ چیزیں ہیں ص پہلی نکلنا کسی چیز کا آگے سے یا پیچھے سے برابر ہے کہ وہ چیز معتاد ہو ف یعنی اُس کے نکلنے کی عادت ہو جیسے کہ پیچھے سے بائی یا کیڑا نکلے ص یا غیر معتاد ف یعنی اُس کے نکلنے کی عادت نہ ہو ص جیسے کیڑا یا ریح قبل سے یا ذکر سے نکلے اور اس میں اختلاف مشائخ کا ہے ف در مختار میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ سب صورتوں میں ٹوٹ جاوے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یعنی ٹوٹ جاتا ہے وضو جبکہ آیا ہو تم میں سے کوئی پیخانے سے اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْرِيْحٍ یعنی نہیں ہے وضو مگر آواز سے یا بو سے بائی کی روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور احمدؒ نے اور کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابی ہریرہؓ سے اور آیت دلالت کرتی ہے کہ جو معتاد ہے اُس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے نہ غیر معتاد سے اور امام مالکؒ کا مذہب یہی ہے کہ غیر معتاد سے نہیں ٹوٹتا لیکن ہمارے امام اور اکثر لوگوں کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ روایت کی بخاریؒ مسلمؒ ابو داودؒ وغیرہم نے عائشہؓ سے بیچ استحاضے کے تحقیق حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا فاطمہؓ بیٹی ابی حبیش کو کہ دھو اپنے سے خون اور وضو کر واسطے ہر نماز کے اور جو روایت کی دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے وضو اُس سے ہے جو نکلے اور نہیں ہے اُس سے جو داخل ہو جاوے سو یہ حدیث ضعیف ہے اور اسناد میں اس کی دو شخص ضعیف ہیں اور ہدایہ میں جو حدیث لکھی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے کہ حدث کیا چیز ہے فرمایا جو نکلے آگے یا پیچھے سے یہ بھی ضعیف ہے اور اُس کے مخرج کا نام نہیں معلوم ہوا ص دوسری نکلنا کسی چیز کا اگر نجس ہو سوا ان دو راہوں کے مانند خون اور پیپ کے جب بہہ آوے اُس جگہ تک جس کا دھونا وضو یا غسل میں واجب ہے ف کیونکہ روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے عائشہؓ سے کہا کہ آئیں فاطمہ بیٹی ابی حبیش کی طرف حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس کہا کہ میں مستحاضہ ہوتی ہوں اور نہیں پاک ہوتی ہوں کسی طرح کیا چھوڑ دوں میں نماز کو فرمایا حضرتؐ نے نہیں اور یہ ایک رگ ہے اور حیض نہیں پس جبکہ حیض آوے تو چھوڑ دے تو نماز کو اور جب دن حیض کے ختم ہوں پس دھو تو اپنے سے خون کو اور نماز پڑھ اور وضو کر واسطے ہر نماز کے جب کہ آئے وقت تو حضرتؐ نے دیکھو خون نکلنے سے وضو کا حکم کیا لیکن اس جگہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تو حضرتؐ نے اِس واسطے حکم فرمایا تھا کہ وہ قبل سے نکلتا تھا اور ماسوا ان دو راہوں کے جو نکلے اُس کی تائید میں یہ حدیث نہیں تو جواب اُس کا یہ ہے کہ اول تو قیاس کیا ہم نے اور جگہ کے خون کو اس خون پر اور اگر نہ مانو تو دلیل لاتے ہیں ہم ساتھ اُس کے جو روایت کی امام مالکؒ نے مؤطا میں ساتھ سند صحیح کے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ اُن کی نکسیر پھوٹتی تھی تو وہ پھرتے تھے اور وضو کرتے تھے پھر بنا کرتے تھے اس نماز پر جو پڑھی تھی اور ایسی ہی روایت ہے علیؓ اور ابی بکرؓ اور سلمانؓ اور ابن عباسؓ سے اور ایسی ہی روایت کی مالکؒ نے سعید بن المسیبؒ سے اور حدیثیں جتنی اس باب میں آئی ہیں سب ضعیف ہیں اور وہ جو حدیث ہدایہ میں لکھی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ وضو ہر خون بہنے والے سے ہے سو روایت کیا اس کو دارقطنیؒ اور ابن عدیؒ نے اور دونوں کی سندیں ضعیف ہیں اور دوسری حدیث جو ہدایہ میں لکھی ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے جو شخص قے کرے یا نکسیر پھوٹے نماز میں اُس کی پس چاہیئے کہ پھرے اور بنا کرے اپنی نماز پر جب تک کہ بات نہ کرے اس کو ابن ماجہؒ نے عائشہؓ سے روایت کیا ہے اور یہ بھی حدیث ضعیف ہے اور دارقطنیؒ نے روایت کیا اس کو اور ضعیف کیا اس کو اور عبدالرزاقؒ نے مصنف میں مانند اس کے روایت کی حضرت علیؓ سے اور وہ بھی ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اس کی حارث ہے کہا شعبیؒ نے کہ وہ کذاب ہے ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو ان دو راہوں کے سوا اور جگہ سے نکلے اُس سے وضو نہیں ٹوٹتا ف اور یہی مذہب امام مالکؒ کا ہے اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تھوڑا ہو

تو نہیں ٹوٹتا اور بہت ہو تو ٹوٹ جاوے گا امام شافعیؒ کی طرف سے کہتے ہیں روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قے کی اور وضو نہ کیا اور یہی حدیث ہدایہ میں لکھی ہے جواب یہ ہے کہ اِس حدیث کا پتہ نہیں کہ کس کتاب میں ہے اور کہتے ہیں کہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے اور وضو کیا اِس سے معلوم ہوا کہ خون نکلنے سے وضو نہیں جاتا جواب یہ ہے کہ اِس حدیث کو دار قطنیؒ اور بیہقیؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں صُالح بیٹا مقاتل کا ضعیف ہے کہا دار قطنیؒ نے کہ قوی نہیں اور کہا ائمہ حدیث نے کہ ضعیف ہے آور امام احمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں ہے ایک قطرے یا دو قطرے خون میں وضو مگر یہ کہ ہو بہتا ہوا تو اِس سے معلوم ہوا کہ تھوڑے خون نکلنے سے وضو نہیں جاتا جواب یہ ہے کہ روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اِسناد میں اس کی محمد بیٹا فضل بیٹا عطیہ کا ہے کہا احمدؒ اور یحییٰؒ اور ابن حبانؒ نے کہ وہ کذابؒ ہے آور یہ جو حدیث ہدایے میں لکھی ہے اَلْقَلَسُ حَدَثٌ یعنی قے حَدَث ہے تو روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے دو طریقوں سے اور دونوں طریقے ضعیف ہیں تو اب جاننا چاہیئے کہ اس باب میں حدیث عبداللہ بن عمرؓ کی جو اوپر ذکر کی وہی حدیث صحیح ہے آور بھی امام شافعیؒ کی طرف سے دلیل لاتے ہیں کہ روایت ہے سعید بن المسیبؒ سے جو بڑے تابعین میں سے ہیں کہ نکسیر پھوٹتی تھی اِن کی یہاں تک کہ رنگین ہو جاتی تھیں اُنگلیاں اُن کی خون سے اور وہ نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے اور جواب اس کا یہ ہے کہ اس کو روایت کیا مالکؒ نے مُوطا میں اور امام مالکؒ نے ایک روایت اس کے خلاف سعید بن المسیبؒ سے نقل کی ہے آور جب دونوں متعارض ہوئیں تو احتیاط جس میں ہو اُس پر عمل کرنا چاہیئے اور احتیاط اسی میں ہے کہ وضو کرے **ص** تو اگر نہ بہے بلکہ اپنے مقام پر جم جاوے تو وضو نہ ٹوٹے گا اور امام زفرؒ کے نزدیک ٹوٹ جاوے گا **ف** ہمارے نزدیک اِس واسطے وضو نہیں ٹوٹے گا کہ خون نکلنے میں یہ بھی شرط ہے کہ بہتا ہوا ہو اور نجس ہو اور یہ خون نجس نہیں **ص** اور اگر زخم کو دبایا اور اُس سے خون نکلا اور تجاوز کر گیا اور اگر نہ دباتا تو تجاوز نہ کرتا وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر کسی چیز کو دانت سے کاٹا اور اثر خون کا دیکھا یا خلال کیا اور اُس پر خون ظاہر ہوا یا ناک میں اُنگلی کی اور اُنگلی پر خون دیکھا یا ناک جھاڑی اور اُس میں سے خون جما ہوا مثل دانے مسور کے نکلا اِن سب صورتوں میں وضو نہ ٹوٹے گا **ف** اِس واسطے کہ بہتا ہوا نہیں ہے اور نجس وہی خون ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون بہتا ہوا **ص** اور امام زفرؒ کے نزدیک ٹوٹ جاوے گا آور اسی طرح اگر سوئی چبھو دی اور خون اپنے مقام تک چڑھ آیا لیکن بہا نہیں وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر بہا تو ٹوٹ جاوے گا کیونکہ نجس وہی خون ہے جو بہتا ہوا ہے آور اسی طرح اگر آنکھ کے اندر آبلہ ہو اور اُس پر سے پوست اُتارا جاوے اور بہہ نکلے مگر آنکھ کے اندر رہے وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر باہر نکل آوے تو ٹوٹ جاوے گا اِس واسطے کہ جو اندر آنکھ کے ہے اُس کا پاک کرنا یا دھونا غسل اور وضو میں واجب نہیں آور اگر فصد لی اور نکلا بہت سا خون لیکن زخم کی جگہ نہ بھری تو وضو ٹوٹ جاوے گا ہمارے نزدیک تیسری قے اگر خون تھوک کے برابر ہو اس طرح پر کہ تھوک سُرخ ہو جاوے اور اگر تھوک خون سے زیادہ ہووے اور تھوک زرد ہو جاوے وضو نہ ٹوٹے گا چوتھی تلخہ یا کھانا یا خون بندھا ہوا اور مُنھ بھر کے ہووے اور اگر بلغم اُترے یا پیٹ سے چڑھے وضو نہیں ٹوٹتا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر پیٹ سے چڑھے اور مُنھ بھر کے ہووے وضو ٹوٹ جاویگا لیکن اگر سر سے اُترے تو اُن کے نزدیک بھی نہ ٹوٹے گا **ف** وضو قے سے اِس واسطے ٹوٹ جاتا ہے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے ساتھ سند صحیح کے ابی الدرداءؓ سے کہ تحقیق آنحضرتؐ نے قے کی پس وضو کیا معدان کہتے ہیں کہ میں نے ملاقات کی ثوبانؓ سے مسجد دمشق میں سو میں نے اُن سے یہ ذکر کیا کہا اُنھوں نے کہ سچ کہا ابو الدرداءؓ نے میں نے پانی حضرتؐ کے وضو کا ڈالا تھا کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث صحیح تر ہے حدیثوں کی بیچ اس باب کے اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک قے سے وضو لازم نہیں جیسا کہ گزرا وہ دلیل لاتے ہیں کہ روایت ہے ثوبانؓ سے تحقیق حضرتؐ نے قے کی پس پانی منگوایا پھر وضو کیا تو میں نے کہا کہ اے رسول اللہؐ کیا فرض ہے

وضو قے سے فرمایا حضرتؐ نے اگر فرض ہوتا تو پاتا تو اُس کو قرآن میں تو اِس سے معلوم ہوا کہ قے کرنے سے وضو واجب نہیں بلکہ اگر وضو نہ کرے گا نماز درست ہو جاوے گی تو جواب اس کا یہ ہے کہ اِس حدیث کو دارقطنیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں عتبہ بیٹا سکن کا ہے حدیث اس کی ترک کر دی گئی ہے کہا بیہقیؒ نے کہ اس کی طرف نسبت وضع حدیث کی ہے اور بلغم سے اِس واسطے وضو نہیں ٹوٹتا کہ وہ مانند تھوک وغیرہ کے ہے ف پوشیدہ نہ رہے کہ اگر تھوڑی تھوڑی قے کی ایسی کہ اگر جمع کی جاوے تو مُنھ بھر کے ہووے سو اس میں امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں ہووے وضو ٹوٹ جاوے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر ایک متلی سے ہوگا ٹوٹ جاوے گا اور اِس کی چار صورتیں ہیں اگر مجلس اور متلی دونوں ایک ہوں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں کے نزدیک ٹوٹ جاوے گا اور اگر مجلس اور متلی دونوں مختلف ہوں کسی کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور مجلس ایک ہو اور متلی بدل جاوے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ٹوٹ جاوے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور متلی ایک ہو اور مجلس بدل جاوے امام محمدؒ کے نزدیک ٹوٹ جاوے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور جو چیز ایسی ہے کہ اُس کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ چیز نجس بھی نہیں ہے تو خون جبکہ مقام زخم سے جدا نہ ہووے پاک ہے اور اِسی طرح تھوڑی سی قے بھی اور ایک روایت میں امام محمدؒ کے نجس ہے کیونکہ نجاست میں کچھ بہنے کو تاثیر نہیں اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا الآیۃ ترجمہ کہدو تم اے محمدؐ کہ نہیں پاتا ہوں میں اس میں کہ بھیجا گیا طرف میرے حرام کسی کھانے والے پر کہ کھاوے اُسکو مگر یہ کہ ہو مُردہ یا خون مسفوح یعنی جاری بہتا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو خون مسفوح نہیں حرام نہیں تو نجس نہ ہوگا اور خون جو مقام زخم سے نہیں بہا تو نجس بھی نہ ہوگا پانچویں پہلو یا پیٹھ پر سونا چھٹے اس طرح پر سونا کہ سر اپنا دونوں زانو پر رکھے یا دونوں ہاتھوں پر رکھے یا ایک سُرین پر سوتا ہو اسطرح پر کہ مقعد اُس کی زمین سے جُدا ہو ساتویں سونا کسی چیز پر تکیہ کر کے کہ اگر وہ چیز ہٹا لی جاوے تو سونے والا گر پڑے اوّل کو اضطجاع کہتے ہیں اور دوسرے کو اتکاء کہتے ہیں اور تیسرے کو استناد ف کیونکہ روایت کی عبداللہ بن احمدؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے وضو اس پر جو سویا سجدے میں یہاں تک کہ مضطجع لیٹے کیونکہ جب لیٹتا ہے مضطجع سُست ہو جاتے ہیں جوڑ اس کے اور روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور اس میں ہے کہ نہیں وضو ہے اس پر جو سو جاوے بیٹھا ہوا اور روایت کیا اسکو بیہقیؒ نے اور اُس میں ہے کہ نہیں واجب ہے وضو اس پر جو سو جاوے بیٹھے یا کھڑے یا سجدے میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کھڑا بھی سو جاوے تو ٹوٹ جاوے گا اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر سجدے یا رکوع میں سو جاوے تو بھی ٹوٹ جاوے گا اور امام احمدؒ کے نزدیک جس ہیئت پر سو جاوے دیر تک وضو ٹوٹ جاوے گا اور ہماری دلیل یہی حدیث ہے اور بعض شافعیہؒ نے اِس حدیث کو ضعیف کیا ہے اور کہا یہ کہ اسناد میں اس کی یزید بیٹا ابی خالد دالانی کا ہے ابن حبانؒ نے کہا کہ بہت خطا کرتا ہے اور اسی طرح اور لوگوں نے کہا جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح ہے جو ذہبی نے کہا ہے کہ حدیث اُس کی حسن ہے اور کہا احمدؒ نے کہ نہیں حرج ہے ساتھ حدیث اُس کی کے اور نہیں کلام کیا اس حدیث میں ترمذیؒ نے کچھ اور روایت کیا اس کو ابن عدیؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں ہے وضو اس شخص پر جو سو جاوے کھڑا ہو یا بیٹھا یہاں تک کہ سو وے پہلو پر اور روایت ہے حذیفہؓ سے کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا سو رہا تھا کہ یکایک ایک شخص نے مجھ کو پیچھے سے پکڑا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں پس کہا میں نے یا رسول اللہؐ آیا وضو واجب ہوا میرے اوپر فرمایا نہیں یہاں تک کہ رکھے تو پہلو اپنے زمین پر روایت کیا اس کو ابن عدیؒ نے اور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اس کی یحییٰ بیٹا کثیر السقار کا ضعیف ہے اور اگر پہلو پر لیٹا یا تکیہ لگا کے سب کے نزدیک وضو ٹوٹ جاوے گا کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا لیکن وضو ٹوٹتا ہے پیخانے اور پیشاب اور سونے سے روایت کیا اس کو ابن خزیمہؒ نے اور صحیح کیا اس کو اور ترمذیؒ نے صفوان بیٹے عسال سے اور روایت

کی ترمذیؒ نے حضرت انسؓ سے کہا اُنھوں نے کہ تھے اصحابؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوتے تھے یعنی بیٹھے بیٹھے پھر کھڑے ہوتے
تھے اور نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہی قول ہے عبد اللہ بن المبارکؒ اور سفیان ثوریؒ
اور احمدؒ کا ص اور ان تین طرح کے سوا اگر سووے وضو نہیں جاتا مثلاً کھڑے یا بیٹھے یا راکع یا ساجد ف کیونکہ اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھے سوتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے جیسا کہ گزرا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں
ہے وضو اُس پر جو سو جاوے کھڑا یا بیٹھا یہاں تک کہ سووے پہلو پر روایت کیا اس کو ابن عدیؒ نے جیسا کہ گزرا اگر کوئی کہے کہ روایت
کی بزار نے بسند صحیح کے کہ تھے اصحابؓ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتظار کرتے تھے نماز کا پس رکھتے تھے پہلو اپنے زمین پر سو بعض
ان میں سے سو جاتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے پھر نماز پڑھتے تھے جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سونے سے اونگھ ہے اور نہیں تو
مخالفت ہوگی اُن حدیثوں کی جو اوپر گذریں اور تمسکات ائمہ اربعہ کے مطابق نہیں اِس روایت کے آور اگر کوئی کہے کہ روایت کی
بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے کہ میں سویا نزدیک اپنی خالہ میمونہؓ کے پس کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو آخر حدیث
تک کہ پھر سوئے اور لیٹے اور پھر آئے بلالؓ سو خبر دی اُن کو نماز کی تو کھڑے ہوئے آپ اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ اگر لیٹ کے سوئے تب بھی وضو نہیں جاتا جواب یہ ہے کہ یہ حضرتؐ کی خصوصیات میں سے تھا چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے تَنَامُ عَیْنَایَ
وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ یعنی سوتی ہیں میری دونوں آنکھیں اور نہیں سوتا دل میرا تو یہ اور کسی کے واسطے نہیں ہو سکتا غرضکہ اس باب میں امام
ابو حنیفہؒ کا مذہب بہت صحیح ہے ص آٹھویںؔ بیہوشی نویںؔ جنون اور بیہوشی میں مستی بھی داخل ہے کہ چلنے میں پڑے اُس کا لغزش کرے۔
ف اِن چیزوں سے اِس واسطے وضو جاتا رہتا۔ ہے کہ جب سونے سے وضو جاتا رہا یعنی بسبب غفلت کے سبب سے تو اس میں بھی سونے سے
زیادہ غفلت ہوتی ہے ص گیارھویںؔ قہقہہ نماز پڑھنے والے بالغ کا اُس نماز میں جس میں رکوع اور سجدہ ہے ف کیونکہ روایت کی دار قطنیؒ
نے بیچ قصے اندھے کے کہ فرمایا حضرتؐ نے جس نے تم میں سے قہقہہ کیا تو چاہیئے کہ اعادہ کرے وضو اور نماز کا یہ حدیث معبد خزاعیؓ جو صحابی
ہیں اُن سے مروی ہے اور اُن کے راویوں میں امام ابو حنیفہؒ بھی ہیں ابن الجوزیؒ نے وہم کیا جو کہا اُنھوں نے کہ وہم کیا اس میں ابو حنیفہؒ نے
اور روایت کی امام ابو حنیفہؒ نے معبد بن ابی معبد خزاعیؓ سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن نماز میں تھے یکایک ایک اندھا آیا ارادہ
کرتا تھا نماز کا پس گر پڑا کنوئیں میں اور ہنسی آئی قوم کو یعنی اُن لوگوں کو جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے پس قہقہہ کیا
اُنھوں نے تو جس وقت فارغ ہوئے آپ نماز سے فرمایا جس کسی نے تم میں سے قہقہہ کیا ہو تو وہ اعادہ کرے وضو کا اور نماز کا اس جگہ پر بعض
لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ معبدؒ تابعی ہیں نہ صحابی جواب یہ ہے کہ معبدؒ جو تابعی ہیں وہ اور ہیں بصرے کے رہنے والے جُھنی اور یہ معبد خزاعی
ہیں اور یہ صحابی ہیں اور ایسا ہی صحیح ہے آور اگر مرسل ہو ابی العالیہؒ پر جو بڑے تابعی ہیں تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ مرسل ہمارے نزدیک حجت
ہے جیسا کہ کہا اکثر محدثینؒ نے کہ یہ حدیث مرسل ہی صحیح ہے آور روایت کیا اس حدیث کو ابن عدیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے جو کوئی
ہنسے نماز میں پس چاہیئے کہ اعادہ کرے وضو اور نماز کا اور اگر کوئی کہے کہ اسناد میں اس کی بقیہ بیٹا ولید کا ضعیف ہے تو جواب اس کا یہ
ہے کہ بقیہ کی روایت اگر مشہور شخصوں سے حَدَّثَنَا کر کے ہو تو مقبول ہے اور مسلمؒ نے اس سے روایت کی ہے متابعۃً تو اب حدیث میں
کسی طرح کا خلل نہیں امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ روایت ہے جابرؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے ہنسی توڑتی ہے نماز کو اور نہیں توڑتی ہے وضو کو تو
اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا جواب یہ ہے کہ اس کی اسناد میں عبد الرحمن بیٹا اسحٰق کا جس کی کُنیت ابو شیبہ ہے ضعیف
ہے ایسا ہی کہا یحییٰؒ نے اور کہا احمدؒ نے کہ حدیث اُس کی مُنکر ہے اور وہ کچھ نہیں ص اور اگر لڑکا قہقہہ کرے تو وضو اُس کا نہیں ٹوٹتا آور اگر
نماز جنازہ میں کوئی بالغ یا لڑکا قہقہہ کرے وضو نہیں ٹوٹتا اِسی طرح سجدۂ تلاوت میں تو جو ایسی نماز ہے کہ اس میں رکوع اور سجدہ نہیں

اُس میں قہقہہ کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ نماز ٹوٹ جاوے گی اور قہقہہ وضو کو جب توڑتا ہے کہ جب وہ شخص جاگتا ہو تو اگر نماز میں سوتے ہوئے قہقہہ کیا وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک وضو قہقہے سے کبھی نہیں ٹوٹتا جاگتا ہو یا سوتا ہنسی کی تین قسمیں ہیں پہلی قہقہہ اس طرح ہنسنے کہ اُس کو اور اُس کے پاس والوں کو سُنائی دیوے اور یہ نماز اور وضو دونوں کو توڑتا ہے دوسری ضحک اس طرح ہنسنے کہ فقط اُسی کو سُنائی دیوے اور اُس کے پاس والوں کو سُنائی نہ دیوے اس سے نماز ٹوٹتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا تیسری تبسم اس طرح پر ہنسنے کہ نہ اُس کو اور نہ اُس کے پاس والوں کو سُنائی دیوے اِس سے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ نماز بارھویں مباشرت فاحشہ اور وہ یہ ہے کہ مرد وعورت دونوں ننگے ہوں اور ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے چھو جاوے اور آلت مرد کا کھڑا ہووے اور عورت کی فرج سے چھو جاوے ف امام احمدؒ کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا وضو کرو اونٹ کے گوشت سے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہم نے براءؓ سے اور صحیح کیا اس کو محدثینؒ نے اور روایت کی مسلمؒ نے مثل اس کے جابرؓ سے اور احمدؒ نے مانند اس کے اُسیدؓ بیٹے حضیر سے تو جواب یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ و ابو داؤدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہ حضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھایا گوشت بکری کا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا یہ حدیث تو دلالت کرتی ہے اِس بات پر کہ بکری کے گوشت کھانے سے وضو نہیں جاتا اور پہلے ابتدائے اسلام میں حضرتؐ نے فرمایا تھا تَوَضَّؤُا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ یعنی وضو کرو اُس سے جس کو لگی آگ اور یہ حدیث منسوخ ہو گئی بالاتفاق تو یہ بھی حکم ابتدائے اسلام میں تھا اور اب نہیں رہا اور یہ جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ روایت کی دارقطنیؒ نے اور بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ وضو اُس سے ہے جو نکلے اور نہیں ہے اُس سے جو داخل ہووے تو یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ اوپر ہم نے بیان کیا ص اور امام محمدؒ کے نزدیک مباشرت فاحشہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر کیڑا زخم سے نکلے تو وضو کو نہیں توڑتا اس واسطے کہ وہ پاک ہے اور جو اُس پر نجاست ہے وہ تھوڑی ہے اور اسی طرح اگر مرد کے ذکر سے کیڑا نکلے وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر دُبر سے نکلے تو ٹوٹ جاویگا اس واسطے کہ دُبر سے نکلنا تھوڑی نجاست کا بھی ناقض ہے اور اگر قبل سے عورت کی نکلے تو اس میں اختلاف ہے کہ اوپر گزرا اور اگر گوشت زخم سے جُدا ہو کر گر پڑے وضو نہ ٹوٹے گا اور وضو کو نہیں توڑتا ہے چھونا عورت کا ف یعنی مثلاً بوسہ لیا عورت کا یا اور کوئی بدن اُس کا چھُوا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک ٹوٹ جاوے گا اگر ہتھیلی سے چھوا ہو اور اگر ہاتھ کی پشت وغیرہ سے چھوا ہو تو اُن کے نزدیک بھی نہ ٹوٹے گا اور امام مالکؒ کے نزدیک اور شافعیؒ سے ایک روایت میں اور لیثؒ اور اسحٰقؒ کے نزدیک اگر چھونا شہوت سے ہو اور عورت کو بھی اُس وقت شہوت ہو تو وضو ٹوٹ جاوے گا اور اگر ایسا نہیں تو نہ ٹوٹے گا امام شافعیؒ حجت پکڑتے ہیں اس باب میں کہ عورت کا چھونا شہوت سے وضو کو توڑتا ہے اس سے کہ روایت کی ابن الجوزیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے کہ وہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اُن کے پاس اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا فرماتے ہیں آپ اُس شخص میں جو پہونچا کسی عورت سے سب کچھ سوا جماع کے یعنی قُبلہ اور معانقہ اور پیار سب کچھ کیا سوائے جماع کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُس کے لئے کہ وضو کر اچھا وضو پھر کھڑا ہو پھر نماز پڑھ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو عورت کے چھُونے سے لازم آتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس کے لئے وضو کا حکم فرمایا تھا واسطے استغفار کے تھا اور دلیل اس پر یہ ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا اُس سے کہ نماز پڑھ کیونکہ عورت کے چھُونے سے کچھ نماز پڑھنا تو واجب نہیں ہوتا اور بفرض تسلیم کے جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ وہ شخص مباشرت فاحشہ کا بھی مرتکب ہوا ہو کیونکہ مباشرت فاحشہ سے ہمارے مذہب میں بھی وضو لازم آتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے عائشہؓ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں حضرتؐ کے سامنے چت لیٹی رہتی تھی پس جب حضرتؐ سجدہ کرتے تھے دبا دیتے تھے مجھ کو سو میں اپنے پیر ہٹا لیتی اور ایک روایت میں ہے کہ گھروں میں اُس دن چراغ نہ تھا اور روایت کی بخاریؒ نے اُن ہی سے کہ میں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا) ایک رات گم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو میں نے چھُو لیا اُن کو ساتھ ہاتھ اپنے کے پس گیا ہاتھ میرا قدم پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حضرتؐ سجدے میں

ف روایت کی طبرانی نے ابن عباسؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھائی آگ کی پکی ہوئی چیز پھر وضو نہ کیا اور نماز پڑھی ... مجمع الزوائد ...

تھے اور فرماتے تھے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ رضا تیری کے غصّے تیرے سے آخر حدیث تک اور روایت کی بخاریؒ نے عائشہؓ سے کہ وہ کنگھی کرتی
تھیں حضرتؐ کے اور حضرتؐ اعتکاف میں تھے اور اعتکاف مسجد میں ظاہر ہے کہ حضرتؐ بے وضو نہ تھے اور روایت ہے عائشہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تھے میری گود میں اور میں حائض تھی پس پڑھتے تھے قرآن کو اور حضرتؐ نے وفات کی حضرت عائشہؓ کی گود میں اور عقل اس
بات کو جائز نہیں رکھتی کہ حضرتؐ نے وفات بے وضو کی ہو یہ حدیثیں کہ سب صحیح ہیں حجت اُن لوگوں پر ہیں جو کہتے ہیں کہ مطلق عورت کا چھونا وضو
کو توڑتا ہے اور حدیثیں ایسی بہت ہیں لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ چھونے سے عورت کے اگر بشہوت ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ دلیل یہ بھی لاتے ہیں کہ
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بوسہ لینا عورت کے چھونے میں داخل ہے تو اُس سے وضو کرو روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور روایت ہے ابن عمرؓ سے
کہ وہ کہتے تھے بوسہ لینا عورت کا مرد کو اور چھونا اُس کا لمس سے ہے جو بوسہ لے اپنی عورت کا یا چھوئے اُس کو اپنے ہاتھ سے تو اُس پر وضو ہے اور
روایت ہے ابن شہابؒ سے کہ وہ کہتے تھے کہ بوسہ لینے سے مرد کے اپنی عورت کو وضو ہے روایت کیا ان دونوں کو مالکؒ نے مؤطا میں اور روایت
کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابی عبیدؒ سے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا ہے کہ بوسہ لینے سے مرد کے عورت اپنی کو وضو ہے اور ابو عبیدہؓ نے
عبداللہ بن مسعودؓ سے نہیں سُنا اور روایت کیا اسکو امام مالکؒ نے مؤطا میں بغیر اسناد کے جواب اس کا یہ ہے کہ روایت ہے حضرت عائشہؓ سے
تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ لیا بعض عورتوں اپنی کا پھر نکلے طرف نماز کے اور وضو نہ کیا روایت کیا اس کو بزار نے اور کہا یہ حدیث حسن
ہے اور روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور ابو داودؒ نے بھی عائشہؓ سے اگر کوئی کہے کہ بخاریؒ نے ضعیف کیا اسکو اور یحییٰ بن سعید قطانؒ نے
کہا کہ یہ کچھ نہیں اور کہا کہ حبیب نے اس کی اسناد میں عروہؓ سے نہیں سُنا جواب اُس کا یہ ہے کہ روایت کرنیوالے اس حدیث کے سب ثقہ ہیں
اور نہ سننے کی گواہی دینا نفی پر گواہی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے بصورت تسلیم کہ روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے زینب سہمیہ سے انھوں نے
عائشہؓ سے اگر کوئی کہے کہ زینب یہ مجہولہ ہے اور تقریب میں لکھا ہے کہ حال اس کا معلوم نہیں جواب یہ ہے کہ جہل قرن ثانی یعنی تابعین میں
مقبول ہے پھر اگر کوئی کہے کہ حجاج ضعیف ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اوزاعیؒ جو بڑے امام ہیں وہ بھی اس کے ساتھ ہیں دارقطنیؒ کی روایت
میں اور وہ بڑے ثقہ ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ دارقطنیؒ نے روایت کیا اس کو سُفیان ثوریؒ سے اُنھوں نے ابی روق سے اُنھوں نے ابراہیم
تیمی سے اُنھوں نے عائشہؓ سے اگر کوئی کہے کہ ابراہیم تیمیؒ نے عائشہؓ سے نہیں سُنا جیسا کہ کہا ترمذیؒ اور ابو داودؒ نے کہ اس باب میں حضرتؐ سے
کچھ صحیح نہیں ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ ابراہیم تابعیؒ ثقہ ہیں اگر بالفرض نہ سُنا بھی ہو تو بھی حدیث مرسل ہے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت
ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ دارقطنیؒ نے علل میں کہا کہ روایت کیا اس کو ابراہیم نے ثوری سے اُنھوں نے ابی روق سے اُنھوں نے ابراہیم تیمیؒ سے
اُنھوں نے اپنے باپ سے تو اب یہ حدیث موصول ہو گئی اور ترمذیؒ کے قول سے یہ نہیں لازم آتا کہ جہان میں کسی کے نزدیک کوئی حدیث صحیح
نہیں ہوئی جائز ہے کہ ترمذیؒ کو کوئی حدیث صحیح اس باب میں نہ پہونچی ہو پھر اگر کوئی کہے اس حدیث کو ابراہیم تیمی سے ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ نے
روایت کیا ابو حنیفہؒ نے تو ملایا حفصہؓ سے اور ثوریؒ نے عائشہؓ سے تو اختلاف اس میں ہوا جواب اُس کا یہ ہے کہ ثوریؒ اور ابو حنیفہؒ دونوں بڑے
اماموں سے ہیں اور ممکن ہے یہ بات کہ ابراہیم تیمیؒ کو ایک حدیث حفصہؓ سے پہونچی ہو اور دوسری عائشہؓ سے ثوریؒ نے عائشہؓ کی نقل کی اور ابو حنیفہؒ
نے حفصہؓ کی پھر اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کے لفظوں میں اختلاف ہے عثمانؒ بن ابی شیبہؒ نے روایت کی کہ حضرتؐ بوسہ لیتے تھے اور وہ روزہ دار
ہوتے تھے اور سوا عثمانؒ کے اور لوگوں نے کہا کہ بوسہ لیتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ امر بعد ثقہ ہونے راویوں کے کچھ بُرا
نہیں اور جائز ہے کہ یہ دو حدیثیں ہوں اور روایت کی دارقطنیؒ نے عائشہؓ سے کہ پہونچا اُن کو قول ابن عمرؓ کا کہ بیچ بوسے کے وضو ہے سو کہا اُنھوں نے
کہ تھے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ بوسہ لیتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے اور اس حدیث کو صحیح کیا بعض لوگوں نے
اور کہا شافعیؒ نے کہ روایت کی سعید بن بنانہ نے محمد بن عمرو بن عطاؓ سے اُنھوں نے عائشہؓ سے اُنھوں نے حضرتؐ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بوسہ لیتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے کہا شافعیؒ نے کہ سعید کا حال میں نہیں جانتا پس اگر ثقہ ہو تو حجت ہے جو روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آور کہا حافظ ابن حجر نے کہ اس حدیث کو بیہقیؒ نے خلافیات میں دس طریقوں سے روایت کیا ہے اور ضعیف کیا اُن سبھوں کو جواب یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی جب دس بارہ وجہوں سے روایت کیجاوے تو وہ حسن ہو جاتی ہے آور یہ جو بعض حنفیوں نے حجت پکڑی ہے کہ روایت ہے ابو امامہؓ سے کہا اُنھوں نے کہا میں نے کہ اے رسولِ خدا مرد وضو کرے واسطے نماز کے پھر بوسہ لے اہل اپنے کا اور کھیلے اُس سے کیا ٹوٹ جاتا ہے وضو اُس سے فرمایا نہیں تو یہ حجت ضعیف ہے کیونکہ روایت کیا اس حدیث کو دار قطنیؒ نے اور اسناد میں اسکی رکنؓ بیٹا عبد اللہ کا ہے ترک کر دی گئی ہے حدیث اُسکی اور روایت کیا امام ابو حنیفہؒ نے مسند اپنی میں ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے بیچ بوسہ لینے کے وضو آور روایت کیا اس میں ابن ابی شیبہ نے قول ابن عباسؓ کا تو جب اتنی حدیثیں اِس باب میں ضعیف اور صحیح آئیں تو یہ بات اُس کے نزدیک جو منصف ہے ظاہر ہو گئی کہ حضرتؐ وضو نہیں کرتے تھے بوسہ وغیرہ سے اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کا کیونکہ اگر چھونا عورت کا بشہوت بھی ناقض وضو ہوتا البتہ حضرتؐ کی ازواج سے ضرور منقول ہوتا باوجود اس بات کے اُن کو بہت حرص تھی مسئلہ بیان کرنے میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مخالطت اُن کے ساتھ بہت کچھ رکھتے تھے جیسا کہ روایت کیا حاکمؒ نے عائشہؓ سے کہ نہیں ہوتا تھا کوئی دن لیکن حضرتؐ اُس دن ہمارے پاس آتے تھے اور بوسہ لیتے تھے ہمارا اور چھوتے تھے ہمکو اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب عورت کے چھونے سے وضو نہیں جاتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے قول میں لمس سے کیا مراد ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ یعنی تیمم کرو اگر نہ پاؤ پانی جب کہ چھوؤ تم عورتوں کو جواب اس کا یہ ہے کہ لمس سے مراد اس جگہ جماع ہے جیسا کہ کہا عبد اللہ بن عباسؓ نے واللہ اعلم ص اور چھونا ذکر کا بھی وضو کو نہیں توڑتا ف کیونکہ روایت کیا نسائیؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ نے طلق بن علیؓ سے کہ حضرتؐ پوچھے گئے اُس شخص سے جو چھوئے ذکر اپنا پھر وضو نہ کرے تو فرمایا حضرتؐ نے کیا ہے وہ مگر ٹکڑا تم میں سے آور روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طحاویؒ نے اور ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح تر ہے حدیثوں کی اِس باب میں آور طحاویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اسناد اس کی مستقیم ہے نہ مضطرب اور روایت کی طحاوی نے ابن المدینی سے صحت اُس کی جیسا کہ آگے آوے گا ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ان دونوں سے ٹوٹ جاتا ہے ف دلیل اُن کی یہ ہے کہ روایت ہے بسرہ بنت صفوانؓ سے فرمایا حضرتؐ نے جو کہ چھوئے ذکر اپنے کو وضو کرے روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور ایسا ہی ترمذیؒ نے اور صحیح کیا اس کو احمدؒ اور دار قطنیؒ اور یحییؒ اور بخاریؒ نے اور ہماری حدیث کو علی بن المدینیؒ نے کہ جو اُستاد ہیں بخاریؒ کے کہا اُنھوں نے کہ طلقؓ کی حدیث اچھی ہے ہمارے نزدیک بُسرہؓ کی حدیث سے نقل کیا اس کو طحاویؒ نے آور کہا عمرو بیٹے علی فلاس نے کہ حدیث طلقؓ کی ہمارے نزدیک ثابت تر ہے حدیث بُسرہؓ سے روایت کیا اس کو طحاویؒ نے اب ایک بات انصاف کی یہ ہے کہ نوویؒ جو شافعی مذہب ہیں لکھتے ہیں کہ مطابقت حدیثوں میں جبکہ ممکن ہو سکے واجب ہے تو اس جگہ دونوں حدیثیں طرفین کی صحیح ہوئیں مطابقت اس طور پر ہو سکتی ہے کہ حدیث بُسرہؓ میں وضو کے معنی ہاتھ دھونا ہے تو یہ حکم یعنی ہاتھ کا دھونا مستحب ہے آور اگر کوئی کہے کہ مطابقت جب واجب ہے کہ دونوں حدیثیں جانبین کی قوی ہوں اور اس جگہ حدیث طلق کی ضعیف ہے جواب یہ ہے کہ حدیث طلق کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں تو جس وقت علی بن المدینی اور عمروؒ فلاس اور طبرانیؒ اور ابن حبانؒ اور ابن حزمؒ اور امام طحاویؒ اور ترمذیؒ یہ لوگ صحیح کریں تو پھر احتمال ضعف کا نکالنا صرف وہم ہوگا آور اگر کوئی کہے کہ امام شافعیؒ کے لیے اس حدیث کے ماسوا اور بہت سی حدیثیں ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ ماسوا ان دونوں حدیثوں کے دونوں طرف حدیثیں ہیں لیکن سب ضعیف ہیں آور حدیثیں امام شافعیؒ کے مذہب کی یہ ہیں روایت ہے ابو ایوبؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے جو شخص کہ چھوئے فرج اپنی کو تو چاہیئے کہ وضو کرے اور اسناد میں اس کی اسحٰق بن عبد اللہ متروک ہے اور ایسا ہی سُفیان بیٹا وکیع کا اور روایت ہے اُم حبیبہ سے کہا کہ سُنا میں نے حضرتؐ سے کہ فرماتے تھے جو کہ چھوئے فرج اپنی کو پس چاہیئے کہ وضو کرے آور اسناد میں اس کی علاء بیٹا حارث کا ہے نسبت کیا گیا ہے طرف قدرؒ کے اور مختلط ہو گیا تھا آخر میں علاوہ اس کے بخاریؒ نے اس

رکن بن عبد اللہ

ف یعنی چھوئے عورت اور چھوئے ذکر کے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف یعنی قدریہ ۔۔۔ ۱۲

اسحٰق بن عبد اللہ ف سفیان بن وکیع ف علاء بن حارث

حدیث کو ضعیف کیا اور کہا ترمذیؒ نے کہ اُس نے اس حدیث کو صحیح نہیں دیکھا اور مکحول نے عنبسۃ بن ابی سفیان سے نہیں سُنا اور روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہؒ نے اور روایت کیا بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے اور وہ بھی ضعیف ہے اور وہ جو ابن ماجہؒ نے جابرؓ سے روایت کی وہ بھی ضعیف ہے اسناد میں اس کی عقبہ بیٹا عبدالرحمن کا مجہول ہے اور ایک روایت میں عبداللہ بیٹا نافع مدنی کا ضعیف ہے اور روایت کی احمد اور ابن ابی شیبہ نے زید بن خالدؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے مَنْ مَسَّ فَرْجَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ یعنی جو شخص کہ چھوئے ذکر اپنے کو تو وضو کرے اور روایت کیا احمدؒ اور دار قطنیؒ اور اسحٰق بن راہویہ نے مسند اپنی میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ جو شخص چھوئے ذکر اپنے کو تو وضو کرے اور جو عورت کہ چھوئے فرج اپنی کو تو وضو کرے اور ہمارے مذہب کی حدیثیں یہ ہیں ابی امامۃؓ کی روایت کہ پوچھے گئے حضرتؐ چھونے سے ذکر کے فرمایا کہ وہ ٹکڑا ہے تجھ سے یعنی اُس کے چھونے سے وضو نہیں روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور یہ حدیث ضعیف ہے اسناد میں اسکی جعفر بیٹا زبیر کا ہے ترک کردی گئی ہے حدیث اُس کی اور ایسا ہی روایت ہے عصمۃ بن مالکؓ اور عائشہؓ وغیرہما سے روایت کی ابو یعلیٰؒ موصلی نے عائشہؓ سے کہ سُنا میں نے اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے نہیں پروا رکھتا ہوں میں اُس کو چھوؤں یا ناک اپنی کو اور اسناد میں اس کی وہی جعفر بیٹا زبیر کا متروک ہے اگر کوئی کہے کہ روایت کی حاکم نے قاسمؒ سے اُنھوں نے عائشہؓ سے کہ جب چھوئے عورت فرج اپنی کو ہاتھ اپنے سے سو اُس پر وضو ہے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ فتویٰ راوی کا بخلاف روایت کے باطل ہے نزدیک محدثینؒ کے لیکن یہ سب حدیثیں ضعیف ہیں تو نہ باقی رہی صحیح حدیث شافعیؒ کی طرف مگر بُسرہ کی اور ہماری طرف مگر طلق کی اور یہ جو بعض علمائے شافعیہؒ نے لکھا ہے ابو ہریرہؓ نے روایت کی حضرتؐ سے کہ جو چھوئے ذکر اپنا وضو کرے روایت کیا اس کو شافعیؒ اور حاکمؒ اور دار قطنیؒ نے اور ابو ہریرہؓ پیچھے لائے تھے اسلام طلقؓ سے تو اس سے معلوم ہوا کہ طلق کی حدیث منسوخ ہوگئی جواب اس کا یہ ہے کہ طلق کے اسلام لانے سے قبل ابو ہریرہؓ کے یہ بات لازم نہیں آتی کہ طلق پھر لوٹے ہوں اور نہ اُن کو صحبت رہی ہو علاوہ اس بات کے حدیث ابی ہریرہؓ کی ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اسکی یزید بیٹا عبدالملک کا ہے اور وہ ضعیف ہے تو اب کچھ حجت نہیں اگر کوئی کہے کہ جب حدیثیں مختلف ہوئیں تو اب اقوال صحابہؓ سے تمسک ضرور ہے جواب یہ ہے کہ یہ تو ہمارا مطلوب ہے روایت کی طحاویؒ نے حضرت علیؓ اور سعدؓ اور ابن مسعودؓ اور حسن بصریؒ وغیرہم سے کہ وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی مذہب ہے عمار اور حذیفہ اور سعید بن المسیب اور عطاء اور عکرمہ اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کا روایت کی امام محمدؒ نے مؤطا میں اور ابن ابی شیبہؒ نے علیؓ اور ابن عباسؓ اور حذیفہؓ اور عمران بن حصینؓ سے کہ ان سب نے کہا کہ میں نہیں پروا رکھتا ہوں کہ چھوؤں ذکر یا اپنی ناک کو اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عمارؓ سے کہ وہ پوچھے گئے چھونے ذکر سے بیچ نماز کے پس کہا کہ نہیں ہے وہ مگر ٹکڑا تجھ سے اور روایت کی محمدؒ نے ابی الدرداءؓ سے مانند اس کے اور روایت کی سعید بن منصورؒ نے اُن ہی سے ایسا ہی اور بھی ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی حضرت علیؓ سے کہ وہ پوچھے گئے اُس سے سو کہا کہ نہیں حرج ہے ساتھ اس کے اور ابن مسعودؓ سے بھی ایسی ہی روایت کی اور اُسی نے سعد سے مانند اس کے روایت کی اور روایت کی محمدؒ نے علقمہؓ سے کہ آیا ایک شخص طرف ابن مسعودؓ کے سو کہا کہ چھوا میں نے ذکر اپنے کو نماز میں تو عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ ذکر تیرا نہیں ہے مگر مانند سارے بدن تیرے کے اور روایت کی محمدؒ نے کہ ایک شخص نے پوچھا عطاءؓ سے اور کہا کہ اے ابا محمد وہ شخص کہ چھوئے فرج اپنی کو بعد وضو کے سو ایک شخص نے قوم سے کہا کہ عبداللہ بن عباسؓ کہتے تھے کہ اگر تو نجس جانتا ہے تو کاٹ ڈال اُس کو کہا عطاءؒ نے کہ یہی قول ہے عبداللہ بن عباسؓ کا اور امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف ابن عمرؓ اور عمر بن الخطابؓ اور ابو ایوبؓ اور زید بن خالدؓ اور ابی ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور جابرؓ اور عائشہؓ وغیرہم گئے ہیں

ص باب غسل کے بیان میں

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں پہلی پانی منھ میں ڈالنا دوسری ناک میں پانی ڈالنا اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ دونوں چیزیں غسل میں

سُنّت ہیں **ف** دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنی اگر ہو تم جنب پس چاہیئے کہ خوب پاک کرو تو لفظ[لہ]
مبالغے کا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ کلّی وغیرہ بھی فرض ہے آور اس واسطے کہ فرمایا حضرتؐ نے نیچے ہر بال کے جنابت ہے سو تر کرو اور صاف
کرو بدن کو روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے آور یہ جو حدیث ہدایہ میں لکھی ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے کلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سُنّت ہیں وضو میں
اور فرض ہیں غسل میں تو یہ حدیث میں نے نہیں پائی اور شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اس حدیث کو بیان نہیں کیا لیکن روایت کی ابن عدی
نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ کلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا تین بار فرض ہیں غسل میں آور یہ حدیث قابل اعتبار کے نہیں کیونکہ کہا
ابن حبان اور دارقطنیؒ نے کہ اس حدیث کو برکت بیٹے محمد حلبی نے بنایا ہے آور کلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سُنّت ہیں وضو میں اور فرض ہیں غسل میں
نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک وضو اور غسل دونوں میں سُنّت ہیں اور امام احمدؒ کے نزدیک وضو اور غسل میں واجب ہیں دلیل
امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کی یہ ہے کہ روایت کی مسلمؒ نے ابی ہریرہؓ سے کہ اُنھوں نے وضو کیا بغیر مضمضے (کلّی کرنا ۱۲) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا ۱۲) کے اور کہا کہ میں نے ایسا ہی دیکھا
تھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آور جامع الاصول میں بروایت ابی داؤدؒ ایک روایت میں ہے کہ اُس میں ذکر مضمضے اور استنشاق کا نہیں ہے اور
دلیل امام احمدؒ کی یہ ہے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے لقیط بن صبرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ جب وضو کرے تو پس کلّی کر اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابی ہریرہؓ
سے کہ کہا اُنھوں نے حکم کیا حضرتؐ نے ساتھ مضمضے اور استنشاق کے وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ **ص** تو اگر غسل کیا اور بعد
کلّی کے اُس کے دانتوں میں کھانا رہا غسل درست ہو جاوے گا **ف** کیونکہ کھانے کے نیچے پانی پہونچ جاتا ہے **ص** تیسرے پہونچانا پانی کا تمام
ظاہر بدن پر اور ملنا واجب نہیں **ف** کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاطَّهَّرُوْا یعنی پاک کرو آور فرمایا حضرتؐ نے تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ
یعنی نیچے ہر بال کے جنابت ہے رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ اور ملنا کچھ دھونے میں داخل نہیں تو جب شارع نے حکم فرمایا دھونے کا تو ملنا اُس سے
لازم نہ آوے گا جیسا کہ ظاہر ہے ہر عاقل پر **ص** مگر مالکؒ کے نزدیک واجب ہے تو اگر آٹا ناخن میں باقی رہا غسل درست نہ ہوگا بلکہ اُس کے نیچے کا
دھونا واجب ہوگا آور اگر مَیل ہے یا مٹّی یا رنگ حنا وغیرہ درست ہو جاوے گا اس واسطے کہ پانی اُس میں سما جاتا ہے آور اگر بدن پر روغن ملا بعد اُسکے
غسل کیا جائز ہے اگرچہ روغن پانی کو قبول نہیں کرتا آور اگر وہ جانتا ہے کہ بالی کے چھید میں بغیر بالی ہلائے پانی نہ پہونچے گا ہلاوے آور اگر بالی
سوراخ میں نہیں ہے اور وہ جانتا ہے کہ بے تکلّف پانی سوراخ میں پہونچے گا تکلّف نہ کرے آور اگر جانتا ہے کہ بغیر تکلّف کے نہیں پہونچے گا
تکلّف کرے آور اگر بعد بالی نکلنے کے سُوراخ بند ہو گیا ہے اور جانتا ہے کہ اگر پانی گزریگا داخل ہو ویگا اور اگر غافل ہو گا نہ گزریگا پانی اور نہ داخل
ہو گا پانی کو اس پر سے گزارے اور لکڑی وغیرہ کے داخل کرنے سے تکلّف نہ کرے آور اگر اسکی اُنگلی میں تنگ انگوٹھی ہے واجب ہے کہ وضو اور غسل
میں اُس کو ہلاوے تاکہ پانی وہاں پہونچ جاوے اور جس کسی کا ختنہ نہ ہوا ہووے اُس کو غسل میں قلفے کے اندر پانی پہونچانا بعضوں کے نزدیک
واجب ہے بعضوں کے نزدیک نہیں باوجود اس کے کہ اگر پیشاب قلفے تک آجاوے اور باہر نہ نکلے وضو جاتا رہتا ہے غسل میں سُنّت پانچ چیزیں
ہیں پہلی دھونا دونوں ہاتھوں کا دوسری دھونا فرج کا تیسری دور کرنا نجاست کا بدن سے بعد فرج کے دھونے کے چوتھی وضو کرنا لیکن اگر غسل کی
جگہ میں پانی مستعمل جمع ہوتا ہو پاؤں کے دھونے تاخیر کرے اور بعد غسل کے دوسری جگہ دھووے تو اگر غسل کرتا ہے کسی لوح یا پتھر پر کہ پانی اُس پر
سے بہتا جاتا ہے تو وہیں پیر دھولیوے پانچویں تین بار تمام بدن پر پانی رواں کرنا **ف** کیونکہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے میمونہؓ سے کہ رکھا میں نے
واسطے حضرتؐ کے پانی سو ڈھانپا میں نے اُن کو ساتھ ایک کپڑے کے تو حضرتؐ نے پانی ڈالا اپنے دونوں ہاتھوں پر سو دھویا اُن کو پھر ڈالا دونوں
ہاتھوں پر پھر دھویا ان کو پھر ڈالا داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر سو دھوئی فرج اپنی پھر مارا ہاتھ اپنا زمین پر اور پھر اُس کو زمین پر پھر دھویا اُس کو
سو کلّی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور دھویا مُنھ کو اور کہنیوں تک ہاتھوں اپنے کو پھر ڈالا پانی سر پر اپنے اور سارے بدن پر بہایا پھر ایک کونے میں
ہٹ گئے سو دھوئے پیر اپنے تو دیا میں نے اُن کو ایک کپڑا پس نہ لیا اُس کو اور چلے اور وہ جھاڑتے تھے دونوں ہاتھ اپنے آور یہ حدیث نہایت صحیح

لہ یعنی لفظ اطہروا ۱۲ … شہ یعنی پردہ کیا ۱۲

برکت بن محمد حلبی

یعنی غسل میں پانچ چیزیں سنت ہیں

ہے اور یہ لفظ بخاریؒ کے ہیں اور ابوداؤدؒ نے بھی روایت کیا ہے اِس کو آور روایت کی ابوداؤد اور بخاریؒ و مسلمؒ وغیرہم نے عائشہؓ سے اور یہاں الفاظ ابوداؤدؒ کے مذکور ہیں ساتھ سند صحیح کے کہ حضرتؐ جب غسل کرتے تھے جنابت سے دھوتے تھے دونوں ہاتھ اپنے اور ڈالتے تھے برتن کو داہنے ہاتھ پر پھر دونوں ہاتھ سے لیکر دھوتے تھے اپنی فرج کو پھر وضو کرتے تھے جیسا کہ وضو ہے واسطے نماز کے پھر داخل کرتے تھے ہاتھ اپنا برتن میں پھر کنگھیؑ کرتے تھے بالوں اپنے کو یہاں تک کہ جب دیکھتے کہ پانی پہونچ گیا بدن کو اور صاف ہو گیا ڈالتے پانی سر پر تین بار تو اگر کچھ پانی بچ رہتا ڈال لیتے تھے اس کو اپنے اوپر ص عورتوں پر واجب نہیں کہ اپنی چوٹی کھولیں بالوں کی جڑ کو تر کرلیں کیونکہ حضرتؐ نے اُم سلمہؓ سے فرمایا کہ کافی ہے تجھ کو جب پانی تیرے بالوں کی جڑ میں پہونچ جاوے آور اسی طرح تر کرنا بھی سب بالوں کا واجب نہیں اور بعض مشائخؒ نے کہا ہے کہ تر کرے گیسوؤں کو اور نچوڑ ڈالے ف یہ حدیث ان لفظوں سے صحاح میں نہیں روایت کی مسلمؒ نے اُم سلمہؓ سے کہا اُنھوں نے کہا میں نے یارسول اللہؐ میں عورت ہوں کہ باندھتی ہوں چوٹی کیا میں کھولا کروں اس کو واسطے غسل جنابت کے فرمایا حضرتؐ نے نہیں کافی ہے تجھ کو یہ کہ ڈالے تو سر پر اپنے تین بار تین لپ پانی سے پھر ڈالے تو اپنے اوپر پانی تو پاک ہو جاوے گی تو روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے بھی آور اسیطرح روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حکم کرتے تھے عورتوں کو اس بات کا کہ جب غسل کریں تو کھولیں چوٹیاں اپنی سو حضرت عائشہؓ نے کہا تعجب ہے عبداللہ بن عمروؓ حکم کرتے ہیں عورتوں کو چوٹی کھولنے کا کیا نہیں حکم کرتے اُن کو کہ مُنڈوا ڈالیں وہ سر اپنا تحقیق میں اور حضرتؐ غسل کرتے تھے ایک برتن سے اور میں نہیں زیادہ کرتی تین لپوں پر یہ روایت صحیح مسلم میں ہے اور ایسا ہی ہے جو غسل حیض سے ہو کیونکہ ایک روایت میں مسلمؒ کی یہ بھی ہے کہ کیا میں کھولوں چوٹی کو واسطے حیض اور جنابت کے فرمایا حضرتؐ نے نہیں آور اسی طرح بہت سی حدیثیں اِس باب میں آئی ہیں ص اور یہ سب صورتیں جب ہیں کہ بال عورت کے گُندھے ہوئے ہوں اور لیکن جب کُھلے ہوں تو سب کو دھونا واجب ہے کیونکہ حرج نہیں جیسا کہ مرد سب ڈاڑھی کو دھووے کیونکہ کچھ حرج نہیں آور مرد اگر اپنی چوٹی باندھے ہو تو کھولنا واجب ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ واجب نہیں احتیاط اس میں ہے کہ کھولے ف در مختار میں اسی کو لکھا ہے کہ کھولنا مرد کو واجب ہے۔

ص فصل بیان میں اُن چیزوں کے جن سے غسل لازم آتا ہے

موجبات غسل چار ہیں

اور اُن کو موجبات غسل کہتے ہیں اور وہ چار چیزیں ہیں ص پہلی نکلنا منی کا اپنی جگہ سے کود کر شہوت سے تو اگر بغیر شہوت کے انزال ہوا غسل ہمارے نزدیک واجب نہیں آور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہو اف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی یعنی نہانا پانی سے ہے یعنی منی کے نکلنے سے ہے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے اور یہ حدیث منسوخ ہو گئی ہے آور دلیل ہماری یہ ہے کہ اِس حدیث سے مراد وہی پانی ہے جو شہوت سے نکلے کیونکہ الف لام اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ میں دلالت کرتا ہے اِس بات پر اور بھی دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یحییٰ نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی ہم سے ابوحنیفہؒ نے کہا اُنھوں نے حدیث بیان کی ہم سے عکرمہ نے اُنھوں نے عبداللہ بن مولیٰ سے اُنھوں نے اپنی ماں سے کہ پوچھا اُنکی ماں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذی کو پس کہا کہ ہر نر مذی کرتا ہے اور تحقیق کہ ایک مذی ہے اور ایک ودی اور ایک منی لیکن مذی تو وہ ہے کہ مرد اپنی عورت سے کھیلے سو ظاہر ہو جاوے اُس کے اوپر کچھ یعنی کچھ پانی تو دھووے ذکر اور خصیوں اپنے کو پھر وضو کرے اور غسل نہ کرے اور لیکن ودی تو وہ ہوتی ہے بعد پیشاب کے تو دھووے ذکر اپنے کو اور وضو کرلے اور غسل نہ کرے آور لیکن منی تو وہ پانی بڑا ہے اُس سے شہوت ہے اور اُسمیں غسل ہے آور عبدالرزاقؒ نے مصنف میں قتادہؒ اور عکرمہؓ سے بھی ایسی روایت کی ہے واللہ اعلم بالصواب ص اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک فقط سر عضو سے بشہوت نکلے اگرچہ وقت جُدا ہونے کے شہوت نہ ہو تو اگر منی اپنی جگہ یعنی پشت سے بشہوت جُدا ہوئی اور اُس شخص نے قبل اس کے کہ نکلے سر عضو کا تھامایہاں تک کہ شہوت

جاتی رہی بعد اُس کے منی بغیر شہوت کے نکلی امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غسل واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا اور اگر پیشاب سے پہلے غسل کیا بعد اُس کے پھر بقیہ منی نکلی طرفین کے نزدیک غسل پھر واجب ہوگا اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک دوسری مرتبہ غسل واجب نہ ہوگا اور ایسا ہی اگر خواب میں ہووے غسل واجب ہوگا اور مرد و عورت سب برابر ہیں اور ایک روایت میں امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر عورت کو احتلام اور لذت وغیرہ یاد ہو اور تری نہ دیکھے غسل واجب ہے اور شمس الائمہؒ نے کہا کہ اس روایت پر عمل نہ کیا جاوے گا ف اگر سوتے میں ایسا نہ ہوا یعنی جاگ کے فقط پانی دیکھا تو اس کا بیان آگے آتا ہے اور اگر سوتے میں یہ باتیں سب دیکھیں تو اس کو احتلام کہتے ہیں تو اس صورت میں اگر تری دیکھے گا غسل واجب ہوگا برابر ہے کہ مرد ہو یا عورت کیونکہ روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ اے رسول اللہ اللہ نہیں حیا رکھتا ہے حق سے سو کیا عورت پر ہے جبکہ وہ دیکھے غسل فرمایا کہ ہاں جبکہ دیکھے پانی کو آخر حدیث تک اور روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا ایک عورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حال ایک عورت کا کہ دیکھے خواب میں جیسا کہ دیکھتا ہے مرد خواب میں سو فرمایا آپ نے کہ جب ہو اُس سے جو ہوتا ہے مرد سے سو چاہیئے کہ غسل کرے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ اُس سے منی نکلے جیسا کہ مرد جب اُس سے منی نکلتی ہے غسل کرتا ہے اور اجماع مسلمانوں کا اس بات پر ہے کہ جب احتلام ہوا اور تری دیکھے تو غسل لازم آویگا اور روایت کی ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب جاگے ایک تم میں کا خواب میں سے اور تری دیکھے اور احتلام اُس کو یاد نہ ہو غسل کرے اور جب یاد کرے احتلام کو اور تری نہ دیکھے تو اُس پر غسل لازم نہیں اور سیوطیؒ جمع الجوامع میں لائے ہیں کہ روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب پاوے عورت بیچ خواب کے جو پاتا ہے مرد تو غسل کرے روایت کیا اسکو میمونہؓ نے اور ایک روایت اُسمیں ہے خولہ بیٹی حکیم رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے عورت پر غسل جب تک کہ انزال نہ ہو جیسا کہ نہیں مرد پر غسل جب تک کہ انزال نہ ہو روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور روایت کی احمدؒ اور ابن ماجہؒ اور نسائیؒ نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دیکھے ایک تم عورتوں میں سے اور انزال کرے تو چاہیئے کہ غسل کرے اور وہ جو ہم نے روایت نقل کی ہے کہ جب عورت لذت وغیرہ پاوے خواب میں اور تری نہ دیکھے تو غسل واجب ہے اور اس کو شمس الائمہؒ نے کہا کہ اس پر عمل نہ کیا جاویگا تو دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت ہے اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ اُنھوں نے پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ جب عورت دیکھے خواب میں جو مرد دیکھتا ہے تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب دیکھے تو غسل کرے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے جو مرد دیکھتا ہے یعنی منی بھی دیکھے جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح سے آیا اُن ہی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرے جب دیکھے پانی کو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ ص دوسری غائب ہو جانا سر ذکر کا قبل یا دبر میں اس صورت میں غسل دونوں پر یعنی فاعل و مفعول پر واجب ہوگا ف کیونکہ روایت ہے سنن ابن ماجہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ مل جاویں دونوں ختنے غسل واجب ہوتا ہے اور روایت کی طحاویؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ملتے تھے دونوں ختنے نہاتے تھے اور صحیحین میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ بیٹھے ایک تم میں کا درمیان چاروں طرفوں کے یعنی اپنی عورت کے پھر جماع کرے اُس سے تو تحقیق کہ غسل واجب ہوگا اگرچہ انزال نہ ہو اور روایت کی ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے مانند اس کے اور روایت کی ایسی ہی ترمذیؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور طبرانیؒ نے رافع بن خدیجؓ سے اور ابی اُمامہؓ سے اور روایت کی شیرازیؒ نے القاب میں مانند اس کے اور طحاویؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قول اُن کا اور روایت کی دار قطنیؒ نے افراد میں ابی ہریرہؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تجاوز کر جاوے ختنہ ختنے سے انزال ہو یا نہ ہو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اور سعید بن منصورؒ نے اپنی مسند میں مانند حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے روایت کی ہے اور یہ جو حدیث ہدایہ میں لکھی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مل جاوے ختنہ ختنے سے اور غائب ہو جاوے سر ذکر تو تحقیق

ل یعنی شہوت سے منی نکلے ۱۲ ۲ غیر روایت اصول ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۳ یعنی تری ۱۲

غسل اسمیں واجب ہوا انزال ہو یا نہ ہو تو روایت کیا اس حدیث کو طبرانیؒ نے اوسط میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور عبد اللہ بن وہبؓ نے مسند اپنی
میں آور روایت کیا احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ مل جاوے
ختنہ ختنے سے اور چھپ جاوے سر ذکر تو تحقیق کہ غسل واجب ہوا آور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں آگر اس جگہ کوئی کہے کہ یہ
حدیث مخالف ہے اُس حدیث کے جو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ پانی یعنی غسل پانی سے ہے یعنی منی نکلنے سے روایت کیا اِس کو
ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور مسلمؒ اور دارمیؒ اور احمدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا اب یہ حدیث
منسوخ ہو گئی اُس سے جو روایت کی احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے اُبی بیٹے کعب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا اُنھوں نے
کہ یہ حکم پانی پانی سے ہے تھا رخصت اوّل اسلام میں پھر منع کیا گیا اس سے یعنی رخصت جاتی رہی صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان
نے اور کہا اسماعیلی نے کہ وہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ کے اِس جگہ اگر کوئی کہے کہ ابن ہارونؒ اور دارقطنیؒ نے یقین کیا اور کہا کہ زہریؒ نے نہیں
سُنا اس حدیث کو سہلؓ سے آور کہا حافظ ابن حجرؒ نے کتاب ابو داؤد میں ایسا واقع ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اُس سے یہ حدیث منقطع ہے تو جواب اسکا
یہ ہے کہ سند ابو داؤدؒ کی صحیح ہے اِس واسطے کہ ثقہ جب کہے کہ خبر دی مجھ کو ایک ثقہ نے یا اُس سے جس سے میں راضی ہوں صحیح حدیث ہو گئی اور یہ بات
اس کو مستلزم نہیں کہ سند ابن ماجہؒ اور احمدؒ کی منقطع ہو کیونکہ ممکن ہے کہ زہری نے سُنا ہو اسکو کسی ثقہ کے واسطے سے سہلؓ سے پھر ملاقات کی سہلؓ کی تب
حدیث کی اُن سے تو اب اعتراض دفع ہو گیا و باللہ التوفیق و ہو خیر الرفیق ص تیسری دیکھنا جاگنے والے کا منی یا مذی کو اگرچہ احتلام یاد نہ ہووے ف
کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب جاگے ایک تم میں کا اور دیکھے تری اور احتلام یاد نہ ہو تو اُس پر غسل ہے روایت کی مانند اس کے ابن ماجہؒ اور ابو داؤدؒ
اور ترمذیؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آور مرد و عورت سب اسمیں برابر ہیں آور جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلق تری ارشاد فرمائی تو اس سے
معلوم ہوا کہ مذی ہو یا منی کیونکہ دونوں میں تری ہوتی ہے آور نیز احتمال ہے کہ منی بسبب حرارت بدن کے رقیق ہو گئی ہو اور مثل مذی کے دکھلائی
دینے لگی ہو اور تفصیل اسکی خوب اوپر گزری فقط ص چوتھی منقطع ہونا حیض و نفاس کا ف بیان حیض و نفاس کا آگے آویگا اور منقطع ہونے سے مراد
یہ ہے کہ جب عورت حیض و نفاس سے پاک ہووے تو غسل کرنا اس پر فرض ہوتا ہے اور یہ حکم اِس واسطے ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ
حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ ساتھ تشدید طا کے اور ہا کے یعنی نہ قریب ہو تم اُن سے یہاں تک کہ وہ خوب پاک ہولیں یعنی غسل کرلیں اور یہ قرأت عاصم اور کسائی
کی ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اس قرأت میں بھی آور جب یہ آیت بہ تخفیف پڑھی جاتی ہے معنی یہی ہوتے ہیں یہانتک کہ غسل کریں لے
پس یہ آیت تو دلیل اس بات کی ہوئی کہ حیض سے غسل فرض ہے لیکن نفاس سے تو بسبب اِس بات کے اس پر اجماع ہے اور اجماع حجت قاطع
ہے کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ یعنی نہیں جمع ہوگی اُمت میری گمراہی پر آور اسی طرح معلوم ہو چکا ہے کتب اُصول سے آور
روایت کیا اِس حدیث کو طبرانیؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ابی عاصمؒ اور حافظ ضیا اور ابن جریر اور حاکم اور ابو نعیم اور ابن مندہ نے اور احمد اور
ابن ابی خیثم نے ابو مالک اشعری اور ابن عمر اور ابی بصرہ غفاری وغیرہم سے بالفاظ مختلفہ رضی اللہ عنہم اجمعین آور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ نے فرمایا کہ جس کو مسلمان قبیح دیکھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہے اور جس کو مسلمان اچھا دیکھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے روایت
کیا اس کو بزارؒ اور ابو داؤدؒ طیالسی اور ابو نعیمؒ اور بیہقیؒ نے اور روایت کیا احمدؒ نے دوسرے جملے کو فقط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ ص اور اگر عورت
کافرہ بعد انقطاع یعنی بند ہونے خون کے مسلمان ہوئی غسل اُس کے اوپر واجب نہ ہوگا اور بعد جنابت کے اگر مسلمان ہوئی غسل واجب ہوگا ف
دلیل اسکی شرح وقایہ عربی میں مذکور ہے ص اور چارپائے کے وطی کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا بغیر انزال کے آور غسل مستحب ہے واسطے جمعے
کے یعنی نماز جمعے کے نہ واسطے دن جمعے کے اور یہی صحیح ہے ف امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ صاحب کے نزدیک غسل دن جمعے کے سُنّت ہے اور یہی
روایت ہے احمدؒ سے اور امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے امام مالکؒ کہتے ہیں کہ روایت ہے یعنی صحیحین اور جامع ترمذی اور موطا اور سُنن

نسائی میں عبداللہ بیٹے عمر رضی اللہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کوئی کہ آوے تم میں سے دن جمعے کے تو چاہیئے کہ غسل کرے اور روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ غسل جمعے کا واجب ہے ہر بالغ پر اور سُنن ابن ماجہؒ میں روایت ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے بیچ ایک جمعے کے جمعوں سے کہ اے گروہ مسلمانوں کے یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عید کیا ہے سو غسل کرو آخر حدیث تک اور روایت کی مالکؒ نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھوں نے کہ غسل دن جمعے کا واجب ہے اوپر ہر بالغ کے مانند غسل جنابت کے اور یہ سب حدیثیں صحیح ہیں اور روایت کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح مسلم میں کئی طریقوں سے اور کہا مجد الدین فیروز آبادیؒ نے کہ حدیث واجب ہونے غسل کی بہت صحیح ہیں اور مالکؒ نے نافعؒ سے اُنھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس حدیث کو کہا بخاری رحمہ اللہ نے یہ اصح الاسانید ہے اور یہ تو دلیلیں اُن کی ہیں جو کہتے ہیں کہ غسل دن جمعے کے واجب ہے اور جو کہتے ہیں کہ واجب نہیں حُجت پکڑتے ہیں اُس سے کہ روایت کی ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور احمدؒ اور بیہقیؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے اور ابن عبد البرؒ نے استدراک میں سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس نے وضو کیا دن جمعے کے تو خوب کیا اور جس نے غسل کیا نیک کیا اور غسل افضل ہے کہا ترمذیؒ نے کہ اس باب میں روایت ہے ابی ہریرہؓ اور عائشہ اور انس رضی اللہ عنہم سے اور کہا کہ حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ کی حسن ہے اور روایت کی ہے بخاریؒ اور مسلمؒ اور ترمذیؒ اور مالکؒ اور ابو داؤد رحمہم اللہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے تھے دن جمعے کے کہ ناگاہ ایک شخص آیا مہاجرین سے اور ایک روایت میں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے سو پکارا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور کہا کہ یہ کیا وقت ہے آنے کا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک کام نے مجھ کو مشغول رکھا تھا آج کے روز اور میں گھر نہیں گیا تھا کہ ناگاہ آواز اذان کی سُنی اسی راہ سے میں مسجد میں آیا اور کچھ دیر نہ کی میں نے مگر واسطے وضو کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فقط وضو ہی تم نے کیا اور حضرتؐ نے حکم کیا ساتھ غسل کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر نہ لوٹے اور نماز پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے حکم لوٹنے کا نہیں کیا تو اِس سے معلوم ہوا کہ غسل سُنت ہے اور ایک حدیث سُنن ابو داؤد میں ثابت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا کہ کیا غسل دن جمعے کے واجب دیکھتے ہو تم فرمایا کہ نہیں اور لیکن غسل زیادہ پاک کرنے والا ہے اور بہتر ہے اُس کے لئے جو غسل کرے اور جو شخص نہ کرے تو کچھ اُس پر واجب نہیں آخر حدیث تک اور کہتے ہیں کہ مراد واجب سے اُن حدیثوں میں ضروری ہے نہ واجب اصطلاحی فقہی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مُوطا میں لکھا ہے اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ حَمَّادٌ سَأَلْتُهُ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْحِجَامَةِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْعِيْدَيْنِ قَالَ اِنِ اغْتَسَلْتَ فَحَسَنٌ وَاِنْ تَرَكْتَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ الْحَدِيْثُ یعنی خبر دی مجھ کو محمد بن ابان بیٹے صالح نے اُنھوں نے سُنا حماد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حماد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پوچھا میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے غسل دن جمعے اور حجامتؐ اور عیدین سے اُنھوں نے کہا کہ اگر غسل کرے تو اچھا ہے اور اگر ترک کرے تو کچھ تیرے اوپر نہیں اور بھی روایت کی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے کہ وضو کیا سو اچھا کیا وضو کو پھر آیا جمعے کو اور سُنا یعنی خطبہ اور چُپ رہا بخشا جائیگا اُس کے لیے جو کچھ کہ درمیان اُس کے اور درمیان جمعے کے ہے آخر حدیث تک اور وہ جو ابو داؤدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے سند اُس کی صحیح ہے میرے نزدیک اور روایت کی طبرانیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اکثر نہاتے تھے دن جمعے کے اور ترک کرتے تھے اس کو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل سُنت ہے واللہ اعلم اور کچھ بیان اس کا باب جمعہ میں آویگا اور اس جگہ بہت سی روایتیں ہیں کہ ذکر کرنا اُن کا خالی طول سے نہیں ص دوسرے دونوں عیدوں کے واسطے یعنی عید الفطر اور عید اضحیٰ میں ف جاننا چاہیئے کہ عیدین کے غسل میں کئی حدیثیں ہیں لیکن ضعف سے خالی نہیں ہیں پہلے تو یہ کہ روایت ہے فاکہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ صحابی ہونا اُن کا مشہور ہے کہا اُنھوں نے کہ حضرتؐ غسل کرتے تھے دن جمعے اور دن عید فطر کے اور دن نحر اور روز عرفہ کے روایت کیا اسکو امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور طبرانیؒ نے اپنی معجم میں اور سُنن ابن ماجہ میں اور مسند بزار میں بھی مروی

ہے شیخ ابن الہمام ؒ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ایسا ہی ذکر کیا نوویؒ نے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غسل کرتے تھے دن عید فطر اور دن عید اضحیٰ کے اور یہ بھی حدیث ضعیف ہے اور سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ زیاد بن اشعریؓ نے کہا ایک قوم کو کہ جو فعل میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیکھا ہے وہی تم سے دیکھا مگر یہ کہ تم غسل نہیں کرتے ہو بیچ عید کے روایت کیا اس کو ابن مندہ نے اور ابن عساکر نے اور کہا کہ صحیح ہے عیاض سے اور زیاد کا کہنا محفوظ نہیں انتہیٰ تو اس میں یہ کلام ہے کہ ابن عساکر کی روایت کا اعتبار نہیں جب تک رجال سند کے معلوم نہ ہوں اور اکثر احادیث ضعیفہ بھی ہوا کرتی ہیں ان کتابوں میں اور مجدالدین فیروزآبادی نے لکھا ہے کہ اس باب میں دو حدیثیں آئی ہیں یعنی ایک حدیث ابن عباسؓ کی اور ایک حدیث فاکہ رضی اللہ عنہ کی جو دونوں ہم نے اوپر نقل کیں یہ دونوں ضعیف ہیں اور بعض محققین نے کہا ہے کہ ہم نے سوا حدیث عیاض اور فاکہ کے تیسری حدیث اس باب میں نہیں پائی البتہ روایت ہے مؤطا میں ساتھ سند صحیح کے عبداللہ بیٹے عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب وہ واسطے نماز عید کے نکلتے تھے غسل کرتے تھے پہلے اسکے کہ جائیں لیکن یہ بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری بہت کرتے تھے اور ذرہ سی بات بھی جو حضرتؐ نے نہیں کی ہوتی تھی نہیں کرتے تھے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے حضرتؐ کو غسل کرتے دیکھا ہوگا جیساکہ فیروزآبادی نے کہا لٰکِنْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّہٗ کَانَ یَغْتَسِلُ لِکُلِّ عِیْدٍ وَشِدَّۃُ مُبَالَغَتِہٖ لِمُتَابَعَۃِ السُّنَّۃِ یَقْتَضِیْ اَنَّ الْحَدِیْثَ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ صَحِیْحٌ یعنی صحیح ہوا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ غسل کرتے تھے واسطے عید کے اور شدت مبالغہ اُن کا واسطے متابعت سُنّت کے چاہتا ہے اِس بات کو کہ حدیث اِس باب میں صحیح ہے فقط واللہ اعلم اور روایت کی ترمذیؒ اور دارمیؒ نے زید بن ثابتؓ سے اور کہا کہ حسن ہے کہ حضرتؐ نے کپڑے اُتارے واسطے لبیک کہنے کے اور غسل کیا تو اس سے سُنّت ہونا غسل احرام کا ثابت ہوتا ہے مگر یہ کہ عموم اس میں نہیں بلکہ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک بار کیا تو غسل مستحب ہو جاویگا نہ کہ سُنّت ایسا ہی کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ھٰذَا مَا ظَھَرَ لِیَ الْاٰنَ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا ص تیسرے واسطے احرام کے ف احرام کے واسطے غسل کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مسنون ہے اور دلیل اسکی بھی گزری اور روایتیں اس باب میں صحیح ہیں اور بیان اس کا حج کے باب میں آویگا ص چوتھے دن عرفے کے ف کیونکہ اوپر ہم نے ذکر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کرتے تھے دن جمعے کے اور عید فطر اور عید نحر اور روز عرفے کے روایت کیا اسکو بزار نے اور طبرانیؒ نے اور ابن ماجہؒ نے اور ابوداؤدؒ احمد وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین نے اور یہ بھی ضعیف ہے

باب پانی کے بیان میں جس سے وضو جائز ہے اور جس سے جائز نہیں

ص جائز ہے وضو مینھ کے پانی سے اور چشمے سے یعنی زمین کے پانی سے مثل کنویں وغیرہ کے ف اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَھِّرَکُمْ بِہٖ یعنی اور اللہ تعالیٰ اُتارتا ہے پانی آسمان سے تاکہ پاک کرے تمکو اُس سے اور فرمایا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَھُوْرًا یعنی اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی پاک کرنیوالا یہ آیتیں دلالت کرتی ہیں آسمان کے پانی کے پاک ہونے پر اور زمین کے پانی کے پاک ہونے پر کہ کنوئیں ہیں دلیل یہ ہے جو روایت کی ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے ابی سعید خدریؓ سے کہ پوچھا گیا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کیا وضو کریں ہم کنوئیں بضاعہ سے اور وہ کنواں ہے کہ ڈالے جاتے ہیں اُس میں کُتے اور کپڑے حیض کے اور بدبودار چیزیں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ پانی پاک ہے نہیں نجس کرتی ہے اُس کو کوئی چیز اور حسن کہا اس حدیث کو ترمذی اور ابن القطان رحمۃ اللہ علیہما نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور ہدایہ میں جو حدیث لکھی ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی پاک ہے نہیں نجس کرتی ہے اُس کو کوئی چیز مگر جب بدل جاوے رنگ یا بو یا مزہ اُس کا تو روایت کیا اُس کو بیہقی نے ابی اُمامہ رضی اللہ عنہ سے جیساکہ آگے آویگا اور پانی دریا کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے تحقیق کہ ایک شخص نے پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم سوار

ہوتے ہیں دریا میں اور اُٹھاتے ہیں اپنے ساتھ پانی تھوڑا تو اگر وضو کریں ہم پیاسے ہوں کیا وضو کریں ہم دریا کے پانی سے تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کہ وہ یعنی دریا پاک ہے پانی اُسکا[۱] اور حلال ہے مُردہ اُس کا کہا ترمذیؒ نے پوچھا میں نے محمد بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث
کو تو کہا انھوں نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور باقی تفصیل اسکی خوب شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ میں لکھی ہے **ص** اور برف کے پانی سے اگر جما ہوا نہ ہو
اور اگر جما ہوا ہو تو جائز نہیں **ف** کیونکہ جس صورت میں برف مانند پانی کے بہتی ہے تو حکم اُسکا پانی کا سا ہے وضو جائز ہوگا اور جس صورت میں جمی ہوئی
ہے تو وہ پانی میں داخل نہیں کیونکہ پانی کی حقیقت میں بہنا بھی داخل ہے **ص** جائز ہے وضو اس پانی سے جو رکھے رکھے بدبودار ہو گیا ہو یا اُسکے کسی وصف کو
پاک چیز نے مثل خاک یا اُشنان یا صابون یا زعفران کے بدل دیا ہو **ف** اسواسطے کہ اِن سب پر پانی کا اطلاق آتا ہے اور روایت کی نسائیؒ نے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کیا روز فتح کے ایک برتن سے کہ اُسمیں اثر آٹے کا تھا اور تفصیل فتح القدیر میں ہے **ص** اور امام ابی یوسفؒ کے
نزدیک اگر پاک چیز ایسی ہو کہ پاک کرنا اُس سے مقصود ہوتا ہے تو وضو اُس سے جائز ہے مگر یہ کہ غالب ہو جاوے اوپر پانی کے مثلاً گاڑھا کر دے اور اسکی
رقت اور سیلان یعنی بہنے کو کھووے تو وضو اس سے جائز نہیں اور اگر وہ چیز ایسی نہ ہو یعنی اُس سے پاک کرنا مقصود نہ ہو تو اِس صورت میں اُن سے دونوں
روایتیں ہیں ایک روایت میں غلبہ شرط ہے یعنی اگر غلبہ پانی پر نہ کرے تو وضو جائز ہے اور ایک روایت میں غلبہ شرط نہیں یعنی چاہے غالب ہو چاہے نہ ہو
وضو اُس سے جائز نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر وہ چیز کہ پانی میں مل گئی ہے زمین کی قسم سے نہیں وضو اُس پانی سے جائز نہیں اگرچہ غالب
نہ ہووے **ف** اور احتیاط اسمیں ہے جو امام شافعیؒ کا قول ہے **ص** اگر پانی جاری میں کوئی چیز نجس پڑ جاوے اور اثر اُسکا یعنی رنگ و بو و مزہ نہ بدلے
وضو اُس سے جائز ہے **ف** اِسواسطے کہ نجاست اُسمیں نہ ٹھہریگی بلکہ بہ جائیگی ایسا ہی ہے ہدایہ میں واللہ اعلم بالصواب **ص** جاری کس کو کہتے ہیں علماء
کا اسمیں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک پانی جاری اُسے کہتے ہیں کہ گھانس اور تنکے وغیرہ کو بہا لیجائے **ف** اسی کو صاحب شرح وقایہ نے اختیار کیا ہے
اور بعضوں نے کہا کہ جاری وہ ہے کہ جس کو لوگ جاری سمجھیں اور اِسی کو درمختار کے متن میں اختیار کیا ہے اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ جاری اُسے کہتے
ہیں کہ مطلق جریان اُسمیں پایا جاتا ہو اگرچہ کیسا ہی ضعیف ہو واللہ اعلم **ص** تو اگر ندی اوپر سے روک دی جاوے اور پانی رسان رسان نکلتا ہے وضو
اُس سے جائز ہے کیونکہ وہ پانی جاری ہے اور پانی ضعیف میں جو آہستہ بہتا ہے اس طرح پر وضو کرے کہ پھر پانی مستعمل کو نہ اُٹھا لیوے[۲] یا دو چلو کے بیچ
میں اتنی دیر کرے کہ پانی مستعمل بہ جاوے اور مستعمل پانی کا بیان آگے آویگا **ف** کیونکہ پانی مستعمل نجس ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور اُس کا
ذکر آگے ہم کریں گے **ص** اگر حوض دہ در دہ سے کم ہو اور ایک طرف سے اُسمیں پانی آتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا جاتا ہے ہر طرف میں اُس حوض
کے وضو جائز ہے[۳] اور اسی پر فتویٰ ہے **ف** دُرمختار میں ہے بہ یُفتیٰ یعنی اسی پر فتویٰ ہے **ص** اور بعضوں کے نزدیک اگر چار در چار ہے یا کم تو جائز
ہے اور اس سے زیادہ میں جائز نہیں اور اگر پانی بدبودار ہووے اور معلوم ہو جاوے کہ بُو اسکی نجاست سے ہے وضو اُس سے درست نہیں اور اگر معلوم
نہ ہووے تو وضو جائز ہے کیونکہ کبھی بو بسبب زیادہ رکھنے کے ہو جاتی ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور اگر مرا ہوا کتا روان ندی میں پڑا اور اُس کے عرض کو بند کیا اور پانی
کتے کے اوپر جاری ہے اگر وہ پانی جو کتے سے ملا ہوا ہے کم ہے اُس پانی سے جو کتے سے الگ ہے اُس کے نشیب میں وضو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے
فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا ہے کہ ہم نے اسی پر اپنے مشائخؒ کو پایا ہے اور امام ابی یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی وصف پانی کا نہیں بدلا ہے تو اُس سے وضو
کرنے میں کچھ خوف نہیں اور اگر پانی میں ایسا جانور مر جاوے کہ پانی میں پیدا ہوتا ہے اور اُسمیں جیتا ہے جیسے مچھلی اور مینڈک وضو اُس سے جائز ہے اور جو
جانور پانی میں نہیں پیدا ہوتا اور پانی میں رہتا ہے مثل بط اور مرغابی کے اُس کے مرنے سے پانی نجس ہوتا ہے **ف** مچھلی وغیرہ کے مرنے سے اِسواسطے
پانی نہیں نجس ہوتا کہ اِن جانوروں کی جگہ ہی پانی ہے[۴] ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور عاقل پر مخفی نہ رہے کہ اِس سے لازم یہ آتا ہے کہ اگر درندہ
خشکی میں مر جاوے تو چاہیئے کہ نجس نہ ہو کیونکہ درندے کا مقام خشکی ہے لیکن اس کا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ معدن سے مراد وہ ہے کہ بغیر اُس کے جی
نہیں سکتا اور ایسا معدن درندے کا خشکی نہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور دوسری دلیل ہدایہ میں اِسکی یوں لکھی ہے کہ اِن میں خون نہیں کیونکہ جو جانور رکر دموی

[۱] یعنی مچھلی ۱۲ [۲] اِس طرح کہ متقاطر ہو ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ [۳] اِس لئے کہ وہ پانی جاری ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ
[۴] یعنی ان جانوروں کا پیدا ہونا اور رہنا اور مرنا پانی میں ہوتا ہے پس اُن کے مرنے سے اگر پانی نجس ہو تو اسمیں بڑا حرج ہے اور حرج شرع میں مدفوع ہے اب درندگان خشکی کا اُس پر قیاس کرنا اور اُس سے نقض کرنا محض کما لا یخفیٰ ۱۲ عبدالغفار

ہے پانی میں نہیں رہتا ہے اور جب خون نہ ہوا تو پانی نجس نہ ہوگا کیونکہ خون ہی نجس کرنیوالا ہے کہا شیخ ابن الہمام نے هٰذَا التَّعْلِيْلُ هُوَ الْاَصَحُّ اور
اگر پانی کے سوا اور میں مثل سرکے وغیرہ میں اگر یہ چیزیں مرجاویں تو بعضوں نے کہا کہ سوائے مچھلی کے اور میں نجس ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ کسی میں
نجس نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے کذا فی الہدایہ ص اور اگر پانی میں ایسا جانور مرا جسمیں بہتا خون نہیں جیسے مچھر اور مکھی وضو اس سے جائز ہے کیونکہ خون جو
نجس ہے وہ بہتا ہی خون ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تمھارے برتن کھانے یا پانی میں مکھی گر پڑے تو چاہیئے کہ
اُسکو ڈبو وے پھر اُسکو نکال ڈالے اسواسطے کہ ایک پر میں اس کے مرض ہے اور دوسرے پر میں شفا ہے روایت کیا اسکو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خون کے حیوان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اور یہ دلیل لانا
اُس سے اچھا ہے جو دلیل لائے ہیں صاحب ہدایہؒ کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حلال ہے کھانا اُسکا اور پینا اُسکا اور وضو اس سے اور پوری حدیث
یوں ہے کہ روایت کی دارقطنیؒ نے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا یا پینا پڑ جاوے اُسمیں وہ جانور جسمیں خون نہیں
ہو اور مرجاوے اُسمیں تو وہ حلال ہے کھانا اُسکا اور پینا اُسکا اور وضو اُس سے کہا دارقطنیؒ نے نہیں مرفوع کیا اس حدیث کو مگر بقیہ نے سعید بن سعید زبیدی سے
اور وہ ضعیف ہے اور ابن عدی نے کہا کہ سعید یہ مجہول ہے شیخ ابن الہمام نے کہا کہ یہ بقیہ بیٹا ولید کا ہے روایت کی اس سے بہت اماموں نے مثل حماد
اور ابن المبارک اور یزید بن ہارون اور ابن عیینہ اور وکیع اور اوزاعی اور اسحٰق بن راہویہ اور شعبہ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے اور روایت کی اُس سے جماعت نے
لکو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے میں کہتا ہوں کہ پوچھے گئے یحییٰ ابن معین بقیہ اور اسمٰعیل بن عیاش سے پس کہا کہ کلاھما صالحین یعنی دونوں اچھے ہیں اور کہا
ابو زرعہ رازی نے کہ بقیہ میرے نزدیک اچھا ہے اسمٰعیل بن عیاش سے اور سعید بن سعید کہا ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر کیا اُس کو خطیب نے
اور کہا کہ نام اُن کے باپ کا عبد الجبار ہے اور وہ ثقہ تھے تو اب جہالت جاتی رہی اور حدیث باوجود اس کے حسن سے کم نہ ہوگی تو معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو اوپر ہم نے ذکر کی اس سے زیادہ اور بہت صحیح ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ص اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی نجس
ہو جاتا ہے ف اور قول اوّل جو مذہب امام صاحبؒ کا ہے صحیح ہے ص جو پانی درخت یا میوے سے نچوڑا جاوے جیسے پانی ریباج کا درخت سے نچوڑا جاتا
ہے اور پانی سیب اور انار کا کہ میوے سے نچوڑا جاتا ہے وضو اس سے جائز نہیں اور اگر خود درخت سے ٹپکے جائز ہے ف کیونکہ اس پر پانی مطلق نہیں بولا
جاتا ہے مثلاً جو کوئی سرکہ پیے تو یہ نہیں کہا جاویگا کہ فلانے نے پانی پیا اور قرآن شریف میں حکم ہے کہ جب پانی نہ پاؤ تو تم تیمم کرو ص اور وضو اس پانی سے
جس پر کوئی چیز غالب آجاوے اس طرح پر کہ پانی کو اُسکی طبیعت سے نکال دیوے یا پکانے کے سبب سے غالب ہوجاوے جیسے کہ پانی باقلے کا.
ف ہدایہ میں ہے کہ باقلے کے پانی سے مراد وہ ہے جو پانی کہ غالب ہوگئی ہو اُس پر کوئی چیز پکانے کے سبب سے ص یا شوربا جائز نہیں اور اگر پتے
درخت کے پانی میں پڑے اور اُسکا رنگ یا کوئی وصف بدل گیا وضو اس سے جائز نہیں کیونکہ وہ مانند پانی باقلے کے ہے ف ہدایہ میں ہے کہ جو پانی
بغیر پکنے کے بدل گیا ہو تو اُس سے وضو جائز ہے اور باقلے کے معنی جو صاحب ہدایہ نے بیان کیے شاید وہ شارح وقایہ نے مراد نہیں لیے واللہ اعلم ص
اور جو پانی بہتا نہیں اُسمیں اگر نجاست پڑی وضو اس سے جائز نہیں ف جاننا چاہیئے کہ یہاں تین مذہب ہیں پہلے تو یہ ہے کہ پانی جو جاری نہیں اسمیں
اگر نجاست پڑیگی تو نجس ہوجائیگا پانی تھوڑا ہو یا بہت مگر جبکہ وہ حوض دہ در دہ ہو اور اُس کا ذکر آگے آویگا تو اس صورت میں مانند جاری کے ہوگا اور
یہ مذہب امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے دوسرا مذہب یہ ہے کہ اگر دو مٹکے پانی ہو تو نجس نہ ہوگا اور یہ مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور
تیسرا مذہب یہ ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت جب تک کہ اُس کا کوئی وصف نہ بدلے پانی نجس نہ ہوگا اور یہ مذہب امام مالک رحمہ اللہ کا ہے. امام اعظم صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ پیشاب کرے ایک تم میں کا بیچ اُس پانی کے جو جاری نہ ہو پھر غسل کرے اُسمیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے نہ غسل کرے کوئی تم میں سے بیچ پانی دائم کے اور وہ جنب ہو کہا کہ کس طرح کرے اے ابا ہریرہؓ کہا کہ لے لے اُس سے لینے کو یعنی کسی برتن سے

مثلاً یہ کہ اپنے اوپر پانی ڈالے اور حضرت نے منع کیا ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے روایت کیا اِن دونوں کو مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اور اس
حدیث کو صحیح کیا بہت لوگوں نے روایت کیا اسکو مسلمؒ نے کئی طریقوں سے اور بخاریؒ نے بھی اور چاروں عالموں نے اور طحاویؒ اور طبرانیؒ وغیرہم نے بھی اور
یہ حدیث مشہور ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو پانی جاری نہیں وہ نجس ہو جاتا ہے ورنہ منع کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور بھی روایت ہے صحیحین میں
ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ جاگے کوئی تم میں سے اپنے خواب سے سو نہ ڈالے ہاتھ اپنا بیچ برتن کے یہاں تک
کہ دھوئے اُس کو تین بار کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کہاں رہا ہاتھ اُس کا اور یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے اور روایت کیا اس کو مسلمؒ نے دس طریقوں سے
اور روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ حسن صحیح ہے اور اس باب میں روایت ہے ابن عمر اور جابر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور بھی روایت کیا اس کو
ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہؒ وغیرہم نے اور یہ بھی حدیث مشہور ہے اور بھی روایتیں مؤید اسکی کنوئیں کے باب میں آوینگی اور امام شافعیؒ کے مذہب کی دلیل
یہ ہے کہ روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے پوچھے گئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس پانی سے جو کہ ہوتا ہے جنگلوں میں اور پیتے ہیں اُس پانی
سے چار پائے درندے فرمایا آپ نے کہ جب ہو پانی قُلّتین نہ اُٹھائیگا ناپاکی اور روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور دارمیؒ اور ابن ماجہؒ
اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ اور ابن خزیمہؒ اور دارقطنیؒ اور بیہقیؒ وغیرہم نے ابن عمر اور جابر اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے اور ایک روایت میں ابو داؤدؒ کی
ہے کہ وہ نجس نہ ہوگا اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنیؒ نے اوّل کتاب میں چونتیس مسندوں سے نو مسندوں میں اس لفظ سے لائے ہیں اِذَا كَانَ الْمَاءُ
اَرْبَعِيْنَ قُلَّةً یعنی جب ہووے پانی چالیس قلے اوّل اُن نو کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے اور اُسکو ضعیف کیا اور باقی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے
بعض طریقوں میں لم ینجس ہے اور بعضوں میں لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ اور بینتالیس اور طریقے ہیں ایک اُنمیں ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ساتھ اس لفظ کے
اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ اور باقی ایک دوسرا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ساتھ اس لفظ کے اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَصَاعِدًا
لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ اور باقی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور بعض روایتوں میں تو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے اور بعض
میں عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے اور چالیس قلّوں کی روایت منکدر نے بھی کی ہے اور ابن ماجہؒ کی روایت میں ہے
قُلَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا یعنی دو قلے ہوں یا تین اور بھی روایت کی ابن عدیؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب پہونچ جاوے
پانی چالیس قُلّے پر نہ احتمال رکھیگا نجاست کا اور کہا ابن عدیؒ نے کہ یہ حدیث صحیح نہیں غلط کیا ہے اسمیں قاسم بن عبداللہ عمری نے اور سیوطیؒ نے اس کا ٦ قاسم بن عبداللہ عمری
استدراک کیا اور کہا کہ روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اسکو عقیلی نے اور روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے ساتھ سند صحیح کے ابن عمر
رضی اللہ عنہ سے قَالَ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اَرْبَعِيْنَ قُلَّةً لَمْ يَنْجُسْ یعنی جب پہونچے پانی چالیس قلے نہیں نجس ہوگا اور بعض روایتوں میں ہے اَرْبَعِيْنَ غَرْبًا
اور بعضوں میں اَرْبَعِيْنَ دَلْوًا سو اس حدیث کے لفظوں میں اضطراب ہوا اور بھی بعض حدیثوں میں آیا ہے لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور بعضوں میں لَمْ يَحْمِلِ الْخُبْثَ
اور بھی سند میں اسکی اختلاف ہے ابی اُسامہ پر کبھی تو کہتے ہیں عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اور کبھی کہتے ہیں عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ اور جواب اس کا یہ ہے کہ جائز ہے کہ ابی اُسامہ نے دونوں سے سُنا ہو اور بھی اِس حدیث میں ابی اُسامہ نے کہا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اور وہ ہے عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اور اس کا یہ جواب ہے کہ وہ دونوں بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہیں اُن
دونوں نے روایت کی ہوگی اور بھی اِن حدیثوں میں ایک روایت میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ایک میں ہے عَنِ
ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور جواب اس کا یہ ہے کہ جائز ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے بھی سُنا ہو اور آپ
بھی سُنا ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکن اضطراب لفظی اس حدیث میں بیشک بہت ہے کسی میں ہے قُلَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا کسی میں ہے اَرْبَعِيْنَ
قُلَّةً کسی میں ہے اَرْبَعِيْنَ غَرْبًا کسی میں ہے اَرْبَعِيْنَ دَلْوًا کہا امام طحاویؒ نے وَلِاَنَّهٗ رُوِيَ قُلَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا عَلَى الشَّكِّ یعنی ترک کیا ہمنے حدیث
قُلّتین کو اِسواسطے کہ وہ روایت کی گئی دو قلے اور تین اگر کوئی کہے کہ چالیس قلّوں کی روایت ضعیف ہے تو اعتبار اُسی دو قلّوں کا ہے جو اکثر روایات

میں ہے جواب اس کا یہ ہے کہ دار قطنیؒ نے نو مسندوں میں اَرْبَعِیْنَ قُلَّۃً ذکر کیا ہے اُن میں سے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ضعیف ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور اضطراب لفظی تو اسمیں پایا گیا اور اضطراب معنوی جو بعض لوگوں نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ایک روایت میں ہے لَمْ یُنَجِّسْہُ شَیْءٌ یعنی نجس نہ کریگا اُسکو کچھ اور ایک میں لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ یعنی نہ اُٹھائیگا نجاست کو یعنی نجس ہو گا تو یہ کچھ نہیں کیونکہ اکثر روایات کے یہ معنی کہنا مخالف ہے اور بعید ہے کیونکہ نجاست کا موقوف کرنا قلتین ہونے پر اسکی کچھ وجہ نہیں واللہ اعلم پس ایک اضطراب سے یہ حدیث ضعیف ہوئی دوسرے ضعف اسناد بھی اسمیں بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہا صاحب ہدایہ نے ضَعِیْفٌ ضَعَّفَہٗ اَبُوْدَاؤدَ اور بعض نسخ ہدایہ میں فِیْ سُنَنِہٖ بھی ہے اور وہ غلط ہے کیونکہ سُنن میں ابوداؤد کے کہیں اس کا ذکر نہیں کہا شیخ ابن الہمام نے وَقِیْلَ لَعَلَّہٗ فِیْ غَیْرِ سُنَنِہٖ یعنی کہا گیا کہ غیر سُنن میں ابوداؤد کے ہے واللہ اعلم اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں وَمِمَّنْ ضَعَّفَہٗ اَلْحَافِظُ بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَالْقَاضِیْ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ الْعَرَبِیِّ الْمَالِکِیُّوْنَ یعنی جنھوں نے ضعیف کیا اِس حدیث کو اُنمیں سے ہیں حافظ ابن عبد البر اور قاضی اسمٰعیل بن ابی اسحٰق اور ابو بکر بن العربی مالکی لوگوں نے یعنی ان لوگوں نے اِس حدیث کو ضعیف کیا ہے اور بدائع میں ہے عَنْ اِبْنِ الْمَدِیْنِیِّ لَا یَثْبُتُ حَدِیْثُ الْقُلَّتَیْنِ یعنی روایت ہے ابن المدینی سے کہا اُنھوں نے ثابت نہیں ہوتی حدیث قلتین کی اور کہا صاحب قاموس نے سفر السعادۃ میں بَابُ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خَبَثًا قَالَ جَمَاعَۃٌ لَمْ یَصِحَّ فِیْہِ حَدِیْثٌ یعنی باب قلتین میں کہا جماعت نے کہ صحیح نہیں ہوئی ہے اسمیں کوئی حدیث اور بعضوں نے کہا ہے کہ سفر السعادۃ میں ہے ضَعَّفَہٗ بَعْضُ الْمُحَدِّثِیْنَ وَصَحَّحَہٗ بَعْضُھُمْ اور یہ غلط ہے کیونکہ سفر السعادۃ میں کہیں اِس کا نشان نہیں پوری عبارت اسکی یوں ہے بَابُ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خَبَثًا قَالَ جَمَاعَۃٌ لَمْ یَصِحَّ فِیْہِ حَدِیْثٌ وَجَمَاعَۃٌ قَائِلُوْنَ بِصِحَّتِہٖ وَقَدْ اَوْرَدَہٗ اَکَابِرُ اَھْلِ الْحَدِیْثِ فِیْ مُصَنَّفَاتِھِمْ اِنْتَھٰی اور زیلعیؒ نے کہا حَدِیْثُ قُلَّتَیْنِ ضَعِیْفٌ ضَعَّفَہٗ جَمَاعَۃُ الْمُحَدِّثِیْنَ حَتّٰی قَالَ الْبَیْھَقِیُّ مِنَ الشَّافِعِیَّۃِ اِنَّہٗ غَیْرُ قَوِیٍّ وَتَرَکَہُ الْغَزَالِیُّ وَالرُّوْیَانِیُّ مَعَ شِدَّۃِ اِتِّبَاعِھِمَا لِلشَّافِعِیِّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِضُعْفِہٖ یعنی حدیث قلتین کی ضعیف ہے ضعیف کیا اُسکو ایک جماعت نے محدثین کی یہاں تک کہ کہا بیہقیؒ نے کہ وہ قوی نہیں اور ترک کیا اُسکو امام غزالیؒ اور رویانی نے باوجود شدت اتباع اُنکی کے واسطے امام شافعی رحمہ اللہ کے واسطے ضعف اُسکے کے اور تمہید میں ہے مَا ذَھَبَ اِلَیْہِ الشَّافِعِیُّ مِنْ حَدِیْثِ قُلَّتَیْنِ مَذْھَبٌ ضَعِیْفٌ یعنی جس طرف شافعیؒ گئے ہیں حدیث قلتین سے مذہب ضعیف ہے اور اسرار میں دبوسی کے ہے وَھُوَ حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ یعنی اور وہ حدیث ضعیف ہے اور ان قولوں میں ایک نظر ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث کا ضعف بسبب ضعف رجال کے ان لوگوں نے مراد لیا ہے یا ضعف بسبب اضطراب کے اگر ضعف بسبب اضطراب کے ہے تو مسلم ہے اور ضعف بسبب رجال کے ہرگز مسلم نہیں کہا طحاویؒ نے خَبَرُ الْقُلَّتَیْنِ صَحِیْحٌ وَاِسْنَادُہٗ ثَابِتٌ یعنی خبر قلتین کی صحیح ہے اور اسناد اسکی ثابت ہے اور کہا حاکم نے مستدرک میں صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ یعنی یہ حدیث صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ اور مسلمؒ کے اور کہا بیہقیؒ نے ھٰذَا الْاِسْنَادُ صَحِیْحٌ مَوْصُوْلٌ یعنی یہ اسناد صحیح ہے موصول ہے اور صحیح کیا اسکو دار قطنی وغیرہ نے اور کہا شیخ ابن القیم نے شرح ابوداؤد میں اَمَّا صِحَّۃُ سَنَدِہٖ فَقَدْ وُجِدَتْ لِاَنَّ رُوَاتَہٗ ثِقَاتٌ لَیْسَ فِیْھِمْ مَجْرُوْحٌ وَلَا مُتَّھَمٌ وَقَدْ سَمِعَ بَعْضُھُمْ مِنْ بَعْضٍ وَلِھٰذَا صَحَّحَہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ وَالْحَاکِمُ وَالطَّحَاوِیُّ وَغَیْرُھُمْ یعنی صحت سند اسکی تو پائی گئی اسواسطے کہ روایت کرنیوالے اُسکے سب ثقہ ہیں نہیں ہے انمیں کوئی مجروح اور نہ متہم اور سُنا بعض اُنکے نے بعض سے اور اسیواسطے صحیح کیا ہے اُسکو ابن خزیمہ اور حاکم اور طحاوی وغیرہم نے انتہی البتہ اضطراب لفظی اس میں بہت واقع ہے اور وہ جو ہم نے چالیسؔ قلوں کی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے محمد بن منکدر کی روایت سے نقل کی بعض لوگوں نے کہا کہ جابر کہنا غلط ہے بلکہ صحیح عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ ہے اور یہ غلطی قاسم عمری سے جو اُسکی اسناد میں ہے واقع ہوئی ہے کیونکہ وہ ضعیف ہے ضعیف کیا اسکو احمد اور بخاری اور یحیٰی بن معین وغیرہم نے کہا بیہقیؒ نے اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحَافِظُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَلِیِّ نِ الدَّقَّاقَ یَقُوْلُ حَدِیْثُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اَرْبَعِیْنَ قُلَّۃً خَطَاءٌ وَالصَّحِیْحُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو یعنی خبر دی مجھ کو ابو عبد اللہ حافظ نے اُنھوں نے کہا سُنا میں نے ابا علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ حدیث

محمد بن منکدر کی جابر رضی اللہ عنہ سے خطا ہے اور صحیح محمد بن منکدر سے اُنھوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ہے انتہیٰ اور عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا اس حدیث کو محمد بن منکدر سے اُنھوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا عبدالرزاق نے اَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ وَمَعْمَرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اور بھی روایت کی یزید بن ہارون نے عاصم بن منذر سے کہا کہ داخل ہوا میں ساتھ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر کے ایک باغ میں کہ اُسمیں پانی تھا اور اُسمیں ایک کھال مُردہ اونٹ کی پڑی تھی سو وضو کیا اُس سے پس کہا میں نے کیا وضو کرتے ہو تم اُس سے اور اُسمیں ایک کھال مُردہ اونٹ کی ہے سو حدیث بیان کی ہم نے اپنے باپ سے اُنھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے جب پہونچ جاوے پانی برابر دو قلّے کے یا تین کے نجس نہ کریگا اُس کو کچھ اور روایت کی ابو بکر نیشاپوری نے کہا حَدَّثَنِي اَبُو حُمَيْدٍ الْمِصِّيصِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي لُوْطٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَصَاعِدًا لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ یعنی فرمایا ابن عباس نے کہ جب ہو پانی قلتین یا زیادہ نجس کریگا اُس کو کچھ اور روایت کیا اسکو ابو بکر بن عیاش نے ابان سے اُنھوں نے ابو یحییٰ سے اُنھوں نے ابن عباس سے ایسا ہے قول اُن کا اور ایک وجہ ترک کی اس حدیث کی یہ بھی ہے کہ قُلّے کے لغت میں بہت سے معنی ہیں اور معلوم نہیں کہ اس جگہ پر کون سے معنی مراد ہیں قلّے کے معنی لغت میں مشک کے ہیں اور مٹکے کے اور چوٹی پہاڑ کے اور ہر چیز بلند کے اور معتبر اس مقام میں امام شافعیؒ کے نزدیک دو قلّے یعنی مٹکے ہجر کے ہیں کہ نام ایک شہر کا ہے کہ وہاں کے مٹکے بڑے بڑے ہوتے ہیں اور اسکی تصریح حدیث میں آئی ہے جیسا کہ کہا امام شافعیؒ نے اَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِاِسْنَادٍ لَا يَحْضُرُنِي ذِكْرُهُ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خَبَثًا وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ بِقِلَالِ هَجَرَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَقَدْ رَاَيْتُ قِلَالَ هَجَرَ فَالْقُلَّةُ تَسَعُ قِرْبَتَيْنِ اَوْ قِرْبَتَيْنِ وَشَيْئًا یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہو پانی دو قلّے نہ اُٹھاویگا نجاست کو اور کہا بیچ حدیث کے قلّے ہجر کے کہا ابن جریج نے دیکھا میں نے قلّوں ہجر کو پس قلّہ سماتا تھا دو مشکوں کو یا کچھ زیادہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے کچھ زیادہ کہنے کے موافق اڑھائی مشک کرلی واسطے احتیاط کے اور بعضوں نے دو مشک اور تہائی رکھا ہے اور امام شافعیؒ صاحب کے مذہب میں موافق دو قلّوں کے پانچ مشکیں ہوئیں اور مشک بحساب شرع کے پچاس سیر پانی ہے تو قلتین دو سو پچاس سیر پانی ہوا اور بعضوں نے کہا ہے کہ مقدار ایک مشک کی سو رطل عراقی ہیں اور رطل عراقی برابر ایک سو اٹھائیس درہم کے ہوتا ہے واللہ اعلم جاننا چاہیے کہ اس روایت کو اخراج کیا ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کہ ہو پانی قلتین قلّوں ہجر سے نہیں نجس کریگا اس کو کچھ اور ضعیف کیا اس کو ابن عدی نے اور کہا کہ یہ قول قِلَالِ هَجَرَ محفوظ نہیں نہیں ذکر کیا جاتا مگر اسی حدیث میں اور مغیرہ بن سقلاب کنیت اسکی ابو بشر منکر الحدیث ہے علاوہ اس کے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے ایک سند سے کہ اسمیں ابن جریج ہیں اور قِلَالِ هَجَرَ کا کچھ اسمیں ذکر نہیں آور یہ جو امام شافعیؒ نے روایت کی ہے اوّل تو خالی اسناد سے ہے دوسرے یہ کہ مسلم بن خالد زنجی شیخ امام شافعی کا قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ وَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ لَيْسَ هُوَ بِشَيْءٍ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيْدِ كَانَ فَقِيْهًا عَابِدًا يَصُوْمُ الدَّهْرَ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَمِائَةٍ وَكَانَ كَثِيْرَ الْغَلَطِ فِي حَدِيْثِهٖ اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ یعنی کہا ابو حاتم نے کہ وہ قوی نہیں حدیث اُسکی خلاف روایت ثقات کے ہے نہیں لکھی جائے گی حدیث اُسکی اور نہیں حجت پکڑی جائیگی اُس سے اور کہا بخاریؒ نے کہ حدیث اُسکی خلاف روایت ثقات کے ہے اور کہا علی بن المدینی نے کہ وہ کچھ نہیں اور کہا احمد بن محمد بن الولید نے کہ وہ فقیہ عابد تھا روزہ رکھتا تھا ہمیشہ وفات کی بیچ مکّے کے سن اسّی اور سو میں اور بہت غلطی کرتا تھا حدیث میں اگر کوئی کہے کہ ثقہ کہا اُسکو یحییٰ بن معین نے اور کہا ابن ابی حاتم نے مُسْلِمُ بْنُ الزَّنْجِيِّ اِمَامٌ فِي الْفِقْهِ یعنی مسلم زنجی امام ہے فقہ میں اور کہا ابن عدی نے کہ وہ حسن الحدیث ہے وغیر ذلک تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب ضعیف کہیں اسکو لوگ مانند علی بن المدینی اور بخاری اور ابو حاتم اور امثال اُن کے تو ضعف اس کا بسبب ثقہ کہنے بعض لوگوں کے نہیں جاویگا اور اگر مانیے بھی تو بھی یہ حدیث بغیر اسناد کی ہے تو خصم تسلیم نہیں کریگا واللہ اعلم اور کہا ابن جریج نے اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ يَحْيَى بْنَ يَعْمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ نَجَسًا وَلَا بَاْسًا قَالَ فَقُلْتُ لِيَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ قِلَالُ هَجَرَ قَالَ قِلَالُ هَجَرَ قَالَ فَاَظُنُّ كُلَّ قُلَّةٍ

تَأْخُذُ قِرْبَتَيْنِ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب ہو پانی دو مشکے نہ اُٹھاویگا نجاست اور گندگی کو کہا محمدؒ نے کہ پوچھا میں نے یحییٰ بن عقیل
سے کہ مراد یہاں قلے ہجر کے ہیں کہا کہ قلے ہجر کے کہا کہ گمان کرتا ہوں میں کہ ہر قلہ سماتا ہوگا دو مشکیں اور اس حدیث میں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
قول قلال ھجر نہیں ہے تو حجت نہ ہوگا تو اس حدیث میں اب قلے کے معنی نہ معلوم ہوئے تو حدیث ضعیف ہوگی جیسا کہ امام طحاویؒ نے کہا وَاِنَّمَا تَرَكْنَاهُ
اِلَّا اَنَّا لَا نَعْلَمُ مَا الْقُلَّتَانِ یعنی ہم نے ترک کر دیا اس حدیث کو اسواسطے کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ہیں دو قلے اور پوشیدہ نہ رہے کہ جس صورت میں چالیس
قلوں کی حدیث پر عمل کیا جائیگا تو امام ابو حنیفہؒ صاحب کا مذہب بھی متحقق ہو جاویگا کیونکہ جب یہ ٹھہرا کہ قلتین دو سو پچاس سیر پانی ہوا موافق قول مختار کے
تو چالیس قلوں کا پانچ ہزار سیر پانی ہوا جیسا کہ حساب سے معلوم ہو جاوے گا اور اتنے پانی میں حوض دہ در دہ پورا ہو جاویگا سو مشکوں کا یہ تخمینہ ہے آزمایا
نہیں گیا واللہ اعلم اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں هٰذَا التَّلْخِيصُ مَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ فِي الْاِمَامِ وَبِهِ تَرَجَّحَ ضُعْفُ الْحَدِيْثِ عِنْدَهُ اِلٰى
اٰخِرِ مَا قَالَ یہ خلاصہ ہے اُس کا جو ذکر کیا اُسکو شیخ تقی الدینؒ نے بیچ امام کے اور اس سے مرجح ہوا ضعف حدیث کا نزدیک ان کے تو وجہیں ضعف کی اس
حدیث میں کل دو ہیں ایک تو اضطراب لفظی دوسری اشتراک اور رباتی اور ضعف جو لوگوں نے بیان کیے ہیں خالی ضعف سے نہیں جیسا کہ اوپر ہم نے بعض وجوہ
کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور شیخ شمس الدین نے شرح ابی داود میں اس مبحث کی بہت تفصیل کی ہے جس کو دیکھنا ہو دیکھے یہ بیان تو سب امام شافعی
رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا تھا اب دلیلیں مذہب امام مالکؒ کی بیان کرتے ہیں لیکن بطور اختصار تاکہ کتاب مطول نہ ہو جاوے دلیلیں امام مالکؒ کی یہ ہیں کہ روایت
کی ابی داود اور ترمذی نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا لوگوں نے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وضو کریں ہم کنویں بضاعہ سے اور اسمیں
ڈالے جاتے ہیں کپڑے حیضوں کے اور نجاستیں اور گوشت کتوں کے فرمایا آپنے پانی پاک ہے نہیں کرتا اسکو نجس کچھ اور ترمذیؒ نے اس حدیث کو حدیث
حسن کہا اور امام احمدؒ نے تصحیح اسکی کی ہے اور یہ حدیث اگرچہ مطلق ہے ظاہر میں تھوڑے پانی اور بہت میں لیکن الف لام حدیث میں جو الماء میں ہے اشارہ
ہے اُس سے طرف بیر بضاعہ کی خصوصیت کے علاوہ اس کے پانی بیر بضاعہ کا جاری تھا جیسا کہ ہدایہ میں ہے وَالَّذِيْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَرَدَ فِيْ بِئْرِ بُضَاعَةَ
وَمَاءُهَا كَانَ جَارِيًا فِي الْبَسَاتِيْنِ یعنی اور جو کہ روایت کیا اُسکو مالکؒ نے وارد ہے بیر بضاعہ میں اور پانی اُس کا جاری تھا باغوں میں اور فتح القدیر
میں ہے كَمَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عِمْرَانَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ شُجَاعِ نِ الثَّلْجِيْ بِالْمُثَلَّثَةِ عَنِ الْوَاقِدِيِّ قَالَ كَانَتْ بِئْرُ بُضَاعَةَ طَرِيْقًا
لِلْمَاءِ اِلَى الْبَسَاتِيْنِ وَهٰذَا يَقُوْمُ بِهِ الْحُجَّةُ عِنْدَنَا اِذَا وَثَّقْنَا الْوَاقِدِيَّ اَمَّا عِنْدَ الْمُخَالِفِ فَلَا لِتَضْعِيْفِهِ اِيَّاهُ اِلٰى اٰخِرِهٖ یعنی جیسے کہ روایت کی
طحاویؒ نے ابن عمرؓ سے اُنھوں نے ابو عبد اللہ محمد بن شجاع ثلجی سے اُنھوں نے واقدی سے کہا اُنھوں نے کہ تھا کنواں بضاعہ کا راستہ واسطے پانی کے
طرف باغوں کے اور اس سے حجت قائم ہوگئی ہمارے نزدیک اور لیکن نزدیک مخالف کے تو نہیں واسطے ضعیف کرنے اُس کے کے واقدی کو آخر تک
اور روایت کی ابن ماجہؒ نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اُن حوضوں سے جو درمیان مکہ شریف اور مدینہ طیبہ
کے ہیں وارد ہوتے ہیں اُن پر درندے اور کتے اور گدھے اور پوچھے گئے وضو سے اُن حوضوں میں سے سو فرمایا آپنے کہ واسطے اُن کے ہے جو اُٹھایا
اُنھوں نے اپنے پیٹوں میں اور واسطے ہمارے ہے جو باقی رہ گیا پانی اور روایت کی ابن ماجہؒ نے جابرؓ سے بھی ایسا ہی اور اسمیں بھی ہے اِنَّ الْمَاءَ
لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں مانند اس کے کہا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّهٗ قَالَ مَرَّ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَدِيْرٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْكِلَابَ تَلَغُ فِيْهِ وَالسِّبَاعُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلسَّبُعِ مَا اَخَذَ فِيْ بَطْنِهٖ وَ
لِلْكَلْبِ مَا اَخَذَ فِيْ بَطْنِهٖ فَاشْرَبُوْا وَتَوَضَّؤُا قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا بَأْسَ بِهٖ اِذَا كَانَ عَشْرًا فِيْ عَشْرٍ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَرِيْحُهٗ وَلَوْنُهٗ یعنی گزرے
حضرت ایک گڑھے پر سو کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے اے رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام تحقیق کہ کتے منھ ڈالتے ہیں اسمیں اور درندے فرمایا حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے درندوں کے ہے جو لیا اُنھوں نے اپنے پیٹوں میں اور واسطے کتوں کے ہے جو لیا اُنھوں نے اپنے پیٹوں میں سو پیو
اور وضو کرو کہا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں حرج ہے ساتھ اس کے جب کہ ہو دہ در دہ جب تک کہ نہ بدلے مزہ اُس کا اور بو اور رنگ تو ان

له شیخ تقی الدین سے مراد شیخ تقی الدین ابن دقیق العید ہیں اور امام ان کی کتاب کا نام ہے ۱۲ منہ

حدیثوں سے امام مالکؒ بھی تمسک نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ احتمال ہے کہ یہ سب گڑھے دہ دردہ ہوں اور پانی کا جب رنگ یا مزہ یا بو بدل جاوے تو پھر اُس سے کسی کے نزدیک وضو جائز نہیں کیونکہ روایت کی ابن ماجہؒ اور دارقطنیؒ نے ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ پانی نہیں نجس کرتا ہے اُسکو کچھ مگر جبکہ غالب ہو جاوے اُسکی بو پر یا مزے پر یا رنگ پر کوئی چیز اور دارقطنیؒ کا لفظ یہ ہے اِلَّا مَا غَیَّرَ رِیْحَہٗ وَطَعْمَہٗ اور اسناد میں اس حدیث کی رشدین بیٹا سعد کا ضعیف ہے ضعیف کیا اُسکو ترمذی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے اور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے روایت کیا اسکو بیہقیؒ نے اور دو طریقوں سے کہ ان میں رشدین بن سعد نہیں ایک طریقہ ابی امامہؓ سے اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الْمَاءَ طَاہِرٌ اِلَّا اَنْ یَّتَغَیَّرَ رِیْحُہٗ اَوْ طَعْمُہٗ اَوْ لَوْنُہٗ بِنَجَاسَۃٍ تَحْدُثُ فِیْہِ یعنی پانی پاک ہے مگر یہ کہ بدل جاوے بو اسکی یا مزہ یا رنگ ساتھ نجاست کے کہ حادث ہووے اُس پانی میں اور دوسرے طریقے میں ہے اَلْمَاءُ لَا یُنَجِّسُہٗ اِلَّا مَا غَیَّرَ طَعْمَہٗ اَوْ رِیْحَہٗ یعنی پانی نہیں نجس ہوتا ہے مگر یہ کہ بدل جاوے مزہ یا بو اسکی کہا بیہقیؒ نے وَالْحَدِیْثُ غَیْرُ قَوِیٍّ یعنی یہ حدیث قوی نہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اس استثنا کی حدیث قوی نہیں آئی ہے واللہ اعلم اور حدیث اَلْمَاءُ طَہُوْرٌ کو روایت کیا بغوی نے اَخْبَرَنَا اَبُو الْقَاسِمِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مُحَمَّدِنِ الْحَنَفِیُّ اَنَا اَبُو الْحَارِثِ طَاہِرُ بْنُ مُحَمَّدِنِ الطَّاہِرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَکِیْمٍ نَا اَبُو الْمُوَجِّہِ ابْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْمُوَجِّہِ حَدَّثَنَا صَدَقَۃُ بْنُ الْفَضْلِ اَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ کَثِیْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبِ نِ الْقُرَظِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَۃَ وَہِیَ بِئْرٌ تُلْقٰی فِیْہِ الْحِیَضُ وَلَحْمُ الْکِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ طَہُوْرٌ لَا یُنَجِّسُہٗ شَیْءٌ اور معنی اس حدیث کے اوپر گزرے اور ایک جواب بعض لوگوں[51] نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو نہیں لائے اور ناچار ذکر کیا قول زہری کا قَالَ الزُّہْرِیُّ لَا بَأْسَ بِہٖ مَا لَمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمٌ اَوْ رِیْحٌ اَوْ لَوْنٌ یعنی کہا زہری نے کہ نہیں حرج ہے ساتھ اُسکے جب تک کہ نہ بدلے اُسکا مزہ یا بو یا رنگ اور یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ جائز ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو جہت اسناد سے چاہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائیں یا نہ لائیں علاوہ اس کے احتمال ہے کہ مقصود بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنا حدیث کا مع الاستثنا ہو اور حدیث مع الاستثنا ضعیف ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ جو حدیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ لائے ہوں تو وہ ضعیف ہو واللہ اعلم اور حاصل ان سب تحقیقات کا یہ ہے کہ مذہب حنفیوں کا اس باب میں بہت احوط[52] ہے اور اسی پر عمل حتی المقدور کرنا چاہیے تو اس مقام کو تامل سے دیکھ اور جلدی نہ کر تاکہ ظاہر ہو حقیقت حال کی واللہ اعلم ص مگر یہ کہ پانی دہ دردہ ہو اور نہ کھل جاتی ہو زمین چلّو لینے سے تو حکم اُسکا حکم پانی جاری کا ہے تو اگر اتنا پانی ہے کہ دہ دردہ سے کم ہے یا چلّو لینے میں زمین کھل جاتی ہے اسمیں اگر نجاست پڑیگی تو وضو جائز نہ ہوگا اور اگر نجاست دہ دردہ پانی میں دکھائی دیتی ہے نہ وضو کرے مقام نجاست میں بلکہ دوسری جانب سے اور اگر دکھائی نہیں دیتی وضو کرے سب جانبوں سے اور جہاں پانی مستعمل گرتا ہو وہاں بھی وضو جائز نہیں مگر حوض دہ دردہ ہو ف اس جگہ پر محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا ہے اور جواب اس کا شرح وقایہ عزّی میں مذکور ہے لیکن اصح یہ بات ہے کہ دہ دردہ کی تقدیر متاخرین نے واسطے عوام کے کر دی ہے اور معتبر یہ ہے کہ وضو کرنیوالے کی رائے جو ہو اُس پر عمل کرے تو اگر اُس کا گمان یہ ہے کہ نجاست دوسری طرف نہیں پہونچی ہے تو اس سے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بیچ عنایہ وغیرہ کے ہے اور یہی ظاہر روایت ہے امام رحمۃ اللہ علیہ سے اور اسی کی طرف رجوع کیا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور تحقیق کیا بیچ بحر[53] کے کہ یہی مذہب ہے اور اسی پر عمل کیا جاویگا اور دہ دردہ کا اندازہ کرنا کچھ اصل شرعی کی طرف رجوع نہیں کرتا اور جو جواب صدر الشریعۃ نے دیا ہے رد کیا گیا ہے یہ مضمون در مختار کا ہے اور دہ دردہ اُسکو کہتے ہیں کہ ہر جانب سے دس دس گز اور سب مِلا کر سو گز ہو جاتا ہے جیسا کہ صفحہ مابعد نقشے میں ہے اور گز معتبر گز کرپاس کا ہے اور وہ سات مٹھی کا ہوتا ہے اور بعض

(حاشیہ: رشدین بن سعد)

(حاشیہ: لفظ صلی اللہ علیہ وسلم لیس ہٰہنا لفظ الحدیث ۱۲)

---

[51] مراد اس سے مولوی قطب الدین خاں صاحب ہیں ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ [52] اس واسطے کہ جو پانی حنفیوں کے نزدیک پاک ہو وہ امام شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ وغیرہم کے نزدیک بالاتفاق پاک ہوگا اور خلاف اس کے مختلف فیہ ہے بعض کے نزدیک پاک اور بعض کے نزدیک نجس ۱۲ عبدہ [53] بحر سے مراد البحر الرائق ہے جو ایک کتاب معتبر فقہ میں ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ



لوگوں نے ہشت در ہشت کا اعتبار کیا ہے اور بعضوں نے پانزدہ در پانزدہ کا لیکن صحیح اول ہے ص ۵
اور نہیں جائز ہے وضو پانی مستعمل سے جو واسطے قربت یا رفع حدث کے استعمال کیا گیا ہو جان تو کہ
پانی مستعمل میں علماء کے اختلافات ہیں پہلا اختلاف اسمیں یہ ہے کہ پانی کو مستعمل کون چیز کردیتی ہے
شیخین کے نزدیک پانی مستعمل ہو جاتا ہے حدث کے دفع کرنے یا نیت عبادت سے تو اگر وضو کیا
بے وضو نے بغیر نیت کے پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر وضو کیا باوضو نے نیت سے تو بھی پانی مستعمل ہو جائیگا
اور امام محمد صاحب کے نزدیک فقط نیت عبادت سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط
دفع حدث سے مگر دفع حدث تو ہوتا ہے وضو سے اور وضو میں اُنکے نزدیک نیت فرض ہے تو اب
دفع حدث بھی بغیر نیت کے نہ ہوگا دوسرا اختلاف یہ ہے کہ کس وقت میں مستعمل ہو جاتا ہے تو ہدایہ
میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب گرا عضو سے مستعمل ہو گیا اور جامع صغیر میں ہے کہ جب گرا اور ایک مقام پر تھم گیا مستعمل ہوا تیسرا اختلاف اسمیں یہ ہے کہ
اس کا حکم کیا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے یعنی اگر زیادہ ایک درم سے کپڑے یا بدن میں بھر جائیگا نماز نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے
نزدیک نجس خفیف ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہے مگر پاک نہیں کرتا نجس کو ف اسی کو درمختار میں اختیار کیا اور اسی کو اختیار کیا ہے
مشائخ عراق نے اور محیط میں ہے کہ یہی مشہور ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تو اب وضو اس سے جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ پاک نہیں کرتا اگرچہ خود پاک
ہے اور صاحب ہدایہ اس کے نجس ہونے پر دلیل لائے ہیں اس حدیث سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ پیشاب کرے ایک تم میں کا اس
پانی میں جو جاری نہیں اور نہ غسل کرے اُس میں جنابت سے اور اس حدیث کا بیان گزرا اور اسمیں حجت پکڑنا ضعیف ہے کیونکہ اسمیں یہ بات نکلتی ہے
کہ غسل جنابت سے تھمے پانی میں جائز نہیں از روئے کراہت تحریمی اور پانی مستعمل کے نجس ہو جانے پر کچھ دلالت نہیں واللہ اعلم ص اور امام مالک اور
امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک قول قدیم میں وہ پاک ہے اور پاک کرتا بھی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ اگر پاک ہو اور پاک کرے بھی تو جائز ہوگا سفر میں
وضو اس سے پھر پینا اس سے اس کا کوئی قائل نہیں ہوا

ص فصل دباغت کے بیان میں

ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے مگر سؤر اور آدمی کی ف دباغت کے معنی آگے بیان ہوویں گے تو کُتّے کی بھی کھال پاک ہو جاویگی کیونکہ وہ
بھی ماسوائے اِن دونوں میں داخل ہے (حلال ہو یا حرام) اور صاحب ہدایہ نے اُسکی دلیل یہ بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھال کہ دباغت کیجاوے
سو پاک ہو جاویگی اور اس میں کُتّا داخل ہے اور سؤر اسواسطے پاک نہیں ہوتا کہ وہ نجس عین ہے بخلاف کُتّے کے کیونکہ اس سے شکار کیا جاتا ہے اور گھبانی
کرائی جاتی ہے اور اس حدیث کو روایت کیا ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اور صحیح کیا اسکو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور روایت کیا مسلم وغیرہ نے اس
حدیث کو اس لفظ سے اِذَا دُبِغَ الْاِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کُتّے کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی اور اس جگہ پر
شیعہ اعتراض کرتے ہیں حنفیوں پر کہ وہ کُتّے کی کھال کو کہتے ہیں کہ دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور جواب اسکا تحفہ اثنا عشریہ کے کید صد وسوم میں
مذکور ہے علاوہ اس کے مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہُ میں جو اُنکے مذہب کی کتاب ہے ایک روایت مرقوم ہے کہ اگر کھال سؤر سے ایک ڈول بناویں اور
اُس ڈول سے پانی کھینچیں وضو اُس پانی سے جائز ہے تو اب دیکھنا چاہیئے کہ سؤر کی کھال زیادہ نجس ہے یا کُتّے کی اور آدمی کی کھال پاک نہیں
ہوتی بسبب حرمت اُسکی کے ایسا ہی ہے ہدایہ میں کہا شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عنایہ میں ہے کہ جب دباغت کیجاوے کھال آدمی کی پاک
ہو جاویگی لیکن نفع لینا اُس سے جائز نہیں اور حق میرے نزدیک یہی ہے کیونکہ کرامت اور حرمت کو ناپاک ہونے میں کیا دخل ہے البتہ انتفاع میں

ہے تو انتفاع اُس سے جائز نہ ہوگا اور مُردہ جانور کی کھال بھی ہمارے نزدیک پاک ہو جاویگی دباغت سے کیونکہ روایت کی ابوداؤد نے ساتھ سند صحیح کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا میمونہ رضی اللہ عنہانے ہدیہ کی گئی واسطے ایک لونڈی آزاد ہماری کے ایک بکری صدقے سے سو وہ مرگئی تو گزرے اُس پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو فرمایا کیوں نہ دباغت کر لیا تم نے کھال اُسکی کو سو کہا اُنھوں نے کہ اے رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام وہ مُردہ ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں حرام کیا گیا مگر کھانا اُسکا یعنی مُردے کا کھانا حرام ہے[له] نہ دباغت کرنا اور بھی روایت کی ابوداؤد نے ساتھ سند صحیح کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا یہ کہ فائدہ لیا جاوے ساتھ کھالوں مُردے کے جب دباغت کیجاویں اور روایت کی اسمیں ابوداؤد نے سلمہ بن المحبق سے بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دباغت کرنا مُردے کا پاک کرتا ہے اُس کو اور بھی روایت کی عالیہ بنت سبیع رضی اللہ عنہا سے اسی باب میں اور روایت کی دار قطنی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اُنھوں نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فائدہ لو ساتھ کھالوں مُردے کے جب دباغت کیجاویں مٹی سے ہو یا ریت یا نمک ہو یا پانی اور راسناد میں اس حدیث کی معروف[ف] بیٹے حسان کے مجہول ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھال مُردے کی دباغت سے پاک نہ ہویگی کیونکہ روایت کی ابوداؤد و ترمذی رحمہما اللہ نے اور کہا کہ حسن ہے اور ابن ماجہ اور نسائی نے عبداللہ بن عُکیم سے کہ پڑھی گئی ہم پر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ زمین جُہینہ کے اور میں لڑکا جوان تھا یہ کہ نہ فائدہ اُٹھاؤ مُردے سے ساتھ کھال اور پٹھے کے اور اس حدیث کی اسناد میں اضطراب ہے اور اسیواسطے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قائل تھے پہلے ساتھ اِس حدیث کے پھر ترک کیا اسکو بسبب اسناد اضطراب اسکی کے اور دُوسرے یہ کہ بعضوں نے کہا ہے اُن میں سے بیہقی بھی ہیں کہ صحبت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہیں ہے واسطے عبداللہ بن عُکیم رضی اللہ عنہ کے اور یہ حدیث مرسل ہے اگر کوئی کہے کہ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے خالد رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے حکم بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ آئے اور لوگ ساتھ اُن کے طرف عبداللہ بن عُلیم کے کہا حکم نے کہ وہ داخل ہوئے اور میں بیٹھا دروازے کے سو نکلے میری طرف اور خبر کی مجھ کو عبداللہ بن عُکیم نے خبر دی اُنکو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھا طرف جُہینہ کے قبل موت اپنی کے ایک مہینے یہ کہ نہ نفع لو مُردے سے ساتھ کھال اور پٹھے کے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جن سے حکم بن عتبہ نے سُنا وہ لوگ مجہول ہیں علاوہ اس کے عبداللہ بن عُکیم رضی اللہ عنہ کو بعض لوگوں نے تابعی کہا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَیْتَةِ بِاِھَابٍ وَّلَا عَصَبٍ اور اہاب کھال کو قبل دباغت کے کہتے ہیں اور بعد دباغت کے عربی میں اُسکو شن یا قربہ بولتے ہیں جیسا کہ سُنن ابوداؤد میں ہے وَقَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَیْلٍ یُسَمّٰی اِھَابًا مَالَمْ یُدْبَغْ فَاِذَا دُبِغَ لَایُقَالُ لَہٗ اِھَابٌ اِنَّمَا یُسَمّٰی شَنًّا وَّ قِرْبَةً یعنی کہا نضر بن شمیل نے کہ اہاب جب تک کھال کی دباغت نہیں ہوتی کہتے ہیں اور بعد دباغت کے اُس کو شن اور قربہ کہتے ہیں انتہیٰ اگر کوئی کہے کہ روایت کیا طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کو اس لفظ سے کُنْتُ رَخَّصْتُ لَکُمْ فِیْ جُلُوْدِ الْمَیْتَةِ فَلَا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَیْتَةِ بِجِلْدٍ وَّلَا عَصَبٍ یعنی میں نے رخصت دی تھی تم کو بیچ کھالوں مُردے کے سو نہ نفع اُٹھاؤ ساتھ کھال اور پٹھے کے اور اسمیں تو لفظ اہاب کا نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ سند میں اس حدیث کی فضالہ[ف] بن مفضل ضعیف ہے اور زہری کا مذہب یہ ہے کہ دباغت کی بھی کچھ حاجت نہیں بلکہ قبل دباغت کے بھی فائدہ اُٹھانا اُس سے درست ہے اور یہ مذہب مخالف احادیث صحیح کے ہے کیونکہ حدیثوں میں دباغت کی قید واسطے طہارت کے لگی ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب **ص** اور دباغت کہتے ہیں نجاست دور کرنے کو کھال سے تو اگر دوائیوں سے ہو مانند قرظ[له] اور مثل اس کے تو ایسی دباغت میں کھال پاک ہو جاویگی اور پھر کبھی اُسمیں نجاست نہیں آتی اور اگر خاک یا آفتاب سے ہو تو اس صورت میں جب تک کھال سوکھی رہتی ہے پاک رہتی ہے اور پھر اگر اُسکو پانی پہونچے تو اُس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں نجس ہو جاتی ہے اور دوسری روایت میں نجس نہیں ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر ایسی آفتاب سے سوکھی ہے کہ اُس کے چھوڑ دینے سے سڑ نہ جاوے گی تو پھر نجاست اُسکی نہ لوٹے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کھال مُردے کی اگر سوکھ جاوے اور پھر پڑے پانی میں نجس نہ ہویگی اور نافہ مشک کا اگر کوئی اُسکو لیے نماز پڑھتا ہو تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور وہ پاک ہے تر ہو یا خشک وہ جانور ذبح کیا ہوا ہو یا نہ ہو **ف** درمختار میں اسی کو اختیار کیا ہے

ف معروف بن حسان

له یعنی نزدیک مردے کی کھال اس کا گوشت کھانا حرام ہے نہ دباغت کھال مُردے کی ۱۲

له قرظ ایک گھاس کا نام ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

ف فضالہ بن مفضل

اور یہی صحیح ہے ص جس کی کھال دباغت سے پاک ہوتی ہے اُسکی کھال بھی اور گوشت ذبح سے پاک ہوتا ہے خواہ مسلمان ذبح کرے یا اہل کتاب ف جیسے
یہود اور نصاریٰ تو مشرک کا ذبح کیا ہوا پاک نہ ہوگا ص مگر قصداً اللہ کے نام کو نہ چھوڑے ف اور اگر بھولے سے چھوڑ دیویگا تو پاک ہو جاویگا ص اگرچہ
گوشت اُسکا کھایا نہ جاتا ہو یعنی حرام ہو اور جس کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی ذبح سے بھی پاک نہیں ہوتی ف یہ جو کہا ہے کہ گوشت اُس جانور
کا جو کھایا نہیں جاتا ذبح کرنے سے پاک ہو جاویگا اس پر فتویٰ نہیں بلکہ فتویٰ اس پر ہے کہ کھال اُسکی پاک ہو جاتی ہے اور گوشت نہیں پاک ہوتا جیساکہ
درمختار میں ہے ھٰذَا اَصَحُّ مَا یُفْتٰی بِہٖ وَاِنْ قَالَ فِی الْفَیْضِ اَلْفَتْوٰی عَلٰی طَھَارَتِہٖ یعنی صحیح یہ ہے جو فتویٰ دیا جاتا ہے ساتھ اُس کے اگرچہ کہا فیض میں
کہ فتویٰ اوپر پاکی اُسکی کے ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے شارحینؒ نے مانند صاحبؒ عنایہ اور صاحبؒ نہایہ کے ص
پانچ چیزیں مُردے کی پاک ہیں بالؒ اور ہڈیؒ اور کھرؒ اور سینگؒ اور پٹھےؒ اور آدمی کے بال اور ہڈی بھی پاک ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنیؒ نے عبیداللہ
بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے کہ حرام کیا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُردے سے گوشت اُس کا لیکن کھال اور صوفؒ سو نہیں ہے حرج
ساتھ اُس کے اور ضعیف کیا اس کو ساتھ ضعف عبدالجبار بن مسلم کے اور یہ ممنوع ہے کیونکہ ذکر کیا ان کو ابن حبان نے ثقات میں سو حدیث درجہ حسن سے
نہیں اُتر گئی پھر نکالا اُسکو دارقطنیؒ نے ابی بکر ہذلی سے اُنھوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے کہا اُنھوں نے سُنا میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗٓ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِّنَ الْمَیْتَۃِ حَلَالٌ اِلَّا مَا اُکِلَ مِنْھَا فَاَمَّا
الْجِلْدُ وَالْقَرْنُ وَالشَّعْرُ وَالصُّوْفُ وَالسِّنُّ وَالْعَظْمُ فَکُلُّہٗ حَلَالٌ لِاَنَّہٗ لَا یُذَکّٰی یعنی لیکن کھال اور سینگ اور بال اور صوف اور دانت اور
ہڈی سو کل اُسکا حلال ہے اسواسطے کہ وہ تزکیہ نہیں کیے جاتے اور کہا دارقطنیؒ نے کہ ابو بکر یہ متروک ہے اور بھی روایت کی دارقطنیؒ نے ام سلمہ رضی اللہ
عنہا سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ نہیں حرج ہے ساتھ مشک مُردہ کے اور نہیں حرج ہے ساتھ صوف کے اور بال اور سینگ اُس کے
کے جب دھو لیا جاوے ساتھ پانی کے اور ضعیف کیا اس کو ساتھ ابی یوسف بن السفر کے اور روایت کی بقیہؒ نے عمر بن خالدؒ سے اُنھوں نے قتادہؓ سے
اُنھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنگھی کرتے تھے ساتھ عاج کے روایت کیا اسکو بیہقیؒ نے اور حق یہ ہے کہ عاج سے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کنگھی کرتے تھے اور روایت ہے ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ خرید ا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے فاطمہ رضی اللہ عنہا
کے ایک ہار عصب سے اور دو کنگن عاج کے اور اسکی اسناد میں حمید اور سلیمان دونوں راوی مجہول ہیں اور ذکر کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقاً کہا زہریؒ
نے بیچ ہڈی مُردے کے مانند ہاتھی وغیرہ کے کہ پایا میں نے بہت لوگوں کو علمائے سلفؒ سے کہ کنگھی کرتے تھے اُس سے اور تیل ڈالتے تھے اُسمیں اور کچھ
حرج نہیں دیکھتے تھے اُسمیں اور اسلاف زہریؒ کے وہ صحابہ ہیں یا بڑے بڑے تابعین اور کہا حمادؒ نے کہ نہیں حرج ہے ساتھ ریشوں مُردے کے اور
کہا ابن سیرینؒ اور ابراہیمؒ نے نہیں حرج ہے ساتھ تجارت عاج کے اور روایت بقیہ کی اپنے شیوخ مجہولین سے ضعیف ہے اور امام شافعیؒ صاحب کے
نزدیک یہ چیزیں نجس ہیں اور دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث ابن عمرؓ کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کرو ناخون اور خون اور بالوں کو اسواسطے کہ وہ
مُردہ ہیں اور جواب اسکا یہ ہے کہ اسناد میں اسکی عبداللہ بن عزیز ہے کہا ابو حاتم نے کہ حدیثیں اسکی منکر و کذب ہیں اور نہیں محل اُس کا صدق نزدیک ہمارے
اور کہا ایسا ہی ہے علی بن الحسینؒ نے اور ایک حدیث یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں نفع لیا جائیگا مُردے سے ساتھ کسی چیز کے اور یہ بھی حدیث
ضعیف ہے واللہ اعلم ص اور جس شخص نے اپنے ٹوٹے دانت کو مُنھ میں رکھ لیا اور نماز پڑھی نماز اسکی جائز ہے اگرچہ درم سے بڑھ جاوے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر درم
سے زیادہ ہوگا نماز نہیں درست ہوگی ف ہمارے نزدیک اس واسطے نماز جائز ہوگی کہ دانت ہڈی ہے اور ہڈی انسان کی پاک ہے۔

ص فصل کنویں کے بیان میں

ف جاننا چاہیے کہ مسائل کنویں کے مبنی ہیں اتباع آثار تابعینؒ اور صحابہؓ پر اور حدیثیں صریح ہر مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں آئیں اور

قیاس کو بھی کچھ اسمیں دخل نہیں تواب جو بعض جہلا اعتراض کرتے ہیں حنفیوں پر کہ صاحب بیس ڈول چوہا گرنے سے نکلے تو کیا ہوا کیونکہ پانی نجس تو اسکا اب بھی اسمیں باقی ہے دفع ہو گیا اسواسطے کہ اس امر میں تابعداری اقوال صحابہؓ اور تابعینؒ کی ہے آور وہ جو کہتے ہیں کہ کیا کنوئیں کے پانی سے ملّائی اُمّار لاتے ہیں بے ادبی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے کیونکہ ہر مسئلہ ایسا نہیں کہ اُسمیں قیاس کو دخل ہووے مثلاً قہقہہ کرنے سے وضو ٹوٹ جانا اسمیں قیاس کو دخل نہیں بلکہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماثور ہے اُسی طرح رکھا گیا آور امام شافعیؒ صاحب کے نزدیک تو کنوئیں میں کیسی ہی نجاست پڑے پانی پاک رہیگا کیونکہ جب پانی دو قلے برابر ہو نہیں نجس کرتا اُس کو کچھ یہ اُن کا مذہب ہے جیسا کہ اوپر بیان اُسکا تفصیل سے گزرا اگر کنوئیں میں نجاست پڑے یا کوئی حیوان مرجاوے یا پھول پھٹ جاوے یا آدمی یا بکری یا کُتّا مرجاوے سب پانی اُسکا کھینچ ڈالا جاویگا اگر ممکن ہو مطلب اس کا یہ ہے کہ کوئی حیوان اگر پھول یا پھٹ جاوے تو سب پانی کھینچنا واجب ہوگا آور اگر فقط مرجاوے تو اگر آدمی ہے یا کُتّا یا بکری یا جو چیزیں جثّے میں اُنکے برابر ہیں تو بھی سب پانی کھینچا جاویگا دلیل اس بات کی کہ نجاست کے گرنے سے سارا پانی کھینچا جاویگا یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں خالد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ پوچھے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس سے جو پیشاب کرے کنوئیں میں کہا کہ پانی اُس کا کھینچا جاویگا آور دلیل اسکی کہ اگر حیوان پھول یا پھٹ جاوے یہ ہے کہ اس صورت میں نجاست جو اُس کے پیٹ میں ہے سب کنوئیں میں پھیل جاویگی اور اسمیں چھوٹا اور بڑا جانور سب برابر ہے آور دلیل اسکی کہ اگر آدمی مرجاوے تو سارا پانی نکالا جاوے یہ ہے کہ روایت کی دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے تحقیق کہ ایک حبشی گرا کنوئیں میں زمزم کے پس مرگیا سو حکم کیا ساتھ اس کے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تو وہ نکالا گیا اور حکم کیا یہ کہ کھینچا جاوے پانی اُسکا کہا پس مغلوب کیا اُن کو ایک چشمے نے کہ آیا رکن کی طرف سے تو بند کیا لوہے کے گرزوں وغیرہ سے یہانتک کہ کھینچ ڈالا پانی اُسکا سو جب کھینچ چکے اُس کو جاری ہو گیا وہ چشمہ اُنکے اوپر آور یہ حدیث منقطع ہے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نہیں سُنا اور نہ دیکھا اُن کو آور روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے ہشیمؒ سے اُنھوں نے منصورؒ سے اُنھوں نے عطاءؒ سے اور یہ سند صحیح ہے آور روایت کیا اسکو طحاویؒ نے صالح بن عبد الرحمن سے قَالَ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ ثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَطَاءٍ اَنَّ حَبْشِيًّا وَقَعَ فِيْ زَمْزَمَ فَمَاتَ فَاَمَرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَنُزِحَ مَاؤُهَا وَجَعَلَ الْمَاءُ لَا يَنْقَطِعُ فَنَظَرَ فَاِذَا هِيَ عَيْنٌ تَجْرِيْ مِنْ قِبَلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ حَسْبُكُمْ فهذا ايضا صحيح باعتراف الشيخ به فی الامام یعنی کہا عطاءؒ نے کہ ایک حبشی گر پڑا بیچ زمزم کے سو مر گیا تو حکم کیا عبد اللہ بن الزبیرؓ نے سو کھینچا گیا پانی اُسکا تو پانی ایسا ہو گیا کہ ٹوٹتا ہی نہ تھا سو نظر کیا گیا تو یکایک ایک چشمہ ہے کہ جاری ہے حجر اسود کی طرف سے تو کہا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہ بس کافی ہے تم کو اور یہ بھی صحیح ہے ساتھ اقرار شیخ تقی الدین بن دقیق العید کے امام میں ایسا ہی ہے فتح القدیر میں آور وہ جو سُفیان بن عُیینہ نے کہا ہے کہ میں مکّے میں ستّر برس سے ہوں نہ دیکھا میں نے کسی بڑے چھوٹے کو کہ پہچانتا ہو حدیث زنجی کی کہ وہ گرا تھا زمزم میں تو اُسکا جواب یہ ہے کہ سفیان بن عُیینہ کا نہ دیکھنا کچھ دلیل دین خدا میں نہیں ہوسکتی ہے باوجود اس کے کہ جب سند صحیح سے ثابت ہو آور دلیل اس بات کی کہ جب بکری مرجاوے تو سارا پانی نکالا جائیگا وہی ہے جو اوپر گزری آور بکری کا پیشاب نجس ہے امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کیونکہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بچو تم پیشاب سے آور یہ مطلق ہے شامل ہر جانور کے پیشاب کو آور اس حدیث کو روایت کیا حاکمؒ نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور کہا کہ اوپر شرط بخاریؒ اور مسلمؒ کے ہے آور روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے انس رضی اللہ عنہ سے آور بھی روایت کیا اسکو بزارؒ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے آور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشاب اُن جانوروں کا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے پاک ہے آور دلیل اُنکی یہ ہے جو روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے کہ آئی ایک قوم عُرینیین سے مدینے میں حضرتؐ کے پاس تو اُن کو جلندھر ہو گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا کہ باہر نکلیں اور صدقے کے اونٹوں کا دودھ اور مُوت پئیں آخر حدیث تک آور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم اوّل اسلام میں تھا اور یہ حدیث منسوخ ہے ساتھ اُس حدیث کے جس کو حاکمؒ نے روایت کیا ہے واللہ اعلم بالصواب آور دوا میں مُوت اُن جانوروں کا جو حلال ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیماری میں بھی جائز نہیں آور دلیل اُن کی

۵۱ اور اقوال صحابہؓ کے اُن مسائل میں جن میں عقل کو دخل نہ ہو حکم مرفوع میں ہوتے ہیں یعنی مثل قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیسا کہ اُصول میں مقرر ہے اور مسائل چاہ کے ایسے ہی ہیں ۱۲ منہ

۵۲ اور نجاست اس پر پڑتی ہے ۱۲ ۵۳ بشرطیکہ اُس میں پانی دہ در دہ نہ ہو ۱۲ ۵۴ یا مرا ہوا اُس میں ڈالا جاوے ۱۲ ۵۵ اور وہ چاہ زمزم میں آن کے پھوٹا تھا اس سبب سے سارا پانی نکالنا اُس کا دشوار تھا ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ ۵۶ کہ جثّہ اُس کا مثل آدمی کے ہے ۱۲ ۵۷ پوری حدیث یوں ہے اِسْتَنْزِهُوْا عَنِ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ یعنی بچو تم پیشاب سے اس سبب سے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوا کرتا ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

یہی حدیث ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں رکھی گئی شفا تمہاری اُس چیز میں جو حرام کی گئی تمہارے اوپر اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
درست ہے پینا اُسکا بے عذر کے بھی کیونکہ وہ اُنکے نزدیک پاک ہے اور احتیاط اسمیں ہے کہ اسکو حتی الامکان نہ پیوے اور امام ابی یوسف کے نزدیک حلال ہے واسطے
دوا کے اگر اور دوا پاک موجود نہ ہو اور یہی قول صواب ہے اور تاویل اُس حدیث کی جس سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دلیل لاتے ہیں یہ ہے کہ حضرت نے شفا اُنکی پیشاب
سے اونٹوں کے وحی سے پہچانی ہوگی واللہ اعلم بالصواب ص اور اگر ممکن نہ ہووے تو دو آدمی عادل جن کو پانی میں پہچان ہو معین کر دیں اور جتنا پانی بتاویں
کھینچ ڈالا جاوے اور امام محمدؒ کے نزدیک دو سو ڈول یا تین سو کھینچیں ف اور زاد میں ہے کہ اگر ایک آدمی صاحب بصارت ہو تو بھی کافی ہو جاویگا اور روایت
ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ سونپا جاویگا رائے متوضی پر اور ایک روایت میں اُن سے ہے کہ سو ڈول کھینچنا چاہیئے اور روایت ہے امام ابی یوسفؒ سے
کہ ایک گڑھا بقدر کنویں کے کھودیں سو اُسمیں پانی بھریں جب وہ بھر جاوے تو پھر نہ کھینچیں ایسا ہی ہے زاہدی میں اور امام محمدؒ کے نزدیک تین سو ڈول نکالے
جاویں اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ بیچ نصاب کے ہے ص اور اگر کبوتر کے مثل یا مرغی کے مر جاوے چالیس ڈول سے ساٹھ تک کھینچیں ف کیونکہ روایت ہے
ابی سعید رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھوں نے بیچ مُرغی کے کہ جب مر جاوے کنویں میں کھینچے جاویں اُس سے چالیس ڈول ایسا ہی ہے ہدایہ میں اور یہ حدیث
مجھ کو نہیں ملی کہ کس نے اسکو روایت کیا ہے اور روایت کی طحاویؒ نے شرح آثار میں حماد بن سلیمان سے کہ کہا اُنھوں نے بیچ مُرغی کے کہ پڑے کنویں میں
اور مر جاوے نکالے جاویں اُس سے چالیس ڈول یا پچاس پھر وضو کیا جاوے اُس سے اور بلی بھی مانند مُرغی کے ہے اور خزانۃ الفقہ میں ہے کہ پچاس ڈول
نکالے جاویں گے جیسے کہ روایت کی ہم نے حماد بن سلیمان سے اور بھی روایت کی شعبی سے کہ کہا اُنھوں نے بیچ پرندے اور بلی کے اور مانند انکے میں کہ نکالے
جاویں گے چالیس ڈول اور اسناد اسکی صحیح ہے کہا اسکو امامؒ میں اور روایت کی اُنھوں سے کہ نکالے جاویں گے ستر ڈول اور روایت کی عبداللہ بن سبرہ سے
اُنھوں نے شعبی سے کہا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ میں نے پوچھا شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ مُرغی کنویں میں گر کر مر جاوے کہا کہ نکالے جاویں گے اُس سے ستر
ڈول اور روایت کی ابراہیم نخعیؒ سے کہ کنویں میں اگر پڑ جاوے ٹڈی یا بلی اور مر جاوے کہا کہ نکالے جاویں گے چالیس ڈول واللہ اعلم ص اور اگر مانند چڑیا
یا چوہے کے مرا ہے بیس ڈول سے تیس ڈول تک کھینچے جاویں گے ف کیونکہ روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھوں نے بیچ چوہے کے کہ مر جاوے
کنویں میں اور نکالا جاوے اُسی وقت نکالے جاوینگے اُسمیں سے بیس ڈول ایسا ہی ہے ہدایہ میں اور یہ حدیث میں نے نہیں پائی اور روایت کی طحاوی نے
شرح آثار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیچ کنویں کے کہ مر جاوے اُسمیں چوہا کھینچا جاویگا پانی اُس کا اور بھی روایت کی اُن سے اِذَا سَقَطَتِ الْفَارَۃُ
اَوِ الدَّابَّۃُ فِی الْبِئْرِ فَانْزَحْہَا حَتّٰی یَغْلِبَکَ الْمَاءُ یعنی جب پڑ جاوے چوہا یا جانور چارپایہ سو کھینچ پانی اُس کا یہاں تک کہ مغلوب کرے تجھ کو پانی اور روایت
کی ابراہیم نخعی سے کہ اگر چوہا گرے نکالے جاویں اُسمیں سے بقدر چالیس ڈول کے اور شعبیؒ اور حمادؒ اور ابراہیمؒ یہ سب تابعین میں سے ہیں ص اور ڈول اوسط
کے ہوں ف یعنی بیچ کے درجے کے بڑے نہ چھوٹے اور بیچ کے درجے کا ڈول اُسے کہتے ہیں جو مستعمل ہو ہر شہر میں اور روایت کی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
سے کہ ڈول ایسا ہو جس میں ایک صاع پانی آتا ہو یعنی پونے دو سیر یا دو سیر بحساب وزن ہندوستان کے اور اگر بڑا ڈول ہو تو حساب کر کے برابر کریں اور اگر
ڈول پھٹا ہو تو کنویں سے نکلنے تک اگر آدھا پانی بہ جاتا ہے تو درست نہ ہوگا اور اگر آدھے سے کم گرتا ہے تو جائز ہوگا جیسا کہ بیچ زاہدی کے ہے کَذَا فِی
جَامِعِ الرُّمُوْزِ ص اگر کنویں سے نجاست نکلی یا حیوان مرا ہوا نکلا اور پھولا یا پھٹا نہیں ہے اور معلوم نہیں کہ کس وقت گرا ہے امام صاحبؒ کے نزدیک
اُسکی نجاست کا حکم ایک دن ایک رات سے کریں گے اور اگر پھولا یا پھٹا ہے تو نجاست کا حکم تین دن تین رات سے کیا جاوے گا ف تو اول صورت
میں ایک دن ایک رات کی نمازیں قضا کی جاوینگی اور دوسری صورت میں تین دن اور تین رات تک کی قضا کی جاوینگی اگر وہ شخص اُس پانی سے اتنے
روزوں سے وضو کرتا ہوگا اور اُسی سے نماز پڑھی ہوگی ص اور امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جس وقت سے کہ وہ جانور یا وہ نجاست معلوم ہووے

ف۱ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طبیب جاہل کسی حرام چیز کے فوائد شفاء مرض کے لئے بیان کرے تو اسکو غلط اور لغو جاننا لازم ہے کیونکہ خدا اور رسول کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم نہیں ۱۲ منہ رح ف۲ اور دوسرے انکی شفاء پر یقین نہیں ہو سکتا اور قول اطبا کا اس باب میں حجت نہیں ہو سکتا کذا فی رد المحتار ۱۲ ف۳ در مختار میں ہے کہ قول عدلین صاحب بصارت پر فتویٰ ہے اور کہا گیا ہے کہ فتویٰ قول دو سو سے تین سو ڈول تک پر ہے ۱۲

اُسی وقت سے حکم نجاست کا کریں گے جھوٹا آدمی[1] اور گھوڑے اور جس جانور کا گوشت حلال ہے پاک ہے آور جھوٹا کُتے اور سُوَر اور درندوں کا نجس ہے ف لیکن جھوٹا کُتے کا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچ کُتے کے کہ اگر مُنھ ڈالے برتن میں دھویا جاوے تین مرتبے یا پانچ مرتبے یا سات بار روایت کیا اس کو دار قطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور کہا کہ منفرد ہوا ساتھ اس حدیث کے عبدالوہاب اُنھوں نے اسمٰعیل سے اور وہ متروک ہے اور سوا عبدالوہاب کے روایت کرتے ہیں اسمٰعیل سے سات بار دھونے کو میں کہتا ہوں کہ صحیحین وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سات بار دھونا روایت کیا گیا ہے اور تین بار کا لفظ منکر ہے اور خلاف روایت ثقات کے ہے اور روایت کی دار قطنیؒ نے ساتھ سند صحیح کے عطاء سے فعل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کہ جب کُتا مُنھ ڈالتا تھا برتن میں پانی بہا دیتے تھے اُس کا پھر دھوتے تھے اُسکو تین بار آور روایت کیا ابن عدیؒ نے کامل میں اس حدیث کو اور اسناد میں اسکی حسین بن علی کرابیسی ہے کہا ابن عدیؒ نے کہ نہیں پاتا ہوں میں واسطے کرابیسی کے کوئی حدیث منکر سوا اس کے اور نہیں دیکھتا ہوں میں کچھ حرج ساتھ اس کے حدیث میں آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کُتے کے مُنھ ڈالنے سے سات بار دھویا جاویگا کیونکہ روایت ہے صحیحین اور جامع ترمذی وغیرہم میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مُنھ ڈالے کُتا برتن تمھارے میں تو دھوؤ اس کو سات بار اور احتیاط اسمیں ہے کہ سات بار دھووے آور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہرگاہ مختلف ہوئیں حدیثیں رجوع کیا ہم نے طرف اور نجاست کے تو دیکھا کہ تین بار دھونا اُن سے واجب ہے تو حکم کیا اس میں بھی ہم نے ایسا ہی واللہ اعلم بالصواب اور جھوٹا سُوَر کا اسواسطے نجس ہے کہ وہ نجس عین ہے آور جھوٹا درندوں کا اسواسطے کہ گوشت اُنکا نجس ہے اور اُسی سے لعاب دہن پیدا ہوتا ہے کذا فی الہدایہ ص اور جھوٹا بلی اور اُس مرغی کا جو چھُٹی پھرتی ہے اور پرندوں شکاری اور حشرات الارض کا مکروہ ہے ف لیکن پاک ہے بلی کا جھوٹا آور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جھوٹا مکروہ نہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلی کا جھوٹا کھایا اور کہا کہ وہ نجس نہیں اور وہ پھرنے والوں میں سے ہے اوپر تمھارے آور تحقیق دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کرتے تھے ساتھ جھوٹے اُس کے کے روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ نے آور دلیل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اَلسِّنَّوْرُ سَبُعٌ یعنی بلی[2] درندہ ہے آور درندوں کا جھوٹا مکروہ ہے روایت کیا اسکو حاکمؒ نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور صحیح کیا اس کو اور روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے ساتھ ایک قصے کے اور دونوں سندوں میں عیسیٰ بن مسیب ہے صحیح کیا اسکو حاکم نے بسبب توثیق اُسکی کے آور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَاِذَا وَلَغَ الْہِرَّۃُ غُسِلَ مَرَّۃً یعنی جب مُنھ ڈالے بلی تو دھویا جاوے ایک بار اَخْرَجَہٗ اَبُوْ دَاؤُدَ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور مُرغی چھُٹی ہوئی کا جھوٹا اسواسطے مکروہ ہے کہ وہ مخالطت کرتی ہے نجاست سے اور اگر چھُٹی نہ ہو بلکہ قید میں ہو اور چونچ اُسکی اُس کے قدم کے نیچے تک نہیں پہونچتی ہے تو جھوٹا اُسکا مکروہ نہیں آور حشرات الارض اُنھیں کہتے ہیں جو زمین میں رہتے ہیں جیسے چوہا اور نیولا اور چھچھوندر وغیرہ آور جھوٹا اُنکا اسواسطے مکروہ ہے کہ گوشت اُنکا حرام ہے تو نجاست بسبب پھرتے رہنے کے جاتی رہی کہ اُسمیں حرج لازم آتا ہے اور کراہت باقی رہی اور حکم اُنکا یہ ہے کہ جائز ہے استعمال اُنکا باوجود اچھے پانی ہونے کے لیکن مع کراہت کے جیسا کہ قاضی خاں نے لکھا ہے ص اور جھوٹا گدھے اور خچر کا مشکوک ہے یعنی اُسمیں شک ہے کہ پاک ہے یا نجس تو اگر سوا مشکوک پانی کے اور پانی نہ پاوے تو وضو اور تیمم دونوں کرے اور جو مکروہ پانی ہے اُس سے فقط وضو کرے آور پسینہ بھی مانند جھوٹے کے ہے ف جس کا جھوٹا پاک ہے اسکا پسینہ بھی پاک ہے اور جس کا جھوٹا ناپاک ہے اُس کا پسینہ بھی ناپاک ہے ص اگر سوا نبیذ تمر[3] یعنی چھوہارے کے پانی کے پانی نہ ملا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو اُس سے کرے اور تیمم نہ کرے ف کیونکہ روایت کی امام احمد اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ابی زید سے اُنھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ الجن کو کہ تمھاری چھاگل میں کیا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبیذ ہے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خرما پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے سو وضو کیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے اور یہ قول روایت احمد اور ترمذی میں ہے آور سیوطی اس حدیث کو عبدالرزاق اور بیہقی سے بھی لائے ہیں آور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں اور ترمذی نے ضعیف کیا اس حدیث کو اور کہا کہ ابو زید ایک مرد ہے مجہول نہیں پہچانتا ہوں میں اُس کو اس حدیث کے سوا میں آور میزان الاعتدال ذہبی میں ہے کہ

جانوروں کے جھوٹے کے بیان میں — عبدالوہاب — حسین بن علی کرابیسی — عیسیٰ بن مسیب — حکم نبیذ تمر — ابو زید

[1] اگرچہ جنب یا کافر ہو ۱۲ [2] بکسر السین والنون المشددۃ المفتوحۃ وسکون الواو گربہ جنگلی ۱۲ اور جھوٹا درندہ کا اگرچہ نجس ہے مگر بلی کا جھوٹا مکروہ ہے اور نجس اس سبب سے نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہا من الطوافات علیکم یعنی بلی پھرنیوالوں سے ہے تم پر پس اُس سے بچنے میں حرج ہے واللہ اعلم ۱۲ [3] بس پانی میں چھوہارے تر کیے جاویں اور وہ شیریں ہو جاوے اُس کو نبیذ تمر کہتے ہیں ۱۲

بخاریؒ نے بھی اُسکی تضعیف کی اور کہا کہ ابو فزارہ کہ راوی اس حدیث کا ہے ابوزید سے وہ بھی مجہول ہے اور امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وضو اُس سے جائز نہیں بلکہ تیمم کرے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا ہے فَاِنۡ لَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا الآیۃ یعنی اگر نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو آخر آیت تک اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وضو اور تیمم دونوں کرے (بسبب شک کے) اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ کہا انھوں نے وضو ساتھ نبیذ کے وضو اُس کا ہے جو پانی نہ پاوے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے اور روایت کی ابو داؤدؒ نے اور مسلمؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نہ تھا میں ساتھ حضرتؐ کے لیلۃ الجن میں اور ہدایہ میں جواب اُس کا یہ لکھا ہے قُلۡنَ لَیۡلَۃُ الۡجِنِّ کَانَتۡ مُتَعَدِّدَۃً یعنی لیلۃ الجن متعدد تھیں اور دوسرا جواب اُس کا یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ وہ ساتھ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ الجن کو اور روایت کی ابن شاہین نے اُن سے اِنَّہٗ قَالَ کُنۡتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَیۡلَۃَ الۡجِنِّ اور روایت کیا ابو نعیم نے حلیے میں ایک قصہ کہ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیلۃ الجن میں اور ابوزید کے مجہول ہونے کا یہ جواب ہے کہ کہا قاضی ابو بکر غزالی نے شرح نووی میں کہ ابوزید مولیٰ عمرو بن حریث روایت کی اُس سے راشد بن کیسان عبسی کوفی نے اور ابو روق نے تو اُس سے جہالت جاتی رہی اور ابو فزارہ کے مجہول ہونیکا جواب یہ ہے کہ کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے کہ تجہیل ابو فزارہ میں نظر ہے کیونکہ روایت کیا ہے اُس سے اس حدیث کو ایک جماعت نے اہل علم سے مثل سفیان اور شریک اور حسان بن ملیح اور اسرائیل اور قیس بن الربیع اور ابن عدی نے کہا ابو فزارہ راوی اس حدیث کا مشہور ہے اور نام اُس کا راشد بن کیسان ہے اور ایسا ہی کہا دارقطنی نے اور وہ جو بعض علماءؒ نے یہ قول شیخ تقی الدین سبکی کا ٹھہرایا ہے غلط ہے کیونکہ ابن الہمام نے یہ کہا فَقَالَ الشَّیۡخُ تَقِیُّ الدِّیۡنِ فِی الۡاِمَامِ الخ یعنی کہا شیخ تقی الدین نے امام میں اور امام کتاب ہے شیخ تقی الدین بن دقیق العید کی نہ سبکی کی اور قاضی خاں نے رجوع امام اعظم کا اس قول سے لکھا ہے اور شیعہ جو اس جگہ طعن کرتے ہیں امام ابو حنیفہؒ پر بیجا ہے کیونکہ انکی کتاب مَنۡ لَا یَحۡضُرُہُ الۡفَقِیۡہُ میں لکھا ہے لَا بَأۡسَ بِالتَّوَضِّیۡ بِالنَّبِیۡذِ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَدۡ تَوَضَّأَ بِہٖ یعنی نہیں ہے حرج ساتھ وضو کرنے کے نبیذ سے اسواسطے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا ہے اُس سے اور رد اس کا تفصیل سے کتب مناظرۂ فریقین میں مذکور ہے اور روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہؒ نے اور طریق سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور اسناد میں اُسکی حنش راوی ضعیف ہے اور ایسا ہی ابن لہیعہ اور روایت کی ابو داؤد نے عطاء سے کہ اُنھوں نے مکروہ رکھا وضو کو ساتھ دودھ اور نبیذ کے اور کہا کہ تیمم اچھا ہے نزدیک میرے اُس سے اور غسل امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نبیذ سے ایک روایت میں جائز ہے اور ایک روایت میں ناجائز ہے کیونکہ کہا ابو خلدہ رضی اللہ عنہ نے کہ پوچھا میں نے ابو العالیہ سے اُس شخص سے کہ پہونچی اُسکو جنابت اور نہیں ہے پاس اُسکے پانی اور نزدیک اُس کے نبیذ ہے کیا وہ غسل کرے اُس سے کہا کہ نہیں روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ ص اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تیمم کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک وضو اور تیمم دونوں کرے اور یہ اختلاف اُس پانی چھوہارے میں ہے جو شیریں اور رقیق ہو بہتا ہو مانند پانی کے اور اگر سخت ہو جاوے اور نشہ دینے لگے کسی کے نزدیک اُس سے وضو جائز نہیں

ص باب تیمم کے بیان میں

تیمم جائز ہے محدث یعنی بے وضو کو اور جُنب اور حائض اور نفساء کو ف اور بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ جُنب کو تیمم کرنا جائز نہیں اور یہی قول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لیکن اکثر لوگوں کا قول یہ ہے کہ جائز ہے اور یہی مذہب حدیثوں کے موافق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ یعنی یا جماع کرو تم ساتھ عورتوں کے تو اُس سے معلوم ہوا کہ جُنب کو بھی تیمم جائز ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ لمس کے معنی جماع کے نہیں لیتے اور وہ جو دلیل اس پر صاحب ہدایہ لاتے ہیں کہ کچھ لوگ جنگل سے آئے طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو کہا کہ ہم رہتے ہیں ریتوں میں تین مہینے چار مہینے اور ہوتے ہیں ہم میں جُنب اور حائض اور نفساء اور ہم نہیں پاتے پانی کو سو فرمایا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوپر تمھارے ہے زمین پھر مارا ہاتھ اپنا اوپر زمین کے

واسطے مُنھ اپنے کے ایک بار پھر مارا دوسری مرتبہ سو مسح کیا اُس سے اوپر دونوں ہاتھوں اپنے کے کہنیوں تک روایت کیا اسکو ابن الجوزی نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اس حدیث کی مثنی بیٹے صباح کے ہیں کہا احمد اور رازی نے کہ وہ کچھ نہیں اور کہا نسائی نے کہ متروک ہے، اور دلیل صحیح یہ ہے کہ روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ آیا ایک شخص طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہا کہ پہونچی مجھ کو جنابت سو تحقیق کہ میں لوٹا زمین میں تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تیمم دو ضرب ہیں ایک ضرب ہے واسطے مُنھ کے اور دوسری واسطے دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک روایت کیا اس کو حاکم نے اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور نہیں اخراج کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور کہا دارقطنی نے رِجَالُهٗ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ یعنی رجال اس کے سب ثقہ ہیں اور جھگڑا کیا تھا عمار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی باب میں اور روایت عمرو بن العاص سے ایسی ہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جُنب کو تیمم جائز ہے جیسا کہ آگے آویگا ص جبکہ پانی پر قادر نہ ہوں یعنی اتنے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہو تو اگر جُنب غیر محدث نے موافق وضو کے پانی پایا نہ بقدر غسل کے تیمم کرے اور وضو اُس پر واجب نہ ہوگا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہوگا اور غسل کے لیے تیمم کرے لیکن اگر جُنب کو حدث موجب وضو بھی ہو تو وضو واجب ہوگا سو تیمم واسطے جنابت کے ہے بالاتفاق اور جب کہ بے وضو کے واسطے اتنا پانی ہو کہ بعض اعضاء دھو سکتا ہے اور بعض نہیں دھو سکتا تو اسمیں بھی خلاف ہے ہمارے نزدیک تیمم کرے اور امام شافعی کے نزدیک بعض کو دھووے اور باقی کے لیے تیمم کرے اور قدرت نہ پاویں یہ لوگ پانی پر واسطے دور ہونے پانی کے ایک میل ف برابر ہیں کہ مسافر ہوں یہ لوگ یا شہر کے باہر ہوں ص اور میل تیسرا حصہ فرسخ کا ہوتا ہے اور بعضوں کے نزدیک تین ہزار پانچ سو گز کا ہوتا ہے چار ہزار گز تک ف کیونکہ روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ چلے زمین اپنی سے بیچ جُرف کے تو وقت آیا عصر کا مَرْبَد نعم میں سو تیمم کیا اور مسح کیا مُنھ اپنے اور دونوں ہاتھوں کو اور نماز پڑھی عصر کی پھر داخل ہوئے مدینے میں اور آفتاب بلند تھا سو نہ لوٹایا نماز کو روایت کیا اس کو شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور جُرف نام ایک مقام کا ہے اور مَرْبَد ایک میل پر ہے مدینہ طیبہ سے ص یہ حکم ظاہر روایت کا ہے اور حسن کی روایت میں دو میل جانب توجہ میں دور ہووے تو تیمم جائز ہے اور ایک میل جانب غیر توجہ میں ہووے کہ آنے جانے میں دو میل ہو جاویں تو اس صورت میں اگر جانب توجہ ایک میل ہوگی تیمم جائز نہ ہوگا اور پہلی صورت کے موافق جائز ہوویگا ف اور مختار قول اول ہے ص یا واسطے بیماری کے وہ بیمار جس کو قدرت پانی کے استعمال کی نہیں یا قدرت ہے لیکن خوف زیادتی مرض کا ہے اُسکو تیمم جائز ہے اس لیے کہ ضرر زیادتی مرض کا زیادہ ہے ضرر زیادتی قیمت پانی سے اور در صورت زیادتی قیمت پانی کے تیمم جائز ہے بالاتفاق اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تیمم جائز ہوویگا کہ خوف تلف نفس یا عضو کا ہووے ف کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى الاٰیۃ یعنی اگر ہو تم بیمار اخیر تک سو تیمم کرو مٹی پاک پر اور امام شافعی کا مذہب ظاہر نص سے دور ہے ص اور اگر استعمال پانی کا سردی سے ضرر کرتا ہے یعنی بیمار کر دیگا یا جان یا کوئی عضو تلف کر دیگا تیمم جائز ہے ف اور یہ جب ہے کہ باہر شہر کے ہو اور اگر اندر شہر کے ہو تو بھی یہی حکم ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تیمم نہ کرے ص اور تیمم جائز ہے دشمن کے خوف یا آگ یا درندے وغیرہ سے اور بھی جائز ہے پیاس کے خوف سے یعنی اگر پانی سے وضو کریگا تو پیاسا رہیگا یا پانی کسی نے فقط پینے کے واسطے مباح کیا ہے اور وضو یا غسل کی اُس نے اجازت نہیں دی تو اگر مسافر نے پانی پایا اور وہ جانتا ہے کہ یہ پانی فقط پینے کے واسطے رکھا گیا ہے تیمم اُسکو جائز ہے مگر جب کہ پانی بہت ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ پینے اور وضو دونوں کے واسطے ہے اور اگر پانی پایا اور وہ جانتا ہے کہ یہ پانی وضو کے واسطے ہے تو پینا بھی اُس کا جائز ہے اور امام فضلی کے نزدیک اگر واسطے پینے کے ہے تو وضو جائز ہے اور اگر واسطے وضو کے ہے پینا جائز نہیں اور اسی طرح اگر ڈول یا رسی موجود نہ ہو تو بھی تیمم جائز ہے ف اس واسطے ان صورتوں میں تیمم جائز ہے کہ قدرت پانی کے اوپر متحقق نہیں ہوئی ص اور اگر نماز عید کی قضا ہونے کا خوف ہو درست ہے کہ تیمم کر کے نماز شروع کرے اور یہ بالاتفاق ہے اور اگر نماز عید میں اُس کا وضو ٹوٹا اور وہ جانتا ہے کہ اگر وضو کریگا نماز جاتی رہے گی تیمم سے بنا کرنا جائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک تیمم نہ کرے اور اگر تیمم سے شروع کی تھی اور تیمم سے بنا کی سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر نماز جنازے کی فوت ہونیکا خوف ہے تیمم جائز ہے ف باوجود اس کے کہ صحیح اور تندرست ہے اور پانی موجود ہے ص مگر ولی کو جائز نہیں ف یعنی اُس جنازے کا جو ولی ہو اُسکو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ لوگ اُس کا خود

انتظار کریں گے ص اور اگر خوف فوت نماز جمعہ یا کسی ایک نماز کا پانچ نمازوں میں سے ہو تو تیمم جائز نہیں اور دو بار ہاتھ مارنا تیمم میں فرض ہے ایک
تو واسطے مسح کرنے مُنھ کے اور دوسرے واسطے مسح کرنے دونوں ہاتھوں کے مع کہنیوں کے ف اور یہی ہے قول امام شافعی صاحبؒ کا بھی اور امام احمدؒ کے
نزدیک ایک بار ہاتھوں کو مارے اور اُس سے مسح مُنھ اور ہاتھوں کا ہتھیلیوں تک کرے دلیل ہمارے مذہب کی ایک تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر
گذری اور دوسری دلیل حدیث عمار بن یاسرؓ کی ہے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو سو مارا ہتھیلیوں اپنی کو اوپر مٹی کے اور نہ جھاڑا مٹی سے کچھ سو
مسح کیا مُنھ اپنے کا ایک بار پھر مارا ہتھیلیوں اپنی کو مٹی پر سو مسح کیا ہاتھوں اپنے کو روایت کیا اسکو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اور تیسری دلیل حدیث ابی ہریرہؓ کی جو اوپر
بروایت ابن الجوزی گذری اور سند اُسکی ضعیف ہے اور چوتھی دلیل حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کہ ایک شخص گذرا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک گلی میں
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیخانے یا پیشاب سے نکلے تھے تو سلام کیا اُس شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نہ جواب دیا اُسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاںتک
کہ قریب ہوا وہ شخص کہ چھپ جاوے کسی گلی میں تو مارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اپنے اوپر دیوار کے اور مسح کیا اُن سے اپنے مُنھ پر پھر مارا دوسری
بار سو مسح کیا ہاتھوں اپنے کو کہنیوں تک پھر جواب دیا سلام کا اُس شخص کو اور فرمایا کہ جواب سلام دینے سے بے وضو ہونا مجھے مانع آیا تھا روایت کیا اسکو ابو داوٗدؒ
اور ابن جریر طبری نے اور روایت کیا اس حدیث کو طبری نے مختلف الفاظ سے اور حاصل اُن کا یہی ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اُسکی محمد بن
ثابت ہے اور سنن ابو داوٗد میں ہے قَالَ اَبُوْدَاوُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدِيْثًا مُنْكَرًا فِي التَّيَمُّمِ قَالَ ابْنُ دَاسَةَ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ
وَلَمْ يُتَابَعْ مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَلٰى ضَرْبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَرَوَوْهُ فِعْلَ ابْنِ عُمَرَ یعنی کہا ابو داوٗد نے کہ سُنا میں نے
امام احمد بن حنبلؒ سے کہتے تھے کہ روایت کیا محمد بن ثابت نے ایک حدیث منکر کو تیمم میں کہا ابن داسہ نے کہا ابو داوٗدؒ نے کہ نہیں متابعت کیا گیا محمد بن ثابت
بیچ اس قصے کے اوپر دو بار ہاتھ مارنے کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اور روایت کیا ہے اسکو لوگوں نے فعل ابن عمر رضی اللہ عنہ کا انتہیٰ اور اثر ابن عمر رضی اللہ
عنہ کا موقوفاً صحیح ہے اور پانچویں دلیل حدیث اسامہؓ کی اور اُس میں ہے کہ دکھلایا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم ایک بار مارنا واسطے مُنھ کے اور دوسری
بار مارنا واسطے دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اور بھی اخراج کیا اس کا ابن مردویہ وغیرہ نے اور سند میں اسکی ربیع بن
بدر ضعیف ہے لیکن وہ معتضد ہے حدیث عمارؓ کی اور چھٹی دلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم دو بار ہاتھ مارنا
ہے ایک بار واسطے مُنھ کے اور ایک بار واسطے دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک روایت کیا اس کو دار قطنیؒ اور حاکمؒ اور بیہقیؒ نے اور اسناد میں اسکی حریش بن
حریث ہے کہا ابو حاتم نے کہ یہ حدیث منکر ہے اور ساتویں دلیل وہ ہے جو روایت کی حاکم اور بیہقی اور طبرانی اور دار قطنی وغیرہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے
جیساکہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور اسناد میں اسکی علی بن ظبیان ہے ضعیف کیا اس کو ابن معین اور قطان نے اور کہا حاکم نے کہ وہ صدوق
ہے اور روایت کی گئی ہے یہ حدیث طریق سلیمان بن داؤد سے اور وہ متروک ہے اور آٹھویں دلیل وہ ہے جو روایت کی دار قطنیؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے
کہ تیمم کیا ہم نے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو مارا ہم نے دونوں ہاتھوں اپنے کو مٹی پاک پر پھر جھاڑا ہم نے ہاتھوں کو پھر مسح کیا ہم نے اُس سے مُنھ اپنے کو پھر
مارا ہم نے دوسری بار سو مسح کیا کہنیوں سے ہتھیلیوں تک اور اسناد میں اسکی سلیمان بن ارقم متروک ہے اور نویں دلیل حدیث ابی اُمامہؓ کی ہے روایت کیا
اس کو طبرانی نے اور اسناد اسکی ضعیف ہے اور امام احمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمارؓ کے لئے کہ کافی تھا تجھ کو یہ اور مارا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہاتھ اپنا زمین پر پھر پھونکا اُس کو اور مسح کیا اُس سے مُنھ اور دونوں کف اپنے کو اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم میں ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ
یعنی تیمم ایک بار ہاتھ مارنا ہے واسطے مُنھ اور کفین کے روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو امام احمدؒ نے اور صحیحین میں بھی اس قسم کی حدیث ہے اور صحیح کیا اکثر
محدثین نے اور اسی طرف گئے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیساکہ کہا محلیٰ شرح مؤطا میں اور بعض تفاسیر میں اور یہ قول مخالف ہے قول امام مالکؒ کے مؤطا ہی میں
قَالَ يَحْيٰى سُئِلَ مَالِكٌ كَيْفَ التَّيَمُّمُ وَاَيْنَ يَبْلُغُ بِهٖ فَقَالَ يَضْرِبُ ضَرْبَةً لِّلْوَجْهِ وَضَرْبَةً لِّلْيَدَيْنِ وَيَمْسَحُهُمَا اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ یعنی کہا یحییٰ نے کہ پوچھے
گئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیفیت تیمم سے اور کہاں تک پہونچاوے اُس کو کہا کہ مارے ایک بار واسطے مُنھ اپنے کے اور ایک بار واسطے دونوں ہاتھوں اپنے کے

ف محمد بن ثابت
ف ربیع بن بدر
ف حریش بن حریث
ف علی بن ظبیان
ف سلیمان بن داؤد
ف سلیمان بن ارقم

اور مسح کرے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک لیکن جواب اس کا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بیان سُنت کا ہے آور فرض اُنکے نزدیک ایک بار ہاتھ مارنا ہے پھر چاہیئے کہ تیمم
مسح کہنیوں کے ہووے جیسا کہ اکثر احادیث میں جو اوپر گذریں موجود ہے آور زہری ۵۱ کے نزدیک مونڈھوں اور بغلوں تک چاہیئے آور یہ مذہب مخالف احادیث
صحیحہ کے ہے اُس پر عمل نہیں چاہیئے ص اور ترتیب ہمارے نزدیک شرط نہیں لیکن استحباب شرط ہے یہاں تک کہ اگر کچھ تھوڑا سا باقی رہیگا کہ اُس پر ہاتھ
نہ پھر جاوے تیمم جائز نہ ہوگا ف کیونکہ تیمم قائم مقام ہے وضو کا تو جو حکم وضو کا ہے وہ تیمم کا بھی ہوگا ص اور اچھا طریق مسح ہاتھوں کا اس طرح پر ہے کہ چھنگلیا
کی طرف سے تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی لیکے مع تھوڑی ہتھیلی کے اوپر ظاہر سیدھے ہاتھ کی اُنگلیوں کے سروں سے کہنیوں تک کھینچے بعد اُسکے اُنگلی شہادت
اور انگوٹھے اور باقی ہتھیلی سے باطن ہاتھ کا مسح کرے اُنگلیوں کے سروں تک آور اسی طرح پھر بائیں ہاتھ کو مسح کرے پھر اگر اُنگلیوں کے اندر غبار نہ پہونچا ہو
تو خلال کرنا واجب ہے تو اب تیسری بار ہاتھ مارنا پڑے گا واسطے خلال کے طرفین کے نزدیک جائز ہے تیمم اُس چیز سے کہ جو جنس زمین سے ہو اور پاک ہووے
جیسے خاک اور ریگ اور پتھر اور سُرمہ اور ہرتال وغیرہ جو زمین کی قسم سے ہیں اگر چہ بغیر غبار کے ہوں آور چاندی سونے کے ساتھ تیمم جائز نہیں مگر جب
گرد آلودہ ہوں آور اسی طرح گیہوں اور جَو سے بھی جائز نہیں مگر یہ کہ گرد آلودہ ہوں آور اُس جگہ جہاں نجاست پڑی تھی اور وہ خشک ہوگئی تیمم جائز نہیں
اور نماز جائز ہے ف نماز اسواسطے جائز ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زَکوٰۃُ الْاَرْضِ يُبْسُهَا یعنی زکوٰۃ زمین کی خشک ہونا ہے اُسکا اور یہ حدیث
پہچانی نہیں گئی آور تیمم اسواسطے جائز نہیں کہ قرآن شریف میں طیب کی بھی قید ہے آور خبر واحد مقابل نص قطعی کے نہ ہوگی آور صحیح حجت پکڑنا ہے اس حدیث سے
جیسا کہ کہا بعض محققین ۵۲ نے عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتَقْبَلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمْ يَرُشُّوْا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالْاِسْمٰعِيْلِيُّ فِيْ صَحِيْفِهٖ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ وَالْبَيْهَقِيُّ ترجمہ تھے کُتّے پیشاب کرتے اور آتے جاتے تھے
مسجد میں حضرتؐ کے وقت میں پس نہ پانی ڈالتے کسی پر اُسمیں سے ص اور راکھ سے بھی درست نہیں آور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک تیمم جائز نہیں ہوتا
مگر خاک اور ریگ سے آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں مگر خاک سے ف دلیل امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا یعنی پس قصد کرو صعید طیب کا آور صعید نام ہے روے زمین کا برابر ہے کہ مٹی ہو یا ریت یا کنکر پتھر وغیرہ کہا زجاج نے جو عالم ہے
لغت کا لَا اَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ اَهْلِ اللُّغَةِ فِيْ ذٰلِكَ یعنی نہیں جانتا ہوں میں خلاف درمیان اہل لغت کے اسمیں آور اسی طرح بیضاوی نے باوجود اسکے
کہ شافعی مذہب ہے معنی صعید کے مٹی نہیں لکھے آور قاموس میں ہے اَلصَّعِيْدُ التُّرَابُ اَوْ وَجْهُ الْاَرْضِ یعنی صعید مٹی ہے یا روئے زمین اگر کوئی کہے
کہ جب صعید کے موافق تفسیر صاحب قاموس کے دو معنی ہوئے سو کہاں سے معلوم ہوا کہ صعید سے اس جگہ مراد روئے زمین ہے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ ۵۳ میں کہ نہیں ارادہ کرتا ہے اللہ کہ کرے تم پر حرج آور تراب کی قید لگانے میں حرج ہے آور حدیث سے بھی امام ابوحنیفہؒ کی
دلیل ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گردانی گئی واسطے میرے زمین سب مسجد اور پاک کرنیوالی روایت کیا اسکو بیہقی نے سند صحیح سے ابی امامہ رضہ سے
آور یہی مضمون صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور طبرانی میں ہے آور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو شخص میری اُمت سے پاوے نماز کو سو نزدیک اُس کے مسجد ۵۴
اور پاک کرنیوالی اُسکی ہے آور روایت ابن الجارود اور ابن المنذر میں ہے روایت انس رضی اللہ عنہ سے جُعِلَتْ لِيْ كُلُّ اَرْضٍ طَيِّبَةٍ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا
یعنی گردانی گئی واسطے میرے سب زمین پاک مسجد اور پاک کرنیوالی آور دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صَعِيْدًا
طَيِّبًا اَیْ تُرَابًا مُنْبِتًا یعنی مٹی اُگانے والی ہے آور جواب یہ ہے کہ حدیث پہچانی نہیں گئی کہا شیخ ابن حجر نے تخریج ہدایہ میں لَمْ اَجِدْهُ لٰكِنْ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ
وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْهُ اَطْيَبُ الصَّعِيْدِ تُرَابُ الْحَرْثِ یعنی روایت کی بیہقی نے اور ابن ابی حاتمؒ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ کہا اُنھوں نے
زیادہ پاک صعید مٹی کھیت کی ہے آور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی مٹی پاک ہے وھو المطلوب آور امام ابو یوسفؒ نے ریگ سے تیمم زیادہ کیا ہے اُس
حدیث سے جو بروایت ابن الجوزی اوپر گذری اور وہ حدیث ضعیف ہے واللہ اعلم بالصواب ص باوجود قدرت کے زمین پر غبار سے تیمم جائز ہے اگر کسی نے
جھاڑو دی یا گیہوں ۵۵ ناپے یا دیوار گرائی اور اُس کے ہاتھوں اور منھ پر غبار جا اور پھر اُس نے اُس کے اوپر ہاتھ مَل لیا تیمم درست ہوگیا اور بغیر ہاتھ مَلے درست

۵۰ زہری سے مراد ابن شہاب زہری ہیں ۱۲ ۵۱ کہا ابن طاہر فتنی نے لا اصل لہ فی المرفوع یعنی اصل اسکی مرفوع نہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ ۵۲ مراد اس سے قاضی ثناء اللہ صاحب ہیں ۱۲ منہ رح ۵۳ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ۱۲ ۵۴ مسجد سے مراد جائے سجود ہے اور پاک کرنیوالی دونوں سے مراد زمین ہے ۱۲ منہ
۵۵ عرب میں گیہوں ناپ کے پیمانوں میں فروخت ہوتے ہیں اس لئے گیہوں ناپے لکھا گیا ۱۲ منہ رح

نہ ہوگا اور نیت ادائے نماز کی تیمم میں فرض ہے آور امام زفرؒ کے نزدیک فرض نہیں پس اگر کسی شخص کو دو حدث ہوں جیسے جنابت اور حدث دونوں کی نیت کرے تو ایک تیمم کافی ہو جاوے گا آور اگر ایک کی نیت کرے دوسرے حدث سے کفایت نہ کرے گا ف نیت اسواسطے فرض ہے کہ تیمم قصد کے معنوں میں ہے آور امام زفرؒ کہتے ہیں کہ تیمم قائم مقام وضو کے ہے سو جب وضو میں نیت فرض نہ ہوئی تو تیمم میں بھی فرض نہ ہوگی آور جواب اس کا یہ ہے کہ خلف کو جمیع احکام میں مثل اصل کے ہونا ضرور نہیں ص اگر کافر نے واسطے اسلام کے تیمم کیا اور مسلمان ہوا نماز اُس تیمم سے درست نہیں نزدیک طرفینؒ کے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک نماز پڑھنا اُس تیمم سے جائز ہے اور اگر کسی نے تیمم کیا واسطے نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے تو اُس تیمم سے فرض نمازوں کا پڑھنا درست ہے آور اگر واسطے قرآن شریف چھونے کے یا مسجد میں داخل ہونے کے تیمم کیا نماز اُس سے درست نہ ہوگی بلکہ داخل ہونا مسجد کا اور چھونا قرآن کا اُسکے لئے جائز ہو جاویگا آور اگر کافر نے بے نیت کے وضو کیا اور پھر مسلمان ہوا تو نماز اُس سے جائز ہوگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور اسی طرح اگر ساتھ نیت کے بھی کیا تب بھی خلاف ہے آور تیمم درست ہے نماز کے وقت میں آور وقت سے پیشتر بھی درست ہے آور امام شافعیؒ کے نزدیک قبل وقت کے درست نہیں ف دلیل ہماری یہ ہے کہ تیمم جب خلیفہ مطلق ٹھہرا وضو کا تو قبل وقت کے بھی جائز ہوگا آور قول حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ صعید طیب پاک کرنے والی ہے واسطے مسلمان کے اگرچہ نہ پائے پانی دس برس اُس کے اوپر دلالت کرتا ہے آور اس حدیث کو روایت کیا ترمذیؒ اور ابو داوُدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے ص اگر دو برتنوں میں پانی بھرا ہے اور اُن میں ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہے اور مُصلّی نہیں جانتا کہ نجس کون ہے اور پاک کون ہے تو اس صورت میں ہمارے نزدیک تیمم کرے آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو کرے اگر ایک شخص نے پانی اپنے ساتھی سے مانگا اور اُس نے نہ دیا تیمم اُس کو جائز ہے آور اگر بعد نماز پڑھنے کے دیا تو نماز جائز ہے نماز کو پھر نہ پڑھے اور تیمم اُس کا اب ٹوٹ جاویگا ف اگرچہ وقت نماز کا باقی ہو آور مذہب عطاء اور طاؤس اور مکحول اور ابن سیرین اور زہری کا یہ ہے کہ نماز کا پھر لوٹانا واجب ہے اگر وقت باقی ہے دلیل ہماری یہ ہے جو روایت کی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ دو شخص نکلے سفر میں اور وقت آیا نماز کا اور پانی اُن کے پاس نہ تھا سو تیمم کیا صعید طیب پر اور نماز پڑھ لی پھر پانی پایا اُن دونوں نے اور وقت باقی تھا سو ایک نے اُن میں سے نماز پھر پڑھی اور دوسرے نے نہ پڑھی اور آئے دونوں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اور دونوں نے یہ بات عرض کی سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو جس نے پھر نماز نہیں لوٹائی تھی کہ پہونچا تو سنّت کو اور جس نے پھر پڑھی تو اُس سے فرمایا کہ تجھے دوبارہ اجر ہے اخراج کیا اس حدیث کو ابو داوُد اور نسائی اور حاکم اور دارمی نے ص اور اگر اُس نے اپنے رفیق سے پانی نہ مانگا اور تیمم سے نماز پڑھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جائز ہوئی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں درست ہوئی آور ہدایہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور مبسوط میں ہے کہ اگر اُس نے بغیر مانگے نماز پڑھی نماز درست نہ ہوگی آور بھی مبسوط میں ایک جگہ لکھا ہے کہ اپنے رفیق سے پانی مانگے مگر قول حسنؒ بن زیاد پر نہ مانگے کہ مانگنا ذلّت کی بات ہے اور اسمیں حرج ہے آور تیمم واسطے دفع حرج کے ہے آور جواب اس کا یہ ہے کہ پانی وضو کا اکثر خرچ کیا جاتا ہے اور جو چیز کہ احتیاج کی ہے اُس کے مانگنے میں کچھ ذلّت نہیں آور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حاجتیں اپنی غیروں سے مانگی ہیں آور زیادات میں لکھا ہے کہ ایک شخص مسافر تیمم سے نماز پڑھ رہا ہے اور دیکھا اُس نے کہ ایک شخص کے پاس بہت سا پانی ہے اور اُس کو گمان غالب ہوا کہ نہ دیگا یا شک ہوا نماز پڑھ لیوے اور نہ توڑے اس لئے کہ صحیح ہوا شروع اُس کا پس قطع نہ کرے شک سے اور جب کہ باہر نماز کے دیکھا تو بغیر مانگے نماز پڑھنا اُس کو تیمم سے درست نہیں کیونکہ قدرت اور عجز مشکوک فیہ ہیں آور اگر نماز کے اندر گمان غالب یہ ہوا کہ دیگا تو نماز توڑے اور پانی مانگے اور بھی زیادات میں ہے کہ اگر بعد فارغ ہونے کے نماز سے پانی اُس سے مانگا اگر اُس نے دیدیا نماز پھر پڑھے یا قیمت دستور کے مطابق مانگے اور اگر اُس کو اُس پر قدرت ہے پانی لیوے اور نماز پھر دُہراوے اور اگر اُس نے انکار کیا نماز اُسکی ہو گئی آور بعد انکار کے پھر اگر دیدیا نماز کو پھر نہ پڑھے لیکن تیمم ٹوٹ جاویگا آور اگر اُس نے نماز میں پانی دیکھا اور گمان کیا کہ نہ دیگا یا شک کیا اور توڑ دیا نماز کو تو اگر پانی دیا تو تیمم باطل ہو گیا اور اگر انکار کیا تو تیمم باقی ہے آور اگر گمان غالب ہے کہ دیگا اور پھر نماز نہ توڑی اور پوری پڑھ لی پھر بعد نماز کے مانگا تو اگر دیا نماز باطل ہوئی اور اگر انکار کیا تو نماز تمام ہوئی آور ایک تیمم فرض و نفل جو چاہے پڑھے ف یعنی ایک تیمم سے

چاہے دو نمازیں یا زیادہ فرض پڑھے ایک وقت میں یا کئی وقتوں میں اور جتنی چاہے نفل پڑھے خواہ وہ نفل اُس فرض کی تبعیت میں ہوں یا نہ ہوں آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک تیمم سے دو نمازیں پڑھنا جائز نہیں اور اسی طرح نفل بھی مگر جو فرض کی تبعیت میں ہو دلیل ہماری یہ حدیث ہے کہ زمین پاک کرنیوالی ہے مسلمان کی اگرچہ نہ پاوے پانی دس برس روایت کیا اس کو بہت ائمۂ حدیث نے جیسا کہ اوپر گذرا آور امام شافعیؒ دلیل پکڑتے ہیں قول ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ بِالتَّیَمُّمِ اَکْثَرَ مِنْ صَلٰوۃٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی سُنّت سے یہ بات ہے کہ نہ پڑھی جاوے ساتھ تیمم کے اکثر ایک نماز سے اَخْرَجَہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ رافعی نے کہا ہے کہ سُنّت جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا تو وہ مانند حدیث مرفوع کے ہے آور ایسا ہی ہے اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور مروی ہے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہ وہ تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے آور ایسا ہی فتویٰ دیتے تھے قتادہؒ روایت کیا اس کو دارقطنی نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے روایت کیا اس کو بیہقی نے اور جواب اس کا یہ ہے کہ اس میں سے کوئی اثر صحیح نہیں ہوا کیونکہ اثر ابن عباسؓ میں کہا ابن الجوزی نے کہ روایت کیا ہے ابویحییٰ نے حسن بن عمارہ سے اور وہ دونوں متروک ہیں اور کہا کہ حسن بہت ضعیف ہے آور اثر حضرت علی رضی اللہ میں حجاج بن ارطاۃ ہے ترک کیا اُس کو عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید قطان نے آور کہا احمد اور دارقطنی نے کہ حجت نہیں پکڑی جاتی وہ اُس سے آور کہا یحییٰ بن معین اور نسائی نے کہ وہ قوی نہیں آور اثر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اسمیں انقطاع ہے آور اثر ابن عمرؓ کا اسناد میں اسکی عاصم احول ہے ضعیف کیا اُسکو احمد وغیرہ نے آور توثیق کی اسکی ابو حاتم نے اور مسلم نے پھر بھی معارض حدیث مرفوع کا نہیں ہوسکتا ہے کَمَا ذُکِرَ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ آور بھی اسکا حمل استحباب پر کرسکتے ہیں آور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق کہ سُنّت سے ہے یعنی واجب نہیں مستحب ہے علاوہ اس کے کہا محدث فیروز آبادی شافعی نے سفر السعادۃ میں وَلَمْ نَجِدْ فِیْ حَدِیْثٍ صَحِیْحٍ اَنَّہٗ یَتَیَمَّمُ لِکُلِّ فَرِیْضَۃٍ تَیَمُّمًا جَدِیْدًا بَلْ اَمَرَ بِہٖ مُطْلَقًا وَّاَقَامَہٗ مَقَامَ الْوُضُوْءِ یعنی نہیں پایا ہم نے کسی حدیث میں کہ حضرتؐ تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے بلکہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کا مطلقًا اور قائم کیا اسکو مقام وضو کے انتہیٰ اور روایت کی امام ابوحنیفہؒ نے حماد سے اُنھوں نے ابراہیم سے ایسا ہی آور یہی قول ہے حسن اور عطاء کا ص جو چیز کہ وضو کو توڑتی ہے تیمم کو بھی توڑتی ہے اور پانی پانا اتنا کہ اُسکی طہارت کو کافی ہو تیمم کو توڑتا ہے تو اگر اُس شخص نے موافق وضو کے پانی پایا اور وضو نہ کیا اور پھر پانی نہ ملا تو پہلا تیمم اُس کا ٹوٹ گیا اب دوسرا تیمم کرے آور جنب نے اگر تمام بدن کو دھویا مگر پیٹھ اُسکی باقی رہی اور پانی ہوچکا بعد اُس کے حدث ہوگیا اور دونوں حدث کے لئے ایک تیمم کیا بعد اس کے اتنا پانی پایا کہ وضو اور پیٹھ دونوں کے دھونے کو کفایت کرتا ہو تو تیمم دونوں حدثوں کا باطل ہوگیا آور اگر پانی اتنا ہے کہ نہ وضو کو کفایت کرتا ہے نہ پیٹھ دھونیکو تیمم دونوں حدثوں کا باقی رہا آور اگر فقط غسل کو کفایت کرتا ہے غسل کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا اور وضو کے حق میں باقی ہے یا فقط وضو کے لئے کفایت کرتا ہے پیٹھ دھونے کو کفایت نہیں کرتا ہے وضو کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا اور غسل کے حق میں باقی ہے آور اگر اتنا پانی ہے کہ اُس سے فقط وضو ہوسکتا ہے یا فقط پیٹھ کا دھونا دونوں نہیں ہوسکتے تو پہلے پیٹھ کو دھووے جو اُس غسل میں باقی رہی تھی اب وہ جو تیمم واسطے حدث کے تھا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ٹوٹ گیا اب پھر تیمم کرے آور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہی تیمم کافی ہے اور اگر اُس نے پہلے تیمم کرلیا حدث کا اور بعد اُس کے پیٹھ کو دھویا اس میں بھی دو روایتیں ہیں ایک روایت میں پھر تیمم کرے اور دوسری روایت میں وہ تیمم کافی ہو جاویگا اور اگر اُس نے اُس پانی سے پیٹھ کو نہ دھویا بلکہ پہلے وضو کیا جنابت کے حق میں اُس کا تیمم ٹوٹ گیا دونوں روایتوں میں اب پھر تیمم کرے یہ جب ہے کہ دونوں حدثوں کے لئے ایک تیمم کیا ہو آور اگر مُصلّی نے دو تیمم کیے تھے ایک واسطے جنابت کے اور دوسرا واسطے حدث کے اور پھر پانی اگر اتنا پایا کہ دونوں کے لئے کافی ہو دونوں تیمم ٹوٹ جاویں گے اور اگر ایک کے لئے بھی کافی نہیں کوئی تیمم نہ ٹوٹے گا اور اگر دونوں میں سے ایک کے لئے کافی ہے پہلے جنابت کو دفع کرے اور باقی سب وہی صورتیں ہیں اور وہی حکم ہیں جیسا کہ اوپر گذرا اور اگر مصلّی نے تیمم واسطے جنابت کے کیا اور پھر اُس کو حدث ہوا اور ابھی تیمم حدث کا نہیں کیا ہے اور پانی پایا اگر دونوں کے واسطے کافی ہے جنابت کا تیمم ٹوٹ گیا اور اب غسل اور وضو کرے آور اگر اتنا پانی ہے کہ کسی کے واسطے کافی نہیں جنابت کا تیمم باقی رہا اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور مستحب یہ بات ہے کہ اُس پانی سے جتنی پیٹھ دھوئی جاوے دھووے تا کہ جنابت کم ہووے ف چلپی نے اس مقام پر لکھا ہے کہ یہ پاک پانی کا ضائع کرنا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اگر شاید آگے

ابویحییٰ ۔ حسن بن عمارہ ۔ حجاج بن ارطاۃ ۔ عاصم احول

۵۱ واسطے وجوب صرف پانی کے پیٹھ دھونے میں ۱۲

۵۲ پیٹھ باقی رہی یا کوئی اور عضو یہ صرف واسطے مثال کے ہے ۱۲ منہ

۵۳ اس لئے کہ جنابت نجاست غلیظہ زیادہ ہے دفع اس کی مقدم ہے ۱۲

۵۴ اس لئے کہ جنابت دفع نہ ہوئی ۱۲

بجا کے اُس نے پھر تھوڑا سا پانی پایا کہ بقیہ پیٹھ کو کفایت کرتا ہے تو جنابت اُسکی دفع ہو جاویگی تو اگر پہلے پانی سے پیٹھ نہ دھولیتا تو یہ پانی کفایت نہ کرتا کذا فی فتاویٰ قاضیخان
اصل اور اگر اتنا پانی پایا کہ پیٹھ کے واسطے کافی ہے دھولے اور جنابت کا تیمم ٹوٹ جاویگا اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور اگر پیٹھ کو کافی نہیں وضو کو کافی ہے وضو کرے اور جنابت کا تیمم باقی رہے گا اور اگر دونوں میں سے ایک کے لئے کافی ہے تو جنابت میں سے جو باقی ہے اُس کو دھووے اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور اگر وضو کر لیا جائز ہے اور تیمم جنابت کا پھر کرے اور اگر وضو نہ کیا اور پہلے اُس نے حدث کا تیمم کیا بعد اس کے پیٹھ دھوئی اب پھر تیمم حدث کا کرے یا نہ کرے اس میں دو روایتیں ہیں زیادات کی روایت میں پھر تیمم حدث کا کرے اور اصل کی روایت میں پھر نہ کرے اور اگر اُس کے بدن یا کپڑے پر ایک درم سے نجاست زیادہ ہووے تو پہلے نجاست کو دھووے اور جنابت کے لئے تیمم کرے مسئلہ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو کہ تیمم کرتی تھی پانی مباح کر دیا مثلاً کہدے کہ اے جماعت تیمم کرنیوالو یہ پانی تمھارے واسطے مباح ہے جو شخص تم میں سے چاہے اس سے وضو کرے اور وہ پانی ایک شخص کے وضو کے موافق ہے سب کا تیمم باطل ہو جاویگا تو اس صورت میں جب ایک شخص اُس سے وضو کرلے گا سب لوگ پھر اپنا تیمم دوبارہ کریں کیونکہ ہر شخص کو اکیلے اکیلے قدرت پانی پر ہو گئی تھی اور اگر کہے کہ اتنا پانی میں نے تم سب کو دیا اور اُنھوں نے لے لیا تو کسی کا تیمم نہ جاویگا کیونکہ اُس پانی میں سب کا حصہ ہے اور اتنا پانی نہیں جو سب وضو کریں تو گویا کسی نے پانی موافق اپنی طہارت کے نہ پایا پھر اگر وہ سب مل کے سارا پانی ایک شخص کو دیدیں امام اعظمؒ کے نزدیک تیمم اُس کا باطل نہ ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہو جاویگا اور تفصیل اصل کتاب میں ہے اگر تیمم کرنے والا مرتد یعنی کافر ہو جاوے معاذ اللہ تو تیمم اُس کا نہ ٹوٹے گا تو اگر پھر اسلام لائے اور تیمم اُس کا باقی ہو اُس تیمم سے نماز درست ہے اگر کسی شخص کو اُمید پانی ملنے کی ہو مستحب ہے اُس کو نماز کا تاخیر کرنا آخر وقت تک اور اگر اول وقت میں اُس نے نماز تیمم سے پڑھ لی اور پھر پانی پایا اور وقت باقی ہے پھر نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر گمان ہو کہ پانی یہاں سے ایک غلوہ ہے ڈھونڈھنا پانی کا واجب ہو جائیگا اور غلوہ تین سَو گز سے چار سَو گز تک ہوتا ہے اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر پانی اتنا دور ہو کہ پانی لانے سے قافلہ غائب ہو جائیگا تیمم جائز ہے اور صاحب محیط نے اس کو اچھا کہا ہے اور اگر مسافر کے اسباب میں پانی ہووے اور وہ بھول جاوے اور تیمم سے نماز پڑھ لے پھر پانی یاد آوے اگرچہ وقت موجود ہو نماز پھر نہ پڑھے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک پھر پڑھے اور یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ اُس نے پانی کو خود یا غیر نے اُس کے حکم سے رکھا ہو اور جس کو غیر نے بغیر حکم اُس کے کے رکھا ہے بعضوں نے کہا تیمم اُسکو سب کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس صورت میں بھی اختلاف ہے ایسا ہی لکھا ہے ہدایہ میں اور اگر وضو کا مانع بندوں کی طرف سے ہووے تیمم جائز ہے جیسے مسلمان کافروں کے قبضے میں ہوں اور وہ وضو سے منع کریں یا قید میں ہوں اور اگر کسی شخص نے مُصلّی سے کہا کہ اگر تو نے وضو کیا تو قتل کرونگا تیمم اُس کو جائز ہے مگر جب وہ شخص چلا جاوے اور مانع جاتا رہے نماز کو پھر وضو سے پڑھنا چاہیئے ایسا ہی ہے ذخیرہ میں

ص باب مسح موزوں کے بیان میں

مسح موزے کا احادیث مشہورہ سے جائز ہے یعنی ثابت ہے اُس سے زیادتی قرآن مجید پر جائز ہے اور قرآن شریف سے دھونا پیر کا ثابت ہے ف اس باب میں حدیثیں بہت آئی ہیں صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر کے واسطے مسح کی مدت تین دن اور تین رات مقرر کی اور مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ابو بکرؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علامت اہل سُنت میں مسح خفین کو داخل کیا ہے اور عقائد میں درج کیا ہے فرمایا ونمسح علی الخفین فی السفر والحضر یعنی مسح کرتے ہیں ہم اوپر موزوں کے سفر اور حضر میں اور کہا امام صاحبؒ نے کہ نہیں حکم کیا میں نے ساتھ مسح کے یہاں تک کہ آیا میرے پاس مانند روشنی دن کے اور ایسا ہی سب ائمہؒ سے مروی ہے اور اتفاق کیا اس پر ائمہ اربعہؒ نے اور جو مسح موزے کا جائز نہیں رکھتا وہ بدعتی ہے اور اس باب میں قریب تیسؓ صحابیوں سے روایت ہے اور متواتر المعنی بعض لوگوں نے اس حدیث کو گنا ہے تفصیل اسکی حاشیہ شیخ ابن الہمام وغیرہ میں مذکور ہے جس کا جی چاہے ملاحظہ کرے اور یہاں بسبب

اختصار کے ترک کیا ص بے وضو کو واسطے حدث کے موزے پر مسح درست ہے اور جنب ہو تو مسح جائز نہیں ف کیونکہ روایت ہے صفوانؓ بیٹے عسال سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم کرتے تھے ہم کو جبکہ ہوتے ہم سفر میں یہ کہ نہ اُتاریں موزوں اپنے کو تین رات اور تین دن تک مگر جنابت سے اور نہ اُتاریں پیشاب اور پیخانے اور سونے سے روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی رحمہما اللہ نے ص اور صورت اسکی یہ ہے کہ جنب نے تیمم کیا بعد اس کے حدث ہوا اور اُس کے پاس وضو کے موافق پانی ہے اُس نے وضو کر کے موزہ پہنا بعد اُس کے موافق غسل کے پانی پایا اور غسل نہ کیا اور پھر پانی گم ہو گیا پھر پانی مقدار وضو کے پایا سو اُس نے پھر تیمم کیا واسطے جنابت کے تو اگر اب حدث کرے تو وضو کرے اور موزہ اُتارے اور پھر پاؤں دھووے اسواسطے کہ جنابت اُس کے پاؤں پر ہو گئی تھی بسبب گذرنے کے پانی پر آور سنت مسح موزے میں یہ ہے کہ تین انگلیوں تر سے ہاتھ کی کشادہ کر کے پاؤں کی انگلیوں کے سرے سے پنڈلی تک تین خط موزے پر کھینچے آور اگر اُنگلیاں کشادہ نہ کیں مگر مقدار تین انگلیوں ہاتھ کے مسح کیا جائز ہوا آور اگر پہلے ایک اُنگلی تر کی اور مسح کیا اور پھر اسکو تر کیا اور مسح کیا اور پھر اس کو تر کیا اور مسح کیا اور تینوں بار علٰحدہ علٰحدہ جگہ پر مسح کیا تو درست ہے لیکن اگر تینوں بار ایک ہی جگہ کھینچا درست نہیں آور اگر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے جبکہ کشادہ ہوں مسح کیا جائز ہے اس لئے کہ اُس کے درمیان میں جگہ ایک اُنگلی کی ہے آور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مسح موزے سے پوچھے گئے فرمایا آپ نے ہاتھ کی انگلیوں کو سر موزہ پر رکھے مع ہتھیلی کے پنڈلی تک کھینچ لے آور اگر انگلیوں کے سرے سے مسح کیا اور جڑ انگلیوں کی موزے پر نہ لگی درست نہیں مگر جبکہ موزہ وقت رکھنے انگلیوں کے اتنا تر ہو جاوے کہ جتنا واجب ہے اور وہ مقدار تین انگلیوں ہاتھ کے ہے تو جائز ہے آسی طرح لکھا ہے محیط میں آور ذخیرے میں لکھا ہے کہ اگر اُنگلیوں سے قطرے بہتے ہوں درست ہے اور مسح سُنت ہے طرف ہتھیلی سے آور اگر ہتھیلی کی پشت سے مسح کیا جائز ہوا آور پیر کی انگلیوں کی طرف سے مسح شروع کرنا سُنت ہے لیکن اگر پنڈلی سے شروع کرے گا درست ہو جاوے گا آور اگر مسح کو بھول گیا اور مینھ کا پانی اُس کے موزے کی پیٹھ پر پڑا مسح درست ہو گیا آور اسی طرح اگر سر کا مسح بھول گیا اور پانی اُس کے سر پر پڑا مسح درست ہے آور اگر گھانس میں چلا اور ظاہر موزے کا تر ہو گیا اگرچہ شبنم سے ہووے درست ہے اور یہی صحیح ہے آور مسح ظاہر موزے پر کرے ف ظاہر موزے سے مراد اوپر موزے کے ہے اور باطن سے مراد نیچے موزے کے ہے جیساکہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے آور روایت کی ابو داؤدؒ نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اگر کاروبار دین کا عقل پر ہوتا نیچے موزے کا اولٰی تھا مسح کرنے میں اوپر اُس کے سے آور امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اوپر موزے کے مسح کرنا واسطے ادائے فرض کے ہے اور نیچے موزے کے واسطے ادائے سُنت کے ہے آور جو حدیث اس باب میں مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ وضو کرایا میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوۂ تبوک میں سو مسح کیا آپ نے اوپر موزے کے اور نیچے اُسی موزے کے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث معلول ہے اور اتصال اسکی سند کا مغیرہؓ تک ثابت نہیں ہوا کہا ترمذیؒ نے پوچھا میں نے بخاریؒ اور ابو زرعہؒ سے اس حدیث کو دونوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ابو داؤدؒ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ آور بعض طریقوں میں امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ کے علیٰ ظاہرہما کا لفظ واقع ہے یعنی مسح کیا اوپر ظاہر موزوں کے ص اور موزہ اُسے کہتے ہیں جو ٹخنے کو چھپاوے اور پیر کی جو چھوٹی اُنگلیاں ہیں اُس میں سے اگر تین اُنگلیوں کے برابر ظاہر ہو گا مسح درست نہیں اور اگر اُس سے کم ہے درست ہے آور اگر موزہ ڈھیلا ہے کہ اوپر سے دیکھنے میں پاؤں دکھلائی دیتا ہے مسح اُس پر جائز ہے آور جرموق پر مسح جائز ہے آور جُرموق اُسے کہتے ہیں جو موزے کے اوپر پہنے جاتے ہیں واسطے حفاظت موزے کے کیچڑ اور نجاست وغیرہا سے تو اگر چمڑے کے ہیں یا مانند اُس کے اُن پر مسح جائز ہے اگرچہ فقط جرموق ہوں اور موزہ اُس کے نیچے نہ ہو آور اگر کپڑے کے ہیں یا مانند اُس کے تو اگر اُن کے تئیں اکیلے بغیر موزوں کے پہنا ہے مسح جائز نہیں آور اسی طرح اگر موزے بھی اُس کے نیچے ہوں تب بھی جائز نہیں لیکن اگر تری اُس کی موزے کو پہونچ جاتی ہے تو مسح جائز ہے تو اگر جرموق چمڑے کے ہیں یا مانند اُس کے اور موزوں پر مسح کر کے بعد حدث کے اُن کو موزوں پر پہنا مسح اُن پر درست نہیں موزوں پر کرے آور اگر قبل حدث کے اُن کو پہنا اور مسح کیا اُن پر پھر جُرموق کو اُتار ڈالا اور موزوں کو نہ اُتارا موزوں پر پھر مسح دوبارہ کرے اور دو تہ کے موزے پر اگر مسح کیا بعد اُسکے ایک تہ کو اُتارا دوسری تہ پر پھر مسح کرنا واجب نہیں ہے آور اگر ایک پیر کے جرموق کو اُتارا اُس کے موزے پر مسح کرے اور دوسرے پیر کے جرموق پر بھی

صفوان بن عسال

حدیث معلول

دوبارہ مسح کرے اور امام ابی یوسفؒ سے مروی ہے کہ دوسرا جرموق بھی اُتار ڈالے اور مسح کرے دونوں پیر کے موزوں پر **ف** مسح جرموق پر اسواسطے درست ہے کہ روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے تھے اور مسح کرتے تھے عمامے اور جُرموقوں پر **ص** اور جورب پر مسح درست ہے اگر سخت ہو اور بغیر باندھنے کے تھم سکے اور نیچے اُس کے چمڑا لگا ہو یا تمام چمڑے کا ہووے تو اگر بغیر باندھے تھم سکتے ہیں لیکن چمڑا اُس میں نہیں لگا ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسح اُن پر درست نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اور مروی ہے کہ امام صاحبؒ نے رجوع کیا صاحبینؒ کے قول کی طرف اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے رحمہم اللہ اجمعین **ف** جورَب اُس کو کہتے ہیں کہ موزے پر بسبب حفاظت سردی کے پہنا جاتا ہے یا اور کسی کے لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جورب پر مسح درست نہیں اور روایت کی احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے مغیرۃ بن شعبہؓ سے کہ مسح کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوربوں پر اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی جورب پر مسح جائز ہے اور یہ حدیث حجت ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مانند اس کے اور ابو داؤدؒ نے بھی اور حدیث ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا جوربوں پر ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اسکی عیسیٰ بیٹے سنان کے ہیں ضعیف کیا اُن کو احمدؒ اور ابن معینؒ اور ابو زرعہؒ اور نسائیؒ وغیرہم نے سنن ابو داؤد میں ہے کہ مسح کیا جوربین پر حضرت علی اور ابن مسعود اور براء بن عازب اور انس بن مالک اور ابو اُمامہ اور سہل بن سعد اور عمرو بن حُریث رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم نے اور روایت کی گئی ہے حضرت عمرؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی **ص** اور مسح موزہ اُسوقت درست ہے کہ بعد پہننے کے وقت حدث کے طہارت تمام ہووے تو اگر اُس نے وضو غیر مرتب کیا جیسے پہلے دونوں پیر دھو کے موزہ پہنا بعد اس کے باقی اعضا دھوئے بعد اُس کے حدث لاحق ہوا پھر اُس نے وضو کیا یا ترتیب سے وضو کیا تو داہنے پیر کو دھو کے موزہ پہنا اور دوسرا پیر دھو کے دوسرا موزہ پہنا بعد اُس کے حدث ہوا تو دونوں صورتوں میں مسح جائز ہے پہلی صورت میں وقت پہننے موزے کے طہارت اُسکی تمام نہ تھی اور دوسری صورت میں وقت پہننے داہنے موزے کے لیکن وقت حدث کے دونوں صورتوں میں طہارت اُس کی پوری ہے اور مسح جائز نہیں ہے عمامے اور ٹوپی اور برقع اور دستانوں پر **ف** امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ کہا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پہونچا ہم کو حضرت جابر رضی اللہ تعالے عنہ سے کہ اُن سے پوچھا لوگوں نے مسح عمامے سے کہا انھوں نے جائز نہیں ہے یہاں تک کہ مسح بالوں کا نہ کرے اور اسی سے اخذ کیا ہے ہم نے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور نافعؒ کہتے ہیں کہ میں نے صفیہ بنت ابی عبید بیوی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وضو کرتی تھیں اور کھینچتی تھیں اوڑھنی اپنی اور مسح کرتی تھیں سر پر اور پہونچا ہے ہم کو کہ اوّل میں مسح اوپر عمامے کے جائز تھا اور پھر منسوخ ہو گیا اور یہی ہے قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور اکثر فقہا ہمارے کا اور ہشام بن عروہؒ سے روایت ہے کہ دیکھا اُنھوں نے اپنے باپ کو کہ اُٹھاتے تھے عمامہ سر سے اور مسح کرتے تھے سر پر اور دستانوں کو بھی عمامے وغیرہ پر قیاس کرنا چاہیئے اور وہ جو مغیرہؓ کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسح کیا اوپر عمامے کے منسوخ ہے اور دلیل نسخ کی قول صحابہ وتابعین ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور کلام اللہ میں ہے وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ یعنی مسح کرو اوپر سروں اپنے کے **ص** اور فرض مسح موزے میں برابر تین اُنگلی ہاتھ کے ہے اور اس سے زیادہ فرض نہیں اور نیت وغیرہ مسح میں فرض نہیں **ف** ہدایہ میں روایت ہے مغیرۃ بن شعبہؓ سے کہ تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونوں ہاتھ اپنے اوپر دونوں موزوں اپنے کے اور کھینچا اُن کو انگلیوں سے اوپر تک ایک بار اور گویا کہ میں نظر کرتا ہوں طرف نشان مسح کے اوپر موزے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ کئی خط تھے اُنگلیوں کے **ص** اور مدت مسح کی مقیم کو وقت حدث کے ایک رات اور ایک دن ہے اور مسافر کو تین دن اور تین رات **ف** مثال اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ظہر کو وضو کیا اور موزے پہنے بعد اُس کے عصر کے وقت حدث ہوا تو اب مدت عصر کے وقت سے لی جائے گی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت میں قبل مذکور ہوئی اور حدیثیں بھی اس باب میں آئی ہیں اور اکثر احادیث کا یہی مضمون ہے کہ مسافر کے واسطے مدت مسح کی تین دن اور تین رات ہے اور مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور ایک روایت ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ مسح جب تک چاہے کرے یعنی کچھ مدت نہیں مگر جنابت سے اُتارے اور یہی قول ہے ابن وقاصؓ کا اور دلیل پکڑتے ہیں اُس سے جو روایت کی حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے اور کہا صحیح ہے کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تم میں سے اپنے موزے پہنے سو نماز پڑھے اُن دونوں موزوں میں اور مسح کرے اُن پر اور نہ اُتارے اگر چاہے اُن کو مگر جنابت سے آور ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو تین دن کی مدت پر حمل کیا ہے آور وہ جو ابن ماجہؒ اور ابو داوٗدؒ نے روایت کی ہے اُبی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ مسح کروں میں موزوں پر فرمایا ہاں کہا ایک دن فرمایا اور دو دن کہا آور تین دن یہاں تک کہ پہونچے سات دن تک سو ابو داوٗد رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل حدیث مذکور میں لکھا ہے وقد اختلف فی اسنادہ ولیس ھو بالقوی یعنی تحقیق اختلاف کیا گیا ہے اسناد میں اسکی اور وہ قوی نہیں آور وہ سے یہ مخالف ہے روایت اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم مثل حضرت علیؓ اور ابو بکرؓ اور صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم کے اگر کوئی کہے کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جس کو حاکمؒ نے صحیح کیا ہے اور دارقطنیؒ نے بھی اس کو روایت کیا ہے معتبر ہے جواب اس کا یہ ہے کہ وہ حدیث محمول ہے تین دن کی مدت پر جیسا کہ گذرا ص جو چیز کہ وضو کو توڑتی ہے مسح کو بھی توڑتی ہے ف کیونکہ پیر دھونا ایک جزء ہے وضو کا اور اُس کا یہ قائم مقام ہے تو جس سے وضو ٹوٹے گا یہ بھی ٹوٹے گا ص اور نکالنا ایک موزے کا بھی مسح کو توڑتا ہے اور پھر دونوں پیر کا دھونا واجب ہو گا کیونکہ جمع غسل اور مسح میں نہیں درست ہے آور جو موزے کے اندر پانی چلا جاوے اور تمام پیر بھیگ جاوے مسح ٹوٹ جاتا ہے آور فقیہ ابو جعفرؒ کے نزدیک اگر اکثر پیر بھیگ جاوے مسح ٹوٹ جاویگا آور جب مدت مسافر اور مقیم کی تمام ہو جاوے دھونا پیر کا اُس پر فقط واجب ہو گا اگر وہ با وضو ہے آور اگر بے وضو ہے تو سارا وضو کرے آور باہر نکلنا اکثر قدم کا موزے سے پنڈلی موزے میں بھی مسح کو توڑتا ہے آور یہی لفظ قدوری کا ہے آور متن وقایہ میں جو لکھا ہے کہ نکلنا زیادہ ایڑی کا مسح کو توڑتا ہے مروی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے آور اگر موزہ موافق تین چھوٹی اُنگلیوں پاؤں کے پھٹ جاوے اور پیر اتنا موزے سے کُھل جاوے مسح جائز نہیں آور اس سے اگر کم پھٹا ہو تو درست ہے آور اگر لمبا پھٹا ہے کہ اس میں تین اُنگلیاں برابر سما جاتی ہیں لیکن اتنا کھلتا نہیں مسح درست ہے اور اگر ملا ہوا ہے لیکن چلنے کے وقت اتنا کُھل جاتا ہے مسح درست نہیں آور جو موزہ سُوت[۵۱] وغیرہ سے بُنا ہوا اور نیچے سے ٹخنا کُھلا ہو اگر سُوت وغیرہ سے باندھ لیا جاوے اس طرح پر کہ کچھ اُسمیں سے کُھلا نہیں رہتا تو اُس پر مسح درست ہے آور اگر کُھلا رہتا ہے تو اگر مقدار تین اُنگلی کے یا زیادہ کُھلا ہو گا مسح درست نہیں ورنہ درست ہے آور اگر ایک موزے میں بہت جگہ پھٹا ہووے کہ جمع کرنے سے تین اُنگلی کے موافق ٹھہرے تو اُس پر مسح درست نہیں آور اگر دونوں موزے پھٹے ہوں اور دونوں جمع کر کے اس قدر ٹھہرے تو مسح درست ہے آور اگر مقیم نے موزے پر مسح کیا اور ایک دن رات گذرنے سے پہلے مسافر ہوا تین رات دن کے بعد اُتارے آور اگر مسافر ایک دن ایک رات گذرنے کے پہلے مقیم ہوا ایک دن اور ایک رات کے بعد اُتارے آور اگر مسافر بعد ایک رات اور ایک دن کے مقیم ہوا یا مقیم بعد ایک دن اور ایک رات کے مسافر ہوا موزے کو پیر سے اُتار کے پھر پیر دھو کے مسح شروع کرے

فصل جبیرہ[۵۲] پر مسح کرنے کے بیان میں

جبیرہ[۵۳] پر مسح درست ہے مُحدِث کو اگرچہ وقت حدث کے باندھی ہو آور جبیرہ کا گرنا مسح کو باطل نہیں کرتا ہے مگر جبکہ زخم اچھا ہو گیا ہو ف جبیرہ پر مسح کرنیکا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم کیا تھا روایت کیا ہے اس کو ابن ماجہؒ نے اور سند اسکی بہت ضعیف ہے آور اسواسطے کہ موزے کے اُتارنے سے زیادہ زخم پر پانی ڈالنا ضرر کرتا ہے آور جب موزے کا مسح درست ہوا تو جبیرہ کا بھی درست ہو گیا آور اگر زخم اچھے ہونے کے بعد جبیرہ گری تو اُس مقام کا دھونا فرض ہووے گا پھر اگر اُس کا وضو ہووے تو فقط اُسی مقام کو دھو ڈالے ص پھر اگر مسح کرنا جبیرہ پر ضرر کرے تو ترک کرنا اُسکا درست ہے ف کیونکہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سر میں زخم لگا تھا اور اُس کو احتلام ہوا تو حکم کیا گیا غسل کا تو اُس نے غسل کیا اور اکڑ کے مر گیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُس کی خبر پہونچی کہا عطا نے کہ پہونچا ہم کو کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاش دھو لیتا تمام بدن اپنا اور چھوڑ دیتا سر اپنا جس جگہ اُس کو زخم لگا تھا روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ وغیرہ نے ص اور اگر ضرر نہ کرے تو اس میں کئی روایتیں ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اُس کے جواز ترک میں اور فتویٰ اس پر ہے کہ ترک کرنا درست نہیں اور اس میں کچھ شرط نہیں ہے کہ جبیرہ طہارت کے وقت

[۵۱] یعنی نمدے یا چمڑے وغیرہ سے بنا یا ہو جو تخمین دموٹا ہو بغیر باندھے ٹھہر سکے ورنہ سُوت کی جراب وغیرہ پر مسح جائز نہیں جیسا قبل اس کے مذکور ہوا ۱۲ عبدہٗ

[۵۲] جبیرہ اُن لکڑیوں کو کہتے ہیں جو عضو شکستہ وغیرہ پر رکھ کے باندھی جاویں اور مرہم پٹی اور پھاہا وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے ۱۲

[۵۳] جبیرہ یعنی کھپچی ۱۲

باندھی ہو اگرچہ بے طہارت کے باندھی ہو تو بھی درست ہے خواہ مُحدِثْ ہو یا جُنب جیسا کہ گذرا پوشیدہ نہ رہے کہ مسح جبیرہ پر جب درست ہے کہ مسح اُس عضو کا نکر سکے جیسا کہ دھو نہیں سکتا اس طرح پر کہ پانی اُس کو ضرر کرتا ہے یا جبیرہ بندھی ہے اور کھولنے میں اُس کے ضرر کا خوف ہے تو اگر عضو کے مسح پر قادر ہووے گا جبیرہ پر مسح جائز نہیں ف اس واسطے کہ یہ مسح بسبب عذر کے ہے اور جب عذر نہ ہووے گا تو مسح بھی جائز نہ ہوگا ص اگر اعضاء مُضّتی کے پھٹے ہوں اور اُنکے دھونے سے عاجز ہووے پانی بہانا اُس پر لازم ہے تو اگر بہا نہ سکے تو اُسی جگہ کا مسح کر لیوے اور اگر مسح سے بھی عاجز ہووے اُتنا چھوڑ دے اور گرد اُس کے دھو لیوے ف دلیل اس کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر گذری ص اور اگر ہاتھ اُس کے پھٹے ہیں کہ خود وضو نہیں کر سکتا دوسرے سے کراوے تو اگر دوسرے سے اُس نے نہ کرایا اور تیمم کر لیا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست نہیں اور اگر اُس نے پَیر کی بَوائی کی جگہ پر دوائی لگائی ہے پانی کو دوائی پر گذار دیوے اور اگر پانی بہایا اور پھر دوا گر پڑی اگر تندرستی سے گری ہے اُس مقام کو پھر دھو لیوے اور اگر تندرستی سے نہیں گری ہے تو نہ دھووے اور اگر کسی شخص نے فصد لی اور گدی رکھ کے اُس کے اوپر پٹی باندھی بعض لوگوں کے نزدیک پٹی پر مسح درست نہیں بلکہ گدی پر کرے اور بعضوں کے نزدیک اگر پٹی ایسی ہووے کہ بغیر دوسرے کے آپ باندھ سکے تو مسح اُس پر جائز نہیں اور اگر آپ نہیں باندھ سکتا جب تک دوسرا شخص نہ باندھے تو پٹی پر مسح جائز ہے ف اس واسطے کہ مسح واسطے عذر کے ہے اور جب پٹی آپ کھول سکتا ہے اور آپ باندھ سکتا ہے تو پٹی کھولنے میں عذر نہیں اور اگر آپ باندھ نہیں سکتا تو عذر پایا جاویگا تو مسح بھی درست ہووے گا ص اور بعضوں کے نزدیک اگر پٹی کھولنے سے اور اُس کے نیچے مسح کرنے سے حرج ہووے اور زخم کو کچھ ضرر پہونچے تو مسح پٹی پر جائز ہے اور اگر ضرر نہیں تو پٹی پر مسح درست نہیں ف اور یہی قول مختار ہے ص اگر کھولنا پٹی کا ضرر نہیں کرتا لیکن مقام جراحت سے اُتارنا ضرر کرتا ہے کھولے اور اُس کے نیچے کو مقام جراحت تک دھووے اور پھر باندھ لیوے اور مقام جراحت کا مسح کر لے اور اکثر مشائخ اس پر ہیں کہ پٹی پر مسح درست ہے اور گرد میں دو گرہ پٹی کے اگر بدن کھُلا ہے مسح اُس پر درست ہے کیونکہ دھونے میں خوف اس بات کا ہے کہ پٹی تر ہو اور تری اُس کی زخم تک پہونچے ف جو پٹی کہ گدی پر باندھی جاتی ہے اُس کو عصابہ بھی کہتے ہیں ص اور تمام پٹی اور عصابے کا مسح کرنا چاہیے حسنؒ کی روایت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور یہی مذکور ہے اسرارؔ میں اور بعضوں کے نزدیک اگر پٹی اور عصابے کا اکثر مسح کر لیا تو بھی درست ہے اور اگر پٹی اور عصابے پر مسح کیا اور پھر اُن کو اُتارا اور پھر باندھ لیا مسح پھر کرے اور اگر مسح نہ کریگا تو بھی درست ہے اور اگر اُس کی جگہ دوسری پٹی یا عصابہ باندھے بہتر ہے کہ پھر مسح کرے اور اگر نہ کرے گا تو بھی درست ہے اور تین بار مسح کرنا پٹی یا عصابے کا کچھ ضرور نہیں بلکہ ایک بار کافی ہے اور پٹی کے مسح کے واسطے کچھ مدت نہیں جیسا کہ مسح موزے کے واسطے ہے تو اگر پٹی گر پڑے لیکن اچھے ہونے سے گری ہے اُس جگہ کا دھونا واجب ہے خاص کر کے اور اگر بے اچھے ہوئے گری تو مسح باطل نہ ہووے گا بخلاف مسح موزے کے کہ اگر ایک موزے کو اُتار لیا تو دونوں پیَر کا دھونا واجب ہوا

ص باب حیض کے بیان میں

تین خون خاص ہیں عورتوں کے ساتھ حیضؔ اور استحاضہؔ اور نفاسؔ اور حیض اُس خون کو کہتے ہیں جس کو رحم عورت بالغہ کا گراتا ہے اور عورت بالغہ نو برس میں ہوتی ہے بغیر کسی بیماری کے اور سن نااُمیدی کو بھی نہ پہونچی ہووے تو جو خون رحم سے نہ ہووے گا حیض نہیں اور اسی طرح جو خون نو برس کے قبل آوے گا اور ایسا ہی جو بیماری سے آوے گا اور جو خون ہمیشہ جاری ہے بعض خون حیض ہووے گا اور بعض بیماری سے اور جو خون بعد جننے کے عورت کو آتا ہے اُس کو نفاس کہتے ہیں وہ بھی حیض میں داخل نہیں اور صحیح یہ ہے کہ حیض بعد سن ایاس کے نہیں ہوتا ف ایاس کے معنی نااُمیدی کے ہیں تو گویا اُس میں حیض سے نااُمیدی ہو جاتی ہے ص اور سن ایاس بعض کے نزدیک ساٹھ برس ہیں اور بعضوں کے نزدیک پچپن ۵۵ برس اور یہی تجویز کیا ہے مشائخ بخارا اور خوارزم نے ف بخارا اور خوارزم نام شہر کے ہیں ص تو جو خون عورت بعد اس سن کے دیکھے وہ ظاہر مذہب میں حیض نہیں ف چلپی حاشیۂ شرح وقایہ میں ہے کہ فتویٰ ہمارے زمانے میں اوپر اس کے ہے کہ بعد پچاس ۵۰ برس کے حیض نہیں اور یہی قول ہے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا اور سفیان ثوریؒ کا ص اور فتوی اس پر ہے کہ جب خون سیاہ یا خوب سرخ دیکھے تو حیض ہے آور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اسکی عدت طلاق اور فسخ نکاح تین مہینے آزاد کے اور ڈیڑھ مہینہ لونڈی کا ہے پھر جو قبل تمام ہونے اس عدت کے اس عورت نے ف یعنی جو حیض سے نا اُمید ہوئی اور سن ایاس کو پہونچی ہو ص ایسا خون دیکھا مدت مہینوں سے باطل ہو جاوے گی آور بعد تمام ہونے عدت کے اگر ایسا خون دیکھا تو عدت باطل نہ ہوگی آور اگر زرد یا سبز یا خاکی ہے تو وہ حیض نہیں استحاضہ ہے ف استحاضے کا آگے بیان آوے گا ص اور کم مدت حیض کی تین دن ہیں آور اکثر مدت دس دن ہیں آور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم مدت دو دن اور اکثر تیسرے دن کا ہے آور نزدیک امام شافعیؒ کے کم مدت ایک دن ایک رات اور اکثر مدت پندرہ دن ف حدیث میں ہے کہ کم مدت حیض کی واسطے عورت کے بکر ہو یا ثیب تین دن اور تین رات ہیں آور اکثر مدت دس دن آور جو زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے ابی امامہؓ سے کہا دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عبد الملک اسناد میں اسکی مجہول ہے آور علاء بن کثیر ضعیف ہے آور روایت کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حیض تین دن اور چار اور پانچ اور چھ سات آٹھ، نو دس دن ہیں اور جب زیادہ ہو اُس سے تو وہ استحاضہ ہے اور بسبب حسن بن دینار کے ضعیف کیا اس کو آور حدیث مشہور ہے خالد بن ایوب سے آور روایت ہے موقوفاً انس رضی اللہ عنہ سے کہا ابن عدی نے حسن بن دینار میں کہ نہیں دیکھا میں نے اس کو شدید نکارت میں بلکہ حدیث اس کی قریب ضعیف کے ہے آور روایت کی دار قطنیؒ نے عبد العزیزؒ دراوردی سے اُنھوں نے عبید اللہ بن عمرؓ سے اُنھوں نے ثابتؓ سے اُنھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھوں نے کہ عورت حائض ہے دس دن تک اور جو زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اور روایت ہے عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں ہوتی ہے عورت مستحاضہ ایک دن اور نہ دو دن میں یہاں تک کہ پہونچے دس دن کو سو وہ مستحاضہ ہے اور روایت کی عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے کہ حائض جب تجاوز کرے دس دن کو تو وہ بمنزلہ مستحاضہ کے ہے غسل کرے اور نماز پڑھے آور عثمانؓ یہ صحابی ہیں آور روایت کی سعید بن جبیرؓ سے کہا کہ حیض کے تیرہ دن ہیں آور روایت کی مثل اس کے سفیان رضی اللہ عنہ سے اور روایت کی دار قطنیؒ نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی واثلۃ بن اسقعؓ سے اُنھوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ کم مدت حیض کی تین دن ہے آور اکثر مدت دس دن ہے آور ضعیف کیا اس کو کہ محمد بن منہال مجہول ہیں آور روایت کی ابن عدی نے کامل میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے حیض کم تین دن سے اور نہ اوپر ہے دس دن سے آور ضعیف کیا اس کو محمد بن سعید شامی سے کہ وہ واضع الحدیث ہے آور روایت کیا اس کو عقیلی نے معاذ رضی اللہ عنہ سے آور ضعیف کیا اس کو محمد بن حسن صوفی سے کہ مجہول ہیں آور روایت کی ابن جوزی نے علل متناہیہ میں ابو خدری رضی اللہ عنہ سے کہ کم مدت حیض کی تین دن ہیں اور اکثر اس کی دس دن اور کم مدت درمیان دو حیضوں کے پندرہ دن ہیں آور ضعیف کیا اس کو سلیمان نخعی نے ابو داؤدؒ سے اور وہ واضع ہے حدیث کا آور یہ حدیث حجت ہے امام شافعیؒ پر جامع ترمذی میں ہے کہ اختلاف کیا اہل علم نے مدت حیض میں بعضوں نے کہا ہے کہ کم مدت تین دن اور تین رات ہیں اور اکثر مدت دس دن آور یہی قول ہے سفیان ثوری رحمۃ اللہ اور اہل کوفہ کا آور اسی سے اخذ کیا ہے ابن المبارک نے اور عطاء جو تابعی ہیں امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف گئے ہیں باقی کوئی حدیث صحیح اس باب میں نہیں آئی ص اور شروع حیض کا جب سے ہوتا ہے کہ خون فرج خارج تک آجاوے تو اگر کسی عورت نے فرج داخل میں کرسف رکھا ہے ف کرسف اس کو کہتے ہیں جو عورتیں مقام حیض میں اپنے ایک کپڑا یا روئی کا ٹکڑا رکھتی ہیں ص اور خون اُس کی جہت سے بند ہے یعنی فرج خارج تک نہیں پہونچا ہے حیض متحقق نہ ہوگا اور نماز کو نہ توڑے گا تو کرسف کے رکھتے وقت حیض جب متحقق ہوگا کہ خون فرج خارج سے کرسف تک آجاوے تو اگر فرج داخل کا کرسف سُرخ ہو گیا اور فرج خارج کا سُرخ نہیں ہوا حیض متحقق نہ ہوگا مگر جب کرسف اُٹھا لیا جاوے تو اُٹھانے کے وقت سے مدت مقرر ہوگی آور یہی حکم ہے خون استحاضہ اور نفاس اور عورت کے پیشاب کا یعنی فرج خارج تک ان میں سے کوئی آویگا تب سے حکم اُس کا متحقق ہوگا آور اگر مرد نے اپنے احلیل میں یعنی سوراخ ذکر میں روئی رکھی یہی حکم ہے آور قلفہ خارج میں داخل ہے ف قلفہ اُسے کہتے ہیں جہاں تک کہ ختنہ کیا جاتا ہے تو اُس میں اگر پیشاب آجاوے گا نماز ٹوٹ جاویگی اگرچہ باہر نہ نکلے ص اور رکھنا کرسف کا بکر کو ایام حیض میں مستحب ہے اور ثیب کو ہر وقت آور مقام رکھنے کرسف کا مقام بکارت کا ہے آور فرج داخل میں رکھنا مکروہ ہے آور اگر کسی پاک عورت نے

عبد الملک
علاء بن کثیر
حسن بن دینار
محمد بن منہال
محمد بن سعید
محمد بن حسن
سلیمان نخعی

اوّل رات میں کرسف رکھا اور جب صبح ہوئی اُس پر اثر خون کا دیکھا حکم حیض کا خون دیکھنے کے وقت سے ثابت ہووے گا آور اگر عورت حائضہ نے کرسف رکھا اور جب صبح ہوئی سفیدی دیکھی تو حکم طہارت کا جس وقت سے رکھا تھا ثابت ہوگا آور جو طہر کہ دو حیضوں کے بیچ میں واقع ہو مدت حیض میں اگر ہوگا تو حیض ہے آور جو رنگ کہ مدت حیض میں سوائے سفیدی خالص کے دیکھا سب حیض ہے **ف** حیض سے پاک ہونے کو طہر بولتے ہیں اور بہت کم مدت طہر کی پندرہ روز ہیں آور زیادہ کی حد نہیں آور طہر متخلل کہتے ہیں اُس پاکی کو کہ جو عورت دو حیض کے بیچ میں دیکھے قبل تمام ہونے مدت حیض کے آور خون کے کئی رنگ ہیں سب چھ رنگ علمانے بیان کیے ہیں سُرخ۔ سبز۔ سیاہ۔ تیرہ رنگ اور مٹی کا رنگ اور زرد۔ تیرہ رنگ اور مٹی کے رنگ میں یہ فرق ہے کہ تیرہ میں سفیدی مائل ہوتی ہے اور مٹی کے رنگ میں سیاہی تو حاصل مسئلے کا یہ ہے کہ عورت حائضہ ان چھ رنگ میں سے کوئی رنگ دیکھے وہ حیض ہے مگر سفید جب ہو تو وہ حیض نہیں آور اب طہر متخلل کا بیان شروع ہوتا ہے تفصیل اُس کی ہم نے بیان نہیں کی جو قول مفتی بہ ہے اُس کو ذکر کر دیا اور باقی مطالب کو شرح عربی پر چھوڑا **ص** جو طہر کہ پندرہ دن سے کم ہووے جب دو خونوں کے بیچ میں آوے تو اگر تین دن سے بھی کم ہے تو وہ سب کے نزدیک حیض ہے آور اگر تین دن پورے یا زیادہ ہیں تو امام ابی یوسفؒ کے نزدیک اور امام اعظمؒ سے ایک روایت میں بھی حیض میں داخل ہے اگرچہ دس دن سے زیادہ ہو آور بعضوں نے کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ اسمیں آسانی ہے فتویٰ پوچھنے والے اور فتویٰ دینے والے پر **ف** ہدایہ میں لکھا ہے وَالْاَخْذُ بِهٰذَا الْقَوْلِ اَيْسَرُ یعنی تمسک کرنا ساتھ اس قول کے آسان تر ہے آور یہی ہے آخر قول امام صاحبؒ کا اور پانچ مذہب اسمیں اور ہیں امام محمدؒ کی روایت امام صاحبؒ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ابن المبارکؒ کی روایت امام صاحبؒ سے ابو سہیلؒ کا قول حسن بن زیادؒ کی روایت امام صاحبؒ سے اور تفصیل میں ان مذاہب کے خواص کا فقط فائدہ ہے عوام کا کوئی فائدہ متصور نہیں اسواسطے ترک کیا **ص** رنگ حیض کا اگر سُرخ و سیاہ ہو تو سب کے نزدیک حیض ہے آور اسی طرح اگر خوب زرد ہووے تب بھی صحیح مذہب میں حیض ہے آور سبزی اور زردی ضعیف اور تیرگی اور خاکی ہمارے نزدیک حیض ہے **ف** اور فرق ان دونوں میں بیان کر چکے اور بعض اماموں کے نزدیک یہ سب رنگ حیض نہیں دلیل اُنکی یہ ہے کہ روایت کی ابوداؤدؒ اور بخاریؒ نے ام عطیہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے ہم نہیں گنتے تھے تیرگی اور زردی کو بعد پاکی کے کچھ یعنی حیض میں داخل نہیں کرتے تھے آور روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے بھی اور حضرت عائشہؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے سُنن ابن ماجہ میں آور ہدایہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوائے سپیدی کے سب کو حیض گردانا ہے اور جب حیض کے رنگ سے فارغ ہوچکے تو اب حکم حیض کا بیان کیا جاتا ہے **ص** عورت حائضہ نماز نہ پڑھے اور روزہ نہ رکھے آور جب پاک ہو جاوے تو روزے کی قضا رکھے اور نماز کی قضا نہ کرے **ف** کیونکہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا نہیں جبکہ حائض ہوتی ہے عورت نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے آور روایت کی ابوداؤدؒ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ہم حکم کیے جاتے تھے ساتھ قضا کرنے روزے کے اور نہیں حکم کیے جاتے تھے ساتھ قضا کرنے نماز کے آور بعض خوارج کے نزدیک نماز کا بھی قضا کرنا لازم ہے آور یہ مذہب مخالف احادیث مشہورہ ہے اور مردود ہے **ص** اگر کسی عورت کو اخیر وقت نماز کے حیض آیا نماز اُس کے ذمّے سے ساقط ہووے گی آور اگر دس دن کے بعد پاک ہوئی آخر وقت میں نماز اُس پر واجب ہوگی اگرچہ وقت ایک لمحہ باقی ہو اور دس دنوں سے کم میں اگر پاک ہوئی تو اگر نماز کا اتنا وقت ہے کہ غسل اور تکبیر تحریمہ ہو سکتی ہے نماز واجب ہوگی آور اگر اس سے کم وقت ہے واجب نہ ہوگی آور اگر روزہ دار عورت کو حیض آیا اگرچہ آخر وقت روزے میں ہووے تو اگر روزہ فرض ہے قضا اُس کی واجب ہوگی آور اگر نفل ہے قضا اُسکی واجب بھی نہ ہوگی آور نماز میں اگر حیض آیا قضا اُسکی واجب ہے اگرچہ نفل ہے اور اگر حائضہ عورت رمضان میں دن کو پاک ہوئی اور کچھ نہ کھایا وہ روزہ کافی نہ ہوگا لیکن نہ کھانا اُس کو واجب ہے آور اگر رات کو دس دن کے بعد پاک ہوئی اُس کو کل کا روزہ رکھنا واجب ہوگا اگرچہ رات ایک لمحہ باقی ہووے آور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو اگر اتنی رات باقی ہے کہ غسل اور تکبیر تحریمہ کر سکتی ہے تو کل کا روزہ واجب ہوگا آور اگر اس سے کم ہے تو واجب نہ ہوگا آور اگر اتنا وقت رات میں باقی تھا اور اُس نے غسل نہیں کیا روزہ اُس کا باطل نہ ہوگا آور حائضہ کو درست نہیں کہ مسجد میں آوے اور طواف خانہ کعبہ کا کرے **ف** اس واسطے کہ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ اُنھوں نے کہا کہ

جب آئے ہم سَرف میں کہ نام ایک مقام کا ہے تو حائضہ ہوئی میں سو فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ کر جو کرتے ہیں حاجی لوگ سوا اس بات کے کہ نہ طواف کر خانۂ کعبہ کا جب تک کہ نہ پاک ہووے روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے آور مسجد میں داخل ہونا اسواسطے منع ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ مُصَلّیٰ کو مسجد سے لے دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہوں تو فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حیض تیرا تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے آور اسی واسطے کوئی چیز باہر سے لینا حائضہ کو مسجد سے درست ہے آور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نہیں حلال کرتا ہوں مسجد کو واسطے جُنب اور حائض کے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور ابن ماجہؒ اور بخاریؒ نے تاریخ میں اور طبرانیؒ نے اور ضعیف کیا خطابی نے اس حدیث کو اور کہا اسناد میں اس کی افلت[1] بن خلیفہ عامری کوفی مجہول الحال ہے آور کہا ابن الرفعہ نے کہ وہ متروک ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ابن الرفعہ کا قول صحیح نہیں مردود ہے آور کسی امام حدیث نے ایسا بیان نہیں کیا بلکہ کہا احمدؒ نے کہ نہیں دیکھتا ہوں میں ساتھ اُس کے کچھ حرج آور صحیح کیا اسکو ابن خزیمہ نے آور حسن کہا اُس کو یحییٰ بن قطان نے واللہ اعلم ص اور اگر طواف کر لیا حلال ہو جاوے گی ف یعنی وہ چیزیں کہ وقت احرام سے حرام ہو جاتی ہیں حلال ہو جاویں گی ص اور حائضہ کو ناف سے نیچے زانو تک چھونا درست نہیں آور چھونے سے مراد یہ ہے کہ مباشرت[2] کرے یا ران میں ذکر کو لگائے آور بوسہ لینا آور اُس مقام کے سوا کا چھونا درست ہے آور امام محمدؒ کے نزدیک فقط مقام فرج سے پرہیز کرے آور باقی سب بدن سے استمتاع اور فائدہ لینا درست ہے ف کیونکہ روایت ہے زید بن اسلمؓ سے کہا اُنھوں نے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ کو اپنی عورت سے کیا درست ہے جس حالت میں وہ حائضہ ہووے تو فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندھ تو اُس پر ازار پھر تجھ کو اختیار ہے ازار کے اوپر کا آور وہ جو بعضوں نے اس حدیث کو کہا ہے کہ یہ مرسل ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرسل وقت ثقہ ہونے راویوں کے مقبول ہے اور راوی اس حدیث کے سب ثقہ ہیں روایت کیا اس حدیث کو امام مالکؒ اور دارمیؒ نے آور روایت ہے معاذ بن جبلؓ سے کہ کہا میں نے یا رسول اللہؐ اپنی عورت سے مجھ کو وقت حیض کے کیا حلال ہے کہا کہ اوپر ازار کے اور بچا رہنا اُس سے افضل ہے روایت کیا اس کو رزین نے آور محی السنۃ نے کہا ہے کہ اسناد اسکی قوی نہیں آور جماع کرنا عورت سے حالت حیض میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے بالاتفاق ممنوع ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ جماع کرے حائضہ سے یا کسی عورت کی دُبر میں یا کسی کاہن کے پاس آوے اُس سے خبر پوچھنے کو سو اُس نے انکار کیا اُس کا جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا آور صحیحین میں مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں ازار باندھ لیتی تھی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے مباشرت[3] کرتے تھے اور میں حائض ہوتی تھی آور روایت کی امام مالکؒ نے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے ایک آدمی کو بھیجا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہ پوچھے اُن سے کہ کیا مباشرت کرے مرد عورت اپنی سے اور وہ حائض ہو سو کہا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ باندھ لے ازار اپنی پھر مباشرت[4] کرے اگر چاہے آور ایک روایت میں ابو داؤد اور نسائیؒ کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مباشرت کرتے تھے عورتوں اپنی سے اور وہ حائض ہوتی تھیں جب اوپر اُن کے ازار ہوتی تھی نصف رانوں تک اور زانو تک آور ایسی ہی بہت ہی روایتیں صحیح اس باب میں آئی ہیں آور روایت کی ابوداؤدؒ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ اُنھوں نے سُنا بعض ازواج نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ کرتے تھے عورت[5] حائضہ سے کچھ ڈالتے تھے فرج پر اُس کی ایک کپڑا آور شاید اسی حدیث سے تمسک امام محمد صاحبؒ کا ہے ص اور حائض اور جُنب اور نفسار کو قرآن پڑھنا درست نہیں اگرچہ ایک آیت سے کم ہووے یہی مذہب ہے کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا آور امام طحاویؒ کے نزدیک پڑھنا ایک آیت سے کم کا درست ہے آور یہ حکم جب ہے کہ قرأت کے قصد سے ہووے اور اگر بغیر قصد کے ہووے جیسے کہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ واسطے شکر نعمت کے تو کچھ حرج نہیں ف قرأت واسطے جُنب اور حائض کے اس واسطے جائز نہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جُنب کچھ قرآن میں سے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابن ماجہ اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہم نے آور اس کا ایک شاہد ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے مرفوعًا آور بعضوں نے ان دونوں حدیثوں کو ضعیف کیا ہے واللہ اعلم ص عورت حائضہ کو ہجی قرآن کی درست ہے ف اس واسطے کہ قرأت قرآن کی نہیں کہلاتی ص اور جو عورت کہ پڑھاتی ہے اُس کو اگر حیض آیا

[1] افلت ابن خلیفہ
[2] یعنی معانقہ اور ملامست ۱۲
[3] یعنی چمٹ کے اور معانقہ کرتے ۱۲
[4] یعنی بوسہ اور معانقہ ۱۲

امام کرخیؒ کے نزدیک ایک ایک کلمہ پڑھاوے اور ہر کلمے کے اوپر ٹھہر جاوے اور امام طحاویؒ کے نزدیک آدھی آدھی آیت پڑھاوے اور ہر آدھی کے بعد ٹھہرے پھر باقی آدھی پڑھاوے اسی طرح کرتی جاوے اور دعائے قنوت کا پڑھنا بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور وظائف اور اذکار کا پڑھنا مکروہ نہیں اور توریت و انجیل پڑھنا مکروہ ہے **ف** اور اسی طرح زبور بھی **ص** اور محدث یعنی بے وضو کو قرآن پڑھنا درست ہے **ف** اس واسطے کہ روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ نہیں روکتی تھی کوئی چیز اُن کو قرآن پڑھنے سے مگر جنابت روایت کیا اس کو احمد اور اصحاب سُنن اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم اور ابن الجارود اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے اور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ اور ابن سکنؒ اور بیہقیؒ اور بغویؒ نے شرح السنۃ میں اور روایت ہے صحیحین میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھیں دس آیتیں اخیر سورۂ آل عمران کی قبل وضو کے **ص** اور چھونا اُس کا حائضہ اور جُنب اور نفسا اور مُحدِث چاروں کو جائز نہیں **ف** اس واسطے کہ قرآن شریف میں آیا ہے لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی نہیں چھوتے ہیں اُس کو مگر پاک لوگ **ص** مگر غلاف کے اوپر سے درست ہے اور غلاف جُدا ہو تو اب جلد کا یا چولی جلد کا چھونا بھی درست نہیں اور لکھنا قرآن کا اگر چھوا نہیں جاتا ہے لکھے ہوئے کو درست ہے نزدیک امام ابی یوسفؒ کے اور نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ کے جائز نہیں اور بے طہارت کے آستین سے چھونا مکروہ ہے اور اُن روپے پیسوں کو جن پر آیت قرآن کی لکھی ہو نہ چھوئے بے طہارت مگر تھیلی میں ہوں تو چھونا تھیلی کا جائز ہے مکروہ نہیں اور جو عورت کہ دسؔ دن میں حیض سے پاک ہوئی قبل غسل کے اُس سے صحبت کرنا درست ہے اور جو اس سے قبل میں پاک ہوئی قبل غسل کے اُس سے صحبت جائز نہیں اور یہی نفاس کا حکم ہے **ف** یعنی اگر نفاس کی مدت پوری ہوئی یعنی چالیسؔ روز کے بعد پاک ہوئی تو قبل غسل کے اُس سے صحبت درست ہے اور اگر کم میں اس سے پاک ہوئی تو بغیر غسل کے درست نہیں اور وجہ اسکی صاحبؒ ہدایہ نے یوں لکھی ہے کہ خون کبھی جاری ہو جاتا ہے اور کبھی بند ہو جاتا ہے اور جب دسؔ دن میں حیض سے فارغ ہوئی اور چالیسؔ دن میں نفاس سے تو یہ اکثر مدت ہے اس سے زیادہ حیض و نفاس نہیں ہو سکتا اور جو کم میں پاک ہوئی تو احتمال ہے کہ شاید خون پھر جاری ہو جاوے اور جب غسل کر لیا تو جانب انقطاع کو ترجیح ہو گئی واللہ اعلم **ص** اور اگر دسؔ دن سے کم میں پاک ہوئی اور اُس پر وقت موافق غسل اور تکبیر تحریمہ کے گذر گیا تو اب صحبت اُس کی بغیر غسل کے بھی درست ہے **ف** کیونکہ نماز اُس وقت اُس پر فرض ہو گئی تو حکماً گویا پاک ہو گئی اور اگر خون اُس کا بند ہو گیا اُسکی عادت سے کم میں تینؔ دن سے زیادہ میں تو قربت اُسکی جائز نہیں جب تک کہ عادت کے موافق وقت نہ گذر جاوے اگرچہ اُس نے غسل بھی کر لیا ہووے کیونکہ عادت میں خوف ہے خون کے پھر آجانیکا تو احتیاط پرہیز میں ہے کذا فی الهدایة **ص** اور اگر عورت حائضہ دسؔ دن سے کم میں پاک ہوئی اور تینؔ دن یا زیادہ گذر گئے ہیں مگر عادت سے اُسکی کم رہے واجب ہے اُس کو کہ نماز کی تاخیر کرے اتنے وقت تک کہ مکروہ نہ ہو جاوے تو جب ڈر ہو جاوے قضا کا اُس وقت غسل کرے اور نماز پڑھے اور اگر عادت کے برابر ہووے یا زیادہ عادت سے ہو جاوے یا وہ عورت مبتدیہ ہووے تو تاخیر کرنی غسل کی مستحب ہے **ف** مبتدیہ اُس عورت کو کہتے ہیں جو اوّل بار حائضہ ہوئی ہو پہلے اُس کے کبھی حیض نہ ہوا ہووے **ص** اور اگر تینؔ دن سے کم میں پاک ہوئی نماز کی تاخیر کرے اور جب قضا ہونے کا خوف ہو غسل کرے اور پڑھ لیوے اور اِن سب صورتوں میں اگر پھر دسؔ دن کے اندر خون آگیا حکم طہارت کا باطل ہو گیا مبتدیہ ہو یا معتادہ ہو اور اگر کوئی عورت دسؔ دن یا زیادہ میں پاک ہوئی دسؔ دن کے گذرنے سے حکم طہارت کا کیا جاوے گا اور غسل اُس پر واجب ہو گا اور جو معتادہ کہ ایک دن خون دیکھتی ہے اور دوسرے دن طُہر تو جس دن خون دیکھے اُس دن نماز اور روزہ ترک کرے اور جس دن پاک ہووے اُس دن غسل کرے اور نماز پڑھے تو تیسرے دن پھر نماز ترک کرے اور چوتھے دن پڑھے اسی طرح دسؔ دن تک کرے اور کم مدت طُہر کی پندرہؔ دن ہیں اور اکثر مدت کی حد نہیں **ف** ابراہیم نخعیؒ سے بھی ایسی ہی روایت ہے اور اکثر کا یہ حال ہے کہ کبھی برس دو برس تک طُہر رہتا ہے **ص** مگر معتادہ کا موافق عادت کے طہر ہو گا اور اختلاف ہے طہر کے اندازے میں اور صحیح یہ ہے کہ ایک گھڑی کم چھ مہینے ہیں اس لئے کہ عادت یہ ہے کہ طہر غیر حاملہ کا حاملہ سے کم ہوتا ہے اور اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہیں پس طہر غیر حاملہ کا ایک

ساعت کم چھ مہینے ہوگا صورت اُس کی یوں ہے کہ ایک عورت کو اوّل بار حیض آیا اور اُس نے دسؔ دن خون دیکھا اور چھ مہینے پاک رہی پھر خون اُس کا برابر جاری رہا عدت اُس کی اُنیسؔ ماہ تینؔ گھڑی کم ہوگی اس واسطے کہ تین حیض کا ایک مہینہ ہوا اور تینؔ طہر کے چھ ژک اٹھارہ مہینے ہوئے جس میں سے تینؔ گھڑی کم ہوئیں ایک ایک گھڑی ہر ہر طہر سے اُنیسؔ مہینے تین گھڑی کم ہوئے

ص فصل استحاضے کے بیان میں

جو خون کہ تینؔ دن تینؔ رات سے کم ہووے یا دسؔ روز سے زیادہ ہووے یا نفاس چالیسؔ روز سے زیادہ ہووے وہ استحاضہ ہے اسی طرح جو خون کہ عورت کے حیض کی عادت سے زیادہ ہو اور دسؔ دن سے بڑھ جاوے یا نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور چالیسؔ دن سے بڑھ جاوے وہ بھی استحاضہ ہے مثلاً اُس کی عادت حیض کی ساتؔ دن کی تھی اور اُس نے خون بارہؔ دن تک دیکھا تو پانچ دن آخر کے استحاضے کے ہیں اور نفاس کی عادت اُس کو تیسؔ دن تھی اور خون اُس نے پچاسؔ دن تک دیکھا بیسؔ دن بعد تکمیل تیسؔ دن کے استحاضے کے ہیں یہ حکم تو معتادہ کا ہے اور بتدیہ کا خون اگر جاری رہا ہر مہینے سے دسؔ دن اُس کے حیض کے ہوں گے اور باقی استحاضہ اور جو پہلے نفاس میں اُس کا خون ہمیشہ جاری رہا چالیسؔ دن نفاس کے گنے جاویں گے اور باقی استحاضے کے اور جو خون حاملہ دیکھے وہ بھی استحاضہ ہے **ف** معتادہ عورت کو چاہیئے کہ اگر خون اُس کا جاری رہا تو جتنے دن اُس کے حیض کے ہیں عادت کے موافق نماز ترک کرے اور بعد اُس کے نماز پڑھے غسل کرکے جب پھر وہ دن آویں حیض کے نماز ترک کرے اسی طرح عادت کے موافق ہمیشہ کیا کرے کیونکہ روایت ہے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک عورت تھی بہتا تھا خون اُس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تو پوچھا اُس کے واسطے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو فرمایا آپنے کہ دیکھ لے گنتی رات دن کی کہ حائض ہوئی تھی اُن دنوں میں مہینے سے قبل اس عارضے کے سو ترک کرے نماز موافق اُس کے مہینے سے سو جب گذر جاویں وہ دن تو غسل کرے پھر گدی لگاوے کسی کپڑے کی پھر نماز پڑھے ت روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور نسائیؒ وغیرہما نے کئی سندوں سے باسناد صحیح اور ایک حدیث میں آیا ہے تَدَعُ الصَّلٰوۃَ اَیَّامَ اَقْرَائِھَا یعنی چھوڑے نماز حیض کے دنوں میں لیکن ابو داؤدؒ نے ضعیف کیا اس روایت کو اور کہا کہ وہم ہے ابن عیینہ کا اور وہی سے اور حفاظ کی حدیثوں میں یہ قول نہیں اور اسی روایت کو صاحب ہدایہؒ نے لکھا ہے اور یہی قول ہے حسنؒ اور سعید بن المسیبؒ اور عطاؒ اور مکحولؒ اور ابراہیمؒ اور قاسمؒ بہت سے تابعینؒ کا **ص** عورت مستحاضہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور وطی کرنا اُس سے درست ہے **ف** اس باب میں بہت حدیثیں آئی ہیں بے شمار کہاں تک بیان کروں اوپر ایک حدیث بیان کی وہ کافی ہے **ص** جس کو استحاضہ یا خون ناک کا یا کوئی اور حدث ہمیشہ لگا رہے اس طرح کہ کسی فرض کا وقت اُس پر بغیر اُس کے نہ گذرے تو وہ ہر وقت نماز فرض کے لئے وضو کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر فرض کے لئے وضو کرے اور نفلوں کو فرض کی تبعیت میں پڑھے **ف** کیونکہ روایت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عورت مستحاضہ میں کہ چھوڑے نماز کو حیض کے دنوں میں پھر غسل کرے اور نماز پڑھے اور وضو کرے ہر وقت کی نماز کیلئے ت روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے سنن میں اور یہی ہے مذہب امام صاحبؒ کا اور محمدؒ اور زفرؒ اور ابو یوسف رحمہم اللہ اجمعین کا اور ثابت کرنا اس کا بہت مشکل ہے جس کو منظور ہووے مشکل الآثار امام طحاویؒ میں خوب تفصیل ہے دیکھ لیوے اور ایسی ہی روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنن ابو داؤد میں اور کہا سعیدؒ نے کہ غسل کرے ایک طہر سے دوسرے طہر تک ت روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس میں وہم ہو گیا ہے صحیح یہ ہے کہ مِنْ ظُھْرٍ اِلٰی ظُھْرٍ یعنی ظہر سے ظہر تک لیکن یہ قول مناسب مقام نہیں اسواسطے کہ ظہر کی کیا تخصیص ہے سب نمازیں اس باب میں برابر ہیں مؤید ہے اس کی جو کہا ابو داؤدؒ نے رَوَاہُ مِسْوَرُ بْنُ عَبْدُ الْمَلِکِ ابْنِ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَرْبُوْعٍ قَالَ فِیْہِ مِنْ طُھْرٍ اِلٰی طُھْرٍ فَقَلَبَھَا النَّاسُ مِنْ ظُھْرٍ اِلٰی ظُھْرٍ روایت کیا اس کو مسورؒ نے کہا اُس نے طہر سے طہر تک سو بدل دیا اُس کو لوگوں نے ظہر سے دوسرے ظہر تک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح طہر سے طہر تک ہے اور بھی مؤید ہے اس کی جو کہا ہے ابو داؤدؒ نے وَھُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ الخ

کہ مذہب اُن کا وہی ہے کہ ہر وقت نماز کے وضو کرے نہ یہ کہ ظہر سے ظہر تک غسل کرے وَاللہُ اعلم وعلمہ اتم اور ربیعہؒ کا مذہب یہ ہے کہ مستحاضہ کو وضو بھی وقت ہر نماز کے واجب نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی اور حدث سوا استحاضے کے اُس کو پہونچے اور بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور بعضوں کا یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرے اور دونوں کے واسطے ایک غسل کرے اور حدیثیں بھی مختلف وارد ہوئی ہیں فافہم اور بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ ہر دن غسل کرے اور یہی مروی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا اس کا ابو داوٗدؒ نے اور وطی کرنا عورت مستحاضہ سے درست ہے روایت کی عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا مستحاضہ ہوتی تھیں اور جماع کرتے تھے اُن سے خاوند اُن کے اور اسناد میں اس حدیث کی معلّیٰ راوی ہیں بعض لوگوں نے ضعیف کیا ہے اُن کو اور امام احمدؒ اُن سے روایت نہیں کرتے تھے لیکن کہا یحییٰ بن معین نے کہ وہ ثقہ ہیں اور اسی کو اختیار کیا ہے محدثینؒ نے اور صحیح یہی ہے ص اور ہمارے نزدیک ہر وقت نماز کے واسطے وضو کرے اور اُس وقت میں جتنے چاہے فرض اور نوافل پڑھے اور اُس کے وضو کو وقت کا جانا توڑ دیتا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک دوسرے وقت کا آنا توڑ دیتا ہے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو جس شخص نے قبل وقت ظہر کے وضو کیا وہ وقت آنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھے آخر وقت تک ہمارے نزدیک اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک درست نہیں کیونکہ وقت کے داخل ہونے سے اُن کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعد آفتابؒ کے نکلنے کے وضو ہمارے نزدیک اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک ٹوٹ جاوے گا اور امام زفرؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا کیونکہ جانا وقت کا ہمارے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو توڑتا ہے، اور امام زفرؒ کے نزدیک آنا وقت کا اور آنا وقت کا نہیں پایا گیا

ص فصل نفاس کے بیان میں

نفاس اُس خون کو کہتے ہیں جو جننے کے بعد آتا ہے اور اُسکی کم مدت کی حد نہیں اور اکثر مدت اُسکی چالیس دن ہیں ف حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہا اُنھوں نے نفاس والی عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بعد نفاس کے چالیس دن بیٹھتی تھیں روایت کیا اس کو ابو داوٗدؒ اور احمدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہم نے اور ایک روایت میں ہے ابو داوٗدؒ کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم نہ کیا ساتھ قضا کرنے نمازوں نفاس کے اور صحیح کیا اُس کو حاکمؒ نے ص اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر مدت نفاس کی ساٹھ دن ہیں ف اور حدیث اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی اُن پر حجت ہے ص اور جس عورت کے دو بچے ساتھ پیدا ہوں یا چھ مہینے سے کم میں دوسرا بچہ پیدا ہووے تو اُن کو توأمین کہتے ہیں اُسکی ماں کا نفاس اول لڑکے سے معتبر ہوگا اور عدت اُسکی دوسرے لڑکے سے گذریگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے لڑکے سے اعتبار نفاس کا ہوگا اور جو بچہ ایسا ہووے کہ بعضے اعضا اُس کے مخلوق ہوئے ہوں اور اُس کے بعد خون آوے تو وہ خون نفاس کا ہے اور ایسا بچہ پیدا ہونے سے لونڈی اُم ولد ہوجاوے گی ف اُم ولد اُس لونڈی کو کہتے ہیں کہ جس سے اُس کے مالک کی اولاد ہووے حکم یہ ہے کہ بعد مرنے اُس کے کے آزاد ہوجاتی ہے تو یہ بیان کیا کہ اگر لونڈی سے ایسا بچہ بھی ہو تو وہ مالک سے اُم ولد ہوجاوے گی ص اور ایسے بچے کو سُقط کہتے ہیں اگر کسی خاوند نے جورو سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو تجھ پر طلاق ہے اور وہ سقط جنی تو شرط ادا ہوجاوے گی اور عورت پر طلاق پڑ جاوے گا اور عدت بھی تمام ہوجاوے گی۔

ص باب نجسوں کے بیان میں

ف نجاست کو پاک کرنا واجب ہے نمازی کے بدن اور کپڑے سے اور جس جگہ کہ نماز پڑھتا ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ یعنی کپڑوں کو اپنے سو پاک کر اُن کو اور احادیث میں یہی حکم ہے ص اگر بدن یا جگہ یا کپڑا نمازی کا نجس ہوجاوے ایسی نجاست سے جو دکھائی دیتی ہو تو پانی اور سرکہ اور گلاب اور جو چیز کہ بہتی ہے پانی کی سی اور پاک اور مزیل نجاست ہے اُس سے پاک کرے یہاں تک کہ ذات نجاست کی

زائل ہو اور اگر اُس کا اثر باقی رہ جاوے کہ مشکل ہو زوال اُس کا تب بھی پاک ہو جاوے گی **ف** پانی کے مثل کیا معنی کہ جب نچوڑا جاوے نچڑ آوے جیسے پانی یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور کہا محمد اور زفر اور شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہ نہیں جائز ہے نجاست کا پاک کرنا مگر پانی سے **ص** اور جو چیز کہ ناپاک ہو جاوے اُس نجاست سے کہ دکھائی نہیں دیتی تین بار کے دھونے اور ہر بار کے نچوڑنے سے پاک ہو جاویگی اور تیسری بار میں خوب موافق زور اپنے کے نچوڑے تو اگر خوب زور سے نہ نچوڑے گا تو پاک نہ ہوگی ایسا ہی ہے خانیہ میں اور جس کا نچوڑ ناممکن نہیں تین بار دھونے اور ہر بار کے خشک کرنے سے پاک ہو جاویگی اور خشک کرنا یہ ہے کہ قطرہ نہ بہے اور ٹپکنا موقوف ہو جاوے اگر موزے میں ایسی نجاست (جیسے بوریا اور تخت وغیرہ ۱۲) جس کا دَل ہووے بھر جاوے اور خشک ہو جاوے زمین پر ملنے سے پاک ہو جاتا ہے اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر تر دلدار بھی ہووے اور خوب ملے پاک ہو جاوے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور جو دَلدار نہ ہووے دھونے سے فقط پاک ہوگا جیسے پیشاب فقط دھونے سے پاک ہوتا ہے **ف** روایت کی ابو داؤدؒ نے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب بھر جاوے تمھارے جوتے میں نجاست تو مٹی اُس کے واسطے پاک کرنے والی ہے اور ایسا مروی ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست تر دَلدار ہووے تو وہ بغیر دھونے کے پاک نہ ہووے گی اور دلیل اُن کی وہ ہے جو روایت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ جب تیرے کپڑے میں چلنے سے کوئی نجاست تر بھر جاوے تو دھو اُس کو اور اگر خشک ہے تو کچھ لازم نہیں تیرے اوپر روایت کیا اس کو رزینؒ نے **ص** اگر کسی چیز میں منی بھر جاوے تر ہو یا خشک دھونے سے پاک ہوتی ہے **ف** حاصل اس مسئلے کا یہ ہے کہ تر منی سے بغیر دھوئے کپڑا پاک نہیں ہوتا اور سوکھی سے بھی دھونے سے پاک ہو جاتا ہے **ص** اور سوکھی منی کو اگر کپڑے سے کھرچ ڈالے تو بھی پاک ہو جاوے گا **ف** لیکن یہ جب ہے کہ منی اس قدر غلیظ ہووے کہ قابل کھرچنے کے ہووے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ دھوتی تھیں منی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ وغیرہ نے، اور بھی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دھوتے منی کو پھر نکلتے تھے نماز کو اُسی کپڑے میں اور میں دیکھتی تھی نشان دھونے کا اُس میں روایت کیا اس کو شیخین رحمۃ اللہ علیہما نے اور ایک روایت میں مسلم کی ہے کہ میں کھرچتی تھی منی کو آپ کے کپڑے سے پھر نماز پڑھتے تھے اُسی کپڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ میں کھرچتی تھی سوکھی منی کو ناخون سے اُن کے کپڑے سے اور کہا امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں حَدَّثَنَا يُوْنُسُ ثَنَا يَحْيٰى بْنُ حَسَّانَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَبِشْرُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سَنَانٍ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَنَّ بُقَعَ الْمَاءِ لَفِيْ ثَوْبِهٖ یعنی کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں دھوتی تھی منی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اور آپ جاتے تھے نماز کو اور تحقیق کہ نشان پانی کے اُن کے کپڑے میں ہوتے تھے **ص** اگر سر ذکر کا پاک ہے اس طرح پر کہ پیشاب نے مخرج سے تجاوز نہ کیا یا بعد پیشاب کے استنجا کیا اور پھر منی نکلی اور خشک ہو گئی کھرچنے سے پاک ہو جاوے گی کپڑا ہووے یا بدن اور حسنؒ بن زیاد نے امام صاحبؒ سے روایت کی ہے کہ بدن میں اگر منی لگ کے خشک ہو جاوے کھرچنے سے پاک نہ ہو جاوے گا جب تک نہ دھووے گا **ف** صاحبؒ ہدایہ نے وجہ اس کی یوں بیان کی ہے فَاِنَّ حَرَارَةَ الْبَدَنِ جَاذِبَةٌ فَلَا يَعُوْدُ اِلَى الْجِرْمِ وَالْبَدَنُ لَا يُمْكِنُ فَرْكُهٗ یعنی حرارت بدن کی جاذب ہے سو نہ عود کرے گی منی طرف جِرم کے خشکی سے اور بدن کا کھرچنا ممکن نہیں **ص** اور تلوار یا چھری اور جو اُس کے مثل چیزیں ہیں ملنے سے پاک ہو جاتی ہیں زمین پر یا کسی اور پر ہووے اور جو بچھونا ایسا ہو کہ دھونا اُس کا دشوار ہو ایک رات دن اُس پر پانی بہاوے پاک ہو جاویگا اور زمین ناپاک یا اینٹیں بچھی ہوں یا نرکل کا گھر اور درخت اور گھانس اگر کٹی نہ ہووے اور خشک ہو جاویں اور اثر نجاست کا باقی نہ رہے پاک ہو جاویں گی نماز کے لئے اور یہی مختار ہے یعنی زمین خشک پر جس کے اوپر اثر نجاست کا باقی نہ رہے نماز درست ہے **ف** کیونکہ وہ زمین پاک ہے جیسا کہ روایت کی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں رہتا تھا رات کو مسجد میں زمانۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اور میں تھا جوان ذور تھا نکاح سے اور کتے آتے جاتے تھے مسجد میں اور پیشاب کرتے تھے سو نہ تھے پانی بہاتے کسی پر اُن میں سے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ وغیرہ نے اور حدیث میں ہے

زَکوٰۃُ الْاَرْضِ یُبْسُھَا یعنی زکوٰۃ زمین کی سوکھنا اُس کا ہے ایسا ہی ہے ہدایہ میں اور کہا ابن طاہرؒ نے تذکرہ میں کہ نہیں ہے اصل اس حدیث کی مرفوع میں انتہی لیکن ذکر کیا اس کو بعض مشائخؒ نے اثر عائشہ رضی اللہ عنہا کا اور بعض نے محمد ابن حنفیہ کا اور ایسا ہی روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے محمدؒ سے اور ابو قلابہؒ سے بھی اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے اُن سے یعنی ابو قلابہؒ سے کہ جُفُوْفُ الْاَرْضِ طُھُوْرُھَا یعنی سوکھنا زمین کا طہارت ہے اُس کی اور ذکر کیا مبسوط میں اَیُّمَا الْاَرْضُ جَفَّتْ فَقَدْ زَکَتْ کو یعنی جو زمین کہ خشک ہو گئی تو وہ پاک ہو گئی حدیث مرفوع وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور حجت اس باب میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے ص لیکن تیمم جائز نہیں ف اس واسطے کہ مٹی تیمم کی طہارت اُسکی قرآن شریف سے ثابت ہے سو حدیث اُس کی معارض نہ ہو گی واللہ اعلم ص اور جو درخت اور گھانس بعد کٹنے کے نجس ہووے وہ فقط دھونے سے پاک ہوتی ہے نہ سوکھنے سے

ف فصل نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے بیان میں

نجاست غلیظہ اُسے کہتے ہیں جس کی نجاست آیت یا حدیث وغیرہ سے ثابت ہووے اور دوسری آیت یا حدیث اُس کے مخالف نہ آئی ہو اور جس چیز کو یہ نجاست غلیظہ عارض ہوتی ہے اُس کو نجس غلیظہ کہتے ہیں اور نجاست خفیفہ جو ایسی نہ ہووے اور جس کو یہ عارض ہو اُس کو نجس خفیف کہتے ہیں ص ایک درم برابر نجس غلیظ جیسے پیشاب اور خون اور شراب اور بیٹ مرغی کی اور پیشاب بلی اور گدھے اور چوہے کا اور لید اور گوبر معاف ہے اور اس سے زیادہ معاف نہیں اور چوتھائی سے کم کپڑا اگر نجس خفیف ہے جیسے پیشاب گھوڑے کا اور جس کا گوشت حلال ہے، اور بیٹ طائروں حرام سے نجس ہو جاوے معاف ہے اور اس سے زیادہ معاف نہیں اور چوتھائی کپڑے سے اُس کپڑے کی چوتھائی مراد ہے جتنے میں نماز درست ہو جاوے اور بعضوں کے نزدیک چوتھائی اُس کپڑے کی جس میں نجاست لگی ہووے جیسے دامن اور آستین اور کلی مراد ہے اور امام ابو یوسفؒ نے اس کا اندازہ کیا ہے کہ طول میں بھی ایک بالشت اور عرض میں بھی ایک بالشت ہو اور اگر نجس رقیق ہے پانی سا تو قدر درم سے مراد مقدار ہتھیلی کے گڑھے کا عرض ہے اور اگر کثیف ہے تو مراد قدر درم سے وزن ایک مثقال کا ہے ف جب کپڑے میں لید یا گوبر زیادہ درم سے لگ گیا تو نماز اُس میں نزدیک امام صاحبؒ کے جائز نہ ہو گی اس واسطے کہ وہ نجس غلیظ ہے کیونکہ روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے پائخانے کے حکم کیا مجھ کو کہ لاؤں تین پتھر سو پائے میں نے دو پتھر اور تیسرا نہ پایا میں نے سو لے آیا میں اُن کے پاس ایک ٹکڑے لید کو تو لے لیا آپ نے دو پتھروں کو اور پھینک دیا آپ نے لید کو اور کہا کہ وہ نجس ہے روایت کیا اس کو بخاریؒ نے اور احمدؒ اور دارقطنیؒ نے اور ترمذیؒ نے اور نسائیؒ نے اور منع کیا آپ نے اُس سے استنجا کرنے سے ص اور خون مچھلی کا نجس نہیں اور خچر اور گدھے کا لعاب پاک چیز کو نجس نہیں کرتا اور اگر پیشاب سوئی کی نوکوں کے برابر پڑ جاوے دھونا اُس کا واجب نہیں اور جو پانی کہ نجس پر پڑ جاوے وہ بھی نجس ہے یا نجس چیز پانی پر پڑ جاوے تب بھی پانی نجس ہے اور نجس کی راکھ نجس نہیں اور گدھا اگر نمکدان میں گر پڑا اور نمک ہو گیا پاک ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راکھ نجس کی بھی نجس ہے اور جس کپڑے کا استر نجس ہو اور سیا ہوا نہ ہو اُس پر نماز درست ہے اور اگر ایک جانب بچھونے کی نجس ہو اور دوسری جانب پاک ہو اُس پر نماز درست ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر بچھونا اتنا بڑا ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف نہ ہے تو درست ہے اور اگر ہل جاوے تو درست نہیں اور ہمارے نزدیک دونوں صورتوں میں درست ہے اور اگر کپڑے نجس کو پاک کپڑے کے ساتھ لپیٹے اور اُس کی تری پاک کپڑے میں آ جاوے تو اگر ایسی تری ہے کہ نچوڑنے سے نہیں ٹپکتی تو نماز اُس پر درست ہے اور اگر ٹپکے تو نماز اُس پر درست نہیں اور زمین خشک جو ایسی مٹی سے جس میں گوبر ملا ہے لیپی گئی ہے اُس پر تر کپڑا بچھا کر نماز پڑھے درست ہے اور اگر ایک کنارہ کپڑے کا جو نجس ہوا تھا بھول گیا اور دوسرا کنارہ بغیر سوچ کے دھو لیا نماز اُس پر جائز ہے کیونکہ کپڑے کے دھونے میں سوچنا شرط نہیں اور اگر گیہوں وغیرہ کے روندنے میں بیل یا گدھے نے موتا اور پھر وہ گیہوں بانٹے گئے یا اُس میں سے نکال کے کسی کو کچھ دے دیا سب پاک ہو جاویں گے ضرورت کے سبب سے

ف فصل استنجے کے بیان میں

ص استنجا کرنا اُس حدث سے جو دونوں راہوں سے نکلے پتھر وغیرہ سے یہاں تک کہ صاف ہووے بغیر گنتی کے سُنت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گنتی بھی سُنت ہے اور سونے اور ریح سے استنجا نہیں ف اگر کوئی کہے کہ سونا اُس سے نکل گیا جب کہ کہا دونوں راہوں سے نکلے پھر اس کے ذکر سے کیا فائدہ جواب اس کا یہ ہے کہ سونے میں گمان ہے ریح وغیرہ کے نکلنے کا اس واسطے اُس کو بھی بیان کر دیا اور استنجے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت فرمائی ہے اور تین پتھروں کا ہونا کچھ ضرور نہیں اگر دو پتھروں میں صاف ہوجاوے کافی ہے اور ہمارے مذہب میں کوئی شمار پتھروں کا مسنون نہیں اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بول میں احتیاط نہ کرے اُس کے واسطے بڑی وعید شدید ہے روایت کی دارقطنیؒ اور حاکمؒ وغیرہما[۱] نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرہیز کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین پتھر ضرور چاہئیں روایت ہے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم استنجا کریں تین پتھروں سے کم میں روایت کیا اس کو مسلمؒ نے اور ابی داؤدؒ اور نسائیؒ اور مالکؒ نے اور دلیل ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ روایت کیا ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہما نے کہ جو استنجا کرے پس چاہیئے کہ طاق لیوے جس نے کیا سو اچھا کیا اور جس نے نہ کیا سو کچھ حرج نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھروں کو واسطے استنجے کے لیا اور صحیح یہی ہے کہ شرط پاکی ہے اور تین ڈھیلوں کے سُنت میں شک نہیں کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ جس نے یہ کیا سو اچھا کیا اور جس نے نہ کیا سو کچھ حرج نہیں اور سُنت کا یہی حکم ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی پتھروں سے استنجا کیا اور بفرض تسلیم کے اُس کو ہم سُنت ہی تو کہتے ہیں نہ واجب اور سُنت میں ترک تو معتبر ہے ص گرمی کے دنوں میں پہلے اور تیسرے پتھر کو پیچھے کی طرف لیجا کے پاک کرے اور جاڑے کے دنوں میں پہلے اور تیسرے پتھر کو آگے کی طرف لا کے پاک کرے اور پہلی صورت میں دوسرے پتھر سے آگے کی طرف پاک کرے اور دوسری میں پیچھے کی طرف اور عورت جاڑے گرمی میں ہمیشہ پہلے پتھر کو پیچھے کی طرف لیجا کے پاک کرے اور بعد پتھر لینے کے پانی سے دھونا ادب ہے ف روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نہیں دیکھا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کہ نکلے پیخانے سے مگر یہ کہ چھوا پانی کو یعنی پانی سے دھویا اور روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ اَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ یعنی مسجد قُبا میں وہ لوگ ہیں کہ دوست رکھتے ہیں طہارت کو اور اللہ دوست رکھتا ہے طہارت کرنیوالوں کو فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اے گروہ انصارؓ کے بتحقیق اللہ تعالیٰ نے ثنا کی اوپر تمہارے بیچ طہارت تمہاری کے پس کیا ہے طہارت تمہاری پس کہا اُنھوں نے کہ ہم وضو کرتے ہیں نماز کے لئے اور غسل کرتے ہیں جنابت سے اور استنجا پاک کرتے ہیں ہم پانی سے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سو وہ یہی ہے لازم پکڑو تم اس کو روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور رزین رحمۃ اللہ علیہما نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طہارت سے مراد قرآن شریف میں بھی استنجا کرنا پانی سے ہے اِس واسطے کہ مسجد قُبا والے خاص اِس میں اور مہاجرینؓ سے زیادہ تھے ورنہ وضو اور غسل اور مہاجرینؓ بھی کرتے تھے اور روایت ہے سنن ابن ماجہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ دھوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جائے پیخانے اپنی کو تین بار کہا عبد اللہ بن عمرؓ نے سو کیا ہم نے اُس کو سو پایا ہم نے اس کو دوا اور پاکی اور راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں اور روایت کی محی السنۃ بغوی اور ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نازل ہوئی بیچ اہل قُبا کے کہ بیچ اُس مسجد کے ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں طہارت کو فرمایا کہ تھے استنجا کرتے پانی سے سو نازل ہوئی اُن میں یہ آیت ص تو پہلے دونوں ہاتھ دھووے پھر مخرج کو ڈھیلا چھوڑ کر خوب صاف کر کے مل کے دھووے اور ایک اُنگلی یا دو تین اُنگلیوں کے باطن سے دھووے اور اُنگلیوں کے سرے سے نہ دھووے پھر دونوں ہاتھ دھووے اور اگر نجاست مخرج سے درم برابر بھی تجاوز کریگی دھونا اُس کا شیخینؒ کے نزدیک واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک

[۱] یہ حدیث کئی صحابیوںؓ سے مروی ہے بلکہ حاکمؒ نے کہا صحیح علی شرطہما یہ حدیث صحیح ہے شرط بخاری و مسلم پر اور کہا ولا اعرف بہ علۃ یعنی میں نہیں پہچانتا اس میں کسی طرح کی کوئی علت ۱۲ منہ ۵۲ اہل فہم پر

اگر مخرج سمیت درم سے بڑھ جاوے اُس کا دھونا بھی فرض ہے آور کھانے اور ہڈی اور گوبر اور داہنے ہاتھ سے استنجا درست نہیں **ف** لیکن ہڈی اور گوبر سے سو اس واسطے کہ روایت کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے گوبر کے باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اِنَّہٗ رِجْسٌ یعنی وہ نجس ہے جیسا کہ اوپر گذرا آور بھی روایت کی ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جب آئے قاصد جن کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہا اُنھوں نے اے رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم منع کرو اُمت اپنی کو کہ استنجا کریں ہڈی اور گوبر سے یا کوئلے سے پس تحقیق اللہ نے کیا اُس میں ہمارا رزق سو منع کیا ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور روایت ہے رُویفعؓ سے بھی ایسی ہی آخراج کیا اس کا ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے آور اسی باب میں روایت ہے خزیمہ بن ثابت اور سلمان رضی اللہ عنہما سے اخراج کیا ان دونوں کا ابن ماجہؒ وغیرہ نے آور لیکن استنجا کرنا داہنے ہاتھ سے سو روایت ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ استنجا کریں ہم داہنے ہاتھ سے روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہم رحمہم اللہ نے آور روایت کی بخاریؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤد وغیرہم نے ابی قتادہؓ سے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب پیشاب کرے کوئی تم میں سے پس نہ پکڑے ذکر اپنے کو داہنے ہاتھ سے اور نہ استنجا کرے داہنے ہاتھ سے آور روایت کی ابوداؤدؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھا داہنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے طہارت کے اور کھانے کے اور بایاں ہاتھ واسطے پیخانے وغیرہ کے آور روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے کہ سُنا میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ نہیں چھوا میں نے ذکر اپنے کو داہنے ہاتھ سے جب سے کہ میں نے بیعت کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور اسلام لایا میں تو خوش ہوئے اِس سے کہ نہ استنجا کیا اُنھوں نے داہنے ہاتھ سے آخراج کیا اس حدیث کا رزین بنؓ معاویہ عبدری نے **ص** اور پیخانے میں قبلے کی طرف پیٹھ کرنا اور مُنھ کرنا مکروہ تحریمی ہے اور جنگل اور مکان میں ہمارے نزدیک یہی حکم ہے **ف** کیونکہ روایت ہے ابی ایوبؓ سے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جاؤ تم پیخانے کو سو نہ مُنھ کرو طرف قبلے کے اور نہ پیٹھ کرو طرف اُس کے اور لیکن مشرق کی طرف مُنھ کرو اور مغرب کی طرف اور یہ خطاب واسطے مدینے کے لوگوں کے ہے کیونکہ قبلہ اُن کا مشرق اور مغرب نہیں آور جن کا قبلہ مشرق اور مغرب ہے اُن کو جنوب وشمال کی طرف مُنھ کرنا چاہیئے روایت کیا اس کو چھ عالموںؒ نے آور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں اور روایت کی اسی باب میں ابن ماجہ نے ابن معقل اسدی سے اور اسناد میں اُس کی ابوزید بعضوں نے کہا ہے کہ نام اُن کا ولید ہے مولیٰ ابن ثعلبہ کا مجہول ہے اور ابوسعید خدریؓ سے اور اسناد میں اُس کی ابنؒ لہیعہ ضعیف ہے اور دوسری روایت میں بھی ابن ماجہ کی ابوسعید خدریؓ سے ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے آور ہمارے نزدیک یہ کراہت میدان اور گھر میں سب میں ہے کیونکہ کہا ابوایوب انصاریؓ نے کہ آئے ہم شام میں تو تھیں اُس میں کھڈیاں طرف قبلے کے سو پھرتے تھے ہم اُس سے اور استغفار کرتے تھے آس سے معلوم ہوا کہ مکان میں بھی مُنھ طرف قبلے کے کرنا ممنوع ہے وقت پیخانے کے آور بعضوں نے رخصت دی ہے قبلے کی طرف مُنھ کرنے کی جبکہ قبلہ اور اُس کے درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جیسا کہ روایت ہے مروان اصغر سے کہا اُنھوں نے دیکھا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہ بٹھلایا اُنھوں نے اونٹنی اپنی کو طرف قبلے کے پھر بیٹھے اور پیشاب کرنے لگے طرف اونٹنی کے پس کہا میں نے اُن سے کیا نہیں منع کیا اس سے کہا اُنھوں نے کہ ہاں منع ہے میدان میں لیکن جب ہو درمیان تیرے اور درمیان قبلے کے کوئی چیز کہ چھپاوے تجھ کو سو کچھ نہیں اخراج کیا اس کو ابوداؤد نے آور بعضوں نے مطلق رخصت دی ہے لیکن مُنھ کرنے میں طرف قبلے کے سو دلیل لاتے ہیں حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہ ہم مُنھ کریں طرف قبلے کے پیشاب میں سو دیکھا میں نے اُن کو ایک سال پیشتر قبل وفات کے کہ مُنھ کرتے تھے طرف قبلے کے روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے آور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے کہا شیخ ابن القیم نے کہا ترمذی نے کہ پوچھا میں نے بخاریؒ سے اس حدیث کو پس کہا اُنھوں نے کہ یہ حدیث صحیح ہے آور ضعیف کیا اس کو ابن حزم نے کہ یہ حدیث مروی ہے اباںؒ بن صالحؒ سے اور وہ مجہول ہیں اور نہیں حجت ہے مجہول کی روایت سے آور جواب اس کا یہ ہے کہ کہا ابن منذر نے کہ ابان بن صالح ثقہ ہے مشہور ہے حدیث والا ہے اور وہ ابان بیٹا صالح بیٹا عمیر کا ابومحمد قرشی ہے روایت کی اُس سے ابن جریج اور ابن عجلان اور ابن اسحاق اور عبید اللہ بن جعفر نے اور شہادت لایا ساتھ روایت اُس کی کے بخاریؒ اپنی صحیح میں مجاہد اور حسن بن مسلم اور عطاء سے اور توثیق

کی اُس کی یحییٰ بن معین اور ابو حاتم اور ابوزرعہ رازی نے اور نسائی نے اور وہ والد ہے محمد بن ابان کا روایت کی اُس سے ابو ولید اور ابو داؤد طیالسی اور حسین جعفی وغیرہم نے اور اس حدیث پر انفراد کیا محمد بن اسحاق نے اور نہیں حجت پکڑی جاوے گی اس سے احکام میں تو پھر بھلا معارض کیونکر ہوگی احادیث صحاح کی اور کس طرح منسوخ ہوں گی اُس سے حدیثیں منع کی باوجود اس بات کے کہ اس حدیث کی تاویل ہوسکتی ہے کہ شاید یہ مکان میں ہووے اُن لوگوں کے مذہب پر جو مکان میں رخصت دیتے ہیں یا یہ امر تنگی مکان سے تھا کہا شیخ ابن القیم نے بعد اس بیان کے فَكَيْفَ تَقَدَّمَ عَلَى النُّصُوْصِ الصَّحِيْحَةِ الصَّرِيْحَةِ بِالْمَنْعِ یعنی پس کس طرح مقدم کیجاوے گی یہ حدیث اوپر نصوص صحیحہ صریحہ بالمنع کے پھر اگر کوئی کہے کہ تسلیم کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے سو کیا کہتے ہو روایت عراک میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے درباب رخصت کے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یہ موقوف ہے اوپر عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہا یہ ترمذیؒ نے کتاب العلل میں نقلاً عن البخاری آور کہا بعض حافظوں نے حدیث کے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اُس کے سبب کو بڑے عالم لوگ حدیث کے پہچانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اسناد میں جو خالد بیٹا ابی الصلت کا ہے اُس نے اس حدیث کے متن کو یاد نہیں کیا اور اس کی اسناد کو قائم رکھا مخالفت کی اس کی اسی حدیث میں ثقہ ثبت صاحب عراک نے نام اُس کا جعفر بن ربیعہ فقیہ ہے سو روایت کیا اُس نے اُس کو عراک سے اس نے عروہؓ سے اُس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ انکار کرتی تھیں سو معلوم ہوا کہ روایت خالد کی عراک سے اُس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقطع ہے اور صحیح جعفر کی ہے باوجود کہ اُس کی مخالف جانب احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں اور کہا عبد الرحمن بن ابی حاتم نے کتاب المراسیل میں اثرم سے کہ کہا سنا میں نے ابو عبداللہ سے کہ ذکر کیا بعضوں نے حدیث خالد کو عراک سے اُس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو کہا اُنھوں نے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور زیادہ تحقیق اس کی شرح ابو داؤد میں ہے اس جگہ بسبب خوف درازی کتاب کے اختصار کیا اور تفصیل کو راہ نہ دی آور پیٹھ کرنے میں طرف قبلے کے سو دلیل لاتے ہیں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیخانہ پھرتے دیکھا کہ مُنھ تھا آپ کا طرف شام کے اور پیٹھ طرف[1] قبلے کے آور روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے آور حق یہ ہے کہ رخصت میں بھی حدیثیں صحیح وارد[2] ہوئی ہیں **فائدہ** کھڑے ہوکے پیشاب کرنا منع ہے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ فرماتی تھیں جو شخص کہ حدیث بیان کرے تم سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکے پیشاب کرتے تھے سو نہ تصدیق کرنا اُس کی نہیں پیشاب کرتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مگر بیٹھ کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور نسائیؒ نے اور روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے کہ دیکھا مجھ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پیشاب کرتا ہوں کھڑے ہوکے پس کہا آپ نے کہ نہ پیشاب کر کھڑے ہوکے اے عمرؓ سو نہیں پیشاب کیا میں نے کھڑے ہوکے جب سے اور روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں پیشاب کیا میں نے کھڑے ہوکے جب سے اسلام لایا میں آروایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ یہ صحیح ہے عمر رضی اللہ عنہ سے اور ضعیف کیا پہلی روایت کو آور روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جفا ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکے آور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ واسطے ادب کے ہے نہ واسطے حرمت کے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ روایت کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ پیشاب کرتے تھے وہ کھڑے ہوکے اور روایت ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکے پیشاب[3] کیا روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے کئی طریقوں سے آور حق یہ ہے کہ کھڑے ہوکے پیشاب کرنا فقط خلاف ادب ہے اور باقی بموجب ان دونوں حدیثوں کے درست ہے واللہ اعلم

ص کتاب الصلوٰۃ

ف فصل نماز کے وقتوں کے بیان میں

ص وقت فجر کا عریض صبح سے آفتاب نکلنے تک ہے آور جو طویل صبح ہو اُس کو صبح کاذب کہتے ہیں آور اُسوقت نماز صبح کا وقت نہیں ہوتا ف یعنی صبح اُسکو

[1] اور جواب اس کا علمانے یہ لکھا ہے کہ شاید پشت مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب قبلہ سے کچھ پھری ہوگی حضرت ابن عمرؓ کو معلوم نہ ہوا ہوگا اس لئے کہ یہ مقام قرب اور غور سے دیکھنے کا نہ تھا یا یہ فعل آپ کا قبل از نسخ ہوگیا یا بضرورت تنگی مکان وغیرہ ہو مع ہذا حدیث قولی راجح ہوتی ہے حدیث فعلی پر واللہ اعلم وعلمہ اتم ۱۲

[2] شاید یہ حدیثیں واسطے بیان جواز کے بضرورت ہوں پس منافی کراہت و اسارت ادب نہیں ہوسکتیں فافہم واللہ اعلم ۱۲ عبدہ

[3] علمائے محققین نے اس کے چند سبب تحریر فرمائے ہیں یا درد زانو تھا کہ بیٹھنا مشکل تھا یا درد کمر کہ کھڑے ہوکے پیشاب کرنا اس کے لئے مفید ہے یا مقام نجس تھا کہ بیٹھنے میں خوف لوث نجاست تھا واللہ اعلم ۱۲ عبدہ

کہتے ہیں جو اُفق کی طرف چوڑان میں سپیدی پیدا ہوتی ہے کہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ صحیح وقتوں نماز میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے آور روایت ہے
بُریدہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اُنھوں نے پوچھا ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے وقتوں کو سو فرمایا آپ نے اُس شخص سے کہ نماز پڑھ
ہمارے ساتھ دُو دن سو جس وقت زوال ہوا آفتاب کا حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو سو اذان دی اُنھوں نے پھر حکم کیا اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو
اقامت کہی اُنھوں نے ظہر کی پھر حکم کیا اُس کو سو اقامت کی عصر کی اور آفتاب اُس وقت سپید اور صاف اور بلند تھا پھر حکم کیا اُس کو سو اقامت کی مغرب کی
جس وقت کہ غروب ہوا آفتاب پھر حکم کیا اُس کو سو اقامت کی عشا کی جس وقت کہ غائب ہوئی شفق پھر حکم کیا اُس کو سو اقامت کی فجر کی جس وقت کہ طلوع
ہوئی فجر پھر جب ہوا دوسرا دن حکم کیا اُس کو تو ٹھنڈے وقت پڑھی ظہر اور خوب ٹھنڈا کیا اُس کو اور نماز پڑھی عصر کی اور آفتاب بلند تھا لیکن اول روز سے
تاخیر کی آور نماز پڑھی مغرب کی قبل اِس کے کہ غائب ہو شفق آور نماز پڑھی عشا کی جب تہائی رات گئی اور نماز پڑھی فجر کی سو روشن کیا اُس کو یعنی جب خوب
روشن ہو گئی تب فجر کی نماز پڑھی پھر کہا آپ نے کہ کہاں ہے نمازوں کے وقت کا سوال کرنے والا سو کہا اُس شخص نے میں ہوں یا رسول اللہ کہا آپ نے
کہ وقت نماز کا درمیان اُس کے ہے جو دیکھا تم نے روایت کیا اس کو مسلم نے آور بھی روایت کی مسلم نے ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مانند اِس کے ص آور ظہر
کا وقت زوال سے ہے جب تک کہ سایہ ہر چیز کا دونا ہو جاوے سوا سایۂ زوال کے ف یعنی جتنا سایہ زوال کا ہے اُتنے کو نکال کے ہر چیز کا سایہ دونا ہو جاوے
ص اور ایک روایت میں امام صاحبؒ سے ظہر کا وقت جب تک ہے کہ سایہ ہر چیز کا اُس کے برابر ہو جاوے سوا سایۂ زوال کے اور یہی قول ہے صاحبین
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ف اور طریقہ پہچاننے زوال کا دائرۂ ہندیہ سے معلوم ہوتا ہے اور وہ شرح زبی میں مذکور ہے ہم نے بنظر عدم فہم عوام اُسکو
ترک کیا آور نیز ہندوستان کے ملک میں زوال کے پہچاننے کے بہت طریقے ہیں ص آور عصر کا وقت اُس وقت سے آفتاب کے ڈوبنے تک آور مغرب
کا اُس وقت سے شفق غائب ہونے تک اور شفق کہتے ہیں سُرخی کو صاحبینؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے آور امام صاحبؒ کے نزدیک شفق سپیدی کو
کہتے ہیں جو سُرخی کے بعد ہوتی ہے آور عشا کا اُس وقت سے آور وتر کا عشار کے بعد سے صبح تک دونوں کا وقت رہتا ہے ف ظہر کے آخر وقت میں
بہت اختلاف ہے آور اسی طرح مغرب کے آخر وقت میں تو اکثر امام اور فقہا اُس طرف ہیں کہ وقت ظہر کا ہر چیز کے سایے کے برابر ہونے تک ہے سوائے
سایۂ زوال کے آور مغرب کا شفق کے غروب تک لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے کہ ظہر کا وقت دُو مثل تک رہتا ہے آور امام مالک اور امام
شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ اخیر وقت مغرب کا بس وہی آفتاب کا ڈوبنا ہے کہ کہا اُنھوں نے نہ تاخیر کی جاوے مغرب بوقت اختیار آفتاب کے ڈوبنے
سے آور اصل اس باب میں حدیث جبرئیلؑ کے امامت کی ہے روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ امامت
کی جبرئیل علیہ السلام نے ساتھ میرے دُو بار نزدیک خانۂ کعبہ کے سو پڑھی نماز ظہر کی پہلی امامت میں جب ہوا سایہ مثل تسمے جوتی کے پھر نماز پڑھی عصر کی
جس وقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا مثل اُس کے پھر نماز پڑھی مغرب کی جس وقت کہ غروب ہوا آفتاب اور افطار کیا روزہ دار نے پھر نماز پڑھی عشار کی جس وقت
کہ غائب ہوئی شفق پھر نماز پڑھی فجر کی جس وقت کہ طلوع ہوئی فجر اور حرام ہوا کھانا روزہ دار پر اور پڑھی نماز ظہر کی دوسری امامت میں جس وقت کہ ہوا
سایہ ہر چیز کا مثل اُس کے جس وقت کہ نماز عصر کی پہلے روز پڑھی تھی اور پڑھی نماز عصر کی جس وقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا دونا اُس کا پھر مغرب جس وقت
کہ کل پڑھی تھی آور عشار جس وقت کہ گئی تہائی رات پھر نماز پڑھی صبح کی جس وقت کہ روشن ہو گئی زمین پھر التفات کیا طرف میرے جبرئیل علیہ السلام نے
اور کہا اے محمد صلے اللہ علیک وسلم کہ یہ وقت ہے انبیار علیہم السلام کا قبل آپ کے اور وقت درمیان ان دونوں وقتوں کے ہے روایت کیا اس کو ابو داؤد اور
ترمذیؒ نے اور کہا اُس نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں آور حاکمؒ نے اور کہا اُس نے کہ یہ صحیح الاسناد ہے لیکن اسناد میں اس کی
عبد الرحمٰن بیٹے حارث کے ہیں ضعیف کیا اس کو احمد اور نسائیؒ اور یحییٰ بن معین اور ابو حاتم رازی نے اور توثیق کی اُس کی ابن سعد اور ابن حبان رحمۃ اللہ
علیہما نے اور متابعت کی اُس کی روایت کی عبد الرزاق نے عمری سے اُنھوں نے عمر بن نافع رحمۃ اللہ علیہم سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے ابن
عباس رضی اللہ عنہما سے مانند اس کے اور اسناد میں اس کی عُمری ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے کہ یہ اچھی متابعت ہے



اور صحیح کیا اسکو ابن العربی اور ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہما نے اور مروی ہے حدیث امامت کی چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے اُن میں سے جابر رضی اللہ عنہ ہیں اور روایت میں اُن کی یہ ہے کہ نماز پڑھی عشار کی دوسرے دن جب کہ گذری آدھی رات اور یا تہائی رات اور یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ کہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے وقت ظہر کا جب ہے کہ زوال ہو آفتاب کا اور ہو سایہ ہر چیز کا مانند طول اُس کے کے جب تک کہ نہ آئے وقت عصر کا اور وقت عصر کا جب تک ہے کہ نہ زرد[ف۱] ہووے آفتاب اور وقت مغرب کا جب تک ہے کہ نہ غروب ہووے شفق اور وقت عشار کا آدھی رات تک اور وقت فجر کا جب تک کہ نہ طلوع کرے آفتاب روایت کیا اس کو مسلمؒ نے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اوّل وقت مغرب کا جب کہ غروب ہو آفتاب اور آخر وقت اُس کا جب کہ غائب ہو اُفق یعنی روشنی اُس کی دور ہو جاوے اور اوّل وقت عشار کا جبکہ غائب ہو اُفق اور آخر وقت اُس کا آدھی رات تک اور اول وقت فجر کا جبکہ فجر طلوع ہووے اور آخر وقت اُس کا جبکہ طلوع ہو آفتاب روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور یہ حدیثیں حجت ہیں امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما پر اس بات میں کہ وقت مغرب کا جب تک ہے کہ غائب ہووے شفق اور عصر کا وقت جو مغرب تک ہے سو دلیل اُس کی یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ہ یعنی جس وقت کہ پیش کیے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑے آخر دن میں تیز نہایت عمدہ سو کہا اُنھوں نے کہ دوست رکھا میں نے مال کو اپنے رب کے ذکر سے یہاں تک کہ چھپ گیا آفتاب پردے[ف۲] میں اور دوسری دلیل اُس کی یہ ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے پائی ایک رکعت صبح سے قبل اس کے کہ طلوع ہو آفتاب سو تحقیق کہ پائی اُس نے نماز صبح کی اور جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت عصر سے قبل اس کے کہ ڈوبے آفتاب سو تحقیق کہ پائی اُس نے نماز عصر کی روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور لیکن اس باب میں کہ عشار کا آخر وقت صبح تک ہے کوئی حدیث صحیح یا ضعیف نہیں آئی لیکن مختلف ہوئیں احادیث صحیحہ اُس میں روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو موسیٰ اشعری اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے کہ تحقیق تاخیر کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز عشار کی تہائی رات تک اور روایت ہے حضرت ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاخیر کی اُس کی آدھی رات تک اور روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی اُس کی دو ثلث رات تک اور روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تاخیر کی عشار کی یہاں تک کہ گئی اکثر رات اور یہ سب حدیثیں صحیح ہیں کہا امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہ سب حدیثیں مفید ہیں اس بات کو کہ ساری رات کا وقت عشار کا ہے لیکن تین مرتبے پر تہائی رات تک افضل ہے اور نصف تک اُس سے کم اور بعد اُس کے اُس سے کم پھر روایت کی طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے نافع بن جبیرؒ تک کہا اُنھوں نے کہ لکھا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو نماز پڑھ عشا کی جب چاہے رات میں اور نہ غافل ہو اُس سے اور ایک روایت میں مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں سونے میں ہے تفریط[ف۳] بلکہ تفریط اس میں ہے کہ نماز کی تاخیر کرے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجاوے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت اُس کا صبح تک ہے اور اجماع کیا اماموں نے کہ جب اسلام لاوے کافر یا پاک ہووے حائضہ یا بالغ ہووے لڑکا اور کچھ رات[ف۴] باقی ہو نماز عشار کی اُس پر واجب ہے اور اجماع حجت قطعی ہے جیسا کہ اوپر ہم نے پہلے کتاب میں بیان کیا اور حدیث امامت جبرئیل علیہ السلام کی وقت مختار پر محمول ہے اور اسی واسطے کہا امام صاحبؒ نے کہ تاخیر مغرب کی اوّل وقت سے مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی کیونکہ صحیح ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ تاخیر کی آپ نے مغرب کی شفق کے ڈوبے تک اور تاخیر عشار کی اس سے زیادہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے یا عصر کی آفتاب کی زردی تک مکروہ تحریمی ہے اور سب سے زیادہ کراہت عصر کی تاخیر میں ہے آفتاب کے زرد ہونے تک کیونکہ فرمایا آپ نے ایسی نماز کو تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ یعنی یہ نماز منافق کی ہے اور شیطان کی طرف آپ نے اُس کو منسوب کیا اور حدیث امامت میں جو وارد ہے کہ نماز عصر کی آپ نے تاخیر کی سایے کے دو مثل ہونے تک سو یہ منسوخ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے کہ وقت عصر کا جب تک ہے کہ نہ زرد ہو آفتاب اور دوسرے یہ کہ دو مثل تک آفتاب پر زردی نہیں آتی اور وہ جو امام صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ آخر وقت ظہر کا دو مثل تک ہے سو کسی حدیث میں بہ تصریح مذکور نہیں اور اسی واسطے

ف۱ یعنی بلا کراہت اور بعد زرد ہونے آفتاب کے مکروہ ہے ۱۲ ف۲ یعنی وقت عصر کا فوت ہو گیا اسی پر حضرت سلیمانؑ کو غم ہوا اور گھوڑوں کو ذبح کیا ۱۲ ف۳ تفریط بمعنی نقصان ۱۲ ف۴ رات باقی ہو یعنی بقدر تحریمہ ۱۲

مخالفت کی اُن کی صاحبینؒ نے اور موافق ہوئے اکثر اماموں کے اور حجت پکڑی امام صاحبؒ نے حدیث بُریدہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب ہوا دوسرا دن سو خوب تبرید کی ظہر کی یعنی ٹھنڈک کے وقت نماز پڑھی اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب شدت ہو گرمی کی سو ٹھنڈا کرو نماز کو اس واسطے کہ شدت گرمی کی جہنم کی سانس سے ہے روایت کیا اس کو چھ عالموںؒ نے کہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ شدت گرمی کی اُن کے شہروں میں جب تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ مثل اُس کے ہو جاوے اور مؤید اس کی یہ حدیث ہے جو روایت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاخیر کی نماز ظہر کی یہاں تک کہ پڑنے لگا سایہ ٹیلوں کا اور نووی نے اُسکی شرح میں لکھا ہے کہ سایہ ٹیلوں کا بہت اخیر وقت پڑتا ہے کہ جب آفتاب بہت ڈھل جاتا ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ ظہر کا وقت بعد سایہ مثل کے باقی رہتا ہے اور حدیث ابراد اس باب میں ناسخ حدیث امامت ہو گئی تو اول وقت عصر میں وہ حدیث امامت منسوخ ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا یعنی تحقیق کہ نماز ہے مسلمانوں پر فرض وقت مقرر کیا گیا تو اس سے ثابت ہوا کہ ہر نماز کے واسطے ایک وقت علٰحدہ چاہیئے اور اس حجت میں امام صاحبؒ کی کلام ہے اور حق یہی ہے کہ وقت ظہر کا ایک مثل تک رہتا ہے واللہ اعلم بالصواب لیکن اتنی بات ہے کہ جو شخص مشتاق احتیاط اور معتقد جملہ فقہا و علماے شریعت نبوی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو اُسکو چاہیئے کہ نماز ظہر کی ایک مثل سے پہلے پڑھے کہ سب اماموں کے نزدیک درست ہو اور عصر کی بعد دو مثل کے کہ سب کے نزدیک درست ہو اور گرمی میں تاخیر کرنا ظہر کا اس کا بیان آگے بھی کچھ آوے گا اور شفق نزدیک اکثر علماء کے اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہؒ کے سُرخی کا نام ہے اور ایک روایت میں امام صاحبؒ نے فرمایا کہ شفق نام سفیدی کا ہے اور بعض شروح میں ہے کہ امام صاحبؒ نے رجوع کیا اس سے جو لوگ کہتے ہیں کہ سُرخی نام شفق کا ہے اُن کی حجت یہ ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شفق سُرخی ہے سو جب غائب ہو جاوے واجب ہو گی نماز روایت کیا اس کو ابن عساکرؒ نے بیچ غرائب مالکؒ کے حدیث عتیق بن یعقوب سے اُنھوں نے مالک سے اُنھوں نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے مرفوعًا اور روایت کیا اس کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اور طریق سے اور صحیح کیا بیہقیؒ نے وقف اُس کا اور کہا صاحب ہدایہؒ نے وَمَا رَوَاہُ مَوْقُوْفٌ عَلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور روایت کیا اس کو حاکمؒ نے مدخل میں اور روایت کی دارقطنی اور محمد بن خزیمہ نے صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور رفع کیا اُس کو اور صحیح کیا اس کو اور کہا ابن خزیمہ نے کہ اگر صحیح ہو جاویں یہ روایتیں تو پھر بے پروائی ہو جاوے سب روایتوں سے لیکن منفرد ہوا ساتھ اس کے محمد بن یزید کہا حافظ ابن حجر نے محمد بن یزید سچا ہے اور کہا بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مروی ہے یہ حدیث عمر اور علی اور ابن عباس اور عبادہ اور شداد اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور کوئی حدیث اس میں صحیح نہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور حسن حجت ہے مثل صحیح کے اور صاحب ہدایہؒ نے دلیل امام صاحبؒ کی یہ لکھی ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اخیر وقت مغرب کا جبکہ سیاہ ہو جاوے اُفق اور چوڑی صبح سے مراد یہ ہے کہ روشنی آسمان کے کناروں میں ظاہر ہووے اور اُسی کو صبح صادق کہتے ہیں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ فجر دو ہیں ایک وہ فجر کہ حرام کرتی ہے کھانے کو اور حلال ہے اُس میں نماز اور ایک فجر وہ ہے کہ حرام ہے اُس میں نماز اور حلال ہے اُس میں کھانا روایت کیا اس کو ابن خزیمہ اور حاکم نے اور صحیح کیا اس کو ان دونوں نے اور ایک روایت میں حاکم کی ہے کہ حرام کرتی ہے کھانے کو یعنی ایک لمبی دھاری اُفق کے کنارے آسمان میں جاتی ہے اور یہی صبح صادق ہے اور صبح کاذب کو بیان کیا آپ نے کہ مانند دُم سرحان کے ہے ص تاخیر فجر کی یہاں تک کہ روشنی ہو جاوے مستحب ہے اتنی کہ چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھ سکے یا زیادہ اس سے اور پھر اگر فاسد ہووے وضو تو لوٹ سکے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تاخیر کرو فجر کی کہ اس میں بہت اجر ہے ف روایت کیا طحاویؒ نے ساتھ اسانید متعددہ کے اس حدیث کو رافع بن خدیجؓ سے اور ایک روایت میں ہے نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ یعنی روشن کرو فجر کو اور ایک روایت میں ہے اَصْبِحُوْا بِالصُّبْحِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِاُجُوْرِکُمْ روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے اور روایت کیا طبرانیؒ نے نَوِّرْ یَا بِلَالُ بِالْفَجْرِ قَدْرَ مَا یُبْصِرُ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ یعنی روشن کر اے بلالؓ فجر کو اس قدر کہ دیکھیں لوگ مقام گرنے تیر اپنے کو اور روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور کہا کہ روایت ہے اس باب میں مغیرہ بن

شعبہ اور تیم اور علی اور حسن بن علی اور ابی الدرداء اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور بہت سے تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس طرف گئے ہیں اور روایت ہے اعمش سے کہ اصحاب عبداللہ ابن مسعودؓ کے روشن کرتے تھے فجر کو اور روایت ہے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں جمع ہوئے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی چیز پر جیسا کہ جمع ہوئے تنویر فجر پر روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طحاوی نے تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جمع ہونا خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں ہوسکتا تو اس سے حدیث تغلیس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز اندھیرے میں پڑھنا[1] منسوخ ہوگا اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیحین میں بھی مؤید ہمارے مذہب کی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے کیونکہ روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے صبح کو سو پھرتی تھیں عورتیں اور نہیں پہچانی جاتی تھیں تاریکی سے اور صحیح یہی ہے کہ تاخیر کرنا فجر کی مستحب ہے اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اور بعض علماء نے جو اس حدیث کے معنی یوں بیان کیے ہیں کہ قرأت کرو یہاں تک کہ روشن کر دو فجر کو خلاف آثار صحابہؓ اور تابعینؒ کے ہے اور خلاف ہے تبادر کے واللہ اعلم ص گرمی میں تاخیر کرنا ظہر کی مستحب ہے اور جاڑے میں جلدی کرنا صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھنڈے وقت پڑھو نماز ظہر کی کیونکہ شدت گرمی کی جوش جہنم سے ہے ف اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے ص اور عصر کی تاخیر جب تک کہ آفتاب نہ متغیر ہو مستحب ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنیؒ نے عبدالواحد بن نافع سے کہا انھوں نے کہ میں کوفے کی مسجد میں داخل ہوا سو اذان دی مؤذن نے عصر کی اور ایک شیخ نے ملامت کی اس کو اور کہا خبر دی میرے باپ نے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا ساتھ تاخیر[2] اس نماز کے اور میں نے پوچھا نام ان شیخ کا سو بیان کیا ان لوگوں نے کہ یہ عبداللہ بن رافع بن خدیج ہیں اور ضعیف کیا اس کو عبدالواحد[3] کے سبب سے اور روایت کیا اس کو بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں اور کہا کہ نہیں متابعت کیجاوے گی عبدالواحد پر اور صحیح رافع کی حدیث ہے پھر روایت کی رافع سے کہ ہم پڑھتے تھے نماز عصر کی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھر قربانی کی جاتی تھی اور دس حصے کیے جاتے تھے اور پھر پکائے جاتے تھے اور کھاتے تھے ہم پکے گوشت کو قبل غروب آفتاب کے کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ ممکن ہے غروب تک اور جس نے باہر پکانے والوں کو دیکھا ہوگا تو اس کے نزدیک کچھ بعید نہیں ص اور تاخیر عشاء کی تہائی رات تک مستحب ہے ف کیونکہ روایت کی ترمذیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر نہ شاق ہوتا میری امت پر تو البتہ تاخیر کرتا میں عشاء کی تہائی رات تک یا آدھی رات تک اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عشاء کے قبل سونا اور بعد عشاء کے باتیں کرنا منع ہے کیونکہ روایت کی چھ عالموں نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکروہ رکھتے تھے سونا قبل عشاء کے اور باتیں کرنا بعد عشاء کے اور بعضوں نے جائز رکھا ہے باتوں کو بعد عشاء کے گرمیوں میں اور دلیل انکی یہ ہے کہ روایت کی ترمذیؒ نے الصلوٰۃ میں اور نسائیؒ نے مناقبؓ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باتیں کرتے تھے نزدیک ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیچ رات کے کسی امر میں مسلمانوں کے امور سے اور صحیحین میں بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جواز اس کا معلوم ہوتا ہے اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں جائز ہے باتیں کرنا بعد نماز عشاء کے مگر واسطے دو شخصوں کے مصلّی اور مسافر کے اور ایک روایت میں ہے کہ واسطے دلھن کے اور بعضوں نے کہا ہے کہ گرمی میں جلدی پڑھی جاوے تاکہ جماعت کم نہ ہو اور آدھی رات تک تاخیر اسکی مباح ہے اور آدھی رات کے بعد مکروہ ہے ص اور وتر کی آخر رات تک اگر جاگنے کا یقین ہو تو مستحب ہے اور اگر جاگنے کا یقین نہ ہووے تو عشاء کے ساتھ پڑھ لیوے اور مغرب کی جلدی مستحب ہے ف اور جلدیؓ کے یہ معنی ہیں کہ اذان اور اقامت میں دیر نہ کرے مگر ساتھ ایک جلسہ خفیفہ کے کیونکہ روایت کی ابو داؤدؒ نے مرثد بن عبداللہ سے ایک حدیث طویل اور آخر اس کا یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ رہے گی امت میری نیکی پر جب تک کہ نہ تاخیر کریں گے مغرب کی ستاروں کی روشنی تک اور ان کے خوب چمکنے تک اور اس کی اسناد میں ابن اسحاق ہے اور ضعف اس کا جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ثابت نہیں اور اگر بالفرض ثابت ہو تو بھی مقبول نہیں کہا شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ وہ سردار ہیں مسلمانوں کے حدیث میں اور روایت کی ان سے مانند ثوری اور ابن ادریس اور حماد بن زید اور یزید بن زریع اور ابن عیینہ اور عبدالوارث اور ابن المبارکؒ نے اور طول کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

(بین السطور: یعنی باب الصلوٰۃ میں)

[1] یا احیانا بیان جواز پر محمول ہوگا یا کسی عذر پر ۱۲ [2] یعنی حکم تاخیر کرنا ۱۲ [3] بلکہ جلدی کے یعنی

عبدالواحد

ہیں کہ بعد آنے وقت یعنی غروب آفتاب کے اذان دلوائے نماز مغرب میں تاخیر نہ کرے ۱۲

ابن اسحاق

انکی توثیق میں آور ذکر کیا اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں آور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا ان میں کلام کرنے سے فقط **ص** ابر کے دن عصر اور عشاء
کی جلدی مستحب ہے آور اور نمازوں کی تاخیر **ف** اس واسطے کہ تاخیر عشاء میں قلت جماعت کی ہے بسبب خوف پانی کے آور تاخیر عصر میں توہم ہے اس
بات کا کہ وقت مکروہ نہ ہو جاوے آور فجر میں اس واسطے توہم نہیں کہ یہ مدت مدید ہے دوسرے یہ کہ اس میں تا طلوع آفتاب کوئی وقت مکروہ نہیں،
آور امام صاحبؒ سے مروی ہے کہ سب میں تاخیر مستحب ہے واسطے احتیاط کے کیونکہ نماز بعد وقت آنے کے جائز ہے اور قبل وقت کے جائز نہیں **ص**
آفتاب کے طلوع کے وقت اور غروب کے وقت اور جس وقت عین دوپہر ہو نماز اور سجدہ تلاوت کا اور نماز جنازے کی جائز نہیں **ف** کیونکہ روایت ہے
عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مسلم وغیرہ میں کہا تین ساعت ہیں کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے ہم کو کہ نماز پڑھیں ہم اُن وقتوں میں
یا قبر میں رکھیں ہم مُردوں کو جب کہ آفتاب طلوع کرے یہاں تک کہ بلند ہو جاوے اور جس وقت عین دوپہر ہو یہاں تک کہ زوال ہو آفتاب کا آور جب کہ
ڈوبتا ہو یہاں تک کہ ڈوب جاوے آور مؤطا میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے ان ساعتوں میں آور امام شافعیؒ کے نزدیک
فرائض کے ہیں ان وقتوں میں جائز ہیں آور امام ابویوسفؒ کے نزدیک نفل جمعے کے دن دوپہر کو جائز ہے اور یہ حدیث حجت ہے بسبب اطلاق کے ان دونوں
پر آور دلیل ان کی یہ ہے کہ روایت ہے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو شخص کہ بھول جاوے کسی نماز کو پھر یاد کرے اُس کو تو پڑھ لیوے اُس کو جب
یاد آوے اُس کو آور جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے بنی عبدمناف کے نہ منع کرو کسی کو طواف کرنے سے اس
گھر کے یا نماز پڑھنے سے جس وقت چاہے کہ پڑھے دن میں یا رات میں آور ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایسا ہی روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے
اور بیہقیؒ نے اور وہ حدیث بچار علت سے ضعیف ہے آول تو انقطاع ہے اُس میں مجاہدؒ اور ابی ذرؓ سے اور ضعف ابن مؤمل سے اور ضعف حُمَید مولی عفرا
سے اور اضطراب سنداس کی سے آور روایت کیا اس کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور داخل کیا قیس بن سعد کو درمیان حمید کے اور مجاہد کے آور روایت کیا
اس کو سعید بن سالم نے اور ساقط کر دیا اس کو درمیان سے اور ابویوسفؒ کی دلیل یہ ہے جو مسند شافعیؒ میں ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا نماز سے دوپہر کو مگر دن جمعے کے اور سجدۂ تلاوت بھی بمنزلے نماز کے ہے **ص** اور آفتاب کے غروب کے وقت فقط اُس دن
کی عصر البتہ جائز ہے **ف** اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس نے پائی ایک رکعت نماز سے سو تحقیق کہ پائی اُس نے ساری نماز روایت کیا اسکو بہت
علما نے اسناد صحیح سے آور صبح کی نماز میں یہ حکم اس واسطے نہیں کہ وہ نماز کامل واجب ہوئی تو ناقص ادا نہ ہو گی بخلاف عصر کے کہ وہ جب وقت مکروہ میں
ناقص ہی واجب ہوئی تو ناقص ادا ہو جائے گی واللہ اعلم بالصواب **ص** جب امام دن جمعے کے خطبے کے واسطے اُٹھے نفل آور قضا اور نماز جنازہ پڑھنا اور
سجدۂ تلاوت کا کرنا مکروہ ہے **ف** اس سبب سے کہ اُس میں خطبہ سُننے سے باز رہنا ہو گا **ص** اور بعد فجر کے سوائے سُنت فجر کے اور درمیان عصر اور
مغرب کے نفل مکروہ ہے **ف** کیونکہ صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا نماز سے بعد صبح کے یہاں تک کہ طلوع ہووے
آفتاب اور بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب ہووے آفتاب آور روایت کی ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی
میں نے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس نہیں نماز ہے بعد صبح کے یہاں تک کہ طلوع کرے آفتاب
اور روایت ہے اُن ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب طلوع کرے کنارہ آفتاب کا تو چھوڑ دو نماز کو یہاں تک کہ
ظاہر ہو جاوے آور ایک روایت میں ہے ابن عمرؓ سے مصنف میں إِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَبْرُزَ یعنی جب شروع ہووے اور
ظاہر ہووے کنارہ آفتاب کا تو تاخیر کرو نماز کی یہاں تک کہ ظاہر ہو جاوے آور کہا صاحب مصنف نے اور اس باب میں روایت ہے عبد اللہ اور
ابی مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور کہا اُس نے حَدَّثَنَا مُنْذِرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ نَضْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهٖ
مُعَاذِنِ الْقُرَشِيِّ اَنَّهٗ طَافَ بِالْبَيْتِ مَعَ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ فَلَمْ يُصَلِّ فَسَأَلْتُهٗ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ یعنی تحقیق کہ مُعاذ قُرشی رضی اللہ عنہ نے طواف کیا خانۂ کعبہ کا

ساتھ مُعاذ بن عفراؤ کے بعد عصر کے اور بعد صبح کے سو نہ نماز پڑھی سو پوچھا میں نے اُس سے سو کہا کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں نماز ہے بعد دو نمازوں کے بعد صبح کے یہاں تک کہ طلوع کرے آفتاب اور بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب کرے آفتاب آور وہ جو مروی ہے حدیث میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم روز نماز پڑھتے تھے دو رکعتیں بعد عصر کے سو یہ خصوصیات سے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے بدلیل اُس کے کہ دوسروں کو اُس سے منع کیا اور مثال اُس کی ایسی ہے جیسے روزہ وصال کا کہ خود ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے بعد عصر کے دو رکعتیں اور منع کرتے تھے اُن سے اور وصال کے روزے رکھتے تھے اور منع کرتے تھے اُس سے **ص** اور قضا اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت ان دونوں وقتوں میں مکروہ نہیں اور دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں مگر حج میں[۱] اور اس میں خلاف ہے امام شافعیؒ کا کہ عصر وقت ظہر کے پڑھے اور مغرب وقت عشار کے جیسا کہ آگے آوے گا **ف** جیسا کہ روایت ہے صحیحین اور مصنف ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں دیکھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھی ہو مگر وقت پر لیکن عشا اور مغرب کہ جمع کیا تھا اُن کو ایک دن مزدلفہ میں اور نماز پڑھی تھی فجر کی اُس روز قبل وقت کے (یعنی وقت معمول کے ۱۲) آور بہت حدیثیں اس باب میں آئی ہیں اس کا بیان آگے آوے گا **ص** جو عورت عصر کے وقت یا عشار کے وقت پاک ہوئی جس وقت میں پاک ہوئی وہی نماز اُس پر لازم آوے گی آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر عصر کے وقت پاک ہوئی ظہر کی بھی پڑھے آور اگر عشار کے وقت پاک ہوئی مغرب کی بھی پڑھے اور اگر وقت موافق تکبیر تحریمہ کے باقی رہا تھا کہ لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا وہ نماز اُس پر لازم ہوگی اور قضا اُس کی واجب ہوگی آور امام زفرؒ کے نزدیک واجب نہ ہوگی آور جو عورت کہ اخیر وقت نماز میں حائض ہوئی اُس کو یہ نماز لازم نہ آوے گی آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لازم آوے گی **ف** صبح کی نماز کے وقت میں سوائے سُنت فجر کے اور نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ روایت کی مسلمؒ نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طلوع ہوتی تھی فجر نہیں پڑھتے تھے مگر دو رکعتیں خفیف آور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے نماز بعد[۲] فجر کے مگر دو سجدے واللہ اعلم

ص باب اذان کے بیان میں

اذان سُنت ہے پانچوں فرض اور نماز جمعے کے واسطے وقت میں آور سوا اُس کے نوافل وغیرہ میں اور قبل وقت کے سُنت نہیں **ف** تو اب واسطے عید اور کسوف کے اذان نہ دی جاویگی آروایت ہے صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی میں نے عید کی ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بار یا دو بار بغیر اذان اور اقامت کے آور اسی طرح مروی ہے کسوف میں آور جمعے کی اذان میں حدیث سائب بنؓ یزید کی صحیح ہے آور وتر میں اسواسطے اذان نہیں کہ وقت اُس کا اور وقت عشار کا ایک ہی ہے تو حاجت علٰحدہ اذان دینے کی نہیں[۳] **ص** تو اگر قبل وقت کے اذان کہے پھر لوٹا دے وقت میں آور امام شافعیؒ اور ابی یوسفؒ کے نزدیک فجر کے واسطے آدھی رات سے اذان درست ہے **ف** اور ہمارے نزدیک اس واسطے جائز نہیں کہ اذان واسطے آگاہی کے ہے اور قبل وقت کے تجہیل ہے آور اُن کے نزدیک اس واسطے جائز ہے کہ اہل حرمین کا یہی مذہب ہے اور اُن سب پر حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے بلال رضی اللہ عنہ کے نہ اذان دے یہاں تک کہ ظاہر ہو جاوے فجر اور پھیلایا ہاتھ اپنے کو عرض میں آروایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے بلال رضی اللہ عنہ سے آور ضعیف کیا اس کو آور بیہقیؒ نے ضعیف کیا اس کو کہ شداد نے نہیں پایا بلال رضی اللہ عنہ کو سو وہ منقطع ہے آور ابن القطان نے کہا کہ شدادؓ مجہول ہے نہیں پہچانا جاتا مگر روایت جعفر بن بُرقان سے آور روایت کی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ اے بلال نہ اذان دے یہاں تک کہ طلوع کرے فجر کہا امام میںؒ (امام کتاب ۱۲) کہ اسناد اس کی صحیح ہے آور روایت کی عبدالعزیز بنؒ ابی داؤد نے اُنھوں نے نافعؒ سے اُنھوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی قبل فجر کے سو غصّے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روایت کی بیہقیؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اُن کو کیوں کیا تم نے ایسا کہا کہ میں اُٹھا نیند سے سو جانا میں نے کہ فجر طلوع ہوئی فرمایا آپ نے کہ پکار دو اب کہ یہ بندہ سو گیا تھا

[۱] یعنی اُن سے منع فرمایا ۱۲ [۲] یعنی بعد وقت فجر کے دو رکعتیں ۱۲ [۳] یعنی اذان قبل وقت اور بعد وقت کے جائز نہیں لاکن اذان بعد وقت کے واسطے قضا کے سُنت ہے اس لئے کہ وہ وقت قضا کا ہے ۱۲ شرح وقایہ

آور روایت کی ابن عبداللہ نے ابراہیمؒ سے کہا اُنھوں نے جب اذان دیتا تھا مؤذن قبل وقت کے رات کو کہتے تھے اُس سے ڈر اللہ سے اور اعادہ کر اذان کا آور عمل اہل حرمین کا کچھ شریعت میں وقت ورود احادیث صحیحہ کے اُس کے خلاف پر حجت نہیں ہے ص اور قضا کے واسطے بھی اذان کہنا بعد وقت کے سُنت ہے آور مؤذن کو چاہیئے کہ وقتوں کو خوب پہچانتا ہو تا کہ ثواب موعود کو پہونچے ف حدیث میں آیا ہے وَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ الخ یعنی اذان دیں تم میں سے جو لوگ بہتر ہیں اور امامت کریں جو تم میں قاری ہیں روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے اور اسناد میں اس کی حسین بن عیسیٰ منکر الحدیث ہے کہا یہ ابو ذرعہ اور ابو حاتم نے آور حدیث میں آیا ہے کہ مؤذن لمبی گردن والے ہوں گے دن قیامت کے آور بہت سی حدیثیں فضیلت میں اذان کی آئی ہیں ص جب اذان دے تو قبلے کی طرف مُنھ کرے اور دونوں اُنگلیوں کو شہادت کی کانوں میں کرے ف کیونکہ روایت کی ابو الشیخ نے کتاب الاذان میں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ کرے دونوں اُنگلیوں کو اپنے کانوں میں اور کہا کہ یہ بلند کرتا ہے تیری آواز کو آور روایت کی ترمذیؒ نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو اذان میں دیکھا کہ دونوں اُنگلیاں اُن کے کانوں میں تھیں آور کہا کہ یہ حسن صحیح ہے ص اور ٹھہر ٹھہر کے کہے ف کیونکہ روایت کی ترمذیؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واسطے بلال رضی اللہ عنہ کے کہ جب اذان دے تو ٹھہر ٹھہر کے کہہ بیچ اذان اپنی کی اور جب اقامت کہہ تو جلدی جلدی کہہ اور توقف کر درمیان اذان اور اقامت کے اُس قدر کہ فارغ ہو جاوے کھانے والا کھانے اور پینے والا پینے سے اور بیجانہ پھرنے والا اقتضائے حاجت سے اور نہ کھڑے ہو نماز کے واسطے جب تک کہ نہ دیکھو مجھ کو آور یہ حدیث ضعیف ہے آور روایت کی بیہقیؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کے کہتے تھے اذان کو اور جلدی کہتے تھے اقامت کو آور ذکر کیا دار قطنیؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مانند اس کے ص اور نہ گاوے اس طرح پر کہ کچھ حرکت یا حرف کو بڑھاوے اور فقط اچھی آواز سے کہنا مکروہ نہیں بلکہ اچھا ہے اور ترجیع یعنی پہلے شہادتین کو آہستہ سے کہے پھر پکار کے کہے ایسا نہ کرے ف جیسا کہ عبداللہ بن زیدؓ سے روایت کی اور اُس میں ترجیع نہیں اخراج کیا اس کا دار قطنیؒ اور ابو داؤدؒ نے کہا ابن خزیمہ نے سُنا میں نے محمد بن یحیٰی ذہلی سے کہ وہ کہتے تھے نہیں ہے بیچ حدیثوں عبداللہ بن زید کے اذان کے باب میں صحیح تر اس سے یہاں تک کہ کہا کہ حدیث ابن اسحاق کی ثابت صحیح ہے آور کہا ترمذیؒ نے علل کبیر میں سُنا میں نے بخاریؒ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے آور حدیث بزارؒ کی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے غریب ہے معارض ہے احادیث صحاح کی آور کہا صاحبؒ ہدایہ نے کہ نہیں ہے ترجیع مشہور حدیثوں میں آور روایت کی ابو داؤدؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تھی اذان بیچ زمانہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دُو دُو بار اور تکبیر ایک ایک بار آخر حدیث تک آور روایت کیا اس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اسناد اس کی صحیح ہے اور سعید بیٹے مغیرہ کے ثقہ ہیں توثیق کی اُن کی ابن حبان نے آور کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے امام میں کہا ابن حاتم نے کہ سُنا میں نے اپنے باپ سے کہ سعید بن مغیرہ ثقہ ہیں آور وہ جو کہا صاحبؒ ہدایہ نے کہ ترجیع جو ابی محذورہؓ کی حدیث میں آئی ہے سو وہ تعلیم تھی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اُنھوں نے اُس کو ترجیع جانا غلط ہے کیونکہ ابو داؤد میں ہے باسناد صحیح ابی محذورہؓ سے کہا اُنھوں نے کہا میں نے یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم سکھاؤ مجھ کو طریقہ اذان کا فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پہلے تو آہستہ سے کہہ پھر پکار کے کہہ تو اس سے تاویل تعلیم کی جاتی رہی آور صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث معارض ہے اُس کی جو روایت کی طبرانی نے اوسط میں یہی حدیث ابی محذورہؓ کی اور نہیں ذکر کیا اُس میں ترجیع کو آور جب دونوں معارض ہوئیں دونوں ساقط ہوئیں آور باقی رہی حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سالم جمیع علل سے فَثَبَتَ مَذْهَبُنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ص حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ جب کہے تو داہنی طرف مُنھ پھیرے اور جب حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو بائیں طرف مُنھ پھیرے اور اُسی جگہ کھڑا رہے آور اگر جانے کہ اتنے میں آواز نہ پہونچے گی تو داہنی طرف کے دریچے سے سر نکال کے کہے دُو بار حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور بائیں طرف کے دریچے سے سر نکال کے دُو بار کہے حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ آور فجر میں بعد حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے دُو بار اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے اُنھوں نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہ وہ

آئے پاس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاکہ آگاہ کریں اُن کو ساتھ نماز فجر کے تو کہا گیا آپ سوتے ہیں سو کہا بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار تو مقرر کیا گیا یہ اذان میں آور یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ نہیں سُنا ابن سیبؒ نے بلال رضی اللہ عنہ سے اور وہ حجت ہے نزدیک ہمارے وقت ثقہ ہونے راویوں کے علاوہ اس کے مروی ہے حدیث ابی محذورہ میں کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہو نماز صبح کی کہہ تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَللہُ اَکْبَرُ اَللہُ اَکْبَرُ روایت کیا اس کو ابوداوٗدؒ اور نسائیؒ نے آور انسؓ سے مروی ہے کہ کہا اُنھوں نے سُنت سے ہے یہ بات کہ جب کہے مؤذن نماز فجر میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار روایت کیا اس کو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے آور قول صحابی کا مِنَ السُّنَّۃِ حکم رفع میں ہے آور ہدایہ میں ہے کہ کہا بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار جب پایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ آپ سوتے تھے سو فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھا ہے یہ کلمہ کر اس کو بیچ اذان اپنی کے روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں باسناد صحیح ص اقامت یعنی تکبیر بھی مثل اذان کے کہے مگر اُس میں کلمے جلدی جلدی کہے اور بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے دو بار قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے ف روایت کی ابوداوٗدؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ابی لیلیٰؒ سے اُنھوں نے مُعاذ رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل اور آخر اُس کا یہ ہے کہ بعد اذان کے ٹھہر کے پھر کھڑا ہوا فرشتہ سو کہا مثل اذان کے مگر یہ کہ بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے دو بار قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ زیادہ کیا آور ابولیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا لیکن وہ ہمارے نزدیک حجت ہے اور ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا میں نے خواب میں ایک شخص کو آخر حدیث تک سو اذان دی اُس نے دو دو بار اور اقامت بھی دو دو بار اور ایسا ہی مروی ہے سُنن ترمذی وغیرہ میں آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقامت ایک[ل] ایک بار ہے بدلیل اس کے جو روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ دو دو بار کہے اذان کو اور ایک ایک بار اقامت کو آور کہا ابوالفرجؒ بن جوزی نے کہ تھی اذان دو دو بار اور اقامت بھی ایسی ہی تو جب نکلے بنی اُمیہ تو کر دیا اقامت کو ایک ایک بار ص اور اذان اور اقامت میں باتیں نہ کرے آور بعد اذان کے پھر پکارنا متاخرین کے نزدیک اچھا ہے اور اُس کو تثویب کہتے ہیں ف اور ہدایہ میں ہے کہ تثویب نماز فجر میں اچھی ہے اور باقی سب نمازوں میں مکروہ ہے آور لکھا ہے کہ یہ تثویب نکال لیا اس کو علمائے کوفہ نے بعد عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بسبب بدل جانے احوال آدمیوں کے آور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں تشریف لے گئے اور سُنا ایک مؤذن کو کہ تثویب کہی اُس نے تو کہا اُنھوں نے واسطے ساتھی اپنے کے نکل ساتھ ہمارے اس بدعتی کے پاس سے روایت کیا اُس کو ابوداوٗدؒ نے اور ترمذیؒ نے بغیر اسناد کے آور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا انکار مروی ہے آور کہا امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں دیکھتا ہوں میں حرج یہ کہ کہے مؤذن واسطے امیر کے بیچ اذان سب نمازوں کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْاَمِیْرُ وَرَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْکَ وَبَرَکَاتُہٗ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوۃُ یَرْحَمُکَ اللہُ آور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مستبعد جانا کیونکہ آدمی سب برابر ہیں حکم جماعت میں آور امام ابی یوسفؒ نے اس واسطے ان لوگوں کو خاص کیا کہ وہ زیادہ مشغول رہتے ہیں مسلمانوں کے امور میں بہ نسبت اور لوگوں کے اور اسی حکم میں ہیں قاضی اور مفتی ص درمیان اذان اور اقامت کے بیٹھے مگر مغرب میں آور جو نماز قضا ہو گئی ہو اُس کو فائتہ کہتے ہیں تو ایک فائتہ کے واسطے بھی اذان اور اقامت کہے آور جب بہت سی فائتہ ہوں پہلی فائتہ کے واسطے اذان اور اقامت کہے ف کیونکہ روایت ہے ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیچ قصہ تعریس کے پھر اذان دی بلال رضی اللہ عنہ نے ساتھ نماز کے سو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں پھر نماز پڑھی صبح کی سو کیا جیسا کرتے تھے آور اخراج کیا اس کا مسلمؒ نے آور روایت ہے ابی داوٗد وغیرہ میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ اذان کے اور اقامت کے جس وقت کہ سو گئے تھے نماز صبح سے اور پڑھا تھا اس کو بعد نکلنے آفتاب کے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن اُمیہ ضمیری اور عمران بن حصین اور ذی مخمر حبشی صحابی رضی اللہ عنہم سے آور روایت کیا اس کو مالکؒ نے مؤطا میں ابن مسیبؒ سے مرسلاً آور ذکر کیا اس میں اذان کو آور مرسلات ابن مسیبؒ کے بمنزلہ مرفوعات کے ہیں اور صحیح مسلم میں جو ہے کہ حکم کیا بلال رضی اللہ کو سو قائم کی اُنھوں نے نماز اور نماز پڑھی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ اُن کے صبح کی منافی اذان کے نہیں آور ابو یوسفؒ نے روایت کی اسناد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت کہ مشغول رکھا اُن کو کفار نے قضا کی نماز ونکی

[ل] سوائے کلمہ قد قامت الصلوٰۃ کے کہ وہ دو بار ہے ۱۲

ساتھ اذان اور اقامت کے یعنی چار نمازوں کے واسطے ص اور باقی فائتہ کے واسطے اختیار ہے چاہے ہر ایک میں اذان اور اقامت کہے یا فقط اقتصار اقامت پر کرے اور بے وضو کو اذان کہنا درست ہے ف اس وجہ سے کہ اذان ذکر ہے نماز نہیں تاکہ اُس کے واسطے طہارت شرط ہووے ص اور تکبیر مکروہ ہے اور اگر کہدے تو اعادہ نہ ہوگا دونوں کا اور اذان جُنب کی مکروہ ہے اور ایسے ہی اقامت اُس کی تو اگر جُنب نے اذان کہی پھر اعادہ کیا جاوے گا اور اگر اقامت کہی تو اقامت کا اعادہ نہ ہوگا ف کیونکہ تکرار اذان کی مشروع ہے اور تکرار اقامت کی نامشروع اور اگر اذان کا بھی اعادہ نہ کرے تو نماز جائز ہے کیونکہ اذان اور اقامت سُنت ہیں فقط ص اور اذان عورت اور مست اور مجنون کی مکروہ ہے اور اعادہ اس کا مستحب ہے اور اگر مسافر یا کوئی شخص جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتا ہے اذان اور اقامت کو ترک کرے تو مکروہ ہے لیکن اگر مسافر اقامت کو فقط کہے تو جائز ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے بیٹوں ابی ملیکہ کے جبکہ آیا وقت نماز کا کہ اذان دو تم دونوں اور اقامت کہو اور امامت کرے بڑا تم میں ایسا ہی ہے صحیحین اور ترمذی میں ص اور جو شخص کہ شہر میں گھر میں اپنے نماز پڑھتا ہے اگر اذان اور اقامت دونوں کو ترک کرے اور محلے میں اذان واقامت ہوتی ہے جائز ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ محلے کی اذان ہم کو کفایت کرتی ہے ف روایت کیا اس کو سبط ابن الجوزی نے ص اور دیہات میں اگر ایسی مسجد ہے کہ اذان واقامت اُس میں ہوتی ہے تو اُس کا حکم شہر کا سا ہے اور اگر اُس میں ایسی مسجد نہیں تو جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے اگر اذان واقامت دونوں ترک کرے تو مکروہ ہے اور فقط اذان کا ترک کرنا جائز ہے [یعنی اگر ترک دونوں کا جائز ہے ۱۲] اور جب تکبیر کہنے والا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃِ کہے امام نماز کے واسطے کھڑا ہووے اور [حکم اس کا مسافر کا ہے ۱۲] جب قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہے نماز شروع کرے

ص باب نماز کی شرطوں کے بیان میں

وہ شرطیں پاکی بدن کی ہے نجاست حقیقی اور حکمی سے اور پاکی کپڑے کی اور جگہ نماز کی ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ یعنی کپڑے کو اپنے پاک کر اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنی اگر جُنب ہو تم سو پاک کرو ص اور چھپانا عورت کا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ یعنی لو تم زینت اپنی کو نزدیک ہر نماز کے یعنی وہ کہ چھپاوے عورت تمھاری کو اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے نماز حائض کی مگر ساتھ چادر کے روایت کی یہ ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور حسن کہا اس کو اور حاکمؒ نے اور صحیح کیا اس کو اور ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں ص پانچویں قبلے کی طرف مُنھ کرنا چھٹے نیت کرنا ف دلیل اول کی یہ ہے فرمایا خدائے تعالیٰ نے فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ یعنی پھیر و مُنھ اپنے کو طرف اُس کے یعنی قبلے کے اور دوسری کی دلیل قول ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی ثواب عملوں کا ساتھ نیتوں کے ہے اور صلوٰۃ خود موضوع ہے حصول ثواب کے واسطے بخلاف وضو کے کہ وہ شرط ہے ایک امر موجب ثواب کا ص عورت مرد [وہ بدن جس کا چھپانا فرض ہے ۱۲] ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے ف روایت کی دارقطنیؒ نے عطاء بن یسارؒ سے اُنھوں نے ایوب رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے سُنا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ عورت اوپر گھٹنوں کے ہے اور اسناد میں اس کی سوار بن داؤد ہے ضعیف کیا اس کو عقیلی نے لیکن توثیق کی اُن کی ابن معین نے اور روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کہ زانو عورت سے ہے اور اسناد میں اس کی عقبہ لشکری ہے ضعیف کیا اُن کو ابو حاتم اور دارقطنیؒ نے اور روایت ہے عمرو بن العاصؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ستر ہے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ناف ستر میں داخل نہیں بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور گھٹنا ستر میں ہے بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور ران ستر میں ہے مگر امام مالکؒ کے نزدیک اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ یعنی ران عورت ہے اور ستر ہے واللہ اعلم بالصواب ص اور لونڈی کی بھی یہی عورت ہے مگر پیٹ اور پیٹھ بھی اُس کی عورت ہے اور عورت آزاد کی تمام بدن عورت ہے مگر مُنھ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم عورت میں داخل نہیں ف کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ مَسْتُوْرَةٌ یعنی عورت

عورت چھپی ہوئی ہے آور یہ حدیث ہدایہ میں مذکور ہے کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کی ترمذیؒ نے کتاب الرضاع میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت عورت ہے آخر حدیث تک آور لفظ مستورہ کا اُس میں نہیں ہے کہا ترمذیؒ نے ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ یہ حدیث حسن غریب ہے آور روایت کی ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ عورت بالغہ نہیں چاہیئے کہ دیکھا جاوے اُس سے مگر مُنھ اُس کا اور ہاتھ اُس کے بند دست تک آور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدم عورت کا عورت ہے آور صحیح یہ ہے کہ عورت نہیں ہے کَذَا فِی الْھِدَایَۃِ ص جو عضو کہ عورت میں داخل ہے اُس کی چوتھائی اگر کُھل جاوے نماز جائز نہیں ہوتی جیسے چوتھائی پیٹ یا پنڈلی عورت کی یا ران یا دُبر یا ذکر یا فوطے کی یا بال عورت کے آور سر الگ عضو ہے اور بال الگ ایک عضو ہے یعنی بال اُترنے والے (یعنی لٹکنے والے ۱۲) جو سر سے ہیں آور ذکر الگ عضو ہے آور فوطے الگ عضو ہیں آور جو شخص کہ پاک کپڑا نہیں رکھتا اور نجاست کا زائل کرنے والا اُس کے پاس موجود نہیں ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ لیوے آور پھر اُس کا اعادہ نہ کرے آور اگر اُس نے ننگے نماز پڑھی اور چوتھائی کپڑا اُس کا پاک ہے درست نہیں ہوئی آور اگر چوتھائی سے کم پاک ہے افضل یہ ہے کہ اُسی کپڑے سے پڑھے آور جو شخص ننگا ہووے نماز اُس کی بیٹھ کے اشارے سے پڑھنا افضل ہے ف روایت ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ کہا اُنھوں نے ننگا نماز پڑھے بیٹھ کے اشارے سے آور ایسا ہی مروی ہے عطا اور عکرمہ اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے اور روایت ہے انسؓ سے کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوار ہوئے کشتی میں سو ٹوٹ گئی کشتی سو نکلے دریا سے ننگے تو نماز پڑھی اُنھوں نے بیٹھ کے کہا سبط ابن الجوزی نے روایت کیا اس کو خلال نے آور نہیں پایا مترجم نے اس حدیث کو کسی کتاب میں حدیث کی ص اور اگر کھڑے ہو کے پڑھے گا تو بھی درست ہے آور اگر قبلے کی طرف مُنھ کرنے میں کچھ خوف ہے جس طرف مُنھ کرے گا نماز درست ہو جاوے گی آور اگر قبلہ اُسے معلوم نہیں اور کوئی ایسا نہیں جس سے پوچھے سوچ کے پڑھ لیوے تو اگر بعد نماز کے معلوم ہووے کہ اس طرف قبلہ نہ تھا نماز کو پھر نہ پڑھے آور اگر نماز کے اندر قبلہ معلوم ہو گیا یا رائے اُسکی بدل گئی نماز ہی میں پھر جاوے اور نماز کو تمام کرے ف اس واسطے کہ مسجد قُبا کے لوگوں کو نماز میں خبر قبلہ بدلنے کی پہونچی اور وہ عین نماز میں اُس طرف کو پھر گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو اچھا جانا ص اگر اندھیری رات میں ایک قوم نے نماز پڑھی اور ہر ایک نے اپنے سوچ کے موافق قبلے کی طرف مُنھ کیا اور امام کا حال کوئی نہیں جانتا کہ اُس کا مُنھ کدھر ہے لیکن یہ جانتے ہیں کہ امام اُن کے پیچھے نہیں اُن کی نماز جائز ہو گی تو اگر کسی نے جانا کہ امام کا مُنھ اُس طرف ہے اور پھر اپنا مُنھ اور طرف کیا یا اُس نے جانا کہ امام اُس کے پیچھے ہے اور پھر وہیں کھڑا رہا تو نماز اُسکی جائز نہ ہو گی ف روایت ہے عامر بن ربیعہؓ سے کہ تھے ہم سفر میں ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندھیری رات میں سو ہم نے نہ جانا کہ کس طرف قبلہ ہے تو ہر شخص نے ہم میں سے نماز پڑھی جدھر اُس کی عقل میں آیا تو جب صبح ہوئی سو ہم نے بیان کیا اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب یہ آیت نازل ہوئی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ یعنی جدھر تم مُنھ کرو اُسی جانب کو مُنھ اللہ کا ہے آور ضعیف کیا اُس کو ترمذیؒ نے اور بہت لوگوں نے آور روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ تھے ہم سفر میں سو ابر تھا نہایت تو سوچا ہم نے قبلے کو تب نماز پڑھی ہر شخص نے ہم میں سے علٰحدہ اور ہر شخص ہم میں سے خط کر لیتا تھا اپنے آگے جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہم نے نماز پڑھی تھی غیر قبلے کی طرف سو فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق کہ جائز ہوئی نماز تمہاری ضعیف کیا اس کو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے آور روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ یکایک لوگ پڑھ رہے تھے نماز صبح کی کہ ایک شخص نے خبر دی کہ رات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہوا اور حکم ہوا کہ مُنھ کریں طرف کعبہ کے اور مُنھ تھا اُن کا شام کی طرف تو مُنھ پھیر لیا اُنھوں نے طرف کعبۂ شریف کے روایت کیا اس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور مسلمؒ نے ص نماز فرض میں فرض کا معین کرنا نیت میں شرط ہے نہ عدد رکعات کا آور زبان[1] سے کہنا اور دل میں نیت کرنا افضل ہے آور نوافل اور سنت تراویح میں مطلق نیت کافی ہے آور مقتدی کو نیت اپنی نماز کی اور امام کے اقتدا کی کرنا چاہیئے (یعنی شرط ہے ۱۲)

[1] شرح وقایہ میں تفسیر نیت کی یہ لکھی ہے اور علماء نے اپنے قصد قلب کو تحریمہ نماز کے ساتھ اور قصد کے ساتھ زبان سے بھی کہنا افضل ہے ۱۲ عبدہٗ

ص باب نماز کی صفت کے بیان میں

فرض نماز کے اندر سات ہیں پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا یا جو کلمہ قائم مقام اُس کے ہو نماز کے شروع میں ف کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ
یعنی اور رب اپنے کی تو تکبیر کر آور حدیث میں آیا ہے مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ وَتَحْرِیْمُھَا التَّکْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ یعنی کلید نماز کی طہارت
ہے اور تحریم اُسکی تکبیر ہے یعنی جب تکبیر کہے تو جو افعال منافی صلوٰۃ ہیں وہ سب حرام ہو گئے اور اسی سبب سے اُس کو تحریمہ کہتے ہیں آور تحلیل اُسکی
تسلیم ہے یعنی جو چیزیں حرام ہو گئی تھیں وہ اب سلام سے حلال ہو جاویں گی روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ابی داوٗدؒ نے اور حسن کہا اسکو نوویؒ
نے ص اور اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اور ہاتھ اُٹھانا اس میں سُنّت ہے اور دوسرے کھڑا ہونا یعنی قیام کرنا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَقُوْمُوْا
لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ یعنی کھڑے ہو واسطے اللہ کے ساکت اور چُپ یا خشوع و خضوع سے ص تیسرے قرأت یعنی پڑھنا قرآن کا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی پڑھو تم جو آسان ہو قرآن سے ص چوتھے رکوع پانچویں سجدہ ماتھے اور ناک سے آور بغیر عذر فقط ناک سے بھی
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے لیکن صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک درست نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
اِرْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا یعنی رکوع کرو اور سجدہ کرو ص چھٹے اخیر کا قعود یعنی بیٹھنا آخر نماز میں بقدر تشہد یعنی التحیات پڑھنے کے ف کیونکہ روایت میں
ابو داوٗدؒ کی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب سکھایا تھا اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشہد کہ جب کہا تو نے یہ اور ادا کیا تو نے یہ سو تو ادا کر چکا
نماز کو اپنی اگر چاہے تو کھڑا ہو تو کھڑا ہو اور اگر چاہے تو بیٹھ تو بیٹھ آور روایت دارقطنیؒ میں ہے اِذَا فَعَلْتَ ھٰذَا فَقَدْ تَمَّ صَلٰوتُکَ آور بعضوں نے کہا ہے کہ
یہ جملہ حدیث میں داخل نہیں بلکہ کلام ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے آور کہا نوویؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰٓی اَنَّھَا مُدْرَجَۃٌ یعنی اتفاق کیا حفاظ
نے اِس بات پر کہ یہ جملہ مُدرج ہے یعنی حدیث میں داخل نہیں آور کہا شیخ ابن الہمام نے اس کے جواب میں وَالْحَقُّ اَنَّ غَایَۃَ الْاِدْرَاجِ ھُنَا اَنْ
تَصِیْرَ مَوْقُوْفَۃً وَلِلْمَوْقُوْفِ فِیْ مِثْلِہٖ حُکْمُ الرَّفْعِ یعنی حق یہ ہے کہ غایت ادراج یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہو گئی اور موقوف اُس کے مثل حکم رفع میں ہے
واللہ اعلم پھر اختلاف ہے قعود کے اندازے میں لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار تشہد کے یعنی عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک آور اسی کو اختیار کیا ہے کافی میں اور فتح القدیر
میں ص ساتویں اپنے کسی کام سے نماز سے باہر آنا آور واجبات نماز کے گیارہ[1] ہیں پہلے فاتحہ کا پڑھنا دوسرے سورۃ ملانا تیسرے رعایت ترتیب کی
اُن کاموں میں جو نماز میں مکرر آتے ہیں تو تکبیر تحریمہ اور قعدۂ اخیرہ میں رعایت ترتیب کی فرض ہے چوتھے قعدۂ اولیٰ یعنی جو بعد دو رکعتوں کے چار رکعتی
یعنی واجب اس لئے کہ وہ نماز میں مکرر نہیں ہوتے ۱۲
نماز میں بیٹھتے ہیں پانچویں تشہد دونوں قعدوں میں آور ذخیرے میں لکھا ہے کہ پہلا قعدہ سُنّت ہے اور اخیر کا قعدہ واجب ہے آور ہدایہ میں لکھا ہے کہ
تشہد کا پڑھنا پہلے قعدے میں سُنّت ہے آور دوسرے قعدے میں واجب ہے لیکن صاحبؒ وقایہ کا مذہب یہی ہے کہ دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا واجب[1] ہے
چھٹے لفظ سلام کا کہنا آور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ فرض ہے ف اور دلیلیں دونوں مذہب کی اوپر گذریں آمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل قول ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وَتَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ یعنی تحلیل نماز کی تسلیم ہے آور ہماری دلیل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر گذری[2]
ص ساتویں وتر میں دعائے قنوت پڑھنا آٹھویں دونوں عیدوں کی تکبیریں کہنا نویں قرأت کا متعین کرنا پہلی دو[3] رکعتوں میں دسویں ٹھہر ٹھہر کے ارکان
ادا کرنا آور اُس کو تعدیل ارکان کہتے ہیں آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فرض ہے آور وہ ٹھہرنا رکوع اور سجدے میں
ہے بقدر ایک تسبیح کے آور اسی طرح ٹھہرنا درمیان رکوع اور سجدے اور دونوں سجدوں کے بیچ میں گیارھویں پکار کے پڑھنا یعنی جہر کرنا جس میں پکار کے
پڑھا جاتا ہے اور سِرّ یعنی آہستہ سے پڑھنا جس میں آہستہ پڑھا جاتا ہے اور سوا ان واجبات اور فرائض کے سب چیزیں نماز میں سُنّت ہیں یا مستحب آور جب
نماز کو شروع کرے دونوں ہاتھ اُٹھاوے دونوں کانوں کی لَو تک آور انگوٹھے سے کان کی لَو چھوئے اور پھر تکبیر کہے یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ ف اور یہ سُنّت ہے
یعنی ہاتھوں کا اُٹھانا کیونکہ مواظبت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر آور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر بعد رفع یدین کے ہے

[1] اس لئے کہ فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابن مسعودؓ کو قل التحیات للہ الخ موجب وجوب قرأت تشہد کا دونوں قعدوں میں ہے بلا فرق اور جب قرأت تشہد قعدۂ اولیٰ میں واجب ہوئی تو وہ قعدہ بھی واجب ہوگا نہ سنت ۱۲ شرح وقایہ [2] یعنی جب پڑھا تو نے تشہد کر پس تحقیق تمام ہوئی نماز تیری ۱۲ [3] یا تین رکعتی ۱۲

وَھُوَ الصَّحِیۡحُ وَالمفتی بہ اور اسی کی مؤید ہے وہ جو روایت کی نسائی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھاتے تھے ہاتھ کانوں تک پھر تکبیر کہتے تھے آور لفظ ثُمَّ کا اس حدیث میں دلالت کرتا ہے اوپر تراخی کے بنا بر قواعد نحو کے آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہاتھوں کو کاندھوں تک اُٹھاوے بدلیل اس کے جو روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے کہ میں خوب جانتا ہوں نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا میں نے اُن کو جب تکبیر کہتے تھے اُٹھاتے تھے ہاتھ کاندھوں تک اور جب رکوع کرتے تھے رکھتے تھے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر پھر پیٹھ کو جھکاتے تھے اور جب اُٹھاتے تھے سر اپنا خوب سیدھے ہوجاتے تھے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی تھی پھر جب سجدہ کرتے تھے رکھتے تھے ہاتھوں کو نہ پھیلا کر اور نہ کھینچ کے آور پیَر کی اُنگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف کرتے اور جب بیٹھتے دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے بائیں پیر پر اور کھڑا کرتے سیدھے پیر کو اور جب بیٹھتے اخیر رکعت میں آگے کرتے بائیں پیر کو اور کھڑا کرتے دوسرے کو اور بیٹھتے آور ضعیف کیا اس کو طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح پر کہ یہ حدیث مروی ہوئی محمدؒ سے دوسرے طریق پر اور اُس میں محمدؒ اور ابو حمیدؓ میں واسطہ ایک شخص کا ہے اور نام اُس کا مذکور نہیں آور اس روایت میں بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی واسطہ مذکور نہیں اور یہ رجل مجہول ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ سن محمدؒ کا نہیں احتمال رکھتا ہے اس قدر اور نہیں ثابت کرتا ہے کوئی سماع محمدؒ کا مگر عبد الحمید اور وہ ضعیف ہے آور ایک روایت میں ہے کہ محمد بن عمرؒ حاضر ہوا ابو حمید اور ابو قتادہ کے پاس حالانکہ وفات کی ابو قتادہؓ نے قبل اس کے قتل کیے گئے تھے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور نماز پڑھی اُن پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور یہ مشہور نہیں اور نہیں ہے متصل یہ حدیث یہ کلام طحاویؒ کا ہے آور عبد الحمید وہ جعفر بیٹا حکم انصاری کا ضعیف کیا اس کو یحیی القطان اور ثوری نے اور توثیق کی اس کی یحیی ابن معین وغیرہ نے آور محمدؒ کا سماع ساتھ ابی حمیدؓ اور ابی قتادہؓ کے ثابت کیا اس کو حافظ عبد الغنیؒ نے آور اگر بالفرض صحت کو بھی یہ حدیث پہونچی تو معارض ہے اُس کی جو مروی ہے صحیحین میں مالک بن الحویرث سے کہا کہ تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تکبیر کہتے اُٹھاتے اپنے دونوں ہاتھوں کو یہاں تک کہ برابر کرتے اُن کو دونوں کانوں کے آور ایسی ہی روایت ہے وائل سے صحیح مسلم میں تحقیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھاتے تھے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک آور روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے مثل اس کے طحاویؒ نے اور اسناد میں اس کی مؤمل بن اسمٰعیل ہے اور یزید بن ابی زیاد اور ضعیف کیا گیا مؤمل کہ جاتی رہیں کتابیں اُن کی سو بیان کرنے لگے حدیثیں حفظ اور یاد سے تب بہت ہوئیں خطائیں اُن کی آور یزید ضعیف کیا اُس کو علی اور یحیی اور ابن المبارک اور ابو حاتم رازیؒ نے اور بخاری اور نسائیؒ نے آور کہا ابن حبان نے کہ تھا سچا مگر یہ کہ جب وہ بڑا ہوا تو بگڑ گیا حفظ اُس کا اور واقع ہوئیں منکر حدیثیں اُس کی تو جس سے اُس نے قبل تغیر کے سُنا تو سُننا اُس کا صحیح ہے آور روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے مثل حدیث مالک بن الحویرث کے کہا ابو الفرج نے اسناد اُس کی صحیح ہے آور ایک طرح سے معارضہ باقی نہ رہا کہ جس حدیث میں ہے کہ حضرتؐ ہاتھ اُٹھاتے تھے کاندھوں تک مراد یہ ہے کہ ہاتھ کاندھوں تک اور انگوٹھے لَو تک کان کی ایسی ہی تاویل کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے واللہ اعلم ص اور اُنگلیوں کو نہ بہت ملاوے اور نہ بہت کشادہ رکھے بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دے آور عورت دونوں مونڈھوں تک اُٹھاوے اور اَللّٰہُ اَکۡبَرُ ساتھ مد الف اللہ کے اور اَللّٰہُ اَکۡبَارُ ساتھ ملانے الف کے درمیان بے اور رے کے نہ کہے آور اگر بجائے تکبیر کے اَللّٰہُ اَجَلُّ یا اَللّٰہُ اَعۡظَمُ یا اَلرَّحۡمٰنُ اَکۡبَرُ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے درست ہو جاوے گا آور فارسی یا ہندی یا اور کسی زبان میں اگر تکبیر کہے مثلاً یہ کہے کہ اللہ بزرگ تر است یا اللہ بزرگ ہے یا قرأت فارسی میں یا اور کسی زبان میں عذر سے پڑھے یا جانور ذبح کرنے کے وقت فارسی وغیرہ میں بسم اللہ کہے تو درست ہے آور اگر دعا کے الفاظ کہے جیسے اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ اے خدا بخش دے مجھ کو تو جائز نہیں[۱] ف اور طعن اس باب[۲] میں بیجا ہے جواب اس کا نور الانوار وغیرہ کتب اصول میں مذکور ہے ص اور داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ناف کے نیچے آور قنوت اور نماز جنازے میں بھی ہاتھ باندھے آور بعد رکوع کے جب کھڑا ہو اور عیدین کی تکبیروں میں چھوڑے اور ہاتھ نہ باندھے ف اور امام مالکؒ کے نزدیک سب نمازوں میں چھوڑ دے آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سینے پر باندھے جیسے ہمارے مذہب میں عورت سینے پر باندھتی ہے آور دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ ہے جو امام الحدیث ابو بکر بن خزیمہ نے اپنی مسند میں روایت کی ساتھ سند صحیح کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھے دونوں ہاتھ اوپر سینے کے آور روایت کی احمدؒ نے قبیصہ بن ہُلب سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہ دیکھا

[۱] اور اصل یہ ہے کہ جو کلمات مجرد تعظیم پر دلالت کرتے ہوں اور اُن میں آمیزش دعا کی نہ ہو اُن سے تکبیر تحریمہ جائز ہے ۱۲ شرح وقایہ [۲] یعنی قرأت فارسی وغیرہ میں ۱۲

عُبدالحمید مؤمَّل بن اسمٰعیل یزید بن ابی زیاد

میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ رکھتے تھے ہاتھوں اپنے کو سینے پر آور فقط ہاتھ باندھنے میں چند حدیثیں صحیح بخاری میں مروی ہیں جن سے حجت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر قائم ہوتی ہے آور کہا شیخ ابن الہمام نے ذیل قول صاحب ہدایہ میں کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت سے ہے یہ بات یعنی رکھنا دائیں ہاتھ کا اوپر بائیں کے نیچے ناف کے کہ یہ حدیث مرفوعاً نہیں معلوم ہوئی ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سُنت سے ہے رکھنا ایک کف کا اوپر دوسرے کف کے نیچے ناف کے روایت کیا اُس کو ابوداؤدؒ نے اور احمدؒ اور دارقطنی اور رزینؒ اور بیہقیؒ نے اور اسناد میں اُس کی عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی ضعیف ہیں ضعیف کیا ان کو احمدؒ وغیرہ نے اور اس ضعف سے ضعف حدیث کا لازم نہیں آتا کیونکہ ابوحنیفہؒ مقدم ہیں اُن پر آور کہا بعض جہلا نے کہ نہیں ہے کوئی حدیث مرفوع صحیح اس باب میں واسطے حنفیہ کے اور یہ بات غلط ہے کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مُوْسٰی بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ تَحْتَ السُّرَّۃِ یعنی روایت ہے وائل بن حُجر سے کہ دیکھا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ رکھتے تھے ہاتھ داہنا اپنا اوپر بائیں کے نیچے ناف کے کہا بعض علماء نے وَھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ مِّنْ حَیْثُ السَّنَدِ لِاَنَّ فِیْہِ رِجَالًا کُلُّھُمْ سِوَی الصَّحَابِیِّ ثِقَاتٌ یعنی یہ حدیث صحیح ہے اس واسطے کہ جتنے راوی ہیں اُس میں صحابی کو چھوڑ کر سب ثقہ ہیں آور صحابی کو چھوڑ کر اس واسطے کہا کہ صحابی تو سب ثقہ ہیں کسی میں احتمال کذب کا نہیں لیکن ثقہ ہونا وکیعؒ کا تو کہا حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کہ وکیع بیٹا جراح بیٹا ملیح رواسی کا کنیت اُنکی ابوسفیان ہے روایت کی اُنھوں نے اپنے باپ سے اور اسمٰعیل بن ابی خالد اور ایمن بن نابل اور ابن عون وغیرہم سے اور روایت کی اُن سے اُن کے بیٹوں نے سفیان اور ملیح اور عبید نے اور شیخ نے اُن کے سفیان ثوریؒ نے اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ دونوں بھائیوں نے اور ابوخیثمہ اور حمیدی نے کہا احمد بن حنبلؒ نے نہیں دیکھا میں نے حافظ علم کا زیادہ وکیع سے اور کہا اُنھوں نے کہ تھے وکیع مطبوع الحفظ اور کہا اُنھوں نے کہ تھے امام مسلمانوں کے اپنے وقت میں آور کہا ابن معین نے نہیں دیکھا میں نے افضل وکیع سے تو کہا گیا کہ کیا ابن المبارک کو فضل نہ تھا کہا کہ ہاں اُن کو بھی فضل تھا لیکن نہیں دیکھا میں نے افضل وکیع سے تھے مستقبل قبلہ اور حفظ کرتے تھے حدیث کو اور قیام کرتے تھے رات کو اور روزہ رکھتے تھے دن کو اور فتویٰ دیتے تھے قول امام ابوحنیفہؒ پر آور دوسرے راوی موسیٰ بن عمیر عنبری تمیمی کوفی کہا یحییٰ بن معین اور ابوحاتم نے اور محمد بن عبداللہ بن نمیر اور خطیب اور عجلی اور دولابی نے کہ وہ ثقہ ہے آور کہا ابوزرعہ نے لَا بَاْسَ بِہٖ یعنی نہیں حرج ہے ساتھ اس کے آور نسائی میں اُس کی ایک حدیث ہے صلوٰۃ میں آور لیکن علقمہ تو کہا ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہ علقمہ یہ صدوق ہے آور کہا حافظ ابن حجر نے تہذیب میں کہ ذکر کیا اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں آور ذکر کیا اُس کو ابن سعدؒ نے طبقۂ ثالثہ میں اہل کوفہ سے آور کہا کہ کَانَ ثِقَۃً قَلِیْلُ الْحَدِیْثِ یعنی تھا ثقہ تھوڑی حدیث والا آور کہا شیخ قاسم قطلوبغا حنفی نے بیچ تخریج احادیث الاختیار کے بعد نقل کرنے اس حدیث کے مصنف ابن ابی شیبہ سے کہ یہ سند جید ہے وکیع ہے احد الاعلام اور موسیٰ بن عمیر توثیق کی اُس کی ابوحاتم نے آور روایت کی اُس سے نسائی اور علقمہ نے اخراج کیا اُن سے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رفع الیدین میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور چاروں عالموں نے اور ثقہ کہا اُس کو ابن حبان نے سو یہ شاہد ہے اُس حدیث علی رضی اللہ عنہ کا پس نہیں ہے وجہ کلام کی اُس شخص کے جس نے کہا کہ نہیں دلیل ہے حنفیہ کی اس مسئلے میں واللہ اعلم ص بعد تحریمہ کے ہاتھ باندھ کے ثنا پڑھے وہ یہ ہے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ اور توجیہ یعنی اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ نہ پڑھے ف اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک پڑھے دلیل اُنکی حدیث علی رضی اللہ عنہ کی ہے طویل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے یہ آیت آور روایت جابر رضی اللہ عنہ کی کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شروع کرتے نماز کو کہتے تھے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ روایت کیا اس کو بیہقی نے اسی طرح پر کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری حدیث انس رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شروع کرتے تھے نماز تکبیر کہتے تھے اور فرماتے تھے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک اور نہیں زیادہ کرتے تھے اس پر کہا صاحب فتح القدیر نے روایت کی بیہقی نے انس اور عائشہ اور ابوسعید خدری اور جابر اور عمر و بن

مسعود رضی اللہ عنہم سے اس مضمون کو مرفوعاً مگر حدیث عمرو بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سو وقف کیا اُس کو اوپر عمرو کے اور رفع کیا دارقطنیؒ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے پھر کہا محفوظ ہے یہ کہ یہ قول عمرو رضی اللہ عنہ کا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جہر کرتے تھے ساتھ ان کلمات کے انتہی اور روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ضعیف کیا ان دونوں نے اس کو لیکن صحیح کیا اس کو محدث فیروزآبادی نے اور روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اُن کے قول سے اور روایت کیا اس کو سعید بن منصورؒ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول سے اور سنن ابو داؤد میں ہے ابو سعیدؓ سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اُٹھتے رات کو تکبیر کہتے پھر فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ تین بار پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار پھر کہتے اَللّٰهُ اَكْبَرُ تین بار پھر کہتے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ پھر قرأت کرتے تھے اور اخراج کیا اس کا ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ نے کہا ترمذیؒ نے حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے اس باب میں اور تحقیق کلام کیا گیا اسناد میں اس کی تھے یحییٰ بن سعید کلام کرتے تھے علی بن علی رفاعی میں اور کہا احمدؒ نے کہ نہیں صحیح ہے یہ حدیث اور توثیق کی علی بن علی کی وکیع اور ابن معین ابو زرعہ اجلہ محدثین نے اور جب ثابت ہوا فعل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مانند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قرأت اُس کی تو معلوم ہوا کہ یہی فعل اکثر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا اور یہی اخیر تھا اُن کے فعل سے اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے اور اُس میں اور دعا ہے ذکر کیا اس کو شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اور کہا وَهُوَ اَصَحُّ مِنَ الْكُلِّ لِاَنَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعَ ذٰلِكَ لَمْ يَقُلْ بِسُنِّيَّتِهٖ عَيْنًا اَحَدٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ یعنی یہ صحیح ہے کُل روایتوں سے اس واسطے کہ اتفاق کیا اس پر بخاریؒ و مسلمؒ نے اور باوجود اس کے نہیں کہا کسی نے ساتھ سُنیت خاص سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے تو اگر وہ دعا بھی پڑھے کچھ حرج نہیں اور جائز ہے فقط اور وہ جو روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محمول ہے اوپر نوافل کے ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے اور مؤید ہے اس کی جو وہ مروی ہے صحیح ابی عوانہ اور سنن نسائی میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھڑے ہوتے تھے نماز نفل کو کہتے تھے اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ آخر تک بخلاف سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے کہ وہ ثابت ہے فرائض میں **ص** اور بعد ثنا کے تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کے واسطے قرأت کے نہ ثنا کے **ف** کیونکہ فرمایا اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یعنی جب پڑھے تو قرآن تو پناہ لے جا طرف اللہ کے مراد یہ ہے کہ شیطان سے پناہ مانگے کہ وہ حارج نہ ہو قرأت قرآن میں **ص** اور مقتدی تعوذ نہ پڑھے اور مسبوق پڑھے اس لئے کہ تعوذ تابع قرأت کا ہے نہ تابع ثنا کا سو جو شخص قرأت کرے وہ تعوذ بھی پڑھے اور جو شخص قرأت نہ کرے تعوذ بھی نہ پڑھے اور تکبیرات عیدین کے بعد تعوذ پڑھے اور بعد اُس کے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہے اور فاتحہ اور سورۃ کے بیچ میں نہ پڑھے اور ثنا اور تعوذ اور تسمیہ آہستہ کہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تسمیہ کو بلند پڑھے اور بہت سی حدیثیں صحیح وارد ہوئیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین قرأت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے **ف** تو اس سے معلوم ہوا کہ ثنا اور تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھتے ہوں گے اور صاحب ہدایہؒ نے لکھا ہے بسبب قول ابن مسعودؓ کے چار ہیں کہ آہستہ کہے اُن کو امام اور ذکر کیا اُن میں تعوذ اور تسمیہ اور آمین کو روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے اور روایت کی ابی وائل سے اُنھوں نے عبد اللہ سے کہ وہ تھے آہستہ کہتے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان اور نسائی میں ہے نعیم مجمرؒ سے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سو پڑھی اُنھوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پھر پڑھی فاتحہ یہاں تک کہ پہونچے وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک پھر کہی آمین پھر سلام پھیر کے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تحقیق کہ میری نماز مشابہ تر ہے ساتھ نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہا ابن خزیمہ نے نہیں شک ہے اس کی صحت میں اہل معرفت کے نزدیک اور یہ حدیث مستلزم جہر کو نہیں کیونکہ جائز ہے سُننا نعیم کا باوجود آہستہ پڑھنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ جب تک مبالغہ نہ کرے اخفا میں تب تک سُنائی دیتا ہے خصوصاً پاس والے مقتدی کو اور صحیح ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہر کرتے تھے بسم اللہ کا کہا حاکم نے صحیح ہے بغیر علت کے اور صحیح کیا اُس کو دارقطنیؒ نے اور کہا ترمذیؒ نے نہیں ہے اسناد اُس کی قوی اور ضعیف کیا اُس کو اکثر محدثین نے اور کہا بعض حفاظ نے نہیں ہے

ت: بن علی رفاعی

ف اس لئے کہ وہ جزو فاتحہ کا ہے اُن کے نزدیک ۱۲

کوئی حدیث صحیح جہر میں مگر اُس کی اسناد میں گفتگو ہے آور اسی سبب سے صاحب مسانید اربعہ اور امام احمدؒ نے احادیث جہریہ کو اخراج نہیں کیا باوجود اشتمال اُن کے کے احادیث ضعیفہ پر کہا امام العلماء رئیس المحدثین شیخ تقی الدین بن تیمیہ نے اور روایت کی ہم نے دارقطنیؒ سے کہ نہیں صحیح ہوئی حضرتؐ سے جہر میں کوئی حدیث آور مروی ہے دارقطنیؒ سے کہ تصنیف کی اُس نے ایک کتاب مصر میں بیچ جہر بِسْمِ اللّٰہِ کے اور ارادہ کیا بعض مالکیہ نے کہ جدا کریں اُس سے صحیح ضعیف سے سو کہا کہ نہیں صحیح ہوئی جہر میں کوئی حدیث اور کہا حازمی نے کہ احادیث جہر کی اگرچہ بکثرت ماثور ہیں لیکن کوئی حدیث خالی ضعف سے نہیں آور روایت کی امام طحاویؒ نے جہر کو قرأت اعراب کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نہیں جہر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰہِ کا یہاں تک کہ وفات کی آور یہ معارض ہے اُس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو جہر میں گذری تو وہ محمول ہے اوپر واقع ہونے اُس کے کے کبھی کبھی اور صریح موجب عمل ہے آور روایت مسلمؒ کی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس نہ سُنا میں نے کسی کو اُن میں سے کہ پڑھتا ہو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اور اس سے مراد نفی قرأت نہیں ہے بلکہ نفی جہر ہے بدلیل دوسری روایت کے کہ نہیں جہر کرتے تھے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط کے روایت کیا اس کو احمدؒ اور ترمذیؒ نے ساتھ اسناد صحیح کے آور بھی روایت ہے اُن ہی سے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پس سب لوگ اخفا کرتے تھے بِسْمِ اللّٰہِ کا آور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور ایک لفظ میں ہے کہ ستر کرتے تھے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ کے آور روایت کیا طبرانیؒ نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستر کرتے تھے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اور جتنے تابعین تھے اور وہی مذہب ہے سفیان ثوریؒ اور ابن المبارک کا آور کہا ابن عبداللہ اور ابن منذر نے کہ یہی ہے قول ابن مسعودؓ اور ابن الزبیرؓ اور عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مغفل اور حاکم اور حسن بن ابی الحسن اور شعبی اور نخعی اور اوزاعی اور عبداللہ بن المبارک اور قتادہ اور عمر بن عبدالعزیز اور اعمش اور زہری اور مجاہد اور حماد اور ابی عبید اور احمد ابن اسحاق کا آور روایت کی امام ابوحنیفہؒ نے طریف بن شہاب ابی سفیان سعدی سے اُنھوں نے یزید بن عبداللہ بن مغفل سے اُنھوں نے اپنے باپ سے تحقیق کہ اُنھوں نے نماز پڑھی پیچھے امام کے سو جہر کیا اُس نے بِسْمِ اللّٰہِ کا سو پکارا عبداللہ بن مغفل نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے سو کسی کو میں نے جہر کرتے نہیں سُنا اور کہا اُنھوں نے اپنے بیٹے سے اے بنی مُحدث یعنی یہ جہر کرنا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا مُحدث اور بدعت ہے **ص** اور بعد تسمیے کے فاتحہ اور سورۃ پڑھے **ف** اور فاتحہ پڑھنا ہمارے مذہب میں رکن نماز یعنی فرض نہیں اور اسی طرح سورۃ آور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاتحہ فرض ہے آور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں فرض ہیں دلیل امام مالکؒ کی ہے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طویل آخر حدیث یہ ہے کہ نہیں ہے نماز مگر ساتھ اَلْحَمْدُ کے اور ایک سورۃ کے کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے آور روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور اختصار کیا اس نے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ آخر تک اور سکوت کیا اس سے ترمذیؒ نے اور یہ ضعیف ہے ساتھ ابوسفیانؒ سعدی طریف بن شہاب کے اور اسی سے روایت کی ابوحنیفہؒ نے مسند میں اور نقل کی گئی ابن معین اور نسائیؒ سے تضعیف اس کی اور تلیین کی اس کی ابن عدی نے آور کہا کہ روایت کی اُس سے ثقات نے لیکن وہ لاتا ہے متون میں ایسی چیز کہ نہیں لاتا کوئی اُس کو سوا اُس کے اور اسانید اُس کی مستقیم ہیں آور روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیا اس کو طبرانی نے ابی نضرہ سے کہ نہیں ہے نماز مگر ساتھ اُم القرآن یعنی فاتحہ کے اور ساتھ اُس کے یعنی اور سورۃ کے اور اسناد میں اُس کی اسمٰعیل بن عیاش ضعیف ہے اور توثیق کی ابن معین نے آور ہماری مؤید ہے وہ جو روایت ہے معجم اوسط میں طبرانی کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حکم کیا مجھ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ندا کروں میں مدینے میں کہ نہیں ہے نماز مگر ساتھ قرأت کے اگرچہ فاتحہ ہووے آور روایت کیا اُس کو ابوحنیفہؒ نے اور حارث نے مسند میں اور ابن عدی نے لیکن ابوحنیفہؒ کے طریق میں ضعف ہے آور طبرانی کی اسناد میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے

آور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی پڑھو جو آسان ہو قرآن میں سے آور یہ خبر واحد[1] ہے اور خبر واحد سے زیادتی کلام اللہ پر نہیں جائز ہے مگر واجب العمل ہے تو کہا ہم نے ساتھ وجوب فاتحہ اور سورۃ کے آور دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے جو روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی نہیں ہے نماز مگر ساتھ فاتحۃ الکتاب کے آور تقدیر اس کی یہ کی ہے کہ نہیں ہے کمال نماز کا مگر فاتحۃ الکتاب سے جیسے دوسری حدیث میں فرمایا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ یعنی نہیں ہے ایمان اُس شخص کا جس کو امانت نہیں اور نہیں ہے دین اُس کا جس کا عہد سالم نہیں تو مراد اس سے نفی ایمان و دین بالکلیہ نہیں ہے بلکہ کمال ایمان اور دین میں یہ چیزیں باعث خلل کی ہیں واللہ اعلم

فقط ص اور بعد وَلَا الضَّالِّيْنَ کے آہستہ سے آمین کہے[2] آور مقتدی بھی جہری نماز میں آہستہ سے آمین کہے ف اور دلیل اس کی وہ ہے جو اوپر حدیث ابن مسعودؓ کی ذکر کی آور روایت کی احمد اور ابویعلیٰ اور طبرانی اور دارقطنی اور حاکم نے مستدرک میں شعبہ سے اُنھوں نے سلمہ بن کہیل سے اُنھوں نے حجر عنبس سے اُنھوں نے علقمہ بن وائل سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہ نماز پڑھی اُنھوں نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو جب پہونچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ پر کہی آمین آہستہ سے آور روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی وغیرہما نے سفیان سے اُنھوں نے سلمہ بن کہیل سے اُنھوں نے حجر بن عنبس سے اُنھوں نے وائل بن حجر سے آور اسی میں ہے کہ بلند کیا اُنھوں نے آواز اپنی کو ساتھ آمین کے تو مخالفت کی اُس میں سُفیان نے شعبہ کی کئی طرح پر اوّل یہ کہ پہلی روایت میں حجر عنبس ہے اور اس میں حجر بن عنبس اور اس میں علقمہ مذکور نہیں آور کہا ترمذیؒ نے علل کبیر میں کہ پوچھا میں نے بخاریؒ سے کہ کیا علقمہ نے سُنا ہے اپنے باپ سے تو کہا بخاریؒ نے کہ پیدا ہوا علقمہ بعد مرنے اپنے باپ کے چھ مہینے بعد اور یہ انقطاع مسلم نہیں کیونکہ روایت کیا مسلمؒ نے علقمہؓ کی روایت کو اپنے باپ سے کہا شیخ ابن الہمام نے اور ترجیح دی دارقطنیؒ نے روایت سفیانؒ کو آور بیہقیؒ وغیرہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے بمضمون رفع روایت کیا ہے آور اسی سبب سے صاحب ہدایہؒ نے اس حدیث سے عدول کر کے ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کیا آور مؤید حدیث جہر ہے جو ابن ماجہؒ میں ہے کہ تھے حضرت علیہ السلام جب آمین کہتے تھے گونج جاتی تھی مسجد آور میں کہتا ہوں کہ معارض ہے اس حدیث کی بعینہ وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے اس اسناد سے حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ خَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ یعنی کہی آمین اور آہستہ کہی آور یہ بعینہ وہی اسناد ہے جس میں رفع صوت بآمین مذکور ہے تو دو حدیثیں مخالف ہوئیں اُس ایک حدیث کی تو صحیح یہی ہوگا کہ آہستہ سے آمین کہے

ص بعد اُس کے تکبیر کہے اور رکوع کرے جُھک کے اور دونوں ہاتھ رکوع میں دونوں زانو پر رکھے اور اُنگلیوں کو کشادہ رکھے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے انسؓ کے بیچ حدیث طویل کے اور آخر اُس کا یہ ہے کہ اے بیٹے میرے جب تو رکوع کرے سو رکھ ہتھیلیوں اپنی کو اوپر دونوں زانو اپنی کے اور کشادہ رکھ اُنگلیوں کو اور اُٹھائے رکھ دونوں ہاتھوں کو دونوں پہلوؤں سے روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم اوسط[3] میں اور تطبیق یدین کی منسوخ ہے آور وہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ملا کے دونوں زانوؤں میں رکھ لے بدلیل اُس کے جو مروی ہے صحیحین میں مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ نماز پڑھی میں نے اپنے باپ کے ساتھ تو تطبیق کی میں نے سو کہا میرے باپ نے کہ نہ کر اس کو پہلے ہم کرتے تھے ایسا پھر منع کیے گئے اور حکم ہوا کہ رکھیں دونوں ہاتھوں کو اوپر زانوؤں کے ص اور پیٹھ کو برابر کرے اور سر کو بھی پیٹھ کے برابر رکھے[4] ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے وابصہ بن معبدؓ سے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے تھے سو جب رکوع کرتے تھے برابر رکھتے تھے پیٹھ کو یہاں تک کہ اگر ڈالا جاتا اُس پر پانی البتہ ٹھہر جاتا آور روایت کی ابوالعباس محمد بن اسحاق سراج نے اپنی مسند میں براءؓ سے کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب رکوع کرتے پھیلاتے پیٹھ اپنی کو اور جب سجدہ کرتے مُنھ کرتے اُنگلیوں کا طرف قبلے کے آور روایت کی طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابی بردہ اسلمیؓ سے مثل حدیث وابصہ کے آور سر کو بھی پیٹھ کے برابر کرے بدلیل اس کے جو روایت کی ترمذیؒ نے حدیث ابی حمید سے کہ نہ جُھکا دے سر اپنے کو اور نہ اُٹھا دے اُس کو آور ایسا ہی روایت کیا اِس کو ابن حبان نے آور اخراج کیا مسلمؒ نے حدیث طویل میں حضرت عائشہؓ سے کہ تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رکوع کرتے

[1] یعنی حدیث مذکور ۱۲ [2] یعنی امام کے ۱۲ [3] یعنی معجم اوسط صغیر ۱۲ [4] نہ بلند کرے پیٹھ سے اور نہ نیچا کرے ۱۲

تھے سر نہ اُٹھاتے تھے اور نہ جھکاتے تھے ص اور تین مرتبہ یا زیادہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے اور اس سے کم نہ کرے ف کیونکہ روایت کی ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور ابن ماجہؒ نے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ جب رکوع کرے کوئی تم میں سے سو کہے تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور یہ اوتیٰ درجہ اُس کا ہے اور جب سجدہ کرے تو کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى تین بار اور یہ اونیٰ درجہ اُس کا ہے آور یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ عونؒ نے نہیں پایا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ص بعد اُس کے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہوا سر کو اُٹھاوے آور امام فقط یہی کلمہ کہے آور مقتدی فقط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے آور جو اکیلا ہو دونوں کو کہے ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فقط کہے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ نہ کہے آور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں کہے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آہستہ سے کہے کیونکہ روایت کی ابو ہریرہؓ نے کہ تھے آنحضرتؐ جب کھڑے ہوتے تھے طرف نماز کے تکبیر کہتے تھے یہاں تک کہ کھڑے ہوتے تھے پھر کہتے تھے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ جس وقت اُٹھاتے تھے سر رکوع سے پھر کہتے تھے اور وہ کھڑے ہی ہوتے تھے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آخر حدیث تک آور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل صاحب ہدایہؒ نے یوں بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہے امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور یہ خطاب واسطے مقتدیوں کے ہے آور یہ رد ہوا اُس مذہب پر کہ مقتدی بھی دونوں کلمے کہے آور یہی قول ہے امام شافعیؒ صاحب کا ص اور سیدھا کھڑا ہووے پھر تکبیر کہے اور سجدے میں جاوے ف اور تکبیر تو اسواسطے کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے وقت جُھکنے اور اُٹھنے کے آور لیکن سیدھا کھڑا ہونا تو فرض نہیں ہے آور اسی طرح دونوں سجدوں کے بیچ میں جلسہ کرنا اور ٹھہرنا رکوع وسجود میں آور یہ قول طرفین کا ہے اور ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ چیزیں فرض ہیں آور یہی ہے قول امام شافعیؒ کا آور دلیل اُنکی یہ ہے کہ فرمایا تھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے واسطے اعرابی کے جب اُس نے جلدی کی تھی نماز میں کہ پڑھ نماز بہ تحقیق کہ تو نے نہیں پڑھی نماز تو معلوم ہوا کہ تعدیل ارکان فرض ہے آور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ رکوع لغت میں مطلق جُھکنے کا اور سجدہ سر زمین پر رکھنے کا نام ہے تو فرضیت ساتھ اونیٰ درجے کے بھی ادا ہو جائے گی آور اسی طرح ایک رُکن سے دوسرے رُکن کو جانے میں اگر جلدی ہو گی کیونکہ وہ مقصود نہیں آور دوسری یہ کہ اور روایت میں آنحضرتؐ نے اُس اعرابی سے ارشاد فرمایا کہ جو تو نے کم کیا اس سے جو بیان کیا میں نے تو تو نے کم کیا اپنی نماز سے روایت کیا اس زیادت کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے ابو داؤدؒ نے تو ابو ہریرہؓ سے اور ترمذیؒ نے رفاعۃ بن رافعؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کر چکا تو یہ تو تمام ہوئی نماز تیری اور اگر تو نے اس میں سے کم کیا کم کیا تو نے اپنی نماز سے آور کہا یہ حدیث حسن ہے آور مؤید ہے اس کی وہ جو روایت کی اصحابؒ سنن اربعہ اور دار قطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں جائز ہوتی ہے وہ نماز کہ نہ قائم ہو اُس میں پیٹھ مُصَلّی کی رکوع اور سجود میں اور ایسے نمازی کو آپ نے دوسری حدیث میں چور ارشاد فرمایا تو حتی المقدور لازم ہے کہ اس امر سے احتراز کرے کہ مورد وعید شدید نہ ہووے آور باطمینان ٹھہر ٹھہر کے نماز خضوع اور خشوع سے پڑھے ص پہلے دونوں زانو زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ برابر دونوں کانوں کے بعد اُس کے مُنھ کو دو کف کے بیچ میں ف کیونکہ روایت ہے مسند ابو یعلیؒ میں ابی اسحاقؒ سے کہا کہ وصف کیا واسطے ہمارے براء بن عازبؓ نے سجدے کو پس سجدہ کیا اور اعتماد کیا اوپر دونوں کف کے اور اُٹھایا سُرین کو اور کہا کہ اسی طرح کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آور وہ جو یہ حدیث صاحب ہدایہؒ نے وائل سے نقل کی ہے پائی نہیں گئی آور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے كَوْنُهٗ مِنْ حَدِيْثِ وَائِلٍ غَرِيْبٌ یعنی ہونا اُس کا حدیث وائل سے غریب ہے آور صحیح مسلم میں ہے حدیث وائل سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سجدہ کیا رکھا مُنھ اپنا دونوں کف کے بیچ میں آور جب ایسا ہوا تو ہاتھ مقابل کان کے ہونگے تو اب معارض ہوگا اُس کے جو صحیح بخاری میں ہے حدیث ابی حمیدؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونوں کف برابر کاندھوں کے آور اس مقام میں روایت مسلم کی مقدم ہے بخاری پر اس وجہ سے کہ سند بخاری میں فلیح بن سلیمان اگرچہ راجح یہی ہے کہ وہ ثقہ ہے لیکن کلام کیا گیا ہے اُسمیں ضعیف کیا اُس کو نسائیؒ اور ابن معینؒ اور ابو حاتمؒ اور ابو داؤدؒ اور یحیی القطانؒ اور سیاحی نے اور روایت کی اسحاقؒ بن راہویہ نے مسند میں اَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اس اسناد سے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ رکھے دونوں ہاتھ مقابل

کانوں کے آور یہ اسناد صحیح ہے آور روایت کی عبدالرزاقؒ نے مصنف میں اَخْبَرَنَا الثَّوْرِیُّ اُسی اسناد سے اور لفظ اُس کا یہ ہے وَکَانَتْ یَدَاہُ حِذَاءَ اُذُنَیْہِ یعنی اور تھے ہاتھ آپ کے مقابل کانوں کے آور روایت کی طحاویؒ نے حفصؒ بن غیاث سے اُنھوں نے حجاجؒ سے اُنھوں نے ابی اسحاقؒ سے کہا کہ پوچھا میں نے براء بن عازبؓ سے کہ کس جا رکھتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیشانی اپنی سجدے میں جب نماز پڑھتے تھے کہا کہ درمیان دونوں کف کے واللہ اعلم آور سجدہ کرے ناک اور پیشانی دونوں پر کیونکہ روایت کی ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے اور عبارت ان ہی کی ہے آور ترمذیؒ نے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے جماتے تھے ناک اور پیشانی اپنی کو اور الگ رکھتے تھے دونوں ہاتھوں کو دونوں پہلوؤں سے اور رکھتے تھے کف کو برابر کاندھوں کے آور روایت ابویعلیٰ میں ہے ابو حمیدؓ سے کہ پھر سجدہ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سو جمایا ناک کو اور پیشانی کو زمین پر آور اگر ایک پر اقتصار کیا امام صاحبؒ کے نزدیک جائز[لہ] ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں[؎] جائز ہے مگر عذر سے آور یہی روایت ہے امام ابو حنیفہؒ سے بھی کیونکہ روایت کی صحاح ستہ والوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا میں کہ سجدہ کروں سات اعضاء پر جبہہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور کنارے قدموں کے آور روایت کی مانند اس کے بزار نے آور روایت کی گئی سعد اور ابن عباسؓ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے یہ حدیث آور رکھنا دونوں ہاتھوں اور زانوؤں کا سُنت ہے نزدیک ہمارے آور لیکن رکھنا قدموں کا سو کہا ہے قدوری میں کہ وہ فرض ہے سجدے میں کَذَا فِی الْہِدَایَۃِ ص اور اُنگلیاں ملی ہوئی رکھے اور دونوں بازوؤں کو پیٹ سے جُدا رکھے اور پیٹ کو ران سے آور اُنگلیاں دونوں پیر کی قبلے کی طرف کرے اور تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے یا زیادہ آور اگر پگڑی کے پیچ پر یا فاضل کپڑے پر یا اُس چیز پر جس کا حجم ہے سجدہ کیا اگر پیشانی قرار پکڑتی ہے تو جائز ہے ورنہ درست نہیں **ف** کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے روایت کی ابو نعیمؒ نے حدیث ابن عباسؓ سے حلیہ میں بیچ ذکر ترجمہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے حَدَّثَنَا اَبُوْ یَعْلَی الْحُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الزُّبَیْدِیُّ حَدَّثَنَا اَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوْسَی الْحَافِظُ الصُّوْفِیُّ الْبَغْدَادِیُّ ثَنَا اَحْوُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ نِ الدِّمَشْقِیُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نِیْرُوْزِ نِ الْمِصْرِیُّ ثَنَا بَقِیَّۃُ بْنُ الْوَلِیْدِ ثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ اَدْھَمَ عَنْ اَبِیْہِ اَدْھَمَ بْنِ مَنْصُوْرِ نِ الْعِجْلِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْجُدُ عَلٰی کَوْرِ عِمَامَتِہٖ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے اوپر کور عمامے کے یعنی پیچ عمامے کے اور ابراہیمؒ بن ادہم بڑے زاہد عالم مشہور ثقہ ہیں قَالَ النَّسَائِیُّ ثِقَۃٌ مَامُوْنٌ اَحَدُ الزُّھَّادِ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ مَاتَ سَنَۃَ اثْنَتَیْنِ وَسِتِّیْنَ وَمِائَۃٍ کہا نسائیؒ نے ثقہ مامون ہے ایک ہے زاہدوں میں سے کہا بخاریؒ نے مرے سنہ باسٹھ اور سو ہجری میں آور روایت کی طبرانی نے اوسط میں عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے آور روایت کیا اس کو ابن عدی نے کامل میں حدیث عمرو بن شمر سے اُنھوں نے جابر جعفی سے اُنھوں نے عبدالرحمن بن سابط سے اُنھوں نے جابرؓ سے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے آور ضعیف ہے عمرو بن شمر اور جابر جُعفی کذاب وضاع ہے کہا شیخ ابن حجر عسقلانی نے شِیْعِیٌّ کَذَّابٌ یعنی رافضی ہے غالی کذاب ہے آور کہا ترمذیؒ نے ضَعِیْفٌ جِدًّا یعنی ضعیف ہے نہایت آور کہا بعضوں نے مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ یعنی ترک کر دی گئی ہے حدیث اُس کی آور روایت کیا اُس کو حافظ ابو القاسم تمام بن محمد رازی نے فوائد میں حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَنَا اَبُوْ بَکْرٍ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُصَیْنِ نِ الطَّرْطُوْسِیُّ ثَنَا کَثِیْرُ بْنُ عُبَیْدٍ ثَنَا سُوَیْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْجُدُ عَلٰی کَوْرِ الْعِمَامَۃِ یعنی کہ تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے اوپر پیچ عمامے کے آور اخراج کیا اس کا بیہقیؒ نے سنن میں ہشام سے اُنھوں نے حسنؒ سے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ کرتے تھے اور ہاتھ اُن کے کپڑوں میں تھے اور کرتا تھا سجدہ ہر آدمی اوپر پیچ عمامے کے اور ذکر کیا اُس کو بخاریؒ نے صحیح میں تعلیقاً اور کہا کہ کہا حسن نے

[لہ] یعنی بے عذر بھی ۱۲ [؎] یعنی فقط ناک پر ۱۲

ابراہیم بن ادہم

عمرو بن شمر

جابر جعفی

تھی قوم کہ سجدہ کرتی اوپر عمامے اور ٹوپی کے اور دونوں ہاتھ اُن کے آستینوں میں ہوتے تھے آور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثَنَا شَرِیْکٌ عَنْ حُسَیْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ یَتَّقِیْ بِفُضُوْلِہٖ حَرَّ الْاَرْضِ وَبَرْدِھَا یعنی تحقیق کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے نماز بیچ ایک کپڑے کے بچاتے تھے اُس کے فضول[1] سے گرمی کو زمین کی اور سردی کو اُس کی آور اسی حدیث کو صاحب ہدایہؒ نے ذکر کیا ہے اور روایت کیا اسکو احمدؒ اور اسحاقؒ بن راہویہ اور ابو یعلیؒ اور طبرانیؒ اور ابن عدیؒ نے کامل میں اور ضعیف کیا اس کو حسین بن عبداللہ کے سبب سے آور دوسرے یہ کہ شریک اس کی اسناد میں قاضی کوفے کا ضعیف ہے کہا ترمذیؒ نے وَشَرِیْکٌ کَثِیْرُ الْغَلَطِ یعنی اور شریک بہت غلطی کرتا ہے آور توثیق کی اس کی بہت لوگوں نے اور اس کے معنی میں ہے وہ جو روایت کی چھ عالموں نے انسؓ سے کہ تھے ہم نماز پڑھتے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدت گرمی میں اور جب نہ طاقت رکھتا تھا کوئی ہمارا کہ رکھے مُنھ اپنا اوپر زمین کے بچھاتا تھا کپڑا اپنا زمین پر اور اُسی پر سجدہ کرتا تھا آور سجدے میں چاہیئے کہ اپنے دونوں مونڈھوں کو ظاہر کرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے بروایت ابن حبان مرفوعًا وَجَافِ عَنْ ضَبْعَیْکَ یعنی اور کشادہ رکھ دونوں بازو اپنے آور روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابن عمرؓ سے کہا کہ خبر دی ہم کو سفیانؒ نے اُنھوں نے آدم بن علی بکری سے کہا کہ دیکھا مجھ کو ابن عمرؓ نے اور میں نماز پڑھتا تھا اور ہاتھ کو اپنے زمین سے جدا نہ کرتا تھا سو کہا کہ اے بیٹے بھائی میرے کے نہ بیٹھ جانوروں کا سا بیٹھنا اور اعتماد کر اپنے دونوں کف پر اور ظاہر کر بازوؤں اپنے کو کیونکہ جب تو یہ کرے گا سجدہ کرے گا ہر عضو تجھ سے آور جُدا رکھے پیٹ کو دونوں رانوں سے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کشادہ رکھتے تھے اس قدر کہ اگر بکری کا بچہ چاہے تو اُس میں سے نکل جاوے روایت کیا اس کو مسلمؒ اور حاکمؒ اور طبرانیؒ وغیرہم نے آور جب صف میں ہو تو چاہیئے کہ اتنا ہاتھ کو کشادہ نہ کرے کہ پاس والے کو اذیت ہووے آور مُنھ اُنگلیوں کا طرف قبلہ کے کرے کیونکہ روایت کی بخاریؒ نے حدیث ابی حمیدؒ سے کہ ہوں میں احفظ واسطے نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جب سجدہ کرتے تھے نہ بہت انگلیوں کو پھیلاتے تھے اور نہ بہت تنگ کرتے تھے بلکہ اوسط درجے میں رکھتے تھے آور مُنھ کرتے تھے انگلیوں کا طرف قبلے کے آور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سجدہ کرتا ہے مومن سجدہ کرتا ہے ہر عضو اُس سے پس چاہیئے کہ مُنھ کرے اپنے اعضار کا طرف قبلے کے حتی المقدور آور اس حدیث پر بلفظہ میں مُطّلع نہیں ہوا آور تسبیح جو رکوع وسجود میں کہی جاتی ہے اگر تین سے زیادہ کہے تو لازم ہے کہ طاق کہے مثلاً پانچ یا سات یا نو اسی طرح کیونکہ حدیث میں آیا ہے کَانَ یَخْتِمُ بِالْوِتْرِ یعنی ختم کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح کو ساتھ وتر کے کہا صاحبؒ فتح القدیر نے غَرِیْبٌ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ یعنی یہ حدیث غریب ہے اور اللہ سبحانہٗ جانتا ہے ص اگر آدمیوں کے ہجوم کے سبب سے ایک شخص نے دوسری کی پیٹھ پر سجدہ کیا اگر وہ بھی وہی نماز پڑھتا ہے تو درست ہے آور اگر نماز نہیں پڑھتا یا پڑھتا ہے مگر وہ نماز جو سجدہ کرنیوالا پڑھتا ہے نہیں پڑھتا تو سجدہ اُس کا درست نہ ہووے گا اور عورت پیٹ کو ران سے ملائے آور بعد سجدے کے پھر سر اُٹھاوے اور تکبیر کہے اور اطمینان سے بیٹھے اور پھر تکبیر کہے اور سجدہ کرے ٹھہر کے ف کیونکہ حضرتؐ نے حدیث اعرابی میں ارشاد فرمایا اُٹھا سر اپنا یہاں تک کہ بیٹھے تو سیدھا آور اگر سیدھا نہ بیٹھا اور دوسرا سجدہ کر لیا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز[2] ہو گا اور محمدؒ کے نزدیک بھی آور اندازۂ رفع میں اختلاف کیا ہے آور صحیح یہ ہے کہ اگر سجدے کی طرف قریب ہووے گا نہیں جائز ہو گا کیونکہ وہ شمار سجدے میں ہے آور اگر بیٹھنے کیطرف قریب ہے جائز ہو گا اس واسطے کہ وہ شمار کیا جاویگا جالس ص اور پھر تکبیر کہے اور اُٹھاوے سر پھر ہاتھ پھر زانو اور سیدھا کھڑا ہووے بغیر تکیے کے آور دونوں سجدوں سے سر اُٹھا کے پھر زمین پر نہ بیٹھے بلکہ فوڑا کھڑا ہو جاوے آور امام شافعیؒ کے نزدیک بیٹھے اور اُس کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں ف اور دلیل امام شافعیؒ کی وہ ہے جو روایت ہے مالک بن الحویرثؓ سے کہ اُنھوں نے دیکھا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیچ نماز کے کہ جب اُٹھتے تھے دونوں سجدوں سے نہیں اُٹھتے تھے جب تک بیٹھ نہ جاتے تھے سیدھے آور جواب اس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ

[1] فضول سے مراد ہے کہ جو کپڑا اُس میں سے لٹک رہا تھا اُس سے گرمی اور سردی سے بچتے تھے ۱۲ [2] مگر نماز ناقص ہوگی بسبب ترک واجب کے آور قاضی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگی بجہت ترک فرض کے ۱۲

حسین بن عبداللہ

علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال ضعیفی میں تھا وِالّا نماز موضوع استراحت کے واسطے نہیں آور دلیل اس پر یہ ہے جو روایت کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب اُٹھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اُٹھتے تھے اوپر کنارے قدموں کے آخراج کیا اس کا ترمذیؒ نے خالد بن ایاس سے اُنھوں نے صالح مولیٰ توامہ سے اُنھوں نے ابی ہریرہؓ سے اور کہا ترمذیؒ نے اسی پر ہے عمل اکثر اہل علم کا آور خالد بن ایاس کا آور کہا جاتا ہے ابن ایاس ضعیف ہے نزدیک محدثین کے اور اس سبب سے ضعیف کیا اس کو ابن عدی نے لیکن کہا کہ لکھی جاوے گی حدیث اُس کی باوجود ضعف اُسکے کے کہا یحییٰ القطان نے اور جس سے تعلیل کی ہے خالد میں موجود ہے صالح میں اور وہ اختلاط ہے تو کچھ وجہ تخصیص خالد کی نہیں آور قول ترمذیؒ کا کہ اُس پر عمل ہے اہل علم کا مقتضی ہے اُس کی قوت اصل کو اگرچہ یہ خاص طریق ضعیف ہوا آور اخراج کیا ابن ابی شیبہؒ نے ابن مسعودؓ سے کہ وہ اُٹھتے تھے نماز میں اوپر کنارے قدموں کے اور نہیں بیٹھتے تھے اور مانند اس کے حضرت علیؓ سے اور اسی طرح ابن عمرؓ اور ابن الزبیرؓ اور عمرؓ سے اور روایت کی شعبیؒ سے کہ عمرؓ اور علیؓ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اُٹھتے تھے نماز میں اوپر کنارے قدموں کے آور روایت کی نعمانؒ بن ابی عیاش سے کہ پایا میں نے بہت لوگوں کو اصحابؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تو جب کوئی سر اُٹھاتا تھا سجدہ ثانیہ سے پہلی رکعت یا تیسری رکعت میں تو اُٹھتا تھا جیسا وہ ہوتا تھا یعنی پھر بیٹھتا نہ تھا آور اخراج کیا اس کا بیہقیؒ نے عبدالرحمٰنؒ بن یزید سے کہ اُنھوں نے دیکھا ابن مسعودؓ کو مثل اس کے جو گذرا آور روایت کیا اس عمل کو عبدالرزاقؒ نے ابن مسعودؓ سے اور ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے تو جب اتنے صحابہ کثیر سے یہ عمل مروی ہوا کہ سب اُٹھتے تھے اوپر کنارے قدموں کے اور نہیں بیٹھتے تھے تو عمل اس پر واجب ہوگا **ص** اور دوسری رکعت بھی اسی طرح ہے مگر تعوذ اور ثنا اُس میں نہ پڑھے اور ہاتھ بھی نہ اُٹھاوے **ف** یعنی ہاتھ نہ اُٹھاوے مگر تکبیر اولیٰ میں آور تکبیر اولیٰ تو پہلی ہی رکعت میں ہوتی ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ اُن کے نزدیک ہاتھ اُٹھانا وقت رکوع کے اور رکوع سے قیام کے وقت سُنت ہے تو ہر رکعت میں اُن کے نزدیک رفع یدین ہے آور اس مسئلے میں بہت تفصیل ہے سب بیان نہیں کر سکتا وِالّا کتاب ایک دفتر ہو جاوے گی کچھ بطور اختصار کے موافق تحریر صاحب فتح القدیر کے بیان کیا جاتا ہے اوّل تو روایت کی طبرانیؒ نے ابن ابی لیلیٰؒ سے اُنھوں نے حکمؒ سے اُنھوں نے مقسمؒ سے اُنھوں نے ابن عباس سے اُنھوں نے حضرت علیہ السلام سے کہ نہیں اُٹھائے جاویں ہاتھ مگر سات جگہ میں جس وقت کہ شروع کرے نماز اور جس وقت داخل ہو مسجد حرام میں سو نظر کرے طرف خانہ کعبہ کے اور جس وقت کھڑا ہو مروہ پر اور جس وقت کھڑا ہو ساتھ آدمیوں کے رات عرفے کو اور مزدلفہ میں دو مقام میں اور جس وقت رمی کرے جمرہ کی آور ذکر کیا اس کا بخاریؒ نے مطلقًا کتاب مفرد میں بیان رفع یدین میں آور کہا وکیعؒ نے ابن ابی لیلیٰؒ سے اُنھوں نے حکمؒ سے اُنھوں نے مقسم سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ نہ اُٹھائے جاویں ہاتھ مگر سات جگہ میں وقت شروع کرنے نماز کے اور استقبال کعبہ کے اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں اور مزدلفہ میں دو مقام میں اور نزدیک جمرتینؒ کے آور کہا شعبہؒ نے نہیں سُنی حکمؒ نے مقسمؒ سے مگر چار حدیثیں اور یہ نہیں ہے اُن میں سے تو یہ مرسل ہے اور غیر محفوظ اور کہا کہ وہم کیا اصحاب ہمارے نے مخالف کہا اس حدیث کو ساتھ رفع کے تکبیرات عیدین میں اور تکبیر قنوت میں آور کہا شیخ تقی الدینؒ نے امام میں اعتراض کیا گیا اس حدیث پر کئی طریقوں سے ایک تو یہ کہ ابن ابی لیلیٰ متفرد ہوا اور متروک ہے احتجاج اُس سے دوسرے یہ کہ وکیع نے وقف کیا اُس کو اوپر ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے کہا حکیم نے اور وکیع اثبت ہے سب سے جنھوں نے روایت کیا اُس کو ابن ابی لیلیٰ سے تیسرے یہ کہ روایت کی بہت سے تابعینؒ نے اسانید صحیحہ سے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے کہ وہ ہاتھ اُٹھاتے تھے وقت رکوع کے اور بعد قیام کے رکوع سے آور تحقیق کہ اسناد کیا ان دونوں نے اس کو طرف نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے یہ کہ سب روایتوں میں تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ ہے یعنی ہاتھ اُٹھائے جاویں گے آور یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سوا ان سات جگہ کے اور کسی جگہ نہ اُٹھائے جاویں گے یہ لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ اِلَّا فِیْھَا جو دلالت کرتا ہے حصر رفع یدین پر ان مواطن سبعہ میں پانچویں یہ کہ محال ہے کہ لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ ہو کیونکہ احادیث صحیحہ دال ہیں اس رفع پر اور بہت سی حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوا ان کے میں بھی حضرتؐ نے ہاتھ اُٹھایا مانند استسقا وغیرہ کے یہ کلام ہے شیخ تقی الدین بن دقیق العید کا آور وجہ احسن یہ ہے کہ حصر مراد نہیں

صالح مولیٰ توامہ — خالد بن ایاس

ف اور تسمیہ یعنی بسم اللہ شریف آہستہ ہر رکعت میں قبل فاتحہ کے پڑھے ۱۲ منہ

تو جب سوائے ان سات مقام کے اور کسی جگہ رفع ثابت ہو گا عمل اُس کے اوپر کرنا پڑے گا اور بہ تحقیق کہ رفع یدین اور جگہ میں ثابت ہوا اور وہ یہ ہے کہ جس کا اخراج کیا علمائے ستہ نے زہری سے اُنھوں نے سالم سے اُنھوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھڑے ہوتے تھے طرف نماز کے اُٹھاتے تھے دونوں ہاتھ برابر کندھوں کے پھر تکبیر کہتے سو جب ارادہ رکوع کا کرتے پھر ہاتھ اُٹھاتے اور جب سر اُٹھاتے رکوع سے ایسا ہی کرتے اور جب سر اپنا سجدے سے اُٹھاتے تھے تب نہیں ہاتھ اُٹھاتے تھے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ جواب اُسکا معارضہ ہے ساتھ اُس کے جو روایت کیا اُس کو ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ نے وکیعؓ سے اُنھوں نے سفیان ثوریؒ سے اُنھوں نے عاصم بن کُلیب سے اُنھوں نے عبدالرحمٰن بن اسودؓ سے اُنھوں نے علقمہ سے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کیا نہ پڑھوں میں ساتھ تمھارے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سو نماز پڑھی اور نہ اُٹھائے ہاتھ مگر اوّل بار پھر اعادہ نہ کیا کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اخراج کیا اس کا نسائی نے ابن المبارک سے اُنھوں نے سفیان سے اور جو منقول ہے ابن المبارک سے کہا کہ نہیں ثابت ہوئی نزدیک میرے حدیث ابن مسعودؓ کی سو کچھ نہیں ضرر کرتا جب کہ یہ طریقہ ثابت ہو جاوے اور وہ جو بعض علماء نے کہا ہے کہ عاصم بن کلیب ضعیف ہے غیر مقبول ہے کیونکہ توثیق کی اُس کی ابن معین نے اور اخراج کی اُس سے مسلمؒ نے ایک حدیث اور وہ جو کہا بعض لوگوں نے کہ نہیں سُنا عبدالرحمٰنؓ نے علقمہ سے باطل ہے اور ذکر کیا اس کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں اور کہا کہ انتقال کیا اُس نے سنہ ننانوے 99 میں اور سن اُس کا سن ہے ابراہیم نخعی کا تو کیا چیز مانع ہے سماع اُس کے سے اور حال آنکہ اتفاق ہے سماع ابراہیمؒ نخعی پر علقمہ سے اور تصریح کی خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں بیچ بیان ترجمہ عبدالرحمٰنؓ کے کہ اُس نے سُنا ہے علقمہ سے اور بعضوں نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن زیادت ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کی منکر ہے نقل کیا گیا ہے یہ دارقطنی اور محمد بن نصر مروزی سے اور ابن القطان سے کہ یہ ایک گمان ہے کہ گمان کیا اُنھوں نے اور اسی واسطے نسبت کی اس کی بہت لوگوں نے طرف وہم سفیان ثوریؒ کے مانند بخاریؒ کے کتاب رفع الیدین میں اور کہا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ خطا ہے کہا جاتا ہے کہ وہم کیا اُس میں سفیان ثوریؒ نے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب روایت کی اُنھوں نے چند روایتیں بغیر زیادت کے گمان کیا اس کو خطا اور حال آنکہ زیادتی ثقہ ضابط کی مقبول ہے اور خصوصاً جب کہ اُس پر متابعت بھی کیجاوے متابعت کی اُس کی ابن المبارکؒ نے جو پہلے بیان کیا ہم نے اُس کو روایت نسائی سے اور اخراج کیا دارقطنی اور ابن عدی نے محمد بن جابرؓ سے اُنھوں نے حماد بن ابی سلیمانؒ سے اُنھوں نے ابراہیمؒ سے اُنھوں علقمہ سے اُنھوں نے عبداللہ سے کہا کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کے سو نہ اُٹھایا اُنھوں نے ہاتھوں اپنے کو مگر وقت شروع کرنے نماز کے اور اعتراف کیا دارقطنی نے ساتھ اس بات کے کہ صواب ابراہیم کا مرسل کرنا ہے اس حدیث کو اوپر ابن مسعودؓ کے اور یہ رفع بسبب ضعف محمد بن جابرؓ کے ہے لیکن توثیق کی اس کی ابن عدی نے اور روایت کی اس سے اکابر محدثینؒ نے مثل ایوب اور ابن عوف اور ہشام بن حسان اور ثوری اور شعبہ اور ابن عیینہ وغیرہم کے اور مؤید ہے صحت اس روایت کی کہ جمع ہوئے ابو حنیفہؒ اور اوزاعیؒ سو کہا اوزاعیؒ نے کیا حال ہے تمھارا کہ نہیں ہاتھ اُٹھاتے ہو تم وقت رکوع کے اور وقت قیام کے رکوع سے کہا ابو حنیفہؒ نے ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ یعنی نہیں اُٹھاتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ مگر وقت شروع کرنے نماز کے پھر نہیں اعادہ کرتے تھے اس کا تو کہا اوزاعی نے کہ میں حدیث بیان کرتا ہوں تم سے زہری کی اُنھوں نے سالم سے اُنھوں نے اپنے باپ سے رفع یدین میں اور تم کہتے ہو کہ حَدَّثَنِيْ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ سو کہا ابو حنیفہؒ نے کہ حماد افقہ ہے زہری سے اور ابراہیم افقہ ہے سالم سے اور علقمہ نہیں ہے کم فقہ میں ابن عمرؓ سے اگرچہ واسطے ابن عمرؓ کے صحبت ہے تو اُن کو ثواب صحبت کا ہے اور اسود کے واسطے نہایت فضل ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ برابر ہیں عبداللہ بن عمرؓ کے تو ترجیح دی امام ابو حنیفہؒ نے ساتھ فقہ رُوات کے جیسا کہ ترجیح دی اوزاعی نے ساتھ علو اسناد کے اور وہی مذہب ہے منصور نزدیک ہمارے اور روایت کی طحاوی نے پھر بیہقی نے حدیث حسن بن عیاش

سے بسند صحیح اسود سے کہا کہ دیکھا میں نے عمر بن الخطابؓ کو کہ اُٹھائے دونوں ہاتھ اپنے بیچ اوّل تکبیر کے پھر نہ اعادہ کیا اور کہا دیکھا میں نے ابراہیم اور شعبی کو کہ کرتے تھے ایسا ہی اور معارضہ کیا اُس کا حاکم نے ساتھ روایت طاؤس بن کیسان کے ابن عمرؓ سے اُنھوں نے عمرؓ سے کہ تھے وہ ہاتھ اُٹھاتے بیچ رکوع کے اور وقت اُٹھنے کے رکوع سے اَور روایت کی امام طحاویؒ نے ابی بکر نہشلی سے اُنھوں نے عاصم بن کلیب سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہ حضرت علیؓ نے اُٹھائے ہاتھ بیچ اوّل تکبیر کے پھر نہ اعادہ کیا اَور وہ جو روایت کی ترمذیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جب قائم کرتے نماز کو اُٹھاتے تھے دونوں ہاتھ برابر کندھوں کے اور کرتے تھے مثل اُس کے جبکہ ادا کر چکتے تھے قرأت کو اور رکوع کرتے تھے اور کرتے تھے ایسا ہی جب اُٹھتے تھے رکوع سے اور نہیں اُٹھاتے تھے ہاتھ کسی وقت میں نماز سے جب بیٹھے ہوتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تھے سجدوں سے تو اُٹھاتے تھے اسی طرح پر اَور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ نے تو یہ حدیث منسوخ ہے بسبب اتفاق کے نسخ رفع یدین پر وقت سجود کے اَور جاننا چاہیے کہ آثار صحابہؓ اور تابعینؒ کے کثیر ہیں جدًا اور کلام اس میں بہت واسع ہے طرف سے طحاوی کے اور ثابت کیا اس کو شیخ ابن الہمامؒ نے بوجہ احسن اَور روایت کی ابو حنیفہؒ نے حمادؒ سے اُنھوں نے ابراہیمؒ سے کہا کہ ذکر کیے گئے نزدیک اُن کے وائل بن حجر کہ دیکھا اُنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ اُٹھاتے تھے ہاتھ اپنے وقت رکوع اور سجود کے سو کہا ابراہیمؒ نے کہ اعرابی ہے نہیں نماز پڑھی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبل اس صلوٰۃ کے اور کیا زیادہ جاننے والا ہے عبد اللہ سے اور اصحاب عبد اللہ سے کہ یاد رکھا اس نے اور نہ یاد رکھا اُنھوں نے اَور ایک روایت میں ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے بیشمار لوگوں نے عبد اللہؓ سے کہ اُٹھائے اُنھوں نے ہاتھ فقط وقت ابتدائے صلوٰۃ کے اور بیان کیا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبد اللہ عالم ہے ساتھ شرائع اسلام کے ڈھونڈھنے والا ہے احوال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو تمسک کرنا ساتھ قول اُس کے کے اَولیٰ ہے وقت تعارض کے واللہ اعلم اَور حدیثیں اس باب میں امام شافعیؒ کی جانب بھی بہت ہیں اَور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفس کثرت احادیث حجت نہیں ہے بلکہ ثبوت اُن روایات کا حال آنکہ رفع میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں اور ضعیف ہیں جیسا کہ بعض لوگ حدیث حاکم کو لاتے ہیں رفع میں حال آنکہ وہ بالاتفاق موضوع ہے اور طعن کیا بسبب اُس کے اکثر محدثین نے حاکم پر اَور بعضوں نے اس باب میں اس قدر افراط کیا ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ اُن میں سے ایک صاحب سفر السعادۃ نے کہا کہ چار سو آثار اس باب میں مروی ہیں حال آنکہ ان میں سے بھی کسی محدث نے بیان نہیں کیے بلکہ بخاریؒ نے جو خاص کتاب رفع یدین میں بنائی ہے اُس میں تو اُس کے ربع بھی آثار مذکور نہیں جیسا کہ دیکھنے سے ظاہر ہوگا اَور بعض جہلائے اس باب میں اس قدر اعتبار صاحب سفر السعادۃ کا کیا ہے کہ اگر کوئی اُن کو لاکھ بار بھی سمجھاوے تو یقین ہے کہ اپنے وہم خرافی سے باز نہ آویں اور تعصب و عناد سے دور نہ رہیں زیادہ تفصیل کی اس کتاب مختصر میں گنجایش نہیں عاقل کو ایک اشارہ کافی ہے **ص** اور جب دوسری رکعت کو تمام کرے بائیں پیر کو بچھا کے اُس پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا کرے اور اُنگلیوں کو پیر کی قبلے کی طرف کرے **ف** صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع کرتے تھے نماز کو ساتھ تکبیر کے آخر حدیث تک یہاں تک کہ کہا بچھاتے تھے بایاں پیر اور کھڑا کرتے تھے داہنے پیر کو اَور سنن نسائی میں مروی ہے ابن عمرؓ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ سُنت ہے نماز کی یہ بات کہ کھڑا کرے داہنے قدم کو اور کرے اُنگلیوں کو طرف قبلے کے اور بیٹھے بائیں پیر پر **ص** اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں کے اوپر رکھے اور اُنگلیوں کو قبلے کی طرف کشادہ رکھے اَور امام شافعیؒ کے نزدیک بنصر اور خنصر کو بند کرے اور بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اشارہ کرے ساتھ کلمہ لا کے اُنگلی شہادت سے وقت شہادتین کے اَور ہمارے علماؤں سے بھی ایسا ہی منقول ہے **ف** ایسا ہی مروی ہے حدیث وائل میں کہا شیخ ابن الہمام نے غریب ہے اَور ترمذیؒ میں ہے حدیث وائل سے کہا البتہ دیکھا میں نے طرف نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سو جب بیٹھے واسطے تشہد کے بچھایا بائیں پیر کو اور رکھا بائیں ہاتھ کو اوپر بائیں ران کے اور کھڑا کیا داہنے پیر کو اَور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیٹھتے تھے نماز میں رکھتے تھے داہنے کف کو اوپر داہنی ران کے اور بند کر لیتے تھے سب اُنگلیوں کو اور اشارہ کرتے تھے ساتھ اُس اُنگلی کے جو نزدیک ہے ابہام کے اور رکھتے تھے بائیں کف کو اوپر بائیں ران کے کہا شیخ ابن الہامؒ نے وَكَاشِئَ آنَ

وَعَنِ الْكَفِّ مَعَ قَبْضِ الْاَصَابِعِ لَا يَظْهَرُ حَقِيْقَةً یعنی اور نہیں شک ہے کہ رکھنا کف کا باوجود بند کرنے انگلیوں کے نہیں ظاہر ہوتا ہے حقیقت
اُس کی یا مراد یہ ہے کہ رکھنا کف کا پھر بند کرنا انگلیوں کا وقت اشارے کے اور ایسا ہی مروی ہے امام محمدؒ سے کیفیت اشارے میں اور اس مقام پر
جو کیدانی میں ہے کہ انگلی اٹھانا محرمات میں سے ہے محض غلط ہے اور پھر طرہ اُس پر یہ ہے کہ کَاَهْلِ الْحَدِيْثِ بھی لکھدیا ہے سبحان اللہ جب ایسے لوگ
محدثین کی اس قدر بے ادبی کریں گے تو اُن کے کلام پر کسی مسلمان کو اعتبار کرنا خلاف درایت ہوگا اور خود صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے وَهُوَ خِلَافُ
الدِّرَايَةِ وَالرِّوَايَةِ یعنی اور یہ خلاف درایت اور روایت کے ہے ص اور تشہد پڑھے حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کا اور وہ یہ ہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ
وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور پہلے قعدے میں اس سے زیادہ نہ پڑھے ف مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ
الْحَسَنِ بْنِ الْحُرِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ الْمُخَيْمِرَةِ قَالَ اَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِيْ فَقَالَ اَخَذَ عَبْدُ اللّٰهِ بِيَدِيْ فَقَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِيَدِيْ فَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ الخ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ بَكْرٍ یعنی کہا قاسمؒ نے کہ پکڑا علقمہؓ نے
ہاتھ میرا سو کہا کہ پکڑا عبداللہؓ نے ہاتھ میرا سو کہا کہ پکڑا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ میرا سو سکھایا مجھ کو تشہد اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ آخر تک۔
اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہا اُنھوں نے جو زیادہ کرے اوپر تشہد کے بیچ دو پہلی رکعتوں کے تو اُس پر دو سجدے سہو کے ہیں وَفِي الْبَابِ عَنْ
عَائِشَةَ یعنی اور اس باب میں مروی ہے عائشہؓ سے اور روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تھے پہلی دو رکعتوں میں تو گویا
تو ے جلتے ہوئے پر ہیں یہاں تک کہ کھڑے ہوں یعنی بہت جلدی کھڑے ہوتے تھے اور کم بیٹھتے تھے اور ایسی ہی روایت کی مصنف میں ابوبکرؓ سے
بسند صحیح اور روایت کی علمائے ستہ نے ابن مسعودؓ سے کہ سکھایا مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تشہد اور کف میرے آپ کے کف میں تھے جیسا کہ
سکھاتے ہیں مجھ کو کوئی سورۃ قرآن کی سو کہا جب بیٹھے کوئی تم میں سے واسطے نماز کے سو کہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ آخر تک اور روایت نسائی
میں ہے جب بیٹھو تم دو رکعتوں کے بعد اور ایک وجہ صحت اس تشہد کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ پکڑ کے
بتاکید تمام تعلیم کیا اگرچہ مطلق تعلیم حدیث ابن عباسؓ میں بھی ہے اور ایک وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ ائمہ ستہ نے اس پر اتفاق کیا لفظاً و معنیً اور یہ نہایت
غریب ہے اور تشہد ابن عباسؓ کا شمار کیا گیا ہے افراد مسلم سے اگرچہ اخراج کیا اُس کا سوائے بخاریؒ کے اور محدثین نے اور اعلیٰ درجات صحیح میں
یعنی عمدہ ۱۲
اُن کے نزدیک وہ ہے جس پر اتفاق کیا ہو بخاری و مسلم نے چہ جائیکہ جس پر اتفاق کیا ہو ائمہ ستہ نے اور اسی واسطے اجماع کیا علماء نے کہ حدیث
ابن مسعودؓ کی صحیح تر ہے حدیثوں کی اس باب میں اور کہا ترمذیؒ نے کہ صحیح تر حدیثوں کی تشہد میں حدیث ابن مسعودؓ ہے اور عمل ہے اس پر اکثر صحابہؓ
کا پھر اخراج کیا خصیف سے کہا کہ دیکھا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں سو پوچھا میں نے آپؐ سے کہ آدمیوں نے اختلاف کیا تشہد میں
سو فرمایا آپ نے کہ لازم پکڑو تو تشہد ابن مسعودؓ کا اور موافق ہوئے ابن مسعودؓ کے معاویہؓ جیسا کہ روایت کی اُن سے طبرانی نے کہ تھے وہ سکھاتے تشہد
کو اوپر منبر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ آخر تک مثل تشہد ابن مسعودؓ کے اور عائشہؓ بھی بیہقی میں ہے کہ کہا اُنھوں
نے یہ تشہد ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سو کہا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ آخر تک کہا نووی نے اِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ یعنی اسناد اُس کی جید ہے اور بھی موافق ہوئے
اُن کے سلمانؓ روایت کی طبرانی اور بزار نے ابی راشد سے کہا کہ پوچھا میں نے سلمانؓ سے تشہد کو کہا سکھاتا ہوں میں تم کو جیسا کہ سکھایا مجھ کو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تب بیان کیا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اور کہا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پکڑا ہاتھ میرا حماد بن ابی سلیمان نے اور پکڑا ہاتھ اُنکا ابراہیم
نے اور پکڑا ہاتھ اُن کا علقمہ نے اور کہا علقمہ نے کہ پکڑا ہاتھ میرا عبداللہ بن مسعودؓ نے اور سکھایا مجھ کو تشہد اور کہا عبداللہؓ نے پکڑا ہاتھ میرا نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے اور سکھایا مجھ کو تشہد جیسا کہ سکھاتے ہیں کوئی آیت قرآن سے اور متابع ہے اُس کے روایت ابن ابی شیبہ کی جو اوپر ہم نے بیان کی اور
دلیل امام شافعیؒ کی حدیث ابن عباسؓ ہے اور اُس میں تشہد یہ ہے اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ وَالصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، سَلَامٌ عَلَیْنَا آخر تک آور روایت کی امام احمدؒ نے ابن مسعودؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا اُن کو تشہد سو جب بیٹھتے تھے بیچ نماز میں یا آخر نماز میں پڑھتے تھے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک پھر اگر ہوتا یہ قعدہ بیچ نماز کا اُٹھتے تھے جب فراغت ہو جاتی تھی تشہد سے آور اگر آخر کا قعدہ ہوتا تھا پڑھتے تھے بعد تشہد کے جو چاہتے تھے اور دعا مانگتے تھے پھر سلام پھیرتے تھے آور حدیثیں دعا کی بعد تشہد کے جو مذکور ہیں مشہور ہیں صحیحین وغیرہما میں ص اور اخیرؐ کی دو رکعتوں میں فقط فاتحہ پڑھے اور یہ افضل ہے ف بسبب حدیث ابی قتادہؓ کے صحیحین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے بیچ دوؔ رکعتوں پہلی کے ظہر اور عصر سے فاتحہ اور دوؔ سورتیں دوؔ رکعتوں میں اور اخیر کی رکعتوں میں فقط فاتحہ آور طول کرتے تھے رکعت اُولیٰ میں جو نہیں طول کرتے تھے رکعت ثانیہ میں اور اس میں فقط ظہر اور عصر مذکور ہیں آور روایت کی اسحٰق بن راہویہ نے مسند اپنی میں رفاعۃ بن رافع انصاری سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے بیچ پہلی دوؔ رکعتوں کے فاتحۃ الکتاب اور سورۃ اور اخیر کی دوؔ رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب فقط آور مروی ہے اوسط طبرانی میں جابر بن عبداللہؓ سے کہا کہ سُنت قرأت کی بیچ نماز کے یہ ہے کہ پڑھے پہلی دوؔ رکعتوں میں فاتحہ اور سورۃ اور اخیر دوؔ رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب ص اور اگر تسبیح کہے یا چُپ کھڑا رہے تو بھی درست ہے آور پھر بیٹھے جس طرح کہ پہلے بیٹھا تھا آور امام شافعیؒ کے نزدیک دوسرے قعدے میں بائیں سُرین پر بیٹھے اور دونوں پَیر داہنی طرف نکال دیوے اور عورت دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھے ف جیساؐ کہ اوپر مروی ہوئی حدیث وائلؓ اور عائشہؓ کی آور وہ جو مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے اسی طرح پر جو امام شافعیؒ کے نزدیک ہے ضعیف کیا اس کو طحاوی نے اور کلام کیا اُس میں بیہقی نے اور بیان کیا ضعف اس کا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے ص اور بعد تشہد کے درود پڑھے اور دعا مانگے جو قرآن کے مشابہ ہے یا ماثورؐ کے نہ آدمیوں کی باتوں سے تو ایسی چیز نہ مانگے جو آدمیوں سے خاص مانگتے ہیں ف اور درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیںؐ ہے آور امام شافعیؒ کے نزدیک درود اور تشہد دونوں پڑھنا فرض ہے آور دلیل ہماری یہ ہے کہ کہا ابن مسعودؓ نے جب کہہ چکے تو یعنی تشہد یا کر چکے تو تو تمام ہو گئی نماز تیری اگر چاہے تو کہ اُٹھے تو اُٹھ اور اگر چاہے بیٹھے تو بیٹھ آور صاحب ہدایہؒ نے اس کو کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا ہے اور اوپر گذر چکا کہ یہ مدرج ہے لیکن ایسا مدرج مانند مرفوع کے ہے آور کہا قاضی عیاضؒ نے آور جو کہا امام شافعیؒ نے کہ جس نے درود نہ پڑھا تو نماز اُس کی فاسد ہے تو نہیں حجت ہے اُنکی اس قول میں اور نہ کوئی حدیث کہ متابعت کی ہو اُس کی آور تشنیع کی اُن پر اس باب میں ایک جماعت نے اُن میں سے ہیں طبری اور قشیری آور خلاف کیا اُن کا اُن کے اہل مذہب میں سے خطابی نے اور کہا کہ نہیں جانتا میں اُن کے لئے اس باب میں کوئی دلیل آور تشہدات جو مروی ہیں ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ابی ہریرہؓ اور جابرؓ اور ابو سعیدؓ اور ابو موسیٰؓ اور ابن الزبیرؓ سے نہیں مذکور ہے اُس میں درود اور وہ جو مروی ہے آنحضرت علیہ السلام سے نہیں ہے نماز اُس کی جس نے نہ درود بھیجا اوپر میرے ضعیف کیا اُس کو سب اہل حدیث نے آور اگر بالفرض صحیح ہووے تو معنی اُس کے نفی کمال کے ہیں یا جس نے عمر بھر مجھ پر درود نہ بھیجا آور ایک تاویل اُس کی اور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام تشہد میں ہے وہ اگر کسی نے نہ کہا تو نماز اُس کی نہیں کیونکہ وہ ہمارے نزدیک بھی واجب ہے آور اسی طرح جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے پڑھی نماز اور نہ بھیجا درود مجھ پر اور میرے اہل بیت پر نہ قبول کی جاوے گی نماز اُسکی آور ضعیف ہے جابر جعفی سے اور بیان کیا اوپر ہم نے ضعف اس کا باوجود اس بات کے کہ اختلاف ہے اُس کے رفع اور وقف میں بیان کیا اُس کو دارقطنیؒ نے آور لیکن حدیث اوّل سو روایت کیا اُس کو ابن ماجہ نے کہ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَہٗ وَلَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا یُحِبُّ الْاَنْصَارَ یعنی نہیں جائز ہے نماز اُس کی جس کو وضو نہیں اور نہیں وضو اُس کا جس پر اللہ کا نام مذکور نہیں اور نہیں نماز اُس کی جس نے درود نہیں پڑھا اور نہیں ہے نماز اُس شخص کی جو نہیں دوست رکھتا انصار کو آور اسناد میں اس کی عبدالمہیمن ضعیف ہے اور کہا ابن حبان نے لَا یُحْتَجُّ بِہٖ نہیں حجت پکڑی جاویگی اُس سے آور اخراج کیا اُس سے طبرانی نے ابی ابن عباس سے اور بیہقی نے بھی مرفوعًا مانند اس کے کہا لوگوں نے حدیث عبدالمہیمن کی اشبہ بالصواب ہے باوجود اس کے کہ جماعت نے کلام کیا ہے ابیؓ ابن عباس میں آور

ل یعنی بعد دو رکعت پہلی کے خواہ دو رکعت باقی ہوں یا ایک رکعت فافہم ۱۲ ے دلیل ہماری ۱۲ ص یعنی حدیث کے ۱۲ ف طریقہ سنت ہے ۱۲

جابر جعفی

عبدالمہیمن

ابی ابن عباس

اور روایت کی بیہقیؒ نے یحییٰ بن السباق سے اُنھوں نے ایک شخص سے بنی حارث میں سے اُنھوں نے ابن مسعودؓ سے اُنھوں نے حضرت علیہ السلام سے کہ جب تشہد پڑھے کوئی تم میں سے نماز میں سو کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَ بَارَکْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اور متعارف یہ ہے کہ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ کا لفظ اور تَرَحَّمْتَ کا ترک کرے اور باقی کو پڑھے لیکن اسناد میں اس حدیث کی وہ شخص مجہول ہے اور بعضوں نے مکروہ رکھا ہے کہ غیر نبیؐ کے اوپر درود بھیجیں لیکن حدیث میں آیا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی اور جب کہ صلوٰۃ بمعنی رحمت ہے جائز نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور درود بھیجنا باہر نماز کے کرخیؒ کے نزدیک ساری عمر میں ایک بار فرض ہے یا جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آوے جیسا کہ اختیار کیا اس کو طحاویؒ نے لیکن فرضیت اُس کی وقت ذکر اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہیں ہوتی ہاں سُنّت ہونا بطور مؤکدہ ثابت ہوتا ہے اور آپ نے جو آپ کے نام پر درود نہ بھیجے اُس کو بڑا بخیل ارشاد فرمایا اور حقیقت میں یہ بات ہے کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ زبان کے کہنے سے نہیں ہوتی بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی متابعت میں کوشش کرے کہ سر مو فرق نہ ہووے اور آپؐ کے نام پر جب ذکر کیا جاوے درود بھیجنا لازم جانے تب وہ محب رسول اللہؐ کہا جاوے گا و الّا یہ محبت نام کی ہے اس کا آخرت میں کچھ اجر و ثواب نہیں اور یہ مدلول ہے اکثر احادیث صحیحہ کا واللہ اعلم بالصواب ص پھر سلام کرے داہنی طرف اور نیت کرے اُنکی جو اُدھر آدمی اور فرشتے ہیں یعنی کراماً کاتبین وغیرہ اور بائیں طرف بھی ایسا ہی کرے اور مقتدی امام کی بھی نیت کرے امام کی جانب میں اور اگر امام اس کے سامنے ہے تو دونوں جانب میں نیت امام کی کرے اور امام دونوں سلاموں میں اس کی نیت کرے اور بعض کے نزدیک فقط پہلے سلام میں اور بعض کے نزدیک کسی میں نہ کرے اور جو اکیلا ہے وہ دونوں سلاموں میں نیت فرشتوں کی کرے ف روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرتے داہنی طرف اور کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ یہاں تک کہ داہنا رخسارہ آپ کا دکھلائی دیتا تھا اور بائیں طرف کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ یہاں تک کہ دکھلائی دیتی تھی سفیدی بائیں رخسارے کی اخراج کیا اس کا نسائیؒ اور ترمذیؒ وغیرہم نے اور صحیح کیا اُس کو اور ہمارے نزدیک لفظ سلام کا کہنا واجب ہے خلاف واسطے شافعیؒ کے کہ اُن کے نزدیک فرض ہے اور دلیل اُنکی وہ حدیث ہے جو اوپر ہم نے بیان کی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور تحلیل نماز کی تسلیم ہے اور دلیل ہماری حدیث ابن مسعودؓ کی ہے جو اوپر گذر چکی اور اس حدیث سے فرضیت اِس کی ثابت نہیں ہوتی اور بہت سی حدیثیں اس باب میں آئی ہیں کہ آدمی کے داہنے بائیں فرشتے ہیں ذکر کیا اس کو شیخ کمال الدین ابن الہمام نے

ص فصل قرأت کے بیان میں

نماز جمعہ اور عیدین اور نماز فجر اور عشاء اور مغرب کی اوّل دو رکعتوں میں ادا ہوں یا قضا امام پکار کے پڑھے اور اکیلے کو ادا میں اختیار ہے اور قضا میں ضرور آہستہ سے پڑھے اور ادنیٰ درجہ جہر کا یہ ہے کہ دوسرا سُنے اور سِر کا یہ کہ فقط آپ سُنے اور یہی صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک ادنیٰ درجہ جہر کا یہ ہے کہ آپ سُنے اور ادنیٰ سِر کا یہ ہے کہ فقط تصحیح حروف کی ہو تو طلاق اور عتاق اور جو چیزیں کہ بولنے سے متعلق ہیں اگر اس طرح کہے جو اپنے تئیں نہ سُنائی دیوے واقع نہ ہونگی ف اور ظہر اور عصر میں سِر کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صَلٰوةُ النَّھَارِ عَجْمَاءُ یعنی نماز دن کی گونگی ہے اور مراد یہ ہے کہ اُسمیں قرأت ایسی ہو کہ سُنائی دیوے نہیں یہ حدیث ہدایہ میں ہے لیکن کہا نوویؒ نے لَا اَصْلَ لَہٗ یعنی نہیں ہے اصل اس حدیث کی اور روایت کیا اُسکو عبدالرزاق نے مصنف میں قول مجاہد اور ابی عبیدہ رضی اللہ عنہما سے اور سِر اور جہر میں حدیثیں صحیح بیشمار آئی ہیں اور اُسمیں اتفاق صحابہ وَمَنْ بَعْدَھُمْ کا ہے اسی سبب سے اسمیں کوئی حدیث صریح ذکر کرنے کی حاجت نہیں اور جمعہ اور عیدین کے جہر میں بہت حدیثیں ہیں روایت کی جماعت نے

ف یعنی بدون پہلے ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور بالتبعیۃ بالاتفاق جائز ہے مثلاً کہے اللھم صل علی محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ اور جواب حدیث مذکور کا انکی طرف سے یہ ہے کہ صلوٰۃ

سوا بخاریؒ کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے عیدین اور جمعے میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ اور صحیح مسلم میں ہے ابی واقد لیثیؓ سے کہ پوچھا مجھ سے عمرؓ نے کہ کیا پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الضحیٰ اور عید الفطر میں کہا کہ پڑھتے تھے قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ص اگر عشاء کی دو رکعتوں اول میں سورۃ نہ پڑھے اخیر کی دو رکعتوں میں بعد فاتحہ کے پڑھ لیوے اور فاتحہ اور سورۃ دونوں کا جہر کرے اگر امام ہے اور اگر فاتحہ پہلی دو رکعتوں میں چھوڑ دے تو پچھلی رکعتوں میں نہ پڑھے کیونکہ دوسری رکعتوں میں بھی فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور پہلی رکعتوں کا بھی فاتحہ اُس میں پڑھے گا تو ایک رکعت میں دو فاتحہ لازم آوینگی اور تکرار فاتحہ کی غیر مشروع ہے اور قرأت فرض ایک آیت ہے اور اتنا پڑھنے والا گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور جو سفر میں جلدی ہو تو فاتحہ اور جو سورۃ چاہے پڑھے اور اگر امن ہو تو مانند سورۂ بروج و انشقت کے پڑھے اور اقامت میں فجر اور ظہر میں حجرات سے بروج تک جو سورۃ چاہے پڑھے اور عصر اور عشا میں بروج سے لم یکن تک اور مغرب میں لم یکن سے آخر تک جو سورۃ چاہے پڑھے ف اور اصل اسمیں وہ ہے جو روایت کی عبد الرزاق نے مصنف میں اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنِ الْحَسَنِ وَغَيْرِهٖ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنِ اقْرَأْ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَفِي الْعِشَاءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَفِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ یعنی لکھا عمرؓ نے طرف ابو موسیٰ اشعریؓ کے کہ پڑھ مغرب میں قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک اور عشاء میں اوساط مفصل یعنی بروج سے لم یکن تک اور صبح میں طوال مفصل یعنی حجرات سے بروج تک ص اور جو ضرورت ہو تو جتنا ہو سکے اور ایک سورۃ کا معین نماز میں کرنا مکروہ ہے۔ اور مقتدی چپکا کھڑا ہے اور سُنے اور کچھ نہ پڑھے[1] فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب قرآن پڑھا جاوے تو سُنو اور چُپ رہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ اکبر کہے امام پس اللہ اکبر کہو تم اور جب قرأت کرے تو چُپ رہو اور فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ جس کے واسطے امام ہو تو قرأت امام کی اُس کی قرأت ہے اور کافی ہے اُس کو اور فرمایا کیا ہے واسطے میرے جھگڑا کیا جاتا ہوں قرآن میں یعنی جب لوگ میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہیں تو خیال اُن کی طرف جاکے قرأت قرآن میں خلل پڑتا ہے ف حدیث دوسری مروی ہے متعدد طریقوں سے جابر بن عبد اللہؓ سے اور ضعیف کی گئی اور اعتراف کیا ضعیف کرنیوالوں نے ساتھ رفع[2] اُس کے کے مثل دار قطنیؒ اور بیہقیؒ اور ابن عدیؒ کے کہ صحیح یہ ہے کہ مُرسل ہے اس واسطے کہ حفاظ نے مثل دونوں سفیان[3] اور ابی الاحوص اور شعبہ اور اسرائیل اور شریک اور ابی خالد والانی اور جریر اور عبد الحمید اور زائد اور زہیر نے روایت کیا اُس کو موسیٰ بن ابی عائشہؓ سے اُنھوں نے عبد اللہ بن شداد سے اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوا ارسال کیا اُس کو اور ارسال کیا اُس کو ابو حنیفہؒ نے بھی ایک بار تو بر تقدیر ارسال کے بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ مرسل ہمارے نزدیک حُجت ہے اور دوسرے یہ کہ روایت کی امام محمد بن الحسن نے موطا میں حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ ثَنَا اَبُو الْحَسَنِ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ اور وہ جو اُنھوں نے کہا ہے کہ ان حفاظ نے اس کو رفع نہیں کیا صحیح نہیں ہے کہا احمد بن منیع نے مسند میں ثَنَا اِسْحٰقُ الْاَزْرَقُ ثَنَا سُفْيَانُ الْاَزْرَقُ ثَنَا سُفْيَانُ وَشَرِيْكٌ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ قَالَ وَحَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَهٗ اور نہیں ذکر کیا اُس نے جابرؓ سے اور روایت کیا اُس کو عبد ابن حمید نے حدیث بیان کی ہم سے ابو نعیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن بن صالح نے اُنھوں نے ابی الزبیر سے اُنھوں نے جابرؓ سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مثل اس کے اور اسناد حدیث جابرؓ اول کی صحیح ہے اوپر شرط شیخینؒ کے اور دوسری اوپر شرط مسلمؒ کے تو دیکھو یہی لوگ سفیان اور شریک اور جریر اور ابو الزبیر نے رفع کیا اُسکو ساتھ طریقوں صحیحہ کے سو باطل ہوا شمار کرنا اُن کا اُن لوگوں کو عدم رافعین میں اور مقرر ہے یہ بات کہ اگر متفرد ہو ثقہ تو واجب ہے قبول اُس کا سو در صورتیکہ بہت سے ثقہ رفع کریں اُس کو تو کس طرح واجب القبول نہ ہوگی اور اخراج کیا اُس کا ابن عدی نے ابو حنیفہؒ سے بیان ترجمے میں اُن کے اور ذکر کیا اُسمیں ایک قصّہ اور روایت کیا اُس کو ابو عبد اللہ حاکم نے ثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَمْدَانَ الصَّبْرِيُّ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنِ الْفَضْلِ الْبَلْخِيُّ ثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

[1] اور فرمایا امام شافعیؒ نے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھنا فرض ہے بغیر اس کے نماز صحیح نہیں اسلیے کہ قرأت رکن نماز کا ہے پس امام و مقتدی دونوں کی شرکت اسمیں چاہیے مثل رکوع و سجود کے اور احادیث صحیحہ میں مروی ہے لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اور دلائل ہمارے مذہب کے کتاب میں مذکور ہیں اور وہ جواب کو کافی ہیں ۱۲ عبیدہ [2] یعنی وہ لوگ جو اس کے رفع کو ضعیف کرتے ہیں اعتراف صحت کرتے ہیں اسکی صحت ارسال کا ۱۲ منہ غفرلہ اللہ [3] سفیان دو شخصوں کا نام ہے ۱۲

عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِی عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْھَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی وَرَجُلٌ خَلْفَہٗ یَقْرَأُ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْہَاہُ عَنِ الْقِرَاءَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَیْہِ الرَّجُلُ فَقَالَ اَتَنْہَانِیْ عَنِ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَنَازَعَا حَتّٰی ذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ یعنی کہ پڑھتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز اور پڑھتا تھا نماز میں ایک شخص پیچھے آپ کے سو منع کیا اُس کو ایک صحابی نے قرارت سے نماز میں تو جب فارغ ہوئے نماز سے آیا اُس کے پاس وہ شخص سو کہا کہ تم منع کرتے ہو مجھ کو قرارت سے پیچھے امام کے سو جھگڑا کیا اُن دونوں نے یہاں تک کہ ذکر کیا گیا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نماز پڑھے پیچھے امام کے تو گویا قرأت امام کی اُسکی قرأت ہے آور ابو حنیفہؒ کی روایت میں ہے کہ تھا یہ ظہر اور عصر میں اور اُنکی روایت میں لفظ ظہر اور عصر کا مذکور ہے آور معارض ہے اُس کے جو روایت کی ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے عبادۃ بن الصامتؓ سے کہا کہ تھے ہم پیچھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز فجر میں سو پڑھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور بھاری ہوئی اُن پر قرأت تو جب فارغ ہوئے کہا کہ شاید قرارت کرتے ہو تم پیچھے امام کے کہا ہم نے یا رسول اللہؐ ہاں کہا کہ نہ پڑھو مگر فاتحۃ الکتاب کیونکہ نہیں نماز ہے اُسکی جس نے نہ پڑھا اُس کو آور کہا صاحب ہدایہؒ نے کہ ہے ہمارے مذہب پر اجماع صحابہؓ کا آور مؤطائے مالکؒ میں ہے نافعؒ سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اگر پڑھے نماز کوئی تم میں سے امام کے پیچھے تو کافی ہے اُس کو قرأت امام کی آور اگر نماز پڑھے اکیلے تو قرارت کرے کہا کہ تھے ابن عمرؓ نہیں پڑھتے تھے پیچھے امام کے آور روایت کیا اُس کو ان سے دار قطنیؒ نے مرفوعًا اور کہا کہ رفع کرنا اُس کا وہم ہے لیکن جب صحیح ہوا یہ قول ابن عمرؓ سے تو معلوم ہوا کہ سُنا ہو گا اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو رفع اُس کا صحیح ہو گا اگرچہ روایت ضعیف ہووے آور روایت کی ابن عدی نے کامل میں اسمٰعیل بن عمرو بن نجیح سے اُنھوں نے حسن بن صالح سے اُنھوں نے ابی ہارون عبدی سے اُنھوں نے ابی سعید خدریؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کے واسطے امام ہو تو قرارت امام کی اُس کے واسطے قرارت ہے آور کہا کہ نہیں متابعت کیا گیا اس روایت میں اسمٰعیل اور وہ ضعیف ہے انتہیٰ آور یہ قول ابن عدی کا صحیح نہیں کیونکہ متابعت کی اسکی بِطر بن عبد اللہ نے روایت کی طبرانی نے اوسط میں ثنا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَامِرِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ الْاُصْبَھَانِیُّ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنِ الْبِطْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ثنا الْحَسَنُ اُسی سند سے جو روایت کی اُس سے ابن عدی نے آور روایت کیا حدیث ابن عباسؓ سے رفع اُس کا اور اُسمیں کلام ہے آور روایت کی طحاویؒ نے شرح آثار میں ثنا یُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی ثنا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ حَیَاۃُ بْنُ شُرَیْحٍ عَنْ بَکْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ ابْنِ مِقْسَمٍ اَنَّہٗ سَاَلَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ وَزَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فَقَالُوْا لَا تَقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ یعنی پوچھا عبید اللہ بن مقسم نے عبد اللہ اور زید اور جابرؓ وغیرہم سے سو کہا اُنھوں نے نہ پڑھ پیچھے امام کے نماز میں آور روایت کی امام محمد بن حسن نے مؤطا میں سفیان بن عیینہ سے اُنھوں نے منصور سے اُنھوں نے ابی وائل سے کہا کہ پوچھے گئے عبد اللہ بن مسعودؓ قرارت سے پیچھے امام کے کہا کہ چپ رہ اس واسطے کہ نماز میں شغل ہے اور کافی ہے تجھ کو امام آور روایت کی سعد بن وقاصؓ سے کہ کہا اُنھوں نے چاہتا ہوں میں اُس شخص کو جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے کہ اُس کے مُنہ میں انگارا ہو آور روایت کیا اس کو عبد الرزاقؒ نے لیکن کہا اُنھوں نے بدلے انگارے کے پتھر آور روایت کی محمدؒ نے مؤطا میں داؤد بن قیس سے اُنھوں نے عجلان سے کہ عمر بن خطابؓ نے کہا کاشکے ہوتا اُس کے مُنہ میں جو قرارت کرتا ہے پیچھے امام کے پتھر آور اخراج کیا اس کا عبد الرزاق نے بھی آور روایت کی طحاوی نے حماد بن سلمہ سے اُنھوں نے ابی جمرہ سے کہا کہ میں نے واسطے ابن عباسؓ کے پڑھوں میں اور امام سامنے میرے ہو کہا کہ نہیں آور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں جابرؓ سے کہا کہ نہ پڑھے پیچھے امام کے چاہے جہر کرے اور چاہے اخفا کرے یعنی کسی نماز میں نہ پڑھے اور روایت کی اُس نے اور عبد الرزاقؒ نے حضرت علیؓ کے قول سے کہا کہ جو پڑھے پیچھے امام کے تو اُس نے خطا کی فطرت سے آور روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے ایک طریق سے اور کہا کہ نہیں صحیح ہے اسناد اس کی آور کہا ابن حبان نے کتاب الضعفار میں کہ روایت کرتا ہے اس کو عبد اللہ بن ابی لیلیٰ انصاریؒ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ باطل ہے آور کافی ہے بطلان میں اس کے اجماع مسلمانوں کا اس کے

خلاف پر آور اہل کوفہ نے اختیار کیا ترک قرارت کو پیچھے امام کے نہ کہ جائز رکھا اُسکو آور ابن ابی لیلیٰ یہ شخص مجہول ہے ختم ہوا قول ابن حبان کا آور مروی ہے سنن نسائی میں مانند اس کے قول ابو الدرداءؓ سے اور فرمانا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ جب پڑھے امام تو چپ رہو روایت کیا اس کو مسلمؒ نے زیادت ہے حدیث اِذَا کَبَّرَ الْاِمَامُ فَکَبِّرُوْا پر اور ضعیف کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور نہیں التفات کیا گیا اس طرف بعد صحت طریق اور اسناد کے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا یعنی جب پڑھا جاوے قرآن تو سُنو اور چپ رہو آور روایت کی بیہقیؒ نے امام احمدؒ سے کہا کہ اجماع کیا آدمیوں نے اوپر اس بات کے کہ یہ آیت نماز میں ہے اور روایت کی مجاہدؒ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُنتے قرارت ایک جوان کی انصار سے سو نازل ہوئی یہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا اور روایت کی ابن مردویہ نے تفسیر میں کہ کہا کسی صحابیؓ نے یہ آیت نازل ہوئی نماز میں پیچھے امام کے[۵۱]

ص فصل جماعت کے بیان میں

جماعت سُنت مؤکدہ ہے قریب واجب کے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جماعت سُنن ہُدا میں سے ہے نہیں تخلف کرتا ہے اُس سے مگر منافق آور یہ حدیث ہدایہ میں ہے آور روایت ہے امام ابی یوسفؒ سے کہ پوچھا میں نے امام ابو حنیفہؒ سے جماعت کو بیچ وقت کیچڑ وغیرہ کے تو کہا لَا اُحِبُّ تَرْکَهَا یعنی نہیں دوست رکھتا ہوں میں ترک اُس کا آور کہا امام محمدؒ نے مؤطا میں کہ حدیث میں رخصت ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تر ہو جاویں نعلین تو نماز اپنی جگہ میں ہے یعنی اُسوقت تکلیف جماعت نہیں آور حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن اُم مکتومؓ کو باوجود کثرت تکالیف کے اذن ترک جماعت کا نہ دیا آخراج کیا اس کا ابو داؤد اور حاکم نے آور روایت کی ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سُنے ندا کو اور نہ آوے جماعت میں تو نماز نہیں اُسکی[۵۲] مگر عذر سے آور روایت کیا اسکو حاکمؒ نے اور کہا کہ شرط بخاری ومسلم پر ہے ص اور بہتر امامت کے لئے وہ ہے جو احکام نماز کو خوب جانتا ہووے پھر جو قاری زیادہ ہو پھر جو پرہیزگار زیادہ ہو پھر جو سن میں زیادہ ہو ف روایت کی جماعت[۵۳] نے سوا بخاریؒ کے کہ فرمایا حضرتؐ نے امامت کرے قوم کی جو زیادہ پڑھنے والا ہو کتاب اللہ کو تو اگر قرارت میں برابر ہوں تو جو زیادہ جانتا ہو سُنت کو آور اگر سُنت کے جاننے میں برابر ہوں تو جو اقدم ہو ہجرت میں تو اگر ہجرت میں برابر ہوں تو جو پہلے اسلام لایا ہو آور روایت کیا اس کو ابن حبان نے اور حاکم نے لیکن کہا حاکمؒ نے بدل فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ کے فَاَفْقَهُهُمْ فِقْهًا یعنی جو فقہ کو زیادہ جانتا ہووے آور اگر فقہ میں برابر ہو دیں تو جو سن میں بڑا ہووے کہا شیخ کمال الدینؒ نے کہ یہ لفظ غریب ہے لیکن اسناد اس کی صحیح ہے آور میں کہتا ہوں کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابو مسعود انصاریؓ سے مانند اس کے اور اُس کے الفاظ یہ ہیں یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِکِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ کَانُوْا بِالْعِلْمِ فِی السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا یعنی اگر ہجرت میں برابر ہوں تو پھر جو سن میں بڑا ہووے اور فرمایا کہ نہ امامت کرے ایک شخص دوسرے شخص کی امامت کی جا میں اور نہ بیٹھے اُس کے گھر میں اُس کی جگہ پر جو اُس کی عزت کی جگہ بیٹھنے کی ہے مثلاً ایک مکان میں فرش ہے اور ایک جا پر صاحب مکان کا مقام معین ہے کہ اُسمیں مسند وغیرہ کا زیادہ اہتمام ہے تو بغیر اذن اُس کے کے یہ نہیں چاہیئے کہ اُسکی جا پر بیٹھ جاوے آور روایت کی عطار سے کہ کہا اُنھوں نے امامت کرے قوم کی جو اُس میں افقہ ہو یعنی فقہ والا ہووے آور اس حدیث میں اور ہمارے مذہب میں مخالفت نہیں کیونکہ مراد اَقْرَءُ سے عَالِمٌ بِالْقِرَاءَةِ ہے اور قرارت بھی ایک سُنن دین سے ہے اور نقص اسمیں یہ ہے کہ بعد اُس کے پھر اَعْلَمُ بِالسُّنَّةِ جو ارشاد فرمایا تو اس سے کیا مراد ہوگا آور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اُس زمانے میں جو اَقرا ہوتے تھے وہ اَعلم بھی ہوتے تھے[۵۴] بخلاف اس زمانے کے کہ اکثر لوگ اقرا ہوتے ہیں اور اعلم نہیں ہوتے اسی واسطے ہم نے مقدم کیا اعلم کو اقرا پر آور روایت کی حاکم نے کہ امامت کریں تم میں سے وہ لوگ جو بہتر ہیں تم میں آور یہ حدیث ضعیف ہے لیکن کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں وَاِلَّا فَالضَّعِیْفُ غَیْرُ الْمَوْضُوْعِ یُعْمَلُ بِهٖ فِیْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ یعنی حدیث ضعیف عمل کیا جاویگا اُس پر فضائل اعمال میں ص اور نماز غلام اور گنوار اور فاسق اور اندھے اور بدعتی اور ولد الزنا کے پیچھے مکروہ ہے ف لیکن غلام کے پیچھے تو اسواسطے کہ اُس کو خدمت سے فراغت نہیں کہ احکام

[۵۱] ابن ابی لیلیٰ ۵۱ اور چپ رہنا امام کا تو پڑھے مقتدی تلب موضوع ہے آور اگر پڑھے امام آیت ترغیب یا خوف کی پڑھے یا خطبہ پڑھے یا خطبے میں درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب بھی مقتدی چپ رہے مگر جسوقت خطبے میں قول خدا تعالیٰ کا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پڑھے پس چپکے سے مقتدی درود پڑھے ۱۲ شرح وقایہ

[۵۲] ایسی روایات سے بعض ائمہ کے نزدیک جماعت فرض ہے اور جن کے نزدیک فرض نہیں وہ کہتے ہیں یہ روایات تہدید و ترہیب پر محمول ہیں یا نفی کمال نماز مراد ہے یا نفس نماز واللہ اعلم ۱۲ عبدہ

[۵۳] جماعت سے مراد اصحاب صحاح ستہ ہیں ۱۲

[۵۴] اور جو اعلم بالسنۃ تھے وہ بعض اقرا ہوتے تھے ۱۲

نماز کے سیکھے اور گنوار اکثر جاہل ہوتے ہیں اور فاسق کو غم اپنے دین کا نہیں[1] اور اندھا نجاست سے پرہیز نہیں کرسکتا اور ولد الزنا کا باپ معلوم نہیں کہ اسکو تعلیم کرے اور لوگ اسکی امامت کو مکروہ جانیں گے اور بدعتی کے پیچھے بھی اسواسطے مکروہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسکی مسجد سے نکل گئے جیساکہ ذکر اس کا اوپر گذرا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ضحاک سے بسند صحیح کہا انھوں نے نہ امامت کرے غلام اور اس قوم میں آزاد لوگ ہوں اور روایت کی سعید بن جبیرؓ سے کہ کہا انھوں نے اندھا امامت نہ کرے اور روایت کی زیاد بن نمیرؓ سے کہا کہ پوچھا میں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ اندھا امامت کرے کہا کہ کیا احتیاج ہے اسکی تم کو اور کہا ابن ابی شیبہؒ نے حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ كَهْمَسٍ عَنِ الْعَبَّاسِ الْجُرَيْرِيِّ اَنَّ اَبَا مِجْلَزٍ كَرِهَ اِمَامَةَ الْاَعْرَابِيِّ یعنی ابی مجلزؒ نے مکروہ رکھا امامت اعرابی کو اور غلام جب فقیہ ہووے تو امامت اسکی مکروہ نہیں روایت کیا اسی نے حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ نَا مُغِيرَةُ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْاَعْرَابِيِّ فَقَالَ الْعَبْدُ اِذَا فَقِهَ اَحَبُّ اِلَيَّ یعنی غلام جب فقیہ ہووے تو دوست تر ہے نزدیک میرے واسطے امامت کے اور ولد الزنا کی امامت اسواسطے مکروہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ بَلَغَنِي اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لِرَجُلٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمًا بِالْعَقِيقِ لَا يُعْرَفُ مَنْ وَالِدُهُ فَنَهَاهُ اَنْ يَؤُمَّهُمْ یعنی تھا ایک شخص امامت کرتا قوم کی عقیق میں اور نہیں معلوم تھا کہ کس کا لڑکا ہے سو منع کیا اس کو عمر بن عبدالعزیزؒ نے امامت سے اور کہا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يَؤُمَّ وَلَدُ الزِّنَا وَصَاحِبُ النَّمِيمَةِ یعنی مکروہ رکھی مجاہدؒ نے امامت ولد الزنا کی اور چغلخور کی اور کہا عبداللہؓ نے کہ نہیں دوست رکھتا ہوں میں کہ قاری تمھارے اندھے ہوں اخراج کیا اس کا ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیے گئے بہت آثار اس باب میں اور اگر یہ لوگ امامت کرلیں تو نماز جائز ہو گی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پڑھو نماز پیچھے ہر نیک وبد کے روایت کیا اس کو ابو داؤد اور دار قطنی نے اور یہ حدیث منقطع ہے لیکن ہمارے نزدیک حجت ہے اور اس معنی کو روایت کیا ابو نعیم اور عقیلی نے اور وہ طریقہ ضعیف ہے **ص** اور جماعت عورتوں کی جو امام مرد نہ ہووے مکروہ ہے اور اگر جماعت کی تو جو عورت امام ہے وہ مقتدیوں کے برابر[4] کھڑی ہووے **ف** اور کیا ہے ایسا حضرت عائشہؓ نے کہا صاحب ہدایہ نے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں[5] تھا اور کلام کیا اسمیں شیخ ابن الہمام نے اور ذکر کیں فتح القدیر میں اس باب میں چند روایتیں اور روایت کی عبدالرزاق نے ابراہیم بن محمد سے انھوں نے داؤد بن الحصین سے انھوں نے عکرمہؓ سے انھوں نے ابن عباسؓ سے کہ کہا انھوں نے امامت کرے عورت عورتوں کی اور کھڑی ہو ان کے بیچ میں اور اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ حدیث امامت نسار کی منسوخ نہ ہووے جائز ہے کہ ابن عباسؓ کو ناسخ نہ پہونچا ہووے اور حدیث میں آیا ہے کہ نماز عورت کی بہتر ہے حجرے[2] سے گھر میں اور گھر سے تہ خانے میں روایت کیا اس کو ابن خزیمہ نے صحیح میں اور روایت کی ابن خزیمہ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عورت کی افضل ہے اپنے تاریک گھر میں اور ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں جماعت کی گنجایش نہیں رکھتیں اور حق یہ ہے کہ یہ حدیثیں دال ہیں اوپر کراہیت مطلق جماعت کے اور خصوصیت جماعت خاص کی نہیں اور کلام ہمارا جماعت خاص میں ہے اور روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا تھا ایک عورت کو کہ امامت کرے اپنے گھر والوں کی اور موذن مقرر کیا تھا اس کے واسطے لیکن اسناد اسکی ضعیف ہے اور توثیق کی اسکی ابن حبان نے کتاب الثقات میں اور تفصیل فتح القدیر میں ہے اور مرد کو عورتوں کی امامت کرنا مکروہ نہیں اور بیان کیے ہیں اس باب میں ابن ابی شیبہ نے آثار صحیحہ حضرت عمرؓ اور علیؓ اور حسنؓ وغیرہم سے **ص** جوان عورتوں کا ہر نماز جماعت میں اور بڑھیوں کا ظہر اور عصر میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور فجر مغرب عشار میں بڑھیوں کا آنا مکروہ نہیں **ف** اور جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح ہوا کہ نہ منع کرو لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے اللہ کی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب اذن مانگے عورت تمھارے کسی کی مسجد میں جانے کی تو منع نہ کرے اسکو اور دلیل منع کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا عورتوں کو عشار میں حاضر ہونے سے اور صحیح مسلم میں ہے نہ منع کرو عورتوں کو مسجد میں جانے سے مگر رات کو یعنی رات کو جانے سے منع کرو اور فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ اگر دیکھتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو جو نکالا عورتوں نے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے البتہ منع کرتے[3] ان کو جیساکہ منع کی گئیں عورتیں بنی اسرائیل کی اور روایت کی ابن عبدالبر نے تمہید میں عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے آدمیو منع کرو عورتوں کو زینت کے

[1] پس ادائے ارکان نماز میں احتیاط نہ کرے گا ۱۲ [2] حجرہ یعنی صحن خانہ ۱۲ [3] بسبب خوف فتنہ کے ۱۲ [4] برابر یعنی بیچ میں ۱۲ [5] پھر منسوخ ہوا ۱۲

پہننے سے اور آرایش دکھانے کی راہ سے مسجد میں جانے سے کیونکہ نہیں لعنت کیے گئے بنی اسرائیل یہاں تک کہ نکلیں عورتیں انکی دکھانے کی راہ سے
مسجدوں میں آور صحیح یہی ہے کہ اس زمانے میں خصوصًا ملک ہند میں احتیاط اور تقویٰ اور مقتضائے دینداری یہ ہے کہ گھر میں اپنے عورت نماز پڑھے اور
باہر نہ نکلے اور منع کیجاوے نکلنے سے اور اسی پر فتویٰ ہے ص متوضی کو متیمم کے پیچھے اور دھونے والے کو مسح کرنیوالے کے پیچھے اور سیدھے کھڑے ہونے والے کو
بیٹھے اور کُبڑے کے پیچھے اور اشارہ کرنیوالے کو پیچھے اشارہ سے پڑھنے والے کے اور نفل پڑھنے والے کو فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا درست ہے ف
پہلے مسئلے میں خلاف ہے محمد رحمہ اللہ کا اُنکے نزدیک جائز نہیں اور تیسرے میں بھی امام محمدؒ کا یہی مذہب ہے اور وہی قیاس ہے لیکن ترک کیا ہم نے اس
جگہ قیاس کو ساتھ نص کے اور وہ یہ ہے کہ پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخیر نماز بیٹھ کے اور لوگ اُن کے پیچھے کھڑے تھے اور پڑھی حضرت ابو بکرؓ نے
نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے مرض موت میں اور صحیح ہوئیں اسمیں بہت روایتیں اور اخراج کیا اس کا بخاری ومسلم نے ص اقتدا مرد کی ساتھ عورت
اور لڑکے اور خنثیٰ کے اور پاک کی ساتھ معذور کے اور قاری کی ساتھ اَن پڑھ کے اور پہننے والے کی ساتھ ننگے کے اور اشارہ نہ کرنیوالے کی ساتھ اشارے سے
پڑھنے والے کے اور فرض پڑھنے والے کی ساتھ نفل پڑھنے والے کے درست نہیں آور اسی طرح جو مقتدی اور فرض پڑھتا ہے اور امام دوسری نماز فرض پڑھتا
ہے تو بھی درست نہیں مقتدی کی نماز ف اقتدا ساتھ عورت اور لڑکے کے اسواسطے جائز نہیں کہ لڑکے کے اوپر تو نماز نفل ہے اور فرض نماز پڑھنے والے کی اقتدا
ساتھ نفل پڑھنے والے کے درست نہیں اور کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے کرو عورتوں کو کیونکہ پیچھے کیا اُن کو اللہ نے روایت کی مصنف ابن ابی شیبہ
میں کہ کہا عطا اور عمر بن عبد العزیزؒ نے کہ نہ امامت کرے لڑکا قبل احتلام کے فرض میں اور نہ غیر فرض میں آور ایسا ہی مروی ہے عامر اور مجاہد اور اشعث سے
اور یہ سب کہتے ہیں کہ نہ امامت کرے لڑکا جب تک اُس کو احتلام نہ ہووے آور کہا ابراہیم نخعیؒ نے نہیں حرج ہے کہ امامت کرے لڑکا قبل احتلام کے ما ہ
رمضان میں یعنی تراویح میں ص امام قرأت کا طول نہ کرے اور اسی طرح سے پہلی رکعت میں دوسری سے زیادہ طول نہ کرے مگر نماز فجر میں ف کیونکہ مروی
ہے صحیحین میں کہ جب امامت کرے تم میں سے کوئی تو چاہیئے کہ تخفیف کرے نماز میں کیونکہ جماعت میں ضعیف اور بیمار اور بوڑھے سب طرح کے لوگ ہیں اور جب
اکیلا پڑھے تو جتنا چاہے طول کرے آور مسلم میں یہ ہے کہ اسمیں صغیر وکبیر اور ضعیف اور مریض صاحب حاجت ہیں آور صحیحین میں ہے انسؓ سے کہا انھوں نے
نہیں پڑھی میں نے نماز خفیف کسی امام کے پیچھے خفیف زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے آور مراد اس سے یہ ہے کہ قرأت مسنونہ سے زیادہ کم نکرے
جیساکہ اوپر بیان ہوا آور حضرت معاذؓ نے ایک بار شروع کی سورۂ بقرہ نماز میں سو سلام پھیر دیا ایک شخص نے اور اکیلے پڑھ کے چلا گیا پس منع کیا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے اور آپ نے عشاء میں پڑھنے کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وغیرہ ارشاد فرمایا آور بعض
حدیثوں میں ہے کہ یہ مغرب میں ہے غرض بہرصورت رعایت حال ضرور ہے اور اسی طرح تراویح میں بھی نہایت طول کرنا مکروہ ہے بلکہ ایک رات میں جو
لوگ ختم کرتے ہیں جماعت سے مکروہ ہے تین دن سے کم میں نہیں چاہیئے ص جب مقتدی ایک ہو تو امام اُس کو داہنی طرف کھڑا کرے اور اگر زیادہ ہوں
تو امام آگے بڑھ جاوے اور اُن کو حکم تاخیر کا نہ کرے کیونکہ ایک آدمی کا آگے بڑھنا بہت آدمیوں کے ہٹنے سے آسان ہے ف پہلے مسئلے کی دلیل یہ ہے کہ روایت
ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ رہا میں ایک رات نزدیک میمونہؓ بیٹی حارث ہلالیہ کے سو کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے کو رات میں تو کھڑا ہوا
میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف تو پکڑا سر میرا اور کر لیا مجھ کو داہنی طرف روایت کی یہ ابن ابی شیبہؒ اور بخاریؒ ومسلمؒ وغیرہم نے آور اگر امام
کے پیچھے یا بائیں طرف ہو کے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن گنہگار ہوگا بوجہ مخالفت سنت کے آور اگر دو آدمی ہوں تو امام ہمارے نزدیک اُن سے آگے بڑھ کے
نماز پڑھاوے آور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک بیچ میں اُن دونوں آدمیوں کے کھڑا ہووے آور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کھڑا کیا اسود اور علقمہؒ کو داہنے
بائیں اور آپ بیچ میں کھڑے ہوئے اور جب نماز پڑھ چکے تو کہا ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کی یہ مسلمؒ نے آور کہا ابن عبد البر نے
نہیں صحیح ہے رفع اُس کا اور صحیح اُنکے نزدیک وقف ہے ابن مسعودؓ پر آور کہا نووی نے خلاصے میں ایسا ہی آور اخراج کیا اس کا مسلم نے دو طریقوں سے
اور ایک طریقے تیسرے میں فقط رفع ہے اور دو میں رفع نہیں اور دلیل ہماری بہت حدیثیں ہیں روایت کی جابر رضی اللہ عنہ نے موافق مذہب ہمارے کے

ف ۱ بسبب خوف فتنہ کے ۱۲ ف ۲ متیمم اور بیٹھنے والا جب عذر سے نماز پڑھتا ہو ۱۲ عبدہٗ ف ۳ یعنی دھونے والے پاؤں کو ۱۲ ف ۴ یعنی سیدھے کھڑے ہونے والے کو پیچھے بیٹھنے والے کے ۱۲ ف ۵ معذور وہ ہے جس کا وضو بقدر ادائے ایک نماز فرض کے بھی نہ رہ سکتا ہو ۱۲ عبدہٗ
ف ۶ اَن پڑھ سے وہ مراد ہے جس کو قرآن مجید بقدر مایجوز بہ الصلوٰۃ یاد نہ ہو ۱۲ عبدہٗ ف ۷ جو ستر عورت نہ کرسکتا ہو ۱۲ ف ۸ اور نہ زیادہ کرے ۱۲ ف ۹ یعنی رعایت حال مقتدیوں کی ۱۲ ف ۱۰ یعنی نماز تہجد ۱۲

اور انسؓ نے کہ اُنکی دادی مُلیکہ نے بُلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطے کھانے کے سو کھایا آپ نے پھر کہا کھڑے ہو تا نماز پڑھوں میں آخر یہاں تک
کہ کھڑے ہوئے ہم اور یتیم پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور دادی میری ہم سے پیچھے آور روایت کی ابن ابی شیبہ نے لیثؒ سے اُنھوں نے نافعؒ سے
اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ وہ جب پڑھتے نماز اور تین آدمی ہوتے تھے امام سمیت پیچھے کرتے تھے دو آدمیوں کو اور آگے ہوتے تھے آپ آور روایت کی براء بن
بُسرہؓ سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اُنھوں نے جب ہوں تین آدمی تو آگے ہو اُن کے ایک آدمی آور روایت کی ابن ابی شیبہ نے انسؓ سے مانند
اس کے جو اوپر گذرا آور یہی مذہب ہے اکثر صحابہؓ اور تابعینؒ کا ص اور اگر امام کی نماز میں فساد معلوم ہو مقتدی بھی پھر پڑھیں ف کیونکہ ہدایہ میں ہے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص امامت کرے قوم کی پھر ظاہر ہو کہ وہ بے وضو تھا یا جُنب تھا اعادہ کرے نماز اپنی کا اور وہ لوگ بھی اعادہ کریں
آور یہ حدیث غریب ہے نہیں پایا اس کو میں نے آور روایت کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں کہ حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن یزید مکی نے اُنھوں نے
عمر بن دینار سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے کہ کہا اُنھوں نے اُس شخص میں جو پڑھے نماز قوم میں جُنب کہا کہ وہ اعادہ کرے نماز کا اور وہ لوگ بھی اعادہ کریں
آور روایت کیا اس کو عبدالرزاق نے کہ حضرت علیؓ نے پڑھائی نماز بھولے سے اور وہ جنب تھے یا بے وضو تھے تو اعادہ کیا اُنھوں نے نماز کا اور حکم کیا اُن لوگوں
کو اعادے کا اور روایت کی امام احمدؒ نے بسند صحیح حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا امام ضامن ہے آور روایت ہے ابی امامہؓ سے کہا کہ نماز پڑھی عمرؓ
نے ساتھ آدمیوں کے جماعت سے جنب سو اعادہ نہ کیا اُن لوگوں نے تو فرمایا حضرت علیؓ نے کہ چاہیے جس نے تمہارے ساتھ نماز پڑھی کہ اعادہ کرے سو رجوع
کیا اُنھوں نے طرف قول حضرت علیؓ کے آروایت کیا اس کو عبدالرزاق نے اور وہ جو روایت کی دار قطنیؒ نے جُویبر سے اُنھوں نے ضحاک بن مزاحم سے اُنھوں نے
براءؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امام بھول جاوے اور نماز پڑھاوے قوم کی اور وہ جُنب ہو تو تحقیق کہ جائز ہو گئی نماز اُنکی اور غسل کرے امام پھر
اعادہ کرے اپنی نماز کا اور اگر نماز پڑھے بغیر وضو تو اُس کا بھی یہی حکم ہے ضعیف ہے جُویبر متروک ہے اور ضحاک نے نہیں ملاقات کی براءؓ کی اور یہ حکم اتفاقیؒ
ہے ص اور پہلے مرد صف باندھیں پھر لڑکے پھر خنثیٰ پھر عورتیں ف اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہوں مجھ سے
عقل والے لوگ یعنی بالغ پھر جو اُن سے نزدیک ہیں پھر جو اُن سے نزدیک ہیں آخر حدیث تک آروایت کیا اسکو مسلمؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے
آور صف میں چاہیے کہ خوب مل کے کھڑے ہوں اور جگہ باقی نہ رہے آور جو شخص صف کی جگہ خالی کو بند کرے یعنی اُسمیں کھڑا ہو جاوے یا کسی اور کو اُسمیں
کھڑا کرے تو حدیث میں ہے کہ مغفرت ہو گی اُسکی آروایت کیا اس کو بزار نے اسناد حسن سے آور بہت سی حدیثیں اس باب میں آئی ہیں فتح القدیر میں سب
مذکور ہیں آور خنثیٰ اُسکو کہتے ہیں کہ اُسمیں عورت اور مرد دونوں کی علامتیں موجود ہوں اور اُس کو عورتوں پر مقدم کیا کیونکہ ایک شائبہ مرد کا اُسمیں موجود
ہے اور لڑکوں سے مؤخر کیا کیونکہ ایک شائبہ عورت کا اُسمیں موجود ہے ص تو اگر عورت مرد کے پہلو میں برابر کھڑی ہو گئی اور بیچ میں کچھ حائل نہیں اور
وہ عورت لائق شہوت ہے اور امام نے اُس کی امامت کی نیت کی ہے اور نماز میں اور ادا میں دونوں شریک ہیں مرد کی نماز فاسد ہو جاویگی آور اگر امام
نے نیت عورت کی نہیں کی ہے نماز عورت کی باطل ہو جاویگیؒ آور نماز کی شرکت کے معنی یہ ہیں کہ دونوں اپنے تحریمے کو امام کے تحریمے پر بنا کرنیوالے ہیں
اور اُن دونوں کے واسطے وہ امام ہو اُس نماز میں جو وہ دونوں پڑھتے ہیں حقیقۃً مثلاً دونوں مقتدی ہوں یا حکماً مثلاً کسی مرد اور عورت کو نماز میں حدث
ہوا اور اُس نے اور عورت نے بنا کی اور امام فارغ ہوا اور عورت مرد کے برابر ہو گئی تو نماز فاسد ہو جاویگیؒ آور مسبوق کی اگر ماسبق کے ادا کرنے میں برابر ہو گئی
تو مرد کی نماز فاسد نہ ہو گیؒ یہ جب ہے کہ امام عورتوں کی نیت کرے آور اگر نیت نہ کی تو عورت کی نماز باطل ہو جاویگی آور اس سے معلوم ہوا کہ عورت
اگر اقتدا کرے ساتھ امام کے برابر ایک شخص کے تو اقتدا اُس کی صحیح نہ ہو گی مگر یہ کہ امام اُسکی امامت کی نیت کرے آور اگر عورت نے برابر مرد کے اقتدا
نہیں کی ایک روایت میں نیت امام کی شرط ہے اور ایک روایت میں شرط نہیں آور تفصیل اس کی شرح وقایۂ عربی میں خوب ہے جس کا جی چاہے
دیکھ لے آور اگر امامت کی اَن پڑھے نے قاری اور اَن پڑھے کی تو سب کی نماز فاسد ہوئی یا اُمّی کو خلیفہ کیا اگرچہ پچھلی دو رکعتوں میں ہو سب کی نماز
فاسد ہو جاویگی لیکن نماز قاری کی سو اس واسطے کہ اُس نے قرات باوجود قدرت کے ترک کی آور نماز اَن پڑھوں کی سو اس واسطے کہ جب اُنھوں نے

لہ یعنی یہ حکم بالاتفاق ہے ۱۲ ؎ اور مرد کی باطل نہیں ہو گی ۱۲ ؎ اس لئے کہ وہ دونوں ایک امام کے پیچھے ہیں حکماً ۱۲ ؎ اس واسطے کہ وہ دونوں امام کے پیچھے حقیقۃً اور حکماً نہیں ادائے افعات میں اگرچہ تحریمے میں ایک ہی امام کے ساتھ تھے ۱۲

بیان خنثیٰ

جُویبر

رغبت کی جماعت کی تو چاہیئے کہ قاری کے ساتھ اقتدا کریں تا کہ قرات اُن لوگوں کی قرات ہو جاوے تو گو یا اُن لوگوں نے بھی قرات ترک کی آور دوسرے مسئلے میں خلاف امام زفرؒ کا ہے

ص باب حدث میں بیچ نماز کے

مُصلّی کو اگر نماز میں حدث ہووے وضو کر کے تمام کر لیوے خلاف شافعیؒ کے اور بعد تشہد کے ہو تو بھی تمام کرے اور صاحبینؒ[۵۱] کے نزدیک تمام ہو جاوے گی اور شروع سے پڑھنا افضل ہے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک شروع سے پڑھے اور باقی نماز کو بنا نہ کرے کیونکہ حدث منافی نماز کا ہے اور چلنا[۵۲] فاسد کرتا ہے نماز کو اور یہی موافق قیاس کے ہے لیکن ترک کیا ہم نے بدلیل اس کے جو فرمایا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قئے کرے یا نکسیر اُسکی پھوٹے یا مذی اُسکی نکلے نماز میں تو چاہیئے کہ پھرے اور وضو کرے اور بنا کرے اپنی نماز پر آور یہ حدیث اوپر گذری نواقض وضو کے بیان میں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مانند اس کے موقوفاً اوپر عمرؓ اور علیؓ اور ابو بکر صدیقؓ کے اور ابن عمر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین سے آور تابعینؒ سے مثل علقمہ اور طاؤس اور سالم اور سعید بن جبیر اور شعبی اور ابراہیم نخعی اور عطا اور مکحول اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے آور روایت کی ابن ماجہؒ نے حدیث حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے اور حدث ہو جاوے اُس کو تو چاہیئے کہ پکڑے رہے ناک اپنی پھر پھرے[۵۳] آور اس جگہ حدث سے مراد ناک سے خون نکلنا ہے اسی واسطے آگے فرمایا کہ پکڑے رہے ناک اپنی ص اور اگر امام کو حدث ہووے تو مقتدیوں میں سے کسی کو خلیفہ کر دے پھر وضو کرے اور نماز جہاں وضو کیا ہے اُس جگہ[۵۴] یا پہلی جگہ[۵۵] پر تمام کرے آور جو شخص اکیلا ہووے وہ بھی وضو کی جگہ یا پہلی جگہ پر تمام کرے اگر خلیفہ فارغ ہو جاوے آور اگر فارغ نہیں ہوا امام خلیفہ کے پیچھے نماز کو تمام کرے[۵۶] اور مقتدی بھی ایسا ہی کرے ف کیونکہ وہی ہے حدیث میں کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے سوتے کرے یا نکسیر اُس کی پھوٹے تو چاہیئے کہ رکھے ہاتھ اپنا اوپر مُنہ کے اور آگے کرے اپنی جگہ پر اُس کو جس کو کوئی حدث نہ پہونچا ہووے ایسا ہی ہے ہدایہ میں آور کہا شیخ ابن الہمام نے غریب ہے اور اس پر اجماع صحابہؓ کا ہے آور بیان کیا اس کو احمد اور ابن المنذر نے عمرؓ اور علیؓ سے آور روایت کیا اثرم نے حضرت ابن عباسؓ سے کہ نکلے ہمارے اوپر حضرت عمرؓ واسطے نماز ظہر کے تو جب داخل ہوئے نماز میں تو پکڑا اُنھوں نے ہاتھ ایک شخص کا جو اُن کے داہنی طرف تھا پھر پھرے چیرتے تھے صفوں کو تو جب نماز پڑھی ہم نے یکایک دیکھا کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھتے ہیں پیچھے ایک ستون کے تو جب ادا کی اُنھوں نے نماز کہا کہ جب داخل ہوا میں نماز میں تو دیکھی میں نے ایک چیز اور چھوا میں نے اُس کو ہاتھ سے تو پائی میں نے اُس کو تری مذی کی اور روایت کی بخاریؒ نے عمرو بن میمون سے استخلاف کو یعنی خلیفہ کرنے کو آور روایت کی سعید نے کہا کہ نماز پڑھی ساتھ ہمارے حضرت علیؓ نے ایک روز سو نکسیر پھوٹی اُن کی سو پکڑا ہاتھ ایک شخص کا اور آگے کیا اُس کو اور پھرے وہاں سے آور صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جو روایت کی ترمذیؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حدث کرے کوئی شخص اور وہ بیٹھا تھا اخیر جلسہ واسطے آخر نماز کے قبل سلام کے تو تحقیق کہ جائز ہوئی نماز اُس کی آور کہا ترمذیؒ نے نہیں ہے اسناد اس کی قوی اور اضطراب کیا ہے اس کی اسناد میں ص اور اگر کوئی شخص نماز میں مجنون یا بیہوش ہو گیا یا سو گیا اس طرح کہ وضو نہیں جاتا اور اُس کو احتلام ہو یا قہقہہ کیا یا قصداً حدث کیا یا درہم سے زیادہ پیشاب یا اور نجاست اُس پر پڑ گئی یا اُس کے زخم لگ کے خون جاری ہوا یا اُس نے جانا کہ میں نے حدث کیا اور مسجد سے اگر مسجد میں ہو یا صفوں سے اگر باہر مسجد کے ہو نکل گیا پھر اُس کو معلوم ہوا کہ حدث نہیں ہوا تھا ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو گئی پھر سرے سے پڑھے[۵۷] اور اگر مسجد کے باہر نہیں نکلا اور یا صفوں سے متجاوز نہیں ہوا تو بنا کرنا درست ہے آور اگر بعد تشہد کے قصد سے حدث یا کوئی اور عمل منافی صلاۃ کے کیا نماز اُس کی تمام ہو جاوے گی آور بعد تشہد کے اگر تیمم کرنے والے نے پانی پر قدرت پائی یا موزہ اُس نے تھوڑے عمل سے جو منافی نماز نہیں اُتار لیا یا مدت موزے کی تمام ہو گئی

[۵۱] صاحبینؒ کے نزدیک بعد تشہد کے نماز ہو جاتی ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک خروج بصنعہ بھی فرض ہے اس لئے نماز کو بعد وضو کے تمام کرے ۱۲ عبدہ؛ [۵۲] پھر پھرے یعنی وضو کے لئے اور بعد وضو کے نماز پوری کرے ۱۲ [۵۳] اس میں قلت حرکت ہے ۱۲ [۵۴] اس میں اداے نماز ایک جگہ ہے ۱۲ [۵۵] یعنی پہلی نماز تمام کرے ۱۲ [۵۶] اس لئے کہ خروج بصنعہ پایا گیا ۱۲ [۵۷] بنا، اس پر جائز نہیں اس لئے کہ یہ حوادث نادر الوجود ہیں پس حکم نص کا انکو شامل نہ ہوگا اور نص قول علیہ السلام کا ہے مَنْ قَاءَ اَوْ رَعَفَ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ ۱۲ شرح وقایہ [۵۸] اور جو عمل کثیر سے ہو نماز تمام ہوئی

باب الحدث فی الصلاۃ

یا اُن پڑھے کو سورۃ یاد آگئی یا ننگے نے کپڑا پایا یا اشارہ کرنے والا رکوع اور سجدے پر قادر ہو گیا یا ترتیب والے کو نماز قضا یاد آگئی اور اُس کا بیان آگے آویگا یا امام نے اَن پڑھے کو خلیفہ کیا یا نماز فجر میں آفتاب نکل آیا یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت آگیا یا عذر والے کا عذر زائل ہو گیا یا پٹی زخم سے تندرستی کے سبب سے گر پڑی آن سب بارہ صورتوں میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو گئی آور صاحبینؒ کے نزدیک تمام ہو گئی آور اگر بعد تشہد کے امام نے قہقہہ کیا یا قصداً حدث کیا مسبوق کی نماز باطل ہو جاویگی آور اگر باتیں کیں یا مسجد سے نکل گیا تو جائز ہو گی اور اگر امام قرارت میں رُک گیا تو دوسرے کو خلیفہ کرنا درست ہے اگر کم ایک آیت سے پڑھا ہووے تو اگر اتنا پڑھ چکا کہ نماز جائز ہو جاوے اور پھر خلیفہ کیا نماز فاسد ہو گی آگر امام نے مسبوق کو خلیفہ کیا تو درست ہے اور مسبوق نماز کو تمام کرلے اور مدرک کو خلیفہ کرے تا کہ وہ سلام پھیرے اور مسبوق باقی نماز اپنی پڑھ لیوے ف مسبوق اُس کو کہتے ہیں جو بعد ایک رکعت یا دو رکعت یا زیادہ کے شریک ہوا ہو اور ساری نماز اُس نے امام کے ساتھ نہ پائی ہووے آور مدرک اُس کو کہتے ہیں جس نے ساری نماز امام کے ساتھ پڑھی ہووے تو مطلب اس کا یہ ہے کہ مسبوق تو سلام پھیر نہیں سکتا کیونکہ اُس کی نماز تو ابھی باقی ہے اور مقتدیوں کی نماز ختم ہو چکی اس واسطے وہ کسی مدرک کو خلیفہ کرے کہ وہ ان مقتدیوں کے ساتھ سلام پھیرے ص اور جب مسبوق نماز کو امام کی تمام کرے تو پھر اگر کوئی عمل منافی صلوٰۃ اُس نے کیا مانند قہقہہ اور کلام کے اور مسجد سے نکلنے کے فاسد ہو جاویگی نماز اُس کی اور پہلے امام کی جس نے مسبوق کو خلیفہ کیا تھا مگر جب پہلا امام فارغ ہو جاوے جیسے اُس نے وضو کیا اور پایا خلیفہ کو اس طرح پر کہ کچھ نماز اُس کی نہ گئی اور تمام کرلی اُس نے نماز پیچھے خلیفہ کے آور مقتدیوں کی نماز کسی صورت میں فاسد نہ ہو گی کیونکہ وہ اپنی نماز تمام کر چکے آور اگر رکوع یا سجدے میں حدث ہوا اور وضو کر کے بنا کیا رکوع اور سجدے کو پھر دوبارہ کرے آور اگر رکوع یا سجدے میں یاد کیا کہ ایک رکعت کا رکوع اور سجدہ نہیں کیا تھا اور اُسی وقت اُس کو قضا کیا تو جس رکوع اور سجدے میں یاد کیا تھا اُس کا بھی لوٹانا مستحب ہے اور اگر نہ لوٹایا تو کچھ حرج نہیں آور اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی تھا اور امام کو حدث ہوا تو وہ شخص اُس کا خلیفہ ہو جاوے اگرچہ امام خلیفہ نہ کرے تو اگر وہ مقتدی عورت یا لڑکا ہے امام کی نماز فاسد ہو جاویگی آور بعضوں نے کہا ہے کہ فاسد نہ ہو گی کیونکہ اُس نے خلیفہ نہیں کیا ہے اور یہ عورت اور لڑکا تو امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے تو مقتدی بغیر امام کے رہ جاوے گا سو نماز ان کی فاسد ہو جاوے گی اور امام کی فاسد نہ ہو گی

ص باب نماز کے مفسدات اور مکروہات کے بیان میں

مفسدات یعنی جو نماز کو فاسد کرتے ہیں بہت سے ہیں پہلے کلام کرنا اگرچہ بھولے سے یا خواب میں ہووے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر بھولے سے کلام کرے تو نماز فاسد نہ ہو گی اور دلیل اُنکی یہ ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ یعنی اُٹھا یا گیا میری اُمت سے خطا اور نسیان آور اس لفظ سے یہ حدیث پائی نہیں گئی بلکہ اس لفظ سے وُضِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ وَالْاِکْرَاہُ یعنی وضع کر لیا گیا میری اُمت سے خطا اور نسیان اور جس پر وہ لوگ زبردستی کیے گئے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ اور مسلمؒ کے آور ہماری دلیل قول ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطے معاویہ بن حکم سلمی کے کہ یہ نماز نہیں لائق ہے اس میں کلام آدمیوں کا اور یہ تو تسبیح اور تکبیر اور قرارت قرآن ہے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے آور وہ جو امام شافعیؒ نے روایت کی ہے محمول ہے اوپر معافی گناہ کے اور نماز کے فاسد نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی ص دوسرے قصداً سلام کرنا اور اگر بھولے سے کریگا نماز فاسد نہ ہو گی ف کیونکہ سلام ایک ذکر ہے اذکار سے اور حالت نسیان میں محمول ہو گا اوپر ذکر کے بخلاف اس کے کہ جب قصداً کوئی سلام کرے تو وہ کلام ہو جاویگا ص تیسرے جواب سلام کا کہنا قصداً ہو یا بھولے سے چوتھے آہ یا اوہ یا اُف کہنا پانچویں آواز سے رونا کسی مصیبت یا درد سے چھٹے بغیر عذر کے کھانسنا ساتویں جواب چھینک کا دینا آٹھویں بُری خبر کا جواب اِنَّا لِلّٰہِ

۱ اس واسطے کہ بعد تشہد کے صاحبینؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے پس مفسدات مذکورہ بعد تمامی نماز کے پائے گئے آور امام اعظمؒ کے نزدیک خروج بصنعہ نماز تمام نہیں ہوتی پس م

وانا الیہ راجعون سے دینا اور خبر خوش کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے اور خبر عجیب کا سُبْحَانَ اللّٰہِ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے نویں سوا امام کے اور کو قرأت کا بتانا اور اپنے امام کو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اگر مقدار فرض کے پڑھ چکا ہے یا ایک آیت سے اُس نے دوسری آیت پڑھی اور اُس نے لقمہ دیا بتانے والے کی نماز جاتی رہیگی اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو اسکی بھی نماز فاسد ہو جاویگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر امام کو بتاویگا تو کسی صورت میں نماز نہ جاویگی اور اسی پر فتویٰ ہے دسویں مصحف سے دیکھ کے پڑھنا گیارھویں نجس جگہ پر سجدہ کرنا بارھویں جو کہ آدمیوں سے مانگتے ہیں وہ مانگنا جیسے کہے یا اللہ تعالیٰ فلانی عورت سے میرا نکاح کر دے یا مجھ کو ہزار دینار دے تیرھویں کھانا یا پینا چودھویں عمل کثیر کرنا اور عمل کثیر بعضوں کے نزدیک وہ ہے جسمیں دونوں ہاتھوں کے لگانیکی حاجت ہو اور بعضوں نے کہا عمل کثیر وہ ہے جس کو دیکھنے والے جانیں کہ یہ عامل نماز میں نہیں اور بعضوں کے نزدیک عمل کثیر وہ ہے جس کو مُصلّی کثیر جانے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ کے قریب ہے اور اگر کسی نے ایک رکعت نماز پڑھی اور پھر نیت ابتدا سے کی اور تکبیر تحریمہ کہی لیکن ہاتھ نہ اُٹھائے تو اگر دوسری نماز پڑھنا چاہتا ہے پہلی رکعت اُسمیں سے محسوب نہ ہوگی اور اگر وہی نماز پڑھتا ہے تو یہ رکعت اُسمیں محسوب ہوگی اور اگر کوئی جنت یا دوزخ کے ذکر سے نماز میں رو دے یا عمل قلیل کرے یعنی عمل کثیر تک نہ پہونچے یا عذر سے کھانسے یا کوئی اُس کے سامنے سے گذر جاوے تو نماز نہیں جاتی اور گذرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگر مقام سجدے میں زمین پر بغیر کسی حائل چیز کے گذرے اور پوشیدہ نہ رہے کہ وہ شخص اگر چھوٹی مسجد میں نماز پڑھتا ہے تو جس جگہ گذریگا گنہگار ہوگا اور اگر بڑی مسجد یا جنگل میں پڑھتا ہے تو بعضوں کے نزدیک اگر مقام سجدے میں گذریگا تو گنہگار ہوگا وا لّا نہیں ہوگا اور بعضوں کے نزدیک جہاں تک اُسکی نظر مقام سجدے پر نظر کرنے میں پہونچتی ہے وہ مقام سجدے میں داخل ہے تو اگر کوئی شخص دُکان پر پڑھتا ہے اور نیچے دُکان کے کوئی گذرا تو اوّل روایت کے موافق گنہگار نہ ہوگا اور دوسری روایت کے موافق اگر گذرنے والے کے اور مُصلّی کے کچھ اعضا مقابل ہو گئے تو گنہگار ہوگا ورنہ گنہگار نہ ہوگا **ف** جاننا چاہیئے کہ گذرنا نمازی کے سامنے سے نماز میں نہایت بُرا ہے اور بُرائی میں اس کی احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر جانے گذرنے والا سامنے مُصلّی کے کہ کیا عذاب ہے اُس پر البتہ بہتر ہے اُس کے واسطے کہ کھڑا رہے چالیس اس سے کہ گذر جاوے اُس کے سامنے سے کہا ابوالنصر راوی نے کہ نہیں جانتا میں کیا ارشاد فرمایا آپ نے چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال اور روایت کیا اس کو بزار نے اور اُس میں اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا ہے یعنی چالیس خریف اور بعضوں کے نزدیک اگر سامنے سے عورت یا کُتا یا گدھا نکل جاوے تو نماز جاتی رہتی ہے اور ہمارے نزدیک کسی کے گذرنے سے نماز نہیں جاتی دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں توڑتی ہے نماز کو کوئی چیز اور دفع کرو اُسکو جہاں تک کہ طاقت رکھو کیونکہ وہ شیطان ہے روایت کیا اس کو علمائے ستہؒ نے سوائے ترمذی کے اور سند میں اس کی مجالد ہے اور اُسمیں کلام ہے اور بخاریؒ میں ہے کہ اُس شخص سے لڑائی کرے کیونکہ وہ شیطان ہے اور روایت کی دارقطنیؒ نے سالم بن عبداللہ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کہا کہ نہیں قطع کرتا نماز کو کچھ پس دفع کرو جہاں تک کہ طاقت ہے اور ضعیف کیا رفع اس کا اور وقف کیا اس کا مؤطا میں اور کہا نووی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ مُرُوْرُ شَیْءٍ ضعیف ہے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ نہیں ہے یہ کم درجہ حسن سے اسواسطے کہ وہ مروی ہے چند طریقوں سے ابوسعیدؓ اور ابن عمرؓ اور ابوامامہؓ اور انسؓ اور جابرؓ سے اور یہ روایتیں ابوداؤد اور دارقطنی اور معجم اوسط طبرانی میں ہیں اور بہرحال نہیں برابر ہے اُس کے جو صحیح مسلم میں ہے حضرت ابوذرؓ سے کہ قطع کرتا ہے صلوٰۃ کو جب نہ ہو سامنے مُصلّی کے مانند لکڑی پالان اونٹ کے کُتا سیاہ اور عورت اور گدھا کہا ہم نے کہ کیا سبب ہے کہ کُتے سیاہ کو فرمایا اور سُرخ کُتے کو نہ کہا کہا اے بیٹے بھائی میرے کے پوچھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جیسا کہ پوچھا تو نے مجھ سے سو کہا کہ کُتا سیاہ شیطان ہے کہا امام احمدؒ نے نہیں شک ہے کہ کُتا نماز کو توڑ دیتا ہے لیکن میرے دل میں گدھے اور عورت سے شک ہے کہا ابن الجوزیؒ نے اور کہا امام احمدؒ نے یہ قول اسواسطے ہے کہ صحیح ہوئی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ میں لیٹی تھی رات کو حضرتؐ کے سامنے اور حضرتؐ نماز پڑھتے تھے پھر جب سجدہ کرتے ہٹا دیتے تھے ہاتھ سے پیر میرا اور گھروں میں اُس دن چراغ نہ تھے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ وغیرہما نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور صحیح ہوا ابن عباسؓ سے کہ میں آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور آپ نماز پڑھتے تھے سو اُترا میں

گدھے پر سے اور چھوڑا میں نے اُس کو آگے صف کے سو کچھ پرواہ نہ کی اُسکی آپ نے اور نہ پایا ہم نے کتے میں کچھ آور روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ نے ساتھ اسناد صحیح کے کہتا ہوں میں کہ کُتے کے باب میں بھی ایک حدیث آئی ہے روایت ہے فضل بن عباسؓ سے کہ زیارت کی ہماری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچ جنگل کے اور ہماری ایک کُتیا چھوٹی اور گدھی تھی تو نماز پڑھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عصر کی اور وہ دونوں اُنکے سامنے تھیں تو نہ زجر کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آروایت کیا اِس کو ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے آور کُتیا اور کُتّے کا ایک حکم ہے ہاں اگر قید ہو مذکر کی اور پھر سیاہ کی بھی ہووے تو البتہ کوئی حدیث اس تصریح سے نہیں ملی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ ص جو شخص جنگل میں نماز پڑھتا ہے نزدیک اپنے دونوں ابرو میں سے ایک ابرو کے برابر سترہ کھڑا کرے کہ طول اُس کا ایک گز کا ہووے اور ایک اُنگل کا موٹا اور سُترے کو رکھ دینا زمین پر یا بجائے سُترے کے زمین پر خط کھینچ لینا درست نہیں ف اور سُترے کی طرف قریب ہونا چاہیئے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے تو قریب ہو سُترے سے آروایت کیا اس کو حاکم نے آور روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے اور اُس میں ہے کہ نہ قطع کرے شیطان نماز اُسکی آور روایت کی مسلمؒ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر تو کرے سامنے اپنے مثل لکڑی پالان اونٹ کے تو نہ ضرر کریگا تجھ کو جو سامنے تیرے ہو گا آور اخراج کیا مسلمؒ نے عائشہؓ سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک میں سُترہ مُصلّی سے سو کہا کہ مثل لکڑی پالان کے اور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عاجز ہے کوئی تم میں کا اس سے کہ جب نماز پڑھے صحرا میں یہ کہ ہو آگے اُس کے مثل پالان اونٹ کے آور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی آور گز سے مُراد ایک ہاتھ ہے اور یہی گز ہے شرع میں آور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے جنگل میں تو کرے سامنے اپنے ایک سُترہ آیسا ہی ہے ہدایہ میں اور کہا شیخ کمال الدین ابن الہمامؒ نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہیں ملی لیکن روایت کی ابن حبان اور حاکم نے ابن عمرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے تو نماز پڑھے طرف سُترے کے اور نہ چھوڑے اُسکو جو گذرے اُسکے سامنے ہو کے آور روایت کیا اسکو احمد اور بزار نے اور زیادہ کیا ابن حبانؒ نے کہ اگر وہ انکار کرے تو لڑے اُس سے آور کرے سُترے کو ایک دونوں ابروؤں کے سامنے اس واسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے ضباعہ بنت المقداد بن الاسود سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے تھے طرف ستون یا لکڑی یا درخت کے مگر کرتے اُس کو مقابل داہنی ابرو یا بائیں ابرو کے اور نہیں قصد کرتے تھے اُس کا قصد کرنے کر یعنی نماز میں اُسی کی طرف نگاہ نہ رکھتے تھے تاکہ تشبیہ نہووے ساتھ بُت پرستوں کے آور ولید بن کامل اسکی اسناد میں ضعیف ہے اور ضُباعہ مجھول ہے آور جواب اس کا یہ ہے کہ جہل قرن ثانی میں مقبول ہے آور دوسرے یہ کہ سکوت کیا اس حدیث سے ابو داؤدؒ نے آور روایت کی نسائیؒ نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے طرف ستون کے تو نہ کرے اُسکو درمیان آنکھوں کے بلکہ کرے اُسکو بائیں ابرو کے مقابل آور روایت کی ابو علی بن سکن نے اپنی سنن میں ضباعہ سے مثل اسکے آور ضعیف کیا اس حدیث کو احمد اور ابن حجر نے آور کہا فتح القدیر میں کہ یہ دلیل ہے اوپر اضطراب کے ص اور اگر سُترہ نہ ہووے اور کوئی شخص گذرنا چاہے یا سُترے اور آدمی کے بیچ میں گذرے تو اُسکو تسبیح یا اشارے سے منع کرے اور دونوں سے منع نہ کرے ف کیونکہ اوپر گذرا کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دفع کرو جہاں تک کہ قدرت ہو اور اشارے سے دفع کرے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے دفع کیا ام سلمہؓ کے دونوں لڑکوں کو آروایت کیا اِسکو ابن ماجہؒ نے اور ضعیف کیا اسکو ابن القطان نے کہ محمد بن قیس مجہول ہے اور نہیں پہچانی جاتی ماں اُسکی لیکن مصنف ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ میں اُس کے باپ سے روایت ہے اور اُس کا مجہول ہونا ثابت نہیں ہوتا اور کمالی اور تہذیب میں ہے کہ اخراج کیا اُس کے واسطے مسلمؒ نے آور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب حادث ہو کوئی حادثہ تو تسبیح کہے روایت کیا اِسکو علمائے ستہ نے ص اور امام کا سُترہ مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے آور جو جانے کہ اِس راہ میں کوئی نہ آویگا یا اُس جگہ راہ نہ ہووے تو سُترے کا نہ گاڑنا درست ہے ف کیونکہ نماز پڑھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بطحائے مکہ میں اور اُن کے سامنے ایک نیزہ تھا اور عورتیں اور گدھے گزرتے تھے اُس کے اُدھر اور نہ تھا واسطے قوم کے سُترہ آروایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور اخراج کیا ابو داؤد نے اسی باب میں اسناد صحیح سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ سے

فصل مکروہات نماز میں

ص پہلے سدل کپڑے کا اور وہ یہ ہے کہ چادر کو سر یا کندھے پر ڈالے اور اُس کے کناروں کو چھوڑ دے اس طرح پر کہ لٹکے رہیں اور قبا میں کہ کندھوں پر ڈالے اور دونوں آستین کو ہاتھوں میں نہ ڈالے اور دونوں طرفوں کو نہ ملاوے ف اس واسطے کہ منع کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدل سے نماز میں اور اس سے کہ آدمی ڈھانپ لیوے مُنھ اپنا روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور حاکمؒ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے کہ منع کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ ڈھانپے مُنھ اپنا نماز میں لیکن اسناد میں اسکی صحابی کا نام مذکور نہیں بہر صورت ہمارے نزدیک حجت ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے منع کیا ناک کے چھپانے سے روایت کی یہ عکرمہؓ نے اور اسی طرح سعیدؒ بن المسیب اور ابراہیم نخعیؒ اور عطاءؒ مکروہ رکھتے تھے اس کو اخراج کیا ان آثار کا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ص دوسرے کپڑے کو سمیٹنا خاک اور غبار سے تیسرے کپڑے یا بدن سے کھیلنا ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مکروہ رکھیں واسطے تمھارے تین چیزیں عبث[1] یعنی بے فائدہ کام کرنا نماز میں اور رفث روزے میں اور ہنسی قبروں میں روایت کیا اس کو قضاعی نے طریق ابن المبارک سے اُنھوں نے اسمٰعیل بن عیاش سے اُنھوں نے عبداللہ بن دینار سے اُنھوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے مُرسل ص چوتھے سب بالوں کا جمع کرنا یا بالوں کو لپیٹ کے جڑ[2] میں داخل کرنا ف کیونکہ روایت کی عبدالرزاق نے اُنھوں نے ثوری سے اُنھوں نے محمول بن واسد سے اُنھوں نے ایک شخص سے اُنھوں نے ابو رافعؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے اُس شخص کو کہ باندھے ہو بالوں کو سر پر اور اس کو عربی میں عقص[3] کہتے ہیں اور روایت کیا اس کو طبرانی نے اور اُس شخص کے بجائے نام سعید مقبری کا لیا اور کہا کہ اُنھوں نے ابو رافعؓ سے اُنھوں نے اُم سلمہؓ سے اور یہی حدیث روایت کی اور روایت کیا اس کو اسحٰق بن راہویہ نے سفیانؒ سے اسی سند اور متن سے اور یہی مضمون مروی ہے صحاح میں ص پانچویں اُنگلیوں کو چٹخانا ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے حارثؒ سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چٹخا تو اُنگلیوں کو اور تو نماز میں ہووے اور ضعف ہے حارث میں بلکہ کہا شعبیؒ نے کہ وہ کذاب ہے اور رافضی ہے ص چھٹے گردن پھیر کے دیکھنا اور آنکھ کے گوشے سے بغیر گردن پھیرنے کے مکروہ نہیں ف کہا صاحب ہدایہؒ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر جانے مُصلّی کہ کس کو پکارتا ہے اور کس سے سرگوشی کرتا ہے البتہ نہ التفات کرے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی لیکن روایت کی بیہقی نے شعب الایمان میں کعبؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے کوئی مومن کہ نماز پڑھے کھڑے ہو کے مگر مؤکل کر دیتا ہے اللہ اُس پر ایک فرشتہ کہ پکارتا ہے اے بیٹے آدم کے اگر جانتا تو کہ کیا ہے نماز میں تیری اور کس سے سرگوشی کرتا ہے تو تو التفات نہ کرتا اور التفات کے معنی یہ ہیں کہ اِدھر اُدھر دیکھنا اور روایت کی حاکم نے اور صحیح کیا اس کو ابو داؤد نے ابو ذرؓ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہتا ہے اللہ متوجہ طرف بندے کے اور وہ نماز میں ہوتا ہے پھر جب التفات کرتا ہے بندہ پھیر لیتا ہے اللہ مُنھ اپنا اُس سے اور روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچ تو التفات سے نماز میں اس واسطے کہ التفات ہلاک کرنیوالا ہے تو اگر ضرور ہو تو نفل میں نہ فرض میں روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور صحیح کیا اِس کو اور بے گردن پھیرے مکروہ نہیں کیونکہ روایت کی ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے اور صحیح کیا اس کو عبداللہ بن عباسؓ سے کہ تھے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم التفات کرتے نماز میں داہنے اور بائیں اور نہ پھیرتے تھے گردن اپنی کہا ترمذیؒ نے کہ یہ غریب ہے اور کہا ابن القطانؒ نے کہ یہ صحیح ہے اگرچہ ترمذیؒ کے طریقہ سے غریب ہے اور ظاہر ہوا اس کا ایک طریقہ دوسرا مسند بزار میں ص ساتویں کنکریوں کا ہٹانا مگر ایک بار سجدے کے لئے ف اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم عبث سے ہے مگر یہ کہ جب سجدہ کرنیکی جانہ ہووے تو اُسوقت ایک بار ہاتھ سے ہٹا دینا جائز ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے ابو ذرؓ کے کہ ایکبار اے ابو ذرؓ نہ چھوڑ اُسکو اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی اور روایت کیا اسکو عبدالرزاقؒ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر شے یہانتک کہ پوچھا میں نے آپ سے کنکریوں کے ہٹانے کو کہا کہ ایکبار رخصت دیتا ہوں میں اور اسی طرح روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیا گیا موقوف کہا دارقطنیؒ نے

[1] عبث کرنا یعنی بیکار کام کرنا ۱۲ [2] جڑ میں داخل کرنا یعنی جوڑا باندھ کے ۱۲ [3] عقص کرنا یعنی چوٹی کا جوڑا کر لینا ۱۲

اور وہی صحیح ہے اور روایت ہے کتب ستہ میں کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ مسح کر کنکریوں کو اور تو نماز پڑھتا ہو اور اگر ضرورت پڑے تو
ایکبار اور راوی اس کے معیقیب ہیں ص آٹھویں کمر پر ہاتھ رکھنا ف کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اس سے روایت کی جماعت نے سوائے
ابن ماجہؒ کے ابوہریرہؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ نماز پڑھے آدمی کمر پر ہاتھ رکھ کے اور دوسری وجہ کراہت کی یہ ہے کہ مخالف
ہے سنت مشہورہ کے اور وہ ہاتھوں کا باندھنا ہے ناف کے نیچے ص نویں دونوں ہاتھوں کا کھینچنا اور سینے کو آگے کرنا واسطے سستی کے دسویں کتے کی
طرح بیٹھنا اس طرح کہ دونوں سُرین پر بیٹھے اور دونوں زانوؤں کو کھڑا کرے گیارھویں سجدے میں دونوں پہونچوں کو بچھا دینا ف کیونکہ ہدایہ میں ہے
کہ فرمایا حضرت ابوذرؓ نے کہ منع کیا مجھ کو میرے دوست نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے ایک یہ کہ چونچ ماروں مثل چونچ مارنے مرغ کے
یعنی جلدی جلدی سجدے میں جاؤں اور پھر جلدی اُٹھ کھڑا ہوں اور یہ کہ بیٹھوں مثل بیٹھک کتے کے اور یہ کہ بچھاؤں میں بچھانا لومڑی کا اور یہ حدیث
غریب ہے نہیں ملی مجھ کو اور مسند احمد میں ہے ابوہریرہؓ سے کہ منع کیا مجھ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے اور ذکر کیں وہی دو چیزیں اوّل
کی لیکن اخیر میں یہ بیان کیا کہ التفات سے مانند التفات لومڑی کے اور صحیح حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے
گھاتی شیطان سے اور گھاتی شیطان کی کتے کی طرح بیٹھنا ہے اور اس سے کہ بچھاوے آدمی دونوں پہونچے اپنے مانند بچھانے درندوں کے واللہ اعلم
ص بارھویں چار زانو بے عذر بیٹھنا ف اسواسطے کہ خلاف سنت ہے ص تیرھویں اکیلے امام کا کھڑا ہونا مسجد کی محراب میں یا دُکان پر امام کا کھڑا ہونا
اور قوم کا نیچے یا قوم کا دُکان پر اور امام کا نیچے ف اسواسطے کہ وہ مشابہ ہے اہل کتاب کے کہ وہ امام کے واسطے ایک اونچا مکان بناتے ہیں اور اُس میں
امام کھڑا ہوتا ہے اور دُکان کی بلندی بعضوں نے کہا ہے کہ بقدر قامت آدمی کے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک ہاتھ اور اُس سے کم میں کراہیت نہیں
اور بعضوں نے کہا ہے کہ مسجد جب تنگ ہووے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ امام محراب میں کھڑا ہووے ص چودھویں تنہا کھڑا ہونا مُصلّی کا صف کے پیچھے
جس میں جگہ باقی ہے ف اور اوپر بیان اس کا گذرا اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص نظر کرے طرف فرجے کے یعنی صف میں
جو جگہ باقی ہے تو اُس کو بند کرے اور بعض روایات میں ہے کہ نماز کا اعادہ لازم ہوگا اگر بے عذر تنہا پیچھے صف کے پڑھے گا ص پندرھویں تصویر کا ہونا
سر کے اوپر یا اُس کے آگے یا برابر داہنے بائیں اور اگر پیچھے یا نیچے قدم کے ہے تو مکروہ نہیں ف کیونکہ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ ہم نہیں داخل ہوتے
اُس گھر میں جس میں کُتا یا تصویر ہے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے عائشہؓ سے ایک حدیث طویل میں اور اس کے معنی میں بہت حدیثیں صحیح آئی ہیں۔
فرمایا حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں داخل ہوتے ملائکہ اُس گھر میں جس میں کُتا ہو یا تصویریں ہوں ص سولھویں سر ننگے
نماز پڑھنا سستی اور کاہلی کے سبب سے اور اگر واسطے عاجزی کے پڑھے تو مکروہ نہیں سترھویں جو بُرے کپڑے گھر میں پہنے رہتا ہے اور بڑے لوگوں
کے پاس اُن کپڑوں سے نہیں جاتا اُن کپڑوں سے نماز پڑھنا ف کیونکہ لوگوں کی تو عزت کرتا ہے اور شرم کرتا ہے اُن کے پاس بُرے کپڑے
پہن کے جانے سے اور نماز کی کچھ عزت و آبرو نہیں کرتا حالانکہ اگر کسی امیر کے دربار میں جاتا ہے تو جو اُس کے عمدہ کپڑے ہوتے ہیں اُن ہی کو پہن کے
جاتا ہے بلکہ جب درگاہ احکم الحاکمین میں جائے تو جو اچھے کپڑے ہوں بعزت تمام اُس سے نماز پڑھے اور یہ جب ہے کہ اُس کے پاس اور کپڑے ہوں ورنہ
اگر کسی کے پاس اچھے کپڑے نہیں تو اُن ہی کپڑوں سے جو پہنے ہے نماز پڑھے ص اٹھارھویں خاک کے دور کرنے کیواسطے نماز میں پیشانی کا زمین پر ملنا
اُنیسویں آسمان پر نظر کرنا بیسویں سجدہ پگڑی کے پیچ پر کرنا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عیاض بن عبداللہ قرشی سے کہ دیکھا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے کہ سجدہ کرتا ہے اوپر پیچ عمامے کے سو اشارہ کیا ہاتھ سے کہ اُٹھالے عمامے اپنے کو یعنی پیشانی پر سے اونچا کرلے کہ پیشانی کھل جاوے اور
روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ وہ جب ارادہ کرتے تھے نماز کا اُتار لیتے تھے عمامہ سر پر سے اور اس باب میں مروی ہے حضرت علیؓ
اور ابن عمرؓ اور جعدہ بن ہبیرہؓ سے ص اکیسویں آیتوں کا گننا ف اسواسطے کہ یہ شغل ہے نماز میں ص بائیسویں کپڑا جس میں تصویر ہے اُس کا پہننا ف
کیونکہ وہ مشابہ ہے بُت کے اُٹھانے والے کے ساتھ اور نماز جائز ہے ص اور مسجد کے اوپر وطی اور پیشاب اور پیخانہ مکروہ ہے ف بسبب

عزت اور حرمت مسجد کے ص اور دروازہ مسجد کا بند کرنا[1] بھی مکروہ ہے ف کیونکہ اسمیں قلت جماعت ہوگی ص اور مسجد کا نقش کرنا ساتھ گچ اور ساج یا سونے کے پانی کے مکروہ نہیں آور کھڑا ہونا امام کا مسجد میں اور سجدہ کرنا محراب میں مکروہ نہیں آور جو شخص کہ بیٹھا باتیں کر رہا ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے نافع سے کہ ابن عمرؓ جب نہ پاتے تھے راہ طرف ستون وغیرہ کے کہتے تھے کہ میرے واسطے تیری پیٹھ ہے آور مخالف ہے اُس کے جو روایت کی بزارؒ نے حضرت علیؓ سے کہ دیکھا اُنھوں نے ایک شخص کو کہ نماز پڑھتا تھا پیچھے ایک شخص کے سو حکم کیا اُسکو کہ اعادہ کرلے نماز کا اور اسی طرح سوتے کے پیچھے بھی درست ہے کیونکہ صحیح ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور اوپر گذرا کہ نماز پڑھتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور وہ سوتی تھیں درمیان اُنکے اور درمیان قبلے کے اور مخالف ہے اُس کے جو مروی ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے نہ نماز پڑھو پیچھے سوتے اور باتیں کرنیوالے کے لیکن وہ ضعیف ہے آور بھی مروی ہے مسند بزار میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منع کیا گیا میں کہ نماز پڑھوں میں طرف ان لوگوں کے جو کھڑے ہیں اور باتیں کرتے ہیں آور کہا بزارؒ نے کہ نہیں جانتا ہوں میں اسکو مگر ابن عباسؓ سے آور جواب اس کا یہ ہے کہ جب آواز اُنکی شدت سے ہو اور اُس سے خوف شغل کا ہو نماز میں وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ص اور جس فرش پر کہ تصویریں بنی ہیں اگر اُس پر سجدہ نہیں کرتا تو نماز پڑھنا وہاں مکروہ نہیں آور جو صورت اتنی چھوٹی ہے کہ دکھلائی نہیں دیتی یا سوا حیوان کے اور کسی چیز کی تصویر یا حیوان کی مگر اُس کا سر کٹا ہے تو مکروہ نہیں اور مار ڈالنا بچھو اور سانپ کا بھی نماز میں مکروہ[2] نہیں ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي الصَّلٰوةِ یعنی قتل کرو بچھو اور سانپ کو اگرچہ تم نماز میں ہو کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث صحیح ہے آور اس میں اگر عمل کثیر بھی ہووے تو بھی نماز میں کچھ حرج نہیں اور یہی صحیح[3] ہے ص اور جس گھر میں کہ مسجد ہے اُس گھر کی چھت پر پیشاب کرنا مکروہ نہیں اس واسطے کہ وہ حکم مسجد کا نہیں رکھتا کہ پیشاب اُس پر مکروہ ہووے

ص باب وتر اور نوافل کے بیان میں

وتر کی تین رکعت امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے اور نزدیک صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے سُنت ہے ف اور دلیل اس کے وجوب کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ نے زیادہ کیا تمھاری نمازوں میں ایک نماز کو آگاہ ہو کہ وہ وتر ہے تو پڑھو اس کو درمیان عشاء کے طلوع فجر تک ایسا ہی ہے ہدایہ میں آور یہ حدیث مروی ہے عمرو بن العاص اور عقبہ بن عامر اور ابن عباسؓ اور ابن عمر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے آور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ میں بھی مروی ہے اور خارجہ بن خذافہ اور ابو بصرہ غفاری سے تو حدیث عمروؓ اور عقبہؓ کی روایت کیا اُس کو اسحٰق بن راہویہ نے مسند میں ثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ثَنَا قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ مَرْثَدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً هِيَ لَكُمْ خَيْرٌ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ وَهِيَ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ یعنی بتحقیق کہ زیادہ کی تم کو اللہ نے ایک نماز کہ وہ بہتر ہے واسطے تمھارے سُرخ چار پایوں سے اور وہ وتر ہے درمیان عشاء کے طلوع فجر تک آور ضعیف کیا یحییٰ بن معین نے قرۃ[4] بن عبد الرحمٰن کو آور لیکن حدیث ابن عباسؓ کی سو روایت کیا اُس کو دارقطنیؒ نے اور طبرانی نے نضر ابو عمرو سے اُس نے عکرمہؓ سے اُس نے ابن عباسؓ سے اور ضعیف کیا اُس کو دارقطنیؒ نے بسبب نضر[5] کے اور لیکن حدیث ابن عمرؓ کی سو اخراج کیا اُس کا دارقطنیؒ نے غرائب مالک میں اور ضعیف کیا اُس کو ساتھ حُمید[6] بن ابی الجون کے اور الفاظ اُس کے یہ ہیں إِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً وَهِيَ الْوِتْرُ آور لیکن حدیث ابو سعید خدریؓ کی روایت کیا اُس کو طبرانیؒ نے اور الفاظ اُس کے وہی ہیں جو حدیث ابن عباسؓ کے ہیں جس کو روایت کیا طبرانی نے آور لیکن حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی اخراج کیا اس کا دارقطنیؒ نے اور اُس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا ہم کو سو جمع ہوئے ہم سو بیان کی حضرتؐ نے تعریف اللہ کی اور ثنا اُس کی پھر کہا کہ بتحقیق اللہ نے زیادہ کیا تمھارے واسطے ایک نماز کو اور حکم کیا ہم کو وتر کا اور ضعیف کیا اُس کو ساتھ محمد[7] بن عبید اللہ عرزمی کے

[1] یعنی دروازہ مسجد کا بند کرنا اوقات نماز میں مکروہ ہے ١٢ [2] اگر خوف ایذا کا ہو اس لئے کہ امر واسطے اباحت کے ہے اِسواسطے کہ اُس میں منفعت ہماری ہے ١٢ [3] درمختار میں ہے کہ مطلقاً سانپ اور بچھو کا مار

م قتل مکروہ نہیں اگرچہ بعمل کثیر ہو بنا بر قول اظہر کے لیکن تصحیح کیا حلبی نے اُس میں فساد نماز کو اور درمختار میں ہے کہ علامہ حلبیؒ نے تبعاً لابن الہمام فرمایا کہ حق ظاہر یہی ہے کہ عمل کثیر سے نماز فاسد ہوجائے گی اور امر قتل حدیث میں مستلزم صحت نماز کا باوجود عمل کثیر نہیں اور یہ قول مخالف ہے اُس کا جس پر علماء شارحینؒ اور جامع صغیر اور مبسوط شیخ الاسلام ہیں کہ عمل کثیر مباح نہیں انتہی مختصراً ١٢

[4] قرۃ بن عبد الرحمٰن [5] نضر [6] حمید بن ابی الجون [7] محمد بن عبید اللہ عرزمی

اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدِنِ الْاَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً اِلٰى صَلٰوتِكُمْ وَهِيَ الْوِتْرُ یعنی اللہ نے زیادہ کیا واسطے تمھارے ایک نماز کو اور وہ وتر ہے اور اسناد اس کی صحیح ہے لیکن حجاج میں کلام ہے بہرحال درجۂ حسن سے کم نہیں اور حدیث ابوبصرہ کی روایت کیا اس کو حاکم نے ابن لہیعہ سے اُنھوں نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ سنا میں نے ابوبصرہ غفاریؓ سے کہ کہتے تھے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے تحقیق کہ زیادہ کی اللہ نے تم کو ایک نماز اور وہ وتر ہے تو پڑھو اس کو درمیان عشا کے نماز صبح تک اور سکوت کیا اس سے حاکم نے لیکن ابن لہیعہ ضعیف ہے کہا شیخ ابن الہمامؒ نے وَاُعِلَّ بِابْنِ لَهِيْعَةَ یعنی ضعیف کی گئی یہ حدیث ساتھ ابن لہیعہ کے اور لیکن حدیث خارجہ کی روایت کیا اسکو حاکمؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے کہ نکلے ہمارے اوپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سو کہا تحقیق کہ اللہ نے مدد کی تمھاری ساتھ ایک نماز کے وہ بہتر ہے واسطے تمھارے سرخ چار پایوں سے اور وہ وتر ہے تو کیا اسکو درمیان عشاء کے طلوع فجر تک کہا حاکمؒ نے صحیح ہے اور نہیں اخراج کیا اس کا شیخینؒ نے بسبب متفرد ہونے تابعی کے صحابی سے اور وہ جو کہا ہے ترمذیؒ نے کہ یہ غریب ہے اُس کی صحت کے منافی نہیں کیونکہ ترمذیؒ اکثر جگہ کہتا ہے حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اور وہ جو ابن الجوزی نے ضعیف کیا اس حدیث کو بسبب ضعف ابن اسحٰق اور عبداللہ بن راشد کے اور نقل کی تضعیف عبداللہ کی دارقطنیؒ سے صحیح نہیں کیونکہ ابن اسحٰق ثقہ ہے نہیں شبہ ہے اس کے ثقہ ہونے میں نزدیک محققینؒ کے محدثینؒ سے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو متابع ہے اس کے لیث بن سعد یزید بن حبیب سے اور لیکن جو نقل کی تضعیف عبداللہ بن راشد کی دارقطنیؒ سے تو غلطی کی اُس میں کیونکہ دارقطنی نے عبداللہ بن راشد بصری مولیٰ عثمان بن عفان راوی کو ابوسعید خدری سے ضعیف کیا ہے اور لیکن عبداللہ راوی اس حدیث کا یعنی حدیث خارجہ کا اور وہ عبداللہ رو قی ہے ابوالضحاک مصری ذکر کیا اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور متابعت لیث کی اور تصریح اس بات کی کہ وہ عبداللہ رو قی ہے دونوں باتیں اسناد نسائی میں بیچ حدیث مذکور کے کتاب الکنیٰ میں موجود ہیں تو ثابت ہوگئی صحت اس حدیث کی اور اگر یہ بھی مان لیں تو بھی حدیث ضعیف جب اتنے طریقوں سے مروی ہو تو وہ خواہ مخواہ حسن ہو جاویگی بلکہ بعض طریقے خود حسن ہیں مثل طریقۂ اسحٰق بن راہویہ کے اور قرہ راوی کو اگرچہ ضعیف کیا احمدؒ نے اور کہا کہ منکر الحدیث ہے لیکن کہا ابن عدیؒ نے نہیں دیکھی میں نے اُسکی کوئی حدیث منکر اور میں جانتا ہوں کہ کچھ حرج نہیں ساتھ اس کے اور ذکر کیا اُس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور یہ قول حضرتؐ کا زَادَكُمْ دلالت کرتا ہے کہ ان پانچ نمازوں سے ملحق ہے وتر بھی اور ثابت ہوتا ہے اس سے وجوب اس کا جیسا کہ نہیں پوشیدہ ہے عاقل پر اگر کوئی کہے کہ اس سے فرضیت ثابت ہوتی ہے جیسے کہ فرضیت ہے پانچوں نمازوں کی تو جواب اس کا یہ ہے کہ دلیل ظنی ہے اور فرضیت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے لیکن ایک اشکال اس مقام پر ہے وہ یہ کہ روایت کی حاکمؒ اور بیہقیؒ نے بسند صحیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ زیادہ کیا اللہ نے ایک نماز کو طرف نمازوں تمھاری کے اور وہ بہتر ہے واسطے تمھارے سرخ چار پایوں سے آگاہ ہو کہ وہ دو رکعتیں ہیں قبل نماز فجر کے یعنی سنتیں فجر کی تو اگر یہ لفظ زَادَكُمْ موجب وجوب کو ہے تو بر تقدیر اُس کے لازم آتا ہے کہ سنتیں فجر کی بھی واجب ہو جاویں حالانکہ وہ بالاتفاق سنت ہیں تو اس صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ استدلال کریں ساتھ اُس حدیث کے جو سنن ابو داؤد میں ہے ابوالمنیب سے اور نام اس کا عبیداللہ بن عبداللہ عتکی ہے اُنھوں نے عبداللہ بن بریدہ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے تو وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہے اور جو وتر نہ پڑھے تو وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہے اور جو وتر نہ پڑھے تو وہ ہم میں سے نہیں اور روایت کیا اس کو حاکمؒ نے اور صحیح کیا اسکو اور کہا ابوالمنیب ثقہ ہے اور توثیق کی اس کی ابن معین نے اور کہا ابن ابی حاتم نے سنا میں نے باپ اپنے سے کہتے تھے کہ وہ صالح الحدیث ہے اور انکار کیا گیا ہے بخاریؒ پر اس وجہ سے کہ اُس نے داخل کیا اُس کو ضعفاء میں اور کلام کیا اس میں نسائیؒ اور ابن حبانؒ نے اور کہا ابن عدی نے کچھ حرج نہیں ساتھ اُس کے تو حدیث حسن ہوگئی اور روایت کی بزار نے اسود سے اُنھوں نے عبداللہ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی وتر واجب ہے ہر مسلمان پر اور کہا کہ نہیں جانتے ہم کہ روایت کی جاتی ہو یہ حدیث ابن مسعودؓ سے مگر اسی

حجاج

ابن لہیعہ

ابن اسحٰق و عبداللہ بن راشد

تحقیق عبداللہ راوی و عبداللہ بصری

قرہ

ابوالمنیب

وجہ سے اور اس جگہ ایک اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھتے تھے اونٹ پر اور اس سے نفلیت وتر کی معلوم ہوتی ہے اور حضرت معاذؓ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کیطرف رخصت کیا تو کہا کہ کہہ ان سے تحقیق کہ اللہ نے فرض کیں اُن پر پانچ نمازیں دن رات میں اور یہ وفات سے تھوڑے دن پہلے آپ نے کہا تھا اور روایت کی ابن حبانؓ نے تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اُن کے ساتھ رمضان میں تو پڑھیں آٹھ رکعتیں[1] اور وتر پڑھی پھر انتظار کیا صحابہؓ نے آپ کا دوسری رات اور آپ نہ نکلے نماز کے واسطے تو پوچھا اُن سے صحابہؓ نے پھر فرمایا آپ نے خوف کیا میں نے کہ نہ فرض ہو جاوے تم پر وتر اور اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعتیں پڑھی تھیں اور بھی مروی ہے سُنن میں سوا ترمذیؒ کے کہ فرمایا حضرتؐ نے وتر واجب ہے حق ہے اوپر ہر مسلمان کے سو جو شخص چاہے وتر پڑھے ساتھ پانچ رکعتوں کے اور چاہے ساتھ تین رکعتوں کے اور چاہے ساتھ ایک رکعت کے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب نہیں اور روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور حاکمؒ نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے اور جواب اول سے یہ ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے کہ اُس سے عموم نہیں ثابت ہوتا تو جائز ہے کہ یہ بسبب عذر کے ہووے اور اس بات پر اتفاق ہے کہ فرض چارپائے پر بسبب عذر کیچڑ وغیرہ کے پڑھنا جائز ہے یا یہ کہ یہ واقعہ قبل وجوب وتر کے ہوگا کیونکہ وجوب وتر کا ساتھ وجوب پانچوں نمازوں کے نہیں ہے بلکہ متاخر ہے اور دوسرے یہ کہ مروی ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ وہ اُترتے تھے سواری پر سے واسطے وتر کے اور روایت کی طحاویؒ نے نافعؓ سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے تحقیق کہ وہ نماز پڑھتے سواری پر اور وتر پڑھتے تھے زمین پر اور جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے معتمر سے اُنھوں نے حمید سے اُنھوں نے بکر سے کہ ابن عمر جب ارادہ رکھتے تھے وتر پڑھنے کا اُترتے تھے اور وتر پڑھتے تھے زمین پر اور کہا ابن عون نے کہ پوچھا میں نے قاسم سے کہ جو شخص وتر پڑھے سواری پر کیا حکم ہے اُس کا سو کہا کہ جانا ان سب لوگوں نے کہ حضرت عمرؓ وتر پڑھتے تھے زمین پر اور کہا ابراہیم نخعیؒ نے کہ صحابہؓ نماز پڑھتے تھے اپنی سواریوں اور جانوروں پر جس طرف ہوتا تھا مُنھ ان کا مگر فرض اور وتر کو کہ وہ پڑھتے تھے ان دونوں کو زمین پر اخراج کیا ان دو روایتوں کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں تو معلوم ہوا کہ سواری پر وتر پڑھنا آپ کا یا تو قبل وجوب کے ہے یا بعذر تھا اور معاذؓ کی روایت سے جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ وجوب وتر کا بعد سفر کے ہووے اور دوسرے یہ کہ مراد حضرتؐ کی اُن نمازوں سے وہ نمازیں ہیں جن کا ایک ایک وقت خاص علٰحدہ مقرر ہے مثل پانچوں نماز کے بخلاف وتر کے کہ وہ تابع ہے عشاء کی اور وقت اُس کا وقت عشا کا ہے جیسا کہ عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے اور تیسری روایت سے جواب یہ ہے کہ یہ حکم قبل وجوب وتر کے ہوگا اور دوسرے یہ کہ وتر سے اُس جگہ ساری رکعتیں تراویح کی مع وتر مراد ہیں کیونکہ آٹھ رکعتیں تراویح کی اور تین وتر کی ملا کے گیارہ وتر ہیں یعنی طاق ہیں جفت نہیں اور دلیل اس پر یہ ہے کہ تصریح ہے روایت پچھلی میں اس حدیث کی کہ فرمایا آپ نے خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ یعنی خوف ہے مجھ کو کہ فرض ہو جاوے تم پر نماز رات کی تو اب معلوم ہوا کہ واجب کے لفظ سے حدیث میں وجوب لغوی یعنی ضرورت کے مراد نہیں بلکہ وجوب شرعی ہے اور اسی واسطے آپ نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا بطور تاکید کے فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا یعنی جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں اور وتر پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابہؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے مواظبت کی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص اور وتر کی تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو سلام کرے[2] ف دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی حضرت عائشہؓ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تین رکعتیں نہیں سلام پھیرتے تھے مگر آخر میں روایت کیا اسکو حاکمؒ نے اور کہا صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے اور اسی طرح روایت کی نسائیؒ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں سلام پھیرتے تھے بیچ دونوں رکعتوں وتر کے اور روایت کی حاکمؒ نے حسن سے کہ ابن عمرؓ تھے سلام پھیرتے دو رکعتوں کے بعد وتر میں سو کہا حسن نے کہ عمرؓ زیادہ فقیہ تھے اُن سے اور وہ کھڑے ہو جاتے تھے دوسری رکعت سے ساتھ تکبیر کے اور سکوت کیا اُس سے اور روایت کی طحاویؒ نے ابن عباسؓ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھتے ساتھ تین رکعتوں کے پڑھتے تھے اول رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى آخر حدیث تک موافق اُس حدیث کے جو روایت کی حضرت عائشہؓ سے اصحاب سُنن اربعہؒ نے اور ابن حبانؒ نے اور حاکمؒ نے مستدرک میں اور روایت کیا حدیث ابن عباسؓ کو باسناد صحیح طبرانیؒ نے معجم صغیر میں مثل حدیث طحاویؒ کے اور

[1] اور زیادہ آٹھ سے بھی تیرہ رکعت مع وتر کے حدیث صحیح میں مروی ہے اور بیس رکعت کا پڑھنا بھی حدیث میں آیا ہے اور اسی پر یعنی بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہؓ کا ہے اور تفصیل و توضیح اس مسئلے کی رسالہ غایت التنقیح اور تحفۃ الاخیار میں ہے ۱۲ عبدہٗ

[2] یعنی دو رکعت تمام کر کے سلام پھیرے پھر ایک رکعت علٰحدہ پڑھے ۱۲ عبدہٗ

لم یرووہ عن سفیان الا قتادۃ یعنی نہیں روایت کیا اس کو سفیان سے مگر قتادہؒ نے اور روایت کی طبرانیؒ نے اسی معجم صغیر میں حدثنا محمد بن یزید بن عبد الصمد الدمشقی ثنا ہشام بن عمار حدثنا محمد بن شعیب بن شابور قال کان معظم بن المقدام یحدث عن سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن زرارۃ بن اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشۃؓ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں سلام پھیرتے بعد دو رکعتوں کے وتر سے اور کہا لم یروہ عن المعظم الا محمد بن شعیب تفرد بہ ہشام یعنی نہیں روایت کیا اسکو معظم سے مگر محمد بن شعیبؒ نے متفرد ہوا اُس کے ساتھ ہشام اور روایت کیا اسی حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اسی اسناد سے اور روایت کی اُس نے ابو سلمہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں آخر رات میں اور روایت ابن عبد البر نے عثمان بن محمد بن ربیعۃ بن عبد الرحمن سے حدثنا عبد العزیز الدراوردی عن عمرو بن یحیی عن ابیہ ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی عن البتیراء ان یصلی الرجل واحدۃ یوتر بہا یعنی منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت وتر پڑھنے سے اور اُس کو ناقص فرمایا اور ذکر کیا اس حدیث کو ابن عبد الحق محدثؒ نے احکام میں ایسا ہی ہے برہان میں اور اکثر صحابہؓ اور تابعینؒ اسی پر ہیں کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں روایت کی طحاویؒ نے حدثنا ابو بکرۃ ثنا ابو داؤد ثنا ابو خالد قال سألت ابا العالیۃ عن الوتر فقال علمنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الوتر مثل صلوۃ المغرب ہذا وتر اللیل وہذا وتر النہار یعنی کہا ابو خالد نے کہ پوچھا میں نے ابو العالیہ سے وتر سے کہا سکھایا ہمکو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وتر مثل نماز مغرب کے ہے وہ وتر رات کی ہے اور یہ وتر دن کی ہے اور روایت کیا اسے طحاویؒ نے ثابتؓ سے کہ نماز پڑھی ساتھ ہمارے انسؓ نے وتر کی سو میں اُنکی داہنی طرف تھا اور ام ولد اُنکی پیچھے ہمارے تھی تین رکعتیں نہ سلام پھیرا مگر اُن کے آخر میں اور اسی طرح صحیح ہوا ابن مسعودؓ سے وتر اللیل ثلث کوتر النہار یعنی وتر رات کی تین ہیں مانند وتر دن کے اور بعضوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے اور ضعیف ہے رفع اُس کا کیونکہ نہ رفع کیا ہے اُس کو اعمش سے اُس نے عبد اللہ سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مگر یحیی بن ابی المواجب† نے اور وہ ضعیف ہے اور روایت کی ابو حنیفہؒ نے مسند میں حضرت عائشہؓ سے کہ تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھتے ساتھ تین رکعتوں کے پڑھتے تھے اول رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابن عباسؓ سے مانند اس کے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عبد الرحمن بن ابزی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھتے تھے ساتھ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد کے اور کہتے تھے بیچ آخر نماز کے جب بیٹھتے تھے سبحان الملک القدوس تین بار اور آخر بار میں پکار کے کہتے تھے اور حسن بصریؒ نے کہا اجماع کیا مسلمانوں نے کہ وتر تین رکعت ہیں کہا ابن ابی شیبہ نے حدثنا حفص حدثنا عمرو عن الحسن قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلث لا یسلم الا فی اخرہن یعنی اجماع کیا مسلمانوں نے کہ وتر تین رکعتیں ہیں نہ سلام پھیرے مگر اُن کے آخر میں اور روایت کی طحاویؒ نے عبد الرحمن بن ابی زیاد سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے سات فقیہوں سے کہ سب تابعی ہیں سعید بن المسیب اور عروہ اور قاسم بن محمد اور ابو بکر بن عبد الرحمن اور خارجہ بن زید اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار کہا سب نے کہ وتر تین رکعتیں ہیں نہ سلام پھیرے مگر آخر رکعت کے بعد اور امام شافعیؒ کے نزدیک چاہے ایک رکعت پڑھے چاہے تین چاہے پانچ اور دلیل اُنکی وہ حدیث ہے جو اوپر گذری اور فرمایا حضرتؐ نے الوتر رکعۃ واحدۃ من اخر اللیل یعنی وتر ایک رکعت ہے آخر رات میں اور یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے غرض حاصل سب باتوں کا یہ ہے کہ حدیثیں دونوں طرف موجود ہیں لیکن مذہب اصح یہی ہے کہ تین سے کم بھی نہ پڑھے اور نہ زیادہ کرے کیونکہ تین رکعت کا ثبوت بہ نماز مغرب بھی ہو سکتا ہے اور پانچ اور سات وغیرہ کی نظیر موجود نہیں اور اسی طرح ایک رکعت پڑھنے سے نہی وارد ہوئی تو مقتضائے احتیاط یہی ہے کہ تین رکعت پڑھے کہ سب کے

† یحیی بن ابی المواجب

لا یسلم الا فی آخرہن ۲

نزدیک درست ہووے وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص ہمیشہ تیسری رکعت وتر میں قبل رکوع کے دونوں ہاتھ اُٹھا کے تکبیر کہہ کے دعائے قنوت پڑھا کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک پندرھویں رمضان سے آخر مہینے تک قنوت پڑھے اور پھر کبھی وتر میں نہ پڑھے ف جاننا چاہیئے کہ اس جگہ پر تین خلاف ہیں اوّل تو یہ کہ جب قنوت پڑھے وتر میں تو قنوت پڑھے قبل رکوع کے یا بعد رکوع کے دوسرے یہ کہ قنوت وتر میں تمام سال پڑھا کرے یا فقط نصف آخر رمضان میں اور تیسرے یہ کہ سوا وتر کے اور جگہ بھی قنوت پڑھے یا نہ پڑھے تو ہمارا مذہب یہ ہے کہ ص سوا وتر کے اور کسی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا درست نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی اخیر رکعت میں بعد رکوع کے بھی قنوت پڑھا کرے ف تو اول مسئلے میں امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے جو روایت کی دارقطنیؒ نے سوید بن غفلہ سے کہا کہ سُنا میں نے ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے کہ کہتے تھے پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قنوت آخر وتر میں اور آخر وتر کا بعد رکوع کے ہے لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ آخر شئے کا جب ہوتا ہے کہ نصف سے بڑھ جاوے اور اس صورت میں قبل رکوع بھی قنوت پڑھنا آخر نماز میں ہے اور ایک حدیث صریح انکی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ روایت کی حاکمؒ نے حسن بن علیؓ سے اور صحیح کیا اس کو کہا کہ سکھائے مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات کہ کہتا ہوں میں اُنکو وتر میں جب اُٹھاتا ہوں سر اپنا اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ آخر تک اور بیان اس کا قنوت میں آویگا اور دلیل ہماری یہ ہے جو روایت کی نسائی اور ابن ماجہ اور ابو داؤد وغیرہم نے اُبی بن کعبؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں پڑھتے تھے قنوت قبل رکوع کے اور ایک لفظ نسائی کا یہ ہے کہ تھے وتر پڑھتے ساتھ تین رکعت کے اوّل میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ پڑھتے تھے اور ضعیف کیا اس حدیث کو ابو داؤد نے بسبب اضطراب کے اور صحیح یہ ہے کہ زیادت ثقہ کی اگرچہ متفرد ہو مقبول ہے اور اگر تسلیم کریں تو روایت کی خطیب نے کتاب القنوت میں باسناد صحیح عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قنوت پڑھی وتر میں قبل رکوع کے اور ذکر کیا اسکو ابن الجوزی نے تحقیق میں اور سکوت کیا اس سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبَانَ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَنَتَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ فِی الْوِتْرِ یعنی قنوت پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل رکوع کے وتر میں لیکن اسناد اسکی ضعیف ہے بسبب اُبان بن ابی عیاش کے اور روایت کی ابو نعیم نے حلیے میں عطار بن مسلم سے اُنھوں نے علار بن مسیب سے اُنھوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ وتر پڑھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ساتھ تین رکعتوں کے سو قنوت پڑھی اُسمیں قبل رکوع کے اور اخراج کیا طبرانیؒ نے اوسط میں محمود بن محمد مروزی سے ثَنَا سُھَیْلُ بْنُ عَبَّاسِ نِ التِّرْمِذِیُّ ثَنَا سَعِیْدُ بْنُ سَالِمِ نِ الْقَدَّاحُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلٰثِ رَکَعَاتٍ وَیَجْعَلُ الْقُنُوْتَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ یعنی کہا ابن عمرؓ نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعتوں کے اور کرتے تھے قنوت کو قبل رکوع کے اور قول ابو نعیم کا غریب ہے حدیث حبیب سے اور علار تفرد کیا اس سے عطار بن مسلم نے اور قول طبرانی کا کہ نہیں روایت کیا اس کو عبد اللہ سے مگر سعید ابن سالم نے کچھ موجب بعد کو نہیں کیونکہ اوپر بیان کیا ہم نے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے باوجود اس بات کے کہ انفراد سفیان ثوریؒ کا زبید سے روایت نسائی میں اور تفرد عطار کا علار سے اور تفرد سعید کا عبد اللہ سے ساتھ ہونے حدیث ابن مسعودؓ کے بروایت ابن ابی شیبہ اور خطیب کے حجت قاطع ہے کیونکہ اب انفراد نہ ہوا بلکہ کثرت ہو گئی اور خصوصًا جبکہ ہر طریقہ حسن یا صحیح ہووے اور وہ جو حدیث اسمیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قنوت پڑھی بعد رکوع کے تو مراد اُس سے یہی ہے کہ ایک مہینہ پڑھی تھی اور پھر ترک کی بدلیل اس کے جو روایت کی عاصم احول نے کہ پوچھا میں نے انسؓ سے قنوت کو نماز میں تو کہا کہ ہاں پھر کہا میں نے کہ قبل رکوع کے یا بعد رکوع کے کہا قبل رکوع کے کہا میں نے کہ فلانے شخص نے خبر دی مجھ کو تم سے کہ بعد رکوع کے کہا وہ جھوٹ ہے نہیں قنوت پڑھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد رکوع کے مگر ایک مہینے کہا شیخ ابن الہمام نے وَعَاصِمٌ کَانَ ثِقَۃً جِدًّا یعنی اور عاصم تھا ثقہ نہایت درجے کا اور عمل صحابہؓ کا اسی پر ہے روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ ابن مسعودؓ اور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قنوت پڑھتے تھے قبل رکوع کے اور دوسرے مسئلے میں امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے وہ جو روایت

بعد ختم کے قنوت پڑھے ۱۲ العبدۃ ۔۔۔ یعنی رکوع سے ۱۲

ابان بن ابی عیاش

تاہم اول

کی ابوداوٗد نے کہ عمرؓ نے جمع کیا آدمیوں کو اوپر اُبی بن کعبؓ کے تو وہ نماز پڑھتے تھے ساتھ اُنکے بیس راتیں مہینے سے یعنی رمضان سے اور نہیں قنوت پڑھتے تھے ساتھ اُنکے مگر نصف اخیر میں رمضان سے تو جب عشرۂ اخیرہ آتا تھا جماعت نہیں کرتے تھے اور پڑھتے تھے اپنے گھر میں آور اس متن کے لئے ایک طریقہ دوسرا ہے ضعیف کیا اس کو نووی نے خلاصے میں آور وہ جو روایت کی ابن عدی نے انسؓ سے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قنوت پڑھتے نصف رمضان میں ضعیف ہے ساتھ اُبو عاتکہ کے اور ضعیف کیا اس کو بیہقیؒ نے آور دلیل ہماری وہ ہے جو ہدایہ میں ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے حسنؓ سے جب سکھائی اُنکو دعائے قنوت کہ کراس کو اپنے وتر میں آور یہ روایت غریب ہے نہیں ملی اور مشہور وہ ہے جو مروی ہے سنن اربعہ میں یزید بن ابی مریم سے اُنھوں نے ابی الجوزا سے اُنھوں نے حسنؓ بن علیؓ سے کہا سکھائے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات وتر میں یا قنوت وتر میں اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ کہا ترمذیؒ نے اسناد اسکی صحیح ہے یا حسن ہے آور روایت کیا اسکو حاکمؒ نے اور کہا اسمیں کہ جب اُٹھاتا میں سر اپنا اور نہ باقی رہتا تھا مگر سجدہ آور اخراج کیا اربعہ نے اور حسن کہا اس کو ترمذیؒ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ وہ کہتے تھے آخر وتر میں اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ لیکن وجوب قنوت ثابت نہیں ہوتا مگر جب کہ وہ حدیث ثابت ہو جاوے کہ اِجْعَلْ هٰذَا فِي وِتْرِكَ یعنی کر اس کو وتر میں کیونکہ صیغہ امر کا واسطے وجوب کے ہے آور ایک طریقہ اس کے وجوب کا اور طرح ثابت ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا اُنھوں نے لَا وِتْرَ إِلَّا بِقُنُوْتٍ یعنی نہیں وتر ہے مگر ساتھ قنوت کے آور وتر واجب ہے تو قنوت بھی واجب ہے اور مشہور قنوت میں یہ دعا ہے جو روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبدالرحمنؒ سے کہ سکھایا ہم کو ابن مسعودؓ نے پڑھنا قنوت کا اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اور رفع یدین بھی وقت قنوت کے حدیث ابن عباسؓ سے جو اوپر گذری ثابت ہوتا ہے آور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبداللہ سے کہ وہ اُٹھاتے تھے ہاتھ اپنے وقت قنوت کے وتر میں آور اس دعائے قنوت کو روایت کیا ابوداؤد نے مراسیل میں خالد بن ابی عمران سے اور الفاظ اس کے یہ ہیں اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَخْضَعُ لَكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ يَا مَنْ يَّكْفُرُكَ کہا اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ آور کہا احمد بن عمران فقیہ نے حَدَّثَنِي فَرَجٌ مَوْلٰى أَبِي يُوْسُفَ قَالَ رَأَيْتُ مَوْلَايَ أَبَا يُوْسُفَ إِذَا دَخَلَ فِي الْقُنُوْتِ لِلْوِتْرِ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ یعنی جب جاتے امام ابی یوسفؒ قنوت وتر میں اُٹھاتے ہاتھ اپنے دعا میں کہا ابن ابی عمران نے كَانَ فَرَجٌ ثِقَةً تھا فرج ثقہ آور جس کو قنوت یاد نہ ہووے وہ بجائے قنوت کے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہے آور تیسرے مسئلے میں دلیل امام شافعیؒ کی حدیث ابوجعفر رازی کی ہے انسؓ سے کہ ہمیشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے قنوت صبح میں یہانتک کہ مفارقت کی دنیا سے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ وغیرہ نے آور بخاری میں ہے ابوہریرہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے میں قریب تر ہوں ساتھ نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سو تھے ابوہریرہؓ قنوت پڑھتے اخیر رکعت میں نماز صبح سے بعد کہنے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے تو دعا کرتے تھے واسطے مومنوں کے اور لعنت کرتے تھے کافروں کو اور حدیث ابن ابی فدیک کی عبداللہ بن سعید بقری سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے ابوہریرہؓ سے اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ تھے جب سر اُٹھاتے آپ نماز صبح میں رکوع سے ہاتھ اُٹھاتے اور دعا کرتے ساتھ اس دعا کے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي آخر تک اور عبداللہ بن سعید مقبری ضعیف ہے نہایت درجے کا کہا ترمذیؒ نے وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَقْبَرِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ یعنی عبداللہ بیٹا سعید مقبری کا ضعیف کیا جاتا ہے حدیث میں کہا شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں وَالْجَوَابُ أَوَّلًا أَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ الَّذِي هُوَ النَّصُّ فِي مَطْلُوْبِهِمْ ضَعِيْفٌ یعنی پہلے جواب یہ ہے کہ حدیث ابن ابی فدیک

کی کہ وہ نص ہے اُن کے مطلب میں ضعیف ہے فَاِنَّہٗ لَا یُحْتَجُّ بِعَبْدِ اللّٰہِ ھٰذَا کیونکہ نہیں حجت پکڑی جاویگی ساتھ اس عبداللہ کے اور ماقبل کی
حدیثیں منسوخ ہیں ساتھ اس کے جو روایت کی بزار اور ابن ابی شیبہؒ اور طبرانی اور طحاوی سب نے حدیث شریک قاضی سے اُنھوں نے ابوحمزہ
قصاب سے اُنھوں نے ابراہیم سے اُنھوں نے علقمہ سے اُنھوں نے عبداللہ سے کہا کہ نہیں قنوت پڑھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح میں مگر
ایک مہینے بھر ترک کیا اُسکو نہ پڑھا اُسکو قبل اُس کے اور نہ بعد اُس کے آور ضعیف کیا اسکو ساتھ ابوحمزہ قصاب کے ترک کیا اس کو احمد حنبلؒ نے اور ابن ابو حمزہ قصاب
معین نے اور ضعیف کیا اسکو عمرو بن علی فلاس اور ابو حاتم نے آور حاصل اُنکی تضعیف کا یہ ہے کہ وہ کثیر الوہم تھا تو اب یہ حدیث رافع اُس حدیث
قوی کی جو ابوہریرہؓ سے مروی ہے نہوگی آور جواب اُس کا یہ ہے کہ اسیطرح اُبوجعفر میں کلام ہے کہا آبن المدینی نے خلط کرتا تھا حدیث میں اور کہا ابن ابو جعفر
معین نے خطا کرتا تھا آور کہا احمد نے قوی نہیں آور کہا ابوزرعہ نے کَانَ یَھِمُ کَثِیْرًا یعنی وہم کرتا تھا بہت آور کہا ابن حبان نے کہ وہ منفرد ہوتا تھا ساتھ ذکر
حدیثوں کے علمائے مشہورین سے آور مقوی ہے قصاب کی حدیث کو وہ جو روایت کی قیس بن ربیع نے عاصم بن سلیمان سے کہا کہ کہا ہم نے واسطے
انسؓ کے کہ کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے قنوت فجر میں سو کہا انسؓ نے کہ جھوٹ بولے وہ نہیں پڑھی قنوت
حضرتؐ نے مگر ایک مہینے کہ بددعا کرتے تھے ایک قبیلے پر قبیلوں مشرکین سے تو یہ حدیث خود مخالف ہی حدیث انسؓ کے آور قیسؒ بن ربیع راوی اس حدیث قیس بن ربیع
میں اگرچہ ضعیف ہے ضعیف کیا اسکو یحییٰ بن معین نے لیکن توثیق کی اُسکی اور لوگوں نے اور بہرحال ابوجعفر سے کم نہیں بلکہ اُس کے برابر ہے یا اُس سے
زیادہ ہے اعتبار میں کیونکہ ضعیف کرنیوالے قیس کے کم ہیں ضعیف کرنیوالوں ابوجعفر سے اور ضعیف کیا یحییٰ بن معین نے بسبب اُس کے جو کہا احمد بن
سعید ابی مریم نے پوچھا میں نے یحییٰ سے قیس بن ربیع کو سو کہا کہ ضعیف ہے نہیں لکھی جاویگی حدیث اُسکی کیونکہ وہ حدیث بیان کرتا ہے عبیدہ سے
اور وہ منصور سے ہوتی ہے اور یہ ضعف موجب رد حدیث کو نہیں اسواسطے کہ غایت اُسکی غلطی ہے اُسکی ذکر عبیدہ میں بدل منصور کے لیکن ضعیف کیا اُسکو
اور لوگوں نے سوائے یحییٰ کے بھی کہا نسائی نے متروک ہے آور کہا دارقطنیؒ نے ضعیف ہے آور مروی ہے احمدؒ سے کہ وہ کثیر الخطا تھا آور روایت کیں اُس نے
حدیثیں منکر آور تھے وکیع اور ابن المدینی ضعیف کرتے تھے اُس کو آور کلام کیا اُسمیں امام المحدثین یحییٰ بن سعید القطان نے لیکن تھے شعبہ کہ ثنا کرتے تھے
قیس پر اور تشنیع کی اُنھوں نے یحییٰ بن سعید پر بسبب تضعیف اُنکی کے قیس کو کہا ابوقتیبہ نے کہا واسطے میرے شعبہ نے لازم پکڑ قیس بن ربیع کو اور کہا
ابن حبان نے دیکھیں میں نے حدیثیں قیس کی روایات قدما اور متاخرین سے اور تلاش کی میں نے اُن کی تو دیکھا میں نے اُسکو سچا امانتدار جب جوان
تھا اور جب زیادہ ہوا سن اُس کا تو بگڑ گیا حفظ اُس کا اور اکثر روایتیں اُسکی مستقیم ہیں آور کہا ابوحاتم نے محل اُس کا صدق ہے اور قوی نہیں آور کہا
شمس الدین وہبیؒ نے قول معتبر قول شعبہ کا ہے اور نہیں حرج ہے ساتھ اُس کے تو کم نہ ہو گا ابوجعفر رازی سے اور مؤید ہے اُسکی وہ جو روایت کیا اُسکو
اُس سے خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں قنوت پڑھتے تھے مگر جبکہ بددعا کرتے کسی قوم کو آور سند اُسکی صحیح
ہے آور ضعیف کیا ابن الجوزی نے اس حدیث انسؓ کو کہ پڑھتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قنوت نماز صبح میں یہاں تک کہ انتقال کیا اور تشنیع
کی اس پر اور کہا کہ یہ اُن حدیثوں میں سے ہے جن سے ہماری کتابوں کی محافظت چاہیئے بسبب اس بات کے کہ وہ جانتا تھا کہ یہ حدیث باطل ہے اور
بعض روایات اُسکی مشہور بالوضع ہوئی ہیں آور فرمایا حضرتؐ نے جو حدیث بیان کرے ہم سے ایسی حدیث جو جانتا ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ بھی کاذبین
میں سے ہے آور ایک حدیث صحیح روایت کی امام ابوحنیفہؒ صاحب نے حماد بن ابی سلمان سے اُنھوں نے ابراہیم سے اُنھوں نے علقمہ سے اُنھوں نے عبداللہ
بن مسعودؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں قنوت پڑھی فجر میں کبھی مگر ایک مہینہ اور نہ دیکھا قبل اُس کے اور نہ بعد اُس کے آور اُس مہینے
میں قنوت پڑھی واسطے بددعا کے ایک قوم پر مشرکین سے آور اس اسناد میں کسی طرح کا غبار نہیں اور اسی واسطے خود انسؓ نے صبح میں قنوت نہیں
پڑھی جیسا کہ روایت کی طبرانی نے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ ثَنَا غَالِبُ بْنُ فَرْقَدٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ
مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ شَھْرَیْنِ فَلَمْ یَقْنُتْ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ یعنی کہا غالب بن فرقد نے تھا میں ساتھ انسؓ کے دو مہینے سو نہ قنوت پڑھی اُنھوں نے

نماز فجر میں آور کبھی قنوت بمعنی طول قیام کے بھی آتا ہے آور جائز ہے کہ یہ غلطی ابو جعفرؓ سے واقع ہوئی ہو کہ انسؓ نے کہا ہو اس قنوت کو اور وہ سمجھا ہو دعا کے قنوت کو ایسا ہی کہا بعض محدثین نے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ یعنی افضل صلوٰۃ وہ ہے جس میں طول ہو قیام کا تو ثابت ہو گیا نسخ قنوت کا اور روایت کی ابن حبانؒ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں قنوت کرتے نماز صبح میں مگر یہ کہ دعا کریں واسطے کسی قوم کے یا بد دعا کریں کسی قوم کو آور اس قنوت سے مراد طول قیام ہے کیونکہ قنوت بمعنی دعا کے کسطرح ثابت ہوگا آور روایت صحیح ہوئی ابو مالک سعد بن طارق اشجعی سے اُنھوں نے اپنے باپ[1] کہا نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے ابو بکرؓ کے سو نہ قنوت پڑھی آور پیچھے عمر رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے عثمان رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے علی رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی پھر کہا کہ اے بیٹے میرے یہ بدعت ہے روایت کیا اسکو نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور ترمذیؒ نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے آور ابن ماجہ میں ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے باپ میرے نماز پڑھی تو نے پیچھے حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے اور پیچھے حضرت علیؓ کے کوفے میں پانچ برس تک کیا قنوت پڑھتے تھے فجر میں کہا کہ اے بیٹے میرے یہ محدث یعنی بدعت ہے آور اخراج کیا مانند اس کے ابن ابی شیبہؒ نے اور اس سے باطل ہو گیا قول حازمی کا کہ قنوت فجر میں منقول ہے خلفائے اربعہ سے اور اسی پر جمہور ہیں آور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے کہ وہ نہیں قنوت پڑھتے تھے فجر میں آور روایت کی حضرت علیؓ سے کہ جب قنوت پڑھی اُنھوں نے نماز صبح میں انکار کیا لوگوں نے اُن پر سو کہا اُنھوں نے مدد مانگی ہم نے اپنے دشمن پر آور انکار کرنے والے لوگ صحابہؓ اور تابعینؒ تھے اور بھی روایت کی ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ اور ابن الزبیرؓ سے کہ وہ نہیں پڑھتے تھے قنوت فجر میں آور روایت کی ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے قنوت فجر میں نہیں دیکھا میں نے اور نہیں جانا میں نے آور کتاب غایت میں ہے کہ پوچھے گئے ابن عمرؓ قنوت فجر سے کہا کہ نہیں قسم اللہ کی نہیں پہچانتے ہیں ہم اُسکو آور سعید بن جبیرؓ نے کہا گواہی دیتا ہوں میں کہ سُنا میں نے ابن عباسؓ سے کہتے تھے قنوت نماز فجر میں بدعت ہے ذکر کیا اس کو ابن مندہ نے آور وہ جو نقل کی حازمی نے کہ ابن عمرؓ بھول گئے اور قنوت پڑھی اُنھوں نے ساتھ اپنے باپ کے نماز فجر میں سو یہ غلط ہے کیونکہ اوپر گذرا کہ حضرت عمرؓ نے نہیں قنوت پڑھی فجر میں اور اسناد اسکی نہایت صحیح ہے آور دوسرے یہ کہ کہا محمد ابن الحسن نے ثنا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّہٗ صَحِبَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سِنِیْنَ فِی السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فَلَمْ یَرَہٗ قَانِتًا فِی الْفَجْرِ یعنی اسود صحبت میں رہے عمر بن الخطابؓ کی برسوں سفر اور حضر میں اور قنوت نہ پڑھتے دیکھا اُنھوں نے حضرت عمرؓ کو نماز فجر میں آور اس سند پر کسی طرح کا غبار نہیں اور نسبت ابن عمرؓ کی طرف نسیان کے اس امر میں نہایت بعید ہے کیونکہ نسیان اُس امر میں ہوتا ہے جو کبھی کبھی وقوع میں آتا ہے اور یہ ہر نماز صبح میں تھا تو کیونکر نسیان انکا قبول کیا جاویگا باوجود اس کے کہ خود انکا قول ہے مَا شَھِدْتُ وَمَا عَلِمْتُ یعنی نہیں دیکھا میں نے اور نہیں جانا میں نے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور پڑھے وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۃ یعنی تیسری رکعت میں بھی سورۃ پڑھے ف اور دلیل اسکی یہ ہے کہ حضرتؐ نے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھا اور دوسری میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ روایت کیا اسکو امام ابو حنیفہؒ اور ابو داوٗد اور ابن ابی شیبہ اور بہت محدثینؒ نے اور بیان اس کا اوپر تفصیل سے گذرا ص اگر شافعیؒ مذہب کے پیچھے حنفی نماز پڑھتا ہے اور وتر میں اُس نے قنوت نہ پڑھی حنفی بھی نہ پڑھے اور صبح میں اُسکی تابعداری نہ کرے بلکہ چپکا کھڑا رہے[2] ف اور جاننا چاہیئے کہ وتر حنفی کا پیچھے شافعیؒ کے بعض لوگوں کے نزدیک درست ہے[3] آور بعضوں کے نزدیک درست نہیں کیونکہ وتر شافعیؒ کے نزدیک سُنت ہے اور ہمارے نزدیک واجب اور اقتدا واجب پڑھنے والے کی پیچھے نفل پڑھنے والے کے درست نہیں واللہ اعلم

فصل نوافل کے بیان میں

ص قبل فجر اور بعد ظہر اور عشاء اور مغرب کے دو دو رکعتیں پڑھنا سُنت ہے[1] اور قبل ظہر اور جمعے کے اور بعد جمعے کے چار رکعتیں ایک سلام سے اور چار قبل عصر اور عشاء

[1] یعنی نماز فجر کی ۱۲ [2] اصل عبارت شرح وقایہ کی یہ ہے ویتبع القانت بعد رکوع الوتر لا القانت فی الفجر بل یسکت ترجمہ صحیح اس کا یہ ہے اور تابعداری کرے مقتدی حنفی قنوت پڑھنے والے بعد رکوع کی وتر میں اور تابعداری نکرے قنوت پڑھنے والے کی فجر میں بلکہ چپکا کھڑا رہے یعنی جو حنفی شافعی امام کی نماز وتر میں اقتدا کرے اور وہ قنوت بعد رکوع کے موافق اپنے مذہب کے پڑھے تو یہ مقتدی حنفی بھی اُس کی تابعداری کرے اور بعد رکوع کے قنوت پڑھے اور جو نماز فجر میں شافعیؒ قنوت پڑھے تو اُسکی حنفی تابعداری نہ کرے اور قنوت نہ پڑھے بلکہ چپکا کھڑا رہے در مختار میں ہے ویاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتہد م

اور بعد عشا کے مستحب ہے ف اور اصل اس باب میں قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ جو شخص مداومت کرے اوپر بارہ رکعتوں کے سُنّت سے بنائے اللہ ایک گھر اُس کے لئے جنّت میں چار رکعتیں قبل ظہر کے اور دو رکعتیں بعد اس کے اور دو رکعتیں بعد مغرب کے اور دو بعد عشا کے اور دو قبل فجر کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے مغیرہ بن زیادؒ سے اُنھوں نے عطار سے اُنھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث غریب ہے اس وجہ سے اور مغیرہ بن زیاد کلام کیا ہے اس میں بعض اہل علم نے اس کے حفظ کے سبب سے انتہی لیکن اس حدیث کا ایک شاہد ہے روایت کیا اسکو جماعت نے سوا بخاریؒ کے اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیان سے کہ اُنھوں نے سُنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے نہیں ہے کوئی بندہ مسلمان کہ پڑھے واسطے اللہ کے ہر روز بارہ رکعتیں نفل مگر بنا دیگا اللہ واسطے اُسکے گھر جنّت میں آ زیادہ کیا ترمذیؒ اور نسائیؒ نے کہ چار رکعتیں قبل ظہر کے اور دو بعد اس کے اور دو بعد مغرب کے اور دو بعد عشار کے اور دو قبل نماز صبح کے آور ایک روایت میں نسائی کی ہے کہ دو رکعتیں قبل عصر کے بدل دو رکعتوں کے بعد عشار کے باقی رہیں چار قبل عصر کے اور چار قبل جمعہ اور چار بعد جمعہ اور چار قبل عشار اور چار بعد عشار تو اب جاننا چاہیئے کہ چار قبل عصر کے مستحب ہیں روایت کی ابو داؤدؒ اور احمدؒ اور ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے دونوں نے اپنی صحیح میں آور ترمذیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رحم کرے اللہ اُس مرد پر جس نے پڑھیں چار رکعتیں قبل عصر کے کہا ترمذیؒ نے حسن غریب ہے آور بعضوں نے کہا ہے کہ دو قبل عصر کے پڑھے آور دلیل اُنکی اوپر گذری آور روایت کی ابو داؤد نے عاصم بن ضمرہ سے اُس نے حضرت علیؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے قبل عصر کے دو رکعتیں اور روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور احمدؒ نے اور کہا چار بدلے دو کے آور لیکن چار رکعتیں قبل جمعے کے تو ثابت ہیں چار رکعتوں قبل ظہر سے اور چار رکعتیں بعد جمعے کے تو اسواسطے کہ روایت کی ابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا حضرتؐ نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے جمعے کی تو پڑھے بعد اُس کے چار رکعتیں روایت کیا اُسکو مسلمؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے آور اکثر روایتوں میں آیا ہے کہ دو رکعتیں بعد جمعے کے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے سنن میں اور لیکن چار بعد عشار کے اور چار قبل عشار کے سو روایت کی ابو داؤدؒ نے شریح بن ہانی سے کہا کہ پوچھا میں نے حضرت عائشہؓ سے نماز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سو کہا نہیں پڑھی آپنے عشا اور آئے میرے پاس مگر پڑھیں چار رکعتیں یا چھ رکعتیں آخر حدیث تک آور روایت کی سعید بن منصور نے براء بن عازبؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے جو شخص پڑھے قبل عشا کے چار رکعتیں گویا کہ اُس نے تہجد پڑھی رات میں اور جس نے پڑھا چار رکعتوں کو بعد عشار کے گویا کہ پڑھیں اُس نے چار رکعتیں شب قدر میں آور بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ دو بعد عشار کے پڑھے آور دلیل اُنکی اوپر گذری آور کہا حضرت عائشہؓ نے کہ نہیں چھوڑتے تھے آپ چار قبل ظہر کی اور دو قبل صبح کی آور فجر کی سُنتوں کی بڑی تاکید ہے فرمایا حضرتؐ نے دو رکعتیں قبل فجر کی بہتر ہیں ساری دنیا سے روایت کیا اسکو نسائیؒ نے اور چار رکعتیں قبل ظہر کے اُسمیں ایک ہی سلام ہے یعنی دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرے بلکہ جب چاروں پڑھ لے آور امام شافعیؒ کے نزدیک دو دو کر کے پڑھے اور تمسک کیا ہے ہم نے اُس سے جو روایت کی ابو داؤدؒ نے اور ترمذیؒ نے شمائل میں ابو ایوب انصاریؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ چار قبل ظہر کے نہیں ہے ان میں سلام کھولے جاتے ہیں اُنکے واسطے دروازے آسمان کے آور ضعیف ہے یہ حدیث بسبب ابو عبیدہ ابن معتب ضبی کے آور ایک لفظ میں ترمذیؒ کے شمائل میں یہ ہے کہا میں نے اے رسول اللہؐ کیا اُن میں سلام فاصل ہے کہا کہ نہیں آور اس کا ایک دوسرا طریقہ ہے جو روایت کیا اسکو امام محمد بن الحسن نے مؤطا میں حَدَّثَنَا بُكَيْرُ بْنُ عَامِرٍ الْبَجَلِيُّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فَسَاَلَهٗ اَبُوْ اَيُّوْبَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِيْ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ فَقُلْتُ اَفِيْ كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَيُفْصَلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ قَالَ لَا یعنی تھے حضرتؐ پڑھتے چار رکعتیں قبل ظہر وقت زوال آفتاب کے تو سوال کیا اُن سے ابو ایوبؓ نے اس سے پھر فرمایا حضرتؐ نے کہ کھولے جاتے ہیں اس ساعت میں دروازے آسمان کے سو چاہتا ہوں میں کہ چڑھے اس ساعت میں میری کوئی نیکی کہا میں نے کیا سب رکعتوں میں قرأت ہے فرمایا کہ ہاں کہا میں نے کیا فصل کیا جاوے اُن چاروں میں ساتھ سلام کے فرمایا کہ نہیں یعنی چار رکعت کے بیچ سلام نہ پھیرے ص اور دن میں چار رکعت سے نفل زیادہ پڑھنا ایک سلام سے مکروہ ہیں آور رات کو آٹھ رکعت سے زیادہ آور چار رکعتیں دن رات میں ایک سلام سے پڑھنا افضل ہیں ف اور صاحبینؒ کے نزدیک رات میں ہر دو رکعت میں ایک سلام چاہیئے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ

۱؎ مغیرہ بن زیاد

۲؎ ابوعبیدہ بن معتب ضبی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ کیا اس پر اور اگر کراہت نہ ہوتی تو زیادہ کرتے واسطے تعلیم جواز کے اور افضل رات میں نزدیک صاحبینؒ کے دو دو ہیں اور دن میں چار چار اور امام شافعیؒ کے نزدیک رات دن میں دو دو پڑھنا افضل ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چار چار پڑھنا رات دن میں افضل ہیں امام شافعیؒ کی دلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے صَلوٰۃُ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ مَثْنیٰ مَثْنیٰ یعنی نمازیں دن رات کی دو دو ہیں روایت کیا اس کو اصحاب سنن اربعہ نے ابن عمرؓ سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اعتبار تراویح پر ہے اور اس حدیث کی اسناد میں شعبہ ہے کہا ترمذیؒ نے اختلاف کیا اصحاب شعبہ نے اسمیں تو بعضوں نے اسکو رفع کیا اور بعضوں نے وقف کیا اور روایت کیا اسکو ثقات نے عبداللہ بن عمرؓ سے اور ذکر کیا اسمیں رات کی نماز کو اور نہیں بیان کیا دن کی نماز کو اور ایسا ہی ہے صحیحین میں اور کہا نسائیؒ نے یہ حدیث نزدیک میرے خطا ہے اور وہ جو نسائیؒ نے کہا سنن کبریٰ میں کہ اسناد اس کی جید ہے نہیں معارض ہے اُس کلام کی اسواسطے کہ وجود سند کا نہیں مانع ہے خطا سے دوسری جہت سے کہ عارض ہوئی ہو ثقات کو اور روایت کیا اس کو حاکم نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں پھر کہا کہ رجال اس کے ثقہ ہیں مگر یہ کہ اس میں علت ہے کہ اُسکے ذکر سے کلام طویل ہو گا انتہیٰ اور بر تقدیر تسلیم کے قریب ہم اس کا جواب دیں گے اور خود صاحبینؒ کی دلیل ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے صَلوٰۃُ اللَّیْلِ مَثْنیٰ مَثْنیٰ یعنی نماز رات کی دو دو ہیں اور نہیں ذکر کیا اسمیں دن کی نماز کو اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے جو کہا حضرت عائشہؓ نے نہیں نماز پڑھی رسول اللہ علیہ وسلم نے عشا کی کبھی اور آئے میرے پاس مگر پڑھیں چار رکعتیں اور اس سے معلوم ہوا کہ رات میں چار رکعتیں ایک سلام سے آپ نے پڑھیں اور روایت کی ابو داؤد نے حضرت عائشہؓ سے کہا تھے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے نماز عشار کی جماعت سے پھر جاتے تھے گھر میں اور پڑھتے تھے چار رکعتیں پھر جاتے تھے اپنے فرش پر سونے کو آخر حدیث تک اور صحیح مسلم میں ہے حدیث معاذؓ سے کہ پوچھا اُس نے حضرت عائشہؓ سے کہ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے نماز ضحیٰ کی کہا کہ چار رکعتیں اور زیادہ کرتے تھے جتنا چاہتے تھے اور روایت کی ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی مسند میں حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ ثَنَا طَیِّبُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ قَالَتْ عَمْرَۃُ سَمِعْتُ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ تَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحیٰ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ لَا یَفْصِلُ بَیْنَھُنَّ بِسَلَامٍ یعنی تھے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے چاشت کی چار رکعتیں نہیں کرتے تھے بیچ میں اُنکے سلام اور لیکن اول حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ہی سلام سے چاروں پڑھتے تھے اور ایک دلیل یہ ہے جو مروی ہے صحیحین میں ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے کہ اُنھوں نے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسطرح تھی نماز حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رات میں رمضان کی کہا کہ نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر پڑھتے تھے چار رکعتیں تو نہ پوچھ اُن رکعتوں کے حُسن اور طول سے پھر چار سو نہ پوچھ اُنکے حُسن اور طول سے یعنی بہت اچھی طرح طول سے پڑھتے تھے اور یہ جو جُدا جُدا چار چار کو بیان کیا اس سے مطلوب ثابت ہوتا ہے والا کہتیں آٹھ رکعت سو نہ پوچھ اُنکے حُسن اور طول سے اور اوپر بیان کر چکے ہم سُنت ظہر میں کہ آپنے چار رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھی تھیں اور اُس حدیث سے مراد یہ ہے کہ دو دو رکعت کا ایک ایک شفعہ علیحدہ ہے یا یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد تشہد کے واسطے بیٹھے نہ یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور دلیل اس یہ ہے جو اخراج کیا اُسکو ترمذیؒ اور نسائیؒ نے ابن المبارکؒ سے اُنھوں نے لیث بن سعد سے اُنھوں نے عبداللہ بن سعید سے اُنھوں نے عمران بن ابی سے اُنھوں نے عبداللہ بن نافع سے اُنھوں نے ربیعۃ بن الحارث سے اُنھوں نے فضل بن عباسؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز دو دو رکعتیں ہیں تشہد پڑھا جاتا ہے ہر دو رکعت میں واللہ اعلم **ص** فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر اور نوافل کی سب رکعتوں میں قرات فرض ہے **ف** کیونکہ مروی ہے صحیحین میں ابو قتادہؓ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے ظہر کی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورۃ اور پچھلی دو رکعتوں میں فقط فاتحہ آخر حدیث تک اور اوپر گذر چکا کہ اگر تسبیح پچھلی دو رکعتوں میں کہے یا چپکا رہے تو بھی درست ہے روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریک سے اُنھوں نے ابی اسحٰق سبیعی سے اُنھوں نے علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہ کہا اُنھوں نے قرات کر اول کی دو رکعتوں میں اور تسبیح کہہ پچھلی دو رکعتوں میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت غریب ہے اور روایت کی امام محمدؒ نے موطا میں ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ الْقُرَشِیُّ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ قَیْسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ کَانَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْمَا یُجْھَرُ فِیْہِ وَفِیْمَا یُخَافَتُ فِیْہِ مِنَ الْاُوْلَیَیْنِ وَلَا فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ قَرَأَ فِی الْاُوْلَیَیْنِ

بِفَاتِحَۃٍ وَسُوْرَۃٍ وَلَمْ یَقْرَأْ فِی الْاُخْرَیَیْنِ بِشَیْءٍ یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے تھے پیچھے امام کے نہ فاتحہ اور نہ سورۃ نہ نماز جہری نہ نماز سری میں اور نہ پچھلی دوؔ رکعتوں میں اور جب نماز پڑھتے تھے اکیلے تو پڑھتے تھے اول دوؔ رکعتوں میں فاتحہ اور سورۃ اور نہ پڑھتے تھے کچھ پچھلی دوؔ رکعتوں میں **ص** اور جس نفل کو قصداً شروع کر لیا ہووے تمام کرنا اُس کا لازم ہے اگرچہ طلوع یا غروب آفتاب کے وقت شروع کیا ہووے تو اگر بھولے سے شروع کیا ہووے مثلاً اُسکو معلوم ہوا کہ ظہر میں نے نہیں پڑھی اور اُس نے شروع کی اور بعد اُس کے معلوم ہوا نماز میں کہ پڑھ چکا ہوں اور اُس نے نماز توڑ دی قضا کرنا اُس کا واجب نہیں آور اگر چار رکعت نفل شروع کی پہلے دوگانہ میں توڑ دیا تو ایک دوگانے کی قضا لازم[1] آویگی اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چاروں رکعت کی آور اگر دوؔ رکعتوں کے بعد بیٹھ کے تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہوا اور اُسکو توڑ دیا تو فقط دوسرے دوگانے کی قضا کرے کیونکہ اول دوگانہ تمام ہو چکا اور یہ اس پر مبنی ہے کہ ہر دوگانہ ایک نماز علٰحدہ ہے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صَلٰوۃُ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ مَثْنٰی مَثْنٰی یعنی نماز رات اور دن کی دوؔ دوؔ رکعتیں ہیں یعنی ہر دوؔ رکعت ایک نماز علٰحدہ ہے **ص** اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور دونوں دوگانے یا پہلے دوگانے یا دوسرے میں یا دوسرے دوگانے کی ایک رکعت میں یا اول دوگانے کی ایک رکعت میں یا اول دوگانے میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں قرأت ترک کی دوؔ رکعتوں کی قضا لازم آویگی اور اگر ہر دوگانے کی ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانے میں اور ایک رکعت میں اول کی ترک کی تو چاروں رکعتوں کی قضا لازم آویگی آور پہلی اور چھٹی صورت میں امام ابی یوسفؒ کے نزدیک چار رکعتوں کی قضا لازم آویگی اور ساتویں اور آٹھویں صورت میں امام محمدؒ کے نزدیک دوؔ رکعتوں کی قضا واجب ہوگی آور دوسری اور تیسری اور چوتھی اور پانچویں صورت میں سب کے نزدیک قضا دوؔ رکعتوں کی لازم آویگی تو امام صاحبؒ کے نزدیک چھ صورتوں میں دوؔ رکعتوں کی قضا لازم آویگی اور دوؔ صورتوں میں چار رکعت کی اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک چار صورت میں دو رکعتوں کی اور چار صورت میں چار رکعتوں کی آور امام محمدؒ کے نزدیک سب صورتوں میں دو رکعت لازم آوینگی اور سب آٹھ صورتیں ہیں اور اگر چار رکعت نفل شروع کی اور اول دوگانے کی تشہد میں توڑ ڈالا دوسرے دوگانے کی قضا لازم نہ آویگی آور اگر چار رکعتیں نفل پڑھیں اور بیچ میں اُنکے نہ بیٹھا اول دوگانے کی قضا لازم نہ آویگی آور بیٹھ کے نفل پڑھنا شروع سے اگرچہ کھڑا ہو سکتا ہو درست ہے **ف** کیونکہ روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے عمران بن حصینؓ سے کہا کہ پوچھا میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُس شخص کی نماز سے جو بیٹھا ہو تو فرمایا جو پڑھے کھڑے ہو کے تو وہ افضل ہے اور جو شخص بیٹھ کے پڑھے اُسکو اجر برابر نصف قائم کے ہے آور جو شخص پڑھے لیٹ کے تو اُسکو اجر برابر نصف قاعد کے ہے آور قائم کے معنی کھڑا ہو کے نماز پڑھنے والا آور قاعد کے معنی بیٹھ کے نماز پڑھنے والا کہا امام نوویؒ نے کہ کہا علماء نے کہ یہ نفل میں ہے آور فرض میں بیٹھ کے پڑھنا بے عذر جائز نہیں آو اگر عاجز ہے قیام سے اور بیٹھ کے پڑھے تو اُسکا اجر قائم سے کم نہیں انتہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بیمار ہووے مرد یا مسافر تو ثواب اُس کا مثل صحیح و تندرست اور مقیم کے لکھا جاویگا اخراج کیا اس کا بخاریؒ نے آور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسمیں مخصوص ہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی نفل کی بیٹھ کے اور پوچھا صحابہؓ نے ارشاد فرمایا آپنے کہ ثواب قاعد کا نصف ہے قائم کے فرمایا کہ میں نہیں ہوں مثل تمہارے روایت کیا اسکو مسلم نے ابن عمرؓ سے **ص** اور کھڑے ہو کے شروع کرنا اور پھر بیچ میں بے عذر بیٹھ جانا مکروہ ہے آور نفل باہر شہر کے سواری پر اگرچہ قبلے کی طرف مُنھ نہ ہو اشارے سے درست ہے **ف** اور باہر شہر کی اسمیں قید ہے شہر کے اندر درست نہیں کیونکہ فرمایا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے تھے حمار پر اور وہ متوجہ تھے طرف خیبر کے یعنی مُنھ آپکا خیبر کی جانب تھا اشارے سے آور جب کہ یہ فعل مخالف قیاس ہے تو اپنے مورد میں منحصر ہوگا اور یہ حدیث خود شرح وقایہ میں مذکور ہے روایت کیا اِس کو مسلمؒ اور ابوداودؒ اور نسائیؒ نے اور اُسمیں اشارے کا ذکر نہیں آور غلطی بیان کی دارقطنیؒ اور نسائیؒ نے عمرو بن یحییٰ کی کہ اُس نے عَلٰی حِمَارٍ کا لفظ کہا عَلٰی رَاحِلَتِہٖ ہے یعنی اپنی اونٹنی پر تھے آور روایت کی دارقطنیؒ نے غرائب مالک میں انسؓ سے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور وہ متوجہ تھے طرف خیبر کے حمار پر نماز پڑھتے تھے اشارے سے اور سکوت کیا اس پر آور امام[2] میں شیخ تقی الدینؒ نے نسبت کی اشارے کی طرف صحیحین کے آور زیلعی نے نہیں دیکھا اس کو صحیحین سے آور کہا عبدالحقؒ نے جمع الصحیحین میں کہ متفرد ہوئے بخاریؒ ساتھ ذکر

[1] اس لئے کہ نہیں شروع کیا اُس نے دوسرے دوگانے میں اسی طرح ہے اصل میں ۱۲ [2] امام کتاب کا نسخہ ۱۲

اشارے کے کہا شیخ ابن الہمام نے وَقَدْ رَاَیْنَاہُ فِیْ بَابِ الْوِتْرِ فِی السَّفَرِ فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَؓ یعنی دیکھا میں نے اس حدیث کو صحیح بخاری کے باب الوتر فی السفر میں حدیث ابن عمرؓ سے اور روایت کیا اسکو ابن حبانؒ نے نوع اول میں قسم رابع کی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھتے تھے نوافل راحلے پر ہر طرف اشارے سے اور راحلہ اونٹ کو کہتے ہیں ص تو اگر سواری پر نفل شروع کیا اور پھر اُترا اور تمام کیا جائز ہے اور اگر نیچے شروع کیا اور سواری پر تمام کیا نماز فاسد ہوگی

ص فصل تراویح کے بیان میں

تراویح رمضان میں قبل وتر کے بعد عشاء کے بیس رکعتیں سُنّت ہیں اور ہر چہار رکعت کے بعد جتنی دیر میں کہ اسکو پڑھا ہے بیٹھے اور پانچ ترویحے ہوتے ہیں اور ترویحہ ہر چہار رکعت کو کہتے ہیں اور ہر ترویحے میں دو سلام ہے اور ایک ختم رمضان میں سُنّت ہے اور قوم کی سُستی سے ترک نہیں کرنا چاہیئے اور سوا رمضان کے وتر جماعت کے نہ پڑھیں اور رمضان میں وتر جماعت سے پڑھیں ف جاننا چاہیئے کہ تراویح کے سُنّت ہونے میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سُنّت مؤکدہ ہے اور بعضوں کے نزدیک مستحب ہے اور ہدایہ کے متن میں لفظ یَسْتَحِبُّ کا وارد ہے اور اسی طرح جامع صغیر میں امام محمدؒ کی مذکور ہے لیکن کہا صاحب ہدایہ نے وَالْاَصَحُّ اَنَّھَا سُنَّۃٌ کَذَا رَوَی الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ لِاَنَّہٗ وَاظَبَ عَلَیْہِ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ وَالنَّبِیُّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیَّنَ الْعُذْرَ فِیْ تَرْکِ الْمُوَاظَبَۃِ وَھُوَ خَشْیَۃَ اَنْ تُکْتَبَ عَلَیْنَا یعنی صحیح یہ ہے کہ تراویح سُنّت[۱] ہے ایسی ہی روایت کی حسن نے ابوحنیفہؒ سے کیونکہ مواظبت کی اُس پر خلفاے راشدینؓ نے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا عذر کو ترک مواظبت میں اور وہ خوف اس بات کا کہ فرض ہو جاوے اور کہا امام المحدثین شیخ الفقہاء والاصولیین مولانا کمال الملۃ والدین نے فتح القدیر میں کہ ظاہر منقول یہ ہے کہ شروع[۲] تراویح کا زمانہ حضرت عمرؓ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ مروی ہے عبدالرحمن بن القاری سے کہا کہ نکلا میں ساتھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ایک رات طرف مسجد کے تو ناگاہ لوگ متفرق و منتشر ہیں یعنی جدا جدا نماز پڑھ رہے ہیں کوئی شخص اکیلے پڑھتا ہے اور کوئی شخص دس آدمیوں کے ساتھ اسیطرح سو فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ میں جانتا ہوں کہ اگر جمع کروں میں ان سب کو ایک قاری پر البتہ اچھا ہوتا تو جمع کیا اُن کو اُبی بن کعبؓ پر پھر میں دوسری رات اُنکے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے ساتھ پڑھ رہے تھے تو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ یعنی اچھی ہے یہ بدعت تو روایت کیا اسکو اصحاب سُنن نے اور صحیح کیا اسکو ترمذیؒ نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لازم پکڑو تم اپنے اوپر سُنّت میری اور سُنّت خلفائے راشدین کی بعد میرے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض کیے اللہ نے تم پر روزے رمضان کے اور سُنّت کیا قیام اسکا اور بیان کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر اس کے ترک میں اور وہ عذر یہ تھا کہ آپکو خوف فرض ہو جانے کا تھا جیسا کہ بیان کیا اسکو ہم نے باب الوتر میں حدیث ابن حبان سے اور اوپر یہ حدیث گذر چکی اور صحیحین میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی نماز مسجد میں تو پڑھی اُنکے ساتھ نماز لوگوں نے پھر دوسری رات پڑھی تو بہت ہوئے آدمی پھر سب جمع ہوئے تیسری رات اور آپ نہ نکلے تو کہا آپ نے جب صبح ہوئی کہ میں نے جانا جو تم نے کیا لیکن میں اسواسطے نہ نکلا کہ تم پر فرض نہ ہو جاوے اور یہ رمضان میں تھا زیادہ کیا بخاریؒ نے کتاب الصوم میں سو انتقال کیا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حکم ایسا ہی رہا اور اوپر ہم باب النوافل میں حدیث ابوسلمۃ بن عبدالرحمن سے بیان کر چکے کہ اُنھوں نے پوچھا حضرت عائشہؓ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کو رمضان میں کہا حضرت عائشہؓ نے نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان اور نہ غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر آخر حدیث تک اور جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی نے اور بیہقی نے اُس سے اور بغوی نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے رمضان میں بیس[۳] رکعتیں سوا وتر کے سو ضعیف ہے بسبب ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان جد امام ابوبکر بن ابی شیبہ کے اتفاق کیا گیا ہے اُس کے ضعف پر

[۱] قولہ شروع تراویح کا الخ مراد اس سے التزام تراویح کا بجماعت کثیرہ ایک امام کے ساتھ ہے اور نہ نفس نماز تراویح بجماعت اور فرادی فرادی قبل اُس کے خود فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے جیسا کہ بعد اسکے خود صاحب فتح القدیر نے صحیحین سے بروایت حضرت عائشہؓ نقل کیا ہے اور اسی فعل مذکور کو سیدنا عمر بن الخطابؓ نے نعمت البدعۃ ھذہ فرمایا اور یہاں بدعت بمعنی لغوی ہے اسلئے کہ بدعت شرعی وہ ہے جس کے لئے کوئی سند و اصل صراحۃً و کنایۃً شرع سے نہ ہو اور سنت ہونا تراویح کا فعل و قول و تقریر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کما لا یخفی ۱۲ عبدہٗ [۳] یہ حدیث بظاہر مخالف و معارض احادیث صحیحہ کے ہے م

باوجود اس کے کہ مخالف ہے روایت صحیحہ کے ترجم کہتا ہے کہ ابراہیم بن عثمان واسطی کو ذکر کیا شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہ روایت کی عثمان دارمی نے ابن معین سے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور کہا احمدؒ نے ضعیف ہے اور کہا بخاریؒ نے سکوت کیا اُس سے اور کہا نسائیؒ نے متروک ہے حدیث اُسکی اور مناکیر ابوشیبہ سے ایک وہ ہے جو روایت کی بغوی نے حدیث بیان کی ہم سے منصور بن ابی مزاحم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوشیبہ نے اُس نے حکم سے اُس نے مقسم سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے رمضان میں سوا جماعت کے بیس رکعت اور وتر اور پھر کہا شیخ ابن الہمام نے ہاں بیس رکعتیں حضرت عمرؓ سے ثابت ہوئیں مؤطا میں ہے یزید بن رومان سے کہا کہ تھے لوگ کھڑے ہوتے زمانہ عمر بن الخطابؓ میں ساتھ تیئیس۲۳ رکعتوں کے یعنی تراویح کی بیس رکعتیں اور وتر کی تین اور روایت کی بیہقیؒ نے معرفت میں سائب ابن یزید سے کہا کہ کھڑے ہوتے تھے ہم زمانہ عمرؓ میں ساتھ بیس رکعتوں اور وتر کے کہا نووی نے خلاصہ میں اسناد اسکی صحیح ہے ترجم کہتا ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ اُنھوں نے حکم کیا ایک شخص کو کہ پڑھاوے اُنکے ساتھ بیس رکعتیں اور روایت کی ابوالحسناء سے کہ حضرت علیؓ نے حکم کیا ایک شخص کو کہ پڑھے اُنکے ساتھ بیس رکعتیں اور عبدالعزیز بن رفیع سے کہا کہ تھے اُبی بن کعبؓ نماز پڑھتے ساتھ آدمیوں کے مدینے میں بیچ رمضان کے بیس۲۰ رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں اور ربیع سے اُنھوں نے ابی البختری سے کہ وہ پڑھتے تھے پانچ ترویحے رمضان میں اور وتر پڑھتے تھے تین رکعت اور ابی اسحٰق سے اُنھوں نے حارث سے کہ وہ امامت کرتے لوگوں کی رمضان میں رات کو ساتھ بیس رکعتوں کے اور وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعتوں کے اور قنوت پڑھتے تھے قبل رکوع کے اور عطاء سے کہا اُنھوں نے پایا میں نے لوگوں کو اور وہ پڑھتے تھے تیئیس۲۳ رکعتیں مع وتر کے اور پھر کہا شیخ ابن الہمام نے ایک روایت مؤطا میں گیارہ۱۱ رکعت ہیں اور جمع دونوں روایتوں کا اس طرح ہے کہ پہلے گیارہ رکعت ہوں اور پھر مستقر ہوا امر بیس رکعت پر پس بیشک یہی متوارث ہے اور حاصل ہوا ان سب روایتوں سے کہ قیام رمضان کا سُنت ہے اسمیں گیارہ۱۱ رکعتیں ہیں مع وتر کے جماعت سے کیا اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترک کیا بسبب خوف فرضیت کے اور اگر نہ ہوتا یہ خوف البتہ مواظبت فرماتے آپ اور نہیں شک ہے کہ یہ خوف وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی نہیں رہا لہٰذا تراویح سُنت ہوگی اور بیس رکعتیں سُنت خلفائے راشدین کی ہیں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تم پر لازم ہے سُنت میری اور سُنت خلفائے راشدین کی بلاتا ہے طرف سُنت اُنکی کے اور یہ مستلزم اس بات کو نہیں کہ تراویح کی بیسوں رکعتیں سُنت ہوجاویں اسواسطے کہ سُنت اُس امر کو کہتے ہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواظبت کی ہووے مگر عذرؔ سے اور بر تقدیر نہ ہونے عذر کے مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ۱۱ رکعت پر جسمیں سے تین رکعتیں وتر کی ہوئیں تو اس صورت میں بیس رکعتیں مستحب ہونگی اور آٹھ ان میں سے سُنت جیسے کہ چار رکعت بعد عشا کے مستحب ہیں اور دو سُنت اور ظاہر کلام مشائخ کا یہی ہے کہ سُنت بیس رکعتیں ہیں اور مقتضا دلیل کا وہ ہے جو ہم نے بیان کیا تو اس صورت میں اولیٰ وہ ہے جو قدوری میں ہے لفظ یستحب کا نہ جو ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے انتہیٰ ما قال الشیخ ابن الہمام

فصل نماز خسوف اور استسقاء کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ خسوف چاند کے تاریک ہونے کو کہتے ہیں اور کسوف آفتاب کے تاریک ہونے کو اور بعض ایک کو دوسرے پر اطلاق کرتے ہیں اور ہندی میں اسکو گہن کہتے ہیں ص وقت کسوف کے امام جمعے کا آدمیوں کے ساتھ دو۲ رکعت پڑھے بغیر اذان اور اقامت کے مانند نفل کے اور ہر رکعت میں ایک رکوع کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو۲ رکوع کرے اور قرأت کا اخفا کرے اور طول قرأت کا کرے دونوں رکعتوں میں اور بعد اسکے دعا مانگے یہانتک کہ آفتاب روشن ہوجاوے اور خطبہ نہ پڑھے اور جو امام جمعے کا حاضر نہ ہو اکیلے اکیلے پڑھیں اور نماز خسوف بھی ایسی ہی ہے مگر اسمیں جماعت نہیں ف اور رکوع کے باب میں روائتیں مختلف ہوئیں بعض روایات میں ہر رکعت میں دو رکوع ہیں اور بعض میں تین اور ابن عباسؓ اور علیؓ کی روایت میں چار رکوع ہیں ہر رکعت میں اور ایک روایت میں ابوداؤد کی اُبی بن کعبؓ سے پانچ رکوع ہیں اور کسی روایت میں ایک رکوع ہے مثل اور نمازوں کے اسواسطے کہا علما ہمارے نے کہ جب مختلف ہوئیں روائتیں تمسک کیا ہم نے ساتھ حال اور نمازوں کے اور بھی روایت کی ابوداؤد اور ترمذیؒ نے شمائل میں اور نسائی نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ کسوف ہوا آفتاب کا عہد

لہ قولہ مگر عذر سے الخ اس قول علامہ ابن ہمام سے صاف ظاہر ہے کہ ترک مواظبت بعذر منافی سنت مؤکدہ ہونے کا نہیں اور حال تراویح کا ایسا ہی ہے کہ اُس کے ترک کے لئے آپ نے خوف فرضیت م

م بیان فرمایا جیسا کہ صحیحین میں حضرت اُم المؤمنین عائشہؓ سے مروی ہے پس مواظبت حکمی اور رضا اور تقریر سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت تراویح پر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے مثل اذان کے کہ مواظبت حکمی و تقریری سُنت مؤکدہ ہونا اُس کا ثابت ہے اس لئے کہ احیانا اذان کہنا آپ کا واسطے نماز کے ثابت نہیں سو مدام بیس رکعت و جماعت نماز تراویح پر مواظبت خلفائے راشدین اور صحابہ کرام متحقق ہے اور مواظبت خلفائے راشدین اور صحابہ کرام موجب سُنت مؤکدہ ہونے کی ہے جیسا کہ علمائے اصولیین اور فقہائے محققین نے لکھا ہے لولا ضیق المقام بر طبت الکلام و نقلت اقوالہم ۱۲ عبدہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سو کھڑے ہوئے آپ اور طول کیا قیام کو پھر رکوع کیا سو کسی طرح نہ اُٹھاتے تھے سر اپنا پھر اُٹھایا سو کسی طرح سجدہ نہیں کرتے تھے پھر سجدہ کیا سو کسی طرح سر نہ اُٹھاتے تھے پھر اُٹھایا سر سو کسی طرح سجدہ نہیں کرتے تھے پھر سجدہ کیا تو کسی طرح سر نہیں اُٹھاتے تھے پھر اُٹھایا سر اور کیا ایسا ہی دوسری رکعت میں آخر حدیث تک اور مروی ہے یہ حکم عبدالرحمن بن سمرہؓ سے بھی غرض مختلف ہوئیں اس باب میں روایتیں اور روایت کیا حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو حاکمؒ نے اور کہا صحیح ہے اور نہیں اخراج کیا اس کا بخاریؒ و مسلمؒ نے بوجہ عطاء بن السائب کے اور یہ توثیق ہے اُن سے عطاء کی اور تحقیق کہ اخراج کیا اس سے بخاریؒ نے ساتھ ابو بشر کے اور کہا یحییٰ بن معین نے لا یحتج بحدیثہ یعنی نہیں حجت ہوگی اُسکی حدیث اور فرق کیا امام احمدؒ نے اس شخص میں جس نے پہلے اُن سے سُنا اور جس نے پیچھے اُن سے سُنا یعنی اوّل سُننے کی روایت صحیح ہے اور پھر عطاء کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور سکوت کیا اس سے ابوداؤد نے اور روایت کی ابوداؤد نے اور نسائی نے سمرۃ بن جندبؓ سے ایک رکوع اور طول کیا اسمیں شیخ ابن الہمام نے اور اس کتاب میں بوجہ طول ترک کیا اور دعا بھی بعد نماز کے آفتاب کے صاف ہونے تک لازم ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث مغیرہ میں کہ جب دیکھو تم اُسکو تو ذکر کرو اللہ کا اور دعا کرو اور نماز پڑھو یہانتک کہ روشن ہو جاوے آفتاب اور بعض مشائخ نے کہا کہ آندھی اور تاریکی میں بھی یہ نماز مستحب ہے ابن عباسؓ نے پڑھی نماز واسطے زلزلے کے بصرے میں اور خسوف اور کسوف کی نماز میں جہر چاہیئے صاحبینؒ کے نزدیک اور دلیل اُنکی حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے صحیحین میں کہ جہر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خسوف میں اور بخاریؒ میں ہے کہ جہر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں اور روایت کیا اسکو ترمذی اور ابوداؤد وغیرہما نے اور ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک سر چاہیئے کیونکہ مروی ہے حدیث ابن عباسؓ سے مسند احمد اور ابو یعلیٰ میں کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز کسوف کی اور نہ سُنا میں نے اُن سے ایک حرف قرات سے اور اسناد میں اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور روایت کیا اسکو بیہقی نے معرفت میں دو طریقوں سے اور طریقہ حاکم بن ابان سے جیسا کہ روایت کیا اس کو طبرانی نے پھر کہا اگرچہ ان لوگوں سے حجت نہیں لیکن روایتیں انکی شاہد ہیں ابن عباسؓ کو اور حدیث سمرہؓ میں ہے فَلَا نَسْمَعُ لَہٗ صَوْتًا یعنی ہم نہیں سُنتے تھے آواز قرات کی ص اور جب پانی برسنا بند ہو جاوے تو ہر شخص دعا کرے اور استغفار نہ اسمیں جماعت ہے اور نہ خطبہ اور اگر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیویں تو درست ہے ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یعنی استغفار مانگو اللہ سے کہ وہ بڑا بخشش کرنیوالا ہے اور کہا امام محمدؒ نے نہیں نماز ہے استسقاء میں سوا اس کے نہیں کہ اُسمیں دعا ہے اور پہونچا ہمکو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ نکلے اور دعا کی اور پہونچا ہمکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ چڑھے منبر پر اور دعا مانگی اور طلب پانی کی کی اور نہیں پہونچا ہمکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث میں کہ نماز پڑھی ہو آپ نے مگر ایک حدیث شاذ میں کہ نہیں تمسک کیا جاویگا ساتھ اُس کے اور حق یہ ہے کہ اکثر احادیث میں نماز کا ذکر نہیں لیکن ذکر نماز کا بعض احادیث میں وارد ہے بیان کیا اُن کو شیخ ابن الہمام نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں وکیع سے اُنھوں نے عیسیٰ بن حفص بن عاصم سے اُنھوں نے عطاء بن ابی مروان اسلمی سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ نکلے ہم ساتھ عمر بن الخطابؓ کے واسطے استسقا کے سو نہ کیا کچھ مگر استغفار ص اور مُنھ قبلے کی طرف کریں اور چادر کو نہ اُلٹیں ف بعض احادیث میں چادر کو اُلٹنا اس طرح پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے داہنا کنارہ چادر کا بائیں طرف کیا اور بایاں کنارہ داہنی طرف کیا اور ظاہر چادر کا باطن ہو گیا اور باطن چادر کا ظاہر ہو گیا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور اکثر احادیث میں اس کا ذکر نہیں اسواسطے ہمارے نزدیک یہ نہ کریں کہ شاید معجزے میں داخل ہو ص اور ذمی حاضر نہ ہووے ف ذمی اُس کافر کو کہتے ہیں کہ اسلام میں جس کو امن دی گئی ہو اور اُس پر جزیہ بندھا ہووے تو ذمی اسواسطے حاضر نہ ہو کہ یہ دعا وغیرہ واسطے طلب نزول رحمت کے ہے اور اُس پر لعنت برستی ہے

ص باب فرض پانے کے بیان میں

جس نے کہ نماز فجر یا مغرب تنہا شروع کی اور پھر تکبیر کہی گئی واسطے جماعت کے نماز توڑے اور جماعت سے پڑھے اگرچہ ایک رکعت پڑھ چکا ہووے اس لئے کہ جو دوسری رکعت ملاویگا تو دو رکعت فجر میں اُسکی نماز تمام ہو جاویگی اور مغرب میں اکثر نماز ہو گئی اور اکثر کو حکم کل کا ہے پس فوت ہو جاویگی جماعت یا یہ

دو رکعت نفل بعد غروب کے ہونگی اور وہ مکروہ ہیں آور نماز کے توڑنے میں اگرچہ ابطال عمل ہے اور ابطال عمل ممنوع ہے بحکم خدائے تعالےٰ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ لاکن ابطال بقصد اکمال ابطال نہیں آور جس نے عشا یا عصر یا ظہر میں شروع کیا اور پھر تکبیر ہوئی واسطے جماعت کے توڑ دے اور مل جاوے مگر اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو دوسری رکعت بھی اُسکے ساتھ ملا لیوے تاکہ ایک دوگانہ نفل کا پورا ہو جاوے اور ایک رکعت ضایع نہ ہو جاوے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ یعنی نہ باطل کرو اپنے عملوں کو بعد اس کے سلام پھیر کے جماعت میں ملے اور بغیر دوسری رکعت ملائے نہ توڑے آور اگر ایک رکعت سے کم پڑھی[۱] ہے تو توڑ دیوے اور جماعت میں شریک ہووے اگر چار رکعتی نماز میں تین پڑھ چکا ہے اور تکبیر ہوئی تو نماز کو تمام[۲] کرے بعد اس کے نفل جماعت سے پڑھے مگر عصر میں پھر امام کے ساتھ نہ پڑھے کیونکہ نفل بعد عصر کے مکروہ ہے آور اگر مسجد میں اذان ہو گئی تو مسجد سے نکلنا قبل نماز کے مکروہ ہے مگر اسکو جو دوسری جماعت کا منتظم ہے **ف** کیونکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کہ پائی اذان مسجد میں پھر نکلا بغیر کسی حاجت کے اور وہ پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو وہ منافق ہے آور روایت کی ابو داؤدؒ نے مراسیل میں سعید بن المسیبؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں نکلتا ہے کوئی شخص مسجد سے بعد اذان کے مگر منافق لیکن جس شخص کو کسی حاجت نے نکالا ہووے اور وہ پھر آنے کا ارادہ رکھتا ہے آور مراسیل سعید کے مقبول ہیں بالاتفاق کیونکہ پایا اُن لوگوں نے اُنکے مراسیل کو مسانید آور روایت کی جماعت نے سوا بخاریؒ کے ابو الشعثاء سے کہا کہ تھے ہم ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سو نکلا ایک شخص جب اذان دی مؤذن نے تب کہا ابو ہریرہؓ نے کہ اس شخص نے نافرمانی کی ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم کی آور ابو القاسم حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے آور روایت کیا اسکو ابن راہویہ نے مسند میں اور زیادہ کیا اُسمیں کہ حکم کیا ہمکو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ نکلو مسجد سے بعد اذان کے **ص** اور جو ظہر یا عشا کی نماز پڑھ چکا ہے اُسکو بعد اذان کے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں مگر جب اقامت ہوئی مکروہ ہے کہ قبل نماز کے وہاں سے نکلے[۳] اگرچہ آپ نماز پڑھ چکا ہو مگر یہ کہ دوسری جماعت کا مقیم[۴] ہووے آور فجر عصر مغرب میں اگر نکلجاوے تو جائز ہے بغیر کراہت کے اگرچہ تکبیر ہو چکی ہو کیونکہ اگر جماعت میں شریک ہو جاویگا تو وہ نماز نفل ہو گی اور نفل بعد فجر اور عصر کے مکروہ ہے اور مغرب میں تین رکعتیں ہیں اور تین رکعت نفل مشروع نہیں آور جو شخص ڈرتا ہے کہ اگر سنت فجر کی پڑھونگا تو نماز فرض جماعت سے نہ ملیگی سنت کو ترک کرے آور جو ایک رکعت ملنے کی اُمید ہو تو ترک نہ کرے آور اگر سنت فجر کی بدون فرض کے فوت ہوئی تو قضا نکرے جب تک کہ آفتاب نہ نکلے **ف** کیونکہ فرض تو پڑھ چکا اور فقط نفل[۵] باقی رہا اور نفل بعد فجر کے مکروہ ہے یہاں تک کہ آفتاب نکلے اور دلیل اُسکی گذری **ص** اور بعد آفتاب نکلنے کے بھی شیخینؒ کے نزدیک قضا نہ کرے آور امام محمدؒ کے نزدیک زوال تک قضا کرے اور بعد زوال کے نکرے آور اگر ساتھ فرض کے فوت ہوئی ہو تو اگر قبل زوال کے قضا کرے تو دونوں کی قضا کرے آور بعض مشایخؒ کے نزدیک بعد زوال کے بھی اور بعض کے نزدیک بعد زوال کے فقط فرض کی قضا پڑھے **ف** اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب رات تعریس[۶] میں فجر فوت ہوئی تھی تو آپ نے قضا کیا تھا اُسکو ساتھ سنت کے قبل زوال کے ساتھ اذان اور اقامت کے جماعت سے اور جہر کیا قرات کا یہ حدیث شرح وقایہ میں موجود ہے آور روایت ہے ابو قتادہؓ سے کہا کہ سیر کی ہم نے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک رات یعنی جب تھوڑی رات باقی تھی سو کہا ہم میں سے بعض لوگوں نے کاشکے سوتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سو فرمایا آپنے خوف کرتا ہوں میں کہ سو جاؤ تم نماز سے یعنی نماز فجر سے تب کہا بلالؓ نے جگادونگا میں آپکو اے رسول اللہ سو لیٹ رہے سب لوگ اور بلالؓ نے اپنی اونٹنی پر تکیہ لگایا اور وہ بھی سو گئے پھر جب جاگے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو گیا دیکھا کہ نکل آیا کنارہ آفتاب کا پھر فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کہاں گیا وہ جو تم نے کہا تھا جواب دیا بلالؓ نے کہ کبھی ایسی نیند آج تک مجھ کو نہیں آئی آور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ نے قبض کر لیں روحیں تمہاری اور پھر پھیر دیتا ہے جس وقت چاہتا ہے اے بلالؓ کھڑا ہو اور اذان دے نماز کی اور وضو کیا اور جب بلند ہو گیا آفتاب اور سپید ہوا کھڑے ہوئے آپ اور نماز پڑھی جماعت سے روایت کیا اسکو بخاریؒ مسلمؒ ابو داؤدؒ نسائیؒ ترمذیؒ وغیرہم نے آور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جب جگایا اُن کو آفتاب کی گرمی نے سو کھڑے ہوئے اور چلے پھر اُترے اور وضو کیا اور اذان دی بلالؓ نے پھر پڑھی اُنھوں نے سنت فجر کی بعد اُس کے پڑھی نماز فجر کی اور سوار ہوئے آخر حدیث تک آور روایت کیا اس کو مالکؒ نے

[۱] دونوں صورتوں میں ۱۲ [۲] اس لئے کہ اکثر کو حکم کل کا ہے ۱۲ [۳] بلکہ جماعت میں شریک ہو ۱۲ [۴] یعنی کسی اور مسجد کا امام ہووے کہ اس کے نہ جانے سے وہاں جماعت فوت ہوگی ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ [۵] یعنی دو رکعت سنت فجر کی وقت قبل فرض کے ادا نہ ہوئیں تو اب حکم اُن کا نفل کا ہو گیا ۱۲ عبدہٗ [۶] تعریس کہتے ہیں مسافر کے اُترنے کو اخیر رات میں ۱۲ عبدہٗ

زید بن اسلم سے مرسل آور روایت کی نسائیؒ نے ابن عباسؓ سے آور اس سے ثابت ہوا کہ اور نمازوں کی قضا کرے تو بھی اذان اور اقامت کہے اور جماعت سے پڑھے اور یہ حکم فقط سُنت فجر میں ہے کیونکہ اُس میں تاکید زیادہ ہے سب سُنتوں سے اور باقی سُنتوں میں یہ حکم نہیں ص سُنت ظہر کی جاے خوف ہو جماعت کے جانے کا یا نہ ہو ترک کیجائے گی اور بعد فرض کے قبل دوگانہ سُنت کے پڑھ لیوے اور سوا انکے کوئی سُنت قضا نہیں کیجاوے گی ف کیونکہ سُنتیں عصر اور عشار کی مستحب ہیں اور مغرب کے اوّل میں سُنت ہی نہیں اور مغرب اور عشا کے بعد کی سُنتیں اگرچہ سُنت ہیں لیکن اُن کی تاکید نہیں اور سُنت فجر میں آپ نے ارشاد فرمایا لَا تَدَعُوْهُمَا وَاِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ یعنی پڑھ لو ان دو رکعتوں کو اگرچہ روند ڈالیں تم کو گھوڑے اور نہ چھوڑو انکو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ابوہریرہؓ سے اور اسناد اسکی ضعیف ہے لیکن قابل قبول کے ہے آور صحیحین میں ہے حضرت عائشہؓ سے کہ نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زیادہ نگاہ رکھنے والے کسی نفل کو سُنت فجر سے اور سُنن نسائی میں ہے کہ دو رکعتیں قبل فجر کے بہتر ہیں دنیا سے اور جو اس میں ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنت ظہر میں کہ جو شخص چھوڑے گا چار رکعت کو قبل ظہر کے نہ پہونچے گی اُسکو شفاعت میری اور یہ حدیث ہدایہ میں ہے کہا شیخ ابن الہمام نے وَاَمَّا مَا ذَكَرَهُ مِنْ حَدِيْثِ سُنَّةِ الظُّهْرِ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِهٖ یعنی جو ذکر کیا اس کو مصنف نے سُنت ظہر میں سو اللہ اُسکو جانتا ہے اور یہ حدیث اُنکو نہیں ملی لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑتے تھے چار رکعت کو قبل ظہر کے اور دو رکعتوں کو قبل فجر کے آور ایک روایت میں ہے کہ نہیں چھوڑتے تھے اُسکو کبھی آور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لَا تَتْرُكُوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَاِنَّ فِيْهِمَا الرَّغَائِبَ یعنی نہ ترک کرو دو رکعتوں کو قبل فجر کے کیونکہ اُسمیں بہت عطائیں ہیں اللہ تعالیٰ سے اخراج کیا اُس کا ابو یعلیٰ نے ابن عمرؓ سے آور کہا حضرت عائشہؓ نے کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پڑھتے تھے سُنتوں کو اور کبھی ترک کرتے تھے لیکن نہیں دیکھا میں نے آپکو کہ ترک کی ہوں دو رکعتیں قبل فجر کے سفر اور حضر میں روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط میں قابوس بن ابی ظبیان سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ص جس شخص نے ایک رکعت ظہر کی جماعت سے پائی جماعت اُس نے نہیں پڑھی بلکہ فضیلت جماعت کی پائی تو اگر کسی نے قسم کھائی کہ ظہر کی نماز میں جماعت سے پڑھونگا اور اُس نے ایک رکعت پائی قسم اُسکی جھوٹی ہوئی کیونکہ اُس نے جماعت کو نہیں پایا بلکہ فضیلت جماعت کو پایا آور جو شخص کہ مسجد میں آیا اور جماعت اُسمیں ہو چکی تھی تو اُس نے چاہا کہ فرض کو تنہا ادا کرے تو کرخیؒ وغیرہ کے نزدیک سُنتیں نہ پڑھے آور حسن بن زیاد کے بھی نزدیک فرض سے شروع کرے لیکن اصح یہ ہے کہ سُنتیں پڑھے لیکن جب وقت تنگ ہو تو ترک کرے اور فرض پڑھے کہ فوت نہ ہو جاوے آور جس نے کہ اقتدا کی اور امام رکوع میں ہے اور ٹھہرا یہاں تک کہ امام نے سر اُٹھا لیا تو وہ رکعت اُس کو نہیں ملی اور امام زفرؒ کے نزدیک مل گئی اگر کسی شخص نے قبل امام کے رکوع کیا اور پھر امام رکوع میں گیا درست ہو گیا اور امام زفرؒ کے نزدیک درست نہیں

ص باب قضا نمازوں کے پڑھنے کے بیان میں

اگر کسی شخص کی ایک دن رات کی نمازیں یعنی پانچ نمازیں اور وتر فوت ہوئے تو ترتیب سے پڑھنا فرض ہے آور جب بعض وقتی ہوں اور بعض قضا اُس میں بھی ترتیب فرض ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے پھر بیہقی نے اسمٰعیل بن ابراہیم ترجمانی سے اُنھوں نے سعید بن عبدالرحمٰن جمحی سے اُنھوں نے عبداللہؓ سے اُنھوں نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص بھول جاوے نماز اور نہ یاد کیا اُسکو مگر اُس وقت میں کہ وہ ساتھ امام کے نماز پڑھتا ہے سو تمام کرلے نماز اپنی اور بعد اُس کے اُس قضا نماز کو پڑھے اور جب فارغ ہو اُس نماز سے تو اعادہ کرے اُس نماز کو جو ساتھ امام کے پڑھی تھی آور روایت کیا اسکو مالکؒ نے نافعؒ سے اُنھوں نے عمرؓ سے موقوفاً اور صحیح کیا دارقطنی اور ابو زرعہ نے وقف اُس کا اور اختلاف کیا اُنھوں نے اُس شخص میں جس نے رفع میں خطا کی سو اُن میں سے وہ لوگ ہیں جنھوں نے نسبت کی خطا کی طرف سعید بن عبدالرحمٰن کے اور بعضوں نے طرف ترجمانی کے اور لیکن شک نہیں اس بات میں کہ رفع زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے آور یہ دونوں شخص ثقہ ہیں کہا یحیی بن معین نے ترجمانی میں نہیں حرج ہے ساتھ اُن کے اور ایسا ہی کہا ابو داؤدؒ اور احمدؒ نے اور اسی طرح توثیق کی ابن معین نے سعید کی اور ذکر کی ذہبی نے توثیق

سعید بن عبدالرحمٰن

ترجمانی

اُس کی بہت لوگوں سے میزان الاعتدال میں تو اگر کوئی کہے کہ یہ دونوں برابر مالک کے نہیں اور مالک نے وقف کیا اس کا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کچھ معارضہ نہیں ہے جسمیں برابری توثیق میں دونوں راویوں کی شرط ہو بلکہ زیادت ہے اور زیادت میں برابر ہونا راویوں کا قوت میں شرط نہیں اور حجت نہ پکڑی جاویگی ساتھ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو شخص کہ سوجاوے کسی نماز سے یا بھول جاوے اُسکو تو پڑھ لے اُسکو جب یاد کرے اُسکو کیونکہ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول جو اُس نے نماز بھولے سے پڑھ لی ہے اُسکو پھر اعادہ کرے اور وہ نماز فاسد ہوگئی آور دلیل اول مسئلے کی یہ ہے کہ روایت کی ترمذیؒ اور نسائیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ بہ تحقیق مشرکین نے روک رکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار نمازوں سے دن خندق کے یہانتک کہ کچھ رات بھی گذر گئی تھی سو حکم کیا حضرتؐ نے بلالؓ کو اور اُنھوں نے اذان دی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی اول ظہر کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی عصر کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی مغرب کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی عشار کی کہا ترمذیؒ نے نہیں ہے ساتھ اسناد اُسکی کے کچھ حرج لیکن ابو عبیدہؓ نے اپنے باپ ابن مسعودؓ سے نہیں سُنا یعنی وہ منقطع ہے آور جواب اس کا یہ ہے کہ منقطع در صورت ثقہ ہونے راویوں کے مرسل میں داخل ہے آور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے آور کہا شیخ محی الدین نوویؒ نے خلاصے میں کہ ابو عبیدہ نے نہیں پایا اپنے باپ کو اور یہ قول صحیح نہیں کہا ابو داؤد سلیمان بن اشعث نے تُوُفِّيَ وَلَوْ لِدَ ہٗ اَبِيْ عُبَيْدَۃَ سَبْعُ سِنِيْنَ یعنی وفات کی عبداللہ بن مسعودؓ نے اور ابو عبیدہ سات برس کے تھے نقل کیا یہ شیخ ابن الہمامؒ نے علاوہ اس کے اخراج کیا اس کا نسائیؒ نے خدریؓ سے اور ابن حبان نے صحیح میں آور روایت کی بزارؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے اَنَّہٗ عَلَيْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ شُغِلَ مِنَ الْخَنْدَقِ عَنْ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ حَتّٰی ذَھَبَتْ سَاعَۃٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَذَّنَ فَاَقَامَ فَصَلَّی الْعِشَاءَ قَالَ مَا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰہَ فِيْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ غَيْرُكُمْ اور معنی اس کے وہی ہیں جو اوپر گذرے لیکن اسمیں ہر نماز میں اذان بھی ہے آور اسناد میں اسکی عبدالکریم بن ابی المحارق ضعیف ہے کیا اسکو ائمہ حدیث نے مثل ترمذی وغیرہ کے اور روایت کیا اس مضمون کو صحیحین میں اور ابن حبان نے اور سوا اُنکے بہت لوگوں نے ص اور جس کو یاد ہے کہ اُس نے رات کو وتر نہیں پڑھی فجر کی نماز اُسکی جائز نہ[51] ہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہوگی آور اگر اُسکو معلوم ہوا کہ فرض عشار کے بے وضو اُس نے پڑھے تھے اور سُنت اور وتر کو باوضو امام صاحبؒ کے نزدیک فرض اور سُنت[52] کا اعادہ کرے اور وتر کا اعادہ[53] نہ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے[54] اور ترتیب کو ساقط کر دیتی ہے وقت کی تنگی تو مثلاً عشا اور وتر فوت ہوگئے اور فجر کا وقت اتنا باقی ہے کہ پانچ رکعتیں پڑھ سکتا ہے صبح کی نماز اور وتر پڑھ لیوے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آور اگر ظہر اور عصر فوت ہوئیں اور وقت مغرب کا اتنا باقی ہے کہ سات رکعتیں پڑھ سکتا ہے ظہر اور مغرب پڑھ لیوے آور بھول جانا بھی ترتیب کو ساقط کر دیتا ہے مثلاً ادا پڑھنے کے وقت قضا یاد نہ رہی اور پانچ نمازوں سے زیادہ اگر فوت ہو جاویں تو بھی ترتیب ساقط ہوتی ہے اگرچہ اگلی ہوں یعنی چھ سے زیادہ ہوں یا حادث ہوں یعنی چھ[55] سے کم ہوں یا چھ ہوں اور اگر کسی کی ایک مہینے کی نمازیں قضا ہوئیں اور اُس نے نادم ہو کے وقتی نمازیں پڑھنا شروع کیں پھر اُس نے ایک نماز چھوڑ دی اور اُسکو یاد ہے تو اُس کو وقتی پڑھنا بغیر ادا کرنے اُس کی قضا کے درست ہے اور اسی طرح اگر سارے مہینے کی قضا نمازوں کو پڑھ لیا مگر ایک یا دو فرض باقی ہے تو اس کو ترتیب فرض[56] نہیں کیونکہ ترتیب جب ہے جب پانچ یا کم قضا[57] ہوئی ہوں ہاں جب سب ادا کرلیگا ترتیب آجاویگی آور بعض مشایخ کے نزدیک جب پانچ یا کم باقی رہیں تو پھر ترتیب فرض ہو جاتی ہے آور پہلا مذہب مختار امام سرخسیؒ کا ہے آور صاحب محیطؒ نے کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے آور اگر کسی کی ایک نماز قضا ہو گئی تھی اور اُسکو یاد تھی اور بغیر اُس کے ادا کیے پانچ نمازیں پڑھیں سب فاسد موقوف ہونگی تو اگر ایک نماز اور پڑھ لی سب صحیح ہو جاوینگی آور اگر قضا بعد پانچ نمازوں کے پڑھ لی وہ فرض نمازیں سب نفل ہو جاویں گی نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے اور ان کو پھر پڑھنا پڑیگا آور امام محمدؒ کے نزدیک نفل بھی نہ ہونگی بلکہ سب باطل ہو جاویں گی

ص باب سجدۂ سہو کے بیان میں

اگر ایک رُکن کو دوسرے رُکن پر مقدم کیا یا تاخیر کیا یا ایک کو دو بار کیا یا کسی واجب کو بدل دیا یا بھولے سے چھوڑ دیا جیسے رکوع قبل قرات[58] کے کرلیا یا بیچ کے

[51] یعنی ترتیب سے فوائت کو ادا کرنا ۱۲ [52] اس لئے کہ وتر واجب ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سُنت ہے ۱۲ [53] اسواسطے کہ سُنت تابع فرض کے ہے ۱۲ [54] اس لئے کہ وتر نماز مستقل علیٰحدہ ہے ۱۲ م

۴ امام صاحبؒ کے نزدیک اور ترتیب اگرچہ وتر و فرض عشا میں فرض ہے لیکن اس صورت میں اس نے وتر پڑھی ہے اُس اپنے گمان پر کہ عشا ادا کر چکا ہوں پس ہو گا سہو کرنیوالا اور سہو کرنیوالے سے ترتیب ساقط ہے ۱۲ عبدہ [55] اسواسطے کہ وتر سُنت ہے اُنکے نزدیک ۱۲ [56] یعنی چھ اور چھ سے کم کو حادث کہتے ہیں اگرچہ چھ سے کم میں ترتیب ساقط نہ ہو ۱۲ [57] یعنی اعادہ ترتیب بعد سقوط کے نہ ہوگا ۱۲ عبدالکریم بن ابی المحارق [58] اور یہاں ایک مہینے کی قضا ہے ۱۲ [59] مثال تقدیم رکن ۱۲

تشہد میں بعد تشہد کے پھر بیٹھا رہا اور امام صاحبؒ سے مروی ہے کہ اگر ایک حرف تشہد پر زیادہ کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اتنا زیادہ کیا تو واجب نہ ہوگا مگر جب ایک رکن کے موافق زیادہ ہووے جیسے قیام یا قعود یا دو بار رکوع کرے یا جہری نماز میں آہستہ سے پڑھے اور آہستہ والی میں پکار کے پڑھے یا پہلا قعدہ ترک کرے غرض ترک واجب کا کرے تو ان سب صورتوں میں واجب ہے بعد ایک سلام کے دو سجدے کرے اور پھر تشہد وغیرہ پڑھ کے سلام پھیرے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک قبل سلام کے اور پھر اسمیں اختلاف ہے کہ بعد دونوں سلام کے سجدہ سہو کرے یا بعد ایک سلام کے اور اول کو اختیار کیا صاحب ہدایہؒ نے اور دوسرے کو صاحبؒ کافی نے اور میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ بعد دونوں سلام کے کرے اور یہی مروی ہے احادیث میں اور ایک سلام کی روایت میں نے نہیں پائی دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ مسلمؒ ابو داؤدؒ نسائیؒ ترمذیؒ وغیرہم نے عبداللہ بن بحینہؓ سے اُنھوں نے کہا کہ پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر کی سو کھڑے ہو گئے بعد دو رکعتوں کے اور نہ بیٹھے تو کھڑے ہوئے لوگ بھی ساتھ آپ کے یہاں تک کہ جب تمام کر لی نماز آپ نے اور انتظار کیا لوگوں نے سلام کا تکبیر کہی اور وہ بیٹھے تھے تو سجدے کیے دو سجدے قبل اس کے کہ سلام پھیریں اور سجدہ بعد سلام کے بھی مروی ہے صحاح ستہ میں حدیث ذوالیدین سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں پھر دو رکعتیں پچھلی اور سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور ایک روایت میں مسلمؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی عصر اور سلام پھیر دیا آپ نے بعد تین رکعتوں کے یہاں تک کہ کہا راوی نے کہ پڑھی باقی رکعت پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے اور سلام پھیرا اور لیکن قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لِکُلِّ سَھْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ یعنی ہر سہو کے واسطے دو سجدے ہیں بعد سلام کے تو روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے اسمٰعیل بن عیاشؒ سے حدیث ثوبانؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لِکُلِّ سَھْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ کہا بیہقی نے متفرد ہوا ساتھ اس کے اسمٰعیل بن عیاش اور وہ قوی نہیں اور ہمارے نزدیک یہ ممنوع ہے کیونکہ اسمٰعیل بن عیاش ثقہ ہے توثیق کی اُسکی امام الجرح والتعدیل رکن الدین شیخ یحییٰ بن معین نے اور تضعیف اُسکی ابو اسحٰق فرازی سے مقبول نہیں اور دیکھو کہ ابو زرعہ جو امام ہیں اس فن میں کہا اُنھوں نے نہیں تھا شام میں بعد اوزاعی اور سعید بن عبدالعزیز کے حافظ زیادہ اسمٰعیل بن عیاش سے اور عُبیداللہ بن عبید کلاعی اسکی اسناد میں ثقہ ہے اور کہا ابن معین نے نہیں حرج ہے ساتھ اس کے اور زُہیر بن اسحٰق عیسیٰ ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات میں اور عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر کہا ابو زرعہ اور نسائی نے ثقہ ہے اور کہا ابو حاتم نے صالح الحدیث اور ذکر کیا اس کو ابن حبان نے ثقات میں اور جنھوں نے منکر گنا اس حدیث کو نہیں التفات کیا گیا طرف کلام اُن کے کے علاوہ اس کے کہ سکوت کیا اس سے ابو داؤدؒ نے اور بفرض تسلیم ایک حدیث قولی اور موجود ہے روایت کی ابو داؤد نے عبداللہ بن جعفر سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ شک کرے نماز اپنی میں تو چاہیئے کہ سجدے کرے دو سجدے بعد سلام کے اور فعلی حدیثیں تو بہت ہیں کہ بیان میں اُنکے طول ہوگا بلکہ صحیح بخاریؒ میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد سجدہ سہو کرنے کے جب شک کرے کوئی تم میں سے نماز اپنی میں تو چاہیئے کہ سوچے صواب کو تو اُسی پر عمل کرے اور نماز کو تمام کرے اور سلام پھیرے پھر سجدے کرے دو سجدے اور روایت کی امالی محاملی میں حسین بن اسمٰعیل نے ایک حدیث ابن مسعودؓ سے بسند صحیح کہا اُس نے حَدَّثَنَا السَّرِیُّ ثَنَا مُحَمَّدٌ یَعْنِی بْنَ جَعْفَرٍ ثَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ صَلَّی الظُّھْرَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ قَالَ شُعْبَۃُ وَسَمِعْتُ حَمَّادًا وَسُلَیْمَانَ یُحَدِّثَانِ اَنَّ اِبْرَاھِیْمَ کَانَ لَا یَدْرِیْ ثَلٰثًا صَلّٰی اَوْ خَمْسًا حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد سلام کے دو سجدے کیے اور اسی طرح بہت حدیثیں اس باب میں آئی ہیں عاقل کو ایک اشارہ کافی ہے اور روایت کیا بخاری نے بھی اس حدیث کو اور یہ حدیث اول میں ہے امالی محاملی کے ص مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ لازم نہ آویگا بلکہ امام کے سہو سے اگر سجدہ کرے اور مسبوق بھی امام کے ساتھ سجدہ کرے اور بعد اُس کے باقی نماز پڑھ لیوے اور جو قعدہ اولی کو بھول گئے اور بیٹھنے کی طرف نزدیک ہے بیٹھ جاوے اور سجدہ سہو نہ کرے اور اگر قیام سے نزدیک ہے کھڑا ہو جاوے اور اخیر نماز میں سجدہ کرے اور جو قعدہ اخیرہ بھول کے کھڑا ہو گیا جب تک اُس رکعت کا سجدہ نہیں کیا اگر یاد آوے تو بیٹھ جاوے اور سجدہ سہو کرے اور اگر سجدہ کر لیا تو فرض اُس کے نفل ہو جاویں گے تو اس کے ساتھ چھٹی رکعت

بھی اگر چاہے ملا لیوے ف اور یہ اُسکی مشیت پر اسواسطے موقوف کیا کہ نفل شروع سے اگر قصداً نہ ہوا ہو تو واجب نہیں ہوتا تمام کرنا اُس کا جیسا کہ گذرا اور ملانا ایک رکعت کا اچھا نہیں ہے کیونکہ منع فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت پڑھنے سے اکیلے اخراج کیا اس کا ابن عبد البر نے ابو سعید خدری رضہ سے ص اور اگر قعدۂ اخیرہ کر کے بھولے سے کھڑا ہو جاوے تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے اور بعد سجدے کے (پانچویں رکعت کے) ایک رکعت اور ملا لیوے اور سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے تو چار رکعتیں اُسکی فرض ادا ہو جاوینگی اور دو نفل ہو جاوینگی اور اگر اُنکو توڑ ڈالے گا تو قضا لازم نہ آویگی اور یہ دو رکعتیں سُنت ظہر کے قائم مقام نہ ہونگی اور جو شخص ان دو رکعتوں میں امام کی اقتدا کریگا اُسکو پڑھنا ان دو رکعت کا لازم آویگا اور توڑ دیگا تو (اسلئے کہ قصداً شروع نہیں کیا ۱۲) قضا لازم آویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک چھ رکعتیں اُسکو پڑھنا چاہیئے اور اگر توڑ دے تو قضا لازم نہ آویگی جیسے امام قضا نہیں کرتا اور اگر دو رکعت نفل میں سہو ہوا (اسلئے کہ اس نے قصداً شروع کیا ہے ۱۲) سجدہ کرے اور بعد سجدے کے بغیر سلام کے دوسرا نفل اُس کے ساتھ نہ ملاوے اور اگر ملا لیا تو درست ہو جاویگا اور اگر کسی نماز میں سہو ہوا اور اخیر نماز میں (کہ سجدۂ سہو درمیان نماز کے واقع ہو ۱۲) سجدۂ سہو کی نیت سے سلام پھیر لیا تو اگر اُس نے بعد سلام کے سجدہ نہ کیا تو گویا وہ نماز سے فارغ ہو چکا اور اگر سجدہ کیا تو وہ نماز میں ہے تو اگر اُس نے سلام کیا اور کسی نے اُس کے ساتھ اقتدا کی پھر اُس نے سجدۂ سہو کیا اقتدا اس کی صحیح ہو جاویگی اور اگر نہ کیا تو اقتدا اُس کی باطل ہو جاویگی اور اگر سلام کیا اور قہقہہ کیا اور پھر سجدۂ سہو کیا وضو اُس کا باطل ہو جاویگا اور اگر سجدہ نہ کیا تو باقی رہے گا اور اگر سلام پھیرا اور وہ مسافر تھا اس نے نیت اقامت کی کی پھر سجدۂ سہو کا کیا تو اب چار رکعتیں اُس پر فرض ہو جاوینگی اور اگر سجدہ نہ کیا تو فرض نہ ہونگی اور اگر نماز میں سہو ہوا اور اُس نے تمام کرنے کی نیت سے سلام پھیرا نیت اُسکی باطل ہوگی اور سجدۂ سہو کرنا اُسکو لازم ہوگا اور اگر نماز میں شک ہوا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اگر پہلی مرتبہ شک ہوا ہے اور کبھی نہیں ہوا تھا تو نماز شروع سے پڑھے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم میں سے سو نہ جانے کہ کتنی رکعتیں پڑھیں تو چاہیئے کہ دہراوے نماز کو اور یہ حدیث ہدایہ میں ہے اور مجھکو نہیں ملی کہا شیخ ابن الہمام نے وَهُوَ غَرِيبٌ ص اور اگر اکثر شک ہوتا ہووے سوچے جو ذہن پر غالب ہو اُس پر عمل کرے ف کیونکہ روایت کی ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور بخاریؒ و مسلمؒ اور نسائیؒ نے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم میں سے اپنی نماز میں سو چاہیئے کہ تلاش کرے صواب کو اور بنا کرے اُس پر پھر سجدے کرے دو سجدے اور روایت کی سوا بخاریؒ کے ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور مالکؒ وغیرہم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم میں سے اپنی نماز میں اور نہ جانے کہ تین پڑھیں یا چار پڑھیں تو چاہیئے کہ دفع کرے شک کو اور بنا کرے یقین پر پھر دو سجدے کرے قبل سلام کے تو اگر پڑھ لیگا پانچ رکعتیں شفاعت کریگی اُسکی نماز اور اگر پوری چار پڑھیں تو ذلت ہوگی واسطے شیطان مردود کے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے بھی ص اگر سوچنے میں کچھ معلوم نہووے تو کم کو اختیار کرے اور جسکو اخیر نماز کا خیال کرے اُس جگہ بیٹھ جاوے تو اگر اُس نے شک کیا کہ تین رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھی ہیں اور کچھ اس کے ذہن کو معلوم نہووے تین رکعت کو (احتیاطاً) لیوے لیکن بیٹھ کے پھر چوتھی رکعت پڑھے ف تاکہ قعدۂ اخیرہ ترک نہو جاوے (یعنی قعدہ کرکے ۱۲) اور مروی ہے عبد الرحمن بن عوفؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سہو کرے کوئی تم میں سے نماز میں سو نہ جانے کہ ایک پڑھی یا دو پڑھیں تو بنا کرے ایک پر اور اگر نہ جانے کہ دو پڑھیں یا تین پڑھیں تو بنا کرے دو پر اور اگر نہ جانے کہ تین پڑھیں یا چار پڑھیں تو بنا کرے تین پر اور سجدے کرے دو سجدے قبل سلام کے اخراج کیا اس کا ترمذیؒ نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے بھی۔

ص باب بیمار کی نماز کے بیان میں

اگر کوئی شخص بیماری پہلی کے سبب سے یا کوئی مرض نماز کے اندر حادث ہونے سے کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کے نماز پڑھے اور سجدہ اور رکوع کرے اور اگر سجدے اور رکوع پر بھی قادر نہ ہو بیٹھ کے سر سے اشارہ کرے اور سجدے میں رکوع سے زیادہ جھکے اور کوئی اونچی چیز سجدے کیواسطے نہ رکھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو چت لیٹے اور پیر قبلے کی طرف کرے اور اشارے سے سر کے نماز پڑھے یا کروٹ پر لیٹے مگر منہ قبلے کی طرف کرے اور چت لیٹنا بہتر ہے اور اگر اشارہ بھی متعذر ہو تو نماز کی تاخیر کرے اور آنکھ اور پلک اور دل سے اشارہ نہ کرے ف روایت کی جماعت نے سوا مسلمؒ کے عمران بن حصینؓ سے کہا کہ تھی مجھکو

ف۱ تاکہ چھ رکعت نفل ہو جاویں ۱۲ ف۲ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے ان دو رکعت پر تجربۂ جدیدہ ۱۲ ف۳ اس واسطے کہ دہرانے میں حرج ہے ۱۲ ف۴ اس واسطے کہ شاید یہ قعدہ اخیرہ ہو اور وہ فرض ہے ۱۲

بواسیر اور پوچھا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی نماز کو کہا کہ پڑھ کھڑے ہو کے اور اگر نہ قدرت ہو تو بیٹھ کے اور اگر نہ قدرت ہو تو پہلو پر زیادہ کیا نسائی نے اور اگر نہ قدرت رکھے تو چت لیٹ کے نہیں تکلیف دیتا ہے اللہ کسی کو مگر موافق طاقت اُس کی کے اور نہیں ذکر کیا اشارے کا لیکن جب لیٹ کے پڑھے گا تو بالضرور اشارے ہی سے پڑھے گا اور کوئی اونچی چیز واسطے سجدے کے نہ رکھے کیونکہ ہدایہ میں حدیث ہے اگر قدرت رکھے تو کر سجدہ کرے زمین پر تو سجدہ کر اور نہیں تو اشارہ کر اپنے سر سے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی لیکن روایت کی بزار نے مسند میں اور بیہقی نے معرفت میں جابرؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیادت کی ایک مریض کی سو دیکھا اُسکو کہ سجدہ کرتا ہے تکیے پر سو پھینک دیا آپ نے تب لی اُس مریض نے ایک لکڑی کہ سجدہ کرے اُس پر اور حضرتؐ نے اُسکو بھی پھینک دیا اور کہا کہ اگر قدرت رکھتا ہے تو زمین پر پڑھ اور نہیں تو اشارے سے پڑھ اور کر سجدے کو زیادہ جھکا کے رکوع سے کہا بزار نے نہیں جانتے ہیں ہم کہ کسی نے روایت کیا ہو اس کو ثوریؒ سے مگر ابو بکر حنفی نے اور متابعت کی اس کی عبدالوہاب اور عطار نے ثوری سے انتہیٰ لیکن ابو بکر ثقہ ہے کہا یہ شیخ ابن الہمام نے اور میں کہتا ہوں کہ اس باب میں بہت آثار صحیحہ مروی ہوئے ہیں روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابن عمرؓ سے کہ عیادت کی اُنھوں نے صفوان کی اور پایا اُن کو کہ سجدہ کرتے ہیں تکیے پر سو منع کیا اُن کو اور کہا کہ اشارے سے پڑھ اور روایت کی مسروقؒ سے کہا کہ داخل ہوئے عبداللہ اپنے بھائی پر تو دیکھا اُن کو کہ نماز پڑھتے ہیں لکڑی پر سو چھین لی اُن سے اور دور کیا اُسکو اور کہا کہ اشارہ کر جہاں تک کہ تیرا سر پہونچے اور روایت کی جبلہ بن سحیم سے کہا کہ پوچھا میں نے ابن عمرؓ سے نماز مریض سے اوپر لکڑی کے کہا کہ نہیں حکم کرتا ہوں میں تم کو ساتھ عبادت بتوں کے بلکہ اگر استطاعت رکھو تو پڑھو کھڑے ہو کے ورنہ کروٹ لیکے اور روایت کی عروہؓ سے کہا اُنھوں نے کہ مریض اشارہ کرے اور نہ اُٹھاوے اپنے مُنھ کیطرف کسی چیز کو اور کہا ابن ابی شیبہؒ نے کہ اس باب میں روایت ہے ابو سعیدؓ سے اور گئے طرف اُس کے تابعین سے ابراہیمؒ اور سعید بن المسیبؒ اور حسنؒ اور شریحؒ اور ابن سیرینؒ اور عامرؒ اور عطاءؒ اور طاوسؒ اور مسروقؒ اور روایت کی دارقطنیؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ نماز پڑھے بیمار کھڑا ہو کے تو اگر قدرت نہ رکھے پڑھے چت اور دونوں پیر کرے طرف قبلے کے اور یہ حدیث ضعیف ہے ساتھ حسن بن حسن عزنی کے ص اگر رکوع اور سجدہ نہ کر سکے اور بیٹھ سکتا اور کھڑا ہو سکتا ہے بیٹھ کے اشارے سے پڑھے اور یہ کھڑے ہو کے اشارہ کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص نماز اشارے سے پڑھتا ہے اور وہ شخص نماز کے اندر اچھا ہو گیا نماز پھر سرے سے پڑھے اور جو بیٹھنے والا کہ رکوع اور سجدہ کرتا تھا نماز میں کھڑے ہونے پر قادر ہو گیا باقی نماز کو کھڑے ہو کے پڑھے اور سرے سے نہ لوٹاوے اور جو کشتی جاری ہے اُسمیں بے عذر بیٹھ کے نماز پڑھنا درست ہے اور جو بندھی ہے تو درست نہیں اور اگر کوئی ایک دن رات تمام دیوانہ یا بیہوش رہا واجب ہے کہ نمازوں کو اُس دن کی قضا کرے اور اگر گھڑی بھر بھی اس سے زیادہ بیہوشی رہی یا جنون رہا تو قضا نہ کرے امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر پانچ وقتوں تک یہ حالت رہی تو قضا لازم آویگی اور جو چھ وقت نماز تک یا زیادہ تک رہی تو قضا ساقط ہو گی ف اور کہا صاحب ہدایہؒ نے کہ قیاس یہ ہے کہ جب کسی نماز کا وقت گذر جاوے بیہوشی میں تو وہ نماز اُس سے ساقط ہوتی ہے اور پانچ نمازوں تک قضا کرنا استحسان ہے اور یہی مذہب ہے مالک اور شافعیؒ کا اور دلیل وہ ہے جو روایت کی دارقطنیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تحقیق کہ پوچھا اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُس شخص کو جو بیہوش ہو جاوے اور ترک کرے نماز کو کہا کہ نہیں ہے اُن نمازوں کی قضا مگر اُس نماز کی جس کا وقت باقی ہو اور اُسمیں ہوشیار ہوا ہووے اور یہ حدیث نہایت ضعیف ہے اسناد میں اُسکی حکم بن عبداللہ بن اسعد آملی ہے کہا احمدؒ نے کہ حدیثیں اُسکی موضوع ہیں اور کہا ابن معین نے نہیں ہے ثقہ اور نہیں ہے مامون اور کاذب کہا اُسکو ابو حاتم وغیرہ نے اور کہا بخاریؒ نے ترک کر دی گئی ہے حدیث اُسکی اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی محمد بن حسن نے عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ سُئِلَ فِی الَّذِیْ یُغْمٰی عَلَیْہِ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً قَالَ یَقْضِیْ یعنی کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جو شخص بیہوش ہو جاوے ایک دن رات قضا کرے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے نافع سے کہ بیہوش رہے ابن عمر ایک مہینے سو نہ قضا کی اُسکی جو فوت ہوا اور روایت کی ابراہیم بن حرمی نے آخر کتاب غریب الحدیث کے ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ ثَنَا زَائِدَۃُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ

نافِعٍ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ یَوْمًا وَّ لَیْلَۃً فَاَفَاقَ وَلَمْ یَقْضِ مَا فَاتَہٗ یعنی بیہوش رہا ابن عمرؓ ایکدن اور ایک رات اور نہ قضا کی اُسکی جو فوت ہوا واللّٰہ اعلم

ص باب سجدۂ تلاوت کے بیان میں

سجدۂ تلاوت کا ایک سجدہ ہے سب نماز کی شرطوں سے دو تکبیروں کے بیچ میں بغیر ہاتھ اُٹھانے کے اور تشہد اور سلام کے اور سجدۂ تلاوت میں جو نماز کے سجدے میں پڑھتا ہے پڑھے اور چودہ آیتوں میں سے جو ایک آیت پڑھے سجدہ واجب ہوتا ہے پہلی آیت سورۂ اعراف کے اخیر کی دوسری سورۂ رعد کی تیسری سورۂ نحل کی چوتھی بنی اسرائیل کی پانچویں مریم کی چھٹی پہلی آیت سجدے کی سورۂ حج سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دوسری آیت سجدہ یعنی وارکعوا واسجدوا میں بھی سجدہ کرے ف اور ہمارے نزدیک اسواسطے سجدہ اُس جگہ نہ کرے کہ وہ سجدہ نماز کا ہے ذکر کیا ہے اس کو تفصیل سے شیخ ابن الہمام نے اور امام شافعیؒ جو دلیل لاتے ہیں حدیث عقبہ بن عامرؓ کی کہ کہا میں نے اے رسول اللہؐ کیا فضیلت دی گئی سورۂ حج کی اس سبب سے کہ اسمیں دو سجدے ہیں فرمایا کہ ہاں اور جو ان دونوں سجدوں کو نہ کرے تو اس سورت کو بھی نہ پڑھے کہا ترمذیؒ نے نہیں ہے اسناد اس کی قوی اور یہ اس سبب سے کہ اسناد میں اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے تفضیل دی گئی سورۂ حج کی بسبب دو سجدوں کے کہا ابو داؤدؒ نے یہ حدیث مسند کی گئی ہے اور صحیح نہیں ہے اور اخراج کیا حاکم نے اس حدیث ترمذی کو اور کہا کہ عبداللہ بن لہیعہ اماموں میں ہے لیکن اخیر عمر میں اُسکو اختلاط ہوگیا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر یہ قول مسلم بھی ہووے تو بھی صحت حدیث کی جب ہوگی کہ اس حدیث کے راوی نے قبل حالت اختلاط کے عبداللہ سے سُنا ہو ورنہ حدیث ضعیف بہر صورت ہے اور اس باب میں ایک اور حدیث ہے کہ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابن منین سے اُنھوں نے عمرو بن العاص سے کہا کہ پڑھائے مجھ کو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ سجدے قرآن میں اُنمیں سے تین مفصل میں ہیں اور سورۂ حج میں دو سجدے ہیں اور یہ بھی حدیث ضعیف ہے کہا عبدالحق نے ابن منین نہیں حجت ہے ساتھ اُس کے اور کہا ابن القطان نے وہ مجہول ہے اور نہیں پہچانا جاتا حال اُس کا ص ساتویں فرقان میں آٹھویں نمل میں نویں سورۂ سجدہ میں دسویں ص میں ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک ص میں سجدہ نہیں اور دلیل اُنکی یہ ہے جو روایت کی ابو داؤدؒ نے کہ خطبہ پڑھا ہم پر ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو پڑھی سورۂ ص اور جب آیا سجدہ اُترے اور سجدہ کیا اور کیا ہم نے بھی ساتھ آپ کے اور پھر ایک بار اور آپنے پڑھا ص کو تو جب مستعد ہوئے ہم واسطے سجدے کے اور دیکھا آپنے ہم کو فرمایا کہ یہ توبہ ایک نبی کی ہے اور لیکن میں نے تم کو مستعد سجدے کیلئے جانا اور پھر اُترے آپ اور سجدہ کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ ص کا واجب نہیں اور دوسرے یہ کہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں سجدہ ص کا واجبات سجدوں میں سے اور دیکھا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے ص میں اور فرماتے تھے سجدہ کیا اُس کا داؤد علیہ السلام نے توبہ کی نیت سے اور ہم سجدہ کرتے ہیں واسطے شکر کے اور جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے عدم وجوب ثابت نہیں ہوتا اور ہونا سجدے کا شکر کے لئے منافی وجوب کے نہیں، غایۃ الامر یہ ہے کہ آپنے سبب سجدہ کرنیکا حق داؤد علیہ السلام میں اور ہمارے حق میں جُدا جُدا ارشاد فرمایا جیساکہ عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے اور کہا امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن یعقوب بن الحرب تخریج کرنیوالے مسند ابو حنیفہؒ کے نے اپنی سند سے عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِیَاضٍ نِ الْاَشْعَرِیِّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِیْ ص یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا ص میں اور یہ دلیل ہماری ہے اور روایت کی امام احمدؒ نے بکر بن عبداللہ مزنیؓ سے اُنھوں نے ابو سعیدؓ سے ایک حدیث اور آخر اُس کا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سجدہ کرتے تھے ص میں نقل کیا اسکو شیخ ابن الہمامؒ نے ص گیارھویں حٰمٓ سجدہ میں بارھویں وَالنَّجْمِ میں تیرھویں اِنْشَقَّتْ میں چودھویں اِقْرَاْ میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں مگر ص میں اُن کے نزدیک سجدہ نہیں اور حج میں دو سجدے ہیں اُنکے نزدیک اور حٰمٓ سجدۃ میں شافعیؒ کے نزدیک جب اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ پڑھے تب سجدہ کرے اور ہمارے نزدیک جب وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ پڑھے تب سجدہ کرے اور جاننا چاہیے کہ تقدیم سجدے کی جائز نہیں

ف اس لئے کہ قرآن مجید میں جہاں ذکر سجدے کا رکوع کے ساتھ ہے مراد اُس سے سجدہ نماز کا ہے نہ سجدہ تلاوت کا ۱۲ ف ایسا ہی نزدیک علی رضی اللہ عنہ کے ہے ۱۲ ف جیساکہ نزدیک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہے ۱۲
عبداللہ بن لہیعہ ابن منین

اور تاخیر جائز ہے تو احتیاطاً اس میں ہے کہ وھم لایسأمون پر سجدہ کرے ف کہا ہدایہ میں کہ دلیل ہماری قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اور وہ قول ہمکو نہیں ملا اور کہا شیخ ابن الہمام نے وَاِنَّ ذٰلِکَ قَوْلُ عُمَرَ فَغَرِیْبٌ یعنی یہ قول حضرت عمر رضی اللہ کا غریب ہے لیکن اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ وہ سجدہ کرتے تھے حٰمٓ سجدہ میں نزدیک قول اللہ تعالیٰ لَا یَسْأَمُوْنَ کے اور زیادہ کیا ایک روایت میں کہ اُنھوں نے دیکھا ایک شخص کو کہ سجدہ کرتا ہے نزدیک اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ کے سو کہا آپنے جلدی کی تو نے ص اور اگر کوئی شخص آیت سجدے کی سُنے تو سجدہ کرے اگرچہ قصد اُس کا سُننے کا نہ ہو ف کیونکہ ہدایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ اُس پر ہے جو سُنے آیت سجدہ کو اور جو پڑھے اُسکو اور کہا شیخ ابن الہمام نے وَحَدِیْثُ السَّجْدَۃِ عَلٰی مَنْ سَمِعَھَا دَفْعُہٗ غَرِیْبٌ یعنی یہ حدیث جو صاحب ہدایہ نے بیان کی مرفوع ہونا اُس کا غریب ہے اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن عمرؓ سے کہ سجدہ اُس پر ہے جس نے سُنا اُسکو اور بخاری میں ہے تعلیقاً کہا عثمانؓ نے کہ سجدہ اُس پر ہے جو سُنے اُسکو اور اس جملے کو اخراج کیا عبدالرزاق نے اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ عُثْمَانَ مَرَّ بِقَاصٍّ فَقَرَأَ سَجْدَۃً لِیَسْجُدَ مَعَہٗ عُثْمَانُ فَقَالَ عُثْمَانُ اِنَّمَا السُّجُوْدُ عَلٰی مَنِ اسْتَمَعَ ثُمَّ مَضٰی وَلَمْ یَسْجُدْ یعنی گذرے حضرت عثمانؓ ایک قصہ خوان پر سو پڑھی اُس نے آیت سجدے کی تاکہ سجدہ کریں حضرت عثمانؓ ساتھ اُسکے سو فرمایا حضرت عثمانؓ نے کہ سجدہ اُس پر ہے جو قصداً سُنے پھر چلے گئے اور سجدہ نہ کیا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور اگر امام آیت سجدے کی پڑھے مقتدی بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرے اگر اُس نے نہ سُنا ہووے اور اگر مقتدی نے پڑھی امام اور مقتدی نہ اندر نماز کے اور نہ باہر نماز کے کبھی سجدہ نہ کریں اور جو کوئی نماز میں نہ تھا اُس نے اگر سُنا تو وہ سجدہ کرے اور اگر مصلّی نے آیت سجدے کی اُس سے سُنی جو اُس کے ساتھ نماز میں شریک نہیں سجدہ کرے بعد نماز کے اور جو سجدہ نماز کے اندر کرے تو بعد نماز کے پھر کرے اور نماز کو نہ لوٹاوے اور اگر کسی نے باہر نماز کے امام سے آیت سجدے کی سُنی اور اُس نے اقتدا نہ کی یا اور رکعت میں امام کے ساتھ ملا بعد نماز کے سجدہ کرے اور نماز کے اندر نہ کرے اور اگر اُسی رکعت میں قبل سجدے کے ملا امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر بعد سجدہ کے ملا سجدہ نہ کرے اور جو سجدہ کہ نماز میں واجب ہوا ہے اور محل اُس کا نماز ہے باہر نماز کے اُس کو قضا نہ کریں گے اور اگر کسی نے آیت سجدہ باہر نماز کے پڑھی اور قبل سجدہ کرنے کے نماز پڑھنے میں مشغول ہوا اور نماز میں پھر اُسی آیت کو پڑھا ایک ہی سجدہ اُسکو کافی ہے اور اگر آیت پڑھی اور سجدہ کر لیا اور پھر نماز میں اُسی آیت کو پڑھا تو پھر سجدہ کرے اور اگر ایک مجلس میں آیت سجدہ کو کئی بار پڑھا ایک سجدہ کافی ہے خواہ سب بار پڑھ کے اخیر میں سجدہ کیا یا ایک بار پڑھ کے سجدہ کیا اور پھر پڑھا کیا اور اگر ایک رکعت میں کئی بار پڑھا ایک ہی سجدہ لازم ہے خواہ سب کے بعد ایک ہی سجدہ کرے یا ایک بار پڑھ کے سجدہ کرے اور پھر کئی بار پڑھے اور اگر ایک رکعت میں آیت سجدہ کو پڑھا اور پھر دوسری رکعت میں بھی اُسی آیت کو پڑھا امام ابی یوسفؒ کے نزدیک ایک سجدہ لازم آویگا اور امام محمدؒ کے نزدیک دو سجدے اور اگر آیت سجدہ کو بدل دیا یا مجلس کو تو ایک سجدہ کافی نہ ہوگا مثلاً ایک مجلس میں دو آیتیں سجدے کی پڑھیں یا دو مجلس میں ایک آیت اور جولاہا جو تانا بنتا ہے تو آنے جانے میں مجلس اُسکی بدلجاتی ہے اور درخت پر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلا جاوے تو بھی مجلس بدلجاویگی اور اگر ایک شخص نے ایک مجلس میں کئی بار آیت سجدہ کو پڑھا اور سُننے والے کی مجلسیں بدل گئیں تو سُننے والے پر کئی سجدے واجب ہونگے اور اگر پڑھنے والے کی مجلسیں بدلیں لیکن سُننے والے کی ایک ہی مجلس رہی تو اُس پر ایک سجدہ لازم آویگا اور ایک کام سے دوسرے کام شروع کرنیمیں مجلس بدلجاویگی اور اسیطرح ایک مکان سے دوسرے مکان میں اور کونے گھر اور مسجد کے حکم میں ایک مکان کے ہیں اور ایک درخت کی شاخیں کئی مکان ہیں ظاہر روایت میں اور نوادر کی روایت میں ایک مکان اور اگر بیٹھے سے اُٹھ کھڑا ہو مجلس نہ بدلیگی اور اگر کسی عورت کو طلاق کا اختیار دیا اور وہ بیٹھے سے کھڑی ہو گئی اُس جگہ سے مجلس بدلجاویگی اور اگر کسی نے ساری سورۃ پڑھی اور آیت سجدے کی نہ پڑھی تو مکروہ ہے اور اگر آیت سجدے کو پڑھے اور باقی سورۃ چھوڑ دے تو مکروہ نہیں اور دو آیتیں یا ایک آیت اُسکے ساتھ ملانا مستحب ہے اور آہستہ سے بھی پڑھنا مستحب ہے تاکہ کوئی نہ سُنے اور اُسکو سجدہ لازم نہ آوے اور شاید وہ اُسوقت بے وضو ہووے

ص باب مسافر کی نماز کے بیان میں

جو شخص کہ تین دن اور تین رات کی راہ کا اوسط چال سے ارادہ کرے اور شہر کے گھروں سے نکل جاوے تو وہ مسافر ہے اور اوسط چال خشکی میں اونٹ کی

اور یا پیادہ کی ہے آور دریا میں جب ہوا موافق ہو آور پہاڑ میں جو کچھ کہ پہاڑ کے لائق ہووے ف اور تین دن رات ہمارے نزدیک مدت قصر کی ہے کیونکہ
یہ بھی ایک سفر کی رخصتوں میں سے ہے جیسے مسح موزے کا تین دن تین رات مسافر کے واسطے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسح کرے مقیم ایک
دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات آور یہی حدیث ہماری حجت ہے آور امام شافعیؒ کے نزدیک مدت قصر کی ایک دن اور ایک رات ہے آور
اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے عطار بن ابی رباح سے کہ کہا میں نے ابن عباسؓ سے کیا قصر کروں میں عرفات تک کہا کہ نہیں اور قصر نہ کر مزدلفہ تک کہا کہ
قصر کروں میں طائف تک اور عسفان تک کہا کہ ہاں اور یہ اڑتالیس میل تھا اور اشارہ کیا اُنھوں نے ہاتھ سے آور دوسری روایت میں ہے عمروؓ سے کہ
خبر دی مجھ کو عطار نے ابن عباسؓ سے کہا کہ نہ قصر کر عرفے سے بطن نخلہ تک اور قصر کر طرف عسفان اور طائف اور جدے کے آخر حدیث تک اور دلیل امام شافعیؒ
کی کوئی مجھ کو نہیں ملی آور روایت ہے انسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نکلتے تھے تین میل قصر کرتے تھے آور تفصیل اسکی فتح القدیر میں ہے ص مسافر کے
واسطے اگرچہ سفر سے اُسکو گناہ کا قصد ہو جب تک کہ اپنے شہر میں نہ داخل ہووے یا آدھے مہینے کے رہنے کی نیت نکرے کسی شہر میں یا گانوں میں تب تک اسکے
واسطے رخصت ہے یعنی اجازت ہے کہ چار رکعتی نماز کو قصر کرے پھر اگر نیت کی مسافر نے آدھے مہینے سے کم رہنے کی یا نیت کی مدت اقامت کی یعنی آدھے مہینے کے رہنے
کی دو جگہ میں یا کسی شہر میں داخل ہوا مگر اس ارادے پر کہ وہاں سے کل یا پرسوں چلا جاویگا اور اُس میں اُسکو دیر ہو گئی تو ان صورتوں میں قصر کرے ف اگرچہ
ایک سال یا زیادہ اسیطرح سے گذر جاوے کہ آج جاؤنگا یا کل جاؤنگا اور نیت پندرہ دن کے رہنے کی نہ کرے اور پندرہ دن مدت اقامت کے ہیں آور قیاس کیا
اسکو فقہا نے طہر پر کہ اسکی بھی اقل مدت پندرہ دن ہیں اور یہی ماثور ہے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کیا ان دونوں سے طحاوی نے کہا اُنھوں نے اِذَا قَدِمْتَ
بَلْدَۃً وَّاَنْتَ مُسَافِرٌ وَّفِیْ نَفْسِکَ اَنْ تُقِیْمَ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً فَاَکْمِلِ الصَّلٰوۃَ بِھَا وَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ مَتٰی تَظْعَنُ فَاقْصُرْھَا یعنی جب آئے تو کسی شہر میں اور تو مسافر
ہو اور نیت کرے پندرہ دن اور رات رہنے کی تو پورا کر نماز کو اور اگر نہیں جانتا ہے تو کہ کب جاویگا وہاں سے تو قصر کر نماز کو آور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے
کہ ابن عمرؓ جب اجماع کرتے اوپر اقامت پندرہ دن کے تمام کرتے تھے نماز کو کہا امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں ثنا اَبُوْحَنِیْفَۃَ ثنا مُوْسٰی بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاھِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ
بْنِ عُمَرَ قَالَ اِذَا کُنْتَ مُسَافِرًا فَرَضِیْتَ نَفْسَکَ عَلٰی اِقَامَۃِ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا فَاَتِمَّ الصَّلٰوۃَ وَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ مَتٰی تَظْعَنُ فَاقْصُرْ اور معنی اس کے وہی ہیں جو اوپر گذرے
تمام ہوا مضمون فتح القدیر کا مترجم کہتا ہے کہ اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیب سے کہا کہ جب جمع کرے خاطر کوئی شخص پندرہ دن کی اقامت پر تمام
کرے نماز کو آور سعید بن جبیرؓ سے کہا کہ جب اقامت کرے تو پندرہ دن پر تمام کر نماز کو آور کہا سفیانؒ نے جب ارادہ کرے کوئی شخص کسی مقام پر پندرہ دن رہنے کا
تو نماز کو تمام کرے جب سے کہ ارادہ کرے اور جب نہ جانے کہ کب نکلیگا پڑھے دو رکعتیں اگرچہ گذر جاوے ایک سال اور یہی قول ہے اُنکا یہ عبارت مصنف ابن ابی
شیبہ کی ہے ص اگر لشکر اسلام دار الحرب میں داخل ہووے یا دار الحرب کے قلعے کو گھیر لیوے یا باغیوں کے تئیں دار الاسلام میں شہر کے باہر گھیر لیا تو ان سب صورتوں
میں اگرچہ وہ سب اقامت کی مدت کی نیت کرینگے مگر مقیم ہو جاویں گے اسواسطے کہ وہ مقیم نہیں ہوتے ہیں اقامت کی نیت کرنے سے مگر بنجارے لوگ اپنے خیموں
میں اگر آدھے مہینے کی اقامت کی نیت کرینگے تو وہ مقیم ہو جاوینگے اسواسطے کہ نیت اقامت اُنکی باہر شہر کے درست ہے آور جو بنجارے وغیرہ نہیں اُنکی نیت اقامت
کی جنگل میں صحیح نہیں آور اگر مسافر نے چاروں رکعتیں پوری پڑھیں اور پہلے قعدے میں بیٹھا تو فرض اُس کا تمام ہوا مگر گنہگار ہوا سلام کی تاخیر کرنے کے سبب
سے اور اللہ تعالیٰ کا صدقہ نہ قبول کرنے سے اور دو رکعتیں جو زیادہ اُس نے پڑھی ہیں وہ نفل ہو جاوینگی آور اگر پہلا قعدہ نہیں کیا تو نماز اُسکی باطل ہو جاویگی
کیونکہ مسافر پر پہلا قعدہ فرض ہے آور اگر مقیم نے امامت کی مسافر کی نماز چہار گانی کے وقت میں تو مسافر چار رکعت ادا کرے اور وقت کے بعد مقیم مسافر کی امامت
نہ کرے کیونکہ وقت میں امام مقیم کی تابعداری سے مسافر پر بھی چار رکعت فرض ہو جاتی ہیں اور وقت کے بعد مسافر کا فرض ہرگز نہیں بدلتا ہے اور اگر مسافر
امام ہووے اور مقیم مقتدی تو مسافر قصر کرے اور مقیم پوری کرلے آور مستحب ہے کہ مسافر کہدیوے کہ تم لوگ اپنی نماز پوری پڑھو اور میں تو مسافر ہوں ف ایکبار
حضرت امام ابی یوسفؒ حج کو ہارون رشید بادشاہ کے ساتھ تشریف لیگئے تو نماز پڑھی آپنے ہارون رشید کے ساتھ دو رکعتیں یعنی قصر کیا اور سلام پھر کے یہ کہا

لہ مراد تین دن قصر ایام یعنی چھوٹے دن جاڑوں کے ہیں اور یہ مدت سفر تخمیناً تیس کوس متوسط ہوتے ہیں ۱۲ سے رباعی فرض کو قصر کرے یعنی چار رکعت فرض ظہر اور عصر اور عشاء کو دو رکعت پڑھے ۱۲

کہ تمام کر لو نمازیں اپنی اے اہل مکہ کہ ہم مسافر ہیں تو کہا ایک شخص نے اُنمیں سے کہ میں زیادہ ہوں تم سے فقہ میں اور حاکم زیادہ ہوں تم سے کہا امام صاحب نے کہ اگر تو فقیہ ہوتا نہ کلام کرتا تو نماز میں ایسا ہی ہے معراجیہ میں ص اور اگر ایک شخص نے اپنے وطن اصلی کو چھوڑ کے دوسری جگہ وطن اصلی بنایا تو پہلا وطن اصلی باطل ہو جاویگا اور دونوں وطن کے درمیان میں مدت سفر کی ہووے خواہ نہ ہووے یہاں تک کہ اگر وہ اُس پہلے وطن اصلی میں داخل ہوا تو بغیر اقامت کی نیت کے مقیم نہ ہوگا مگر وطن اصلی سفر کرنے سے نہیں باطل ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر مسافر وطن اصلی میں داخل ہوا تو فی الفور داخل ہوتے ہی مقیم ہو جاویگا اور لیکن وطن اقامت کا یعنی جس مقام میں پندرہ روز رہنے کی نیت کی ہے وہ باطل ہوتا ہے دوسری جگہ کے وطن اقامت سے مثلاً ایک شخص کا وطن اقامت کسی جگہ پر تھا پھر اُس نے دوسری جگہ کو وطن اقامت کیا اگرچہ اُن دونوں کے درمیان مدت سفر کی نہیں ہے تو اس صورت میں پہلی جگہ وطن اقامت نہ رہیگی یہانتک کہ اگر وطن اقامت میں پھر داخل ہوا تو بغیر نیت اقامت کے مقیم نہو گا اور اسی طرح سے اگر وطن اقامت سے سفر کرے یا اپنے وطن اصلی کی طرف جاوے تو وطن اقامت باقی رہیگا اور وطن اصلی اُس کو کہتے ہیں جو اُس کا اصلی مسکن ہووے اور سفر اور حضر دونوں قضا نمازوں کو نہیں بدلتے ہیں تو اگر سفر کی قضا نمازوں کو حضر میں قضا کرے تو قصر کرے اور اگر حضر کی نمازوں کو سفر میں پڑھے تو قصر نہ کرے اور حضر کہتے ہیں اقامت کو۔

ص باب جمعے کی نماز کے بیان میں

جمعے کے فرض ہونے کیواسطے چند اُمور شرط ہیں پہلے شہر میں مقیم ہونا مسافر پر واجب نہیں دوسرے تندرست ہونا بیمار پر جمعہ واجب نہیں تیسرے آزاد ہونا غلام پر واجب نہیں چوتھے مرد ہونا عورت پر واجب نہیں پانچویں بالغ ہونا لڑکے پر واجب نہیں چھٹے عاقل ہونا دیوانے پر واجب نہیں ساتویں آنکھ کا سلامت ہونا اندھے پر واجب نہیں آٹھویں پاؤں کا سلامت ہونا لنگڑے پر واجب نہیں اور اگر وہ شخص جس پر جمعہ واجب نہیں حاضر ہووے اور جمعہ ادا کرے تو درست ہے ظہر کا فرض اُس کا ادا ہو جاویگا اور جمعے کے ادا کے واسطے بھی شرطیں ہیں پہلی یہ کہ شہر ہووے خواہ شہر کا کنارہ ف جاننا چاہیئے کہ جمعہ فرض ہے منکر اس کا کافر ہے ساتھ کتاب اور سُنت اور اجماع کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی جب پکارا جاوے نماز کیواسطے دن جمعے کے تو دوڑو واسطے ذکر خدا تعالیٰ کے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْجُمُعَۃُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَۃٍ اِلَّا اَرْبَعَۃً عَبْدٌ مَّمْلُوْکٌ اَوِامْرَأَۃٌ اَوْصَبِیٌّ اَوْمَرِیْضٌ یعنی جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت سے مگر چار شخص پر غلام اور عورت اور لڑکے اور بیمار پر روایت کیا اسکو ابو داؤد نے طارق بن شہاب سے اور کہا محدثین نے کہ طارق بن شہاب نے فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور روایت نہیں کی اور یہ قول کچھ اس کی صحت کا قادح نہیں کیونکہ صحابی ہونے میں فقط دیکھنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شرط ہے نہ روایت کرنا کیونکہ غایت یہ ہے کہ حدیث مرسل ہوگی اور مرسل خصوصاً جب صحابی کی ہووے تو حجت ہے کہا نووی نے حدیث اوپر شرط شیخین کے ہے اور اخراج کیا بیہقی نے طریق بخاری سے تمیم داری سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ واجب ہے مگر اوپر لڑکے اور غلام اور مسافر کے اور روایت کیا اسکو طبرانی نے حاکم بن عمر سے اور اُسمیں زیادہ کیا عورت اور مریض کو اور مروی ہے ابو الجعد ضمیری سے اور تھی اُنکو صحبت کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے چھوڑے تین جمعے سُستی سے مُہر کریگا اللہ تعالےٰ اُس کے دل پر روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور صحیح کیا اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس نے چھوڑے تین جمعے برابر لکھا جاویگا منافقین سے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم کبیر میں حدیث جابر جعفی سے اور وہ ضعیف ہے لیکن اُس کے واسطے بہت شواہد ہیں تو نہ ضرر کریگی تضعیف جابر کی اور غسل دن جمعے کے سُنت ہے اور گذرا بیان اُس کا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ پوچھے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دن جمعے سے کہا کہ غسل دن جمعے اور عیدین اور دن عرفے کے سُنت ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے محمد بن کعب قرظی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ پر اور پچھلے دن پر تو اُس پر نماز جمعہ ہے دن جمعے کے مگر عورت اور لڑکے اور غلام اور مریض پر اور فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

کہ نہیں جمعہ ہے اور تشریق اور عید فطر اور اضحٰی مگر شہر جامع میں اور مثل اس کے مروی ہے حذیفہؓ سے اخراج کیا اس کا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور صحیح کیا اُسکو ابن حزم نے اور اسناد اُسکی یہ ہے حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَۃَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عُبَیْدَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ انتھٰی اور یہ اسناد صحیح ہے اور جو روایت کیا اُس کو ابن عباسؓ نے کہ اوّل جمعہ جو پڑھا بعد جمعے کے مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا ایک قریے میں یعنی گانوں میں کچھ اس کے مخالف نہیں کیونکہ قریے کا اطلاق عرب کے عرف میں شہر پر ہوتا ہے اور شاہد ہے اس کا کلام اللہ تعالےٰ کا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اور اس جگہ قریتین سے مراد مکہ اور طائف ہے اور نہیں شک ہے اس بات میں کہ مکہ شہر ہے آور ہدایے میں اس حدیث کو رفع کیا ہے لیکن مرفوع نہیں پائی گئی واللہ اعلم ص اور شہر کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شہر وہ جگہ ہے کہ جس جا پر امیر اور قاضی ہووے کہ شرع کا حکم جاری کرے اور حدوں کو قائم کرے آور بعضوں کے نزدیک شہر وہ جگہ ہے کہ جس وقت وہاں کے لوگ جمع ہوویں تو اُس جگہ کی بڑی مسجد میں نہ سماویں اور صاحب وقایہ نے اسی کو اختیار کیا ہے آور شہر کا کنارہ وہ ہے جو مقام شہر کے متصل ہووے اور شہر کے فائدے کے واسطے مقرر ہو مثلاً گھوڑا دوڑانے کے واسطے یا لشکر اُترنے کے واسطے یا مُردہ دفن کرنے کیلئے یا نماز جنازہ پڑھنے کیواسطے یا اسیطرح اور کاموں کیلئے مقرر ہو آور جمعے کا پڑھنا حج کے موسم میں مِنٰا میں خلیفہ کیواسطے اور امیر حجاز کیواسطے درست ہے آور امیر موسم کیواسطے اور عرفات میں درست نہیں دوسری شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اُس کا نائب تیسری شرط یہ ہو کہ ظہر کا وقت ہووے ف یعنی قبل وقت ظہر اور زوال آفتاب کے جمعہ درست نہیں کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مائل ہو جاوے آفتاب تو پڑھ ساتھ آدمیوں کے جمعے کو ایسا ہی ہے ہدایے میں آور یہ حدیث مروی ہوئی ہے مصعب بن عمیرؓ سے کہ جب بھیجا اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو کہا پڑھ جمعے کو جب مائل ہو جاوے آفتاب آور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے جمعے کو جب مائل ہو جاتا تھا آفتاب اور روایت کی مسلم نے سلمہ بن اکوعؓ سے کہ تھے ہم جمعہ پڑھتے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جب زوال ہوتا تھا آفتاب کا آور لیکن روایت کی دارقطنی نے عبداللہ بن سیدان سے کہا کہ میں حاضر ہوا ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمعے میں سو تھا خطبہ اُنکا قبل زوال کے اور ذکر کیا گیا ایسا ہی عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے آور نہیں دیکھا میں نے کسی کو کہ عیب جانا ہو اسکو آور یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ خطبہ قبل زوال کے تھا لیکن یہ کچھ قادح نہیں اسواسطے کہ اتفاق کیا محدثین نے اوپر ضعف عبداللہ بن سیدان کے ص چوتھی شرط یہ ہے کہ نماز کے پہلے خطبہ ہو موافق ایک تسبیح کے وقت ظہر میں ہووے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ذکر طویل یعنی ایک خطبہ دراز پڑھا جاوے آور امام شافعیؒ کے نزدیک دو خطبے ضرور ہیں کہ ہر خطبے میں حمد اور دعا اور حکم تقویٰ کا ہو آور پہلا خطبہ قرأت کے طور پر ہو اور دوسرا دعا کے طور پر پانچویں شرط یہ ہے کہ جماعت ہووے اور جماعت کی حد یہ ہے کہ امام کے سوا تین مرد ہوں آور اگر امام کے سجدہ کرنے کے پہلے مقتدی بھاگ جاویں تو اس صورت میں امام ظہر شروع کرے آور اگر مقتدی چلے جاویں اور تین مرد رہ جاویں یا امام کے سجدہ کرنے کے بعد سب بھاگ جاویں تو ان دونوں صورتوں میں امام جمعہ تمام کرے چھٹی شرط یہ ہے کہ اذن عام ہووے یعنی تمام لوگوں کو مسجد میں جانیکا حکم ہووے آور جو شخص کہ جمعے کے سوا سب نمازوں میں امامت کے لائق ہے وہ جمعے میں بھی امامت کے لائق ہے تو اگر مسافر یا بیمار یا غلام جمعے میں امام ہووے درست ہو جاویگا آور امام زفرؒ کے نزدیک درست نہ ہوگا آور معذور اور قیدی کی ظہر جماعت کے ساتھ دن جمعے کے شہر میں مکروہ ہے آور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک دو جگہ شہر میں جمعہ درست نہیں مگر جب ایسا شہر ہو کہ اُس کے دو جانب ہوں تو دو شہر کا حکم رکھے گا جیسے بغداد آور امام محمدؒ کے نزدیک دو جگہ یا تین جگہ یا زیادہ جمعہ ایک شہر میں جائز ہے برابر ہے کہ شہر کے دو جانب ہوں یا نہ ہوں اور اسی پر فتویٰ ہے آور جس کو عذر نہیں اُسکی بھی نماز الگ ظہر کی شہر میں قبل جمعہ ہو جانے کے مکروہ ہوگی آور جس شخص کو عذر نہیں اُس نے ظہر پڑھی اور جمعے کے واسطے دوڑا جس وقت کہ امام جمعے کا نماز میں مشغول ہووے ظہر اُس کی باطل ہو جاویگی جمعے کی نماز پاوے یا نہ پاوے یہ امام صاحب کا مذہب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ظہر نہ باطل ہوگی مگر جب کہ نماز جمعے کی پالیوے آور جو شخص کہ جمعے کی نماز میں تشہد میں یا سہو کے سجدے میں ملے تو وہ شخص جمعے کی نماز پوری کرے اور ظہر نہ پڑھے اور اُس نے جمعہ پایا ف یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدی امام کے ساتھ دوسری رکعت کے اکثر کو پالیوے جمعے کو اُس پر بنا کرے اور

لہ بسبب ظہور تساہل و تغافل کے اُمور دین میں خصوصاً قائم کرنے حدود میں ۱۲ ٥٢ نام قریہ کا ہے عرب میں ۱۲ ٥٣ جمعے کی ادا کیلئے حضور سلطان کا یا اُس شخص کا جس کو بادشاہ نے واسطے اقامت جمعے کے حکم کیا ہو شرط ہے اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من ترکہا وله امام جائر او عادل الا فلا جمع اللہ شملہ ولا بارک لہ فی امرہ الا ولا صلوٰۃ لہ الحدیث رواہ ابن ماجہ وغیرہ پس آپ نے مقید کیا ادار جمعہ کو بوجود امام جائر و عادل فافہم ۱۲ عبدہ

عبداللہ بن سیدان

اگر دوسری رکعت کا اکثر نہ پاوے اور شامل ہووے تو اُس پر ظہر پڑھنا لازم ہے اور جمعے کو اُس نے نہیں پایا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاقْضُوْا یعنی جو پاؤ تم پڑھو اور جو جاتا رہے تو اُسکو ادا کرلو اور پوری حدیث یوں ہے کہ جب قائم کیجاوے نماز تو نہ آؤ تم دوڑتے ہوئے بلکہ اپنی چال سے اور لازم ہے تم پر اطمینان اور سکون سو جو پاؤ اُس کو پڑھو اور جو فوت ہو جاوے تمام کرو روایت کیا اسکو احمد اور ابن حبان نے اور اُسمیں بجائے فَاقْضُوْا کے اَتِمُّوْا ہے اور بھی اخراج کیا اس حدیث کو بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہم نے ابو ہریرہؓ سے اور ایک روایت میں صحیح ابن حبان کی یہ لفظ بھی واقع ہے یعنی فَاقْضُوْا اور اسی طرح سے بیان کیا اسکو صاحب ہدایہؒ نے کہا مسلم نے خطا کی سفیان بن عیینہ نے اس لفظ میں اور نہیں جانتا ہوں کسی کو کہ روایت کیا ہو اس لفظ کو زہری سے سوا سفیان کے کہا ابو داؤد نے نہیں کہا سوا سفیان کے کسی نے یہ لفظ اور جواب اس کا یہ ہے کہ روایت کی امام احمد نے مسند میں عبد الرزاق سے اُنھوں نے معمر سے اُنھوں نے زہری سے اور اُسمیں فَاقْضُوْا کا لفظ ہے اور روایت کی بخاریؒ نے ادب مفرد میں حدیث لیث سے اُس نے زہری سے اور کہا اقْضُوْا اور سلیمان کی روایت ہے زہری سے مانند اس کے اور بھی کہا بخاریؒ نے حدیث لیث سے ثنا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ وَسَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مانند اس کے اور بھی روایت کی ابو نعیم نے مستخرج میں ابو داؤد طیالسی سے اُنھوں نے ابن ابی ذئبؒ سے اُنھوں نے زہریؒ سے مانند اس کے تو باطل ہو گیا اس صورت میں قول ابو داؤد کا اور تفصیل اسکی فتح القدیر میں ہے ص اور جب پہلی اذان ہووے تب لوگ خرید نا بیچنا چھوڑ دیں ف اور جمعے کیطرف متوجہ ہوں اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ یعنی دوڑو طرف یاد اللہ کے اور چھوڑ دو بیع یعنی بیچنے کو ص اور جب خطبہ پڑھنے کو امام اُٹھے نماز اور بات حرام ہو جاتی ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکلے امام تو نہ نماز ہے نہ کلام اور رفع اُس کا غریب ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ کلام زہری کا ہے روایت کیا اس کو مالک نے موطا میں کہا کہ نکلنا امام کا منع کرتا ہے نماز کو اور کلام اُس کا منع کرتا ہے کلام کو اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں عطار سے کہ عبد اللہ بن عباسؓ اور ابن عمرؓ مکروہ رکھتے تھے نماز اور کلام کو بعد نکلنے امام کے اور کہا ابن ابی شیبہ نے ثنا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِيْ مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ اَدْرَكْتُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانَ الْاِمَامُ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكْنَا الصَّلٰوةَ وَالْكَلَامَ یعنی پایا میں نے عمرؓ اور عثمانؓ کو کہ جب نکلتا تھا امام دن جمعے کے ترک کرتے تھے ہم نماز اور کلام کو اور مروی ہے حضرت علیؓ سے مانند اس کے اور بھی روایت کی عروہؓ سے کہا کہ جب بیٹھے امام ممبر پر تو نہیں ہے نماز اور کہا زہریؒ نے کہ جو شخص آوے دن جمعے کے اور امام خطبہ پڑھتا ہو بیٹھے اور نماز نہ پڑھے اور اخراج کیا علمائے ستہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تو نے کلام کیا اپنے صاحب سے اور امام خطبہ پڑھتا ہے سو لغو کیا تو نے اور جو معارضہ کیا اس کا بعض لوگوں نے کہ آیا ایک شخص اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ پڑھی تو نے نماز اے فلانے کہا نہیں کہا کہ پڑھ دو رکعتیں لغو ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آیا ایک شخص مسجد میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا ہو اور پڑھ دو رکعتیں اور باز رہے آپ خطبے سے یہانتک کہ فارغ ہوا وہ شخص نماز سے اخراج کیا اس کا دارقطنی نے اور کہا کہ اسناد کی اسکی عبید بن محمد عبدی نے اور وہم کیا اُسمیں پھر نکالی دارقطنی نے احمد بن حنبلؒ سے یہی حدیث مرسل اور اُسمیں ہے کہ انتظار کیا آپنے اس کا اور کہا کہ یہ مرسل صواب ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مرسل حجت ہے تو اُس کے مقتضٰی پر عمل ضرور ہے پھر اسناد اسکی زیادت ہے جبکہ ماقبل کے معارض نہ ہو کیونکہ اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں نہ یہ کہ اس کا مخالف مذکور ہے اور زیادت ثقہ کی مقبول ہے اور فقط زیادت اسکی موجب غلط نہیں ورنہ نہ مقبول کیجاوے زیادت مسلم کی اس حدیث میں واللہ اعلم ص جبتک کہ تمام کرے خطبے کو اور جب امام منبر پر بیٹھے تب اذان کہی جاوے دوسری بار امام کے آگے ف اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فقط یہی اذان تھی روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے سائب بن یزیدؓ سے کہا کہ تھی اذان دن جمعے کے اول اس کے جب امام بیٹھتا تھا ممبر پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کے سو جب خلافت ہوئی عثمانؓ کی زیادہ کیا دوسری اذان کو اور ابن ماجہ میں ہے کہ زیادہ کیا دوسری اذان کو ایک گھر میں کہ نام اُس کا زوراء تھا بازار میں اور بعض روایتوں میں ہے کہ زیادہ کی حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان اور تیسری

ص [illegible] ۱۲

اذان اس وجہ سے ہے کہ ایک اقامت کو بھی اذان میں شمار کیا ہے جیساکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ الصَّلٰوةُ یعنی درمیان دونوں اذانوں کے نماز ہے یعنی ایک اذان اور ایک اقامت کے تو دفع ہوگیا اس سے وہ اعتراض جو وارد کیا اُس کو بعض لوگوں نے کہ اذان کے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے اور اُس کے بعد نماز تو سُنتیں کس وقت ہوتیں کیونکہ یہ اول اذان حضرتؐ کے وقت میں نہ تھی اور وہ جو جواب دیا اُس کا بعض لوگوں نے کہ سُنتیں پڑھتے تھے بعد اذان کے تو وہ جہالت ہے کیونکہ یہ اذان متصل ہوتی ہے خطبے کے بلافصل اور جائز ہے یہ بات کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد زوال کے نکلتے ہوں اور سُنتیں پڑھتے ہوں اور پھر اذان ہو کے خطبہ شروع ہوتا ہو کیونکہ اوپر ہم باب النوافل میں بیان کر چکے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد زوال آفتاب کے دو رکعتیں اور کہتے تھے کہ یہ وہ ساعت ہے کہ کھولے جاتے ہیں اُسمیں دروازے آسمان کے تو میں چاہتا ہوں کہ چڑھے میری جانب سے اسوقت میں کوئی عمل نیک ص اور لوگ امام کی طرف مُنھ کر کے خطبہ سُنیں اور امام باطہارت کھڑا ہو کے دو خطبے پڑھے اور اُن دونوں کے بیچ میں ایک بار بیٹھے ف کیونکہ کہا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ثنا المحاربی عن حجاج عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ كَانَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے خطبہ پڑھتے دن جمعے کے کھڑے ہو کے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہو کے خطبہ پڑھتے تھے ص اور جب خطبہ تمام ہو جاوے تب اقامت کہی جاوے اور امام لوگوں کے ساتھ دو رکعتیں پڑھاوے ف جاننا چاہیے کہ خطبہ طول کرنا نہایت مکروہ ہے روایت کیا ابن ابی شیبہ وغیرہ نے جابر بن سمرہؓ سے کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ کا قصر کرتے اور نماز کا بھی قصر کرتے اور کہا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہ قصر خطبے کا اور طول نماز کا مخبر ہیں تفقہ سے اُس شخص کے اور عمارؓ سے مروی ہے کہ منع کیا کہ لوگ طول کریں خطبے کو یہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور بہت مذمت بیان کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن لوگونکی جو طول کرتے ہیں خطبے کا اور نماز میں کمی کرتے ہیں اور یہ علامت قیامت میں سے آپنے ارشاد فرمائی اور اسیطرح جو یہ لوگونکی عادت ہے کہ دو خطبوں کے بیچ میں جب امام بیٹھتا ہے تو دعا مانگتے ہیں بدعت ہے اور نہایت مکروہ ہے اور اسیطرح قبل نماز جمعے کے جو لوگ اَلصَّلٰوةُ اَلصَّلٰوةُ کہہ کے پکارتے ہیں بدعت ہے اور ہرگز جائز نہیں اور جمعے کے دن کپڑے بدلنا خوشبو لگانا مستحب ہے حدیث میں جمعے کو عید فرمایا ہے

ص باب عیدین کی نماز کے بیان میں

مستحب[1] ہے کہ عید فطر کے روز نماز کے پہلے کھانا کھاوے اور مسواک کرے اور غسل کرے اور خوشبو ملے اور اپنا اچھا کپڑا پہنے ف لیکن نماز کے پہلے کھانا کھانا خصوصًا جبکہ کھانا میٹھا ہووے مستحب ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں نکلتے تھے واسطے نماز عید کے یہانتک کہ کھا لیتے تھے کچھ خرمے اور کھاتے تھے اُن کو طاق اور لیکن مسواک کرنا سو اسواسطے کہ ہر وضو اور نماز کے وقت سُنت ہے اور لیکن غسل کرنا سو بیان اسکا[2] غسل کے باب میں گذرا اور لیکن خوشبو ملنا تو اسواسطے کہ یہ دن خوشی کا ہے اور اجتماع کا اور جبکہ جمعے میں خوشبو لگانا مستحب ہے تو عیدین میں بطریق اولی مستحب ہوگا اور اچھا کپڑا پہنے کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے پہنتے دن عید کے ایک جُبّہ صوف سے تھا یا کسی اور کپڑے سے اور یہ حدیث ہدایہ میں ہے اور روایت کی بیہقی نے مانند اس کے طریق شافعیؒ سے اور اخراج کیا طبرانی نے اوسط میں کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے دن عید کے ایک جوڑا سُرخ اور جوڑا سُرخ اُس سے عبارت ہے کہ یمن میں ایک کپڑا ہوتا ہے اسمیں خط ہوتے ہیں سُرخ اور سبز ص اور صدقہ فطر کا ادا کرے ف اور بیان اس کا کتاب الزکوٰۃ میں آویگا ص اور مسجد کیطرف تکبیر آہستہ آہستہ کہتا ہوا جاوے ف خلاف جہر تکبیر میں ہے عید فطر میں نہ اصل تکبیر میں کیونکہ وہ عموم ذکر خدا میں داخل ہے تو صاحبینؒ کے نزدیک جہر کرے جیسا کہ عید قربان میں اور امام صاحبؒ کے نزدیک جہر نہ کرے اور ایک روایت میں اُن سے ہے کہ جہر کرے اور کہا امام صاحبؒ نے کہ جہر کرنا اور آواز کا بلند کرنا ساتھ ذکر کے بدعت ہے اور مخالف ہے اللہ تعالیٰ کے قول کے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ یعنی یاد کر اللہ کو عاجزی سے اور آہستہ سے اور حدیث میں آیا ہے لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَّلَا غَائِبًا یعنی نہیں پکارتے ہو تم بہرے اور نہ غائب کو یعنی اللہ تعالیٰ سُنتا جانتا موجود ہے اور روایت کی دارقطنی نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے تکبیر کہتے فطر میں جب نکلتے تھے اپنے گھر سے عیدگاہ تک اور روایت کی اُنھوں نے

[1] یہاں مستحب مقابل فرض وواجب کے ہے پس سُنت کو شامل ہے مثل غسل ومسواک وخروج الی المصلےٰ کے اور صدقہ فطر صاحب نصاب پر اگرچہ مطلق واجب ہے لیکن قبل نماز عید کے اُس کا دینا مستحب ہے ۱۲

[2] کہ غسل عیدین کا سُنت ہے ۱۲

ابن عمرؓ سے کہ وہ جب جاتے تھے صبح کو دن عید فطر اور دن عید قربان کے جہر کرتے تھے ساتھ تکبیر کے یہانتک کہ آتا تھا امام کہا بیہقی نے صحیح ہے وقف اس کا ابن عمرؓ پر اور پھر فعل صحابی کا ساتھ آیت کلام اللہ کے معارض نہ ہوگا ص اور عید کی نماز کے پہلے نفل نہ پڑھے مطلقاً ف اور اکثر مشایخ نے اس کو مکروہ جانا ہے اور بھی روایت ہے صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے اور نماز پڑھی ساتھ صحابہ کے عید کی اور نہ نماز پڑھی قبل اُس کے اور نہ بعد اُس کے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ وہ نکلے دن عید کے تو نہ نماز پڑھی قبل اُس کے اور نہ بعد اُس کے اور ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا صحیح کیا اس کو ترمذیؒ نے اور یہ نفی محمول ہے اس بات پر کہ عید گاہ میں سوا عید کے اور کچھ نہ پڑھتے تھے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں پڑھتے تھے قبل عید کے کچھ سو جب آتے اپنے گھر میں پڑھتے تھے دو رکعتیں ص اور جو شرطیں کہ جمعے کے واسطے ہیں وہی شرطیں عید کے واسطے بھی ہیں واجب ہونے اور ادا کرنے کے حق میں مگر خطبہ عیدین میں سُنت ہے اور نماز عید کی واجب ہے یہی روایت ہے ابو حنیفہؒ سے اور یہی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عید کی نماز سُنت ہے ہمارے عالموں کے نزدیک کیونکہ امام محمدؒ نے کہا ہے کہ جب دو عیدیں ایک دن میں جمع ہوں تو اول سُنت ہے اور ثانی فرض ہے اور اس کا جواب یوں دیا ہے کہ سُنت سے مراد یہ ہے کہ حدیث سے وجوب اس کا ثابت ہوا ہے ف اور وجہ وجوب کی یہ ہے کہ مواظبت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر اور وجہ سُنت ہونیکی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث اعرابی میں فرمایا جسوقت اُس نے پوچھا کہ کیا مجھ پر لازم ہے سوا ان پانچ نمازوں کے فرمایا کہ نہیں مگر یہ کہ نفل تطوع پڑھے اور کہا صاحب ہدایہؒ نے کہ صحیح وجوب ہے اور یہی مذہب ہے اکثر مشایخؒ کا لیکن جیسا مواظبت نماز عید سے وجوب اُس کا ثابت ہوتا ہے اسی طرح وجوب خطبہ عید کا ثابت ہوتا ہے بہر صورت قائل ہونا ساتھ وجوب نماز عید اور سنیت خطبہ عید کے ترجیح بلا مرجح ہے ص اور عید کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے جب آفتاب ایک یا دو نیزے کے برابر بلند ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے جب تک کہ زوال نہ ہو آفتاب کا ف کیونکہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے نماز عید کی جب آفتاب بلند ہو جاتا تھا موافق ایک نیزے یا دو نیزے کے اور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے یزید بن حمیر سے کہا کہ نکلے عبداللہ بن منیر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آدمیوں کے دن عید فطر یا عید اضحیٰ کے سو بُرا کہا اُنھوں نے امام کو کہ دیر کی اُس نے اور کہا کہ فارغ ہو جاتے تھے ہم ابتک نماز سے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ابو داؤد اور نسائی نے روایت کی کہ آئے کچھ سوار طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گواہی دیتے تھے کہ اُنھوں نے دیکھا چاند کو کل تو آپنے حکم کیا لوگوں کو کہ افطار کریں اور جب صبح ہو تو جاویں طرف عید گاہ کے اور بیان کیا گیا روایت ابن ماجہ اور دار قطنی میں کہ وہ سوار آئے تھے آخر دن میں اور صحیح کی دار قطنیؒ نے اسناد اس کی اور صحیح کیا اس کو نوویؒ نے خلاصے میں اور روایت کی طحاویؒ نے ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ صَالِحٍ ثَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ اَبِيْ بَشِيْرٍ جَعْفَرِ بْنِ اَيَاسٍ عَنْ اَبِيْ عُمَرَ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَخْبَرَنِيْ عُمُوْنِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ الْهِلَالَ خَفِيَ عَلَى النَّاسِ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحُوْا صِيَامًا فَشَهِدُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ الْمَاضِيَةَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِالْفِطْرِ فَاَفْطَرُوْا تِلْكَ السَّاعَةَ وَخَرَجَ لَهُمْ مِنَ الْغَدِ فَصَلّٰى بِهِمْ صَلٰوةَ الْعِيْدِ یعنی تحقیق کہ چاند پوشیدہ ہوا لوگوں پر اخیر رات میں رمضان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں تو صبح کو اُنھوں نے روزہ رکھا اور آئے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بعد زوال کے لوگ کہ اُنھوں نے دیکھا چاند کو شب گذشتہ میں پس حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو افطار کا اور کھولا اُنھوں نے روزہ اُسی وقت اور نکلے آپ ساتھ اُنکے دوسرے روز صبح کے وقت اور پڑھی ساتھ اُنکے عید کی نماز ص اور امام مقتدیوں کے ساتھ دو رکعت پڑھاوے اسطرح سے کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر ثنا پڑھے بعد اُسکے تین تکبیریں کہے تب فاتحہ اور سورۃ پڑھے تب رکوع کرے تکبیر کہتا ہوا اور دوسری رکعت میں پہلے قرآن پڑھنا شروع کرے اور بعد قرأت کے تین تکبیریں کہے اور پھر ایک تکبیر اور کہہ کے رکوع میں جاوے اور چھ تکبیریں جو زیادہ ہیں اُنمیں ہاتھ اُٹھاوے اور نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اُنمیں احکام صدقۂ فطر کے بتادے ف جاننا چاہیے کہ تکبیرات ہمارے نزدیک عیدین میں چھ چھ ہیں اور حدیثیں مختلف اسمیں وارد ہوئی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور صحابہؓ سے لیکن جو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے سو یہ ہے کہ روایت کی ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر کہتے
عیدین میں سات اول رکعت میں اور دوسری رکعت میں پانچ قبل قرأت کے سوا دو تکبیروں کے رکوع کے آور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا آور
روایت کیا اسکو حاکمؒ نے اور کہا کہ تفرد کیا ساتھ اس کے ابن لہیعہ نے اور تحقیق کہ استشہاد کیا اُس سے مسلمؒ نے اور کہا کہ اس باب میں مروی ہے حضرت (ابن لہیعہ)
عائشہ اور ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور طریق اُنکے فاسد ہیں یعنی ضعیف ہیں آور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہؒ میں ہے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ
سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر عید فطر میں سات ہیں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور قرأت دونوں رکعتوں میں
بعد اُنکے ہے زیادہ کیا دارقطنی نے اور پانچ دوسری رکعت میں سوا تکبیر نماز کے کہا نوویؒ نے کہا ترمذیؒ نے علل میں کہ پوچھا میں نے بخاریؒ سے اس حدیث
کو سو کہا کہ وہ صحیح ہے آور اخراج کیا ترمذی اور ابن ماجہ نے کثیر بن عبداللہ سے اُنھوں نے اپنے باپ عبداللہ سے اُنھوں نے اپنے دادا عوف مزنی سے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی عیدین میں اول رکعت میں سات قبل قرأت کے اور دوسری رکعت میں پانچ قبل قرأت کے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن
ہے اور یہ اچھی ہے سب حدیثوں میں جو مروی ہیں اس باب میں آور کہا ترمذی نے علل کبریٰ میں کہ پوچھا میں نے بخاریؒ سے اس حدیث کو سو کہا کہ نہیں
صحیح ہے اس باب میں کوئی حدیث اس حدیث سے اور اسی سے اخذ کرتا ہوں میں آور مروی ہوئیں چند حدیثیں سوا انکے کہ موافق ہیں ان حدیثوں کی آور سنن
ابو داؤد میں ہے جو معارض اس کے ہے کہ پوچھا سعید بن العاصؓ نے ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن الیمانؓ سے کہ کس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر
کہتے تھے اضحیٰ اور عید فطر میں سو کہا ابو موسیٰ نے کہ تھے تکبیر کہتے چار مثل تکبیر جنازے کے سو کہا حذیفہ نے سچ کہا پھر کہا ابو موسیٰؓ نے ایسا ہی تکبیر کہتا تھا میں بصرے
میں اخیر حدیث تک اور سکوت کیا اس سے ابو داؤد نے پھر منذری نے اپنی مختصر میں آور یہ روایت برابر دو حدیثوں کے ہے کیونکہ تصدیق کی اسکی حذیفہؓ نے
تو گویا اُنھوں نے بھی روایت کیا اس کو آور سکوت ابو داؤد اور منذری کا تصحیح ہے واسطے اس حدیث کے آور جو ضعیف کیا ابن الجوزیؒ نے اسکو بسبب تضعیف (عبدالرحمن بن ثوبان)
عبدالرحمن بن ثوبان کے آور نقل کیا اسکو ابن معین نے آور امام احمدؒ سے معارض ہے ساتھ قول صاحب تنقیح کے اپنی کتاب میں کہ توثیق کی اُسکی بہت لوگوں
نے کہا ابن معین نے نہیں حرج ہے ساتھ اُس کے لیکن اسناد میں اُسکی اُبو عائشہ ہے کہا ابن القطان نے نہیں جانتا ہوں میں حال اس کا اور کہا ابن حزم (ابو عائشہ)
نے مجہول ہے آور اگر مسلم ہو تو بھی حدیث ابن لہیعہ کی ضعیف ہے کیونکہ ظاہر ہوا اضطراب اُس حدیث کا تو کبھی تو اُسمیں ہے عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ
حَبِيبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اور کبھی ہے عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اور بعض میں ہے عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ آور بعض میں ہے
عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کہا دارقطنی نے کہ اضطراب ہے اسمیں بوجہ ابن لہیعہ کے اور جو اور دو حدیثیں بیان کیں منع کیا اُنکی تصحیح کو ابن القطان نے
اپنی کتاب میں اور کہا اس نے کہ کثیر بیٹا عبداللہ کا نزدیک محدثین کے متروک ہے آور کہا احمدؒ نے کہ کچھ نہیں اور نہیں روایت کی اس سے اپنی مسند میں (کثیر بن عبداللہ)
آور ایسا ہی کہا ابن معین نے آور کہا نسائی اور دارقطنی نے متروک ہے اور کہا ابو زرعہ نے واہی ہے حدیث اسکی یعنی ضعیف ہے آور کہا امام احمدؒ نے نہیں
ہے تکبیر عیدین میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحیح لیکن سند پکڑی گئی اسمیں ساتھ قول ابوہریرہؓ کے آور لیکن جو مروی ہے صحابہؓ سے سو نکالا
عبدالرزاق نے ثنا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعًا أَرْبَعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ
فَيَرْكَعُ وَفِي الثَّانِيَةِ يَقْرَأُ فَإِذَا فَرَغَ كَبَّرَ أَرْبَعًا یعنی ابن مسعودؓ تکبیر کہتے تھے عیدین میں نو تکبیریں چار قبل قرأت کے پھر تکبیر کہتے تھے اور رکوع کرتے تھے آور
دوسری رکعت میں قرأت کرتے تھے اور جب فارغ ہوتے تھے قرأت سے تکبیر کہتے تھے چار بار آور اول رکعت میں تین تکبیریں عید کی ہیں آور ایک تکبیر تحریمہ اور
دوسری میں بھی تین عید کی اور ایک رکوع کی آور روایت کی اُس نے باسناد صحیح اُسی اسناد سے کہا کہ تھے ابن مسعودؓ بیٹھے اور نزدیک اُنکے ابو موسیٰ اشعریؓ
اور حذیفہؓ تھے سو پوچھا اُن سے سعید بن العاصؓ نے تکبیر سے نماز عید میں کہا حذیفہؓ نے پوچھ ابو موسیٰؓ سے کہا ابو موسیٰؓ نے کہ پوچھ عبداللہ بن مسعودؓ سے کیونکہ وہ ہم
میں قدیم ہیں اور سب سے زیادہ جاننے والے ہیں پھر پوچھا اُن سے تو کہا ابن مسعودؓ نے تکبیر کہے چار پھر قرأت کرے اور تکبیر کہے اور رکوع کرے پھر کھڑا ہو دوسری
رکعت میں اور قرأت کرے پھر تکبیر کہے چار بعد قرأت کے آور ایک دوسرا طریقہ ہے کہ روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح مسروقؒ سے کہ تھے سکھاتے ہمکو

عبداللہ بن مسعودؓ تکبیر عیدین میں نو تکبیریں پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں آور اس سے مراد یہ ہے کہ ایک تکبیر تحریمہ کی اور تین عیدین کی اور ایک رکوع کی اول رکعت میں اور دوسری میں ایک رکوع کی اور تین عیدین کی آور ایک دوسرا طریقہ ہے اس حدیث کا روایت کیا اسکو امام محمدؒ نے ثنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی عن عبد اللہ بن مسعودؓ وکان قاعدا فی مسجد الکوفۃ ومعہ حذیفۃ بن الیمان وابو موسی الاشعری فخرج علیھم الولید بن عقبۃ بن ابی معیط وھو امیر الکوفۃ یومئذ فقال ان غدا عیدکم فکیف اصنع فقال اخبرہ یا ابا عبد الرحمن فامرہ عبد اللہ بن مسعودؓ ان تصلی بغیر اذان ولا اقامۃ وان تکبر فی الاولی خمسا وفی الثانیۃ اربعا وان توالی بین القراءتین وان تخطب بعد الصلوۃ علی راحلتہ یعنی ایک روز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھے تھے مسجد کوفہ میں اور تھے اُنکے ساتھ حذیفہ بن الیمان اور ابو موسیٰ اشعری تو نکلے اُنکے اوپر ولید بن عقبہ اور وہ امیر کوفے کے تھے اُس زمانے میں اور کہا کہ کل عید ہے تمھاری تو کیا کروں میں یعنی کسطرح نماز پڑھاؤں میں کہا ابو موسیٰؓ اور حذیفہؓ نے کہ بتاؤ اسکو اے ابن مسعودؓ تو حکم کیا اُنھوں نے اسکو کہ پڑھے بغیر اذان اور اقامت کے اور تکبیر کہے پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری میں چار اور موالات کرے درمیان دونوں قراتوں کے اور خطبہ پڑھے بعد نماز کے اپنی سواری پر آور یہ اثر صحیح ہے اور بیٹھے ہوئے تھے ساتھ صحابہؓ کے ابن مسعودؓ اور گواہ تھے ساتھ اُس کے حذیفہؓ اور ابو موسیٰؓ تو اگر کوئی کہے کہ مروی ہے ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے جو مخالف ہے اس کے جواب اس کا یہ ہے کہ معارض ہونگے یہ اثر عبداللہ بن مسعودؓ کے اور ترجیح ہوگی اثر عبداللہ کو کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں ہیں زیادہ عبداللہ بن مسعودؓ سے اور بدری نہیں ہیں وہ بخلاف ابن مسعودؓ کے اور ابن عباسؓ سے جو مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں کہ تکبیریں کہیں اُنھوں نے عید میں تیرہ ۱۳ تکبیریں سات پہلی رکعت میں اور چھ دوسری رکعت میں آور ایک روایت میں ہے کہ بارہ ۱۲ تکبیریں سات اول رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں معارض ہے اس کے وہ جو روایت کی اُس نے خود ابن عباسؓ سے کہ نماز پڑھی اُنھوں نے دن عید کے اور تکبیریں کہیں تو تکبیریں پانچ اول رکعت میں اور چار دوسری میں اور موالات کی درمیان دونوں قراتوں کے آور روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے اور زیادہ کیا اسمیں کہ کیا مغیرہ نے مانند اس کے تو باقی رہا اثر ابن مسعودؓ کا سالم معارضے سے اور اس سے حجت پکڑی ہمارے عالموں نے واللہ اعلم آور دو خطبے بعد نماز عید کے پڑھے روایت کی ابن ماجہ نے جابرؓ سے کہ نکلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دن فطر کے یا اضحیٰ کے سو خطبہ پڑھا آپ نے کھڑے ہو کے پھر بیٹھے آپ پھر کھڑے ہو کے پڑھا آور کہا نووی نے خلاصے میں اور جو مروی ہے ابن مسعودؓ سے کہ سُنت سے ہے یہ بات کہ دو خطبے پڑھے عید میں اور فاصل کرے اُنمیں ایک جلسے کو ضعیف ہے متصل نہیں اور نہیں ثابت ہوا دو خطبے پڑھنے میں کچھ اور معتمد اسمیں قیاس ہے جمعے پر تو اگر خطبہ پڑھا قبل نماز کے خلاف کیا سُنت کا لیکن پھر اعادہ کرے خطبے کا ص اور اگر امام نے نماز عید پڑھی اور کسی شخص نے اُسکے ساتھ نماز نہ پڑھی قضا نہ کرلے اور اگر عید فطر کی نماز کسی عذر سے پہلے روز نہ پڑھی گئی دوسرے دن پڑھی جاوے اور تیسرے دن نہ پڑھی جاوے ف اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور عید اضحیٰ کے احکام عید فطر کے موافق ہیں مگر عید قربان میں مستحب ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھی جاوے کھانا نہ کھاوے اور نماز کے قبل کھانا مکروہ نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے ف روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور صحیح کیا اسکو عبداللہ بن بریدہؓ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں نکلتے دن عید فطر کے یہانتک کہ کچھ کھا لیتے تھے اور نہیں کھاتے تھے دن بقرعید کے یہانتک کہ لوٹتے تھے زیادہ کیا دارقطنی اور احمد نے کہ کھاتے تھے قربانی سے آور صحیح کیا اسکو یحییٰ بن القطان نے اپنی کتاب میں اور دارقطنی کی زیادت کو بھی صحیح کیا ص اور عید اضحیٰ میں تکبیر پکار کے راستے میں کہے ف اور بیان اس کا اوپر گذرا ص اور خطبے میں تکبیرات تشریق اور قربانی کے احکام بتلاوے آور اگر کسی عذر سے یا بغیر عذر کے نہ نماز پڑھی گئی تو دو روز تک بعد عید کے نماز درست ہے اور بعد اُس کے نہیں درست آور عرفے کے روز واقفوں کی مشابہت کیواسطے یعنی اُن لوگونکی جو حج میں کھڑے ہوتے ہیں اور وقوف کرتے جمع ہونا کچھ معتبر چیز نہیں ہے کہ اُس سے ثواب ہووے اسواسطے کہ ایک مکان خاص کہ جسکو عرفات کہتے ہیں اُسمیں حاضر ہونا حج کے موسم میں فرض اور موجب ثواب ہے اور عرفات کے سوا دوسرے مکان میں نہیں آور واجب ہے کہنا تکبیرات تشریق کا یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد عرفے کی فجر سے ہر فرض کے بعد جو مردونکی جماعت کے ساتھ پڑھا جاوے شہر کے

مقیم پر **ف** جاننا چاہیئے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ تکبیرات تشریق کی واجب ہیں یا سُنت بعضوں نے کہا ہے کہ واجب ہیں اور بعضوں نے کہا سُنت اور اکثر کا مذہب یہ ہے کہ واجب ہیں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے کہ وہ تکبیر کہتے تھے بعد فجر کے دن عرفے سے نماز عصر تک اخیر دن تک دنوں تشریق سے اور روایت کی محمد بن حسن نے ثنا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اس اسناد سے مثل اس کے اور مذہب امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ فجر عرفے سے شروع کرے اور دن قربانی تک یعنی عید کے روز عصر کی نماز تک پڑھے اور دلیل اُنکی یہ ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُكَبِّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے نماز فجر سے دن عرفے کے قربانی کے دن نماز عصر تک اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اخیر تک اور روایت کی حاکم نے علی اور عمار رضی اللہ عنہما سے کہا دونوں نے کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جہر کرتے بیچ فرائض کے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا اور تھے قنوت پڑھتے نماز فجر میں اور تھے تکبیر کہتے دن عرفے کے نماز صبح سے اور ختم کرتے تھے اسکو نماز عصر تک اخیر ایام تشریق میں اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث واہی ہے گویا موضوع ہے کیونکہ عبدالرحمن اسناد میں ہے اسکی حدیثیں اُسکی منکر ہیں اور سعید اسکی اسناد میں ہے اگر سعید کریزی ہے تو وہ ضعیف ہے اور اگر دوسرا ہے تو مجہول ہے اور اخراج کیا اس کا بیہقی نے اور ضعیف کیا اس کو **ص** اور اُس عورت پر جس نے مرد کے ساتھ اقتدا کی اور اُس مسافر پر جو مقیم کا مقتدی ہے عصر روز عید تک اور کہا صاحبینؒ نے ایام تشریق کے آخر روز کے عصر تک اور اسی پر عمل اور فتویٰ ہے اور مقتدی تکبیر تشریق کی ترک نہ کرے اگرچہ امام ترک کرے **ف** کیونکہ متابعت امام کی اندر نماز کے واجب ہے اور باہر نماز کے واجب نہیں

ص باب خوف کی نماز کے بیان میں

جس وقت کہ دشمن کا خوف زیادہ ہووے تو اُسوقت امام دو گروہ کرے ایک گروہ کو دشمن کی طرف کرے اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اگر مسافر ہے اور دو رکعتیں اگر مقیم ہے تب یہ گروہ دشمن کیطرف چلا جاوے اور دوسرا گروہ جو دشمن کیطرف تھا آوے اور پڑھے اُنکے ساتھ امام جو باقی ہے نماز اور سلام پھیر دیوے امام اکیلا اور چلے جاویں یہ طرف دشمن کے اور پہلا گروہ آوے اور تمام کرے اور نماز کو بغیر قرأت کے پھر دوسرا آوے اور وہ ساتھ قرأت کے نماز تمام کرے اور فجر کا حکم بھی ایسا ہی ہے **ف** اور دلیل ہماری حدیث ابن مسعودؓ کی ہے اخراج کیا اس کا ابوداؤد نے اور اُسمیں یہی مذکور ہے اور ضعیف کیا اس حدیث کو لوگوں نے بسبب ابو عبیدہ کے کہ نہیں سُنا اُنھوں نے اپنے باپ ابن مسعودؓ سے اور خفیف راوی قوی نہیں اور تفصیل سے بیان کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں **ص** اور مغرب کی نماز میں پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دوسرے کے ساتھ ایک رکعت اور اگر زیادہ[1] ہووے خوف کہ گھوڑے سے اُتر نہ سکیں تو اکیلے اکیلے سوار نماز پڑھیں اور رکوع اور سجدہ اشارے سے کریں اور قبلے کی طرف مُنھ نہ کر سکیں تو جس طرف چاہیں مُنھ کریں اور باطل کرتا ہے نماز کو لڑائی[2] کرنا اور چلنا اور سوار ہونا **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار نمازیں جنگ خندق میں قضا ہوئی تھیں اور اگر لڑائی میں نماز پڑھنا درست ہوتا تو آپ کیوں قضا کرتے

ص باب جنازے کے احکام کے بیان میں

جو شخص کہ قریب مرنے کے ہووے اُسکے واسطے سُنت ہے کہ مُنھ اُس کا قبلے کی طرف کیا جاوے داہنی طرف سے اور کلمہ شہادت کا سکھایا جاوے اور چت لٹانا اس طرح کہ مُنھ اور پانوں اُس کے قبلے کی جانب ہوں مختار[3] ہے **ف** اور اول موافق سُنت کے ہے اور چت لیٹنے میں آسانی ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے مدینے میں تو پوچھا حال براء بن معرور کا سو کہا صحابہؓ نے وفات کی اور تین وصیتیں کیں ایک یہ کہ میں جب قریب ہوں موت کے تو کر دینا مُنھ میرا طرف قبلے کے کہا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ پہونچا وہ صواب کو آخر حدیث تک اور لیکن یہ بات کہ داہنی کروٹ پر لیٹے تو ممکن ہے استدلال اس پر جو صحیحین میں ہے براء بن عازبؓ سے اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے جب آ تو خوابگاہ اپنی کو تو وضو کر مثل وضو نماز کے پھر لیٹ داہنی کروٹ پر اور کہہ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ آخر تک یہانتک کہ کہا اگر مر جاویگا تو مریگا موافق شرع کے اور لیکن داہنی کروٹ پر لیٹنا اور مُنھ قبلے کی طرف بھی کرنا سو بعض لوگ حجت پکڑتے ہیں اُس سے جو روایت کیا اُسکو امام احمدؒ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت

[1] اس قدر کہ رخصت نماز جماعت کی فرماویں ۱۲

[2] اس لئے کہ یہ اعمال کثیرہ منافی اور مفسد صلوٰۃ ہیں اور وہ چلنا جو منافی صلوٰۃ نہیں وہ جائز ہے ۱۲ عبدالرحمن سعید

[3] علما نے کہا اور مترجم نے ... ۱۲ وحید

فاطمہؓ نے وقت موت کے منھ قبلے کی طرف کیا تھا اور بہت طویل حدیث بیان کی تو ذکر کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے لیکن یہ حجت ضعیف ہے اور اسی واسطے نہیں ذکر کیا اسکو ابن شاہین نے محتضر[1] کے باب میں کتاب الجنائز سے سوا ایک اثر کے ابراہیم نخعی سے کہ منھ کرے میت کا طرف قبلے کے اور عطاء سے بھی ایسا ہی ہے لیکن زیادہ کیا اُن سے کہ اوپر داہنی کروٹ کے اور میں نہیں جانتا ہوں کسی کو کہ ترک کیا ہو اسکو مردے سے اور کلمۂ شہادت سکھایا جاوے اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھاؤ تم مردوں کو شہادت اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے روایت کیا اسکو جماعت نے سوا بخاریؒ کے اور ایسا ہی مروی ہے حدیث ابوہریرہؓ سے اور روایت کی مسلمؒ نے مانند اسکے ص اور جب مرجاوے تب اُس کے دونوں جبڑے باندھے اور اُسکی آنکھوں کو بند کرے اور خوشبو اگ پر رکھ کے اُس کا تخت اور کفن بساوے اور بسانے کا شمار طاق ہووے ف اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ وتر ہے یعنی خدا طاق ہے اور دوست رکھتا ہے طاق کو ص اور تخت پر رکھا جاوے اور ننگا کیا جاوے اور عورت[3] اُسکی چھپائی جاوے اور وضو کرایا جاوے بغیر کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے اور اُس مردے کے اوپر وہ پانی جاری کرے جس کو بیر کی پتی یا اُشنان گھانس ڈال کے جوش کیا ہووے ورنہ خالص پانی کے ساتھ دھووے ف اور وارد ہوئی ہے اس مضمون میں حدیث روایت کیا اُسکو حاکمؒ نے مستدرک میں اور ایک روایت میں ہے کہ اِغۡسِلُوۡھَا بِمَآءٍ وَّسِدۡرٍ یعنی غسل دو اسکو ساتھ پانی اور بیر کی پتی کے ص اور اُس کا سر اور ڈاڑھی گل خیرو سے دھووے بعد اُس کے مُردے کو بائیں کروٹ لٹا کے غسل دیوے اسقدر کہ جو بدن تخت سے ملا ہووے اُسکو پانی پہونچے پھر داہنی کروٹ لٹاوے اور اسی طرح غسل دیوے ف اسواسطے کہ شروع کرنا داہنی طرف سے مستحب ہے ص اور پہلے بائیں کروٹ لٹانا اسواسطے کہا کہ جسمیں داہنی طرف سے غسل شروع ہووے پھر اسکو ٹیکن دیکے بٹھائے اُسکے پیٹ کو نرم نرم ملے اور جو کچھ نکلے اُسکو دھووے اور غسل کو نہ دُہراوے تب بعد اُس کے ایک کپڑے سے پانی پونچھے اور اُس کے ناخون نہ تراشے اور بال میں کنگھی نہ کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کرے ف کیونکہ کہا حضرت عائشہؓ نے جب دیکھا ایک عورت کو کہ کھینچے جاتے ہیں بال اُسکی پیشانی کے یعنی کنگھی کیجاتی ہے کہ کیوں کھینچتے ہو تم پیشانی اُسکی کو یعنی کنگھی کرنا تو واسطے زینت کے ہے اور مُردے کو حاجت زینت کی نہیں اخراج کیا اس کا عبدالرزاقؒ نے سفیان ثوریؒ سے اُنھوں نے حمادؒ سے اُنھوں نے ابراہیم سے اُنھوں نے حضرت عائشہؓ سے اور روایت کیا اسکو امام ابوحنیفہؒ نے حمادؒ سے اُنھوں نے ابراہیمؒ سے اور روایت کی ابراہیم خرفی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں ثَنَا ھُشَیۡمٌ ثَنَا الۡمُغِیۡرَۃُ عَنۡ اِبۡرَاھِیۡمَ عَنۡ عَائِشَۃَ اَنَّھَا سُئِلَتۡ عَنِ الۡمَیِّتِ یُسَرَّحُ رَاۡسُہٗ فَقَالَتۡ یعنی پوچھی گئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مُردے سے کہ کنگھی کیجاوے کہا اُنھوں نے وہ قول ص اور اُسکی ڈاڑھی اور سر پر خوشبو ملے اور سجدے کے اعضاء[2] پر کافور ملے یعنی پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں قدم پر ف اور کافور لگانا مساجد پر حدیث سے ثابت ہے ص سُنت کفن کی مرد کے واسطے ازار اور کرتا اور لفافہ ہے اور لفافہ کہتے ہیں اُس چادر کو کہ جو سب کپڑوں کے اوپر لپیٹی جاتی ہے اور متاخرینؒ نے عمامہ بھی باندھنا سُنت رکھا ہے اور اُسکے واسطے ازار اور لفافہ بھی کفایت ہے ف اور کفن سُنت کی حجت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کفن دیے گئے تین کپڑوں میں سپید تھے سحول اور سحول نام ایک مقام کا ہے ملک یمن سے کہ کپڑے اُس جگہ کے بہت اچھے ہوتے ہیں اور روایت کیا اسکو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت عائشہؓ سے لیکن اُس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ نہ تھا اُن کپڑوں میں کُرتا اور نہ عمامہ تو اگر یہ کہا جاوے کہ کُرتا اُس سے خارج ہے اور وہ بھی کفن میں لازم ہے جیسا کہ کہا امام مالکؒ نے تو چار کپڑوں میں کفن ہوویگا اور وہ غلط ہے کیونکہ بخاری میں ہے عَنۡ اَبِیۡ بَکۡرٍ قَالَ لِعَائِشَۃَ فِیۡ کَمۡ کُفِّنَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتۡ فِیۡ ثَلٰثَۃِ اَثۡوَابٍ قَمِیۡصٌ وَّاِزَارٌ وَّلِفَافَۃٌ یعنی پوچھا حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کتنے کپڑوں میں کفن دیے گئے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا کہ تین کپڑوں میں کرتا اور ازار اور لفافہ اور یہ ضعیف ہے بسبب ناصح بن عبداللہ کوفی کے اور ضعیف کیا اسکو نسائیؒ نے اور اگر ہووے اُن لوگوں میں سے جن کی حدیث لکھی جاویگی تو بھی حدیث حضرت عائشہؓ کی معارض نہ ہوگی اور جو روایت کی امام محمدؒ نے امام ہمارے ابوحنیفہؒ سے عَنۡ حَمَّادِ بۡنِ اَبِیۡ سُلَیۡمَانَ عَنۡ اِبۡرَاھِیۡمَ النَّخۡعِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِیۡ حُلَّۃٍ یَّمَانِیَّۃٍ وَّقَمِیۡصٍ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کفن دیے گئے ایک جوڑے یمنی میں اور کرتے میں مرسل ہے اور مرسل اگرچہ ہمارے نزدیک حجت ہے لیکن تقدیم اُسکی حدیث حضرت عائشہؓ پر کسطرح سے ہوگی ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث قمیص کی مروی ہے چند طریقوں سے تو معارض

ناصح بن عبداللہ

[1] محتضر اسے کہتے ہیں جو قریب مرنے کے ہووے اور آثار مرنے کے ظاہر ہو گئے ہوں ۱۲ منہ رحمہ اللہ [2] یعنی جو اعضاء کہ نماز پڑھتے وقت زمین پر لگتے ہیں ۱۲ [3] عورت سے مراد شرمگاہ ہے

ہو ویگی حدیث حضرت عائشہؓ کے اور اُن طریقوں میں سے دوطریقے بیان کیے آور تیسرا طریقہ وہ ہے جو روایت کی عبدالرزاق نے حسن بصریؒ سے مرسل آور چوتھا طریقہ وہ ہے جو روایت کی ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کفن دیے گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تین کپڑوں میں اُس کرتے میں جس میں انتقال کیا اور ایک جوڑے بحرانی ف میں اور بحرین ایک شہر کا نام ہے اور یہ ضعیف ہے بسبب یزید بن ابی ریاح راوی کے لیکن ترجیح شاید اس طور پر ہووے کہ کفن کو مرد عورت سے زیادہ جانتے ہیں ورنہ اس مقام میں شک ہے کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل دیے گئے اُس قمیص میں جس میں انتقال کیا پھر اس پر کس طرح سے کفن پہنایا جاویگا واللہ اعلم اور حُلہ یعنی جوڑا عرب کے عرف میں دو کپڑوں کا نام ہے آزار اور چادر اور ہمارے نزدیک عمامہ نہیں لیکن اچھا جانا اسکو بعض لوگوں نے کیونکہ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ وہ عمامہ باندھتے تھے مُردے کا آور مستحب کفن میں یہ ہے کہ سفید ہووے مرد کیواسطے اور عورت کے لئے آور جائز ہے عورت کو زعفرانی اور زرد رنگ وغیرہ جیساکہ حالت حیات میں اُسکو درست تھا اور جو لڑکا کہ قریب بلوغ کے ہووے اور اسیطرح لڑکی بھی حکم بالغ اور بالغہ میں ہے آور دو کپڑے کفایت ہیں کیونکہ کہا حضرت ابو بکرؓ نے کہ نظر کرو میرے دو کپڑوں میں سو دھوؤ انکو اور کفن دو مجھ کو اُس میں کیونکہ زندے کو زیادہ احتیاج ہے نئے کپڑے کی طرف مُردے سے یعنی کچھ حاجت نئے کپڑے کی نہیں اُس میں کفایت ہے کیونکہ زینت لباس اور جمیع اُمور دنیاوی کی تابع حیات ہے اور جب حیات نے قصد انفکاک کیا تو اسوقت زینت وغیرہ بیفائدہ ہے آور روایت کی عبدالرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا ابو بکرؓ نے اپنے دونوں کپڑوں میں جن میں بیمار ہوئے تھے کہ دھوؤ انکو اور کفن دو مجھ کو ان میں تو کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا نہ خرید کریں ہم تمھارے واسطے نیا کپڑا فرمایا کہ نہیں زندہ زیادہ محتاج ہے طرف نئے کپڑے کے مُردے سے آور صحیح بخاری میں جو مروی ہے ابو بکرؓ سے خلاف اُسکے معارض ہے اُسکے جو ذکر کیا ہمنے مصنف عبدالرزاق سے اور سند عبدالرزاق کی کچھ کم نہیں سند بخاری سے بلکہ اُس سے بھی زیادہ صحیح ہے اور سند اُنکی یہ ہے اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ الخ ص اور عورت کیواسطے پیراہن اور ازار اور دامنی اور لفافہ اور سینہ بند جس سے اُنکے پستان باندھے جاویں سُنت ہے آور اُسکے واسطے ازار اور لفافہ اور دامنی بھی کفایت ہے ف اور کفن سُنت کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن عورتوں کو جنھوں نے اُم کلثومؓ اُنکی بیٹی کو کفن دیا تھا پانچ کپڑے عطا فرمائے تھے ایسا ہی ہے ہدایہ میں بیان کیا اُسکو اُم عطیہؓ نے اور بعضوں نے کہا ہے کہ صواب بجائے اُم عطیہ کے لیلیٰ بنت قائف ہے کہا اُس نے کہ تھی میں اُن عورتوں میں جنھوں نے کفن دیا تھا اُم کلثومؓ بیٹی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اول جو دیا انکو ازار تھی پھر پیراہن پھر دامنی پھر چادر پھر ایک اور کپڑا دیا گیا روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ نے اور حسن کہا اسکو نووی نے آور کہا منذری نے کہ اُم کلثومؓ نے وفات کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غائب تھے یعنی اُس جگہ نہ تھے آور معارض ہے اس قول کے وہ جو کہا ابن الاثیر نے کتاب الصحابہ میں کہ انتقال کیا اُم کلثومؓ نے سنہ نو میں بعد زینب کے ایک برس اور نماز پڑھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر اور کہا کہ وہ ہے جس کو غسل دیا تھا اُم عطیہ نے اور ایک سند قوی موجود ہے جو دلالت کرتی ہے ضعف پر قول منذری کے وہ جو روایت کی ابن ماجہ نے بسند صحیح اُم عطیہ سے کہا کہ داخل ہوئے ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم غسل دے رہے تھے اُنکی بیٹی اُم کلثومؓ کو سو فرمایا آپنے کہ غسل دیں اُنکو تین بار یا پانچ بار ساتھ پانی اور بیری کی پتّی کے اور اخیر بار میں کافور کریں سو جب فارغ ہو جاویں خبر دیں مجھ کو تو جب فارغ ہوئے ہم خبر دی ہمنے آپکو تو پھینکی طرف ہمارے ایک ازار اور کہا کہ پہنا دو یہ اُسکو آور ذکر کیا یہ شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ص پہلے لفافہ بچھاوے تب اُسکے اوپر ازار تب مُردے کو پیراہن پہنا کے ازار پر رکھے اور ازار کو پہلے بائیں طرف سے لپیٹے تب داہنی طرف سے لپیٹے تب بعد اُسکے لفافہ بھی اسی طرح لپیٹے اور عورت کو پہلے پیراہن پہناوے اور اُس کے سر کے بال کو دو حصّے کرکے اُسکی چھاتی پر پیراہن کے اوپر رکھ دیوے تب اُس کے اوپر دامنی اُڑھاوے پھر ازار تب اُس کے اوپر لفافہ لپیٹے آور اگر کفن کے کھُل جانیکا ڈر ہووے تو اُسکو باندھ دیوے ف اور کفن کفایت سے بھی کم کرنا مکروہ ہے مگر وقت ضرورت کے جیساکہ روایت کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے خباب بن الارث سے کہا کہ ہجرت کی ہمنے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اللہ کے تو واقع ہوا اجر ہمارا اللہ پر تو بعضے اُنمیں سے ایسے ہوئے جنھوں نے کچھ اجر لیا اور گذر گئے اُنمیں سے تھے مصعب بن عمیرؓ کہ قتل کیے گئے دن اُحد کے اور چھوڑ گئے ایک چادر تو ہم جب ڈھانپتے تھے سر اُنکا کھُل جاتے تھے پیر اُنکے اور جب پیر کو بند کرتے تھے کھُل جاتا تھا سر اُن کا تو حکم کیا ہم کو

یزید بن ابی ریاح

ف در منتخب نوشتہ شہریست معروف و بحرانی منسوب بآن ۱۲

حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ چھپاؤ سر اُنکا اور کرو پیروں پر گھانس اذخر[1] کی اور کفن بھی قبل باندھنے کے خوشبو دیا جاوے طاق بار کیونکہ روایت
کی حاکم نے مستدرک میں کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ خوشبو دو تم میت کو تین بار اور ایک روایت میں بیہقی کی ہے جَمِّرُوا الْكَفَنَ الْمَيِّتِ ثَلٰثًا
یعنی خوشبو دو کفن کو مُردے کے تین بار اور کہا گیا ہے کہ سند اسکی صحیح ہے اور بعد اُس کے اُس پر نماز پڑھیں کیونکہ ص نماز پڑھنا جنازے کی فرض کفایہ
ہے یعنی اگر بعض پڑھ لیں تو سب کے ذمّے سے ساقط ہو گی اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گنہگار ہونگے ف تو اس جگہ پر دو باتیں ثابت کرنا ضرور ہیں ایک
یہ کہ نماز فرض ہے دوسری یہ کہ فرض کفایہ ہے تو دلیل فرضیت کی یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (جن کو خبر ہوئی ۱۲) یعنی پڑھ نماز اُن پر کیونکہ نماز
تمھاری اے محمدؐ آرام ہے اُنکے واسطے اور دلیل دوسری کی یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مُردے پر خود نماز نہیں پڑھی اور کہا صحابہؓ سے کہ پڑھو
نماز اپنے صاحب پر تو اگر فرض عین ہوتی نہ ترک کرتے اُسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور شرط اُسکی یہ ہے کہ مُردہ امام کے سامنے حاضر ہووے تو نماز غائب پر درست
نہیں اور جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی[2] پر نماز پڑھی تھی تو اسواسطے کہ تخت اُس کا آپکے سامنے حاضر ہو گیا تھا اگرچہ مقتدیوں کو نہ معلوم ہوا اور دلالت کرتی ہے
اُس پر جو روایت کی ابن حبان نے صحیح میں عمران بن حصینؓ سے کہ کہا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بھائی تمھارا نجاشی انتقال کیا اُس نے سو کھڑے ہوا اور نماز
پڑھو اُس پر تب کھڑے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صف باندھی صحابہؓ نے پیچھے آپکے اور تکبیریں کہیں چار تکبیریں اور وہ نہیں جانتے تھے کہ جنازہ اُن کے
سامنے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گمان اُنکا اسی طرف تھا کہ جنازے پر بغیر ہونے جنازے کے نماز کسطرح ہو گی تو شاید کہ کشف ہوا ہو آپ پر یا خصوصیات
نجاشی میں ہووے واللہ اعلم تو اگر کوئی اعتراض کرے کہ سوا نجاشیؓ کے آپنے معاویہ بن معاویہ مزنی پر نماز پڑھی اور وہ حاضر نہ تھے جیسا کہ اُترے حضرت جبرئیل
علیہ السلام تبوک میں اور کہا اے رسول اللہؐ معاویہ نے وفات کی مدینے میں تو اگر چاہو تم لپیٹ دوں میں تمھارے واسطے زمین کو یعنی اُس زمین کو جہاں وہ
دفن ہوئے ہیں حاضر کروں اور تم نماز پڑھو اُس پر فرمایا کہ اچھا تو مارا اپنا بازو زمین پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تو اُٹھا آپکے واسطے تخت اُنکا اور نماز پڑھی
آپنے اُن پر اور پیچھے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صفیں تھیں فرشتوں کی ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے پھر پوچھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل
علیہ السلام سے کہ کس سبب سے یہ درجہ پایا اُس نے کہا کہ اچھی لگتی تھی اُنکو سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی اور پڑھتے تھے اُسکو آتے جاتے اور چلتے اور کھڑے اور بیٹھے
روایت کیا اسکو طبرانی نے حدیث ابی امامہؓ سے اور ابن سعد نے طبقات میں حدیث انسؓ سے اور نماز پڑھی آپنے زید بن حارثہؓ اور جعفر طیارؓ پر جیسے کہ روایت
کی واقدی نے مغازی میں حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ وَبْنِ قَتَادَةَ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ لَمَّا الْتَقَى النَّاسُ
بِمُوْتَةَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَكُشِفَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّامِ فَهُوَ يَنْظُرُ اِلٰى مُعْتَرَكِهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدُ
بْنُ حَارِثَةَ فَمَضٰى حَتّٰى اسْتُشْهِدَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَسْعٰى ثُمَّ اَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَمَضٰى حَتّٰى
اسْتُشْهِدَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَطِيْرُ فِيْهَا بِجَنَاحَيْنِ حَيْثُ شَاءَ یعنی بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اور ظاہر
ہوا اُنکو شام تک اور دیکھتے تھے اُنکی لڑائی کی جگہ کو پھر فرمایا آپنے لیا نشان کو زید بن حارثہؓ نے اور گذرے اور شہید ہوئے اور نماز پڑھی اُن پر حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اور دعا کی اُنکے واسطے اور کہا کہ بخشش مانگو اللہ سے اُسکے لئے داخل ہوا جنت میں اور وہ دوڑتا ہے جنت میں پھر لیا نشان کو جعفر بن
ابی طالبؓ نے اور گذرے اور شہید ہوئے پھر نماز پڑھی اُن پر اور دعا کی اُنکے واسطے اور کہا کہ بخشش مانگو اللہ سے اُنکے لئے اور داخل ہوئے وہ جنت میں
اور اُڑتے ہیں جنت میں ساتھ دونوں بازو کے جہاں چاہتے ہیں تو جواب اُس کا یہ ہے کہ خصوصیت نجاشیؓ کا ہم نے دعویٰ اُس تقدیر پر کیا ہے کہ جب
تخت مُردے کا نہ ظاہر ہوا ہو آپکے واسطے اور نہ دیکھیں آپ اُس کو اور جو مذکور ہوا اُس کے خلاف ہے باوجود ضعیف روایات کے سو جو مغازی سے مروی ہے
مرسل ہے دونوں طریقوں سے اور جو ابن سعد سے ہے طبقات میں ہے ساتھ علاء کے اور وہ بیٹا زید کا ہے اور کہا ہے کہ بیٹا زید کا اتفاق کیا محدثینؒ نے
اُس کے ضعف پر اور طبرانیؒ کی روایت میں بقیہ بیٹا ولید کا ہے اور وہ بھی ضعیف ہے اور اگر اسکو تسلیم نہ کریں تو لازم آتا ہے کہ جتنے لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اور ملکوں میں مرے ہوں نماز پڑھی ہو آپنے اُن سب پر اور یہ ہرگز ثابت نہیں ہوا ص اور نماز جنازے کی یہ ہے کہ پہلے تکبیر کہے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کے

[1] اذخر ایک گھانس ہوتی ہے عرب میں خوشبودار ۱۲ وحید [2] نجاشی اسم بادشاہ حبش کہ بر آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان آوردہ بود ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ علاء بقیہ بیٹا ولید

پھر بعد اُس کے ہاتھ نہ اُٹھائے اور شافعیؒ کے نزدیک ہر تکبیر میں اُٹھائے اور ثنا پڑھے پھر تکبیر کہے اور درود بھیجے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھر تیسری تکبیر کہے اور یہ دعا پڑھے اگر مُردہ بالغ ہو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اور اگر لڑکا ہو تو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا ذُخْرًا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور اگر لڑکی ہو تو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا ذُخْرًا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً اور پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیرے اور قراءتؒ اسمیں نہیں ہے اور شافعیؒ کے نزدیک قراءت بھی ہے ف اور ہمارے نزدیک چار تکبیریں ہیں اور پہلے جو آپ پانچ یا زیادہ تکبیریں کہتے تھے منسوخ ہے ساتھ اُس کے جو روایت کی امام محمدؒ نے ابو حنیفہؒ سے اُنھوں نے حماد سے اُنھوں نے ابراہیم سے کہ تھے لوگ تکبیر کہتے جنازے پر پانچ یا چھ یا چار یہانتک کہ انتقال کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تکبیر کہتے تھے ایسا ہی زمانۂ ابوبکر صدیق میں پھر جب والی ہوئے حضرت عمرؓ تو کہا اُنھوں نے واسطے اُن کے کہ تم گروہ ہو اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر تم اختلاف کرو گے اختلاف کریں گے لوگ بعد تمھارے اور ابھی لوگوں کو تھوڑا زمانہ گذرا ہے جاہلیت سے تو اجماع کرو ایسی چیز پر کہ اجماع کریں اُس پر لوگ بعد تمھارے تو سب لوگوں کی رائے متفق ہوئی اس بات پر کہ اخیر جنازے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی تکبیریں کہی تھیں اُتنی ہی کہیں اور اُس کے ساتھ تمسک کریں اور چھوڑ دیں اس کے ماسوا کو تو ڈھونڈھا اُنھوں نے اور پایا اخیر جنازے کو کہ تکبیریں کہی تھیں اُس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں آور یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ نہیں پایا ابراہیم نے حضرت عمرؓ کو لیکن انقطاع ارسال میں داخل ہے اور وہ ہمارے نزدیک حجت ہے اور باوجود اس کے کہ وصل کیا اسکو امام احمدؒ نے روایت عامر بن شقیق سے اُنھوں نے ابو وائل سے آور روایت کی حاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ سے کہ آخر جو تکبیر کہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر چار تکبیریں تھیں اور تکبیریں کہیں حضرت عمرؓ نے چار اور ابن عمرؓ نے عمرؓ پر چار اور حسن بن علیؓ نے علیؓ پر چار اور حسینؓ بن علی نے حسنؓ پر چار راضی ہو اللہ ان سب بزرگواروں سے اور تکبیر کہی ملائکہ نے حضرت آدمؑ پر چار اور سکوت کیا اس سے حاکم نے اور ضعیف کیا اس کو دارقطنی نے بسبب فراتؒ بن سائب کے کہا متروک ہے اور روایت کیا اسکو بیہقی نے سنن میں اور طبرانی نے نضرؒ بن عبدالرحمٰن سے اور ضعیف کیا اس کو بیہقی نے اور کہا کہ مروی ہے بہت وجھوں سے اور سب ضعیف ہیں مگر یہ کہ اجماع صحابہؓ کا چار پر دلیل ہے اس بات پر کہ یہ حدیث ثابت ہے آور روایت کیا اس کو ابو نعیم اصبہانی نے تاریخ اصبہان میں حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ بْنِ عِمْرَانَ ثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ ثَنَا شَیْبَانُ بْنُ الْفَرُّوْخِ ثَنَا نَافِعُ بْنُ ھُرْمُزٍ ثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُکَبِّرُ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ سَبْعَ تَکْبِیْرَاتٍ وَعَلٰی بَنِیْ ھَاشِمٍ خَمْسَ تَکْبِیْرَاتٍ ثُمَّ کَانَ اٰخِرُ صَلَاتِہٖ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ اِلٰی اَنْ خَرَجَ مِنَ الدُّنْیَا یعنی تھیں تکبیریں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بدر پر سات اور بنی ہاشم پر پانچ پھر تھیں آخر نماز میں چار تکبیریں یہاں تک کہ نکلے دنیا سے آور مرفوع ہوا طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ اخیر نماز میں تکبیریں کہی تھیں آپ نے چار تکبیریں عمرؓ سے آور روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور ضعیف کیا اس کو آور روایت کی ابو عمرو نے استذکار میں سلیمان بن ابی خثیمہ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر کہتے جنازے پر چار اور پانچ اور سات اور آٹھ یہاں تک کہ آئی خبر مرنے نجاشیؒ کی تو نکلے آپ طرف مصلے کے اور صف کی لوگوں نے پیچھے آپکے اور تکبیر کہی چار بار پھر ثابت رہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چار پر یہاں تک کہ اُٹھا لیا اُن کو اللہ تعالیٰ نے آور روایت کیا اس کو حارث بن ابی اُسامہ نے مسند میں ابن عمرؓ سے مثل روایت ابن عباسؓ کے اور زیادہ کیا کچھ آور نکالا حازمیؒ نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں انس بن مالکؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے اہل بدر پر سات تکبیریں اور بنی ہاشم پر سات اور اخیر نماز کہ پڑھی تھی اُس کو آپ نے تکبیریں کہی تھیں اُس میں چار یہاں تک کہ نکلے دنیا سے اور ضعیف کی گئی یہ حدیث بالجملہ ثابت ہوا کہ صحیح چار تکبیریں ہیں اور ایسا ہی بیان کیا اس کو مشائخ عظامؒ نے وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ اور شروع کرنا ساتھ درود اور ثنا کے سُنت دعا کی ہے آور روایت کی ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے اور ترمذیؒ نے دعوات میں فضالہ بن عبید سے کہ سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو کہ دعا کرتا ہے اور نہیں درود بھیجا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور نہ ثنا کی اللہ تعالےٰ پر سو کہا کہ جلدی کی اُس شخص نے تو بلایا اُس کو اور کہا کہ جب دعا کرے کوئی تم میں سے تو چاہیئے کہ شروع کرے ساتھ حمد اور ثنا کے پھر درود بھیجے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر

ف یعنی قرآن پڑھنا سورہ فاتحہ وغیرہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد تکبیر اول کے سورہ فاتحہ پڑھے ۱۲

فراتؒ بن سائب

نضرؒ بن عبدالرحمٰن

پھر دعا کرے بعد اُس کے جو چاہے تصحیح کیا اس کو ترمذیؒ نے اور یہ دعائیں بھی حدیث میں وارد ہوئی ہیں ص اور جو شخص کہ نماز پڑھے وہ مُردے کے سینے کے برابر کھڑا ہو ف اس واسطے کہ یہ مقام قلب کا ہے اور اُس میں نور ایمان ہے تو کھڑا ہونا سینے کے پاس اشارہ ہے طرف شفاعت کے واسطے ایمان اُس کے کے آور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ کھڑا ہو سامنے اُس کے سر کے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت انسؓ سے اور کہا کہ یہی سُنت ہے لیکن اس کی اسناد میں کلام ہے ص اور بہتر ہے امامت کے واسطے بادشاہ پھر قاضی پھر امام محلے کا پھر ولی میت کا عصبات کی ترتیب سے آور ولی سے مُردے کی اجازت لے کے غیر کو امامت کرنا درست ہے آور اگر ولی کے سوا دوسروں نے نماز پڑھ لی ولی کو اختیار ہے کہ نماز کو دُہراوے یا نہیں آور اگر ولی نے پڑھ لی تو اور لوگ نہ دُہراویں آور جو مُردہ بغیر نماز پڑھے ہوئے دفن کیا گیا تو اُس کی قبر پر نماز پڑھی جاوے جب تک شبہ سڑنے کا نہ ہووے یعنی تین روز تک ف اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ایک عورت پر انصار سے اور وہ دفن ہو چکی تھی اُس کی قبر پر روایت کیا اس کو ابن حبان اور حاکمؒ نے اور سکوت کیا اس سے آور اخراج کیا مالکؒ نے مؤطا میں یہی مضمون ص اور سواری پر نماز جنازہ درست نہیں ف اور قیاس اس کو مقتضی ہے کہ جائز ہو کیونکہ نماز جنازہ حقیقۃً نماز نہیں بوجہ نہ ہونے ارکانِ نماز کے آور استحسان سے نہیں جائز ہے کیونکہ ایک وجہ سے وہ نماز ہے کہ اس میں تکبیر تحریمہ موجود ہے ص اور جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو اُس کے اندر مُردے کو رکھ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر مردہ اُس کے باہر ہو تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ نہیں اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے ف روایت کیا ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص نماز پڑھے مُردے پر مسجد میں تو نہیں اجر ہے واسطے اُس کے آور ایک روایت میں فَلَا شَیْءَ لَہٗ ہے آور صالح مولیٰ توأمہ کا اس کی اسناد میں ثقہ ہے لیکن اختلاط ہو گیا تھا اُس کو آخر عمر میں نقل کیا نسائیؒ نے ابن معین سے کہ وہ ثقہ ہے اور جس نے قبل اختلاط کے اُس سے سُنا تو وہ روایت اُس کی صحیح ہے آور ابن ابی ذئب نے سُنا اُس سے قبل اختلاط کے اور تفصیل اس کی شیخ ابن الہمام نے لکھی ہے آور وہ جو مسلم میں ہے کہ نماز پڑھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جنازے کی ایک واقعہ ہے کہ اُس سے عموم ثابت نہیں ہوتا اور جائز ہے کہ بعذر ہو اور وہ جو بیہقیؒ نے روایت کی کہ حضرت ابوبکرؓ پر پڑھی گئی نماز مسجد میں اُس کی اسناد میں اسمٰعیل عنوی متروک ہے واللہ اعلم ص اور جو لڑکا پیدا ہوا اور مرگیا تو اگر رویا ہے تو نام اُس کا رکھا جاوے اور غسل دیا جاوے اور نماز پڑھی جاوے ف روایت کی نسائیؒ نے جابرؓ سے کہ جب روئے لڑکا نماز پڑھی جاوے اُس پر اور وارث ہوگا کہا نسائیؒ نے اور واسطے مغیرۃ بن مسلم کے حدیث منکر ہے آور روایت کیا اس کو حاکم نے سفیان سے اُنھوں نے ابو الزبیر سے اسی اسناد سے اور صحیح کیا اس کو آور جابرؓ سے مروی ہے مرفوعًا کہ لڑکا نہیں نماز پڑھی جاویگی اُس پر اور نہ وارث ہوگا اور نہ کوئی اُسکا وارث ہوگا یہاں تک کہ روئے اخراج کیا اس کا ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور صحیح کیا اس کو حاکم اور ابن حبان نے کہا ترمذیؒ نے روایت کیا اسکو موقوف اور وہی صحیح ہے آور وہ معارضہ کیا ہے ساتھ اُس کے جو روایت کی ترمذیؒ نے حدیث مغیرہ سے اور صحیح کیا اُس کو کہ کہا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سقط نماز پڑھی جاویگی اُس پر اور دعا کیجاویگی واسطے والدین اُس کے کے ساتھ مغفرت کے ساقط ہے کیونکہ منع اس مقام میں مقدم ہے اثبات پر ص اگر ایک لڑکا قید ہو کے دار الاسلام میں آیا اور مرگیا اگر اپنے ماں باپ کے ساتھ قید ہوا ہے اور کوئی اُن میں سے مسلمان نہیں اور نہ وہ خود عاقل تھا نماز اُس پر نہ پڑھی جاویگی اور اگر کوئی اُن میں سے مسلمان ہوا تو نماز اُس پر پڑھی جاویگی اور اگر اکیلا قید ہوا تو اُس پر نماز پڑھی جاویگی یا وہ لڑکا مسلمان ہوا لیکن اُس کو عقل نہ تھی یا مسلمان نہ ہوا اور اُس کا کوئی ماں باپ بھی مسلمان نہ ہوا تو بھی نماز نہ پڑھی جاویگی آور اگر ایک کافر مرا اور اُس کا ولی مسلمان تھا تو اُس کا ولی غسل دیوے جس طرح سے نجس چیزیں دھوئی جاتی ہیں یعنی اُس کو وضو نہ کرایا جاوے اور داہنی طرف سے شروع نہ کرے اور ایک کپڑے میں اُس کو لپیٹے اور ایک گڑھا کھووے اور اُس کو اُس میں ڈال دیوے ف روایت کی ابن سعد نے طبقات میں اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِیُّ حَدَّثَنِیْ مُعَاوِیَۃُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ لَمَّا اَخْبَرْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِ اَبِیْ طَالِبٍ بَکٰی ثُمَّ قَالَ لِیْ اذْہَبْ فَاغْسِلْہُ وَکَفِّنْہُ وَوَارِہٖ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَتَیْتُہٗ فَقَالَ لِیْ اذْہَبْ وَاغْتَسِلْ قَالَ وَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَغْفِرُ لَہٗ

اَیَّامًا وَّ لَا یَخْرُجُ مِنْ بَیْتِہٖ حَتّٰی نَزَلَ عَلَیْہِ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِھٰذِہٖ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ ۔ یعنی فرمایا حضرت علیؓ نے
کہ جب خبر کی میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ موت ابو طالب کے روئے پھر کہا واسطے میرے جا اور غسل دے اُس کو اور کفن دے اُسکو اور
چھپا اُس کو کہا حضرت علیؓ نے کہ کیا میں نے ایسا ہی اور آیا میں پھر فرمایا کہ جا اور غسل کر کہا اور تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بخشش مانگتے واسطے
اُن کے کئی دن تک اور نہ نکلے گھر سے یہاں تک کہ اُترے جبرئیل علیہ السلام ساتھ اس آیت کے کہ نہیں جائز ہے واسطے نبی کے اور اُن لوگوں کے جو ایمان
لائے یہ کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے واسطے اور اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی بخشش اگرچہ نبیؐ کے عزیز و اقارب میں سے ہو دے نہیں ہوتی اور روایت
کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل دینے والے کو بھی بعد غسل میت کے غسل واجب ہوتا ہے اور ایسی ہی روایت کی ابو داؤدؒ
نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم غسل کرتے جنابت سے اور دن جمعے کے اور غسل میت سے اور یہ ضعیف ہے اور روایت
کی اُس نے اور ترمذیؒ نے مرفوعًا کہ جو غسل دے میت کو سو غسل کرے اور جو اُٹھاوے اُس کو تو وضو کرے حسن کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ضعیف کیا اسکو جمہورؒ نے
اور اس باب میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہوئی ہاں محمول استحباب پر ہو سکتا ہے کہ مثلاً بعد غسل میت کے غسل مستحب ہووے اور اسی طرح وضو بعد اُٹھانے
جنازے کے ص اور سُنت ہے جنازے کے اُٹھانے میں چار آدمیوں کا ہونا اس طرح پر کہ پہلے اُس کے آگے کے پائے کو پھر پیچھے کے پائے کو اپنے داہنے
کاندھے پر رکھیں تب اُس کے دوسری طرف کے آگے کے پائے کو اور پیچھے کے پائے کو اپنے بائیں کاندھے پر رکھیں اور جلدی جلدی چلیں اور دوڑیں نہیں
ف اور یہ تدبیر اُٹھانے کی وارد ہوئی ہے بہت صحابہؓ اور تابعینؒ سے روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے مصنف میں علی ازدی سے کہا کہ دیکھا
میں نے ابن عمرؓ کو ایک جنازے میں کہ وہ اُٹھایا جاتا تھا چاروں کونوں سے تخت کے اور روایت کی ان ہی دونوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ جو جاوے
ساتھ جنازے کے تو پکڑے چاروں کونے تخت کے کیونکہ یہی سُنت ہے اور روایت کی امام محمدؒ نے اُن ہی سے کہ کہا اُنھوں نے سُنت سے ہے یہ بات کہ اُٹھاوے
جنازے کو چاروں کونوں سے تخت کے اور اخراج کیا اس کا ابن ماجہؒ نے اور لفظ اُس کا یہ ہے کہ جو اُٹھاوے جنازے کو تو پکڑے چاروں کونے تخت کے
اور امام شافعیؒ کے نزدیک آگے کا شخص گردن کی جڑ پر رکھے اور پیچھے کا شخص سینے سے اونچا اور ایسا ہی روایت کیا سعد بن معاذؓ کے جنازہ اُٹھنے کو ابن سعد
نے طبقات میں اور امام شافعیؒ نے ساتھ سند ضعیف کے اور مروی ہے یہ بھی بہت صحابہؓ سے لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اُس وقت ہجوم تھا ملائکہ کا اسواسطے
جنازہ اس طرح پر اُٹھایا گیا اور مروی ہے حدیث میں کہ ستر ہزار فرشتے جنازے میں حاضر ہوئے تھے یا اور کوئی سبب ہوگا اور جلدی چلنا حدیث میں وارد ہے
روایت کی ابو داؤد اور ترمذیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ پوچھا ہم نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح چلیں ساتھ جنازے کے فرمایا کہ کم خبب سے
اور خبب ایک قسم ہے دوڑنے کی اور یہ حدیث ضعیف ہے اور نکالا اصحاح ستہ والوں نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جلدی کرو ساتھ جنازے کے تو
اگر مُردہ نیک ہے تو تم جلدی لیے جاتے ہو اُس کو طرف نیکی کے اور اگر بد ہے تو جلدی رکھتے ہو تم اُس کو کندھوں سے اپنے ص اور قبل جنازہ رکھے جانے کے
بیٹھنا مکروہ ہے ف کیونکہ بیٹھ جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے اعراض اور تغافل ہے اور جو شخص بیٹھا ہو اور جنازہ اُس کے سامنے سے گذرے تو کھڑا نہ ہووے
اور بعضوں نے کہا ہے کہ کھڑا ہووے اور صحیح اول ہے کیونکہ روایت کی حضرت علیؓ نے کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حکم کرتے ہم کو کھڑے ہونے کا ساتھ
جنازے کے پھر بیٹھنے لگے بعد اُس کے اور حکم کیا ہمکو بیٹھے رہنے کا اور روایت کیا اسکو امام احمدؒ وغیرہ نے ص اور جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے ف اور اس
باب میں دونوں طرح کے آثار وارد ہیں اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ پیچھے جنازے کے چلتے تھے اور حضرت عمرؓ اور ابو بکرؓ وغیرہم سے آگے چلنا ثابت ہے اور
حق یہ ہے کہ جس طرح چاہے چلے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوار چلے پیچھے جنازے کے اور پیدل جس طرف چاہے اور لڑکا کہ نماز پڑھی جاوے اُس پر
روایت کیا اس کو اصحاب سننؒ نے اور ترمذیؒ نے صحیح کیا اس کو اور ایک روایت میں ہے کہ چلو آگے اُس کے اور پیچھے اُس کے اور داہنے اُس کے اور بائیں اُسکے
اور روایت کی ترمذیؒ و ابو داؤدؒ و ابن ماجہؒ وغیرہم نے کہ چلتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ آگے جنازے کے ص اور قبر کھودے اور لحد بناوے
ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لحد ہمارے واسطے ہے اور شق واسطے غیر ہمارے کے ہے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے

لہ ذکر کیا اس کو ابن ماجہ مصنف فی ذکر کیا اور محمد بن فضل فی ذکر کیا اور محمد جنازے سنت ہے ۱۲

اور اسناد میں اسکی عُبدالاعلی ابن عامر ہے کہا اُس نے کہ اس میں گفتگو ہے آور ابن ماجہؒ میں ہے انس بن مالکؓ سے کہ جب انتقال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے تو تھے مدینے میں دو شخص ایک لحد بناتا تھا اور ایک نہیں بناتا تھا تو کہا ہم نے کہ جو پہلے آویگا اُسی سے قبر بنوائیں گے تو پہلے آیا بنانے والا لحد کا اور لحد بنائی گئی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آور لحد کی وصیّت کی سعدؓ نے واسطے اپنے مرض موت میں ص اور مُردے کو لحد میں جو قبر سے قبلے کیطرف قریب ہے رکھے ف اور ایسا ہی روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے اور ابو داؤدؒ نے مراسیل میں کہ رکھے گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبر میں قبلے کیطرف سے اور نہیں کھینچے گئے کھینچنے کر یعنی سَل نہیں کیے گئے آور امام شافعیؒ کے نزدیک سَل چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ رکھا جاوے جنازہ پیچھے قبر کے کہ ہووے سر مُردے کا مقابل میں دونوں قدموں کے قبر سے پھر داخل کیا جاوے سر مُردے کا قبر میں اور اندر کیا جاوے اور ہوویں پیر اُس کے مقام اُس کے سر کے پھر داخل کیے جاویں پیر اُس کے اور اندر کیے جاویں اسی طرح آور یہ بھی مروی ہے چند صحابہؓ سے کہ اسی طرح رکھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں آخراج کیا اس کا امام شافعیؒ نے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور رکھنے والا کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ف اور اِس مقام پر جو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ایسا ہی کیا تھا نبی صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے جب دفن کیا تھا ابو دجانہؓ کو قبر میں سہو ہے اُن سے آور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ غلط ہے ابو دجانہؓ نے انتقال کیا بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیکن روایت کی ابن ماجہؒ نے حجاج بن ارطات سے اُنھوں نے نافعؓ سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب داخل کرتے مُردے کو قبر میں کہتے تھے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اور زیادہ کیا ترمذیؒ نے بعد بِسْمِ اللّٰہِ کے وَبِاللّٰہِ آور کہا کہ حسن غریب ہے آور روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے اور طریقے سے اور حاکم نے آور اس میں ہے کہ جب رکھو تم مُردوں اپنے کو قبر میں سو کہو بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اور صحیح کیا اسکو آور بہت سے طریقے دوسرے ہیں اس حدیث کے ص اور مُردے کا مُنھ قبلے کیطرف کر دیوے ف اور یہی ثابت ہے حدیثوں سے اور اتفاق کیا اس پر علمائے ملّت نے ص اور جو کفن کے کھُلنے کے خوف سے گرہ باندھی تھی کھول دیوے اور کچی اینٹ اور بانس قبر پر رکھے ف اسواسطے کہ بچھائی گئی تھیں اینٹیں واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مروی ہے سعد بن ابی وقاصؓ سے کہ کہا اُنھوں نے اُس مرض میں کہ مرے اُس میں بناؤ واسطے میرے لحد رکھو اُس پر اینٹیں جیسا کہ کیا گیا تھا ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آور مروی ہے حدیث ابن حبان سے کہ رکھو اوپر میرے اینٹیں جیسا کہ رکھی گئیں قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں آور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کی گئی قصب آور یہ مرسل ہے اور روایت کی ابن سعد نے طبقات میں کہ وصیّت کی ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل ہمدانی نے یہ کہ کیجاویں اُس کی لحد پر کچھ قصب آور کہا کہ دیکھا میں نے مہاجرین کو کہ دوست رکھتے تھے اُس کو آور قصب نرکل کو کہتے ہیں فقط ص اور دفن کے وقت عورت کی قبر پر پردہ کرے آور مرد کی قبر پر نہ کرے ف اس واسطے کہ پردہ خاص واسطے عورت کے ہے ص اور پختہ اینٹ اور لکڑی قبر میں بچھانا مکروہ ہے پھر مٹّی ڈالے اور قبر کو ماہی پشت کرے اور مربع نہ کرے ف اور جس نے دیکھا قبر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سو بیان کیا کہ وہ مثل اونٹ کی کوہان کے ہے کہا امام ابو حنیفہؒ نے حدیث بیان کی ہمسے ایک شیخ نے مرفوعاً کہ منع کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مربع کرنے سے قبر کے اور برابر کرنے سے اُس کو آور روایت کی امام محمدؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا اُنھوں نے خبر دی مجھ کو اُس نے جس نے دیکھا قبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور قبر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو کہ تھیں وہ اُٹھی ہوئیں زمین سے اور اُن پر بیچ میں شگاف تھا پتھر سفید سے اور صحیح بخاریؒ میں ہے ابو بکر بن عیاش سے کہ سفیان تمار نے حدیث بیان کی اُن سے کہ دیکھا اُنھوں نے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تھی مثل کوہان شتر کے آور ایسا ہی اسکو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے آور بہت سے آثار اس باب میں وارد ہوے ہیں آور روایت کی ابو حفص بن شاہین نے کتاب الجنائز میں سالم سے کہ پوچھا میں نے ابو جعفر محمد بن علی اور قاسم بن محمد بن ابی بکر اور سالم بن عبداللہ سے کہ کس طرح تھیں قبریں آپ کے بزرگوں کی کہا کہ تھیں سب مثل کوہان شتر کے آور وہ جو مسلمؒ نے روایت کی ہیاج اسدی سے کہا کہ واسطے میرے حضرت علیؓ نے کہ بھیجتا ہوں میں تجھ کو اُس پر کہ بھیجا تھا مجھ کو نبی صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے یہ کہ نہ چھوڑ کوئی تصویر مگر مٹا دے اُس کو اور نہ کوئی قبر بلند مگر برابر کر دے اُس کو یہ جب ہے کہ قبر پر عمارت بلند بنی ہوئی ہو آور یہ مراد نہیں کہ ذرہ بھی قبر اونچی نہ ہو بلکہ ایسی چاہیئے کہ زمین سے ممتاز[له] ہو جاوے اور معلوم ہووے کہ یہ قبر ہے

ثم عبدالاعلیٰ ابن عامر

له یعنی بلند ہو بقدر ایک بالشت کے اگر ... ۱۲ منہ

ص باب شہید کے بیان میں

جو شخص کہ طاہر اور بالغ ہووے اور تیز چیز سے مارا جاوے ظلم کی راہ سے اور اُس مارنے کے بدلے میں مال دینا واجب نہ ہوا ہو یا میدان قتال میں مُردہ زخمی پایا جاوے پس جس پر غسل واجب ہے جیسے جنب اور حائض اور نفساء یا لڑکا ہے تو وہ شہید نہیں آور جس کو کہ تیز چیز سے قتل نہیں کیا بلکہ بھاری چیز سے تو وہ بھی شہید نہیں لیکن اگر باغیوں نے مارا ہووے یا مُشرکین یا لُوٹنے والوں نے کہ اُن کا مقتول جس چیز سے چاہیں ماریں شہید ہے ف اور اگر جُنب شہید ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک غسل اُس کو کرایا جاویگا آور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں آدلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ روایت کی ابن حبان اور حاکم نے عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے اور تحقیق کہ قتل کیا گیا حنظلہ بن عامر ثقفیؓ صاحب تمہارا غسل دیتے ہیں اُس کو ملائکہ تو پوچھا صحابیوں نے اُنکی بیوی سے کہا کہ نکلے تھے وہ اور جُنب تھے اخیر حدیث تک اور فرمایا آپنے کہ اسی واسطے غسل دیتے ہیں اُسکو ملائکہ اور کہا حاکمؒ نے صحیح ہے اوپر شرط مسلمؒ کے اور بیوی کا ذکر نہیں کیا اور نام اُنکی بیوی کا جمیلہ بنت اُبی سلول ہے بہن تھیں عبداللہ بن سلول منافق کی آور باغیوں کے یا مشرکوں کے ہاتھ سے جو مارا جاوے تو وہ شہید ہے آور دلیل اُسکی صاحب ہدایہؒ نے یہ بیان کی ہے کہ شہدائے اُحد کے سب ہتھیار سے نہیں مارے گئے تھے اور پھر کسی کو غسل نہیں دیا گیا ص اور جو ظلم سے نہ مارا جاوے بلکہ حد یا قصاص میں مارا جاوے تو بھی شہید نہیں آور جس کے مرنے سے دیت واجب ہووے وہ بھی شہید نہیں مگر باپ اپنے بیٹے کو مار ڈالے تو وہ شہید ہے آور اگر کسی شخص کو میدان میں زخمی نہ پایا اور مردہ پایا تو وہ شہید نہیں تو اگر کسی مسلمان کو ایک مسلمان نے کہ وہ باغی اور ڈکیتا نہیں یا مسلمان کو ذمی نے مار ڈالا تو اگر تیز چیز سے مارا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شہید ہے اور جو اُس سے نہیں مارا تو شہید نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ تیز چیز کی شرط نہیں آور جو چیزیں کہ کفن مردہ سے خاص نہیں جیسے پوستین اور قبا اور ٹوپی اور ہتھیار اور موزہ وہ شہید سے اُتار لیے جاویں گے آور اگر کفن میں سے کوئی چیز کم ہو تو زیادہ کریں آور جو زیادہ ہو تو کم کریں آور اُس کو غسل نہ دیویں اور نماز پڑھیں آور خون بھرا ہوا دفن کر دیا جاوے ف کیونکہ روایت کی احمدؒ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے آئے اُحد کے شہیدوں کے سو فرمایا کہ میں گواہ ہوں اُن لوگوں پر دفن کر دو انکو ساتھ زخموں ان کے اور خون کے آور یہ مستلزم ہے عدم غسل کو کیونکہ جب غسل ہوگا تو خون کہاں باقی رہے گا آور غسل کے ترک میں چند حدیثیں آئی ہیں آخراج کیا بخاریؒ اور اصحاب سننؒ نے لیث بن سعد سے اُنھوں نے زہری سے اُنھوں نے عبدالرحمٰن بن کعبؓ سے اُنھوں نے جابر بن عبداللہؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جمع کرتے تھے دو شخصوں کو شہیدوں اُحد سے اور فرماتے تھے کونسا زیادہ ہے حافظ قرآن کا تو جب بتاتا کوئی کسی کو اُس کو آگے کرتے لحد میں اور کہتے میں گواہ ہوں ان پر دن قیامت کے سو حکم کیا آپنے ان کے دفن کا خونوں میں اور نہیں غسل دیا اُن کو زیادہ کیا بخاریؒ اور ترمذیؒ نے اور نہیں نماز پڑھی اُن پر کہا نسائیؒ نے نہیں جانتا ہوں میں کہ متابعت کی ہو لیث کی کسی نے اصحاب زہری سے اس اسناد پر اور بخاریؒ نے نہیں اختیار کیا اس کو آور روایت کی ابوداؤدؒ نے جابرؓ سے کہ لگا ایک شخص کو تیر سینے میں یا حلق میں سو مر گیا اور رکھا گیا اُسی طرح اپنے کپڑوں میں اور ہم تھے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سند اس کی صحیح ہے آور روایت کی نسائیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لپیٹ دو انکو اُنکے خونوں میں کیونکہ نہیں ہے کوئی زخم کہ لگا ہے اللہ کی راہ میں مگر آویگا دن قیامت کے کہ رنگ اُس کا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو جیسے مشک کی آور امام شافعیؒ کے نزدیک اُس پر نماز بھی نہ پڑھی جاوے آور کہتے ہیں کہ تلوار محو کرنے والی ہے واسطے گناہوں کے آور بعض فقہاء نے اس کو کلام حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے آور ایسا ہی ہے صحیح ابن حبان میں آور صحیح بخاری میں ہے جابرؓ سے کہ نہیں پڑھی نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوپر قتیلوں اُحد کے آور جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے مراسیل میں عطاء بن ابی رباح سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اوپر شہدائے اُحدؓ کے تو اب معارض ہوگی حدیث جابرؓ کی ہمارے نزدیک لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ مرسل ہے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ عطاء بڑے تابعینؒ میں سے ہیں آور مرسلات اُنکے مانند مرفوع کے ہیں آور اگر مسلّم ہو تو جب قوت دیوے اُس کو دوسری حدیث مرفوع تو حجت ہوگی اور وہ یہ ہے جو روایت کی حاکم نے جابرؓ سے کہا کہ گم کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو یعنی اُنکی نعش نہیں ملتی تھی بسبب کثرت شہداء کے پھر کر

ف یعنی یہ لوگ شہید حقیقی نہیں ان کو غسل و کفن مسنون دیا جاوے گا گو ثواب میں شہید کے شامل ہیں ۱۲ ف اس واسطے کہ بغیر اس قتل کے باپ پر دیت واجب نہیں ۱۲ شرح وقایہ ف یعنی شہید پر ۱۲

ہوئے لوگ قتال سے سو کہا ایک شخص نے کہ دیکھا میں نے اُن کو فلانے درخت کے نیچے تب آئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس درخت کے پاس اور دیکھا اُنکو اور اُنکا حال اور روئے پکار کے سو کھڑا ہوا ایک شخص انصار میں سے اور ڈالا اُن پر ایک کپڑا پھر لائے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ اور نماز پڑھی آپنے اُن پر پھر باقی شہید پڑھی جاتی تھی اُنپر نماز پہلو میں حضرت حمزہؓ کے اور اُٹھتے جاتے تھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ وہیں رکھے رہے یہاں تک کہ پڑھی نماز سب شہیدوں پر آور فرمایا آپنے کہ حمزہؓ سردار شہیدوں کے ہیں اللہ کے نزدیک دن قیامت کے اور کہا کہ صحیح ہے اسناد اسکی اور نہیں نکالا اسکو شیخین ؒ نے لیکن اسناد میں اسکی مفضل بن صدقہ ہے آور اسکو اگرچہ ضعیف کیا یحییٰ اور نسائی ؒ نے لیکن کہا اہوازی نے کہ عطار بن مسلم توثیق کرتے تھے اُنکی آور احمد بن شعیبؒ نے ثنا کی اُن پر پوری ثنا آور کہا ابن عدی نے نہیں دیکھتا ہوں میں ساتھ اُس کے کچھ حرج تو نہ کم ہوگی حدیث درجہ حسن سے اور وہ حجت ہے آور شک نہیں اس میں کہ قوت دیگی حدیث ابوداؤد کو آور کہا احمدؒ نے ثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النِّسَاءُ يَوْمَ اُحُدٍ خَلْفَ الْمُسْلِمِيْنَ یہاں تک کہ کہا فَوُضِعَ حَمْزَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِيْءَ بِرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَوُضِعَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَرُفِعَ الْاَنْصَارِيُّ وَتُرِكَ حَمْزَةُ ثُمَّ جِيْءَ بِاٰخَرَ فَوُضِعَ اِلٰى جَنْبِ حَمْزَةَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ وَتُرِكَ حَمْزَةُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً یعنی تھیں عورتیں دن اُحد کے پیچھے مسلمانوں کے یہاں تک کہ کہا پس رکھے گئے حمزہؓ واسطے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور لایا گیا ایک مرد انصار میں سے اور رکھا گیا اُنکے پہلو میں سو نماز پڑھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پر پس اُٹھایا گیا وہ شخص اور چھوڑ دیے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ پھر لایا گیا دوسرا شخص پس رکھا گیا پہلو میں حمزہؓ کے اور نماز پڑھی آپنے اُس پر پھر اُٹھایا گیا وہ شخص اور چھوڑ دیے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ یہاں تک کہ پڑھی اُن پر اُس دن نماز ستّر بار آور یہ بھی درجہ حسن سے کم نہیں اور عطار بن السائب اگرچہ آخر عمر میں حفظ اُنکا بگڑ گیا تھا لیکن جن لوگوں نے اُن سے اوّل عمر میں روایت کی تو وہ صحیح ہے آور میں جانتا ہوں کہ حماد بن سلمہ نے اُن سے قبل تغیر کے سُنا کیونکہ حماد بن زید نے تو ثابت ہوا ہے کہ قبل تغیر کے سُنا اور وفات اُنکی عطار کے بعد پچاس برس کے ہوئی اور حماد بن سلمہ نے انتقال کیا قبل حماد بن زید کے بارہ برس پہلے تو روایت اُنکی صحیح ہوگی اور بشرط عدم تسلیم کے حسن سے کم نہ ہوگی اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ جب پھرے مشرک لوگ شہیدوں اُحد سے یہانتک کہ کہا پھر آگے کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمزہؓ کو اور تکبیر کہی اُن پر دس بار اور ذکر کیا مانند اور روایتوں کے اور یہ بھی درجہ حسن سے کم نہیں تو درصورتیکہ سب ضعیف ہوتیں تب بھی حاصل اُن حدیثوں کا حسن ہو جاتا نہ کہ ہر حدیث حسن ہووے علاوہ اسکے کہا واقدی نے مغازی میں حَدَّثَنِيْ عَبْدُ رَبِّهٖ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اور ذکر کیا اس حدیث کو تو رفع ہو گیا اُس کا آور روایت کی مولےٰ بن ربیعۃ بن قیس یشکری سے کہا کہ تھا میں اُس لشکر میں کہ بھیجا تھا اُسکو ابوبکر صدیقؓ نے ساتھ عمرو بن العاصؓ کے اَیلہ اور فلسطین کی طرف اور ذکر کیا حدیث کو اور کہا کہ قتل کیے گئے اُنمیں مسلمانوں میں سے ایکسو تیس آدمی اور نماز پڑھی اُن پر عمرو بن العاصؓ اور اُن لوگوں نے جو اُنکے ساتھ تھے اور تھے اُسوقت ساتھ عمروؓ کے نو ہزار مسلمان آور دوسرے یہ کہ نماز واسطے ظاہر کرنے کرامتؑ کے ہے اور وہ شہید میں ضرور ہے ص اور لڑکے اور حائض اور جُنب اور نفسار کو غسل دیا جاوے ف اور دلیل اسکی اوپر گذری کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غسل دیتے ہیں حنظلہ کو ملائکہ آور لڑکے کو اسواسطے غسل دیا جاوے کہ سیف کافی ہوئی شہدائے اُحد کے حق میں غسل کے بدلے کیونکہ وہ معصوم نہ تھے بخلاف لڑکے کے کہ اُس کا گناہ نہیں ہے تو اُن کے حکم میں نہ ہوگا ص اور اگر ایک شخص کو شہر میں مقتول پایا اور قاتل اُس کا معلوم نہیں برابر ہے کہ قتل اُس کا لوہے یا بڑی لاٹھی یا چھوٹی لاٹھی سے ہوا ہے غسل اُسکو دیویں گے اگر ایسے موضع میں ہے جہاں دیت اور قسامت لازم آتی ہے جیسے محلہ اور گھر وغیرہ میں پڑا ہووے اور اگر سڑک یا مسجد جامع میں پڑا ہووے تو اگر معلوم ہوا کہ تیز چیز سے قتل ہوا ہے غسل نہ دیا جاویگا کیونکہ وہ شہید ہے آور اگر تیز چیز سے نہیں قتل کیا گیا ہے بلکہ بڑی لاٹھی سے لائق ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک غسل دیا جاوے آور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں دیا جاویگا اور اگر چھوٹی لاٹھی سے قتل ہوا ہے سب کے نزدیک غسل دیا جاوے گا آور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ کس سے قتل ہوا ہے تو غسل دیا جاوے گا آور اگر کوئی شخص معرکے میں زخمی ہوا بعد اُس کے سویا یا کچھ کھایا یا پیا یا اُس کا علاج کیا یا خیمے تک زندہ گیا یا ایک وقت نماز تک عاقل رہا یا کچھ وصیت کی غسل دیا جاویگا اور نماز پڑھی جاوے گی ان سب صورتوں میں آور امام محمدؒ کے نزدیک فقط وصیت سے غسل نہ دیں گے آور اگر باغی یا ڈاکے والا مارا گیا تو اُس کو

مفضل بن صدقہ

عطاء بن السائب

غسل دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے ف کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں نماز پڑھی باغیوں پر ایسا ہی ہے ہدایہ میں

ص باب کعبے میں نماز پڑھنے کے بیان میں

کعبے میں فرض اور نفل پڑھنا درست ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہدایہ میں کہا ہے کہ درست نہیں اور اُنکی کتابوں میں لکھا ہے کہ درست ہے جب متوجہ ہو طرف دیوار کعبہ کے یہاں تک کہ اگر مُنھ کیا طرف دروازے کے اور وہ کھلا ہے اور چوکھٹ بھی برابر اونٹ کے پالان کی لکڑی کے نہیں تو نہیں جائز ہوگا اور یہی ہے اُنکی کتابوں میں کہ اگر معاذاللہ مثلاً کعبہ گرایا جاوے تو نماز اُس کے باہر اُس طرف مُنھ کرکے درست ہے اور اُس کے اندر جائز نہیں مگر جب اُس کے سامنے سترہ ہو یا بقیہ ہو دیوار کا اور اعتراض کیا اس پر صاحب شرح وقایہ[1] نے ف اور ہمارے نزدیک اسواسطے درست ہے کہ روایت ہے صحیحین میں ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے کعبے میں اور اسامہؓ اور بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ اور بند کرلیا اُس کو پھر رہے تھوڑی دیر اُس میں کہا ابن عمرؓ نے کہ پوچھا میں نے بلالؓ سے جس وقت نکلے کہ کیا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کیے دوستون بائیں طرف اور ایک داہنی طرف اور تین پیچھے اپنے پھر نماز پڑھی تو تھا خانہ کعبے کا اُس دن چھ ستون پر انتہیٰ اور یہ دن فتح مکے کا تھا جیسا کہ تصریح کی اُنھوں نے ساتھ اُس کے نافعؒ سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے تو یہ حدیث اور سوا اس کے معارض ہے اُس کے جو نکالا اُن دونوں[2] نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے کعبے میں اور اُس میں چھ ستون تھے سو کھڑے ہوئے نزدیک اپنے رب کے اور دعا کی اور نماز نہ پڑھی تو ترجیح ہوگی حدیث ابن عمرؓ کو کیونکہ اثبات مقدم ہے نفی پر اور بعضوں نے جو تاویل کی حدیث بلالؓ کی کہ صلوٰۃ سے اس جگہ مراد دعا ہے غلط ہے کیونکہ خود بخاریؒ میں ہے ابن عمرؓ سے کہ پوچھا میں نے حضرت بلالؓ سے کہ نماز پڑھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبے میں کہا ہاں دو رکعتیں آخر تک لیکن معارض ہے اُس کے جو صحیحین میں ہے قول ابن عمرؓ سے کہ بھول گیا میں پوچھنا اُن سے کہ کتنی رکعتیں پڑھی تھیں تو اس صورت میں جمع اس طور پر ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک بار داخل ہوئے کعبے میں دن نحر کے سو نہیں نماز پڑھی اور داخل ہوئے پھر دوسرے روز سو نماز پڑھی اور یہ حج وداع میں تھا اور یہ مروی ہے حضرت ابن عمرؓ سے ساتھ اسناد حسن کے اخراج کیا اس کا دارقطنی[4] نے تو ہم محمول کرتے ہیں حدیث ابن عباسؓ کو اول روز پر واللہ اعلم ص اور کعبے کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ مقتدی کی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف ہو مگر جسکی پیٹھ امام کے منھ کیطرف ہوگی اُسکی نماز درست نہ ہوگی کیونکہ وہ امام سے آگے ہوگیا اور کعبے کے اوپر نماز پڑھنا مکروہ ہے تعظیم کے واسطے اور ہدایہ میں ہے کہ شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ف اس واسطے کہ کعبہ اُن کے نزدیک اس بنا کا نام ہے اور ہمارے نزدیک کعبہ ایک احاطہ ہے اور ہوا ہے آسمان تک نہ بنا کیونکہ نقل اُس کا ہو سکتا ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ اگر پہاڑ پر کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ کعبے سے اونچا ہے تو اس صورت میں جب عمارت کا نام ہووے نماز نہ جائز ہووے اور مکروہ[3] ہے اس واسطے کہ اس میں ترک تعظیم ہے اور وارد ہوئی ہے اُسمیں نہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ابن ماجہؒ نے سنن میں حضرت عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ سات جگہ ہیں کہ نہیں جائز ہے نماز اُن میں پیٹھ خانہ کعبہ کی اور مقبرہ آخر حدیث تک اور ضعیف کی گئی یہ حدیث ساتھ اُبوصالح کاتب اللیث کے لیکن توثیق کی اسکی ایک جماعت نے اور کلام کیا بعضوں نے اور نہ جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ مکروہ ہے اور نماز کامل نہیں ہوتی ص اور اُنکی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی سُترہ آگے کھڑا کرلیوے تو درست ہے اور بغیر اُس کے جائز نہیں اور اگر ایک امام کے ساتھ لوگوں نے اقتدا کی کعبے کے گرد حلقہ باندھ کے تو درست ہے مگر کوئی اُن میں سے اگر اپنے امام سے زیادہ کعبے کیطرف نزدیک ہے مثلاً امام دو گز کے فرق پر ہے اور مقتدی ایک گز کے تو اس صورت میں اگر وہ شخص اُس طرف ہے جس طرف امام ہے تو نماز اُس کی درست نہ ہوگی اور اگر اور طرف میں ہے تو درست ہوگی جاننا چاہیئے کہ کعبے کی چار جانب ہیں چار دیوار کے حساب سے تو پھر جو شخص کہ اُس طرف کھڑا ہے کہ جس طرف امام ہے تو وہ شخص جس وقت کہ کعبے کی طرف امام سے زیادہ نزدیک ہے تو امام پر آگے ہو جاوے گا بخلاف دوسرے تین طرف کھڑے ہونے والوں کے کیونکہ وہ جو شخص کہ اُن میں امام سے زیادہ کعبے کے نزدیک ہے وہ امام کے آگے نہیں ہے فقط

[1] اس طرح پر کہ یہ حکم عجیب ہے اس لئے کہ جب وقت انہدام کعبہ کے نماز خارج کعبہ اُس کی طرف مُنھ کرکے جائز ہے اس حکم سے معلوم ہوا کہ قبلہ یا زمین کعبہ کی ہے یا ہوا پس ضرور ہے کہ نماز کعبہ کے اندر بدون شرط سترہ اور بقیہ دیوار کے جائز ہو ۱۲ عبدہ [2] اُن دونوں سے مراد صاحب صحیحین ہیں ۱۲ [3] یعنی کعبہ کے اوپر نماز پڑھنا ۱۲ [4] اَبوصالح کاتب لیث

ص کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ چاندی اور سونا اور سوائم اور تجارت کے مالوں میں اگر حاجت اصلی سے زائد ہوں اور نصاب کے موافق ہوں اور تصرف میں مالک آزاد اور عاقل بالغ مسلمان کے ہو ویں بعد ایک سال گذرنے کے ان چیزوں پر واجب ہوتی ہے ف زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی ادا کرو زکوٰۃ مالوں اپنے کی اور اس پر اجماع ہے اُمت کا اور واجب ہونے سے مراد اس مقام میں فرض ہونا ہے اور شرط آزاد ہونے کی اسواسطے ہے کہ کمال ملک ساتھ حُرّیت کے ہوتا ہے اور غلام کی کچھ ملک نہیں ہے اور بلوغ اور عقل کو بیان کریں گے اور اسلام شرط ہے اسواسطے کہ زکوٰۃ عبادت ہے اور عبادت کافر سے صحیح نہیں ہوتی اور نصاب بھی ضرور ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرط کیا نصاب کو اور روایت کی بخاریؒ ومسلمؒ نے ابو سعید خدریؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں ہے کم میں پانچ وسق سے کھجور کے زکوٰۃ اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار مُد کا اور مُد ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے اور فرمایا کہ نہیں ہے کم میں پانچ اوقیہ سے چاندی کے صدقہ یعنی زکوٰۃ اور اوقیہ چالیسؔ درہم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیہ کے دوسو درہم ہوئے اور اُس کے ستاونؔ روپے تین ماشے بحساب فی روپیہ گیارہ ماشے کے ہوتے ہیں اور فرمایا کہ نہیں ہے پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ اور ایک سال گذرنے کی اسواسطے قید ہے کہ روایت کی مالکؒ اور نسائیؒ نے نافعؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حاصل کرے مال تو نہیں ہے زکوٰۃ اُس پر یہاں تک کہ گذر جاوے اُس پر ایک سال اور روایت کی ابو داؤدؒ نے عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ سے اور حارث اعور سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے جب ہوں تیرے واسطے دوسوؔ درم اور اُس پر گذر جاوے ایک سال تو اُس میں پانچ درم ہیں اور پھر جاکے بیان کیا کہ نہیں ہے کسی مال میں زکوٰۃ یہاں تک کہ گذر جاوے ایک سال اور حارث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عاصم ثقہ ہے اور روایت کی مالکؒ نے کہ کہا قاسم نے نہیں لیتے تھے حضرت ابو بکرؓ کسی مال سے زکوٰۃ یہاں تک کہ گذرے اُس پر ایک سال ص اور جو مال نصاب یا زائد حاجت اصلی سے نہ ہووے جیسے غلام واسطے خدمت کے اور غلہ واسطے کھانے کے اور کپڑے پہننے کے اور اسباب خانگی اور جانور سواری کے اور ہتھیار کہ اُن کو استعمال کرتا ہے اور مزدوری کے ہتھیار اور کتابیں پڑھنے کی تو زکوٰۃ واجب نہیں ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے مسلمان پر صدقہ اُس کے غلام میں اور اُس کے گھوڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں ہے اُس کے غلام میں صدقہ مگر صدقہ فطر روایت کیا اسکو بخاریؒ ومسلمؒ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ص اور نیت تجارت کی بھی ضرور ہے مثلاً غلام اُس کی خدمت سے زیادہ ہوں یا گھر اُس کے رہنے کے سوا اور ہوں تو اگر نیت تجارت کی نہ ہو گی زکوٰۃ واجب نہ ہو گی اور مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہیں ف اور مکاتب اُس غلام کو کہتے ہیں کہ اُس سے مالک کہدے کہ اگر اتنے روپے تو مجھے دیدے تو تو آزاد ہے اور زکوٰۃ اسواسطے اُس پر واجب نہیں کہ حریت صرف اُسمیں نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی عبدیت یعنی غلام ہونا متحقق ہے جب تک اپنی قیمت نہ ادا کر لیوے ص اور جو شخص کہ قرضدار ہے بقدر قرض اُس کے کے زکوٰۃ اُس پر واجب نہ ہو گی یہ جب ہے کہ قرض کسی شخص کا آتا ہو اور اگر قرض خدا کا ہو جس کو بندہ طلب نہ کرے جیسے نذر یا کفارہ تو زکوٰۃ واجب ہو گی اور مال ضمار یعنی اُس مال میں کہ مالک سے غائب ہے اور اُمید اُس کے ملنے کی نہیں ہے جیسے مال گما ہوا یا دریا میں ڈوبا ہوا یا غصب کیا ہوا اور اُس پر کوئی گواہ نہیں یا جنگل میں مثلاً گاڑا اور پھر جگہ اُس کی بھول گیا یا جو قرض کہ لینے والے نے اُس کا انکار کیا برسوں پھر اقرار کیا لوگوں کے سامنے بعد برسوں کے یا جو ظالم نے مال لے لیا اور پھر بعد برسوں کے مل گیا تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ اُن برسوں گذرے ہوؤں کی لازم نہ آوے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک لازم آوے گی اور جو قرض کہ مفلس یا غنی پر ہووے اور وہ اقرار کرتا ہو یا قرضدار انکار کرتا ہو لیکن گواہ اُسکے لینے پر موجود ہوں یا قاضی اُس سے واقف ہو تو یہ مال اگر اُس کو مل جاویں گے زکوٰۃ اُن گذرے دنوں کی واجب ہو گی اور اگر کسی چیز کو تجارت کی نیت سے خرید ا بعد اُس کے نیت خدمت کی کی زکوٰۃ اُس میں واجب نہ ہو گی اگرچہ پھر نیت تجارت کی کرے جب تک اُسے بیچ نہ ڈالے اور جس چیز کو تجارت کے لئے خریدا وہ تجارت کے واسطے ہو گی اور زکوٰۃ اُس پر واجب ہو گی اور جو چیز ورثے میں ملی اور نیت تجارت اُس میں کی وہ تجارت کے واسطے نہ ہو گی جب تک کہ اُس کو نہ بیچے

اور جو شخص کسی مال کا سوا چاندی اور سونے اور سوائم کے ہبہ[۱] یا وصیت یا نکاح یا خلع[۲] یا دیت[۳] سے مالک ہو جاوے اور وقت ملک کے نیت تجارت کی ہووے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واسطے تجارت کے ہوگا اور زکوٰۃ واجب ہوگی اور نزدیک امام محمدؒ کے واجب نہوگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہوگی اور محمدؒ کے نزدیک واجب ہوگی اور اگر ملک کے وقت نیت تجارت کی نہ ہو اگرچہ پھر نیت تجارت کی ہو زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ نیت تجارت کے وقت تک کی ہووے یہ جب ہے کہ سبب ملک کا اختیاری[۴] ہو اور اگر اختیاری نہو جیسے ورثہ وغیرہ تو اسمیں فقط نیت تجارت کرنے سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور زکوٰۃ میں دینے کے وقت نیت زکوٰۃ کی چاہیئے یا مال زکوٰۃ کو جدا کرے تو اگر کوئی شخص ہزاروں کا مال بانٹتا ہے بغیر نیت زکوٰۃ کے وقت بانٹنے یا جدا کرنیکے تو وہ مال زکوٰۃ سے محسوب نہوگا اور اگر سب مال کوئی شخص اللہ کی راہ میں دیدیوے تو زکوٰۃ اسکی ساقط ہوگی اور اگر تھوڑا مال دیوے تو جتنا مال دیا ہے اسکی زکوٰۃ امام محمدؒ کے نزدیک ساقط ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں ہوگی مثلاً اگر اس کے پاس دو سو درم تھے اس نے سو انمیں سے للہ دیدیے امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ ان سو کی ادا ہو جاویگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ادا نہ ہوگی فقط

ص باب مالوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

نصاب اونٹ کی پانچ ہیں اور گائے کی تیس اور بکری کی چالیس تو جب اونٹ پانچ سے یا گائے تیس سے یا بکریاں چالیس سے کم ہوں زکوٰۃ واجب نہوگی ف کیونکہ فرمایا حضرتؐ نے اور جس کے نہ ہوں مگر چار اونٹ تو نہیں ہے اسمیں صدقہ مگر یہ کہ چاہے مالک اس کا یعنی فرض نہیں زکوٰۃ اسمیں اور جب ہو جاویں پانچ تو اسمیں ایک بکری ہے اور فرمایا کہ جب ہوں کم چالیس بکریوں سے آدمی کے پاس تو نہیں ہے اسمیں صدقہ مگر یہ کہ چاہے مالک اس کا اور فرمایا وَفِی الْبَقَرِ فِی ثَلٰثِیْنَ تَبِیْعٌ یعنی گائے میں ہر تیس میں ایک بچہ گائے کا ہے ایک برس کا اور دوسرے برس میں لگا ہو ص ہر پنجے میں اونٹ کے بختی ہوں یا عربی ف بختی اونٹ اس کو کہتے ہیں کہ عربی اونٹ اور عجمی سے مل کے پیدا ہوا ہو اور عربی جس کے ماں باپ دونوں عربی ہوں ص ایک بکری واجب ہے تو دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین اور بیس میں چار واجب ہونگی اور جب پچیس اونٹ ہو جاویں ایک بنت مخاض یعنی ایک برس کی اونٹنی کہ دوسرے میں لگی ہو اور جب ہو جاویں چھتیس تو ایک بنت لبون یعنی دو برس کی اونٹنی کہ تیسرے برس میں لگی ہو اور جب چھیالیس ہوں تو ایک حقہ یعنی تین برس کی کہ چوتھے میں لگی ہو اور جب اکسٹھ ہوں تو ایک جذعہ چار برس کی کہ پانچویں میں لگی ہو اور جب چھہتر ہوں تو دو بنت لبون اور جب اکانوے ہوں تو ایک سو بیس تک دو حقے پھر اسی طرح ہر پنجے میں ایک بکری پھر ایک سو پینتالیس میں ایک بنت مخاض اور دو حقے اور ڈیڑھ سو میں تین حقے واجب ہونگے پھر ہر پنجے میں ایک بکری پھر ہر پچیس میں ایک بنت مخاض اور ہر چھتیس میں ایک بنت لبون پھر ایک سو چھیانوے میں دو سو تک چار حقے واجب ہوں گے پھر بعد دو سو کے ہمیشہ اسی طرح ہر پنجے سے شروع کیا جائیگا جیسا کہ بعد ڈیڑھ سو کے شروع کیا گیا تھا ف اور ایسا ہی وارد ہوا ہے حدیث میں اور اسمیں خلاف امام شافعیؒ کا ہے واللہ اعلم ص اور جب تیس گائے ہوں یا بھینس تو ایک تبیعہ یعنی بچہ ایک سال کا دیوے نر یا مادہ اور جب چالیس ہوں تو ایک مسنہ یعنی دو برس کا پڑا یا پڑوا اور پھر ساٹھ تک حساب لگا کر دے اور جب ساٹھ ہوں دو تبیعے دے انہتر تک پھر جب ستر ہوں ایک مسنہ اور ایک تبیعہ دے پھر جب اسی ہوں تو دو مسنے اور جب نوے ہوں تو تین تبیعے اور جب سو ہوں تو دو تبیعے اور ایک مسنہ اور جب ایک سو دس ہوں تو ایک تبیعہ اور دو مسنے پھر جب سو اور بیس ہوں چار تبیعے یا تین مسنے دیوے اسی طور سے ہر ایک تیس میں تبیعہ اور ہر چالیس میں مسنہ دیا کریگا اور چالیس بکریاں یا بھیڑیں ہوں تو ایک بکری ہے پھر ایک سو اکیس میں دو بکریاں پھر جب دو سو ایک بکری ہوں تین بکریاں دے پھر جب چار سو ہوں تو چار بکریاں دے پھر اسی طرح ہر سیکڑے میں ایک بکری دیا کرے ف اور ایسا ہی حدیث میں آیا ہے روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ نے حضرت علیؓ سے اور اسناد اس کی ضعیف ہے اور مروی ہے کتاب حضرت ابو بکرؓ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی ذکر کیا ہے اس کو بخاریؒ نے ص اور جو خچر یا گدھے تجارت کے نہیں ہیں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں مگر یہ کہ تجارت کے لئے ہوں ف اس واسطے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں نازل ہوا مجھ پر اسمیں کچھ اور جب تجارت کے لئے ہوں تو زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ حال انکا مثل حال اور اموال کے ہے

[۱] یعنی کسی کو مال بخشنا ۱۲ [۲] خلع کہتے ہیں اسکو کہ بیوی کچھ مال خاوند کو دیکے طلاق دلوالیوے ۱۲ منہ رحمہ اللہ [۳] جو قتل کے بدلے میں مال واجب ہوتا ہے اسکو دیت کہتے ہیں ۱۲ [۴] سبب اختیاری جو آدمی کے اختیار میں ہوئے جیسے ہبہ

ص اور اونٹ گائے بکری اگر گھر میں سے اُن کو کھلایا جاتا ہووے اور چارہ دیا جاتا ہو تو اُنمیں زکوٰۃ واجب نہیں اور یہ جو ذکر ہوئیں گذریں جب ہیں کہ وہ جانور سوائم یعنی جنگل سے چرائے جاتے ہوں اکثر مدت میں سالہ سال کے اور جو جانور کہ کام کے لئے ہیں جیسے بیل ہل جوتنے کے یا بوجھ لادنے کے لئے تو اُن میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں بکری کے اور اونٹ کے اور گائے کے بچوں میں جتنے چاہے ہوں زکوٰۃ نہیں ہے مگر بڑے کے ساتھ میں مثلاً چالیس بچوں میں بکریوں کے اور پانچ بچے میں اونٹوں کے اور تیس بچے میں گایوں کے اگر ایک بھی بڑا ہوگا تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور نرے اگر نر گھوڑے ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور نری مادہ ہوں تو بھی ایک روایت میں واجب نہیں اور اگر نر مادہ ملے جلے ہوں تو ہر گھوڑے میں ایک دینار لازم آویگا یا اُنکی قیمت لگا کے اگر نصاب ہووے چالیسواں حصہ لازم آویگا ف اور یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور قول امام زفرؒ کا بھی یہی ہے اور کہا صاحبینؒ نے نہیں زکوٰۃ ہے گھوڑے میں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ نہیں ہے صدقہ مسلمان پر اُس کے غلام اور گھوڑے میں روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ وغیرہما نے اور جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس جگہ وہ گھوڑا ہے جو واسطے جہاد ہی کے ہو اور ایسا ہی منقول ہے زید بن ثابتؓ سے یا وہ جو گھر میں کھاتا ہو اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گھوڑے چرنے والے میں ایک دینار ہے یا دس درم ذکر کیا اس حدیث کو شیخ تقی الدین نے امام میں (ابن دقیق العید ۱۲ – نام کتاب) دارقطنیؒ سے روایت جابر رضی اللہ عنہ سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ پہلے واجب تھی زکوٰۃ گھوڑوں میں پھر منسوخ ہوگئی جیسا کہ روایت کی ترمذی اور نسائیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کہ میں نے معاف کی تم سے زکوٰۃ گھوڑے اور غلام کی تو نکالو صدقہ دراہم میں اور یہ صحیح نہیں کیونکہ جائز ہے کہ یہ عفو اس جگہ سابق سے ہو اور حدیث دارقطنی ناسخ اس حدیث کی ہو اور دلالت کرتی ہے اُس پر جو روایت کی دارقطنی نے زہری سے کہ سائب بن یزیدؓ نے خبر دی اُن کو کہا کہ دیکھا میں نے باپ اپنے کو کہ کھڑا کرتے تھے گھوڑوں کو پھر دیتے تھے صدقہ اُس کا حضرت عمرؓ کو اور حکم کیا حضرت عمرؓ نے ایسا ہی روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن جریج سے اُنھوں نے ابن شہاب سے کہ عثمان رضی اللہ عنہ صدقہ لیتے تھے گھوڑوں کا اور سائب بن یزیدؓ نے خبر دی اُنکو کہ عمر بن خطابؓ لیتے تھے صدقہ گھوڑوں کا کہا زہری نے نہیں جانتا ہوں میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنت رکھا ہو صدقہ گھوڑوں کا اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں ثنا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْخَیْلِ السَّائِمَةِ الَّتِیْ یُطْلَبُ نَسْلُهَا اِنْ شِئْتَ فِیْ کُلِّ فَرَسٍ دِیْنَارًا اَوْ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ وَاِنْ شِئْتَ فَالْقِیْمَةَ فَیَکُوْنُ فِیْ کُلِّ مِائَتَیْ دِرْهَمٍ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فِیْ کُلِّ فَرَسٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی اِنْتَهٰی یعنی جو گھوڑے چرنیوالے کہ طلب کیجاوے اولاد اُنکی اگر چاہے ہر گھوڑے میں ایک دینار یا دس درہم اور اگر چاہے تو قیمت کے حساب سے ہر دو سَو درہم میں پانچ درہم ہر گھوڑے میں مذکر ہو یا مؤنث اور روایت کی دارقطنیؒ نے کہ مشورہ کیا اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ ٹھہرا کہ ہر گھوڑے سے دس درہم لیے جاویں ص زکوٰۃ اور کفارے اور نذر اور عُشر میں قیمت کا بھی دیدینا درست ہے اور جو مصدق یعنی صدقہ لیتا ہو حاکم کیطرف سے اُسکو چاہیے کہ اوسط مال لیوے تو اگر اُس سن کا جانور جو واجب ہوا ہے اوسط نہ ملے ادنیٰ لیوے اور کمی قیمت اُسکی لیوے یا اعلیٰ لیوے اور قیمت جو بڑھے دیوے ف اور اوسط مال اسواسطے لیوے کہ فرمایا حضرتؐ نے واسطے معاذؓ کے نہ لے تو اچھے مال اُن کے اور ایسا ہی مروی ہے سُنن ابو داوٗد اور نسائی میں ص اور جو مال کہ بیچ سال میں بڑھ جاوے اصل نصاب سے اپنی قسم میں مل جاویگا مثلاً اُس کے پاس اُس سال میں دو سَو درم تھے اور بیچ سال میں سَو اور بڑھ گئے تو یہ سَو بھی اُن دو سَو کے ساتھ ملائے جاویں گے تین سَو کی زکوٰۃ لازم آویگی اگرچہ اس سَو پر پورا سال نہیں گذرا ہے اور زکوٰۃ نصاب سے متعلق ہوتی ہے اور جو کچھ عفو ہے اُس کا حساب نہیں مثلاً جو کوئی پینتیس اونٹ کا مالک ہووے تو واجب ایک بنت مخاض ہے پچیس میں اور جو زیادہ ہیں وہ معاف ہیں یہاں تک کہ اگر ایک سال میں دس ہلاک ہوجاویں زکوٰۃ ویسی ہی واجب ہوگی اور اگر بعد ایک سال کے تمام نصاب ہلاک ہوجاوے زکوٰۃ ساقط ہوگی اور اگر بعض ہلاک ہووے تو جتنا ہلاک ہوا ہے اُسکی زکوٰۃ ساقط ہوگی اور پہلے جو کچھ نصاب سے ہلاک ہووے اُس کو عفو میں صرف کریں گے بعد اس کے اُس نصاب میں جو عفو سے متصل ہے بعد اُس کے اُس نصاب میں سے کہ اُس سے متصل ہے مثلاً اگر ساٹھ بکریوں میں سے بیس بکریاں ہلاک ہوجاویں یا چھ اونٹ سے ایک اونٹ بعد سال کے تو چالیس بکریوں پر اور پانچ اونٹ پر ایک بکری باقی رہے گی اسی طرح اگر چالیس اونٹ سے پندرہ ہلاک

لہ یعنی نصف سال ۱۲ عزیز ۱۲ [illegible]

ہوجاویں چار کو عفو میں صرف کریں اور گیارہ کو نصاب چھتیس میں کہ اُس سے متصل ہے تو پچیس اونٹ رہ جاویں گے اور اُن میں ایک بنت مخاض لازم آوے گی اور اگر چالیس اونٹ سے بیس ہلاک ہوے تو چار عفو میں صرف کیے جاویں گے اور گیارہ اُس نصاب میں جو عفو کے قریب ہے اور پانچ اُس نصاب میں جو اُس نصاب سے قریب ہے یہاں تک کہ بیس اونٹ میں چار بکریاں باقی رہ جاوینگی اور جو پچیس ہلاک ہوں پندرہ رہجاویں گے تو تین بکریاں لازم آوینگی اور جو تیس ہلاک ہوں دس رہ جاویں گے تو دو بکریاں لازم آوینگی اور جو پینتیس ہلاک ہو جاویں پانچ رہ جاویں گے تو ایک بکری لازم آویگی یہانتک کہ نصاب ہی نہ رہے گا اور چرنا جانوروں کا اکثر سال میں کافی ہے یعنی چھ مہینے سے زیادہ جنگل میں چریں اور جاننا چاہیے کہ لینا اخراج کا امام کو پہونچتا ہے اور اسی طرح دسواں حصہ خارج کا اور زکوٰۃ سوائم اور زکوٰۃ مالوں تجارت کی سب امام لیوے گا تو اگر باغیوں نے خراج لے لیا تو مالکوں سے دوسری بار نہ لیا جاوے گا کیونکہ خراج حق لڑنے والوں کا ہے اور وہ کافروں سے لڑتے ہیں اور اگر زکوٰۃ مال تجارت کی باغیوں نے لے لی اور زکوٰۃ کے مصارف میں صرف کیا تو مالکوں کو دوبارہ دینا نہ ہوگا اور اگر اُنھوں نے اُس کے مصرفوں میں صرف نہیں کیا تو اُن لوگوں کو چاہیے کہ چپکے سے دوبارہ زکوٰۃ دیویں اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعضوں کے نزدیک اُن کو پھر دینا لازم نہیں اور بعضوں کے نزدیک اگر اُن کو دینے کے وقت نیت تصدق کی کریں گے تو زکوٰۃ اُن سے ساقط ہو جاویگی اور شیخ ابو منصور ماتریدیؒ نے اس کو قبول نہیں کیا ف اور باقی تفصیل اسکی اصل میں لکھی ہے ہم نے اس جگہ بنظر اس بات کے کہ عوام فہم نہ تھا ترک کیا ص اور جو لڑکا تغلبی ہو تو اُس کے مال سے جزیہ نہ لیا جاویگا اور عورت تغلبی کے مال سے مثل اُن کے مردوں کے لیا جاویگا جاننا چاہیے کہ تغلبی منسوب ہے طرف تغلب کے اور بنو تغلب ایک قوم تھی مشرکین سے حضرت عمرؓ نے اُس سے جزیہ طلب کیا اُنھوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم صدقہ دونا دیویں گے تو اس بات پر صلح ہوئی اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہی جزیہ ہے تم پر جو تم چاہو اپنے یہاں نام رکھ لو اُس کا تو جب اُن سے زکوٰۃ کے دونے پر صلح ہو گئی اُنکے لڑکوں سے نہیں لیا جاویگا اور عورتوں سے لیا جاویگا اور جو صاحب نصاب کا ہے اُس کو ایک سال کے پہلے یا زیادہ ایک سال سے زکوٰۃ کا دیدینا اور بھی اُس کو کئی نصابوں کی زکوٰۃ کا دیدینا درست ہے مثلاً اُسکے پاس دو سو درم تھے اور اُس نے کئی نصابونکی زکوٰۃ اُس میں سے ادا کی اور بعد اُس کے وہ نصاب اُسکو ملی پہلی زکوٰۃ اُس سے بھی کافی ہوگی اور جو پوری ایک نصاب کا مالک نہیں اور وہ پیشتر کئی نصابونکی زکوٰۃ دے تو درست نہیں ف پہلے سال سے زکوٰۃ دیدینا اسواسطے درست ہے کہ روایت کی ابوداوٗد اور ترمذیؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ پوچھا عباسؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زکوٰۃ جلدی دینے میں قبل گذرنے سال کے واسطے مسارعت کے طرف نیکی کے تو اذن دیا آپ نے ان کو ص نصاب سونے کی بیس مثقال ہے اور چاندی کی دو سو درم کہ ہر دس درم سات مثقال کے برابر ہوں اور اُس وزن کو وزن سبعہ کہتے ہیں تو ایک درم آدھا اور پانچواں حصہ مثقال کا ہویگا تو دس درم سات مثقال کے ہوں گے اور مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہے اور درم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا ہوتا ہے ف کیونکہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں کم پانچ اوقیہ سے چاندی میں زکوٰۃ اور ذکر کیا ہم نے اوپر اس حدیث کو اور اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیہ کے دو سو درم ہوے اور روایت کی ابوداوٗد اور ترمذیؒ نے حضرت علیؓ سے اور اُسمیں ہے کہ نکالو صدقہ چاندی کا ہر چالیس درم میں سے ایک درہم اور نہیں ہے ایک سو نوے میں کچھ اور جب دو سو ہوں تو اُس میں پانچ درہم ہیں اور روایت کی دارقطنی نے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا معاذ بن جبل کو جب بھیجا اُنکو یمن کیطرف یہ کہ لیوے ہر چالیس دینار میں سے ایک دینار اور ہر دو سو درہم سے پانچ درہم اخیر تک اور وہ ضعیف ہے ساتھ عبداللہ بن شیب کے اور روایت کی دارقطنیؒ نے حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لیتے تھے ہر بیس دینار سے آدھا دینار چالیس دینار سے ایک دینار اور یہ ضعیف ہے ساتھ ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع کے اور دینار ایک مثقال کا ہوتا ہے اور روایت کی ابو احمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال میں عمرو بن شعیبؓ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے اپنے دادا سے کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں ہے دو سو درہم سے کم میں کچھ اور نہ بیس مثقال سے کم سونے میں کچھ اور دو سو میں پانچ درہم ہیں اور بیس مثقال میں آدھا مثقال ہے اور اسناد اسکی ضعیف ہے اور روایت کی ابوداوٗدؒ نے مراسیل میں اور نسائیؒ نے دیات میں عمرو بن حزمؓ سے اور اُسمیں ہے کہ فرمایا آپ نے ہر چالیس دینار میں ایک دینار ہے اور یہ حدیث ثابت ہے اور کہا ابن الہمام نے وَهُوَ حَدِيثٌ لَا شَكَّ فِي ثُبُوتِهِ عَلَىٰ مَا قَدَّمْنَاهُ یعنی یہ وہ حدیث ہے کہ نہیں شک ہے اسمیں جیسا اوپر ہم نے اس کو بیان کیا ص سونا یا

ل؎ اور وہ گیارہ ہیں درمیان نصاب پچیس اور چھتیس کے ۱۲ ؎ یعنی درمیان چھتیس اور چھیالیس کے ۱۲ ؎ یعنی زکوٰۃ ۱۲ ؎ یعنی صدقہ زکوٰۃ ۱۲ ؎ مسارعت یعنی جلدی ۱۲

عبداللہ بن شیب و ابراہیم بن اسمٰعیل

چاندی میں سکہ دار اور معمول ہو یا ڈلا ہو چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں واجب ہوتا ہے **ف** تو اگر زیور چاندی یا سونے کا ہو گا زکوٰۃ واجب ہو گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں واجب ہے اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے جو روایت کی ابو داوٗدؒ اور نسائیؒ نے کہ ایک عورت آئی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور اُس کے ساتھ اُس کی بیٹی تھی اور اُس کے ہاتھ میں دو کنگن تھے موٹے سونے کے سو فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکی بیٹی سے کیا ادا کرتی ہے تو زکوٰۃ اُسکی کہا نہیں کہا خوشی ہے تجھ کو کہ پہنادے تجھ کو اللہ تعالےٰ دو کنگن دن قیامت کے آگ کے کہا راوی نے کہ اُتارا اُنکو اُس نے اور پھینک دیا حضرتؐ کے سامنے اور کہا کہ یہ دونوں واسطے اللہ اور رسولؐ کے ہیں کہا ابو الحسن قطان نے اسناد اسکی صحیح ہے اور کہا منذری نے مختصر میں کہ نہیں ہے گفتگو اسکی اسناد میں اور سنن ترمذیؒ میں ہے ابن لہیعہ سے کہا کہ آئیں دو عورتیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ذکر کیا اُس حدیث کو اور اُسمیں ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کرو زکوٰۃ اسکی اور وہ جو ضعیف کیا اُسکو ترمذیؒ نے اور کہا کہ نہیں صحیح ہے اس باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ تو مراد یہ ہے کہ اس طریقے سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ورنہ خطا ہے کہا منذری نے کہ شاید قصد کیا اُس نے اُن دو طریقوں کو جو ذکر کیا اُن کو اور طریقہ ابو داوٗد کا نہیں گفتگو ہے اس میں اور کہا ابن القطان نے بعد تصحیح کے حدیث ابی داوٗدؒ کو کہ ضعیف کیا ترمذیؒ نے اس حدیث کو اسواسطے کہ نزدیک اُس کے اِسمیں دو ضعیف ہیں اُبن لہیعہ اور مثنیٰ بن الصباح اور روایت کی ابو داوٗد نے عبداللہ بن شداد سے کہا کہ داخل ہوئے ہم حضرت عائشہؓ پر کہا کہ داخل ہوے مجھ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم اور دیکھیں میرے ہاتھ میں بڑی بڑی انگوٹھیاں چاندی کی سو فرمایا کہ کیا ہے یہ اے عائشہؓ سو کہا میں نے بنایا میں نے اُنکو کہ زینت کروں میں واسطے تمھارے اے رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم فرمایا کہ ادا کرتی ہو زکوٰۃ اُنکی کہا میں نے نہیں فرمایا کہ یہ کافی ہے تجھ کو آگ کے لئے اور روایت کیا اسکو حاکم نے اور صحیح کیا اسکو اور ضعیف کیا اس کو دارقطنی نے اس طرح پر کہ محمد بن عطار مجہول ہے اور پہچانا کیا اُنکا بیہقی اور ابن القطان نے کہ محمد بن عمرو بن عطا ثقہ لوگوں سے ہیں اور لیکن وہ انکی اسناد میں اپنے دادا کیطرف منسوب ہوا اسواسطے دارقطنی نے اس کو مجہول جانا اور متابعت کی اسکی عبدالحق نے اور بیان کیا وہ سنن ابو داوٗد میں اور بیان کیا اُس کو شیخ نے اُس کے محمد بن ادریس رازی ہیں امام جرح اور تعدیل کے اور روایت کی ابو داوٗد نے ام سلمہؓ سے کہا کہ میں پہنے تھی اوضاح سونے سے اور اوضاح ایک قسم زیور کی ہے سو کہا میں نے کہ اے رسول اللہؐ کیا کنز ہے یہ فرمایا کہ جو پہونچے یہانتک کہ ادا کیجاوے زکوٰۃ اُسکی اور زکوٰۃ اُسکی دیجاوے تو وہ کنز نہیں ہے اور کنز سے مراد یہ ہے کہ روکنا چاندی اور سونے کا اور زکوٰۃ نہ دینا اُسکی گناہ ہے اور اخراج کیا اس کا حاکم نے مستدرک میں محمد بن مہاجر سے اُنھوں نے ثابت سے اسی اسناد سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ کے اور لفظ اُس کا یہ ہے کہ جب ادا کیجاوے زکوٰۃ اُسکی تو وہ کنز نہیں ہے لیکن کہا بیہقیؒ نے کہ منفرد ہوا ساتھ اس کے ثابت بن عجلان اور کہا صاحب تنقیح نے یہ کچھ ضرر نہیں کرتا کیونکہ ثابت بن عجلان روایت کی اس سے بخاریؒ نے اور توثیق کی اسکی ابن معین نے اور وہ جو کہا عبدالحق نے کہ نہیں حجت پکڑی جاویگی ساتھ اُس کے قول ہے ضعیف نہیں کہا یہ کسی نے اور انکار کیا اس پر شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے اور وہ جو کہا ابن الجوزی نے کہ محمد بن مہاجر اسکی اسناد میں ہے کہا ابن حبان نے کہ بناتا ہے احادیث کو اور نسبت کرتا ہے اُنکی طرف ثقات کے کہا صاحب تنقیح نے یہ وہم ابن الجوزی کا قبیح ہے اسواسطے کہ محمد بن مہاجر کذاب وہ اور ہے اور یہ جو روایت کرتا ہے ثابت بن عجلان سے فقیہ ہے شامی ہے روایت کی اس سے مسلم نے اور توثیق کی اسکی احمد اور ابن معین اور ابو زرعہ اور دحیم اور ابو داوٗد وغیرہم نے اور عتاب بن بشیر روایت ابو داوٗد میں توثیق کی اسکی ابن معین نے اور روایت کی اس سے بخاریؒ نے ساتھ متابعت کے اور وہ جو مروی ہے جابرؓ سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ نہیں ہے زیور میں زکوٰۃ کہا بیہقی نے باطل ہے نہیں ہے اصل اسکی اور ذکر کیا اسکو شوکانی نے موضوعات میں اور یہ مروی ہے جابرؓ کا قول اور جو آثار کہ مروی ہیں ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور اسماءؓ سے سو وہ موقوف ہیں اور معارض ہیں اُن کے اور آثار روایت ہے حضرت عمرؓ سے کہ اُنھوں نے لکھا ابو موسیٰ اشعریؓ کو کہ زکوٰۃ دیویں عورتیں اپنے زیور و نکی روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے اور ابن مسعودؓ سے ہے کہ زیور میں زکوٰۃ ہے روایت کیا اس کو عبدالرزاق نے اور لکھا عبداللہ بن عمرؓ نے طرف بیوی سالم کے کہ نکالے زکوٰۃ اپنی بیٹیوں کے زیوروں کی روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عطا اور ابراہیم اور سعید بن جبیر اور طاوٗس اور عبداللہ بن شداد سے کہ کہا اُنھوں نے دِفی الحُلیّ زکوٰۃ یعنی زیور میں زکوٰۃ ہے اور بھی

ترجمہ مثنیٰ بن الصباح
ترجمہ ابن لہیعہ
ترجمہ محمد بن عطاء
ترجمہ ثابت بن عجلان
ترجمہ محمد بن مہاجر
ترجمہ عتاب بن بشیر

روایت کی عطاء اور ابراہیم نخعی سے کہ کہا اُنھوں نے جاری ہوئی سُنّت کہ زیور میں زکوٰۃ ہے اور بہت سے آئے ہیں اس باب میں آثار اور وہ جو روایت کی مالکؒ نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے کہ نہیں ادا کی اُنھوں نے زیور میں زکوٰۃ معارض ہے اُس کے جو اوپر گذرا تو صحیح مذہب امام صاحبؒ کا ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ ف اور ایسا ہی اسباب تجارت میں بھی چالیسواں حصّہ دیا جاویگا اگر قیمت اُسکی بقدر نصاب سونے یا چاندی کے ہو اور تقویم نصاب اور چالیسواں حصّہ درہم سے کریں گے اگر اُس میں فقیروں کو نفع ہووے یا دینار سے کریں گے اگر اُس میں زیادہ نفع ہو اور جب نصاب پر پانچواں حصّہ بڑھ جاویگا تو اُسمیں بھی اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہو گی جیسے دو سَو درہم میں چالیس بڑھ جاویں تو ایک درم اور زکوٰۃ میں دینا پڑیگا اور جو اسیؔ بڑھیں تو دو درہم بڑھ جاویں گے اور اگر پانچویں حصّہ نصاب سے کم بڑھے تو کچھ لازم نہیں آتا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک جو دو سَو پر زیادہ ہو تو زکوٰۃ اُسکی اُس کے حساب سے واجب ہوگی چاہے پانچواں حصّہ یعنی چالیس درہم پورے ہوں یا نہ ہوں اور یہی قول ہے امام شافعیؒ کا اور دلیل اُنکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور جو زائد ہو دو سَو پر تو زکوٰۃ اُسکی اُس کے حساب سے ہے اور دلیل امام ابو حنیفہؒ کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے معاذؓ کے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ اَنْ لَّا یَاْخُذَ فِی الْکُسُوْرِ شَیْئًا یعنی حکم کیا اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہ لیوے کسور سے کچھ یعنی چالیس تک جو بیچ میں کسرات واقع ہیں اُنمیں زکوٰۃ نہ دیجاویگی مثلاً دو سَو پر بیسؔ بڑھیں تو پانچ درہم اور آدھا درہم آوے اور دسؔ بڑھیں تو ربع درہم اور تیسؔ بڑھیں تو تین حصّے درہم کے اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنیؒ نے معاذؓ سے اور وہ ضعیف ہے ساتھ مُنہال بن حزم کے اور کہا عبدالحقؒ نے احکام میں کہ روایت کی ابو اویس نے عبداللہ اور محمد سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے اپنے دادا سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ لکھی آپ نے کتاب واسطے عمرو بن حزم کے کہ نہیں ہے چاندی میں صدقہ یہاں تک کہ پہونچے دو سَو درہم کو تو اُسمیں پانچ ہیں اور ہر چالیس میں ایک ہے اور نہیں ہے چالیس سے کم میں صدقہ اور روایت ہے کتاب ابن حزم میں بروایت نسائی اور ابن حبان اور حاکم کے کہ ہر پانچ اوقیے میں چاندی سے پانچ درم ہیں اور جو زیادہ ہو تو ہر چالیس سے ایک درہم ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ کَتَبَ عُمَرُؓ اِلٰی اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ فَمَا زَادَ عَلَی الْمِائَتَیْنِ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْھَمًا دِرْھَمٌ یعنی لکھا حضرت عمرؓ نے طرف ابی موسیٰ اشعریؓ کے اور لیکن جو زائد ہو دو سَو پر تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ لاؤ چوتھا حصّہ دسویں حصّے کا یعنی چالیسواں حصّہ ہر چالیس درہم سے ایک ف اور اگر درہم میں کچھ خلل ہو تو اگر چاندی زیادہ ہے اُسی کا اعتبار ہوگا اور اگر غش یعنی تانبا وغیرہ زائد ہے تو اُنکی قیمت لگائی جاویگی اور اگر نصاب کا بیچ سال میں نقصان ہو جاوے اور پھر آخر سال میں پورا ہو جاوے زکوٰۃ واجب ہو گی مثلاً اگر اُس کے پاس اول میں نصاب یعنی بیسؔ دینار موجود تھے پھر سال کے درمیان میں کم ہو گئے اور پھر اخیر سال میں بیسؔ دینار ہو گئے زکوٰۃ ویسی ہی واجب ہوگی اور سونا چاندی کی طرف ملایا جاویگا اور اسباب دونوں کی طرف ملایا جاویگا بحساب قیمت کے مثلاً اگر اُس کے پاس دسؔ دینار اور نوّے درہم تھے کہ قیمت اُس کی دسؔ دینار ہیں زکوٰۃ امام صاحبؒ کے نزدیک واجب ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں واجب ہو گی اور جب اُس کے پاس دسؔ دینار اور سَو درہم تھے سب کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہو گی

ف باب عاشر کے بیان میں

عاشر اُس شخص کو کہتے ہیں جس کو بادشاہ نے راہگذر پر تاجروں سے صدقہ لینے کے لئے مقرر کیا ہو اور اگر کسی تاجر نے عاشر سے کہا کہ تمام سال میرے اوپر نہیں گزرا ہے یا قرض سے میں فارغ نہیں ہوں یا سوا سوائم کے اور مال میں کہا کہ شہر میں فقیر کو دے چکا ہوں تو عاشر اُس کے قول کو بغیر قسم کے قبول نہ کرے اور اگر کہے سوائم میں کہ فقیر کو دے چکا ہوں تو اُس کا قول سچ نہ جانے کیونکہ سوائم میں فقیر کو دینا درست نہیں بلکہ بادشاہ کو دینا چاہیئے کہ وہ اُس کو مصرف میں اُس کے صرف کرے اور اگر دعویٰ کیا کہ زکوٰۃ اس سال کی میں دوسرے عاشر کو دے چکا ہوں اگر وہ عاشر اُس سال کا عاشر تھا تو قول اُس کا ساتھ قسم کے مان لیں گے اور اُس عاشر کی چٹھی وصول کی نکالنا ضرور نہ ہوگا اور جس میں قول مسلمان کا اعتبار کیا جاتا ہے ذمّی ف کا بھی اعتبار

ف۱ یعنی آمیزش تانبا وغیرہ ہو ۱۲ ف۲ یعنی سب کو حکم چاندی کا ہوگا ۱۲ ف۳ اگر قیمت اُنکی بقدر نصاب کے ہو گی تو زکوٰۃ واجب ہو گی اور نہ واجب نہ ہو گی ۱۲ عبدہٗ ف۴ اس واسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک تکمیل نصاب کی کسور سے کرتے ہیں پس صورت مذکورہ میں نصف نصاب سونے کی اور نصف سے ایک عشر کم چاندی کی ہے اس لئے زکوٰۃ واجب نہیں ۱۲ عبدہٗ

مُنہال بن حزم

ف۵ ذمّی اُس کافر کو کہتے ہیں جسے اسلام میں امان دی گئی ہو اُس سے جزیہ لیا جاویگا اور حربی جسے امان نہ دی گئی ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

کیا جاویگا نہ حربی کا مگر حربی اگر اپنی لونڈی میں کہے کہ یہ میری اُمّ ولد ہے تو سچ جانا جاویگا اور اُس سے کچھ نہ لیا جاویگا اور مسلمان سے عاشر چالیسواں حصّہ لیوے اور ذمّی سے بیسواں اور حربی سے دسواں حصّہ اگر مال اُس کا نصاب کو پہونچ جاوے ف اور ایسا ہی کیا تھا حضرت عمرؓ نے روایت کی امام محمدؒ نے حضرت عمرؓ سے کہ بھیجا اُنھوں نے ایک شخص کو اور حکم کیا کہ لے مسلمانوں کے مال سے جب تجارت کے لئے ہو چوتھا حصّہ دس حصّوں میں سے اور ذمّیوں کے مال سے آدھا حصّہ دس حصّوں میں سے اور حربی کے مال سے دسواں حصّہ اور ایسا ہی روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے اور لوگوں نے واللہ اعلم ص اور جتنا کہ کافر ہمارے تاجروں سے لیتے ہیں معلوم نہ ہووے اور اگر معلوم ہو جاوے تو اُتنا ہی ہم بھی اُن سے لیویں گے اگر کل مال وہ نہ لیتے ہوں تو اگر اہل حرب ہمارا کُل مال لیویں تو ہمارا عاشر حربی سے کُل مال نہ لیوے گا اور اگر نصاب سے کم ہے تو اُس سے نہ لیا جاویگا اگرچہ اُس نے اقرار کیا باقی نصاب کا کہ گھر میں ہے اور اگر اہل حرب ہم لوگوں سے کچھ نہیں لیتے تو ہم بھی اُن سے کچھ نہ لیں گے اور اگر حربی سے عُشر لے لیا اور قبل سال گذر نیکے پھر عاشر کے پاس سے گذرا اگر دارالحرب سے آیا ہے تو اُس سے دوبارہ دسواں حصّہ لیا جاویگا اور اگر لوٹ کے اپنے وطن جاتا ہے تو نہ لیا جاویگا اور جو ذمّی شراب لیکے گذرے تو بیسواں حصّہ لیا جاویگا اور سُور میں کچھ نہ لیا جاویگا فقط شراب یا سُور کو یا دونوں کو لیجاوے یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور شافعیؒ کے نزدیک کسی کا بیسواں حصّہ نہ لیا جاویگا اور نزدیک امام زفرؒ کے دونوں کا لیا جاویگا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر دونوں کو لیکے گذرے تو دونوں کا بیسواں حصّہ لیا جاویگا اور اگر فقط شراب لیکے گذرے تو شراب کا بیسواں حصّہ لیا جاویگا اور اگر فقط سُور لاوے تو کچھ نہ لیا جاویگا اور اگر کوئی شخص مال بضاعت یا مال مضاربت سے گذرے جائز نہیں ہے کہ اُس مال سے عاشر کچھ لیوے اسواسطے کہ وہ مال اُس کے پاس امانت ہے مگر یہ کہ مال مضاربت میں (یعنی مسلم نہ حربی) اگر اُس کا حصّہ نصاب کو پہونچے تو اُسکے حصّے کے موافق اُس سے لیا جاوے اور اگر کوئی غلام ماذون گذرے تو اگر قرضدار ہو تو کچھ نہ لیوے اور اگر قرضدار نہ ہو تو اگر مولیٰ اُس کا اُس کے ساتھ ہے تو لیوے اور اگر ساتھ نہیں تو نہ لیوے

ص باب رکاز کے بیان میں

رکاز اُس مال کو کہتے ہیں کہ زمین کے نیچے پیدا ہوا ہو یا رکھا گیا ہو تو کان پیدا ہوتی ہے اور خزانہ رکھا جاتا ہے کان سونے کی اور مثل اُس کے زمین خراجی یا عشری میں ہو پانچواں حصّہ واجب ہوتا ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ رکاز میں پانچواں حصّہ ہے اخراج کیا اس کو صحاح ستّہ والوں نے ص اور باقی سب پانے والوں کا ہے اگر اُس زمین کا کوئی مالک نہیں ہے اور اگر وہ زمین کسی کی ملک ہے تو باقی مالک کو ہے اور اگر کسی کے گھر میں کچھ نکلا تو اُسمیں کچھ واجب نہیں ہوتا اور اگر اپنی زمین میں پایا تو اُسمیں ایک روایت میں کچھ لازم نہیں آتا اور ایک میں لازم آتا ہے اور موتیوں اور عنبر اور فیروزے میں اگر پہاڑ پر ملیں تو پانچواں حصّہ اُن میں واجب نہیں ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا خُمُسَ فِی الْحَجَرِ یعنی نہیں ہے پانچواں حصّہ پتھر میں اور یہ حدیث ہدایہ میں ہے اور اس لفظ سے نہیں ملی ہاں روایت کی ابن عدی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ لَا زَکوٰۃَ فِی حَجَرٍ یعنی نہیں ہے زکوٰۃ پتھر میں دو طریقوں سے اور دونوں ضعیف ہیں پہلا بسبب عمر بن ابی عمر کلاعی کے اور دوسرا ساتھ محمد بن عبداللہ عزرمی کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے کہ نہیں ہے موتی اور نہ زمرد میں زکوٰۃ مگر یہ کہ تجارت کیلئے ہوں اور ایسا ہی ہے عنبر میں اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جو چیز زیور کی قسم سے دریا سے نکالی جاوے اُسمیں پانچواں حصّہ ہے اسواسطے کہ حضرت عمرؓ نے لے لیا خمس عنبر سے اور یہ حدیث ہدایہ میں ہے اور روایت کیا اس کو قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں لیکن اسناد اسکی ضعیف ہے علاوہ اس کے کہا شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے اِنَّ ثُبُوْتَہٗ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَمْ یَصِحَّ اَصْلًا اِنْتَہٰی یعنی ثبوت اس حدیث کا عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں صحیح ہوا ہرگز لیکن روایت کی عبدالرزاقؒ نے ثنا معمرؒ عَنْ سِمَاکِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَنَّہٗ اَخَذَ مِنَ الْعَنْبَرِ الْخُمُسَ یعنی لیا عمر بن عبدالعزیزؒ نے عنبر سے پانچواں حصّہ اور حسن بصریؒ اور ابن شہاب زہریؒ سے ہے کہ کہا اُنھوں نے عنبر اور موتی میں پانچواں حصّہ ہے اور روایت کی شافعیؒ نے ابن عباسؓ سے اِنَّ اِبْرَاہِیْمَ بْنَ سَعْدٍ کَانَ عَامِلًا بِعَدْنٍ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْعَنْبَرِ فَقَالَ لَوْ کَانَ فِیْہِ شَیْءٌ فَالْخُمُسُ یعنی پوچھا ابن عباسؓ سے عنبر سے کہا کہ اگر ہو اُس میں کچھ تو

پانچواں حصّہ ہے اور اس سے شک معلوم ہوتا ہے اور دلیل ہماری یہ ہے جو روایت کی ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال میں اور شافعیؒ نے بھی ثنا ابن ابی مایحر عَنْ دَاؤُدَبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارِ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ دِیْنَارٍ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَیْسَ فِی الْعَنْبَرِ خُمُسٌ یعنی کہا ابن عباسؓ نے کہ نہیں ہے عنبر میں پانچواں حصّہ اور کہا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ الْمَدَائِنِیِّ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ نَحْوَہٗ اور جابرؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے ص جو خزانہ کہ سکہ اُس کا اسلام کا ہے اگر پائے تو اُس کو لوگوں سے پہچنوائے جیسے لقطہؑ یعنی پڑی چیز کا حکم ہے اور اگر سکّہ کفر کا ہے تو پانچواں حصّہ لازم آوے گا اور باقی پانے والے کا اگر وہ زمین اُسکی ملک نہیں اور نہیں تو جو مالک اوّل اسلام کی فتح کا ہے اُس کو ملے گا اور اگر تاجر ہمارا امن لیکے دارالحرب میں گیا اور وہاں رکاز پائی سب اُس کی ہے اور اگر کسی حربی کے گھر میں پائی تو گھر کے مالک کی ہے اور اگر زمین میں دارالحرب کے جو کسی کی ملک نہیں ہے پائی پانچواں حصّہ اُس میں ہے اور باقی سب اُس کا ہے

ص باب زکوٰۃ خارج کے بیان میں

زمین عُشری کے شہد میں اور پہاڑ کے شہد میں اور میوے میں اور زمین سے نکلنے والی چیز میں اگر اُسکو پانی جاری یا مینھ نے سینچا ہو اگرچہ پانچ وسق نہ ہوں یا برس بھر باقی نہ رہتا ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دسواں حصّہ لازم آویگا اور صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں کچھ لازم نہ آوے گا اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع آٹھ رطل یعنی چار سیر شاہ جہانی کا ہوتا ہے ف لیکن شہدؒ سے دسواں حصّہ اگرچہ پانچ وسق کے برابر نہووے سو اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ جس کو تر کرے آسمان یا چشمہ اور زمین عُشری ہو تو اُس میں دسواں حصّہ ہے اور جو ڈول وغیرہ سے پانی دیا جاوے تو اُس میں بیسواں حصّہ ہے اور حدیث میں مطلق ہے اور ذکر پانچ وسق کا نہیں ہے تو محمول ہوگی اطلاق پر اور اس باب میں بہت آثار ہیں نکالا عبد الرزاقؒ نے عمر بن عبد العزیزؒ سے کہا کہ جو اُگے کم یا بہت اُس میں دسواں حصّہ ہے اور نکالا مانند اس کے مجاہد نے ابراہیم نخعی سے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مانند اس کے عمر بن عبد العزیزؒ اور مجاہدؒ اور نخعیؒ سے اور زیادہ کیا حدیث نخعیؒ میں یہاں تک کہ ہر چیز میں دسواں حصّہ ہے اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَۃِ اَوْسُقٍ صَدَقَۃٌ یعنی نہیں ہے پانچ وسق سے کم میں صدقہ اور اوپر یہ حدیث گذر چکی روایت کی عبد الرزاقؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ اُنھوں نے لکھا طرف یمن کے یہ کہ لیا جاوے شہد والوں سے دسواں حصّہ اور روایت کی عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیا شہد سے دسواں حصّہ نقل کی یہ ابن حبانؒ نے اور روایت کی شافعیؒ نے سعد بن ابی ذُباب اوسی سے کہ آیا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا میں نے اے رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم کر و واسطے قوم میری کے وہ چیز کہ اسلام لائے اُس پر سو کیا اور عامل کیا مجھ کو ابو بکرؓ نے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سو جب آئے وہ اپنی قوم پر کہا اے قوم ادا کرو زکوٰۃ شہد کی کیونکہ نہیں بہتری ہے اُس مال میں کہ نہ دیجاوے زکوٰۃ اُسکی کہا اُنھوں نے کیا جانتے ہو تم یعنی کتنی زکوٰۃ دیویں کہا کہ دسواں حصّہ اور لیا میں نے اُن سے دسواں حصّہ اور لایا میں اُسکو حضرت عمرؓ کے پاس سو بیچ ڈالا اُنھوں نے اُس کو اور کر دیا اُس کو مسلمانوں کے صدقوں میں اور ایسا ہی روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے صفوان بن عیسیٰ سے کہا اُنھوں نے حدیث کی ہم سے اُس کی حارث نے اور روایت کیا اُس کو صلت بن محمد نے انس بن عیاض سے اُنھوں نے حارث بن ابی ذُباب سے اُنھوں نے مُنیر بن عبد اللہ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے سعد سے اور نہیں پہچانا ابن المدینی نے والد منیر کو اور پوچھا اُن سے ابو حاتم نے کیا صحیح ہے حدیث اُسکی فرمایا کہ ہاں اور نکالا ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں عمرو بن شعیب سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے اپنے دادا سے کہ لیتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانے میں شہد سے دسواں حصّہ ہر دس مشکوں سے ایک مشک اور اسناد میں اسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور ایسی ہی روایت کی ترمذیؒ نے اور ضعیف کیا اس کو اور روایت کیا ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو بسند صحیح کہا اُس نے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی ثَنَا نُعَیْمُ بْنُ حَمَّادٍ ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَکِ ثَنَا اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ

اَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ الْعُشْرَ یعنی لیا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد سے دسواں حصّہ اور یہ حدیث صحیح ہے اس باب میں اور اسی سے لازم ہے تمسک کرنا اور اسناد اسکی صحیح ہے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے ابو سیارہ متعی سے کہ کہا میں نے اے رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم میرے پاس شہد ہے فرمایا کہ ادا کر عُشر کو یعنی دسویں حصّے کو سو کہا میں نے اے رسول اللہؐ محافظت کر دو اسکی تم میرے واسطے سو کی آپنے اور ایسا ہی روایت کیا اسکو امام احمدؒ اور ابو داؤد طیالسیؒ نے اور ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی مسندوں میں کہا بیہقیؒ نے کہ یہ صحیح ہے جو روایت کیا گیا واجب ہونے عُشر میں اور وہ منقطع ہے کہا ترمذیؒ نے پوچھا میں نے محمد بن اسمٰعیل سے اس حدیث کو سو کہا کہ یہ منقطع ہے سلیمان بن موسیٰ نے نہیں پایا کسی کو اصحابؓ سے اور نہیں ہے صحیح شہد کی زکوٰۃ میں کچھ اور روایت کی مثل اس کے طبرانی نے معجم میں اور تفصیل اُسکی شیخ ابن الہمام نے لکھی ہے واللہ اعلم بالصواب لیکن حق یہ ہے کہ ان سب حدیثوں سے زکوٰۃ شہد کی ثابت ہو گئی اگرچہ ایک ایک حدیث سے ثابت نہ ہو اور دوسرے یہ کہ حدیث عمرو بن شعیبؓ کی جس کو روایت کیا ابن ماجہؒ نے صحیح ہے اسناد اسکی اور نہیں پائی گئی اُس میں کوئی قدح ص اور سبزیوں وغیرہ میں یا جو چیزیں کہ برس بھر نہیں رہتیں صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک صدقہ نہیں اور امام صاحبؒ کے نزدیک واجب ہے کہ مالک سبزیوں وغیرہ کا فقیر کو صدقہ دیوے نہ کہ بادشاہ اُس کو لیوے ایسا ہی لکھا ہے اسرار میں قاضی امام ابو زید دبوسی کے ف اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے جو اوپر گذری کہ جو اُگادے آسمان یا چشمہ اور زمین عُشری ہو تو اُسمیں دسواں حصّہ ہے اور اطلاق حدیث کا اُنکے نزدیک حجت ہے اور صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے جو جامع ترمذیؒ میں ہے حدیث معاذؓ سے کہ نہیں ہے سبزیوں میں صدقہ اور کہا کہ نہیں ہے اسناد اسکی صحیح اور نہیں صحیح ہوتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ اس باب میں اور روایت کیا حاکم نے یہ مضمون اور صحیح کیا اس کو اور غلطی کی اس نے کیونکہ اسناد میں اسکی اسحٰقؒ بن یحییٰ متروک ہے ترک کیا اس کو احمدؒ اور نسائیؒ وغیرہما نے اور بھی اس باب میں ایک حدیث ہے روایت کیا جس کو دارقطنیؒ نے موسیٰ بن طلحہؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا کہ لیا جاوے سبزیوں میں سے صدقہ اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے ص اور لکڑی وغیرہ جیسے نرکل یا گھانس میں صدقہ واجب نہیں اور جو کہ زمین سے نکلے اور ڈول یا دولاب سے پانی دیا جاوے تو اس میں بیسواں حصّہ دیا جاویگا تو پہلے صدقہ دے لیں اور بعد اُس کے کاٹنے وغیرہ کی مزدوری نکالیں ف اور دلیل اسکی اوپر گذری ص اور جو زمین عُشری تغلبی کی ہے اُس سے جو نکلے تو پانچواں حصّہ لازم آویگا لڑکا اور مرد اور عورت سب اُن کے برابر ہیں اگرچہ وہ مسلمان ہووے یا اُس کو مسلمان ذمّی خرید لیوے کیونکہ دسواں حصّہ لازم آتا ہے ہمارے لڑکوں پر تو اُنکے لڑکوں پر اُس کا دونا لازم آویگا اگرچہ مسلمان ہو جاویں طرفینؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مسلمان ہو جاویں تو دسواں حصّہ لازم آویگا اور عُشری زمین کو ذمّی نے خریدا تو وہ خراجی ہو جاویگی اور اگر پھر اُس کو مسلمان نے لے لیا تو پھر عُشری ہو جاویگی ف زمین عرب کی اور جو زمین کہ اہل اُس کے اسلام لاویں اور وہ زمین کہ اُس کو بعد فتح کے ساتھ غلبے کے لشکر میں تقسیم کیا عُشری ہے اور وہ زمین کہ اُسکو بعد غلبے کے اُن ہی کفار پر رہنے دیا اور وہ زمین کہ اُن کے ساکنوں سے صلح کی ہے خراجی ہے ص اگر اپنی زمین کو ذمّی نے باغ بنایا خراجی ہو جاویگا اور اگر اُس کو مسلمان نے بنایا تو اگر اُس کو خراج کے پانی سے سینچتا ہے تو خراجی ہے اور اگر عشر کے پانی سے تو عشری ہے اور پانی آسمان کا اور کنوئیں کا اور چشمے کا عُشری ہے اور پانی اُن نہروں کا جن کو عجمیوں نے کھودا ہے جیسے نہر یزدجرد کی خراجی ہے اور اسی طرح سیحون اور جیحون اور دجلہ اور فرات کا پانی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خراجی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک عُشری ہے اور قیر اور نفط کے چشمے میں اگر زمین عشری میں ہو تو کچھ نہیں اور اگر زمین خراجی میں ہے اور گرد چشمے کے کھیتی ہو سکتی ہے تو خراج اُس میں لازم ہوگا نہ چشمے میں۔

باب مصارف زکوٰۃ کے بیان میں

ف جاننا چاہیے کہ اصل اس باب میں قول اللہ تعالےٰ کا ہے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ اخیر آیت تک اور ساقط ہو گئے ان میں سے وہ کافر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو بوجہ ضعف اسلام کے واسطے تالیف قلوب کے دیا کرتے تھے کیونکہ اب اسلام قوی ہو گیا اب کچھ حاجت کافر و نکے اُلفت دلانے کی نہیں اور اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ یعنی اُلفت کرائے گئے دل اُنکے فرمایا اور دلیل اسکی یہ ہے کہ کہا حضرت عمرؓ بن

خطاب نے جب آیا اُن کے پاس عُیینہ بن حصین کہ یہ دین سچ ہے اللہ کی طرف سے تو جس کا جی چاہے ایمان لاوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے،
روایت کیا اسکو طبریؒ نے تفسیر میں یعنی اب ہم کچھ کافروں کو واسطے ملانے کے مال نہ دیویں گے آور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے شعبیؒ سے کہ تھے مؤلفہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور جب خلیفہ ہوئے حضرت ابو بکرؓ قطع کیا اُس کو اور اسی پر اجماع منعقد ہے ایک روایت میں حضرت عمرؓ سے
ہے کہ کہا اُنھوں نے یہ وہ چیز ہے کہ دیتے تھے تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تاکہ ملاویں دل تمہارے اوپر اسلام کے اور اب عزت دی اللہ نے اسلام کو
تو اگر تم توبہ کرو اسلام پر تو اچھا ہے ورنہ ہمارے تمہارے درمیان میں تلوار ہے آور کیا حضرت ابو بکرؓ نے ایسا ہی اور نہ کیا انکار اس کا کسی نے صحابہؓ میں سے
تو ثابت ہوا اتفاق ص مصارف زکوٰۃ کے سات ہیں ایک فقیر یعنی جو شخص کہ مالک نصاب کا نہ ہووے دوسرے مسکین جس کے پاس کچھ نہیں۔ تیسرے
عامل صدقے کا اُس کو اپنے عمل کے موافق دیا جاویگا چوتھے مکاتب تو اُس کی آزادگی میں مال زکوٰۃ سے مدد کیجاویگی پانچویں قرضدار جو شخص کہ فاضل
اپنے قرض سے نصاب کا مالک نہیں چھٹے فی سبیل اللہ یعنی جو شخص کہ جہاد سے بسبب نہ ہونے خرچ کے رُک گیا ہو امام ابی یوسفؒ کے نزدیک یا جو شخص کہ حج
سے رُک جاوے امام محمدؒ کے نزدیک ف اسواسطے کہ کیا تھا ابو معقلؓ نے ایک اونٹ کو اپنے اللہ کی راہ میں سو حکم کیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بٹھاوے
اُس پر ایک حج کرنے والے کو آروایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ذکر کی ایک حدیث طویل آور وہ حج کرنے والی اُم معقل تھی ص ساتویں مسافر کہ اُس کے
پاس مال ہے لیکن بالفعل سفر میں اُس کے پاس موجود نہیں آور مالک نصاب کو درست ہے کہ زکوٰۃ اپنے مال کی اِن سب مصارف کو دیوے یا بعض کو
آور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے کہ سب مصارف میں صرف کرے اور ہر مصرف میں تین شخصوں کو دیوے ف آور دلیل یہ ہے موافق ہمارے مذہب
کے کہ روایت کی بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے اور ابن ابی شیبہؒ نے عمرؓ سے آور روایت کی طبریؒ نے اس آیت کی تحت میں اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ الخ آنا عمران
بن عُیَیْنَۃَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الاٰیَۃ قَالَ فِیْ اَیِّ صِنْفٍ وَضَعْتَہٗ اَجْزَاَکَ یعنی
کہا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے کہ جس قسم میں ان میں سے زکوٰۃ کو رکھے گا کافی ہو جاویگی تجھ سے آور کہا اُس نے اَخْبَرَنَا جَابِرٌ عَنْ لَیْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُمَرَؓ
اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الاٰیَۃ قَالَ اَیَّمَا صِنْفٍ اَعْطَیْتَ مِنْ ھٰذَا اَجْزَاَ عَنْکَ ثَنَا حَفْصٌ عَنْ لَیْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُمَرَؓ اَنَّہٗ کَانَ یَاْخُذُ الْعَرْضَ
فِی الصَّدَقَۃِ فَیَجْعَلُہٗ فِیْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ وَرُوِیَ اَیْضًا عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاۃَ عَنِ الْمِنْہَالِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَیْشٍ عَنْ حُذَیْفَۃَؓ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا
وَضَعْتَھَا فِیْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ اَجْزَاَکَ وَاَخْرَجَ نَحْوَ ذٰلِکَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَّعَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ وَّاِبْرَاھِیْمَ النَّخْعِیِّ وَاَبِی الْعَالِیَۃِ وَمَیْمُوْنِ بْنِ مِہْرَانَ
بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَۃٍ وَاسْتَدَلَّ ابْنُ الْجَوْزِیِّ فِی التَّحْقِیْقِ بِحَدِیْثِ مُعَاذٍ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ
وَالْفُقَرَاءُ صِنْفٌ وَّاحِدٌ وَفِیْہِ نَظَرٌ تَسْمَعُہٗ قَرِیْبًا وَقَالَ اَبُوْ عُبَیْدٍ فِیْ کِتَابِ الْاَمْوَالِ وَمِمَّا یَدُلُّ عَلٰی صِحَّۃِ ذٰلِکَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ بَعْدَ ذٰلِکَ
مَالٌ فَجَعَلَہٗ فِیْ صِنْفٍ وَّاحِدٍ وَّھُمُ الْمُؤَلَّفَۃُ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی اٰخِرِہٖ ذَکَرَہُ الشَّیْخُ ابْنُ الْھُمَامِ یعنی کہا حضرت عمرؓ نے اُس آیت میں کہ جس قسم میں عطا کرے گا تو
اُس کو اُن میں سے کافی ہو جاویگا تجھ سے اور حضرت عمرؓ لیتے تھے مال صدقہ سے اور کرتے تھے اُس کو ایک ہی قسم میں آور ایسا ہی کہا حذیفہؓ نے اور نکالا
مانند اس کے سعید اور عطار اور ابراہیم اور ابو العالیہ اور میمون بن مہران نے کبار تابعینؒ سے ساتھ سندوں حسن کے آور دلیل لائے ابن الجوزی ساتھ
حدیث معاذؓ کے کہ بتا تو اُن کو کہ اللہ نے فرض کیا صدقہ اُن پر لیا جاوے اُن کے امیروں سے اور دیدیا جاوے اُن کے فقیروں کو آور کہا ابو عبید نے
کتاب الاموال میں کہ دلالت کرتا ہے اس کی صحت پر کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کیا مال بعد اس آیت کے اُترنے کے اور کیا اس کو ایک ہی قسم میں
ص اور مال زکوٰۃ سے مسجد بنانا یا میت کے کفن میں دینا یا قرض میت کا ادا کرنا یا غلام لیکے اُس کو آزاد کرنا درست نہیں ف اور جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے
اور صرف کرو صدقے کو گردنوں میں اُس سے مراد یہ ہے کہ مکاتب کو قیمت میں اُس کی مدد کر کے آزاد کرا دیوے آیسا ہی مروی ہے ابو موسیٰؓ سے اخراج
کیا اِس کا طبریؒ نے اور لفظ اُس کا یہ ہے عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ اَنَّ مُکَاتَبًا قَامَ اِلٰی اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ وَھُوَ یَخْطُبُ فَقَالَ لَہٗ یَا اَیُّھَا الْاَمِیْرُ حُثَّ النَّاسَ
عَلَیَّ فَحَثَّ عَلَیْہِ اَبُوْ مُوْسٰی فَاَلْقَی النَّاسُ عَلَیْہِ ھٰذَا یُلْقِیْ عِمَامَۃً وَّھٰذَا یُلْقِیْ مُلَاءَۃً وَّھٰذَا یُلْقِیْ خَاتَمًا حَتّٰی اَلْقَی النَّاسُ عَلَیْہِ سَوَادًا کَثِیْرًا فَلَمَّا رَاٰی

اَبُوْمُوْسٰی مَا اُلْقِیَ عَلَیْہِ قَالَ اَجْمَعُوْہُ ثُمَّ اَمَرَ بِہٖ فَبِیْعَ فَاَعْطَی الْمُکَاتَبَ مُکَاتَبَتَہٗ ثُمَّ اَعْطَی الْفَضْلَ فِی الرِّقَابِ وَلَمْ یَرُدَّہٗ عَلَی النَّاسِ وَقَالَ اِنَّ ھٰذَا الَّذِیْ اَعْطَاہُ فِی الرِّقَابِ یعنی روایت کی حسن بصری اور زہری اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے کہ کہا انھوں نے وَفِی الرِّقَابِ میں وہ مکاتب لوگ ہیں واللہ اعلم ص اور درست نہیں کہ مال زکوٰة کو اپنے باپ دادا یا نانی نانا اصول سے یا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی فروع سے اور خاوند جورو کو اور جورو خاوند کو دیوے اور بھی مولیٰ کا دینا اپنے غلام کو اگرچہ کچھ آزاد ہو چکا ہو درست نہیں ف اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت کا خاوند کو دینا درست ہے اور دلیل اُن کی یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے کہ پوچھا زینبؓ بیوی نے عبداللہ بن مسعودؓ کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کیا کافی ہے مجھ کو صدقے میں کہ دوں میں اپنے خاوند کو اور یتیموں کو کہ میری گود میں ہیں تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اُس کو دو اجر ہیں ایک اجر صدقہ کا اور ایک اجر قرابت کا اور روایت کیا اس کو بزار نے مسند میں اور ذکر کیا اس کو ابن الہمامؒ نے ص اور درست نہیں کہ زکوٰة مالدار کو یا مالدار کے غلامؒ کو یا لڑکےؒ کو دیوے اور مکاتب کو مالدار کے دینا درست ہے ف کیونکہ فرمایا حضرتؐ نے کہ نہیں حلال ہے صدقہ واسطے مالدار کے اور نہ جوجوان کہ مضبوط ہووے روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے ابن عمرؓ سے اور ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے اور ضعیف کیا بعضوں نے اس حدیث کو کہ اسناد میں اس کی زید بن ریحان ہے اور اُس میں کلام ہے اور توثیق کی اس کی ابن معین نے اور کہا ابن حبان نے کہ وہ صدوق ہے علاوہ اس کے اس حدیث کے بہت سے طریقے ہیں سب طریقوں میں یہ مرفوع ہے اور روایت کیا ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے کہ آئے دو شخص نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور حضرتؐ تقسیم کرتے تھے صدقے کو اور انھوں نے مانگا آپ سے سو فرمایا آپ نے وَلَا حَظَّ فِیْھَا لِغَنِیٍّ وَّلَا لِقَوِیٍّ مُّکْتَسِبٍ یعنی نہیں ہے حصہ اس میں واسطے غنی کے اور نہ واسطے قوی کمائی کرنے والے کے کہا صاحب تنقیحؒ نے یہ حدیث صحیح ہے اور کہا امام احمدؒ نے یہ حدیث حسن ہے اسناد اس کی اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ حدیث ساتھ حدیث معاذؓ کے کہ لے صدقہ مسلمانوں کے امیروں سے اور دیدے اُن ہی کے فقیروں کو حجت ہے امام شافعیؒ پر کہ تجویز کیا انھوں نے صدقے کو واسطے مالدار جہاد کرنے والے کے اور دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے جو روایت کی ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور مالکؒ نے کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں حلال ہے صدقہ واسطے غنی کے مگر پانچ شخصوں کے لئے ایک جو شخص کہ عامل ہو صدقہ پر اور وہ شخص کہ جس نے خریدا اُس کو اپنے مال سے اور قرضدار اور جہاد کرنے والا اللہ کی راہ میں اور مرد مسکین کہ کسی نے اُس کو صدقہ دیا اور اُس نے جا کے ایک امیر کو تحفہ دیا تو وہ اُس امیر کے واسطے درست ہے جیسا کہ حضرتؐ نے بریرہؓ لونڈی سے ارشاد فرمایا اُس گوشت کے حق میں جو اُس کو صدقے میں ملا تھا لَکِ صَدَقَۃٌ وَّلَنَا ھَدِیَّۃٌ یعنی تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اور ذکر کیا شیخ ابن الہمامؒ نے قِیْلَ لَمْ یَثْبُتْ وَلَوْ ثَبَتَ فَاِنَّہٗ لَمْ یَقْوَ قُوَّۃَ حَدِیْثِ مُعَاذٍ فَاِنَّہٗ رَوَاہُ اَصْحَابُ الْکُتُبِ السِّتَّۃِ مَعَ قَرِیْنَۃٍ مِنَ الْحَدِیْثِ الْاٰخَرِ لَوْ قَوِیَ قُوَّتَہٗ لَتَرَجَّحَ حَدِیْثُ مُعَاذٍ بِاَنَّہٗ مَانِعٌ وَمَا رَوَاہُ مُبِیْحٌ یعنی یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت ہو تو نہ ہو گی قوت اُسکی قوت حدیث معاذؓ کی سی اس واسطے کہ روایت کیا اُس کو اصحاب کتب ستہ نے باوجود اس کے کہ ایک اور حدیث ابن عمرؓ کی اُس کی معین ہے آخر تک ص زکوٰة بنی ہاشم کو یعنی حضرت علیؓ اور عباسؓ اور جعفرؓ اور عقیلؓ اور حارث کی اولاد کو اور اُن کے غلاموں آزاد کو دینا درست نہیں ف کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہے واسطے تمھارے اے اہل بیت صدقات سے کچھ اس واسطے کہ وہ میل ہے آدمیوں کے ہاتھوں کا اور تمھارے واسطے پانچویں حصے میں پانچواں حصہ ہے جو تم کو غنی کرے گا روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے اور روایت کی بخاریؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپؐ نے ہم اہل بیت ہیں نہیں حلال ہے ہمارے لئے میل آدمیوں کا اور روایت کیا مسلمؒ نے ایک مضمون طویل اس باب میں اور اُن کے مولیٰ یعنی جو غلام اُن کا آزاد کیا ہوا ہو اُس کو بھی درست نہیں اور روایت کی ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ایک شخص کو بنی مخزوم سے اوپر صدقے کے سو کہا اُس نے واسطے ابو رافعؓ کے کہ ساتھ ہو میرے کیونکہ تم کو بھی کچھ اُس میں سے ملے گا کہا ابو رافعؓ نے کہ آیا میں حضرتؐ کے پاس اور پوچھا میں نے اُن سے سو فرمایا کہ مولیٰ قوم کا اُن میں سے ہے اور ہمارے واسطے نہیں حلال ہے صدقہ کہا ترمذیؒ نے یہ

حدیث حسن صحیح ہے اور صحیح کیا اس کو حاکمؒ نے اور ابورافع نام اس کا اسلم ہے اور باپ کا نام عبید اللہ ہے اور وہ کاتب تھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ص ذمّی کو زکوٰۃ کے سوا اور چیزیں دینا جیسے صدقہ وغیرہ درست ہے ف اور زکوٰۃ درست نہیں کیونکہ حدیث معاذؓ میں ہے کہ صَرف کر زکوٰۃ کو مسلمانوں کے فقیروں میں اور ذمّی کافر ہے ص اور اگر مالک نصاب نے کسی کو زکوٰۃ دیدی اور پھر معلوم ہوا کہ وہ مصرف نہیں اگر وہ غلام یا مکاتب اُس کا نکلا پھر ادا کرے زکوٰۃ کو اور اگر معلوم ہوا کہ اُس کا باپ یا لڑکا ہے یا غنی یا ذمّی یا ہاشمی نکلا تو پھر ادا نہ کرے زکوٰۃ کو اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک پھر ادا کرے اور مستحب ہے زکوٰۃ دینی ایک فقیر کو اتنی کہ ایک دن کو اُس کے سوال سے بے پروا کرے اور بقدر نصاب دیدینا ایک فقیر کو مثلاً دوسو درہم جبکہ وہ قرضدار نہیں مکروہ ہے اور مال زکوٰۃ کا دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے مگر اپنے عزیزوں کو یا اُنکو جو اپنے شہر سے زیادہ محتاج ہیں

ص باب صدقۂ فطر کے بیان میں

صدقۂ فطر کا گیہوں یا اُس کے آٹے یا اُس کے ستّو سے یا سوکھے انگور سے آدھا صاع ہے اور خُرما یا جَو سے ایک صاع اور وہ صاع جسمیں آٹھ رطل ماش یا مسور سما وے ف صدقۂ فطر واجب ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زکوٰۃ عید فطر کی یعنی صدقہ اُس کا پاکی ہے واسطے مسلمانوں کے لغو اور رفث سے اور کھانا ہے واسطے مسکین کے سو جس نے ادا کیا اُس کو قبل نماز کے سو وہ زکوٰۃ مقبول ہے اور جس نے ادا کیا اُس کو بعد نماز کے تو وہ ایک صدقہ ہے صدقوں سے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے اور کہا دارقطنیؒ نے کہ نہیں ہے اُس میں کوئی مجروح ضعیف اور وہ جو حدیث صاحب ہدایہؒ نے بیان کی ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبے میں کہ ادا کرو ہر آزاد اور غلام چھوٹے بڑے سے آدھا صاع گیہوں سے یا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جَو سے روایت کیا اس کو ثعلبہ بن صغیر عدوی نے یا صغیر عذری نے یعنی اختلاف ہے اس میں کہ عدوی دال سے ہے یا عذری ذال اور رے سے ہے تو وہ حدیث مروی ہے سنن ابوداؤدؒ اور دارقطنیؒ اور مسند عبدالرزاق میں اور اختلاف ہے اس کی نسبت اور نام اور متن حدیث میں لیکن اختلاف نسبت میں سو یہ ہے کہ عدوی ہے یا عذری ہے ذال کے پیش اور رے سے تو بعضوں نے کہا ہے کہ عدوی ہے نسبت ہے ساتھ اُس کے بڑے دادا کے اور کہا ہے کہ عذری اور یہی صحیح ہے اور ذکر کیا اس کو مغرب وغیرہ میں اور صحیح کیا ابوعلی غسانی نے عذری کو اور کُنیت اُس کی ابو محمد ہے اور اختلاف نام میں سو یہ ہے کہ وہ ثعلبہ بن ابی صغیر ہے یعنی ثعلبہ بن عبداللہ بن ابی صغیر یا ثعلبہ بن عبداللہ بن صغیر اور اختلاف متن میں سو ایک روایت میں ہے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ رَاْسٍ یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہے کھجور سے یا گیہوں سے ہر آدمی کے پیچھے اور ایک میں ہے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ اثْنَيْنِ یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہے گیہوں سے دو آدمیوں میں کہا صاحب امام نے کہ ممکن ہے تحریف رَاْسٍ کی طرف اِثْنَيْنِ کے انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے کیونکہ اکثر طریقوں صحیحہ میں لفظ اِثْنَيْنِ کا وارد ہے کہا عبدالرزاق نے اَخْبَرَنَا جُرَيْجٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ يَوْمِ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ فَقَالَ اَدُّوْا صَاعًا مِّنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ عَنْ كُلِّ حُرٍّ وَّعَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ یعنی خطبہ پڑھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں پر قبل دن فطر کے ایک دن یا دو دن سو کہا کہ ادا کرو ایک صاع گیہوں سے درمیان دو آدمیوں کے یا ایک صاع کھجور سے یا جَو سے ہر آزاد اور غلام چھوٹے یا بڑے کی طرف سے اور یہ سند صحیح ہے اور روایت کی بخاریؒ مسلمؒ ابن ماجہؒ وغیرہم نے ابن عمرؓ سے کہ فرض کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو رمضان سے لوگوں پر ایک صاع کھجور سے یا جَو سے اوپر ہر آزاد اور غلام مرد اور عورت کے مسلمانوں میں سے اور ایک روایت میں ہے کہ حکم کیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کا اور لازم ہے کہ حجت پکڑی جاوے اُس حدیث سے جس کو روایت کیا حاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ سے اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَرَ صَارِخًا بِبَطْنِ مَكَّةَ يُنَادِيْ اَنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ الْحَدِيْثَ یعنی صدقہ فطر کا حق ہے واجب ہے ہر مسلمان چھوٹے یا بڑے پر آزاد ہو یا غلام آخر حدیث تک اور امام

شافعیؒ کے نزدیک سب چیزوں میں سے ایک ہی صاع ہے آور دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث ابو سعید خدریؓ کے کہ ہم نکالتے تھے جب تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زکوٰۃ فطر کی ہر چھوٹے بڑے آزاد اور غلام سے ایک صاع طعام سے یا ایک صاع اقطؔ سے یا ایک صاع جَو سے یا کھجور سے یا انگور خشک سے تو ہم ایسا ہی نکالتے رہے یہاں تک کہ آئے معاویہؓ حج کرنے کو یا عمرہ کو تو بیان کیا لوگوں سے منبر پر تو اُن کا یہ کلام تھا کہ جانتا ہوں کہ دوؔ مُد گیہوں شام سے برابر ہوں گے ایک صاع کھجور کے تو لیا اُسؔ کو لوگوں نے آور میں ایسا ہی نکالتا تھا جیسا کہ نکالتا تھا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں آور دلیل ہماری بہت حدیثیں مشہور ہیں ایک حدیث ثعلبہ کی جو اوپر گذری اور روایت کی ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے حسنؒ سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ خطبہ پڑھا اُنھوں نے اخیر رمضان میں بصرے میں سو کہا کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ ایک صاع کھجور یا جَو سے یا آدھا صاع گیہوں سے آخر حدیث تک آور راوی اس حدیث کے بھی سب ثقہ ہیں مگر حسنؒ نے نہیں سُنا ابن عباسؓ سے تو وہ مرسل ہے اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے آور روایت کی ابو داؤدؒ نے مراسیل میں سعید بن المسیب سے کہ فرض کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کی دوؔ مُد گیہوں سے آور روایت کیا اس کو طحاویؒ نے کہا تنقیح میں اسناد اسکی صحیح ہے مانند آفتاب کے اور ہونا اس کا مرسل نہیں ضرر کرتا ہے اور مراسیل سعید کے حجت ہیں اور نہایت طول کیا اس مقام میں شیخ ابن الہمام نے اور ضعیف کیا امام شافعیؒ کی سب دلیلوں کو اس باب میں جس کا جی چاہے دیکھ لیوے اور ہم نے بوجہ خوف تطویل کے ترک کیا ص اور مراد صاع سے صاع عراقی ہے اور صاع عراقی چار من کا ہوتا ہے آور من چالیس استار کا ہوتا ہے اور استار (فتح القدیر میں ۱۲) ساڑھے چار مثقال کا تو اس حساب سے من ایک سَو اسّی مثقال کا ٹھہرا آور امام شافعیؒ کے نزدیک مراد صاع حجازی ہے ف اور دلیل اُنکی یہ ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے صاع ہمارا سب صاعوں سے چھوٹا ہے آور اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہے ہاں روایت کی ابن حبان نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ کہا گیا واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ اے رسول اللہ صاع ہمارا چھوٹا ہے سب صاعوں سے اور مُد ہمارا بڑا ہے اور مُدوں سے سو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے اللہ برکت دے ہمارے صاع میں اور برکت دے ہمارے قلیل میں اور کثیر میں اور کر ہمکو ساتھ ایک برکت کے دوؔ برکتیں اور ابو یوسفؒ کا قول اور شافعیؒ کا یہی ہے کہ صاع پانچ رطل اور تہائی رطل ہے اور دلیل اُنکی یہ ہے کہ وہ آئے مدینے میں اور دیکھا قریب پچاسؔ آدمیوں کے انصارؓ اور مہاجرینؓ کی اولاد میں کہ صاع اُن کا پانچ رطل کا تھا اور کچھ زیادہ اور کہا اُنھوں نے کہ یہی صاع ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سو کہا اُنھوں (یعنی ابو یوسف رح ۱۲) نے ترک کیا میں نے قول ابو حنیفہؒ کو روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے اور مروی ہے کہ مناظرہ کیا اُن سے امام مالکؒ نے اور حجت پکڑی اُن صاعوں سے کہ لائے تھے اُس کو وہ لوگ سو رجوع کی ابو یوسفؒ نے طرف اُن کے قول کے آور ہماری دلیل یہ ہے کہ مروی ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے تھے ساتھ مُد کے برابر دوؔ رطلوں کے اور غسل کرتے تھے صاع سے برابر آٹھ رطلوں کے آور ایسا ہی مفسر واقع ہوا روایت انسؓ اور حضرت عائشہؓ میں تین طریقوں میں آروایت کیا اُس کو دار قطنیؒ نے اور ضعیف کیا اس کو اور جابرؓ سے بھی روایت کی اُن سے ابن عدی نے اور ضعیف کیا اُس کو ساتھ عمر بن موسیٰ کے اور یہ حدیث صحیحین میں ہے اور وزن اُس میں صاع اور مُد کا مذکور نہیں اور اسی حدیث سے دلیل لائے صاحب ہدایہ اور کہا کہ ایسا ہی تھا صاع عمرؓ کا آور روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے یحیٰی بن آدم سے کہا کہ سُنا میں نے حسن بن صالح سے يَقُوْلُ صَاعُ عُمَرَ ثَمَانِيَةُ اَرْطَالٍ یعنی کہتے تھے کہ صاع عمرؓ کا آٹھ رطل کا تھا آور کہا شریک نے کہ اکثر تھا سات سے اور کم تھا آٹھ رطل سے آور روایت کی مانند اس کے موسیٰ بن طلحہ نے عمر بن خطابؓ سے آور روایت کیا اس کو طحاویؒ نے بھی بہر حال یہ روایت صحیح ہے ص اور اگر صدقۂ فطر میں دوؔ من گیہوں دیدے بغیر اس کے کہ گیہوں کو کَیل سے ناپے درست ہے آور امام محمدؒ کے نزدیک بغیر کیل کے درست نہیں اور گیہوں دینا مستحب ہے جہاں کہ اور چیزوں کو گیہوں سے خریدتے ہیں اور ابو یوسفؒ کے نزدیک درہموں کا دینا ہر جگہ مستحب ہے آور صدقۂ فطر کا واجب ہے اُس شخص پر جو حُرّ یعنی آزاد ہووے اور مسلمان ہو اور وہ شخص مالک ہو نصاب زکوٰۃ کا کہ زیادہ ہو حاجت اصلی سے اگرچہ وہ نصاب نامی نہ ہو تو سونے اور چاندی اور مال تجارت میں صدقہ واجب ہے اگرچہ سال پورا نہ گزرے اور اگر سوا ان مالوں کے ہووے جیسے گھر ہے نہ رہنے کے لئے اور نہ تجارت کے لئے اور

قیمت اُس کی نصاب کو پہونچتی ہے صدقۂ فطر اُس سے واجب ہوگا اور زکوٰۃ واجب ہوگی ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگرچہ مالک نصاب کا نہ ہووے لیکن صدقہ پر قادر ہو اُس کو صدقہ دینا واجب ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں صدقہ ہے مگر مالدار سے روایت کیا اس کو احمدؒ نے مسند میں اور ذکر کیا اس کو بخاریؒ نے تعلیقاً اور وہ جو دلیل لاتے ہیں امام شافعیؒ ساتھ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ ادا کرو ایک صاع گیہوں ہر دو شخصوں سے بڑے ہوں یا چھوٹے مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام امیر ہو یا فقیر لیکن امیر تمہارا تو پاک کرتا ہے اُس کے مال کو اللہ تعالےٰ اور فقیر کو سو پھیر دیتا ہے اللہ اُس پر اکثر اُس سے جو دیتا ہے روایت کیا اس کو احمدؒ نے اور ضعیف کیا اس کو ساتھ نعمان بن راشد کے اور جہالت بنؔ ابی صغیر کے اور بر تقدیر صحت کے ہماری روایت کے مقابل نہ ہوگا مترجم کہتا ہے کہ دلیل امام شافعیؒ کی وہ ہے جو روایت کی طحاویؒ نے باسناد صحیح ابوہریرہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے زکوٰۃ فطر کی اوپر ہر آزاد اور غلام اور مرد اور عورت چھوٹے اور بڑے فقیر یا مالدار کے ہے اور کہا معمر نے کہ پہونچا مجھ کو کہ رفع کرتے تھے اُس کو زہریؒ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لیکن صاحب امام نے کہا کہ یہ حدیث وقف اُس کا صحیح ہے اور وقف اس مقام میں مانند رفع کے ہے ص جس پر صدقۂ فطر واجب ہے صدقۂ زکوٰۃ سے وہ محروم ہوگا اور زکوٰۃ لینا اُس پر حرام ہے ف ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہ مالک نصاب کا ہے بخلاف امام شافعیؒ کے ص صدقۂ فطر دے اپنی جان کے واسطے ف کیونکہ فرمایا حضرت ابن عمرؓ نے کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو مرد اور عورت پر اور گذری یہ حدیث اوپر ص اور اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے اگر فقیر ہو اور اپنے غلام اور لونڈی کی طرف سے جو خدمت کے واسطے ہیں اگرچہ مدبر یا کافر یا اُمّ ولد ہو ف مُدبر اُس غلام کو کہتے ہیں جس کو مولیٰ نے یہ کہا ہو کہ بعد میرے مرنے کے تو آزاد ہے اور اُمّ ولد اُس لونڈی کو کہتے ہیں کہ جس سے اُس کے مالک کی اولاد ہووے اور کافر غلام کی طرف سے بھی صدقۂ فطر کا واجب ہے اس واسطے کہ کافر غلام بھی مال ہے اور سبب وجوب صدقہ کا بھی مال ہے اور نہیں دخل ہے اُس میں کفر اور اسلام کو اور دوسرے یہ کہ حدیث مطلق وارد ہے نہیں ہے قید اُس میں مسلمان اور کافر کی اور تیسرے یہ کہ روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلٰى كُلِّ صَغِيْرٍ وَكَبِيْرٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ یعنی صدقۂ فطر کا ہر صغیر اور کبیر مرد یا عورت یہودی یا نصرانی آزاد یا غلام پر نصف صاع ہے گیہوں سے اور ایک صاع تمر سے یا جو سے لیکن یہ نہایت ضعیف ہے بلکہ شمار کیا ہے اس کو موضوعات میں کہا شوکانی نے وَزِيَادَةُ يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ مَوْضُوْعَةٌ تَفَرَّدَ بِهَا سَلَّامُ بْنُ الطَّوِيْلِ وَهُوَ مَتْرُوْكٌ یعنی اور زیادتی یہودی اور نصرانی کی موضوع ہے تفرد کیا ساتھ اس کے سلّام طویل راوی نے اور وہ متروک ہے اور کہا ابن الہمام نے بَلْ عُدَّ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ مِنْ قِبَلِ سَلَّامٍ الطَّوِيْلِ فَاِنَّهٗ مَتْرُوْكٌ رُمِيَ بِالْوَضْعِ یعنی شمار کی گئی یہ حدیث موضوعات میں بسبب سلام طویل کے اسواسطے کہ وہ متروک ہے نسبت کیا گیا ہے طرف بنانے حدیث کے اور یہ حدیث عجیب ہے ہدایہ میں اور مجوسی بھی روایت ہدایہ میں ہے اور اس کا کہیں نشان نہیں ملا ص اور اپنی جورو کی طرف سے اور بڑے لڑکے کی طرف سے صدقہ نہ دیوے اور اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے بھی جو مالک نصاب کا یعنی غنی ہے بلکہ اُس کے مال سے دیوے اور مکاتب کی طرف سے اور اُس غلام کی طرف سے جو تجارت کے واسطے ہے اور اُس غلام کی طرف سے جو بھاگنے والا ہے نہ دیوے مگر جب وہ بعد بھاگنے کے پھر آیا ہو تو اُس کی طرف سے دیوے اور جو ایک غلام یا چند غلام دو شریک کے بیچ میں ہوویں تو اُن غلاموں کی طرف سے کسی شریک پر صدقہ واجب نہ ہوگا نزدیک امام صاحبؒ کے اور نزدیک صاحبینؒ کے دونوں پر واجب ہے اور اگر ایک کے اختیار سے بیچا گیا تو جس کا ہوا عید الفطر کی صبح میں اُس پر صدقہ لازم آوے گا ف یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ کئی غلام ہوں اور اگر ایک غلام ہو تو کسی کے نزدیک کسی پر صدقہ واجب نہ ہوگا ص اور صدقہ واجب ہوتا ہے عید الفطر کی صبح ہونے سے تو پھر جو شخص مسلمان ہوا یا پیدا ہوا عید الفطر کی صبح ہونے کے پہلے تو اُس کے لئے واجب ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک آفتاب کے ڈوبنے سے شب عید کو واجب ہوتا ہے تو جو اسلام لاویگا یا پیدا ہوگا رات کو عید کی اُس پر واجب نہ ہوگا نزدیک اُنکے اور جو شخص کہ عید کی رات میں مرجاوے ہمارے نزدیک صدقہ اُس کی طرف سے واجب نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اور اگر اسلام لایا

یا پیدا ہوا بعد طلوع فجر کے تو صدقہ کسی کے نزدیک واجب نہ ہوگا اور اگر صدقہ پہلے سے دیوے تو درست ہے خواہ بہت دن پہلے یا تھوڑے دن پہلے ف اور اس باب میں حدیث بخاری کی ہے ابن عمرؓ سے کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کا یہاں تک کہ کہا اور تھے وہ دیتے قبل فطر کے ایک دن یا دو دن ص اور مستحب ہے صدقہ فطر کا صبح ہونے کے بعد جلدی دینا ف اور دلیل اس کی یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے کتاب علوم الحدیث میں اس باب میں جس کی زیادت کے ساتھ ایک راوی منفرد ہوا ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا محمد بن الجھم السمری ثنا حفص بن حماد ثنا ابو معشر عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُخْرِجَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيْرٍ وَكَبِيْرٍ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ قَمْحٍ وَكَانَ يَامُرُنَا اَنْ نُخْرِجَهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَسِّمُهَا قَبْلَ اَنْ يَنْصَرِفَ اِلَى الْمُصَلّٰى يَقُوْلُ اَغْنُوْهُمْ عَنِ الطَّوَافِ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ یعنی حکم کیا ہمکو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کا چھوٹے اور بڑے آزاد سے یا غلام سے ایک صاع کھجور سے یا خشک انگور سے جَو سے یا گیہوں سے اور حکم کرتے تھے ہمکو کہ نکالیں صدقے کو قبل نماز کے اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تقسیم کرتے تھے صدقے کو قبل جانے کے طرف عیدگاہ کے اور کہتے تھے کہ بے پروا کر دو ان کو آج پھرنے سے یعنی فقیروں کو غنی کر دو سوال کرنے سے ص اور اگر تاخیر کرے دینے میں تو اُس کے ذمے سے بغیر دیے ہوئے ساقط نہ ہوگا ف اس واسطے کہ صدقہ فطر کا واجب ہے ہر گز ساقط نہیں ہو سکتا

ص کتاب الصوم

کھانا پینا جماع ترک کرنا فجر سے آفتاب ڈوبنے تک ساتھ نیت کے اسی کو روزہ کہتے ہیں اور روزہ رمضان کا فرض ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر اور ادا کرنا بھی اُس کا فرض ہے اور اگر کسی عذر سے ترک ہو جاوے تو قضا بھی فرض ہے اور روزہ نذر اور کفارے کا واجب ہے اور اس کے سوا باقی سب نفل ہیں ف لیکن صحیح یہ ہے کہ روزہ نذر اور کفارے کا بھی فرض ہے اور واجب سے مراد اس جا پر فرض ہے اور ثابت کیا اس کو صدر الشریعۃ نے ص اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ روزہ رمضان کا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ یعنی فرض کیا گیا تم پر روزہ اور اُس کے فرض ہونے پر اجماع ہے تو اسی واسطے انکار کرنے والا اُس کا کافر ہے اور نذر کا روزہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ یعنی پوری کریں نذریں اپنی ف اور باقی تفصیل اسکی اصل میں مذکور ہے ص اور رمضان کے روزے اور نذر معین کے روزے کی نیت کرنا رات سے دوپہر دن شرعی کے قبل تک درست ہے اور دوپہر کو درست نہیں اور قدوری میں ہے کہ زوال تک درست ہے اور اصح اول ہے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک نیت رات سے درست ہے اور دن کو جائز نہیں اور دلیل لاتے ہیں ساتھ اُس حدیث کے کہ روایت کیا جس کو اصحاب سنن اربعہ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں روزہ ہے اُس شخص کا جس نے نہ نیت کی روزے کی رات سے اور اختلاف کیا ہے اُنھوں نے فقط لفظ حدیث میں اور روایت ابن ماجہ میں ہے کہ نہیں صیام ہے اُس کا جس نے نہ فرض کیا اُس کو رات سے اور معنی ایک ہیں اور اختلاف ہے اُس کے رفع اور وقف میں اور نہیں روایت کیا اُس کو مالکؒ نے موطا میں مگر کلام ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ سے اور اکثر اُس کے وقف پر ہیں اور تحقیق رفع کیا اُس کو عبد اللہ بن ابی بکر نے زہری سے پہونچاتے ہیں اُس کو حفصہؓ تک کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ نہ ثابت کرے روزے کو قبل فجر کے تو نہیں روزہ ہے واسطے اُس کے اور وقف کیا اس کو زہری سے حفصہؓ پر معمر اور زبیدی اور ابن عیینہ اور یونس ایلی نے اور عبد اللہ بن ابی بکر ثقہ ہے اور رفع زیادت ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور روایت کی دارقطنیؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور اُسمیں لفظ یبیت کا ہے مَنْ لَمْ يُبَيِّتِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ یعنی جو شخص کہ رات سے نہ رکھے روزہ قبل فجر کے تو نہیں روزہ ہے واسطے اُس کے کہا دارقطنی نے تفرد کیا ساتھ اسکے عبد اللہ بن عباد نے مفضل سے ساتھ اسناد کے اور سب ثقہ ہیں اور کہا بیہقیؒ نے کہ اسناد میں اُسکی عبد اللہ بن عباد غیر مشہور ہے اور یحییٰ بن ایوب قوی نہیں

۵۱ قبل نماز عید کے ۱۲ ۵۲ اور واجب ہے کہ صدقۂ فطر ایک شخص ایک ہی مسکین کو دیوے اور دو یا زیادہ مسکینوں کو نہ دیوے اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ غنی کر دو فقیر کو سوال کرنے سے اس دن میں اور کم

اور وہ اُس کے رجال میں سے ہے آور کہا ابن حبان نے عبداللہ بن عباد بصری بدل دیتا ہے حدیثوں کو اور اُلٹ دیتا ہے اُن کو آور روایت کیا اُس نے روح بن الفرج سے ایک نسخہ موضوع آور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی صحیحین میں سلمۃ بن اکوع رض سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا ایک شخص کو اسلم[1] سے یہ کہ خبر کر لوگوں کو تو جس نے کھا لیا تو چاہیئے کہ روزہ رکھے باقی دن تک اور جس شخص نے نہیں کھایا تو روزہ رکھے اسواسطے کہ یہ دن عاشورے کا ہے آور عاشورا فرض تھا رمضان کے فرض ہونے کے پہلے آور وہ جو منع کیا اُس کو ابن الجوزی نے کہ عاشورا فرض نہ تھا بلکہ سُنت تھا کیونکہ روایت ہے صحیحین میں معاویۃ رض سے کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے یہ دن عاشورے کا ہے نہیں فرض کیا گیا ہم پر روزہ اُس کا سو جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور میں روزے سے ہوں تو روزہ رکھا لوگوں نے ساتھ آپ کے آور ایک اور دلیل سُنت ہونے پر اُس کے یہ ہے کہ نہیں حکم کیا حضرت نے قضا کا اُس کو جس نے کھا لیا[2] تھا آور جواب یہ ہے کہ معاویۃ رض اسلام لائے ہیں فتح مکہ میں تو اگر سُنی اُنھوں نے یہ حدیث بعد اسلام کے تو سُننا اُن کا نویں برس ہجری یا دسویں ہجری میں ہوگا اور یہ بعد نسخ عاشورے کے تھا ساتھ رمضان کے آور اگر قبل اسلام کے سُنا[3] تو یہ قبل وجوب عاشورے کے ہوگا اور روزہ عاشورے کا فرض تھا اور پھر بوجہ رمضان کے منسوخ ہوا آور ثابت ہے صحیحین میں حضرت عائشۃ رض سے کہ قریش جاہلیت میں روزہ رکھتے تھے عاشورے کا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے اُس دن تو جب آئے مدینے میں روزہ رکھا اُس کا اور حکم کیا لوگوں کو روزے کا اُس دن اور جب فرض ہوا رمضان کہا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اب جس کا جی چاہے رکھے روزہ اُس روز یا نہ رکھے تو اب حدیث سلمۃ بن اکوع رض کی حجت ہوگی اور وہ قوی ہے اُس حدیث سے جس سے استدلال لائے امام شافعیؒ کیونکہ ذکر کیا ہم نے اختلاف کو اُس حدیث میں اور وہ جو صاحب ہدایہ ہمارے مذہب پر دلیل لائے ہیں کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آیا اُنکے پاس اعرابی اور کہا اُس نے کہ دیکھا میں نے چاند کو کہ جس شخص نے نہیں کھایا وہ روزہ رکھے اور جس نے کھا لیا تو نہ کھاوے باقی دن تو یہ حدیث کہیں پائی نہیں گئی آور مشہور روایت یوں ہے کہ آیا اعرابی اُن کے پاس اور کہا کہ دیکھا میں نے چاند کو سو حکم کیا آپ نے ہمیں[4] کہ روزہ رکھیں کل کے روز روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور مروی ہے سنن اربعہ میں ابن عباس رض سے کہ آیا ایک اعرابی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ دیکھا میں نے چاند کو کہا حسن نے یعنی چاند رمضان کا سو پوچھا اُس سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا گواہی دیتا ہے تو اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے کہا کہ ہاں پھر پوچھا کہ گواہی دیتا ہے تو اِس بات کی کہ محمدؐ رسول اللہ کے ہیں کہا کہ ہاں فرمایا اے بلال پکار دے لوگوں کو کہ روزہ رکھیں تو یہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ اعرابی رات کو آیا تھا یا دن کو آیا تھا کب آیا تھا آور تفسیر کرتی ہے اُسکی حدیث دارقطنیؒ کی جو بیان کی ابھی ہم نے آور وہ جو امام شافعیؒ نے حدیث روایت کی ہے معنی اُس کے یہ ہیں[5] کہ نہیں کمال ہے روزے کا بدون نیت کے جیسے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ اور لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ اور لَا صَلٰوۃَ لِلْعَبْدِ الْاٰبِقِ اور لَا صَلٰوۃَ فِی الْاَرْضِ الْمَغْصُوْبَۃِ اور لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَہْدَ لَہٗ آور سوا اس کے واللہ اعلم ص اور اگر نیت فقط روزے کی کرے کہ میں روزہ اللہ کا کل رکھوں گا اور معین نہ کرے یا نیت نفل کی کی تو روزہ رمضان کا درست ہو جاویگا آور اگر رمضان کے مہینے میں دوسرے واجب[6] کی نیت کی تو رمضان کا روزہ اُس نیت سے بھی ادا ہو جاویگا آور اگر مریض یا مسافر رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے گا تو وہی روزہ[7] ادا ہو گا آور اگر ایک شخص نے ایک روزہ رکھنے کی نذر کی یعنی کہا کہ میں فلانے روز روزہ رکھوں گا اور اُس روز دوسرے واجب کی نیت کی تو وہی واجب ادا ہو گا جس[8] کی نیت کی خواہ مسافر ہو خواہ مقیم تندرست ہو یا مریض آور نفل کا روزہ ادا ہوتا ہے نفل کی نیت سے اور صرف روزے کی نیت سے اور نیت قبل دوپہر کے کرے اور دوپہر کے بعد نہیں ف اور امام مالکؒ کے نزدیک رات سے نیت کرنا چاہیئے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں روزہ (روزہ نفل ۱۲) ہے اُس کا جس نے نہیں نیت کی اُس کی رات سے (دن شرعی ۱۲) آور یہ حدیث مطلق ہے شامل ہے فرض روزے اور نفل روزے کو آور ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کو روزہ دار نہیں ہوتے تھے اور پھر پوچھتے تھے گھر میں آن کے کہ کچھ کھانے کو ہے سو اگر کہا جاتا کہ نہیں کہتے تھے میں روزہ دار ہوں اور اگر کہا جاتا تھا کہ ہے کھا لیتے تھے اور نیت کر چکتے تھے روزے کی آ روایت کیا اس کو مسلم وغیرہ نے حضرت عائشۃ رض سے ص اور قضا اور کفارہ اور نذر غیر معین کے واسطے شرط ہے رات سے نیت کرنا اور تعیین روزے کی کرنا اگر شک کی رات ابر ہوا[9] جیسے تیسویں رات میں شعبان کی اُس کے دن کو روزہ

ف۱ اسلم نام قبیلے کا ہے ۱۲ ف۲ اول روزے میں کھا لیا تھا اور روزہ پورے دن کا ہوتا ہے ۱۲ ف۳ اور سُننا اور تحمل حدیث کا قبل اسلام کے معتبر نہ ہوگا ۱۲ ف۴ یعنی وہ مرد دیکھنے والا چاند کا رات کو آیا تھا اس لئے کہ اس میں ہے حکم کیا آپ نے ہم کو کہ روزہ رکھیں کل کے روز ۱۲ ف۵ واسطے دفع وہم تعارض کے یہ معنی کیے گئے ۱۲ ف۶ غیر مسافر اور غیر مریض نے ۱۲ ف۷ اور رمضان کا نہ ہوگا ۱۲ ف۸ اور روزہ نذر معین کا نہ ہوگا ۱۲ ف۹ یا غبار ہوا اور انتیسویں تاریخ چاند نظر نہ آیا ۱۲

نہ رکھیں گے ف کیونکہ مروی ہے صحیحین میں کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھو چاند دیکھ کے اور افطار کرو چاند دیکھ کے تو اگر ابر ہو تمھارے
اوپر تو پوری کر لو گنتی شعبان کی تیس دن ص مگر نفل ف کیونکہ حدیث میں ہے کہ نہیں روزہ ہے دن شک کے رمضان سے مگر نفل ایسا ہی ہے ہدایہ
میں اور یہ حدیث مجھ کو نہیں ملی اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں اور دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث کے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے
روزہ رکھا دن شک کے سو مخالفت کی اُس نے ابو القاسم یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اور ذکر کیا اسکو ابن طاہر نے تذکرے میں موضوعات میں اور ایسا ہی
کہا صاحب خلاصہ نے لیکن یہ زیادتی ہے کیونکہ اس حدیث کو ذکر کیا بخاریؒ نے تعلیقاً اور روایت کیا اس کو اصحاب سُنن اربعہ نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور
ابن حبان اور حاکم نے اور روایت کیا اس کو خطیب نے تاریخ بغداد میں اس لفظ سے مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ یعنی
جس نے روزہ رکھا دن شک کے تو نافرمانی کی اُس نے اللہ کی اور رسولؐ کی واللہ اعلم اور تفصیل اُسکی فتح القدیر میں ہے ص اور اگر دوسرے واجب
کا روزہ اُس دن رکھا تو مکروہ ہے اور ادا ہو جاوے گا واجب سے صحیح مذہب میں اگر معلوم نہ ہوا کہ یہ رمضان کا دن تھا اور اگر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن تھا
تو وہ روزہ رمضان کا ہو جاویگا اور دن شک کے نفل روزہ رکھنا مستحب ہے سب کے نزدیک اگر وہ دن اُس کے روزہ رکھنے کا ہو اور نہیں تو خاص
لوگ جیسے قاضی اور مفتی روزہ رکھیں اور عوام لوگ بعد زوال کے افطار کریں اور اگر رات میں شک کی نیت کی کہ اگر کل کا دن رمضان سے ہے تو روزہ
میرا رمضان کا ہے ورنہ روزہ نہیں رکھتا ہوں میں روزہ اُس کا درست نہ ہوگا اور مکروہ ہے یہ کہ نیت کرے کہ اگر کل کا دن رمضان سے ہے تو روزہ میرا
رمضان کا ہے اور نہیں تو دوسرے واجب کا ہے نہیں تو دوسرے نفل کا لیکن اگر کل کا دن رمضان کا نکلا تو وہ روزہ رمضان کا ہو جاویگا اور نہیں تو
دونوں صورتوں میں نفل ہو جاوے گا اور جس شخص نے رمضان کا یا عید کا چاند اکیلے آپ ہی دیکھا تو روزہ رکھے دونوں صورتوں میں اگرچہ اُس کا
قول قبول نہ کرے قاضی اور اگر افطار کرے تو قضا کا روزہ رکھے اور کفارہ اُس پر نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوگا ف لیکن روزہ
رکھنا تو اسواسطے ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ یعنی روزہ رکھو چاند دیکھ کے اور افطار کرو چاند دیکھ کے
یعنی روزہ موقوف کرو جب چاند دیکھ لو شوّال کا اور شروع کرو جب دیکھ لو چاند رمضان کا اور اُس شخص نے چاند دیکھ لیا اگرچہ قاضی کے نزدیک
مقبول نہ ہووے اور کفارہ امام شافعیؒ کے نزدیک لازم ہوگا کیونکہ قصداً چاند دیکھ کے اُس نے افطار کیا اور ہمارے نزدیک اسواسطے واجب نہ ہوگا
کہ جب قاضی نے اُس کی شہادت قبول نہ کی ساتھ دلیل شرعی کے تو ایک طرح کا شبہہ پڑ گیا اور حدود اور کفارہ دفع ہو جاتے ہیں شک اور شبہے سے
کذا فی الہدایہ اور اگر قبل اس کے کہ قاضی اُسکی شہادت رد کرے افطار کیا تو اس میں اختلاف ہے مشایخ کا اور اگر اُس شخص نے اپنے حساب سے تیس
دن پورے کر لیے تو روزہ موقوف نہ کرے جب تک کہ امام موقوف نہ کرے اس واسطے کہ وجوب اُس پر واسطے احتیاط کے ہے اور احتیاط بعد اُس کے
تاخیر افطار میں ہے اور اگر اپنے حساب سے قبل امام کے افطار کیا تو اُس پر کفارہ نہیں ص اگر آسمان میں بدلی یا غبار ہووے تو رمضان کے لئے
ایک شخص عادل کی خبر کفایت ہے اگرچہ وہ شخص غلام یا عورت ہو یا زنا کی تہمت کسی کو لگائی ہووے اور اُس کے بدلے میں وہ درّے مارا گیا ہو اور پھر
اُس نے توبہ کی ہو اور دعویٰ اور شہادت کا لفظ کہنا اُس کو ضرور نہیں ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو آدمی لازم ہیں اور دلیل اُن پر یہ ہے کہ روایت
کیا اُس کو اصحاب سُنن اربعہ نے ابن عباسؓ سے کہ آیا ایک اعرابی طرف نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کہا کہ دیکھا میں نے چاند کو سو فرمایا آپنے کہ گواہی
دیتا ہے تو اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے کہا اُس نے ہاں پھر پوچھا آپنے کہ گواہی دیتا ہے تو کہ محمدؐ رسول اللہ کے ہیں کہا اُس نے کہ ہاں
فرمایا کہ اے بلالؓ پکار دے لوگوں کو کہ روزہ رکھیں اور بیان کیا اوپر ہم نے اس حدیث کو ص اور شوال اور ذیحجہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں
خبر دیں کہ ہم نے چاند دیکھا یعنی گواہی دیں اور دعویٰ ضرور نہیں ف بعضی روایتوں میں ہے کہ ایک شخص کی گواہی اس میں بھی مقبول ہوگی اور ایسا
ہی ہے تحفے میں اور کہا اُس میں کہ یہی صحیح ہے انتہیٰ اور کہتا ہوں میں کہ اسی کو موافقت کرتی ہیں احادیث واللہ اعلم۔ اور صاحب ہدایہ نے اس کو
اختیار نہیں کیا ص اور جب کوئی آسمان میں علت نہ ہووے اور مطلع صاف ہووے تو شرط ہے کہ تینوں مہینوں کے واسطے بہت سے آدمی ہوں

تو اُن کا قول قبول کیا جاوے یعنی اتنا گروہ ہو کہ اُن کے سچے ہونے پر عقل گواہی دے اور اگر ایک شخص عادل نے رمضان کے چاند کی گواہی دی اور آسمان میں کچھ علّت تھی پس سب آدمیوں نے تیس دن روزے رکھے اور چاند نہ دیکھا گیا تو افطار نہ کریں گے اس لئے کہ افطار ایک کے قول سے جائز نہیں اور روزہ جائز ہے اور جو دو شخص عادل نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تو بعد گذرنے تیس روز کے افطار جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک شخص کی گواہی مذکور سے بھی افطار درست ہو جاوے گا اس لئے کہ افطار اُن کے نزدیک بہ تبعیت صوم کے ثابت ہو جاتا ہے اور اکثر اشیا ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں اگرچہ قصداً ثابت نہ ہوں ف اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے کیونکہ مہینہ تو معلوم ہے کہ تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا اور اُس ایک شخص کی گواہی روزہ رکھنے میں مقبول ہوئی تھی اور اُس حساب سے اب تیس دن ہوئے اور چاند ہونا ضرور ہے تو گویا یہ ایک گواہی ہوئی اور ایک اُس شخص کی مل کے دو گواہیاں ہو گئیں تو لازم ہو گیا افطار واللہ اعلم

ص باب روزے کے فاسد ہونے کے بیان میں اور اُس کی قضا اور کفّارے کے حال میں

جو شخص کہ قصداً جماع کرے یا جماع کیجاوے قُبل یا دُبر میں یا کچھ کھاوے یا پیوے غذا یا دوا کی قسم سے یا پچھنے لگاوے اور گمان کرے کہ میرا روزہ افطار ہو گیا اور پھر قصداً کھا لیوے تو ان صورتوں میں قضا روزے کی کرے اور کفارہ دیوے جیسے ظہار کا کفارہ ہوتا ہے اور کفارہ فقط رمضان کے روزہ کا قصداً توڑنے میں ہے اور دوسرے روزے کے واسطے نہیں ف ظہار اُسے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو یا اُس کے جزو شایع یا اُس عضو کو جس سے تعبیر ساتھ کُل کے کرتے ہیں مثل رقبہ اور اس کے تشبیہ دیوے اپنے محارم کے اُس عضو سے جس کی طرف نظر کرنا اُس کو حرام ہے اور اُس کہنے سے جماع اور دواعی اُس کے حرام ہو جاتے ہیں جب تک کفارہ ادا نہ کرے اور کفارہ یہ ہے ایک غلام آزاد کرے اور اگر نہ ہو سکے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور اگر نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے لیکن قصداً کھانے یا پینے میں سوا سواسطے ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے افطار کیا رمضان میں سو اُس پر ہے جو ظہار کرنے والے پر ہے ذکر کیا اس کو صاحب ہدایہؒ نے اور یہ حدیث نہیں ملی لیکن صحیحین میں مروی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا ایک شخص کو کہ افطار کیا تھا اُس نے رمضان میں یہ کہ آزاد کرے ایک غلام یا روزے رکھے دو مہینے برابر یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے اور جماع بھی روزے کو افطار کرتا ہے وہ بھی اس میں داخل ہے اور روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے بھی اور مروی ہے صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے کہ آیا ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور کہا کہ ہلاک ہوا میں فرمایا کہ کیا ہوا تجھ کو کہا اُس نے کہ جماع کیا میں نے اپنی عورت سے روزہ رمضان میں سو فرمایا آپ نے کیا پاتا ہے تو غلام کو کہ آزاد کرے اس کو کہا، نہیں فرمایا کہ طاقت رکھتا ہے تو کہ دو مہینے روزے رکھے کہا، نہیں فرمایا کہ تو طاقت رکھتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھلاوے کہا نہیں فرمایا بیٹھ تو لائے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ٹوکرا کہ اُس میں کھجوریں تھیں سو فرمایا کہ تصدق کر ان کو فقیروں پر کہا اُس نے اے رسول اللہ قسم خدا کی نہیں ہے شہر کے کناروں تک اور اُس کے بیچ میں کوئی گھر کہ فقیر زیادہ ہو میرے گھر سے سو ہنسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک کہ آگے کے دانت آپ کے ظاہر ہو گئے پھر فرمایا کہ لے جا اس کو اور کھلا اپنے گھر والوں کو کہا زہریؒ نے کہ یہ اُس کے واسطے خاص رخصت تھی اور اگر کوئی شخص اب ایسا کرے تو نہیں جائز ہے اُس کو کفارے سے اور واقع ہوا روایت ہدایہ میں کُلْ اَنْتَ وَعِیَالُکَ یُجْزِءُکَ وَلَا یُجْزِیْ اَحَدًا بَعْدَکَ یعنی تو کھالے اور تیرے عیال کافی ہو جاویگا تجھ سے اور نہ کافی ہو گا سوا تیرے کسی کو بعد تیرے لیکن کہا ابن الہمامؒ نے کہ یہ قول کسی طریقے میں اس حدیث کے نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ خصوصیت ہے کیونکہ دار قطنیؒ کی روایت میں ہے فَقَدْ کَفَّرَ اللّٰہُ عَنْکَ یعنی کفارہ قبول کیا اللہ نے یہ تجھ سے واللہ اعلم ص اگر خطا سے روزہ افطار کیا ہو مثلاً اُس کو روزہ یاد تھا اور کُلّی کرنے لگا تب اُس کے حلق میں بغیر قصد کیے ہوئے پانی چلا گیا یا کسی نے اُس کو زبردستی افطار کرا دیا یا حقنہ لیا یا ناک یا کان میں دوا ڈالی یا سر کے زخم میں دوا لگائی اور دماغ میں گئی یا پیٹ کے زخم میں لگائی اور اُس کے پیٹ میں دوا گئی یا اُس نے سنگریزہ نگلا یا بھر مُنھ اپنی خواہش سے قے کی یا سحری کھائی یا افطار کیا اس شبہے سے کہ رات ہے اور وہ دن تھا

له اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ آسمان صاف ہو اور ہلال شوال نظر نہ آوے اور اگر آسمان پر علت ہو باعتبار جواز اس کے سبب ہلال شوال نظر نہ آیا تو بالاتفاق افطار جائز ہے جیسا کہ درمختار اور طحاوی اور عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے ۱۲

له یعنی عورت اور مرد کا بھی یہی حکم ہے ۱۲ سه اس سال کے ساٹھ ۱۲

یا بھولے سے کچھ کھالیا اور شبہہ کیا کہ میرا روزہ افطار ہوگیا تب پھر قصداً کھایا یا عورت سوتی تھی اور جماع اُس سے کیا گیا یا رمضان کے تمام مہینے میں نہ روزہ رکھنے کی نیت کی نہ افطار کی یا صبح تک نیت نہ کیے ہوئے تھا اور پھر کھایا تو ان سب صورتوں میں قضا کا روزہ رکھے **ف** روایت کی ابویعلیٰ موصلی نے مسند میں حدیث حضرت عائشہؓ سے اور اُس میں ہے کہ فرمایا حضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افطار اُس چیز سے ہے کہ داخل ہووے اور نہیں ہے اُس سے جو نکلے کہا ابن الہمامؒ نے لَا شَکَّ فِیْ ثُبُوْتِہٖ مَوْقُوْفًا عَلٰی جَمَاعَۃٍ یعنی نہیں شک ہے اُس کے ثبوت میں موقوف ایک جماعت پر آور صحیح بخاریؒ میں ہے تعلیقاً کہ کہا ابن عباسؓ اور عکرمہؓ نے کہ فطر اُس سے ہے جو داخل ہوا اور نہیں ہے اُس سے جو خارج ہو آور کہا ابن ابی شیبہؒ نے حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ ظَبْیَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ الْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَیْسَ مِمَّا خَرَجَ آور عبدالرزاقؒ نے ابن مسعودؓ سے کہ کہا اُنھوں نے وضو اُس سے ہے جو نکلے اور نہیں ہے اُس سے جو داخل ہووے آور فطر روزے میں اُس سے ہے جو داخل ہوا اور نہیں ہے اُس سے جو خارج ہو آور حضرت علیؓ سے بھی یہی قول مروی ہے کہا اس کو بیہقیؒ نے ص اور اگر کھایا یا پیا یا جماع کیا اور اُس کو روزہ یاد نہ تھا یا سویا اور اس کو احتلام ہوا یا کسی کی طرف نظر کی پھر انزال ہوا یا تیل ملا یا سُرمہ لگایا یا کسی کی غیبت کی یا اُس پر قے غالب ہوئی اور اُس نے قے کی یا جُنب تھا اور صبح ہوگئی یا اپنے ذکر کے سوراخ میں تیل ڈالا یا کان میں پانی ٹپکایا یا غبار یا دھواں یا مکھی اُس کے حلق میں داخل ہوئی تو ان سب صورتوں میں روزہ نہ گیا **ف** روایت ہے صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص بھول جاوے اور وہ روزے سے ہے سو کھایا یا پیا تو تمام کرلے اپنے روزے کو کیونکہ کھلایا اُس کو اللہ تعالیٰ نے اور پلایا اُس کو آور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے اُس شخص کے کہ کھایا تھا اُس نے یا پیا تھا پورا کر روزہ اپنا کیونکہ کھلایا تجھ کو اور پلایا اللہ تعالیٰ نے آور یہ حدیث مروی ہے صحیح ابن حبان اور دارقطنیؒ میں کہ ایک شخص نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور کہا کہ میں روزہ دار تھا سو کھایا اور پیا میں نے بھولے سے سو کہا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام کر روزہ اپنا کیونکہ کھلایا اور پلایا تجھ کو اللہ نے آور ایک لفظ میں ہے لَا قَضَاءَ عَلَیْکَ آور روایت کیا اس بزار نے ساتھ لفظ جماعتؒ کے آور زیادہ کیا اُس میں فَلَا تُفْطِرْ یعنی نہ افطار کر آور روایت کی ابن حبانؒ نے ابوہریرہؓ سے اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ فِیْ رَمَضَانَ نَاسِیًا فَلَا قَضَاءَ عَلَیْہِ وَلَا کَفَّارَۃَ یعنی جس نے افطار کیا رمضان میں بھولے سے تو نہیں قضا ہے اُس پر اور نہ کفارہ آور روایت کیا اس کو حاکمؒ نے اور صحیح کیا اس کو آور کہا بیہقیؒ نے معرفت میں تَفَرَّدَ بِہِ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَکُلُّھُمْ ثِقَاتٌ یعنی منفرد ہوا تھا ساتھ اُس کے انصاری محمد بن عمرو سے اور وہ سب ثقہ ہیں آور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزیں ہیں کہ نہیں افطار کرتی ہیں روزہ دار کو حجامت اور قے اور احتلام اور اسناد میں اس کی عبدالرحمن بن زید بن اسلم روایت کرتا ہے اپنے باپ سے اور وہ ضعیف ہے آور ذکر کیا اس کو بزارؒ نے اپنے بھائی عبدالرحمن سے اور نام اُن کا اُسامہ ہے اور ضعیف کیا اس کو احمدؒ اور ابن معینؒ نے ساتھ بُرائی حفظ اُس کے کے اور اگرچہ مرد صالح تھے اور کہا نسائیؒ نے نہیں ہے قوی آور روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور طریقے سے اور اُس میں ہشام بن سعید نے زید بن اسلم سے روایت کی اور ہشام پہ ضعیف کیا اس کو نسائیؒ اور احمدؒ اور ابن معینؒ نے اور ضعیف کیا اس کو ابن عدی نے آور کہا کہ لکھی جاوے گی حدیث اُسکی اور نہیں حجت ہوگی ساتھ اُس کے لیکن حجت پکڑی اُس سے مسلمؒ نے اور استشہاد کیا اُس سے بخاریؒ نے اور روایت کیا اس کو بزار نے حدیث ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے لَا یُفْطِرْنَ الصَّآئِمَ الْقَیْءُ وَالْحِجَامَۃُ وَالْاِحْتِلَامُ قَالَ وَھٰذَا مِنْ اَحْسَنِھَا اِسْنَادًا وَاَصَحِّھَا یعنی نہیں افطار کرتی ہے صائم کو قے اور حجامت اور احتلام اور کہا کہ یہ احسن ہے اور حدیثوں سے اس باب میں اسناد کی رو سے اور اصح ہے اُن میں انتہیٰ آور اسناد میں اُس کی سلیمان بن حبان ہے کہا ابن معین نے سچا ہے اور نہیں حجت ہے ساتھ اس کے آور روایت کیا اُسکو طبرانیؒ نے حدیث ثوبانؓ سے اور کہا کہ نہیں روایت کیجاتی یہ حدیث مگر اسی اسناد سے اور منفرد ہوا ساتھ اُس کے ابن واہب تو ظاہر ہوئی یہ بات کہ حدیث حسن ہے اور حسن حجت ہے مثل صحیح کے آور پچھنے لگانے سے روزہ نہیں جاتا اور دلیل اُسکی یہی حدیث ہے آور امام احمدؒ کے نزدیک حجامت یعنی پچھنے لگانا روزے کو توڑتا ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ یعنی افطار کیا پچھنے لگانے والے نے اور

جس کے پچھنے لگے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزیں ہیں کہ نہیں توڑتی ہیں روزہ حجامت اور قے اور احتلام اور دوسرے یہ کہ مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے اور آپ احرام سے تھے اور پچھنے لگاتے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اس کو بخاریؒ وغیرہ نے اور کہا گیا واسطے انسؓ کے کیا تم مکروہ رکھتے تھے حجامت کو واسطے صائم کے زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سو کہا انھوں نے کہ نہیں مگر بسبب ضعف کے روایت کیا اس کو بخاریؒ نے اور کہا انسؓ نے اَوَّلُ مَا كُرِهَتِ الْحِجَامَةُ لِلصَّائِمِ اَنَّ جَعْفَرَ بْنَ اَبِي طَالِبٍ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَفْطَرَ هٰذَا ثُمَّ رَخَّصَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْحِجَامَةِ بَعْدُ لِلصَّائِمِ وَكَانَ اَنَسٌ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ فِي رِوَايَةٍ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَلَا اَعْلَمُ لَهُ عِلَّةً یعنی اول جو مکروہ رکھا میں نے حجامت کو واسطے صائم کے تو اس سبب سے کہ جعفر بن ابی طالبؓ نے حجامت کی اور وہ روزہ دار تھے اور گذرے اُن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو فرمایا افطار کیا اس نے پھر رخصت دی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجامت میں واسطے روزہ دار کے اور تھے انسؓ حجامت کرتے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور کہا کہ سب ثقہ ہیں اور نہیں جانتا ہوں میں اس میں کسی طرح کی علت اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ یعنی فطر اُس سے ہے جو داخل ہووے اور نہیں ہے اُس سے جو خارج ہووے اور قے اگر آپ آجاوے تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کو غلبہ کرے قے اور وہ روزہ دار ہووے تو نہیں ہے اُس پر قضا اور جو قے کرے قصداً تو قضا کرے روزے کی کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن غریب ہے نہیں پہچانتے ہیں ہم اُس کو حدیث ہشام بن حسان سے اُنھوں نے ابن سیرین سے اُنھوں نے ابوہریرہؓ سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مگر حدیث عیسٰی بن یونس سے کہا بخاریؒ نے نہیں دیکھتا ہوں میں اُس کو محفوظ بسبب اس کے اور صحیح کیا اس کو حاکمؒ نے اوپر شرط شیخینؒ کے اور ابن حبانؒ نے اور روایت کیا اُس کو دارقطنیؒ نے اور کہا کہ روایت سب ثقہ لوگوں کی ہے اور کہتا ہوں میں کہ متابعت کی عیسٰی بن یونس کی ہشام بن حسان سے حفص بن غیاث نے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور روایت کیا اُس کو حاکمؒ نے اور سکوت کیا اُس پر اور روایت کیا اُس کو مالکؒ نے مؤطا میں موقوف اوپر ابن عمرؓ کے اور روایت کیا اُس کو نسائیؒ نے حدیث اوزاعی سے موقوف اوپر ابوہریرہؓ کے اور وقف کیا اُس کو عبدالرزاق نے ابوہریرہؓ سے اور وہ جو سنن ابن ماجہؒ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے ایک دن کہ تھے آپ روزہ رکھتے اُس دن اور منگایا ایک برتن اور پانی پیا سو کہا صحابہؓ نے اے رسول اللہ کے آج کے دن آپ روزہ رکھتے تھے فرمایا کہ ہاں لیکن قے کی تھی میں نے محمول ہے اوپر قبل شروع کرنے روزے کے یا بوجہ ضعف کے واللہ اعلم اور سُرمہ لگانے سے بھی روزہ نہیں جاتا اسواسطے کہ روایت کی ترمذیؒ نے ابو عاتکہ سے اُنھوں نے انسؓ سے کہ ایک شخص آیا پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بیماری بیان کی اپنی آنکھوں کی کہا سُرمہ لگاؤں میں اور میں روزہ دار ہوں فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہاں کہا ترمذیؒ نے نہیں اسناد اسکی قوی اور نہیں صحیح ہے اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اور ابو عاتکہ اجماع ہے اُس کے ضعف پر اور روایت کی ابن ماجہؒ نے بقیہ سے حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اكْتَحَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ یعنی سُرمہ لگایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ روزہ دار تھے اور گمان کیا بعض علماء نے کہ زبیدیؒ مسند ابن ماجہ میں وہ محمد بن ولید ہے اور وہ ثقہ ہے اور یہ وہم ہے کیونکہ زبیدی سعید بن ابی سعید زبیدی حمصی ہے جیسا کہ تصریح کی اس کی بیہقی نے اپنی مسند میں اور لیکن چھپایا اس مقام پر اس کو راوی نے کہا تنقیح میں کہ وہ مجہول نہیں ہے جیسا کہ کہا اسکو ابن عدیؒ اور بیہقیؒ نے بلکہ وہ سعید بیٹا عبدالجبار کا ہے کہا ابن عدیؒ اور بیہقیؒ نے بلکہ وہ سعید بن عبدالجبار حمصی ہے اور وہ مشہور ہے لیکن اتفاق ہے اُس کے ضعف میں اور ابن عدیؒ نے اپنی کتاب میں فرق کیا درمیان سعید بن ابی سعید اور سعید بن عبدالجبار کے کہ وہ دو شخص ہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ ایک ہی شخص ہے اُس کے باپ کی کنیت ابوسعید ہے اور نام عبدالجبار ہے اور اخراج کیا اُس کو بیہقیؒ نے محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے کہا بیہقیؒ نے کہ وہ قوی نہیں روایت کیا اُس نے اپنے باپ سے اُس نے اپنے دادا سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سُرمہ لگاتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے، کہا صاحب

عیسیٰ بن یونس

بحث الکحل

ابو عاتکہ

محمد بن ولید زبیدی

سعید بن ابی سعید زبیدی

تنقیح نے اسناد اُسکی قریب ہے طرف صحت کے کہا ابو حاتم نے کہ عتبہ بن حمید بن ضبی ابو معاذ بصری صالح الحدیث ہے تو یہ چند طریقے ہیں اگر ایک طریقے سے حجت نہ ہو گی تو سب طریقوں سے ملا کے حجت ہو گی اور وہ جو سُنن ابو داوٗد میں ہے عبد الرحمٰن بن نعمان بن مَعبد بن ہوذہ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے اپنے دادا سے اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ حکم کیا آپ نے ساتھ لگانے اثمد خوشبودار کے وقت سونے کے اور کہا کہ پرہیز کرے اُس سے روزہ دار تو خود اُس حدیث میں ابو داوٗدؒ نے کہا قَالَ لِی یَحْیَی بْنُ مُعِیْنٍ هُوَ مُنْکَرٌ یَعْنِی حَدِیْثَ الْکُحْلِ یعنی کہا واسطے میرے یحییٰ بن معین نے کہ یہ حدیث منکر ہے یعنی حدیث سُرمہ لگانے کی اور کہا صاحب تنقیح نے کہ معبد اور بیٹا اُس کا نُعمان دونوں مجہول ہیں اور اس کے سوا اور کوئی حدیث اُن کی نہیں پہچانی جاتی اور عبد الرحمٰن بن نعمان کہا ابن معین نے ضعیف ہے اور کہا ابو حاتم نے سچا ہے اور اُن کے کلام میں منافات نہیں کیونکہ صدق جمیع وجوہ صحت کو نفی نہیں کرتا اور روایت کی ابو داوٗدؒ نے باسناد صحیح اعمش سے کہا کہ نہیں دیکھا میں نے کسی کو اپنے اصحاب میں سے کہ مکروہ رکھتا ہو سُرمے کو واسطے صائم کے اور ابراہیمؒ رخصت دیتے تھے سُرمے کی واسطے صائم کے واللہ اعلم ص اور اگر مینھ برستا ہے یا برف پڑتی ہے اور اُس کے مُنھ میں جاوے (یعنی حلق میں ۱۲) تو اُس کا روزہ فاسد ہوگا صحیح مذہب میں اور اگر وطی کی مُردے یا چارپائے سے یا فرج کے سوا اور مقاموں میں جس طرح ران ہے یا بوسہ لیا یا مساس کیا تو ان سب صورتوں میں اگر انزال ہو تو قضا کرے اور اگر انزال نہ ہو تو قضا نہ کرے ف اور بوسہ لینا مردؒ کے واسطے جب انزال سے امن ہو تو کچھ حرج نہیں ہے اور مباشرتؒ بھی مثل بوسے کے جائز ہے روایت ہے صحیحین میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور مباشرت کرتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے اور ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ بوسہ لیتے تھے اُن کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور اچھا یہ ہے کہ اگر جوان ہو تو احتراز ایسے امر سے اچھا ہے اور بڈھے وغیرہ کو مضائقہ نہیں اور یہ تفصیل حدیث میں وارد ہے روایت کی ابو داوٗدؒ نے ساتھ اسناد صحیح کے ابو ہریرہؓ سے کہ ایک شخص نے پوچھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مباشرت سے واسطے روزہ دار کے تو رخصت دی آپ نے اُس کو اور آیا دوسرا شخص اور منع کیا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے پھر معلوم ہوا کہ جس کو رخصت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع کیا تھا وہ جوان تھا واللہ اعلم ص ایک شخص نے وہ گوشت کھایا جو اُس کے دانت میں چنے کے برابر رہا تھا تو قضا کرے فقط اور اگر چنے سے کم ہے تو قضا لازم نہیں ہے مگر جس وقت کہ اُس گوشت کو مُنھ سے نکالے اور ہاتھ میںؒ لیوے اور پھر کھالے تو اگر چنے سے کم بھی ہو قضا کرے اور اگر کسی نے ایک تِل نگلا تو اُس کا روزہ فاسد ہوا مگر اُس کو جب چباویگا تو روزہ نہیں جاویگا اور بھر مُنھ قے آکے پھر پیٹ میں چلی جاوے یا وہ خود آپ سے پیٹ میں نگلے روزہ فاسد ہوگا اور تھوڑی سی قے سے دونوں حالتؒ میں فاسد نہوگا (اسلئے کہ حلق میں نہ جاویگا) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر قے کو آپ سے پھیرے اگرچہ تھوڑی سی ہو تو فاسد ہوگا اور خود پھر جانے میں اگرچہ بہت سی ہو روزہ فاسد نہیں ہوتا پس ابو یوسفؒ کے نزدیک فساد روزے میں اعتبار کثرت قے یعنی بھر مُنھ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک فعل صائم کا ہے تو بہت سی قے کے آپ پھیرنے میں سب کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا اور تھوڑی سی قے پھر جانے میں کسی کے نزدیک فاسد نہ ہوگا اور تھوڑی سی قے کے پھیرنے میں ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد نہ ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک فاسد ہوگا اور بہت سی قے اگر لوٹ جاوے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں فاسد ہوگا۔

ص باب روزے کے مکروہات کے بیان میں

مکروہ ہے روزہ دار کو چکھنا کسی چیز کا اور چبانا مگر لڑکے کے واسطے وقت ضرورت کے اور مکروہ ہے بوسہ لینا اگر امن جماع سے نہ ہووے اور سُرمہ لگانا اور مونچھ میں تیل لگانا اور مسواک کرنا اگرچہ زوال کے بعد ہووے مکروہ نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے ف دلیل امام شافعیؒ رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ روایت کی طبرانیؒ اور دارقطنیؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ جب روزہ رکھو تم تو مسواک کرو صبح کے وقت اور نہ مسواک کرو قریب شام کے کیونکہ روزہ دار جب خشک ہو جاتے ہیں دونوں ہونٹھ اُس کے تو ہوگا واسطے اُس کے نور دن قیامت کے

اور روایت کیا اُس کو دارقطنیؒ نے موقوف حضرت علیؓ پر اور دونوں طریقوں میں کیسان ابو عمر و قصاب ہے ضعیف کیا اس کو ابن معینؒ نے اور کہا عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے کہ پوچھا ہم نے اپنے باپ سے کیسان ابو عمرو سے سو کہا کہ وہ ضعیف الحدیث ہے ذکر کیا اُس کو میزان میں آور ایک دلیل اُن کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بُو مُنھ میں روزہ دار کی اللہ کے نزدیک پاک زیادہ ہے مُشک سے تو مسواک سے وہ بُو زایل ہو جاویگی آور دلیل لائے ہیں صاحب ہدایہؒ ہمارے مذہب پر کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کہ بہتر خلال روزہ دار کا مسواک ہے آروایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے حدیث حضرت عائشہؓ سے اور دارقطنیؒ نے اور اسناد میں اسکی مجالد ہے ضعیف کیا اُس کو بہت لوگوں نے آور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر نہ شاق ہوتا میری اُمت پر البتہ حکم کرتا میں اُن کو مسواک کا نزدیک ہر نماز کے آور یہ عام ہے روزہ دار وغیرہ کو آور مسند احمد میں ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز مسواک سے بہتر ہے ستر نمازوں سے بغیر مسواک کے اور یہ بھی عام ہے آور روایت کی طبرانیؒ نے ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ هَاشِمِ نِ الْبَغْوِيُّ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ ثَنَا بَكْرُ بْنُ خُنَيْسٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ قَالَ سَأَلْتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍؓ اَتَسَوَّكُ وَاَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَيَّ النَّهَارِ اَتَسَوَّكُ قَالَ اَيَّ النَّهَارِ شِئْتَ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً اَلْحَدِيْثَ یعنی کہا عبدالرحمن بن غنم نے کہ پوچھا میں نے معاذؓ سے کہ مسواک کروں میں اور میں روزہ دار ہوں کہا اُنھوں نے ہاں کہا میں نے کس وقت دن کو کروں میں کہا جس وقت چاہے تو صبح اور شام سے آخر حدیث تک ذکر کیا اس کو ابن الہمامؒ نے آور روایت کی بیہقیؒ نے اسحٰق سے کہ پوچھا میں نے عاصم احول سے کیا مسواک کرے روزہ دار ساتھ مسواک تر کے کہا کہ ہاں کیا دیکھتا ہے تو تر زیادہ اُس کو پانی سے کہا میں نے اول روز میں اور آخر دن میں کہا کہ ہاں کہا میں نے کہ کس سے پہونچا یہ تم کو رحم کرے تم پر اللہ کہا انس رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آور کہا بیہقیؒ نے تفرد کیا ساتھ اُس کے ابراہیم بن عبدالرحمن خوارزمی نے اور تحقیق کہ حدیثیں بیان کیں اُنھوں نے عاصم سے منکر حدیثیں کہ نہیں ہے حجت ساتھ اُن کے آور روایت کی ابن حبانؒ نے کتاب الضعفار میں ابن عمرؓ سے قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ اٰخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ صَائِمٌ یعنی تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کرتے آخر روز میں اور آپ روزہ دار ہوتے تھے آور ضعیف کیا اس کو بسبب ابو میسرہ کے کہا نہیں ہے حجت ساتھ اُس کے اور رفع کرنا اُس کا باطل ہے اور صحیح ابن عمرؓ کا فعل ہے اور روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ پوچھا اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مسواک کرے صائم اور وہ روزہ دار ہو فرمایا کہ ہاں کہا میں نے کہ ساتھ تر مسواک کے اور خشک کے فرمایا کہ ہاں کہا میں نے اوّل روز میں اور آخر روز میں فرمایا کہ ہاں تو کہا گیا واسطے انسؓ کے کس سے سُنا تم نے یہ کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آروایت کیا اس کو تمام نے انسؓ سے مرفوعًا کہا ابن حبان نے لَا اَصْلَ لَهٗ یعنی نہیں ہے اصل اُسکی آور اسناد میں اُس کی ابراہیم بن بیطار خوارزمی ہے روایت کرتا ہے عاصم احول سے مناکیر کو کہا صاحب لآلی نے اخراج کیا اُس کو نسائیؒ نے کف میں اور بیہقی نے سُنن میں اور کہا کہ منفرد ہوا ساتھ اس کے ابراہیم اور منکر ہے حدیث اُس کی آور کہا شیخ ابن حجرؒ نے کہ واسطے اُس کے ایک شاہد ہے [نام کتاب ۱۲] حدیث معاذؓ سے جو اوپر گذری **ص** شیخ فانی اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے ہر مسکین کو کھانا دیوے جتنا کہ صدقہ فطر دیا جاتا ہے آور جب بڈھے کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اُس کی قضا کرے **ف** وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ قول اللہ تعالیٰ کا اس باب میں حجت ہے **ص** عورت حاملہ آور عورت دودھ پلانے والی جس وقت کہ اپنی جان یا بچے کی جان کا خوف کرے یا جو مریض ہووے اور زیادتی مرض کا اُس کو خوف ہووے یا مسافر ہو تو یہ سب افطار کریں اور پھر جب عذر ان کا جاوے تو قضا ادا کریں بغیر صدقے کے **ف** اسواسطے کہ روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے وضع کیا مسافر سے روزہ اور آدھی نماز کو آور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے روزے کو آروایت کیا اس کو ابوداؤدؒ وغیرہ نے آور مریض بھی اسواسطے نہ رکھے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ یعنی جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو اُتنے ہی شمار کرلے اور دنوں سے یعنی اُتنے ہی روزے جتنے قضا ہوگئے اور دنوں میں رکھے آور اسی طرح بڈھا بھی روزہ نہ رکھے اور دلیل اس کی وہ آیت ہے جو گذری لیکن وہ منسوخ ہے جب معنی اُس کے لَا يُطِيْقُوْنَهٗ کے

کیسان ابو عمر و قصاب
مجالد
له یعنی سامان کیا رمضان میں اور حکم کیا قضاء کا ۱۲ له بڑھے جوان شیخ فانی ۱۲
ابراہیم بن عبدالرحمن خوارزمی
ابو میسرہ
ابراہیم بن بیطار خوارزمی

نہ ہوں گے دوسری آیت سے آور کہا ابن عباسؓ نے کہ وہ منسوخ نہیں ہے اور وہ بڈھے مرد اور عورت کے واسطے ہے جو طاقت روزے کی نہیں رکھتے تو کھلاویں بدلے ہر روز کے ایک مسکین کو روایت کیا اس کو بخاریؒ نے آور ایسا ہی مروی ہے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور سوا ان کے صحابہؓ سے اور کسی کے خلاف اسکا مروی نہیں تو اجماع ہو جاوے گا اس پر ص اور جس مسافر کو کچھ روزے سے نقصان نہ ہوتا ہو تو اُس کو سفر میں روزہ رکھنا مستحب ہے تو اگر وہ سفر میں یا مرض میں مر گیا تو اس کے روزے کے بدلے میں صدقہ دینا واجب نہیں آور اگر بیمار تھا اور اچھا ہوا تب مرا یا مسافر تھا اور مقیم ہوا تب مرا تو اُس کے روزے کے بدلے میں اُس کا ولی صدقہ دیوے اس طرح پر کہ اگر وہ شخص صحت اور اقامت کے بعد اُس کے جتنے روزے فوت ہوئے تھے اُتنے روز جی کے مرا ہووے تو اُس کے سب روزوں کے بدلے صدقہ دیوے آور اگر اُتنے روز نہیں جیا تو جتنے روز تندرست اور مقیم رہا اُتنے دنوں کا صدقہ دیوے مثلاً اُس کے دس روزے فوت ہوئے تھے سو وہ بعد رمضان کے پانچ دن تک مقیم یا تندرست رہا تب مرا تو پانچ دن کا اُس کا ولی صدقہ دیوے اور وجوب صدقہ دینے کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ مرتے وقت وہ شخص وصیت کر گیا ہو یعنی کہہ گیا ہو کہ میرے بعد میرے روزے کی طرف سے صدقہ دینا تو اُس نے جتنا مال چھوڑا ہے اُس کے تیسرے حصے میں ادا کیا جاوے گا ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور دلیل لاتے ہیں اُس سے جو مروی ہے صحیحین میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے سفر میں تو ایک جگہ دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہیں اور ایک شخص پر سایہ کر رہے ہیں سو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ہے یہ کہا اُنھوں نے کہ وہ روزہ دار ہے تب فرمایا آپ نے لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ یعنی نہیں ہے کچھ نیکی سے روزہ رکھنا سفر میں آور دلیل لاتے ہیں اُس سے جو روایت کی مسلمؒ نے جابرؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے سال فتح کے طرف مکے کے رمضان میں یہاں تک کہ پہونچے کسی منزل کو تو روزہ رکھا لوگوں نے پھر منگایا آپ نے ایک قدح پانی کا اور پیا اُس کو سو کہا گیا آپ سے کہ بعض لوگوں نے روزہ رکھا سو فرمایا آپ نے أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ یعنی وہ لوگ گنہگار ہیں انتہی آور جواب یہ ہے کہ اول حدیث میں تو آپ نے صورت ضرر اور نقصان میں منع کیا تھا اور یہ ہمارے نزدیک بھی ہے کیونکہ جب خوف ضرر کا ہووے تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے آور اسی طرح روایت مسلمؒ میں بھی ہے کیونکہ ایک لفظ اُس کا یہ ہے کہ آدمیوں کے اوپر شاق ہوئے روزے آور روایت کیا اس کو واقدیؒ نے مغازی میں اور اُس میں یہ ہے کہ حکم کیا تھا اُن کو افطار کا اور اُنھوں نے قبول نہ کیا جب یہ کلمہ آپ نے ارشاد فرمایا اور اس توجیہ میں موافقت ہو گی درمیان احادیث کے کیونکہ روایت ہے صحیح مسلم میں حمزہ اسلمی سے کہ اُنھوں نے کہا اے رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم پاتا ہوں میں قوت روزے پر سفر میں تو کیا مجھ پر گناہ ہے روزہ رکھنے میں تو فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ رخصت ہے اللہ کی طرف سے سو جو قبول کرے اُس کو تو اچھا ہے اور جو دوست رکھے روزے کو تو نہیں ہے کچھ گناہ اُس پر آور صحیحین میں ہے کہ تھے ہم سفر کرتے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تو بعض ہم میں سے روزہ رکھتے تھے آور بعض نہیں تو کوئی عیب نہیں کرتا تھا دوسرے پر آور مروی ہے سُنن ابوداؤد وغیرہ میں ابوالدرداؓ سے کہ نکلے ہم ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض جہادوں میں نہایت گرمی میں یہاں تک کہ رکھتے تھے ہم میں سے لوگ ہاتھ اپنے سر پر بسبب گرمی کے اور نہیں تھا ہم میں کوئی روزہ دار مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہؓ تو یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں اوپر مستحب وافضل ہونے روزے کے سفر میں اور یہی ہے حجت ہماری آور خلاف پر بھی اس کے حدیثیں آئی ہیں مسند عبدالرزاق میں ہے کعب بن عاصم اشعریؓ سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے لَيْسَ مِنَ امْبِرِّ امْصِيَامُ فِي امْسَفَرِ یعنی نہیں ہے نیکی سے روزہ رکھنا سفر میں آور ایک روایت میں ہے کہ روزہ رکھنے والا سفر میں مانند افطار کرنے والے کے ہے اقامت میں روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور بزار نے آور دفع تعارض کی وہی توجیہ ہے جو اوپر بیان کی ہم نے فقط آور ولی اُس کے روزوں کے بدلے اگر مر گیا ہو تو صدقہ دیوے اور اُس کے بدلے روزہ نہ رکھے آور بعضوں کے نزدیک رکھے دلیل اُن لوگوں کی یہ ہے کہ آیا ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ ماں میری مر گئی اور اُس پر ایک مہینے کے روزے تھے کیا قضا کروں میں اُس کے بدلے سو فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تیری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو تو ادا کرتا یا نہیں کہا اُس نے کہ ہاں ادا کرتا فرمایا کہ پھر

کیسا جب قرض اللہ کا ہو روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے اس کو حدیث ابن عباسؓ سے اور ایک روایت میں ہے کہ آئی ایک عورت اور کہا اُس نے کہ اے رسول اللہ تحقیق کہ ماں میری مرگئی اور اُس پر ایک روزہ نذر کا ہے کیا روزہ رکھوں میں اُس کے بدلے فرمایا کہ روزہ رکھ تو اُس کے بدلے اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص مرجاوے اور اُس کے اوپر روزے ہیں روزے رکھے اُس سے ولی اُس کا روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ ابو داؤد وغیرہ نے حضرت عائشہؓ سے اور جواب اس کا یہ ہے کہ روایت کی نسائیؒ نے سُنن کبریٰ میں ابن عباسؓ سے اور وہ راوی حدیث کے ہیں کہ نہ نماز پڑھے کوئی بدلے کسی کے اور نہ روزہ رکھے بدلے کسی کے اور فتویٰ راوی کا بخلاف روایت کے بمنزلہ ذکر ناسخ کے ہے اور ایسا ہی کہا حضرت عمرؓ نے روایت کیا اُس کو عبدالرزاقؒ نے اور ذکر کیا اُس کو مالکؒ نے موطا میں اور کہا مالکؒ نے کہ نہیں سُنا میں نے کسی سے صحابہؓ اور تابعینؒ سے مدینے میں کہ کوئی ان میں روزہ رکھتا ہو کسی کے بدلے یا نماز پڑھتا ہو کسی کے بدلے اور یہ مؤید ہے نسخ کو اُس حدیث کے واللہ اعلم ص صدقہ ایک وقت کی نماز کا ایک روزے کے صدقے کے برابر ہے اور یہی صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک فدیہ پانچ نمازوں کا یعنی ایک دن کی نمازوں کا مانند فدیے ایک دن کے روزہ کے ہے اور رمضان کی قضا لگاتار چاہے ادا کرے اور چاہے تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کرے اور اگر دوسرا رمضان آجاوے تو قضا کے روزے نہ رکھے بلکہ اُس رمضان کے رکھے تب بعد رمضان کے پھر اُسی قضا کے روزے رکھے اور صدقہ ہر روزے کی طرف سے نہ دیوے اور امام شافعیؒ صاحب کے نزدیک صدقہ بھی واجب ہوگا ف اور دلیل لاتے ہیں ساتھ اُس حدیث کے کہ بیمار ہوئے ایک رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر افطار کیا یہاں تک کہ تندرست ہوئے پھر نہ روزے رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا اور روزے رکھے اُسی رمضان کے پھر روزے رکھے اُس کے جو قضا کیے تھے اور کھانا دیتے تھے ایک مسکین کو ہر روز اور دلیل ہماری قول اللہ تعالے کا ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ یعنی شمار ہے اُتنا دوسرے دنوں میں سے اور یہ عام ہے اور وہ جو امام شافعیؒ نے روایت کی ثابت نہیں ہے کیونکہ سند میں اُسکی ابراہیم بن نافع ہے کہا ابو حاتم رازی نے جھوٹ بولتا تھا حدیث میں اور اسی میں ایک اور شخص ہے جس کو تہمت ہے وضع حدیث کی ص مُردے کا ولی مُردے کے روزے کے بدلے روزہ نہ رکھے اور اُس کی نماز کے بدلے نماز نہ پڑھے اور نفل کا روزہ جب کوئی شخص شروع کرے تو اُس پر تمام کرنا اُس کا لازم آتا ہے تو اگر اُس کو توڑ ڈالے گا تو قضا اُسکی ادا کرے ف کیونکہ حضرت نے روزہ نفل صبح کو رکھا تھا پھر کھالیا اور یہ حدیث اوپر گذری اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے افطار کیا روزے کو سفر میں بعد اس کے کہ روزہ رکھ چکے تھے اور اسی لئے ضیافت کے واسطے روزہ نفل توڑ دینا درست ہے اور قضا اُس کی لازم ہے کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کو جب کھالیا تھا انھوں نے کھانا اور روزہ رکھا تھا صبح کو کہ اِقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ یعنی قضا کر دوسرے دن بدلے اُس کے اور ضعیف کیا اس کو بخاریؒ نے اور روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے اور دفع کیا گیا ہے ضعف اس کا بیان کیا اس کو شیخ ابن الہمامؒ نے علاوہ اس کے روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے صحیح میں سوا اُس طریقے کے اور ابن ابی شیبہؒ نے اور طریقے سے اور بزارؒ نے اور طریقے سے اور روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے اوسط میں سوا ان سب طریقوں کے اور طریقوں سے پھر کہا شیخ ابن الہمامؒ نے فَقَدْ ثَبَتَ هٰذَا الْحَدِيثُ ثُبُوتًا لَا مَرَدَّ لَهُ یعنی ثابت ہوگئی یہ حدیث اس طرح پر کہ نہیں ہے رد کرنے والا اُس کا کوئی اور روایت کی دارقطنیؒ نے جابرؓ سے کہ تیار کیا ایک شخص نے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانا تو بُلایا اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب اصحابؓ کو تو جب لائے وہ کھانا کنارا ایک شخص سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ کیا ہے تجھ کو کہا اُس نے میں روزے سے ہوں تو کہا حضرت علیہ السلام نے تکلیف کی تیرے بھائی نے اور بنایا واسطے تیرے کھانا اور تو کہتا ہے کہ میں روزہ دار ہوں کھالے اور روزہ رکھ لے بدلے اُس کے اور بعضوں نے کہا ہے کہ روزے کو نہ توڑے اور دلیل لاتے ہیں اُس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بُلایا جاوے کوئی تم میں سے طرف کھانے کے تو قبول کرے اور اگر روزہ نہ ہو تو کھاوے اور روزہ دار ہو تو دعا کرے اور روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور تفصیل کی اس مقام میں شیخ ابن الہمامؒ نے ص مگر جن ایام میں کہ روزہ رکھنا منع ہے اُن میں اگر شروع کریگا تو تمام کرنا اُس کا لازم نہ آوے گا اور وہ پانچ دن میں ایک عید الفطر کا دن اور دوسرے بقرعید کا دن اور تین دن اُس کے بعد یعنی گیارھویں اور بارھویں

لہ یعنی مذکور رسالہ ۱۲ ؎ سے جواز افطار صوم نفل سے قضا اور لزوم قضا کی دلیل آگے مذکور ہے ۱۲
ابراہیم بن نافع

اور تیرھٰویں ذیحجہ کی اور نفل کا روزہ بے عذر نہ توڑے ایک روایت میں اور ایک روایت میں جائز ہے کیونکہ قضا اُس کے قائم مقام ہے اور ضیافت کے عذر سے نفل کا روزہ توڑنا درست ہے اور یہ حکم ضیافت کرنے والے اور کھانے والے دونوں کے واسطے ہے اور اگر رمضان میں دن کو ایک لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو اُس روز باقی روز میں کچھ نہ کھاوے اور نہ پیوے رمضان کی بزرگی کے سبب سے اور اُس روزے کی قضا ادا نہ کرے اگرچہ نیت روزے کی اُن دونوں نے کی اور پھر کھالیا تب بھی قضا نہ کرے اور اگر عورت حیض سے پاک ہوئی یا مسافر اپنے گھر آیا تو یہ دونوں باقی روز کچھ نہ کھاویں اور نہ پیویں اور اُس روز کے روزے کی قضا ادا کریں اور اگر ایک مسافر نے افطار کی نیت کی بعد اُس کے اپنے گھر آیا اب نفل روزے کی نیت کی اور نیت کرنے کا وقت تھا یعنی دوپہر کے پہلے تو وہ روزہ درست ہوا اور اگر وہ مہینہ رمضان کا تھا تو اُس پر اُس روزے کا پورا کرنا واجب ہو گیا یا مقیم نے اُس دن سفر کیا تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور اُن دونوں نے اگر افطار کیا تو کفارہ نہیں ہے جن دنوں میں بیہوش رہا اُنکی قضا ادا کرے مگر جس دن بیہوشی شروع ہوئی ہے اور وہ نیت روزے کی کرچکا ہے یا اُس دن کی رات کو بیہوشی تھی تو اُنکی قضا نہ کرے غرض یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ نیت کرچکا ہے تو روزہ صحیح ہو جاوے گا اور جو معلوم ہو کہ نہیں نیت کی تو ہرگز صحیح نہ ہو گا اور جو کچھ حال نیت کا معلوم نہ ہو تب بھی اول روز کی جس میں بیہوشی طاری ہوئی قضا نہیں اور اگر سارے رمضان بھر مجنون رہا قضا نہ کرے اور اگر بعض دن رمضان میں دیوانہ رہا تو جتنے روز گذرے ہیں اُن کی قضا کرے تو اگر وہ مثلاً بالغ نہ تھا اور حالت جنون میں بالغ ہوا یا بالغ عاقل تھا اور پھر جنون ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے ظاہر روایت میں اور محمدؒ بن حسن شیبانی کے نزدیک اگر حالت جنون میں بالغ ہوا تو روزے اُس پر واجب نہ ہوں گے باوجود اس کے کہ سارے رمضان دیوانہ نہ رہا ہو **ف** اور دلیل اس کی شرح عربی میں مذکور ہے **ص** اور اگر اُن پانچ دن میں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے روزے کی نذر کی یا پورے سال بھر کے روزے کی نیت کی تو صحیح ہے اور اُن پانچ دن میں روزے نہ رکھے بلکہ اُن دنوں کی قضا ادا کرے اور اگر روزہ رکھ لے گا تو پھر قضا نہیں مگر گنہگار ہو گا تو اگر کچھ نیت نہ کی یا نیت فقط نذر کی کی یا نیت کی نذر کی اور یہ نیت کی کہ قسم نہیں ہے تو ان صورتوں میں نذر ہو گی اور اگر نیت کی قسم کی اور نیت کی کہ نذر نہیں ہے تو قسم ہو گی اور اگر افطار کرے گا کفارہ قسم کا لازم آوے گا اور اگر دونوں کی نیت کی یا قسم کی اور یہ ذکر نہ کیا کہ نذر نہیں ہے یا ہے تو ان دونوں صورتوں میں نذر اور قسم دونوں ہوں گی اور اگر افطار کرے گا تو قضا نذر کی اور کفارہ قسم کا لازم آوے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں کی نیت میں نذر ہو گی اور فقط قسم کی نیت میں قسم ہو گی اور باقی تفصیل اُسکی شرح عربی میں مذکور ہے اور شش عید یعنی چھ روزے جو شوال میں رکھتے ہیں تو اُن کو روز عید سے جدا رکھنا مستحب ہے متصل روز عید سے نہ رکھے تو کراہت اور مشابہت نصاریٰ سے دور ہو **ف** اولاً استحباب ان چھ روزوں کا احادیث سے بیان کرنا لازم ہے سو وہ یہ ہے جو روایت کی مسلمؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ وغیرہم نے ابو ایوبؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص روزے رکھے رمضان کے اور پیچھے رکھے اُسکے چھ روزے شوال میں تو ہو گا ایسا جیسا کسی نے سارے زمانے روزے رکھے اور اب وجہ تشبیہ ساتھ نصاریٰ کے بیان کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ اہل کتاب عید کے روز بھی روزہ رکھتے تھے اور جب چھ روزے بعد فطر کے متصل رکھے تو ایک طرح کی تشبیہ نصاریٰ کے ساتھ متحقق ہوئی اور بعضوں کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب عید فطر کے روز روزہ نہ رکھا تو تشبیہ جاتی رہی واللہ اعلم اور جس نے شعبان کے روزے رکھے اور ملا دیا اُس کو ساتھ رمضان کے تو اچھا کیا اُس نے اور مستحب ہیں روزے ایام بیض یعنی تیرھٰویں چودھویں پندرھویں تاریخ کو ہر مہینے میں روایت کی نسائیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نہیں افطار کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایام بیض میں نہ سفر میں اور نہ اقامت میں فقط اور حکم کیا حضرتؐ نے صحابہؓ کو ان دنوں میں روزہ رکھنے کا روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے اور عید فطر اور ایام تشریق یعنی تین دن بقر عید کے بعد اور دن بقر عید کا ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ و ابو داؤدؒ و ترمذیؒ و نسائیؒ نے ابو سعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں چاہیئے روزہ دو دنوں میں ایک دن فطر کے اور دن قربانی کے اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن عرفے کے اور دن قربانی کے اور ایام تشریق کے یہ دن عید اہل اسلام کے ہیں اور وہ دن کھانے اور پینے کے ہیں اور مراد عرفے کے

دن سے یہ ہے کہ عرفے کے دن حج میں مقام عرفہ پر روزہ رکھنا مکروہ ہے اور تصریح اس کی دوسری حدیث میں آئی ہے روایت کی ابوداوٗد نے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزے سے دن عرفے کے بیچ عرفے کے اور اگر مقام عرفے میں نہ ہو تو عرفے کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور روایت ہے نبیشہ ہذلی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ایام تشریق کے دن کھانے اور پینے کے ہیں اور اللہ کے ذکر کے اور ایام تشریق اُن کو اسواسطے کہتے ہیں کہ عرب کے لوگ گوشتوں کو قربانی کے ان دنوں میں آفتاب کے نیچے خشک کرتے تھے اور روایت کی طبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اَیَّامَ مِنٰی صَائِحًا یَصِیْحُ اَنْ لَّا تَصُوْمُوْا ھٰذِہِ الْاَیَّامَ فَاِنَّھَا اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّبِعَالٍ یعنی بھیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنوں منٰی کے یعنی ایام تشریق کے ایک پکارنے والے کو کہ پکارے نہ روزہ رکھو ان دنوں میں کیونکہ یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کے ہیں اور روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے حدیث ابوہریرہؓ سے اور اسناد میں اسکی سُعید بن سلام ہے کاذب کہا اسکو احمدؒ نے اور روایت کی دارقطنیؒ نے عبداللہ بن حذیفہ سہمی سے کہ بھیجا مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سواری پر دن منٰی کے کہ پکاروں میں اے لوگو یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کرنے کے ہیں اور ضعیف کیا اسکو بسبب واقدی کے اور توثیق کی اُس کی بعض لوگوں نے اور ذکر کیا اسکو شیخ ابن الہمامؒ نے باب المیاہ میں کتاب الطہارۃ سے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور اسحاق بن راہویہ نے مسند میں قَالَا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُبَیْدَۃَ عَنْ مُنْذِرِ بْنِ جَھْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ خُلْدَۃَ عَنْ اُمِّہٖ قَالَتْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا یُنَادِیْ اَیَّامَ مِنٰی اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّبِعَالٍ یعنی بھیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو کہ پکاریں دن منٰی کے کہ یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کے ہیں اور سحری کھانا سُنت ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھاؤ کیونکہ اُس میں برکت ہے روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ ترمذیؒ نسائیؒ وغیرہم نے اور فرمایا کہ فرق درمیان ہمارے روزے اور درمیان اہل کتاب کے روزے کے کھانا سحری کا ہے روایت کیا اس کو مسلمؒ اور ترمذیؒ اور ابوداوٗدؒ نے اور درست ہے سحری کھانا یہاں تک کہ صبح صادق نہ ہووے اور روزہ کھولنا جلدی افضل ہے تاخیر فطر کی بعد وقت آجانے کے مکروہ ہے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمیشہ رہیں گے لوگ ساتھ بہتری کے جب تک جلدی کریں گے فطر کو روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ امام مالکؒ نے اور ترمذیؒ نے بھی سہل بن سعدؓ سے اور جس وقت افطار کرے کہے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ یعنی اے اللہ تیرے ہی واسطے میں نے روزہ رکھا تھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کرتا ہوں روایت کیا اس کو ابوداوٗدؒ نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سُنت ہے کہ کھجور سے روزہ افطار کرے اور جو نہ پاوے تو پانی سے اور یہ وارد ہوا ہے حدیث میں اور عورت کو چاہیئے کہ نفل روزہ بدون اذن خاوند کے نہ رکھے روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ وغیرہ نے اور جو شخص کسی قوم پر جاکے اُترے تو بغیر اذن اُن کے روزہ نہ رکھے نکالا اس کو ترمذیؒ نے اور کہا یہ حدیث منکر ہے واللہ اعلم

ص باب اعتکاف کے بیان میں

اعتکاف سُنت مؤکدہ ہے اور اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ ٹھہرنا روزہ دار کا مسجد جماعت میں بہ نیت اعتکاف ف لیکن سُنت مؤکدہ ہونا فقط عشرۂ اخیرہ میں ہے کیونکہ روایت کی بخاریؒ ومسلمؒ نے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اعتکاف کرتے عشرۂ اخیرہ میں رمضان سے یہاں تک کہ اُٹھالیا اُن کو اللہ تعالےٰ نے پھر اعتکاف کیا بعد اُن کے اُن کی ازواج مطہراتؓ نے تو یہ مواظبت دلالت کرتی ہے سُنت ہونے اعتکاف پر اور ایک اعتکاف واجب ہے وہ یہ کہ نذر کرے اعتکاف کی اور ایک اعتکاف مستحب ہے وہ یہ کہ سوا ان دس دنوں میں اخیر رمضان کے اور دنوں میں اعتکاف کرنا اور ان دنوں میں مواظبت ثابت نہیں ہوئی بیان کیا اس کو شیخ ابن الہمامؒ نے اور دیر تک رہنا یہ رکن ہے اعتکاف کا اور نیت شرط ہے اُس کی اور روزہ بھی شرط ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک شرط نہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا اِعْتِکَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ یعنی نہیں ہے اعتکاف مگر روزے سے کہا بیہقیؒ نے یہ وہم ہے سفیان بن حسین سے بالتسویہ سے

بیان سحری خوردن وافطار

سفیان بن حسین

اور ضعیف کیا اُس نے سوید کو لیکن کمال میں ہے کہ کہا علی بن حجر نے کہ پوچھا میں نے بیہقیؒ سے اُن دونوں کے احوال سے تو ثنا کی اُنھوں نے اُن پر آور روایت کی ابو داوٗدؒ نے عبدالرحمٰن بن اسحٰق سے اُنھوں نے زہری سے اُنھوں نے عروہ سے اُنھوں نے حضرت عائشہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے سُنت ہے اوپر اعتکاف کرنیوالے کے کہ نہ عیادت کرے کسی مریض کی اور نہ حاضر ہو جنازے میں اور نہ مس کرے کسی عورت کو اور نہ مباشرت کرے اُس سے اور نہ نکلے کسی حاجت کو مگر جو ضرور ہے اور نہیں ہے اعتکاف مگر روزے سے اور نہیں ہے اعتکاف مگر مسجد جامع میں کہا ابو داوٗدؒ نے سوا عبدالرحمٰن کے اور کوئی لفظ اُسمیں السنتہ کا نہیں ذکر کرتا اور عبدالرحمٰن بن اسحٰق اگرچہ کلام کیا گیا ہے اُس میں مگر اخراج کیا اُس سے مسلمؒ نے اور توثیق کی اُس کی ابن معین نے اور ثنا کی اُس پر غیر اُس کے نے آور رعایت کی ابو داوٗدؒ نے اور نسائیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نذر کیا تھا اپنے اوپر کہ اعتکاف کریں جاہلیت میں ایک دن اور ایک رات نزدیک کعبے کے سو پوچھا اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سو فرمایا آپنے کہ اعتکاف کر اور روزہ رکھ آور ایک روایت میں نسائی کی ہے کہ حکم کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو کہ اعتکاف کریں اور روزہ رکھیں کہا دارقطنیؒ نے متفرد ہوا ساتھ اُس کے عبداللہ بن بُدیل بن ورقاء الخزاعی عمرو سے اور وہ ضعیف الحدیث ہے آور ثقات لوگوں نے اصحاب عمرو بن دینار سے نہیں ذکر کیا روزے کا اُن میں سے ہیں ابن جریج اور ابن عیینہ اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید اور سوا اُن کے آور یہ حدیث صحیحین میں ہے نہیں ہے ذکر اُس میں روزے کا بلکہ اتنا ہی ہے کہ کہا حضرت عمرؓ نے نذر کی تھی میں نے جاہلیت میں کہ اعتکاف کروں مسجد حرام میں ایک رات سو فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری کر اپنی نذر آور ایک روایت میں ہے حضرت عمرؓ سے کہ نذر کی تھی میں نے جاہلیت میں کہ اعتکاف کروں ایک دن نزدیک مسجد حرام کے تو مراد یہ ہے کہ ایک دن ساتھ رات کے یا ایک رات ساتھ ایک دن کے تا کہ مطابقت ہووے حدیثوں میں آور جواب دیا جاویگا کہ غایت اسکی یہ ہے کہ سکوت کیا روزے کے ذکر سے ان لوگوں نے اور یہ بات اصول حدیث میں مقرر ہوئی ہے کہ زیادت ثقہ ضابط کی مقبول ہے اور تم جو ضعف ثابت کرتے ہو عبداللہ بن بُدیل کا مسلم نہیں کیونکہ کہا ابن معین نے کہ وہ صالح الحدیث ہے اور ذکر کیا اُس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور دوسرے یہ کہ مؤید ہے اسکی حدیث حضرت عائشہؓ کی جو نقل کی ہم نے اوپر ابو داوٗدؒ و نسائیؒ سے اور نکالا بیہقیؒ نے ابن جریج سے اُنھوں نے عطاء سے اُنھوں نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے کہ کہا ان دونوں نے اَلْمُعْتَكِفُ يَصُوْمُ یعنی اعتکاف کرنے والا روزہ رکھے تو یہ قول ابن عمرؓ کا بھی مؤید اُس کے ہے کیونکہ نقل کیا اُنھوں نے اُس کو اپنے باپ سے اور یہ واقف تھے اُس واقعے سے آور امام شافعیؒ دلیل لاتے ہیں اُس سے جو روایت کیا اُس کو حاکم نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے اعتکاف کرنے والے پر روزہ مگر یہ کہ کرلے اپنے نفس پر اور تصحیح کی اُسکی حاکم نے آور جواب یہ ہے کہ یہ تصحیح اُنکی تمام نہیں اسناد میں اُس کی عبداللہ بن محمد رملی ہے اور وہ مجہول ہے اور باوجود جہالت اُسکی کے نہیں رفع کیا اُسکو کسی نے سوا اس کے بلکہ موقوف کرتے ہیں اس کو ابن عباسؓ پر اور مؤید ہے اس کے وقف کی جو ذکر کیا اُس کو بیہقیؒ نے بعد ذکر اس بات کے کہ متفرد ہوا ساتھ اُس کے رملی کہ روایت کیا اُس کو ابو بکر حمیدی نے عبدالعزیز بن محمد سے اُنھوں نے ابو سہیل بن مالک سے کہا کہ جمع ہوا میں اور ابن شہاب نزدیک عمر بن عبدالعزیزؒ کے اور اُن کی عورت نے نذر کی تھی اعتکاف کی مسجد حرام میں سو کہا ابن شہاب نے کہ نہیں ہوتا ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے سو کہا عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہ کیا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہا اُنھوں نے نہیں سو کہا ابو بکرؓ سے کہا اُنھوں نے نہیں کہا عمرؓ سے کہا کہ نہیں کہا ابو سہیلؒ نے کہ پھر پھرا میں سو پایا میں نے طاؤسؒ اور عطاء کو تو پوچھا میں نے اُن سے یہ سو کہا طاؤسؒ نے ابن عباسؓ نہیں دیکھتے تھے معتکف پر صیام مگر یہ کہ خود اپنے نفس پر مقرر کرلے اور کہا عطاء نے یہ رائے صحیح ہے تو اگر ابن عباسؓ نے رفع کیا ہوتا اُس کو نہ وقف کرتے طاؤس اُس کو ابن عباسؓ پر اور اسی واسطے اعتراف کیا بیہقیؒ نے کہ رفع اُس کا وہم ہے اور پھر عجیب یہ ہے کہ وقف بھی معارضے سے سالم نہیں اس واسطے کہ اوپر ہم ذکر کرچکے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے کہ کہا ان دونوں نے معتکف روزہ رکھے آور کہا عبدالرزاق نے حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلىٰ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنِ اعْتَكَفَ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ یعنی جو اعتکاف کرے تو اُس پر روزہ ہے آور اسناد اس کی صحیح ہے آور نکالا عبدالرزاق نے حضرت عائشہؓ سے موقوفاً مَنِ اعْتَكَفَ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ اور زہری اور عروہ سے بھی کہ کہا ان دونوں نے لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِالصَّوْمِ آور موطا میں مالک کی ہے کہ پہونچا اُن کو قاسم بن محمد اور نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے کہ کہا ان دونوں نے نہیں ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے بسبب قول اللہ تعالیٰ

عبدالرحمٰن بن اسحٰق

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی

عبداللہ بن محمد رملی

کے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ یعنی تمام کرو روزے کو رات تک اور نہ مباشرت کرو عورتوں سے جب تم اعتکاف کرتے ہو مسجدوں میں تو ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کو ساتھ روزے کے کہا یحییٰ نے کہا مالک نے وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ عِنْدَنَا اَنَّهٗ لَا اِعْتِکَافَ اِلَّا بِصِیَامٍ یعنی حکم نزدیک ہمارے اس پر ہے کہ نہیں ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اعتکاف اُس مسجد میں صحیح ہے جہاں جماعت ہوتی ہو روایت کی طبرانیؒ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا حذیفہؓ نے واسطے ابن مسعودؓ کے کیا تم تعجب نہیں کرتے ہو ان لوگوں سے کہ درمیان تمھارے گھر کے اور گھر ابو موسیٰ کے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہم اعتکاف سے ہیں سو کہا ابن مسعودؓ نے کہ شاید وہ لوگ صواب پر ہوں اور تم خطا پر اور ان لوگوں کو یاد ہوا اور تم بھول گئے ہو کہا حذیفہؓ نے لیکن میں سو جانتا ہوں کہ نہیں ہے اعتکاف مگر مسجد جماعت میں اور نکالا بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ بدترسب کاموں میں اللہ کے نزدیک بدعتیں ہیں اور تحقیق کہ بدعت میں سے ہے اعتکاف کرنا اُن مسجدوں میں جو گھروں میں ہیں اور روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاقؒ دونوں نے اپنے مصنف میں ثنا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ اَخْبَرَنِیْ جَابِرٌ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عُبَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ لَا اِعْتِکَافَ اِلَّا فِیْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ اور اوپر گزر چکا مرفوعاً حدیث حضرت عائشہؓ میں اور ایک روایت میں امام ابو حنیفہؒ سے یہ مروی ہے کہ نہیں صحیح ہے اعتکاف مگر اُس مسجد میں جس میں پانچوں نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور دلیل لاتے ہیں ساتھ اُس حدیث کے جس کو روایت کیا ابن الجوزیؒ نے حذیفہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے سُنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جو مسجد کہ واسطے اُس کے امام ہے اور مؤذن سو اعتکاف اُس میں صحیح ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب **ص** اور کم مدت اُس کی ایک دن ہے تو جو اعتکاف شروع کرے اور ایک روز ایک رات تمام ہونے سے پہلے چھوڑ دیوے تو اُس پر قضا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک کم مدت ایک ساعت ہے اور وہ ہو گئی تو قضا نہیں اور معتکف مسجد میں سے باہر نہ نکلے مگر حاجت انسانی جیسے پیشاب یا جاضرور کے واسطے **ف** کیونکہ مروی ہے حضرت عائشہؓ سے کہ نہیں داخل ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں مگر واسطے حاجت انسانی کے جب ہوتے تھے معتکف نکالا اُس کو اصحاب صحاح ستہ نے **ص** یا جمعے کے واسطے آفتاب ڈھلے نکلے اور جس کا مکان جامع مسجد سے دور ہووے تو وہ ایسے وقت نکلے کہ جمعہ پا لیوے اور سُنتیں پڑھے چار جمعہ کے پہلے اور ایک روایت میں چھ رکعتیں چار سُنت اور دو تحیۃ المسجد کی اور بعد جمعے کے چار امام صاحبؒ کے نزدیک اور چھ صاحبینؒ کے نزدیک اور اس قدر سے زیادہ دیر لگانا معتکف کو جامع مسجد میں اعتکاف کو فاسد نہیں کرتا اور اگر بغیر عذر کے مسجد سے ایک ساعت بھی نکلے تو فاسد ہو گا **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں فاسد ہو گا مگر جبکہ برابر آدھا دن نکلا رہے **ص** معتکف کھاوے اور پیوے اور سووے **ف** اس واسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہیں ہوتی تھی کوئی جگہ اعتکاف میں مگر درمیان مسجد کے **ص** اور بیچے اور خریدے مسجد میں بغیر سودا حاضر کرنے کے اور سوا معتکف کے اور کوئی شخص مسجد میں یہ کام نہ کرے **ف** روایت کی اصحاب سنن نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے اور خریدنے سے مسجد میں آخر حدیث تک اور ایک روایت میں ہے کہ بچاؤ مسجدوں کو اپنے لڑکوں سے یہاں تک کہ فرمایا اور بیچنے سے اور خریدنے سے روایت کیا اس کو عبد الرزاقؒ نے اور پوری حدیث یوں مروی ہے مصنف میں اُن کے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مَکْحُوْلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَمَجَانِیْنَکُمْ وَشِرَاءَکُمْ وَبَیْعَکُمْ وَخُصُوْمَاتِکُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِکُمْ وَاِقَامَةَ حُدُوْدِکُمْ وَسَلَّ سُیُوْفِکُمْ وَاتَّخِذُوْا عَلٰی اَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ وَجَمِّرُوْهَا فِی الْجُمَعِ **ص** اور چپ نہ رہے **ف** یعنی ایسا نہ کرے کہ بالکل بات کرنے کو موقوف کرے **ص** بلکہ بہتر اور نیک باتیں کرے اور اعتکاف کو جماع باطل کرتا ہے **ف** کیونکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ یعنی نہ مباشرت کرو عورتوں سے جب کہ تم اعتکاف کرنے والے ہو مسجدوں میں **ص** اگرچہ رات کو ہووے یا بھولے سے اور اگر سوا فرج کے اور جگہ وطی کرے یا بوسہ لیوے یا چھووے تو اگر انزال ہوا اعتکاف باطل ہو گا اور اگر انزال نہ ہوا تو باطل نہ ہو گا اگرچہ یہ کام اعتکاف میں حرام ہیں اور عورت اپنے گھر میں اعتکاف کرے اور اگر کچھ دنوں کے اعتکاف کی نذر کی تو اُن روزوں کی رات میں بھی اُس کو اعتکاف کرنا واجب ہو گا برابر لگاتار اگرچہ اُس نے ایسی نیت نہ کی ہووے اور جو دو روز کی نیت کی تو دونوں روز کی رات بھی داخل ہو جاویگی اور صرف دن کی نیت صحیح ہو جاوے گی فقط

ف واسطے ضرورت کے جو واسطے قضاء حاجت کے یا عیدہ

ص کتاب الحج

جان تو کہ حج فرض ہے اور منکر اُس کا کافر ہے ف اور فرضیت اُس کی قرآن شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالےٰ جل شانہ نے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ یعنی اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمے پر ہے حج خانۂ کعبہ کا آور عمر بھر میں ایک بار فرض ہے روایت کی احمدؒ نے مسند میں اور دار قطنیؒ نے سُنن میں اور حاکم نے مستدرک میں اور کہا صحیح ہے اوپر شرط شیخینؒ کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ خطبہ پڑھا ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور فرمایا اے لوگو فرض کیا اللہ نے تم پر حج کو سو کھڑے ہوئے اقرع بن حابسؓ اور کہا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم کیا ہر سال میں سو فرمایا آپ نے اگر میں کہتا ہاں البتہ واجب ہوتا ہر سال میں اور تم اُس کی قدرت نہ رکھتے حج ایک بار ہے اور جو زیادہ ہو وہ نفل ہے آور روایت کی مسلمؒ نے صحیح میں ابو ہریرہؓ سے مانند اس کے ص ہر آزاد مسلمان مُکلّف تندرست آنکھ والے پر جیکے اُس کے واسطے توشہ اور سواری ہو فاضل ضروری خرچ اور عیال کے نفقے سے لوٹنے تک اور راہ کی بھی امن ہووے ف آزاد اور بالغ ہونا اس واسطے شرط ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو لڑکا حج کرے پھر بالغ ہووے تو اُس پر دوسرا حج ہے اور جو غلام حج کرے پھر آزاد ہو جاوے تو اُس پر دوسرا حج ہے روایت کیا اس کو حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے اور کہا صحیح ہے شرط شیخینؒ پر اور تفرد محمد بن منہال کا ساتھ رفع اُس کے کچھ ضرر نہیں کرتا کیونکہ رفع زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے آور مؤید ہے اس کی ایک مرسل حدیث روایت کیا جس کو ابو داؤدؒ نے مراسیل میں محمد بن کعب قرظی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لڑکا کہ حج کریں اہل اُس کے اندر مر جاوے کافی ہو جاویگا اُس سے تو اگر پاوے بلوغ کو حج کرے آور جو غلام کہ حج کریں لوگ اُس کے کافی ہو جاویگا اُس سے تو اگر آزاد کر دیا جاوے تو لازم ہے اُس پر حج آور یہ ہمارے نزدیک حُجت ہے آور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے یہ روایت موقوفًا ابن عباسؓ سے اور تندرست ہونا شرط ہے بیمار پر حج نہیں آنکھ والا چاہیئے اندھے پر اگرچہ مالدار ہو حج نہیں توشہ اور سواری شرط ہے اس واسطے کہ روایت کی حاکمؒ نے سعید بن ابی عروبہ سے اُنھوں نے قتادہؓ سے اُنھوں نے انسؓ سے اللہ کے قول میں وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا یعنی حج ہے لوگوں پر اللہ کے واسطے جو شخص طاقت سبیل کی رکھتا ہو کہا گیا اے رسول اللہ کیا چیز ہے سبیل فرمایا کہ توشہ اور سواری آور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے اور نہیں نکالا ان دونوں نے اس کو آور متابعت کی سعید کی حماد بن سلمہ نے قتادہؓ سے پھر نکالا اُس کو حاکمؒ نے اس طرح پر اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط مسلمؒ کے آور مروی ہے اور طریقوں صحیح سے حسن سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت میں کہ سبیل زاد اور راحلہ ہے اور بہت لوگوں سے یہ حدیث مروی ہوئی ہے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ آور جابرؓ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ وغیرہم سے پھر چاہیئے کہ فاضل ہو حاجت اصلی ضروری سے مانند خادم اور اسباب خانگی اور کپڑوں وغیرہ کے اس واسطے کہ یہ چیزیں ہونا ضرور ہیں آور یہ بھی شرط ہے کہ اہل و عیال کے نفقے سے فارغ ہو اس واسطے کہ نفقہ فرض ہے اور حق بندے کا مقدم ہے اللہ کے حق پر نزدیک شرع کے آور جو لوگ مکے سے قریب ہیں اُن کو سواری شرط نہیں کیونکہ اُن کو مشقت اس قدر نہیں کہ سواری بھی ضرور ہو بخلاف اور لوگوں کے آور راہ کی بھی امن شرط ہے اس واسطے کہ محافظت جان و مال کی ضرور ہے ص عورت کو بغیر محرم یا خاوند کے حج درست نہیں اگر اُس عورت سے مکے تک مدت سفر کے برابر راہ ہووے ف اور اگر اس سے کم ہووے تو شرط نہیں آور امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کو بے محرم کے حج جائز ہے جبکہ ایک قافلہ ہووے اور اُس کے ساتھ معتبر عورتیں ہوں آور ہمارے نزدیک جائز نہیں آور دلیل امام شافعیؒ کی عموم آیت کا ہے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ آخر تک آور قول حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج کرو مطلق آور ذکر نہ کیا مرد اور عورت کا آور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَۃٌ اِلَّا وَمَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ فَقَالَ رَجُلٌ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَۃِ کَذَا وَامْرَأَتِیْ حَاجَّۃٌ قَالَ ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَھَا وَاَخْرَجَہُ الدَّارُقُطْنِیُّ اَیْضًا عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِہٖ وَلَفْظُہٗ لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَۃٌ اِلَّا وَمَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ یعنی نہ حج کرے عورت مگر اُس کے ساتھ محرم ہو سو کہا ایک شخص نے اے نبی اللہ کے میں لکھا گیا ہوں

فلانے غزوے میں اور عورت میری حج کرنے والی ہے کہا آپ نے لوٹ جا اور حج کر ساتھ اُس کے اور روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور معنی اُس کے یہی ہیں اور مدت سفر کی اس واسطے شرط ہے کہ دوسری حدیث میں صحیحین کی ہے ابو معبدؒ سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ سفر کرے عورت مگر ساتھ محرم کے اور سفر کے معنی اوپر ہم کتاب الصلوٰۃ میں بیان کر چکے کہ تین دن اور تین رات سے کم نہیں ہوتا اور احتیاط اس میں ہے کہ کسی جگہ کا ارادہ بغیر محرم کے نہ کرے اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اس واسطے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سفر کرے عورت دو دن مگر اس کے ساتھ اُس کا خاوند ہو یا اور کوئی محرم ہو اور ایک روایت میں ابو ہریرہؓ سے ہے کہ نہیں حلال ہے جو ایمان لائی ہے واسطے اللہ کے اور دن قیامت پر یہ کہ سفر کرے ایک رات بغیر محرم کے اور ایک روایت میں طبرانی کی ہے کہ نہ سفر کرے تین میل بھی بغیر محرم کے ص عمر میں ایکبار فرض ہے جس وقت قدرت ہو فی الفور فرض ہووے گا یہ مذہب امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک فی الفور واجب نہیں ہوتا تو اگر اس سال میں حج نہ کیا ہو اور دوسرے یا تیسرے سال میں ادا کیا سب کے نزدیک ادا[۱] ہو گا اور اگر ادا نہیں کیا اور مر گیا تو سب کے نزدیک گنہگار ہو گا پس اگر پہلے سال سے تاخیر کی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گنہگار ہو گا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں ہو گا اور اگر لڑکے نے احرام باندھا اور بالغ ہو گیا یا غلام نے اور آزاد ہو گیا اور حج کیا فرض اُن کا ادا نہ ہو گا تو اگر لڑکے نے احرام پھر باندھا اور پھر وقوف[۲] کیا فرض اُس سے ادا ہو جاوے گا اور غلام کا[۳] نہ ہو گا فرض حج کے تین ہیں احرام باندھنا اور عرفات میں ٹھہرنا اور طواف کرنا زیارت کا اور واجب پانچ ہیں مزدلفے میں ٹھہرنا اور دوڑنا صفا مروہ کے بیچ میں اور کنکریاں پھینکنا اور طواف صدر کا یعنی اخیر کا طواف وقت رخصت کے واسطے آفاقی کے اور مُنڈوانا سر کا اور ان آٹھ کے سوا باقی سُنت یا مستحب ہیں ف اور ان سب چیزوں کا ذکر تفصیل سے آگے آوے گا ص مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذیحجہ کے ہیں اور اُن کے قبل احرام باندھنا مکروہ ہے ف فرمایا اللہ تعالٰے نے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ج یعنی حج کے کئی مہینے مقرر ہیں اور روایت کی بخاریؒ وغیرہ نے ابن عمرؓ سے کہ مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذیحجہ کے ہیں اور مروی ہے یہ بخاریؒ میں تعلیقاً اور روایت کیا اس کو حاکمؒ نے اور صحیح کیا اس کو اور ایسا ہی مروی ہے ابن عباسؓ سے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور ایسا ہی روایت کیا اس کو ابن مسعودؓ سے اور نکالا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے اور حدیث عبداللہ بن زبیرؓ کی روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے کہ مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں تو یہ سب عبادلہ سے مروی ہے عبادلہ کہتے ہیں عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو اور بعضوں کے نزدیک عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو بھی ص عمرہ سُنت ہے اور عمرہ طواف[۴] اور سعی یعنی دوڑنے کو درمیان صفا اور مروہ کے کہتے ہیں اور وقوف یعنی ٹھہرنا اُس میں نہیں ہے اور سارے برس میں جب چاہے درست ہے اور مکروہ ہے دن عرفے کے اور چار دن میں بعد عرفے کے ف اور سُنت ہونا اُس کا حدیث سے ثابت ہے روایت کی ترمذیؒ نے جابرؓ سے کہ پوچھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرے سے کیا واجب ہے وہ فرمایا نہیں مگر یہ کہ عمرہ کرو تو وہ افضل ہے اور اُس کا بیان آگے آوے گا ص میقات مدینے کے رہنے والوں کا ذوالحلیفہ ہے اور عراق والوں کا ذات عرق اور شام والوں کا جحفہ اور نجد والوں کا قرن اور یمن والوں کا یلملم ف میقات اُس کو کہتے ہیں جہاں سے احرام باندھتے ہیں اور ذوالحلیفہ اور ذات عرق اور جحفہ اور قرن اور یلملم یہ سب مقاموں کے نام ہیں اور یہ تعیین حدیث میں مروی ہے روایت ہے صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے کہ مقرر کیا میقات نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے اہل مدینہ کے ذوالحلیفہ اور واسطے اہل شام کے جحفہ اور واسطے اہل نجد کے قرن اور واسطے اہل یمن کے یلملم اور اخراج کیا اس کا ترمذیؒ اور ابو داودؒ وغیر ہمانے اور آخر حدیث کا یہ ہے کہ یہ مقام اُن لوگوں کے واسطے ہیں جو اُن کے پاس آوے اور اُن لوگوں میں سے ہووے جو ارادہ کرے حج اور عمرے کا اور جو اُن کے سوا ہو تو جہاں سے چاہے یہاں تک کہ اہل مکہ احرام باندھیں مکے میں اور نہیں ذکر کیا اس میقات اہل عراق کو لیکن ذکر کیا اُس کو جابرؓ نے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے اور شک کیا راوی نے اُس کے رفع میں اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا اُس کو اور اُس میں شک نہیں اور اُسی میں ہے کہ مقام اہلال اہل مشرق کا ذات عرق ہے مگر اسناد میں اُسکی ابراہیم[۵] بن یزید جوزی ہے اور نہیں شک ہے اُس کی حدیث میں اور روایت کی ابی داوٗدؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیا میقات واسطے اہل عراق کے ذات عرق اور اسناد میں

[۱] نہ قضاء ۱۲ [۲] یعنی عرفات میں ۱۲ [۳] وجہ فرق کی یہ ہے کہ احرام لڑکے کا لازم نہ تھا بسبب عدم اہلیت اُس کی کے تو اس کی تجدید احرام بعد بلوغ کے صحیح ہو گی اور احرام غلام کا لازم ہے پس وہ دوسری بار کے شروع کرنے سے خارج نہیں ہو سکتا کذا فی شرح الوقایہ ۱۲ [۴] یہ دونوں رکن عمرے کے ہیں اور احرام اور حلق شرط ہیں ۱۲ [۵] ابراہیم بن یزید جوزی

اُس کی افلح بن حمید ہے اور تھے احمد بن حنبلؒ انکار کرتے اس کا اور نکالا عبدالرزاقؒ نے مالکؒ سے اُنھوں نے نافعؒ سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میقات مقرر کیا واسطے اہل عراق کے ذات عرق اور صحیح ہوئی یہ حدیث **ص** ان مقاموں سے آگے بڑھنا بغیر احرام کے حرام ہے جس کا قصد مکے میں داخل ہونے کا ہو **ف** برابر ہے کہ قصد کرے حج اور عمرے کا یا نہ کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تجاوز کرے کوئی میقات سے مگر احرام باندھ کے اور یہ عبارت ہدایہ میں ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُجَاوِزُ الْوَقْتَ اِلَّا بِاِحْرَامٍ یعنی نہ تجاوز کرے میقات سے مگر ساتھ احرام کے اور ویسا ہی روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے اور کہا شافعیؒ نے اپنی مسند میں حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ اَنَّهُ رَاٰى ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَرُدُّ مَنْ جَاوَزَ الْمِيْقَاتَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ یعنی پھیر دیتے تھے ابن عباسؓ اُس کو جو آگے جاتا تھا میقات سے بغیر احرام کے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اور ذکر کیا اُس کو اور روایت کی اسحٰق بن راہویہ نے مسند میں حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِي سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ فَلَمْ يُحْرِمْ حَتّٰى دَخَلَ مَكَّةَ رَجَعَ اِلَى الْوَقْتِ فَاَحْرَمَ وَاِنْ خَشِيَ اَنْ رَجَعَ اِلَى الْوَقْتِ فَاِنَّهُ يُحْرِمُ وَيُهْرِيْقُ لِذٰلِكَ دَمًا یعنی کہا ابن عباسؓ نے کہ جب تجاوز کرے کوئی شخص میقات سے اور نہ احرام باندھے یہاں تک کہ داخل ہو جاوے مکے میں لوٹے طرف میقات کے اور احرام باندھے اور اگر خوف کرے رجوع کا طرف میقات کے تو وہ احرام باندھے اور اُس کے بدلے میں ایک قربانی کرے **ص** اور قبل پہونچنے کے ان مکانوں میں اگر پہلے سے احرام باندھ لے تو درست ہے **ف** روایت کی حاکمؒ نے باب التفسیر میں مستدرک سے کہ پوچھے گئے حضرت علیؓ قول اللہ تعالیٰ سے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ یعنی اور تمام کرو حج اور عمرے کو واسطے اللہ کے سو کہا اُنھوں نے یہ کہ احرام باندھے تو اپنے گھر سے اور کہا کہ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ یعنی صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ ومسلمؒ کے اور مروی ہے یہ حدیث ابوہریرہؓ سے مرفوعًا اور اس میں ضعف ہے اور حدیث ابن مسعودؓ کی ذکر کیا اُس کو صاحب ہدایہؒ نے اور نہیں پایا میں نے اُس حدیث کو **ص** اور جو اِن مقاموں کے رہنے والے ہیں اُن کو مکے میں بغیر احرام کے داخل ہونا درست ہے تو اُن کی میقات حل ہے اور جو مکے کا رہنے والا ہے وہ احرام حج کے لئے حرم سے باندھے اور عمرے کے لئے حل سے **ف** حل سوا حرم کے اور زمین کو کہتے ہیں اس واسطے کہ حکم کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو کہ احرام باندھیں جوف مکہ سے روایت کی مسلمؒ نے جابرؓ سے کہ حکم کیا مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ہم حلال تھے یعنی احرام نہیں باندھا تھا کہ احرام باندھیں ہم جب توجہ کریں طرف منیٰ کے کہا جابرؓ نے کہ اہلال کیا ہم نے ابطح سے اور حکم کیا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے بھائی کو کہ عمرہ کراویں اُن کو تنعیم سے اور تنعیم حرم میں نہیں ہے اور دلیل قوی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ شَاءَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ یعنی جو ان مقاموں سے نہ آیا ہو تو وہ جہاں سے چاہے احرام باندھے یہاں تک کہ اہل مکہ مکے سے واللہ اعلم **ص** جو شخص ارادہ احرام کا کرے وضو کرے اور غسل کرنا اچھا ہے **ف** اس واسطے کہ غسل کیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لئے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے زید بن ثابتؓ سے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے غریب ہے اور روایت کی حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے کہ غسل کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر پہنے کپڑے اپنے سو جب آئے ذوالحلیفہ میں پڑھیں دو رکعتیں پھر سوار ہوئے اونٹ پر تو جب چڑھ چکے اُس پر احرام باندھا حج کے لئے اور کہا حاکمؒ نے صَحِيحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور نہیں نکالا اس کو بخاریؒ ومسلمؒ نے اور نکالا ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَغْتَسِلَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُحْرِمَ وَصَحَّحَهُ عَلٰى شَرْطِهِمَا وَاَخْرَجَهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَالْبَزَّارُ وَقَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ حُكْمُهُ الرَّفْعُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ یعنی کہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہ سنت سے ہے یہ بات کہ غسل کرے جب ارادہ احرام کا کرے اور صحیح کیا اس کو حاکمؒ نے بخاریؒ ومسلمؒ کی شرط پر اور نکالا اس کو ابن ابی شیبہؒ اور بزارؒ نے اور قول صحابی کا مِنَ السُّنَّةِ بمنزلہ رفع کے ہے **ص** اور ایک ازار اور چادر پاک پہنے اور خوشبو لگاوے اور ایک دوگانہ نفل پڑھے **ف** اس واسطے کہ پہنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازار اور چادر اور صحابہؓ نے آپ کے نکالا اس کو بخاریؒ نے اور لیکن خوشبو لگانا سو واسطے کہ کہا حضرت عائشہؓ نے خوشبو لگائی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ان دونوں ہاتھوں سے جس وقت احرام باندھا آپ نے اور لگائی میں نے خوشبو آپ کے جب کھولا احرام آپ نے قبل طواف خانۂ کعبہ کے اور اس خوشبو میں مشک تھا اور لیکن دو رکعتیں نفل پڑھنا سو اس واسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے دو رکعتیں ذوالحلیفہ میں وقت احرام کے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے اور ایسا ہی کرتے تھے حضرت عمرؓ بھی روایت کیا اس کو بخاریؒ نے اور روایت کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوداؤدؒ اور حاکمؒ نے بروایت ابن عباسؓ کے ص تو اگر حج مفرد یعنی فقط حج کرتا ہے تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ یعنی اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں حج کا پس آسان کر تو اس کو میرے واسطے اور قبول کر اس کو میری طرف سے پھر لبیک کہے بعد نماز کے اور نیت حج کی کرے اور وہ یہ ہے لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ اور اس سے کم نہ کرے اور اگر زیادہ کرے تو درست ہے ف لیکن لبیک کہنا بعد نماز کے سو حدیث سے ثابت ہے روایت کی ترمذیؒ اور نسائیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لبیک کہی بعد نماز کے اور کہا ابن الہمامؒ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ثابت کیا اس کو اور اگر سواری پر چڑھ کے لبیک کہے تو بھی درست ہے اور یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے روایت کیا اُن کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور زیادہ کرنا اس سے جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں اور دلیل ہماری یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے زیادہ کیا ان کلمات پر اور کہا وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ بِیَدَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ مروی ہے یہ صحاح میں اور زیادہ کیا ابوداؤدؒ نے ایک روایت میں کہ زیادہ کرتے تھے لوگ ان کلمات پر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سُنتے تھے اور کچھ نہیں کہتے تھے اور زیادہ کیا ابن مسعودؓ نے اس پر مروی ہے یہ بسند اسحٰق بن راہویہ میں اور امام حسنؓ بھی زیادہ کرتے تھے ان کلمات پر روایت کیا اس کو ابن سعدؒ نے طبقات میں واللہ اعلم ص اور جب لبیک نیت کر کے کہہ لے احرام اُس کا بندھ چکا تو جماع اور فحش کلام موقوف کرے اور ذکر کرنے کو جماع سے عورتوں کے سامنے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جب یہ شعر پڑھا شعر وَھُنَّ یَمْشِیْنَ بِنَا ھَمِیْسًا ۔ اِنْ یَصْدُقِ الطَّیْرُ نَنِکْ لَمِیْسًا یعنی اُردو اس کے یہ ہیں کہ اونٹ چلتے ہیں ہمارے ساتھ دراں حالیکہ ان کے موزوں کے نعل سے آواز آتی ہے اگر فال سچ ہو تو ہم لمیس کہ ایک عورت ہے اُس سے جو ہمارا جی چاہے گا کریں گے تو لوگوں نے کہا کہ آپ رفث کرتے ہیں احرام میں تو فرمایا کہ رفث اُس کو کہتے ہیں جس میں عورتیں مخاطب ہوں اور بچے فسوق یعنی گناہوں سے اور جدال سے اور وہ یہ کہ اپنے رفیق سے لڑے یا مشرکوں سے حج کی تقدیم اور تاخیر میں ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ یعنی نہیں ہے رفث اور فسوق اور جدال حج میں ص اور نہ شکار کرے خشکی کا احرام میں اور دریا کا شکار منع نہیں اور شکار کے جانور کو کسی کو نہ بتلاوے اور نہ اُس کی طرف اشارہ کرے ف اس واسطے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے شکار کیا تھا ایک حمار وحشی کا اور وہ احرام سے نہ تھے تو پوچھا صحابہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس کے کھانے کو سو فرمایا آپ نے کیا تم نے اُس کے شکار میں کچھ مدد کی تھی یا اشارہ کیا تھا کچھ تم نے کہا اُنھوں نے نہیں تب فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سو کھاؤ جو اُس کا گوشت باقی ہے روایت کیا اس کو اصحاب صحاح ستہ نے اور دوسرے یہ کہ دلالت کرنیوالا یعنی بتانے والا کسی چیز کا مثل کرنے والے کے ہے اور یہی حکم نیک کاموں کے باب میں بھی ہے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ یعنی بتلانے والا بہتری کا مانند اُس کے کرنے والے کے ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ یعنی نہ شکار کرو جب احرام باندھے ہو تم ص اور پرہیز کرے خوشبو لگانے سے اور ناخن کاٹنے سے ف اور یہ منع حدیث میں وارد ہے ص اور منہ ڈھانپنے سے اور سر ڈھانپنے سے[له] ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے واسطے مرد کے چھپانا منہ کا اس واسطے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِحْرَامُ الرَّجُلِ فِیْ رَاْسِہٖ وَاِحْرَامُ الْمَرْاَۃِ فِیْ وَجْھِھَا یعنی احرام[له] مرد کا اُس کے سر میں ہے اور احرام عورت کا اُس کے منہ میں ہے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے موقوفاً ابن عمرؓ پر اور ذکر کیا اُس کو مرفوعاً صاحب ہدایہؒ نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کے باب میں جب وہ مرگیا تھا احرام میں کہ چھپاؤ منہ اُس کا اور نہ چھپاؤ سر اُس کا روایت کیا اُس کو امام شافعیؒ نے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے باب میں جب وہ مرگیا تھا احرام میں کہ نہ چھپاؤ منہ اُس کا اور نہ چھپاؤ سر اُس کا اس واسطے کہ وہ اُٹھے گا دن قیامت کے لبیک کہتا ہوا اور دوسرے یہ کہ

[له] مرد کے واسطے دونوں باتیں نہ چاہئیں یعنی نہ سر ڈھانپے اور نہ منہ ڈھانپے اور عورت پر فقط منہ چھپانا حرام ہے اور سر کا کھولنا جائز نہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ

[له] مراد اس سے یہ ہے کہ مرد اپنے سر کو نہ چھپاوے اور عورت اپنے منہ کو واللہ اعلم ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

جب عورت نے باوجود اس بات کے کہ اُس کے مُنھ کھولنے میں خوف فتنے کا ہے مُنھ نہ چھپایا تو مرد کو ضرور مُنھ کھولنا واجب ہوگا اور دلیل امام شافعیؒ کی وہ بھی ہے جو روایت کی امام مالکؒ نے حضرت عثمانؓ سے کہ وہ چھپاتے تھے مُنھ اپنا اور وہ مُحرِم ہوتے تھے آور روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے مرفوعًا اور کہا کہ صواب موقوف ہونا اس حدیث کا ہے ص اور سر دھونے اور ڈاڑھی دھونے سے ساتھ خطمی کے ف اس واسطے کہ خطمی خوشبودار چیز ہے اور سر کے کیڑوں کو قتل کرتی ہے آور غسل کرنا احرام میں درست ہے اس واسطے کہ حضرت عمرؓ غسل کرتے تھے احرام میں روایت کیا اس کو مالکؒ وغیرہ نے ص اور ڈاڑھی کترنے سے اور سر منڈانے سے آور بال بدن کے مُونڈنے سے ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ یعنی اور نہ مونڈو سر اپنا یہاں تک کہ پہنچ جاوے قربانی اپنی جگہ میں آور کترنا بھی مونڈنے کے حکم میں ہے ص اور کرتا پہننے اور سراویل اور قبا اور عمامہ اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے ف اس واسطے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں کے پہننے سے احرام میں روایت کیا اس کو صحاح سِتّہ والوں نے آور اگر موزہ پہنے تو اُس کو کاٹ کے ٹخنے سے نیچا کرلے اور اسی طرح اگر تہبند نہ ہو تو اُس کے بدلے سراویل پہن لیوے آور بعضوں کے نزدیک نہ کاٹے اور پہن لیوے جب نعل نہ ہووے جو لوگ موزے کے کاٹنے کو کہتے ہیں دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث ابن عمرؓ کے کہ فرمایا آپ نے اور نہ پہنے موزہ مگر جب نہ پاوے نعلین تو کاٹ لے اُن کو اور نیچا کرے ٹخنوں سے آور جو کہتے ہیں نہ کاٹے دلیل لاتے ہیں حدیث ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پاوے تہبند پہنے سراویل اور جو نہ پاوے موزہ پہن لیوے نعلین روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ و ابو داؤدؒ وغیرہم نے ص اور اُس کپڑے سے جو خوشبودار رنگ میں رنگا ہووے مگر بعد زائل ہو جانے خوشبو کے ف اس واسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ پہنو اُس کپڑے کو جس میں زعفران اور ورس ہو حرم میں ذکر کیا اس کو صاحب ہدایہؒ نے آور روایت کیا اس کو بہت محدثین نے مثل طحاویؒ کے ابن عمرؓ سے ص اور حمام میں جانا اور سایہ لینا گھر سے اور محمل یعنی کجاوے سے جائز ہے ف اور کپڑا تان دینا واسطے سایے کے سر کے آگے ہمارے نزدیک جائز ہے آور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے آور حضرت عثمانؓ سے یہ منقول ہے روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ثَنَا الصَّلْتُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ قَالَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ بِالْاَبْطَحِ وَاِنَّ فُسْطَاطًا مَضْرُوْبٌ وَسَيْفَهٗ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ یعنی کہا عقبہؓ نے کہ دیکھا میں نے عثمانؓ کو ابطح میں کہ فسطاط اُن کا تنا ہوا تھا اور تلوار اُن کی لٹکتی تھی درخت میں اور سایہ کیا صحابہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کپڑے کا بسبب گرمی کے حج میں روایت کیا اس کو مسلمؒ نے حدیث اُم الحصین میں آور حضرت عمرؓ ڈال دیتے تھے کھال کو درخت پر اور اُس کے سایے میں بیٹھتے تھے اور آپ احرام سے ہوتے تھے اور حمام میں جانا درست ہے اس واسطے کہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور آپ احرام سے تھے روایت کیا اس کو شافعیؒ نے آور روایت کیا اس کو مالکؒ نے مؤطا میں آور نقل کیا حضرت ابو ایوبؓ نے سر دھونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے یہ صحیحین میں واللہ اعلم ص اور ہمیانی کا باندھنا جائز ہے کمر میں ف یہ اس واسطے بیان کیا کہ احرام میں سِیا ہوا کپڑا پہننا نہیں جائز ہے اور ہمیانی سی ہوئی ہے تو اُسکا باندھنا ضرورت کے سبب سے جائز ہے ص اور زیادہ کہے لبیک کو جب نماز پڑھ چکے یا کسی اونچی جگہ پر چڑھے یا کسی نیچی جگہ میں اُترے یا سواروں سے ملاقات ہو آور جب صبح کا وقت ہو ف اس واسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لبیک کہتے تھے اور صحابہؓ آپ کے ان وقتوں میں روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ التَّلْبِيَةَ عِنْدَ سِتٍّ دُبُرِ الصَّلٰوةِ وَاِذَا اسْتَقْبَلَتْ بِالرَّجُلِ رَاحِلَتُهٗ وَاِذَا صَعِدَ شَرَفًا اَوْ هَبَطَ وَادِيًا وَاِذَا الْتَقٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَبِالْاَسْحَارِ یعنی تھے صحابہؓ کہ مستحب جانتے لبیک کہنے کو چھ جگہ پر پیچھے نماز کے آور جب سامنے آوے مرد کے سواری اُس کی آور جب چڑھے چڑھائی پر آور جب اُترے اُتار میں آور جب ملاقات کریں بعض بعض سے آور صبح کے وقت اور روایت کی ابن ناجیہ نے فوائد میں جابرؓ سے قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ اِذَا الْتَقٰى رَاكِبًا یعنی تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے جب ملاقات کرتے سواروں کی آور ذکر کیا انھوں نے سب مقاموں کو سوا اس کے کہ جب سامنے آوے سواری جیسا کہ روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے ص اور جب داخل ہووے مکے میں پہلے جاوے مسجد حرام میں ف اس واسطے کہ صحیحین میں ہے کہ جب آتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سفر سے شروع کرتے تھے مسجد سے تو پڑھتے تھے اُس میں دو رکعتیں قبل بیٹھنے کے پھر بیٹھتے تھے ساتھ آدمیوں کے اور نہیں ہے مضائقہ اس میں کہ جاوے
مسجد میں رات کو یا دن کو روایت کی نسائیؒ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوے مکے میں رات کو اور دن کو داخل ہوے تھے حج وداع میں
رات کو اور دن کو عمرے میں ص اور جب دیکھے خانۂ کعبہ کو تکبیر[1] اور تہلیل کہے ف تہلیل کے معنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا اور روایت ہے عطاء سے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جاتے تھے خانۂ کعبہ کے پاس کہتے تھے اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اور
اُٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اور اُس مقام پر اللہ تعالیٰ سے جنت میں داخل ہونا بغیر حساب وکتاب کے مانگے کیونکہ دعا قبول ہوتی ہے وقت دیکھنے خانۂ کعبہ
کے ص پھر سامنے جاوے حجر اسود کے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور اُٹھاوے دونوں ہاتھ مانند نماز کے اور چوم لیوے اُس کو منھ لگا کے اگر قدرت رکھے
اُس پر بدون ایذا کسی مسلمان کے اور اگر چومنا نہ ہو سکے تو پہلے اُس کو ہاتھ سے چھو کے پھر ہاتھ چوم لیوے[2] اور اگر یہ بھی بوجہ ہجوم کے نہ ہو سکے تو سامنے
اُس کے جاوے اور تکبیر اور تہلیل کہے اور تعریف کرے اللہ تعالیٰ کی اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ف لیکن سامنے جانا حجر اسود کے اور تکبیر
کہنا اور تہلیل کہنا حدیث سے ثابت ہے روایت کی امام احمدؒ نے مسند میں سعید بن مسیبؒ سے اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے کہ کہا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے واسطے اُن کے تو ایک مرد قوی ہے سو نہ مزاحمت کر لوگوں کی نزدیک حجر اسود کے تو ایذا ہو گی ضعیف کو اگر تو خالی پاوے تو چوم لے اُس کو ورنہ
سامنے جا اُس کے اور تکبیر اور تہلیل کر اور ہاتھ اُٹھانا اس واسطے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ ہاتھ اُٹھائے جاویں مگر سات جگہ میں اور ذکر کیا
اُن میں سے وقت چومنے حجر اسود کے ذکر کیا اس کو صاحب ہدایہؒ نے اور نہیں ہے یہ قول اس حدیث میں جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں یہ حدیث گزری
اور چومنا سو اس طرح چاہیے کہ اُس پر دونوں ہاتھ رکھے اور منھ لگا کے چوم لیوے اس واسطے کہ صحیحین میں ہے کہ حضرت عمرؓ آئے حجر اسود پاس اور چوما
اُس کو اور کہا قسم اللہ کی میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ تو ضرر کر سکتا ہے نہ نفع کر سکتا ہے اور اگر میں نہ دیکھتا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ چومتے تھے تجھ کو
نہ چومتا میں تجھ کو اور مروی ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ وہ چومتے تھے حجر اسود کو اور سجدہ کرتے تھے اُس پر یعنی سر اپنا واسطے چومنے کے اُس پر رکھ دیتے
تھے اور کہا اُنھوں نے کہ دیکھا میں نے عمرؓ کو کہ چومتے تھے اُس کو اور سجدہ کرتے تھے اُس پر اور پھر کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ کیا
تھا ایسا ہی سو کرتا ہوں اُس کو روایت کیا اس کو ابن المنذر اور حاکم نے اور صحیح کیا اُس کو اور روایت کی حاکم نے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے حجر اسود پر بعد بوسہ لینے کے اور ایسا ہی کرتے تھے ابن عباسؓ اور کہا کہ دیکھا میں نے عمرؓ کو کہ بوسہ دیا اُس کو پھر سجدہ کیا اس پر اور کہا
کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا ایسا ہی سو کرتا ہوں میں اُس کو روایت کیا اس کو ابن المنذر اور حاکم نے اور صحیح کیا اس کو اور جب
ہجوم ہو تو چومنے سے باز رہے تا کہ کسی کو اذیت نہ ہووے اس واسطے کہ چومنا سُنّت ہے اور مسلمان کے ایذا دینے سے باز رہنا واجب ہے فرمایا حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی مسلمان وہ شخص ہے کہ بچیں مسلمان اُس کی زبان اور ہاتھ سے یعنی کسی کو زبان
سے کچھ بُرا نہ کہے اور نہ ہاتھ سے کچھ اذیت دیوے ص اور طواف کرے خانۂ کعبہ کا طواف قدوم اور سُنّت ہے یہ طواف[3] واسطے آفاقی[4] کے پھر اضطباع کیے ہوے
اپنی داہنی طرف کو چلے اور طواف کو حجر اسود سے شروع کرے اور طواف میں حطیم کو بھی شامل کر لیوے اور اضطباع اُس کو کہتے ہیں کہ چادر کو داہنی بغل کے
نیچے کر کے دونوں کنارے اُس کے بائیں کندھے پر ڈالے اور سات پھیرے اسی طرح کرے ف حطیم ایک مقام کعبے کا ہے کہ اُس میں میزاب ہے قریش نے
جب کعبہ بنایا اور پھر اتنا مال حلال نہ پایا کہ اُتنی جگہ کو بھی کعبے میں داخل کریں تو اُس کو باہر رکھا تھا اور اسی واسطے اُس کو حطیم کہتے ہیں یعنی ٹوٹا ہوا اور ایسا ہی
طواف کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روایت کی ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے یعلی بن اُمیہؓ سے کہ طواف کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اضطباع
کر کے ساتھ ایک چادر سبز کے اور مروی ہے حضرت عائشہؓ سے کہ نذر کی تھی اُنھوں نے کہ اگر فتح ہو گا مکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر پڑھیں گی
اُس میں دو رکعتیں سو جب فتح ہوا مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کا ہاتھ پکڑا اور کر دیا اُن کو حطیم میں اور فرمایا کہ پڑھ اس جگہ اس واسطے
کہ حطیم خانۂ کعبہ سے ہے اور تیری قوم نے جب نہ ملا اُن کو خرچ تو خارج کیا اُس کو خانۂ کعبہ سے تو اگر نہ قریب ہوتا زمانۂ جاہلیت کا البتہ میں توڑتا کعبے کی بنا کو

[1] اور تکبیر کے معنی اللہ اکبر کہنا ۱۲ [2] اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی چیز لکڑی وغیرہ سے چھو کے اُس کو چوم لیوے ۱۲ [3] جو مکی نہ ہو سفر حج کرتا ہو یا قارن ہو اور عمرہ کرنے والے اور متمتع اور مکی پر یہ طواف سُنّت نہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ [4] جو خارج میقات سے آیا ہو ۱۲

اور بناتا میں اُس کو جیسا حضرت ابراہیمؑ نے اُس کو بنایا تھا اور داخل کرتا میں حطیم کو کعبے میں اور چوکھٹ کو زمین سے ملا دیتا اور کرتا میں اُس کے دو دروازے ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی اور اگر میں جیوں گا اگلے سال تک تو کروں گا ایسا ہی روایت کیا اس کو مسلمؒ اور ابو داوٗدؒ اور ترمذیؒ وغیرہم نے تو نہ جیتے رہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک اور نہ فراغت ہوئی خلفائے راشدینؓ کو اس امر کی یہاں تک کہ زمانہ ہوا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اور سُنی تھی اُنھوں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے تو کیا اُنھوں نے ایسا ہی اور ظاہر کیے قواعد حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے اور بنا کیا اُس کو جیسا بنا کیا تھا اُنھوں نے بہت لوگوں کے سامنے اور داخل کیا حطیم کو خانۂ کعبہ میں تو جب قتل کیا حجاج ظالم نے اُن کو بُرا جانا اُس نے کعبے کو رکھنا اِس طور پر کہ بنایا تھا اُس کو عبداللہ بن زبیرؓ نے اور کر دیا اُس کو جیسا تھا جاہلیت میں تو جب حطیم خانۂ کعبہ سے ٹھہرا تو اس صورت میں طواف حطیم کو اندر کر کے کیا جاوے گا یہاں تک کہ اگر خالی جگہ میں داخل ہو کر طواف میں حطیم کو چھوڑ دیا نہیں جائز ہو گا لیکن اگر کوئی مُصلّی مُنھ کر کے حطیم کی طرف نماز پڑھے گا جائز نہ ہو گی اس واسطے کہ مُنھ کرنا طرف کعبے کے قرآن شریف سے ثابت ہے تو نہیں ادا ہو گی نماز ساتھ خبر واحد کے اور طواف میں احتیاط کے واسطے داخل کیا اِس کو یہ مضمون شرح وقایہ کا ہے ص اور پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور ایک پھیرا تمام ہوتا ہے حجر اسود سے حجر اسود تک اور رمل اُس کو کہتے ہیں کہ دونوں کندھوں کو ہلاتے ہوئے اکڑتے ہوئے جلدی جلدی چلنا جیسے سپاہی معرکے میں کرتے ہیں اور سبب اس کا شجاعت دکھلانا تھا مشرکین کو کیونکہ کہا تھا اُنھوں نے واسطے صحابہؓ کے ضعیف کیا اُن کو یثرب یعنی مدینے کی گرمی نے پھر باقی رہا یہ حکم اپنے حال پر بعد زائل ہونے سبب کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ف روایت کیا بخاریؒ ومسلمؒ نے اس حدیث کو ابن عباسؓ سے اور آئی ہیں اس باب میں بہت حدیثیں ص اور جب حجر اسود پر گزرے بوسہ دے اسی طرح ہر پھیرے میں اور بوسہ دیوے رکن یمانی کو اور وہ مستحب ہے پھر ختم کرے طواف کو ساتھ بوسہ لینے حجر اسود کے پھر پڑھے دو رکعت اور دو رکعتیں پڑھنا واجب ہیں ہر طواف میں سات پھیروں کے بعد مقام ابراہیم میں یا جس جگہ میسر ہو جاوے مسجد میں سے ف کیونکہ حدیث جابرؓ میں ہے کہ جب آئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ابراہیمؑ پر فرمایا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى یعنی لو مقام ابراہیمؑ کا مُصلّیٰ تو اس سے وجوب اس نماز کا ثابت ہوتا ہے اور وہ جو صاحب ہدایہ نے دلیل وجوب کی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وَلْيُصَلِّ الطَّائِفُ لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ یعنی طواف کرنے والا پڑھے بعد ہر سات پھیروں کے دو رکعتیں بیان کیا ہے نہیں پایا گیا ہاں فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثابت ہے صحیحین میں ہے حدیث ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے تھے حج اور عمرے میں تو آپ جلدی چلتے تھے پہلے تین پھیروں میں اور آہستہ چلتے تھے پچھلے چار پھیروں میں پھر پڑھتے تھے دو رکعتیں اور روایت کی عبدالرزاق نے مرسلاً ابن جریج سے اُنھوں نے عطاء سے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد طواف کے دو رکعتیں ص پھر لوٹ آوے اور چومے حجر اسود کو ف حدیث جابرؓ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے دو رکعتیں لوٹ آئے طرف حجر اسود کے ص اور نکلے اور چڑھے صفا پہاڑ پر اور مُنھ کرے طرف خانۂ کعبہ کے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اُٹھاوے دونوں ہاتھ اور دعا مانگے جو جی چاہے ف اس واسطے کہ حدیث جابرؓ میں ہے سو چڑھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پر یہاں تک کہ دیکھا خانۂ کعبہ کو سو توحید بیان کی اللہ تعالےٰ کی اور مُنھ کیا قبلے کی طرف اور تکبیر کہی اور فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ پھر دعا کی درمیان اس کے اور کہا مانند اس کے تین بار اور ماثور یہ ہے کہ کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اُٹھاوے دونوں ہاتھ واسطے دعا کے اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر دعا مانگے اور جب وہاں سے اُترے کہے اَللّٰهُمَّ اسْتَعْمِلْنِيْ بِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَتَوَفَّنِيْ عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَعِذْنِيْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ص پھر چلے طرف مروہ پہاڑ کے دوڑتا ہوا اور درمیان دو میلوں سبز کے اور چڑھ جاوے اُس پر اور کرے جیسا کیا تھا صفا پر اسی طرح کرے سات بار شروع کرے صفا سے اور ختم کرے مروہ پر ف یہ دو میل نشان ہیں بطن وادی میں درمیان صفا اور مروہ کے تو جب پہونچے بطن

وادی میں درمیان ان دونوں میلوں کے کہے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ یہ مروی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور کہے مروہ پر مثل صفا کے اور صفا کی طرف جس دروازے سے چاہے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے تھے دروازہ بنی مخزوم سے روایت کی طبرانیؒ نے ابن عمرؓ سے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ اِلَى الصَّفَا مِنْ بَابِ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ وَاَسْنَدَ اَيْضًا عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ بَابِ الصَّفَا وَرَوَى ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ اِلَى الصَّفَا مِنْ بَابِ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ یعنی نکلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دروازہ بنی مخزوم سے اور کہا جابرؓ نے باب صفا سے اور ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں ہے کہ نکلے صفا کو دروازہ بنی مخزوم سے اور سات بار صفا سے مروے کو جانا حدیث سے ثابت ہے صحیحین میں ہے ابن عمرؓ سے کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مکے میں سو طواف کیا خانۂ کعبہ کا سات بار اور پڑھیں پیچھے مقام ابراہیمؑ کے دو رکعتیں اور طواف کیا درمیان صفا اور مروہ کے سات بار اور دوڑنا درمیان صفا اور مروہ کے ہمارے نزدیک واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے دلیل اُن کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ یعنی دوڑو اس واسطے کہ فرض کیا اللہ نے تم پر دوڑنا یعنی درمیان صفا اور مروہ کے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا یعنی نہیں گناہ ہے اُس پر کہ طواف کرے درمیان ان دونوں کے ذکر کیا اس کو صاحب ہدایہؒ نے اور ذکر کیا اس حدیث کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور پوری حدیث یوں ہے عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ حَبِيْبَةَ بِنْتِ اَبِيْ تُجْرَاةَ اِحْدٰى نِسَاءِ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ وَالنَّاسُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ وَرَاءَهُمْ وَهُوَ يَسْعٰى حَتّٰى اَرٰى رُكْبَتَيْهِ مِنْ شِدَّةِ مَا يَسْعٰى وَهُوَ يَقُوْلُ اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ اور روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور طریقے سے کہا صاحب تنقیحؒ نے اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ یعنی اسناد اس کی صحیح ہے اور صفا سے اس واسطے شروع کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ یعنی صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِبْدَؤُا بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ یعنی شروع کرو اُس سے جس سے شروع کیا اللہ تعالیٰ نے اور شروع کیا اللہ تعالیٰ نے صفا سے اپنے کلام میں روایت کیا اس حدیث کو اس لفظ سے نسائیؒ اور دارقطنیؒ نے اور اخراج کیا اُس کا مسلمؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہ اور مالکؒ وغیرہم نے ص اور ایک پھیرا صفا سے مروہ تک کا ہوتا ہے پھر مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا تو شروع کرے دوڑنے کو صفا سے اور ختم کرے اُس کو ساتویں بار میں مروہ پر اور روایت طحاویؒ میں ہے کہ سعی صفا سے مروہ تک اور پھر مروہ سے صفا تک ایک پھیرا ہے حاصل یہ ہے کہ صفا سے جانا اور پھر صفا پر آنا یہ ایک پھیرا ہے تو اس حساب سے چودہ[۱۴] پھیرے ہوں گے اور ختم صفا پر ہوگا اور صحیح اول مذہب ہے پھر مقیم رہے مکے میں اور احرام باندھے رہے اور طواف کرے خانۂ کعبہ کا نفل جتنا چاہے ف اس واسطے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور نماز نفل کا کوئی وقت و مقدار معین نہیں فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلٰوةٌ یعنی طواف خانۂ کعبہ کا مثل نماز کے ہے اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَحَلَّ فِيْهِ الْمَنْطِقَ فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقُ اِلَّا بِخَيْرٍ یعنی مگر حلال کیا اللہ تعالیٰ نے اُس میں کلام کو سو جو کوئی کلام کرے تو نہ کرے مگر بہتر اور یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے لیکن مرفوع سو روایت ہے سفیانؒ سے اُنھوں نے عطاء بن سائب سے اُنھوں نے طاؤس سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اس کو حاکم اور ابن حبان نے اور نکالا اس کو بیہقیؒ نے روایت موسیٰ بن اعین سے اُنھوں نے لیث بن ابی سُلیم سے اُنھوں نے عطاء سے اُنھوں نے طاؤس سے مرفوعاً ساتھ اُسی لفظ کے اور روایت کیا اُنھوں نے اُس کو اور طریقے سے اور روایت کیا اُس کو ثقات نے موقوفاً لیکن عطاء بن السائب ثقہ ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور حفظ اُس کا آخر میں متغیر ہو گیا تھا اور جس نے اُس سے قبل تغیر کے سُنا تو روایت اُس کی صحیح ہے اور سفیان نے اُن سے قبل تغیر کے سُنا ہے اور روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے طاؤس سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلٰوةٌ فَاَقِلُّوْا فِيْهِ الْكَلَامَ یعنی طواف خانۂ کعبہ کا نماز ہے سو کم کرو اُس میں کلام ص اور خطبہ پڑھے امام مکے میں ساتویں تاریخ اور سکھائے اُس میں طریقے حج کے مثلاً نکلنا طرف منیٰ کے اور نماز اور ٹھہرا ہونا عرفات میں اور افاضہ یعنی لوٹنا اُس جگہ سے ان سب کے طریقے بتلاوے اور دوسرا خطبہ نویں تاریخ عرفات میں اور تیسرا خطبہ گیارھویں تاریخ منیٰ میں

له اس حدیث کو مصنف نے بیان کیا ہے اور یہ مطول حدیث ہے حج کے باب میں اگر تمام طول پر وال اس حدیث کو لکھا جاتا اور طول حدیث کا بوجہ خوف طوالت کے اس مقام میں ذکر نہیں کیا ۱۲ منہ رحمہ

عطاء بن السائب

تو ہر خطبے میں ایک دن کا فاصلہ چاہیئے ف ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے اور اسی طرح پڑھا حضرت ابو بکرؓ نے آور امام زفرؒ کے نزدیک تین دن برابر خطبہ پڑھے آٹھویں تاریخ سے دسویں تک ص پھر نکلے صبح کے وقت دن ترویہ کے یعنی آٹھویں تاریخ ذیحجہ کے منیٰ کی طرف اور ترویہ کے معنیٰ سیراب کرنے کے ہیں اور عرب کے لوگ آج کے دن اُونٹوں کو سیراب کرتے ہیں آور ٹھہرے وہاں روز عرفے کی فجر تک پھر وہاں سے عرفات کو جاوے ف ایسا ہی کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث جابرؓ میں ہے (یعنی نویں تاریخ) کہ جب ہوا دن ترویے کا توجہ کی اُنھوں نے طرف منیٰ کے اور اہلال کیا ساتھ حج کے سو سوار ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور پڑھیں اُن کے ساتھ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور فجر پھر ٹھہرے تھوڑی دیر یہاں تک کہ طلوع ہوا آفتاب اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر کی دن ترویے کے منے میں پڑھے آور جب عرفات کو جاوے کہے اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ أَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِي مَغْفُورًا وَحَجِّي مَبْرُورًا وَارْحَمْنِي وَلَا تُخَيِّبْنِي وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِي إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور لبیک کہے اور تکبیر کرے اور تہلیل کرے آور مروی ہے یہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا اس کو ابو ذرؓ نے ص اور عرفات میں جہاں چاہے ٹھہرے مگر بطن عرنہ میں کہ ایک مقام ہے اُس جگہ نہ ٹھہرے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرنہ سب ٹھہرنے کی جگہ ہے اور نہ ٹھہرو بطن عرنہ میں آور مزدلفہ سب وقوف کی جگہ ہے اور نہ ٹھہرو بطن محسر میں روایت کیا اس کو طبرانیؒ اور حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط مسلمؒ کے آور روایت کیا اس کو ابن عدیؒ نے کامل میں ابن عمرؓ سے آور ابو ہریرہؓ سے مانند حدیث ابن عباسؓ کے آور روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور اسناد اس کی ضعیف ہے ص اور جب زوال ہو آفتاب کا خطبہ پڑھے امام دو خطبے مانند جمعے کے اور سکھائے اُس میں طریقے حج کے مثلاً کھڑا ہونا عرفے میں اور مزدلفہ میں اور رمی جمار اور نحر اور حلق اور طواف زیارت ف اور یہ مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخراج کیا اس کا ابو داؤدؒ اور امام احمدؒ وغیرہ نے ص اور پڑھے اُن کے ساتھ ظہر اور عصر کو وقت ظہر میں ساتھ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ف اور جمع کرنا اس مقام میں صحیح حدیثوں سے ثابت ہے ذکر کیا ہم نے اُن کو کتاب الصلوٰۃ میں ص اور شرط ہو اس کے واسطے یہ کہ امام ہو اور احرام سے ہو دونوں نمازوں میں تو نہیں جائز ہوگی عصر اُس کی ساتھ امام کے جس نے نہیں پڑھی ظہر ساتھ جماعت کے (یعنی جمع کرنا نماز ظہر اور عصر کا) آور جس نے احرام نہیں باندھا اُور جس شخص نے کہ ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی اور پھر احرام باندھا تو نہیں جائز ہے عصر اُس کو پڑھنا ساتھ امام کے مگر وقت عصر میں ف اور ظہر جائز ہے کیونکہ ظہر تو اپنے وقت میں ہے آور عصر نہیں جائز ہے وقت ظہر میں مگر ساتھ شرط جماعت کے ظہر اور عصر میں اور احرام کے دونوں نمازوں کے وقت میں ص پھر جاوے طرف موقف کے اور غسل کرنا اُس وقت سُنت ہے ف تو اگر فقط وضو کیا جائز ہے آور دلیل سُنت ہونے غسل عرفے کی کتاب الصلوٰۃ میں گزری ص اور کھڑا ہو امام اونٹ پر قریب جبل رحمت کے مُنہ قبلے کی طرف کرکے اور دعا مانگے خوب کوشش اور عجز و زاری سے اور سکھائے طریقے حج کے اور کھڑے ہوویں لوگ پیچھے امام کے نزدیک اور مُنہ سب کا قبلے کی طرف ہووے اور امام کے کلام کو سُنیں ف لیکن کھڑا ہونا امام کا سواری پر سو اس واسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تھے اُونٹ پر روایت کی یہ جابرؓ نے آور مُنہ کرنا قبلے کی طرف سو اس واسطے کہ ذکر کیا صاحبِ ہدایہ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خَيْرُ الْمَوَاقِفِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ یعنی بہتر موقف وہ ہیں کہ مُنہ ہووے ان میں طرف قبلے کے آور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی لیکن روایت کی حافظ ابو نعیم نے تاریخ اصبہان میں محمد بن صلت سے اُنھوں نے ابن شہاب سے اُنھوں نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خَيْرُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ یعنی بہتر مجلسیں وہ ہیں کہ مُنہ ہو اُن میں طرف قبلے کے اور روایت کیا حاکمؒ نے اوب میں ایک حدیث طویل کو اور اول اُس کا یہ ہے اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا وَاِنَّ شَرَفَ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ اور ضعیف کی گئی یہ ساتھ ہشام بن ابی زیاد کے آور مرفوع ہے ابن عمرؓ سے اَكْرَمُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ اور اسناد میں اس کی حمزہ نصیبی ہے منسوب ہے طرف وضع کے آور لیکن دعا کرنا سو اس واسطے کہ روایت کی بزارؒ نے ابن عباسؓ سے اُنھوں نے فضل سے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑے ہوئے عرفے میں دعا کرتے تھے دونوں ہاتھ پھیلا کے جیسے کوئی

کھانا طلب کرتا ہے آور اسناد میں اس کی حُسَین بن عبداللہ ہے ضعیف کیا اُس کو نسائی اور ابن معینؒ نے لیکن کہا ابن عدی نے کہ لکھی جاوے گی حدیث اُس کی کیونکہ نہیں دیکھی میں نے اُس کی کوئی حدیث منکر کہ تجاوز کرے حد کو علاوہ اس کے روایت کی بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ دیکھا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یَدْعُوْ بِعَرَفَةَ یَدَاهُ اِلیٰ صَدْرِهٖ کَاسْتِطْعَامِ الْمِسْکِیْنِ یعنی دعا مانگتے تھے عرفے میں اور دونوں ہاتھ اُن کے سینے تک تھے جیسے کھانا مانگنے والا مسکین اور کوشش کرے دعا میں اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ دعا مانگی آپ نے کوشش سے اس موقف میں اپنی اُمت کے واسطے سو قبول ہوئی دعا اُن کی روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے آخر حدیث تک آور لبیک اس مقام پر دمبدم کہے آور امام مالکؒ کے نزدیک اس مقام میں لبیک موقوف کرے آور دلیل ہماری یہ ہے جو مروی ہے صحاح ستہ میں فضل بن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لبیک کہا کرتے تھے یہاں تک کہ رمی کرتے جمرۂ عقبہ کی آور زیادہ کیا ابن ماجہؒ نے کہ جب رمی کر چکتے تھے جمرۂ عقبہ کی موقوف کرتے تھے لبیک کو اور جمرۂ عقبہ کا بیان آگے آوے گا ص اور جب غروب ہو جاوے آفتاب دن عرفے کے آوے مزدلفہ میں اور جہاں چاہے وقوف کرے مگر وادی مُحَسِّر میں ف نہ ٹھہرے اور دلیل اُس کی اوپر گزری ص اور اُترے نزدیک جبل قُزَح کے اور پڑھے مغرب اور عشاء کو ساتھ اذان اور اقامت کے وقت میں عشاء کے مغرب کو بھی پڑھے اور اس مقام میں جمع کرے ف اور ایسا ہی کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کی ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت علیؓ سے کہ وقوف کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک کہ ڈوب گیا آفتاب اور جب ڈوب چکا چلے وہاں سے یہاں تک کہ آئے مزدلفہ میں اور پڑھیں لوگوں کے ساتھ دونوں نمازیں مغرب اور عشاء کی اور جب صبح ہوئی آئے قُزَح پہاڑ پر اور وقوف کیا اس پر صحیح کیا اسکو ترمذیؒ نے آور بعد آفتاب کے ڈوبنے کے وہاں سے چلنا اس میں مخالفت مشرکین کی ہے جیسا روایت کیا اس کو حاکمؒ نے مستدرک میں مِسْوَر بن مخرمہؓ سے کہا اُنھوں نے خطبہ پڑھا ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں اور حمد کی اللہ تعالیٰ کی اور ثنا کی اُس پر پھر فرمایا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَهْلَ الشِّرْكِ وَالْاَوْثَانِ كَانُوْا يَدْفَعُوْنَ مِنْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رُءُوْسِ الْجِبَالِ كَاَنَّهَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ عَلٰى رُءُوْسِهَا وَاِنَّا نَدْفَعُ بَعْدَ اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ الحدیث یعنی مشرک اس مقام سے قبل غروب آفتاب کے جاتے ہیں اور ہم بعد آفتاب کے جاتے ہیں آور اگر خوف ہو ازدحام کا تو ٹھہر جانے میں کچھ حرج نہیں اور جب ہجوم موقوف ہو جاوے وہاں سے روانہ ہو روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے کہ حضرت عائشہؓ منگاتی تھیں پانی اور افطار کرتی تھیں پھر وہاں سے جاتی تھیں ص اور جس نے مغرب کی نماز راستے میں پڑھ لی یا عرفات میں پڑھ لی اعادہ کرے جب تک فجر نہ طلوع ہووے کیونکہ اُس نے اگر نماز پڑھی مغرب کی قبل وقت عشاء کے نہیں جائز[لہ] ہے نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے تو واجب ہے اعادہ اُس کا جب تک کہ فجر نہ طلوع ہووے آور بعد طلوع فجر کے اعادہ نہ کرے اس لئے کہ حکم عدم جواز کا واسطے پانے فضیلت جمع دونوں نمازوں کے ہے آور یہ طلوع فجر تک ممکن ہے پس جب فوت ہو گیا وقت جمع ساقط ہوئی قضا مغرب کی اس واسطے کہ قضا اگر واسطے ادراک فضیلت جمع کے ہو تو وہ ممکن نہیں کہ اُس کا مثل نہیں آور اگر واسطے قضا نفس نماز کے ہو تو اُس کو اپنے وقت پر ادا کیا ہے پھر کیونکر واجب ہو قضا اُس کی اور پڑھے صبح کی نماز تاریکی[عہ] میں ف اس واسطے کہ روایت کی ابن مسعودؓ نے کہ پڑھی اُس روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر کی قبل وقت معمول کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے صحیحین میں ص پھر وقوف کرے اور دعا مانگے ف اس واسطے کہ حدیث جابرؓ میں ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب معمول ہوئی اُن کو صبح ساتھ اذان اور اقامت کے پھر سوار ہوئے قصواء[سہ] پر یہاں تک کہ آئے مشعر حرام میں اور منھ کیا طرف قبلے کے اور دعا مانگی اور تکبیر اور تہلیل کہی اور توحید بیان کی اللہ تعالیٰ کی تو آپ وقوف کرتے رہے یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی سو وقوف کیا آفتاب کے طلوع ہونے تک ص اور یہ وقوف ہمارے نزدیک واجب ہے اور رکن حج کا نہیں ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک رکن ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے اور یہ وہم ہے کیونکہ امام شافعیؒ کی کتابوں میں اس وقوف کو سُنّت لکھا ہے آور دلیل ہماری ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں بیان کی ہے آور ایک دلیل یہ ہے جو روایت کی اصحاب سُنَنؒ نے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے تھے اپنے گھر کے ضعیفوں کے پاس تاریکی میں یعنی

حُسَین بن عبداللہ

[لہ] یعنی جواز موقوف ہوتا ہے پس اگر قبل طلوع فجر اعادہ کیا تو پہلی نماز جائز نہ ہوئی اور جو طلوع فجر تک اعادہ نہ کیا تو بعد طلوع فجر وہی نماز سابق جائز ہو جاتی ہے پس نہ ہوگا یہ شبہہ کہ عدم جواز منافی سقوط قضا کی ہے ۱۲ [عہ] یعنی اُن وقتوں میں بعد طلوع صبح صادق کے ۱۲ [سہ] قصواء بفتح قاف والف ممدودہ نام ناقۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وانچہ بعضے بضم قاف والف مقصورہ فہمیدہ اند غلط است ۱۲ منہ رح

رات باقی ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ نہ رمی کریں جمرہ کی یہاں تک کہ طلوع ہو آفتاب تو اگر رکن ہوتا نہ حکم کرتے آپ اُن کو ترک کا اور وجوب کی دلیل
یہ ہے کہ روایت کی ابوداؤدؒ و ترمذیؒ و نسائیؒ و ابن ماجہؒ نے عروۃ بن مضرس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاضر ہو ہماری اس نماز
میں اور وقوف کرے ہمارے ساتھ یہاں تک کہ کوچ کریں اور وقوف کر چکا تھا وہ عرفے میں رات یا دن کو سو تمام ہوا حج اُس کا کہا حاکمؒ نے صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ کَافَّۃِ
الْحَدِیْثِ یعنی صحیح ہے اوپر شرط اکثر محدثین کے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور جب خوب فجر روشن ہو جاوے آئے منیٰ میں اور رمی کرے جمرۂ عقبہ کی
بطن وادی سے سات بار انگلیوں سے اور تکبیر کہے ساتھ ہر کنکری کے ف یعنی سات کنکریاں چھوٹی چھوٹی لے کے پھینکے اور منیٰ ایک بستی ہے اطراف
مکہ میں اور چھوٹی کنکریاں اس واسطے پھینکے کہ ذلت ہو شیطان کی اور تاکہ لوگوں کو اذیت نہ ہو اور جس مقام سے چاہے کنکریاں اُٹھالے مگر نزدیک جمرہ
کی کیونکہ اُس کے نزدیک جو کنکریاں ہیں مردود ہیں اور یہ حدیث میں وارد ہے اور جمرہ کے معنی چھوٹا سنگریزہ اور عقبہ تنگ گھاٹی کو جو پہاڑوں میں
ہوتی ہے کہتے ہیں اور کہا حضرت سعید بن جبیرؓ نے کیا حال ہے سنگریزوں کا کہ پھینکتے ہیں لوگ اُس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے اور وہ
معلوم نہیں ہوتے اور اب تک تو چاہیئے تھا کہ ایک پہاڑ کنکریوں کا ہو جاتا سو کہا حضرت ابن عباسؓ نے کہ نہیں جانا تو نے جس کا حج قبول ہو جاتا ہے
تو اس کی کنکریاں اُٹھتی جاتی ہیں اور جس کا قبول نہیں ہوتا اسی جگہ پڑی رہتی ہیں کہا مجاہدؒ نے کہ جب سُنا میں نے یہ اُن سے تو میں نے اپنی کنکریوں
پر نشانی مقرر کر دی پھر آیا میں پاس جمرہ کے اور ڈھونڈھا میں نے اُن کو سو نہ پایا میں نے اور جائز ہے رمی جو قسم سے زمین کے ہووے مثلاً کنکر پتھر
مٹی وغیرہ نہ لعل اور یاقوت اور چاندی اور سونا اور پیسہ اور چھوٹی کنکریاں انگوٹھے اور کلمے کی اُنگلی سے پھینکنا چاہیئے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے عَلَیْکُمْ بِحَصَی الْخَذَفِ یعنی لازم ہے تم پر پھینکنا کنکریوں کا انگلیوں سے اور مروی ہے یہ صحاح میں روایت کیا اس کو مسلمؒ وغیرہ نے اور آسان
یہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے اور کلمے کی اُنگلی کے کنارے سے پکڑے اور اُس کو پھینکے اور اگر بڑی کنکریاں پھینکے درست ہے سوا اس کے بڑے بڑے پتھر
نہ پھینکنے لگے کہ لوگوں کو اذیت ہو اور اگر رمی کی عقبہ کے اوپر سے درست ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ بطن وادی سے کرے کیونکہ روایت کی ابوداؤدؒ نے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمی کرتے تھے جمرہ کی بطن وادی سے اور آپ سوار تھے تکبیر کہتے تھے ساتھ ہر کنکری کے آخر حدیث تک یہاں تک کہ
ازدحام ہوا تو فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ جھگڑا کریں بعض تم میں سے بعض سے اور جب پھینکو تم تو پھینکو مثل کنکری خذف کے یعنی چھوٹی
کنکریاں انگلیوں سے اور مروی ہے یہ بہت احادیث میں اور اگر بدلے تکبیر کے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا تو جائز ہے اور لبیک کہنا موقوف کرے جب پہلی کنکری
پھینکے ایسا ہی کرتے تھے سردار ہمارے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اگر کنکری کو ڈال دیوے کافی ہو جاوے گا لیکن مخالفت ہو گی سُنت
کی اور اس قدر پھینکے کہ کنکری پانچ گز تک جاوے ایسی ہی روایت کی حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے اور اگر کنکری کو پھینکا اور وہ گر پڑی قریب جمرہ کے
کافی ہے اور اگر وہاں سے دور جا پڑی نہیں جائز ہے ص اور موقوف کرے لبیک کو جب اول کنکری رمی کرے ف اور دلیل اس کی اوپر گزری
ص پھر ذبح کرے اگر چاہے پھر قصر کرے اور حلق افضل ہے ف اور قربانی کرنا اس حج میں لازم نہیں لیکن اگر چاہے تو کرے روایت کی جماعت نے
یعنی مستحب ہے واجب نہیں ۱۲
سوا ابن ماجہؒ کے حضرت انسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے منیٰ میں سو آئے جمرہ کے پاس اور رمی کی پھر اپنے مقام پر آئے منیٰ میں اور
قربانی کی پھر کہا واسطے حجام کے لے اشارہ کیا طرف داہنی طرف کے پھر بائیں طرف پھر شروع کیا آپ نے دینا بالوں کا لوگوں کو اور اسی طرح پر مُنڈانا
سُنت ہے ص اور اب حلال ہوئیں اُس کے واسطے سب چیزیں مگر عورتیں ف اور امام مالکؒ کے نزدیک خوشبو لگانا بھی درست نہیں اور ہمارے
نزدیک حلال ہے دلیل امام مالکؒ کی یہ ہے کہ روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں عبداللہ بن زبیرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے سُنت سے حج کی یہ بات ہے
کہ جب رمی کر چکے جمرہ کی حلال ہو گئیں اُس کو سب چیزیں سوا عورات اور خوشبو کے یہاں تک کہ زیارت کرے خانۂ کعبہ کی اور کہا حاکمؒ نے یہ صحیح
ہے اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے اور قول صحابیؓ کا سُنت سے ہے حکم رفع میں ہے اور عمرؓ سے ہے کہ کہا اُنھوں نے اِذَا رَمَیْتُمُ الْجَمْرَۃَ فَقَدْ حَلَّ لَکُمْ
مَاحَرُمَ اِلَّا النِّسَآءَ وَالطِّیْبَ یعنی جب رمی کر چکے تم جمرہ کی تو حلال ہوئیں واسطے تمہارے جو چیزیں حرام ہوئی تھیں سوا عورتوں اور خوشبو کے

اور اسناد اسکی منقطع ہے ذکر کیا اسکو شیخ تقی الدین نے امام میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے سفیانؒ سے اُنھوں نے سلمہ بن کہیلؒ سے اُنھوں نے حسنؒ سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جب رمی جمرہ کی کر چکے تم تو حلال ہوئیں تمھاری لئے سب چیزیں مگر عورتیں تو کہا ایک شخص نے کہ خوشبو بھی حلال ہے سو فرمایا اُنھوں نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ تر کرتے تھے سر کو اپنے مشک سے تو کیا مشک خوشبو ہے یا نہیں اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے حَدَّثَنَا رَبِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا رَمَى أَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب رمی کر چکا کوئی تم میں سے جمرۂ عقبہ کی تو حلال ہوئیں اُس کے واسطے سب چیزیں مگر عورتیں اور نہیں ذکر کیا خوشبو کو اور روایت کیا اُس کو ابو داودؒ نے اور اسناد میں اُس کی حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ ضعیف ہے اور روایت کیا اُس کو دارقطنیؒ نے اور اُس میں بھی حجاج ہے اور کہا اُنھوں نے کہ نہیں روایت کیا اسکو مگر حجاج بن ارطاۃ نے کہتا ہوں میں کہ ایک دلیل قوی ہے اس باب میں وہ یہ کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے خوشبو لگائی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت احرام کے جب احرام باندھا اور دن قربانی کے قبل طواف خانۂ کعبہ کے اور اُس میں مشک تھا ص پھر طواف کرے زیارت کا کسی دن میں ایام نحر کے سات بار بغیر رمل اور سعی کے اگر پیشتر رمل اور سعی کر چکا ہو ورنہ رمل اور سعی بھی کرے اور اول وقت اُس کا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے اور اُسی دن یہ طواف کرنا افضل ہے اور حلال ہیں اب اُس کے واسطے عورتیں بھی تو اگر تاخیر کی طواف کی ایام نحر سے مکروہ ہے اور واجب ہوتی ہے قربانی پھر آئے منیٰ میں اور جب دوسرا دن نحر کا ہو تو بعد زوال آفتاب کے رمی کرے تینوں جمروں کی شروع کرے اُس جمرہ سے جو نزدیک ہے مسجد خیف کے پھر جو اُس سے نزدیک ہے پھر جمرۃ العقبہ پر سات سات بار اور تکبیر کہے ساتھ ہر کنکری کے اور وقوف کرے بعد پہلی رمی کے اور دوسری رمی کے نہ بعد تیسری رمی کے اور نہ بعد رمی کے دن نحر کے اور دعا مانگے پھر دوسرے دن ایسا ہی کرے پھر بعد اُس کے ایسا ہی کرے اگر ٹھہرے اور یہ اچھا ہے اور اگر پہلے کیا رمی کو چوتھے دن زوال پر جائز ہے اور درست ہے اُس کو وہاں سے چلا جانا قبل فجر ہونے چوتھے دن کے نہ بعد طلوع فجر کے اور اگر ٹھہرا طلوع فجر تک تو واجب ہو گیا اُس پر رمی کرنا ف اس واسطے کہ روایت ہے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ جب حلق کیا اُنھوں نے رجوع کیا طرف مکے کے اور طواف کیا خانۂ کعبہ کا سات پھیرے پھر لوٹ آئے منیٰ میں اور نماز پڑھی ظہر کی منیٰ میں آخراج کیا اس کا مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہا نافع نے اور تھے ابن عمرؓ لوٹتے دن نحر کے پھر رجوع کرتے تھے طرف منیٰ کے اور پڑھتے تھے ظہر اُس جگہ اور ذکر کرتے تھے کہ ایسا ہی کیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حدیث جابرؓ میں ہے جو صحیح مسلمؒ میں موجود ہے خلاف اس کے کہ سوار ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آئے خانۂ کعبہ میں اور نماز پڑھی ظہر کی مکے میں اور نہیں شک ہے اس بات میں کہ کوئی ان میں سے وہم ہے اور ثابت ہے حضرت عائشہؓ سے مثل حدیث جابرؓ کے اور اسناد میں اُسکی اسحاق ہے اور وہ حجت ہے صحیح مذہب پر اور اسی واسطے کہا منذری نے مختصر میں یہ حدیث حسن ہے اور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے جب معارض ہوئیں حدیثیں اور ضرور ہے پڑھنا نماز ظہر کا کسی جگہ میں تو مسجد حرام میں بہتر ہے بوجہ کثرت ثواب کے اُس جگہ میں اور باقی سب اُمور حدیث جابرؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ص اور جائز ہے رمی کرنا سوار ہو کے اور رمی جمرۂ اولیٰ کی جو مسجد خیف کے پاس ہے اور جمرۃ الوسطیٰ کی جو اُس کے بعد ہے بغیر سواری کے کرنا افضل ہے اور جمرۂ عقبہ کی سوار ہو کے افضل ہے ف اور مروی ہے یہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ ابراہیمؒ جراح نے کہا کہ داخل ہوا میں ابو یوسفؒ کے پاس اُس بیماری میں کہ انتقال کیا اُنھوں نے اُس میں تو کھولیں آنکھیں اپنی اور کہا مجھے کہ رمی کرنا سوار ہو کے افضل ہے یا پیدل کرنا افضل ہے سو کہا میں نے پیدل کہا خطا کی تو نے سو کہا میں نے سوار ہو کے کہا خطا کی تو نے اور کہا کہ جو رمی کہ اُس کے بعد ٹھہرنا اور تسبیح اور تہلیل اور دعا لازم ہے وہ پیدل افضل ہے اور جو ایسی نہیں اُس میں سوار ہو کے افضل ہے اور بیان کی وجہ اسکی تو میں چلا اُن کے پاس سے یہاں تک کہ نہ پہونچا تھا گھر کے دروازے تک کہ خبر اُن کے انتقال کی سُنی سو تعجب کیا میں نے اُن کے حفظ و یاد سے کہ موت کے وقت بھی اس طرح مسائل کا حضور رہے ص اور اگر اسباب اپنا مکے میں بھیجدیا اور اقامت کی منیٰ میں واسطے رمی کے مکروہ ہے ف اس واسطے

حجاج بن ارطاۃ

ف اور وہ تین دن ہیں دسویں گیارھویں بارھویں ذی الحجہ کی ۱۲ عبدہ ص یعنی ٹھہرا ۱۲

استحقاق

ص یعنی منی سے ۱۲

کر روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمرؓ سے مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَہٗ قَبْلَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَہٗ یعنی جو شخص بھیجدے اسباب اپنے کو قبل کوچ کے سو نہیں ہے حج اُسکا اور عمارہؓ سے ہے کہ کہا اُنھوں نے فرمایا حضرت عمرؓ نے مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَہٗ مِنْ مِنًی لَیْلَۃَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَہٗ اور منٰی میں جب رہے تو چاہیئے کہ رات کو بھی اُسی جگہ رہے اور مکروہ ہے کہ رمی کی رات کو اور جگہ پر رہے اس واسطے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے عَنْ عُمَرَؓ اِنَّہٗ کَانَ یَنْھٰی اَنْ یَّبِیْتَ اَحَدٌ مِّنْ وَّرَاءِ الْعَقَبَۃِ وَکَانَ یَاْمُرُھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْا مِنًی وَاَخْرَجَ اَیْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ نَحْوَہٗ وَاَخْرَجَ اَیْضًا عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اِنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یَّنَامَ اَحَدٌ اَیَّامَ مِنًی بِمَکَّۃَ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ مکروہ ہے ایام منٰی میں سوا منٰی کے اور جگہ رات کو رہنا اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب[1] ہے ص اور جب کوچ کرے مکے کو اُترے[2] محصب[3] میں ف اس واسطے کہ اُترے تھے اُس میں سردار ہمارے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مروی ہے یہ صحاح ستہ میں ص پھر طواف کرے طواف صدر کا سات پھیرے بغیر رمل اور سعی کے اور یہ طواف واجب ہے مگر اہل مکہ پر ف اس واسطے کہ روایت کی ترمذیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج کرے خانہ کعبہ کا تو آخر کام اُس کا ساتھ خانہ کعبہ کے یہ طواف ہووے مگر حائضہ عورتیں اور رخصت دی اُنکو اُس کے ترک میں کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور صحیحین میں ہے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا اس کا اور اس سے وجوب اس کا ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ مکے کے رہنے والے ہیں اُن پر یہ طواف واجب نہیں اس واسطے کہ یہ طواف وداع یعنی رخصت کا ہے اور مکے کے لوگ کعبے سے رخصت نہیں ہوتے ہیں ص پھر پیوے پانی زمزم کا ف روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر پانی دنیا میں پانی زمزم کا ہے کہ اس میں کھانا ہے سیر کرنے والا اور شفا ہے بیماری یعنی جو پانی زمزم کا بھوکا شخص سیر ہونے کی نیت سے پی لیوے خدا اُس کو اپنی قدرت سے سیر کرتا ہے روایت کیا اس حدیث کو طبرانیؒ نے معجم کبیر میں اور راوی اس کے ثقہ ہیں اور روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے بھی آخر حدیث تک اور روایت کی بزارؒ نے ساتھ اسناد صحیح کے ابو ذرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی زمزم کا کھانا ہے سیر کرنے والا اور شفا ہے بیماری کی اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہم نام رکھتے تھے زمزم کا شباعہ یعنی سیر کرنے والا اور ہم پاتے تھے اُس کو اچھی مدد عیال اور اطفال پر یعنی وہ اگر بھوکے ہوتے تھے تو اُس کے پانی سے سیر ہوجاتے تھے روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے کبیر میں اور اسناد اس کی صحیح ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ کہا مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ اِنْ شَرِبْتَہٗ لِتَشْفٰی شَفَاکَ اللّٰہُ وَاِنْ شَرِبْتَہٗ لِتَشْبَعَ اَشْبَعَکَ اللّٰہُ وَاِنْ شَرِبْتَہٗ لِقَطْعِ ظَمَئِکَ قَطَعَہُ اللّٰہُ وَھِیَ ھَزْمَۃُ جِبْرَئِیْلَ وَسُقْیَا اللّٰہِ اِسْمٰعِیْلَ یعنی پانی زمزم کا جس واسطے پیا جاتا ہے اُسی کے واسطے ہوتا ہے اگر پیے تو اُس کو شفا کے لئے شفا دیگا تجھ کو اللہ تعالےٰ اور اگر سیر ہونے کے واسطے پیے تو سیر کرے گا تجھ کو اللہ اور اگر پیاس موقوف ہونے کے لئے پیے تو موقوف کردے گا پیاس کو تیری اللہ تعالیٰ اور وہ پانوں مارنا حضرت جبرئیلؑ کا ہے اور پانی پلانا اللہ کا حضرت اسمٰعیلؑ کو روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور سکوت کیا اُس سے باوجودیکہ شیخ اُن کا اُس میں عمر بن حسین اشنانی ہے طعن کیا اُن پر ذہبی نے بسبب سکوت کرنے اُن کے اُس حدیث پر باوجود اس بات کے کہ ضعیف کیا اُس کو دارقطنیؒ نے اور مروی ہے اُن سے کہ کاذب کہا اُنھوں نے اُس کو اور اس کے واسطے اور طعن ہیں اور کہا کہ یہ حدیث اس اسناد سے باطل ہے نہیں روایت کیا اُس کو ابن عیینہؒ نے بلکہ معروف حدیث جابرؓ کی ہے روایت عبد اللہ سے اور روایت کیا اُس کو حاکم نے مستدرک میں اور زیادہ کیا وَاِنْ شَرِبْتَہٗ مُسْتَعِیْذًا اَعَاذَکَ اللّٰہُ یعنی اگر پیے گا تو اُس کو دراں حالیکہ پناہ مانگنے والا ہے پناہ دیگا اللہ تعالیٰ تجھ کو اور تھے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جب پیتے پانی زمزم کا فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ اور اس حدیث کی صحت میں کلام ہے بیان کیا اُس کو ابن الہمامؒ نے اور طول کیا اس حدیث کی جرح اور تعدیل میں اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے بہت طریقوں سے اور پیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی اُس کا اور آپ نے اُس میں سے ایک ڈول نکال کے کچھ پانی پی لیا اور باقی کو اُس میں ڈال دیا روایت کیا اس کو ازرقی نے تاریخ مکہ میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے اُس میں تھوک دیا تھا اس سبب سے اُس کو یہ عزت اور شرف

[1] یعنی [illegible] ۱۲ [2] [illegible] ۱۲ ع [3] [illegible]

حاصل ہوا روایت کیا اس کو احمدؒ اور طبرانی نے ابن عباسؓ سے ص پھر بوسہ دیوے چوکھٹ کو اور رکھے سینہ اپنا اور مُنھ اپنا ملتزم پر اور ملتزم درمیان حجر اسود اور دروازے کے ہے آور پردہ کعبے کا ہاتھ میں پکڑ کر روتا ہوا دعا مانگے نہایت عجز وزاری سے اور وہاں سے حسرت کرتا ہوا روتا ہوا کعبے کی مفارقت اور جُدائی میں اُلٹے پاؤں لوٹے یعنی پشت اُس طرف کر کے نہ لوٹے ف روایت کی ابوداؤدؒ نے عمرو بن شعیبؒ سے کہا کہ طواف کیا میں نے ساتھ عبداللہ کے تو جب آئے ہم پیچھے کعبے کے کہا میں نے کیا نہیں پناہ مانگتے ہو کہا کہ پناہ مانگتا ہوں میں دوزخ سے پھر گئے اور بوسہ دیا حجر اسود کو اور کھڑے ہوئے درمیان رکن اور باب کے سو رکھا سینہ اپنا اور مُنھ اور دونوں ہاتھ اور دونوں کف کو اور کشادہ کیا اُن کو پھر کہا کہ ایسا ہی دیکھا تھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آور روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے آور کہا منذری نے کہ شعیب نے اور محمد نے طواف کیا ساتھ عبداللہ کے اور وہ ضعیف ہے ساتھ مثنیٰ بن الصباح کے آور عبداللہ سے مراد اس جگہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں تصریح کی اُن کے نام کی عبدالرزاقؒ نے اپنی روایت میں ساتھ سند صحیح کے آور ملتزم کو اس واسطے مقرر کیا کہ درمیان رکن اور دروازے کے ملتزم ہے روایت کی بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَا بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْبَابِ مُلْتَزَمٌ یعنی درمیان رکن اور باب کے ملتزم ہے آور روایت کیا اسکو ابن عدی نے کامل میں ابن عباسؓ سے مرفوعًا اور وقف کیا اس کا عبدالرزاقؒ نے کہا اُنھوں نے حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ عَبْدِالْکَرِیْمِ الْجَزَرِیِّ عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا بَیْنَ الخ اور ایسا ہی ہے مؤطا میں آور ملتزم اُن مکانوں میں سے ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے مروی ہے یہ ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم اللہ کی نہیں دعا کی میں نے اُس جگہ کبھی مگر قبول کیا اُس کو اللہ نے آور حسن بصریؒ کے رسالے میں ہے کہ دعا وہاں پندرہ جگہ پر قبول ہوتی ہے وقت طواف کے اور نزدیک ملتزم کے آور خانۂ کعبہ کے اندر اور نزدیک زمزم کے اور پیچھے مقام ابراہیم کے اور صفا اور مروہ پر اور سعی کے وقت اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منیٰ میں آور وقت جمرات کے آور ذکر کیا بعضوں نے کہ وقت دیکھنے خانۂ کعبہ کے اور حطیم میں اور مستحب ہے کہ جاوے اندر خانۂ کعبہ کے آور بیان ہو چکا ان سب چیزوں کا ص اور ساقط ہو گا طواف قدوم اُس شخص سے جس نے وقوف کیا عرفے میں قبل جانے مکے کے اور اُس کے ترک کرنے سے کچھ اُس پر واجب نہیں اس واسطے کہ یہ طواف سُنّت ہے اور سُنّت کے ترک سے کچھ واجب نہیں ہوتا آور جس نے وقوف کیا عرفات میں ایک ساعت بھی بعد زوال آفتاب کے نویں تاریخ سے دسویں تاریخ کی طلوع فجر تک تو پایا اُس نے حج کو ف تو اول وقت وقوف کا عرفات میں بعد زوال آفتاب نویں تاریخ کے ہے اور یہ گزرا حدیث جابرؓ میں آور آخر وقت طلوع فجر دسویں تاریخ تک ہے آور روایت کی دارقطنیؒ نے کہ جو شخص وقوف کرے عرفات میں رات کو تو اُس نے پایا حج کو اور جس کو فوت ہوا وقوف عرفات کا تو فوت ہوا اُس کا حج تو حلال ہو جاوے وہ عمرے سے اور لازم ہے اُس پر حج اگلے سال آور اسناد میں اُس کی زحمۃ بن مصعب ہے کہا دارقطنیؒ نے اور نہیں لایا اُس کو کوئی سوا اس کے آور روایت کی کچھ اُس میں سے اصحاب سُنن اربعہؒ نے ص اور جو شخص عرفات سے گزر گیا اور وہ سوتا تھا یا بیہوش تھا اور اہلال کیا اُس سے اُس کے رفیق نے یا معلوم نہ تھا اُس کو کہ یہ عرفہ ہے صحیح ہوا حج اُس کا آور جس نے نہیں وقوف کیا عرفات کا فوت ہوا حج اُس کا سو طواف کرے اور سعی کرے اور حلال ہو جاوے اور قضا کرے حج کی اگلے سال یہ اُس شخص کے لئے ہے کہ احرام باندھ چکا ہو حج کا آور عورت بھی سب کاموں میں مثل مرد کے ہے لیکن وہ نہ کھولے سر اپنا ف اور دلیل اس کی بیان کر چکے ص بلکہ کھولے مُنھ اپنا اور اگر مُنھ پر کوئی کپڑا ڈال لیوے اور مُنھ سے جُدا رہے تو درست ہے آور لبیک بھی جہر سے نہ کرے اور نہ سعی کرے درمیان دو میلوں کے آور نہ حلق کرے بلکہ قصر کرے آور پہنے سیے ہوئے کپڑے کو آور نہ قریب ہو حجر اسود کے ازدحام میں ف اور مُنھ پر کپڑا ڈال لینا اور مُنھ سے جُدا رکھنا عورت کے لئے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے ص اور اگر عورت حائضہ ہو تو سب کام حج کے کرے سوا طواف کے ف اس واسطے کہ طواف میں مسجد میں جانا پڑتا ہے اور حائضہ کو مسجد میں جانا درست نہیں جیسا کہ کتاب الطہارۃ میں گزرا ص اور اگر کسی عورت کو بعد وقوف عرفات کے اور طواف الزیارۃ کے حیض ہوا تو ساقط ہو جاوے گا اُس سے طواف رخصت کا یعنی طواف صدر آور احرام جیسے لبیک کہنے سے ہوتا ہے اسی طرح بدنہ بھیجنے سے بھی احرام ہو جاتا ہے تو جس شخص نے تقلید کی بدنہ کی ف یعنی اُس کے گلے میں علامت کے لئے نعل یا کڑا النعل کا یا توشۂ دان

مثنیٰ بن الصباح

زحمۃ بن مصعب

یا دستہ اُس کا یا ڈاڑھی کسی درخت کی باندھ دیوے تا کہ معلوم ہو کہ یہ بدنہ ہدی ہے یعنی کعبے میں جاتی ہے اور اس کو تقلید بدنہ کہتے ہیں ص نفل کے طور پر یا نذر کی تھی یا بدلہ تھا شکار کا احرام میں یا مانند اس کے مثل قربانیوں کے بسبب جنابت کے جو اگلے سال میں اُس سے واقع ہوئی تھی ف یعنی یہ قربانی یا بدلہ ہے شکار کا کہ اُس نے احرام میں کیا تھا کیونکہ احرام میں شکار کرنا حرام ہے اور اگر کرے تو برابر اُس کے دوسرا جانور قربانی کرے آور جنایات کا بیان آگے آوے گا ص اور وہ ارادہ کرتا ہے حج کا یا قربانی بھیجا اس واسطے کہ وہ تمتع کا ارادہ رکھتا ہے اور متوجہ ہوا ساتھ اُس قربانی کے مکہ شریف کا سو وہ مُحرِم یعنی احرام سے ہو گیا جیسا لبیک کہنے سے مُحرِم ہو جاتا ہے ف اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَمَنْ قَلَّدَ بَدَنَۃً فَقَدْ اَحْرَمَ یعنی جس نے تقلید کی بدنہ کی سو وہ محرم ہو گیا آور یہ حدیث ہدایہ میں ہے اور مرفوع نہیں پائی گئی ہاں روایت کیا اُس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے اُن کا قول اور نکالا سعید بن جبیرؓ سے کہ دیکھا اُنھوں نے ایک شخص کو کہ تقلید کی تھی اُس نے بدنہ کی سو کہا اُنھوں نے کہ اُس شخص نے احرام باندھا اور وارد ہوا مثل اُس کے حدیث مرفوع میں نکالا اُس کو عبدالرزاقؒ نے آور روایت کی بزار نے مسند میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مضمون کو اور طبرانیؒ نے قیس بن سعدؓ سے اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ص اور اگر اشعار کیا یعنی ایک طرف سے اونٹ کی کوہان میں بائیں طرف چیر دیا تا معلوم ہو کہ یہ ہدی ہے یا اُس کی پیٹھ پر جھول کو ڈالا یا تقلید کی بکری کی مُحرِم نہ ہوگا ف اور اشعار کرنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اچھا ہے آور اشعار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے اور کچھ مضائقہ نہیں اُس میں آور جھول ڈالنے سے اِس واسطے مُحرِم نہیں ہوتا کہ وہ واسطے حفاظت کرنے مکھیوں وغیرہ سے ہوتی ہے تو حج کے افعال میں سے اُس کا شمار نہیں ص اور اگر بدنہ بھیجا تو مُحرِم نہ ہوگا جب تک کہ خود اُس سے مل نہ جاوے اور اگر ساتھ نہ ہوا بدنہ کے بلکہ فقط اُس کو بھیجدیا مُحرِم نہ ہوگا اور جب مل جاویگا محرم ہو جاویگا ف کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کرتی تھی میں واسطے بدنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلادہ اور بھیج دیتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو اور حلال ہوتے تھے آور یہ مروی ہے بہت حدیثوں صحیح میں روایت کیا اس کو بخاریؒ نے ص اور بدنہ اونٹ اور بیل اور گائے سے ہوتا ہے ف اور امام شافعیؒ نزدیک بدنہ فقط اونٹ سے ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک اونٹ اور بیل ہدی بھیجنا دونوں درست ہیں اور شافعیؒ کے نزدیک سوائے اونٹ کے درست نہیں آور دلیلیں اُن کی فتح القدیر میں مذکور ہیں

ص باب قِران اور تمتع کے بیان میں

قِران افضل ہے حج مُفرد اور تمتع سے ف جاننا چاہیے کہ حج مفرد کا بیان تو گزر چکا اور حج مفرد اُس کو کہتے ہیں کہ تنہا کرنا حج کا اس طرح پر کہ اُس سال میں عمرہ نہ کرے یا بعد ایام حج یا قبل شوال کے کرے آور تمتع اُس کو کہتے ہیں کہ احرام باندھکر عمرے کے افعال کرنا حج کے مہینوں میں اور قبل وطن جانے کے بعد فارغ ہونے کے عمرے سے احرام کھول کے یا بغیر احرام کھولے حج بھی ادا کرنا لیکن اگر قربانی ساتھ لیے ہو تو اُس کو حج سے پہلے حلال ہونا جائز نہیں اور تمتع نام اس کا اس واسطے ہے کہ متمتع فائدہ اُٹھا سکتا ہے اُن چیزوں میں جو احرام میں ممنوع ہیں درمیان احرام عمرہ اور حج کے بخلاف قِران کرنے والے کے کیونکہ وہ اگر بعد عمرے کے کوئی جنایت کرے گا قربانی لازم آوے گی ص اور قران اُس کو کہتے ہیں کہ لبیک کہنا ساتھ حج اور عمرے کے ایک ہی بار میں میقات سے ف اور قران افضل ہے تمتع سے اور افراد سے ہمارے نزدیک اور تمتع افضل ہے افراد سے کیونکہ روایت کی طبرانیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یَا اٰلَ مُحَمَّدٍ اَہِلُّوْا بِحَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ یعنی اہلال کرو یعنی بلند کرو آوازیں اپنی ساتھ لبیک کے واسطے حج اور عمرے کے ایک ساتھ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حج مفرد اور قران اور تمتع سب منقول ہیں احادیث صحیحہ میں ذکر کیا اُن کو شیخ ابن الہمامؒ نے ص اور کہے قِران میں بعد نماز کے یعنی بعد اُس دوگانے کے جو وقت ارادہ احرام کے پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ یعنی اے اللہ ارادہ کرتا ہوں حج اور عمرے کا سو آسان کر تو اُن دونوں کو میرے واسطے اور قبول کر اُن کو مجھ سے آور طواف کرے واسطے عمرے کے

سات پھیرے رمل کرے اول کے تین پھیروں میں اور سعی کرے اور سر نہ منڈاوے پھر حج کرے جیسا کہ گزرا سو اگر اُس نے دو طواف کیے اور دو بار سعی
کی مکروہ ہے یعنی چودہ پھیرے طواف کے کیے سات واسطے عمرے کے اور سات طواف قدوم کے حج کے لئے ف اس واسطے کہ طواف قدوم سُنت حج
میں ہے عمرے میں نہیں ص پھر سعی کرے دونوں کے واسطے اور یہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے اس لئے کہ اُس نے تاخیر کی سعی عمرہ میں اور تقدیم کی
طواف قدوم میں ف اور عمرہ کر کے پھر افعال حج کے شروع کرے اور دوبارہ حج کے واسطے بدستور سعی اور طواف کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک
ایک ہی طواف کرے اور ایک ہی بار سعی کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داخل ہوا عمرہ حج میں دن قیامت تک اور صحیحین میں ابن عمرؓ
سے مروی ہے کہ اُنھوں نے قران کیا اور ایک طواف کیا دونوں کے واسطے پھر کہا کہ ایسا ہی کیا تھا اُس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ہماری
دلیل یہ ہے کہ روایت کی نسائیؒ نے ابراہیم بن محمد ابن حنفیہ سے کہا اُنھوں نے طواف کیا میں نے ساتھ اپنے باپ کے اور جمع کیا تھا اُنھوں نے حج اور
عمرے کو سو طواف کیے اُن دونوں کے واسطے دو طواف اور دو بار سعی کی اور کہا کہ کیا حضرت علیؓ نے ایسا ہی اور حدیث بیان کی اُن سے کہ کیا تھا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی اور کیا تھا بعض لوگوں نے ایسا ہی سو کہا اُن کے واسطے حضرت عمرؓ نے هُدِيتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ یعنی ہدایت
کیا گیا تو واسطے سُنت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسا ہی ہے ہدایہ میں اور یہ حدیث نہیں ملی اور نسائیؒ کی روایت میں حماد بن عبدالرحمن ہے اگرچہ حماد بن عبدالرحمن
ضعیف کیا اُس کو ازدی نے لیکن درج کیا اُس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں تو حدیث اُس کی درجہ حسن سے کم نہیں اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار
میں ثنا ابو حنیفة ثنا منصور بن المعتمر عن ابراهيم النخعي عن ابي نصر السلمي عن عليٍّ قال اذا اهللت بالحج والعمرة فطف لهما طوافين واسع لهما
سعيين الصفا والمروة قال منصورٌ فلقيت مجاهدا وهو يفتي بطواف واحد لمن قرن فحدثته بهذا الحديث فقال لو كنت سمعته لم افت الا
بطوافين واما بعده فلم افت الا بهما یعنی کہا حضرت علیؓ نے جب اہلال کرے تو ساتھ حج اور عمرے دونوں کے تو دو بار طواف کر اور دو بار سعی کر
صفا اور مروہ پر کہا منصورؒ نے ملاقات کی میں نے مجاہدؒ سے اور وہ فتویٰ دیتے تھے ساتھ ایک طواف کے جو قران کرے تو یہ حدیث بیان کی میں نے
اُن سے سو کہا اُنھوں نے اگر میں سُنتا یہ حدیث نہ فتویٰ دیتا مگر ساتھ دو طوافوں کے اور لیکن اب بعد اس کے سو نہ فتویٰ دوں گا میں مگر ساتھ دو طوافوں
کے اور نہیں شبہہ ہے اس سند کی صحت میں باوجود اس بات کے کہ مروی ہے یہ حضرت علیؓ سے بہت طریقوں سے اور ہم نے اُن کو ترک کیا اور اختصار کیا
اس صحیح طریقے پر اور روایت کیا اس کو امام شافعیؒ نے اور اس کی اسناد میں ایک راوی مجہول ہے اور تاویل کی اس کی امام شافعیؒ نے اس طرح پر کہ
طواف کرے خانۂ کعبہ کا اور ساتھ صفا اور مروہ کے اور طواف کرے خانۂ کعبہ کا طواف زیارت اور یہ صریح مخالف ہے کلام حضرت علیؓ کے اور وہ جو کہا
ابن المنذر نے کہ اگر یہ قول ثابت ہو حضرت علیؓ سے تو قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تمسک کرنا ساتھ اُس کے اَولیٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ فرمایا
آپ نے جو شخص احرام باندھے ساتھ حج اور عمرے کے کافی ہے اُن دونوں سے ایک طواف اور ایک سعی جواب اس کا یہ ہے کہ مانند قول حضرت علیؓ کے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے تو معارض ہوئے دونوں قول تو یہ روایت باقی رہی سالم معارضے سے پس تمسک ساتھ اس کے اَولیٰ ہے اور
ثابت ہوئی یہ حدیث عمران بن حصینؓ سے نکالا اس کو دارقطنیؒ نے محمد بن علی ازدیؒ سے اُنھوں نے عبداللہ بن داؤدؒ سے اُنھوں نے شعبہؒ سے اُنھوں نے
حمید بن مطرفؒ سے اُنھوں نے عمران بن حصینؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف کیے دو طواف اور سعی کی دو بار اور محمد بن یحییٰ کہا دارقطنیؒ نے ثقہ محمد بن یحیی
ہے اور ذکر کیا اُس کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں سوا اس کے کہ دارقطنیؒ نے اس روایت میں اُس کی طرف وہم کی نسبت کی ہے اور کہا کہ صواب یہ
ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قران کیا ساتھ حج اور عمرے کے اور نہیں ذکر ہے اُس میں سعی اور طواف کا اور حاصل یہ ہے کہ ذکر سعی اور
طواف کا زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے علاوہ اس کے مروی ہے یہ ابن مسعودؓ سے اور حضرت علیؓ سے کہا ابن ابی شیبہؒ نے ثنا هشيم عن
منصور بن زاذان عن الحكم عن زياد بن مالك ان عليا وابن مسعودٍ قالا في القران يطوف طوافين ويسعى سعيين فهؤلاء اكابر الصحابة
عمر وعلي وابن مسعودٍ وعمران بن حصين رضي الله عنهم فان عارض ما ذهبوا اليه رواية غيرهم ومن هنا رواية ومن هنا كان قولهم

وَرِوَايَتُهُمْ مُقَلِّدَةٌ مَعَ مَا يُسَاعِدُ قَوْلَهُمْ وَرِوَايَتُهُمْ فِيمَا اسْتَقَرَّ فِي الشَّرْعِ مِنْ ضَمِّ عِبَادَةٍ إِلَى أُخْرَى أَنَّهُ يَفْعَلُ أَرْكَانَ كُلٍّ مِنْهُمَا هٰذَا مَا قَالَ الشَّيْخُ ابْنُ الْهُمَامِ فِي حَاشِيَةِ الْهِدَايَةِ ص اور قربانی کرے قران میں بعد رمی کے دن نحر کے اور اگر عاجز ہو قربانی سے تین روزے رکھے کہ اخیر روزہ اُن کا عرفے کے دن ہو یعنی ساتویں تاریخ سے روزہ رکھنا شروع کرے اور سات روزے بعد حج کے رکھے جب چاہے یعنی بعد ایام تشریق کے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے ف اور قربانی یا بکری ہو یا گائے ہو یا اونٹ ہو یا ساتواں حصّہ گائے یا اونٹ کا ہووے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ یعنی جو شخص تمتع کرے تو اُس پر لازم ہے ہدی اور تمتع بھی مثل قران کے ہے اور روزے رکھنا بھی قرآن مجید سے ثابت ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یعنی جو شخص نہ پاوے قربانی کو تو اُس پر لازم ہیں تین روزے حج میں اور سات جب وہاں سے لوٹے یہ دس روزے ہوئے پورے ص تو اگر فوت ہوئے یہ تین روزے مقرر ہوئی قربانی ف یعنی پھر قربانی کرنا ضرور ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد حج کے یہ روزے رکھ لے اور قربانی واجب نہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک اُن ہی دنوں میں روزے رکھ لے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ جب عرفے کے دن تک روزے نہ رکھے تو چار دن کا روزہ رکھنا تو حرام ہوا اور جب چار دن گزر گئے تو اب جو روزے رکھے گا تو حج میں نہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ یعنی روزے تین دن کے حج میں چاہییں ص اور قارن اگر مکے میں نہ گیا بلکہ پہلے ہی سے وقوف کیا عرفات میں باطل ہوا عمرہ اُس کا اور واجب ہوئی اُس پر قربانی عمرے کے ترک سے اور ساقط ہوئی قربانی قران کی اور واجب ہوئی قضا عمرے کی ف یعنی عمرے کو ترک کیا اُس نے کیونکہ طواف نہ کیا اور کھول ڈالا احرام بغیر اُس کے تو واجب ہوگی اُس پر قربانی اور قربانی قران کی واجب نہ ہوگی کیونکہ قران اُس جگہ پایا نہیں گیا ص اور تمتع بہتر ہے حج مفرد سے ف اس واسطے کہ تمتع میں جمع ہے درمیان دو عبادتوں کے مثل قران کے ص اور تمتع یہ ہے کہ احرام باندھے عمرے کے لئے میقات سے حج کے مہینوں میں اور طواف کرے اور سعی کرے اور حلق کرے یا قصر کرے اور موقوف کرے لبیک کو اول طواف میں عمرے کے پھر احرام باندھے حج کا دن ترویے کے اور قبل اس کے افضل ہے اور حج کرے مفرد کے مانند جیسا کہ گزر اف اور ایسا ہی کیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور حلق اور قصر کرنا امام مالکؒ کے نزدیک نہیں ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی معاویہؓ نے کہ قصر کیا تھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور یہ عمرے میں تھا واللہ اعلم اور لبیک کو اوّل طواف میں موقوف کرے اس واسطے کہ روایت کی ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باز رہتے لبیک سے عمرے میں جب بوسہ دیتے تھے حجر اسود کو اور کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک کے عمرہ کرنے والا بوسہ لینے حجر اسود تک اور یہ حدیثیں حجت ہیں امام مالکؒ پر کہ نزدیک اُن کے لبیک کو وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے موقوف کرے ص مگر فرق یہ ہے کہ رمل کرے طواف زیارت میں اور سعی کرے بعد اُس کے اس واسطے کہ یہ اُس کے لئے اول طواف ہے حج کا بخلاف مفرد کے کہ اُس نے سعی کی ہے ایک بار اور اگر متمتع نے قبل جانے منیٰ کے بعد احرام حج کے طواف کیا اور سعی کی تو اب طواف زیارت میں رمل نہ کرے اور نہ سعی کرے بعد اُس کے اس واسطے کہ وہ ایک بار دونوں کو کر چکا تو اُس پر لازم ہے ذبح کرنا اور نہ کافی ہووے گی اُس سے قربانی دن نحر کے اور اگر عاجز ہو اس سے روزہ رکھے مانند قران کے اور یہ تین روزے رکھنا جائز ہیں بعد احرام کے نہ قبل احرام کے اور تاخیر اُنکی مستحب ہے یعنی تین روزے جو رکھے جاتے ہیں حج میں جس کو قربانی میسر نہ ہووے تو اُس کو بعد احرام کے حج کے مہینوں میں رکھنا اُن کا درست ہے اور افضل یہ ہے کہ تاخیر کرے اس طرح پر کہ تین روزے پے در پے رکھے اور اخیر روزہ عرفے کے دن پڑے اور اگر متمتع قربانی ہانکنا چاہے تو یہ افضل ہے کہ احرام باندھے اور اپنی ہدی کو چلاوے اور سوق یعنی پیچھے سے ہدی کو ہانکنا افضل ہے اُس کو آگے چل کے کھینچنے سے اور اس کو قود کہتے ہیں ف اس واسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا ذوالحلیفہ میں اور ہدایا آپ کے ہانکے جاتے تھے آگے اُن کے مگر جب سوق سے ہدی نہ چلے تو قود کرے ص اور تقلید کرے بدنہ کی اور یہ اَولیٰ ہے تجلیل سے

ف تقلید کے معنی بیان کر چکے یعنی اونٹ یا گائے کے گلے میں جوتا یا توشہ دان وغیرہ ڈال دیوے اور تجلیل جھول ڈالنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے لیکن تقلید افضل ہے تجلیل سے اس واسطے کہ حدیث میں تقلید وارد ہے جیسا گزرا اور قرآن شریف میں ہے وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ ص یہ مراد نہیں کہ تجلیل سے مُحرم ہوتا ہے بلکہ معلوم ہوا کہ تجلیل سے محرم نہیں ہوتا جب تک لبیک نہ کہے یا کوئی فعل قائم مقام اُن دونوں کے نہ ہوا اور وہ تقلید ہے اور مکروہ ہے اشعار یعنی چیر دینا کوہان اونٹ کا بائیں طرف سے اور اگر کرے تو بائیں طرف سے اچھا ہے اس واسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیزہ مارا اُس کی بائیں طرف میں قصداً اور داہنی طرف میں اتفاقاً اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ رکھا اُس کو کیونکہ مشابہ ہے مُثلہ کے ف اور مُثلہ کے معنی تغیر خلق اللہ[1] ہے اور منع کیا اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث عمرانؓ میں ہے کہ نہیں کھڑے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبے میں مگر منع کیا ہم کو مُثلے سے اور مُثلہ حرام ہے مرتد میں جس کا قتل واجب ہے تو کیونکر جائز ہوگا قربانی میں ص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس واسطے کیا تھا کہ مشرکین تعرض کرتے تھے ہدایا سے مگر جب اشعار کرتے تھے تو باز رہتے تھے اُس سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مکروہ رکھا امام ابو حنیفہؒ نے اشعار کو اپنے زمانے کے لوگوں کے واسطے کیونکہ وہ اس میں مبالغہ کرتے تھے یہاں تک کہ خوف ہوتا اُس سے سرایت زخم[2] کا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اختیار کرنا اُس کا تقلید پر مکروہ[3] ہے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک سُنّت[4] ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مستحب ہے روایت ہے جامع ترمذیؒ میں کہ بیٹھے تھے ایک جگہ وکیعؒ اور حدیث بیان کی اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اشعار کیا آپ نے اور کہا کہ ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اشعار مُثلہ ہے تو کہا ایک شخص نے ابراہیم نخعیؒ سے بھی یہی مروی ہے کہ اشعار مُثلہ ہے تو نہایت غصے ہوئے وکیع رحمۃ اللہ علیہ اور کہا کہ میں تو تجھ سے حدیث بیان کرتا ہوں قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور تو بیان کرتا ہے اُس کے مقابلے میں قول ابراہیم کا اس لائق ہے کہ قید کیا جاوے تو پھر نہ خلاصی ہو تیری جب تک کہ باز نہ آوے تو اس قول سے انتہیٰ اور سبب غصے ہونے وکیع کا یہ تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی شخص قول بیان کرے تو اُس کے مقابلے میں کوئی کسی دوسرے کا قول مخالف اُس کے بیان کرے تو لائق تنبیہ کے ہے اس واسطے کہ معارضہ کرتا ہے وہ قول غیر کو قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت ابن عمرؓ نے جب یہ حدیث بیان کی لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ یعنی نہ منع کرو اللہ کی لونڈیوں کو یعنی عورتوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے تو اُن کے بیٹے نے کہا کہ ہم منع کریں گے اور عبد اللہ اس بات سے غصے ہوئے اور بہت بُرا کہا اُن کو اور ترک کیا کلام اُن سے مرتے دم تک اور اشعار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے روایت کی ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لٹکائیں دو جوتیاں اور اشعار کیا ہدی کا داہنی طرف سے ذو الحلیفہ میں اور زائل کیا اُس سے خون کو کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور روایت کیا مسلمؒ اور بخاریؒ نے بھی اور نہیں ذکر کیا داہنی اور بائیں طرف کو اور ہمارے نزدیک بائیں طرف کرے اگر کرے روایت ہے ابی حسانؓ سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعار کیا جانب الیسر یعنی بائیں طرف میں پھر بہایا خون اُس سے اور تقلید کی اُس کی دو نعلوں سے روایت کیا اس کو ابن عبد البرؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث منکر ہے حدیث ابن عباسؓ سے بلکہ مشہور وہ ہے جو روایت کی اُن سے مسلمؒ نے اور بہت لوگوں نے داہنی طرف میں اور صحیح کیا ابن القطان نے کلام اُس کا لیکن روایت کیا ابو یعلیٰ نے ابن عباسؓ تک اور طریقے سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعار کیا بدنہ کا بائیں جانب میں پھر بہایا خون اُس سے اُنگلی سے اور مؤطا میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب ہدی بھیجتے تھے مدینے سے تقلید کرتے تھے اُس کی دو نعلوں سے اور اشعار کرتے تھے اُس کا بائیں طرف سے اور یہ معارض ہے اُس کے جو روایت کی مسلمؒ نے حاصل یہ ہے کہ ان حدیثوں سے اشعار کرنا ثابت ہے تو عمل کرنا اُن پر کچھ منافی مذہب امام ابو حنیفہؒ نہیں کیونکہ فرمایا آپ نے مَا صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ مَذْهَبُنَا یعنی جو صحیح ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی مذہب ہمارا ہے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ائمہؒ کو نفسانیت نہ تھی فقط ظاہر کرنا حق کا منظور تھا اور سبب منع کرنے امام صاحبؒ کا پہلے معلوم ہوا اور جب سبب مذکور نہ رہے تو کراہیت بھی نہ ہوگی اور امام ممدوح اس صورت میں کسی طرح مورد طعن نہیں ہو سکتے تو اشعار میں صحیح یہ ہے کہ سُنّت ہے لیکن چونکہ اب لوگ

[1] یعنی بدل ڈالنا اعضائے مخلوق الٰہی کا بغیر وجہ شرع کے ۱۲ عمدہ [2] اور ہلاکی ہدی کا ۱۲ [3] یہ مطلقاً ۱۲ [4] یعنی اشعار ۱۲

اُس میں نہایت مبالغہ کرنے لگے اور خوف ہلاکی بد نہ ہوتا ہے اور بخوبی کیفیت اشعار سے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا واقف نہیں اور تقلید بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے تو احتیاطاً تقلید میں ہے اشعار سے واللہ اعلم ص اور عمرہ کرے اور نہ کھولے احرام عمرے کا یہاں تک کہ احرام باندھے حج کا دن ترویے کے اور قبل اُس کے افضل ہے اور احرام نہ کھولے عمرے کا جب سوق کیا ہو ہدی کا اور اگر نہیں سوق کیا ہدی کا تو حلال ہو جاوے احرام عمرے سے جس طرح گزرا ف اور اس باب میں حدیث وارد ہے ذکر کیا اس کو صاحب ہدایہ نے ص اور حلق کرے دن نحر کے اور حلال ہو جاوے دونوں احرام سے ف یعنی ایک احرام حج کا اور ایک احرام عمرے کا ص اور جو شخص مکے کا رہنے والا ہے وہ افراد کرے اور قران اور تمتع نہ کرے ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی یہ اُس کے واسطے ہے کہ نہ ہوں اہل اُس کے حاضر مسجد حرام میں آور امام شافعیؒ کے نزدیک مکی بھی قران اور تمتع کرے اور جو شخص میقات کے اندر داخل ہے وہ مثل مکی کے ہے اور وہ بھی تمتع اور قران نہ کرے ص اور جس نے عمرہ کیا اور نہ سوق کیا ہدی کا اور لوٹ آیا اپنے گھر میں تو اُس کو اب احرام کھولنا صحیح ہے اور المام اُس کا کامل ہو گیا اور تمتع باطل ہو جاوے گا آور جس نے سوق کیا ہدی کا تو لوٹنا اُس کو واسطے حج کے واجب ہو گا تو اب المام اُس کا فاسد رہیگا آور جب لوٹ آیا اور احرام باندھا حج کا تمتع اُس کا صحیح رہے گا آور جس نے احرام باندھا قبل حج کے مہینوں کے اور طواف کیا اُس میں کم چار پھیروں سے اور پھر جب حج کے مہینے آئے اور تمام کرلیا اُس طواف کو اور حج کیا تو تمتع اُس کا درست ہوا اور اگر چار پھیرے کرلیے قبل حج کے مہینوں کے تو تمتع نہ ہوگا اور ایک شخص کوفے کا رہنے والا ہے اور حلال ہوا عمرے سے حج کے مہینوں میں اور سکونت کی اُس نے مکے میں یا بصرے میں اور حج کیا تو وہ متمتع ہے اس لئے کہ سفر اول اُس کا تمام نہیں ہوا بصرے جانے سے پس وہ میقات سے خارج نہیں ہوا آور اگر آیا واسطے عمرے کے اور توڑ ڈالا اُس کو اور قصر کیا پھر بصرے سے لوٹ آیا اور پھر عمرے کی قضا کی حج کے مہینوں میں اور حج کیا اُسی سال میں تو تمتع نہ ہوگا مگر جب لوٹ آیا اپنے گھر میں اور پھر عمرہ کیا حج کے مہینوں میں اور اُسی سال حج کیا تو متمتع ہوگا آور جس نے عمرہ کیا حج کے مہینوں میں اور اُسی سال حج کیا تو جو اُن میں سے فاسد کیا اُسکو کرتا چلا جاوے اور ساقط ہوگا دم تمتع کا

ص باب جنایات کے بیان میں

اگر خوشبو لگائی مُحرم نے کسی عضو کا یا خضاب کیا سر کا ساتھ مہندی کے یا تیل ڈالا یعنی لگایا تیل کو کسی عضو میں پس اگر تیل خالص ہے زیتون کا یا تِل کا تو واجب ہوگا دم نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے آور صاحبینؒ کے نزدیک صدقہ واجب ہے آور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر تیل کو بالوں میں استعمال کیا تو واجب ہوگا دم آور اگر استعمال کیا اُس کو اور جگہ میں تو اُس پر کچھ نہیں آور اگر تیل خوشبو دار ہے جیسے تیل بنفشے کا تو واجب ہوگا دم بالاتفاق بسبب خوشبو کے یا سیے ہوئے کپڑے کو پہنا یا آیا چھپایا سر کو ایک دن تک یا مُنڈا یا چوتھائی سر کو یا پچھنے لگانے کی جگہ کے بال مونڈے یا ایک بغل کے بال یا دونوں کے یا بال زیرناف کے یا گردن کے دور کیے یا ناخن دونوں ہاتھوں کے کاٹے یا دونوں پیروں کے ایک مجلس میں یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کے یا طواف قدوم کیا یا طواف صدر کیا اور وہ جُنب تھا یا فرض طواف بے وضو کیا یا لوٹا عرفات سے قبل امام کے یا ترک کیا طواف زیارت میں ایک پھرا یا دو پھیرے یا تین پھیرے کیونکہ اگر تین پھیرے سے زیادہ ترک کیا تو مُحرم رہے گا یہاں تک کہ طواف کرے یا ترک کیا طواف صدر کا یا چار پھیرے اُس کے ترک کیے یا سعی کو ترک کیا یا وقوف مزدلفہ کو یا سب رمی کو یا ایک دن کی رمی کو یا پہلی رمی کو آور وہ رمی ہے جمرۂ عقبہ کی دن نحر کے یا اکثر کو اُس کے ترک کیا مثلاً چار کنکریاں پھینکنا ترک کیں اور باقی پھینکیں یا حلق کیا زمین حل میں واسطے حج کے یا عمرے کے اس واسطے کہ حلق چاہیے منیٰ میں اور وہ حرم میں داخل ہے آور جو عمرہ کرنے والا نکل گیا حرم سے قبل حلال ہونے کے اور پھر آیا حرم میں تو اُس پر کچھ نہیں آور حج کرنے والے نے اگر ایسا کیا تو اُس پر دم لازم آوے گا یا بوسہ لیا یا چھوا شہوت سے انزال ہو یا نہ ہو یا تاخیر کی حلق کی یا فرض طواف کی ایام نحر سے یا ایک فعل کو دوسرے پر مقدم کیا مثلاً حلق کیا

قبل رمی کے یا قربانی کی قران کرنے والے نے قبل رمی کے یا حلق کیا قبل ذبح کے تو ان سب صورتوں میں اُس پر دم لازم ہے اور قارن پر دو دم لازم آویں گے اگر حلق کیا اُس نے قبل ذبح کے ایک دم تو حلق کا قبل اُس کے وقت کے اور ایک دم ذبح کی تاخیر کا حلق سے اور نزدیک صاحبینؒ کے ایک دم لازم آوے[۵۱] گا ف اور اگر سردی یا مرض کی ضرورت سے مُحرم سر یا تمام بدن کو ڈھانپے یا سیے ہوئے کپڑے پہنے جب تک وہ ضرورت باقی ہو ایک ہی قربانی لازم آتی ہے اگرچہ ایک قمیص کی ضرورت کے وقت دو قمیص بھی پہنے یا ٹوپی پہننے کی ضرورت کے ساتھ عمامہ بھی باندھے اور ایک عضو کے ڈھکنے کی ضرورت کے وقت دو عضو کو چھپایا جیسے کہ سر ڈھانکنے کی ضرورت تھی کُرتا بھی پہنا یا فقط ایک وقت ضرورت تھی بے ضرورت دوسرے وقت بھی سر ڈھانکا تو دوہرا کفارہ لازم آوے گا ص اور اگر خوشبو لگائی کم ایک عضو[۵۲] سے یا چھپایا سر اپنا یا سیا ہوا کپڑا پہنا ایک دن سے کم میں یا مونڈا سر کم چوتھائی سر سے[۵۳] یا کترے ناخن کم پانچ سے یا پانچ متفرق یا طواف قدوم اور صدر کا بے وضو کیا یا سات پھیروں میں سے طواف صدر کے تین پھیرے ترک کیے یا تین جمروں میں سے ایک کی رمی ترک کی یا مونڈا دوسرے شخص کا سر صدقہ دیوے نصف صاع گیہوں سے اور اگر خوشبو لگائی یا سر مونڈا عذر سے ذبح کرے یا صدقہ دیوے تین صاع طعام کے چھ مسکینوں پر یا تین روزے رکھے اور اگر اُس نے وطی کی اگرچہ بھولے سے ہو قبل وقوف عرفات کے جو فرض ہے باطل ہو جاوے گا حج اُس کا اور حج کرتا چلا جاوے اور ذبح کرے اور پھر قضا کرے[۵۴] حج کی اور یہ لازم نہیں کہ عورت کو چھوڑ دے حج کی قضا میں اور نزدیک امام مالکؒ کے چھوڑ دے اُس کو جب نکلیں دونوں اپنے گھروں سے اور امام زفرؒ کے نزدیک جب احرام باندھیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب اُس مقام کو پہونچے جہاں جماع کیا تھا اُس سے چھوڑ دے اُس کو اور اگر وطی کی بعد وقوف کے تو نہ فاسد ہوگا حج اُس کا اور واجب ہوگا بدنہ اور وطی میں بعد حلق کے ایک بکری لازم آتی ہے اور عمرے میں اگر اُس نے چار پھیرے طواف کے کر لیے اور بعد اُس کے جماع کیا تو فاسد نہ ہوگا اور واجب ہوگا ذبح اور اگر قبل اس کے کیا عمرہ فاسد ہوگا تو کرتا چلا جاوے اور ذبح کرے اور پھر قضا کرے تو اگر قتل کیا مُحرم نے صید کو یا بتایا اُس کے قاتل کو اول بار یا دوسری بار بھولے سے یا قصد سے تو اُس پر اُس کی جزا لازم ہے اگرچہ وہ جانور درندہ ہو یا اُنسیت رکھتا ہو آدمی کے ساتھ یا کبوتر ہے ایسا کہ اُڑ نہیں سکتا یا مُحرم ناچار ہے اُس کے کھانے کے لئے تو ان سب صورتوں میں جزا لازم آوے گی ف جاننا چاہیے کہ شکار خشکی کا مُحرم[۵۵] پر حرام ہے اور دریا کا شکار حلال ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ یعنی حلال ہے تمہارے واسطے شکار دریا کا اور خشکی کا جانور وہ ہے کہ خشکی میں پیدا ہوتا ہے اور اُسی میں رہتا ہے اور دریا کا جانور وہ ہے کہ اُس میں پیدا ہوتا ہے اور اُسی میں رہتا ہے اور نکالدیا[۵۶] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن میں سے کُتّے کاٹنے والے اور بھیڑیے اور چیل اور کوّے اور سانپ اور بچھو کو اور کوّے سے مراد وہ کوّا ہے جو مُردار کھاتا ہے اور جزا اُس کی اس واسطے لازم ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ آخر آیت تک یعنی اور نہ قتل کرو شکار کو اور تم احرام میں ہو اور جو قتل کرے اُس کو تم میں سے قصدًا تو اُس پر جزا ہے اور بتانا اور اشارہ کرنا بھی شکار کرنے میں داخل ہے بسبب حدیث قتادہؓ کے جو اوپر گزری اور کہا عطاؒ نے کہ اجماع کیا لوگوں نے اس بات پر کہ بتانے والے پر ہے جو کرنے والے پر ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ یعنی دلالت کرنیوالا بہتری پر مانند کرنیوالے کے ہے تو دلالت کرنیوالا بد پر مانند کرنیوالے بد کے ہے ص اور جزا اس کی وہ ہے جو قیمت مقرر کردیں اُسکی دو شخص عادل جس جگہ پر وہ جانور قتل ہوا ہے یا اُس کے قریب مکان کے یعنی قیمت اُس جانور کی اُسی حساب سے لگائی جاوے گی جہاں وہ جانور قتل ہوا ہے اور اگر اُسکی اُس جگہ پر قیمت نہیں تو اُس کے قریب مکان کے قیمت اُسکی لگائی جاوے گی لیکن اگر درندہ جانور ہے تو جزا اُسکی ایک بکری پر زائد نہ ہوگی پھر جائز ہے واسطے قاتل کے کہ اُسکی قیمت سے ہدی کو خرید کرے اور ذبح کرے اُسکو مکے میں یا اُس قیمت میں طعام لے اور مسکینوں پر تصدق کرے ہر مسکین پر نصف صاع گیہوں سے یا ایک صاع کھجور سے یا جَو سے اور اس سے کم نہ دیوے یا ہر مسکین کے طعام کے عوض ایک ایک روزہ رکھے اور اگر بچے مسکین کے طعام[۵۷] سے صدقہ دیوے اُس کا یا ایک روزہ رکھے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر اُس جانور کے مثال دوسرا جانور صورت میں ہو تو واجب ہے وہی جانور مثلاً ہرن میں اور ضبع میں بکری ہے اور خرگوش میں بکری ہے چھوٹی بچہ[۵۸] اور یربوع[۵۹]

بجو ۱۲

[۵۱] یعنی حلق قبل وقت کا ۱۲ [۵۲] یعنی اگر ایک عضو کامل پر خوشبو لگائی ۱۲ [۵۳] یعنی اگرچہ چوتھائی سر منڈا ۱۲ [۵۴] یعنی دوسرے سال حج کی قضا کرے ۱۲ [۵۵] فرمایا خدائے تعالیٰ نے وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا الآیۃ ۱۲ [۵۶] یعنی نکالدیا حکم منع شکار سے ۱۲ [۵۷] یعنی مثلاً نصف صاع اور ربع صاع ہے تو نصف صاع ایک فقیر کو دیا اور باقی جو بچ رہا اُس میں اختیار ہے یا فقیر کو دیوے یا ایک روزہ رکھے اور ایسا ہی حکم ہے اُس میں جس کی جزا نصف صاع سے کم ہو جیسے چڑیا وغیرہ قتل کی ۱۲ [۵۸] چھوٹے بچے بکری کو عناق کہتے ہیں ۱۲ [۵۹] یربوع جنگلی چوہے کو کہتے ہیں ۱۲

میں جفرہ یعنی چار مہینے کی بکری اور شتر مرغ میں بدنہ اور حمار وحشی میں گائے اور کبوتر میں بکری **ف** اور دلائل ان کے اور تمسکات ہر ایک کے شرح وقایہ اور ہدایہ میں مذکور ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لیوے اور کبوتر میں بکری لازم آتی ہے امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حال آنکہ مشابہت صورت میں متحقق نہیں موطا میں امام مالکؒ کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا اس طرح پر کہ ضبع میں بکرا ہے اور ہرن میں بکری ہے اور خرگوش میں عناق اور یربوع میں جفرہ اور روایت کی امام شافعیؒ نے کہ حضرت عمر اور عثمان اور علی اور زید بن ثابت اور ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہم ان سب نے کہا کہ شتر مرغ اگر قتل کرے اُس کو مُحرم تو ایک بدنہ ہے اونٹ سے اور اس میں ضعف اور انقطاع ہے اور روایت کی بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے فِي حَمَامَةِ الْحَرَمِ شَاةٌ یعنی کہا ابن عباسؓ نے کہ کبوتر میں حرم کے ایک بکری ہے وَفِي بَيْضَتَيْنِ دِرْهَمٌ وَفِي النَّعَامَةِ جَزُوْرٌ وَفِي الْبَقَرَةِ بَقَرَةٌ وَفِي الْحِمَارِ بَقَرَةٌ یعنی دو انڈوں میں ایک درہم ہے اور شتر مرغ میں اونٹ ہے اور گائے میں اور حمار وحشی میں گائے ہے اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ضبع صید ہے اور اُسمیں ایک بکری ہے ایسا ہی ہے ہدایہ میں روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے جابر بن عبد اللہؓ سے پوچھا میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ضبع کو کہ وہ صید ہے فرمایا کہ ہاں اور مقرر کیا اُسمیں ایک بکرا جب قتل کرے اسکو مُحرم اور روایت کیا اسکو حاکم نے جابرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبع صید ہے تو جب پہونچے اسکو مُحرم تو اُسمیں ایک بکرا ہے اور کہا کہ صحیح ہے اور نہیں نکالا اسکو بخاریؒ ومسلمؒ نے **ص** اور اگر کسی جانور کو زخمی کیا یا بال اُس کے اُکھاڑ لیے یا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو جو اُسمیں نقصان ہوا ہو اُسقدر دینا پڑیگا اور اگر پر کسی طائر کے اُکھاڑ لیے یا اُس کے پیر کاٹ ڈالے یا بیضہ توڑ ڈالا یا اُسکو توڑا اور اُسمیں سے بچہ مُردہ نکلا تو اس صورت میں قیمت اُسکی دینا پڑیگی اور پر پیر کاٹنے میں سارے جانور کی قیمت لازم آویگی اسواسطے کہ اُسکو بیکار کر دیا اور انڈے توڑنے میں اُسکی قیمت دیوے اور اگر بچہ بھی مُردہ اُسمیں سے نکلے تو زندہ بچے کی قیمت دیوے اور جو شخص احرام سے نہیں ہے وہ بھی اگر حرم کے جانور کو شکار کرے یا اُس کا دودھ لیوے یا وہاں کی گھانس کاٹے اور درخت کو وہاں کے جو کسی کی ملک نہیں ہے اور نہ آدمی اُس کو بوتے ہیں تو قیمت اُسکی لازم آویگی مگر جو گھانس خشک ہو گئی ہو یا درخت خشک ہو گیا ہو اور ان چار چیزوں میں روزہ نہیں ہے **ف** کہا عبد الرزاقؒ نے حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ فِي بَيْضِ النَّعَامِ يُصِيْبُهُ الْمُحْرِمُ ثَمَنُهُ وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْهُ قَالَ فِي كُلِّ بَيْضَتَيْنِ دِرْهَمٌ وَفِي كُلِّ بَيْضَةٍ نِصْفُ دِرْهَمٍ وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فِي بَيْضِ النَّعَامَةِ قِيْمَتُهُ وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ خُصَيْفَةَ وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِثْلَهُ عَنْ عُمَرَ مُنْقَطِعًا وَأَخْرَجَ نَحْوَهُ عَنْ مُجَاهِدٍ وَالشَّعْبِيِّ وَالنَّخَعِيِّ وَطَاؤُسٍ وَفِيْهِ حَدِيْثٌ مَرْفُوْعٌ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ هٰكَذَا قَالَ الشَّيْخُ ابْنُ الْهُمَامِ فِي كِتَابِهِ حاصل یہ ہے کہ ہر انڈے میں آدھا درم ہے اور یہ کہا ابن مسعودؓ اور عمرؓ اور بہت سے تابعینؒ نے **ص** اور نہ چراوے وہاں کی گھانس اور نہ کاٹے مگر اذخر کو اور جس نے جوں یا ٹڈی کو قتل کیا صدقہ دے جو چاہے اگرچہ کم ہو مثلاً ایک کف طعام سے اور اگر کوے اور چیل اور بچھو اور سانپ اور چوہا اور کتا کاٹنے والا ان چیزوں کو قتل کیا تو کچھ نہیں لازم ہے **ف** فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزیں ہیں کہ قتل کیجاویں حل اور حرم میں کوا اور چیل اور بچھو اور سانپ اور کتا کاٹنے والا روایت کیا اس کو بخاریؒ ومسلمؒ نے اور یہ وارد ہے بہت حدیثوں میں اور ایک روایت میں ابوداؤدؒ کی ہے کہ جو درندہ حملہ کرنیوالا ہو **ص** اور اسی طرح مچھر اور پسو اور چچڑی اور کچھوا اور درندہ حملہ کرنیوالا اگر قتل کرے ان کو کچھ نہیں لازم آتا اور جائز ہے واسطے مُحرم کے ذبح کرنا بکری اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور بطخ کا جو پلی ہوئی ہے اور مُحرم کو کھانا اُس جانور کا جس کو حلال نے یعنی جو شخص مُحرم نہیں اُس نے شکار کیا ہے اور ذبح کیا ہے اُسکو درست ہے جبکہ مُحرم نے نہ بتایا ہو اُس جانور کو اور نہ حکم کیا ہو اُس کے شکار کا **ف** اور اس باب میں حدیث وارد ہے **ص** اور جو شخص داخل ہووے حرم میں اور اُس کے پاس صید ہو تو اُس کو چھوڑ دے جب اُسکے ہاتھ میں ہووے اور جو کسی کے ہاتھ بیچ چکا ہو تو اُس کو پھیر لے جب وہ جانور خریدنے والے کے ہاتھ میں ہووے اور اگر نہ ہو تو اُس پر جزا لازم ہے اور اگر کسی مُحرم نے صید کو بیچا تو اُسکو پھیر لیوے اگر وہ جانور اُس کے ہاتھ میں یعنی خریدنے والے کے موجود ہو اور اگر نہ ہو تو جزا دے اُسکی برابر ہے کہ جس کے ہاتھ بیچا ہو وہ احرام سے ہو یا نہ ہو اور جس شخص نے احرام باندھا اور اُس کے گھر میں یا پنجرے میں جو اُس کے ساتھ ہے ایک صید ہے تو اُس پر چھوڑنا اُس کا

لازم نہیں بخلاف اس کے جو حرم میں صید لے کے داخل ہو تو اُس پر چھوڑنا اُس کا واجب ہے اور جو کوئی شخص مُحرِم نہ تھا اور اُس نے صید پکڑا پھر احرام باندھا اور اُس کے ہاتھ سے دوسرے نے لے کے اُس کو چھوڑ دیا تو چھوڑنے والے پر اُسکی قیمت لازم آویگی اور اگر مُحرِم نے کوئی صید پکڑا اور کسی نے اُس کے ہاتھ سے لیکے چھوڑ دیا پس اگر پکڑ لیا اُسکو غیر مُحرِم نے تو اُسکو قیمت اُسکی دینی لازم آویگی اور نہیں تو اُسکو قیمت دینا لازم نہیں اور جو کسی مُحرِم نے دوسرے مُحرِم کا شکار کہ اُس نے احرام میں پکڑا تھا مار ڈالا تو دونوں پر اُسکی جزا لازم ہے اور پکڑنے والا قاتل سے اُسکی قیمت لے لیوے اور جس جنایت سے مفرد حج کرنیوالے پر ایک دم ہے تو قارن پر اُس سے دو دم میں ایک دم حج کا اور ایک دم عمرے کا مگر جس صورت میں قارن نے میقات سے تجاوز کیا بغیر احرام کے تو اُس پر ایک ہی دم لازم ہے کیونکہ جب وہ میقات پر پہونچا تو ایک احرام اُس پر واجب ہے اور ایک واجب کی تاخیر سے ایک ہی دم لازم ہے اور جو دو شخصوں نے کہ دونوں مُحرِم ہیں ایک صید کو قتل کیا تو ہر ایک پر کامل جزا لازم ہے اور اگر ایک صید کو حرم میں دو شخصوں نے کہ دونوں حلال ہیں اور احرام سے نہیں ہیں مارا تو اُن دونوں پر ایک جزا نصف نصف لازم ہے اور اگر بیچا مُحرِم نے کسی صید کو یا خریدا اُسکو تو بیع باطل ہے اور اگر ذبح کیا اُس کو تو کھانا اُسکو حرام ہے اور اگر اُسمیں سے کچھ کھا لیا اُس کو موافق اُس کے جتنا کھایا ہے قیمت دینی پڑیگی اور جو اُسکو ذبح کیا ہے کسی اور مُحرِم نے اور کھایا اُس کو دوسرے مُحرِم نے نہیں لازم آویگی کھانیوالے کو قیمت اُسکی لیکن اُس پر کھانا اُس کا حرام تھا اور اگر کسی نے ایک ہرنی کو حرم سے نکالدیا اور اُس نے ایک بچہ جنا اور بچہ بھی مرگیا اور ہرنی بھی مرگئی تو نکالنے والے پر دونوں کی جزا لازم ہے اور اگر اُس کی جزا دے دی اور پھر بچہ ہوا اُس کا تو نہیں لازم ہے اُس پر جزا بچے کی

ف باب میقات سے آگے جانے میں بغیر احرام کے

ص ایک آفاقی[1] ہے کہ ارادہ رکھتا ہے حج کا یا عمرے کا اور تجاوز کیا اُس نے میقات سے بغیر احرام کے لازم آویگا[2] اُس پر دم اور جو لوٹ آیا طرف میقات کے اور احرام باندھا تو ساقط ہو جاویگا اُس سے دم بالاتفاق یا وہ احرام باندھ چکا تھا اور کوئی عمل حج کا بجا نہیں لایا تھا اور آیا طرف میقات کے اور لبیک کہی تو ساقط ہوگا اُس سے دم نزدیک ہمارے اور امام زفرؒ کے نزدیک نہیں ساقط ہوگا اور جو کوئی عمل حج کا کر لیا مثلاً طواف شروع کر چکا تھا یا بوسہ لیا تھا حجر اسود کا پھر آیا طرف میقات کے لبیک کہتا ہوا تو نہیں ساقط ہوگا اُس سے دم اجماعاً اور لبیک کی قید اس واسطے ہے کہ اگر لوٹ آیا طرف میقات کے اور لبیک نہ پکارا تو امام صاحبؒ کے نزدیک دم نہیں ساقط ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ساقط ہو جاویگا اور اسی طرح مکے کا رہنے والا جو ارادہ رکھتا ہے حج کا اور متمتع جو فارغ ہوا عمرے سے اور نکل گئے دونوں حرم سے اور احرام باندھا اُنھوں نے تو لازم آویگا اُن دونوں پر اسواسطے کہ میقات اُن دونوں کا حرم ہے اور اگر کوئی کوفے کا رہنے والا بُستان میں داخل ہوا کسی حاجت کے واسطے تو اُس کے لئے داخل ہونا مکے میں بغیر احرام کے جائز ہے اور میقات اُس کا بُستان ہے مانند اسکے جو بُستان میں رہتا ہے اور بُستان[باغ ۱۲] بنی عامر کا ایک مقام ہے داخل ہے میقات کے اور خارج ہے حرم سے تو اگر کسی شخص نے جو بُستان کا رہنے والا ہے یا اُسمیں داخل ہوا تھا احرام باندھا اُس نے حل سے اور وقوف کیا عرفے میں تو کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ احرام باندھا اُس نے اپنی میقات سے اور جو شخص داخل ہوا مکے میں بغیر احرام کے لازم ہے اُس پر حج یا عمرہ تو جب داخل ہوا مکے میں بغیر احرام کے پھر لوٹ آیا طرف میقات کے اُسی سال اور احرام باندھا حج کا اور سبب جیسے نذر کی تھی اُس نے حج کی تو ساقط ہوا اُس پر سے جو واجب ہوا تھا اُس پر داخل ہونے مکے میں بغیر احرام کے اور وہ حج تھا یا عمرہ تو یہ حج کافی ہو جاویگا اُس سے اور اگر بعد اُس سال کے آیا طرف میقات کے تو یہ حج کافی نہ ہوگا اور جس نے تجاوز کیا اپنی میقات سے اور احرام باندھا عمرے کا اور فاسد کر دیا اُسکو عمرہ کرنا چلا جاوے اور پھر قضا کرے اور نہیں ہے دم اُس پر بسبب ترک کرنے احرام کے میقات میں اور جو مکے کا رہنے والا ہے اور طواف کیا اُس نے واسطے عمرے کے اور بھی ایک پھیرا کیا تھا کہ احرام باندھا حج کا ترک کرے حج کو اور لازم ہے اُس پر دم اور حج اور عمرہ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ترک کرے عمرے کو اور اگر چار پھیرے کر لیے تو ترک کرے حج کے احرام کو سب کے نزدیک تو اگر تمام کر لیا اُن دونوں کو یعنی عمرے اور حج کو تو صحیح ہوا اور ذبح کرے قربانی اور جس نے احرام باندھا حج کا اور حج کیا پھر احرام باندھا دن نحر کے دوسرے حج کا اگلے سال میں تو اگر حلق کیا واسطے

[1] جو مکے کا رہنے والا نہ ہو وہ آفاقی ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ [2] اور پھر احرام باندھا ۱۲

اوّل حج کے قبل اس احرام کے لازم ہوگا اُس کو دوسرا حج بغیر دم کے اور اگر نہ حلق کیا لازم ہوگا اُس کو دوسرا ساتھ دم کے تو اب برابر ہے کہ حلق کرے یا نہ کرے دم لازم آویگا اور جس شخص نے عمرہ ادا کیا مگر حلق نہیں کیا اور احرام باندھا دوسرے عمرے کا ذبح کرے آیک آفاقی نے احرام باندھا حج کا پھر عمرے کا لازم ہوے اُس پر دونوں اور عمرہ باطل ہو جاتا ہے ساتھ وقوف کے عرفات میں قبل افعال عمرے کے آور اگر فقط توجہ کرے طرف عرفات کے تو باطل نہیں ہوتا تو اگر طواف کیا حج کا پھر احرام باندھا عمرے کا اور عمرہ اور حج دونوں کا کرتا چلا گیا ذبح کرے آور مستحب ہے ترک کرنا عمرے کو اگر ترک کرے قضا کرے عمرے کی اور اُس پر دم لازم ہے آور جس نے حج کیا اور راہلال کیا عمرے کا دن نحر کے یا اُن تین دنوں میں جو دن نحر کے متصل ہیں یعنی ایام تشریق میں تو لازم آویگا اُس پر عمرہ اور ترک کرے اُس کو اور قضا کرے آور دم بھی اُس پر لازم ہے تو اگر حج اور عمرہ کرتا چلا گیا صحیح ہوا اور لازم ہوا اُس پر دم آور جس کا فوت ہوا حج پھر احرام باندھا حج یا عمرے کا تو وہ ترک کرے اُن کو اس واسطے کہ جس کا حج فوت ہوا ہو لازم ہے اُس پر کہ حلال ہو جاوے عمرے کے افعال کر کے اور قضا کرے اور ذبح کرے پھر قضا کرے اُسکی جس کا احرام باندھا ہے واسطے صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے ف اور دلیل اسکی اصل شرح وقایہ اور ہدایہ میں مذکور ہے

ص باب احصار کے بیان میں

اگر مُحرم کو کسی دشمن نے روکا یا مرض کے سبب سے رُک گیا تو جو شخص حج مفرد کرتا تھا وہ ایک دم بھیجے اور قارن دو دم اور مقرر کر دے ایک دن ذبح کا اگرچہ قبل دن نحر کے ہووے یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے آور صاحبینؒ کے نزدیک اگر عمرے سے رُکا ہے تو اسی طرح کرے آور اگر حج سے رُک گیا ہے تو نہیں جائز ہے ذبح مگر دن نحر کے ف اور ہمارے نزدیک روکا جانا یعنی احصار مرض سے بھی ہوتا ہے آور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ہوتا احصار مگر دشمن کے سبب سے آور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی طحاویؒ نے شرح آثار میں ثنا فهدٌ ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبدِ بْنِ سدّادٍ الْعَبْدِيُّ صَاحِبُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ ثنا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لُدِغَ صَاحِبٌ لَنَا وَهُوَ مُحْرِمٌ بِعُمْرَةٍ فَذَكَرْنَاهُ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ يَبْعَثُ الْهَدْيَ وَيُوَاعِدُ اَصْحَابَهٗ مَوْعِدًا فَاِذَا نُحِرَ عَنْهُ حَلَّ وَبِهٖ اِلٰى جَرِيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ عَلَيْهِ عُمْرَةٌ بَعْدَ ذَالِكَ یعنی کہا علقمہؒ نے کہ کاٹا سانپ نے ایک شخص کو اور وہ مُحرم تھا عمرے کا تو ذکر کیا ہم نے یہ ابن مسعودؓ سے کہا اُنھوں نے بھیجدیوے ہدی کو اور وعدہ کر دے اپنے لوگوں سے تو جب قربانی کریں وہ اُس سے حلال ہو جاوے اور پھر اُس پر لازم ہے عمرہ آور آیت بھی احصار کی مرض کے باب میں نازل ہوئی ہے ص اور حِل میں اُس کا ذبح کرنا جائز نہیں اور جب ذبح ہو گئی قربانی اُسکی تو وہ حلال ہو جاویگا قبل حلق اور قصر کے آور اگر حلال ہوا حج سے تو اُس پر حج اور عمرہ لازم ہے آور عمرے سے تو عمرہ لازم ہے آور قران سے تو ایک حج اور دو عمرے چاہییں ف اور مروی ہے اوّل عبداللہ بن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے ذکر کیا اس کو رازی نے آور دوسرا بیان کیا ہم نے اُس کو ابن مسعودؓ سے اور قران میں دو عمرے اس واسطے ہیں کہ ایک عمرہ تو حج کے فوت کا ہوا اور ایک عمرہ اُس عمرے کی قضا ہے جو قران میں تھا ص اور جب احصار اُس کا مٹ جاوے اور ممکن ہو اُس کو ہدی اور حج کا پانا تو جاوے آور اگر دونوں ملنا ممکن نہ ہوں مثلاً حج ملنا ممکن ہو اور قربانی ملنا ممکن نہ ہو یا قربانی کا ملنا ممکن ہو اور حج کا ملنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے اُس کے واسطے کہ حلال ہو جاوے اُسی جگہ یا چلا جاوے آور جو شخص وقوف اور طواف سے مکے میں دونوں سے منع کیا گیا ہے تو احصار اُس کا ثابت ہے اور اگر ایک سے اِن دونوں میں سے روکا گیا تو احصار اُس کا ثابت نہیں آور جو شخص عاجز ہو حج سے اور حج کیا جاوے اُسکی طرف سے تو صحیح ہوگا اور اُس کا حج ادا ہو جاویگا اگر عجز اُسکا موت تک باقی رہا اور نیت کی حج میں اسکی طرف سے ف اس واسطے کہ کہا ایک عورت نے اے رسول اللہ ﷺ تحقیق فرض کیا اللہ نے حج اپنے بندوں پر پایا میں نے اپنے باپ کو ضعیف بوڑھا کہ نہیں ٹھہر سکتا سواری پر کیا حج کروں میں اُس سے فرمایا آپ نے ہاں روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے آور فرمایا آپنے ایک شخص کے واسطے حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ یعنی حج کر تو اپنے باپ سے اور عمرہ کر روایت کیا اسکو ابو داودؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے اور صحیح کیا اسکو اور وارد ہے یہ بہت حدیثوں میں ص آور اگر کسی کو دو شخصوں نے حکم حج کا دیا اپنی طرف سے اور خرچ دیا اُن دونوں نے اور حج کیا اُس نے دونوں کی طرف سے تو وہ حج

اُس کرنے والے کا ہوگا اور اُن دونوں کا مال دینا پڑیگا اور نہیں جائز ہے اُسکو کہ کرے اُس حج کو ان دونوں میں سے ایک کے لئے اور اگر حج نفل کیا ہے اپنے
ماں باپ سے تو درست ہے اُس کو کہ کرے ثواب اُس حج نفل کا اُن دونوں کے لئے اور جو کسی نے ایک شخص کو حکم دیا حج کا اور اُس کو احصار ہوا تو دم احصار
کا حکم کرنے والے پر ہے اور دم قران اور جنایت کا حج کرنے والے پر ہے یعنی اگر کسی نے حکم دیا کہ میری طرف سے قران کرنا تو دم قران کا حکم کرنیوالے پر نہیں
حج کرنے والے پر ہے اور اگر حج کرنیوالے نے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے تو باطل ہوا حج اُس کا اور دینا پڑیگا نفقہ اُس شخص کا جس نے حکم کیا تھا اُسکو
حج کا اور اگر بعد وقوف کے جماع کیا تو نہ لازم آویگا اُسکو پھیر دینا نفقے کا کیونکہ صحیح ہوگیا حج اُس کا اور اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرا دینا
اور لوگوں نے بعد اُس کے ایک شخص کو واسطے حج کے مقرر کیا اور خرچ حج کا اُس کو دیدیا اور وہ راستے میں مرگیا پس دوسرا شخص واسطے حج کرنے کے روانہ
کیا جاوے مکان اُ کرنیوالے سے نہ اُس جگہ سے جہاں وہ مرا ہے تو جو خرچ دیکے مال باقی رہا ہے اُس کے ثُلث میں سے پھر حج کرایا جاویگا اور امام ابو یوسف
کے نزدیک کُل مال کے ثُلث سے حج کرایا جاویگا اور نزدیک امام محمدؒ کے اگر اُس مال میں سے جو پہلے شخص کو واسطے حج کے دیا تھا کچھ باقی ہے حج کرایا جاویگا
اور جو کچھ باقی نہیں رہا باطل ہوگی وصیت اُسکی اور ہدی چاہے اونٹ کی ہو اور چاہے بکری کی ہو یا گائے کی اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بکری ہو **ف** اور ہدایہ
میں ہے کہ یہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے لیکن پایا نہیں گیا اور روایت کی شافعیؒ نے عطار سے کہ کہا اُنھوں نے ادنیٰ درجہ دم کا حج میں بکری
ہے اور ایسا ہی کہا حضرت ابن عباسؓ نے مروی ہے یہ صحیح بخاریؒ میں **ص** اور نہیں واجب ہے لیجانا اُس کا عرفات میں اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد
تعریف سے اعلام ہے مثل تقلید کے اور ہدی میں اُسی قسم کا جانور جائز ہے جیسا ون نحر کے قربانی میں جائز ہوتا ہے اور جو اُسمیں جائز نہیں اُسمیں بھی جائز
نہیں **ف** مثلاً اونٹ اور گائے میں جو قربانی کے لئے ہو سات آدمیوں کا شریک ہونا درست ہے تو اسمیں بھی درست ہے اور اسی طرح نہایت دُبلی جو
قربانی کی جگہ تک نہ جاسکے یا اندھی یا لنگڑی یا کان کٹی ہو ایسی ہدی درست نہیں اور ذکر اُس کا خاتے میں کچھ تھوڑا سا آویگا **ص** اور جائز ہے بکری ہر چیز
میں مگر جب طواف زیارت جنابت کی حالت میں کرلیا یا وطی کی بعد وقوف کے تو اِن دونوں صورتوں میں بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہوگی اور جو ہدی نفل
ہو اُسمیں سے کھالیوے اور تمتع اور قران کی بھی ہدی سے کھاوے اور سوا ان کے اور کسی میں سے نہ کھاوے **ف** حدیث جابرؓ میں ہے کہ کھایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نفل ہدی اور تمتع اور قران کی ہدی سے اور سوا ان کے میں مثلاً احصار کی ہدی یا جنایت کی ہدی میں سے نہ کھاوے اور منع کیا اُس کے کھانے
سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروی ہے یہ صحیح مسلمؒ اور ابن ماجہؒ میں **ص** اور تمتع اور قران کی ہدی دن نحر کے ذبح کرے اور باقی جس روز
چاہے ذبح کرے اور ذبح کی جگہ حرم ہے **ف** فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سارا عرفہ موقف ہے اور سارا منیٰ قربانی کی جگہ ہے اور جتنے کوچے
مکے کے ہیں سب قربانی کی جگہ ہیں روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے حدیث جابرؓ سے **ص** اور صدقہ دینا قربانی میں سے حرم کے فقیروں کو اور جس کو
چاہے فقیروں میں سے درست ہے اور صدقے میں دیوے اُسکی جھول اور نکیل اور نہ دیوے قصاب کی اُجرت میں اُس کو اور نہ سوار ہو ہدی پر مگر واسطے ضرورت
کے اور نہ نکالے اُس کا دودھ اور موقوف کرے دودھ کو اس طرح پر کہ پستان اُس کے سرد پانی سے دھووے **ف** اور یہ جب ہے کہ ذبح اُس کا قریب ہووے
اور لیکن جب ذبح اُس کا قریب نہ ہووے تو اُس کا دودھ نکال کے صدقہ دیوے تاکہ ہدی کو ضرر نہ ہووے اور روایت کی جماعت نے سوا ترمذیؒ کے
حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا مجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کرو قربانیوں کی کھالوں کو اور اُن کی جھولوں کو اور حکم کیا مجھ کو کہ نہ دوں اُس میں
سے اجر قصاب کا اور فرمایا کہ ہم اُس کو اپنے پاس سے دیویں گے اور ایک روایت میں ہے کہ صدقہ دو اُس کی کھالوں اور جھولوں کا اور سوار ہونا وقت
ضرورت کے اُس پر درست ہے صحیحین میں مروی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ ہانکتا ہے بدنے کو
سو فرمایا آپ نے سوار ہو جا اُس پر سو کہا اُس نے کہ یہ بدنہ ہے فرمایا کہ سوار ہو اُس پر سو دیکھا میں نے اُس کو کہ سوار تھا اُس پر **ص** اور جس نے ہانکا
ہدی کو اور وہ ہلاک ہو جاوے تو اگر نفل ہے تو اُس پر دوسری ہدی لینا ضرور نہیں اور اگر واجب ہے تو اُس کی جگہ پر دوسری مقرر کرے اور اگر اُس میں
نہایت عیب ہے مثلاً تہائی حصے سے زیادہ اُس کی دُم یا کان یا آنکھ جاتی رہی تو اُس کو بھی بدلے اور عیب والی ہدی مالک کی ہے جو چاہے اُس کو کرے

اور اگر مرنے لگے ہدی راستے میں اور وہ نفل تھی تو نحر کرلیوے اُس کو اور نعل کو جو اُس کے گلے میں ہے اُس کے خون میں رنگ دیوے اور اُس کو لیکے اُس کے کوہان پر مار دیوے تاکہ اُس میں سے فقیر کھاوے اور غنی نہ کھاوے **ف** اور ایسا ہی حکم کیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ناجیہ اسلمی رض کو **ص** اور اگر وقوف کیا لوگوں نے اور گواہی دی ایک قوم نے کہ یہ دن نحر کا تھا اور عرفے کا دن گزر گیا تو نہیں قبول کیجاوےگی شہادت اُن کی اور اگر قبل وقت وقوف کے گواہی دی کہ آج کا دن ترویے کا تھا اور کل عرفہ ہے تو قبول کیجاویگی شہادت اُنکی اور اگر رمی کی جمرۂ وسطیٰ اور تیسرے جمرہ کی اور نہ رمی کی جمرۂ اولیٰ کی تو اگر رمی کرلے پھر سب کی تو اچھا ہے اور اگر فقط جمرۂ اولیٰ کی رمی کی قضا کی تو جائز ہے اور اگر نذر کی کسی شخص نے کہ حج پیدل کروں گا تو پیدل کرے طواف زیارت تک اور بعد طواف زیارت کے جائز ہے اُس کو سوار ہونا اور اگر ایک لونڈی کو خریدا اور وہ مُحرم تھی اپنے مالک کے اذن سے تو جائز ہے خریدنے والے کو کہ حلال کرے اُس کو اس طرح پر کہ بال اُس کے کاٹے یا ناخن کترے پھر جماع کرے اُس سے اور یہ اولیٰ ہے اس سے کہ حلال کرے اُس کو ساتھ جماع کے اور اگر جماع سے حلال کیا اُس کو تو درست ہے اور جو بلا اذن مالک کے اُس نے احرام باندھا ہے تو اُس کا کچھ اعتبار نہیں **ف** خدا کا شکر ہے کہ کتاب الحج بھی تمام ہوئی خدائے تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے قبول فرماوے آمین یارب العالمین

خاتمہ فوائد متفرقہ کے بیان میں فائدہ پہلا

اوپر گزرا کہ عمرہ سُنّت ہے ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور بعضوں کے نزدیک فرض کفایہ ہے دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے کہ روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں اور دارقطنی نے زید بن ثابتؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَۃُ فَرِیْضَتَانِ لَا یَضُرُّکَ بِاَیِّھِمَا بَدَأْتَ قَالَ الْحَاکِمُ اَلصَّحِیْحُ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ لَا مِنْ قَوْلِہٖ یعنی حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں تو نہیں ضرر کرتا ہے تجھ کو جس سے چاہے شروع کر کہا حاکم نے صحیح یہ ہے کہ یہ قول زید بن ثابتؓ کا ہے نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا علاوہ اس کے میں کہتا ہوں کہ اسناد میں اُسکی اسمٰعیل بن مسلم مکی ہے ضعیف کیا اس کو محدثینؒ نے کہا بخاریؒ نے مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ وَقَالَ حَدَّ ثَنَا حَدِیْثَہٗ یعنی پھینک دیتے ہیں ہم حدیث اُسکی اور روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے ہشام بن حسان سے اُنھوں نے محمد بن سیرین سے موقوفاً اور یہی صحیح ہے اور نکالا دارقطنیؒ نے عمر بن الخطابؓ سے اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنْ تُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَاَنْ تَحُجَّ وَتَعْتَمِرَ یعنی پوچھا ایک شخص نے کہ اے رسول اللہ کیا ہے اسلام فرمایا یہ کہ گواہی دے تو کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمدؐ رسول اللہ کے ہیں اور قائم کرے تو نماز کو اور دیوے زکوٰۃ کو اور حج کرے اور عمرہ کرے تو کہا دارقطنیؒ نے اسناد اسکی صحیح ہے اور روایت کیا اس کو حاکمؒ نے کتاب المخرج علی صحیح مسلم میں کہا صاحب تنقیح نے یہ حدیث صحیحین میں ہے اور اُس میں ذکر عمرے کا نہیں اور یہ زیادت شاذ ہے اور اس باب میں اور حدیثیں ہیں لیکن سب ضعیف ہیں اور نکالا حاکمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ نہیں ہے کوئی شخص اللہ کی مخلوق سے مگر لازم ہے اُس پر حج اور عمرہ اور دونوں واجب ہیں جو شخص طاقت رکھے وہاں جانے کی اور تعلیق کی اُسکی بخاریؒ نے اور نکالا ابن عباسؓ سے اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَۃُ فَرِیْضَتَانِ عَلَی النَّاسِ کُلِّھِمْ اِلَّا اَھْلَ مَکَّۃَ فَاِنَّ عُمْرَتَھُمْ طَوَافُھُمْ فَلْیَخْرُجُوْا اِلَی التَّنْعِیْمِ ثُمَّ لِیَدْخُلُوْا الْحَدِیْثَ یعنی حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں آخر حدیث تک اور کہا حاکمؒ نے کہ یہ اوپر شرط مسلمؒ کے ہے اور دلیل ہماری یہ ہے جو روایت کی ترمذیؒ نے حجاج بن ارطاۃ سے اُنھوں نے محمد بن منکدر سے اُنھوں نے جابرؓ سے کہ پوچھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرے سے کیا واجب ہے وہ فرمایا نہیں مگر یہ کہ عمرہ کرنا افضل ہے کہا ترمذیؒ نے حدیث حسن صحیح ہے ایسا ہی ہے ایک نسخے میں جامع ترمذیؒ کے اور ایک نسخے میں ہے حَدِیْثٌ حَسَنٌ اور وہ جو ذکر کیا بعضوں نے کہ اسناد میں اسکی حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ ضعیف ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ نہیں ہے کم حدیث اسکی درجۂ حسن سے اور متفق ہوئیں روایتیں ترمذیؒ سے اس بات پر کہ حسن کہا اُنھوں نے اس حدیث کو اور روایت کیا اس کو ابن جریج سے اُنھوں نے محمد بن منکدر سے اُنھوں نے جابر بن عبداللہؓ سے اور روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم صغیر میں اور دارقطنیؒ نے اور طریقے سے اور اسناد میں اُسکی

یحییٰ بن ایوب ہے اور ضعیف کیا اُس کو اور روایت کی عبد الباقی بن قانع نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے اور یہ بھی حجت ہے اور کہا ابن حزم نے کہ یہ مرسل ہے روایت کیا اس کو معاویہ بن اسحاقؒ نے ہانان حنفی سے اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور جواب اس کا یہ ہے کہ ابن قانع نے رفع کیا اس کو اور وہ بڑے حافظین حدیث میں سے ہیں اور باقی اسناد میں سب راوی ثقہ ہیں باوجود اس بات کے کہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور ضعیف کرنا ہامان کا صحیح نہیں ہے کیونکہ توثیق کی اس کی ابن معین نے اور روایت کیا اُس سے جماعت مشاہیر نے اور مروی ہے یہ حدیث عبد اللہ بن عباسؓ سے اور اسناد میں اُس کی مجاہیل ہیں اور روایت کی ابن ماجہؒ نے طلحہ بن عبید اللہؓ سے کہ اُنھوں نے سُنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے اور اسناد میں اسکی عمرو بن قیس ہے کہا صاحب امامؒ نے کہ کلام کیا گیا ہے اُس میں اور بہر حال حدیث اُسکی درجہ حسن سے کم نہیں اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے حدیث ابو اسامہؓ سے اُنھوں نے سعید بن ابی عروبہ سے اُنھوں نے ابو معشر سے اُنھوں نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہ حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے اور کافی ہیں عبد اللہ تقلید کے واسطے اور کلام اُن کا حجت ہے۔

فائدہ دوسرا اُضحیے کے بیان میں

درست ہے چھ مہینے کا دُنبہ قربانی کرنا اور اس سے کم کا درست نہیں اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں اور گائے دو برس یا زیادہ کی اور اس سے کم کی درست نہیں اور بکری جب ایک برس کی ہو یا زیادہ ہو تو درست ہے اور اس سے کم کی درست نہیں اور اگر قربانی کا جانور مُنڈا ہووے یعنی بے سینگ کا یا بدھیا تو قربانی کرنا درست ہے اور اگر اندھا ہووے یا بہت دُبلا ہووے کہ اُسکی ہڈیوں میں مغز نہ رہا ہووے یا لنگڑا ہووے اس قدر کہ قربانی کرنے کی جگہ تک نہ جا سکے تو ان سب جانوروں کو قربانی کرنا درست نہیں اور جس جانور کا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹا ہووے یا اُس کا کان تیسرے حصّے سے زیادہ کٹا ہووے یا اُسکی آنکھ تیسرے حصّے سے زیادہ گئی ہووے یا اُس کا دُم تیسرے حصّے سے زیادہ کٹا ہووے تو ان سب جانوروں کو قربانی کرنا درست نہیں اور باقی ذکر اس کا کتاب الاضحیہ میں ہے

فائدہ تیسرا مکّے کی اور مسجد الحرام کی فضیلت کے بیان میں

روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے مکّے کے کیا اچھا شہر ہے تو اور میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور اگر تیری قوم نے نکالا ہوتا مجھ کو تجھ سے البتہ میں نہ رہتا مگر تجھ میں آخراج کیا اس کا ترمذیؒ نے اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا وَاللّٰهِ اِنَّكِ خَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَوْلَا اَنِّيْ اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ یعنی تو بہتر ہے اللہ کی زمین بھر میں اور اگر میں نہ نکالا جاتا تجھ میں سے البتہ نہ نکلتا میں مروی ہے یہ حدیث سُنن ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ میں اور فرمایا آپ نے دن فتح مکہ شریف کے اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُؓ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ یعنی یہ شہر حرمت کی اُسکی اللہ تعالیٰ نے جس دن سے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو یہ حرمت دیا گیا ہے اللہ کی حرمت سے دن قیامت تک اور نہیں حلال ہوا اس میں قتال کرنا کسی کو میرے پہلے سوا میرے اور میرے واسطے بھی ایک گھڑی بھر دن میں درست ہوا تو وہ حرمت دیا گیا ہے اللہ کی حرمت سے دن قیامت تک نہ توڑے کانٹا اُس کا اور نہ بھگاوے وہاں کے صید کو اور نہ لے وہاں کی پڑی چیز کو مگر وہ شخص جو اُسکو پہچنوائے اور نہ لے وہاں کی گھانس سو کہا حضرت عباسؓ نے اے رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم مگر اذخر کو یعنی اذخر جو گھانس ہے وہاں کی اُس کو لیا کریں کیونکہ وہ سُلگاتے ہیں اُس کو اور اپنے گھروں میں صرف کرتے ہیں سو فرمایا آپ نے مگر اذخر کو یعنی اُس کا لینا درست کیا روایت کیا اس بخاریؒ و مسلمؒ نے اور روایت

ہے عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ رہیں گے اس امت کے لوگ ساتھ بہتری کے جب تک عظمت اور حرمت خانۂ کعبہ کی کریں گے جو حق اُسکی تعظیم کا ہے تو جب ضائع کریں گے اس تعظیم کو ہلاک ہو جاویں گے آخراج کیا اس کا ابن ماجہؒ نے اور نماز پڑھنا خانۂ کعبہ میں نہایت ثواب ہے حدیث شریف میں ہے کہ کعبہ میں ایک نماز برابر ہے لاکھ نماز کے اور مدینہ منورہ کی مسجد نبویؐ میں ایک نماز برابر ہے پچاس ہزار نماز کے واللہ اعلم

فائدہ چوتھا مدینہ شریف کی زیارت کے بیان میں

نزدیک ہمارے مشائخؒ کے زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضل مستحبات میں سے ہے اور مناسک فارسی اور شرح مختار میں ہے کہ یہ قریب ہے واجب کے بہر حال زیارت کرنا قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مسلمان پر واجبات اور لوازمات میں سے ہے روایت کی دار قطنیؒ اور بزارؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ یعنی جس نے زیارت کی میری قبر کی واجب ہوئی اُس کے لئے شفاعت میری اور روایت کی دار قطنیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ حَجَّ وَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ یعنی جس نے حج کیا اور زیارت کی میری قبر کی بعد میری موت کے سو گویا کہ اُس نے زیارت کی میری زندگی میں سبحان اللہ جب کہ زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ درجہ ہوا کہ گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت حیات میں زیارت کی تو کونسا مسلمان ایسا ہو گا کہ اس درجے سے محروم اور خائب رہیگا اور آپکی زیارت سے مشرف نہ ہو گا اور حج اگر فرض ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو جاوے اور اگر حج نفل ہے تو اختیار ہے سو جب نیت کرے زیارت بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپؐ کی مسجد کی بھی زیارت کی نیت کرے اسواسطے کہ یہ مسجد اُن مسجدوں میں سے ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى یعنی نہ باندھے جاویں کجاوے مگر تین مسجدوں کیطرف مسجد حرام اور میری مسجد اور مسجد اقصیٰ یعنی مسجد بیت المقدس کی اور اس حدیث سے مطلب آپکا یہ ہے کہ مسجدونکی زیارت کیواسطے جانا اور سفر کرنا اُن کے لئے درست نہیں مگر ان تین مسجدونکی طرف اور یہ جو معنی اس حدیث سے ہمنے بیان کیے یہی صحیح ہیں اور دلالت کرتا ہے اس پر کلام شیخ ابن الہمامؒ کا بعد بیان کرنے اس حدیث کے وَالْاَوْلٰى عِنْدَ الْعَبْدِ الضَّعِيْفِ تَجْرِيْدُ النِّيَّةِ لِزِيَارَةِ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی اولیٰ نزدیک میرے یہ ہے کہ مجرد کرے نیت کو واسطے زیارت قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کہا آگے جاکے لِاَنَّ فِيْ ذٰلِكَ زِيَادَةَ تَعْظِيْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی اسمیں زیادتی تعظیم کی ہے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور جن لوگوں نے یہ معنی اس حدیث کے لئے ہیں کہ نہ سفر کیا جاوے کسی مقام کی زیارت کیواسطے مگر ان مسجدونکی طرف تو وہ معنی اس حدیث کے مستقیم نہیں کیونکہ کلام شیخ ابن الہمام کا صریح منافی ہے اُس کے علاوہ اسکے امام احمدؒ نے روایت کیا اس حدیث کو اور اسمیں ہے کہ نہ سفر کیا جاوے طرف کسی مسجد کے مگر ان تین مسجدوں کیطرف اور وہ جو ضعف بیان کرتے ہیں اس حدیث کا کہ اسناد میں اسکی شہر بن حوشب ہے اور وہ راوی ضعیف ہے اور وہم کیا اس نے اس روایت میں تو جواب اسکا یہ ہے کہ جس وقت توثیق ثابت کر دیویں ہم شہر کی تو نسبت وہم کی اُسکی طرف غیر مقبول ہے اور کلام بلا دلیل ہے اور اصول حدیث میں ثابت ہے کہ زیادتی ثقہ ضابط کی مقبول ہے لیکن توثیق شہر بن حوشب کی سو معلوم کیا چاہیئے کہ نہیں ضعیف کیا اُسکو مگر ابن عون اور مسلم نے اور توثیق کی اُسکی احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معینؒ اور بہت لوگوں نے قَالَ اَحْمَدُ مَا اَحْسَنَ حَدِيْثَهٗ وَوَثَّقَهٗ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعِجْلِيُّ هُوَ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ خَيْثَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ هُوَ ثِقَةٌ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ اَبِيْ خَيْثَمَةَ غَيْرَ هٰذَا وَقَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ لَا بَاْسَ بِهٖ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ شَهْرٌ حَسَنُ الْحَدِيْثِ وَقَوّٰى اَمْرَهٗ وَقَالَ اِنَّمَا تَكَلَّمَ فِيْهِ ابْنُ عَوْنٍ ثُمَّ رَوٰى عَنْ هِلَالِ ابْنِ اَبِيْ زَيْنَبَ عَنْ شَهْرٍ وَقَالَ يَعْقُوْبُ بْنُ شَيْبَةَ شَهْرٌ ثِقَةٌ اور کہا صالح بن محمد نے شَهْرٌ رَوٰى عَنْهُ النَّاسُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَالْبَصْرَةِ وَاَهْلِ الشَّامِ وَلَمْ يُوْقَفْ مِنْهُ عَلٰى كَذِبٍ یعنی شہر کہ روایت کی اُس سے اہل کوفہ اور اہل بصرہ اور اہل شام نے اور نہیں معلوم ہوا کذب اُس کا کسی طرح تو جاننا چاہیئے کہ یہ کلام متقدمین کا ہے شہر بن حوشب میں اور متاخرین کا کلام سُن لینا لازم ہے کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں بَلْ وَثَّقَهٗ كَثِيْرُوْنَ مِنْ كِبَارِ اَئِمَّةِ السَّلَفِ وَقَالَ اَيْضًا

فَهٰذَا كَلَامُ هٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةِ عَلَى الثَّنَاءِ عَلَيْهِ اور کہا حافظ ابن حجرؒ نے شَهْرٌ صَدُوْقٌ اور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں وَالصَّحِيْحُ فِيْ شَهْرٍ
نِ التَّوْثِيْقُ وَوَثَّقَهُ اَبُوْ زُرْعَةَ وَاَحْمَدُ وَيَحْيٰى وَالْعِجْلِيُّ وَيَعْقُوْبُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَسِنَانُ بْنُ رَبِيْعَةَ تو جب شہر کو امام احمد اور یحییٰ بن معین اور احمد بن عبد اللہ اور
ابن ابی خثیمہ اور ابوزرعہؒ اور بخاریؒ اور ترمذیؒ اور یعقوبؒ اور صالح بن محمد اور سنان بن ربیعہ اس قدر لوگ اجلہ علمائے محدثین سے توثیق کریں تو پھر ضعیف
بیان کرنا اُس کا بسبب تضعیف مسلم اور ابن عون کے باوجودیکہ رجوع کیا ہو اُن دونوں نے اُسکی تضعیف سے اور نہ قبول کرنا اُسکی زیادت کو نہایت
بے انصافی ہے آور وہ جو طعن کیا ہے لوگوں نے کہ شہر نے ایک تھیلی بیت المال سے چُرا لی تو کہا نوویؒ نے قَدْ حَمَلَهُ الْعُلَمَاءُ عَلٰى مَحْمَلٍ صَحِيْحٍ یعنی حمل کیا اُس کو
علما نے محمل صحیح پر آور وہ جو طعن کرتے ہیں کہ شہر نے سفر حج میں اپنے رفیق کی رسّی چُرائی غلط ہے اور کذب ہے کہا نوویؒ نے غَيْرُ مَقْبُوْلٍ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ یعنی
یہ طعن غیر مقبول ہے نزدیک محققینؒ کے آور بعد اُس کے جب علمائے سلف سے توثیق اُسکی ثابت ہے اور شیخ ابن الہمام اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام نوویؒ
قائل اُسکی صحت کے ہیں تو زیادتی اُسکی اس حدیث میں بلاشبہہ مقبول ہے آور اگر تسلیم بھی کریں تو بھی جب تصریح حدیث ضعیف میں مروی ہو تو معنی اُس کے
اُس کے موافق لیے جاتے ہیں بہرحال ترجیح اسی مذہب کو ہے جس کو ہم نے ذکر کیا آور دوسرے یہ کہ کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسری حدیث
میں ذکر کیا اس کو شیخ ابن الہمام نے لَا تُعْمَلُ حَاجَةٌ اِلَّا زِيَارَتِيْ صریح دال ہے اس بات پر کہ مراد حدیث مذکور میں سفر مساجد کا ہے آور جب جاوے
واسطے زیارت کے تو کثرت سے بھیجے درود اور سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر راہ میں آور جب مدینہ شریف کے قریب پہونچے غسل کرے قبل داخل
ہونے کے مدینہ طیبہ میں آور چاہے وضو کرے اور غسل افضل ہے آور اچھے کپڑے اپنے پہنے آور نئے کپڑے پہننا افضل ہے آور وہ جو لوگ مدینے کے قریب
پہونچتے ہیں تو سواری سے اُتر کے پیدل مدینہ شریف میں جاتے ہیں کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ فعل اچھا ہے کہا اُنھوں نے وَكُلُّ مَا كَانَ اَدْخَلَ فِي الْاَدَبِ
وَالْاِجْلَالِ كَانَ حَسَنًا یعنی جو فعل ادب کا ہووے تو وہ اچھا ہے آور جب مدینے میں داخل ہووے تو یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ
وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِيَائَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ
وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ آور چاہیے کہ نہایت تواضع اور عاجزی اور خشوع اور خضوع سے چلے آور نہ باز رہے دم بھر درود شریف سے آور
دل میں خیال کرتا جاوے کہ یہ وہ شہر ہے جس میں ہمارے سردار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی ہے اور اسی جگہ قرآن اور وحی
اُن پر اُتری ہے اور یہ جگہ ہے ایمان اور احکام کی کہا حضرت عائشہؓ نے کہ جتنے شہر ہیں سب فتح ہوئے ہیں تلوار سے مگر مدینہ کہ یہ فتح ہوا ہے رحم سے اللہ کے
اور قرآن سے اور مستحب ہے کہ مدینہ شریف میں سوار ہو کے نہ چلے اس واسطے کہ فرمایا حضرت امام مالکؒ نے جب پوچھا ایک شخص نے کہ کیوں نہیں سوار ہوتے
آپ مدینے میں کہا کہ میں شرم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ روندوں ایک چار پائے کے کھُر سے اُس مٹی کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں
آور جب مسجد نبویؐ میں داخل ہو داہنا پیر مسجد میں رکھے اور اندر جاوے اور کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور مسجد میں باب جبرئیلؑ
یا باب السلام سے داخل ہووے مگر باب جبرئیلؑ سے جانا بہتر ہے اور یہ دعا بھی چاہے پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ
اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ الْيَوْمَ مِنْ اَوْجَهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ وَاَقْرَبِ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ وَاَنْجَحِ مَنْ دَعَاكَ وَابْتَغٰى مَرْضَاتَكَ پھر درمیان منبر اور قبر شریف
کے اس طرح پر کہ ستون منبر کا داہنے کندھے کے برابر پڑے سامنے محراب کے دوگانہ تحیۃ المسجد کا ادا کرے اور یہ مقام موقف ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا اور داخل ہے روضۂ اطہر میں اور سجدہ شکر کا کرے کہ اس نعمتِ عظمیٰ کو پہونچا پھر آئے قبر شریف کے پاس اور مُنھ کرے قبر کی دیوار کی طرف اور
پیٹھ کرے طرف قبلے کے آور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے مروی ہے کہ کھڑا ہووے مُنھ کر کے طرف قبلے کے صحیح نہیں ہے کیونکہ روایت کی ابو حنیفہؒ نے مسند میں
ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے کہ سُنت سے ہے یہ بات کہ آوے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس قبلے کی طرف سے اور پیٹھ کرے اپنی قبلے کیطرف
پھر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پھر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ
مِنْ جَمِيْعِ خَلْقِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَشْهَدُ

اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَشْھَدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَّکَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ فَجَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا جَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰی الْاَنْبِیَاءَ عَنْ اُمَّتِہٖ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدَکَ وَرَسُوْلَکَ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالشَّرَفَ وَالدَّرَجَۃَ الْعَالِیَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاَنْزِلْہُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ سُبْحَانَکَ اِنَّکَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور مانگے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کو بوسیلہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اُس جگہ حُسن خاتمہ اور مغفرت کو مانگے پھر مانگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کو اور کہے یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللّٰہِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَسُنَّتِکَ اور جو دعائیں طلب رحمت اور محبت کی ہوں اُن کو پڑھے اور دل میں خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ موجود ہیں اور میرے حاضر ہونے اور زیارت کو جانتے ہیں اور میرے کلام کو سنتے ہیں اور نہایت لحاظ اور آداب اور تمیز اور حضور قلب سے یہ دعا پڑھے اور ابو فدیک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سنا میں نے بعض اہل عصر سے کہ کہتے تھے کہ پہونچا ہمکو کہ جو شخص وقوف کرے نزدیک قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور پڑھے اس آیت کو اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اور پھر کہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یَا مُحَمَّدُ ستر بار تو ندا کریگا اُس کو ایک فرشتہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا فُلَانُ یعنی رحمت بھیجی اللہ نے اوپر تیرے اے فلانے ذکر کیا اس حکایت کو شیخ ابن الہمام نے اور جس شخص نے اُسکو کہا ہو کہ میرا سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہونچا دینا تو اُس کا سلام پہونچا دے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ اور فلاں بن فلاں کی جگہ اُس کا نام اور اُسکے باپ کا نام لیوے یا اس طرح کہے فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ یُسَلِّمُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وصیت کرتے تھے لوگوں کو کہ میرا سلام حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہونچا دینا اور قاصد بھیجتے تھے اسی واسطے شام سے مدینہ شریف کو اور جس کو فرصت نہ ہوسکے اِن سب باتوں کی تو بقدر طاقت کے بجالاوے پھر ایک ہاتھ داہنی طرف ہٹ کر سامنے روے شریف حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہو کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَثَانِیَہٗ فِی الْغَارِ اَبَا بَکْرِنِ الصِّدِّیْقَ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا پھر اسی طرح ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے ہو کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقَ الَّذِیْ اَعَزَّکَ اللّٰہُ بِکَ الْاِسْلَامَ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ خَیْرًا پھر منبر اور قبر شریف کے درمیان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے آکر دعا مانگے اور شفاعت طلب کرے اپنے اور اپنے والدین کے واسطے اور جس نے درخواست کی ہو اور اپنے دوست کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کرے اور بعد ختم دعا کے آمین کہے اور درود اور سلام بھیجے اور بعضوں نے کہا ہے کہ پھر سرہانے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنا صحابہؓ سے منقول نہیں روایت کی ابو داؤدؒ نے کہ گئے قاسمؒ حضرت عائشہؓ کے پاس اور کہا اے ماں کھولو میرے لئے قبر شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی سو کھولیں اُنھوں نے میرے لئے تینوں قبریں سو دیکھا میں نے کہ وہ قبریں نہ بلند ہیں اور نہ زمین سے ملی ہوئی ہیں آخر حدیث تک اور حاکمؒ نے روایت کیا اُس کو اور زیادہ کیا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو آگے اور حضرت ابو بکرؓ کو کہ سر اُن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے درمیان تھا اور حضرت عمرؓ کا برابر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروں کے تھا اور صحیح کیا اس کو حاکم نے اور جب فارغ ہو زیارت سے تو آکے روضے میں اور بہت بھیجے درود اور سلام اور نماز پڑھے نفل اگر وقت مکروہ نہ ہو اور حدیث صحیح میں آیا ہے مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ یعنی درمیان گھر اور منبر میرے کے ایک باغچہ ہے باغوں جنت سے اور ایک روایت میں ہے مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ یعنی درمیان قبر میری اور منبر میرے کے اور کھڑا ہو نزدیک منبر کے اور دعا کرے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مِنْبَرِیْ عَلٰی تُرْعَۃٍ مِّنْ تُرَعِ الْجَنَّۃِ یعنی منبر میرا ایک سیڑھی پر ہے سیڑھیوں جنت سے پھر مقام ستون حنانہ کے پاس جاکر بھی ایسا ہی کرے اور مستحب ہے کہ روز بعد زیارت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بقیع میں جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں تشریف لیجاتے تھے اور اُس جگہ ہزاروں صحابہؓ اور تابعینؒ اور اولیائے کبارؒ مدفون ہیں کہ نام اُن کے بالتفصیل ہر ایک کے معلوم نہیں اور جب بقیع کے پاس جاوے کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَابِقُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ

بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ اور زیارت کرے مشہور قبروں کی مانند قبر حضرت عثمانؓ کے اور قبر حضرت عباسؓ کے اور ایک قبہ اہل بیتؓ کا ہے کہ امام حسنؓ اور امام زین العابدینؓ اور امام محمد باقرؓ اور امام جعفر صادقؓ اور حضرت فاطمہؓ صحیح روایت میں اُس میں مدفون ہیں اور ایک قبہ ہے حضرت ابراہیمؑ کا جو بیٹے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور وہ پہلو میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کے مدفون ہیں اور عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی وہیں قبریں ہیں اسی طرح جتنے مقبرے ہیں اور جو مقامات متبرکہ اور مساجد کہ نماز پڑھی اُن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثل مسجد قُبا وغیرہ کے جہاں تک ہو سکے اُن کی زیارت کرے اور جب وہاں سے رجوع کا قصد کرے تو مستحب ہے اُس کے واسطے کہ مسجد سے رخصت ہووے اور درود اور سلام پڑھے اور آئے قبر شریف پاس اور سلام بھیجے اور دعا مانگے اپنے والدین اور اقربا اور دوستوں کے واسطے اور سوال کرے اللہ سے کہ پھر گھر اپنے پہونچاوے سلامتی اور صحت اور تندرستی سے ساتھ حفظ بلیات دنیوی اور اُخروی کے اور یہ دعا مانگے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ بِنَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِهٖ وَحَرَمِهٖ وَيَسِّرْ لِيَ الْعَوْدَ اِلَيْهِ وَالْوُقُوْفَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَارْزُقْنِي الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرُدَّنَا اِلٰى اَهْلِنَا سَالِمِيْنَ غَانِمِيْنَ اٰمِنِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ اور وقت رخصت کے نہایت مبالغہ گریہ وزاری اور آنسو بہانے میں کرے کہ یہ علامت مقبولیت دعا کی ہے اور پھرے حسرت کرتا ہوا روتا ہوا اور پھر آنے کی دعا کرتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جُدائی پر نہایت غم کرتا ہوا سیدھا پھرے یا اُلٹے پاؤں اور تعظیم اس میں ہے کہ اُلٹے پاؤں پھرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو لوگ پاس اور قریب رہتے ہوں اُن کو کچھ نذر کرے اور دعا صحت اور عافیت اور مغفرت گناہوں کی ہر حال پر کرتا رہے اور مستحب ہے کہ مدینے سے چھوارے اور خاک شفا اور پانی اُن کنوؤں کا جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا ہے اور تبرکات مثل اس کے لیتا آوے اور اسی طرح مکے سے پانی زمزم وغیرہ کا بطور تبرک ساتھ لیوے اور جب اپنے گھر میں آئے کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ اور پھر باقی عمر درود شریف اور زیادہ تر سابق سے اُمور خیر میں مصروف رہے کہ یہ علامت ہے حج مبرور کی فقط اَللّٰهُمَّ وَفِّقْ لَنَا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَيَسِّرْهُمَا لِيْ وَزِيَارَةَ قَبْرِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلٰنَا خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ سِرَاجِ السَّالِكِيْنَ قُدْوَةِ الْعَابِدِيْنَ مَوْلَى الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَحْفَادِهٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ وَفُقَهَاءِ اُمَّتِهٖ وَشُهَدَاءِ اُمَّتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔

تمت

خاتمۃ الطبع اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ شَرَحَ صُدُوْرَنَا بِوِقَايَةِ الرِّوَايَةِ، وَنَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْهِدَايَةِ، وَاٰلَافُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ السَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ اما بعد جلد اول **نور الہدایہ** ترجمہ اُردوی **شرح وقایہ** منقولہ از نسخہ مصححہ مطبوعہ مطبع نظامی باجازت جناب محمد عبدالرحمن خان صاحب مرحوم مالک مطبع نظامی حسب نفرمائش جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ و مالک مطبع مجیدی کانپور باہتمام وانتظام راجی رحمۃ رب البصیر السمیع احقر العبید محمد شفیع عفاعنہ اللہ تعالیٰ خلف اکبر حاجی محمد سعید صاحب مرحوم ومغفور تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۵ شہر در مطبع مجیدی واقع کانپور بماہ ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ ہجری حلیہ طبع در بر کردہ مطبوع عالم گردید بمنہ وکرمہ۔

مطبوعہ پاکستان

ناشر۔ ایچ۔ایم سعید کمپنی ، ادب منزل ، پاکستان چوک کراچی

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

از عنایتِ بے غایت پروردگار بعد نظرِ ثانی مصحح و محشی اول نسخۂ ہذا یعنی جناب مولانا الحافظ الحاج محمد عبد الغفار صاحب اللکھنوی رحمۃ اللہ العلی الولی کتاب فیض نصاب

جلد دوم نور الہدایہ

ترجمہ

اردو شرح وقایہ

باہتمام احقر حاجی محمد زکی نبیرہ حاجی محمد سعید صاحب غفرہ اللہ لہ طبع شد

ایچ - ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

فہرست جلد دوم نورالہدایہ ترجمہ اردوی شرح وقایہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ص کِتَابُ النِّکَاحِ

نکاح ایک عقد ہے کہ بنایا گیا ہے واسطے حلال ہونے اُس نفع کے جو مرد کو عورت سے حاصل ہوتا ہے اور نکاح منعقد ہوتا ہے ایجاب وقبول سے کہ دونوں ماضی کے صیغے سے ہوں جیسے نکاح کر دیا میں نے اور نکاح کیا میں نے یا ایک ماضی کے صیغے سے اور دوسرا مستقبل یعنی امر کے صیغے سے جیسے نکاح کر دے میرا تو دوسرے نے کہا نکاح کر دیا میں نے اگرچہ وہ دونوں اس کے معنی کو نہ جانیں اور اگر بیع میں کہا کہ بیچ میرے ہاتھ اس شے کو تو کہا دوسرے نے بیچا میں نے تو جائز نہ ہوگی یہاں تک کہ پھر مشتری کہے خریدا میں نے ف اور وجہ اس کی شرح عربی میں مذکور ہے ص اگر عورت سے کہا کہ تم نے فلانے کو جورو ہونا میں اپنے تئیں دیا سو کہا عورت نے کہ دیا پھر دوسرے سے کہا کہ قبول کیا تو نے اُس نے کہا کہ قبول کیا تو نکاح جائز ہو جاوے گا اور اسی طرح بیع میں اگر بائع سے کہا بیچا تو نے سو کہا اُس نے بیچا پھر مشتری سے کہا خریدا تو نے اُس نے کہا خریدا صحیح ہو جاوے گی اور اگر مرد و عورت نے کہا کہ ہم جورو خاوند ہیں گواہوں کے سامنے تو نکاح جائز نہ ہوگا اور نکاح صحیح ہو جاتا ہے ساتھ لفظ نکاح اور تزویج اور ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور بیع اور شرا کے ف نکاح وتزویج کی صورت اوپر بیان ہو چکی اور ہبہ میں اس طرح پر کہیں کہ ہبہ کیا میں نے اپنے نفس یا مؤکلہ وغیرہا کو تجھ کو اور تملیک میں مالک کیا میں نے تجھکو اور صدقہ میں صدقہ کیا میں نے اپنے تئیں تجھ پر اور بیع اور شرا میں بیچا میں نے یا خریدا میں نے تجھ کو خواہ یہ الفاظ جورو کی طرف سے ہوں یا خاوند کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے ص نہ ساتھ لفظ اجارہ اور اعارہ اور وصیّت کے ف یعنی اگر کسی نے کہا کہ اجارہ دیا میں نے تجھ کو یا عاریت دیا تو نکاح جائز نہ ہوگا اور اسی طرح وصیّت میں تو حاصل یہ ہے کہ جو الفاظ اُسی وقت چیز کے مالک کر دینے کے لئے بنائے گئے ہیں مثل بیع اور ہبہ وغیرہا کے اُن سے درست ہوگا اور اجارہ اور اعارہ اور وصیّت سے درست نہ ہوگا کیونکہ اجارہ اور عاریت واسطے مالک کر دینے کے نہیں بنا بلکہ نفع کے مالک کر دینے کے لئے اور وصیّت اُسی وقت چیز کی ملکیت کے لئے نہیں ہے بلکہ بعد موت کے مالک کر دینے کو بنی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح نہیں جائز ہوتا مگر لفظ نکاح اور تزویج سے فقط اور بلفظ ہبہ نکاح صحیح ہونا خاص آنحضرتؐ کے لئے تھا اور ہمارے نزدیک یہ حکم عام ہے کذا فی الاصل ص اور شرط نکاح کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کلام کو سُنے اور دو مرد آزاد یا ایک مرد آزاد اور دو عورتیں آزاد حاضر ہوویں ف کشف الغمہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ جائز رکھتے تھے شہادت عورتوں کی ساتھ ایک مرد کے نکاح میں اور نکاح بغیر شہود یعنی گواہوں کے جائز نہیں کیونکہ روایت کی بیہقیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا نِکَاحَ اِلَّا بِالشُّھُوْدِ یعنی نہیں ہے نکاح مگر گواہوں سے اور غریب کہا اُس کو زیلعی نے اور فتح القدیر میں ہے کہ اخراج کیا اُس کا دارقطنیؒ نے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زانیہ وہ عورتیں ہیں جو نکاح کر لیتی ہیں اپنا بغیر گواہوں کے اور کہا کہ صحیح وقف اُس کا ہے ابن عباسؓ پر اور روایت کیا اُس کو

عبدالرزاقؒ نے موقوفاً اور اسی پر اتفاق کیا ہمارے علماء نے اور یہی صحیح ہے نزدیک امام شافعیؒ کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اعلان نکاح میں شرط ہے اور شہادت شرط نہیں اور یہ حدیث اُن پر حجت ہے ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر شہادت دوم دوں کے جائز نہ ہوگا اور وہ گواہ بالغ ہوں عاقل ہوں ف اس واسطے کہ شہادت نابالغ اور مجنون کی معتبر نہیں ص مسلمان ہوں ف اس واسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر قبول نہ کیجاوے گی ص اور دونوں نے معًا عاقدین کے لفظ کو سنا ہو تو اگر ہر ایک نے متفرق سُنا اس طرح پر کہ پہلے ایک کے سامنے دونوں نے الفاظ نکاح ادا کیے اور وہ چلا گیا اور پھر دوسرے کے سامنے تو نکاح جائز نہ ہوگا ف اس واسطے کہ جس عقد کو جائز فرض کریں تو فساد لازم آتا ہے کیونکہ ایک کی گواہی مقبول نہیں ص اگرچہ وہ دونوں فاسق ہوں ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جبکہ وہ گواہ فاسق معلن ہوں تو نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں نکاح ہے بغیر ولی اور دو گواہ عادل کے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے عائشہؓ سے اور اسناد میں اسکی یزید بن سنان اور باپ اُس کا ہے کہا دارقطنیؒ نے دونوں ضعیف ہیں اور کہا نسائیؒ نے متروک الحدیث ہے اور ضعیف کیا اُس کو احمدؒ وغیرہ نے اور روایت کی دارقطنیؒ نے عائشہؓ سے کہ ضرور ہیں نکاح میں چار چیزیں ولی اور خاوند اور دو گواہ اور اسکی اسناد میں نافع بن میسر ابوخطیب مجہول ہے اور اس باب میں مروی ہے عبداللہ بن مسعود اور ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے اور اسناد ان سب روایتوں کی واہی ہے ص یا اُن پر حد قذف پڑی ہو ف یعنی کسی مسلمان کو تہمت زنا کی لگائی ہو اور وہ شرط معتبرہ سے ثابت نہ ہوا اور اُن پر حد شرعی تہمت زنا کی لگی ہو اور اُس کا بیان کتاب الحدود میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا ص یا وہ اندھے ہوں ف کیونکہ شرط نکاح میں عاقدین کے لفظ کو سُننا ہے اور یہ امر اندھوں سے حاصل ہے ص یا وہ دونوں بیٹے ہوں عاقدین کے یا فقط خاوند کے یا فقط جورو کے ف اول صورت کی مثال یہ ہے کہ زید نے زینب سے نکاح کیا اور بعد اُس کے دو یا تین بیٹے زینب سے پیدا ہوئے اور پھر زید نے زینب کو طلاق دیا پھر بعد گزرنے عدت کے ارادہ نکاح کا کیا تو ان دونوں کی گواہی سے نکاح درست ہے اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ زید نے زینب سے نکاح کا ارادہ کیا اور دوسری بیوی سے زید کے بیٹے تھے تو اب اُن کی گواہی سے نکاح زینب کے ساتھ درست ہے اور تیسری صورت کی مثال یہ ہے کہ زید نے زینب سے ارادہ نکاح کا کیا اور زینب کے پہلے خاوند سے بیٹے تھے تو اب زینب کا نکاح ساتھ گواہی اُس کے بیٹوں کے زید سے درست ہے ص لیکن جس کے بیٹے ہیں اگر وہ دعویٰ کریگا تو اُس کے واسطے شہادت اُس کے بیٹوں کی مقبول نہ ہوگی یعنی اگر خاوند کے بیٹوں کیسامنے نکاح ہوا اور خاوند نے دعویٰ کیا تو شہادت اُس کے بیٹوں کی مقبول نہ ہوگی اور عورت اگر دعویٰ کریگی تو شہادت خاوند کے بیٹوں کی اُس کے واسطے مقبول ہو جاویگی اور اگر بیوی کے بیٹوں کے سامنے نکاح ہوا تو درصورت دعویٰ کرنے بیوی کے شہادت اُنکی مقبول نہ ہوگی اور درصورت دعویٰ کرنے خاوند کے شہادت اُنکی مقبول ہو گی ف تو اس جگہ چار صورتیں ہو گئیں ص اگر مسلمان نکاح کرے ایک ذمیہ عورت سے اور دو ذمیوں کو گواہ کرے نکاح صحیح ہو جاویگا لیکن اگر مسلمان انکار کرے نکاح کا تو اُن دو ذمیوں کی گواہی سے نکاح ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر مقبول نہیں اور اگر مسلمان دعویٰ کرے نکاح کا تو گواہی اُنکی مقبول ہو جاویگی اسواسطے کہ گواہی ذمی کی واسطے نفع مسلمان کے مقبول ہے ف اور اسواسطے کہ اس صورت میں گواہی ذمی کی اوپر ذمیہ کے ہو جاویگی اور وہ مقبول ہے ص اگر کسی شخص نے دوسرے کو حکم کیا کہ میری دختر نابالغہ کا کسی سے نکاح کر دے سو اُس نے نکاح کیا اُس لڑکی کا ایک شخص کے سامنے تو اگر اُس کا باپ بھی حاضر ہے تو نکاح جائز ہو گا ف اس واسطے کہ اس صورت میں گویا باپ عاقد رہے گا اور وکیل اور وہ ایک شخص دونوں مل کے گواہ ہو جاویں گے کذا فی الاصل ص اور اگر باپ حاضر نہیں تو جائز نہ ہو گا ف اس واسطے کہ اس صورت میں فقط ایک ہی شخص گواہ رہے گا اور ایک شخص کی گواہی سے نکاح جائز نہیں ص اسی طرح اگر باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح کرے ایک شخص کے سامنے اگر وہ لڑکی حاضر ہے تو نکاح جائز ہو جاوے گا ف کیونکہ اس صورت میں گویا وہ بالغہ عاقدہ ہو جاوے گی اور باپ اور وہ شخص مل کے گواہ ہو جاویں گے کذا فی الاصل اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں نکاح درست نہ ہوگا کیونکہ بالغہ کا بھی نکاح بغیر ولی کے اُن کے نزدیک جائز نہیں ص اور اگر وہ لڑکی حاضر نہیں تو نکاح جائز نہ ہو گا ف اس واسطے کہ اس صورت میں عاقد باپ ہو جاوے گا اور فقط وہ ایک شخص گواہ

لہ راوی عمرو ضعیف ہے ۱۲ ؎ امام شافعی کے نزدیک فاسق معلن اور محدود فی القذف بعد التوبہ کی شہادت نکاح میں نہیں اور مستور اور محدود بعد التوبہ کی شہادت ان کے نزدیک بھی جائز ہے کذا فی شرح الملتقی والکفایہ ۱۲ ؎ عبدہ ؎ نمبر ۲ ۱۲

یزید بن سنان

نافع بن میسر

رہے گا اور ایک شخص کی شہادت سے نکاح جائز نہیں

فصل بیان میں اُن عورتوں کے جن سے نکاح حرام ہے

اور اُن کو محرمات کہتے ہیں ص حرام ہے مرد پر اصل اسکی ف یعنی ماں اور دادی اور نانی اور پردادی اور پرنانی اسی طرح جہان تک سلسلہ جاوے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ یعنی حرام کی گئیں تمھارے اوپر مائیں تمھاری اور بیٹیاں تمھاری اور پوتی بھی بیٹی ہے اور اسی طرح نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی اور نانی یعنی ماں کی ماں اور دادی بھی ماں ہے اس واسطے کہ اُم کہتے ہیں لغت میں اصل کو اور نانی اور دادی بھی اصل ہیں پوتے اور نواسے کی یا یہ کہ اُن کی حُرمت پر اجماع ہوا ہے اور اجماع حجت قاطع ہے ص اور فرع اُس کی ف یعنی بیٹی اور پوتی اگرچہ چلی جاویں بے نہایت اور دلیل اس کی اوپر گزری ص اور حرام ہے مرد پر بہن اُسکی اور بھانجی اور بھتیجی اور پھوپھی اور خالہ ف اس واسطے کہ قرآن شریف میں انکی حرمت منصوص ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ یعنی حرام ہیں تم پر بہنیں تمھاری اور پھوپھیاں تمھاری اور خالائیں تمھاری اور بھتیجیاں اور بھانجیاں ص اور اپنی بیوی کی بیٹی اگر اُس بیوی سے صحبت کی ہو ف اور اگر صحبت نہ کی ہو تو نکاح کرنا اُسکی بیٹی سے درست ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ یعنی حرام ہیں تمھارے اوپر ربائب تمھاری جو گودوں میں ہیں تمھاری اُن عورتوں سے جن سے صحبت کی تم نے اور اگر نہیں کی صحبت تم نے اُن سے تو نہیں گناہ ہے تم پر اور ربائب جمع ربیبہ کی ہے ربیبہ کہتے ہیں اپنی عورت کی بیٹی کو جو غیر سے ہو روایت ہے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو مرد نکاح کرے کسی عورت سے اور اُس سے صحبت کرے تو نہیں حلال اُس کو نکاح کرنا اُسکی بیٹی سے اور اگر نہیں کی صحبت اُس سے تو چاہے نکاح کرلے اُسکی بیٹی سے اور جو شخص کہ نکاح کرے کسی عورت سے تو حرام ہے اُس پر ماں اُس عورت کی برابر ہے کہ اُس عورت سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اسناد اس کی اور ابن لہیعہ اور مثنی بن صباح دونوں ضعیف گنے جاتے ہیں حدیث میں اور اس باب میں مروی ہوا ابن عباسؓ سے بھی اور اس پر اتفاق ہے ائمہ اربعہؒ کا ص اور اپنی بیوی کی ماں برابر ہے کہ اُس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ یعنی حرام ہیں تمھارے اوپر مائیں تمھاری بیویوں کی اور اُس میں قید صحبت کی نہیں اور اوپر دلیل میں اسکی حدیث بھی گزری ص اور اپنی اصل کی بیوی ف یعنی باپ اور دادا کی بیوی جہاں تک بلند ہو ویں کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ یعنی نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے کہ نکاح کیا اُن سے باپوں تمھارے نے ص اور اپنی فرع کی بیوی ف یعنی بیٹے کی بیوی یا پوتے کی بیوی جہاں تک نیچے اُتریں کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ یعنی اور حرام ہیں تم پر بیویاں تمھارے بیٹوں کی جو تمھارے نطفہ سے ہیں اور اس سے نکل گئیں بیویاں متبنّٰی کی یعنی اُس شخص کی جس کو بیٹا بنالیا ہو اور اُس کو ہندی میں لے پالک کہتے ہیں ص اور بھی حرام ہیں یہ سب اگر رضاعی ہوں ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ یعنی حرام ہیں تمھارے اوپر مائیں تمھاری جنھوں نے دودھ پلایا تم کو اور بہنیں تمھاری رضاعت سے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ یعنی حرام ہوتا ہے رضاع سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے عائشہؓ سے اور ایک روایت میں مسلمؒ کی ہے تحقیق کہ اللہ نے حرام کیا رضاعت سے جو حرام کیا نسب سے اور تفصیل رضاع کی کتاب الرضاع میں آویگی انشاء اللہ تعالیٰ ص اور اسمیں بہت سی صورتیں ہر ایک میں نکلیں گی مثلاً بہن کی بیٹی شامل ہے بہن نسبی کی رضاعی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی رضاعی بیٹی کو ف اور اسیطرح اور اقسام میں مثلاً بھائی کی بیٹی شامل ہے بھائی نسبی کی رضاعی بیٹی کو اور بھائی رضاعی کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بھائی کی رضاعی بیٹی کو وقس علیٰ ہذا ص اور حرام ہے مرد پر فرع

اُس عورت کی جس سے زنا کی ہو یا چھوا ہو یعنی مس کیا ہو شہوت سے یا اُس نے مرد کو مس کیا ہو شہوت سے یا مرد نے اُسکی فرج داخل پر نظر کی ہو بہ شہوت اور اسی طرح حرام ہے اصل اُن عورتوں کی ف اور یہی مذہب ہے امام احمدؒ کا اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک زنا سے حرمت ثابت نہ ہوگی دلیل ہماری یہ ہے کہ کہا ایک مرد نے یا رسول اللہ تحقیق کہ میں نے زنا کیا تھا ایک عورت سے جاہلیت میں کیا نکاح کروں میں اُسکی بیٹی سے سو فرمایا آپنے میں نہیں تجویز کرتا اُس کو آخر حدیث تک کہا شیخ ابن الہمامؒ نے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور بھی روایت کی ابن جریجؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص میں جو نکاح کرے کسی عورت سے سو اُسکو دباوے اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کرے تو نہ نکاح کرے اُس کی بیٹی سے اور یہ بھی مرسل ہے منقطع ہے مگر مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے جب اُس کے راوی ثقہ ہوں اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْحَرَامُ لَا یُفْسِدُ الْحَلَالَ یعنی حرام نہیں فاسد کرتا حلال کو روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے عائشہؓ سے اور اسکی اسناد میں عثمان بن عبدالرحمن وقاصی ہے کہا یحییٰ بن معین نے لَیْسَ شَیْءٌ کَانَ یَکْذِبُ یعنی کچھ نہیں جھوٹ بولتا تھا اور ضعیف کیا اسکو ابن المدینی نے اور ایسا ہی کہا بخاریؒ اور نسائیؒ اور رازیؒ اور ابو داؤدؒ نے اور کہا دارقطنیؒ نے متروک ہے اور کہا ابن حبان نے روایت کرتا تھا ثقات سے موضوعات کو اور نہیں جائز ہے احتجاج ساتھ اُس کے اور بھی روایت کیا اُس کو دارقطنیؒ اور ابن ماجہؒ نے ابن عمرؓ سے اور اسکی اسناد میں عبداللہ بن عمر بھائی عبیداللہ کا ہے کہا ابن حبانؒ نے فاحش ہوئی خطا اُسکی سو مستحق ہوا ترک کا اور بھی اسکی اسناد میں اسحق بن محمد عروی ہے کہا یحییٰ نے کچھ نہیں کذاب ہے اور کہا بخاریؒ نے ترک کیا محدثین نے اُس کو ص مس بہ شہوت کے معنی یہ ہیں کہ دل سے اُسکی اشتہا کرے اور اس[لہ] سے لذت پاوے تو عورتوں میں[٢ه] بھی یہی ہوگا اور مردوں میں بعضوں کے نزدیک یہ ہے کہ آلت منتشر ہو جاوے یا زیادتی انتشار ہووے اور یہ قول صحیح ہے ف اور یہی صحیح ہے کذا فی الہدایہ ص اور نو برس سے کم کی عورت مشتہات یعنی شہوت والی نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے اور جاننا چاہیئے کہ کبھی عورت نو برس کی یا زیادہ کی مشتہات ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی اور یہ اختلاف بسبب صغر و عظم جثے کے ہے ف اور تفصیل اسکی انشاء اللہ تعالیٰ فصل حد البلوغ میں آوے گی ص اور حرام ہے جمع کرنا درمیان دو بہنوں کے اور درمیان اُن دو عورتوں کے کہ اگر اُن میں سے ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری عورت اُس کو درست نہ ہو ف اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ یعنی حرام ہے تم پر جمع کرنا درمیان دو بہنوں کے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیروز دیلمی سے اور اُن کے نکاح میں دو بہنیں تھیں جب وہ اسلام لائے کہ اختیار کرے جس کو چاہے روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ نے اور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے ساتھ اللہ کے اور پچھلے دن کے سو نہ جمع کرے نطفے اپنے کو رحم میں دو بہنوں کے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں غریب ہے اس لفظ سے ص خواہ وہ دونوں نکاح میں ہوں یا ایک کو طلاق دیوے اگرچہ بائن ہو اور اس کی عدت میں دوسری سے نکاح کرے ف اور عدت اور طلاق کا بیان آگے آوے گا ص اور بھی حرام ہے وطی کرنا دو بہنوں کا جو اپنی لونڈیاں ہوں اور اسی طرح اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری لونڈی ایسی خریدی کہ اگر وہ مرد فرض کی جاوے تو اُن کے درمیان[٣ه] میں نکاح جائز نہ ہو تو اُس لونڈی سے وطی حرام ہے اور اگر ایک لونڈی سے وطی کی تو پھر دوسری ایسی عورت سے کہ اگر وہ مرد فرض کیجاوے تو نکاح اُن دونوں[٤ه] میں حرام ہو وطی خواہ نکاح سے ہو یا ملک یمین سے جائز نہیں اور صرف نکاح جائز ہے تو اگر اُس عورت سے نکاح کر لیا تو اب کسی سے وطی نہ کرے جب تک کہ ایک کو اُن میں سے اپنے اوپر حرام نہ کر لے اس طرح پر کہ اُس کو اپنی ملک سے نکال دیوے[٥ه] کل کو یا بعض کو یا کسی دوسرے مرد سے اُس کا نکاح کر دیوے ف یہ جو بیان کیا کہ وہ دو عورتیں ایسی ہوں کہ اُن میں سے اگر ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری سے اُس کا نکاح حرام ہو مثال اُس کی یہ ہے کہ جیسے ایک شخص نے اول ایک عورت سے نکاح کیا اب اُس عورت کی پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کرنا چاہے تو یہ نکاح جائز نہیں کیونکہ اگر پھوپھی کو مرد فرض کریں تو پہلی عورت اُسکی بھتیجی ہوئی اور بھتیجی سے نکاح حرام ہے اور اگر خالہ کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اُسکی بھانجی ہوئی اور بھانجی سے نکاح حرام ہے اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اُسکی پھوپھی ہوئی اور پھوپھی سے نکاح حرام ہے اور اگر بھانجی کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اُسکی خالہ ہوئی اور خالہ سے نکاح

لہ اس سے لذت پاوے یعنی مس وغیرہ سے ۱۲ ٢ه اور اسی طرح بعض نسخوں میں ۱۲ ٣ه سب بھی حرام ہے ۱۲ ٤ه یعنی نکاح میں اور اور طرح ۱۲ ٥ه یعنی آزاد کر دیوے یا بیچ ڈالے یا ہبہ کر دیوے یا بعض کو آزاد کرے یا اس کا نکاح کر دے یا مکاتب کرے یا طلاق دیوے اور عدت اس کی گزر جاوے ۱۲

عثمان بن عبدالرحمن وقاصی — عبداللہ بن عمر — اسحق بن محمد عروی

حرام ہے تو جس عورت کو مرد فرض کریں تو نکاح پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی سے لازم آتا ہے اور نکاح ان سب سے حرام ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ جمع کیا جاوے گا درمیان عورت کے اور اُسکی پھوپھی کے اور نہ درمیان عورت کے اور اُسکی خالہ کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ و ترمذیؒ و دارمیؒ نے اور اُسی میں ہے کہ نہ نکاح کیجاوے عورت اپنی پھوپھی پر اور نہ پھوپھی اپنی بھتیجی پر اور نہ عورت اپنی خالہ پر اور نہ خالہ بھانجی پر نہ نکاح کیجاوے بڑی یعنی خالہ اور پھوپھی چھوٹی پر یعنی بھانجی اور بھتیجی پر اور نہ چھوٹی بڑی پر اور خالہ اور پھوپھی کو بڑا اس واسطے ارشاد فرمایا کہ اکثر وہ سن میں بڑی ہوتی ہیں اور بھتیجی اور بھانجی چھوٹی ہوتی ہیں یا وہ مرتبہ میں بڑی ہوتی ہیں اور صحیح کیا اس حدیث کو ترمذیؒ نے اور روایت کی بخاریؒ نے جابرؓ سے مانند اس کے اور اس باب میں روایت ہے ابن عباسؓ سے اخراج کیا اُس کا احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے کہ مکروہ رکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمع درمیان پھوپھی اور خالہ کے اور درمیان دو پھوپھی اور دو خالہ کے اور ابو سعیدؓ سے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور علیؓ سے روایت کیا اس کو بزارؒ نے اور ابن عمرؓ سے روایت کیا اُس کو ابن حبانؒ نے اور بہت سے صحابیوں سے مروی ہے اس باب میں اور باعث اس کا یہی ہے کہ ان سب عورتوں میں آپس میں علاقہ رحم ہے اور بسبب نکاح کے شاید منقطع ہو جاوے کیونکہ اکثر سوکنوں میں عداوت وحسد وعناد رہا کرتا ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ قَطَعْتُمْ اَرْحَامَهُنَّ یعنی جب وقت یہ تم نے کیا سو قطع کیا تم نے اُن کے رشتوں کو روایت کیا اس کو ابن حبانؒ اور ابن عدیؒ نے حدیث ابن عباسؓ سے اور روایت کی ابو داؤدؒ نے مراسل میں عیسیٰ بن طلحہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہ نکاح کی جاوے عورت اپنے قرابت پر بسبب خوف قطع رحم کے **ف** اگر نکاح کیا دو بہنوں سے ساتھ دو عقدوں کے اور بھول گیا کہ اول کس سے عقد کیا تھا تو درمیان خاوند اور اُن دو بہنوں کے جُدائی کرائی جاوے گی **ف** یعنی قاضی تفریق کراوے گا **ص** اور اُن دونوں کو آدھا مہر ملے گا **ف** اس واسطے کہ دوسرا نکاح تو باطل ہے غیر موجب مہر اور پہلا نکاح صحیح ہے اور تفریق قبل وطی وخلوت میں نصف مہر واجب ہوتا ہے اور معلوم نہیں کہ کون اول ہے تو نصف اُس مہر کو دونوں میں تقسیم کر دیں گے ایک ربع ایک کو اور ایک ربع دوسری کو **ص** اور اگر ایک ہی عقد میں دونوں کا نکاح کیا تو دونوں کا نکاح باطل ہوا اور کچھ مہر واجب نہ ہوگا اور درست ہے جمع کرنا درمیان عورت کے اور اُس کے خاوند کی دختر کے ساتھ درصورتیکہ وہ دختر اُس عورت سے نہ ہو **ف** کیونکہ اگر اُس عورت سے ہوگی تو مرد کی ربیبہ ہو جاویگی اور ربیبہ سے نکاح حرام ہے اور دوسرے یہ کہ پھر جس کو ان دونوں میں سے مرد فرض کریں گے اُس کو دوسری عورت حرام ہوگی اسواسطے کہ اگر دختر کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اُسکی ماں ہے اور اگر عورت کو مرد فرض کریں تو وہ اُسکی بیٹی ہے **ص** اس واسطے کہ اگر اُس دختر کو مرد فرض کرو تو نکاح اُس کا اُس عورت سے حرام ہے کیونکہ وہ باپ کی بیوی ہے لیکن اگر اُس عورت کو مرد فرض کریں تو یہ دختر اُس پر حرام نہیں اور جائز ہے نکاح کتابیہ سے **ف** یعنی یہودی اور نصرانی عورتوں سے اِس واسطے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور کچھ فرق نہیں درمیان اس بات کے کہ لونڈی ہو یا آزاد اور جن لوگوں نے حنفیہ سے اُن کو مشرکین سمجھ کے نکاح اُن سے حرام قرار دیا ہے وہ غافل ہیں مسائل کتب حنفیہ سے کیونکہ حنفیوں کی کتابوں میں تصریح ہے کہ گو کہ نصاریٰ اور یہود قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں لیکن پھر بھی وہ مشرکین سے جدا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جُدا کیا اُن کو مشرکین سے اور کفایہ میں ہے کہ حذیفہ نے نکاح کیا ایک یہودیہ سے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی **ص** اور صابیہ سے جب کسی نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی کتاب کا اقرار کرتی ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں اور بعضوں نے کہا کہ یہ خلاف مبتنی ہے تفسیر صابیہ پر تو ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ صابی اہل کتاب سے ہے اسواسطے نکاح جائز ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ وہ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور اُن کی کوئی کتاب نہیں اسواسطے اُن کے نزدیک نکاح جائز نہیں ہے **ف** اور ایسے ہی اختلاف کیا صابیین کی تفسیر میں اصحابؓ نے کہا عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کہ وہ اہل کتاب میں سے ہیں تو عمرؓ نے کہا کہ حلال ہے ذبیحہ اُن کا اور کہا ابن عباسؓ نے کہ نہیں درست ہے نکاح اُن سے اور کھانا اُن کے ذبیحے کا اور کہا مجاہدؒ نے کہ وہ ایک قوم ہے طرف شام کے درمیان یہود اور مجوس کے اہل کتاب سے

اور کہا کلبی نے کہ وہ درمیان یہود اور نصاریٰ کے ہیں اور کہا قتادہؒ نے کہ پڑھتے ہیں زبور کو اور عبادت کرتے ہیں ملائکہ کی اور نماز پڑھتے ہیں کعبے کی طرف اور ہر دین میں سے کچھ کچھ لے لیا ہے ص اور اگر ستاروں کی پرستش کرتی ہو اور اُسکی کوئی کتاب نہ ہو تو اُس سے نکاح جائز نہیں ف اس واسطے کہ وہ اس صورت میں مانند اور مشرکین کے ہے جیسے مجوس آتش پرست وغیرہ اور اُنکی عورتوں سے نکاح حرام ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ یعنی اور نہ نکاح کرو مشرک عورتوں سے یہاں تک کہ ایمان لاویں اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِيْ نِسَائِهِمْ وَلَا اٰكِلِيْ ذَبَائِحِهِمْ یعنی چلو تم اُن سے یعنی مجوس سے طریقہ اہل کتاب کا مگر یہ کہ نکاح کرنے والے ہو اُنکی عورتوں سے اور نہ کھانے والے ہو اُن کے ذبائح کو اور یہ حدیث ہدایہ میں ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج میں اسکی قلت غریب بھذا اللفظ یعنی اس لفظ سے غریب ہے لیکن روایت کی عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حسن بن محمد بن علیؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا طرف مجوس ہجر کے کہ پیش کرتے تھے اُن پر سلام کو کہ جو اسلام لاوے قبول کیا جاوے اُس سے اور جو نہ اسلام لاوے اُس پر جزیہ باندھا جاوے نہ نکاح کرنے والے ہو اُنکی عورتوں سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحے اُن کے کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی اسناد میں قیس بن مسلم ہے بگڑ گیا حفظ اُس کا اور روایت کی ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ بن عمروؓ سے تحقیق کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا طرف مجوس ہجر کے عرض کرتے تھے اُن پر اسلام کو تو اگر انکار کریں پیش کیا جاوے اُن پر جزیہ اس طرح پر کہ نہ نکاح کیجاویں عورتیں اُن کی اور نہ کھائے جاویں ذبیحے اُن کے اور اس کی اسناد میں واقدی ہے کلام کیا گیا ہے اُس میں اور موطا میں اتنا ہی مروی ہے سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ انتھٰی حاصل ما قال الزیلعیؒ ص اور درست ہے نکاح اُس شخص کا جو احرام باندھے ہو مرد ہو یا عورت ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا میمونہؓ سے اور آپ محرم تھے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہما نے ابن عباسؓ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ اَخْرَجَهُ السِّتَّةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ یعنی نہ نکاح کرے محرم اور نہ نکاح کیا جاوے اخراج کیا اُس کا صحاح ستہ والوں نے سوا بخاریؒ کے اور جواب یہ ہے کہ نکاح سے مراد اس جگہ وطی ہے اور وہ بالاجماع احرام میں ناجائز ہے جیسا کہ بیان اُس کا کتاب الحج میں گزرا ص اور جائز ہے نکاح لونڈی سے مسلمان ہو یا کتابی ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح لونڈی کتابیہ سے واسطے آزاد مرد کے جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورہ نساء میں وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ تو اللہ تعالیٰ نے مقید کیا لونڈیوں کو ساتھ مؤمنات کے پس کافرہ سے جائز نہ ہوگا اس لئے کہ تخصیص بالحکم موجب نفی حکم ماعدا کی ہوتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ قید لگادینا مومنات کا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ کافرہ کتابیہ سے نکاح جائز نہ ہو ص اگرچہ قدرت رکھتا ہو آزاد سے نکاح کرنے پر یعنی اُس کے مہر اور نفقے پر قادر ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب قدرت نہ ہو حرہ کی تب نکاح لونڈی مسلمان سے جائز ہے ورنہ نہیں ف اور دلیل اُنکی استدلال ہے اُسی آیت سے اور ہمارا وہی جواب ہے جو گزرا ص اور جائز ہے نکاح حرہ کا ف یعنی آزاد عورت سے ص باوصف اُس کے کہ اُس کے نکاح میں لونڈی ہو ف کیونکہ روایت کی سعید بن منصور نے سنن میں ابن علیہ سے اُنھوں نے سُنا اُس شخص سے جس نے سُنا حسن سے تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا یہ کہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر حرہ کے اور کہا کہ نکاح کیجاوے حرہ اوپر لونڈی کے اور روایت کیا اس کو بیہقی اور طبرانی نے تفسیر میں ساتھ سند متصل کے حسن سے اور غریب کہا اُس کو روایت عامر احول سے اُنھوں نے حسن سے اور معروف روایت ہے عمرو بن عبید کی حسن سے کہا حافظ نے یہی یعنی عمرو بن عبید متہم ہے روایت سعید بن منصور میں اور روایت کیا اسکو عبدالرزاقؒ نے حسن سے مرسل اور اسی طرح روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے اُن سے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی جب مؤید ہوں اُس کے اقوال صحابہؓ اور اس جگہ مؤید ہوئے روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور بیہقیؒ نے حضرت علیؓ سے موقوفاً تحقیق کہ لونڈی نہیں لائق ہے کہ نکاح کی جاوے اوپر حرہ کے اور ایک روایت میں ہے لَا تُنْكَحُ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ اور سند اس کی حسن ہے اور ابن مسعودؓ سے مانند اس کے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابی الزبیرؒ سے کہ اُنھوں نے سُنا جابرؓ سے کہ کہتے تھے لَا تُنْكَحُ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ وَتُنْكَحُ الْحُرَّةُ عَلَى الْاَمَةِ

قیس بن مسلم

واقدی

یعنی نہ نکاح کیجاوے لونڈی اوپر حرّہ کے اور نکاح کیجاوے حرّہ اوپر لونڈی کے اور روایت کی بیہقیؒ نے مانند اس کے اور زیادہ کیا مَنْ وَّجَدَ صَدَاقَ حُرَّۃٍ فَلَا یَنْکِحُ اَمَۃً اَبَدًا یعنی جو شخص پاوے مہر کو حرّہ کے تو نہ نکاح کرے لونڈی سے کبھی اور اسناد اسکی صحیح ہے اور روایت کیا اسکو عبدالرزاقؒ نے بھی بغیر اس زیادتی کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیبؒ سے کہا اُنھوں نے نکاح کیجاوے حرّہ اوپر لونڈی کے اور نہ نکاح کیجاوے لونڈی اوپر حرّہ کے اور روایت کی دارقطنیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث طویل میں مرفوعًا وَیَتَزَوَّجُ الحُرَّۃُ عَلَی الْاَمَۃِ وَلَا یَتَزَوَّجُ الْاَمَۃُ عَلَی الْحُرَّۃِ یعنی نکاح کی جاوے حُرّہ اوپر لونڈی کے اور نہ نکاح کیجاوے لونڈی اوپر حرّہ کے اور اسناد میں اسکی مظاہر بن اسلم ضعیف ہے **ص** اور جائز ہے نکاح چار عورتوں سے فقط آزاد ہوں یا لونڈیاں اور زیادہ سے درست نہیں **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی نکاح کرو جو خوش لگے تم کو عورتوں سے دو دو اور تین اور چار اور یہی مذہب ہے ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کا اور یہی ثابت ہے حدیث صحیح سے روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ تحقیق غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے اور اُنکی دس عورتیں تھیں جاہلیت میں سو وہ سب اسلام لائیں اُن کے ساتھ سو فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک لے چار عورتوں کو اور چھوڑ دے باقی کو روایت کیا اسکو شافعیؒ اور احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور روایت ہے نوفل بن معاویہ سے کہا اسلام لایا میں اور میرے پاس پانچ عورتیں تھیں سو پوچھا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے چھوڑ دے ایک کو اور روک لے چار کو سو چھوڑ دیا میں نے اُن میں سے ایک عورت کو کہ بہت قدیم الصحبۃ تھی ساتھ میرے بانجھ تھی ساٹھ برس کی روایت کیا اس کو شافعیؒ نے اور بغوی نے شرح السنۃ میں **ص** اور غلام کو دو سے زیادہ درست نہیں **ف** اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ اور احمدؒ کا اور کہا مالکؒ نے کہ وہ بھی نکاح کرے چار عورتوں تک اور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی ابن الجوزیؒ نے تحقیق میں عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا اُنھوں نے نکاح کرے غلام دو عورتوں سے اور طلاق دے دو طلاق اور عدت کرے لونڈی دو حیض سے اور ایسی ہی روایت کی بغویؒ نے معالم میں کہا ابن الجوزیؒ نے کہا حاکمؒ نے کہ اجماع کیا اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہ نکاح کرے غلام زیادہ دو عورتوں سے اخراج کیا اس کا ابن ابی شیبہؒ اور بیہقیؒ نے **ص** اور جائز ہے نکاح اُس عورت سے جو حاملہ ہووے زنا سے **ف** اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک نکاح فاسد ہے اور یہ اختلاف اس میں ہے کہ نکاح کرے اُس سے غیر زانی اور جو زانی خود نکاح کرے تو بالاتفاق صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے **ص** اور وطی نہ کرے اُس سے جب تک وہ وضع حمل نہ کرے **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ حنین میں نہیں حلال ہے واسطے اُس مرد کے جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر یہ کہ پلاوے پانی اپنا دوسرے کی کھیتی میں روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے رویفع بن ثابت انصاریؓ سے **ص** اور جائز ہے نکاح اُس عورت سے کہ وطی کی ہو ایک شخص نے زنا سے اور اُس لونڈی سے کہ وطی کی ہو اُس سے مالکؒ نے اُس کے اور دونوں صورتوں میں خاوند پر استبرا واجب نہیں **ف** استبرا کہتے ہیں طلب برائت رحم کو ولد سے اور اس کا بیان آگے آویگا **ص** اگر دو عورتوں سے نکاح کیا ساتھ ایک ہی عقد کے **ف** مثلاً کہا نکاح کیا میں نے تم دونوں سے اور اُنھوں نے کہا قبول کیا میں نے **ص** اور ایک اُن دونوں عورتوں میں سے نکاح کرنیوالے پر حرام ہے تو دوسری کا نکاح صحیح ہو جاویگا اور نہیں جائز ہے نکاح اپنی لونڈی سے اور نہ غلام کو اپنی مالکہ سے **ف** یعنی وہ عورت جو مالک ہے غلام کی اسواسطے کہ نکاح موضوع ہے واسطے حاصل ہونے فوائد کے جو مشترک ہوں درمیان زوج اور زوجہ کے اور اس صورت میں احد العاقدین مملوک ہے دوسرے کا اور مملوکیت منافی ہے مالکیت کی تو اب ان دونوں میں مشترک نہونگے **ص** اور نہیں جائز ہے نکاح مجوسیہ سے اور جو عورت بتوں کی پرستش کرتی ہو **ف** اور وجہ اسکی اوپر گزری **ص** اور نہ پانچویں عورت سے اگرچہ چوتھی عورت عدت میں ہو **ف** یعنی ایک شخص کی چار عورتیں ہیں اور اُس نے ایک کو اُن میں سے طلاق دیا تو جب تک وہ عدت میں ہے نکاح پانچویں عورت سے جائز نہیں **ص** اور یہ حکم واسطے آزاد مرد کے ہے اور غلام کے واسطے تیسری عورت جائز نہیں دوسری عورت کی عدت میں اور نہیں جائز ہے نکاح لونڈی سے باوصف ہونے حرّہ کے نکاح میں **ف** اور دلیل اُس کی اوپر گزری **ص** یا حرّہ کی عدت میں **ف** صورت مسئلے کی

یہ ہے کہ ایک شخص کے نکاح میں ایک آزاد عورت تھی اور اُس نے اُس کو طلاق دیا تو جب تک وہ عدّت میں ہے نکاح لونڈی سے جائز نہیں اور حرّہ سے جائز ہے ص اور نہیں جائز ہے نکاح اُس عورت حاملہ سے جو مقید ہو کے آئی ہے اور اُس حاملہ سے کہ اُس کا نسب ثابت ہے ف یعنی یہ معلوم ہے کہ فلانے شخص کا حمل ہے ص اگرچہ وہ حاملہ اُم ولد ہوا پنے مالک کی اور اسی سے حاملہ ہوئی ہووے آور باطل ہے نکاح متعہ کا یعنی اس طرح پر کہے کہ متعہ کرتا ہوں میں تجھ سے اتنی مدت پر اتنے مال پر ف اتفاق کیا ائمہ اربعہؒ اور علمائے امصار نے حرام ہونے متعہ پر اور حجت اُسکی حُرمت پر قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ یعنی نجات پائی اُن مسلمانوں نے جو اپنی فرجوں کے حافظ ہیں مگر اپنی بیبیوں پر یا لونڈیوں پر پس تحقیق کہ وہ نہیں ملامت کئے گئے ہیں سو جو شخص تلاش کرے سوا اس کے پس وہی لوگ ہیں زیادتی کرنے والے اس واسطے کہ جس عورت سے مُتعہ کیا ہو اُس کو زوجہ نہیں کہتے ہیں اور اسی سبب سے جو لوگ قائلین متعہ ہیں اُن کے نزدیک بھی ممتوعہ اور مرد میں وراثت[له] نہیں برخلاف زوجہ کے رَوایت کی مسلم نے ربیع بن سبرۃ بن معبدؓ جہنی سے تحقیق کہ اُن کے باپ نے حدیث بیان کی اُن سے کہ تھے وہ ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سو فرمایا آپ نے اے لوگو اذن دیا تھا میں نے تم کو متعہ کا عورتوں سے اور اب اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اُس کو دن قیامت تک سو جس شخص کی ایسی عورت ہو تو چھوڑ دے اُسکو اور نہ لیوے اُس سے جو دیا ہے اُس کو اور روایت کیا اُس کو مسلمؒ نے دوسرے طریق سے آور بھی روایت کی ابن ماجہؒ نے باسناد صحیح حضرت عمرؓ سے کہ اُنھوں نے خطبہ پڑھا سو کہا کہ تحقیق کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذن دیا متعہ کا تین بار پھر حرام کیا اُس کو اگر کوئی متعہ کریگا اور وہ محصن ہوگا البتہ رجم کروں گا میں اُس کو پتھروں سے آور ایک روایت میں ہے کہ خطبہ پڑھا حضرت عمرؓ نے سو کہا کہ کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو نکاح کرتے ہیں متعے کا اور تحقیق کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے نہیں آویگا میرے پاس کوئی کہ نکاح کیا ہو ویگا اُس نے متعے کا مگر رجم کروں گا میں اُس کو آور پوچھے گئے حضرت ابن عمرؓ متعے سے سو کہا حرام ہے سو کہا گیا اُن کو کہ ابن عباسؓ فتویٰ دیتے ہیں اُسکی حلّت کا کہا اُنھوں نے کہ کیوں نہ[بے] بکے زمانہ حضرت عمرؓ میں اور روایت کی مسلمؒ نے سلمۃ بنؓ اکوع سے کہا رخصت دی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سال اوطاسؓ کے تین بار پھر منع کیا ہم کو متعے سے اور روایت کی مسلمؒ نے سبرۃ بن معبدؓ سے کہ حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سال فتح میں متعے کا جب داخل ہوئے ہم مکّے میں پھر نہ نکلے مکّے سے یہاں تک کہ منع کیا ہمکو متعہ سے اور روایت کی خازنی نے اپنی سند سے جابرؓ سے ایک حدیث میں کہ خطبہ پڑھا ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں اور ثنا کی اللہ تعالیٰ پر اور منع کیا متعے سے اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت علیؓ سے تحقیق اُنھوں نے سُنا ابن عباسؓ سے کہ نرمی کرتے ہیں متعے میں سو کہا چھوڑ دے اے ابن عباسؓ تحقیق کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اُس سے دن خیبر کے اور گدھوں کے گوشت کھانے سے آور ایک روایت میں ہے حضرت علیؓ سے کہ کہا اُنھوں نے واسطے ابن عباسؓ کے تو مرد گمراہ ہے اور بہت سے آثار اور احادیث حرمت متعہ میں وارد ہوئے ہیں آور روایت کیا عبد الرزاقؒ نے ابن عباسؓ سے حلّت متعہ کو اور فتویٰ دیا ساتھ اُن کے بعض تابعینؒ نے مثل ابن جریج اور طاؤس اور عطار کے اور سعیدؓ بن جبیر اور فقہائے مکّہ نے اور کہا اوزاعی نے کہ ترک کیا جاویگا قول اہل حجاز سے متعہ نسار کا اور قول اہل مدینہ سے حلّت وطی فی الدبر کی رَوایت کیا اس کو حاکم نے علوم الحدیث میں اُن سے آور ہدایہ میں ہے کہ ابن عباسؓ نے رجوع کی اُس سے رَوایت کی بیہقیؒ نے زہریؒ سے کہ اُنھوں نے کہا نہیں مرے ابن عباسؓ یہاں تک کہ رجوع کی اُنھوں نے فتویٰ اپنے سے درباب حلت متعہ کے اور ایسا ہی ذکر کیا ابو عوانہؒ نے صحیح میں آور روایت کی ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ تھا متعہ اول اسلام میں کہ آتا تھا ایک شخص شہر میں اور اُس کو اُس شہر سے معرفت نہ ہوتی تھی تو نکاح کر لیتا تھا عورت سے جب تک کہ جانتا تھا کہ میں مقیم رہوں گا تو وہ عورت اُس کے مال کی محافظت کرتی تھی اور اُس کی چیزوں کو درست کرتی تھی یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ سو اب ہر فرج سوا اُن کے حرام ہے اور روایت کی ابو عوانہؒ نے رجوع ابن جریج کے بھی فتویٰ سے اور تفصیل اس کی تفسیر مظہری میں ہے ص اور نکاح موقت یعنی اس طرح

کے کہ نکاح کرتا ہوں میں تجھ سے ساتھ اتنے مہر کے مہینہ بھر تک یا دس دن تک ف اسواسطے کہ یہ بھی معنوں میں متعے کے ہے اور زفرؒ کے نزدیک درست ہے

ص باب ولی اور کفو کے بیان میں

جائز ہے نکاح عورت مکلفہ یعنی عاقلہ بالغہ کا ف بکر ہو یا ثیب ص اگرچہ غیر کفو سے ہو بغیر حاضر ہونے ولی کے اور ولی کو درست ہے کہ قاضی سے کہکر فسخ کراوے جب غیر کفو سے ہو اور روایت کی حسنؒ نے ابو حنیفہؒ سے کہ نکاح ساتھ غیر کفو کے جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے قاضی خاں کا اور ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے نکاح نہیں منعقد ہوتا ہے مگر ساتھ ولی کے اور نزدیک محمدؒ کے منعقد ہوگا اور موقوف رہے گا اجازت ولی پر ف یعنی اگر ولی چاہے روا رکھے اور چاہے فسخ کرے ص اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک نکاح نہیں منعقد ہوتا ہے ساتھ عبارت عورتوں کے ف برابر ہے کہ اپنا نکاح کریں یا اپنی بیٹی کا یا اپنی لونڈی کا دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورت نکاح کرے بغیر اذن ولی کے پس نکاح اُس کا باطل ہے پس نکاح اُس کا باطل ہے پس نکاح اُس کا باطل ہے تو اگر داخل ہوا اُس کے ساتھ تو اس عورت کیواسطے مہر ہے بدلہ حلال ہونے اُس کی فرج کا تو اگر اختلاف کیا اُنھوں نے تو بادشاہ ولی ہے اُس کا جس کا کوئی ولی نہیں روایت کیا اسکو اصحاب سننؒ نے ابن جریج سے اُنھوں نے سلیمان بن موسیٰ سے اُنھوں نے زہریؒ سے اُنھوں نے عروہؓ سے اُنھوں نے حضرت عائشہؓ سے اور حسن کہا اس کو ترمذیؒ نے کہا طحاوی نے حدثنا ابن ابی عمران قال اخبرنا یحییٰ بن معین عن ابن عیینۃ عن ابن جریج انہ قال لقیت الزہری فاخبرتہ عن ھذا الحدیث فانکرہ یعنی کہا ابن جریج نے کہ ملاقات کی میں نے زہریؒ سے سو خبر کی میں نے اُن کو اس حدیث کی پس انکار کیا زہریؒ نے اس کا اور روایت کی ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا نکاح الا بولی والسلطان ولی من لا ولی لہ یعنی نہیں ہے نکاح بغیر ولی کے اور بادشاہ ولی ہے اُس کا جس کا کوئی ولی نہیں اور اسناد میں اسکی حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے اور روایت کی دارقطنیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں نکاح ہے بغیر ولی کے اور دو گواہ عادل کے اور اسناد میں اسکی یزید بن سنان اور باپ اُس کا دونوں ضعیف ہیں ضعیف کیا اُن کو نسائیؒ اور احمدؒ وغیرہما نے اور روایت کی دارقطنیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرور ہیں نکاح میں چار چیزیں ولی اور زوج اور دو گواہ اور اسناد میں اسکی نافع بن میسرا ابو خطیب مجہول ہے اور روایت کی احمدؒ نے ابی موسیٰؓ سے اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے لا نکاح الا بولی یعنی نہیں نکاح ہے بغیر ولی کے اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں نکاح ہے بغیر ولی کے اور بادشاہ ولی ہے اُس کا جس کا کوئی ولی نہیں روایت کیا اس کو احمدؒ نے طریق حجاج بن ارطاۃ سے اور وہ ضعیف ہے اور ایک اور طریقے سے اور اسمیں عدی بن الفضل اور عبد اللہ بن عثمان دونوں ضعیف ہیں اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانیہ وہ عورتیں ہیں کہ نکاح کر لیتی ہیں اپنا آپ نہیں جائز ہے نکاح مگر ساتھ ولی کے اور دو گواہوں کے اور مہر کے تھوڑا ہو یا بہت روایت کیا اس کو ابن الجوزیؒ نے اور اسناد میں اسکی نہاس ضعیف ہے ضعیف کیا اس کو یحییٰ نے اور کہا ابن عدی نے لا تساوی شیئا اور روایت ہے ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں نکاح ہے مگر ساتھ ولی کے اور دو گواہ عادل کے اور حدیث ابن مسعودؓ میں بکر بن بکار ہے کہا یحییٰ نے کچھ نہیں اور عبد اللہ بن محرز ہے کہا دارقطنیؒ نے متروک ہے اور حدیث ابن عمرؓ میں ثابت بن زہیر منکر الحدیث ہے ایسا ہی کہا ابو حاتم نے اور کہا ابن حبان نے لا یحتج بہ یعنی حجت پکڑی جاویگی ساتھ اُس کے اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا تزوج المرأۃ المرأۃ ولا تزوج المرأۃ نفسہا فان الزانیۃ ھی التی تزوج نفسہا یعنی نہ نکاح کرے عورت عورت کا اور نہ نکاح کرے عورت اپنا پس تحقیق کہ زانیہ وہ عورت ہے جو نکاح کر لے اپنا روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے دو طریقوں سے ایک کی اسناد میں جمیل بن الحسن

ہے اور دوسروں کی اسناد میں مُسلم بن ابی مسلم ہے اور دونوں نہیں پہچانے جاتے آور روایت ہے جابرؓ سے مرفوعاً نہیں نکاح ہے مگر ساتھ ولی مرشد کے اور دو گواہ عادل کے روایت کیا اس کو ابن الجوزیؒ نے اور اسکی اسناد میں محمد بن عبید اللہ عزرمی ہے کہا نسائیؒ اور یحیٰی نے متروک ہے نہیں لکھی جاوے گی حدیث اُسکی اور اسکی اسناد میں قطر بن بسیر ضعیف ہے آور روایت ہے معاذ بن جبلؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس عورت نے نکاح کیا اپنا آپ بغیر ولی کے سووہ زانیہ ہے اخراج کیا اس کا دارقطنیؒ نے اور اس کی اسناد میں ابو عصمۃ اسم بن ابی مریم ہے کہا یحیٰی نے کچھ نہیں اور کہا دارقطنیؒ نے متروک ہے یہ سب دلیلیں شافعیؒ کے مذہب کی تھیں اور حنفیہ حجت پکڑتے ہیں ساتھ قول اللہ تعالی کے حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ کیونکہ نسبت نکاح کی اُس میں طرف عورت کے ہے اور حدیثؓ ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورت بے خاوند کے ہے وہ زیادہ حقدار ہے اپنی ذات پر ولی اپنے سے اور بکر سے اذن لیا جاویگا اور اذن اُس کا سکوت ہے روایت کیا اس کو مسلمؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور حدیثؓ ابی سلمۃ بن عبد الرحمن سے کہا کہ آئی ایک عورت طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سو کہا کہ تحقیق کہ میرے باپ نے نکاح کیا میرا ایک شخص سے اور میں ناراض ہوں سو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے باپ کو نہیں نکاح ہے واسطے تیرے جا نکاح کر جس سے چاہے تو روایت کیا اس کو ابن الجوزیؒ نے اور یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن مرسل نزدیک ہمارے حجّت ہے اور حدیثؓ حضرت عائشہؓ سے تحقیق کہ قتادہ داخل ہوئیں ان پر سو کہا کہ میرے باپ نے نکاح کیا میرا اپنے بھتیجے سے تا کہ بڑھے حسب اُس کا اور میں مکروہ رکھتی ہوں سو کہا حضرت عائشہؓ نے بیٹھ اور آئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سو خبر کی حضرت عائشہؓ نے آپ کو سو آپ نے کہلا بھجا طرف اُس کے باپ کے اور دیا اختیار قتادہؓ کو سو کہا قتادہؓ نے اے رسول اللہ التحقیق کہ اجازت دی میں نے اُس کی جو میرے باپ نے کیا اور نہیں ارادہ کیا میں نے مگر یہ کہ آگاہ کروں میں عورتوں کو کہ نہیں ہے اُن پر اُن کے باپوں کا اختیار روایت کیا اس کو نسائیؒ نے اور وجہ استدلال کی اس حدیث سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت کیا قتادہ کے اس قول پر کہ باپوں کا کچھ اختیار نہیں یہ تو حدیثیں معارض ہیں حدیث حضرت عائشہؓ کو جو پہلے مذکور ہوئی اور حدیث لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ پر ترجیح ابن عباسؓ کو ہو گی کیونکہ روایت کیا اس کو مسلمؒ نے اور وہ اصح ہے اور اقوی ہے از روے سند کے برخلاف اُن احادیث کے جن سے تمسک کیا شافعیؒ نے کہ وہ سب خالی نہیں ضعف سے جیسا کہ بیان کیا ہم نے اُس کو اور تاویل حدیث لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ کی یہ ہے کہ نہیں ہے نکاح بطور سُنت کے بغیر ولی کے اور حدیث حضرت عائشہؓ کو حمل کرتے ہیں اوپر اُس نکاح کے جو بغیر کفو کے ہووے واللہ اعلم زیادہ تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں

ص جو عورتؓ بکر ہے اور نابالغہ ہے تو اُس پر ولی جبر کرسکتا ہے واسطے نکاح کے اتفاقاً **ف** اور اُس پر اجماع کیا مجتہدینؒ نے **ص** اور بکر بالغہ پر ولی کو جبر نہیں پہونچتا ہمارے نزدیک ہر ولی کے لئے ولایت اجبار ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فقط باپ اور دادا کو جبر پہونچتا ہے **ف** امام شافعیؒ دلیل لاتے ہیں اُس سے جو روایت کی گئی حسنؒ سے مرسلاً کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہیئے کہ اذن لی جاویں بکر عورتیں اپنے نفسوں میں پس اگر انکار کریں تو جبر کی جاویں اخراج کیا اس کا ابن الجوزیؒ نے اور یہ حدیث ساقط ہے از روئے متن اور سند کے لیکن از روئے متن کے سو اس واسطے کہ درمیان اذن لینے اور جبر کے تناقض ہے کیونکہ اس وقت میں اذن لینے سے کچھ فائدہ نہیں آور لیکن از روئے سند کے سو اس واسطے کہ اُس کی سند میں عُبید الکریم ہے کہا ابن الجوزیؒ نے اجماع کیا محدثین نے اُس کے طعن پر علاوہ اس کے یہ حدیث مرسل ہے آور مرسل امام شافعیؒ کے نزدیک مقبول نہیں اور دلیل ہماری حدیث ابن عباسؓ کی ہے کہ ایک عورت بکر آئی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو بیان کیا کہ اُس کے باپ نے نکاح کر دیا اُس کا اور وہ ناراض تھی سو اختیار دیا اُس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ساتھ سند متصل کے اور رجال اُس کے رجال حدیث صحیح کے ہیں آور وہ جو کہا بیہقیؒ نے کہ یہ مرسل ہے کچھ مضر نہیں اس واسطے کہ وہ مرسل ہے بعض طریقوں سے اور مرسل حجت ہے آور بعض طریقوں صحیحہ سے متصل ہے کہا ابن القطان نے حدیث ابن عباسؓ کی صحیح ہے اور نہیں ہے یہ عورت خنساء بنت خزام کہ نکاح کر دیا تھا اُس کا اُس کے باپ نے اور وہ ثیبہ تھی اور ناراض تھی تو رد کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مُسلم بن ابی مسلم
محمد بن عبید اللہ عزرمی
قطر بن بسیر
ابو عصمۃ
لہ یعنی مجھکو کچھ جبر نہیں پہونچتا ۱۲
کہ ہمارے نزدیک ولایت اجبار کی صغیرہ یعنی غیر بالغہ پر ہے خواہ ثیبہ ہو یا بکر آور امام شافعیؒ کے نزدیک بکر پر ہے خواہ بالغہ ہو یا غیر بالغہ پس صغیرہ بکر پر اجبار ہوگا بالاتفاق اور بالغہ ثیبہ پر اجبار نہ ہوگا بالاتفاق اور بکر بالغہ پر اجبار نہ ہوگا ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہوگا اور غیر بالغہ ثیبہ پر جبر ہوگا ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ ہوگا کذا فی الاصل الزیادۃ ۱۲ عبدہٗ
عُبید الکریم

نکاح کیا اُس کا روایت کیا اُس کو بخاریؒ نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے ایک روایت میں ہے کہ خنسا بھی بکر تھی اخراج کیا اُس کا نسائیؒ نے لیکن روایت
بخاریؒ کی راجح ہے آور روایت کی دار قطنیؒ نے حدیث ابن عباسؓ کو تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا نکاح ایک بکر اور ثیب کا کہ نکاح
کر دیا تھا اُن دونوں کا اُن کے باپ نے اور وہ دونوں ناراض تھیں آور روایت کی دار قطنیؒ نے ابن عمرؓ سے تحقیق کہ ایک شخص نے نکاح کیا اپنی
بیٹی کا سو وہ ناراض ہوئی تب رد کیا رسول اللہ صلے اللہ وآلہ وسلم نے نکاح اُس کا آور ایک روایت میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تحقیق کہ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم چھین لیتے تھے عورتیں اُن کے خاوندوں سے ثیب اور بکر کو بعد اُس کے کہ نکاح کر دیتے تھے اُن کا باپ اُن کے جب وہ ناراض ہوتی تھیں
اُس سے آور روایت کی دار قطنیؒ نے جابرؓ سے تحقیق کہ ایک شخص نے نکاح کر دیا اپنی بیٹی کا اور وہ بکر تھی بغیر حکم اُس کے کے تو وہ آئی نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم پاس اور جُدائی کر دی آپ نے درمیان اُس کے اور اُس کے خاوند کے **ص** اور اسی طرح ثیب نابالغہ پر ولی کو جبر پہونچتا ہے ہمارے
نزدیک آور امام شافعیؒ کے نزدیک اُس پر جبر نہیں پہونچتا اور ثیب بالغہ پر سب کے نزدیک ولی کو جبر نہیں پہونچتا ہے اور ہمارے نزدیک ہر ولی کو
جبر پہونچتا ہے **ف** اس واسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح طرف عصبات کے ہے اور کچھ تعیین نہیں کی اور زیلعیؒ نے نہیں پایا
اس حدیث کو اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ مروی ہے حضرت علیؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً اور ذکر کیا اس کو سبط ابن الجوزیؒ نے اور نکاح کر دیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حمزہؓ کی بیٹی کا ساتھ عمر بن ابی سلمہ کے اور وہ صغیرہ تھیں اور ولی کہتے ہیں عصبہ بنفسہ کو اور اُس کا بیان آگے آویگا۔
ص اگر ولی نے بکر بالغہ سے اذن لیا اور وہ چپ رہی یا ہنسی تو اذن ہو گیا **ف** کیونکہ روایت ابی ہریرہؓ میں ہے کہ پوچھا صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح ہے اذن بکر کا سو فرمایا آپ نے اذن اُس کا یہ ہے کہ چُپ رہے اخراج کیا اُس کا بخاریؒ و مسلمؒ نے اور ایک روایت میں
مسلم کی یہ ہے اَلْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا یعنی بکر اذن لی جاویگی اور اذن اُس کا سکوت ہے آور ایک روایت میں ابن ماجہؒ کی ہے وَالْبِكْرُ رِضَاهَا
صُمَاتُهَا یعنی بکر رضا اس کی چُپ رہنا اُس کا ہے **ص** اور اسی طرح اگر روئے بغیر آواز کے اور اگر روئے آواز سے تو وہ رد ہوگا نکاح کا اور اگر اُسکو
خبر پہونچی نکاح کی اور وہ چُپ رہی تو راضی ہوئی لیکن شرط ہے کہ خاوند کا نام لیا ہووے دونوں صورتوں میں اور اگر خاوند کا نام نہ لیا تو سکوت اُس کا
رضا نہ ہوگا اور مہر کا ذکر کچھ شرط نہیں **ف** اس واسطے کہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے بغیر ذکر مہر کے اور اس کا بیان آگے آتا ہے **ص** اور اگر اذن لیا
اُس سے ولی کے سوا اور کسی شخص نے یا ایسے ولی نے کہ دوسرا ولی اُس سے زیادہ قریب موجود ہے **ف** جیسے اذن لیا بھائی نے باوجود ہونے باپ کے
کذا فی العنایۃ **ص** تو نہ ہوگی رضا اُس کی یہاں تک کہ زبان سے کلام کرے جیسا کہ ثیب کی رضا بدون کہے نہیں ہوتی **ف** اس واسطے کہ ہدایہ
میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلثَّيِّبُ تُشَاوَرُ یعنی ثیب شورہ لیجاوے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں غَرِيْبٌ بِهٰذَا اللفظ اور مشاورہ
دونوں طرف سے ہوتا ہے اور اس واسطے کہ ثیب کا بولنا کچھ عیب شمار نہیں کیا جاتا اور بہ نسبت بکر کے اُس کو حیا بھی کم ہے **ص** جو عورت کہ اُسکی بکارت
کودنے سے یا حیض سے یا جراحت سے یا کلان سالی سے یا زنا سے زائل ہو جاوے تو حکم اُس کا حکم بکر کا ہے اس باب میں کہ سکوت اُس کا رضا ہے۔
ف اور اسی طرح رونا اُس کا بغیر آواز کے اور ہنس دینا رضا ہے **ص** اگر کسی مرد نے بکر عورت پر جو بالغ ہو دعویٰ کیا کہ جب تجھ کو میرے نکاح کی خبر پہونچی
تھی تو چُپ رہی تھی اور اُس عورت نے اُس کا انکار کیا اور کہا میں نے رد کیا تھا تو معتبر قول عورت کا ہے مگر جب مرد اُس کے سکوت پر گواہ قائم کرے
اور اگر مرد نے گواہ پیش نہ کیے تو اس عورت کو حلف نہ دلاویں گے **ف** اور بیان اس کا کتاب الدعویٰ میں آوے گا **ص** ہر ولی کو جائز ہے نکاح کر دینا
اپنے غیر بالغ لڑکے اور غیر بالغہ لڑکی کا اگرچہ ثیب ہو **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک ثیب کا جائز نہیں **ص** اور اگر نکاح کر دیا باپ یا دادا نے اپنے نابالغ
لڑکے یا لڑکی کا اگرچہ ثیب ہو تو یہ نکاح لازم ہو گیا **ف** یعنی وقت بالغ ہونے کے ان کو اختیار نکاح کے فسخ کا نہیں **ص** اور اگر سوا باپ دادا کے
اور کسی ولی نے نکاح کر دیا تو اُس لڑکے اور دختر کو جائز ہے کہ جب بالغ ہوں نکاح کو فسخ کریں اگر وہ نکاح کو پہلے سے جانتے تھے آور اگر نکاح کی
اُن کو خبر نہ تھی اور بعد بلوغ کے خبر ہوئی تو جس وقت خبر ہوئی اُس وقت بھی جائز ہے کہ نکاح فسخ کریں اور امام شافعیؒ کے نزدیک قبل بلوغ کے

سوا باپ اور دادا کے کسی کو نکاح کر دینا درست نہیں آور جب لڑکی بالغ ہوئی اور وہ بکر تھی اور اُس کو نکاح کی خبر تھی اور چُپ رہی تو سکوت اُس کا رضا ہو جاوے گا اور اگر نکاح کی اُس کو خبر نہ تھی اور جب خبر پہونچی بعد بلوغ کے اور وہ چُپ رہی تو سکوت اُس کا رضا ہو گیا اور اس خیار کا نام خیار البلوغ ہے ف اور اگر وہ عورت ثیب تھی اور بالغہ ہوئی تو سکوت اُس کا رضا نہ ہوگا ص اور اختیار بکر کا جب بالغ ہو گئی اُس کی آخر بیٹھک[1] تک باقی نہ رہیگا خواہ پہلے سے نکاح کی اُس کو خبر ہو یا بعد بلوغ کے خبر دار ہو ف صورت مسئلے کی یہ ہے کہ اگر ولی نے نکاح عورت نابالغہ کا کر دیا اور وہ بالغ ہوئی اور اُس کو خبر تھی نکاح کی یا بعد بلوغ کے خبر پہونچی اور وہ ساکت رہی تو رضا ہو جاویگی اور جب تک یکساں بیٹھی رہی اختیار باقی نہ رہے گا بلکہ بمجرد خبر اور بلوغ کے اختیار ہے قبول اور رد کا اور بعد اُس کے سکوت رضا ہے اور پھر اختیار باقی نہیں رہیگا ص اگرچہ وہ بکر اس بات کو نہ جانتی ہو کہ مجکو بعد بلوغ کے یا خبر پہونچنے کے اختیار[2] ہے فسخ نکاح کا برخلاف لونڈی شوہر دار کے کہ اُس کو اگر مالک نے آزاد کر دیا اور اُس کو معلوم نہ تھا کہ بروقت آزادی کے عورت کو اپنے خاوند سے اختیار نکاح کے فسخ کا ہے تو یہ عذر شمار کیا جاویگا ف یعنی پھر بروقت معلوم ہونے اُس مسئلے کے اُس کو نکاح کا فسخ پہونچتا ہے اگرچہ وہ لونڈی وقت آزادی کے چُپ رہی ہو بخلاف بکر حرّہ کے کہ پھر وقت معلوم ہونے مسئلے کے بعد اس بات کے کہ وقت بلوغ یا خبر دار ہونے کے چُپ رہی ہو اُس کو اختیار فسخ کا باقی نہیں ہے ص اور لونڈی کا جہل اس واسطے مقبول ہے کہ اُس کو خدمت مولیٰ وغیرہ سے فراغت نہیں ہوئی کہ علم سیکھے برخلاف اُن عورتوں کے کہ جو حرّۃ الاصل ہیں یا پہلے کسی کی لونڈی تھیں پھر آزاد ہو گئیں کیونکہ طلب علم فرض ہے ہر مسلمان مرد اور عورت[3] پر ف کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب کرو علم کو اگرچہ چین میں ہو اس واسطے کہ طلب علم کی فرض ہے ہر مسلمان پر اور کہا ملا علی قاریؒ نے کہ ایک روایت میں ہے کہ ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر انتہیٰ آور اخراج کیا اس حدیث کا عقیلی نے اور ابن عدی نے انسؓ سے مرفوعًا اور یہ حدیث مروی ہے سُنن ابن ماجہ میں ساتھ اس لفظ کے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ یعنی علم فرض ہے ہر مسلمان پر اور رکھنے والا علم کا اُس شخص کے پاس جو اُس کے لائق نہیں ہے مانند اُس شخص کے ہے کہ سُوروں کو جوہر اور موتی اور سونا پہناوے آور روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں مُسْلِمٍ تک اور کہا کہ متن اس حدیث کا مشہور ہے اور اسناد اسکی ضعیف ہے اور بہت طریقوں سے مروی ہے اور وہ سب طریقے ضعیف ہیں انتہیٰ اور کہا فیروزآبادی نے کہ روایت کیا اُس کو احمدؒ نے بھی اور شمار کیا اسکو ابن الجوزیؒ نے موضوعات میں انتہیٰ اور کہا ابن حبانؒ نے بَاطِلٌ لَا اَصْلَ لَهٗ اور اسناد میں اُسکی ابُو عاتکہ ہے اور حدیث اُسکی منکر ہے آور جواب اُس کا یہ ہے کہ اخراج کیا ہے اُس سے ترمذیؒ نے اور اور اہل علم نے الحاصل یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں جیسا کہ گمان کیا اُس کو ابن حبان اور ابن الجوزی نے اور اختلاف کیا ہے اس بات میں کہ مقدار اُس علم کی جو فرض ہے کیا ہے ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ فرض وہ علم ہے کہ جس سے بندے کو چارہ نہیں جیسے پہچاننا خداوند عالم کا اور علم اُس کی وحدانیت کا اور اُس کے رسول کی نبوت کا اور اسی طرح ضروری مسائل نماز کے کہ سیکھنا اُن کا فرض عین ہے برخلاف تحصیل رتبۂ اجتہاد اور درجۂ افتا یعنی فتویٰ دینے کے کہ سیکھنا اُس کا فرض کفایہ ہے اور یہ مقام اس مبحث کی تفصیل کا نہیں جس شخص کو تحقیق اس کی منظور ہووے تو وہ احیاء علوم الدین تصنیف امام غزالیؒ کی ملاحظہ کرے ص تو اگر آزاد عورت جاہل رہے گی تو جہل اُس کا عذر نہ ہوگا اگر کوئی کہے کہ تحصیل علم فرض ہے جب عورت بالغ ہو اور کلام ہمارا عورت نابالغہ میں ہے جب بالغ ہو اور وہ عورت قبل بلوغ کے مکلف نہیں ہے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ عورت یا مرد جب مراہق یعنی قریب بلوغ کے ہوں تو واجب ہے اُن پر سیکھنا ایمان کا اور احکام ایمان کا اور اُن کے ولی پر واجب ہے تعلیم اُس کی اور یہ نہیں چاہیئے کہ اُن کو بے مصرف چھوڑ دیں کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کرو تم اپنے لڑکوں کو نماز کا جب پہونچ جاویں سات برس کو اور مارو اُن کو جب پہونچ جاویں دس برس کو اور نماز نہ پڑھیں روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤدؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے اور بغوی نے شرح السنۃ میں ص اور ثیبہ عورت اور لڑکے کا خیار باطل نہیں[4] ہوتا وقت بلوغ کے جب تک وہ راضی نہ ہو جائیں تصریح سے یعنی یہ کہیں کہ راضی ہوا میں یا اشارے سے یعنی ایسا فعل کریں کہ جس سے اُنکی رضا معلوم ہووے مثلاً بوسہ لے یا لمس کرے کوئی کسی کا یا لڑکا مہر دیوے اور عورت قبول کرے آور اسی طرح اختیار

[1] یعنی مجلس تک یعنی مجلس ختم ہونے تک ۱۲ [2] یعنی جہل اختیار اُس کا عذر نہ ہوگا ۱۲ [3] یعنی مسائل دین کا نہ سیکھنا اُن کے قصور سے ہے اس لئے جہالت عذر نہ ہوگی ۱۲ عبدہ ابو عاتکہ [4] [illegible] نکاح سے ۱۲

اُن کا باطل نہیں ہوتا اگرچہ کھڑے ہو جاویں مجلس سے اور جب لڑکا لڑکی بالغ ہوویں اور وہ ناراض ہوں تو نکاح کے فسخ کرنے کے واسطے قاضی شرط ہے **ف** یعنی اُن کو بغیر قاضی کے فسخ نہیں پہونچتا اسواسطے کہ اُس میں ضرر ہے مرد کا اور لازم کر دینا ضرر کا کسی پر بدون قضائے قاضی کے ممکن نہیں ہے **ص** اور جو لونڈی آزاد ہو تو اُس کو نکاح فسخ کرنے کے لئے قاضی شرط نہیں **ف** اسواسطے کہ وہ لونڈی اپنے تئیں دوسرے کی زیادتی ملک سے بچاتی ہے اور اس میں کچھ قضائے قاضی شرط نہیں اور زیادتی ملک شوہر کو ہے کیونکہ جب وہ لونڈی آزاد نہیں تھی تو خاوند اُس کا مالک دو طلاق کا تھا کیونکہ لونڈی کو دو طلاق سے زیادہ نہیں ہوتے اور جب آزاد ہوئی تو خاوند اُس کا مالک تین طلاق کا ہوتا ہے اور یہ زیادتی ملک ہے خاوند کو لونڈی پر **ص** اور اگر لڑکا یا لڑکی کوئی ان میں سے قبل قاضی کے تفریق کرنے کے مرگیا تو دوسرا اُس کا وارث ہوگا برابر ہے کہ بالغ ہوں یا نہ ہوں **ف** یعنی اگر قبل بلوغ کے کوئی مرگیا تو وارث ہوں گے کیونکہ نکاح قائم ہے اور اسی طرح بعد بلوغ کے قبل فسخ کرنے قاضی کے کیونکہ فسخ کی شرط نہیں پائی گئی تو نکاح قائم رہے گا **ص** اور ولی وہ شخص ہے جو عصبہ بنفسہ ہو یعنی وہ مرد ہو جو متصل ہو میت کے ساتھ بغیر واسطہ عورت کے **ف** یعنی جب اُس کو مُردے کی طرف نسبت کریں تو بیچ میں عورت واسطہ نہ پڑے جیسے باپ یا بیٹا یا بھائی یا چچا تو نانا ولی نہیں کیونکہ وہ ماں کا باپ ہے تو ماں واسطہ پڑگئی اور وہ عورت ہے اور اسی طرح نواسا کیونکہ وہ بیٹی کا بیٹا ہے تو بیچ میں بیٹی پڑگئی اور اس کا بیان انشاءاللہ تعالیٰ آخر کتاب میں آوے گا **ص** اور عصبہ بالغیر **ف** اور وہ چار عورتیں ہیں ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن حقیقی اور ایک بہن علاتی یعنی جو سوتیلی ماں سے ہو **ص** جیسے بیٹی اُس کو ولایت نہیں اپنی مجنونہ ماں پر **ف** مجنون کی قید اس واسطے ہے کہ اگر وہ اچھی ہے ہوشیار ہے تو کسی کو اُس پر ولایت نہیں **ص** اور عصبہ مع الغیر **ف** یعنی وہ عورت کہ دوسری عورت سے مل کے عصبہ ہو جائے **ص** جیسے بہن ساتھ بیٹی کے اُس کو ولایت نہیں اپنی بہن مجنونہ پر **ف** یہاں بھی قید مجنونہ کی اسی واسطے ہے کہ اگر بہن مجنونہ نہو تو اُس پر کسی کو ولایت نہیں کیونکہ بہن ثیب ہے بالغہ ہے اس واسطے کہ اس کی بیٹی موجود ہے جس کے ساتھ بہن مل کے عصبہ ہوتی ہے **ص** اور ولایت عصبات کی بشرطیکہ آزاد مکلف مسلمان ہوں **ف** کیونکہ اگر کافر ہوں گے تو اُن کی ولایت مسلمان پر نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝ یعنی نہیں کریگا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر راہ **ص** اوپر ترتیب وراثت اور حجب کے ہے **ف** یعنی حاجب مقدم ہے محجوب پر اور اسی طرح وارث غیر وارث پر یعنی بیٹے کے ہوتے پوتے کو وراثت نہیں تو ولایت نکاح بھی نہ ہوگی اور باپ کے ہوتے دادا کو وراثت نہیں تو دادا کو باپ کے ہوتے ولایت نکاح بھی نہ ہوگی اور حاجب اُس کو کہتے ہیں جو غیر کو میراث سے روک دیوے اور محجوب جو روکا گیا ہووے جیسا کہ بیٹا حاجب ہے پوتے کا اور باپ دادا کا وقس علیٰ ہذا **ص** تو پہلے جزء **ف** یعنی فرع جیسے بیٹے اور پوتے **ص** اگرچہ بہت نیچے چلے جاویں مقدم ہیں **ف** یعنی بیٹے کا بیٹا اور پوتے کا بیٹا اور پروتے کا بیٹا اور پوتے کا پوتا اور پوتے کا پروتا اور پروتے کا پروتا وقس علیٰ ہذا **ص** اور پھر اصل **ف** یعنی باپ اور دادا **ص** اگرچہ اونچے ہو جاویں **ف** یعنی باپ کا باپ اور دادا کا باپ اور دادا کا دادا اور دادا کا پردادا اور پردادا کا پردادا وقس علیٰ ہذا **ص** پھر اصل کے قریب کے جزء جیسے بھائی **ف** کہ جزء ہے اپنے باپ کا اور وہ قریب ہے **ص** پھر بیٹے بھائی کے اگرچہ نیچے چلے جاویں **ف** یعنی بھتیجے کا بیٹا اور بھتیجے کا پوتا اور بھتیجے کا پروتا وقس علیٰ ہذا **ص** پھر اصل بعید کے جزء جیسے چچا **ف** کہ جزء ہے دادا کا اور وہ اصل بعید ہے **ص** پھر چچا کے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں **ف** جیسے چچا کا پوتا اور چچا کا پروتا اور چچا کے بیٹے کا پروتا اور چچا کے پوتے کا پروتا وقس علیٰ ہذا **ص** پھر باپ کا چچا پھر اُس کے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں **ف** یعنی باپ کے چچا کا پوتا اور باپ کے چچا کا پروتا اور باپ کے چچا کے بیٹے کا پروتا اور باپ کے چچا کے پوتے کا پروتا اور باپ کے چچا کے پروتے کا پروتا وقس علیٰ ہذا **ص** پھر دادا کا چچا پھر اُس کے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں **ف** یعنی دادا کے چچا کا پوتا اور دادا کے چچا کا پروتا اور دادا کے چچا کے بیٹے کا پروتا اور دادا کے چچا کے پوتے کا پروتا اور دادا کے چچا کے پروتے کا پروتا وقس علیٰ ہذا **ص** قریب بعد قریب کے **ف** یعنی جو قریب ہوگا اُن میں سے وہ مقدم ہوگا مثلاً فروع میں بیٹا مقدم ہے پوتے پر اور پوتا پروتے پر اور پروتا پوتے کے پوتے پر اور اصل میں باپ مقدم ہے دادا پر اور دادا پردادا پر اور بھائیوں میں بھائی مقدم ہے بھتیجے پر اور بھتیجا اُس کے بیٹے پر اور اُس کا بیٹا اُسکے پوتے پر

اور چچاؤں میں چچا مقدم ہے اُس کے بیٹے پر اور بیٹا اُس کا پوتے پر اسی طرح پر قیاس کر لینا چاہئے ص پھر ترجیح ہوگی ساتھ قوت قرابت کے یعنی عینی مقدم ہوگا علاتی پر ف تو بھائی حقیقی یعنی عینی مقدم ہوگا بھائی علاتی پر اور عینی کہتے ہیں حقیقی[1] بھائی کو اور علاتی[2] اُس بھائی کو کہتے ہیں کہ اپنے باپ کا بیٹا ہو مگر اپنی ماں سے نہ ہو ص اور کافر کی ولایت مسلمان کو نہیں اور نہ مسلمان کی ولایت کافر کو اگرچہ کافر اُس کا عصبہ ہو ف دلیل پہلے مسئلے کی اوپر گزری اور دلیل اس بات کی کہ مسلمان کو ولایت کافر کی نہیں یہ ہے کہ ولایت سبب ہے میراث کا اور مسلم کو میراث کافر کی نہ پہونچیگی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ وارث ہوگا مسلمان کافر کا اور نہ کافر مسلمان کا روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ اور اصحاب سننؒ نے اسامہ بن یزیدؓ سے اور یہی حدیث دلیل دونوں مسئلوں کی ہوسکتی ہے اور کافر کافر کی ولایت کریگا کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یعنی جو لوگ کافر ہوئے بعض اُن کے ولی ہیں بعض کے اور اس میں فرق نہیں کہ ایک نصرانی ہو اور دوسرا یہودی کیونکہ کفر ملت واحدہ ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے لَا یَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَیْنِ شَتّٰی رواہ احمد والنسائی وابوداؤد وابن ماجۃ والدارقطنی یعنی نہیں وارث ہوں گے دو ملت والے متفرق کچھ ہمارے منافی نہیں ہے اس واسطے کہ ملتین سے مراد اس جگہ کفر واسلام ہے ص پھر ان سب کے بعد ماں پھر صاحب رحم ف صاحب رحم وہ شخص ہے کہ نہ اُس کا کوئی حصہ کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع سے مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہے جیسے نواسے اور پوتیوں کے بیٹے اور نانا اور پرنانا اور بھانجا اور ماموں وغیرہم ص قریب بعد قریب کے ف یعنی جو قریب ہوگا اُس کی ترجیح ہوگی بعید پر مثلاً نواسا مقدم ہے نواسے کے بیٹے پر اور نانا نانا کے بیٹے پر اور اسی طرح ص پھر مولی الموالات اور وہ شخص ہے کہ جس کا وارث نہ ہو اور دوسرے کے ساتھ عہد کیا ہے اگر مجھ سے جنایت ہو تو تو دیت دیگا اور اگر میں مروں تو تو وارث ہوگا ف صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مجہول النسب نے کہا دوسرے سے کہ جب میں مرونگا تو تو میرا وارث ہوگا اور تو میری دیت دے گا جب میں جنایت کروں گا اور دوسرے نے اس عقد کو قبول کیا تو یہ قبول کرنے والا اُس کا مولی الموالات ہوا تو اُس کو اُس شخص کا عقد پہونچتا ہے جب اُس کا اور کوئی قریب نہ ہوگا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ولایت سبب ہے میراث کا اور مولی الموالات کو میراث پہونچتی ہے ص پھر وہ قاضی کہ اُس کے مکتوب میں یہ لکھا گیا ہے کہ اُس کو ولایت تزویج کی ہے ف یعنی وہ مکتوب کہ اُس کو بادشاہ سے ملا ہے وقت ملنے عہدۂ قضا کے اور اس میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ قاضی کو کچھ ولایت اصلی نہیں بلکہ بسبب اس کے کہ وہ نائب بادشاہ کا ہے تو جب نائب بادشاہ کو ولایت ہے تو بادشاہ کو بطریق اولیٰ ہوگی اور ایسا ہی ہے ہدایہ میں کہ وقت نہ ہونے اولیار کے ولایت امام[3] کو ہے اور دلیل لائے ہیں اس پر صاحب ہدایہ ساتھ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَلسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَهٗ یعنی بادشاہ ولی ہے اُس کا جس کا کوئی ولی نہیں روایت کیا اس حدیث کو احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور اوپر یہ حدیث گزر چکی اور دوسرے یہ کہ وقت مرنے کے درصورت نہ ہونے کسی وارث کے مال بیت المال میں جاتا ہے تو حالت حیات میں بھی درصورت نہ ہونے کسی وارث کے ولایت سلطان کو ہوگی ص اور جو ولی بعید ہے اُس کو درست ہے کہ جب ولی قریب غائب ہو تو نکاح کر دیوے اور غائب سے مراد یہ کہ اُس کی غیبت منقطعہ ہووے اور غیبت منقطعہ سے مراد اتنی مدت ہے کہ کفو نکاح کرنے والا اُس کی خبر کا انتظار نہ کرے ف یعنی جس شخص کا کفو سے نکاح ہو رہا ہے وہ اتنی مدت تک اُس ولی قریب کا انتظار نہ کرے مثلاً بھائی ایک عورت کا ایسے ملک میں ہے کہ وہاں سے آدمی ایک مہینے میں آتا ہے اور بھتیجا اُس عورت کا موجود ہے تو جس شخص کفو سے نکاح ہو رہا ہے اگر وہ ایک مہینے تک اُس کے آنے کا انتظار کرتا ہے تو یہ غیبت منقطعہ نہیں ہے اب بدون اس کے بھائی کے آئے ہوئے نکاح نہ کریں گے اور اگر وہ انتظار نہیں کرتا تو غیبت منقطعہ ہے بھتیجے کو اس کا نکاح کر دینا درست ہے ص اور بعضوں کے نزدیک غیبت منقطعہ یہ ہے کہ مدت سفر کی راہ ہووے ف یعنی تین دن اور تین رات کی جیسا کہ بیان اس کا کتاب الصلوٰۃ میں گزرا جامع الرموز میں ہے کہ یہی صحیح ہے ص اور یہی مختار ہے بعض متاخرین کا اور اسی پر فتویٰ[4] ہے اگر ایک عورت مجنونہ ہے اور اُس کے باپ اور بیٹے دونوں ہیں تو ولی اُس کے نکاح میں بیٹا ہوگا اس واسطے کہ اوپر گزرا کہ بیٹا مقدم ہے باپ پر ولایت میں ف اور یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک باپ ہے کیونکہ باپ کو اپنی دختر پر زیادہ شفقت ہوگی

[1] جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوں یعنی دونوں کے ماں باپ ایک ہی ہوں ۱۲ عبدہ [2] یعنی دونوں کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا ۱۲ عبدہ [3] یعنی سلطان کو ۱۲ [4] صاحب ہدایہ نے قول اول کو اقرب الی الفقہ کہا ہے اس لئے کہ اس صورت میں اس کی ولایت کو باقی رکھنے میں نظر شفقت نہیں کہ کفو عاقد فوت ہو جاوے اور در مختار میں ہے کہ اعتماد کیا اس قول پر باقلانی نے اور منقول ہے ابن کمال سے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور در مختار میں ہے کہ ذخیرہ میں ہے ہو الاصح وافق لہ ح عن المجتبیٰ والمبسوط الاصح وفی النہایۃ ومختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل انتہی فافہم ۱۲ عبدہ

ف فصل کفو کے بیان میں

ص اور معتبر ہے کفاءت نکاح میں اہل عرب کی از روئے نسب کے ف کفاءت کے معنی لغت میں برابری کے ہیں اور کفاءت شرعی کہتے ہیں برابر ہونے کو مرد کا ساتھ عورت کے اُن باتوں میں جن کا بیان آگے آتا ہے ص سو قریش کفو ہیں ایک دوسرے کے اور جو سوا اُن کے عرب ہیں وہ کفو ہیں ایک دوسرے کے ف کفاءت نکاح میں معتبر ہے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلَا لَا یُزَوِّجُ النِّسَاءَ اِلَّا الْاَوْلِیَاءُ وَلَا یُزَوَّجْنَ اِلَّا مِنَ الْاَکْفَاءِ وَلَا مَھْرَ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَۃِ دَرَاھِمَ رواہ الدارقطنیؒ والبیہقیؒ عن جابرؓ یعنی نہ نکاح کریں عورتوں کا مگر ولی اور نہ نکاح کیجاویں مگر اُن مردوں سے جو کفو ہیں اور نہیں مہر کم ہے دس درم سے اور دوسرے یہ کہ عورت فراش ہے مرد کی اور عمدہ فراش خسیس کو لائق نہیں اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اختیار کرلو تم اپنے نطفوں کے واسطے اور نکاح کرو تم اُن عورتوں سے جو کفو ہیں تمہاری اور نکاح کردو عورتوں کا بھی اُن لوگوں سے جو اُن کے کفو ہیں روایت کیا ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں اور اُن میں پھر اعتبار نقصان وفضل کا نہیں کیونکہ ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش بعض بعض کے کفو ہیں ہر بطن دوسرے بطن کا اور عرب بعض اُن کے کفو ہیں بعض کے ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور موالی کفو ہیں بعض بعض کے ہر مرد دوسرے مرد کا اور موالی کہتے ہیں اُن کو جو لوگ سوا عرب کے ہیں اور اُن کا نام موالی اس واسطے ہوا کہ وہ مددگار ہیں عرب کے اور مولیٰ کے معنی مددگار کے بھی آئے ہیں اور اس کا بیان آتا ہے اور روایت کی حاکم نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْعَرَبُ بَعْضُھُمْ اَکْفَاءٌ لِبَعْضٍ قَبِیْلَۃٌ بِقَبِیْلَۃٍ وَالْمَوَالِیْ بَعْضُھُمْ اَکْفَاءٌ لِبَعْضٍ رَجُلٌ بِرَجُلٍ اِلَّا حَائِکًا اَوْ حَجَّامًا یعنی عرب کفو ہیں بعض بعض کے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور موالی کفو ہیں بعض بعض کے ایک مرد دوسرے مرد کا مگر جولاہہ اور حجام اور اس کی اسناد میں ایک راوی ہے کہ اُس کا نام نہیں لیا گیا اور منکر جانا اُس کو ابو حاتمؒ نے کہا شیخ ابن حجرؒ نے اس کا ایک شاہد ہے بزار نے روایت کیا اس کو معاذ بن جبلؓ سے اور سند اس کی منقطع ہے اور ایسا ہی کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدمی کفو ہیں ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور عربی عربی کا اور مولیٰ مولیٰ کا مگر جولاہہ اور حجام اور اخراج کیا اس کا ابن الجوزیؒ نے علل متناہیہ میں اور اسناد میں اس کی بقیہ مدلس ہے اور محمد بن الفضل طعن کیا گیا ہے اُسمیں اور اخراج کیا اُس کا ابن عدی نے اور وہ بھی ضعیف ہے اور نکاح کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا حضرت عثمانؓ سے اور وہ اموی تھے اور حضرت علیؓ نے نکاح کر دیا اپنی بیٹی کا حضرت عمرؓ سے اور وہ عدوی تھے ص اور قریش وہ ہے جو نضر بن کنانہ کی اولاد میں ہے اور لیکن جو لوگ کہ نضر سے اوپر لوگوں کی اولاد میں ہیں وہ قریش نہیں اور کفاءت عرب میں اس واسطے خاص ہوئی کہ عجم کے لوگوں نے اپنے نسب ضائع کر دیے ف یعنی اپنی غیر قبیلہ میں شادیاں کرکے ص اور اہل عجم میں کفاءت باعتبار اسلام کے ہے تو جس کے باپ اور دادا فقط مسلمان تھے وہ کفو ہے اُس عورت کا جس کے باپ اور دادا اور پردادا وغیرہ بھی مسلمان تھے ف حاصل یہ ہے کہ اسلام میں نسب تمام ہوتا ہے ساتھ باپ اور دادا کے تو جس کے باپ اور دادا فقط مسلمان تھے وہ کفو ہے اُس عورت کا کہ جس کی دو پشت سے زیادہ اصول مسلمان تھے ص اور جو شخص کہ خود اسلام لایا ہے وہ کفو نہیں اُس کا جس کا باپ مسلمان ہے اور جو شخص کہ اُس کا باپ فقط مسلمان تھا وہ کفو نہیں اُس کا جس کا باپ اور دادا بھی مسلمان تھے اور باعتبار آزادی کے تو غلام یا جو پہلے غلام تھا اور آزاد کر دیا گیا کفو نہیں اُس عورت کا جو اصل سے آزاد ہے اور اسی طرح جس شخص کا غلام معتق تھا ف یعنی آزاد ص کفو نہیں جس کے باپ اور دادا دونوں آزاد تھے اور باعتبار دیانت کے تو مرد فاسق کفو نہیں اُس عورت کا جو نیک بخت شخص کی بیٹی ہے ف نیک بخت شخص کی قید اس واسطے لگائی کہ اکثر نیک بختوں کی بیٹیاں بھی نیک بخت ہوتی ہیں اور اگر نیک بخت نہ ہوں فاسق ہوں تو فاسق اُن کا کفو ہے ص اگرچہ وہ فاسق اپنے فسق کو ظاہر نہیں کرتا ہے اور یہی مختار ہے شیخ ابی بکر احمد بن فضل کا اور بعض مشایخؒ کے نزدیک اگرچہ وہ فاسق فسق کے کاموں کو ظاہر نہ کرتا ہو تو کفو ہو جائے گا

نیک بخت مرد کی بیٹی کا اور باعتبار مال کے تو جو شخص عاجز ہے مہر معجل سے **ف** مہر معجل اُس مہر کو کہتے ہیں جو وقت نکاح کے لیا جاوے اور مؤجل جو بعد نکاح کے ہووے **ص** اور نفقے سے تو وہ کفو نہیں اُس عورت کا بھی جو فقیر ہووے اور نہ اُس عورت کا جو غنی ہووے آور جو شخص کہ قادر ہے مہر معجل اور نفقے پر تو وہ کفو ہے اُس عورت کا بھی جو بہت مالدار ہے کیونکہ مال فنا ہونے والا ہے تو جو مال قدر واجب سے زائد ہے اُس کا اعتبار نہیں **ف** اور نفقے کا بیان آگے آویگا **ص** اور باعتبار پیشے کے تو جولاہہ اور حجام اور بھنگی اور چمار کفو نہیں ہے عطار اور بزاز اور صراف کا **ف** اور یہی مذہب صاحبین کا ہے اور امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اسمیں ہتک ہے عزت اور شرف کی **ص** اور اگر نکاح کیا عورت نے اپنا کم پر مہر مثل سے **ف** یعنی اتنے مہر سے جس پر مانند اُس کے عورتیں بیاہی جاتی ہیں **ص** تو ولی کو تعرض پہونچتا ہے یہاں تک کہ مہر پورا ہو جاوے یا تفریق ہو جاوے

ف فصل نکاح فضولی اور وکالت نکاح میں

ص نکاح ایک فضولی یا دو فضولی کا موقوف ہے اوپر اجازت اُس شخص کے جس طرف سے فضولی ہے یعنی اگر کسی شخص نے کسی مرد یا عورت کا بے اذن اُنکے نکاح کر دیا نکاح جائز ہے اور موقوف رہیگا اُن کی اجازت پر **ف** اگر اجازت دیں گے تو نکاح صحیح ہو جاویگا ورنہ نہیں اور جاننا چاہیئے کہ جو شخص اپنے ساتھ نکاح کرے وہ شرع میں اصیل کہلاتا ہے اور جو کسی دوسرے کا نکاح کر دے پس اگر اُس کے اذن سے نکاح کرتا ہے تو وہ وکیل کہلاتا ہے اور اگر بغیر اذن کے نکاح کرتا ہے پس اگر اُن دونوں میں وہ قرابت ہے جو کہ ولایت نکاح میں معتبر ہے تو وہ ولی کہلاتا ہے ورنہ وہ فضولی ہے **ص** اور اسی طرح اگر مرد اور عورت دونوں کا دو فضولیوں نے نکاح کر دیا بغیر اُن کے اذن کے تو نکاح جائز ہوگا اور موقوف رہے گا اُن کے اذن پر **ف** تو اگر دونوں نے اذن دیا تو نکاح صحیح ہے اور اگر دونوں نے یا ایک نے انکار کیا تو نکاح باطل ہے **ص** اور مالک ہو جاتا ہے ایک شخص جو فضولی نہ ہو کسی طرف سے دونوں جانب نکاح کا یعنی ایجاب وقبول کا اور ان دونوں کی زبان سے کہنے کی حاجت نہیں رہتی تو جب ایک شخص وکیل ہوا مرد اور عورت کی طرف سے اور کہا اُس نے کہ نکاح کر دیا میں نے اُس عورت کا اُس مرد سے کافی ہے **ف** یعنی پھر یہ کہنا ضرور نہیں کہ قبول کیا میں نے **ص** اور اُس کی کئی صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اصیل اور ولی دونوں ہو جیسا کہ چچا کا بیٹا نکاح کرے اپنے چچا کی بیٹی کا جو نابالغہ ہو اپنے ساتھ **ف** تو چچا کا بیٹا اصیل بھی ہے یعنی اپنا نکاح کر رہا ہے اور ولی بھی ہے اپنے چچا کی بیٹی کا **ص** دوسری یہ کہ اصیل اور وکیل دونوں ہو جیسا کہ کسی عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ اُس عورت کو اپنے ساتھ نکاح کرے اور اُس نے اپنے ساتھ نکاح کیا تیسری یہ کہ دونوں طرف سے ولی ہووے **ف** جیسا کہ اپنی دختر کا یا لڑکے کا نکاح اپنے بھتیجے یا بھتیجی سے کرے **ص** چوتھی یہ کہ دونوں طرف سے وکیل ہووے **ف** جیسے ایک عورت ایک شخص کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کرے اور کوئی مرد بھی اسی کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کرے **ص** پانچویں یہ کہ ایک طرف سے ولی ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو **ف** ایک شخص کو کسی مرد نے وکیل کیا اپنے نکاح کا اور اُس نے اپنے چچا کی بیٹی کا جو نابالغہ ہے اُس شخص سے نکاح کر دیا **ص** اور جائز نہیں کہ ایک شخص مالک ہو جاوے دونوں طرف کو نکاح کے یعنی ایجاب و قبول کو اور وہ فضولی ہو جیسے کہ اصیل اور فضولی ہو **ف** جیسا کہ کہے نکاح کیا میں نے فلانی عورت سے گواہ رہو تم اور اُس عورت کو خبر پہونچی اور اُس نے اجازت دی تو نکاح باطل ہے **ص** یا ولی ہو ایک طرف سے اور فضولی ہو دوسری طرف سے **ف** مثلاً یوں کہے کہ نکاح کیا میں نے اپنے چچا کی بیٹی کا فلانے سے اور اُس فلانے کو خبر پہونچی اور اُس نے اجازت دی تب بھی نکاح باطل ہے **ص** یا ایک طرف سے وکیل ہوا اور دوسری طرف سے فضولی ہو **ف** مثلاً زید نے وکیل کیا عمرو کو کہ میرا نکاح کر دے اور اُس نے گواہوں کے سامنے کہا کہ گواہ رہو نکاح کر دیا میں نے زید کا فلانی عورت سے اور جب اُس عورت کو خبر پہونچی تو اُس نے اجازت دی جب بھی نکاح باطل ہے **ص** یا دونوں طرف سے فضولی ہو **ف** مثلاً یوں کہے کہ نکاح کر دیا میں نے فلانے مرد کا فلانی عورت سے گواہوں کے سامنے اور وہ دونوں شخص غائب ہیں اور پھر اُن دونوں نے اجازت دی تب بھی نکاح باطل ہے **ص** اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ تو میرا نکاح کر دے سنی عورت سے اور اُس نے اُس کا نکاح کر دیا کسی شخص کی لونڈی سے صحیح ہوا **ف** کیونکہ اُس نے مطلق عورت کہا تھا حرہ کی

قید نہیں لگائی تھی ص اور باپ کو اور دادا کو وقت نہ ہونے باپ کے درست ہے نکاح کر دینا اپنے ولد نابالغ کا لڑکی ہو یا لڑکا ساتھ غبن فاحش کے مہر میں ف یعنی اُس کا مہر مثل مثلاً ہزار درہم ہے اور باپ اور دادا نے نکاح کر دیا اُس کا پانچ سو روپیہ پر ص اور غیر کفو سے تو اب اُن دونوں کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ کا نہیں اور اگر سوا باپ دادا کے اور کسی نے نکاح کیا ہے تو اُن کو پہونچتا ہے کہ بعد بلوغ کے فسخ کریں اور اگر کسی شخص نے حکم کیا کسی کو کہ میرے واسطے ایک عورت سے نکاح کر دے اور اُس نے نکاح کیا اُس کا دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں دونوں کا نکاح جائز نہیں اور اگر نکاح کیا دو عورتوں سے ساتھ دو عقدوں کے تو اوّل عقد درست ہے اور دوسرا نادرست ہے

باب مہر کے بیان میں

اقل مہر کا دس درہم ہیں ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو چیز قیمت دار ہے وہ صالح مہر کی ہے برابر ہے کہ قیمت اُسکی دس درہم ہو یا زیادہ یا کم ف کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں ہے مہر کم دس درہم سے آور یہ حدیث اوپر گزری روایت کیا اسکو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے جابرؓ سے کہا ابن الجوزیؒ نے روایت کیا ہم نے اس حدیث کو کتنے طریقوں سے اور مدار اس حدیث کا مبشر بن عبید پر ہے کہا احمد بن حنبلؒ نے مبشر کچھ نہیں احادیث اسکی موضوع ہیں کذب ہیں اور وہ بناتا ہے حدیث کو اور کہا دارقطنیؒ نے کاذب ہے اور کہا ابن حبانؒ نے روایت کرتا ہے موضوعات کو ثقات سے کہا شیخ ابن الہمامؒ نے اس حدیث کا ایک شاہد ہے کہ قوی کرتا ہے اُس کو وہ جو روایت کی گئی ہے حضرت علیؓ سے موقوفاً نہیں قطع کیا جاویگا ہاتھ کم میں دس درہم سے اور نہ ہوگا مہر کم دس درہم سے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے سُنن میں اور بیہقیؒ نے اور کہا محمدؒ نے مُوطا میں کہ پہونچا ہم کو یہ حضرت علیؓ اور عبد اللہ عمرؓ اور عامر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے اور روایت کیا اس کو اپنی اسناد سے شرح میں اُسکی طحاویؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آور حدیث علیؓ میں داؤد اودی ہے روایت کی اُس نے شعبی سے اُس نے حضرت علیؓ سے کہا یحییٰ بن معین نے داؤد حدیث اُس کی کچھ نہیں اور شعبی نے نہیں سُنا ہے حضرت علیؓ سے اور بعض طریقوں میں اُس کے غیاث بن ابراہیم ہے کہا احمد اور بخاری اور دارقطنیؒ نے غیاث بن ابراہیم متروک ہے اور کہا یحییٰ نے کذاب ہے اور کہا ابن حبان نے وضع کرتا ہے احادیث کو آور روایت کی بیہقیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ کہا اُنھوں نے کہ اقل درجہ اُس کا کہ حلال ہو جاوے اُس سے عورت دس درہم ہیں روایت کیا اس کو ابن عبد البر نے اور روایت کیا حدیث جابرؓ کو بیہقیؒ نے سنن کبیر میں بہت طریقوں سے آور ظاہر ہے کہ جب بہت طریقے ضعیف ہوتے ہیں تو حدیث حسن ہو جاتی ہے باوجود اس کے کہ مُؤید ہوں اُس کے آثار صحابہؓ اور تابعینؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اقل درجہ مہر کا پانچ درہم ہیں اور یہ بھی مروی ہے حضرت علیؓ سے لیکن اسناد میں اُسکی حسن بن دینار متروک ہے اور کذاب کہا اُس کو ابو حاتم نے اور امام شافعیؒ کی دلیلیں بہت ہیں صحاح میں مذکور ہیں اُن میں سے ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے سہیل بن سعد کے کہ تلاش کر تو اگرچہ انگوٹھی ہو لوہے کی پھر نکاح کر دیا اُن کا بدلے تعلیم قرآن کے اخراج کیا اس کا بخاریؒ و مسلمؒ نے آور جواب اُس کا یہ ہے کہ یہ خصائص میں سے تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیسا کہ روایت کی سعید بن منصور نے ابو النعمان ازدی سے کہ نکاح کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کا اوپر ایک سورۃ قرآن کے اور فرمایا کہ نہ ہوگا پھر یہ مہر کسی کے واسطے بعد تیرے اور تفصیل کتب بسوطہ میں ہے ص اور اگر دس درہم سے کم مہر باندھا تو دس درہم دینا پڑیں گے ف اس واسطے کہ وہ عورت راضی ہو گئی دس سے کم میں لیکن حکم شرع کا فاسد کرتا ہے اُسکو تو لازم آویگا اقل درجہ مہر کا اور وہ دس درہم ہیں ص اور اگر دس درہم معین کیے یا دس سے زیادہ تو جتنا معین کیا اُتنا دینا پڑے گا صحبت کرنے سے خواہ خاوند جورو ایک کے مرجانے سے ف یعنی اگر کوئی خاوند یا جورو میں سے مر گیا تو جتنا مہر معین ہے وہ لازم ہو گا کیونکہ فرمایا ابن مسعودؓ نے اُس شخص میں کہ نکاح کیا اُس نے ایک عورت سے اور وہ مر گیا بغیر وطی کے اور اُس کا مہر نہیں معین کیا کہ اُس کو مہر ہے کامل اور عورت پر عدت ہے اور اُس کو میراث بھی ہے کہا معقل بن سنان نے کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی حکم فرمایا تھا بروع بیٹی واشق میں روایت

مبشر بن عبید

داؤد اودی

غیاث بن ابراہیم

حسن بن دینار

سلے [illegible] ۱۲

کیا اس کو ابو داؤد وغیرہ نے اور روایت کی امام مالکؒ نے مؤطا میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہ نہیں ہے مہر واسطے اُس کے اور یہی حکم کیا زید بن ثابت
نے اور ہمارے واسطے حدیث مرفوع ہے معقل بن سنانؓ کی کیونکہ جب مہر معین نہ ہوا اور دلایا گیا تو جب معین ہوگا تو بطریق اولیٰ دلایا جاویگا ص اور اگر طلاق
دے دیا قبل وطی کے یا خلوت صحیحہ کے تو نصف مہر لازم آتا ہے اور خلوت صحیحہ کی تفسیر بعد اس کے بیان ہوگی ف کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اگر طلاق دو تم عورتوں کو قبل اس بات کے کہ مس کرو تم اُن سے یعنی جماع کرو اور تم مقرر کر چکے
تھے اُنکے واسطے کچھ حصّہ تو واجب ہے تم پر نصف اُس کا جو مقرر کیا تھا تم نے ص اور صحیح ہے نکاح بغیر ذکر کرنے مہر کے ف اور دلیل اس کی وہی حدیث معقل
بن سنانؓ ہے اور اثر ابن مسعودؓ کا ص اور اگر نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہیں ہے یا بدلے میں شراب کے یا بدلے میں سؤر کے یا ایک سرکے کے مٹکے سے اور اُس
طرف اشارہ کیا اور وہ شراب نکلی یا ایک غلام سے اور اُسکی طرف اشارہ کیا اور وہ آزاد نکلا یا ایک کپڑے یا ایک جانور کے بدلے اور اُنکی صفت بیان نہ کی، یا
تعلیم قرآن کے بدلے یا اس بات پر کہ خاوند آزاد اُسکی ایک سال خدمت کرے یا کسی کی بیٹی یا بہن سے اس بات پر کہ وہ بھی اُس سے اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح
کر دیوے تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہوا اور مہر مثل لازم آوے گا وقت وطی کے یا خلوت صحیحہ کے یا موت کے ف لیکن اوّل صورت سو اس واسطے کہ
نکاح نام ہے اُس عقد کا جس سے اتصال اور انضمام ہو تو وہ فقط جورو خاوند سے درست ہو جاویگا اور اُسکی شرط ساقط ہو جاویگی اور دوسری اور تیسری صورت
میں اس واسطے کہ شراب اور سؤر ہمارے نزدیک مال نہیں ہے تو گویا ایسا ہوا کہ نکاح کیا بغیر ذکر مہر کے اور اسی طرح چوتھی اور پانچویں صورت میں غلام یا سرکہ
مال تھا لیکن وہ آزاد نکلا اور سرکہ شراب نکلا اور شراب اور جو شخص آزاد ہو وے مال نہیں ہے اور چھٹی صورت میں اس واسطے کہ وہ کپڑا اور جانور مجہول ہے تو نزاع
پڑے گی تب مہر مثل لازم آوے گا اور ساتویں صورت میں سو اس واسطے کہ تعلیم قرآن کچھ مال نہیں ہے کیونکہ اُس پر اُجرت لینا جائز نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے
اور آٹھویں صورت میں اس لئے کہ خاوند آزاد مالک ہے زوجہ کا اور خدمت مقتضی ہے مملوکیت کی اور اُن دونوں میں تناقض ہے تو مہر مثل لازم آویگا اور لیکن
نویں صورت میں تو دونوں عقد جائز ہیں لیکن اُس نے مہر کو وہ بنایا جو صلاحیت مالیت کی نہ رکھتا تھا تو مہر مثل لازم آویگا جیسے شراب یا سؤر کو مہر کر دیا اور یہ
نکاح شغار کہلاتا ہے اور منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کی عبداللہ بن عمرؓ نے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
نکاح شغار سے اور شغار یہ ہے کہ نکاح کرے کوئی اپنی بیٹی کا کسی سے اس شرط پر کہ وہ بھی اُس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اور کچھ مہر مقرر نہ ہوا اخراج کیا اس کا
بخاریؒ و مسلمؒ نے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تعلیم قرآن کو مہر باندھنا جائز ہے اور یہ اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ اُجرت لینا قرآن کی تعلیم پر جائز
ہے یا نہیں تو جن لوگوں کے نزدیک جائز ہے اُن کے نزدیک اس کو مہر بھی مقرر کرنا درست ہے اور جن کے نزدیک اُجرت لینا تعلیم قرآن پر جائز نہیں اُنکے
نزدیک مہر بھی باندھنا اس کا درست نہیں اور امام شافعیؒ اُس باب میں دلیل لاتے ہیں حدیث سہل بن سعدؓ سے کہ نکاح کر دیا تھا آپنے اُنکا ایک سورۃ پر قرآن
سے اخراج کیا اس کا بخاریؒ و مسلمؒ نے اور جواب اس کا یہی ہے جو روایت کی سعید بن منصور نے کہ یہ خصوصیات میں سے تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
اور روایت کی ابن الجوزی نے مکحول سے تحقیق کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا ایک مرد کا تعلیم قرآن پر اور کہتے تھے مکحول کہ یہ خصائص میں سے
تھا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اب کسی کے واسطے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ امر جائز نہیں اور ذکر کیا طحاویؒ نے لیث سے کہ نہیں جائز
ہے یہ کسی کو بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے عبادۃؓ بن صامت سے کہ فرمایا اُنکو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لے لی تھی اُنھوں نے ایک کمان اصحاب صُفّہ سے اس بات پر کہ اُن کو قرآن سکھایا تھا کہ اگر خوش آوے تجھ کو کہ طوق پہنایا
جاوے آگ کا تو لے اُس کو اور اس کی اسناد میں مغیرہ ضعیف ہے اور روایت کی ابن الجوزیؒ نے اُبی بن کعبؓ سے کہ سکھایا میں نے ایک شخص کو قرآن اور اُس نے
ہدیہ بھیجا میرے لئے ایک کمان سو ذکر کیا میں نے یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو فرمایا آپنے اگر لے گا تو اُس کو لیوے گا ایک کمان آگ کی، اور
روایت کی طبرانیؒ نے عبدالرحمٰن بن سہل انصاریؓ سے کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے پڑھو قرآن کو اور نہ غلو کرو اُس میں
اور نہ باز رہو اُس سے اور نہ کھاؤ اُس کے بدلے اور نہ غرور کرو اُس سے اور فرمایا عثمان بن ابی العاصؓ سے کہ لے تو ایسے مؤذن کو جو نہ لیوے اذان پر مزد

روایت کیا اس کو احمدؒ نے مطرف بن عبد اللہ سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ الآیۃ یعنی حلال کی گئیں سوا اُنکے
تمھارے لئے عورتیں یہ کہ طلب کرو تم اُن کو اپنے مالوں سے یعنی نکاح کرلو یا خرید لو اور دلیل مہر مثل واجب ہونے کی یہ ہے کہ حکم کیا عبد اللہ بن مسعودؓ نے مہر
مثل کا اُس عورت میں کہ خاوند اُس کا مر گیا ہو اور اُس کا مہر مقرر نہ ہوا ہو اور شہادت معقل بن سنانؓ کی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروع بنت
واشق میں ایسا ہی اخراج کیا اس کا احمدؒ اور اصحاب سُنن نے اور صحیح کیا اُس کو ترمذیؒ اور ایک جماعت اہل حدیث نے ص اور موت سے مراد یہ ہے کہ
کوئی خاوند یا بیوی سے مر جاوے اور اگر ان سب صورتوں میں طلاق دیدیا قبل وطی اور خلوت صحیحہ کے تو متعہ لازم آویگا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا جُنَاحَ
عَلَیۡکُمۡ اِنۡ طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمۡ تَمَسُّوۡهُنَّ اَوۡ تَفۡرِضُوۡا لَهُنَّ فَرِیۡضَةً وَّمَتِّعُوۡهُنَّ عَلَی الۡمُوۡسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَی الۡمُقۡتِرِ قَدَرُهٗ یعنی نہیں گناہ ہے تم پر اگر طلاق
دو تم عورتوں کو جب کہ نہ جماع کرو اُن سے یا نہ مقرر کرو کوئی حصہ اُن کے واسطے مہر کا اور متعہ دو اُن کو غنی پر ہے اُس کی مقدار اور مفلس پر ہے اُسکے لائق
ص اُس مقدار کا کہ زائد نہ ہو نصف مہر مثل پر اور کم نہ ہو پانچ درہم سے ف اور یہی قول ہے کرخیؒ کا اور یہ متعہ واجب ہے ہمارے نزدیک اور امام مالکؒ
کے نزدیک مستحب ہے اور آیت کلام اللہ کی اُن پر حجت ہے ص اور وہ تین کپڑے ہیں پیراہن اور خمار ف یعنی اوڑھنی جس سے وہ اپنا سر چھپاوے
ص اور چادر ف جس سے تمام بدن چھپاوے ص اور صحیح یہ ہے کہ اعتبار متعہ میں خاوند کے حال کا ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَلَی الۡمُوۡسِعِ قَدَرُهٗ
وَعَلَی الۡمُقۡتِرِ قَدَرُهٗ اور نزدیک کرخیؒ کے عورت کا حال معتبر ہے ف یعنی عورت کی لیاقت کے موافق اس کو متعہ دیا جاویگا اور صحیح قول ہمارا ہے کیونکہ
دینے والا خاوند ہے تو اُسکی استطاعت اور لیاقت معتبر ہوگی جیسا کہ نفقے کے باب میں ہے کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ اندازہ مروی ہے حضرت عائشہؓ اور
ابن عباسؓ اور سعید بن المسیبؒ اور عطاءؒ اور شعبیؒ سے ص اور اگر نکاح کیا غلام نے اس امر پر کہ خدمت کرے بیوی کی تو خدمت واجب ہوگی ف
اس واسطے کہ خدمت موضوع ہے واسطے غلام کے اور خدمت غلام کی عوض مال کے ہوتی ہے ص اور اگر نکاح کیا عورت مفوضہ سے یعنی اُس عورت
سے جس نے نکاح کیا اپنا بغیر ذکر مہر کے یا اس بات پر کہ اُس کو مہر نہیں ف خواہ وہ عورت مفوضہ ہو یعنی اُس نے اپنے تئیں آپ خاوند کو تفویض کیا ہو
یا مفوضہ ہو یعنی ولی نے اُس کو خاوند کے سپرد کیا ہو ص اور پھر دونوں کسی مقدار مہر پر راضی ہوگئے تو بعد وطی کے یا موت کے یہی مقدار لازم آویگی اور
اگر طلاق دے دیا اُس کو قبل وطی کے تو متعہ لازم آوے گا اور امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نصف اُس مقدار کا ف یعنی جس مقدار پر
وہ دونوں راضی ہوگئے ہیں ص لازم آویگا ف اور دلیل ہماری وہی آیت ہے ص اگر خاوند نے مہر معین پر کچھ بڑھا دیا تو خاوند کے ذمے پر واجب ہوگا
تو اگر طلاق دیدیا قبل وطی کے زیادتی ساقط ہو جاویگی ف اس واسطے کہ زیادتی اُس نے بسبب اشتیاق وطی کے کی تھی تو جب مقصود فوت ہوا یہ زیادتی بھی
جاویگی اور صورت مسئلے کی یہ ہے کہ کسی نے نکاح کیا ایک عورت سے اور مہر اُس کے دس درہم ٹھہرے اور پانچ درہم اُس نے اپنی طرف سے بڑھا دیے
اور پھر اُس کو قبل وطی کے طلاق دیدیا تو یہ پانچ درہم لازم آئیں گے نہ ساڑھے سات ص عورت کو جائز ہے کہ بعض مہر یا کل مہر مرد کے ذمے سے ساقط
کردے ص یا اُس زیادتی کو جو مرد نے بڑھا دیا تھا اپنی طرف سے ساقط کردے ف مثلاً اسی صورت میں پانچ درہم چھوڑ دے ص اور خلوت مرد کی ساتھ
عورت کے بغیر مانع حسی کے جیسے مرض کہ مانع ہو وطی سے اور مانع شرعی کے جیسے روزہ رمضان کا یا احرام حج فرض یا نفل کا اور مانع طبعی کے جیسے حیض اور
نفاس کہ طبیعت مکروہ جانتی ہے جماع کرنے کو حالت حیض و نفاس میں اور اگرچہ مانع شرعی بھی یہاں موجود ہے ف اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے
فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الۡمَحِیۡضِ وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰی یَطۡهُرۡنَ یعنی جُدا ہو عورتوں سے حیض میں اور نہ قریب ہو اُن سے یہاں تک کہ پاک ہو جاویں اور قول
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص جماع کرے حائض سے یا کسی عورت سے اُس کی دُبر میں یا کسی کاہن سے خبر پوچھ کے اُس کی تصدیق کرے
تو اُس نے انکار کیا اُس چیز کا جو نازل ہوا محمدؐ پر اخراج کیا اُس کا ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے ابی ہریرہؓ سے ص اور نہیں مضائقہ اگر مانع شرعی
مرد و عورت دونوں میں موجود ہو ف یعنی مانع شرعی مثل روزہ رمضان و احرام اگر زوج کو بھی ہو تو خلوت صحیحہ کو ضرر نہیں ہوتا اور اسی طرح مانع حسی
ص ثابت کردیتی ہے پورے مہر کو ف اور اسی کا نام خلوت صحیحہ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مہر بدون جماع کے مستقر نہیں ہوتا ہے اور دلیل

ہماری اجماع صحابہؓ کا ہے اوپر اس بات کے کہ خلوت موجب ہے پورے مہر کو حکایت کیا اس اجماع کو طحاویؒ نے اور کہا ابن المنذر نے یہی قول ہے عمر اور علی اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر اور جابر اور معاذ بن جبل اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم کا اور روایت کی دار قطنیؒ نے محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان سے مرسلاً کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھولا خمار عورت کا اور نظر کی اُس کو تو واجب ہوا مہر خواہ دخول کرے یا نہ کرے اور اسناد میں اسکی اگرچہ ابن لہیعہ ہے ضعیف کیا اس کو محدثینؒ نے لیکن کہا ابن الجوزی نے کہ روایت کی اُس سے علماء نے اور بھی روایت کی اُس سے اصحاب سُنن نے اور بھی اخراج کیا اُس کا ابوداوٗد نے مراسیل میں ابن ثوبان سے اور رجال اُس کے ثقہ ہیں اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور روایت کی بیہقی نے عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے تحقیق کہ ان دونوں نے فرمایا کہ جب بند ہو جاوے دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ تو عورت کو مہر ہے پورا اور اُس پر عدت ہے اور اسناد اسکی منقطع ہے اور موطا میں ہے مَالِکٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضٰی فِی الْمَرْأَۃِ اِذَا تَزَوَّجَھَا الرَّجُلُ اَنَّہٗ اِذَا اُرْخِیَتِ السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَیْہِ الصَّدَاقُ یعنی جب چھوٹ جاویں پردے تو تحقیق واجب ہوا مرد پر مہر اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہؓ سے یہی قول عمرؓ کا اور کہا امام محمد بن الحسنؒ نے موطا میں اَنَا مَالِکٌ اَنَا ابْنُ شِھَابٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بِامْرَأَتِہٖ وَاُرْخِیَتِ السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ قَالَ وَبِھٰذَا نَاْخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَالْعَامَّۃِ مِنْ فُقَھَائِنَا یعنی کہا زید بن ثابتؓ نے کہ جب جاوے مرد عورت پاس اور چھوٹ جاویں پردے تو تحقیق کہ واجب ہوا مہر اور اسی قول پر ہماری فتویٰ ہے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہؒ اور عامۂ فقہاء کا اور روایت کی دار قطنیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا آپ نے جب بند ہو جاوے دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ اور دیکھے عورت کو تو واجب ہوا مرد پر مہر اور روایت کی ابو عبید نے کتاب النکاح میں زرارہ بن اوفیٰ کی روایت سے کہ کہا اُنھوں نے حکم کیا خلفائے راشدین مہدیین رضؓ نے کہ جس وقت بند ہو جاوے دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ تو تحقیق کہ واجب ہوا مہر اور عدت اور امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق بھی روایت ہے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے لیکن صحیح نہیں اور روایت کی بیہقی نے شعبی سے اُنھوں نے ابن مسعودؓ سے کہ جو شخص خلوت کرے عورت سے اور وطی نہ کرے تو اُس عورت کو آدھا مہر ہے اور یہ منقطع ہے شعبی نے نہیں سُنا ابن مسعودؓ سے اور روایت کی شافعیؒ نے ابن عباسؓ سے مثل اس کے اور اسناد اسکی ضعیف ہے اور اخراج کیا اس کا ابن ابی شیبہ اور بیہقیؒ نے بھی اور طریق سے لیکن صحیح روایتیں صحابہؓ سے ہمارے مذہب پر ہیں ص اور مراد خلوت سے یہ ہے کہ خاوند اور عورت دونوں ایسے مکان میں جمع ہو جاویں کہ وہاں کوئی عاقل نہ ہو اور بغیر اُن کے اذن کے اُن پر کوئی مطلع نہ ہو سکے یا بسبب اندھیرے اور تاریکی کے کوئی اُن پر اطلاع نہ پاوے اور خاوند جانتا ہو کہ یہ میری عورت ہے اگرچہ خاوند مجبوب یا عنین یا خصی ہووے ف مجبوب اُس مرد کو کہتے ہیں کہ جس کے آلت اور خصیتین کٹے ہوں اور عنین وہ جو وطی عورت پر قدرت نہ رکھتا ہووے اور خصی وہ ہے جس کے خصیے نکال لیے ہوں ص یا روزہ دار ہو روزہ قضا کا اصح مذہب میں اور ایک روایت میں نذر کا بھی اور اگر روزہ دار ہے رمضان کا یا احرام باندھا ہے یا عورت حائضہ ہے یا نفاس سے ہے یا بیمار ہے کوئی اُن دونوں میں سے تو خلوت ثابت نہ ہوگی اور نماز بھی مثل روزے کے ہے تو نماز فرض میں خلوت صحیح نہ ہوگی جیسے فرض روزے میں اور صحیح ہو جاوے گی نماز نفل میں جیسے نفل روزے میں اور عدت واجب ہے ف دلیل اُس کی وہی ہے جو مروی ہوا حضرت عمرؓ اور علیؓ سے سابقاً اخرجہ البیہقی ص ان سب صورتوں میں برابر ہے کہ مانع موجود ہووے جیسے روزہ وغیرہ یا نہ ہوا احتیاطاً اور واجب ہے متعہ اُس عورت کو کہ اُس کو طلاق دیا ہو قبل وطی کے اور مہر اُس کا معین نہ ہو ف اور دلیل اُس کی اوپر گزری ص اور مستحب ہے سوا اُس کے اور عورتوں کو مگر جس عورت کا مہر ٹھہر گیا ہو اور اُس کو طلاق دے قبل وطی کے جاننا چاہیے کہ مطلقات یعنی جو عورتیں کہ طلاق دی جاویں چار قسم پر ہے پہلی وہ مطلقہ کہ اُس سے وطی نہ کی ہو اور نہ اُس کا مہر معین ہو تو اُس کے واسطے متعہ واجب ہے اور دوسری وہ مطلقہ کہ وطی نہ کیجاوے اور اُس کا مہر معین کر دیا ہووے اُس عورت کو متعہ مستحب نہیں ف اور اصح یہ ہے کہ مستحب ہے ص تیسری وہ عورت کہ وطی کی جاوے اور اُس کا مہر معین نہیں ہوا چوتھی وہ عورت مطلقہ کہ وطی کیجاوے اور اُس کا مہر بھی معین ہوا ہووے تو اِن دو عورتوں کے واسطے متعہ مستحب ہے تو حاصل یہ ہے کہ جس وقت عورت سے وطی کی تو متعہ اُس کو مستحب ہوگا برابر ہے کہ مہر اُس کا معین ہوا ہو

یا نہ ہوا ہو اور اگر وطی نہیں کی تو جس صورت میں مہر معین ہے نصف مہر دے اور متعہ مستحب نہیں آور اگر نہیں معین ہے تو متعہ واجب ہے اگر کسی عورت
نے ہزار روپے اپنے مہر کے خاوند سے لیکے اُس کو اپنے قبضے میں کیا اور پھر وہی ہزار روپے عورت نے خاوند کو ہبہ یعنی بخشدیے اور خاوند نے بعد اس کے
طلاق دیدیا اُس کو قبل وطی کے تو وہ مرد پانچ سو روپے اُس سے اور لیوے کیونکہ عورت نے تمام مہر کو قبض کر لیا تھا اور مرد پر واجب نصف ہی ہوا تھا
تو نصف پھیر دیوے گی اور وہ جو عورت نے خاوند کو ہبہ کر دیا تھا مہر سے محسوب نہ ہوگا کیونکہ روپے اور اشرفی عقود میں ف مثل بیع اور شرا اور نکاح
کے ص متعین نہیں ہوتے ف یعنی کچھ روپے مقرر نہیں ہوتے بلکہ سب روپے برابر ہیں تو وہ جو عورت نے ہبہ کر دیا تھا اگرچہ وہ روپے خاوند
کے دیے ہوئے تھے لیکن یہ نہیں کہیں گے کہ یہ وہی روپے ہیں ص اور اسی طرح فسوخ میں ف یعنی جو چیزیں کہ عقود کو فسخ کرتی ہیں اور بیان
اُس کا آگے آوے گا ص اور اگر عورت نے قبضہ نہیں کیا تھا اُن روپوں کا یا نصف مہر کو قبضہ کیا تھا ف مثلاً پانچ سو روپے کا ہزار کی صورت میں
ص اور پھر عورت نے ہبہ کر دیا خاوند کو کل مہر ف دونوں صورت میں گر اول صورت میں کل زر مہر بلا قبضہ ہبہ کر دیا یعنی اسقاط مہر کر دیا اسواسطے
کہ کل مہر خاوند کے پاس ہے اور دوسری صورت میں ہبہ کل مہر کا اس طور پر ہوگا کہ اُس نصف کو بھی جو لیا ہے پھیر دے ص یا باقی کو ف
دوسری صورت میں ص اور طلاق دیا اس کو خاوند نے قبل وطی کے تو اب عورت پر کچھ لازم نہیں آوے گا اس لئے کہ حکم طلاق قبل وطی کا یہ ہے
کہ جو عورت نے پورا مہر پایا ہو تو نصف مہر پھیر دے اور یہاں ہبہ کُل مہر کا قبل قبض ہے تو مرد کو نصف مہر سے زیادہ وصول ہوا اور اس واسطے کہ اب
عورت کے پاس کچھ خاوند کا حق باقی نہیں رہا آور اگر مہر کچھ اسباب ہے ف جیسے غلام گھر کپڑا وغیرہ ص اور عورت نے اُس کو قبض کیا یا نہ کیا اور
خاوند کو ہبہ کر دیا تو اب عورت پر دونوں صورتوں میں ف یعنی قبض کی صورت میں اور عدم قبض کی صورت میں ص کچھ لازم نہ آویگا اسواسطے
کہ جب قبض نہیں کیا ہے تو تو ظاہر ہے ف یعنی جیسا روپوں میں جب قبض نہ کرے تو کچھ لازم نہیں آتا تھا اسی طرح اسباب میں ہوگا ص اور
جب قبض کیا ہے تب بھی کچھ لازم نہیں آوے گا کیونکہ اسباب متعین ہے اور اُسی کو عورت نے خاوند کو بخشدیا ف یعنی جو مرد نے اسباب عورت کو
دیا تھا وہی بعینہ عورت نے خاوند کو بخشدیا تو اب عورت پر کچھ نہیں رہا اور روپوں میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعینہ وہی روپے ہیں جو خاوند نے عورت
کو دیے تھے ص اور اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا ہزار درہم پر اس شرط سے کہ اُس کو شہر سے نہ لیجاوے گا یا اس پر دوسری عورت نکریگا
یا شرط کی کہ اگر شہر سے نہ لے جاوے تو مہر ہزار درہم ہے آور اگر لیجاوے تو دو ہزار درہم اور پھر عہد اپنا پورا کیا یعنی شہر سے نہ نکالا آور اُس پر دوسری
عورت سے نکاح نہ کیا آور اسی طرح تیسری صورت میں بھی اُس کو شہر سے نہ نکالا تو خاوند پر مہر کے ایک ہی ہزار درہم آویں گے تو اگر اول صورت
میں اُس کو شہر سے نکالا یا دوسری صورت میں کسی عورت سے نکاح کیا تو مہر مثل لازم آوے گا اتفاقاً آور اگر تیسری صورت میں اُس کو شہر سے نکالا تو
امام صاحبؒ کے نزدیک مہر مثل لازم آوے گا مگر ایک ہزار سے کم نہ دیا جاوے اور دو ہزار سے زیادہ نہ ہوگا یعنی اگر مہر مثل اُس کا ایک ہزار
سے کم ہے تو ہزار دیے جاویں گے اور اس سے کم نہ ہوگا آور اگر مہر مثل اس کا دو ہزار سے زائد ہے تو دو ہزار دینا پڑیں گے اور اس سے زیادہ نہو گا
ف اور اگر مہر مثل اُس کا ہزار سے زائد ہے لیکن دو ہزار سے کم ہے یا دو ہزار ہے تو جتنا ہے اُتنا دینا پڑے گا ص اور نزدیک صاحبینؒ کے دو ہزار
لازم آویں گے آور امام زفرؒ کے نزدیک دونوں صورت میں مہر مثل لازم آوے گا اور اگر نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اُس غلام پر ف مطلب
یہ ہے کہ دونوں غلاموں میں سے کسی کو معین نہ کیا اور کہا کہ اس غلام پر یا اُس غلام پر ص اور اُن میں سے ایک کم قیمت اور دوسرا بھاری قیمت
نکلا تو مہر مثل لازم ہوگا پس اگر مہر مثل اُس کا کم قیمت غلام سے بھی کم ہے تو اُس کو کم قیمت کا غلام ملے گا اور اگر اُس کا مہر مثل غلام بھاری قیمت
سے بھی زیادہ ہے تو اُس کو بھاری قیمت کا غلام ملے گا آور اگر اُس کا مہر مثل دونوں کے درمیان میں ہے ف مثلاً کم قیمت غلام کی قیمت سو روپے
اور بھاری قیمت کی دو سو اور اُس کا مہر مثل ڈیڑھ سو ہے ص تو مہر مثل لازم آوے گا ف اور اس صورت میں ڈیڑھ سو روپیہ دینا پڑیں گے
اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر صورت میں اُس کو کم قیمت کا غلام ملے گا ص اور اگر طلاق دیدیا اُس کو قبل وطی کے تو سب صورتوں میں اُس کو

کم قیمت غلام کی نصف قیمت ملے گی اجماعاً ف اور اس صورت میں پچاس روپیہ اُس کو ملیں گے ص اگر نکاح کیا بدلے میں دو غلاموں کے اور ایک اُن میں سے آزاد نکلا تو عورت کے واسطے وہی ایک غلام ہے اگر قیمت اُس کی دس درم ہوں ف یا زیادہ ہوں اور اگر دس درہم سے کم ہو تو خاوند کو چاہیئے کہ دس پورے کر دیوے ص اگر نکاح میں شرط کیا کہ عورت بکر ہووے اور پھر اُس کو ثیب پایا کل مہر دینا پڑے گا اور اگر نکاح میں گھوڑا یا کپڑا ہرات کا ف ہرات نام شہر کا ہے اور یہ قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر فقط کپڑا مہر قرار دے اور کچھ نام بیان نہ کرے تو مہر مثل لازم آویگا جیسا کہ اوپر گزرا ص مہر مقرر کیا برابر ہے کہ اُس کے اور بھی وصف بیان کیے ہوں یا نہ کیے ہوں یا کسی مکیل کو ف مکیل اُس کو کہتے ہیں جو چیزیں پیمانوں میں نپ کے بکتی ہیں جیسے گیہوں ملک عرب میں ص یا موزون کو یعنی جو چیز وزن ہو کے فروخت ہوتی ہے مہر باندھا اور اُس کی جنس بیان کر دی ف یعنی یہ کہدیا کہ گیہوں یا جو یا چنا یا جوار ص اور اُس کا وصف بیان نہیں کیا ف کہ گیہوں کس قسم کے اور کس قیمت کے ص تو ان سب صورتوں میں جو چیز مقرر کی ہے وہی لازم آوے گی میانہ درجے کی یا قیمت اُس کی ف مثلاً گھوڑے کو مہر مقرر کیا اور اُس کی صفت بیان نہیں کی تو گھوڑا اوسط قیمت کا نہ بہت اعلیٰ اور نہ بہت خسیس دیوے یا قیمت اُسکی دیدے اسی طرح مکیل اور موزون اور ثوب میں ص اور اگر مکیل اور موزون میں صفت بھی بیان کر دی تو جو مقرر کیا ہے وہی لازم آوے گا اور نکاح فاسد[۱] میں بغیر وطی کے کچھ واجب نہیں ہوتا اگرچہ خلوت کی ہو اُس کے ساتھ اور اگر وطی کی تو مہر مثل لازم آوے گا بشرطیکہ زیادہ نہ ہووے مہر معیّن پر اور اگر زیادہ ہے تو مہر معیّن لازم آوے گا اور اُس عورت کے ولد کا نسب اُس مرد سے ثابت ہو جاوے گا اور مدت اُسکی اگر وقت دخول سے وضع حمل تک چھ مہینے گزرے ہوں امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر اس سے کم گزرے ہوں تو نسب ثابت نہ ہو گا ف اس واسطے کہ اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہیں اور اس کا بیان آگے آوے گا ص اور امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مدت نسب کا اعتبار وقت نکاح سے ہوگا جیسا کہ نکاح صحیح میں ف تو اگر نکاح کے وقت سے وضع حمل تک چھ مہینے گزرے ہیں تو نسب ثابت ہو جاویگا ورنہ نہیں اور ہدایہ میں امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے اور وہی صحیح ہے اور موافق قیاس کے ہے ص اور مہر مثل عورت کا اُس کے باپ کی قوم سے اعتبار کیا جاوے گا ف جیسے بہنیں اور پھوپھیاں اور پھوپھی کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں کیونکہ فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے واسطے عورت کے مہر مثل اُسکی عورتوں کا ہے یعنی جو عورتیں مثل اُس کے ہیں اُس کا مہر دلایا جاوے گا روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور متبادر اس سے باپ کے اقارب ہیں کذا فی فتح القدیر ص اور مہر مثل میں معتبر ہے کہ دونوں عورتیں وقت عقد نکاح کے سن میں اور حسن میں اور مال میں اور عقل میں اور دین میں اور شہر میں اور زمانے میں اور بکارت میں اور ثیابت میں برابر ہوں تو اگر باپ کی قوم[۵] سے کوئی ان صفتوں کے ساتھ نہ ملا تو اور عورتیں جو غیر ہیں اُن سے اعتبار کریں گے اور نہ اعتبار کیا جاوے گا مہر مثل ماں کے اور خالہ کے مہر سے مگر جب ماں اور خالہ اُس کے باپ کی قوم سے ہوں جیسے اُس کے باپ کے چچا کی بیٹیاں ہوں اور اگر ولی ضامن ہو جاوے خاوند کی طرف سے مہر کا تو درست ہے اگرچہ وہ عورت نابالغہ ہو اور عورت کو اختیار ہے کہ چاہے مہر اپنا ولی ضامن سے طلب کرے یا خاوند سے اور اگر ولی نے ادا کر دیا تو صحیح ہے اور ولی خاوند سے مجرا لیوے اگر خاوند کے حکم سے ضامن ہوا تھا اور اگر خاوند کے حکم سے ضامن نہیں ہوا تھا تو خاوند سے مجرا نہیں لے سکتا اور بیع میں یہ حکم نہیں تو اگر باپ نے اپنے نابالغ ولد کا مال بیچا اور قیمت کا ضامن ہوا تو ضمان صحیح نہو گا ف اور وجہ فرق اس کی اصل کتاب میں مذکور ہے ص اور عورت کو پہونچتا ہے کہ منع کرے خاوند کو جماع سے اگرچہ پیشتر مرد نے اُس سے وطی کی ہو یا خلوت کی ہو اُس کی رضا سے اور اُس[۴] سے کہ خاوند اُس کو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے جب تک مہر معجل اپنا کُل ہو یا بعض یا جو مہر موجل میں سے بالفعل واجب ہے اُس عورت کے مہر مثل سے موافق دستور کے نہ لیوے اور دونوں صورتوں میں خاوند پر نفقہ واجب رہے گا ف کیونکہ عورت اپنا حق طلب کرتی ہے اور کچھ ظلم نہیں کرتی کہ خاوند نفقہ نہ دیوے ص اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر خاوند اُس سے پیشتر وطی یا خلوت کر چکا ہے اُسکی رضامندی سے تو بعد اُسکے عورت کو اختیار منع کا باقی نہیں رہے گا اور بھی درست ہے عورت کو کہ قبل لینے اس مہر کے بغیر اذن خاوند کے سفر کرے یا کسی حاجت کو یا اپنے اقارب کی ملاقات کو جاوے اور بعد قبض کر لینے اس مہر کے درست نہیں ف کہ بغیر اذن خاوند کے سفر کرے یا کسی حاجت کو یا اپنے اقارب کی ملاقات کو جاوے

[۱] مثلاً بیجہ وہ ایسوں کے نکاح ہوا ہو یا دوسری بہن سے اور ایک بہن طلاق بائن کی عدت میں ہووے یا پانچویں عورت چوتھی عورت کی عدت میں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ [۲] یعنی اگر مہر مثل برابر مہر معیّن کے ہو یا کم اس سے تو مہر مثل لازم ہوگا اور جب مہر مثل زیادہ ہو مہر معیّن سے تو زیادتی واجب نہ ہوگی کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ [۳] اس واسطے کہ نکاح صحیح داعی الی الوطی ہے پس وہ قائم مقام وطی کے ہو گا بخلاف نکاح فاسد کے کہ وہ داعی الی الوطی نہیں پس قائم مقام وطی کے نہیں ہو سکتا ۱۲ عبدہ [۴] مگر اپنے حق کیلئے یا والدین کی زیارت کیواسطے ہر جمعہ میں ایکبار اور واسطے ملاقات محارم کے ہر سال میں ایکبار یا قابلہ یا غاسلہ ہو اسکو جانا جائز ہے اور اس کے سوا کہیں جانا جائز نہیں کذا

ص اور اگر مہر معجل اور مؤجل بیان نہیں کیا گیا تو عورت کو منع وطی وسفر نہیں پہونچتا ہے واسطے لینے کل مہر کے اور جب مؤجل میں بعض دینے کا دستور ہے تو عورت کو منع نہیں پہونچتا ہے واسطے قبض کر لینے کُل مہر کے ف بلکہ جتنا دستور ہے بالفعل دینے کا اُتنے کے واسطے منع پہونچتا ہے جیسا کہ گزرا ص اسی طرح اگر کُل مہر مؤجل ہو تو عورت کو حق منع مذکور نہیں پہونچتا اس لئے کہ اُس نے اپنے حق کو ساقط کر دیا اور اگر خاوند نے اس قدر مہر ف یعنی مہر معجل یا مؤجل میں سے جتنے دینے کا دستور ہے ادا کر دیا تو پھر خاوند کو پہونچتا ہے کہ عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے ظاہر روایت میں ف کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ یعنی رکھو اُن کو جہاں تم رہو ص اور بعضوں کے نزدیک خاوند کو بعد ادا کے بھی سفر میں لے جانا نہیں پہونچتا اور اسی پر فتوی دیا ہے فقیہ ابو اللیثؒ نے ف اور اسی طرف مائل ہوئے ہیں بہت سے مشائخ جیسا کہ خزانے میں ہے اور اسی پر فتوی دیا جاویگا بوجہ فساد زمانے کے کہ غریب عورتوں کو ضرر پہونچتا ہے ص اور درست ہے کہ اُس کو لیجاوے ایسی جگہ پر کہ اُس کے مسکن سے وہاں تک مدت سفر سے کم ہووے ف یعنی تین دن تین رات سے کم ہووے ص اور اگر زوج اور زوجہ نے اختلاف کیا اصل مہر میں سو ایک نے کہا کہ مہر معین نہیں ہوا تھا اور دوسرے نے کہا معین ہوا تھا تو جو کہتا ہے کہ مہر معین ہوا ہے اگر وہ گواہ قائم کرے تو قول اُس کا معتبر ہوگا اور اگر گواہ قائم نہ کرے تو جو کہتا ہے کہ معین نہیں ہوا ہے اُس کو قسم دلاویں گے اگر وہ قسم نہ کھاوے تو دوسرے کا قول معتبر ہو جاوے گا ف یعنی مہر معین کا اعتبار ہوگا ص اور اگر قسم کھائی تو مہر مثل واجب ہوگا اور یہ مذہب صاحبینؒ کا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح میں قسم نہ دیویں گے اور مہر مثل واجب ہوگا ف جس صورت میں وہ گواہ قائم نہ کرے ص اگر اختلاف کیا مہر کے اندازے میں ف مثلاً خاوند نے کہا سو درہم تھے اور زوجہ نے کہا دو سو درہم ص تو جو گواہ قائم کرے اُس کا قول قبول کیا جاوے گا اور اگر کسی نے گواہ نہیں قائم کیا تو مہر مثل کو دیکھیں گے اگر مہر مثل خاوند کے دعوے کے برابر یا کم ہے تو خاوند کا قول معتبر ہوگا ساتھ حلف کے اور اگر مہر مثل عورت کے دعوے کے برابر ہے یا عورت کے دعوے سے زائد ہے تو قول عورت کا معتبر ہوگا ساتھ حلف کے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے اور مہر مثل موافق خاوند کے ہے یا کم اُس سے تو گواہ عورت کے مقبول ہوں گے اور اگر مہر مثل موافق عورت کے ہے تو گواہ خاوند کے مقبول ہوں گے اس واسطے کہ گواہ مشروع ہیں واسطے اثبات اُن اُمور کے جو خلاف ظاہر ہیں اور قسم مشروع ہے واسطے باقی رکھنے اصل کے اپنی اصل پر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہ مدعی پر ہیں اور قسم اُس شخص پر ہے جو انکار کرے ف اخراج کیا اس حدیث کا بیہقیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور معانی اس حدیث کے صحاح ستہ میں موجود ہیں اخراج کیا انکا مسلم نے اور اصحاب سنن نے ص اور اصل نکاح میں یہ ہے کہ مہر مثل سے ہو تو جو شخص دعوے کرے گا خلاف اس کے تو گواہ اُسی کے قوی ہوں گے اور اگر مہر مثل درمیان میں خاوند اور عورت کے دعوے کے ہو ف مثلاً عورت نے دو سو روپے کا دعوی کیا اور خاوند نے سو روپے کہے تھے اور مہر مثل ڈیڑھ سو ہے اور درمیان میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ مہر مثل خاوند کے دعوے کے موافق اور اُس سے کم بھی نہ ہو اور عورت کے دعوے کے برابر اور اُس سے زیادہ بھی نہ ہو بلکہ خاوند کے دعوے سے زیادہ اور عورت کے دعوے سے کم ہو جیسا کہ اس صورت میں ہے ص تو جو گواہ لاوے قول اُس کا معتبر ہوگا اور اگر دونوں گواہ لائے مہر مثل لازم ہوگا اور اگر کوئی نہ لاوے تو دونوں پر قسم آوے گی اور جو قسم کھاوے تو اُس کا قول معتبر ہوگا اور جو دونوں نے قسم کھائی تو مہر مثل لازم آوے گا یہ سب صورتیں جب تھیں کہ نکاح قائم ہو اور اختلاف واقع ہو مہر میں اور اگر خاوند نے طلاق دیدی عورت کو قبل وطی کے ف اور اگر طلاق دیا بعد وطی کے تو اُس کی صورت بعینہ وہی ہے جب نکاح قائم ہو جیسا کہ گزرا ص بعد اُس کے مہر کے اندازے میں اختلاف ہوا تو متعہ مثل لازم ہوگا یعنی متعہ مثل اگر برابر نصف قدر دعوی مرد کے یا کم اُس سے ہے پس قول مرد کا معتبر ہوگا اور اگر متعہ مثل برابر نصف قدر دعوی عورت کے ہے یا زیادہ اُس سے تو قول عورت کا معتبر ہوگا اور جو گواہ لاوے گا قول اُس کا معتبر ہوگا اور اگر دونوں گواہ لائے اور متعہ مثل ف یعنی جو اُسکی ہمسر عورتوں کو متعہ دیا جاتا ہے ص موافق مرد کے ہے تو عورت کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اور اگر متعہ مثل موافق عورت کے ہے تو مرد کے گواہوں کا اعتبار ہوگا ف اور دلیل اُس کی اوپر گزری ص اور اگر متعہ مثل درمیان میں دعوے زوج اور زوجہ کے ہے ف یعنی عورت کے دعوے سے کم اور مرد کے دعوے سے زیادہ ص تو

جو شخص گواہ لاوے قول اُس کا معتبر ہوگا اور اگر دونوں گواہ لاوے تو متعہ مثل واجب ہوگا اور اگر دونوں گواہ نہ لائے تو جو قسم کھاوے گا قول اُس کا معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو متعہ مثل واجب ہوگا **ف** اور ان صورتوں میں دعویٰ خاوند اور عورت کا بابت نصف مہر کے ہوگا کیونکہ طلاق قبل وطی کے ہے تو برابری اور کمی اور زیادتی نصف مہر کی ساتھ متعہ مثل کے دیکھی جاوے گی **ص** اور اگر زوج مرگیا یا زوجہ مرگئی اور پھر اصل مہر یا اندازۂ مہر میں اختلاف ہوا تو حکم اُس کا بعینہٖ ایسا ہے جیسا حالت حیات میں تھا اور جو زوج اور زوجہ دونوں مرگئے اور نزاع پڑی اندازۂ مہر میں تو خاوند کے وارثوں کے قول کا اعتبار ہوگا اور اگر نزاع پڑی اس بات میں کہ مہر معین ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا تو امام صاحبؒ کے نزدیک کچھ لازم نہ آویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک مہر مثل لازم آئے گا اور اسی پر فتویٰ ہے **ف** کیونکہ مہر مثل مرد کے ذمّے پر ثابت ہوگیا تھا اور دَین ہوگیا تھا تو مَرنے سے ساقط نہ ہوگا **ص** اگر خاوند نے عورت کو کوئی چیز بھیجی بعد اُس کے اختلاف ہوا عورت نے کہا کہ یہ ہدیہ اور تحفہ تھا اور مَرد نے کہا کہ مہر تھا تو خاوند کا قول ساتھ حلف کے معتبر ہوگا **ف** اس واسطے کہ خاوند تملیک کر رہا ہے اُس چیز کی زوجہ کو اور مالک کرنے والا پہچانتا ہے جہت تملیک کو اور ظاہر ہے کہ تحفہ دینا واجب نہیں اور مہر واجب ہے اور غالباً سعی واجب کے ادا کرنے میں ہوتی ہے **ص** مگر جب وہ چیز ایسی ہو کہ اُس کو جمع کرکے رکھتے نہ ہوں جیسے روٹی اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار ہووے **ف** مثل گوشت وغیرہ کے **ص** برخلاف گیہوں کے **ف** اور ایسا ہی آٹا اور زندہ بکری اور شکر بادام مصری وغیرہ ہیں

فصل نکاح ذمی کے بیان میں

ص اگر نکاح کیا ایک ذمی نے ذمیہ سے یا حربی نے حربیہ سے دار الحرب میں بدلے میں مُردے کے یا بغیر مہر کے اور یہ اُس کے دین میں جائز ہووے اور جو جائز نہ ہووے یہ اُن کے دین میں یا واجب ہو مہر اُن کے نزدیک پس حکم عدم وجوب مہر کا نہ ہوگا اور پھر جورو سے وطی کی یا طلاق دیدیا اُسکو قبل وطی کے یا مرگیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک کچھ مہر لازم نہ آوے گا **ف** اس واسطے کہ ذمی ہمارے احکام کے پابند نہیں دیانات میں جیسے نماز یا روزہ وغیرہ اور معاملات میں بھی ہمارے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں مثلاً سُود اور شراب کا بیچنا جائز رکھتے ہیں تو ہم کو چاہیئے کہ اُن کو ترک کردیں اور اُن کے مسائل سے متعرض نہ ہوں برخلاف زنا کے کہ وہ سب دینوں میں حرام ہے اور سُود اُن کے عقود میں سے نکال لیا گیا ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مگر جو شخص سود لیوے تو اُس کے ہمارے درمیان میں عہد نہیں ہے کہا زیلعیؒ نے اس لفظ سے غریب ہے اور روایت ہے شعبی سے کہا کہ لکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طرف اہل نجران کے اور وہ نصاریٰ تھے کہ جس نے تم میں سے بیع کی سود سے تو نہیں ہے ذمّہ اُس کے لئے اور روایت کی ابو عبید نے کتاب الاموال میں اور اُس میں ہے کہ جس شخص نے کھایا اُن میں سے سود تو ذمّہ میرا بری ہے اُس سے اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ تو اس سے معلوم ہوا کہ ربٰو اُن کے نزدیک بھی حرام ہے **ص** اور اگر نکاح کیا اُنھوں نے شراب معین یا کسی سُور معین پر اور پھر زوج اور زوجہ دونوں اسلام لائے یا ایک اُن میں سے ایمان لایا تو عورت کو جو معین تھا وہی ملے گا **ف** یعنی شراب اول صورت میں اور سُور معین دوسری صورت میں **ص** اور اگر اُنھوں نے شراب اور سُور کو معین نہ کیا تو شراب کی قیمت لازم آوے گی جب شراب ٹھہری ہو اور مہر مثل لازم آویگا سُورؔ کی صورت میں

ص باب غلام اور کافر کے نکاح میں

نہیں جائز ہے نکاح غلام اور لونڈی کا مگر اپنے مولیٰ کے اذن سے اور جو بلا اذن سید کے نکاح کریں تو یہ نکاح موقوف ہوگا اگر سید اجازت دیوے تو جائز ہوجاوے گا اور جو رد کرے تو باطل ہوگا **ف** اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو غلام نکاح کرے بغیر اذن سید کے تو وہ زانی ہے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور دارمیؒ نے اور امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہ حدیث اُن پر حجت ہے **ص** اور یہی حکم ہے

[illegible]

مکاتب اور مدبر اور اُمّ ولد کاف یعنی ان سب کا بھی نکاح بلا اجازت مولیٰ جائز نہیں اور یہ نکاح موقوف ہے مالک کی اجازت پر اگر اجازت دیگا
تو نکاح جاری ہو جاویگا اور اگر رد کریگا تو نکاح باطل ہو جاویگا ص تو اگر اُنھوں نے نکاح کر لیا اپنے مالک کے اذن سے تو مہر عورت کا اُن پر واجب
ہوگا اور غلام مہر کے قرضے میں بیچا جاویگا اور مکاتب اور مدبر نہ بیچے جاویں گے بلکہ سعی کر کے ادا کریں گے اور اگر غلام نے اذن طلب کیا اور مولیٰ نے کہا
اُس کو طلاق رجعی دیدے اجازت ثابت ہو جاویگی اسواسطے کہ طلاق رجعی بغیر جواز نکاح کے نہیں ہوتا ہے اور اگر مولیٰ نے اتنا ہی کہا کہ اس کو طلاق دیدے
یا چھوڑ دے تو اجازت نہ ہوگی اور اگر مولیٰ نے غلام کو اذن دیا نکاح کا تو یہ اذن شامل ہوگا نکاح صحیح اور فاسد کو پس اگر نکاح فاسد کیا اور وطی کی تو وہ
غلام مہر میں بیچا جاوے گا اور اگر وطی نہیں کی تو نکاح فاسد میں مہر لازم نہ ہوگا ف اور نکاح صحیح میں لازم آویگا ص اور اگر جس عورت سے نکاح
فاسد کیا تھا پھر اُسی سے دوسری بار نکاح صحیح کرے یا کسی اور عورت سے نکاح کرے تو مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا کیونکہ اجازت مولیٰ کی اول
نکاح فاسد پر تمام ہو گئی تھی اور اگر مولیٰ نے اپنے عبد ماذون کا نکاح کیا اور وہ قرضدار تھا نکاح صحیح ہے اور منکوحہ اُسکی مہر مثل میں برابر اور قرضخواہوں
کے ہوگی تو اگر اُس عورت کا مہر برابر تھا مہر مثل کے یا کم تو وہ غلام اگر بیچا جاویگا تو اُس کی قیمت اُس عورت اور قرضداروں پر موافق حصے کے تقسیم کر دی
جاویگی ف مثلاً قرض سَو روپے تھے اور مہر بھی سَو روپے تھے اور غلام پچاس روپے کو فروخت ہوا تو پچیس روپے قرضداروں کو اور پچیس عورت کو
مل جاویں گے ص اور اگر اُس کا مہر زائد ہو مہر مثل سے تو وہ عورت حصہ اُس زائد مہر کے موافق نہ لے گی اُس کے حق زائد کے دینے میں تاخیر کریں گے
یہاں تک کہ قرضداروں کا قرض پورا ہو جاوے ف مثلاً مہر مثل اُس عورت کا سَو روپے تھے اور مہر معین اُس کے دو سَو روپے ہیں اور قرضداروں
کا قرض بھی مقدار سَو روپے کے ہے اور وہ غلام تین سَو روپے کو فروخت ہوا تو سَو روپے عورت کو دلا دیے جاویں گے اور سَو قرضداروں کو بعد اُس کے
جو سَو بچے ہیں وہ بھی عورت کو ملیں گے اور اگر دو سَو کو بکا اور کچھ نہ بچا تو وہ رقم جو مہر مثل سے زائد ہے عورت کو نہ دلا دیں گے ص اگر مولیٰ نے اپنی
لونڈی کا نکاح کسی شخص سے کر دیا تو وہ لونڈی اُس شخص کی ملک سے نہ نکلے گی اور وہ لونڈی اپنے مولیٰ کی خدمت کرے اور خاوند جب وقت پاوے
تو اُس سے وطی کر لیوے اور مولیٰ پر واجب نہیں بیتوتت اور بیتوتت اُس کو کہتے ہیں کہ مولیٰ اُس لونڈی اور خاوند کے درمیان میں تخلیہ کر دیوے اور اُسکے
واسطے کوئی جگہ معین کر دے اپنے مکان سے کہ خاوند کو اُس جگہ آنے سے کوئی ممانعت نہ کرے اور مولیٰ اُس لونڈی سے خدمت نہ طلب کرے مگر خاوند پر
نفقہ اُس لونڈی کا واجب نہ ہوگا جب تک کہ مولیٰ بیتوتت نہ کرے تو اگر مولیٰ نے بیتوتت کی اور پھر اُس سے رجوع کر گیا تو صحیح ہوگا اور خاوند پر سے
نفقہ ساقط ہو جاویگا اور اگر وہ لونڈی بغیر طلب مالک کے اُسکی خدمت کرے اور بیتوتت ہووے تو نفقہ خاوند سے ساقط نہ ہوگا اور مولیٰ کو پہونچتا ہے کہ
اپنے غلام اور لونڈی کا جبراً نکاح کر دیوے بغیر اُنکی رضا کے اگر کسی عورت آزاد نے قبل وطی کے اپنے تئیں آپ قتل کیا تو تمام مہر خاوند پر لازم آویگا
اور اگر مولیٰ نے اپنی لونڈی کو قبل اس کے کہ خاوند اُس کا اُس سے وطی کرے قتل کیا تو خاوند پر کچھ نہ لازم آویگا اور لونڈی کا خاوند اپنے سید کے اذن
سے اُس سے عزل کرے ف عزل اُس کو کہتے ہیں کہ وقت قرب انزال کے ذکر کو فرج عورت سے باہر کر لیوے تا انزال منی باہر ہووے اور اپنی لونڈی
میں عزل بغیر اذن لونڈی کے جائز ہے ایسا ہی کہا ہے ابن عباسؓ نے اور یہی ماثور ہے حضرت عمرؓ سے ذکر کیا اس کو کشف الغمہ میں اور آزاد عورت سے
بغیر اُس کے اذن کے جائز نہیں کیونکہ مروی ہے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ عزل کیا جاوے آزاد
عورت سے مگر اُس کے اذن سے اخراج کیا اس کا ابن ماجہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل میں مختلف احادیثیں وارد ہوئی ہیں بعض
سے رخصت ثابت ہوتی ہیں اور بعض سے کراہت اور اولیٰ ترک ہے تصریح کی اسکی امام نوویؒ نے اور کشف الغمہ میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب اور
عبداللہ بیٹے اُن کے رضی اللہ عنہما مکروہ رکھتے تھے عزل کو اور کہا عبدالوہاب شعرانیؒ نے فَاَصْلُ الْاَمْرِ الْکَرَاهَةُ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ شَدِیْدَةٍ ص اور
جو لونڈی یا مکاتبہ لونڈی کسی غلام کے یا آزاد کے نکاح میں ہووے اور آزاد ہو جاوے تو اُس کو اختیار ہے ف اس واسطے کہ بریدہؓ لونڈی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب آزاد ہوئی تب آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو مالک ہوئی اپنے بضع کی تو اختیار کر لے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اخراج

کیا اس حدیث کا دارقطنیؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور روایت کیا اس کو ابن سعد نے طبقات میں اور اُس میں ہے کہ فرمایا آپ نے قَدْ عَتَقَ بُضْعُكِ مَعَكِ
فَاخْتَارِي اور یہ مرسل ہے شعبی پر اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے علاوہ اس کے یہ حدیث صحیحین میں مروی ہے حضرت عائشہؓ سے اور اُس میں ہے
کہ اختیار دیا اُس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اختیار کر لیا اُس نے اپنے نفس کو اور روایت نسائی میں ہے اختاری یعنی اختیار کر لے تو
ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر خاوند اُس کا آزاد ہے تو اُس کو اختیار نہ ہوگا ف اور یہی مذہب ہے احمدؒ اور مالکؒ کا اور ذکر کیا کشف الغمہ میں
ایک اثر ابن عمرؓ سے اس باب میں موافق امام شافعیؒ کے لیکن ترک کیا ہم نے اُس اثر کو اس سبب سے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے باسناد صحیح حضرت عائشہؓ
سے کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا جس وقت وہ آزاد ہوئی اور وہ اختیار دی گئی آخر حدیث تک اور ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ وہ غلام تھا اور ایسا ہی
ہے روایت صفیہؓ میں اخراج کیا ان کا اصحاب صحاحؒ نے اور ترجیح حدیث حضرت عائشہؓ کو ہے کیونکہ وہ زیادہ واقف تھیں بریرہ کے حال سے بہ نسبت
ابن عباسؓ کے علاوہ اس کے صحیح روایتوں میں اتنا ہی ہے کہ خاوند اس کا غلام تھا اور یہ کچھ اس کے منافی نہیں کہ وقت آزاد ہونے بریرہ کے بھی وہ
آزاد ہوا اور وہ جو ایک روایت میں ہے کہ خیار دی گئی تھی بُریرہؓ اور خاوند اُس کا غلام تھا محمول ہے اوپر نہ مطلع ہونے ابن عباسؓ کے اُس کی آزادی
سے اور ہمارے مذہب پر جمع بین الاحادیث بھی متحقق ہے برخلاف مذہب امام شافعیؒ کے ص اور اگر لونڈی نے نکاح کیا بدون اذن مالک کے اور پھر وہ
آزاد ہو گئی تو نکاح نافذ ہو جاوے گا اور اُس کو اختیار نہیں رہے گا اس واسطے کہ خود راضی ہو گئی تھی ف برخلاف اُس صورت کے کہ نکاح کر دیا تھا اُس کا
مالک نے کیونکہ اس صورت میں رضا اور عدم رضا اُس کی دونوں برابر ہیں ص اور جو مہر مقرر ہوا وہ اُس کے مالک کا ہے اگرچہ زائد ہو مہر مثل پر اگر
وطی کے بعد آزاد ہوئی اور جو قبل وطی کے وہ آزاد ہو گئی تو مہر لونڈی کا ہے اور جس شخص نے وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے اور اُس کے اولاد ہوئی اور
دعوی کیا اس کا اس شخص نے تو نسب اُس ولد کا اُس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور وہ اُس کی اُم ولد ہو جاوے گی اور واجب ہوگی باپ پر قیمت اُسکی
اس واسطے کہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ تو اور مال تیرا واسطے تیرے باپ کے ہے ف مروی ہے یہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ
سے کہ آیا ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور کہا کہ میرا باپ میرے مال کا محتاج ہے تو فرمایا آپ نے تو اور مال تیرا واسطے والد تیرے کے
ہے تحقیق کہ اولاد تمہاری اچھی کمائی ہے تمہاری کھاؤ اپنی اولاد کے کسب سے اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے ص مفید ہے ملک والد کو
بیٹے کے مال میں وقت حاجت کے تو قبل وطی کے وہ عورت ملک میں ہوگی باپ کے تاکہ وطی حرام نہ ہووے پس واجب ہوگی قیمت اُس کے باپ پر اور مہر
نہ لازم آوے گا کیونکہ اُس نے اپنی لونڈی سے وطی کی ہے اور نہ لڑکے کی قیمت کیونکہ وہ لڑکا باپ کی ملک میں پیدا ہوا ہے اور یہی حکم دادا کا ہے بعد موت
باپ کے نہ قبل باپ کے مرنے کے اور اگر باپ نے بیٹے کی لونڈی سے نکاح کر لیا صحیح ہے اور وہ اُس کی اُم ولد نہ ہوگی اور واجب ہوگا مہر نہ قیمت اُسکی
اور لڑکا اُس کا آزاد ہوگا اس واسطے کہ وہ قرابت رکھتا ہے بیٹے سے اس لئے کہ لونڈی ملک بیٹے کی ہے پس بہ تبعیت اُس کے لڑکا بھی ملک بیٹے کا ہوگا
اور جب ملک بھائی کا ہوگا تو آزاد ہو جاوے گا ف کیونکہ اُس کا بھائی ہے ص کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص مالک ہو کسی ذی رحم
محرم کا تو وہ آزاد ہو جاوے گا اُس پر ف اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے سمرہؓ سے ساتھ اس لفظ کے مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ
مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ ص اگر زوجہ غلام کی آزاد ہے اور غلام کے مالک سے کہے کہ تو میرے خاوند کو بدلے میں ہزار درہم کے میری طرف سے آزاد کر اور مالک ایسا
ہی کرے تو غلام عورت کی طرف سے آزاد ہو جاویگا اور نکاح فاسد ہوگا اس واسطے کہ وہ غلام عورت کی ملک میں آکر آزاد ہوا ہے خلاف زفرؒ کے کہ اُن کے
نزدیک آزاد عورت کی جانب سے نہ ہوگا بسبب نہ ہونے ملک کے اور اس صورت میں ولا غلام کی عورت کو ملے گی اس واسطے کہ اُسی نے آزاد کیا ہے
ف اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولا اُس کے واسطے ہے جو آزاد کرے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث
طویل میں ص اور اگر نیت کفارے سے کہا تو یہ آزادی اُس کی کفارے سے ادا ہو جاویگی ف مثلاً عورت پر کفارہ قسم کا تھا اور اُس نے نیت یہ کی کہ
یہ غلام اُسی کے کفارے سے ادا کرتی ہوں تو کفارہ ادا ہو جاوے گا ص اور اگر عورت یہ کہے کہ میری طرف سے آزاد کر اور بدلے کا ذکر نہ کرے ف

عہ یعنی بعد عتق باقی نہ رکھے گا اختیار ۱۲ عہ بیٹے لڑکے ۱۲

جیسا کہ ذکر کیا تھا اول صورت میں ص اور مالک آزاد کر دیوے تو طرفینؒ کے نزدیک نکاح فاسد نہ ہوگا اور ولا مالک کو ہوگی اور نزدیک امام ابو یوسفؒ کے اس جگہ بھی نکاح فاسد ہوگا اور ولا عورت کو ہوگی ف اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے ص اگر کافر نے کافرہ سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا یا دوسرے کافر کی عدت میں تھی اور کسی کافر نے نکاح کیا اور یہ اُن کے دین میں جائز ہے اور پھر دونوں اسلام لائے ساتھ ہی تو نکاح اپنے حال پر باقی رہے گا اور اگر نکاح کیا کافر نے کافرہ محرمہ سے ف یعنی جس سے اسلام میں نکاح حرام ہے جیسے ماں سے یا بہن سے یا بیٹی سے ص اور پھر اسلام لائے تو اُن کے درمیان میں تفریق کرا دی جاوے گی ف کیونکہ اتفاق کیا اُس پر علمائے اُمت نے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا طلاق کا فیروز دیلمی کو جب وہ اسلام لائے تھے اور اُن کے نکاح میں دو بہنیں تھیں روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابو داوٗدؒ نے ص اور لڑکا مسلمان ہوگا اگر کوئی اُس کے ماں باپ سے مسلمان ہو اور اگر دونوں میں سے کوئی اسلام لایا تب بھی لڑکا اُسی کے تابع ہو جاوے گا ف اس واسطے کہ لڑکا تابع ہوتا ہے اُس کے جو ماں باپ میں سے ازروئے دین کے بہتر ہو کہا صاحب کشف الغمہ نے تھے ابن عباسؓ ساتھ اپنی ماں کے ضعفائے مسلمین سے اور نہ تھے ساتھ اپنے باپ کے کیونکہ وہ تھے اپنی قوم کے دین پر ص اور اگر لڑکا مجوسی اور کتابی کے بیچ میں ہے تو تابع کتابی ہوگا ف اسواسطے کہ کتابی بہتر ہے مجوسی سے ص اگر زوج عورت مجوسی کا یا عورت کافر کی اسلام لاوے تو قاضی دوسرے پر اسلام کو پیش کرے اگر وہ بھی اسلام لاوے تو نکاح پہلا ثابت رہے گا اور اگر اسلام نہ لاوے تو اُن دونوں کے بیچ میں تفریق کرا دی جاوے گی تو اگر قاضی نے اسلام پیش کیا ہے خاوند پر تو یہ تفریق بائن کے شمار میں ہوگی اور اگر پیش کیا ہے عورت پر تو یہ تفریق طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق عورت کی طرف سے نہیں ہوتا ف اور جاننا چاہیے کہ اگر خاوند مجوسی یا کتابی ہے بعد اسلام عورت کے اُس پر اسلام عرض کرنا ضرور ہوگا اور اگر عورت مجوسی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کتابی ہے تو پیش کرنا اسلام کا اُس پر ضرور نہیں کیونکہ نکاح اہل کتاب کی عورتوں سے جائز ہے ص اگر خاوند مسلمان ہو گیا اور عورت بعد پیش کرنے اسلام کے مسلمان نہ ہوئی تو اگر وطی نہیں کی تو خاوند پر کچھ نہ لازم آوے گا ف اس واسطے کہ عورت کی طرف سے طلاق نہیں ہوتا تو نصف مہر بھی لازم نہ ہوگا ص اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم آوے گا اور اگر عورت اسلام لائی اور خاوند نے انکار کیا تو اگر وطی نہیں کی تو نصف مہر لازم ہوگا ف کیونکہ یہ طلاق ہے قبل وطی کے ص اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم آوے گا اور اگر دار الحرب میں زوج یا زوجہ اسلام لائے تو جب تک عورت کو تین حیض نہ ہو جاویں گے قبل اسلام دوسرے کے فرقت نہ ہوگی ف اور یہی ماثور ہے تابعینؒ سے ص اگر خاوند کتابیہ کا مسلمان ہوا تو زوجہ کتابیہ اُسی کی رہے گی اور بائنہ ہو جاوے گی تباین دارین سے نہ قید سے اگر کوئی زوج یا زوجہ میں سے کہ دونوں کافر تھے مسلمان ہو کے دار الحرب سے دار الاسلام میں آیا درمیان اُن دونوں کے فرقت ہو جاوے گی اگر چہ قید ہو کے آیا ہو اور جو دونوں قید ہو کے آویں گے تو فرقت نہ ہوگی اور جو عورت ہجرت کر کے دار الاسلام میں آوے بائنہ ہو جاوے گی بلا عدت مگر در صورتیکہ وہ عورت حاملہ ہو تو اُس سے وطی نہ کریں گے جب تک وضع حمل نہ ہو ف اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن عورتوں میں جو مقید ہوئی تھیں غزوۂ اوطاس میں کہ نہ وطی کی جاویں حاملہ یہاں تک کہ وضع کریں حمل اپنا اخراج کیا اُس کا ابو داوٗدؒ نے سُنن میں اور دار قطنیؒ نے ص اگر زوج یا زوجہ کوئی اُن میں سے مرتد ہو گیا معاذ اللہ فوراً بے حکم قاضی کے نکاح فسخ ہو جاویگا تو اگر عورت وطی کی گئی ہے تو اُس کے لئے کل مہر ہے اور جو نہیں وطی کی تو جس صورت میں خاوند مرتد ہو گیا تو عورت کے لئے نصف مہر ہے اور اگر عورت مرتد ہوئی تو خاوند پر کچھ نہ لازم آوے گا ف اور جو وطی کی ہے تو ہر صورت میں کل مہر لازم آوے گا ص اور اگر زوج زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہو گئے اور پھر دونوں ساتھ ہی ایک ہی وقت میں اسلام لائے تو نکاح باقی رہے گا اور اگر کوئی دوسرے کے پہلے اسلام لایا تو نکاح فاسد ہوا۔

ص باب القسم

جب ایک مرد کی دو بیویاں آزاد ہوویں تو واجب ہے عدل اُن کے درمیان میں قسم میں ف قسم اُس کو کہتے ہیں کہ خاوند ان کے پاس رہنے بسنے میں

اور رہنے کو رہنے میں اپنی عورتوں کے بیچ میں قسمت کر دیوے **ص** اس میں بکر اور ثیب برابر ہے **ف** اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کی ہوں دو عورتیں اور جھکا وہ ایک کی طرف آوے گا قیامت کے دن کہ ایک جانب اُس کا جھکا ہوگا روایت کیا اس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہا شیخ ابن حجر نے اسناد اُس کی صحیح ہے اور یہ حدیث عام ہے شامل ہے بکر اور ثیب کو اور روایت ہے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باری بانٹتے تھے واسطے اپنی عورتوں کے پھر عدل کرتے اور فرماتے اے اللہ یہ بانٹ ہماری ہے جس میں مختار ہوں میں سو ملامت نہ کر مجھے جس میں تو مختار ہے میں نہیں یعنی اگر دل کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہو تو ناچاری ہے مگر قسمت میں برابری کرتا ہوں آخراج کیا اس کا چاروں عالموں نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے **ص** اور نئی اور پرانی اور اسی طرح مسلمہ اور کتابیہ بھی برابر ہے **ف** اور دلیل ہی اطلاق اس حدیث کا ہے جو مروی ہوئی اور ائمہ ثلثہ باقیہ کے نزدیک اگر نئی عورت بکر ہے تو سات راتیں برابر اُس کے پاس رہے اور اگر ثیب ہے تو تین راتیں پھر بعد اُس کے قسمت کرے کیونکہ روایت ہے انسؓ سے کہا سُنت ہے کہ جب نکاح کرے ایک مرد باکرہ کو ثیب پر تو ٹھہرے اُس پاس سات راتیں پھر برابر بانٹے اور جب نکاح کرے شوہر ثیب کو تو ٹھہرے اُس پاس تین راتیں پھر بانٹے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور یہ لفظ بخاریؒ کا ہے اور روایت ہے اُم سلمہؓ سے کہ جب نکاح کیا اُن سے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ٹھہرے اُن پاس تین راتیں اور فرمایا نہیں تجھے تیرے اہل پر ذلت اگر چاہے تو تو سات دن رہوں میں تجھ پاس اور اگر سات دن رہوں تجھ پاس تو سات سات دن رہوں گا اور عورتوں پاس اخراج کیا اس کا مسلمؒ نے **ص** اور لونڈی اور مکاتبہ اور اُم ولد اور مدبرہ کو نصف حرّہ کا ہے **ف** یعنی قسمت میں برابری حرّہ کی نہ کریگی کیونکہ کشف الغمہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد عورت کے واسطے دو دن ہیں اور لونڈی کے واسطے ایک دن اور روایت ہے حضرت علیؓ سے فرماتے تھے جب نکاح کیجاوے حرّہ لونڈی پر تو واسطے حرّہ کے دو ثلث ہیں اور واسطے لونڈی کے ایک ثلث روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ اور عبدالرزاقؒ اور دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ ایسا ہی حکم کیا حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اور حجت پکڑی امام احمدؒ نے حضرت علیؓ کے اثر سے اور ابن حزم نے جو اس کو ضعیف کیا بسبب منہال بن عمرو کے اور ابن ابی لیلیٰ کے تو یہ کچھ نہیں اس واسطے کہ وہ دونوں ثقہ ہیں حافظ ہیں اور زیلعی نے تخریج ہدایہ میں لکھا ہے کہ روایت کی بیہقیؒ نے ایسی ہی سعید بن المسیب سے اور سلیمان بن یسار سے کہ حرّہ جب قائم کیجاوے اور سوکن ہووے لونڈی کی تو اُس کے واسطے دو دن ہیں اور لونڈی کے واسطے ایک دن **ص** اور نہیں حق ہے عورتوں کا قسمت میں جب سفر کرے زوج تو جس عورت کو چاہے سفر میں لیجاوے اور قرعہ واجب نہیں **ف** اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے خاوند کو کہ نکلے سفر کو اور لیجاوے کسی عورت کو مگر اور عورتوں کی رضا سے یا قرعے سے اور امام ابوحنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا حق نہیں وقت سفر کرنے خاوند کے کیونکہ خاوند کو جائز ہے کہ سفر کرے اور کسی عورت کو ساتھ نہ لیجاوے تو اسی طرح اُس کو جائز ہے کہ ایک کو کسی میں سے لیجاوے **ص** اور قرعہ بہتر ہے **ف** یعنی مستحب ہے کیونکہ کہا حضرت عائشہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ارادہ کرتے تھے سفر کا قرعہ ڈالتے اپنی عورتوں میں پھر جس عورت کا نکلتا حصہ نکلتے اُس کو لے کر روایت کیا اُس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے **ص** اور اگر اپنا حصہ اپنی سوکن کو راضی ہو کے دیدیوے تو درست ہے **ف** کیونکہ ہدایہ میں ہے کہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ رجعت کر لیجئے آپ مجھ سے اور کر دیجئے دن میرا واسطے حضرت عائشہؓ کے اور کہا زیلعی نے تخریج میں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق دیا ہو سودہؓ کو اور یہ نہیں پایا ہمنے کسی حدیث میں انتہی اور صحیح روایتوں میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے طلاق کا ارادہ کیا تھا اور اُنھوں نے اپنا دن بخشدیا حضرت عائشہؓ کو اور کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روک رکھئے مجھ کو شاید کہ میں تمھاری عورتوں میں سے ہوں جنت میں اور مرقات میں ہے کہ امام محمد بن الحسن نے کہا کہ پہونچا ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کہا آپ نے واسطے سودہؓ کے عدّت کر تو تو سودہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا

کہ رجعت کریجیے آپ مجھ سے اور ایسی ہی روایت کی بیہقیؒ نے عروہؓ سے مرسلاً اور اسی سے شاید اخذ کیا ہے صاحب ہدایہ نے اور اصح روایت وہ ہے جو صحیحین میں ہے حضرت عائشہؓ سے بیشک سودہؓ بنت زمعہ نے بخشدیا دن اپنا یعنی باری اپنی حضرت عائشہؓ کو اور تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانٹتے حضرت عائشہؓ کے لئے دن اُن کا اور ایک دن سودہؓ کا آور روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کی اور نو عورتیں آپ کی تھیں اور قسمت کرتے تھے اُن کے بیچ میں آٹھ عورتوں کے لئے اور عطاءؒ سے منقول ہے کہ وہ عورت جس کے واسطے قسمت نہ تھی صفیہؓ تھیں آور تحقیق کی محققین نے کہ وہ عورت سودہؓ تھیں آور یہ کلام عطار کا محمول ہے اوپر غلطی ابن جریج راوی کے ص اور جو اگر اس سے کوٹ جاوے تو درست ہے ف اسواسطے کہ یہ حق اُس کا ہے

ص کتابُ الرّضاع

تھوڑا اور بہت دودھ پینا اگرچہ ایک بار چوسے جب مدت رضاع میں ہووے رضاع ثابت کرتا ہے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ثابت ہوتی حرمت رضاع سے مگر جب کہ پانچ بار چوسے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حرام کرتا ہے ایک دو دفعہ چوسنا روایت کیا اس کو مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے آور ایک روایت میں مسلمؒ کی ہے لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَۃُ وَلَا الْاِمْلَاجَتَانِ یعنی نہیں حرام کرتا ہے ایک دو بار کا نچوڑنا کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَاُمَّھٰتُکُمُ اللّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَۃِ الاٰیۃ اور یہ عام ہے قلیل اور کثیر کو آور قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ یعنی حرام ہوتا ہے رضاع سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے اخراج کیا اس کا بخاریؒ و مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے اور یہی مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ وہ فرماتے تھے جو ہووے دو سال کے اندر اگرچہ ایک بار چوسے تو وہ حرام کر دیتا ہے اور حضرت ابن عمرؓ کو پہونچا کہ ابن الزبیر اثر بیان کرتے ہیں حضرت عائشہؓ سے تحقیق کہ نہیں حرام کرتی ہے رضاعت جب تک کہ سات بار نہ چوسے تو کہا عبداللہ بن عمرؓ نے قول اللہ تعالےٰ کا بہتر ہے قول حضرت عائشہؓ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَۃِ اور نہیں ذکر کیا ایک بار یا دو بار چوسنے کو اخراج کیا ان دونوں اثروں کا عبدالوہاب شعرانیؒ نے کشف الغمہ میں ص مدت رضاع کی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو برس چھ مہینے ہیں ف اور صاحبینؒ کے نزدیک دو برس اور یہی قول اللہ تعالےٰ کا ہے وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا اج اس واسطے کہ کم مدت حمل کی چھ مہینے ہیں تو فصال کے واسطے دو برس رہے آور قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَیْنِ یعنی نہیں ہے رضاعت بعد دو برس کے اور بلوغ المرام میں ہے کہ اخراج کیا اس کا دارقطنیؒ نے اور ابن عدی نے ابن عباسؓ سے اور تفسیر مظہری میں ہے کہ روایت کیا اس کو ابن الجوزی نے بھی اور لفظ اس کا یہ ہے لَا رَضَاعَ اِلَّا مَا کَانَ فِیْ حَوْلَیْنِ یعنی نہیں ہے رضاعت مگر جو ہو دو سال کے بیچ میں آور کہا دارقطنیؒ نے کہ رجال اُس کے صحیح ہیں مگر ہیثم بن جمیل اور وہ ثقہ ہے حافظ ہے توثیق کی اس کی احمد اور عجلی اور ابن حبان نے اور بعضوں کے نزدیک رضاع ساری عمر میں باقی رہتا ہے اور یہی ماثور ہے حضرت عائشہؓ سے لیکن رد کیا اُن کے اس قول کو اور ازواج مطہرات نے اور کہا کہ سُنتے تھے ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں حرام کرتا ہے رضاع مگر جو چیرے آنت کو اور ہووے قبل دودھ چھڑانے کے آور بھی سُنتے تھے کہ فرمایا آپ نے رضاع ہے مگر جو ہو دو سال میں اور نہیں یتیمی ہے بعد احتلام کے ذکر کیا یہ کشف الغمہ میں ص اور بعد اس مدت کے رضاع نہیں ثابت ہوتا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے کہ فرمایا حضرت عمرؓ نے نہیں رضاع ہے مگر جو دو برس کے اندر ہووے حالت صغر میں اور روایت کی طبرانیؒ نے معجم صغیر میں حضرت علیؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں رضاع ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور نہیں یتیمی ہے بعد جوان منضبط ہونے کے آور روایت کی بغویؒ نے شرح السنۃ میں مثل اس کے آور روایت کی عبدالرزاق نے حضرت علیؓ سے مرفوعاً لَا رَضَاعَ بَعْدَ الْفِصَالِ یعنی نہیں رضاع ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور روایت کی ابن عدیؒ نے کامل میں اور ابو دارمؒ اور طیالسیؒ نے

جائز ہے نہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَارَضَاعَ بَعْدَ فِصَالٍ وَّلَا یُتْمَ بَعْدَ اِحْتِلَامٍ یعنی نہیں رضاع ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور نہیں یتیمی ہے بعد احتلام کے اور جامع ترمذیؒ میں ہے حضرت اُم سلمہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حرام کرتی ہے رضاعت مگروہ رضاعت کہ چیرے آنت کو اور ہووے پہلے دودھ چھڑانے کے اور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ اور حاکم نے اور سنن ابو داؤدؒ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے رضاعت مگروہ کہ پھیلاوے ہڈی کو اور پیدا کرے گوشت کو اور کشف الغمہ میں ہے کہ فرماتے تھے زہریؒ ہمیشہ فتویٰ دیتی تھیں حضرت عائشہؓ اس بات پر کہ نہیں حرام کرتا ہے رضاع بعد دودھ چھڑانے کے یہاں تک کہ وفات ہوئی اُن کی ص اور جس عورت نے دودھ پلایا وہ اُس ولد کی ماں ہو جاتی ہے اور اُس کا شوہر کہ جس سے اُس عورت کا دودھ ہے باپ ہو جاتا ہے تو حرام ہوگا اُس سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے ف کیونکہ صحیح بخاریؒ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام ہوتا ہے رضاعت سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے اور ایک روایت میں ہے بخاریؒ کی یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ اور ایک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ص مگر بہن نسبی کی مادر رضاعی یا بھائی نسبی کی ماں رضاعی یا بھائی اور بہن رضاعی کی ماں نسبی یا بھائی اور بہن رضاعی کی مادر رضاعی یہ سب حرام نہیں ف اور بہن نسبی کی مادر نسبی یا بھائی نسبی کی مادر نسبی حرام ہے جیسا کہ اوپر گزرا ص اور اسی طرح حرام نہیں اپنے بیٹے کی رضاعی بہن اور نسبی حرام ہے کیونکہ بیٹے کی بہن نسب سے یا اپنی بیٹی ہوگی یا ربیبہ ہوگی اور دونوں حرام ہیں اور رضاع میں ایسا نہیں آور بھی نہیں حرام ہے اپنے بیٹے کی جدہ رضاع سے اور نسب سے حرام ہے کیونکہ یا وہ اپنی ماں ہوگی یا اپنی عورت موطوٗہ کی ماں اور دونوں حرام ہیں اور رضاع میں ایسا نہیں اور اسی طرح نہیں حرام ہے مادر رضاعی اپنے چچا اور پھوپھی کی اور مادر رضاعی اپنے ماموں اور خالہ کی مرد کے واسطے اس واسطے کہ ماں نسبی چچا اور پھوپھی کی یا زوجہ یا موطوٗہ دادا یا نانا کی ہوگی اور وہ حرام ہیں اور رضاعی ایسی نہیں آور نہ بھول تین صورتوں مذکورہ کو ان سب میں اور یہ سب عورتیں مذکورہ مرد پر حرام نہیں جب رضاع سے ہوں آور عورت کے واسطے نہیں حرام ہے اپنے بیٹے رضاعی کا بھائی اور جاننا چاہیے کہ اُس کا ذکر اوپر ہو چکا کیونکہ اوپر کہا کہ مرد پر ماں رضاعی بھائی کی درست ہے تو وہ مرد اس عورت کے رضاعی بیٹے کا بھائی ہوگا ف مثلاً زینب کا رضاعی بیٹا زید اُس کا عمرو بھائی ہے تو عمرو کے بھائی کی ماں زینب ہوگی اور اس کا ذکر اوپر ہو چکا ص اور جاننا چاہیے کہ رضیع یعنی شیرخوار پر مرضعہ یعنی جو عورت کہ دودھ پلاتی ہے اور اُس کا خاوند کہ جس سے اُس کا دودھ ہے آور ان دونوں کی قوم سب حرام ہو جاوے گی مثل نسب کے ف تو خاوند مرضعہ کا اُس شیرخوار پر حرام ہے اور اسی طرح اُس کا بھائی کیونکہ وہ شیرخوار کا چچا ہوگا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے عائشہؓ کے البتہ داخل ہو تیرے اوپر افلح کیونکہ وہ چچا تیرا ہے رضاعت سے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے ص اور مرضعہ پر فقط شیرخوار کا خاوند اگر وہ عورت ہے اور اسی طرح مرضعہ کے خاوند پر شیرخوار کی بیوی اگر وہ مرد ہے اور شیرخوار کی فروع یعنی اُس کی اولاد ان دونوں پر حرام ہو جاوینگی اور قاعدہ اس کا اس بیت میں ہے **بیت** از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ✤ وز جانب شیرخوارہ زوجان فروع ✤ ف یعنی دودھ پلانے والی اور اس کا خاوند مع اولاد اور باپ دادا اور ماں بہنوں اُن کے کے شیرخوار کے خویش ہو جاویں گے مثل نسب کے اور شیرخوار اور اُس کی بیوی یا خاوند مع اپنی اولاد کے فقط خویش ہو جاویں گے دودھ پلانے والی اور اُس کے خاوند کے ص جائز ہے کہ نکاح کرے مرد اپنے بھائی رضاعی کی بہن سے جیسا کہ جائز ہے کہ نکاح کرے اپنے بھائی نسبی کی بہن سے اور مثال اُس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا بھائی علاّتی[۵۱] ہے اور اُس کی ایک بہن ہے اخیافی تو اُس شخص کو درست ہے کہ اُس سے نکاح کرے ف اور اگر اس کی بہن حقیقی ہے یا علاّتی یا اخیافی ہے تو اُس کو درست نہیں ص اگر ایک لڑکے اور لڑکی نے مدت رضاع میں ایک عورت کی پستان سے دودھ پیا تو حرمت رضاع کی ثابت ہو جاوے گی اور وہ مانند بھائی بہن کے ہوں گے اور اگر دونوں نے دن کے کسی بکری کا ف یا گائے یا اونٹنی کا ص دودھ پیا تو وہ بھائی بہن نہ ہوں گے اگر دودھ عورت کا پانی سے یا دوا سے یا بکری وغیرہ کے دودھ سے مل گیا تو اگر غالب دودھ عورت کا ہے تو حرمت[۵۳] رضاع ثابت ہوگی ورنہ نہیں[۵۴] اور اگر دوسری عورت کے دودھ سے

۵۱ یعنی دونوں رضاعی یا اول رضاعی ثانی نسبی یا بالعکس ۱۲ ۵۲ جو دو بھائی یا بہن باپ ماں میں شریک ہیں یعنی دونوں کے ماں باپ ایک ہی ہیں وہ حقیقی ہیں اور جو باپ دونوں کا ایک ہے اور ماں جدا جدا تو وہ علاتی ہیں اور باپ جدا جدا تو وہ اخیافی ہیں بس اور جو ماں دونوں کی ایک ہے علاتی کی بہن اخیافی سے نکاح جائز ہے ۱۲ ۵۳ یعنی حرمت رضاع میں ۱۲ ۵۴ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ثابت ہوگی ۱۲

مل گیا تو بھی جس عورت کا دودھ غالب ہے اُس سے حُرمت رضاع ثابت ہوگی ف اور دوسری عورت سے جس کا دودھ مغلوب ہے حُرمت ثابت نہ ہوگی اور بعض روایات میں ہے کہ اس سے بھی حرمت رضاع ثابت ہوجاوے گی واسطے احتیاط کے اور اگر دودھ برابر ہیں تو دونوں سے حُرمت ثابت ہوگی اس واسطے کہ کوئی دوسرے پر غالب نہیں ص اگر عورت کے شیر کو طعام میں ملایا تو اُس کے کھانے سے حرمت رضاع کی ثابت نہ ہوگی ف اگرچہ دودھ غالب ہو کھانے پر اور صاحبینؒ کے نزدیک جب غالب ہوگا تو حُرمت رضاع ثابت ہوگی کذا فی الہدایہ ص اگر کسی مرد کے پستان سے دودھ نکلا تو اُس کے پینے سے حُرمت رضاع ثابت نہ ہوگی جیسے کہ کسی شخص کو مدت رضاع میں عورت کے دودھ سے حقنہ دیا ف تو حُرمت رضاع ثابت نہ ہوگی ص اگر کسی عورت بکر کی پستان سے دودھ نکلا یا عورت مردہ کی اور کسی شخص نے اُس کو مدت رضاع میں پیا تو حرمت ثابت ہوگی ف لیکن خاوند اُس بکر کا جب طلاق اُس کو دیوے اور عدت گزر جاوے تو شیر خوار پر حرام نہ ہوگا پس درست ہے بکر کے خاوند کو جب اُس سے وطی نہ کی ہو اور طلاق دیوے کہ اُس شیر خوار سے نکاح کرے ص اگر کسی شخص نے ایک بڑی عورت سے اور ایک شیر خوار سے نکاح کیا اور اُس بڑی بیوی نے اپنی سوکن شیر خوارہ کو دودھ اپنا پلا دیا تو دونوں عورتیں خاوند پر حرام ہوجاوینگی ف اس واسطے کہ خاوند جامع ہوجاویگا درمیان عورت اور اُس کی رضاعی بیٹی کے اور یہ درست نہیں اور عنایہ میں لکھا ہے کہ بڑی عورت تو ساری عمر حرام ہے اور شیر خوار بھی اسی طرح اگر بڑی عورت سے وطی کی ہے اور اگر وطی نہیں کی تو درست ہے خاوند کو کہ پھر اُس شیر خوارہ سے نکاح کرے ص تو اگر بڑی عورت سے وطی نہیں کی ہے تو اُس کو کچھ مہر نہیں ف اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم ہوگا ص اور شیر خوارہ کو آدھا مہر ملے گا اور خاوند اُس آدھے مہر کو اُس دودھ پلانے والی سے پھیر لیوے اگر اُس نے قصداً واسطے فساد کے دودھ پلایا تھا اور اگر واسطے فساد کے نہیں پلایا تھا ف بلکہ وہ شیر خوارہ بھوکی تھی یا اور کوئی سبب ہوا ص تو خاوند اُس سے نہ پھیرے گا اور رضاع ثابت نہیں ہوتا ہے مگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے

ص کتاب الطلاق

ف فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ناپسند حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک طلاق ہے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے اور صحیح کیا اس کو حاکمؒ نے اور کہا ابو حاتمؒ نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور طلاق تین قسم ہے ایک حسن اور دوسرے احسن اور تیسرے بدعی تو ص طلاق احسن یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو ایک طلاق دیوے اُس طہر میں جس میں اُس سے جماع نہ کیا ہووے اور چھوڑ دے اُس کو یہاں تک کہ گزر جاوے عدت اُس کی ف اس واسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے مستحب جانتے اس بات کو کہ نہ زیادہ کریں ایک طلاق پر یہاں تک کہ گزر جائے عدت اور یہ اس بات سے افضل تھا اُن کے نزدیک کہ طلاق دے مرد عورت کو تین بار ہر طہر میں ایک طلاق ذکر کیا اس کو کشف الغمہ میں اور مروی ہے ابراہیم نخعیؒ سے کہ دوست رکھتے تھے صحابہؓ یہ کہ طلاق دیوے عورت کو ایک بار پھر چھوڑ دے اُس کو یہاں تک کہ حائضہ ہو تین بار روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے ص اور طلاق حسن یہ ہے کہ غیر موطوءہ کو ایک طلاق دیوے برابر ہے کہ حیض میں دے یا طہر میں اور موطوءہ کو تین طلاق جدا جدا ہر طہر میں جس میں وطی نہ کی ہو اگر اُس عورت کو حیض آتا ہو ف اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ بھی بدعت ہے بلکہ نہیں مباح ہے مگر ایک طلاق اور دلیل ہماری حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے تحقیق کہ طلاق دیا اُنھوں نے اپنی عورت کو اور وہ حائضہ تھیں پھر ارادہ کیا کہ اور دو طلاق دیویں وقت دو حیضوں کے سو پہونچا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو کہا کہ نہیں ایسا حکم کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بیشک تو نے خطا کی سنت سے اور سنت یہ ہے کہ استقبال کرے تو طہر کا تو طلاق دے تو نزدیک ہر طہر کے سو حکم کیا مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سو رجعت کی میں نے اپنی عورت سے اور فرمایا آپ نے جس وقت کہ وہ پاک ہوجاوے تو چاہے طلاق دے اُس کو اور چاہے روک رکھ سو کہا میں نے اے رسول اللہؐ کیا دیکھتے ہیں آپ اگر تین طلاق دوں میں اُس کو تو پھر مجھ کو رجعت حلال ہے فرمایا کہ نہیں بائنہ ہوجاویگی وہ تجھ سے اور ہووے گا گناہ روایت کیا اس کو دارقطنی نے اور ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں حسن سے اُنھوں نے

ابن عمرؓ سے اور تعلیل کی اس کی بیہقیؒ نے ساتھ عطائے خراسانی کے اور کہا کہ لاتا ہے وہ زیادتیاں ایسی کہ نہیں متابعت کیا جاتا اُن پر اور وہ ضعیف ہے نہیں قبول کی جاویگی وہ حدیث کہ منفرد ہو وہ اُس کے ساتھ کہا شیخ ابن الہمام نے کہ تعلیل بیہقی کی مردود ہے کیونکہ متابعت کی عطاء کی شعیب بن زریق نے سنداً و متناً روایت کیا اُس کو طبرانی نے معجم میں ص اور اگر حیض نہ آتا ہو آئسہ ہو یا صغیرہ ہو یا حاملہ ہو تو ہر مہینے میں ایک طلاق دے اور جائز ہے طلاق دینا ان تینوں[لہ] کو بعد وطی کے بھی اور طلاق بدعی یہ ہے کہ تین طلاق یا دو طلاق ایک بار یا دو بار ایک طہر میں دیوے اور رجعت نہ کرے درمیان اُن کے ف تو اگر ایسا کیا تو طلاق واقع ہو جاویگا اور طلاق دینے والا گنہگار ہوگا اور دلیل اس کی اوپر حدیث ابن عمرؓ کی گزری آور مروی ہے سنن ابو داؤد میں کہ کہا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے واسطے ایک مرد کے کہ تین طلاق دیے تھے اُس نے اپنی عورت کو بائنہ ہوگئی وہ عورت تجھ سے اور تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی آور روایت کی طحاویؒ نے کہ ایک شخص نے سَو طلاق دیے اپنی عورت کو کہا ابن عباسؓ نے نافرمانی کی تو نے اپنے رب کی اور بائنہ ہوگئی عورت تیری تجھ سے اور مروی ہے مانند اس کے مؤطائے مالکؒ میں حضرت ابن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے اور روایت کی عبدالرزاق نے علقمہ سے کہا کہ آیا ایک شخص طرف ابن مسعودؓ کے سو کہا کہ طلاق دیے میں نے اپنی عورت کو ننانوے طلاق سو کہا ابن مسعودؓ نے کہ تین طلاق واقع ہیں اور باقی زیادتی ہے آور مروی ہے مانند اس کے مؤطا میں اور سنن ابو داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے بھی اور ابن عمرؓ سے اور روایت کی وکیع نے اعمشؒ سے اُنھوں نے حبیب بن ثابتؒ سے کہا کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس تو کہا کہ ہزار طلاق دیے میں نے اپنی عورت کو فرمایا کہ بائنہ ہوگئی وہ تجھ سے ساتھ تین طلاق کے اور تقسیم کر دے تو باقی طلاقوں کو اپنی عورتوں پر آور روایت کی وکیعؒ نے معاویہؒ بن ابی یحییٰ سے کہا کہ آیا ایک شخص طرف عثمان بن عفانؓ کے اور کہا کہ ہزار طلاق دیے میں نے اپنی عورت کو تو فرمایا کہ بائنہ ہوگئی وہ تجھ سے ساتھ تین طلاق کے اور روایت کی عبدالرزاق نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ طلاق دیے اُن کے باپ نے اپنی عورت کو ہزار تو آئے عبادہؓ اور پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا آپ نے وہ بائنہ ہوگئی تین طلاق سے ساتھ معصیت کے اور باقی رہے نو سو ستانوے ۹۹۷ زیادتی اور ظلم اگر چاہے اللہ عذاب کرے اُس پر اور اگر چاہے بخشدے اور روایت کی طحاویؒ نے اس باب میں اور آثار حضرت انسؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی آور امام شافعیؒ کے نزدیک تین طلاق ایک بار دیدینا جائز ہیں اور بعضوں کے نزدیک اگر تین طلاق ایک بار دیگا تو ایک طلاق واقع ہوگا اور یہی آثار اُن سب پر حجت ہیں ص یا ایک طلاق دے اُس طہر میں جس میں وطی کی ہو ف اور حرام کہا اُس طلاق کو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ذکر کیا اس کو کشف الغمہ میں ص یا ایک طلاق دے موطوءہ کو حیض میں ف اور دلیل اس کی وہی حدیث ابن عمرؓ کی ہے جو اوپر گزری اور اس کی حرمت پر اجماع ہے لیکن طلاق واقع ہو جاویگا ص اور واجب[ٹہ] ہے رجعت اس میں سو جب پاک ہووے حیض سے تو طلاق دیوے اُس کو اگر چاہے ف اس واسطے کہ حدیث ابن عمرؓ میں ہے سو رجوع کرے اُس عورت سے پھر طلاق دیوے اُس کو پاکی میں یا حمل میں روایت کیا اس کو مسلم اور اصحاب سنن نے آور یہی قول ہے امام شافعیؒ کا ایک روایت میں اور مبسوط میں ہے کہ فرمایا امام ابو حنیفہؒ نے جس وقت کہ پاک ہو جاوے اُس حیض سے جس میں طلاق دیا ہے پھر حائضہ ہووے پھر پاک ہووے تو اب اُس کو طلاق دے آور یہ بھی مذکور ہے حدیث ابن عمرؓ میں اخراج کیا اُس کا بخاریؒ و مسلمؒ نے آور یہی قول ہے امام مالکؒ اور احمدؒ کا اور مشہور ہے مذہب شافعیؒ کا ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت موطوءہ کو کہا کہ تجھ کو تین طلاق ہیں سُنت کے طریق پر بغیر نیت کے تو ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگا اس واسطے کہ طلاق مسنون یہی ہے اور اگر نیت کی کہ تینوں طلاق ابھی پڑ جاویں ف یا ہر طلاق ایک ایک مہینے میں ص تو صحیح ہے یعنی تینوں طلاق ف اوّل[ٹہ] صورت میں ص ابھی پڑ جاوینگے ف اور دوسری صورت میں ہر مہینے میں ایک طلاق پڑے گا ص اور امام زفرؒ کے نزدیک یہ نیت نہیں صحیح ہوگی کیونکہ یہ طلاق بدعی ہے اور اُس نے لفظ مسنون کا کہا تھا آور ہمارے نزدیک اس صورت میں معنی مسنون کے یہ ہوں گے کہ تین طلاق کا ایک بار واقع ہونا مذہب اہل سُنت کا ہے کیونکہ روافض کے نزدیک تین طلاق ایک بار نہیں واقع ہوتے ف اور وہ جو حدیثیں اوپر ہم نے ذکر کیں دلالت کرتی ہیں اُن کے بطلان مذہب پر ص فصل اور واقع ہوتا ہے طلاق ہر خاوند عاقل بالغ کا غلام ہو یا آزاد

لہ یعنی حاملہ اور صغیرہ اور آئسہ کو اس واسطے کہ ان میں شبہ جماع کا نہیں ۱۲ ٹہ اور بعض مشائخ کے نزدیک مستحب ہے ۱۲ ٹہ یعنی اوّل صورت میں ۱۲

اگرچہ نشے میں مست ہوف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو شخص مست ہو اُس کا طلاق نہیں واقع ہوتا کیونکہ فرمایا حضرت عثمانؓ نے نہیں ہے واسطے مجنون اور مست کے طلاق اور تھے ابن عباسؓ فرماتے کہ طلاق مست کا اور مکرہ کا جائز نہیں اور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی مالکؒ نے موطا میں تحقیق کہ سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسارؒ پوچھے گئے مست کے طلاق سے سو کہا اُنھوں نے جس وقت کہ طلاق دے مست جائز ہوگا طلاق اُس کا اور اگر قتل کریگا قتل کیا جاویگا کہا مالکؒ نے کہ یہی حکم ہے نزدیک ہمارے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے تحقیق کہ عمرؓ نے جائز رکھا طلاق مست کا عورتوں کی گواہی سے اور بھی نکالا ابن ابی شیبہؒ نے عطار اور مجاہد اور حسن اور ابن سیرین اور ابن المسیب اور عمر بن عبدالعزیز اور سلیمان بن یسار اور نخعی اور زہری اور شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ کہا ان سب نے جائز ہے طلاق مست کا اور بھی اخراج کیا حکم سے کہ کہا اُنھوں نے جو اللہ کی طرف سے مست ہے سو اس کا طلاق جائز نہیں اور جس کو دیلاتؒ نے مست کیا ہے سو طلاق اُس کا جائز ہے اور کشف الغمۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ جائز رکھتے تھے طلاق مست کا اور عتاق اُس کا اور کافی ہیں حضرت علیؓ واسطے تقلید کے اور ہمارے مذہب میں سے بھی بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ طلاق نہیں واقع ہوگا مست کا اور یہی مختار ہے کرخیؒ اور طحاویؒ کا ص اور گونگے کا طلاق اشارے سے واقع ہوگا ف یعنی اُس اشارے سے جو طلاق کے واسطے مقرر ہے اور اُس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آخر کتاب میں آوے گا ص اور نہیں واقع ہوگا طلاق صبی کا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں جائز ہے طلاق لڑکے کا اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اُنھوں نے نہیں جائز ہے طلاق واسطے لڑکے کے اور کشف الغمۃ میں ہے کہ کہا شعبیؒ نے نہیں جائز ہے طلاق لڑکے کا یہاں تک کہ بالغ ہووے ص اور مجنون کا ف اس واسطے کہ جامع ترمذی میں ہے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر طلاق جائز ہے مگر طلاق معتوہ کا یعنی جو مغلوب العقل ہو اور اسکی اسناد میں عطار بن عجلان ہے کہا ترمذیؒ نے کہ وہ ذاہب الحدیث ہے یعنی بھول جاتا ہے حدیث کو اور کہا حضرت عثمانؓ نے کہ نہیں طلاق ہے واسطے مجنون کے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُٹھایا گیا قلم تین سے سونے والے سے جب تک جاگے اور لڑکے سے جب تک سیانا ہو اور مجنون سے جب تک ہوش میں آوے یا افاقہ پاوے روایت کیا اس کو امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور صحیح کیا اس کو حاکمؒ نے ص اور نائم یعنی اُس شخص کا جو سو رہا ہے ف اس واسطے کہ سوتا شخص بھی غیر مختار ہے تو وہ بھی مانند مجنون کے ہے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الصَّبِیِّ وَالْمَجْنُوْنِ یعنی ہر طلاق جائز ہے مگر طلاق لڑکے اور مجنون کا روایت کیا اس کو صاحب ہدایہؒ نے اور کہا زیلعی نے تخریج میں قُلْتُ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ اور حدیث حضرت عائشہؓ کی جو جامع ترمذیؒ میں ہے اُس کے معنوں میں ہے اور اسی طرح واقع ہے طلاق مکرہ کا یعنی جو شخص زبردستی کیا گیا ہو طلاق پر اور امام شافعیؒ کے نزدیک واقع نہیں ہوتا اور ذکر کیے صاحب کشف الغمۃ نے آثار اس باب میں حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق مکرہ کا نہیں واقع ہوتا اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ نے معاف کیا ہماری اُمت سے چوکنا اور بھولنا اور زبردستی سے کسی کے کام کرنا روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ اور حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے اور کہا ابو حاتمؒ نے کہ یہ ثابت نہیں اور کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ ہماری دلیل وہ ہے جو اخراج کیا عقیلی نے اپنی کتاب میں صفوان بن عمرو طائیؒ سے تحقیق کہ ایک مرد سوتا تھا سو کھڑی ہوئی عورت اُسکی اور لی ایک چھری اور چڑھی اپنے مرد کے سینے پر اور رکھدیا چھری کو اُس کے حلق پر اور کہا کہ یا تو دے مجھ کو تین طلاق ورنہ ذبح کرونگی تجھ کو تو قسم دی اُس مرد نے اللہ کی اُس عورت کو اور انکار کیا اُس نے تب تین طلاق دیے اسکو اُس مرد نے پھر آیا وہ شخص طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا یہ تو فرمایا آپ نے کہ نہیں رجوع ہے طلاق یعنی طلاق واقع ہوگیا اب نہیں پھریگا اور یہ حدیث مرسل ہے اور روایت کیا اسکو عقیلی نے مسنداً ایک شخص سے صحابہؓ میں سے کہا ابن القطان نے مرسل احسن ہے مسند سے کیونکہ مرسل کی اسناد میں بقیہ اور نعیم بن حماد نہیں ہیں اور مرسل میں اسمٰعیل بن عیاش ہے اور وہ روایت کرتا ہے شامیین سے لیکن اسناد میں اسکی غازی بن جبلہ غیر معروف ہے اور منکر کہا اسکی حدیث کو

ابو حاتمؒ نے اور بخاریؒ نے طلاق مکرہ میں اور تنقیح میں ہے کہ کہا بخاریؒ نے حدیث صفوان اصم کی بعض صحابہؓ سے طلاق مکرہ کے باب میں منکر ہے نہیں متابعت کی گئی اس پر لیکن قطع نظر اِس کے بہت سے آثار صحابہؓ ہمارے مؤید وارد ہوئے ہیں روایت کی عبد الرزاقؒ نے ابن عمرؓ سے کہ جائز رکھا اُنھوں نے طلاق مکرہ کا اور بھی روایت کی شعبیؒ اور نخعیؒ اور زہریؒ اور قتادہؓ اور ابی قلابہؓ سے کہ ان سب نے جائز رکھا طلاق مکرہ کا اور بھی اخراج کیا عبد الرزاقؒ نے سعید بن جبیرؓ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ اہل اسلام میں طلاق مکرہ کا جائز ہے ص اور سید کا اپنے غلام کی بیوی پر ف کیونکہ مِلک نکاح حق غلام کا ہے تو سقاط اُس حق کا غلام کے لیے ہوگا نہ مولیٰ کے لئے اور کشف الغمہ میں ہے کہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جس شخص نے اذن دیا اپنے غلام کو نکاح کا تو طلاق غلام کے ہاتھ میں ہے اور نہیں اُس کے غیر کے قبضے میں آور بھی ذکر کیا اس باب میں موافق اس کے حدیث مرفوع ابن عباسؓ سے ص اور طلاق عورت آزاد کا تین تک ہے اور لونڈی کا دو تک ف اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کے دو ہیں اور عدت اُس کی دو حیض ہیں آور روایت کیا اُس کو ترمذیؒ اور ابو داوٗدؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور اسناد میں اس کی مظاہر بن اسلم ضعیف ہے کہا زیلعیؒ نے کہ روایت کیا حدیث عائشہؓ کو حاکمؒ نے مستدرک میں اور صحیح کیا اُس کو اور نقل کی ذہبی نے میزان میں تضعیف مظاہر بن اسلم کی ابی عاصم نبیل اور یحییٰ بن معین اور ابو حاتم رازیؒ اور بخاریؒ سے اور نقل کی توثیق اسکی ابن حبانؒ سے اور بھی روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے ابن عمرؓ سے اور بزار اور طبرانی اور دار قطنیؒ نے اور صحیح کیا دار قطنیؒ نے وقف اُس کا اور ضعیف کیا اُس کے رفع کو بسبب عمرو بن شبیب مسلی کے اور وہ ضعیف ہے نہیں حجت پکڑی جاویگی اُس سے آور بھی روایت کیا اُس کو حاکمؒ نے مستدرک میں حضرت ابن عباسؓ سے اور کہا صحیح ولہ یخرجاہ اور روایت کی دار قطنیؒ نے ابن عمرؓ سے تحقیق کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت کہ ہو لونڈی نکاح میں ایک مرد کے اور وہ دو طلاق دے اُس کو پھر خرید لیوے اُس کو تو نہیں حلال ہے واسطے اُس کے یہاں تک کہ نکاح کرے دوسرے خاوند سے اور اسناد میں اس کی سلم بن سالم ہے تکذیب کی اس کی ابن المبارک نے اور کہا یحییٰ بن معینؒ نے لیس حدیثہ بشئ اور ایسا ہی کہا سعدی نے آور روایت کی شافعیؒ نے حضرت عمرؓ سے کہ نکاح کرے غلام دو عورتوں سے اور دو طلاق دے اور عدت کرے لونڈی دو حیض سے تو اگر حیض نہ آتا ہو اُس کو تو دو مہینے سے یا ڈیڑھ مہینے سے آور اخراج کیا اس کا بیہقیؒ نے معرفت میں طریق شافعیؒ سے اور دار قطنیؒ نے سنن میں ص اگرچہ خاوند اُن دونوں کے خلاف اُن کے ہوں یعنی اگر عورت لونڈی ہے اور خاوند اُس کا آزاد یا غلام ہے تو خاوند مالک دو طلاق کا ہوگا اور اگر عورت حرّہ ہے اور خاوند اُس کا غلام یا آزاد ہے تو مالک تین طلاق کا ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب لونڈی کا خاوند حُر ہو تو مالک تین طلاق کا ہے اور اگر حرہ کا خاوند غلام ہو تو مالک دو طلاق کا ہے پس اعتبار طلاق میں عورت کا ہے یعنی اُسکی آزاد یا لونڈی ہونے کا ہمارے نزدیک آور امام شافعیؒ کے نزدیک اعتبار مرد کا ہے یعنی اُس کے آزاد یا غلام ہونے کا ف اور دلیل ہماری قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ لونڈی کے دو طلاق ہیں اور عدت اُس کی دو حیض ہیں تو معلوم ہوا کہ طلاق عورتوں کے اعتبار سے ہے اور بھی روایت کی امام محمدؒ نے اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَزِيْدَ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ اَبِىْ رَبَاحٍ يَقُوْلُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ اَلطَّلَاقُ بِالنِّسَاءِ وَالْعِدَّةُ بِهِنَّ یعنی طلاق عورتوں کے اعتبار سے ہے اور عدت بھی اُن ہی کے اعتبار سے ہے اور یہی قول ہے عبد اللہ بن مسعودؓ کا آور امام شافعیؒ کے نزدیک طلاق مردوں کے اعتبار سے ہے اور عدت عورتوں کے اعتبار سے ہے کیونکہ ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ طلاق ساتھ مردوں کے ہے اور عدت ساتھ عورتوں کے ہے اور یہ حدیث مرفوعاً غریب ہے لیکن روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے موقوفاً ابن عباسؓ پر اور طبرانیؒ نے معجم میں موقوفاً ابن مسعودؓ پر اور کہا ابن الجوزیؒ نے کہ یہ کلام ابن عباسؓ کا ہے آور بھی اخراج کیا اُس کا عبد الرزاقؒ نے موقوفاً اوپر عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ اور ابن عباسؓ کے آور روایت کی عبد الرزاقؒ نے نافع سے اُنھوں نے اُم سلمہؓ سے کہ اُن کے غلام نے دو طلاق دیے اپنی عورت حرّہ کو تو پوچھا اس باب میں اُم سلمہؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپ نے حرام ہو گئی اُس پر یہاں تک کہ نکاح کرے

دوسرے خاوند سے آور روایت کیا اُس کو طبرانیؒ نے طریق عبدالرزاقؒ سے اور اس باب میں اور آثار ہیں جو مؤید مذہب امام شافعیؒ کو مذکور ہیں بعض مؤطا میں امام مالکؒ کے اور بعض کشف الغمۃ میں عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے

باب طلاق واقع کرنے کے بیان میں

ص طلاق دو قسم پر ہے ایک صریح اور وہ اس لفظ سے ہوتا ہے کہ سوائے طلاق کے اور کسی میں استعمال نہیں کیا جاتا جیسے کہے کہ تو طالق ہے یا تو مطلقہ ہے ف ساتھ تشدید اور فتح لام کے ص یا طلاق دیا میں نے تجھ کو اور ان صورتوں میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اگرچہ نیت نہ کی ہو یا نیت طلاق بائن کی ہو یا ایک سے زیادہ طلاقوں کی آور اگر کہا کہ تو طلاق ہے یا تو طالق الطلاق ہے یا تو طالق طلاقًا ہے اور کچھ نیت نہیں کی یا نیت کی ہے ایک طلاق کی یا دو طلاق کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو اگر وہ عورت حُرّہ ہے تو تین طلاق واقع ہو جاوینگے اور لونڈی میں دو طلاق بمنزلے تین طلاق کے ہیں حرہ میں ف تو اگر جورو لونڈی ہے اور یہ الفاظ کہے اور نیت کی دو طلاق کی تو دو طلاق واقع ہو جاویں گے کیونکہ لونڈی بعد دو طلاق کے ایسی ہو جاتی ہے کہ حرہ بعد تین طلاق کے اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کے دو طلاق ہیں روایت کیا اس کو اصحاب سنن نے اور اوپر ذکر اس کا گزرا ص اگر طلاق کی نسبت کی طرف تمام عورت کے مثلاً کہا کہ تو طالق ہے یا اُس کے ایسے جزو کی طرف کہ اُس جزو سے کل کی تعبیر کرتے ہیں جیسے کہا سر تیرا یا گردن تیری یا روح تیری یا بدن تیرا یا منھ تیرا یا فرج تیری طالق ہے تو ان سب صورتوں میں ایک طلاق واقع ہو گا ف اس واسطے کہ یہ ایسے لفظ ہیں کہ ان سے تمام بدن سے تعبیر کی جاتی ہے لیکن سر سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ قَمْحٍ مِّنْ كُلِّ رَأْسٍ یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہے کھجور سے یا گیہوں سے ہر آدمی پیچھے تو آدمی کو راس ارشاد فرمایا اور لیکن گردن سو اسواسطے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ غلام یا لونڈی سے تعبیر کی ساتھ رقبہ کے اور لیکن روح تو اسواسطے کہ عرب کہا کرتے ہیں هَلَكَ رُوْحُهٗ ہلاک ہوئی روح اُسکی یعنی نفس اُس کا اور بدن تو ظاہر ہے اور لیکن مُنھ تو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اپنی ذات کی تعبیر مُنھ سے فرمائی اور لیکن فرج سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَعَنَ اللّٰهُ الْفُرُوْجَ عَلَى السُّرُوْجِ یعنی لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن فروج کو کہ جو زین پر ہیں عورتوں سے تعبیر فرمائی ساتھ فروج کے کہ جمع فرج کی ہے اور اس حدیث کو ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے اور کہا زیلعیؒ نے تخریج میں غَرِيْبٌ جِدًّا لیکن اخراج کیا ابن عدیؒ نے کامل میں ابن عباسؓ سے مرفوعًا تحقیق کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا صاحبات فروج کو کہ سوار ہوویں زینوں پر اور اسکی اسناد میں علی ابن ابی علی قرشی ہے کہا ابن عدی نے مجہول ہے آور بہرحال اس لفظ حدیث سے مطلب ثابت نہیں ہوتا انتہیٰ ما قال الزیلعی ص اور اگر نسبت کی طلاق کی اُس جزو کیطرف جو شائع ہے بدن میں جیسے کہا کہ نصف تیرا یا ثلث تیرا طالق ہے تب بھی طلاق واقع ہو گا اور اگر کہا ہاتھ تیرا یا پَیر تیرا یا پیٹھ یا پیٹ تیرا طالق ہے تو طلاق واقع نہ ہو گا اور یہی ظاہر ہے ف کیونکہ ان اعضاء سے تعبیر کل بدن کی نہیں ہوا کرتی ص اور بعضوں کے نزدیک پیٹھ یا پیٹ کی طرف نسبت کرنے سے طلاق واقع ہو گا اور اگر کہا کہ تجھ کو آدھا طلاق ہے یا تہائی طلاق ہے یا ایک طلاق سے دو تک یا ایک اور دو کے بیچ میں تو ایک طلاق واقع ہو گا اور اگر کہا تجھ کو ایک طلاق سے تین طلاق تک ہے یا جو درمیان میں ایک طلاق کے تین طلاق تک ہے تو دو طلاق واقع ہونگے اور اگر کہا کہ تجھکو تین نصف ہیں دو طلاق کے تو تین طلاق واقع ہونگے اور اگر کہا کہ تین نصف ہیں ایک طلاق کے تو دو طلاق واقع ہونگے اور بعضوں کے نزدیک تین ف اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے دو طلاق میں تو ایک واقع ہو گا برابر ہے کہ نیت ضرب کی کرے یا نہ کرے ف ضرب فن حساب میں اُسے کہتے ہیں کہ ایک عدد کو دوسرے کے شمار پر بڑھا ئیں پہلے عدد کو مضروب اور دوسرے کو مضروب فیہ کہتے ہیں اور جو حاصل ہوا سے حاصل ضرب کہتے ہیں مثلاً ۴ کو ۵ میں ضرب کرنا ہے تو ۴ کو پنجگونہ کرلیں کہ ۲۰ ہوتے ہیں ۴ مضروب اور ۵ مضروب فیہ اور ۲۰ حاصل ضرب ہوئے ص اور اگر نیت

کی کہ ایک اور دو طلاق ہیں تو موطوءہ میں تین طلاق واقع ہوں گے اور غیر موطوءہ میں ایک طلاق واقع ہوگا جیسا کہ واقع ہوتا ہے ایک طلاق اگر کہا غیر موطوءہ کو تجھ کو ایک اور دو طلاق ہیں اور اگر نیت کی ایک طلاق کی ساتھ دو طلاق کے تو تین واقع ہونگے ف چاہے وہ عورت موطوءہ ہو یا نہو ص اور اگر کہا کہ تجھ کو دو طلاق ہیں دو طلاق میں اور نیت کی ضرب کی تو دو طلاق واقع ہوں گے ف اور چار واقع نہ ہوں گے جیسا کہ وہ حاصل ضرب ہے ص اگر کہا کہ تجھ کو اس جگہ سے طلاق ہے شام تک ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر کہا تجھ کو طلاق ہے مکے میں یا گھر میں تو ایک طلاق بالفعل واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے جب تو مکے میں داخل ہو یا گھر میں داخل ہو تو جب تک مکے میں یا گھر میں داخل نہ ہوگی طلاق واقع نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے کل یا کل کے روز میں تو جس وقت کل کی فجر ہوگی طلاق واقع ہوجاویگا اور دوسری صورت میں ف یعنی جب کہا کہ تجھ کو طلاق ہے کل کے روز میں ص اگر نیت عصر کی کریگا تو صحیح ہوجاویگی اور عصر کے وقت طلاق واقع ہوگا اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے آج کل میں یا کل آج میں تو اول صورت میں آج ہی اور دوسری صورت میں کل کے روز طلاق پڑیگا ف حاصل یہ ہے کہ جس لفظ کو اول ذکر کریگا اُسی میں طلاق پڑیگا ص اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے قبل اس کے کہ نکاح کروں میں تجھ سے یا تجھ کو طلاق ہے کل روز گزشتہ میں اور نکاح آج کیا تو طلاق واقع نہ ہوگا اور کہنا اُسکا لغو ہوگا ف اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں طلاق ہے قبل نکاح کے روایت کیا اسکو بغوی نے شرح السنۃ میں حضرت علیؓ سے اور دوسری حدیث میں ہے کہ نہیں طلاق ہے اُس میں جس کا مالک نہیں روایت کیا اُسکو ترمذیؒ اور ابوداودؒ نے ص اگر کسی عورت سے روز گزشتہ کے اول نکاح کیا اور آج کے روز اُس سے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے روز گزشتہ میں طلاق ابھی واقع ہوجاویگا اور اگر کہا کہ تجھکو طلاق ہے جبتک کہ میں تجھ کو طلاق نہ دوں اور پھر چپ رہا طلاق پڑجاویگا اور اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے اگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں تو آخر عمر میں زوج یا زوجہ کے طلاق پڑیگا ف کیونکہ شرط اُسی وقت پائی گئی اور طلاق نہ دینا اُس کا متحقق ہوا ص اور اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے جسوقت کہ میں تجھ کو طلاق نہ دوں بعد اُس کے پھر کہا کہ تو طالق ہے تو اخیر کے قول سے طلاق پڑجاویگا تو اگر کہا کہ تجھ کو تین طلاق ہیں جسوقت کہ میں تجھ کو طلاق نہ دوں تو طالق ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگا ف اسواسطے کہ اگر عورت سے کہے کہ تو طالق ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوتا ہے جیسا کہ اوپر گزرا ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا اَمْرُكِ بِيَدِكِ يَوْمَ يَقْدُمُ زَيْدٌ ف یعنی جس روز کہ زید آوے تو تجھ کو خیار ہے ص اور زید رات کو آیا تو طلاق واقع نہ ہوگا ف اور اصل میں اُس مقام پر تفصیل کی ہے اور ہم نے اس وجہ سے کہ عوام فہم نہ تھا ترک کیا ص اور اگر کہا يَوْمَ اَتَزَوَّجُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ ف یعنی جسدن نکاح کروں میں تجھ سے تو تو طالق ہے ص اور نکاح کیا رات کو طلاق واقع ہوجاویگا ف اور دلیل اُسکی اصل میں مسطور ہے ص اگر کسی مرد نے دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے کہا کہ تجھ کو دو طلاق ہیں جب تجھ کو تیرا مالک آزاد کرے اور مالک نے آزاد کیا تو دو طلاق پڑجاویں گے اور خاوند کو رجوع جائز ہوگا اسواسطے کہ بعد آزاد ہونے اُس کے کے یہ دو طلاق واقع ہونگے اور بعد آزاد ہونیکے خاوند مالک تین طلاق کا ہوجاتا ہے اور اگر مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو آزاد ہے اور اُس کے خاوند نے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تجھ کو دو طلاق ہیں اور کل کا روز آگیا تو دو طلاق پڑجاویں گے اور خاوند کو رجوع جائز نہ ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک رجوع جائز ہے اور عدت اُسکی سب کے نزدیک تین حیض ہونگے اگر وہ حائضہ ہے اور تین مہینے اگر وہ آئسہ ہے جیسے عدت حرہ کی ہے اگر خاوند نے اپنی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے جُدا ہوں یا کہا کہ میں تجھ پر حرام ہوں جو نیت طلاق کی کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا کہ میں تیری طرف سے طالق ہوں کچھ واقع نہ ہوگا اگرچہ نیت طلاق کی بھی ہو اور اگر کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے یا نہیں یا تجھ کو طلاق ہے ساتھ موت میری کے یا تیری موت کے تب بھی کچھ واقع نہ ہوگا اگر کوئی زوج زوجہ میں سے ایک کا مالک ہوگیا یا اُس کے ایک حصہ کا تو نکاح باطل ہوجاویگا بغیر طلاق کے ف لیکن جب خاوند مالک ہوگیا عورت کا تو اسواسطے کہ اب ملک یمین خاوند کو حاصل ہوئی تو ملک نکاح لغو ہوجاویگی اور اگر عورت

۵۱ یہ اول صورت میں ۱۲ ۵۲ اسلئے کہ جب کہا تجھکو طلاق کل کے دن میں تو طلاق اُس دن کے ایک جزء میں واقع ہوگا اور کوئی جزء دوسرے جزء سے مرجح نہیں پس وقت فجر کے واقع ہوگا اور جب نیت کسی جزء معین کی کریگا تو نیت صحیح ہوگی کذا فی الاصل اور ظاہر یہ ہے کہ اگر ارادہ وقت چاشت یا زوال کا کریگا جب بھی اسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحاوی ۱۲ عبدہ ۵۳ مثلاً یا دوسرے وقت کی ۱۲ ۵۴ اور تمام عمر میں احتمال ہے کہ طلاق دیوے ۱۲ ۵۵ یعنی بعد اس کے کہا کہ تو طالق ہے ۱۲

۵۶ آخر کار تین اول کے بسبب نہ پائی جانے شرط کے ۱۲ ۵۷ کہ لفظ یوم کے ساتھ جب فعل ممتد مذکور ہو مثل اختیار کے تو مراد اس سے دن ہوتا ہے اور جب فعل غیر ممتد ہو مثل نکاح کے تو مراد اس سے وقت ہوتا ہے پس رات کو بھی شامل ہوگا ۱۲ عبدہ ۵۸ پس وقوع دو طلاق کا اُسکی آزادی پر موقوف ہے تو اول آزادی ہوگی بعد اس کے دو طلاق ہونگے ۱۲ عبدہ ۵۹ اسلئے صورت مذکورہ میں بعد دو طلاق کے اسکو رجوع جائز ہوگا ۱۲ ۵۱۰ اسلئے کہ وقوع طلاق وعتاق مثلاً ایک وقت میں ہیں اور امام محمدؒ کی یہ دلیل ہے کہ یہاں بھی اول آزادی ہوگی اسواسطے کہ وہ امر مستحسن ہے اور رجوع ہے طرف سالت اصلیہ کے بخلاف طلاق کے کہ وہ ابغض المباحات ہے کذا فی الاصل مع التلخیص ۱۲ عبدہ ۵۱۱ واسطے احتیاط کے ۱۲ ۵۱۲ یعنی طلاق پانے والا ۱۲ ۵۱۳ بسبب ملک رقبہ کے ۱۲

مالک ہوئی خاوند کی تو اسواسطے کہ خاوند کو ملک نکاح ہے اور عورت کو ملک یمین ہوئی تو ایک ہی شخص مالک اور مملوک ہو جاویگا اور وہ باطل ہے ص اگر خاوند نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے اس قدر اور کشادہ کرکے انگلیوں کے باطن سے اشارہ کیا ف یعنی ہتھیلی عورت کی طرف کی ص تو جتنی انگلیاں کھڑی ہیں اُتنے ہی طلاق واقع ہوں گے اور اگر پشت سے انگلیوں کے اشارہ کیا ف یعنی ہتھیلی طلاق دینے والے کی طرف رہے ص تو جتنی انگلیاں بند رہیں اُتنے طلاق پڑیں گے ف کیونکہ اشارہ کرنا انگلیوں سے واسطے عدد کے اُس پر عادت جاری ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہینہ یہ ہے یہ ہے یہ ہے اور دسوں اُنگلیوں سے تین بار اشارہ کیا اور اخیر بار میں ایک انگلی بند کر لی روایت کیا اُس کو حاکم نے مستدرک میں اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری کے اور مروی ہے یہ حدیث ابن عمرؓ سے صحیحین میں کتاب الصوم میں اور سعد بن ابی وقاصؓ سے بھی ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تجھ کو طلاق بائن دیا میں نے یا کہا کہ اَشَدُّ الطَّلَاقِ یا اَفْحَشُ الطَّلَاقِ یا اَخْبَثُ الطَّلَاقِ یا طلاقُ الشَّیْطَانِ یا طلاق بدعت دیا میں نے یا دیا میں نے تجھ کو طلاق مثل پہاڑ کے یا مثل ہزار طلاق کے یا گھر بھر کے یا طلاق شدید یا طویل یا عریض تو ان سب صورتوں میں ایک طلاق بائن واقع ہوگا بلا نیت کے یا نیت ایک طلاق یا دو طلاق کی کی لیکن جب کہ حرہ میں نیت تین طلاق کی کرے اور کونڈی میں دو کی تو حرہ میں تین واقع ہونگے اور کونڈی میں دو اور جس شخص نے اپنی عورت کو قبل وطی کے تین طلاق ایک بار دیے تو تینوں واقع ہوں گے لیکن اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو ایک طلاق ہوگا اور عورت اوّل طلاق سے بائن ہوگی اور دوسرا اور تیسرا طلاق واقع نہ ہوگا اور ایسا ہی ہے اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے ایک اور ایک اور ایک اور واقع ہوگا طلاق ساتھ ذکر عدد کے جب کہ عدد مذکور ہو نہ لفظ طلاق سے مثلاً اگر کسی شخص نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے ایک یا طلاق ہیں دو یا طلاق ہیں تین تو اوّل صورت میں ایک اور دوسری میں دو اور تیسری میں تین واقع ہونگے تو اگر وہ عورت مر گئی قبل ذکر کرنے عدد کے تو کلام لغو ہو جاویگا اور کچھ واقع نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو طالق ہے ایک قبل ایک کے یا بعد اُس کے ایک ہے تو ایک طلاق واقع ہوگا غیر موطوءہ میں اور موطوءہ میں دو طلاق اور اگر کہا کہ تو طالق ہے ایک قبل اُسکے ایک اور ہے یا بعد اُس کے ایک ہے یا تو طالق ہے ایک ساتھ ایک کے یا ساتھ اُس کے ایک اور ہے تو غیر موطوءہ میں بھی ان صورت میں دو طلاق واقع ہو جاویں گے اور اگر کہا کہ تو طالق ہے ایک اور ایک اگر داخل ہووے گھر میں اور پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی تو دو طلاق پڑ جاوینگے برابر ہے کہ موطوءہ ہو یا غیر موطوءہ ف اور اگر شرط کو مقدم کیا جیسے کہا ص اگر داخل ہووے تو گھر میں تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور ایک طلاق ہے تو غیر موطوءہ میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک دو طلاق ف اور موطوءہ میں سب کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگے اور جب طلاق صریح سے فارغ ہوا تو طلاق کنایہ کا بیان شروع کیا اور کہا ص اور دوسرا طلاق بالکنایات اور وہ اس لفظ سے ہوتا ہے کہ موضوع واسطے طلاق کے نہیں اور احتمال طلاق اور غیر طلاق کا رکھتا ہے سو ان لفظوں سے طلاق واقع نہوگا مگر ساتھ نیت کے یا دلالت حال کے ف جیسے ذکر طلاق کا ہو رہا ہو یا غصے کے وقت کے ص الفاظ کنایہ کے یہ ہیں اِعْتَدِّیْ یعنی عدت کر اِسْتَبْرِئِیْ رَحِمَكِ یعنی اپنے رحم کو پاک کر اَنْتِ وَاحِدَةٌ یعنی تو اکیلی ہے اور ان تینوں لفظوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگا ف یعنی خاوند کو پہونچتا ہے کہ بدون نکاح جدید کے پھر اُس سے جماع کرے اور رجعت کر لیوے اور فرمایا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے سودہؓ کے عدت کر تو پھر رجعت کی آپ نے اُن سے ذکر کیا اس حدیث کو امام محمد بن الحسن نے اور باب القسم میں یہ حدیث گزر چکی ص اَنْتِ بَائِنٌ بَتَّةٌ بَتْلَةٌ یعنی تو جُدا ہے اَنْتِ حَرَامٌ تو حرام ہے اَنْتِ خَلِیَّةٌ تو خالی ہے اَنْتِ بَرِیَّةٌ تو بری ہے بیزار ہے حَبْلُكِ عَلٰی غَارِبِكِ رسی تیری تیری پشت پر ہے ف غارب کہتے ہیں مابین کوہان اور گردن شتر کے اور صراح میں ہے کہ عرب لوگ کہتے ہیں حَبْلُكِ عَلٰی غَارِبِكِ یعنی جہاں چاہے جا تو ص اِلْحَقِیْ بِاَهْلِكِ مل جا اپنے لوگوں سے وَهَبْتُكِ لِاَهْلِكِ بخشا میں نے تجھ کو تیرے اہل کو سَرَّحْتُكِ رخصت کیا میں نے تجھ کو فَارَقْتُكِ چھوڑ دیا میں نے تجھ کو اَمْرُكِ بِیَدِكِ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے اَنْتِ حُرَّةٌ تو آزاد ہے تَقَنَّعِیْ چادر پہن لے تَخَمَّرِیْ چادر اپنے سر پر ڈھانپ لے اِسْتَتِرِیْ اپنے تئیں چھپا اُغْرُبِیْ دور ہو مجھ سے اُخْرُجِیْ نکل جا تو قُوْمِیْ کھڑی ہو اِبْتَغِی الْاَزْوَاجَ تلاش کر خاوندوں کو تو ان سب صورتوں میں ایک طلاق بائن پڑ جاویگا اگر نیت کی ہو ایک طلاق

یا دو طلاق کی حُرّہ میں اور اگر نیت کی تین طلاق کی حُرّہ میں یا دو کی لونڈی میں تو اوّل صورت میں تین اور دوسری میں دو پڑ جاوینگے ف کہا ترمذیؒ نے
کہ اختلاف کیا اہل علم نے طلاق بتّہ میں تو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ تین طلاق ہیں اور حضرت عمرؓ سے کہ وہ ایک طلاق ہے اور اہل علم کا مذہب یہ ہے
کہ مدار نیت پر ہے اگر نیت کی تین کی تین واقع ہونگے ورنہ ایک طلاق اور مروی ہے رکانہ بن عبد بن یزید سے کہ اُنھوں نے طلاق دیا اپنی عورت کو بتّہ
سو خبر پہونچی اُسکی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور کہا رکانہ نے کہ قسم اللہ کی میں نے ارادہ ایک کا کیا تھا سو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم
اللہ کی نہیں ارادہ کیا تھا تو نے مگر ایک کا سو رد کیا اُنکی بیوی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر یعنی نکاح سے رد کیا اخراج کیا اس حدیث کا
ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہم نے اور وارد ہوئے ہیں اس باب میں بہت آثار مختلف صحابہؓ اور تابعینؒ سے ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت
سے تین بار کہا اِعْتَدِّیْ اِعْتَدِّیْ اِعْتَدِّیْ بعد اس کے دعویٰ کیا کہ اوّل اِعْتَدِّیْ سے نیت طلاق کی تھی اور دوسروں سے نیت حیض کی تو اُس کی تصدیق
کریں گے اور اگر کہا آخر کے دو سے کچھ نیت نہیں کی ہے تو تین طلاق واقع ہو جاویں گے ف اور اگر تینوں بار میں کچھ نیت نہیں کی تو کچھ واقع نہوگا ہدایہ
ص جاننا چاہیے کہ الفاظ کنایات طلاق کے تین قسم پر ہیں بعضے ایسے ہیں کہ احتمال رکھتے ہیں عورت کے رد کلام کا جیسے اُخْرُجِیْ اِذْھَبِیْ قُوْمِیْ اور بعضے
ایسے ہیں کہ احتمال رکھتے ہیں دشنام دہی اور بدگوئی کا جیسے خَلِیَّۃٌ بَرِیَّۃٌ بَتَّۃٌ حَرَامٌ بَائِنٌ اور بعضے ایسے ہیں کہ نہ احتمال رکھتے ہیں رد کلام کا اور نہ
دشنام دہی کا جیسے اِعْتَدِّیْ اِسْتَبْرِئِیْ رَحِمَکِ اَنْتِ وَاحِدَۃٌ اَنْتِ حُرَّۃٌ اِخْتَارِیْ اَمْرُکِ بِیَدِکِ سَرَّحْتُکِ فَارَقْتُکِ تو جب خاوند راضی ہو یعنی غصے میں نہو
اور ذکر طلاق کا بھی نہ ہو تو کسی لفظ سے ان الفاظ میں سے طلاق واقع نہ ہوگا بغیر نیت طلاق کے کُل موقوف ہونگے نیت پر اور جب غصے میں ہو تو پہلے دو قسم کے
الفاظ نیت پر موقوف رہیں گے تو اگر نیت کریگا تو طلاق واقع ہوگا ورنہ نہیں واقع ہوگا اور تیسری قسم میں طلاق واقع ہوگا اگرچہ نیت نہ ہوا اور جب ذکر طلاق
کا ہو تو موقوف رہیں گے الفاظ قسم اوّل کے نیت پر اور دوسری اور تیسری قسم کے الفاظ سے طلاق واقع ہو جاویں گے اگرچہ نیت نہ ہو۔

ص باب تفویض طلاق کے بیان میں

اور جس شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اپنے تئیں طلاق دے یا نیت طلاق سے کہا کہ اَمْرُکِ بِیَدِکِ یا اِخْتَارِیْ تو زوجہ کو اختیار ہے کہ جس مجلس میں اُس کو
علم ہوا ہے طلاق دے لیوے اگر مجلس طویل ہووے اور اگر بعد علم کے پھر زوجہ اُٹھی یا جو کام کر رہی تھی اُس کو چھوڑ کے دوسرا کام شروع کیا مجلس مختلف
ہو جاویگی اور خیار باطل ہوگا ف اور اس پر اجماع صحابہؓ کا ہے کہ عورت مخیّرہ کو خیار ہے مجلس تک روایت کی عبد الرزاقؒ اور طبرانیؒ نے عبد اللہ بن
مسعودؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جب مالک کر دے مرد عورت کو طلاق کا اور پھر وہ دونوں جدا ہو گئے قبل اس بات کے کہ کچھ کہیں سو پھر نہیں اختیار ہے
اُنکو اور کہا بیہقیؒ نے کہ اُس میں انقطاع ہے درمیان مجاہدؒ اور ابن مسعودؓ کے اور روایت کی عبد الرزاقؒ نے جابرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جس وقت کہ اختیار
دے مرد اپنی عورت کو اور وہ نہ اختیار کرے مجلس میں سو نہیں خیار ہے واسطے اُسکے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور عبد الرزاقؒ نے حدیث عمرو بن
شعیبؒ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ سے تحقیق کہ عمرؓ بن خطاب اور عثمانؓ بن عفان کہا اُنھوں نے کہ جو مرد مالک کرے اپنی عورت کو اور خیار دے اُس کو پھر دونوں
جدا ہو جاویں اُس مجلس سے تو نہیں ہے عورت کو خیار اور اب اختیار خاوند کو ہے اور اسناد میں اسکی مثنیٰ بن الصباح ضعیف ہے اور بھی روایت کی ابن
ابی شیبہؒ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ جو شخص خیار دے اپنی عورت کو تو اُس کو خیار ہے جب تک اپنی مجلس میں رہے اور اسناد میں اسکی حجاج
بن ارطاۃ ضعیف ہے اور اخراج کیا ابن ابی شیبہؒ نے جابرؓ بن زید اور مجاہدؒ اور شعبیؒ اور نخعیؒ اور عطاؒ اور طاؤسؒ سے ایسا ہی ص اور اگر عورت کھڑی تھی
بعد علم کے پھر بیٹھ گئی یا بیٹھی تھی تکیہ لگا لیا یا اپنے باپ کو واسطے مشورت کے طلب کیا یا گواہوں کو واسطے گواہی کے طلب کیا یا جس جانور پر سوار تھی
اُس کو ٹھہرا لیا تو ان سب چیزوں سے مجلس مختلف نہ ہوگی اور خیار باطل نہوگا اور کشتی بمنزلہ اُس کے گھر کے ہے اور جانور کا چلنا بمنزلہ اُسکے چلنے کے ہے
تو کشتی کے چلنے سے مجلس مختلف نہ ہوگی اور جانور کے چلنے سے مجلس مختلف ہو جاویگی اگر کسی مرد نے نیت تفویض سے عورت کو کہا اِخْتَارِیْ جائز نہیں ہے

ہ بقرار ابواب طلاق ۱۲ ؎ یعنی عورت کو طلاق سپرد کرنے کے بیان میں ۱۲ منہ رحمہ اللہ ؎ یعنی بعد علم خیار طلاق کے ۱۲

مثنیٰ بن الصباح

کہ نیت تین طلاق کی کرے تو اگر زوجہ نے اس کے جواب میں کہا کہ اِخۡتَرۡتُ نَفۡسِیۡ یا اَخۡتَارُ نَفۡسِیۡ تو ایک طلاق بائن واقع ہو گا ف اور یہی قول ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور اُسی سے اخذ کیا ہے ہم نے کذا فی المبسوط ص بشرطیکہ زوج یا زوجہ کسی نے لفظ نفس کا ذکر کیا ہو ف تو اگر زوج نے کہا اِخۡتَارِیۡ اور زوجہ نے کہا اِخۡتَرۡتُ تو یہ باطل ہے اور صاحب ہدایہ دلیل لائے ہیں اس بات پر کہ اگر زوجہ کہے اَخۡتَارُ تو بھی طلاق واقع ہو گا حدیث حضرت عائشہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے لَابَلۡ اَخۡتَارُ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ۔ اور شمار کیا اُسکو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب اُنکی طرف سے روایت کیا اس حدیث کو مسلمؒ نے ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا اختیار کرلے تو اختیار کرنے کر اور زوجہ نے جواب میں کہا اختیار کیا میں نے تو ایک طلاق بائن واقع ہو گا اور اگر تین بار کہا اِخۡتَارِیۡ اِخۡتَارِیۡ اِخۡتَارِیۡ اور زوجہ نے جواب میں کہا اختیار کیا میں نے اختیار کرنے کر یا کہا کہ اختیار کیا میں نے پہلے کو یا دوسرے کو یا اخیر کو نزدیک امام صاحبؒ کے تینوں طلاق واقع ہو جائیں گے بغیر نیت کے اور اگر کہا طلاق دیا میں نے اپنے نفس کو یا اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو ساتھ ایک طلاق کے تو ایک طلاق بائن واقع ہو گا اور ہدایہ میں ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو گا اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ غلطی ہے کاتب سے اور صحیح یہ ہے کہ رجعت کا مالک نہ ہو گا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اِس باب میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو گا اور دوسری میں یہ ہے کہ بائن ہو گا اور یہی اصح ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ کام تیرا تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں یا اختیار کرلے ایک طلاق کو اور اختیار کیا عورت نے اپنے نفس کو تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گا اور اگر کہا اَمۡرُکِ بِیَدِکِ اور نیت کی تین کی اور عورت نے کہا کہ اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو ساتھ ایک کے یا ایکبار تو تینوں طلاق واقع ہو جاوینگے اور اگر کہا عورت نے ف یعنی اَمۡرُکِ بِیَدِکِ کے جواب میں جب نیت تین طلاق کی ہو ص طلاق دیا میں نے اپنے نفس کو ساتھ ایک کے یا اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو ساتھ ایک طلاق کے تو ایک طلاق بائن واقع ہو گا اور اگر کہا مرد نے کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج کے روز اور بعد کل کے ف یعنی جو پرسوں آویگا ص تو رات داخل نہ ہو گی خیار میں تو اگر اختیار کیا عورت نے اپنے نفس کو رات میں طلاق واقع نہ ہو گا اور آج کا اختیار باطل ہو گا اگر عورت اُسکو رد کرے ف یعنی خاوند کو اختیار کرلے کیونکہ خاوند کے اختیار کرنیسے طلاق واقع نہیں ہوتا اور دلیل اسکی حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے جو اوپر گزری اور کشف الغمہ میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ پوچھے گئے اُس شخص سے جس نے اپنی عورت کو اختیار دیا اور اُس نے اُس کو رد کیا اور کچھ نہ کہا تو فرمایا کہ یہ طلاق نہیں ہے اور ایسا ہی نقل کیا مسروقؒ سے اور حضرت عائشہؓ سے ص اور پرسوں کا اختیار باقی رہے گا اور اگر مرد نے کہا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل تو رات داخل ہو جاویگی خیار میں ف تو اگر عورت رات کو اپنے نفس کو اختیار کرلے تو طلاق واقع ہو جاویگا ص اور کل کا اختیار باقی نہیں رہیگا اگر آج عورت اُسکو رد کرے ف اور دلیل اُسکی اصل اور ہدایہ میں مذکور ہے ص اور اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ طلاق دے تو اپنے نفس کو اور نیت نہ کی عدد کی یا نیت کی ایک طلاق کی اور عورت نے اپنے نفس کو طلاق دیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گا ف اگر عورت اس صورت میں اپنے نفس کو تین طلاق دیوے تو ایک ہی واقع ہو گا اور باقی لغو ہوینگے ص اور اگر عورت نے اپنے نفس کو تین طلاق دیے اور خاوند نے اُسکی نیت کی ہے تو تینوں طلاق پڑ جاوینگے اور اگر مرد نے نیت کی دو طلاق کی اور عورت نے اپنے کو دو طلاق دیے ایک ہی طلاق واقع ہو گا مگر جب وہ منکوحہ کو نڈی ہو کیونکہ دو اُسکے حق میں بمنزلے تین کے ہیں حُرّہ میں ف اور دلیل اُسکی ہدایہ میں مسطور ہے ص اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے اور عورت نے اُسکے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ سے بائن یعنی جُدا کیا تو ایک ہی طلاق رجعی واقع ہو گا اور اگر کہا کہ اختیار کیا میں نے اپنے نفس کو اُسکے جواب میں تو کچھ نہیں واقع ہو گا ف یعنی خاوند نے کہا طَلِّقِیۡ نَفۡسَکِ اور عورت نے کہا اِخۡتَرۡتُ نَفۡسِیۡ تو کچھ نہیں واقع ہو گا کیونکہ یہ الفاظ طلاق سے نہیں اور بعد تخییر کے اگر یہ لفظ کہے تو طلاق پڑ جاویگا کیونکہ وہ اجماع صحابہؓ سے ثابت ہوا ہے جیسا کہ اوپر گزرا ص اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اپنے نفس کو طلاق دے تو اب خاوند کو رجوع نہیں پہونچتا ف یعنی قبل عورت کے طلاق لینے کے خاوند کو اس بات کا اختیار نہیں کہ اپنے قول سے پھر جاوے اور کہے کہ اب میں اجازت طلاق کی نہیں دیتا ص اور زوجہ کو بھی جائز نہیں کہ بعد تبدیل مجلس کے طلاق دے لیوے اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنی سوکن کو طلاق دے یا کسی دوسرے مرد سے کہا کہ میری عورت کو

طلاق دے تو جائز ہے کہ قبل دینے کے ف یعنی قبل اس بات کے کہ زوجہ اُسکی اپنی سوکن کو طلاق دے یا دوسرا مرد اُسکی بیوی کو ص اپنے قول سے پھر جاوے
اور قول اُس کا مقید ساتھ مجلس کے نہو گا بخلاف صاحبینؒ کے ف یعنی اُس مرد کو پہونچتا ہے کہ بعد تبدیل مجلس کے بھی جب چاہے اُسکی بیوی کو طلاق دیوے
آور اسیطرح اُسکی زوجہ کو اختیار ہے کہ بعد تبدیل مجلس کے بھی جب چاہے اپنی سوکن کو طلاق دیوے ص اور اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ جب چاہے
تو اپنے نفس کو طلاق دے تو اس صورت میں بعد تبدیل مجلس کے بھی زوجہ کو اختیار ہے طلاق دینے کا اور اگر کہا کسی مرد سے کہ اگر چاہے تو میری زوجہ کو طلاق
دے جائز نہیں ہے کہ اپنے قول سے پھر جاوے اور اُس شخص کو اختیار مجلس تک رہیگا تو اگر بعد تبدیل مجلس کے وہ طلاق دے طلاق واقع نہ ہو گا ف اور
دلیل اُسکی اصل میں مذکور ہے ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنے تئیں تین طلاق دے اور اُس نے اپنے تئیں ایک طلاق دیا ایک طلاق
واقع ہو جاویگا اور اگر مرد نے کہا کہ ایک طلاق دے اور عورت نے تین دیلے تو امام صاحبؒ کے نزدیک کچھ واقع نہ ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک
طلاق واقع ہو گا آور اگر مرد نے کہا کہ اپنے کو ایک طلاق بائن دے اور اُس نے ایک طلاق رجعی دیا تو ایک طلاق بائن واقع ہو گا آور اگر کہا کہ ایک
طلاق رجعی دے اور اُس نے اپنے تئیں ایک طلاق بائن دیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گا ف اسواسطے کہ مخالفت زوجہ کی لغو ہے تو مرد کے قول کے
موافق طلاق واقع ہو گا ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تین طلاق دے تو اپنے نفس کو اگر چاہے تو اور اُس نے ایک طلاق دیا تو کچھ واقع
نہ ہو گا اور اگر کہا کہ ایک طلاق دے تو اپنے تئیں اگر چاہے اور اُس نے تین دیلے تو امام صاحبؒ کے نزدیک کچھ واقع نہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق
واقع ہو گا آور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے اگر چاہے تو اور عورت نے جواب میں کہا کہ چاہا میں نے اگر تو چاہے اور پھر مرد نے کہا چاہا میں نے
تو کچھ واقع نہ ہو گا اگرچہ نیت طلاق سے کہا ہو آور اگر کہا کہ چاہا میں نے طلاق تیرا عورت کے جواب میں تو طلاق واقع ہو گا اگر نیت طلاق سے کہا ہو ف اور
اصل میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اور ہمنے اسکو ترک کیا ص اور ایسا ہی ہے جو طلاق کہ موقوف کیا جاوے ایک امر معدوم پر ف جیسے اس جگہ عورت
نے خاوند کی مشیت پر طلاق موقوف کیا تھا اور وہ ایک امر غیر معلوم ہے ص اور اگر موقوف کرے طلاق کو ایک امر موجود پر جیسے کہے چاہا میں نے اگر آسمان
اوپر ہو زمین کے تو طلاق واقع ہو گا ف اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق ہے اگر چاہے تو اور اُس نے کہا چاہا میں نے اگر باپ میرا گھر میں ہو اور
باپ اُس کا گھر میں تھا تو طلاق پڑجاویگا اور اگر نہیں تھا تو طلاق نہ پڑیگا ص اور کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے جسوقت یا جب کبھی
چاہے تو تو زوجہ کے رد کرنیسے رد نہ ہو گا اسواسطے کہ خاوند نے اُسکو مالک طلاق کا کیا ہے ایسے وقت میں کہ وہ چاہے طلاق کو پس یہ تملیک قبل مشیت کے
نہو گی کہ اُس کے رد کرنیسے رد ہو جاوے تو جسوقت عورت چاہیگی فقط ایک طلاق پڑجاویگا نہ دوسرا آور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے جتنے
مرتبہ چاہے تو تو عورت کو درست ہے کہ اپنے تئیں ایک طلاق دیوے پھر ایک طلاق تین تک اور یہ جائز نہیں کہ تینوں طلاق ایکبار دیوے آور اگر بعد
تین طلاق دینے کے پھر دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور پھر بعد طلاق اُسکے پہلے خاوند پاس لوٹ آئی تو اب اُسکو اختیار نہیں کہ اپنے تئیں طلاق دے لیوے
اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تجھکو طلاق ہے جس جگہ یا جہاں چاہے تو عورت کو جائز ہے کہ اُسی مجلس میں طلاق دے لیوے اور بعد تبدیل مجلس کے نہیں
اور اگر کہا کہ تجھ کو طلاق ہے جسطرح کا چاہے تو پس ایک طلاق رجعی واقع ہو گا اگرچہ عورت نے نہ چاہا ہو اور جو عورت نے چاہا ایک طلاق بائن یا تین طلاق
اور زوج نے بھی یہی چاہا تو جو چاہے اُس موافق طلاق پڑجاویگا ف یعنی اگر طلاق بائن چاہا ہے تو ایک طلاق بائن پڑیگا اور تین چاہے تو تین پڑجاوینگے ص
اور اگر خاوند نے نیت کی تین کی اور عورت نے ایک طلاق بائن کی یا خاوند نے ایک طلاق بائن کی اور عورت نے تین طلاق کی تو دونوں صورتوں میں ایک
طلاق رجعی واقع ہو ویگا آور اگر خاوند نے کچھ نیت نہیں کی تو جو عورت چاہیگی اُس موافق طلاق واقع ہو گا اور اگر زوجہ نے کچھ نہ چاہا تو بھی امام صاحبؒ کے نزدیک
ایک طلاق رجعی واقع ہو جاویگا آور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ نہ واقع ہو گا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ طلاق دے تو اپنے تئیں جتنے چاہے تو جتنے کہ مجلس
میں چاہے گی واقع ہو جاویں گے اور اگر زوجہ نے رد کیا یا مجلس بدل گئی اختیار باطل ہو گا آور جو کہا کہ طلاق دے تو اپنے تئیں تین میں سے جتنے
چاہے تو عورت کو اختیار ہے کہ ایک طلاق دے یا دو اور تین طلاق دینے کا اختیار نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے کہ تین طلاق دے لیوے

ص باب الحلف بالطلاق

شرط اس کے صحیح ہونیکی یہ ہے کہ وقت تعلیق طلاق کے عورت اُسکی ملک میں ہو یا اضافت کی ہو طلاق کی طرف ملک کے پس جو عورت اجنبیہ سے کہا اگر کلام کروں میں تجھ سے تو تو طالق ہے پھر نکاح کیا اُس سے اور کلام کیا تو طلاق واقع نہ ہوگا اور اگر منکوحہ سے یہی کہا اور کلام کیا تو طلاق واقع ہوگا بسبب وجود ملک کے وقت تعلیق کے اسیطرح اگر عورت اجنبیہ سے کہا اگر نکاح کروں میں تجھ سے تو تو طالق ہے یا کہے کہ جو عورت کہ نکاح کروں میں اس سے تو وہ طالق ہے **ف** تو ان دونوں صورتوں میں جب نکاح کریگا طلاق واقع ہو ویگا مگر اس صورت میں جس عورت سے نکاح کریگا فوراً طلاق پڑ جاویگا ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں طلاق ہے قبل نکاح کے **ف** یہ حدیث مروی ہے جابرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے طلاق مگر بعد نکاح کے اور نہیں ہے آزاد کرنا مگر بعد ملک کے روایت کیا اسکو ابو یعلیٰ نے اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے بھی مثل اس کے مسور بن مخرمہؓ سے اور اسناد اسکی حسن ہے اور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں قبول ہوتی ہے نذر آدمی کی اُسمیں کہ اختیار میں نہیں اور آزادی اُسمیں کہ اختیار میں نہیں اور نہ طلاق اُس عورت میں کہ اختیار میں نہیں نکالا اُس کو ابو داؤد اور ترمذیؒ نے اور صحیح کیا اسکو اور نقل کیا بخاریؒ سے کہ وہ اصح ہے اس باب میں اور حدیثوں سے آور دلیل ہماری اس باب میں ہدایہ میں مذکور ہے آور کہا صاحب ہدایہؒ نے کہ حدیث محمول ہے اُس صورت پر کہ طلاق کو بالفعل واقع کرے قبل نکاح کے جیسے کہے کہ تو طالق ہے تو اس صورت میں ہمارے نزدیک بھی طلاق واقع نہ ہوگا اور یہ معنی اسکے منقول ہیں شعبیؒ اور زہریؒ سے روایت کی ابو بکر رازیؒ نے زہری سے کہ کہا اُنھوں نے یہ جو حدیث ہے کہ نہیں طلاق ہے قبل نکاح کے تو یہ اس صورت میں ہے کہ کہا جاوے کوئی شخص کہ نکاح کر فلانی عورت سے اور وہ کہے کہ اس کو طلاق ہے لیکن جس شخص نے کہا کہ اگر نکاح کروں میں فلانی عورت سے پس وہ طالق ہے تو جب نکاح کریگا اُس سے طلاق واقع ہوگا اور بھی روایت کیا اسکو عبد الرزاقؒ نے مصنف میں زہریؒ سے کہ کہا اُنھوں نے جو شخص کہے جو عورت نکاح کروں میں اُس سے تو وہ طالق ہے اور جو لونڈی کہ خریدوں میں وہ آزاد ہے تو جیسا اُس نے کہا ویسا ہی ہوگا تو کہا معمرؒ نے کیا نہیں وارد ہوا ہے کہ نہیں طلاق ہے قبل نکاح کے اور نہیں آزادی ہے مگر بعد ملک کے کہا زہری نے یہ اُس صورت میں ہے کہ کہے کوئی شخص کہ فلانے کی عورت طالق ہے اور غلام فلانے کا آزاد ہے آور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں سالمؒ اور قاسمؒ اور عمر بن عبد العزیزؒ اور شعبیؒ اور نخعیؒ اور زہریؒ اور اسودؒ اور ابی بکرؒ بن عمرو بن حزم اور عبد اللہ بن عبد الرحمنؒ اور مکحولؒ سے کہ کہا ان سب نے جب کہے کہ اگر نکاح کروں میں فلانی سے پس وہ طالق ہے یا جسدن نکاح کروں میں فلانی سے پس وہ طالق ہے یا جو عورت کہ نکاح کروں میں اُس سے سو وہ طالق ہے تو جیسا اُس نے کہا ویسا ہی ہوگا آور ایک لفظ میں جائز ہے یہ اُس پر یہ مضمون زیلعیؒ کا تخریج ہدایہ میں ہے **ص** اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اور وہ گھر میں داخل ہوئی تو طلاق پڑ جاویگا اسواسطے کہ وقت تعلیق کے اس جگہ ملک موجود ہے اور الفاظ شرط کے اِنْ وَاِذَا وَاِذَامَا وَکُلَّ وَکُلَّمَا وَمَتٰی وَمَتٰی مَا ہیں ان سب الفاظ کے استعمال سے جب ایکبار شرط موجود ہوگی تو یمین پوری ہو جاویگی سوائے اس لفظ کلما کے کہ اُسمیں بعد تین طلاق واقع ہونے کے یمین جاتی رہتی ہے مثلاً اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر گھر میں آوے تو یا جب گھر میں آوے تو یا جسوقت گھر میں آوے تو تو طالق ہے تو بعد گھر میں آنیکے ایک طلاق واقع ہوگا اور بعد اُس کے شرط پوری ہو جاویگی یعنی پھر بعد اُس کے اگر گھر میں جاویگی تو اب طلاق نہ پڑیگا آور اگر کہا کہ جس مرتبہ گھر میں آوے تو تجھکو طلاق ہے تو جے بار گھر میں آویگی طلاق واقع ہو ویگا اور بعد تین طلاق واقع ہونیکے شرط تمام ہو جاویگی تو اگر بعد تین طلاق واقع ہونیکے حلالہ کر کے پھر اُس سے نکاح کیا تو اب جو گھر میں آویگی طلاق واقع نہوگا آور اگر کہا کہ جس مرتبہ نکاح کروں میں تجھ سے تو تو طالق ہے تو شرط باطل نہوگی پھر اگر بعد حلالہ کے بھی اُس سے نکاح کرے گا طلاق واقع ہو جاویگا اور بعد یمین کے اگر زوال ملک ہو تو یمین باطل نہوگی اور یمین باطل ہوگی مطلق تو اگر شرط اپنی ملک میں متحقق ہوئی یمین تمام

ہو جاویگی پس طلاق واقع ہوگا **ف** صورت اسکی یہ ہے کہ اپنی عورت سے کہا کہ اگر اس گھر میں آویگی تو تو طالق ہے بعد اُسکے پھر ایک طلاق بائن بالفعل اُسکو دیکے جُدا کیا اور عدت تمام ہونیکے بعد پھر اُس سے نکاح کر لیا اور اب وہ عورت گھر میں داخل ہوئی تو وہ شرط پہلے کی متحقق ہوگی اور طلاق پڑجاویگا اگرچہ درمیان میں اسکی مِلک زوجہ سے زائل ہوگئی تھی **ص** اور اگر شرط اپنی مِلک میں متحقق نہ ہوئی تو یمین تمام ہو جاویگی اور کچھ واقع نہوگا **ف** صورت اسکی یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر میں آویگی تو تجھکو طلاق ہے بعد اُس کے اُسکو ایک طلاق بائن بالفعل دیدیا اور بعد گزرنے عدت کے وہ عورت گھر میں داخل ہوئی تو قسم تمام ہو گئی یعنی ساقط ہوگئی اور طلاق واقع نہ ہوگا کیونکہ وہ عورت محل طلاق کی نہیں رہی اسلئے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں طلاق ہے اُس عورت پر کہ نہ مالک ہوا اُسکا تو اگر پھر اب اُس سے نکاح کریگا اور وہ پھر گھر میں داخل ہوگی طلاق واقع نہوگا **ص** اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھ کو تین طلاق ہیں اور پھر مرد کو یہ منظور ہوا کہ گھر میں جاوے اور تین طلاق نہ پڑیں تو اُس کا حیلہ یہ ہے کہ بالفعل اُس عورت کو ایک طلاق بائن دیوے اور بعد عدت گزرنیکے وہ گھر میں داخل ہو پھر اُس سے نکاح کر لے تو اب گھر میں داخل ہونیسے طلاق واقع نہ ہوگا کیونکہ یمین باطل ہوگئی **ف** اس سبب سے کہ پہلے وہ ایکبار گھر میں جا چکی **ص** اگر شرط کے پائے جانے اور نہ پائے جانے میں اختلاف ہوا **ف** مثلاً خاوند نے کہا کہ تو گھر میں نہیں آئی تھی اور عورت نے کہا آئی تھی **ص** تو قول خاوند کا معتبر ہوگا مگر یہ کہ عورت گواہ لاوے اپنے مدعا پر اور جو شرط ایسی ہو کہ بدون زوجہ کے کہے معلوم نہیں ہوتی تو اُسمیں قول زوجہ کا معتبر ہوگا اُسی کے حق میں **ف** اور غیر کے حق میں معتبر نہ ہوگا **ص** مثلاً خاوند نے کہا اگر تجھکو حیض آوے تو تو اور فلانی میری بیوی طالق ہے یا کہا کہ اگر تو اللہ کے عذاب کو دوست رکھتی ہے تو تجھ کو طلاق ہے اور غلام میرا آزاد ہے اور عورت نے کہا میں حائضہ ہوئی یا میں دوست رکھتی ہوں اللہ کے عذاب کو تو اول صورت میں فقط اُس کو طلاق ہو جاویگا اور دوسری بیوی پر طلاق نہ پڑیگا اور دوسری صورت میں بھی اُسی کو طلاق پڑیگا اور غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تجھ کو حیض آوے تو تو طالق ہے پھر اُس کو حیض آیا تو جب تین دن برابر خون دیکھیگی اُسوقت حکم کرینگے طلاق اول روز سے اسواسطے کہ بعد دیکھنے خون کے تین دن معلوم ہوگا کہ حیض ہے تو اول روز سے طلاق کا حکم ہوگا اور جو کہا کہ اگر تجھکو حیض آوے ایک حیض تو تو طالق ہے تو جب حیض سے پاک ہو ویگی اُسوقت طلاق واقع ہوگا کیونکہ ایک حیض اُسیوقت پورا ہوگا اور اگر کہا کہ جو ایک روز روزہ رکھیگی تو تجھ کو طلاق ہے اور اُس نے روزہ رکھا تو آفتاب کے غروب کے وقت جسدن روزہ رکھا ہے طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو روزہ رکھیگی تو تجھکو طلاق ہے **ف** اور قید ایک روز کی نہ کی **ص** اور اُس نے روزہ رکھا طلاق واقع ہوگا اگرچہ ایک ساعت[لہ] بھی رکھے اور جو کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر لڑکا جنے گی تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی جنے گی تو تجھ کو دو طلاق ہیں اور زوجہ نے اُسکی دونوں کو جنا اور معلوم نہیں کہ اول کس کو جنا تو قاضی حکم کریگا ایک طلاق کا اور فیما بینہ اور فیما بین اللہ دو طلاق واقع ہونگے **ف** تو اگر قبل اس کے عورت کو ایک طلاق دے چکا تھا تو اُسکو یہ چاہیئے کہ پھر وطی نہ کرے اس سے یہانتک کہ حلالہ نہووے اگرچہ قاضی اُسکی حلت کا حکم کرے **ص** اور عدت تمام ہو جاویگی دوسرے کے جننے سے **ف** اور پھر طلاق دوسرا واقع نہ ہوگا اس لئے کہ عدت تمام ہوگئی کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ[ک] **ص** اور اگر طلاق کو معلق کیا دو چیزوں کے ساتھ تو جب دوسری چیز پائی جائیگی اور مِلک قائم ہو طلاق واقع ہوگا برابر ہے کہ دونوں چیزیں مِلک میں پائی جاویں **ف** جیسے کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو کلام کرے زید اور عمرو سے تو طالق ہے اور زوجہ نے دونوں سے کلام کیا اور نکاح قائم ہے **ص** یا دوسری چیز فقط مِلک میں ہووے اور اول نہووے **ف** جیسے کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو کلام کرے زید اور عمرو سے تو تجھ کو طلاق ہے اور پھر بعد اسکے ایک طلاق بالفعل اُسکو دیدیا اور جب عدت تمام ہوئی اُس نے زید سے کلام کیا بعد اُس کے پھر اُس کو خاوند نکاح میں لایا اور بعد نکاح کے اُس نے عمرو سے کلام کیا تو طلاق[ک] واقع ہو جاویگا **ص** اور اگر دونوں میں سے کوئی مِلک میں نہووے **ف** جیسے زوجہ نے بعد طلاق پانے اور بعد گزرنے عدت کے زید اور عمرو دونوں سے کلام کیا **ص** یا اول چیز مِلک میں ہووے اور دوسری نہووے **ف** جیسے زوجہ نے حالتِ نکاح میں کلام کیا زید سے اور پھر خاوند نے اُس کو ایک طلاق بالفعل دیدیا اور بعد گزرنے عدت کے اُس نے عمرو سے کلام کیا

لہ یعنی ایک ساعت روزہ رکھنے کی گزارادی ہو ۱۲ ک ترجمہ اور حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وضع کریں حمل اپنا ۱۲ ک اور امام زفر کے نزدیک واقع نہ ہوگا ۱۲ عینی

ص تو طلاق واقع نہ ہوگا اور تنجیز ف یعنی بالفعل طلاق ویدینا ص باطل کرتا ہے تعلیق کو تو اگر تعلیق کی تین طلاق کی کسی شرط پر اور پھر قبل وجود شرط کے تین طلاق بالفعل ویدیے اور بعد اُسکے وہ عورت بعد حلالہ کے پھر اُسی خاوند کے پاس لوٹ آئی اور اب شرط متحقق ہوئی تو کچھ واقع نہ ہوگا ف مثال اُسکی یہ ہے کہ زید نے اپنی زوجہ رحیمہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں جاوے تو تجھ کو تین طلاق ہیں اور پھر رحیمہ کو تین طلاق بالفعل ویدیے اور رحیمہ نے بعد گزرنے عدّت کے بکر سے نکاح کیا اور بکر نے اُس سے جماع کرکے پھر اُسکو طلاق دیدیا اور بعد گزرنے عدّت کے رحیمہ سے زید نے پھر نکاح کر لیا اور اب رحیمہ گھر میں داخل ہوئی تو کچھ واقع نہ ہوگا ص اگر کسی شخص نے تین طلاق کو معلق کیا اوپر وطی کے یعنی یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے وطی کروں تو تجھ کو تین طلاق ہیں اور پھر حشفے کو فرج میں داخل کیا اس طرح پر کہ دونوں ختنے مل گئے تو خاوند پر عُقر واجب[؎] نہ ہوگا اگرچہ دیر کی ہو ف اور اگر باہر نکال کے پھر داخل کرے تو عُقر واجب[؎] ہوگا ہدایہ ص اور عُقر کہتے ہیں نہر مثل کو اور بعضوں کے نزدیک عُقر اُجرت ہے وطی کی اگر زنا حلال ہووے آور ایسا ہی حکم ہے اگر سید نے اپنی لونڈی کی آزادی وطی پر معلق[؎] کی اور اگر زوجہ کا طلاق رجعی اُس کی وطی پر معلق کیا تو فقط داخل کرنے سے رجعت متحقق نہ ہوگی جب[؎] تک نکال کے پھر نہ ڈالے اور جو نکال کے ڈالے تو رجعت ثابت ہوگی اور عُقر واجب[؎] نہ ہوگا ف اور امام ابی یوسف کے نزدیک طلاق رجعی میں فقط دیر تک ڈالے رہنے سے بھی رجعت ثابت ہوگی ہدایہ ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تجھ کو طلاق ہے انشاءاللہ تعالےٰ طلاق واقع نہ ہوگا ف اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی ساتھ طلاق یا عتاق کے اور کہا انشاءاللہ تعالےٰ اُس سے ملا ہوا تو نہیں حنث[؎] ہے اُس پر کہا زیلعی نے تخریج میں غریب ہے اس لفظ سے آور روایت کی ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے قسم کھائی پھر کہا انشاءاللہ تو اُس پر حنث نہیں اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن حبان نے اور روایت کی ابن عدی نے کامل میں عطا سے اُنھوں نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے کہا اپنی عورت سے تو طالق ہے انشاءاللہ یا اپنے غلام سے تو آزاد ہے یا میں جاؤنگا خانہ کعبہ میں انشاءاللہ تو اُس پر کچھ حنث نہیں آور اسناد میں اسکی اسحٰق کعبی ہے ضعیف کیا اسکو دارقطنی نے آور روایت کی عبدالرزاق اور دارقطنی نے مکحول سے اُنھوں نے معاذ بن جبل سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں پیدا کیا اللہ نے دوست زیادہ عتاق سے اور دشمن زیادہ طلاق سے تو جس شخص نے آزاد کیا اور کہا انشاءاللہ تو نہیں ہے استثناء واسطے اُسکے اور غلام آزاد ہے اور جس وقت کہ طلاق دیا اور استثناء کیا تو واسطے اُسکے ہے استثنا اُس کا اور نہیں طلاق ہے عورت پر انتہیٰ اور ذکر کیا اسکو عبدالحق نے احکام میں جہت دارقطنی سے اور کہا کہ اسناد میں اسکی حمید بن مالک ہے اور وہ ضعیف ہے آور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور مکحول نے معاذ سے نہیں سُنا اور وہ منقطع ہے ص اگرچہ زوجہ قبل کہنے انشاءاللہ کے مرجاوے اور اگر زوج قبل کہنے انشاءاللہ کے مرگیا طلاق واقع ہوگا ف یعنی سارا لفظ انشاءاللہ کا نہ کہہ سکا تھا بلکہ کچھ کہا تھا کہ موت آگئی ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تجھ کو تین طلاق ہیں مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجھ کو تین طلاق ہیں مگر ایک تو دو طلاق واقع ہوں گے ف اس واسطے کہ اوّل صورت میں اُس نے تین سے دو نکال لیے تو ایک رہ گیا آور دوسری صورت میں تین سے ایک تو دو رہ گئے ص اور اگر کہا تجھ کو تین طلاق ہیں مگر تین تو تین واقع ہوں گے ف اس واسطے کہ نکال لینا کُل کا کُل سے صحیح نہیں ہے،

ص باب طلاق مریض کے بیان میں

جو شخص کہ غالب اُسکی ہلاکت ہے بسبب مرض وغیرہ کے جیسا کہ جس کو دُبلا کیا مرض نے ایسا کہ وہ شخص واسطے حاجتوں کے گھر سے باہر نہیں نکل سکتا اگرچہ گھر کے اندر اس پر قدرت رکھتا ہے یا جو صف قتال میں واسطے قتال کے آگے کیا جاوے یا اسکو واسطے قتل کے باہر لاویں قصاص میں یا حد میں اگر اُسی حالت میں مرجاوے چاہے دوسرے سبب سے مرا ہووے[؎] تو تصرف اُس کا ثلث مال سے زیادہ میں درست نہیں آور اگر طلاق بائن[؎] دیدیوے اپنی عورت کو اور مرجاوے اُسی سبب سے یا دوسرے سبب سے تو وہ عورت اُسکی وارث ہوگی ف جب کہ وہ عورت عدّت میں ہو آور اگر بعد عدّت کے مرگیا تو وارث

نہ ہوگی ہدایہ ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک وارث نہوگی ف اور امام مالکؒ کے نزدیک بعد عدّت کے بھی وارث ہوگی اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عمرؓ اور عائشہؓ اور ابن مسعودؓ اور ابراہیمؒ اور شریحؒ اور طاؤسؒ سے کہ وارث ہوگی عورت مریض کی جبتک وہ عدت میں ہو اور بھی روایت کی امام محمدؒ نے ابراہیمؒ سے اُنھوں نے شریح سے کہ حضرت عمرؓ نے لکھا طرف اُس کے کہ جو شخص طلاق دے اپنی عورت کو تین اور وہ مریض ہو تو وارث کرو اُسکو جبتک وہ عدت میں ہو اور جب اُسکی عدت گزر جاوے تو نہیں ہے میراث واسطے اُس کے اور مؤطا میں ہے مَالِكٌ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يَقُوْلُ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ ثَلٰثًا وَهُوَ مَرِيْضٌ فَاِنَّهَا تَرِثُهُ یعنی کہا ابن شہاب نے کہ جب طلاق دے مرد اپنی عورت کو اور وہ مریض ہو تو وہ عورت وارث ہوگی اُسکی اور وارث کیا حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمن بن عوفؓ کی عورت کو اور اُنھوں نے طلاق بائن دیا تھا اُسکو مرض میں اور نقل کیا امام مالکؒ نے عدت اُسکی گزر گئی تھی اور روایت کی شافعیؒ نے اور لوگوں سے سوائے مالکؒ کے کہ عبدالرحمنؓ بن عوف مرے اور بیوی اُنکی عدت میں تھی ایسا ہی ہے تہذیب الاسماء میں کہا شیخ ابن الہمامؒ نے کہ قول مالکیہ کا کہ حضرت عثمانؓ نے وارث کیا تھا اُس کو بعد عدت کے معارض ہے ساتھ قول جمہور کے کہ وہ عدت میں تھی ص لیکن اگر ایک طلاق دیا یا دو طلاق دیے تو امام شافعیؒ کے بھی نزدیک محروم نہ ہوگی اور اسی طرح اگر طلاق دیا اُسکو کنایات سے کیونکہ ہمارے نزدیک عورت مریض کی وارث ہوتی ہے اور لیکن نزدیک امام شافعیؒ کے سو اسواسطے کہ کنایات اُنکے نزدیک طلاق رجعی ہیں لیکن اگر اپنی زوجہ سے خلع کیا تو بالاتفاق وارث نہوگی اگرچہ وہ اُسی حال میں مرا ہووے اسواسطے کہ وہ عورت خود راضی ہوگئی ساتھ جدائی کے اور مال دیکے طلاق لے لیا اور اگر ایسے مریض کی زوجہ نے ایک طلاق رجعی طلب کیا اور اُس نے اُسکو تین طلاق دیدیے تو ہمارے نزدیک زوجہ اُسکی وارث ہوگی (۳ سے) اور بھی وارث ہوگی اگر اُسکی عورت نے عدت میں اپنے خاوند کے بیٹے کو بوسہ دیا شہوت سے اسواسطے کہ زوجہ ساتھ طلاق بائن کے جدا ہوئی ہے نہ ساتھ بوسہ ابن زوج کے اور جو ایسا مریض ہے اور اُس نے اپنی زوجہ سے لعان کیا ف اور لعان کا بیان آگے آتا ہے ص اور بسبب لعان کے دونوں میں جدائی ہوگئی اور زوج اسی حالت میں مرا زوجہ وارث ہوگی اور اُسی طرح اگر قسم کھائی کہ چار ماہ تک زوجہ سے قربت نہ کریگا اور چار ماہ تک اُس سے قریب نہ ہوا اور دونوں میں جدائی ہوگئی بعد اُس کے زوج اُسی حالت میں مر گیا تو زوجہ وارث ہوگی اور جو باہر گھر کے واسطے حوائج کے آوے اگرچہ بیمار ہو یا اُسکو تپ ہوا اور جو کہ بند ہو جاوے یا صف قتال میں ہووے یا قصاص اور رجم کیواسطے قید ہو تو وہ صحیح ہے اگر اپنی جورو کو طلاق بائن دیوے تو بعد اُسکے مرنیکے زوجہ وارث نہوگی اگرچہ اُسی حالت میں مرا ہووے یا قتل ہووے اور جو اُسکی زوجہ نے اُس سے خلع کر لیا یا اپنی زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا اور زوجہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا زوجہ کے حکم سے اُس کو تین طلاق دیے تو زوجہ اُسکی وارث نہ ہوگی ف اس واسطے کہ زوجہ ان صورتوں میں خود راضی طلاق سے ہوگئی ص اور اگر بے حکم زوجہ کے اُسکو تین طلاق دیے اور پھر اُس مرض سے صحت پا کے مر گیا تب بھی وارث نہ ہوگی ف اسواسطے کہ جب وہ مریض بیچ میں اچھا ہو گیا تو حکم مرض کا باقی نہ رہیگا ص اور اگر ایسے مریض نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ کو تین طلاق صحت میں دیے تھے اور گزر گئی عدت تیری اور عورت نے تصدیق کی بعد اُسکے خاوند نے اقرار کیا کہ زوجہ کا مجھ پر کچھ قرض ہے یا کچھ اُسکو وصیت کی تو اگر وصیت یا اقرار کم ہے میراث سے تو اُسکو اقرار اور وصیت کے موافق ملیگا اور اگر میراث کم ہے اقرار سے یا وصیت سے تو میراث ملیگی بہرحال جو کم ہوگا وہی ملیگا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک اقرار اور وصیت اُس کا صحیح ہے تو موافق اقرار یا وصیت کے ملیگا ص اور جو ایسے مریض نے تین طلاق دیے اُسکے امر سے حالت مرض میں پھر اقرار کیا اُس کے لئے قرض کا یا کچھ وصیت کی اُسکے لئے پس اُسکو جو کم ہوگا میراث یا اقرار و وصیت سے وہی ملیگا سب کے نزدیک ف اور جو ایسے مریض نے اپنی زوجہ کے تین طلاق کو معلق کیا ایسی شرط پر کہ وہ زوجہ کے اختیار میں نہیں ہے جیسے کسی وقت ماہ رجب وغیرہ کے ساتھ یا فعل سے کسی اجنبی کے اور یہ تعلیق حالت مرض میں کی اور شرط پائی گئی مثلاً کہا کہ اگر رجب آوے تو تجھکو تین طلاق ہیں یا زید نماز پڑھے تو تجھ کو تین طلاق ہیں ص اور اُسی حالت میں مر گیا تو زوجہ وارث ہوگی اور اگر حالت صحت میں تعلیق کی تو وارث نہ ہوگی اور جو ایسے مریض نے اپنی زوجہ کے تین طلاق کو اپنے فعل پر معلق کیا تو زوجہ اُسکی وارث ہوگی اگرچہ حالت صحت میں تعلیق کی ہو اور اگرچہ مرد کو اُس فعل سے چارہ ہے جیسے بات کرنے پر اجنبی سے یا چارہ نہیں ہے جیسے کھانا طعام کا اور نماز فرض اور بات کرنا ماں باپ سے اور اگر زوجہ کے فعل پر معلق کیا اور

۵۱ اسی طرح اگر وہ عورت مرگئی تو وہ مریض وارث نہ ہوگا اگرچہ عدت میں مرجاوے ۱۲ ہدایہ ۵۲ خواہ صراحةً تین طلاق دیوے یا کنایۃً ۱۲ ۵۳ واسطے مخالفت زوج کے اس لئے کہ عورت ایک طلاق رجعی پر راضی تھی نہ تین طلاق پر ۱۲ ۵۴ طلاق یعنی عدت پڑھ گیا ۱۲

تعلیق اور فعل زوجہ کا دونوں مرض میں واقع ہوئے اور فعل ایسا ہے کہ عورت کو اُس سے چارہ ہے جیسے بات کرنا اجنبی سے تو عورت وارث نہو گی اور اگر اُس فعل سے عورت کو چارہ نہیں جیسے نماز فرض اور کھانا طعام کا تو وارث ہوگی آور اگر تعلیق صحت میں ہے اور زوجہ کو اُس فعل سے چارہ ہے تو وارث نہو گی آور اگر چارہ نہیں ہے تو شیخین رح کے نزدیک وارث ہوگی اور نزدیک امام محمدؒ اور زفرؒ کے وارث نہو گی **ف** اور فخر الاسلامؒ نے ذکر کیا مبسوط میں کہ صحیح قول امام محمدؒ کا ہے **ص** اور جو طلاق رجعی معلق کیا کسی شرط پر اور قبل گزرنے عدّت کے وہ مرگیا تو ان سب صورتوں میں وارث ہوگی **ف** برابر ہے کہ طلاق دیا ہو صحت میں یا مرض میں اُسکی طلب سے یا بغیر اُسکی طلب کے اپنے فعل پر معلق کیا ہو یا زوجہ کے فعل پر اُس فعل سے چارہ ہو یا نہو چلپی **ص** اور تمام صورتوں میں اگر زوج بعد تمام ہونے عدت زوجہ کے مرا تو بالاتفاق اُس سے وارث نہو گی تو میراث خاص ہے اُسی صورت میں جب مرجاوے خاوند اور عدت نہ گزری ہو **ف** اس واسطے کہ لکھا تھا حضرت عمرؓ نے طرف شریحؒ کے جو شخص تین طلاق دے اپنی عورت کو اور وہ مریض ہو تو وارث کرو اُسکو جب تک وہ عدّت میں ہو اور جب اُسکی عدّت گزر جاوے تو نہیں ہے میراث واسطے اُس کے روایت کیا اس کو امام محمدؒ نے اور امام مالکؒ کے نزدیک بعد عدّت کے بھی وارث ہو گی جب تک وہ غیر سے نکاح نہ کرے جیسا کہ اوپر اس کا بیان تفصیل گزر چکا

ص باب رجعت کے بیان میں

اور جب طلاق دے مرد اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی تو جائز ہے خاوند کو کہ عدّت کے اندر پھر اُس سے رجعت کرے برابر ہے کہ وہ راضی ہو یا نہ ہو اور تین طلاق کے بعد رجعت جائز نہیں **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۤءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ **ترجمہ** اور جب طلاق دو تم عورتوں کو اور پہونچ جاویں وہ قریب اپنی میعاد کے تو روک رکھو اُنکو موافق دستور کے **ص** اور یہ حرہ میں ہے آور اگر لونڈی ہو تو ایک طلاق کے بعد اُس سے رجعت درست ہے **ف** اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی ایسی ہو جاتی ہے جیسے حُرہ بعد تین طلاق کے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق لونڈی کے دو ہیں اور عدت اُسکی دو حیض ہیں آور یہ حدیث اوپر گزری **ص** اگر کہے کہ رجوع کیا میں نے تجھ سے یا رجوع کیا میں نے اپنی عورت سے رجوع ثابت ہوگا اور اگر وطی کی یا بشہوت اُسکو مس کیا یا اُسکی فرج کیطرف بشہوت نظر کی تب بھی رجعت صحیح ہے آور امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر زبان کے کہنے کے رجعت ثابت نہو گی **ف** اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اور یہ مطلق ہے **ص** اگر زبان سے کہہ کے رجعت کرے تو مستحب ہے کہ اُس پر گواہ کرے اور عورت کو آگاہ کرے کہ میں نے تجھ سے رجعت کی **ف** اور گواہ کرنیکے یہ معنی ہیں کہ جب رجعت کا ارادہ کرے تو دو مردوں کے سامنے کہدے کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنی عورت سے رجعت کی **ص** اور اگر شہادت نکرے تو بھی رجعت صحیح ہے **ف** اور یہی مذہب ہے امام احمدؒ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک روایت میں رجعت نہیں صحیح ہے مگر گواہوں کے سامنے اور دلیل لاتے ہیں ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے سورہ طلاق میں وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور ہم کہتے ہیں کہ یہ امر واسطے استحباب کے ہے اور دلالت کرتا ہے اُس پر کہ اللہ تعالےٰ نے فرقت میں بھی فرمایا ہے فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اور جیسا کہ فرقت میں شہادت شرط نہیں ایسا ہی رجعت میں اور بھی دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی ابو داؤدؒ نے سُنن میں کہ عمران بن حصینؓ پوچھے گئے اُس شخص سے کہ طلاق دے اپنی عورت کو پھر جماع کرے اُس سے اور نہ گواہی کرے طلاق اور رجعت پر سو کہا کہ طلاق دیا اُس نے خلاف سُنت کے اور رجعت کی خلاف سُنّت کے گواہ کرلے طلاق پر اور رجعت پر کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجعت میں گواہ کرنا مسنون ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے آور بھی اس حدیث میں اشارہ ہے کہ رجعت جماع سے بھی ہو جاتی ہے نہ فقط قول سے اور یہی ہمارا قول ہے **ص** اور جو شخص کہ اپنی عورت کو طلاق رجعی دے تو مستحب ہے کہ اُس پر داخل نہ ہووے بدون اذن کے اور خبردار کرنے کے جو قصد اُسکی رجعت کا نکرے **ف** اور ماثور ہے یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے **ص** اگر خاوند نے طلاق رجعی کی عدّت گزرنیکے بعد دعوی کیا کہ میں نے عدّت میں عورت سے رجعت کی تھی اور عورت نے اُسکی تصدیق کی تو رجعت ثابت ہوگی اور اگر تکذیب کی تو دعوی باطل ہے اور رجعت ثابت نہو گی آور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت پر اس

صورت میں قسم نہیں کیونکہ رجعت ان چیزوں میں سے ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اُنمیں قسم نہیں **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک قسم لازم آویگی **ص**
اگر خاوندنے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی اور عورت نے کہا عدت میری گزر گئی اگر اُس مدت میں احتمال اُسکا ہوسکے تو امام صاحبؒ کے
نزدیک عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت ثابت نہو گی اور نزدیک صاحبینؒ کے رجعت ثابت ہو جاویگی اور اسی طرح اگر لونڈی کے خاوندنے بعد عدت
گزرنیکے اُسکے مالک سے کہا کہ میں نے اُس سے رجعت کر لی تھی عدت میں اور مالک نے اُسکی تصدیق کی اور لونڈی نے اُسکی تکذیب کی تو امام صاحبؒ
کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک قول مولیٰ کا اور اسیطرح اگر لونڈی سے اُسکے خاوندنے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی اور
لونڈی نے کہا کہ عدت میری گزر گئی اور مولیٰ اور خاوندنے اس کا انکار کیا تو بھی امام صاحبؒ کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک
قول زوج اور مولیٰ کا **ف** اور دلیل اسکی ہدایہ میں مذکور ہے **ص** جو عورت کہ عدت میں ہے اگر اُس کا تیسرا حیض دسویں روز تمام ہو تو مجرد پاک ہونے
کے عدت تمام ہو گئی اور اگر دس روز سے کم میں پاک ہوئی تو جبتک کہ غسل نکرے یا وقت ایک نماز فرض کا اُس پر نہ گزر جاوے یا تیمم کر کے نماز نہ ادا کرے
عدت تمام نہو گی اور اگر اُس نے غسل کیا اور ایک عضو کا دھونا بھول گئی اور خاوندنے رجعت کر لی درست ہے اور اگر ایک عضو سے کم چھوٹ گیا تو رجعت
ثابت نہو گی **ف** اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ مضمضہ اور استنشاق ترک کرنا بمنزلے ترک کرنے ایک عضو کامل کے ہے اور ان ہی سے ایک روایت میں
اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ ایک عضو کے حکم میں نہیں اسواسطے کہ اُنکی فرضیت میں اختلاف ہے بخلاف اور اعضاء کے کذا فی الہدایہ **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی
زوجہ حاملہ کو طلاق رجعی دیا اور اُسکے ساتھ وطی کرنیسے انکار کیا بعد اُسکے پھر اُس سے رجعت کر لی اور زوجہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کم میں جنی تو رجعت صحیح ہوگی
کیونکہ معلوم ہوا کہ زوجہ وقت طلاق کے حاملہ تھی اور بغیر وطی کے حاملہ نہیں ہوتی تو خاوند اپنے انکار میں کاذب ہوگا اسواسطے کہ لڑکا واسطے صاحب فراش
کے ہے **ف** اور اس باب میں حدیث وارد ہے ابو ہریرہؓ نے نقل کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکا صاحب فراش کا ہے اور زانی کو محرومی
ہے روایت کیا اسکو بخاریؒ اور مسلمؒ نے حدیث ہے اُنکی اور حضرت عائشہؓ کے ایک قصے میں اور روایت کیا اسکو نسائیؒ نے ابن مسعودؓ سے اور ابو داودؒ نے عثمانؓ
سے **ص** اور اگر بعد جننے کے ایک طلاق رجعی دیا اور وطی سے انکار کیا بعد اُسکے ایام عدت میں اُس سے رجعت کر لی تو صحیح ہے **ف** اور دلیل اُسکی اوپر گزری
ص اور اگر بعد خلوت کے عورت کیساتھ اُسکو طلاق رجعی دیا اور وطی سے انکار کیا بعد اُسکے اُس سے رجعت کی رجعت صحیح نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ عورت وقت طلاق
سے قبل گزرنے دو سال کے لڑکا جنی تو رجعت درست ہوگی اسلئے کہ جب دو برس سے کم میں بچہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وقت رجعت کے حمل موجود تھا اور اگر کسی
شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو تجھکو طلاق ہے تو جب وہ عورت جنے گی طلاق پڑ جاویگا اور اگر بعد چھ مہینے کے یا زیادہ کے دوسرا لڑکا جنی تو رجعت
ثابت ہو گی اور اگر کم میں چھ مہینے سے جنی تو رجعت نہ ہوگی **ف** اور دلیل اسکی اصل میں مسطور ہے **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جب تو جنے گی
تو تجھ کو طلاق ہے اور عورت تین حمل میں تین بار جنی تین طلاق پڑ جاوینگے اور دوسرے لڑکے سے اور تیسرے لڑکے سے رجعت ہو جاویگی **ف** اسواسطے کہ
جب پہلا لڑکا پیدا ہوا تو طلاق پڑ گیا اور عورت معتدہ ہو گئی اور دوسرے لڑکے سے پھر خاوند کی رجعت ثابت ہو گئی اور دوسرا طلاق پڑ گیا اور تیسرے لڑکے
سے پھر خاوند کی رجعت ثابت ہو گئی اور تیسرا طلاق پڑ گیا ہدایہ **ص** اور اُس پر عدت حیض سے ہوگی **ف** اسواسطے کہ تیسرا لڑکا جننے کے بعد تیسرا طلاق واقع ہوا
پس عدت ولادت سے نہ ہوگی **ص** جس عورت کو طلاق رجعی دیا ہو تو وہ عدت میں زینت کرے اور اپنے تئیں آراستہ کرے تاکہ خاوند رغبت کرے اور
اس سے رجعت کرے **ف** ہدایہ میں ہے کہ رجعت مستحب ہے اور زینت برانگیختہ کرتی ہے رجعت پر تو زینت بھی مشروع ہوگی انتہیٰ اور کشف الغمہ میں ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکروہ رکھتے تھے طلاق کو بے ضرورت اور رخصت دیتے تھے وقت ضرورت کے **ص** اور خاوند کو جائز نہیں کہ زوجہ کو جو عدت
میں طلاق رجعی کی ہو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے یہاں تک کہ اُسکی رجعت پر گواہ کر دے **ف** کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ الآية
یعنی نہ نکالو اُنکو اُنکے گھروں سے آخر آیت تک کفایہ حاشیۂ ہدایہ میں ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی اُن عورتوں میں جو معتدہ ہیں طلاق رجعی سے اور مراد یہاں
یہ ہے کہ شہادت کر دینا مستحب ہے جیساکہ اوپر گزرا **ص** اور خاوند کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ سے جس کو طلاق رجعی دیا ہو وطی کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک

[1] یعنی عدت گزرنے کا ۱۲ منہ [2] اسلئے کہ اُس نے قبل اس کے انقضائے عدت کی خبر نہیں کی پس ظاہر ابقائے عدت ہے کذا فی الاصل ۱۲ [3] حالت عذر میں ۱۲ [4] نماز فرض خواہ نفل ۱۲ [5] تاکہ ایک طلاق سے بائن ہو جاوے ۱۲ [6] اس واسطے کہ مرد نے انکار کیا وطی کا اور تکذیب شرعی پائی نہیں گئی
پس انکار اس کا ایسا رجعت ہوگا کذا فی الاصل ۱۲ [7] اسلئے کہ اگر بعد طلاق کے یہ حمل قرار دیا جائے تو یہ وطی حرام ہوگی اسواسطے کہ وہ منکر وطی ہے ورجوع صحیح نہ ہوگی اور فعل مسلم کو حرام سے بچانا واجب ہے ۱۲ [8] عبدہٗ [9] اور یہ دلیل وہی ہے ۱۲ [10] تو متہم بالزنا نہ ہو ۱۲

وطی درست نہیں یہانتک کہ زبان سے پہلے رجعت کرے اور ہمارے نزدیک وطی خود رجعت ہے **ف** اور یہی قول ہے امام احمدؒ کا اور ہماری دلیل قول ہے عمران بن حصینؓ کا جیسا کہ گزرا روایت کیا اُسکو ابو داؤدؒ نے آور دوسرے یہ کہ وہ بمنزلہ زوجہ کے ہے کیونکہ اگر اُسکو دوسرا طلاق دے تو پڑجاتا ہے اور وارث ہوتی ہے آور تیسرے یہ کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ اور خاوند اُنکے زیادہ حقدار ہیں اُنکے پھیر لینے پر اور خاوند عورت کا نہیں ہوسکتا جبتک وہ عورت اُسکی زوجہ نہو اور تفصیل اُسکی تفاسیر میں مذکور ہے **ص** اور جب عورت کو طلاق بائن دے تین سے کم تو مرد کو جائز ہے کہ اُس عورت سے عدت میں یا بعد عدت کے نکاح کرے **ف** اسواسطے کہ جب تین طلاق دیگا تو اُس کا حکم آگے آتا ہے **ص** اور اگر تین طلاق دے آزاد کو یا دو لونڈی کو تو پھر اُسکو حلال نہیں ہوتی جبتک کہ اُس عورت سے وطی نہ کرے دوسرا خاوند بہ نکاح صحیح اور پھر دوسرا خاوند اُسکو طلاق دے یا مر جائے اور عدت گزر جاوے یہ مذہب اکثر لوگوں کا ہے اور سعید بن المسیبؒ کے نزدیک دوسرے خاوند کی وطی شرط نہیں بلکہ فقط نکاح کافی ہے اور دلیل لاتے ہیں ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اور ہماری دلیل حدیث عُسیلہ کی ہے اور وہ حدیث مشہور ہے اس سے زیادتی کلام اللہ پر درست ہے تو حلالہ کرنا بدون وطی کے مخالف ہے اس حدیث کے یہانتک کہ اگر قاضی اُسکا حکم دے تو حکم اُسکا جاری نہوگا **ف** میزان شعرانی میں ہے کہ اتفاق کیا ائمہ اربعہؒ نے کہ جو شخص تین طلاق دے اپنی عورت کو تو پھر اُسکو وہ درست نہیں یہانتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور نکاح سے مراد اس مقام پر وطی ہے آور نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نکاح فاسد سے وطی ہو تو حلال نہ ہوگی انتہی اور حدیث عُسیلہ یہ ہے کہ داخل ہوئی عورت رفاعہؓ قرظی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور کہا کہ تحقیق رفاعہؓ نے طلاق بائن دیا مجھ کو اور عبد الرحمن بن زبیرؓ نے نکاح کیا مجھ سے اور اُس کے پاس کنارہ ہے کپڑے کا اور پکڑ لیا اپنی چادر کے کنارے کو تو تبسم فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور فرمایا کہ شاید تو چاہتی ہے کہ پھر رفاعہؓ کے پاس جاوے نہیں ہوگا یہ جبتک تو نہ چکھے شیرینی عبد الرحمن بن زبیرؓ کی اور وہ شیرینی تیری روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ اور اصحاب سنن نے آور ایک روایت میں صحیحین کی ہے کہ تین طلاق دیے تھے اُسکو رفاعہؓ نے اور ایسا ہی اخراج کیا اُس کا مالکؒ نے مؤطا میں اور نام رفاعہؓ کی عورت کا تیمہ بنت وہب تھا آور بھی روایت کی جماعت نے حضرت عائشہؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اُس شخص سے کہ تین طلاق دے اپنی زوجہ کو اور پھر نکاح کرے وہ عورت کسی اور سے اور طلاق دے وہ اُسکو قبل جماع کے کیا حلال ہے وہ عورت اب پہلے خاوند کیواسطے فرمایا آپ نے نہیں یہانتک کہ چکھے دوسرا خاوند مزہ اُس کا جیسا کہ چکھا تھا اول خاوند نے اور بھی اخراج کیا ابن المنذرؒ نے مقاتل بن حبان سے مانند اسکے **ص** اور جو لڑکا قریب بلوغ کے ہو وہ بھی حلالہ میں مثل بالغ کے ہے **ف** جب حشفہ فرج میں داخل ہو جاوے آور لڑکا بعضوں نے لکھا ہے کہ بارہ برس کا ہووے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ دس برس کا ہو اور ہدایہ میں ہے کہ معنی اُس کے یہ ہیں کہ آلت اُسکا متحرک باشہوت ہوتا ہو آور نہایہ میں ہے نقلاً عن التمرتاشی کہ اگر بہت بوڑھا شخص اپنے آلت کو ہاتھ کے زور سے داخل کر دے تو حلالہ ثابت نہوگا بہرحال شہوت اور ادخال معتبر ہے **ف** اور ایسے لڑکے کو مراہق کہتے ہیں یعنی قریب بلوغ کے ہووے اور اُسکے امثال جماع کرتے ہوں آور ضرور ہے کہ آلت اُس کا متحرک ہو اور اشتہا ہوئے جماع کی اور اگر نکاح کیا عورت سے شرط پر حلالہ کے تو مکروہ ہے **ف** مثلاً کہے کہ نکاح کرتا ہوں میں تجھ سے اس شرط سے کہ حلال کر دونگا تجھ کو یا عورت کہے آور چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ اگر دونوں اپنے دلمیں نیت کریں اور شرط نکریں زبان سے تو مکروہ نہیں بلکہ اجر پاویں گے واسطے قصد اصلاح کے اور یہ نکاح اسواسطے مکروہ ہے کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلالہ کرنیوالے پر اور جس کے واسطے حلال کیجاوے روایت کیا اسکو دارمیؒ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے اور ابن ماجہؒ نے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور عقبہ بن عامرؓ سے آور ظاہر یہ ہے کہ یہ قول مقتضی ہے تحریم کو **ص** لیکن حلال ہو جاویگی واسطے اول خاوند کے اور جسوقت کہ طلاق دی عورت آزاد کو ایک یا دو اور عدت اُسکی گزر گئی اور دوسرے خاوند سے نکاح کیا پھر اول خاوند پاس لوٹ آئی تو اب پھر اول خاوند مالک تین طلاق کا ہوگیا اور امام محمدؒ کے نزدیک مالک ایک طلاق کا رہیگا اگر دو طلاق دیچکا تھا اور دو طلاق کا اگر ایک دے چکا تھا **ف** اجماع کیا ائمہ اربعہؒ نے کہ دوسرا خاوند ساقط کر دیتا ہے تین طلاقوں کو اول خاوند سے تو اگر پھر وہ عورت اول کے پاس لوٹ آوے تو مالک تین طلاق کا ہو جائیگا اور تین سے کم میں اختلاف ہے

لہ یعنی لونڈی کو ایک طلاق اور آزاد کو دو طلاق ۱۲
ﷺ ۱ ب زوج اول کو اس سے نکاح جائز ہے ۱۲

اور ہماری دلیل قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ لعنت کی اللہ نے حلال کرنیوالے پر اور جس کے واسطے حلال کیجاتی ہے تو معلوم ہوا کہ دوسرا خاوند حلت کا ثابت کرنیوالا ہے اور دوسرے یہ کہ جب تین طلاق کو ساقط کر دیا تو تین سے کم کو بدرجۂ اولیٰ ساقط کر دیگا اور یہ بھی دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی محمدؒ بن الحسن نے کتاب الآثار میں ابن عباسؓ سے اِنَّہٗ قَالَ یَھْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِی الْوَاحِدَۃَ وَالثِّنْتَیْنِ وَالثَّلٰثَ یعنی ساقط کر دیتا ہے دوسرا خاوند ایک طلاق اور دو اور تین کو اور ایسا ہی کہا ابن عمرؓ نے اور امام محمدؒ کی دلیل وہ ہے جو روایت کی بیہقیؒ نے طریق شافعیؒ سے حمید بن عبدالرحمنؒ اور عبداللہ بن عبداللہ اور سلیمانؒ بن یسار سے کہ ان سب نے سُنا ابوہریرہؓ سے کہ فرماتے تھے پوچھا میں نے عمرؓ بن الخطاب سے اُس شخص سے کہ طلاق دیا اپنی عورت کو ایک یا دو پھر عدت اُسکی گزر گئی اور نکاح کیا اُس نے دوسرے خاوند سے اور پھر نکاح کیا اُس سے اول خاوند نے کہا حضرت عمرؓ نے کہ وہ عورت اُتنی ہی طلاق پر ہے جتنے باقی رہے اور بھی روایت کی بیہقیؒ نے حکم بن عیینہ سے اُنھوں نے یزید بن جابرؒ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے کہ سُنا اُنھوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہ فرماتے تھے وہ عورت اُتنے پر ہے جتنے طلاق باقی رہے یہ خلاصہ ہے اُسکا جو ذکر کیا اس مقام پر زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں ص اور جس عورت کو تین طلاق دیے ہیں اگر اُس نے بعد ایسی مُدت کے کہ اُسمیں حلالہ ہوسکتا ہے کہا کہ میں حلالہ سے فارغ ہوئی اور خاوند کو گمان غالب ہوا کہ یہ سچی ہے تو اُس کو درست ہے کہ اُسے نکاح میں لاوے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اقل اس مدت سے اُنتالیس روز ہیں اسواسطے کہ حلالہ میں تین حیض اور دو طُہر ضرور ہیں اور اقل مدت حیض کی تین روز ہیں اور طہر کی پندرہ دن تو سب ملاکر اُنتالیس روز ہوئے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ص باب ایلاء کے بیان میں

ایلاء شرع میں اُسے کہتے ہیں کہ خاوند قسم کھالے کہ مدت ایلاء میں عورت سے قریب نہ ہونگا پس نہیں ایلاء ہے جو قسم کرے کم مدت ایلاء پر مدت ایلاء کی واسطے آزاد عورت کے چار مہینے ہیں ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْھُرٍ الایۃ ترجمہ جو لوگ کہ ایلاء کرتے ہیں اپنی عورتوں سے انتظار ہے چار مہینے کا ص اور واسطے لونڈی کے دو مہینے ہیں ف اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مدت ایلاء کی واسطے لونڈی اور آزاد دونوں کیلئے چار مہینے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک مدت ایلاء کی واسطے غلام کے دو مہینے ہیں اور واسطے مرد آزاد کے چار مہینے تو وہ مدت ایلاء میں اعتبار مردوں کا کرتے ہیں اور ہم عورتوں کا ص اور حکم ایلاء کا یہ ہے کہ اگر وطی نہ کی چار مہینے تک تو بعد گزرنے مدت کے ایک طلاق بائن پڑجاویگا ف اور یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بعد گزرنے چار مہینے کے طلاق واقع نہ ہوگا بلکہ مُولی ٹھہرایا جاویگا کہ یا رجوع کرے یا طلاق دیوے اور دلیل اُنکی وہ ہے جو روایت کی بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جسوقت کہ گزر جاویں چار ماہ ٹھہرایا جاویگا یہانتک کہ طلاق دیوے اور روایت کی مالکؒ نے مؤطا میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہ وہ فرماتے تھے جسوقت کہ ایلاء کرے مرد اپنی عورت سے تو نہ واقع ہوگا اسپر طلاق تو اگر گزر جاویں چار مہینے ٹھہرایا جاویگا یہانتک کہ طلاق دیوے یا رجوع کرلے اور روایت کی امام احمدؒ نے حدیث حبیب بن ثابتؓ سے اُنھوں نے طاؤسؒ سے اُنھوں نے عثمانؓ سے مانند اُس کے اور جواب اس کا یہ ہے کہ معارض اُسکی ہے حدیث بخاریؒ کی وہ جو اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِیْبٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ قَالَا اِذَا اٰلٰی فَلَمْ یَفِیْٔ حَتّٰی مَضَتْ اَرْبَعَۃُ اَشْھُرٍ فَھُوَ تَطْلِیْقَۃٌ بَائِنَۃٌ یعنی فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہ جسوقت ایلاء کرے اور نہ رجوع کرے یہاں تک کہ گزر جاویں چار مہینے تو وہ ایک طلاق بائن ہے اور معارض ہے روایت مالکؒ کی وہ جو روایت کی عبدالرزاقؒ نے معمرؒ سے اُنھوں نے قتادہؒ سے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ تھے کہ فرماتے جسوقت کہ گزر جاویں چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہے اور عورت حقدار ہے اپنے نفس کی اور عدت کرے عدت مطلقہ کی اور بھی اخراج کیا عبدالرزاقؒ نے معمرؒ سے اُنھوں نے قتادہؒ سے کہ تحقیق حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان سبنے فرمایا کہ جس وقت گزر جاویں چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہے اور عورت مستحق ہے اپنے نفس کی اور عدت کرے عدت مطلقہ کی اور معارض ہے روایت احمدؒ کی وہ جو روایت کی عبدالرزاقؒ نے معمرؒ سے اُنھوں نے عطائے خراسانی سے اُنھوں نے ابی سلمہ بن عبدالرحمن سے کہ عثمان بن عفان اور زید بن ثابت فرماتے تھے ایلاء میں کہ جسوقت گزر جاویں چار مہینے سو وہ ایک طلاق ہے اور عورت حقدار ہے اپنے نفس کی اور عدت کرے عدت مطلقہ کی کہا شیخ ابن الہمامؒ نے وہ جو روایت کی ہم نے عثمان بن عفانؓ

اور زیدؓ بن ثابت سے بہتر ہے اس سے کہ روایت کیا اسکو احمدؒ نے عثمانؓ سے اسواسطے کہ ہماری سند جید ہے موصول ہے بخلاف روایت امام احمدؒ کے کیونکہ اُسمیں حال رجال کا معلوم نہیں حبیب تک اور مفصل کیا اُنھوں نے اُسکو اور نہیں معلوم ہے کہ طاؤس نے اخذ کیا ہے عثمانؓ سے اور وہ جو روایت کی مالکؒ نے محمدؒ بن علی سے اُنھوں نے علیؓ بن ابی طالب سے مرسل ہے مثل روایت قتادہؓ کے اور دونوں ہمعصر ہیں آور وہ جو روایت کی ہم نے عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے رجال اُن کے سب ایسے ہیں کہ اخراج کیا اُن سے شیخینؒ نے صحیحین میں تو نہیں تعوق ہے روایت بخاریؒ اور ابن عمرؓ سے ہماری روایت پر آور میں کہتا ہوں کہ اور بھی صحابہؓ سے مثل ہمارے مروی ہے اخراج کیا دارقطنیؒ نے مسلم ابن شہابؒ سے اُنھوں نے سعیدؒ بن المسیب سے اور ابی بکر بن عبدالرحمنؓ سے تحقیق کہ عمرؓ بن الخطاب فرماتے تھے جسوقت کہ گزر جاویں چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہے اور خاوند مالک ہے اُسکی رد کا جب تک وہ عدت میں ہے مگر اس سے ثابت ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوتا ہے اور مسند عبدالرزاقؒ میں ہے حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ قَالَ اٰلَى النُّعْمَانُ مِنِ امْرَأَتِهٖ وَكَانَ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَضَرَبَ فَخِذَهٗ وَقَالَ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَاعْتَرِفْ بِتَطْلِيْقَةٍ یعنی ایلار کیا نعمانؒ نے اپنی عورت سے اور تھے بیٹھے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تو ماری اُنھوں نے ران اپنی اور کہا کہ جسوقت گزر جاویں چار مہینے تو سمجھ لے ایک طلاق آور زیلعی تخریج ہدایہ میں ہے کہ نکالا ابن ابی شیبہؒ نے مانند ہمارے مذہب کے ابن الحنفیہ اور شعبیؒ اور نخعیؒ اور مسروقؒ اور حسنؒ اور ابن سیرینؒ اور قبیصہؒ اور سالمؒ اور ابی سلمہؒ سے اور بھی نکالا دارقطنیؒ نے ان سب سے اور بھی اخراج کیا عبدالرزاقؒ نے عطارؒ اور جابرؒ بن زید اور عکرمہؒ اور ابن المسیب اور ابی بکرؒ بن عبدالرحمن اور مکحولؒ سے مثل ہمارے مذہب کے آور ہدایہ میں ہے وَهُوَ الْمَاثُوْرُ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَالْعَبَادِلَةِ الثَّلٰثَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ آور کہا امام محمدؒ نے مؤطا میں پہونچا ہمکو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور تین عبداللہ اور زید بن ثابتؓ سے کہ کہتے تھے جسوقت سے ایلار کیا مرد نے اپنی عورت سے اور گزر گئے چار مہینے قبل رجوع کے تو وہ عورت بائنہ ہو گئی ساتھ ایک طلاق بائن کے آور فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تفسیر آیت شریف میں مانند اس کے اور ابن عباسؓ زیادہ جاننے والے ہیں تفسیر قرآن کو غیر سے اور یہی قول ابی حنیفہؒ کا ہے اور اکثر فقہا کا انتہی ص تو مدت ایلار سے کم کی اگر قسم کھاویگا تو ایلار ثابت نہوگا ف اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نہیں ایلار ہے کم میں چار مہینے سے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جب ایلار کرے مرد عورت اپنی سے ایک مہینے یا دو مہینے یا تین مہینے اور میعاد تک نہ پہونچے یعنی چار مہینے تک تو نہیں ہے وہ ایلار اور اخراج کیا مانند اسکے عطارؒ اور طاؤسؒ اور سعید بن جبیرؒ اور شعبیؒ سے اور روایت کی بیہقیؒ نے کہ کہا ابن عباسؓ نے تھا ایلار جاہلیت کا ایک برس اور دو برس اور زیادہ اس سے اور اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا اسکے واسطے چار مہینے کو تو اگر کم ہو چار مہینے سے تو نہیں ہے ایلار وہ ایسا ہی ذکر کیا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں ص اور اگر وطی کر لی مدت ایلار میں تو قسم میں حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا لازم آویگی ف اور اس کا بیان آگے آتا ہے ص اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا تعالیٰ کی میں تجھ سے قربت نہ کرونگا یا خدا کی قسم چار مہینے تک قربت نہ کرونگا یا کہا کہ اگر میں تجھ سے نزدیکی کروں تو مجھ پر حج ہے یا روزہ ہے یا صدقہ یا تو طالق ہے یا غلام میرا آزاد ہے تو ان سب صورتوں میں ایلار ثابت ہوگا ف اور یہی قول ہے امام شافعیؒ کا اور دلیل اسکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جو قسم کہ مانع ہو جماع سے وہ ایلار ہے ذکر کیا اس کو شیخ عبدالوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں ص اب اگر مدت ایلار میں اُس کے ساتھ نزدیکی کرے تو اگر قسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھائی ہے تو کفارہ قسم کا لازم آویگا ف اور ذکر کیا اس مسئلے کو میزان میں مسائل مجمع علیہا سے مگر قول قدیم شافعیؒ میں ہے کہ اُن کے نزدیک کفارہ لازم نہیں آتا اسواسطے کہ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ فَاءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ سو اگر رجوع کریں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے بڑا مہربان اور اللہ تعالیٰ نے جب وعدہ کیا مغفرت کا تو اب اُس کا گناہ عفو ہو گیا اور کفارہ لازم نہ ہوگا اور ہمارا جواب یہ ہے کہ وعدہ مغفرت کا آخرت میں ہے اس سبب سے کہ حانث ہوا یمین میں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ الآیۃ اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيَاْتِ بِمَا هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ یعنی جو شخص کہ قسم کھاوے کسی امر پر اور پھر خلاف اُس کے بہتر دیکھے تو کرے وہ کام خلاف

اور کفارہ دے قسم کا اور بیان کفارہ قسم کا اور اس حدیث کا کتاب الیمین میں انشاراللہ آویگا اور روایت کی ترمذی نے عائشہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے کہ ایلار کیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے اور حرام کیا پھر کیا حرام کو حلال اور دیا قسم کا کفارہ کہا شیخ ابن حجر نے کہ راوی اسکے ثقہ ہیں اور یہ حدیث ظاہر ہے کہ ہمارے مطلوب پر دلالت کرتی ہے ص ورنہ جزاف یعنی حج کی صورت میں حج کرنا پڑیگا اور روزے کی صورت میں روزہ اور غلام آزاد ہونے کی صورت میں غلام آزاد ہو جاویگا ص اور ساقط ہو جاویگا ایلار آور اگر اس مدت میں اُس سے وطی نہ کی ایک طلاق بائن پڑ جاویگا ف اور دلیل اسکی اوپر گزر چکی ص اور قسم موقت ساقط ہو جاویگی ف قسم موقت اُسکو کہتے ہیں کہ اُس میں کوئی مدت معین مذکور ہووے ص تو اگر کہا قسم خدا کی تجھ سے وطی نہ کرونگا چار مہینہ تک اور وطی نہ کی تو وہ مطلقہ بائنہ ہو جاویگی جو پھر اُس سے نکاح کرے اور چار مہینے تک اُس سے نزدیکی نہ کرے تو طلاق واقع نہ ہوگا اور قسم مؤبد ساقط نہ ہوگی ف یعنی جس قسم میں کوئی مدت مقرر نہ کرے مثلاً یوں کہے قسم خدا تعالیٰ کی میں تجھ سے قربت نہ کرونگا ص تو اگر بعد بائنہ ہونے اور نکاح کے پھر چار مہینے تک اُس سے نزدیکی نہ کی پھر طلاق واقع ہوگا پھر اگر اُس سے نکاح کرے اور نہ قریب ہو چار مہینے تو پھر طلاق واقع ہوگا اور یہ تیسر طلاق ہے اور عورت بائن ہو جاویگی ف یعنی اب بدون حلالہ کے اُس سے نکاح درست نہیں ہے ص اور اگر حلف مؤبد میں بعد تین طلاق کے اور حلالہ کے پھر اُس سے نکاح کیا تو ایلار ساقط ہو جاویگا اور قسم باقی رہیگی تو اب اگر چار مہینے تک اُس سے نزدیکی نہ کریگا طلاق واقع نہ ہوگا اسواسطے کہ ایلار باقی نہیں رہا اور اگر نزدیکی کریگا حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا لازم ہوگی اسواسطے کہ قسم باقی ہے اور یہ صورت جب ہے کہ قسم کو سوا طلاق کے اور چیزوں پر معلق کیا ہو اور اگر طلاق پر ہو ف جیسے کہے اگر میں تجھ سے نزدیکی کروں تو تو طلاق ہے ص تو قسم باقی نہ رہیگی اس واسطے کہ تنجیز یعنی بالفعل تین طلاق دینا باطل کرتا ہے تعلیق کو ف جیسا کہ اوپر کتاب الطلاق میں بیان کر چکے تو صورت مسئلے کی یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تجھ کو طلاق ہے اور پھر بالفعل اُسکو کسی طرح سے تین طلاق دیدیے اور وہ عورت بعد حلالہ کے پھر نکاح میں آئی تو اب اگر قربت کریگا طلاق واقع نہوگا اسواسطے کہ تنجیز باطل کرتی ہے تعلیق کو ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی میں تجھ سے نزدیکی نہ کرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد ان دو مہینوں کے تو ایلار ثابت ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دو مہینے میں تجھ سے قربت نہ کرونگا اور ایک مہینے توقف کر کے پھر کہا قسم خدا کی میں تجھ سے دو مہینے قربت نہ کرونگا بعد اُن دو مہینوں کے جو اول ہیں اس کے تو ایلار نہ ہوگا اس واسطے کہ پہلے دن تو قسم کھائی تھی دو مہینے پر ف اور دو مہینے سے ایلار ثابت نہ ہوگا ص اور دوسرے دن قسم کھائی چار مہینے پر مگر ایک دن کم ف اس واسطے کہ اول دو مہینوں سے ایک دن گزر گیا ہے تو سب چار مہینے پورے نہ ہوئے تو مدت ایلار کی تمام نہ ہوگی ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی ایک سال تجھ سے نزدیکی نہ کرونگا مگر ایک دن تو ایلار ثابت نہ ہوگا ف اسواسطے کہ ایلار اُس وقت ہوتا ہے کہ چار مہینے تک خاوند کو بغیر لازم ہونے جزا یا کفارہ کے امکان وطی نہ ہووے اور اس جگہ ممکن ہے بغیر لازم آنے کسی چیز کے ایک روز اُس سے وطی کرے لیکن اگر ایک روز وطی کر لی اور بعد وطی کے چار مہینے یا زیادہ اُس سے باقی رہے تو ایلار ثابت ہوگا اس واسطے کہ اب امکان وطی کا بغیر لازم آنے جزا یا کفارے کے جاتا رہا ہدایہ ص اگر کوئی شخص بصرے میں ہے اور اُس نے قسم کھائی کہ میں کوفے میں نہ جاؤنگا اور عورت اُسکی کوفہ میں ہے تو ایلار نہ ہوگا ف کیونکہ ممکن ہے کہ عورت کو کوفے سے باہر نکال کے اُس سے وطی کرے ص جس عورت کو کہ طلاق رجعی دیا ہے قبل گزرنے عدت کے اُس سے ایلار درست ہے اور جو عورت کہ اُس کو طلاق بائن دیا ہے یا اجنبیہ ہے تو اس سے ایلار جائز نہیں ف تو اگر بعد قسم کے اس عورت مبائنہ کو یا اجنبیہ کو نکاح میں لایا اور اُس سے وطی کی حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا لازم ہوگی لیکن اگر اُس سے چار مہینے تک وطی نہ کریگا تو ایلار نہ ہوگا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایلار اپنی بیبیوں کے ساتھ خاص ہے نہ غیر عورتوں سے ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے ایلار کیا اور بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغر سنی عورت کے یا رتق کے ف رتق کے معنی بند ہو جانا اور کہتے ہیں کہ یہ عورت رتقا ہے یعنی اس سے جماع نہیں کر سکتے بسبب اس بات کے کہ اُس میں سوا پیشاب کرنے کی جگہ کے اور کوئی سوراخ نہیں ھٰکَذَا فِی الْمُغْرِب ص یا بسبب ہونے زوجہ کے چار مہینے کی راہ پر وطی سے عاجز ہوئے تو اس کا رجوع زبان سے ہو جاوے گا یعنی زبان سے کہدے

کہ رجوع کیا میں نے اُس سے تو اگر مدت ایلاء کی گزر جاوے طلاق واقع نہ ہو گا جب وہ عاجز ہے تو اگر قبل مدت گزرنے کے وطی پر قادر ہو گیا اور عذر جاتا رہا تو اب رجوع اُسکا بغیر وطی کے نہ ہو گا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اگر نیت کی طلاق کی تو ایک طلاق بائن پڑ جاویگا اور اگر نیت کی ظہار کی یا تین طلاق کی یا جھوٹ کہنے کی تو جو نیت کی ہے اُس کے موافق پڑے گا ف اور مروی ہے مؤطا میں کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے اَنْتِ عَلَیَّ حَرَامٌ میں وہ تین طلاق ہیں اور یہ جب ہے کہ نیت کرے تین طلاق کی اور دلیل اس پر اثر حضرت عمرؓ کا ہے کہ جو شخص کہے عورت سے اَنْتِ حَرَامٌ تو وہ حرام ہے اور جو شخص کہے اَنْتِ بَائِنَۃٌ تو وہ بائنہ ہے اور جو شخص کہے اَنْتِ طَالِقٌ ثَلٰثًا تو تین طلاق پڑ جاویں گے تو لازم آویگا ہر شخص کو جیسا اُس نے لازم کیا اپنے اوپر اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ وہ کہتے تھے اَنْتِ حَرَامٌ قسم ہے کفارہ دے اُس کا اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے حرام کیا اپنے اوپر اپنی عورت کو سو وہ کچھ نہیں ذکر کیا ان سب آثار کو کشف الغمہ میں اور ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ مدار نیت پر ہے ص اور اگر نیت کی اپنے اوپر حرام کرنے کی یا کچھ نیت نہ کی تو وہ ایلاء ہو جاوے گا اور بعضوں کے نزدیک اگر زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہا کہ جو مجھ پر حلال ہے وہ میرے اوپر حرام ہے یا کہا کہ جو میرے سیدھے ہاتھ میں ہووے وہ مجھ پر حرام ہے طلاق واقع ہو جاویگا بغیر نیت کے واسطے عرف کے اور استعمال کے اور اسی پر فتوےٰ ہے

ص باب خلع کے بیان میں

ف خلع کہتے ہیں زوجیت زائل کرنے کو مقابلے میں اُس مال کے کہ خاوند زوجہ سے لیتا ہے ص نہیں حرج ہے ساتھ خلع کے وقت حاجت کے ف مثلاً آپس میں ایسی لڑائی ہو جائے کہ اصلاح اُس کی نہ ہو سکے اور بدون حرج کے مکروہ ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورتیں کہ شرارت کرتی ہیں اپنے خاوند سے اور جو عورتیں خلع کرتی ہیں وہ ہی عورتیں منافق ہیں اور مراد اس سے یہی ہے کہ بغیر حاجت کے ہووے کیونکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ یعنی پس اگر تم خوف کرو اس بات کا کہ نہ قائم کر سکیں گے حدیں اللہ کی تو نہیں ہے گناہ اُن دونوں پر اس چیز میں کہ بدلہ دیوے عورت ساتھ اُس کے آور روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ عورت ثابت بن قیس کی آئی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور کہا یا رسولؐ اللہ ثابت بن قیس نہیں عیب لگاتی ہوں میں اُس پر خلق و دین میں ولیکن میں مکروہ جانتی ہوں ناشکری کو شوہر کی اسلام میں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا رد کریگی تو اُس پر باغ اُس کا کہا ہاں پھر فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت کو قبول کر باغ اور دے اسکو طلاق روایت کیا اسکو بخاریؒ نے اور ایک روایت میں اُسکی ہے کہ حکم کیا ثابت کو طلاق دینے اُس عورت کے اور ایک روایت میں ابن ماجہؒ کی ہے کہ ثابت بن قیس تھا بدصورت اور عورت نے اُسکی کہا کہ اگر نہوتا خوف اللہ کا تو جب آتا میرے پاس تو تھوکتی میں مُنھ پر اُس کے آور امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ یہ اوّل خلع تھا اسلام میں اور نام ثابت بن قیس کی بیوی کا جمیلہ بنت عبد اللہ بن اُبی ہے اور دار قطنیؒ نے اخراج کیا کہ نام اُس کا زینب ہے اور ایک روایت میں ابو داؤدؒ اور ابن حبانؒ اور بیہقیؒ کی ہے کہ نام اُس کا حبیبہ بنت سہل تھا کہا شیخ ابن حجر نے کہ شاید اُس کے دو نام ہیں اور ایک حدیث میں حبیبہ واقع ہے اور جو مجھ کو ظاہر ہوا کہ ثابت بن قیس کے دو قصے ہیں کہ دو عورتوں میں اُسکی واقع ہوئے کیونکہ دونوں طریقے صحیح ہیں ص بدلے میں اُس مال کے کہ صلاحیت رکھتا ہے مہر ہونے کی اور ایک طلاق بائن خلع سے پڑ جائیگا ف اور یہی مشہور ہے قول امام شافعیؒ کا اور ایک روایت میں اُن سے اور امام احمدؒ کے نزدیک خلع فسخ ہے اور طلاق نہیں ہے تو بعد دو طلاق کے اگر خلع کیا تو اُن کے نزدیک پھر نکاح کرنا اُس سے درست ہے اور ہمارے نزدیک درست نہیں اور استدلال دونوں مذہب کا اسی آیت سے ہے جو خلع میں وارد ہوئی ہے اور طریقہ استدلال کتب اصول میں مذکور ہے آور بھی امام شافعیؒ دلیل لاتے ہیں اثر ابن عباسؓ سے کہ وہ پوچھے گئے ایک شخص سے کہ دو طلاق دے اپنی عورت کو پھر خلع کرے اُس سے آیا درست ہے کہ اب اُس سے نکاح کرے تو فرمایا اُنھوں نے کہ ہاں درست ہے چاہے نکاح کرے اُس سے روایت کیا اس کو ابن الجوزیؒ نے اور اخراج کیا اس کا عبد الرزاقؒ نے اور روایت کی دار قطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ خلع فرقت ہے اور ایسا ہی مروی ہے حضرت عثمانؓ سے

اور دلیل ہماری وہ ہے جو ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلع ایک طلاق بائن ہے اور روایت کی دار قطنیؒ اور بیہقیؒ نے سنن میں عباد بن کثیر سے اُنھوں نے ایوبؒ سے اُنھوں نے عکرمہؒ سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خلع کو ایک طلاق بائن اور روایت کیا اس کو ابن عدیؒ نے کامل میں اور ضعیف کیا اسکو ساتھ عُباد بن کثیر ثقفی کے اور روایت کی بخاریؒ سے کہ وہ متروک ہے اور کہا نسائی نے متروک الحدیث ہے اور شعبہ سے کہ اُنھوں نے کہا پرہیز کرو اُسکی حدیث سے اور سکوت کیا اُس سے دار قطنیؒ نے اور ایک طریقہ اس حدیث کا صحیح ہے وہ جو روایت کی عبد الرزاقؒ نے سعید بن المسیب سے مرسلاً تحقیق کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خلع کو ایک طلاق بائن اور یہ مرسل ہے صحیح اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے خصوصاً جب کہ مؤید ہوا اُسکی حدیث مسند اور حکم کیا امام شافعیؒ نے بھی کہ مراسیل سعید بن المسیب کے انکو حکم وصل کا ہے کیونکہ میں نے اُنکو مسانید پایا اور حدیث ثابت بن قیس کی جو اوپر گزری ہمارے مذہب پر دلالت کرتی ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عثمانؓ سے کہ اُنھوں نے کیا خلع کو ایک طلاق اور حضرت ابن مسعودؓ سے کہ اُنھوں نے کہا نہیں ہوتا ہے طلاق بائن مگر فدیے میں یا ایلاء میں اور ایسا ہی روایت کی حضرت علیؓ سے اور تفصیل کی اُس کی اس مقام میں شیخ ابن الہمامؒ نے ص اور اگر شرارت خاوند کی طرف سے ہے تو بدلہ خلع کا لینا مکروہ ہے ف تحریماً اس واسطے کہ روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں اَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِذَا کَانَ الظُّلْمُ مِنْ قِبَلِ الْمَرْاَۃِ فَقَدْ حَلَّتْ لَکَ الْفِدْیَۃُ وَاِنْ کَانَ مِنْ قِبَلِ الرَّجُلِ فَلَا تَحِلُّ لَہُ الْفِدْیَۃُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاْخُذُ ط یعنی کہا ابراہیم نخعیؒ نے کہ جب ہووے ظلم طرف سے عورت کے تو حلال ہے تجھ کو فدیہ لینا اور اگر ہو طرف سے مرد کے تو نہیں حلال ہے اُس کو فدیہ کہا محمدؒ نے اسی سے ہم اخذ کرتے ہیں ص اور اگر شرارت طرف سے عورت کے ہووے تو جتنا مہر دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے مراسیل میں اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاقؒ نے قصہ ثابت بن قیسؓ میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اُن کی عورت سے کیا پھیر دیتی ہے تو اُس پر اس کے باغ کو کہ اُس نے تجھ کو مہر میں دیا ہے کہا اُس نے ہاں اور کچھ زیادہ تو فرمایا آپؐ نے کہ زیادہ نہیں اور نکالا اسکو دار قطنیؒ نے اسی طرح اور کہا کہ اسناد کی اُس کی ولید نے ابن جریج سے اُنھوں نے عطاء سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے اور مرسل صحیح ہے اور نکالا ابن الجوزیؒ نے طریق دار قطنی سے ابی الزبیرؒ سے کہ ثابت بن قیس بن شماس تھی اُن کے پاس زینب بنت عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور مہر میں دیا تھا اُس کو ایک باغ تو مکروہ جانا اُسکو اُسکی عورت نے تب فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا پھیر دیتی ہے تو اُس پر باغ کو کہا اُس نے ہاں اور کچھ زائد تو فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیکن زیادتی تو نہیں تب لے لیا اُس باغ کو ثابت نے اور چھوڑ دیا اُس کو آخر حدیث تک کہا ابن الجوزیؒ نے کہ اسناد اسکی صحیح ہے اور کہا دار قطنیؒ نے کہ سُنا اُسکو ابو زبیرؒ نے کتنے لوگوں سے اور بھی نکالا دار قطنیؒ نے اپنی سند سے عطاء سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ لیوے مرد اس عورت سے جس سے خلع کرے زیادہ اُس سے کہ دیا ہے اُسکو اور روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے اور اس میں ہے کہ حکم کیا ثابت کو کہ لے لیوے باغ اپنا اور نہ زیادہ لیوے کہا بعض محققینؒ نے کہ نہیں شک ہے ثبوت اِس زیادت میں ساتھ مرسل صحیح کے کہ مؤید ہوگئی ساتھ مسند اور مرسل کے اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں اور امام ابو حنیفہؒ نے مسند میں اور عبد الرزاقؒ نے اور وکیعؒ نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اُنھوں نے نہ لیوے مرد عورت سے زیادہ اُس سے کہ دیا ہے اور جامع صغیر میں روایت ہے امام ابو حنیفہؒ سے کہ مکروہ نہیں ہے اور اس روایت کی دلیل اطلاق آیت ہے اور دوسرے یہ کہ روایت کی ابن الجوزیؒ نے ابو سعید خدریؓ سے کہا اُنھوں نے تھی بہن میری زوجیت میں ایک مرد انصاری کے کہ نکاح کیا تھا اُس سے باغ پر آخر حدیث تک یہاں تک کہ فرمایا اُس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا پھیر دیتی ہے تو اُس کو باغ اور وہ طلاق دے تجھ کو کہا اُس نے ہاں اور زیادہ کرتی ہوں تب فرمایا آپؐ نے کہ پھیر دے اُس پر باغ اور زیادہ کر اُس پر لیکن یہ حدیث صحیح نہیں اسناد میں اسکی عُطیہ ادنیٰ ہے کہا ابن حبانؒ نے کہ نہیں حلال ہے لکھنا اُسکی حدیث کا اور بھی اسناد میں اُسکی حسن بن عمارہ ہے کہا بقیہؒ نے کذاب ہے واللہ اعلم ص اور اگر طلاق دیا عورت کو مال پر یا مال کے ساتھ اور زوجہ نے قبول کیا طلاق بائن واقع ہوگا اور زوجہ پر مال لازم ہوگا اور جو شراب یا سُور پر طلاق دیا تو طلاق رجعی واقع ہوگا اور زوجہ پر کچھ نہ لازم آوے گا اور اگر شراب یا سُور پر خلع کیا تو عورت کو طلاق بائن واقع ہوگا ف کیونکہ حدیث میں ہے کہ خلع ایک طلاق بائن ہے ص اور زوجہ پر

عباد بن کثیر ثقفی

۱؎ اور ضعیف ہے ۱۲ از اوج ۲؎ فتح القدیر ۱۲ ۳؎ یعنی امام رازی کا ۱۲ ۴؎ یعنی مگر وہ نہیں زیادہ مہر سے ۱۲

بقیہ

حسن بن عمارہ

کچھ لازم نہ آوے گا اور اگر زوجہ نے کہا جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اُس کے بدلے میں خلع کر لے اور خاوند نے قبول کیا اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہ نکلا ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور زوجہ پر کچھ لازم نہ آوے گا اور اگر عورت نے کہا کہ خلع کر مجھ سے اس مال پر جو میرے ہاتھ میں ہے یا اُن درہموں پر جو میرے ہاتھ میں ہیں اور خاوند نے خلع کیا اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہ نکلا تو اوّل صورت میں جو کچھ مہر سے لیا ہے پھیر دیوے اور دوسری صورت میں تین درم دیدے ف اس واسطے کہ اقل جمع کے تین ہیں اور اگر خلع کیا عورت نے خاوند سے اس بات پر کہ جو کچھ اُس کے گھر میں ہے وہ خاوند کیواسطے ہے تو جائز ہے اور جو کچھ اس ساعت میں گھر میں ہوگا تو وہ خاوند کا ہے اور اگر کچھ نہ نکلا تو عورت پر کچھ نہیں اور اگر زوجہ نے خلع کیا اس پر کہ جو کچھ گھر میں ہے مال وغیرہ سے تو خاوند کو جو کچھ ہوگا دیدیا جاویگا اور اگر کچھ نہ نکلا تو جتنا مہر کہ خاوند سے لیا ہے وہ خاوند کو پھیر دیگی ھکذا فی الکفایۃ ص اگر عورت نے ایک غلام پر جو بھاگ گیا ہے خاوند سے خلع کیا طلاق واقع ہوگا اور اُس غلام کا تسلیم کرنا عورت کو واجب ہوگا اگر اُس پر قادر ہو اور قیمت اُس کی اگر اُس کی تسلیم سے عاجز ہووے اگرچہ عورت نے شرط لگائی ہو کہ میں اُسکی تسلیم کی ضمان سے بری ہوں اور اگر کسی عورت نے خاوند سے کہا طَلِّقْنِیْ ثَلٰثًا بِاَلْفٍ یعنی تین طلاق دے مجھ کو بدلے میں ہزار روپے کے اور خاوند نے اُس کو ایک طلاق دیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور عورت پر تہائی حصہ ہزار روپے کا لازم ہوگا اور اگر کہا عورت نے طَلِّقْنِیْ ثَلٰثًا عَلٰی اَلْفٍ یعنی تین طلاق دے مجھ کو اوپر ایک ہزار روپے کے اور خاوند نے اُس کو ایک طلاق دیدیا تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگا نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور عورت پر کچھ نہ لازم آوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور تہائی ہزار روپے کی زوجہ پر لازم ہوگی اور اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تین طلاق دے اپنے تئیں بدلے میں ہزار کے یا اوپر ایک ہزار کے اور عورت نے اپنے کو ایک طلاق دیا تو کچھ واقع نہ ہوگا اور اگر مرد نے زوجہ سے کہا تو طالق ہے اور اوپر تیرے ہزار ہیں یا لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے اور اوپر تیرے ہزار ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہوجاویگا اور لونڈی آزاد ہوجاویگی برابر ہے کہ قبول کیا ہو ہزار کو یا نہ کیا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر زوجہ اور لونڈی نے ہزار قبول کیے ہیں تو ہزار اُن پر لازم آویں گے اور اگر قبول نہیں کیا تو زوجہ پر طلاق واقع نہ ہوگا اور لونڈی آزاد نہ ہوگی اور خلع عورت کے حق میں معاوضہ ہے یہاں تک کہ صحیح ہے کہ عورت قبل قبول کرنے خاوند کے رجوع کر جاوے جب کہ ایجاب عورت کی طرف سے ہووے ف تو اگر کسی عورت نے خاوند سے کہا کہ خلع کر لے مجھ سے اتنے مال پر اور قبل قبول کرنے خاوند کے پھر گئی تو جائز ہوگا ص اور شرط خیار کی صحیح ہے واسطے عورت کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور نزدیک صاحبینؒ کے صحیح نہیں ف تو خاوند نے عورت سے کہا کہ تو طالق ہے اوپر ہزار روپے کے اور تجھ کو خیار ہے تین دن تک تو اگر عورت رد کرے خیار کو تین دن میں باطل ہوگا اور اگر رد نہ کیا تین دن تک تو اُس کو طلاق پڑ جاوے گا اور ہزار روپے لازم آویں گے ص اور جب کہ ایجاب عورت کی طرف سے ہو تو ضرور ہے قبول کرنا خاوند کا مجلس میں ف تو اگر بعد اختلاف مجلس کے قبول کرے گا معتبر نہ ہوگا ص اور خاوند کے حق میں یمین ہے تو جب ایجاب خاوند کی طرف سے ہو تو نہیں صحیح ہے رجوع اُس کا قبل قبول کرنے عورت کے اور نہیں صحیح ہے شرط خیار کی واسطے خاوند کے اور قبول زوجہ کا مقید ساتھ مجلس کے نہ ہوگا ف تو اگر عورت بعد اختلاف مجلس کے قبول کرے جائز ہوگا ص اور جانب غلام کا عتاق میں مال پر بمنزلہ جانب عورت کے ہے طلاق میں تو غلام کی طرف سے معاوضہ ہوگا اور مولیٰ کی طرف سے یمین ہوگی ف تو صحیح ہوگا رجوع کرنا غلام کا قبل منظور کرنے مولیٰ کے اور خیار ہوگا غلام کو اور ضرور ہوگا قبول مولیٰ کا مجلس میں اور نہیں صحیح ہوگا رجوع مولیٰ کا قبل قبول کرنے غلام کے اور نہیں صحیح ہوگی شرط خیار کی واسطے مولیٰ کے اور نہ موقوف ہوگا منظور کرنا غلام کا مجلس میں ص اور اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ کل میں نے تجھ کو ہزار درہم پر طلاق دیا تھا اور تو نے قبول نہیں کیا تھا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو قول خاوند کا ساتھ قسم کے مقبول ہوگا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ کل اس غلام کو بدلے میں ہزار درم کے تیرے ہاتھ بیچا تھا اور تو نے قبول نہیں کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو قول مشتری کا قبول ہوگا ساتھ قسم کے ف اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں میں اصل میں مذکور ہے ص اور خلع اور مبارات ف اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کو بری کر دے ص ساقط کر دیتے ہیں ہر حق کو جو ایک کا دوسرے پر

ہے اُن حقوق میں سے جو متعلق ہیں نکاح کے ف مثلاً ایک عورت کا مہر ہزار درہم تھا اور اُس نے قبل لینے مہر کے سو درم پر خاوند سے خلع کیا تو خاوند پر کچھ مہر و نفقہ لازم نہ آوے گا اور اگر بعد لینے مہر کے سو درم پر خلع کیا تو خاوند کو علاوہ سو درم کے اور کچھ نہ ملے گا ص اور جو حقوق کہ نکاح سے متعلق نہیں جیسے قیمت اس اسباب کی کہ زوجہ نے خاوند سے اُس کو خریدا ہے ساقط نہ ہوں گے اور مہر و نفقہ ساقط ہو جاویں گے اور لیکن نفقہ ایام عدت کا تو نہیں ساقط ہوگا بغیر ذکر کے ایسا ہی ہے ذخیرے میں اور مہر ساقط ہو جاوے گا بغیر ذکر کے اور اگر باپ نے اپنی لڑکی نابالغہ کی طرف سے اُس کے خاوند سے خلع کیا تو لڑکی پر کچھ لازم نہ آوے گا اور مہر اُس کا ساقط نہ ہوگا اور طلاق پڑ جاوے گا اُس پر صحیح روایت میں ف اور بعضوں نے کہا ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگا اور اول صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور مراد طلاق سے طلاق بائن ہے ص اور اگر باپ بدل خلع کا ضامن ہو گیا ہے تو صحیح ہے اور اُس پر مال لازم آوے گا ف اور مہر ساقط نہ ہوگا ہدایہ ص اور اگر شرط کیا بدل خلع کو اُس لڑکی پر پس اگر قبول کیا اُس نے اور وہ اہل قبول سے ہے تو اُس پر طلاق پڑ جاوے گا اور مال لازم نہ آوے گا ف یعنی وہ اہل قبول سے ہو مثلاً جانتی ہو کہ خلع کیا چیز ہے اور نکاح کیا چیز ہے تو اگر اس بدل کو زوجہ کی طرف سے باپ نے قبول کیا تو اُس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں طلاق واقع نہ ہوگا اور ایک روایت میں طلاق واقع ہوگا ھدایہ

ص باب ظہار کے بیان میں

ظہار شرع میں کہتے ہیں اُس کو کہ مرد تشبیہ دے اپنی زوجہ کو یا اُس کے عضو کو جس سے کل زوجہ سے تعبیر کرتے ہیں یا کسی عضو شائع کو اُس سے ف مثلاً یوں کہے کہ ثلث تیرا یا ربع تیرا ص ساتھ اعضائے محارم کے کہ اُس پر نظر کرنا اُس کو حرام ہو چکا ہے وہ محارم رضاعی ہوں یا نسبی ف تو اگر تشبیہ نہ دی اور کہا کہ تو میری ماں ہے یا بہن ہے یا بیٹی ہے تو ظہار نہ ہوگا اور اگر عورت کے تو میرے اوپر ایسا ہے جیسے پشت میری ماں کی تو کچھ نہیں ص تو اگر کہے کہ تو اوپر میرے مثل پشت یا شکم میری ماں یا بہن یا پھوپھی کے ہے یا کہے سر تیرا یا فرج تیری مثل پشت یا شکم یا ران یا فرج میری ماں یا بہن یا پھوپھی کے ہے یا کہے نصف تیرا یا ثلث تیرا مثل پشت یا شکم میری خالہ یا بہن کے ہے تو ظہار ثابت ہوگا اور حرام ہوگی وطی اُس سے اور دواعی وطی یہاں تک کہ کفارہ دیوے ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ الآية یہاں تک کہ کہا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ص تو اگر وطی کی قبل کفارہ دینے کے استغفار مانگے اور کفارہ دیوے ظہار کا فقط اور اُس وطی حرام کے بدلے میں کچھ دینا لازم نہ آوے گا ف اس واسطے کہ روایت ہے سلمہ بن صخر سے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس مظاہر میں کہ جماع کرے قبل کفارہ دینے کے کہا کہ ایک ہی کفارہ ہے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے اس کے کہ استغفار کر اللہ سے اور نہ عود کر یہاں تک کہ کفارہ دے اور روایت کی مانند اس کے ابن عباسؓ سے کہ ایک مرد نے ظہار کیا عورت سے اپنی پھر جا پڑا اُس پر پھر آیا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور عرض کیا میں جا پڑا اُن پر کفارہ دینے کے پہلے فرمایا پھر نہ پاس جا اُس کے جب تک کرلے تو جو حکم فرمایا تجھ کو اللہ نے اخراج کیا اس کا جماعت نے اور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ترجیح دیا نسائیؒ نے ارسال کو اس کے اور روایت کیا اس کو بزارؒ نے ایک دوسرے طور سے نقل کی اُس نے ابن عباسؓ سے اور زیادہ کیا اس میں کفارہ دے اور اعادہ نہ کر اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں اَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يُظَاهِرُ مِنِ امْرَاَتِهٖ ثُمَّ يَقَعُ بِهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ قَالَ قَدْ اَسَاءَ وَكَانَعُدْ ص اور پھر وطی نہ کرے جب تک کفارہ نہ دے لیوے اور جب تک کہ مرد بعد ظہار کے قصد وطی کا نہ کرے کفارہ لازم نہ ہوگا ف اور اگر قبل کرنے قصد وطی کے کوئی خاوند جورو میں سے مر جاوے کفارہ لازم نہ آوے گا اور اگر بعد قصد وطی کے پھر جزم کرے کہ ہرگز اُس سے وطی نہ کروں گا تو بھی کفارہ ساقط ہوگا اور اگر ظہار موقت کیا جیسے کہے کہ تو میرے اوپر مانند پشت میری ماں کے ہے ایک سال تک تو اب سال کے اندر قبل کفارہ دینے کے وطی حرام ہے اور بعد سال گزر جانے کے قبل کفارہ دینے کے وطی درست ہے اس واسطے کہ اب کفارہ ساقط ہو گیا بسبب گزر جانے وقت کے اور

۱ اس لئے کہ مہر تحت ولایت اب کے داخل نہیں ۱۲ ۲ مثل راس اور رقبہ اور وجہ اور فرج وغیرہا کے ۱۲ ۳ جیسے بوسہ ومس وغیرہ ۱۲ ۴ حکم فرمایا یعنی کفارہ ۱۲ ۵ یعنی نفقۂ ایام گزشتہ ۱۲ ۶ اُس پر یعنی باپ پر ۱۲

عورت کو مطالبہ کفارہ کا خاوند سے پہونچتا ہے اور حاکم خاوند پر جبر کرے گا کفارہ پر قید اور ضرب سے اور نکاح باقی رہے گا اور یہ حرمت بغیر دئیے کفارہ کے زائل نہ ہوگی اور اسی واسطے اگر عورت سے ظہار کر کے اُس کو طلاق دیدیا اور پھر اُس سے نکاح کیا بعد عدت کے یا دوسرے خاوند کی طلاق کے بعد تو اب بھی وطی اُسکو حرام ہے یہاں تک کہ کفارہ دیوے جامع الرموز اور یہ جتنے الفاظ گزر چکے سوائے ظہار کے اور کچھ نہ ہوں گے برابر ہے کہ نیت کرے ظہار کی یا کچھ نیت نہ کرے اور طلاق اور ایلاء نہ ہوں گے اور اگر اپنی زوجہ سے کہا کہ تو اوپر میرے مثل میری ماں کے ہے تو اس کی نیت پر مدار ہوگا اگر اُس نے کہا کہ میری نیت کرامت کی تھی تو ویسا ہی ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے ارادہ ظہار کا کیا تھا تو ظہار ہو جاوے گا اور اگر کہا کہ میں نے ارادہ طلاق کا کیا تھا تو طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ تھی تو لغو ہو جاوے گا ف نزدیک شیخین کے اِس واسطے کہ اِس کو محمول کر سکتے ہیں کراہت پر اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہوگا ہدایہ ص اور اگر اپنی زوجہ سے کہا کہ تو اوپر میرے حرام ہے مثل میری ماں کے تو جیسی نیت ہوگی ظہار یا طلاق وہی ہوگا ف اور اگر کچھ نیت نہ ہوگی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایلاء ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہدایہ ص اور اگر کہا کہ تو اوپر میرے حرام ہے مانند پشت میری ماں کے تو ظہار ہوگا اگرچہ نیت کی طلاق یا ایلاء کی اور سوا ظہار کے کچھ نہ ہوگا ف نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور نزدیک صاحبینؒ کے اُس کی نیت پر رہے گا لیکن فرق یہ ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک جب نیت طلاق کی کرے گا تو ظہار نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں ہو جاویں گے ہدایہ ص اور خاص ہے ظہار اپنی زوجہ سے تو لونڈی سے اگر ظہار کیا کچھ لازم نہ ہوگا ف روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں امام ابو حنیفہؒ سے اُنھوں نے حماد سے اُنھوں نے ابراہیمؒ سے کہ ظہار لونڈی سے واقع ہوگا اگر ظہار کرے اُس سے خاوند اُس کا اور نہ واقع ہوگا ظہار اگر ظہار کرے اُس سے مولی اُس کا کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ اور لونڈی زوجہ نہیں کہ اُس پر ظہار واقع ہووے اور یہی قول ہے امام صاحب اور سعیدؒ بن المسیب اور مجاہدؒ اور عامر شعبیؒ کا انتہیٰ اور امام مالکؒ کے نزدیک ظہار لونڈی سے ہو جاتا ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک نہیں ہوتا اور ایسا ہی کہا عکرمہؒ نے ذکر کیا اُس کو بخاریؒ نے تعلیقاً اور مجاہدؒ نے اخراج کیا اُس کا سعیدؒ بن منصور سے ص اگر نکاح کیا ایک عورت سے بغیر اُس کے حکم کے پھر ظہار کیا اُس سے اور پھر عورت نے اجازت دی نکاح کی تو ظہار باطل ہے اور اگر اپنی عورتوں سے کہا کہ تم اوپر میرے مانند میری ماں کی پشت کے ہو تو اُن سب سے مظاہر ہو جاوے گا اور اُس کو ہر ایک کی طرف سے جُدا جُدا کفارہ لازم ہوگا ف روایت کی امام احمدؒ نے آثار میں اَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا ظٰهَرَ الرَّجُلُ مِنْ اَرْبَعِ نِسْوَةٍ فَعَلَيْهِ اَرْبَعُ كَفَّارَاتٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ یعنی کہا ابراہیم نخعیؒ نے کہ جس وقت ظہار کیا مرد نے چار عورتوں سے تو اُس پر چار کفارے ہیں

فصل کفارۂ ظہار کے بیان میں

ص کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ ایک رقبہ آزاد کرے ف تو اگر نہ پاوے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور اگر اُس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے اس واسطے کہ کلام اللہ میں ایسا ہی وارد ہوا ہے ص مسلمان ہو یا کافر اور امام شافعیؒ کے نزدیک کافر درست نہیں ف اور دلیل ہماری اطلاق ہے آیت کا ص عورت ہو یا مرد چھوٹا ہو یا بڑا اگرچہ اونچا سنتا ہو اور اگر بہرا ہو یعنی بالکل نہ سنتا ہو تو جائز نہیں اور جائز ہے کانا جس کی ایک چشم درست ہو اور جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہو خلاف سے ف یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کٹا ہو اور بایاں ہاتھ اور داہنا پیر کٹا ہو ص اور وہ مکاتب جس نے کچھ ادا نہیں کیا ف اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جب تک کہ اُس پر ایک درم باقی ہے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ص اور جائز ہے کہ اپنا قریب رشتہ دار جیسے باپ اور بیٹا نیت کفارہ سے خرید کر کے کفارہ میں دیوے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں تو اگر بغیر نیت کفارہ کے خرید کیا کفارہ نہ ہوگا اگرچہ پھر نیت کفارے کی کرے جامع الرموز ص اور بھی درست ہے کہ پہلے آدھا غلام آزاد کرے اور پھر باقی

آزاد کر دے اور جائز نہیں وہ غلام یا لونڈی جس کی جنس منفعت فوت ہو مثلاً دیوانے لا یعقل کو کفارہ میں آزاد کرے اور یا اندھے کو تو جو شخص کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی ہوش والا تو اُس کو آزاد کر دینا جائز ہے اور بھی جائز نہیں وہ رقبہ کہ دونوں ہاتھ یا دونوں پیر اُس کے یا دونوں انگوٹھے ہاتھ کے ف یا تین اُنگلیاں ہر ہاتھ سے ص یا ایک ہاتھ اور ایک پیر ایک ہی طرف سے کٹے ہوں اور بھی جائز نہیں کہ مدبّر کو کفارے میں آزاد کرے ف مُدبّر اُس غلام کو کہتے ہیں کہ مولیٰ اُس سے کہدے کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہے اور اُس کا بیان آگے آوے گا ص اور نہ وہ مکاتب جس نے کچھ بدل کتابت ادا کیا ہے اور نہ وہ غلام کہ مشترک ہو اور اپنا حصّہ آزاد کر دے پھر باقی کو آزاد کر دے بعد ضمان کے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصّہ کا ضامن ہو جاویگا تو گویا اُس نے کُل غلام آزاد کیا اور اگر مفلس ہو تو اُن کے نزدیک بھی جائز نہیں اور اگر آدھا غلام آزاد کیا نیّت کفارہ سے اور پھر باقی غلام بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کیا تھا آزاد کیا تو بھی جائز نہیں اس واسطے کہ آزاد کرنا قبل جماع کے چاہیئے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہو جاوے گا اس واسطے کہ اُن کے نزدیک بعض آزاد کرنے سے کل آزاد ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ عاجز ہو رقبہ آزاد کرنے سے ف یعنی بقدر رکھ لینے خرچ حاجت اصلی کے جیسے کپڑے پہننے کے یا گھر رہنے کا اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ پیشے والا ایک روز کی خوراک رکھ لے اور غیر پیشے والا ایک مہینے کی محیط ص دو مہینے لگاتار روزے رکھے کہ اُن مہینوں میں رمضان اور دو روز عید کے اور تین دن ایام تشریق کے نہ آویں اور اگر ان دونوں میں ایک روز بھی افطار کیا اگرچہ عذر سے ہو یا وطی کی رات میں قصداً یا دن میں سہواً[۵۱] تو پھر سرے سے روزے شروع کرے یعنی اُن روزوں کو جو پہلے رکھ چکا ہے کفارے میں شمار نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر شروع[۵۲] نہ کرے اور اُن روزوں کو ملا کے تمام کر دیوے[۵۳] ف جامع الرموز میں لکھا ہے کہ اگر اثنائے کفارہ میں اخیر روزے میں آفتاب کے غروب تک غلام کے آزاد کرنے پر قادر ہو جاوے تو عجز ثابت نہ ہو گا ص اور اگر روزے سے عاجز ہو تو آپ کھلاوے وہ یا اُس کا نائب ساٹھ مسکینوں کو ہر ایک کو بقدر صدقۂ فطر کے ف یعنی گیہوں سے نصف صاع اور جَو اور خرمے سے ایک صاع اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا یعنی جو شخص کہ طاقت نہ رکھے روزے کی تو کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کا اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث اوس بن صامت اور سہیل بن صخر میں کہ واسطے ہر مسکین کے نصف صاع ہے گیہوں سے ایسا ہی ہدایہ میں ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج میں اور صواب سلمہ بن صخر ہے اور ہدایے میں سہیل بن صخر واقع ہے اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کیا طبرانی نے معجم میں اوس بن صامت سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھلا تو ساٹھ مسکینوں کو تیس صاع تو کہا اُس نے کہ نہیں مالک ہوں میں اس کا مگر یہ کہ اعانت کیجیے آپ میری یا رسولؐ اللہ تو اعانت کی اُس کی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ پندرہ صاع کے اور اور لوگوں نے یہاں تک کہ پہونچ گیا تیس تک اور سُنن ابو داؤدؒ میں ہے کہ حضرتؐ نے اُنکی بیوی سے کہا کہ لے جا یہ عرق کھجور کا اور کھلاوے اُس کو ساٹھ مسکینوں کو اور وہ عرق ساٹھ صاع کا تھا اور عرق کہتے ہیں زنبیل کو ص اور اگر ہر ایک کو قیمت صدقۂ فطر کی دے دیوے تو بھی درست ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دینا قیمت کا درست نہیں اور اگر ہر ایک کو صبح و شام پیٹ بھر کے کھانا کھلایا[۵۴] تو بھی جائز ہو گا اگرچہ کم میں سیر ہو گئے ہوں اور اگر ہر ایک کو ایک سیر گیہوں اور دو سیر خرمے یا جَو دے دیے تو بھی درست ہے ف مطلب یہ ہے کہ دونوں مل کے برابر نصف صاع گیہوں کے یا ایک صاع جَو اور خرمے کے ہو جاویں ص (نصف صاع سے ۱۲ / جب چار سیر کا صاع مقرر کیا جاوے ۱۲) اور اگر ایک شخص کو دو مہینے تک ہر روز مقدار صدقۂ فطر کے دیا یا اُس قدر قیمت دی یا ہر روز دونوں وقت پیٹ بھر کے کھانا کھلایا گیا تو بھی درست ہو گا اور اگر دو مہینے کا صدقہ ایک ہی روز میں ایک شخص کو دے دیا تو درست نہ ہو گا اُسی روز سے جس دن دیا ہے اور اگر دو ظہار کی نیت سے ساٹھ شخصوں کو کھانا دیا ہر ایک کو ایک ایک صاع گیہوں کا شیخینؒ کے نزدیک ادا نہ ہو گا مگر ایک ظہار سے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں ظہار سے ادا ہو جاوے گا اور اگر نیت سے کفارۂ افطار[۵۵] اور ظہار سے دیا ہے تو سب کے نزدیک دونوں سے ادا ہو جاویگا ف اور وجہ اُس کی شرح عربی میں مذکور ہے ص اور اگر دو ظہار سے چار ماہ تک روزے رکھے یا ایک سَو بیس[۱۲] شخصوں کو کھانا دیا یا دو غلام کو آزاد

۵۱ اور جو دن کو حالت روزے میں قصداً وطی کرے تو بالاتفاق پھر سرے سے روزے رکھے اور جس قدر روزے قبل وطی کے رکھے تھے وہ کفارے میں محسوب نہ ہوں گے اسواسطے کہ افطار روزہ پایا گیا ۱۲ عبدہ ۵۲ جب وطی کی ہو رات میں عمداً یا سہواً ۱۲ عبدہ ۵۳ اسلئے کہ وطی دن کو روزے میں نسیاناً و سہواً مفسد صوم نہیں اور وطی شب کو بھی عمداً یا سہواً مفسد صوم نہیں اور صوم متتابع شرط ہیں اور وہ پائے گئے اور باقی دلیل دونوں کی اصل میں ۱۲ کذا ۵۴ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کھانا کھلانا جائز نہیں اسلئے کہ تملیک صدقہ شرط ہے اور کھلانے میں اباحت ہے نہ تملیک اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اطعام ستین مسکینا فرمایا ہے اور طعام میں اباحت ہوتی ہے ۱۲ عبدہ
۵۵ یعنی رمضان میں اگر قصداً روزہ توڑ ڈالا اتفاقاً ۱۲ منہ رحمۃ اللہ

کیا تو دونوں ظہار سے کفارہ ادا ہو جاوے گا اگرچہ کسی کو معین نہ کیا ہو اور اگر دو ظہار کی نیت سے دو ماہ تک روزے رکھے یا ایک غلام کو آزاد کیا تو جس کے واسطے چاہے معین کر دے اور اگر نیت کفارۂ قتل خطا اور ظہار سے ایک غلام کو آزاد کیا تو کسی کی طرف سے جائز نہ ہوگا اور امام زفرؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں ف یعنی دونوں ظہار کی نیت میں اور ظہار اور کفارۂ قتل کی نیت میں ص کسی سے کافی نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں جس سے چاہے معین کر دے اور اگر غلام نے ظہار کیا ف ظہار غلام کا باتفاق ایمۂ اربعہ صحیح ہے اور یہی ماثور ہے تابعینؒ سے ص تو فقط دو مہینے روزے رکھے اور جائز نہیں ہے کہ مولیٰ اُس کا مال سے اُس کی طرف سے کفارہ دیوے اس واسطے کہ کفارہ عبادت ہے تو دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہ ہوگا

ص باب لعان کے بیان میں

ف لعان شرع میں عبارت ہے اُن شہادات سے جو جاری ہوتے ہیں درمیان جورو اور خاوند کے ساتھ الفاظ معروفہ کے فتح القدیر ص جس شخص نے اپنی زوجہ عفیفہ پاکدامن کو جو زنا کے ساتھ متہم نہ ہو کی مثل اُس عورت کے کہ اُس کے پاس لڑکا ہو اور باپ اُس کا معلوم ہو تہمت زنا کی لگائی ف مثلاً یوں کہا کہ تو زانیہ ہے یا میں نے دیکھا تھا کہ تو زنا کرتی تھی یا پکارا کہ اے زانیہ اور امام مالکؒ کے نزدیک مشہور مذہب میں لعان یا زانیہ میں نہ ہوگا بلکہ حد واجب ہوگی اور یہی قول ہے لیث اور عثمان اور یحییٰ بن سعید کا فتح ص اور دونوں خاوند اور جورو صلاحیت شہادت کی رکھتے ہوں ف یعنی دونوں حر بالغ عاقل ہوں اور کبھی حد قذف اُن پر نہ پڑی ہووے ص اور اگر وہ عورت متہمہ ہے مثلاً اُس کے پاس ایک لڑکا ہے اور اُس کا باپ معروف نہیں تو اُس کے قذف سے لعان نہیں ف یا اُس عورت سے نکاح فاسد کیا اور دخول کیا اُس سے یا اُس نے اپنی عمر میں کبھی زنا کیا ہو اگرچہ ایک بار ہووے یا وطی حرام کی ہو شبہے سے اگرچہ ایک بار ہو تب بھی لعان جاری نہ ہوگا ص یا اُس کے لڑکے کے نسب کو نفی کیا اور عورت نے مطالبہ کیا حد قذف کا تو خاوند پر لعان واجب ہوگا ف اور طلب کرنا عورت کا شرط ہے کیونکہ وہ اُس کا حق ہے ہدایہ ص تو اگر انکار کرے لعان سے قید کیا جاوے گا یہاں تک کہ لعان کرے ف اس واسطے کہ یہ حق ہے عورت کا خاوند پر اور خاوند اُس کے پورے کرنے پر قادر ہے ص یا اپنے کو جھٹلاوے تو حد مارا جاوے تو اگر لعان کیا مرد نے پھر لعان کرے عورت اور اگر لعان نہ کیا اُس نے قید کی جاوے گی یہاں تک کہ لعان کرے ف اس واسطے کہ یہ حق ہے عورت پر اور عورت قادر ہے اُس کے ایفاء پر تو قید کی جاوے گی اس میں ص یا خاوند کی تصدیق کرے تو اُس کے لڑکے کا نسب خاوند سے دور ہو جاوے گا لیکن اُس پر حد واجب نہ ہوگی اس تصدیق سے تو اگر خاوند غلام ہے یا کافر ہے یا حد قذف مارا گیا ہے تو خاوند پر حد قذف پڑے گی کیونکہ ان صورتوں میں وہ اہل لعان سے نہیں بوجہ نہ صلاحیت رکھنے شہادت کے ف تو رجوع ہو جاوے گا طرف موجب اصلی کے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الآیۃ اور خاوند کے کافر ہونے کی صورت یہ ہے کہ پہلے سے دونوں کافر تھے اور عورت اسلام لائی قبل اسلام لانے خاوند کے اور خاوند نے اُس کو تہمت زنا کی لگائی قبل عرض اسلام کے اُس پر ایسا ہی ہے فتح القدیر میں ص اور اگر مرد صلاحیت شہادت کی رکھتا ہے اور عورت لونڈی ہے یا کافرہ ہے یا حد قذف پڑی ہے اُس پر یا صبیہ ہے یا مجنونہ ہے یا زانیہ ہے تو خاوند پر حد یا لعان کچھ لازم نہ آوے گا کیونکہ جس صورت میں وہ عورت زانیہ ہے تو پاک دامن نہ رہی اور غیر زنا میں وہ صالح شہادت کی نہیں تو خاوند پر حد نہیں اس واسطے کہ وہ غیر محصنہ ہے اور لعان بھی نہیں کیونکہ وہ عفیفہ یا صالح شہادت نہیں ہے ف اور اصل اس باب میں قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے چار عورتیں ہیں کہ نہیں ملاعنہ ہے درمیان اُن کے نصرانیہ تحت میں مسلمان کے اور یہودیہ تحت میں مسلمان کے اور غلام نیچے حرہ کے اور حرہ نیچے غلام کے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے ابن عطار سے اُنھوں نے اپنے باپ عطائے خراسانی سے اُنھوں نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے

ور اخراج کیا اس کا دارقطنیؒ نے عثمان بن عبدالرحمٰن وقاصی سے اُنھوں نے عمرو بن شعیب سے اور طریق ابن ماجہ سے بھی اور کہا کہ متابعت کی
عثمان بن عطائے خراسانی کی یزید بن زریع نے عطار سے اور وہ بھی ضعیف ہے اور روایت کیا اس کو اوزاعی اور ابن جریج سے اور یہ دونوں بڑے
امام ہیں اُنھوں نے عمرو بن شعیب سے لیکن اُنھوں نے اس کو مرفوع نہیں کیا پھر اخراج کیا اس کا موقوفاً پھر اخراج کیا اس کا عمار بن مطر سے
اُنھوں نے عمرو بن شعیب سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے اپنے دادا سے اور ذکر کیا مانند اس کے اور ضعیف کیا اُس کے راویوں کو کہا شیخ
ابن الہمامؒ نے اور تو جان چکا ہے کہ حدیث ضعیف جب متعدد طریقوں سے روایت کی جائے تو حجت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایسی ہی ہے خصوصاً جب
کہ معتضد ہو اُس کے روایت اوزاعیؒ اور ابن جریج کی موقوفاً عمرو بن شعیب کے دادا پر اور تفصیل کی اس مقام میں زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں ص اور
صورت لعان کی یہ ہے کہ اول خاوند کہے چار مرتبہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ صَادِقٌ فِیْ مَا رَمَيْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی گواہی دیتا ہوں میں ساتھ خدا کے کہ میں
سچا ہوں نسبت کرنے میں زنا کی طرف اس کے اور پانچویں مرتبہ کہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فِیْ مَا رَمَاهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی لعنت
اللہ کی خاوند پر اگر اس زنا کی نسبت کرنے میں جھوٹا ہو اور ہر بار کہنے میں جورو کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت کہے چار مرتبہ اَشْهَدُ
بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِیْنَ فِیْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی گواہی دیتی ہوں میں ساتھ اللہ کے کہ خاوند کاذب ہے نسبت کرنے میں زنا کی طرف
میرے اور پانچویں مرتبہ کہے غَضَبُ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ صَادِقًا فِیْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی غضب اللہ کا ہو زوجہ پر اگر خاوند سچا ہو
نسبت کرنے میں زنا کی طرف میرے ف کیونکہ ایسا ہی وارد ہوا ہے کلام اللہ میں اور اگر قاضی اوّل زوجہ سے شہادتیں لیوے تو اُس کا
اعتبار نہیں پھر بعد لعان کرنے خاوند کے دوجہ سے شہادتیں لی جاویں اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ اور احمدؒ کا ص پھر قاضی اُن دونوں
کے درمیان تفریق کر دے ف اور جب تک قاضی تفریق نہ کرے گا تو تفریق نہ ہو گی اور امام زفرؒ کے نزدیک فقط لعان سے فرقت ہو جاتی ہے
تو اگر قبل تفریق قاضی کے کوئی دونوں میں سے مر جاوے وارث ہو گا اور دلالت کرتا ہے ہمارے مذہب پر وہ جو مروی ہے صحیحین میں ابن عمرؓ
سے تحقیق کہ ایک شخص نے لعان کیا اپنی عورت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو تفریق کر دی آپ نے درمیان اُن دونوں
کے اور ملا دیا لڑکے کو ساتھ ماں اُس کی کے اور وہ جو سنن ابو داؤد اور صحیحین میں ہے عویمر عجلانی سے جب وہ دونوںؓ فارغ ہوئے لعان سے
تو کہا عویمر نے کہ جھوٹ بولا میں اگر روک رکھوں میں زوجہ کو تو طلاق دیے عویمر نے اُس کو تین طلاق اور جاری کیا اُس کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اور یہ امر سُنت ہو گیا کہا سہل نے حاضر تھا میں اُس وقت نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھر جاری ہوئی سُنت
متلاعنین میں یہ کہ تفریق کر دی جاوے پھر نہ جمع ہوویں کبھی اور بیہقیؒ نے اِس مقام پر اعتراض کیا ہے اور جواب اُس کا مذکور ہے فتح القدیر
میں ص اور اگر نفی ولد سے تہمت لگائی ہے یا اُس سے اور زنا سے تو اُن کو ذکر کرے لعان میں ف تو فقط نفی ولد میں زوج کہے اَشْهَدُ
بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَمِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْ مَا رَمَيْتُكِ بِهٖ مِنْ نَّفْيِ الْوَلَدِ اور عورت کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِیْنَ فِیْ مَا رَمَانِیْ بِهٖ
مِنْ نَّفْيِ الْوَلَدِ اور دونوں کی صورت میں خاوند کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَمِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْ مَا رَمَيْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا وَنَفْيِ الْوَلَدِ اور عورت
کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِیْنَ فِیْ مَا رَمَانِیْ مِنَ الزِّنَا وَنَفْيِ الْوَلَدِ ص پھر قاضی تفریق کر دے اور نفی کرے نسب اُس لڑکے کا خاوند
سے اور ملاوے اُس کو ماں سے ف اور دلیل اُس کی حدیث ابن عمرؓ ہے جو ابھی گزری ص اور بائن ہو جاوے گی وہ عورت خاوند سے
ساتھ ایک طلاق بائن کے تو اگر بعد تفریق کے یا قبل تفریق کے بعد لعان کے خاوند نے اپنے تئیں جھٹلایا تو اُس کو حد قذف ماری جاوے گی
اور حلال ہو جاوے گا خاوند کو نکاح اُس کا اِس واسطے کہ اب لعان باقی نہیں رہا اور قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اَلْمُتَلَاعِنَانِ
لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا یعنی دونوں لعان کرنے والے نہیں جمع ہوں گے کبھی ف روایت کیا اُس کو دارقطنیؒ نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً اور کہا صاحب
تنقیح نے اسناد اس کی جید ہے اور موقوفاً اوپر علیؓ اور ابن مسعودؓ کے اور روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے موقوفاً اور

لہ یعنی مرد اور دو عورتوں کی ۱۲ لہ یعنی اگر زوجہ گواہی سے انکار کرے تو اس کو قید کریں یہاں تک کہ گواہی دے یا اس کی تصدیق کرے ۱۲

ابن ابی شیبہؒ نے موقوفاً حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے کہ کہا سب نے اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا یَجْتَمِعَانِ اَبَدًا ص یہ جب ہے کہ دونوں متلاعنین رہیں اس واسطے کہ علت اُن دونوں کے جمع نہ ہونے کی لعان ہے تو ہر گاہ لعان باطل ہوا تو اُس کا حکم یعنی نہ جمع ہونا وہ بھی باقی نہ رہے گا ف اور تفصیل اُس کی فتح القدیر میں ہے ص اور اسی طرح اگر بعد لعان اور تفریق کے زوج نے کسی کو تہمت زنا کی لگائی اور اُس پر حد پڑی یا زوجہ نے کسی سے زنا کیا اور حد کھائی تو اب بھی نکاح اُن دونوںؓ میں حلال ہو جاوے گا اس واسطے کہ اہلیت لعان کی باقی نہ رہی تو اُس کا حکم بھی نہ رہے گا اور اگر گونگے نے اشارے سے اپنی زوجہ کو قذف کیا تو لعان لازم نہ ہوگا اور حد قذف اُن پر نہ پڑے گی ف اس واسطے کہ اسمین شبہہ ہے اور حدود دفع ہو جاتے ہیں شبہوں سے ص اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ حمل تیرا مجھ سے نہیں ہے نزدیک امام کے لعان لازم نہ ہوگا اگرچہ چھ مہینے سے کم میں جنی اور نزدیک صاحبینؒ کے اگر چھ مہینے سے کم میں جنی تو لازم ہوگا ف اور دلیل دونوں کی ہدایہ میں اور اصل میں مذکور ہے ص اور اگر کہا کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے تو لعان واجب ہوگا اور نسب ولد کا ثابت رہے گا اس لئے کہ تلاعن دونوں کا بسبب اس قول کے تھا کہ زنا کیا تو نے نہ نفی حمل سے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاضی کو چاہیئے کہ ولد کا نسب بھی نفی کر دے اس واسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفی کی ولد کی ہلال بن اُمیہ سے اور اُس نے قذف کیا تھا اپنی زوجہ کو اور وہ حاملہ تھی روایت کیا اس کو بخاریؒ اور ابو داؤدؒ نے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ احکام نہیں مترتب ہوتے ہیں مگر بعد ولادت کے کیونکہ قبل ولادت کے احتمال کو گنجایش ہے اور یہ حدیث محمول ہے اس بات پر کہ آپ نے پہچانا تھا قیام حمل کو ساتھ وحی کے ہکذا فی الہدایہ ص جس شخص نے اپنی عورت کے جننے کے بعد نفی کیا ولد کو مبارک بادی کے وقت میں یا اسباب ولادت خریدنے کے وقت میں تو نفی صحیح ہے اور نسب ثابت نہ ہوگا اور لعان لازم آوے گا اور اگر بعد اس مدت کے کہا تو نسب ثابت رہے گا اور لعان واجب ہوگا ف اور زمانہ تہنیت کا معین نہیں ایک روایت میں تین روز ہیں اور ایک روایت میں سات روز باعتبار عقیقے کے جامع الرموز ص اگر زوجہ نے ایک ہی حمل سے دو لڑکے جنے یعنی بیچ میں دونوں جننے کے چھ مہینے سے کم مدت گزری اور زوج نے اول کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا تو حد مارا جاوے گا اور نسب ثابت ہو جاوے گا دونوں کا اور اگر زوج نے کہا اول مجھ سے ہے اور دوسرے کی نفی کی تو نسب دونوں کا ثابت ہوگا اور لعان لازم آوے گا ف اور وجہ اُس کی اصل میں مذکور ہے

ص باب عنین کے بیان میں

ف عنین وہ شخص ہے جو قادر نہیں ہے وطی عورت پر باوجود قیام آلت کے اور اگر قادر ہے ثیب پر اور بکر پر قادر نہیں ہے بسبب ضعف آلت کے یا بعض عورتوں پر قادر ہے اور بعض پر نہیں بسبب سحر کے یا کبر سن کے تو وہ عنین ہے بہ نسبت اُس عورت کے جس پر قادر نہیں اور بعض کتابوں میں امتحان اس کا اس طرح پر مرقوم ہے کہ ایک طشت میں سرد پانی بھر کے اُس کو اُس میں بٹھلاویں اگر ذکر اُس کا چھوٹا اور مائل ہو جاوے طرف پیڑو کے تو معلوم ہو کہ عنین نہیں ہے ورنہ عنین ہے لیکن مدت مقرر کرنا ضرور ہے اور محیط میں ہے کہ اگر آلت اُس کا صغیر ہے کہ فرج میں ادخال اُس کا ممکن ہے تو عورت کو مطالبہ تفریق کا نہیں پہونچتا اور اگر نہایت صغیر ہے تو وہ مانند مجبوبؒ کے ہے فی الفور تفریق کرا دی جاویگی جیسا کہ آتا ہے ص اگر اُس نے اقرار کیا کہ میں عورت پر نہیں پہونچا ف یعنی ادخال نہیں کیا ص تو ایک سال قمری کی حاکم مدت مقرر کر دے اُس کو اور یہی صحیح ہے اور روایت حسن میں امام ابو حنیفہؒ سے ایک سال شمسی مہلت دے اور سال شمسی تین سو پینسٹھ دن اور ربع دن کا ہوتا ہے اور سال قمری بارہ مہینے کا اور مدت اس کی تین سو چون دن اور تیسرا حصہ ایک روز کا اور تیسواں حصہ ایک دن کا ہوتا ہے اور ماہ رمضان اور ایام حیض اُسی مدت سے شمار کیے جاویں گے نہ ایام مرض زوج اور زوجہ کے ف ہدایہ میں ہے کہ ایک

برس کی مدت دینا مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن مسعودؓ سے انتہیٰ لیکن روایت عمرؓ کی سو اخراج کیا اُس کا عبد الرزاقؒ نے سعید بن المسیب سے کہ فیصلہ کیا عمر ابن الخطاب نے عنین میں کہ عدت مقرر کی جاوے ایک سال کی کہا معمر نے اور یہ مدت اُس روز سے ہوگی جب سے نزاع واقع ہوا اور اسی طرح نکالا اس کو ابن ابی شیبہ نے شعبیؒ سے کہ عمر بن الخطاب نے لکھا شریح کو کہ مدت مقرر کردے واسطے عنین کے ایک برس جس دن سے کہ قصہ اُٹھایا جاوے نزدیک تیرے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدت مقرر کردی واسطے عنین کے ایک برس اور زیادہ کیا یہ کہ اگر اس مدت میں جماع کیا عورت سے تو فبہا ورنہ تفریق کردو درمیان اُن کے اور واسطے عورت کے مہر ہے کامل اور روایت کیا اس کو امام محمد ابن الحسنؒ نے ابو حنیفہؒ سے اُنھوں نے اسمٰعیل بن اسلمؒ مکی سے اُنھوں نے حسینؓ سے کہ آئی ایک عورت نزدیک عمرؓ بن الخطاب کے اور خبر کی اُن کو کہ خاوند میرا نہیں پہونچتا ہے مجھ کو تو مدت مقرر کردی اُنھوں نے اُس کے لئے ایک سال تو ہر گاہ کہ گزر گیا ایک سال اور نہ پہونچا اُس کو تو اختیار دیا عورت کو اور اُس نے اختیار کیا اپنے نفس کو تو کیا حضرت عمرؓ نے اُس کو ایک طلاق بائن اور لیکن حدیث حضرت علیؓ کی سو روایت کیا اُس کو عبد الرزاقؒ اور ابن ابی شیبہؒ دونوں نے اپنی سندوں سے اور حدیث ابن مسعودؓ کی روایت کیا اُس کو ابن ابی شیبہ نے کہ کہا اُنھوں نے مدت مقرر کی جاوے عنین کی ایک سال تو اگر جماع کرے فبہا ورنہ تفریق کرا دی جاوے درمیان اُن کے اور بھی اخراج کیا اس کا دار قطنیؒ اور عبد الرزاقؒ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مغیرہ بن شعبہؓ سے کہ اُنھوں نے مدت دی عنین کو ایک سال کی اور نکالا ابن ابی شیبہؒ نے حسنؒ اور شعبی اور عطا اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے کہ کہا اُن سب نے مُدت دی جاوے عنین کو ایک سال کی ص پس جو وطی نہیں کی اس مدت ایک سال میں تو قاضی تفریق کردے ان دونوں میں اگر عورت طلب کرے تفریق کو اور بائن ہو جاوے گی عورت ساتھ ایک طلاق کے اور عورت کو کل مہر ہے اگر خلوت کی ہے اُس سے اور واجب ہوگی عدت اور اگر درمیان زوج اور زوجہ کے ابتدا سے اختلاف پڑا جیسا کہ زوج نے کہا کہ میں تجھ پر قادر ہوا ہوں اور زوجہ نے اُس کا انکار کیا اور وہ قبل نکاح کے بکر تھی یا ثیب اور عورت نے دیکھ کر کے گواہی دی کہ ثیبہ ہے تو خاوند کو قسم دیں گے اگر قسم کھائی تو حق زوجہ کا یعنی تفریق باطل ہو جاوے گی اور اگر قسم سے نکولؔ کیا یا عورتوں نے گواہی دی کہ بکر ہے تو قاضی خاوند کو ایک سال کی مہلت دے اور اگر بعد مہلت کے بھی اختلاف ہوا تو تقسیم ویسی ہی ہوگی جیسے قبل مہلت کے تھی لیکن اب مہلت نہ دی جاوے گی تو اگر عورتوں نے کہا ثیب ہے تو اگر خاوند حلف کریگا عورت کا حق باطل ہوگا جیسا کہ پہلے تھا اور اگر نکول کیا یا عورتوں نے کہا بکر ہے تو عورت کو اختیار ہے تو اگر اپنے تئیں اختیار کرلے ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر خاوند کو اختیار کرے گی تو حق اُس کا باطل ہوگا اور خصی مہلت دیا جاوے گا مثل عنین کے ف خصی اُس کو کہتے ہیں کہ جس کے خصیے نکال لیے گئے ہوں اور آلت قائم ہو اور اُس کا حکم کُل مسائل مذکورہ میں مثل عنین کے ہے ص اگر زوج مجبوب ظاہر ہوا ف یعنی اُس کی آلت کٹی ہو ص اور زوجہ نے قاضی سے تفریق طلب کی تو فی الفور تفریق کرا دی جاوے گی اس واسطے کہ اُس کو مہلت دینے میں کچھ فائدہ نہیں برخلاف خصی کے کہ وطی کی توقع اُس سے ہے ف بوجہ قیام آلت کے ص کسی کو زوج اور زوجہ میں سے بسبب عیب دوسرے کے خیار نہیں برخلاف امام شافعیؒ کے کہ اُن کے نزدیک پانچ عیبوں میں خیار ہے ایک جنون دوسرے برص تیسرے جذام چوتھے قرن پانچویں رتق اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر خاوند کو جنون یا جذام یا برص ہے تو عورت کو اختیار ہے اور اگر عورت کو ہے تو مرد کو اختیار نہیں کیونکہ مرد اپنے سے دفع ضرر کرسکتا ہے اس طرح پر کہ طلاق دیدیوے برخلاف عورت کے ف رتق کے معنی بند ہونا اور عرب میں کہا کرتے ہیں اِمْرَأَةٌ رَتْقَاءُ جس سے جماع نہیں کرسکتے بوجہ بند ہونے مقام دخول کے اور قرن نام ہے ایک عصب غلیظ کا یا گوشت کا جو اُٹھا ہوا ہو یا ہڈی کا جو فرج میں ہووے اس طرح پر کہ مانع ہو دخول سے امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ بعضی ان چیزوں سے کراہت طبع ہوتی ہے اور طبع مؤید ہے ساتھ شرع کے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگ تو اُس شخص سے جس کو جذامؔ ہو جیسا کہ بھاگتا ہے تو شیر سے روایت کیا اس کو بخاریؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور بعضی ایسی ہیں کہ وہ مانع ہیں استیفائے منافع کو ہمارا جواب یہ ہے کہ فوت استیفائے منافع کا موت سے بھی ہو جاتا ہے اور وہ موجب

ل ۱ نکول بالضم از قسم باز ایستادن ۱۲، ط اس سے یہ اعتقاد نہ رکھے کہ مرض جذام وغیرہ واجب الاحتراز ہے اور جذامی کے ساتھ بیٹھنا نہ چاہیے بلکہ آنحضرتؐ نے اس واسطے فرمایا کہ ایسا نہ ہو بعض ضعیف الایمان لوگوں کو یہ مرض مشیت ایزدی سے لاحق ہو جائے تو تاثیر مرض متعدی کو حق سمجھ کے دام شرک خفی میں گرفتار ہو جائیں ورنہ معارض ہو گی اس کے یہ حدیث عدوی ولا طیرۃ مرض متعدی کوئی چیز نہیں تاثیر اسکی باطل ہے اور نہ خیال بد سے جانیں اس واسطے کہ ہماری شریعت نبوی میں سب کا دار و مدار تقدیر الٰہی پر ہے وبس ۱۲ محمد عبد العلی مدراسی مرحوم ۱۲

فسخ نکاح نہیں یہاں تک کہ موت سے کچھ مہر ساقط نہ ہوگا تو یہ عیوب بطریق اولی موجب فسخ نہ ہوں گے اور یہ اس واسطے کہ استیفائے منافع ثمرۂ نکاح ہے اور استحقاق تمکن خاوند کا ہے وطی پر عورت سے اور وہ حاصل ہے مجذومہ اور مجنونہ اور برصا سے اور اسی طرح رتقاد اور قرناء سے ساتھ شق اور فتق کے کذا فی الہدایہ والکفایہ

ص باب عدت کے بیان میں

جس شخص نے اپنی زوجہ کو بعد خلوت کے طلاق رجعی یا بائن دیا اور عورت آزاد ہے اگر اُس کو حیض آتا ہو تو تین حیض کامل تک اُسکو عدت لازم آویگی ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ یعنی مطلقات روک رکھیں اپنے نفسوں کو تین حیضوں تک اور امام شافعیؒ کے نزدیک عدت اُس کی تین طہر ہیں اور یہ اختلاف واقع ہوا ہے اس سبب سے کہ لفظ قروء سے کیا مراد ہے ہمارے نزدیک قرء کے معنی حیض ہیں اور اُن کے نزدیک طہر اور ادلہ طرفین کے کتب اصول میں تفصیل مذکور ہیں اور مذہب ہمارا ماثور ہے خلفائے راشدین اور عبادلہ ثلاثہ اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل اور ابو الدرداء اور عبادہ بن الصامت اور زید بن ثابت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے اور زیادہ کیا ابو داؤد اور نسائیؒ نے معبد جہنی کو اور امام شافعیؒ کا مذہب ماثور ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور زیدؓ بن ثابت سے حالانکہ معارض ہوئی اُس کی روایت ابن عمرؓ سے موافق ہمارے مذہب کے نقل کیا اس کو طحاویؒ نے اور بعض حفاظ نے حنابلہ سے اور اسناد کی طحاویؒ نے طرف قبیصہ بن ذویب کے کہ اُنھوں نے سُنا زید بن ثابتؓ سے کہ کہتے تھے عدت لونڈی کی دو حیض ہیں تو یہ بھی معارض ہے اُن کی روایت کے زید بن ثابتؓ سے اور یہی قول ہے سعید بن المسیبؒ اور ابن جبیرؒ اور عطاءؒ اور طاؤسؒ اور عکرمہؒ اور مجاہدؒ اور قتادہؒ اور ضحاکؒ اور حسن بصریؒ اور مقاتلؒ اور شریح قاضی اور ثوریؒ اور عبداللہ بن عباسؓ اور اوزاعیؒ اور ابن شبرمہؒ اور ربیعہؒ اور سدیؒ اور ابو عبیدؒ اور اسحاقؒ کا اور اسی طرف رجوع کیا امام احمدؒ نے اور کہا امام محمد بن حسنؒ نے مؤطا میں حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ أَبِيْ عِيْسَى الْخَيَّاطُ الْمَدَنِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ ثَلٰثَةَ عَشَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا الرَّجُلُ أَحَقُّ بِامْرَأَتِهٖ حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ یعنی کہا تیرہ شخصوں نے اصحابؓ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ مرد حقدار زیادہ ہے اپنی عورت کے ساتھ یہاں تک کہ غسل کرے تیسرے حیض سے ص اور اگر اُس عورت کو حیض نہیں آتا جیسا کہ وہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے اور سن ایاس کو پہونچگئی ہے یا سن بلوغ کو نہیں پہونچی اور حیض نہیں آیا تو اُس کو تین مہینے تک عدت واجب ہوگی ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللَّائِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَائِكُمْ الآیۃ ص اور اگر نکاح فسخ ہوگیا بسبب خیار بلوغ کے یا احد الزوجین کی ملک کے سبب سے دوسرے پر یا بسبب بوسہ لینے زوجہ کے ابن زوج کو بشہوت یا بسبب مرتد ہوجانے احد الزوجین کے یا بسبب کفو نہ ہونے کے یا اور کسی سبب سے بعد خلوت کے اور زوجہ آزاد صاحب حیض ہے تو اُس کی عدت تین حیض ورنہ تین ماہ ہوں گے ف اور عدت شروع ہوگی وقت طلاق سے یا فسخ سے نہ وقت خبر سے ایسا ہی ہے جامع الرموز میں ص اور تین حیض کامل اس واسطے معتبر ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو حیض میں طلاق دیا تو حیض عدت میں محسوب نہ ہوگا اور جس اُم ولد کا مولے مر گیا یا اُس کو آزاد کردیا اور جس عورت سے وطی کی کسی شخص نے شبہ سے اپنی بیوی جان کر یا نکاح فاسد سے مثل نکاح موقت اور متعہ کے اور خاوند مر گیا یا اُن میں فرقت ہوگئی تو اگر عورت صاحب حیض ہے تو تین حیض اُس کی عدت ہوگی اور اگر صاحب حیض نہیں تو تین مہینے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب مولیٰ اُم ولد کا مرجاوے یا آزاد کردیوے تو عدت اُس کی ایک حیض ہے اور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے یحییٰ بن کثیر سے تحقیق کہ عمروؓ بن العاص نے حکم کیا اُم ولد کو کہ آزاد ہوگئی تھی عدت کرنے کا ساتھ تین حیض کے اور لکھا یہ طرف حضرت عمرؓ کے تو آپ نے پسند کیا اس کو اور وفات میں قول اُن کا معلوم نہیں لیکن نکالا ابن ابی شیبہ نے حارثؓ سے اُنھوں نے علیؓ اور عبداللہؓ سے کہ کہا اُن دونوں نے عدت اُم ولد کی تین حیض ہیں جس وقت کہ مرجاوے مولیٰ اُس کا اور نکالا مثل اس کے ابراہیم نخعیؒ

اور ابن سیرینؒ اور حسن بصریؒ اور عطاءؒ سے ص اور اگر حرہ کا خاوند مر گیا ف برابر ہے کہ وہ عورت مسلمان ہو یا کتابیہ حائضہ یا غیر حائضہ مدخولہا صغیرہ یا کبیرہ ص تو عدت اُس کی چار مہینے دس دن ہیں ص اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ترجمہ اور جو مر جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں تو روک رکھیں وہ اپنے نفسوں کو چار مہینے دس دن ص اور عدت اُس لونڈی کی جو صاحب حیض ہے واسطے طلاق اور فسخ کے دو حیض ہیں ف اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لونڈی کے دو طلاق ہیں اور عدت اُس کی دو حیض ہیں اور یہ حدیث اوپر گزر چکی اور اِس واسطے کہ رقیت منصف[۵۱] ہے اور حیض قسمت نہیں پاتا تو دوسرا حیض بھی پورا ہو گیا تو دو حیض ہو گئے جیسا کہ کہا حضرت عمرؓ نے کہ اگر استطاعت رکھتا میں یہ کہ کر دوں اُس کو ایک حیض اور آدھا البتہ کرتا میں اُس کو سو ایک شخص نے کہا کہ آپ کرتے اُس کو ڈیڑھ مہینہ تو چپ رہے حضرت عمرؓ روایت کیا اِس کو عبدالرزاق نے اور شافعیؒ نے مسند میں اور ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور حضرت عمرؓ نے اِس واسطے سکوت کیا کہ کلام اُس کا قابل التفات نہ تھا کیونکہ اُن کا کلام صاحبات حیض میں تھا اور وہ عدت بیان کرتا تھا آئسہ کی تو مشورہ اُس کا ماتحن فیہ سے خارج تھا ص اور جو لونڈی صاحب حیض نہیں تو عدت اُس کی نصف عدت حُرہ ہے یعنی واسطے طلاق اور فسخ کے ڈیڑھ مہینہ اور واسطے موت کے دو مہینے اور پانچ روز اور عدت حاملہ کی آزاد ہو یا لونڈی طلاق اور فسخ اور موت میں ساتھ وضع حمل کے ہے اگرچہ خاوند اُس کا جو مر گیا ہے لڑکا ہو ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی جو عورتیں حاملہ ہیں تو اُن کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کریں اور حضرت علیؓ کے نزدیک ضرور ہے وضع حمل اور چار مہینے دس دن بھی اور یہی قول ہے ابن عباسؓ کا کیونکہ اس آیت سے واجب ہوئی اُس پر عدت ساتھ وضع حمل کے اور آیت یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا موجب ہے چار مہینے دس دن کو تو دونوں کے جمع کرنے میں[۵۲] احتیاط ہے اور امام مالکؒ کی مؤطا میں ہے سلیمان بن یسار سے کہ عبداللہ بن عباسؓ اور اباسلمہؓ بن عبدالرحمن بن عوف نے اختلاف کیا اُس عورت میں کہ جنی کچھ راتوں بعد اپنے خاوند کے تو کہا ابوسلمہؓ نے کہ جس وقت جنا اُس نے تو حلال ہو گیا کہ نکاح کرے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ عدت اُس کی آخر ہے دونوں[۵۳] مدتوں کے تو کہا ابوہریرہؓ نے کہ میں اپنے بھائی کے بیٹے یعنی اباسلمہ کے ساتھ ہوں پھر بھیجا کریبؓ مولیٰ عباسؓ کو طرف اُم سلمہؓ کے کہ اُن سے پوچھے اِس کو تو خبر دی اُنھوں نے اِس کو کہ سبیعہ اسلمیہ جنی تھی بعد وفات اپنے خاوند کے کچھ راتوں بعد تو ذکر ہوا اِس کا واسطے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تب فرمایا آپ نے کہ حلال ہوئی نکاح کر لے جس سے چاہے اور جامع ترمذیؒ میں ہے کہ وہ جنی تھی بعد تئیس[۲۳] یا پچیس[۲۵] دن کے اور صحیح بخاریؒ میں ہے کہ فرمایا حضرت ابن مسعودؓ نے کہ اُتری ہے سورہ نساء قصریٰ بعد طولیٰ کے اور مراد قصریٰ[۵۴] سے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ الآیۃ ہے اور طولیٰ سے سورہ بقر ہے تو غرض ابن مسعودؓ کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالیٰ کا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اُترا ہے بعد قول اللہ تعالیٰ کے وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ تو متاخر ناسخ ہوگا واسطے متقدم کے اور روایت ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ میں ہے کہ کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے وَاللّٰهِ لَمَنْ شَآءَ لَاعَنَّاهُ لَاُنْزِلَتْ سُوْرَةُ النِّسَآءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا اور بزار کی روایت میں ہے مَنْ شَآءَ حَالَفْنَاهُ اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب وضع حمل کرے تو وہ حلال ہو جاوے گی تو خبر دی اُن کو ایک شخص نے انصار میں سے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وضع حمل کرے اور خاوند اُس کا تخت پر رکھا ہو اور دفن نہ ہوا ہو تب بھی حلال ہو جاوے گی روایت کیا اس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں اور اس کی اسناد میں ایک شخص مجہول ہے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک عدت[۵۵] اُس کی عدت وفات ہے ف اور دلیل[۵۵] ہماری اصل میں مذکور ہے ص اور اگر حاملہ ہو بعد مرنے لڑکے کے تو عدت اُس کی عدت وفات[۵۶] ہو گی اور نسب دونوں صورتوں میں یعنی چاہے قبل مرنے لڑکے کے حاملہ ہو یا بعد اس کے ثابت نہ ہوگا اور عدت زوجہ فار کی ف یعنی اُس شخص کی جس نے اپنی زوجہ کو مرض میں طلاق دیا اور اُسی میں مرا ص واسطے طلاق بائن کے ف

۵۱ یعنی آدھا کرنے والی ہے ۱۲ ۵۲ یعنی اگر وضع حمل قبل چار مہینے دس دن کے ہووے تو چار مہینے دس دن تک عدت میں رہے اور جو چار مہینے دس دن گزر جائیں اور وضع حمل نہ ہو تو وضع حمل کا انتظار کرنا چاہیے ۱۲

۵۳ یعنی وضع حمل اور چار مہینے دس دن ۱۲ ۵۴ یعنی جب خاوند لڑکا مرا ہو ۱۲ ۵۵ امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ عدت وضع حمل واسطے صیانت نطفے کے واجب ہے اور حمل ونسب لڑکے سے ثابت نہیں ہو سکتا اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کی دلیل طلاق آیہ کریمہ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الآیہ فافہم واللہ اعلم ۱۲ عبدہ ۵۶ یعنی چار مہینے دس دن اس لئے کہ وہ حاملہ نہ تھی وقت موت خاوند لڑکے سے ۱۲

ایک ہو یا تین ص البعد الاجلین لے ہے یعنی اگر عدت طلاق کی گزر گئی اور وہ تین حیض ہیں مثلاً اور عدت حیض کی نہیں گزری تو ضرور ہے اُنکو کہ موت کی عدت تک ٹھہر جاویں اور اگر عدت موت کی گزر چکی اور عدت طلاق نہیں گزری تو طلاق کی عدت تک ٹھہر جاویں اور واسطے طلاق رجعی کے عدت وفات ہے اور اگر مولیٰ نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا اور وہ اپنے خاوند سے عدت میں طلاق رجعی کے تھی تو عدت حرّہ کو تمام کرے اور اگر عدت میں طلاق بائن کے یا عدت میں موت کے تھی تو عدت لونڈی کی تمام کرے اور اگر عورت آئسہ یعنی جو سن ایاس میں ہو یعنی پچپن برس یا زیادہ کی ہووے اور خون اُس کا موقوف ہو گیا ہو اور طلاق دیا اُس کو خاوند نے تو عدت کرے گی ساتھ تین مہینے کے تو اگر قبل گزرنے ان تین مہینوں کے خون دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ آئسہ نہ تھی تو اب پھر عدت حیضوں سے شروع کرے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے ف اور بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر بعد سن ایاس کے خون دیکھا تو حیض نہ ہو گا اور عدت مہینوں سے باطل نہ ہو گی اور فساد نکاح بھی ظاہر نہ ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ حیض ہو گا تو عدت مہینوں سے باطل ہو جاوے گی اور فساد نکاح ظاہر ہو گا اور صدر الشہید فتویٰ دیتے تھے اس بات پر کہ اگر آئسہ نے خون دیکھا بعد سن ایاس کے چاہے جس طرح کا ہووے حیض ہو جاوے گا اور فتویٰ دیتے تھے کہ عدت مہینوں سے باطل ہو جاوے گی اگر خون دیکھا قبل تمام ہونے عدت کے مہینوں سے اور اگر بعد تمام ہونے عدت کے خون دیکھا تو باطل نہ ہو گی ھکذا فی الکفایۃ د فتح القدیر اور وقایہ میں لکھا ہے کہ اگر بعد عدت گزرنے کے بھی خون دیکھے تب بھی سرے سے عدت حیضوں سے شروع کرے اور ایسا ہی ہے اکثر معتبر کتابوں میں کذا فی الچلپی ص اور ابو علی دقاقؒ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی عورت کو حکم ایاس کا ہو گیا ہو اور وہ خون دیکھے بعد اُس کے تو حیض نہ ہو گا اور ایاس باطل نہ ہو گا اور اگر بعد تین مہینے کے اُس نے نکاح کر لیا ہو تو ایسے خون سے نکاح فاسد نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ خون اپنے وقت میں نہیں ف اور موافق روایت وقایہ کے فاسد ہو گا ص اور اگر اُس عورت نے عدت شروع کی حیض سے اور بعد ایک دو حیض کے آئسہ ہو گئی اور خون اُس کا منقطع ہوا تو مہینوں سے عدت شروع کرے ف اور جو کچھ حیض وطہر گزرا ہے عدت میں محسوب نہ ہو گا ص اور ایک عورت عدت میں تھی اور کسی شخص نے اُس سے شبہے سے وطی کی ف برابر ہے کہ وہ شخص اُس کا خاوند ہو جو طلاق دے چکا ہے یا اجنبی ہو ص تو اُس وطی کے لئے ایک اور عدت چاہیے اور دونوں عدتیں متداخل ہو جاویں گی یعنی جو کچھ عدت اوّل سے باقی ہو اب وہ دونوں میں محسوب ہو گا اور جو حیض کہ بعد وطی یا شبہہ کے دیکھے تو وہ دونوں عدت سے محسوب ہو گا اور جب پہلی عدت تمام ہو جاوے تو دوسری کو تمام کر لے اور صورت اس کی یوں ہے کہ زوج نے اُس کو ایک طلاق بائن یا تین طلاق دیے اور اس کو ایک حیض آیا اور پھر اُس سے کسی نے شبہہ سے وطی کی تو اُس پر دو عدتیں ہیں تو اوّل حیض پہلی عدت کا ہو گا اور دو حیض اُس کے بعد کے دونوں عدتوں میں ہو جاویں گے تو عدت پہلی تمام ہو گئی اور دوسری عدت کے واسطے ایک حیض اور چاہیے تو عدت ثانیہ تمام ہو جاوے ۱۲ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تداخل جب ہو گا کہ وطی بالشبہہ زوج سے ہو اور جو عورت اُسکی عدت میں ہو تو تداخل نہ ہو گا اور عدت طلاق اور موت کی گزر جاوے گی اگرچہ زوجہ کو خاوند کی موت اور طلاق کا علم نہ ہووے ف اور اگر بیچ میں عدت کے علم ہو گیا تو باقی کو تمام کرے ص اور شروع اس عدت کا طلاق اور موت کے وقت سے ہو گا اور نکاح فاسد میں جب سے تفریق ہو یا وطی کرنے والا قصد کرے ترک وطی کا تو عدت شروع ہو گی اور اگر زوجہ نے کہا کہ عدت میری تمام ہو گئی اور تکذیب کی اُس کی زوج نے تو قول عورت کا معتبر ہو گا ساتھ قسم کے اور اگر طلاق بائن دیا زوج نے اپنی زوجہ کو پھر نکاح کیا اُس سے عدت میں اور پھر طلاق دیا اُس کو قبل دخول کے تو خاوند پر کامل مہر لازم ہے اور اُس پر نئے سرے سے ایک عدت مستقل واجب ہے نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک خاوند پر نصف مہر ہے اور عورت پر تمام کرنا پہلی عدت کا واجب ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک عورت پر بالکل عدت نہیں ف اور دلائل مذہب ثلثہ کے مذکور ہیں ہدایہ اور شرح وقایہ میں ص اور اگر ذمی نے طلاق دیا ذمیہ کو تو اس پر عدت نہیں اگر ذمیوں کا یہی اعتقاد ہے اور اگر اعتقاد میں اُن کے عدت ہے تو اس پر عدت لازم ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں عدت اُس پر واجب ہے ف اور اگر حربی نے حربیہ کو طلاق دیا تو بالاتفاق عدت لازم نہ آوے گی

اور اگر مسلمان نے ذمیہ کو طلاق دیا تو عدت واجب ہو گی جامع الرموز ص اور اسی طرح اگر حربیہ ہماری طرف چلی آئی مسلمان ہو کے تو اُس پر عدت نہیں تو اگر نکاح کرے جائز ہے کذا فی الہدایہ ۱۲ مگر یہ کہ حاملہ ہو ف اور صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی اُس پر عدت ہے اور ایک روایت میں امام ابو حنیفہؒ سے ہے کہ اگر وہ حاملہ ہو تو جائز ہے نکاح اُس کا اور وطی نہ کرے اُس سے جیسے وہ عورت جو حاملہ ہو زنا سے اور اوّل صحیح ہے کذافی الہدایہ

ص **فصل** جس عورت کا خاوند مر گیا یا اُس کو طلاق بائن دیا اور وہ بالغہ ہے مسلمان ہے حرہ ہو یا نہ ہو تو اُس کو عدت میں چاہیے کہ سوگ کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سوگ نہیں ہے معتدہ بائن پر ف دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ام عطیہ میں سوگ نہ کرے عورت مُردے پر تین دن سے زیادہ مگر مرے پر خاوند کے چار مہینے اور دس دن روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے یہ تو متوفی عنہا الزوج میں ہے اور لیکن مبتوتہ میں سو دلیل اُس کی ہدایہ میں مذکور ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا معتدہ کو کہ خضاب کرے منہدی سے اور فرمایا کہ حنا خوشبو ہے کہا ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں کہ اس حدیث کو سروجی نے ذکر کیا اور نسبت کیا اُس کو طرف نسائی کے اور لفظ اُس کا یہ ہے نَهَى الْمُعْتَدَّةَ عَنِ الْكُحْلِ وَالدُّهْنِ وَالْخِضَابِ بِالْحِنَّاءِ قَالَ الْحِنَّاءُ طِيبٌ اور جائز ہے کہ یہ حدیث کسی کتاب میں ہو کتب نسائی سے اور روایت کی ابو داؤدؒ نے مراسیل میں عمرو بن شعیبؒ سے تحقیق کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصت دی عورت کو کہ سوگ کرے اپنے خاوند پر یہاں تک کہ گزر جاوے عدت اُس کی اور اپنے دوسرے عزیزوں پر تین دن تک ص یعنی آرایش نہ کرے اور جامۂ زعفرانی اور کسم رنگ کا نہ پہنے ف اِس واسطے کہ اُس میں خوشبو آتی ہے اور خوشبو ممنوع ہے جیسا کہ روایت کیا اس کو ہمنے اوپر اور حدیث اُم عطیہ میں ہے کہ نہ پہنے کپڑا رنگین مگر کپڑا رنگے سوت کا ص اور منہدی نہ لگاوے ف کیونکہ حدیث اُم سلمہؓ میں ہے اور نہ منہدی سے کہ وہ خضاب ہے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے اور اسناد اُس کی حسن ہے ص اور خوشبو اور تیل نہ لگاوے ف ہدایہ میں ہے اس واسطے کہ تیل بھی خالی نہیں خوشبو سے اور زیلعیؒ نے تصریح کی کہ تیل میں کوئی حدیث بتصریح نہیں آئی ص اور سُرمہ نہ لگاوے ف اِس واسطے کہ حدیث اُم عطیہؓ میں ہے کہ سُرمہ نہ لگاوے اور نہ خوشبو لگاوے مگر جب پاک ہو حیض سے ڈالے فرج میں ٹکڑا قسط کا یا اظفار کا یہ حدیث متفق علیہ ہے اور یہی لفظ مسلمؒ کا ہے اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے زیادہ کیا کہ خضاب نہ کرے اور نسائیؒ کی روایت میں ہے کہ کنگھی نہ کرے اور حدیث اُم سلمہؓ میں ہے کہ پوچھا میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس چیز سے سر دھوؤں فرمایا پتوں سے بیری کے ص مگر عذر سے ف کیونکہ اجازت دی حضرت اُم سلمہؓ نے سُرمہ لگانے کی ماں کو اُم حکیم کی جب مر گئے تھے خاوند اُن کے اور شدت تھی اُن پر درد کی آنکھوں میں روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے اور اِس واسطے کہ اُس میں ضرورت ہے اور مقصود دوا ہے نہ زینت ہے جیسا کہ حضرتؐ نے مباح کیا تھا حریر کو واسطے ایک شخص کے بسبب کثرت جوؤں کے ص اور نہ سوگ کرے وہ لونڈی اُم ولد جس کو آزاد کر دیا مولی نے اور نکاح فاسد میں اِس واسطے کہ یہاں کچھ نعمت نکاح جاتی نہ رہی بلکہ نکاح فاسد کا رفع واجب ہے ف تو اور خوشی چاہیے ص اور نہ پیغام صریح بھیجے اُس عورت کے پاس جو معتدہ ہو نکاح کا بلکہ اشارے اور کنایہ سے اگر معتدہ مُوت ہے ف اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ الآية یعنی نہیں گناہ ہے تم پر اُس میں جو اشارہ کرو تم ساتھ اُس کے پیغام سے عورتوں کے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے صحیح بخاریؒ میں کہ کہے ارادہ کرتا ہوں میں نکاح کا یا چاہتا ہوں کہ مل جاوے مجھے کوئی عورت نیک بخت اور کہا قاسم نے کہ کہے تو اچھی ہے اور میں تجھ میں راغب ہوں اور اللہ تجھ کو ایک خیر پہونچاتا ہے یا مانند اس کے اور نکالا بیہقیؒ نے سعید بن جبیرؒ سے قول میں اللہ تعالیٰ کے اِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا کہا کہ کہے میں تجھ میں راغب ہوں اور میں اُمیدوار ہوں کہ ہم تم جمع ہوں اور یہ نہ کہے کہ میں تجھ سے ارادہ نکاح کا رکھتا ہوں اور ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفسیر میں اس آیت شریف کے وَلٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا ولیکن نہ وعدہ کرو تم اُن سے پوشیدہ کہ پوشیدہ

لـه اُس سے صرف نکاح درست ہے اور وطی نہ کرے جب تک کہ وضع حمل نہ کرے ۱۲ عفر لہ اللہ لـه کیونکہ صغیرہ پر سوگ نہیں ۱۲ لـه کیونکہ کافرہ پر سوگ نہیں ۱۲ لـه یعنی جن کا خاوند مر جاوے ۱۲ لـه جس کو طلاق بائن ہوئی ہے ۱۲

نکاح ہے اور ابن الہمامؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور جو عورت کہ عدت میں ہو طلاق کی تو اُس سے تعریض بھی بالاجماع جائز نہیں ہے فتح القدیر ص اور جو عورت کہ عدت میں طلاق رجعی کے یا بائن کے ہووے تو وہ اپنے گھر سے کسی وقت نہ نکلے اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ الآیۃ ف اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ یعنی نہ نکالو اُن کو اپنے گھروں سے اور نہ وہ نکلیں مگر جب لاویں کسی فاحشہ صریح کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فاحشہ یہ ہے کہ زنا کریں اور واسطے حد مارنے کے نکالی جاویں اور کہا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے کہ فاحشہ یہ ہے کہ بدزبانی کرے اپنے خاوند کے عزیزوں پر اور اس واسطے کہ مطلقہ عورتوں کا نفقہ خاوند کے مال میں سے ہے تو اُن کو احتیاج نکلنے کی نہیں ص اور جو عورت کہ عدت میں موت کی ہو اُس کو جائز ہے کہ دن کو نکلے اور کچھ حصہ رات کو اور نہ گزارے اکثر رات کو مگر اپنی منزل میں ف اِس واسطے کہ اس کے واسطے نفقہ نہیں ہے تو محتاج ہو گی طرف نکلنے کے بخلاف مطلقہ کے کہ نفقہ اُس کا خاوند پر ہے ص جو عورت کہ اس پر عدت واجب ہوئی تو اُس کو چاہیئے کہ جس گھر میں اپنے فرقت یا موت یا طلاق ہوا تھا اُسی گھر میں عدت کو تمام کرے ف یعنی اُس گھر میں جو اُس کی طرف نسبت کیا جاتا تھا وقت وقوع فرقت اور موت کے اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ اور اضافت بیوت کی اُن کی طرف کی اور فریعہ بنت مالک سے مروی ہے کہ خاوند اُن کا نکلا تلاش میں اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کی پھر قتل کیا اُنھوں نے اُس کو جب ملے وہ اُن سے کہا اُس نے کہ پھر پوچھا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ پھر جاؤں اپنے لوگوں میں کہ خاوند نے میرے لئے نہیں چھوڑا مکان اور خرچ تو فرمایا اچھا پھر جب گئی میں حجرے میں پکارا مجھ کو پھر فرمایا ٹھہر تو اپنے گھر میں جب تک کہ پہونچے لکھا اللہ کا اپنی مدت کو پھر عدت تمام کی اُس میں چار مہینے اور دس دن کہا کہ فیصلہ کیا اسی حکم سے اس کے بعد عثمانؓ نے نکالا اس کو احمدؒ اور چاروں عالموں نے اور مالکؒ نے مؤطا میں اور ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے اور کہا کہ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ مِنَ الْوَجْهَيْنِ جَمِيْعًا وَاِنْ لَّمْ يُخَرِّجَاهُ یعنی صحیح ہے اسناد اُس کی دونوں طریقوں سے اگرچہ نہ نکالا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور کہا محمد بن یحییٰ ذہلی نے کہ یہ حدیث صحیح محفوظ ہے اور ایسا ہی کہا ترمذیؒ نے ص مگر یہ کہ گھر سے نکالی جاوے یا خوف ہووے اُس کو تلف مال کا یا گھر کے گر جانے کا یا کرایہ گھر کا اُس کو نہ ملے تو ان سب صورتوں میں زوجہ کو اختیار ہے کہ اُس گھر سے نکل جاوے اور اگر زوجہ عدت میں طلاق بائن کی ہے تو گھر میں خاوند سے پردہ چاہیئے اور اگر گھر تنگ ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ خاوند وہاں سے نکل آوے ف اور زوجہ کو بھی نکل آنا جائز ہے ہدایہ ص اور اسی طرح اگر خاوند فاسق ہووے تب بھی نکل آوے اور اولیٰ یہ ہے کہ خاوند نکل جاوے ف فتح القدیر میں ہے کہ جہاں کوئی اس قسم کا عذر متحقق ہو تو عورت کو خروج مباح ہو جاوے گا اور اولیٰ یہ ہے کہ خاوند نکل آوے ص اور اچھا یہ ہے کہ اُن دونوں کے بیچ میں ایک عورت معتبر مقرر کی جاوے کہ قادر ہووے منع پر وطی سے اور اگر کسی شخص نے سفر میں اپنی زوجہ کو کہ اُس کے ساتھ ہے طلاق بائن دیا یا مر گیا اور وہاں موضع اقامت نہیں ہے اور زوجہ کے شہر تک وہاں سے مدت سفر نہیں ہے تو وہاں سے پھر آوے اور آن کے عدت بیٹھے اور اگر جہان کا ارادہ رکھتی ہے اور جہاں سے آتی ہے دونوں تین دن تین رات کے مسافت سے کم نہ ہوں تو عورت کو اختیار ہے جہاں ان دونوں جانب سے چلی جاوے ہو سکتا ہے برابر ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی ولی ہو یا نہ ہو اور احتیاط اس میں ہے کہ رجوع کرے اور اپنے مسکن میں آ کے جہاں سے چلی تھی عدت کرے اور امام سرخسیؒ کے نزدیک دونوں جانبوں سے جو اقرب ہو اُس کو اختیار کرے مدت سفر سے زیادہ ہو یا کم اور اگر جس جگہ سے نکلی ہے تین روز کی راہ ہووے اور جس طرف جاتی ہے کم ہووے تو اُسی طرف چلی جاوے اور اگر وہ جگہ موضع اقامت ہے مثلاً شہر ہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہیں عدت تمام کرے اگرچہ اُس کے پاس کوئی ولی موجود ہووے اس واسطے کہ نکلنا معتدہ کو حرام ہے اگرچہ مسافت مدت سفر سے کم ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اُس کے ساتھ ولی ہو تو نکلنا اُس کا حرام نہیں ہے کیونکہ واسطے وحشت جدائی کے نکلنا مباح ہے اور حرمت سفر کی اُٹھ گئی بوجہ ولی کے تو اب بنا بر قول صاحبینؒ کے جب نکلنا جائز ہوا تو اب کس طرف سے جاوے اس میں ویسی ہی تفصیل ہے جیسے گزری

باب ثبوت نسب کے بیان میں

اگر کسی شخص نے کسی عورت کو کہا کہ اگر اُس سے میں نکاح کروں تو وہ طالق ہے اور پھر نکاح کیا اُس سے اور وہ جنی بعد چھ مہینے کے وقت نکاح سے تو نسب لڑکے کا اُس شخص سے ثابت ہو جاوے گا اور لازم ہووے گا اُس کو مہر اُس عورت کا ف اور دلیل اُس کی اصل میں مذکور ہے ص اور ثابت ہووے گا نسب مطلقہ بطلاق رجعی کا اگر جنے وہ لڑکے کو دو برس میں یا زیادہ میں[لہ] جب تک وہ اقرار نہ کرے عدت کے گزرنے کا تو اگر اقرار کرے گی عدت کے گزرنے کا اور پھر جنی اور طلاق اور ولادت کے بیچ میں دو برس سے زیادہ کی مدت ہے تو نسب ثابت نہ ہو گا اس واسطے کہ نسب جب ثابت ہوتا ہے کہ مدت اقرار اور ولادت میں چھ مہینے سے کم گزرے ہوں جیسا کہ آگے آتا ہے اور اگر لائی اُس لڑکے کو کم میں دو برس سے تو بائنہ ہو جاوے گی اپنے خاوند[؎] سے ساتھ گزرنے عدت کے اور نسب ثابت ہو جاوے گا بخلاف اُس صورت کے جب جنے زیادہ میں دو برس سے کہ وہاں رجعت ثابت ہو جاوے گی کیونکہ اب حمل وطی کا نہیں ہو سکتا ہے مگر عدت[؎] میں ف اور اول صورت میں ہو سکتا ہے کہ وطی نکاح میں ہو کیونکہ وہاں وقت طلاق سے دو برس سے کم مدت گزری ہے ص اور جو عورت کہ مطلقہ بطلاق بائن ہے تو اُس کے لڑکے کا نسب ثابت ہو گا جب جنے وقت طلاق سے دو برس سے کم میں اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ علوق قبل طلاق کے ہو اور جو دو برس کے بعد جنی تو نسب ثابت نہ ہو گا مگر یہ کہ خاوند اُس کا دعویٰ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے وطی کی ہو شبہے[؎] سے ایام عدت میں اور جو عورت مراہقہ ہے یعنی ایسی لڑکی ہے کہ اُس کے مثل کی اور عورتوں سے جماع ہوتا ہے اور وہ ایسے سن میں ہے کہ بالغ ہو سکتی ہے مثلاً نو برس یا زیادہ کی ہے لیکن علامات بلوغ ظاہر نہیں ہوئے وہ اگر بعد طلاق کے کم میں نو مہینے سے جنی نزدیک طرفینؒ کے نسب لڑکے کا ثابت[؎] ہو جاوے گا اور اگر نو مہینے میں جنی تو نسب ثابت[؎] نہ ہو گا اور نو مہینے اِس واسطے معتبر ہوئے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور عدت اُس کی تین مہینے ف اور اصل میں اس مقام پر تفصیل کی ہے ص اور نزدیک امام ابو یوسفؒ کے اگر طلاق رجعی ہے تو ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہو گا اس واسطے کہ تین مہینے اس کی عدت کے مدت ہیں اور دو برس اکثر مدت حمل ہیں اور اگر طلاق بائن ہے تو دو برس تک اور اگر کسی عورت معتدہ نے اقرار کیا کہ عدت میری تمام ہو گئی اور پھر چھ مہینے سے کم میں وقت اقرار سے جنی تو نسب لڑکے کا ثابت ہو جاوے گا لیکن اگر چھ مہینے میں یا زیادہ میں وقت اقرار سے جنی تو نسب ثابت نہ ہو گا ف کفایہ اور فتح القدیر وغیرہما میں لکھا ہے کہ چھ مہینے کی مدت وقت اقرار سے معتبر ہے اور نسخ شرح وقایہ میں وقت طلاق سے لکھا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ سہو ہے قلم ناسخ سے ص اگر عورت معتدہ نے دعویٰ کیا کہ میں نے لڑکا جنا اور خاوند نے اس کی ولادت کا انکار کیا تو اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر تھا یا خاوند نے اس کا اقرار کیا تھا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو گا اور اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر نہ تھا اور خاوند نے بھی اُس کا اقرار نہیں کیا تھا تو دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی واسطے ثبوت نسب کے ضرور ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اس طرح پر کہ زوجہ تنہا گھر میں گئی اور اس کے ساتھ کوئی نہ تھا اور گھر میں بھی کوئی لڑکا نہ تھا اور وہ دونوں مرد گھر کے دروازے پر تھے کہ آواز لڑکے کی سُنی یا لڑکے کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور صاحبینؒ کے نزدیک سب صورتوں میں گواہی ایک عورت کی کافی ہے اگر کوئی عورت عدت موت میں دو سال کے قبل جنے تو نسب ثابت ہو جاوے گا اور اگر معلوم نہیں کہ قبل موت کے جنی یا بعد اُس کے دو برس میں یا کم میں لیکن اقرار کیا ورثہ نے کہ یہ لڑکا اُن کے مورث کا ہے تو اگر صاحب اقرار ایسے ہیں کہ اُن سے صحت شہادت نہیں ہو سکتی بوجہ نہ کامل ہونے نصاب شہادت کے یا عدم عدالت کے تو فقط وہ لڑکا وارث ہو جاوے گا اُس مقر کے حق میں اور اگر صحیح الشہادت ہیں تو نسب اُس کا ثابت ہو جاوے گا مقر اور غیر مقر سب کے حق میں اور جو ورثہ نے اقرار نہیں کیا تو نسب ثابت نہ ہو گا ایک مرد نے نکاح کیا کسی عورت سے اور وہ جنی کم میں چھ مہینے سے وقت نکاح سے تو نسب اُس کا ثابت نہ ہو گا اور اگر جنی چھ مہینے یا زیادہ میں تو نسب ثابت ہو گا برابر ہے کہ خاوند اقرار کرے یا چپ[؎] رہے

لہ اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حمل عدت میں رہا ہو اور عورت ممتدۃ الطہر ہو ۱۲ ؎ پس ضرور ہے کہ یہ حمل بعد طلاق اور گزرنے عدت کے رہا ہو بسبب اقرار عورت کے ۱۲ عبد ؎ اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہ علوق قبل طلاق کے ہو یا عدت میں ہو اور شک سے مراجع نہیں ہوتا کذا فی الہدایہ ۱۲ عبد ؎ پس رجوع ثابت ہو جاوے گی ۱۲
؎ اسواسطے کہ اب علوق بعد طلاق بائنہ کے ثابت ہوا ۱۲ ؎ اس لئے دعویٰ ولد کا کرتا ہے ۱۲ ؎ کیونکہ یہ علوق نکاح یا عدت میں جا ہو گا ۱۲ ؎ اس احتمال سے کہ حمل بعد عدت کے ہوا ۱۲ ؎ اس لئے کہ ثبوت نسب ولد منکوحہ محتاج اقرار کا نہیں کذا فی الاصل ۱۲

اور اگر انکار کرے ولادت کا تو ایک عورت کی گواہی دینے سے ثابت ہوگا پھر اگر بعد گواہی کے خاوند لڑکے کی نفی کرے یعنی کہے کہ یہ لڑکا مجھ سے نہیں تو لعان کر لیوے اور اگر بعد نکاح کے جنی اور دعویٰ کیا زوجہ نے کہ نکاح کو چھ مہینے ہوئے اور مرد نے دعویٰ کیا کہ چھ مہینے نہیں ہوئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قول عورت کا بغیر قسم کے قبول ہوجاوے گا ف اور لڑکا زوج کا ہوجاوے گا ہدایہ ص اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو طالق ہے اور گواہی دی ایک عورت نے ولادت پر تو طلاق واقع نہ ہوگا نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور امام ابویوسفؒ اور محمدؒ کے نزدیک طلاق واقع ہوجاوے گا کیونکہ ولادت ایسا امر ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہوجاتا ہے اور طلاق بالتبع ثابت ہوجاوے گا ف اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے ان اُمور میں کہ نہیں استطاعت رکھتے ہیں مرد اُن کی نظر کی آور یہ حدیث اِس لفظ سے نہیں پائی لیکن روایت کیا ابن ابی شیبہؒ نے زہری سے کہ کہا اُنھوں نے جاری ہوئی سُنت اِس بات پر کہ جائز ہے شہادت عورتوں کی اُن اُمور میں کہ نہیں اطلاع پاتے ہیں اُن پر کوئی سوا ان کے مثل عورتوں کے ولادت اور عیوب پر آور جائز ہے شہادت دایہ کی تنہا اوپر رونے لڑکے کے آور دو عورتیں چاہئیں اُس کے سوا میں آور یہ حدیث حجت ہے کیونکہ یہ مرسل ہے آور روایت کیا دارقطنیؒ نے محمدؒ بن عبدالملک واسطی سے اُنھوں نے اعمشؒ سے اُنھوں نے ابی وائلؒ سے اُنھوں نے حذیفہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت دایہ کی اور روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں ابراہیم نخعیؒ سے کہ وہ جائز رکھتے تھے شہادت عورتوں کی لڑکے کے رونے پر اور اخراج کیا اس کا امام ابوحنیفہؒ نے مسند میں اور دلیل امام صاحبؒ کی مذکور ہے ہدایہ اور فتح القدیرؒ میں ص اور اگر خاوند نے اقرار کیا حمل کا اور پھر تعلیق کی طلاق کی ولادت پر تو عورت پر طلاق پڑجاوے گا بغیر شہادت کے اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط ہے شہادت دایہ کی اور اکثر مدت حمل دو برس ہیں ف امام اعظمؒ کے نزدیک اور دلیل ہماری قول حضرت عائشہؓ کا ہے کہ نہیں رہتا ہے لڑکا رحم میں اکثر دو برس سے آور ایک لفظ میں ہے کہ نہیں زیادہ ہوتی ہے عورت حمل میں دو برس سے اگرچہ ہو مانند سایے تکلے کے یعنی اگرچہ بقدر سایے تکلے کے ہووے کیونکہ سایے تکلے کا وقت دوران چرخے کے سریع الزوال ہوتا ہے اور سایوں سے اور مقصود تقلیل مدت ہے آخراج کیا اس قول کا دارقطنیؒ نے اور بیہقیؒ نے سنن میں آور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہیں اور دلائل اُن کے ضعیف ہیں قابل حجت کے نہیں فتح القدیر میں مذکور ہیں ص اور اقل چھ مہینے ہیں ف اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا پھر فرمایا وَفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ تو نہ باقی رہے حمل کے واسطے مگر چھ مہینے ص اور جس شخص نے نکاح کیا کسی کی لونڈی سے پھر طلاق دیا اُس کو ف بعد دخول کے ص پھر خریدا اُس کو اور جنی وہ چھ مہینے سے کم میں خرید کے وقت سے تو لازم آوے گا لڑکا اُس شخص کو بغیر دعویٰ کے اور اگر چھ مہینے میں یا زیادہ میں جنی تو بغیر دعویٰ کے اُس کو لازم نہ ہوگا ف اور یہ جب ہے کہ طلاق ایک ہو رجعی یا بائن یا خلع ہو اور اگر دو طلاق دیے تھے تو نسب ثابت ہوگا دو برس تک وقت طلاق سے ہدایہ ص اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں ولد ہے تو وہ میرا ہے اور شہادت دی اُس کی ولادت پر ایک عورت نے تو نسب لڑکے کا اُس سے ثابت ہوجاوے گا اور وہ لونڈی اُس کی اُم ولد ہوجاوے گی اور اگر کسی نے ایک لڑکے کو کہا کہ یہ میرا فرزند ہے اور وہ اُس کا لڑکا ہوسکتا ہے بعد اُس کے وہ شخص مرگیا اور لڑکے کی ماں نے کہا کہ وہ اُس کا بیٹا ہے اور میں اُس کی بیوی ہوں تو دونوں وارث ہوں گے اگر وہ عورت معروفۃ الحریۃ ہو آور یہ بھی مشہور ہو کہ اُس لڑکے کی ماں ہے اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ عورت حرہ ہے اور ورثہ نے کہا کہ تو اُم ولد ہے تو عورت کو میراث نہ ملے گی اور لڑکا وارث ہوگا

باب حضانت کے بیان میں

اور واسطے تربیت صغیر کے حقدار اوّل ماں ہے اور اُس پر جبر نہ کریں گے اگرچہ اُس کے اور خاوند کے درمیان میں تفریق ہوجاوے یعنی

طلاق دیا ہو ف کیونکہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ ایک عورت نے کہا یارسول اللہ یہ بیٹا میرا تھا پیٹ میرا اُس کا برتن اور چھاتی میری اُس کی مشک اور گود میری اُس کا مکان اور باپ نے اُس کے مجھے طلاق دیا اور چاہتا ہے کہ چھین لے اُس کو مجھ سے سو فرمایا اُس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو زیادہ حقدار ہے اُس کے رکھنے کی جب تک نکاح نہ کرے روایت کیا اِس کو احمدؒ اور ابو داودؒ اور حاکمؒ نے اور صحیح کیا اس کو اور اس واسطے کہ ماں کی شفقت زیادہ ہے تو دینا اُس کی طرف اچھا ہوگا اور حضرت ابو بکرؓ نے نہ دیا عاصم پسر حضرت عمرؓ کو بلکہ سپرد کیا اُس کو طرف اُس کی ماں کے وقت وقوع فرقت کے روایت کیا اس کو مالکؒ نے اور عبدالرزاقؒ نے اور زیادہ کیا بیہقیؒ نے کہ کہا ابو بکرؓ نے سُنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے نہیں جُدا کیجاوے والدہ اپنے لڑکے سے اور مصنف ابن ابی شیبہؒ میں ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے طلاق دیا جمیلہ بنت عاصم بن ابی الافلح کو تو اُس نے نکاح کیا اور آئے حضرت عمرؓ اور لے لیا اپنے بیٹے کو اور پکڑا اُس کو اُس کی ماں نے یہاں تک کہ مرافعہ کیا دونوں نے حضرت ابو بکرؓ پاس تو فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے کہ چھوڑ دو اُس کی ماں اور لڑکے کو تو لے لیا اُس کی ماں نے لڑکے کو آور ایک روایت میں مصنف کی ہے کہ فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے چھونا ماں کا اور گود اُس کی اور بو اُس کی بہتر ہے اُس کے لئے تم سے یہاں تک کہ جوان ہو جاوے لڑکا تو اختیار کر لے اپنے نفس کو ص اور جب ماں نہ ہووے ف یعنی مر گئی ہو یا کسی اجنبی سے اُس نے نکاح پڑھالیا ہو کفایہ ص تو نانی اولیٰ ہے اگرچہ کتنی ہی بلند ہو جاوے ف یعنی نانی کی ماں اور نانی کی نانی وغیرہا اِس واسطے کہ یہ حق ماؤں کی جانب کا ہے تو جب ماں نہ ہوئی تو ماں کی ماں کی طرف منتقل ہو جاوے گا ص اور اگر نانی نہ ہووے تو دادی بہتر ہے بہنوں سے ف اِس واسطے کہ دادی بھی حصہ ماں کا رکھتی ہے ترکے میں اور شفقت بھی اُس کو زیادہ ہے بہ نسبت بہنوں کے ص تو اگر دادی نہ ہو تو بہنیں اُس کی حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی ف اور یہ اولیٰ ہیں خالہ سے اس واسطے کہ یہ بیٹیاں ہیں اپنے باپ کی اور اسی واسطے مقدم ہیں میراث میں اور ایک روایت میں خالہ مقدم ہیں بہن سے اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالہ بجاے ماں کے ہے حق میں بیٹی حضرت حمزہؓ کے نکالا اُس کو بخاریؒ نے اور نکالا اُس کو احمدؒ نے حدیث سے علیؓ کی پھر فرمایا کہ لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے کہ بیشک خالہ ماں ہے آور روایت اسحٰق بن راہویہ میں ہے اِس لفظ سے فَاِنَّ الْخَالَۃَ وَالِدَۃٌ اور یہی عبارت واقع ہے ہدایہ میں ص بعد اُس کے حقیقی بہنیں ماں کی پھر اخیافی بہنیں ماں کی پھر علاتی بہنیں ماں کی پھر باپ کی بہنیں حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی ف اور اصل یہ ہے کہ اوّل جو ذات قرابتین ہے یعنی باپ اور ماں دونوں کی طرف کی ہے مقدم کی جاوے گی پھر ماں کی جانب پھر باپ کی جانب اور خالہ اس واسطے مقدم ہے پھوپھی پر کہ پھوپھی باپ کی بہن ہوتی ہے اور خالہ ماں کی بہن اور قرابت مادری اس مقام میں اولیٰ ہے ص اور یہ جب ہے کہ یہ عورتیں آزاد ہوں اس واسطے کہ لونڈی اور اُم ولد کو حق تربیت اپنے لڑکے کا نہیں ف اِس واسطے کہ اُن کو خدمت سے فراغت نہیں ص اور حکم ذمیہ کا مثل مسلمہ کے ہے تو اگر لڑکا مسلمان ہے اور ماں اُس کی ذمیہ ہے تو اُس کی ماں کو حق ہے پرورش کا جب تک وہ نہ پہچانے دین کو یا اُلفت نہ پکڑے کفر سے تو ان دونوں صورتوں میں ماں سے چھین لیا جاوے گا اور جس عورت نے کہ نکاح کر لیا غیر محرم سے ولد کے تو پرورش کا حق اُس کی جاتا رہا ف اور دلیل اس کی حدیث عبداللہ بن عمرؓ ہے جو اوپر گزری ص اور اگر محرم سے نکاح کر لیا جیسے اُسکی ماں نے نکاح کیا لڑکے کے چچا سے یا اُس کی دادی نے اُس کے دادا سے تو یہ حق باطل نہ ہوگا ف اور دلیل اس کی ظاہر ہے ص اور اگر نکاح جو غیر محرم سے ہوا تھا ساقط ہو گیا تو پھر اُس کا حق لوٹ آوے گا اور اگر کوئی عورت ماں اور باپ کی جانب سے موجود نہ ہووے تو حق پرورش عصبات کو ہے علی الترتیب ف یعنی پہلے باپ پھر دادا پھر بھائی حقیقی پھر بھائی علاتی پھر بیٹا حقیقی بھائی کا پھر بیٹا علاتی بھائی کا اور اسی طرح نیچے تک اُن کی اولادوں سے پھر چچا پھر چچا کے بیٹے ص لیکن صغیرہ کو ساتھ عصبہ غیر محرم کے مثل مولیٰ عتاقہ یا چچا کے بیٹے کے نہ دیں گے ف اور صغیر کو دیدیویں گے اور مولیٰ عتاقہ کہتے ہیں آزاد کرنے والے کو آور کافی میں ہے کہ جب صغیر کا کوئی عصبہ نہ ہو تو اخیافی بھائی کو دیں گے پھر اُس کے

بیٹے کو پھر باپ کے اخیافی بھائی کو پھر اُس کے بیٹے کو پھر ماں کے حقیقی بھائی کو پھر علاتی کو پھر اخیافی کو اِس واسطے کہ اُن لوگوں کو بھی ولایت ہے نکاح میں نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے کفایہ اور اگر کئی مستحق پرورش ایک ہی درجہ میں ہوں تو جو زیادہ پرہیزگار ہوگا اُس کو پھر جو زیادہ عمر والا ہوگا اُس کو دیں گے جامع الرموز ص اور نہ اُس کو جو فاسق ہو لوگوں کو حیلہ سکھاتا ہو اور ولد کو اختیار نہ ہوگا بخلاف امام شافعیؒ کے ف کہ اُن کے نزدیک لڑکے کو اختیار ہے اس واسطے کہ روایت ہے نافع بن سنان سے کہ وہ اسلام لائے اور انکار کیا اُنکی عورت نے اسلام سے سو بٹھلایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں کو ایک گوشے میں اور لڑکے کو اُن کے درمیان میں سو جھکا لڑکا اپنی ماں کی طرف پھر فرمایا آپنے یا اللہ تو ہدایت کر اُسے پھر جھکا اپنے باپ کی طرف تو لے لیا اُس نے اُس کو نکالا اُس کو ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے اور صحیح کیا اُس کو حاکمؒ نے اور بھی نکالا چاروں عالموں نے ابوہریرہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا لڑکے کو ماں اور باپ کے درمیان میں کہا ترمذیؒ نے حدیث حسن صحیح ہے اور صاحب ہدایہؒ نے جواب دیا ہے کہ لڑکے کی عقل قاصر ہے سو اختیار کرے گا اُسی شخص کو جو اُس کو تقید نہ کرے بوجہ میلان اُس کے کے طرف لعب کے اور صحیح ہوا ہے صحابہؓ سے کہ اُنھوں نے اختیار نہیں دیا اور یہ حدیث سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے اللہ ہدایت کر اس کو اور دعا آپ کی مستجاب ہے مقبول ہے تو اسی میں بہتری تھی واسطے لڑکے کے یا محمول ہے اُس صورت پر کہ لڑکا بالغ ہو گا ص اور ماں اور نانی حقدار ہیں پسر کی یہاں تک کہ کھاوے اور پیوے اور پہنے اور استنجا کرے اکیلے اور اندازہ کیا اس کا خصاف نے سات برس سے ف اور اسی پر فتویٰ ہے چ ص اور دختر کی یہاں تک کہ حیض آوے اور امام محمدؒ سے مروی ہے یہانتک کہ شہوت دار ہووے اور یہی معتبر ہے واسطے فساد زمانہ کے اور سوا ماں باپ کے حقدار ہیں دختر کے یہاں تک کہ شہوت والی ہو اور مطلقہ کو جائز نہیں ہے کہ بعد عدت کے کہیں اپنے فرزند کو سفر میں لیجاوے مگر اپنے وطن اصلی میں جہاں اُس کا نکاح ہوا تھا ف اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اہل والا ہوا کسی شہر میں تو وہ اہل اُس شہر کا ہے نماز پڑھے مقیم کی روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عثمانؓ سے اور ابن ابی یعلیٰ نے اور لفظ اُس کا یہ ہے کہ جب نکاح کرے کوئی شخص کسی شہر میں تو وہ اہل اُس شہر کا ہے اور اسناد میں اس کی عکرمہ بن ابراہیم ازدی ضعیف ہے ص اور یہ اختیار صرف ماں کو ہے غیر کو درست نہیں اگرچہ نزدیک ہو

باب نفقے کے بیان میں

واجب ہے نفقہ اور لباس اور مسکن خاوند پر ف اور اصل اس باب میں قول اللہ تعالیٰ کا ہے لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ چاہیے کہ خرچ کرے صاحب کشایش اپنی کشایش سے اور فرمایا وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث حجۃ الوداع میں کہ عورتوں کے لئے تمہارے اوپر رزق ہے اور لباس ہے موافق دستور کے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور اس واسطے کہ یہ نفقہ روکے رہنے کا ہے جیسے نفقہ قاضی کا ہے اور عامل صدقہ کا ص اگرچہ چھوٹا ہو وطی پر قادر نہ ہو واسطے اپنی زوجہ کے مسلمان ہو یا کافرہ ف واسطے اطلاق آیت کے ص بڑی ہو یا چھوٹی ہو ایسی کہ وطی کی جاتی ہو اگر وطی نہ کی جاتی ہو بسبب زوجہ کی صغرسنی کے یا کوئی اور مانع کے جو جانب زوجہ سے ہو تو خاوند پر نفقہ واجب نہ ہوگا اور معتبر نفقے میں دونوں کا حال ہے تو اگر دونوں غنی ہیں تو نفقہ غنا کا اور جو دونوں تنگدست ہیں تو نفقہ تنگدستی کا اور جو ایک غنی ہے اور دوسرا تنگدست تو دونوں کے بیچ میں ف مثلاً خاوند امیر ہے اپنے گھر میں حلوا اور کباب اور اقسام کے کھانے کھاتا ہے اور عورت اپنے گھر میں جَو کی روٹی کھاتی ہے تو خاوند پر واجب نہیں کہ جو آپ کھاتا ہے وہ دیوے بلکہ گیہوں کی اور ایک دو قسم کے کھانے دیوے ص اور یہ ہمارا مذہب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سب حالتوں میں اعتبار خاوند کا ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہندہ عورت ابوسفیان کو کہ لے تو اُس کے مال سے اِس قدر

کہ کافی ہو تجھ کو اور تیرے لڑکے کو روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور اضافت کی نفقے کی طرف زوجہ[1] کے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہووے اور خاوند نے اُس کو طلب نہ کیا ہو یا خاوند کے گھر میں بیمار ہو تو نفقہ اُس کا خاوند پر ہے ف اور اگر باوجود طلب کے از راہ شرارت ناحق نہ آتی ہو تو نفقہ اُس کا خاوند پر نہیں ہے ص نہ وہ جو نکل گئی ہو شرارت سے ناحق اور اگر حق پر نکلی مثلاً اپنا مہر معجل طلب کرتی ہو تو نفقہ اُس کا رہے گا ف اور اگر خاوند کے گھر میں ہے اور وطی سے مانع ہوتی ہے تو بھی نفقہ رہے گا کیونکہ خاوند کو پہونچتا ہے کہ جبراً بغیر اُس کی رضا کے وطی کرے ص اور اگر زوجہ قرضے میں قید ہو گئی یا اپنے باپ کے گھر میں مریض ہوئی یا کوئی اُس کو غصب کر لے گیا یا بغیر خاوند کے حج کو گئی تو نفقہ اُس کا خاوند کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور اگر خاوند کے ساتھ حج کو گئی تو اُس کو نفقہ حضر[2] کا ملے گا نہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری وغیرہ کا اور اگر خاوند مالدار ہے تو واجب ہے اُس پر نفقہ ایک خادم کا واسطے زوجہ کے یہ مذہب طرفینؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس پر دو خادموں کا نفقہ واجب ہے ایک واسطے اُمور داخل[3] خانہ کے اور دوسرا واسطے اُمور خارج[4] خانہ کے اور طرفین یہ کہتے ہیں کہ ایک دونوں کا متولی ہو سکتا ہے ف اور فتویٰ قول طرفینؒ کا ہے ص اور اگر تنگدست ہو تو واجب نہیں نفقہ خادم کا اور امام محمدؒ کے نزدیک تنگدستی میں بھی ایک خادم کا نفقہ واجب ہے ف اور صحیح مفتی بہ اول ہے ہدایہ ص اور اگر خاوند نفقے سے عاجز ہو تو تفریق نہ کرائی جاوے گی اور حکم ہوگا کہ مرد کے اوپر قرض لے کر کھاوے یہاں تک کہ خاوند مالدار ہو جاوے اور ادا کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تفریق کرا دی جاوے گی ف اور احادیث اور آثار امام شافعیؒ کے بہت ہیں مذکور ہیں فتح القدیر میں اور دلائل ہمارے اور جوابات اُن کے استدلالات کے بھی بہ تفصیل مذکور ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ[5] كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ یعنی اگر خاوند تنگدست ہو تو انتظار کرنا چاہیے کشادگی دست تک ص اور ہمارے علماء نے جب دیکھا کہ بے تفریق کے معاش ممکن نہیں ہے اس واسطے کہ رفع حاجت دائمی کا ساتھ قرض کے مشکل ہے اور بہت ایسا ہوگا کہ کوئی اُس کو قرض نہ دے گا اور غنی ہو جانا خاوند کا ایک امر متوہم ہے تو اچھا جانا اس بات کو کہ قاضی ایک نائب شافعیؒ المذہب کو معین کر دے کہ وہ ان دونوں کے بیچ میں تفریق کر دیوے ف اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفی کو مخالف اپنے مذہب کے فتویٰ دینا جائز نہیں جب کہ مجتہد[6] ہو ص اور اگر قاضی نے واسطے عورت کے کہ خاوند اُس کا تنگدست ہے نفقہ فرض[7] کیا بعد اس کے خاوند غنی ہوا اور زوجہ نے طلب کیا تو خاوند نفقہ غنا تمام کرے اور اگر خاوند نے مدت تک اپنی زوجہ کو نفقہ نہیں دیا تو اُن ایام گزشتہ کا نفقہ ساقط ہو جاوے گا مگر یہ کہ قاضی نے اُس کے واسطے نفقہ معین کیا ہو یا دونوں کسی چیز پر راضی ہوئے ہوں تو ان صورتوں میں ان ایام ماضیہ کا بھی نفقہ دلایا جاوے گا جب تک وہ دونوں زندہ ہیں تو اگر کوئی اُن میں سے مر گیا یا طلاق دے[8] دی یا خاوند نے عورت کو تو بھی ساقط ہو گا مگر جب کہ قرض لیا ہو عورت نے حکم قاضی سے تو وہ موت اور طلاق سے ساقط نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک موت سے ساقط نہ ہوگا بلکہ مرد پر دین ہو جاوے گا اور اگر پہلے سے پیشگی خاوند نے مثلاً چھ مہینے کا نفقہ دے دیا اور بعد ایک مہینے کے خاوند یا زوجہ کوئی مر گیا تو اب باقی نفقہ زوجہ سے پھیرا نہ جاوے گا شیخینؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حساب کر کے ایک مہینے کا نفقہ عورت کے پاس رہے گا اور پانچ مہینے کا پھیر لیا جاوے گا ف اور فتویٰ قول شیخینؒ پر ہے ص اور اگر غلام نے نکاح کیا اذن سے مولیٰ کے تو نفقہ اُس کا اُس پر واجب ہے تو بیچا جاوے گا اُس میں پھر اگر نفقہ جمع ہوا تو پھر بیچا جاوے گا اسی طرح بے نہایت تک ف مثلاً ہزار[9] روپے اُس پر نفقے کے جمع ہو گئے اور دو بار بیچنے میں وہ ادا ہو گئے پھر اور ہزار جمع ہوئے تو پھر تیسری بار بیع کیا جاوے گا پھر چوتھی بار پھر پانچویں بار زیلعی ص اور صورت اُس کی یوں ہے کہ ایک

[1] پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتبار حال بندہ کا فرمایا اور رزق کفاف اُس کو دلوایا پس یہ حدیث تفسیر آیۂ کریمہ کی ہوئی جو سند امام شافعیؒ کی ہے یعنی لینفق ذو سعۃ من سعتہ پس اعتبار حال دونوں کا کرنا اصل ہے قرآن و حدیث پر فافہم ۱۲ عبدہٗ [2] یعنی اقامت کا ۱۲ [3] جیسے کھانا پکانا وغیرہ ۱۲ [4] جیسے بازار سے اسباب لانا اور خرید و فروخت کرنا ۱۲ منہ رحمہ اللہ [5] ہر چند کہ یہ آیۂ کریمہ مدیون کے حق میں نازل ہوئی مگر زوج پر بھی نفقہ دین ہے پس عموم نص کے سبب استدلال اس سے صحیح ہے ۱۲ عبدہٗ [6] تو موافق اپنے اجتہاد کے فتویٰ دے اور یہی مذہب اُس کا ہوگا فافہم [7] یعنی مقرر کیا ۱۲ [8] قبل مناقشۂ نفقہ کے ۱۲ [9] صورت اس کی یہ ہے کہ غلام نے نکاح کیا ۱۲

غلام نے نکاح کیا اپنے مولیٰ کے اذن سے کسی عورت سے اور قاضی نے اُس پر نفقہ فرض کیا یہاں تک کہ ہزار درم جمع ہوئے اور پانچ سَو روپے کو بیچا گیا اور وہی اُس کی قیمت ہے اور مشتری جانتا ہے کہ اُس کے اوپر دین نفقے کا ہے تو پھر بیچا جاوے گا اور اگر غلام پر دین نفقے کا نہیں ہے بلکہ اور ہر طرح کا دین ہے تو ایک ہی بار بیع کیا جاوے گا ف اور باقی دین موقوف رہے گا اُس کی حرّیت پر ص اور خاوند پر واجب ہے کہ عورت کو رکھے ایک جُدا گھر میں کہ اُس میں کوئی خاوند کے اہل سے نہ ہو اور نہ اُس کا بیٹا ہو جو اور بیوی سے ہو مگر جب کہ زوجہ راضی ہو جاوے خاوند کے اہل کے ساتھ رہنے پر اور اگر گھر بڑا ہے اور اُس میں کئی قطعے ہیں تو بھی ایسا قطعہ چاہیئے کہ زنجیر اور قفل اُس کا علٰحدہ ہو اور خاوند کو پہونچتا ہے کہ والدین زوجہ کو اور اُس کے ولد کو جو اس خاوند سے نہ ہو گھر میں نہ آنے دیوے اس واسطے کہ گھر ملک خاوند کا ہے تو اُس کو منع پہونچتا ہے اور نہیں جائز ہے کہ منع کرے اُس کو دیکھنے سے زوجہ کے یا کلام سے اس کے ساتھ جس وقت چاہیں وہ اور بعضوں کے نزدیک خاوند کو جائز نہیں ہے کہ عورت کو والدین کے پاس جانے سے و یا والدین کو اُس کے پاس آنے سے ہفتے میں ایک بار منع کرے اور اور محرموں کی زیارت سے سال بھر میں ایک بار روکے اور یہی صحیح ہے ف ایسا ہی ہے ہدایہ میں اور خانیہ میں ہے کہ اِسی پر فتویٰ ہے ص اور معین کرے قاضی نفقہ اُس شخص کی زوجہ کا جو غائب ہووے اور اُس کے والدین کا اور اُس کی اولاد صغار کا اُس کے مال سے جو اُن کے حق کی جنس سے ہے مثلاً دراہم یا دنانیر یا کپڑے ہیں اُس کے پہننے کے یا غلہ بر خلاف اُس صورت کے کہ وہ اُن کے حق کی جنس سے نہ ہو مانند اُن اسباب کے کہ اُن کی بیع کی حاجت پڑے واسطے صرف نفقے کے ف جیسے مکان زمین آلات وغیرہ ص اور وہ نہ بیچے جاویں گے کہ نزدیک مودع یا مضارب یا مدیون کے ہے اور وہ لوگ اقرار کرتے ہیں اُس مال کا اور اُس کے زوجہ ہونے کا یا قاضی زوجہ ہونے کو جانتا ہے اور قاضی کو چاہیئے کہ عورت سے ضامن لے لیوے اور حلف دلاوے اُس کو اس بات پر کہ اُس شخص غائب نے اُس کو نفقہ نہیں دیا ہے اور اگر وہ شخص مقر نکاح کے نہ ہوں اور قاضی بھی نہ جانتا ہو اور زوجہ اپنے نکاح پر گواہ لاوے تو قاضی نفقے کو اُس پر فرض نہ کرے گا اسی طرح اُس نے اگر کچھ مال نہیں چھوڑا اور زوجہ نے مبیّنہ قائم کیے نکاح پر تا کہ قاضی اُس کے لئے نفقہ مقرر کر دے اور اُس کو حکم کرے قرض لینے کا خاوند پر تب بھی قاضی نفقہ اُس کے لئے مقرر نہ کرے گا اور حکم نکاح بھی نہ کرے گا اس واسطے کہ حکم غائب پر جائز نہیں ف یعنی مدعا علیہ کے غائب ہوتے فیصلہ کر دینا اُس پر جائز نہیں ص اور امام زفرؒ کے نزدیک نفقہ اُس پر فرض کر دے اور نکاح کا حکم نہ کرے اور آج کل میں واسطے حاجت آدمیوں کے قاضی تعمیل موافق مذہب امام زفرؒ کے کرتے ہیں ف اور محیط میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے ص فصل جو عورت کہ عدت میں طلاق رجعی یا بائن کے ہووے یا عدت میں اُس فرقت کی ہووے جو بسبب معصیت زوجہ کے نہیں ہے جیسے خیار عتق اور بلوغ اور وہ تفریق جو بسبب کفو نہ ہونے کے ہووے تو اُس کا نفقہ اور مسکن عدت کے گزرنے تک خاوند پر واجب ہے اور نزدیک امام شافعیؒ کے طلاق بائن میں نفقہ اور سکنیٰ خاوند پر نہیں اور دلیل لاتے ہیں وہ حدیث فاطمہؓ بنت قیس سے ف کہ تین طلاق دیے تھے اُن کو خاوند نے اُن کے تو نہ مقرر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے اُن کے مسکن اور نفقہ روایت کیا اس کو مسلمؒ اور اصحاب سننؒ نے ص اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اِس حدیث کو رد کیا ف جامع ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور صحیح مسلمؒ وغیرہ میں ہے کہ آئی فاطمہؓ بنت قیس نزدیک عمرؓ بن الخطاب کے سو فرمایا آپ نے کہ نہیں ہیں ہم کہ چھوڑ دیویں اپنے رب کی کتاب کو اور اپنے نبیؐ کی سُنت کو بسبب قول ایک عورت کے کہ نہیں جانتے ہیں کہ یاد رکھا اُس نے یا نہیں زیادہ کیا طحاویؒ اور دار قطنیؒ نے کہ فرمایا حضرت عمرؓ نے سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ مطلقۃ الثلث کو مسکن اور نفقہ ہے اور حضرت عائشہؓ نے بھی اس حدیث کو رد کیا اور کہا فاطمہؓ سے کہ کیا نہیں خوف کرتی ہے اللہ کا یہ صحیح بخاریؒ میں ہے اور بھی نہ مانا اُس کو کبار تابعینؒ نے مثل اسودؒ اور سعید بن المسیبؒ کے اور طول کیا

شیخ ابن الہمامؒ نے اس مطلب کی بحث میں جس کو دیکھنا ہو فتح القدیر میں دیکھے ص اور جو عورت کہ عدت موت میں ہووے یا تفریق کرائی جاوے بسبب اپنی معصیت کے جیسے مرتد ہو جاوے یا ابن زوج کا بوسہ لے لیوے تو نفقہ اُس کا واجب نہیں اور جو عورت کہ عدت میں تین طلاق کے ہووے اور وہ مرتد ہو جاوے تو نفقہ اُس کا ساقط ہو گا اور اگر ابن الزوج کو اپنے اوپر قادر کرا دے تو ساقط نہ ہو گا ف اور دلیل اس کی اصل[۱] میں مذکور ہے ص اور نفقہ اولاد صغار کا باپ پر ہے جب وہ مفلس ہوں اور کوئی اُس[۲] میں شریک نہ ہو گا جیسا کہ ماں باپ کے اور زوجہ کے نفقے میں کوئی اُس کا شریک نہ ہو گا ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ اور مولود لہ باپ ہے ہدایہ ص اور اگر اولاد اُس کی غنی ہے تو نفقہ اُن کا اُن کے مال میں سے ہو گا اور اگر وہ ولد شیر خوار ہے تو ماں کو دودھ پلانے پر جبر نہ کریں گے ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا اور نہ ضرر پہونچائی جاوے گی والدہ اپنے ولد سے ص مگر جب سوا اُس کے اور دودھ پلانے والی نہ ملے یا لڑکا اور کسی کا دودھ نہ پیے ف یا خاوند اُجرت مرضعہ پر قادر نہ ہو ص تو اُس وقت ماں پر جبر کریں گے ف واسطے حفاظت ولد کے ص اور مرد نوکر رکھ لے مرضعہ کو کہ دودھ پلاوے ولد کو نزدیک اُسکی ماں کے اور اگر اُس کی ماں کو نوکر رکھ لیا اور وہ اپنی زوجہ ہے یا عدت میں ہے طلاق رجعی یا بائن کے جائز نہ ہو گا اور ایک روایت میں جب عدت میں طلاق بائن کے ہووے تو جائز ہو گا ف اور دلیل ان کی اصل میں مذکور ہے ص اور بعد گزرنے عدت کے جائز ہے کہ خاوند اُس کو نوکر رکھ لے جیسا کہ جائز ہے کہ اپنی زوجہ کو اگرچہ نکاح میں یا عدت میں ہووے نوکر رکھ لے واسطے دودھ پلانے اُس ولد کے جو اس زوجہ کے بطن سے نہیں ہے اور ماں جب عدت سے باہر آوے تو واسطے شیر دہی ولد کے وہ دوسروں سے زیادہ حقدار ہے مگر یہ کہ اُجرت زیادہ طلب کرے ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ یعنی نہ ضرر پہونچایا جاوے باپ اپنے ولد سے اور قیمت زیادہ یہ بھی ایک ضرر ہے ص اور نفقہ دختر بالغہ کا جو بے شوہر ہے اور نفقہ پسر بالغ کا جو محتاج ہوں اور کسب پر قادر نہیں ف مثلاً لولا لنگڑا مفلوج بے دست و پا ہے ص سب باپ پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور روایت خصاف اور حسنؒ میں دو ثلث اُس کے باپ پر ہیں اور ایک ثلث ماں پر ہے اور یہ جب ہے کہ اُن دونوں کے واسطے مال نہ ہووے اور اگر مال ہووے تو نفقہ اُن کا اُن کے مال میں سے ہو گا اور جس شخص پر کہ صدقۂ فطر واجب ہے تو اُس پر نفقہ اپنے اُصول کا جو فقرا ہوں لازم ہے ف اگرچہ کسب پر قادر ہوں[۵] ج اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا اور بسر کر والدین کے ساتھ دنیا میں موافق دستور کے اور یہ آیت ماں باپ کافر کے حق میں اُتری ہے اور دستور یہ نہیں کہ آپ عیش کرے اور والدین کو چھوڑ دے کہ وہ بھوکے ہو کے مر جاویں اور اجداد اور جدات بھی آبار اور اُمہات میں سے ہیں اور اسی واسطے جد قائم مقام باپ کا ہوتا ہے وقت نہونے باپ کے ہدایہ ص اور بیٹا بیٹی اس میں برابر ہیں ف تو اگر کسی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو نفقہ اُس کا آدھا آدھا دونوں پر ہے ص اور معتبر اس بات میں قرب اور جزئیت ہے نہ وراثت تو جس شخص کا ایک پوتا اور ایک بیٹی ہے تو کل نفقہ اُس کا بیٹی پر ہے ف اِس واسطے کہ وہ قریب ہے بہ نسبت پوتے کے ص باوجود اس بات کے کہ ترکہ دونوں کو آدھا آدھا ملے گا اور جس شخص کے ایک نواسا ہے اور ایک بھائی ہے تو کل نفقہ اُس کا نواسے پر ہے ف اِس واسطے کہ نواسا اپنا جز ہے برخلاف بھائی کے ص باوجود اس بات کے کہ ترکہ کل بھائی لے لیوے گا اور نواسے کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ وہ ذوی الارحام سے ہے اور نفقہ ذو رحم محرم کا ف ذو رحم اُس کو کہتے ہیں کہ جس کا حصہ ترکہ میں سے کچھ مقرر نہیں اور نہ وہ عصبہ ہے سراجیہ ص جب صغیر اور فقیر ہو یا عورت صغیرہ فقیرہ ہووے یا مرد بالغ بے دست و پا اندھا[۶] ہووے اس پر جو صلاحیت

[۱] سواسطے کہ رِدت اور تمکین ابن الزوج کو فرقت میں کچھ اثر و دخل نہیں کیونکہ فرقت قبل اس کے بسبب تین طلاق کے ہو گئی گر مرتد حبس کیا جاوے گی واسطے توبہ کے اور محبوسہ کیلئے نفقہ نہیں بخلاف ممکنۂ ابن الزوج کے کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ

وراثت کی رکھتا ہو واجب ہے بقدر میراث کے اور جبر کیا جاوے گا اس پر اور معتبر اس میں اہلیت ارث کی ہے نہ حقیقت اسکی اس واسطے
کہ حقیقت ارث کی بعد موت کے معلوم ہوتی ہے **ف** اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور قرأت ابن مسعودؓ
میں ہے وَعَلَى الْوَارِثِ ذِي الرَّحِمِ الْمُحَرَّمِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور یہ مالک نصاب پر واجب ہے **ص** تو جس شخص کا ایک ماموں اور ایک
چچازاد بھائی ہے تو باوجود اس بات کے کہ چچازاد بھائی حاجب ہے ماموں کا کیونکہ وہ عصبہ ہے لیکن ماموں کو صلاحیت ہے وراثت
کی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ چچازاد بھائی مر جاوے اور ماموں وارث ہو جاوے نفقہ اُس کا ماموں پر ہے تو معتبر اقربیت اور اہلیت ارث ہے
اور جس شخص کی تین بہنیں متفرق ہیں مثلاً ایک حقیقی اور ایک علاتی اور ایک اخیافی تو تین خمس اُس کے نفقہ کے حقیقی بہن پر ہیں اور ایک
ایک خمس دونوں بہنوں پر **ف** اس واسطے کہ وراثت بھی اُنکی اُسی طریقے پر ہے تو اگر وہ شخص مر جاوے تو اُس کے مال کے پانچ حصے
کیے جاویں گے تین حصے حقیقی بہن کو اور ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو ملے گا **ص** اور جس شخص کا ایک ماموں اور ایک چچا کا بیٹا ہو تو
نفقہ اُس کا ماموں پر ہوگا اور نہیں نفقہ ہے باوجود اختلاف دین کے مگر زوجہ کو اگرچہ غنی ہو اور اصول اور فروع کو اگر فقیر ہوں اور
محتاج پر نفقہ کسی کا واجب نہیں مگر زوجہ کا اور لڑکوں محتاج کا اور باپ کو جائز ہے کہ مال اپنے پسر کا جو غائب ہو واسطے نفقے اپنے
کے بیچے اور زمین اُس کی بیچنا جائز نہیں اور سوائے نفقے کے اور کسی قرض کی بابت جو باپ کا بیٹے پر ہووے بیچنا اُس کے مال کا جائز
نہیں اور ماں کو ہرگز جائز نہیں کہ واسطے اپنے نفقے کے مال کو بیٹے کے بیچ ڈالے اس واسطے کہ ولایت تملک مال پسر باپ کو مخصوص ہے
فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اور مال تیرا واسطے تیرے باپ کے ہے اور اس لئے کہ ماں کو ولایت تصرف بیٹے کے مال میں
نہیں **ف** روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے جابرؓ سے بسند صحیح **ص** اور جس شخص غائب کا مال کسی کے پاس امانت ہے اور اُس نے بغیر
حکم قاضی کے اس غائب کے ماں باپ پر خرچ کیا ضامن ہوگا اور اگر اُس کا مال ماں باپ کے پاس امانت تھا اور اُنھوں نے خرچ
کیا تو ضمان لازم نہ آوے گا اور اگر قاضی نے نفقے کا واسطے غیر زوجہ کے حکم کیا اور ایک مدت تک اُن کو نہ پہونچا تو بقدر اُس کے نفقہ
ساقط ہو جاوے گا اور جامع کبیر بزدوی سے منقول ہے کہ یہ جب ہے کہ مدت دراز ہو جاوے یعنی ایک مہینہ یا زیادہ گزر گیا ہووے
اور اگر مدت کم گزری ہو یعنی ایک مہینے سے کم تو ساقط نہ ہوگا لیکن اگر قاضی نے اُس کو قرض لینے کا غائب کے نام پر حکم کیا اور اُس نے
قرض لے کے اپنے نفقے میں صرف کیا تو وہ مال ذمہ غائب پر لازم ہوگا اور ساقط نہ ہوگا اور مولیٰ پر ہے نفقہ اپنے غلام اور لونڈی کا **ف**
اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کے حق میں کہ وہ تمھارے بھائی ہیں کیا اللہ نے اُن کو زبردست تمھارا
تو جس کا بھائی زیردست ہو اُس کے تو کھلاوے اُس کو جو آپ کھاتا ہے اور پہناوے اُس کو جو آپ پہنتا ہے اور نہ تکلیف دو اُن کو اس
امر کی جو مغلوب کرے اُن کو اور اگر دو تو تم بھی اعانت کرو اُنکی روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابوذرؓ سے اور روایت کیا اس کو
ابوداؤدؒ نے سند صحیح سے اور زیادہ کیا کہ تم کو پسند نہ آوے اُن میں سے تو نہ بیچو اُن کو اور نہ عذاب کرو خلق اللہ پر اور حضرت علیؓ
سے مروی ہے کہ آخر کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ تھا کہ محافظت کرو نماز پر اور ڈرو اللہ سے اپنے غلاموں میں اخراج
کیا اس کو امام احمدؒ نے **ص** تو اگر مولیٰ نے نہ دیا اور وہ قابل کسب کے ہیں تو کماویں گے اور نفقہ اپنا کریں گے اور اگر قابل کسب کے
نہیں جبر کیا جاوے گا مولیٰ اُن کی بیع پر **ف** اور حیوانات میں اگر اُن کو نفقہ نہ دے تو حکم بیع کا نہ کیا جاوے گا مگر فی ما بینہ و بین اللہ
حکم ہوگا اس واسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عذاب کرنے سے خلق اللہ کے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور منع کیا
ضائع کرنے سے مال کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور صحیحین میں مروی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذاب کی گئی ایک عورت بسبب بلی کے کہ قید کیا تھا اُس کو یہاں تک کہ مر گئی پھر داخل ہوئی آگ میں اور

اسی میں ہے کہ نہ کھانا دیا اُس نے بلی کو اور نہ پانی دیا جب اُس کو قید کیا تو نہ چھوڑا اُس کو کہ کھاوے گھاس زمین کی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جبر کیا جاوے گا اُس جانور کی بھی بیع پر کذا فی الہدایۃ

ص کتاب العتاق

ف آزاد کرنا مملوک کا ایک امر مندوب اور مستحسن ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مرد مسلمان آزاد کرتا ہے مرد مسلمان کو پاک کرتا ہے اللہ اُس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے عضو کو آگ سے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور صحیح ترمذیؒ میں مروی ہے ابی امامہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مرد مسلمان آزاد کرے دو عورتیں مسلمان ہونگی وہ دونوں خلاصی اُس کی آگ سے اور روایت ہے ابوذرؓ سے کہا پوچھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کون عمل افضل ہے فرمایا ایمان لانا اللہ پر اور جہاد کرنا اُس کی راہ میں کہا میں نے پھر کون سی گردن آزاد کرنی افضل ہے فرمایا جس کی قیمت زیادہ اور نفیس زیادہ ہے اپنے مالک کے پاس روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بدلہ دے سکتا ہے بیٹا اپنے باپ کو مگر یہ کہ پاوے اُس کو غلام پھر آزاد کرے اُس کو اور مسنون رکھا علما نے کہ آزاد کرے مرد غلام کو اور عورت لونڈی کو تاکہ مقابلہ اعضا کا ہو جاوے ہدایہ ص عتق صحیح ہوتا ہے حر بالغ عاقل سے اپنی ملک میں ف تو غیر کا غلام آزاد نہیں کر سکتا اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں عتق ہے اس میں جس کا مالک نہیں آدمی روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ یہ حسن صحیح ہے ص تو اگر فقط صریح ہو تو بغیر نیت کے بھی آزاد ہوگا جیسے کہے تو حر ہے یا معتق ہے یا عتیق یا آزاد کیا میں نے تجھ کو یا تو محرر ہے یا حر کیا میں نے تجھ کو یا یہ مولیٰ میرا ہے یا پکارا کہ اے میرے مولیٰ ف اور ایسا ہی اگر کہا کہ اے حر آزاد اور اگر نام اُس کا حر ہے اور اُس نے پکارا یا حر تو آزاد نہ ہوگا اور اگر نام اُس کا حر تھا اور فارسی میں کہا کہ اے آزاد یا نام اُس کا آزاد تھا اور عربی میں کہا یا حر تو آزاد ہو جاوے گا ہدایہ ص یا کہا کہ سر تیرا حر ہے یا اور جو اعضا کہ اُن سے تعبیر سارے بدن سے ہوتی ہے ف اور گزرا بیان اُن کا کتاب الطلاق میں ص اور اگر لفظ کنایہ ہو کہ احتمال آزاد ہونے اور نہ ہونے کا رکھتا ہے جیسے کہے میری ملک تیرے اوپر نہیں ہے یا تو میری ملک سے نکل گیا یا چھوڑ دی میں نے راہ تیری یا لونڈی سے کہا چھوڑ دیا میں نے تجھ کو یا نہیں رقیت تیرے لئے ف کہ ان سب لفظوں سے عتاق اور عدم عتاق مراد ہو سکتا ہے کیونکہ جب کہا کہ تو میری ملک سے نکل گیا معلوم نہیں کہ بسبب عتاق یا بسبب بیع کے یا بسبب ہبہ کے اور ایسا ہی باقی الفاظ میں کذا فی الاصل ص تو بغیر نیت کے آزاد نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو کہا یہ بیٹا میرا ہے تو اگر فرزند اُس کا وہ ہو سکتا ہے اور وہ غلام مجہول النسب ہے تو بغیر نیت کے آزاد ہوگا اور اگر فرزند اُس کا نہیں ہو سکتا تو بھی امام صاحبؒ کے نزدیک بے نیت کے آزاد ہو جاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ آزاد ہوگا ف اور دلائل اس کے مذکور ہیں ہدایہ اور شرح وقایہ میں ص اور اگر خواجہ نے اپنے غلام کو پکارا کہ اے میرے بیٹے یا اے میرے بھائی تو آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ مقصود پکارنے سے حاضر ہونا اُس کا ہے اور لحاظ معنی کا نہیں اور جب مقصود نہ ہوئے تو مجاز بھی ثابت نہ ہوگا اور وہ حریت ہے برخلاف اُس کے جب کہا یا حر کیونکہ وہ صریح ہے قصد معنی کی طرف نہیں محتاج اور اسی طرح اگر کہا کہ نہیں حکومت ہے میری تجھ پر تو بھی آزاد نہ ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اُس کا غلام ہو اور تصرف مولیٰ کا نہ ہو سکے جیسا کہ مکاتب میں ف اور بیان اس کا آگے آوے گا ص اور لفظ طلاق اور جو کنایات طلاق ہیں اُن سے ہمارے نزدیک لونڈی آزاد نہ ہو گی اگرچہ نیت بھی ہو آزادی کی برخلاف امام شافعیؒ کے کہ اُن کے نزدیک آزاد ہو جاوے گی ف اور دلائل طرفینؒ کے ہدایہ اور شرح وقایہ میں مسطور ہیں ص اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو مثل حر کے ہے آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ نہیں ہے تو مگر حر تو آزاد ہو جائے گا اور جو شخص کہ مالک ہو جاوے ذی رحم محرم اپنے کا تو وہ آزاد ہو جاوے گا ف اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص

ل یعنی آزاد کرنے میں غلام کے ۱۲

ع ذو عتق ایسی قوت شرعی ہے جو غلام میں پیدا ہوتی ہے مالک کی ملک کے دور ہونے اور غلامی کے جاتے رہنے کے بعد ثابت ہوتی ہے ۱۲ منہ

کہ مالک ہو جاوے ذی رحم محرم اپنے کا تو آزاد ہو جاوے گا اُس پر روایت کیا اس حدیث کو اسی لفظ سے بیہقیؒ اور نسائیؒ نے اور ضعیف کیا اس کو بسبب اس بات کے کہ ضمرہ منفرد ہوا ساتھ اس حدیث کے سفیانؒ سے اور صحیح کیا اس کو عبدالحق نے اور کہا کہ ضمرہ ثقہ ہے اور تصویب کی ابن القطان نے اُس کے کلام کی اور توثیق کی ضمرہ کی ابن معین نے اگرچہ حجت نہیں پکڑی اُس سے صحیحین میں اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مالک ہو ذی رحم محرم کا تو وہ حُر ہے نکالا اُس کو اصحاب سنن اربعہ نے سمرہؓ سے اور روایت کیا اس کو طحاوی نے حضرت عمرؓ سے موقوفاً اور عائشہؓ اور علیؓ سے ساتھ اسانید ضعیفہ کے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور جس نے اپنے غلام کو واسطے خدا کے یا واسطے شیطان کے یا واسطے بُت کے یا زبردستی سے یا نشے میں آزاد کیا تو آزاد ہو جاوے گا اور اگر مضاف کیا عتق کو طرف ملک کے مثلاً کہا کہ اگر میں مالک ہوں اس غلام کا تو وہ حُر ہے یا شرط کی مثلاً کہا کہ اگر فلانا شخص آوے تو غلام میرا آزاد ہے اور اس غلام کا مالک ہو گیا یا وہ شخص آگیا تو آزاد ہو جاوے گا بشرطیکہ غلام وقت تعلیق شرط کے اُس کی ملک میں ہو اور غلام حربی کا مسلمان ہو کے ہماری طرف چلا آوے تو آزاد ہو گا ف اس واسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غلاموں میں طائف کے جب وہ نکلے تھے وہاں سے مسلمان ہو کے کہ وہ آزاد کیے ہوئے ہیں اللہ کے روایت کی یہ ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور کہا کہ حسن صحیح غریب لا نعرفہ الا من ہذا الوجہ اور روایت کیا اس کو حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے ص اور حمل آزاد ہو جاوے گا بسبب آزادی اُس کی ماں کے نہ بطریق تبعیت کے بلکہ بطور اصالت کے اور آزاد کرنے سے حمل کے آزادی اُس کی ماں کی نہ ہو گی اور یہ جب ہے کہ بعد آزادی کے چھ مہینے سے کم میں جنے ف اس واسطے کہ اس میں یقین ہے وجود حمل کا وقت آزادی کے ص اور اس میں ولاء اُس کے باپ کی مولیٰ کی طرف نہ آوے گی ف صورت ولاء کھینچنے کی یہ ہے کہ ایک شخص کے غلام نے اُس کے اذن سے ایک لونڈی سے نکاح کیا کہ اُس کو غیر نے آزاد کیا تھا اور اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ حُر ہو گا بہ تبعیت اپنی ماں کے اور ولاء اُس کی ماں کی مولے کو ملے گی مگر جب یہ شخص بھی اپنے غلام کو آزاد کر دے تو اس صورت میں باپ اُس کا ولاء کو اپنی طرف کھینچ لے گا تو اگر باپ مر جاوے اور پھر اُس کا بیٹا مر جاوے تو اب ولاء بیٹے کی باپ کے مولے کی طرف کھنچ جاوے گی ف اور لڑکا تابع ہے اپنی ماں کے تو اگر ماں اُس کی پیدا ہوتے وقت آزاد ہے آزاد ہو گا اور اگر مملوکہ ہو گی مملوک ہو گا اور جو مشترکہ ہے تو مشترک ہو گا موافق حصّوں اپنی ماں کے اور اگر مکاتبہ ہے مکاتب ہو گا اور اگر مدبرہ ہے مدبرہ ہو گا اور لونڈی کا لڑکا اس کے خاوند سے ملک ہے اُس کے مولیٰ کی اور اُس کے مولیٰ سے آزاد ہے

باب عتق البعض

اگر کسی شخص نے بعض اپنے غلام کا آزاد کیا ف مثلاً کہا نصف تیرا آزاد ہے یا ثلث تیرا یا ربع تیرا ص تو امام صاحبؒ کے نزدیک اتنا حصّہ آزاد ہو جائے گا اور سعی کرے گا واسطے بقیہ قیمت کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور وہ مانند مکاتب کے ہو جاوے گا مگر جب کہ عاجز ہو جاوے تو غلام نہ ہو جاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک سارا غلام آزاد ہو گا ف اور دلیل اُس کی مذکور ہے اصل میں ص اگر ایک غلام میں دو شخص شریک ہیں اور ایک نے اپنا حصّہ آزاد کر دیا تو دوسرا شریک بھی چاہے اپنا حصّہ آزاد کر دے یا اُس سے سعی کرا لیوے یا ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے قیمت اپنے حصّے کی اگر وہ تنگدست نہیں ہے اور اگر تنگدست ہے تو ضمان نہ لے گا ف بلکہ سعی کراوے گا یا آزاد کر دے گا ص اور ولاء دونوں کے واسطے ہے اگر وہ دوسرا شریک بھی آزاد کرے یا سعی کراوے اور اگر ضمان لیوے تو کل ولاء آزاد کرنے والے کو ہے اور وہ آزاد کرنے والا رجوع کرے رقم ضمان کی غلام پر اور صاحبینؒ کے نزدیک دوسرے شریک کو دو ہی باتوں کا اختیار ہے چاہے ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے اگر وہ غنی ہے یا سعی کراوے اگر وہ فقیر ہے ف اور آزاد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی کل آزاد ہو چکا اُنکی رائے پر اور دلیل لاتے ہیں حدیث ابی ہریرہؓ سے صحیحین میں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص آزاد کرے اپنا حصّہ غلام کا تو خلاصی اُس کی اُس پر ہے اگر اُس کے پاس مال ہے اور نہیں تو قیمت لگایا جاوے گا اور سعی کرائی جاوے گی اور دلیل امام ابو حنیفہؒ کی مذکور ہے ہدایہ

اور فتح القدیر میں ص اور ولا فقط آزاد کرنے والے کو ہے اور اگر دونوں شریکوں نے گواہی دی اِس بات کی کہ دوسرے نے اپنا حصّہ آزاد کیا ہے ف مثلاً زید اور عمرو شریک تھے ایک غلام میں تو زید نے شہادت دی کہ عمرو نے اپنا حصّہ آزاد کیا اور عمرو نے شہادت دی کہ زید نے اپنا حصّہ آزاد کیا ص تو غلام سعی کرے اُن دونوں کے لئے اُن کے حصّہ میں اور ولا اُن دونوں کے واسطے ہے برابر ہے کہ وہ دونوں تنگدست ہوں یا دونوں فراخ دست یا ایک تنگدست دوسرا فراخ دست اور صاحبینؒ کے نزدیک سعی کرے اگر دونوں تنگدست ہوں اور اگر دونوں فراخ دست ہوں تو سعی نہ کرے اور اگر ایک تنگدست ہے اور دوسرا فراخ دست تو تنگدست کے واسطے سعی کرے اور موقوف رہے گی ولا سب صورتوں میں یہاں تک کہ اتفاق کریں دونوں ایک کی آزادی پر اس واسطے کہ ہر ایک اپنے عتق کا منکر ہے اور اگر ایک نے اُس کے عتق کو معلق کیا کل کے روز ایک فعل کے وجود پر اور دوسرے نے اُس کے عدم پر ف مثلاً ایک شریک نے کہا کہ اگر کل زید اس گھر میں جاوے تو حصّہ میرا آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر کل زید اس گھر میں نہ جاوے تو حصّہ میرا آزاد ہے ص اور کل کا روز گزر گیا اور شرط اُس کی معلوم نہ ہوئی ف مثلاً زید اُس گھر میں گیا یا نہ گیا معلوم نہ ہوا ص تو آزاد ہو جاوے گا نصف اُس غلام کا ف اِس واسطے کہ دونوں باتوں سے کوئی امر ہوا ہوگا تو نصف آزاد ہو جاوے گا ص اور سعی کرے نصف میں واسطے اُن دونوں کے اور امام محمدؒ کے نزدیک سعی کرے واسطے کل کے دونوں کے لئے اور اگر غلام دونوں کے جُدا ہیں مثلاً ایک شخص نے کہا کہ اگر فلاں شخص کل گھر میں داخل ہو تو غلام میرا آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر فلاں شخص کل گھر میں داخل نہ ہو تو غلام میرا آزاد ہے اور کل کا روز گزر گیا اور حال معلوم نہ ہوا تو کوئی آزاد نہ ہوگا اور اگر ایک غلام ساتھ خرید یا ہبہ یا وصیت کے دو شخصوں کی ملک میں آیا اور ایک اُن میں سے اُس غلام کا باپ ہے یا نصف اپنے بیٹے کا غیر سے خرید لیا یا اُس کے عتق کو معلق کیا ساتھ اُس کے شرا نصف کے اور پھر خریدا اُس کو کسی کے ساتھ مل کے تو اِن سب صورتوں میں حصّہ اُس کا آزاد ہو جاوے گا اور وہ ضامن نہ ہوگا برابر ہے کہ شریک جانتا ہو اس بات کو کہ یہ بیٹا ہے اُس کا یا نہ جانے جیسا کہ نہیں ضامن ہوتا ہے باپ اگر وارث ہووے اپنے شریک کے ساتھ غلام کا اور صورت اُس کی یوں ہے کہ ایک عورت مر گئی اور اُس کا ایک غلام تھا کہ وہ اُس کے خاوند کا بیٹا تھا اور وہ عورت چھوڑ گئی اپنے بھائی اور خاوند کو تو باپ نصف غلام کا مالک ہو جاوے گا اور یہ نصف حصّہ آزاد ہو گا اور اُس کے بھائی کے حصّے کا ضامن نہ ہوگا اب دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے اُس کو آزاد کر دے یا سعی کراوے اور صاحبینؒ کے نزدیک غیر میراث میں دوسرا شریک ضامن ہوگا اُس کی نصف قیمت کا اگر غنی ہے اور سعی کرے گا غلام اگر وہ فقیر ہے اور میراث کی صورت میں کسی کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ ثبوت ملک کا میراث میں کچھ اختیاری نہیں ہے تو باپ کا کیا قصور ہے اگر کسی شخص نے بعض غلام اُس کے مولیٰ سے خریدا بعد اس کے بعض باقی کو باپ نے اس غلام کے جو غنی ہے خریدا تو اب اِس شخص کو اختیار ہے چاہے باپ سے اُس کے بقدر اپنے حِصّے کے ضمان لیوے یا غلام سے سعی کراوے اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط ضمان لیوے ایک غلام میں تین شخص برابر کے شریک تھے ایک نے اُس کو مدبر کیا اور دوسرے نے آزاد کیا اور وہ دونوں مالدار ہیں اور تیسرا چُپ رہا تو چُپ رہنے والا اپنے تہائی حصّے کا ضمان لیوے مدبر کرنے والے سے اور نہ ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے اور مدبر ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے تہائی حصّے کا بعد مدبر ہونے کے نہ اُتنے کا جتنا چُپ رہنے والے کو دیا ہے یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے ف مثلاً اُس غلام کی ستائیس روپئے قیمت تھی تو چُپ رہنے والا مدبر کرنے والے سے نو روپئے لے لے اور مدبر کرنے والا ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے چھ روپئے کا اِس واسطے کہ قیمت مدبر کی دو ثلث ہیں قیمت غلام کی اِس واسطے کہ مملوکات میں منافع تین ہیں وطی اور خدمت لینا اور بیع اور مدبر کرنے سے ایک فائدہ جاتا رہا یعنی اب اُس کو بیچ نہیں سکتا تو ایک ثلث قیمت بھی اُس کے مقابلے میں کم ہو جاوے گی کذا فی الاصل ص اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام اُس شخص کا ہو گا جس نے اوّل اُس کو مدبر کیا اور ضامن ہو گا دو ثلث قیمت کا ف یعنی اٹھارہ روپئے کا

٥١ اس لیے کہ اصل قاعدہ صاحبینؒ پر ضمان یُسر کے ساتھ اور سعی عُسر کے ساتھ ہوتی ہے پس جب دونوں شریک مُعسر یعنی محتاج ہوں تو سعی دونوں کیلیے کل قیمت میں غلام پر واجب ہوئی اور جو دونوں موسر یعنی غنی ہیں تو سعایت نہیں وہو الظاہر اور ضمان بھی نہیں اس واسطے کہ ہر واحد منکر اپنے اعتاق کا اور مدعی عتاق دوسرے کا ہے اور بینہ نہیں ۱۲ کذا فی الاصل مع التشریح ٥٢ اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ۱۲ ٥٣ اس واسطے

کہ اس صورت میں مقضی علیہ بالعتق یعنی عبد اور مقضی لہ دونوں مجہول ہیں پس جہالت فاحش ہوئی اس لیے کوئی آزاد نہ ہوگا بخلاف صورت اول یعنی عبد مشترک کے کہ مقضی لہ مجہول ہے نہ مقضی علیہ فافہم ۱۲ عبدہ ٥٤ اس لیے کہ تملیک بالارث اضطراری ہے نہ اختیاری اور اسی طرح تمام صورتوں مذکورہ میں عتق اضطراری ہے نہ اختیاری ۱۲ عبدہٗ ٥٥ یعنی جس نے اول خریدا ہے ۱۲ ٥٦ اس لیے کہ شریک غنی ہے ۱۲

صورت مذکورہ میں ص واسطے دونوں شریکوں اپنے کے برابر ہے کہ تنگدست ہو یا فراخ دست اور ولا موافق مذہب امام ابو حنیفہ رح کے تین حصے کی جاوے گی دو حصے مدبر کرنے والے کو اور ایک حصہ آزاد کرنے والے کو ف اور صاحبینؒ کے مذہب کے موافق ولا کل مدبر کرنیوالے کو ملے گی ص اور ایک نے دو شریکوں میں سے لونڈی میں کہا کہ یہ میرے دوسرے شریک کی اُم ولد ہے اور اُس نے انکار کیا تو وہ لونڈی ایک دن خالی بیٹھی رہے گی اور ایک دن خدمت کرے گی منکر کی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک منکر سعی کرالیوے لونڈی سے نصف قیمت میں پھر وہ آزاد ہو جاوے گی اس واسطے کہ جب اُس کے شریک نے تصدیق اُم ولد ہونے کی نہ کی تو اقرار اُس کا اُسی پر پلٹ گیا تو گویا اُس کی اُم ولد ہو گئی تو شریک فقط اپنے حصے کے موافق سعی کرائے گا اور پھر آزاد ہو جاوے گی اور اگر ایک اُم ولد دو شخصوں میں مشترک تھی اور ایک نے اُن میں سے اُس کو آزاد کر دیا اور وہ غنی ہے تو دوسرے کے حصے سے ضامن نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک کیونکہ امام صاحبؒ کے مذہب میں اُم ولد کی کچھ قیمت نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اس واسطے کہ اُم ولد اُن کے نزدیک قیمت دار ہے اور جس شخص کے تین غلام تھے اور دو اُس کے پاس موجود تھے اور اُس نے کہا ایک تم میں کا آزاد ہے پھر ایک اُن دو میں سے چلا گیا اور تیسرا غلام آیا اور پھر کہا ایک تم میں کا آزاد ہے اور بعد اُس کے وہ شخص مر گیا اور کچھ بیان نہیں کیا تو جو غلام دونوں مرتبہ حاضر تھا اُس کے تین رُبع آزاد ہو گئے اور نصف اوروں کا نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور ایسا ہی ہے امام محمدؒ کے نزدیک مگر تیسرے کا ایک رُبع آزاد ہوگا اُن کے نزدیک ف اور دلیل اُس کی اصل میں مسطور ہے ص اور اگر مولیٰ نے یہ قول مرض موت میں کیا اور وارثوں نے اُس کو جائز نہ رکھا اور سوا ان تین غلاموں کے اور کوئی مال اُس کا نہیں اور قیمت ان سب کی برابر ہے تو ہر غلام کے سات حصے کریں گے موافق حصوں عتق کے اُن کے نزدیک ف اس واسطے کہ تین ربع اور دو نصف کے چار ربع ہوئے تو سات حصے عتق کے تھے ص تو سات حصے ثلث مال ہو گئے اس واسطے کہ قیمت ہر غلام کی مساوی ثلث مال کے ہے تو جو غلام نکل گیا تھا اُس کے دو سبع آزاد ہوئے اور پانچ سبع میں اپنی قیمت کے سعی کرے گا اور اسی طرح داخل کے اور ثابت کے تین یعنی تین سبع اور سعی کرے گا چار سبع میں اپنی قیمت کے اور امام محمد رح کے نزدیک سہام عتق چھ تھے اس کو ثلث مال بنا دیں گے اور ہر غلام کے چھ حصے کریں گے تو خارج کے دو سُدس آزاد ہوں گے اور سعی کریگا چار سُدس قیمت میں اور ثابت کے تین سُدس اور سعی کرے گا تین سُدس میں اور داخل کا ایک تو سعی کرے گا پانچ سُدس میں مثلاً قیمت ہر غلام کی بیالیس روپئے تھے اور یہی ثلث مال ہے تو کل مال ایک سو چھبیس روپئے ہوئے تو شیخینؒ کے نزدیک خارج کے دو سبع یعنی بارہ روپئے آزاد ہو ویں گے اور پانچ سبع یعنی تیس میں سعی کرے گا اور اسی طرح داخل کے اور ثابت کے تین سبع یعنی اٹھارہ روپئے آزاد ہوئے اور چار سبع یعنی چوبیس میں سعی کرے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کے دو سُدس یعنی چودہ روپئے اور ثابت کے تین سُدس یعنی اکیس روپئے اور داخل کا ایک سُدس یعنی سات روپئے آزاد ہوں گے تو سب سہام عتق دونوں قولوں پر بیالیس روپئے ہوئے ف اس صورت میں [illegible] شیخینؒ کے نزدیک اور اس صورت سے [illegible] امام محمدؒ کے نزدیک ص اور وہ ثلث مال ہے اور سہام سعایت چوراسی روپئے ہوئے اور وہ دو ثلث کے مال ہیں ف اس صورت سے [illegible] شیخینؒ کے نزدیک اور اس صورت سے [illegible] امام محمدؒ کے نزدیک واللہ اعلم ص اور اسی طرح جو شخص تین عورتیں رکھتا ہے اور مہر تینوں کا برابر ہے اور اُس نے کسی کے ساتھ وطی نہیں کی اور دو عورتیں اُس کے پاس حاضر تھیں اُس نے کہا کہ ایک تم میں سے طالق ہے بعد اُس کے ایک اُن میں سے چلی گئی اور تیسری آئی پھر کہا کہ ایک تم میں سے طالق ہے تو جو عورت کہ حاضر رہی اُس کے مہر سے تین ثمن ساقط ہوئے اور جو نکل گئی اس کا ربع مہر یعنی دو ثمن ساقط ہوئے اور جو داخل ہوئی اس کا ایک ثمن ف اور تفصیل اور دلائل اس کے اصل میں مذکور ہیں ص اور اگر کسی شخص نے دونوں عورتوں اپنی سے کہا کہ ایک کو تم میں طلاق ہے بعد اس کے ایک کے ساتھ وطی کی یا ایک مر گئی تو دوسری پر طلاق واقع ہوگا اس واسطے کہ ایک کی وطی سے معلوم ہوا کہ مراد اُس کی دوسری تھی اور ...

ایک کے مرنے سے وہ محل طلاق نہیں رہی پس دوسری طلاق کے لئے متعین ہو گی اس واسطے بیان انشاء ہے ایک وجہ سے پس ضرور ہے اُس کے لئے محل اور نیت محل طلاق و عتاق نہیں ہو سکتا اور اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنی دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے بعد اُسکے ایک کو بیچا یا ہبہ کر دیا یا تصدق کر دیا اور اُس کو سپرد کر دیا یا ایک مر گئی یا ایک کو دو لونڈیوں سے اُمّ ولد کیا تو دوسری آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ اِن تصرفوں سے معلوم ہوا کہ یہ مراد نہ تھا لیکن فقط وطی سے دوسری آزاد نہ ہو گی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک ہو جاویگی ف اور دلائل طرفین کے مذکور ہیں اصل میں ص اور اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر اول بار تو لڑکا جنے تو تو آزاد ہے اور اُس نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور معلوم نہ ہوا کہ کون اوّل پیدا ہوا تو آدھی لونڈی اور آدھی لڑکی آزاد ہو جاوے گی اور لڑکا غلام رہے گا اور اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ فلانے نے دو غلاموں میں سے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا ہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک گواہی اُن کی باطل[1] ہو گی لیکن اگر دونوں گواہوں نے اِس بات پر شہادت دی وصیت میں کہ اُس نے اپنے مرض موت میں ایک کو آزاد کیا یا صحت میں یا مرض موت میں ایک کو مدبر کیا تو گواہی جائز ہو گی اور اسی طرح اگر دونوں گواہوں نے کہا کہ فلانے نے ایک کو دو بیبیوں اپنی سے طلاق دیا ہے تو بالاتفاق درست ہو گا برخلاف اُس کے جب گواہی دیں کہ اُس نے ایک کو دو لونڈیوں اپنی سے آزاد کیا ہے تو نزدیک امام صاحبؒ کے درست نہ ہو گا مگر

جب گواہی دیں ایک لونڈی معین کی آزادی پر

ص بابُ الحلف بالعِتق

جس شخص نے کہا کہ اگر میں گھر میں داخل ہوں تو جو غلام میرا اُس[2] دن ہو گا وہ آزاد ہے تو جو غلام اُس کی ملک میں وقت داخل ہونے کے ہو گا وہ آزاد ہو جاوے گا اگرچہ بعد قسم کے اُس کا مالک ہوا ہووے یا قبل قسم کے اور جو کہا کہ میں اگر گھر میں داخل ہوں تو جو غلام میرا ہے آزاد ہو گا ف یعنی اُس دن کا لفظ نہ کہا ص تو وقت داخل ہونے کے جو غلام کہ وقت قسم کے اُس کی ملک میں تھے وہی فقط آزاد ہوں گے ف اور جس غلام کا بعد قسم کے مالک ہوا ہووے وہ آزاد نہ ہو گا ص اور اسی طرح اگر کہا کہ جو غلام میرا ہے یا جو غلام کہ مالک ہوں میں اُس کا آزاد ہے بعد کل کے تو جو غلام کہ وقت قسم کے اُس کی ملک میں ہے وہی فقط آزاد ہو گا ف اور جو بعد قسم کے ملک میں آوے تو وہ آزاد نہ ہو گا اگرچہ قسم ہی کے دن میں خریدا ہووے ص اور اگر کہا کہ جو غلام میرا مذکر ہے آزاد ہے اور اُس کی ایک لونڈی حاملہ ہے اور وہ لڑکا جنی تو وہ لڑکا آزاد نہ ہو گا اگرچہ کم میں چھ مہینے سے قسم کے وقت سے جنے اور اگر مذکر کی قید نہ لگاتا تو لونڈی بھی اور اُس کی تبعیت میں حمل بھی دونوں آزاد ہو جاتے اور اگر کہا کہ جو غلام میرا ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں آزاد ہے بعد میری موت کے تو جو اس کہنے کے قبل اُس کی ملک میں ہو گا مدبر ہو جاویگا اور جو اُس کے بعد ملک میں آوے گا مدبر نہ ہو گا تو اُس کی بیع جائز ہو گی لیکن بعد مرنے کے دونوں ثلث مال سے آزاد ہو جاویں گے ف اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے ص اور جس شخص نے اپنے غلام سے کہا تو آزاد ہے بدلے میں ہزار درم کے اور اُس نے قبول کیا تو وہ آزاد ہو گا اور ہزار درم اُس پر قرض ہو جاویں گے تو ضمانت اُن روپؤں کی صحیح ہو گی اِس واسطے کہ یہ دَین صحیح ہے کیونکہ آزاد پر ہے برخلاف بدل کتابت کے کہ ضمانت اُس کی جائز نہیں کیونکہ وہ قرض غلام پر ہے اور وہ دَین صحیح نہیں ف تو مکاتب میں اور اُس میں فرق معلوم ہو گیا اسواسطے کہ مکاتب آزاد نہیں ہوتا جب تک اُس پر ایک پیسہ بھی باقی رہے اور اگر عاجز ہو جاوے تو پھر مملوک ہو جاتا ہے برخلاف معتق علیٰ مال یا بمال کے کہ یہ آزاد ہو جاتا ہے اور قرض اُس پر رہتا ہے جیسے آزاد شخص پر ض اور جس نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر اس قدر مال تو مجھ کو ادا کرے تو تو آزاد ہے تو مال کے ادا کرنے تک وہ غلام ماذون بہ تجارت ہو جاوے گا تو جب تمام مال کو اسی مجلس میں ادا کرے آزاد ہو گا اور اگر کہا کہ جب تو ادا کر دے تو آزاد ہے تو جس وقت کہ تمام مال دے گا آزاد ہو جاوے گا اگرچہ بعد مجلس کے ادا کرے اور مراد ادا کرنے سے یہ ہے کہ مولیٰ کو دیدیوے اور اُس کا قبضہ

[1] واسطے نہ ہونے مدعی کے ۱۲
[2] یعنی دن داخل ہونے کے ۱۲

کرادیوے یا ایسی جگہ رکھ دیوے کہ مولیٰ اُس کو بغیر کسی مانع کے لے سکتا ہے اگرچہ ادا کیا ہو اُس مال سے جو کسب کیا ہے اس کہنے سے پہلے لیکن اس صورت میں اُس پر رجوع کرلے گا نہ اس صورت میں جو ادا کیا کسب مابعد کہنے سے لیکن آزاد دونوں صورتوں میں ہو جاوے گا اور اگر بعض مال کو ادا کیا تو آزاد نہ ہو گا یہاں تک کہ کل مال ادا کرے اگرچہ مولیٰ دونوں صورتوں میں قابض ہو جاتا ہے کل مال یا بعض کا وقت تخلیہ کے اور اگر کہا کہ تو بدلے میں ہزار کے بعد میری موت کے آزاد ہے تو اگر غلام نے بعد موت کے اُس کو قبول کیا اور وارث نے اُس کو آزاد کر دیا تو آزاد ہو گا اور جو وارث نے بھی نہ آزاد کیا اور نہ اُس نے قبول کیا تو آزاد نہ ہو گا اور جو اُس نے قبول کیا اور وارث نے آزاد نہ کیا تو بھی آزاد نہ ہو گا اور جو اُس نے قبول نہ کیا اور وارث نے آزاد کیا تو بھی آزاد بالمال نہ ہو گا بلکہ مفت آزاد ہو جاوے گا اور اگر ایک سال کی خدمت پر اُس کو آزاد کیا اور اُس نے قبول کیا تو آزاد ہو جاوے گا اور خدمت ایک سال کی اُس پر لازم ہو گی اور اگر قبل گزرنے ایک سال کے مولیٰ مر گیا تو نزدیک شیخینؒ کے قیمت اپنے نفس کی غلام پر لازم ہو گی اور امام محمدؒ کے نزدیک قیمت خدمت کی واجب ہو گی اسی طرح اگر غلام کو اُسی کے ہاتھ مقابلہ میں کسی چیز معین کے بیچا اور قبل قبض کرنے کے وہ چیز ہلاک ہو گئی تو شیخینؒ کے نزدیک قیمت اپنے نفس کی غلام پر لازم ہو گی اور امام محمدؒ کے نزدیک قیمت اُس شے معین کی اگر کسی شخص نے باندی کے مالک سے کہا کہ اس باندی کو بدلے میں ہزار کے آزاد کر اس شرط پر کہ میرے ساتھ اِس کا نکاح کر دے اور مالک نے اُس کو آزاد کیا اور باندی نے اُس شخص کو قبول نہ کیا تو وہ باندی خواجہ کی طرف سے آزاد ہو جاوے گی اور اُس شخص پر کچھ نہیں آور اگر کہا کہ اس باندی کو میری طرف سے بدلے میں ہزار کے آزاد کر **ف** یعنی میری طرف کا لفظ زیادہ کیا اور باقی مسئلہ ویسا ہی ہے **ص** تو اُس ہزار کو اُس کی قیمت اور مہر مثل پر قسمت کریں گے اور اُس شخص پر حصہ قیمت کا واجب ہو گا تو مثلاً قیمت اُس کی ہزار تھی اور مہر مثل پانچ سو تو ہزار کو ڈیڑھ ہزار پر قسمت کریں گے تو دو تہائی ہزار کی حصہ قیمت کا اور ایک تہائی ہزار کی حصہ مہر مثل کا ہوا تو اُس شخص پر دو تہائی ہزار کی واجب ہونگی مالک کے لیے اور اگر لونڈی نے اُس کو قبول کیا تو اوّل صورت میں **ف** یعنی جس میں میری طرف کا لفظ نہیں ہے **ص** قیمت ساقط ہو گی **ف** یعنی دو تہائی ہزار کی **ص** اور دوسری صورت میں **ف** یعنی جس میں میری طرف سے کا لفظ موجود ہے **ص** دو تہائی ہزار کی اُس شخص پر لازم آدیں گی اور جتنا قسمت سے حصہ مہر مثل کا ہوا ہے **ف** یعنی ایک تہائی ہزار کی مثلاً **ص** وہ دونوں صورتوں میں مہر ہو جاوے گا اُس لونڈی کا

باب مُدبر اور اُم ولد کے بیان میں

جب مولیٰ نے اپنے مملوک سے کہا جب مر جاؤں میں تو تو آزاد ہے یا تو آزاد ہے بعد میرے یا تو مُدبر ہے یا مُدبر کیا میں نے تجھ کو یا اگر سو برس تک میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے اور غالب ہے موت اُس کی قبل سو برس کے تو ان سب صورتوں میں مطلق تدبیر میں وہ مملوک مُدبر ہو گیا تو نہیں جائز ہے بیع اُس کی اور نہ ہبہ اُس کا **ف** اور کہا شافعیؒ نے جائز ہے بیع مدبر کی اور صحیح ہوا ابن سمرۃؓ سے کہ نہ بیع کیا جاوے گا مُدبر اور نہ ہبہ کیا جاوے گا اور آزاد ہو جاوے گا ثلث مال سے اور رفع کیا اُس کو طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے اور ضعیف کیا اُس کے رفع کو اور صحیح کیا اُس کے وقف کو اور بھی نکالا دارقطنیؒ نے علی بن ظبیانؒ سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے مدبر آزاد ہے ثلث سے اور ضعیف ہے ابن ظبیان آور وہ جو روایت کی صحیحین میں جابرؓ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچا مدبر کو ایک واقعہ ہے کہ اس سے عموم ثابت نہیں ہوتا تو نہ معارض ہو گی روایت ابن عمرؓ کو اور ابن سمرۃؓ کو ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے یباع المدبر تو معارض ہوتا علاوہ اس کے وہ حدیث محمول ہے مدبر مقید پر اور مقید کی بیع جائز ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابی جعفر سے کہ اُن کے نزدیک ذکر ہوا کہ عطاؒ اور طاؤس قائل ہیں ساتھ حدیث جابرؓ کے کہ بیچا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدبر کو سو کہا ابو جعفرؒ نے کہ شہادت دیتا ہوں میں کہ اذن دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خدمت کی بیع میں اور کہا کہ ابو جعفر یہ ثقات معتبرین سے ہے اور لیکن یہ حدیث

مرسل ہے اور کہا ابن القطان نے کہ مرسل صحیح ہے اور تفصیل کی اس کی اس مقام میں شیخ ابن الہمام نے **ص** اور خواجہ کو جائز ہے کہ خدمت لیوے اور اجارہ کراوے اور لونڈی مدبّرہ کا نکاح کر دینا اور وطی کرنا اُس سے جائز ہے **ف** کیونکہ روایت کی امام ابو حنیفہؒ نے عطار بن یسار سے اُنھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ وطی کرتے تھے دو لونڈیوں سے کہ آزاد کیا تھا اُن کو بعد موت کے **ص** اور جب مولیٰ مرجاوے گا تو وہ اُس کے ثلث مال میں سے آزاد ہو جاوے گا **ف** اور دلیل اس کی گزری **ص** اگر اُس نے کچھ مال نہ چھوڑا سوا اس مدبر کے تو ایک ثلث اُس کا آزاد ہو گا اور دو ثلث میں سعی کرے گا اور اگر قرض خواجہ پر اتنا ہے کہ تمام قیمت عبد کو محیط ہے تو کل کے واسطے سعی کرے گا **ف** اس واسطے کہ تدبیر بمنزلہ وصیت کے ہے اور دَین مقدم ہے وصیت[1] پر **ص** اور اگر خواجہ نے اس کا عتق معلق کیا ساتھ موت کے اوپر ایک صفت[2] کے جیسا کہ کہا اگر اس مرض میں یا اس سفر میں مرجاؤں یا ایک سال میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے اُن صورتوں میں سے کہ غالباً ممکن ہیں تو قبل مرنے کے بیع اور ہبہ اُسکا جائز ہے،

اور جب خواجہ اسی صفت پر مرجاوے تو وہ ثلث مال سے آزاد ہو جاویگا

فصل اُمِّ ولد کے بیان میں

اگر لونڈی مولیٰ سے جنی تو وہ اُمّ ولد ہو گئی اگرچہ پہلے سے اُس کا مالک نہ تھا بلکہ نکاح میں تھی اور پھر مالک ہو گیا اور حکم اُس کا مانند مدبرہ کے ہے **ف** یعنی بیع اور ہبہ اُس کا جائز نہیں اور وطی کرنا اور خدمت لینا اجارہ دینا اور نکاح کر دینا جائز ہے کذا فی الہدایہ اور داؤد ظاہری اور بعض فقہاء کے نزدیک بیع اُس کی جائز ہے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے کہ ذکر کی گئی ماں ابراہیم کی نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو فرمایا آپؐ نے کہ آزاد کیا اُس کو اُس کے لڑکے نے اور روایت کیا اُس کو ابن عدی نے کامل میں اور ابن عبد البر نے تمہید میں اور روایت کی دارقطنیؒ نے حضرت عمرؓ سے کہ منع کیا اُنھوں نے بیع سے اُمّ ولد کی اور کہا نہ بیچی جاویں اور نہ میراث ہوویں اور نہ ہبہ کی جاویں لیکن فائدہ اُٹھاوے اُس سے سیّد اُس کا جب تک جیتا رہے سو جب مرجاوے تو وہ آزاد ہے اور نکالا اُس کو مالکؒ نے مؤطا میں نافع سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے بسند صحیح **ص** مگر یہ کہ آزاد ہو جاوے گی کل مال سے اُس کے **ف** اِس واسطے کہ سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے کہ امر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آزاد ہو جاویں اُمہات اولاد اور نہ بیچی جاویں کسی قرض میں اور نہ کی جاویں ثلث مال میں ذکر کیا اس کو ہدایہ میں اور فتح القدیر میں ہے کہ ذکر کیا اس کو امام محمدؒ نے اصل میں اور نکالا ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو لونڈی کہ جنے اپنے سیّد سے تو وہ آزاد ہے بعد اُس کی موت کے اور روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور روایت کیا اس کو ابو یعلیٰ موصلی نے اور زیادہ کیا کہ وہ آزاد ہے بعد اُس کی موت کے مگر یہ کہ آزاد کرے اُس کو مولیٰ قبل اپنی موت کے **ص** اور نہ سعی کرے گی واسطے دَین مولیٰ کے اور لونڈی کے لڑکے کا نسب ثابت نہ ہو گا مگر یہ کہ مولیٰ اُس کا اقرار کرے اِس واسطے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے اور جب اقرار کر لیا تو وہ اُمّ ولد ہو گئی اب جو لڑکا جنے گی تو بغیر اقرار کے نسب اُس کا ثابت ہو جاوے گا مگر یہ کہ خواجہ اُس کا انکار کرے اِس واسطے کہ اُم ولد فراش متوسط ہے اور فراش توی منکوحہ کا ہے کہ اُس کے لڑکے کا نسب ثابت ہووے گا بغیر اقرار کے اور اُس کے انکار سے منتفی نہ ہو گا بلکہ لعان واجب ہو گا اور اگر اُمّ ولد نصرانی کی اسلام لائی تو نصرانی پر اسلام کو پیش کریں گے اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو وہ اُس کی اُمّ ولد رہے گی اور اگر اسلام سے اُس نے انکار کیا تو اُمّ ولد بقدر اپنی قیمت کے سعی کرے گی بعد اُس کے آزاد ہو جاوے گی **ف** اور امام زفرؒ کے نزدیک بالفعل آزاد ہو جاوے گی اور سعایت کی رقم اُس پر دَین ہووے گی **ص** اور جبکہ لونڈی دو شریکوں میں ہووے اور وہ جنے اور ایک نے دو شریکوں میں سے اُس لڑکے کا دعویٰ کیا تو نسب اُس کا اُس سے ثابت ہو جاوے گا اور وہ اُس کی اُم ولد ہو جاوے گی اور ضامن ہو گا اُس کی نصف قیمت کا اور نصف عقر کا **ف** عقر سے مراد مہر مثل ہے اور بعضوں کے نزدیک عقر وہ ہے کہ عورت جتنے پر اجارہ لی جاتی واسطے وطی کے اگر زنا حلال ہوتا **ص** نہ قیمت[3] ولد کا اور جو دونوں نے

[1] اس لیے کہ جب ایجاب عتق بعد موت کے ہوتا ہے تو اُس کے لیے حکم وصیت کا ہو گا کذا فی الاصل ۱۲ [2] جس کا وقوع ضروری نہیں ۱۲ [3] یعنی اگر سوائے اس اُمّ ولد کے اور کچھ مال نہ چھوڑے تب بھی آزاد ہو جاویگی ۱۲ [4] اور دلیل اسکی مفصل اصل میں مذکور ہے ۱۲

دعویٰ کیا تو دونوں سے نسب ثابت ہو گا ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک قیافہ داں کی طرف رجوع کریں گے اور وہ جس کا بتلادے گا اُس سے نسب ثابت ہو گا اور ہمارا مذہب مروی ہے عمرؓ سے اخراج کیا اس کا سعید بن منصورؒ نے اور عثمانؓ سے روایت کیا اس کو اثرمؒ نے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور وہ دونوں کی اُمّ ولد ہو جاوے گی اور ہر ایک پر نصف عقر لازم ہو گا دوسرے کے واسطے اور وہ آپس میں معاوضہ کر لیں اور لڑکا ہر ایک سے میراث کامل لے گا اِس واسطے کہ مقر سے مواخذہ بموجب اس کے اقرار کے ہوتا ہے اور وہ دونوں اُس سے میراث ایک باپ کی لیں گے اور آدھا آدھا قسمت کر لیں گے اور اگر خواجہ نے اپنی لونڈی کو مکاتبہ کیا اور وہ جنی اور دعویٰ کیا اُس کا مولیٰ نے اور مکاتبہ نے اُس کی تصدیق کی تو نسب لڑکے کا ثابت ہو جاویگا اور مولیٰ پر عقر اور قیمت لڑکے کی لازم ہو گی اور لونڈی اُس کی اُمّ ولد نہ ہو گی اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک تصدیق مکاتبہ کی شرط نہیں اور اگر اُس نے مولیٰ کو جھٹلایا تو نسب لڑکے کا اُس سے ثابت نہ ہو گا مگر جب کہ مولیٰ اُس لڑکے کا ایک دن بھی مالک ہو جاوے ف اس طرح پر کہ وہ مکاتبہ ادا کرنے سے بدل کتابت کے عاجز ہو جاوے تو نسب ثابت ہو جاوے گا

ص کتاب الایمان

ف ایمان جمع یمین کی ہے اور یمین لغت میں کہتے ہیں قوت کو اور شریعت میں ص یمین کہتے ہیں قوت دینے کو خبر کے ساتھ ذکر اللہ کے یا تعلیق کے ساتھ کسی شے کے اور یمین جن پر احکام شرعی مرتب ہیں تین قسم ہیں ایک غموس ف اور نام اس کا غموس اس واسطے ہوا کہ وہ قسم کھانیوالے کو ڈبا دیتی ہے گناہ میں یا دوزخ کی آگ میں ص اور وہ یہ ہے کہ کسی فعل یا ترک فعل گذشتہ پر خلاف واقع قصداً جھوٹ قسم کھاوے ف مثلاً کہے قسم خدا کی میں حج کر چکا اور حج اُس نے نہیں کیا تھا اور جھوٹ بولا یا قسم خدا کی میں نے حج نہیں کیا ہے قصداً جھوٹ کہا ص اور اس سے گنہگار ہو گا ف اور کفارہ اس کا کچھ نہیں مگر توبہ اور استغفار اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ پانچ چیزیں ہیں کہ نہیں ہے انمیں کفارہ اور ذکر کیا اُس میں سے اُس قسم کو کہ جھوٹی ہووے کاٹ لیوے بسبب اُس کے مال ناحق روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے سند صحیح سے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حلف کرے اور وہ اُس میں کاذب ہو تا کہ کاٹ لیوے بسبب اُس کے مال ایک مرد مسلمان کا تو حرام کرے گا اللہ اُس پر جنّت کو اور داخل کرے گا اُس کو آگ میں روایت کیا اُس کو ابن حبانؒ نے ابی امامہؓ سے اور صحیحین میں ہے کہ جاویگا اللہ کے پاس اور وہ اُس پر غصہ ہو گا نعوذ باللہ منہ اور سنن ابی داؤدؒ میں ہے حدیث عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ حلف کرے کاذب تو چاہیئے کہ بنالیوے اپنا ٹھکانا جہنم میں ص اور دُوسری لغو اور وہ قسم ہے جھوٹ امر گزشتہ پر اس گمان سے کہ سچ ہے اور اس میں اُمید مغفرت کی ہے ف اور یہ بھی ایک قسم لغو کی ہے کہ کہے قسم اللہ کی وہ زید ہے اپنے گمان سے اور نکلے وہ عمرو اور اُمید ہے کہ مُواخذہ اس میں نہ ہو گا کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ ص اور تیسری منعقد اور وہ قسم ہے امر آئندہ پر اور اُس میں فقط اگر خلاف واقع ہو تو کفارہ لازم ہو گا ف اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ اور امام شافعیؒ کے نزدیک غموس میں بھی کفارہ ہے اور حدیث امام احمدؒ کی اُن پر حجت ہے ص جو قسم منعقد ساتھ زبردستی کے ہو یا بھولے سے جیسا کہ کسی کے جبر سے یا بھولے سے کہے قسم خدا کی کل میں آؤں گا اور نہ آیا تو حانث ہو گا ف اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ہیں کہ قصد اُن کا قصد ہے اور کھیل اُن کا قصد ہے نکاح اور طلاق اور رجعت اور یمین ذکر کیا اس کو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی لیکن روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور احمدؒ نے اور ذکر کیں تین چیزیں نکاح اور طلاق اور رجعت اور ابن عدی نے کامل میں روایت کی اور اُس میں ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ اُس میں کھیل نہیں جو اُن کو بولا تو وہ واجب ہوئیں طلاق اور عتاق اور نکاح اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے علیؓ اور عمرؓ سے موقوفاً کہ اُنھوں نے کہا کہ تین چیزیں ہیں کہ نہیں ہے کھیل اُن میں نکاح اور

طلاق اور عتاق اور ایک روایت میں اُن سے چار مروی ہیں اور زیادہ کیا نذر کو کہا شیخ ابن الہمامؒ نے وَلَاشَکَّ اَنَّ الْیَمِیْنَ فِیْ مَعْنَی النَّذْرِ فَیُقَاسُ عَلَیْہِ یعنی نہیں ہے شک کہ یمین معنوں میں نذر کے ہے تو قیاس کیا جاوے گا اُس پر اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جبر سے اور بھولے سے قسم منعقد نہیں ہوتی ہے اور ابن الجوزیؒ نے تحقیق میں استدلال کیا ہے واسطے اُن کے اِسی سے جو روایت کی دار قطنیؒ نے واثلہ بن اسقعؓ سے اور ابی امامہؓ سے کہ کہا اُن دونوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے مقہور یعنی مجبور پر یمین پھر کہا کہ عیینہ اسناد میں اُس کی ضعیف ہے کہا صاحب تنقیح نے کہ یہ حدیث منکر ہے بلکہ موضوع ہے اور اس کی اسناد میں ایک جماعت ہے کہ اُن سے حجت پکڑنا جائز نہیں ص یا اسی طرح اگر قسم کھائی کہ بخدا میں نہیں آؤں گا اور پھر جبر سے یا سہو سے آیا حانث ہوگا اور یہی حکم ہے دیوانگی اور بیہوشی کا اور قسم ساتھ اللہ کے ہے یا کسی اسم سے اُس کے اسمار سے جیسے رحمٰن اور رحیم یا کسی صفت سے اُس کی کہ وہ معروف ہے قسم میں مثلاً عزت اللہ کی اور جلال اللہ کا اور کبریائی اُس کی اور جو حلف کریگا ساتھ غیر اللہ کے مثلاً نبی یا کعبے کی تو وہ حلف نہ ہوگا ف اِس واسطے کہ صحیحین میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص تم میں سے ارادہ حلف کا کرے تو حلف کرے ساتھ اللہ کے یا چُپ رہے اور جامع ترمذیؒ میں روایت ہے حضرت عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے حلف کیا سوا اللہ کے اور کسی کا تو اُس نے شرک کیا یعنی شریک کیا غیر خدا کو خدا کے ساتھ تعظیم میں اور یہ نہایت زجر ہے اور ماں باپ کی قسم کھانا بھی ممنوع ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے ص اور جو حلف کرے گا ساتھ ان صفات الٰہی کے جن سے عرف میں قسم نہیں کیجاتی مثلاً رحمت اللہ کی اور علم اُس کا اور رضا اُس کی اور غصہ اُس کا اور عذاب اُس کا تو قسم منعقد نہ ہوگی اور قسم منعقد ہو جاوے گی اگر قسم کھائے ساتھ عمر اللہ یعنی بقا اُس کی کے یا اُس کی قدرت کی یا اُس کے عہد اور میثاق کی یا اتنا کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں یا حلف کرتا ہوں یا شہادت کرتا ہوں اگرچہ لفظ اللہ کا نہ کہے یا اور پر میرے نذر ہے ف اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ یُسَمِّہٖ فَکَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ یَمِیْنٍ یعنی جو شخص نذر کرے ایسی نذر کہ نام نہ لیوے اُس کا تو کفارہ اُس کا کفارہ یمین ہے روایت کیا اُس کو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے ص یا یمین ہے یا عہد ہے یا اگر ایسا کام کروں تو کافر ہوا یا کافر ہوں گا اگرچہ کافر نہ ہوگا وقت[1] کرنے کے یا سوگند میخورم بخدا ان سب سے قسم ہوگی اور بعضوں کے نزدیک[2] کافر ہوا کہے گا تو کافر ہو جاوے گا لیکن صحیح یہ ہے کہ کافر نہ ہوگا اگر وہ اس بات کو جانتا ہو کہ یہ قسم ہے اور اگر اُس کی سمجھ میں یہ ہو کہ اس کے کہنے سے کافر ہو جاتا ہے تو دونوں صورتوں میں کافر ہو[3] وے گا اور قسم نہیں منعقد ہوگی حقا اور حق اللہ اور حرمت اللہ سے اور اسی طرح اگر کہے سوگند خورم بخدا یعنی قسم کھاؤں[4] ساتھ خدا کے یا عورت کے طلاق کی یا اگر اس کام کو کروں تو اُس پر غضب اللہ کا اُترے یا لعنت اُس کی یا میں زانی ہوں یا میں سارق ہوں یا شارب خمر ہوں یا آکل ربوا ہوں تو قسم منعقد نہ ہوگی اور قسم کے حروف واو اور بے اور تے ہیں ف مثلاً کہے واللہ یا باللہ یا تاللہ ص اور کبھی بے کو ذکر نہیں کرتے لیکن مراد لیتے ہیں جیسے کہتے ہیں اللہِ لَاَفْعَلُہٗ ف تو تقدیر اُس کی یہ ہے باللہ لافعلہٗ یعنی قسم اللہ کی البتہ کرونگا میں اُس کو

فصل کفّارۂ قسم کے بیان میں

ص جو شخص کہ اپنے قسم میں حانث ہو ف یعنی قسم کے خلاف امر وقوع میں آوے جیسے قسم کھائی گیہوں کا آٹا نہ کھانے پر پھر کھالیا ص تو اُس کو اختیار ہے کہ اُس کے کفارے میں ایک بردہ آزاد کرے اور کافی ہو جاوے گا اس میں وہ بردہ جو کافی ہے ظہار میں یا دس مسکینوں کو کھانا کھلاوے مثل ظہار کے یا اُن کو لباس پہناوے اِس طرح پر کہ اکثر بدن اُن کا چھپ جاوے تو اگر فقط ازار دے تو جائز نہ ہوگا ف اور یہی صحیح ہے اور ہدایہ میں ہے کہ ادنے اُس کا یہ ہے کہ نماز اُس سے جائز ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کافی ہو جاوے جیسا کہ کفایہ میں ہے اور ایک روایت میں امام محمدؒ سے ہے کہ اگر مرد کو ازار دے گا کافی ہو جاوے گا اور عورت کو کافی نہیں اس واسطے کہ عورت کا ستر اُس سے زیادہ ہے

[1] اگر وہ فعل کفر کا نہ ہو ۱۲ [2] اس واسطے کہ اس میں تحریم ما احل اللہ کی ہے اور اقرار وانشائے کفر ہے ۱۲ [3] اور اگر کہے گا قسم کھاتا ہوں میں ساتھ خدا کے تو منعقد ہو جاویگی کیونکہ اس میں علامت حال کی یعنی لفظ تا کا موجود ہے برخلاف اس قول کے ۱۲ منہ

ص تو ان چیزوں میں سے جس کو چاہے کرے ف اور دلیل اس باب میں قول اللہ تعالےٰ کا ہے فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ الآیة ص اور جب ان تینوں میں سے کوئی نہ کرسکے تو تین روزے در پے روزے رکھے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک پے در پے روزے رکھنا ضرور نہیں واسطے اطلاق آیت کے اور دلیل ہماری قرأت ابن مسعودؓ کی ہے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ یعنی پس روزے ہیں تین دن پے در پے ص اور جائز نہیں ہے کفارہ قبل حنث کے تو اگر قبل حنث کے کفارہ دے گا بعد حنث کے پھر دوبارہ دینا لازم آوے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ دے دینا قبل حنث کے درست ہے اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے ف اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لِيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ یعنی جو شخص حلف کرے کسی یمین پر پھر دیکھے اُس کے خلاف کو بہتر تو کرے اُس کو پھر کفارہ دے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی ہاں مروی ہے صحیح مسلم میں اس لفظ سے مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ عدی بن حاتم سے اور اخراج کیا ایسا ہی امام احمدؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص جو شخص معصیت پر قسم کھاوے مثل ترک کلام کے ساتھ والدین کے ف یا ترک نماز کے یا قتل مسلمان کے ناحق ص تو واجب ہے اُس کو کہ قسم توڑے اور کفارہ دیوے ف اور دلیل اس کی ابھی گزری ص اور اگر کافر نے قسم کھائی اگرچہ بعد اسلام کے حانث ہو تو کفارہ اس پر لازم نہ آوے گا اور جس نے حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہ ہوگا اور اگر اُس کو کرے تو کفارہ لازم ہوگا اس واسطے کہ حرام کر لینا حلال کا یہ بھی یمین ہے اور جس شخص نے نذر مطلق کی مثلاً کہا کہ واسطے اللہ کے مجھ پر ہے آج کے دن کا روزہ تو پورا کرنا اُس کا واجب ہے ف اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ اور چاہیے کہ پورا کریں اپنی نذروں کو اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نذر کی اور معین کیا تو اُس پر ہے ایفاء اُس چیز کا جو معین کیا ذکر کیا اسکو ہدایہ میں اور ابن الہمامؒ نے کہا هُوَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ یعنی یہ حدیث غریب ہے انتہیٰ روایت نسائیؒ میں ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے نذریں دو طرح کی ہیں ایک نذر وہ جو عبادت ہے تو یہ اللہ کے واسطے ہے اور اُس کا پورا کرنا لازم ہے اور ایک نذر وہ جو معصیت خدا میں ہے اور یہ واسطے شیطان کے ہے اور نہیں ہے ایفا اس میں کفارہ قسم کا ص اور اگر نذر معلق کی جیسا کہ کہا اگر فلاں شخص آجاوے تو مجھ پر ایک روزہ ہے اور وہ کام ہو گیا تو واجب ہے ایفاء اُس کا اور اگر وہ فعل بُرا ہے مثلاً اگر کہے زنا کروں میں تو مجھ پر ایک روزہ ہے صحیح یہ ہے کہ اس میں اختیار ہے چاہے وفا کرے اور چاہے کفارہ دے اور بعضوں کے نزدیک ہر حالت میں وفا کرے اور اگر قسم کھائی اور متصل اس کے کہا انشاء اللہ تعالیٰ تو قسم باطل ہو گی ف اور اتصال شرط ہے اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ حلف کرے اوپر یمین کے اور کہے انشاء اللہ تو نہیں ہے حنث اس کے اوپر روایت کیا اس کو ابو داودؒ اور نسائیؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور ایسا ہی نذر میں اگر انشاء اللہ کہے تب بھی باطل ہو جاوے گی فتح القدیر

ص باب الحلف بالفعل

جس شخص نے حلف کیا کہ نہ داخل ہوگا بیت میں اور صفے میں چلا گیا تو حانث ہو گیا اس واسطے کہ صفہ بھی شب باشی کے واسطے بنایا گیا ہے اور جو واسطے شب باشی کے بنایا گیا ہے بیت میں داخل ہے اور اگر کعبے میں یا مسجد میں یا معبد نصاریٰ یا یہود میں یا دہلیز میں دروازے کی یا چھجے اور برآمدے کے نیچے جو دروازے پر ہو داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا جیسا کہ حلف کیا کہ نہ داخل ہوگا دار میں اور گھس گیا ویرانے میں تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر حلف کیا کہ اس دار میں نہ جاؤں گا بعد اُس کے جب وہ گر گیا تو اُس کے میدان میں یا دوسرا دار اُس کی جگہ پر بنایا گیا اُس میں داخل ہوا یا اُس کی چھت پر چڑھ گیا تو حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے عرف میں ف یعنی اہل عجم کے ص حانث نہ ہوگا چھت پر

جانے سے **ف** اس واسطے کہ عجمی محاورے میں جو شخص چھت پر چڑھ جاوے تو اُس کو یہ نہیں کہتے کہ دار میں داخل ہوا اور جان لینا چاہئے کہ دار اور بیت میں فرق ہے تو دار نام ہے میدان کا موافق استعمال اہل عرب کے بعد اس بات کے کہ اُس کو دیواروں سے گھیر لیویں تو صرف میدان کو قبل بنا کے دار نہ کہیں گے اور جب ایک بار بنا بن گئی اور پھر بنا جاتی رہی تو اُس کو دار کہیں گے اسی واسطے بعد گر جانے بنا کے دار میں جانے سے حانث ہوتا ہے اگر حلف کیا ہو کہ اس دار میں داخل نہ ہوگا اور بیت اُس کو کہتے ہیں جو صالح شب باشی یعنی رات بسر کرنے کے ہووے تو وہاں بنا ضرور ہے تو اگر بعد گر جانے بنا کے یعنی دیواروں کے صحرا ہو گیا اور اُس میں داخل ہوا حانث نہ ہوگا اگر حلف کیا ہو اس بیت میں داخل نہ ہونے کا جیسا کہ آتا ہے **ص** اور اگر وہ دار مسجد یا حمام یا باغ یا بیت بنا یا گیا یا بعد حمام بنانے کے پھر وہ گر گیا اور اُس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا **ف** اس واسطے کہ اسم دار کا جاتا رہا ان چیزوں کے بن جانے سے ہدایہ **ص** اور اگر قسم کھائی کہ اس بیت میں نہ داخل ہوگا اور بعد اُس کے گر جانے کے اور صحرا ہو جانے کے یا بعد دوسرا بیت بن جانے کے داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اسم بیت کا گر جانے سے بنا کے جاتا رہا **ف** اور اگر دیواریں باقی ہیں اور اُس میں داخل ہوا تو حانث ہوگا کیونکہ شب باشی بدون چھت کے ہو سکتی ہے ہدایہ اور اصل میں اس مقام پر تفصیل کی ہے بوجہ عوام فہم نہ ہونے کے اس جگہ متروک ہوئی **ص** یا حلف کیا کہ اس دار میں داخل نہ ہوں گا اور محراب میں دروازے کی جو ایسی ہے کہ اگر دروازے کو بند کر لیں تو محراب باہر رہ جاوے داخل ہوا حانث نہ ہوگا اور جو شخص کہ ایک گھر میں ساکن ہے یا ایک کپڑا پہنے ہے یا ایک جانور پر سوار ہے اور حلف کیا کہ اس گھر میں نہ رہوں گا یا یہ کپڑا نہ پہنوں گا یا اس جانور پر سوار نہ ہوں گا اور اُسی وقت اس گھر سے نکل گیا اور اُس کپڑے کو اُتار ڈالا اور اُس جانور پر سے اُتر پڑا تو حانث نہ ہوگا اور اگر ذرہ بھی ٹھہرا تو حانث ہو جاوے گا اور امام زفرؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں حانث ہوگا اور جو کسی نے حلف کیا کہ اُس گھر میں داخل نہ ہوں گا پھر بیٹھا اُس میں تو حانث نہ ہوگا کیونکہ دخول کہتے ہیں باہر سے آنے کو اور اسی واسطے اگر نکل کے پھر آیا تو حانث ہو جاوے گا اور جس نے حلف کیا کہ نہ سکونت کروں گا اس دار میں تو ضرور ہے کہ آپ اور اہل اور اسباب کل نکال لیجاوے یہاں تک کہ اگر ایک میخ بھی وہاں باقی رہے گی حانث ہوگا اور یہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ اگر اکثر اسباب نکل گیا تو حانث نہ ہوگا **ف** اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی قاضی خان والکافی **ص** اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر اتنا اسباب لے گیا ہے جس سے کتخدائی اور ضرورت معاش ہو سکتی ہے تو حانث نہ ہوگا اور فقہا نے لکھا ہے کہ یہ قول احسن اور ملائم زیادہ ہے واسطے آدمیوں کے **ف** اور جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف اسباب میں ہے اور اہل میں سے اگر کوئی بھی رہ جاوے گا تو حانث ہوگا تو ضرور ہے کہ تمامی اہل کو نکال لیجاوے کذا فی الفوائد الظہیریۃ **ص** اور اگر حلف کیا کہ نہ سکونت کروں گا اس شہر میں یا گانوں میں تو ضرور نہیں کہ تمامی اہل اور متاع لیجاوے بلکہ آپ ہی اگر اکیلا نکل جاوے گا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کسی نے حلف کیا کہ اس گھر سے باہر نہ جاؤں گا یا اس گھر کے اندر نہ جاؤں گا اور اُس کو کوئی اُٹھا کے باہر لے گیا یا اندر لے گیا تو اگر اُس کے حکم سے لے گیا ہے تو حانث ہوگا اور اگر بے اُس کے چاہے وہ راضی ہو یا ناراض لے گیا ہے تو حانث نہ ہوگا اور جو حلف کیا کہ نہ نکلوں گا میں مگر واسطے جنازے کے اور جنازے کے واسطے نکل کر پھر دوسرے کام کے لئے نکلا تو حانث نہ ہوگا اور جو قسم کھائی کہ نہ نکلوں گا طرف مکّے کے اور نکلا بقصد مکّے کے اور لوٹ آیا تو حانث ہوگا کیونکہ نکلنا پایا گیا بر خلاف اس کے جب کہے کہ نہ آؤں گا میں مکّے میں تو نکلنے سے مکّے کی طرف جب تک اُس کے اندر نہ جاوے حانث نہ ہوگا اور لفظ ذہاب کا مثل خروج کے ہے اصح مذہب میں یعنی اگر کہا واللہ لا یذہب الیٰ مکۃ پس اصح یہ ہے کہ وہ مثل لایخرج الیٰ مکۃ کے ہے اور بعضوں کے نزدیک مثل لایاتی مکۃ کے ہے اور قول اوّل اصح ہے واسطے قول خدائے تعالےٰ کے انی ذاہبٌ الیٰ ربی اے متوجہ الیہ اس لئے کہ وصول الی الرب ان کے وسعت میں نہ تھا اور اگر حلف کیا کہ میں مکّے میں آؤں گا تو آخر دم حیات میں حانث ہوگا اس واسطے کہ اس وقت میں نہ آنا معلوم ہوا اور اگر قسم کھائی کہ کل اگر استطاعت ہوگی تو مکّے میں جاؤں گا اور اُس روز کوئی مانع مثل مرض یا حکم بادشاہ وغیرہ کے نہ ہوا اور نہ گیا تو حانث ہوگا قضاءً اگرچہ اُس نے مراد استطاعت سے حقیقی جو قدرت تمام ہے اور مقارن فعل کے

ہوتی ہو مُراد لی ہو نہ دیانۃً **ف** یعنی فیما بینہ وبین اللہ حانث نہ ہوگا اور قاضی کے نزدیک حانث ہو جاوے گا **ص** اگر کسی شخص نے حلف کیا کہ باہر نہ جاؤں گا مگر اُس کے اذن سے تو باہر نکلنے کے واسطے اذن چاہیئے اور اگر نکل گیا بغیر اذن کے اُس کے ایک بار بھی تو حانث ہو جاوے گا اور اگر یہ کہا کہ باہر نہ جاؤں گا یہاں تک کہ اذن دے مجھ کو تو ایک بار اذن کافی ہے اور اگر کسی شخص کی عورت نے ارادہ کیا نکلنے کا اور اُس نے کہا کہ اگر تو نکلے گی تو تو طالق ہے اگر وہ فوراً اُسی وقت نکلی تو حانث ہوگا طلاق واقع ہوگا اور جو وہ بیٹھ گئی اور پھر نکلی تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر عورت نے لونڈی کے مارنے کا ارادہ کیا اور خاوند نے اُس سے کہا کہ اگر تو مارے گی اُس کو تو تو طالق ہے اور اُس نے اُس کو چھوڑ دیا پھر مارا تو حانث نہ ہوگا **ف** یعنی عورت دونوں صورتوں میں مطلقہ نہ ہو گی **ص** اور اگر کسی شخص نے ایک سے کہا کہ صبح کا کھانا میرے ساتھ کھا اور اُس نے کہا کہ اگر صبح کا کھانا کھاؤں تو غلام میرا آزاد ہے تو شرط حنث کے واسطے یہ ہے کہ وہ کھانا اُس کے ساتھ کھاوے **ف** اور اگر اپنے مکان کو جا کے صبح کا کھانا کھایا تو حانث نہ ہوگا ہدایہ **ص** اور جو کہا کہ اگر کھانا صبح کا کھاؤں آج کے روز تو غلام میرا آزاد ہے **ف** یعنی لفظ آج کے روز کا زیادہ کیا **ص** تو جہاں صبح کا کھانا اُس دن کھاوے گا حانث ہو جاوے گا اور اگر حلف کیا کہ زید کے جانور پر سوار نہ ہوں گا بعد اُس کے زید کے غلام ماذون کے جانور پر سوار ہوا تو اگر غلام مدیون ہے اتنا کہ دین اُس کی قیمت اور کسب کو محیط ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر ایسا مدیون نہیں تو اگر نیت اُس کی جانور سے وہ جانور تھا جو زید کے خاصے کا ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر نیت ہے مطلق جانور کی جو ملک زید میں ہو چاہے اُس کے خاصے کا ہو یا اُس کے غلام کا ہو تو حانث ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب صورتوں میں حانث ہو جاوے گا جس وقت نیت ہووے اور امام محمدؒ کے نزدیک حانث ہوگا اگرچہ نیت نہ کرے اور جس شخص نے حلف کیا کہ اس درخت سے نہ کھاؤں گا تو اگر اُس کا پھل کھاوے گا حانث ہو جاوے گا اور جو قسم کھائی کہ یہ گیہوں نہ کھاؤں گا تو امام صاحبؒ کے نزدیک اگر اُس کو چبا کے کھاوے گا تو حانث ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو چبا کے کھاوے یا اُس کا آٹا کھاوے دونوں صورتوں میں حانث ہوگا اور جو کہا کہ اس آٹے سے نہ کھاؤں گا تو جب اُس کی روٹی کھاوے گا حانث ہوگا اور اگر آٹا پھانک لیا تو حانث نہ ہوگا اور جو حلف کیا کہ بریاں نہ کھاؤں گا تو جب گوشت بھونا ہوا کھاوے گا حانث ہوگا اور اگر کوئی اور چیز بھونی ہوئی جیسے بیگن یا گاجر کھاوے حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ طبیخ نہ کھاؤں گا تو جب گوشت پکا ہوا شوربا دار کھاوے گا حانث ہووے گا **ف** اور اگر سوکھا قلیہ کھاوے گا تو حانث نہ ہوگا **ص** اور جو حلف کیا کہ سری نہ کھاؤں گا تو جو سری اُس شہر کے تنوروں میں پک کے بکتی ہے اگر کھاوے گا حانث ہوگا **ف** اور جو سری معروف نہیں جیسے ٹیڑی کی سری یا مرغ کی کھاوے تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ بنا قسموں کی عرف پر ہے **ص** اور جو قسم کھائی کہ چربی نہ کھاؤں گا تو امام صاحبؒ کے نزدیک جب چربی شکم کی کھاوے گا حانث ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک پشت کی چربی بھی اگر کھاوے گا حانث ہوگا اور جو حلف کیا کہ روٹی نہ کھاؤں گا تو جو روٹی معروف ہے جیسے گیہوں یا جو کی اُس کے کھانے سے حانث ہوگا نہ چاول کی روٹی سے مگر جب کہ چاول کی روٹی بھی اُس شہر میں معروف ہو اور اگر قسم کھائی کہ فاکہہ نہ کھاؤں گا تو امام صاحبؒ کے نزدیک جب سیب یا زردآلو یا خربزہ کھاوے گا حانث ہوگا نہ انگور اور انار اور خرمائے تر اور لگڑی اور کھیرے کے کھانے سے اور صاحبینؒ کے نزدیک انگور اور انار اور خرمائے تر کے کھانے سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ نہر سے نہ پیوں گا تو اگر مُنھ لگا کے اُس میں پیے گا حانث ہوگا اور برتن سے اگر پیے تو حانث نہ ہوگا نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک برتن سے پینے میں بھی حانث ہوگا اور اگر کہا کہ نہر کا پانی نہ پیوں گا تو جس طرح سے پیے حانث ہوگا اور اگر حاکم شہر نے ایک مرد سے حلف کیا کہ جو مفسد شہر میں آوے اُس سے خبر کر تو اگر وقت اُس کی حکومت کے خبر نہ کرے گا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کو ماروں گا یا کپڑا پہناؤں گا یا اُس سے کلام کروں گا یا اُس کے پاس جاؤں گا تو شرط ہے کہ زندگی میں اُس سے یہ امر کرے اور اگر کہا کہ غسل دوں گا تو زندگی میں شرط نہیں بعد مرنے کے بھی اگر اُس کو غسل دے تو بھی حانث ہوگا اور اگر حلف کیا کہ عنقریب اُس کا قرض ادا کروں گا تو ایک مہینے کے اندر جو ادا کیا حانث نہ ہوگا اور اگر ایک مہینے میں یا زیادہ میں ادا کیا تو حانث ہو جاوے گا اگر حلف کیا کہ ادام نہ کھاؤں گا تو اگر نان خورش

شوربا دار کھاوے کہ روٹی اُس میں ڈوب کے رنگ پکڑ لیتی ہے یا نمک کھاوے تو حانث ہوگا اور اگر بھُونا ہوا گوشت کھایا تو حانث نہ ہوگا اور مغرب میں ہے کہ کہا ابن الانباری نے اِدام وہ چیز ہے کہ خوش مزہ کردے روٹی کو اور لذت بڑھاوے اور وہ عام ہے کہ سائل ہو یا غیر سائل اور اصطباغ خاص ہے ساتھ سائل کے یعنی جس میں روٹی ڈوب کے رنگین ہو جائے ف تو موافق قول ابن الانباری کے اگر بھونا ہوا گوشت کھاویگا تب بھی حانث ہوگا کما لا یخفیٰ ص اگر حلف کیا کہ نہ کھاؤں گا اس کا بُسر اور کھایا اُس کا رطب یا اُس کا تمر یا اُس کا دودھ اور کھایا اُس کو بعد پنیر ہونے کے تو ان سب صورتوں میں حانث نہ ہوگا ف بُسر کہتے ہیں کچے خرمے کو جو ابھی پکا نہ ہو اور رطب کہتے ہیں اُس خرمے کو جو پک گیا ہو اور تازہ ہو ابھی خشک نہ ہوا ہو اور تمر کہتے ہیں اُس خرمے کو جو پک کے خشک ہو گیا ہو اور مذنب اُس خرمے کو کہتے ہیں جو پکنا شروع ہو گیا ہو تو وہ کچھ بُسر ہوتا ہے اور کچھ رطب ص اور اگر حلف کیا گوشت نہ کھاؤں گا اور مچھلی کھائی یا گوشت یا چربی نہ کھاؤں گا اور چکتی دنبے کی کھائی تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ نہ خریدوں گا رطب کو اور خریدا ایک خوشہ بُسر کا کہ اُس میں ایک رطب بھی ہے تو بھی حانث نہ ہوگا ف اِس واسطے کہ اعتبار غالب کو ہے اور غالب بُسر ہے ص اور اگر قسم کھائی کہ رطب نہ کھاؤں گا یا بُسر نہ کھاؤں گا اور مذنب کھایا تو تینوں صورتوں میں امام صاحبؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر حلف کیا کہ گوشت نہ کھاؤں گا اور جگر یا اوجھڑی یا سُور کا یا آدمی کا گوشت کھایا تو حانث ہوگا اور ہمارے دستور کے موافق حانث نہ ہوگا اِس واسطے کہ جگر اور اوجھڑی کو گوشت نہیں کہتے اور سور اور آدمی کے گوشت سے حانث ہوگا کیونکہ وہ دونوں گوشت ہیں اگرچہ حرام ہیں اور غدا کہتے ہیں اُس کھانے کو جو طلوع فجر سے ظہر تک ہو اور عشا اُس کو جو ظہر سے آدھی رات تک ہو اور سحور اُسے جو آدھی رات سے طلوع فجر تک ہو ف تو اگر کِسی نے حلف کیا کہ غدا نہ کھاؤں گا اور طلوع فجر اور ظہر کے مابین میں کھالیا حانث ہوگا ص اور جو قسم کھائی کہ نہ پہنوں گا یا نہ کھاؤں گا یا پیوں گا اور نیت کرے معیّن خاص کی صحیح نہ ہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً اور اگر کہا کہ نہ پہنوں گا کپڑے کو یا نہ کھاؤں گا طعام کو یا نہ پیوں گا شراب کو اور نیت کی معیّن کی تو تصدیق کیا جاوے گا دیانۃً نہ قضاءً اور تصور و امکان بر کا شرط ہے واسطے صحیح ہونے قسم کے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک شرط نہیں پس اگر یوں کہے کہ آج کے دن جو اس کوزے میں پانی ہے پیوں گا یا اگر میں آج اس کوزے کا پانی نہ پیوں تو عورت میری طالق ہے حالانکہ اُس کوزے میں پانی نہ ہو یا ہو اور اُس کو گرا دیا جاوے اُسی روز تو طرفین کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر وہ شخص ان الفاظ کو مطلق کہے قید آج کی نہ لگاوے اور کوزے میں پانی نہ ہو تو حانث نہ ہوگا طرفینؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر تھا اور بہا دیا گیا تو سب کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر قسم کھاوے کہ میں آسمان پر چڑھوں گا یا اس پتھر کو سونا بناؤں گا یا فلانے کو قتل کروں گا اور جانتا ہے کہ وہ مرگیا ہے تو قسم منعقد ہوگی اس لئے کہ بر قسم کا ممکن و متصور ہے اور حانث ہو جاوے گا ابھی اس لئے کہ یہ امور ممکن عادۃً نہیں ہیں اور اگر نہیں جانتا کہ وہ مرگیا ہے تو حانث نہ ہوگا اور امام زفرؒ کے نزدیک قسم منعقد نہ ہوگی اور جو یوں کہا کہ اپنی بیوی کو نہ ماروں گا بعد اس کے اُس کا گلا دبایا یا بال کھینچے یا دانت سے کاٹ کھایا تو حانث ہوگا اور اگر زوجہ سے کہا واللہ میں تیرا سوت کاتا ہوا اگر پہنوں تو وہ ہدی ہے اور عورت نے اُس کو کاتا پھر مرد نے بُنا اور پہنا تو وہ ہدی ہو جاوے گا ف یعنی مکّے میں بھیجا جاوے گا تاکہ تصدق کیا جاوے فقرا پر ص اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر دن حلف کے وہ روئی اس کے مِلک میں تھی اور عورت نے کاتا اور اُس نے بُنا تو حانث ہوگا ورنہ نہیں اور جو کہے کہ زیور نہ پہنوں گا پھر سونے کی انگشتری پہنی تو قسم ٹوٹ جاوے گی نہ چاندی کی انگوٹھی پہننے سے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہار موتیوں کا اگر جڑاؤ نہ ہووے زیور میں داخل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ف اور امام صاحبؒ کے نزدیک ہار موتیوں کا اگر جڑاؤ نہ ہووے تو زیور میں داخل نہیں اور جڑاؤ ہووے تو سب کے نزدیک زیور میں داخل ہے ص اگر یوں کہے کہ اس فرش پر نہ سوؤں گا پھر اُس پر ایک چادر بچھائی گئی اور اُس پر سو رہا تو حانث ہوگا اور جو اُس پر دوسرا فرش بچھایا گیا یا کہا کہ میں زمین پر نہ بیٹھوں گا پھر فرش یا چٹائی پر

؎۱ اور ہدایہ میں ہے کہ کہا امام محمدؒ نے جو چیز کھائی جاوے اکثر روٹی کے ساتھ وہ ادام ہے اور یہ بھی ایک روایت امام ابو یوسفؒ سے ہے اس لئے کہ ادام مشتق ہے مدادمت سے جو بمعنی موافقت کے ہے ہم اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ موافق ول کے ہے مثل گوشت اور انڈے وغیرہ کے اور شیخینؒ کی یہ دلیل ہے کہ ادام وہ ہے جو بالتبع کھایا جاوے نہ علیحدہ اور سرکہ وغیرہ کھایا نہیں جاتا علیحدہ بلکہ پیا جاتا ہے اور نمک تنہا نہیں کھایا جاتا عادۃً بخلاف گوشت بھونے ہوئے خشک وغیرہ کے کہ وہ علیحدہ کھایا جاتا ہے مگر جو نیت ان چیزوں کی کرے گا تو حانث ہوگا انتہیٰ المحصّا ۱۲ حیدہ ؎۲ مذنب چھوہارے کو کہتے ہیں جو کچھ پکا ہوا اور کچھ کچا اور اصل میں اسکی تفصیل مرقوم ہے ۱۲ ؎۳ سور کی حرمت بنجاستہ ہے اور آدمی کی حرمتاً ۱۲ ؎۵ اصطباغ کے معنی رنگین ہونا ۱۲ ؎۵ رطب کے معنی پختہ ۱۲ ؎۵ یعنی کپڑے اور کھانے خاص کی ۱۲

بیٹھے یا کہے کہ اس چوکی پر نہ بیٹھوں گا اور اُس پر دوسری چوکی رکھی گئی اور اُس پر بیٹھا تو ان سب صورتوں میں قسم نہ ٹوٹے گی لیکن زمین اور اُس کے درمیان میں لباس بدن کا اگر ہو گا یا چوکی پر فرش بچھا کے بیٹھے گا تو قسم ٹوٹ جاوے گی اور جو حلف کرے کہ فلانے کام کو نہ کروں گا تو تمام عمر میں جب کرے گا قسم ٹوٹے گی اور جو کہے کہ کروں گا تو ایک بار بھی اگر کرے گا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر کہے کہ مجھ پر پیادہ جانا خانۂ خدا کو یا کعبے کی طرف واجب ہے تو حج یا عمرہ پیدل کرے اگر اُن میں سوار ہو گا تو دم دینا پڑے گا **ف** یعنی بکری ذبح کرنا پڑے گی **ص** برخلاف اُس صورت کے کہ کہے مجھ پر نکلنا یا خانۂ خدا کو جانا یا پیادہ روانہ ہونا حرم یا مسجد حرام یا صفا یا مروہ کو واجب ہے تو اُن صورتوں میں حج پیادہ کرنا لازم نہیں ہوتا **ف** بلکہ پیدل گھر سے نکلنا لازم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حج اور عمرہ پیدل لازم آوے گا **ص** اگر کہے کہ غلام میرا آزاد ہے اگر میں اس برس حج نہ کروں پھر وہ مدعی حج کا ہوا اور دو گواہ گواہی دیں کہ نحر کے دن وہ کوفے میں تھا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور غلام آزاد نہ ہو گا شیخینؒ کے نزدیک **ف** اس لئے کہ حج نہ کرنے پر شہادت نفی پر شہادت ہے اور وہ مقبول نہیں **ص** اور امام محمدؒ کے نزدیک آزاد ہو گا اور اگر کہے کہ میں روزہ نہ رکھونگا تو روزے کی نیت سے ایک ساعت کا روزہ رکھنے سے بھی قسم ٹوٹ جاوے گی اور اگر کہے کہ میں ایک روزہ یا ایک دن کا روزہ نہ رکھوں گا تو بغیر تمام دن کے روزے کے قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر کہے کہ میں نماز پڑھوں گا تو ایک رکعت کے پڑھنے سے قسم ٹوٹے گی نہ اس سے کم میں اور اگر پوری نماز کہے گا تو دوگانہ پڑھنے سے قسم ٹوٹے گی ایک رکعت کے پڑھنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر تو بچہ جنے تو تو طالق ہے یا لونڈی کو کہے کہ تو آزاد ہے اور اُس کے بچہ مردہ پیدا ہوا تو اُس شخص کی قسم ٹوٹ جاوے گی یعنی طلاق پڑے گا اور لونڈی آزاد ہو گی لیکن اگر اُس نے کہا تھا کہ اگر تو بچہ جنے تو وہ بچہ آزاد ہے اور اُس کے بچہ مُردہ پیدا ہوا پھر زندہ پیدا ہوا تو وہ بچہ زندہ آزاد ہو گا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد نہ ہو گا کیونکہ قسم پہلے ہی بچہ جننے سے تمام ہو گئی اگر قسم کھاوے کہ فلانے کا قرض آج ادا کروں گا پھر ایسے درم ادا کیے جو کھوٹے ہیں یا چلتے نہیں یا کسی اور کے ہوں یا قرض کے عوض میں کوئی چیز بیچ ڈالی اور قرضدار نے اُس کا قبضہ کر لیا تو قسم پوری ہو جاوے گی اور اگر رانگے کے ہوں یا تین پرت کے **ف** یعنی اوپر اور نیچے کی پرت چاندی کی اور اندر کی تانبے کی اور ایسے درم کو عربی میں ستوقہ کہتے ہیں **ص** یا قرض خواہ اُس قرضدار کو قرض ہبہ کر دے تو قسم ٹوٹ جاوے گی اور اگر حلف کیا کہ میں اپنے قرض کے وصول کرنے میں ایک درم کو بدون دوسرے درم کے نہ لوں گا **ف** یعنی کل قرض کو متفرق نہ لوں گا **ص** پھر کچھ قرض قبضہ کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی جب تک کہ تمام قرض علیحدہ علیحدہ وصول نہ کرے اور ضروری جدائی سے قسم نہ ٹوٹے گی کہ قرض کے ادا میں اُس قدر علیحدگی ضرور ہوا کرتی ہے مثلاً تول تول کے دینا **ف** یا پرکھنا یا گننا **ص** اور اگر کہے کہ میرے پاس اگر ہو مگر سو تو ایسا ہو اور پچاس کا مالک ہے تو قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ سو سے زیادہ کے مالک ہونے سے قسم ٹوٹے گی اور جو کہے ریحان کو نہ سونگھوں گا اور بعد اُس کے گلاب کا پھول یا چنبیلی کو سونگھا حانث نہ ہو گا اس لئے کہ ریحان اُس سبزۂ خوشبو کا نام ہے جس میں تنہ نہ ہو کہ کھڑا رہے پس اُس کو گلاب کے پھول اور چنبیلی کے پھول پر نہ بولیں گے اور بنفشہ اور گلاب اگر قسم میں کہے تو اُس کے پھول کے پتے مراد ہوں گے نہ اُس کے پیڑ کی شاخیں اور پتیاں

ص باب الحلف بالقول

اگر قسم کھاوے کہ فلانے سے نہ بولوں گا پھر اُس کو سوتے میں پکارا کہ وہ جاگ اُٹھا تو قسم ٹوٹ جاوے گی اور اگر اُس نے یہ کہا تھا کہ اُس سے بغیر اُس کی اجازت کے کلام نہ کروں گا اور اُس شخص نے اجازت تو دی مگر اجازت کا حال اُس کو معلوم نہ ہوا اور کلام کیا تب بھی قسم ٹوٹے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گی اور اگر یہ کہا کہ اس کپڑے کے مالک سے یا اس جوان سے نہ بولوں گا اور اُس نے جب وہ کپڑا بیچ ڈالا اور وہ جوان بوڑھا ہو گیا کلام کیا تو حانث ہو جاوے گا اور اگر کہا کہ میں اگر اس بندے کو خرید کروں یا نہ بیچوں تو آزاد ہے پھر اُس کو خریدا

یا بیچا بشرط خیار کے تو قسم ٹوٹ جاوے گی یعنی وہ غلام آزاد ہو جاوے گا اور اگر یہ کہا کہ میں اُس کو نہ بیچوں تو ایسا ہو مثلاً عورت میری طالق ہے پھر اُس کو آزاد یا مدبر کر دیا تو قسم ٹوٹ جاوے گی اِس واسطے کہ نہ بیچنا متحقق ہو گیا اور جو کام ایسے ہیں کہ اُن کو خواہ آپ کرے یا دوسرے کو اُن کے کرنے کی اجازت دے رکھنی یا امانت حقوق اُس کے آمر کی جانب رجوع کرتے ہیں اور وکیل سفیر محض ہوتا ہے اگر اُن کو کرے تو دونوں صورتوں میں قسم ٹوٹ جاتی ہے وہ یہ ہیں نکاح اور طلاق اور خلع اور آزاد کرنا اور مکاتب بنانا اور قتل عمد سے صلح کرنی اور ہبہ کرنا اور صدقہ دینا اور قرض دینا اور قرض لینا اور امانت رکھنی یا امانت لینی اور مانگے چیز دینی یا لینی اور جانور کو ذبح کرنا اور غلام کو مارنا اور قرض ادا کرنا یا اپنا وصول کرنا اور گھر بنانا اور سینا اور کسی چیز کو اُٹھا کر لادنا کہ ان اُمور کو اگر خود کرے گا یا دوسرے سے کرنے کو کہے گا اور وہ کرے گا تو دونوں صورتوں میں قسم ٹوٹ جاوے گی اور جو کام ایسے ہیں کہ اُن کے حقوق وکیل کی طرف رجوع ہوتے ہیں اُن کو آپ کرنے سے قسم ٹوٹتی ہے اور دوسرے کو اُن کے کرنے کی اجازت دینے سے قسم نہیں ٹوٹتی وہ یہ ہیں بیچنا مول لینا ٹھیکہ دینا مزدوری پر کام لینا کسی مال کے بدلے میں صلح کرنا تقسیم کرنا مقدمات میں جواب دہی کرنا لڑکے کو مارنا کہ ان کاموں میں اگر قسم کھاوے کہ میں نہ کروں گا تو اپنے آپ نہ کرے اور اگر دوسرا شخص اُس کی اجازت سے یہ اُمور کرے تو اُس کی قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر یہ کہے کہ میں تکلم نہ کروں گا اور قرآن یا تسبیح پڑھے یا تہلیل کرے یا تکبیر کہے نماز کے اندر یا باہر تو قسم نہ ٹوٹے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ٹوٹ جاوے گی **ف** دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ عرف میں اس کو تکلم نہیں کہتے بلکہ تلاوت اور تسبیح اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہیں کذا فی الاصل **ص** اور اگر یوں کہے اپنی عورت سے کہ تو طالق ہے جس دن میں فلانے سے کلام کروں تو اس سے دن اور رات دونوں[1] سمجھے جاویں گے اور اگر اُس نے قسم کے وقت اس کلام سے دن ہی کی نیت کی نہ رات کی تو مان لیا جاوے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دیانت کی رو سے قول اُس کا معتبر ہو گا اور قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا لیکن اگر یہ کہے کہ جس رات فلانے سے بولوں تو ایسا ہو تو اس کلام سے خاص رات ہی مراد ہو گی دن اس میں متصور نہ ہو گا اور اگر کہے کہ اس سے نہ بولوں گا مگر اُس صورت میں کہ زید آجاوے یا جب تک کہ زید آوے پھر اُس نے زید کے آنے کے اوّل اُس سے کلام کیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر بعد اُس کے کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی **ف** اور اگر زید مر جاوے تو حکم قسم کا جاتا رہے گا ہدایہ **ص** اور اگر قسم کھاوے کہ فلانے کے غلام سے نہ بولوں گا یا فلانے کے اس غلام[2] سے نہ بولوں گا اور پھر وہ غلام اُس شخص کا نہ رہا **ف** مثلاً اُس نے بیچ ڈالا **ص** اور بعد اُس کے اُس سے کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور جو کہے کہ فلانے کے دوست سے یا زوجہ سے کلام نہ کروں گا یا فلانے کے گھر میں داخل نہ ہوں گا اور پھر جب وہ دوست دشمن ہو گیا اور زوجہ بائن ہو گئی اُن سے کلام کیا اور جب گھر اُس کی مِلک سے نکل گیا اُس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہو گا اور اگر اشارہ[3] کیا ہے کہ فلانے کے اُس دوست سے یا اُس زوجہ سے کلام نہ کروں گا یا فلانے کے اُس گھر میں داخل نہ ہوں گا تو حانث ہو جاویگا **ف** اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور دلیل اس کی اور وجہ فرق کی اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر قسم میں لفظ الحین اور الزمان یا اِن دونوں کو نکرہ کہے یعنی حین اور زمان کہہ دیا تو یہ وقت چھ مہینے کا ہو گا اگر نیت نہیں کی **ف** اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ اور یہاں حین سے زمانہ قلیل مراد ہے اور کبھی اُس سے چالیس برس مراد ہوتے ہیں جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ اور کبھی چھ مہینے مراد ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا تو لے لیا ہم نے متوسط کو کذا فی الهدایة **ص** اور جو نیت کی ہے تو جیسی نیت ہے وہی مراد ہو گا اور جو لفظ دہر نکرہ کہا تو مجمل ہے یعنی اس کی مقدار یقینی معلوم نہیں امام ابو حنیفہؒ کو اور صاحبینؒ کے نزدیک چھ مہینے ہیں مثل حین کے **ف** امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا مجھ کو معلوم نہیں کہ دہر کی مقدار کیا ہے اور یہ نہ پہچاننا موجب طعن نہیں بلکہ علامت کمال علم اور تقویٰ کی ہے جیسے کہ امام مالکؒ نے بھی بہت سے مسائل میں لا ادری کہا ہے اور ایک شاعر نے اس میں چند اشعار بھی کہے ہیں اور وہ یہ ہیں **نظم** مَنْ قَالَ مَا اَدْرِيْ اِذَا لَمْ يَدْرِهٖ ٭ فَقَدِ اقْتَدٰى فِي الْفِقْهِ بِالنُّعْمَانِ ٭

[1] اس لیے کہ مراد اس سے مطلق وقت ہے جیسا کہ باب طلاق میں گزرا ۱۲ [2] واسطے وجود بیع وغیرہ کے ۱۲ [3] یعنی اشارہ کرے ۱۲

فِي الدَّهْرِ وَالْخُنْثٰی كَذَالِكَ جَوَابٌ ‌+ وَمَحَلُّ اَطْفَالٍ وَّوَقْتِ خِتَانٍ + یعنی جس شخص نے کہا کہ نہیں جانتا ہوں میں جب کہ اُس نے نہ جانا تو اُس نے اقتدا کی فقہ میں نعمان یعنی امام اعظمؒ کی دہر اور خنثیٰ میں ایسا ہی ہے جواب امام کا + اور محل اطفال مشرکین میں کہ آخرت میں کہاں ہوگا اور وقت ختنے میں انتہیٰ اور اس میں بھی امام نے توقف کیا کہ ملائکہ افضل ہیں یا انبیاء اور کُتا کب مُعلم ہو جاتا ہے ص اور جو معرفہ یعنی الدہر کہا تو تمام عمر ہو گی اور اگر الایام یا ایام کثیرہ یا الشہور یا السنون کہا تو دس دس مراد ہوں گے اور اگر اُن کو نکرہ بولے گا تو تین مراد ہوویں گے اور اگر یوں کہا کہ جس غلام کا میں اول مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پس اگر ایک غلام کا مالک ہو گا تو وہ اس قسم کی رو سے آزاد ہو جاوے گا اور اگر پہلے دو غلاموں کا مالک ایک ساتھ ہو پھر تیسرے کا مالک ہو تو ان تینوں میں سے کوئی بھی آزاد نہ ہو گا اور جو کہا کہ جس تنہا غلام کا اول مالک ہوں تو وہ آزاد ہے تو اِس صورت میں تنہا کی قید کے سبب سے تیسرا غلام آزاد ہو جاوے گا اور اگر یوں کہا کہ پچھلا غلام جس کا میں مالک ہوں وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام کا اور مر گیا تو وہ غلام آزاد نہ ہو گا کیونکہ پچھلے کے واسطے اگلا ضرور ہے ہاں اگر اُس کے بعد ایک اور غلام خریدا پھر وہ مر گیا تو دوسرا غلام اُس شخص کی ابتدائے ملکیت سے کل مال سے آزاد ہو گا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک روز فوت سے آزاد ہو گا ثلث مال سے اور اسی طرح جو کہے کہ پچھلی عورت میری جس سے میں نکاح کروں اُس کو تین طلاق ہیں اور پھر نکاح کیا ایک عورت سے پھر ایک اور عورت سے بعد اُس کے مر گیا تو دوسری عورت پر طلاق پڑ جاوے گا وقت نکاح سے امام صاحبؒ کے نزدیک تو وارث نہ ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک وقت موت سے تو وارث ہو گی اگر یہ کہے کہ جو غلام مجھ کو خوشخبری فلاں معاملے کی سُناوے گا وہ آزاد ہے پھر تین غلاموں نے جُدا جُدا یہی خوشخبری اُس کو سُنائی تو جس نے اول سُنائی ہو گی وہ آزاد ہو گا اور اگر تینوں نے ایک ساتھ سُنائی تو سب آزاد ہو جائیں گے اور ادائے کفارہ کی نیت سے اپنے باپ کا خریدنا کفارے کو ساقط کرتا ہے اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ساقط نہیں کرتا ف اور یہی حکم ہے ہر ذی رحم محرم کے خریدنے میں کہ وہ اگر نیت کفارے کی کر لے اور وہ بمجرد خریدنے کے آزاد ہو جاوے تو کفارہ ادا ہو جاوے گا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص لیکن اگر کسی غلام کی آزادی کو اپنی خرید پر مشروط کر دیا ہو اور اُس کے خریدنے میں نیت کفارے کی کر لی تو وہ شرط کے سبب سے آزاد ہو گا نہ کفارے کے عوض میں اور یہی حال ہے اُم ولد کے خریدنے کا کہ وہ بھی کفارے کے عوض نہ ہو گی اور صورت اُس کی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی منکوحہ سے جو لونڈی ہو اور اُس سے اولاد رکھتی ہو کہے کہ اگر میں تجھے خریدوں تو تو آزاد ہے اور خریدنے کے وقت نیت کفارے کی کر لے ف تو اُم ولد آزاد ہو جاوے گی اور کفارہ باقی رہے گا ص اور اگر کہے کہ جو لونڈی میں حرم بناؤں تو وہ آزاد ہے تو وہ لونڈی آزاد ہو گی جسکو حرم بنایا اور وہ وقت حلف کے اُس کی ملک میں ہو اور اگر اُس وقت ملک میں نہ ہو اور بعد حلف کے خریدا اور حرم بنایا تو آزاد نہ ہو گی اور کہے کہ جتنے میرے مملوک ہیں سب آزاد ہیں تو اس لفظ سے اُس کے غلام اور اُم ولد اور مدبر سب آزاد ہو جاویں گے اور مکاتب آزاد نہ ہوویں گے مگر یہ کہ اُن کی بھی نیت کرے تو آزاد ہوں گے اور جو تین غلاموں میں کہا کہ یہ آزاد ہے یا یہ اور یہ تو تیسرا آزاد ہو گا اور پہلے دو میں مولے کو اختیار ہو گا کہ جس کو چاہے آزادی کے لئے معین کرے اور یہی حکم ہے طلاق میں عورتوں کے گویا اُس نے کہا ایک دو میں سے آزاد ہے اور یہ ف یعنی تیسری مطلقہ ہو جاوے گی اور پہلی دو میں شوہر کو اختیار دیا جاوے گا جس کو چاہے طلاق کے لئے معین کرے ص اور داخل ہونا لام تخصیص کا جس کے معنی واسطے کے ہیں بیع اور شراء اور اجارہ اور زرگری اور سینا اور مکان بنانے پر اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ فعل اُس شخص کی اجازت سے ہووے جس کے ساتھ اُس کو مشروط کیا ہے گو وہ شخص مالک اُس چیز کا ہو یا نہ ہو مثلاً یہ کہے اِنْ بِعْتُ لَكَ ثَوْبًا یعنی اگر تیرے واسطے بیچوں کپڑا تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ تیری اجازت سے بیچوں تو اگر بغیر اُس کی اجازت کے بیچے گا حانث نہ ہو گا اور اگر لام کسی چیز کی ذات پر داخل ہو یا ایسے فعل پر جو غیر سے نہیں ہوتا ہے جیسے کھانا پینا اندر جانا لڑکے کو مارنا تو وہ

چاہتا ہے اِس بات کو کہ وہ شے اُس شخص کی مِلک میں ہو مثلاً یوں کہے اِنْ بِعْتُ ثَوْبًا لَکَ یعنی اگر بیچوں کپڑا تو تیرا ہے یہاں لام ثوب پر داخل ہے نہ بیع پر تو اِس صورت میں اگر اُس کا کپڑا بغیر اُس کی اجازت کے بیچے گا حانث ہو گا **ف** اور باقی مثالیں[1] اصل میں مذکور ہیں اور جاننا چاہیئے کہ لام کے آنے سے غرض یہ ہے کہ جار مجرور متعلق فعل کے ہوں یا اُس چیز کے کہ صفت پڑیں آور اگر وہ شخص نیت اس کے سوا کرے یعنی لفظوں میں تو لام کو فعل پر بولے اور معنی وہ لے جو لام کو چیز پر داخل کرنے سے ہوتے ہیں یا اِس کا اُلٹا کرے تو اسکی بات مانی جاوے گی ایسی صورت میں کہ اُس کی نیت کے مطابق معنی لینے سے اُس کا نقصان ہوتا ہو آور اگر اُس کی مراد کے موافق معنی لینے سے اُس کا فائدہ ہوتا ہو گا تو نہ لیے جاویں گے کنز **ص** اگر کسی عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو نے میرے اوپر اور بی بی نکاح کر لی اور مرد نے جواب میں کہا کہ جو عورت میری ہے وہ طالق ہے تو وہ عورت بھی مطلقہ ہووے گی اور اگر کہے کہ نیت میری یہ تھی کہ سوا اس عورت کے تو عند اللہ اُس کا اعتبار ہو گا اور قاضی اعتبار نہ کرے گا

ص کتاب الحدود[3]

ف حد کے معنی لغت میں منع کے ہیں اور اصطلاح شرع میں **ص** حد وہ سزا ہے معین جو خدائے تعالیٰ کے حقوق کے لئے واجب ہوتی ہے تو قصاص کو حد نہ کہیں گے اِس واسطے کہ اُس میں بندے کا حق ہے آور اسی طرح تعزیر کو کیونکہ وہ معین نہیں اللہ کی طرف سے **ف** مقصود اصل حد کے مشروع کرنے سے زجر اور تنبیہ ہے تا کہ لوگ ضررِ عباد سے بچ جاویں جو حد زنا مشروع ہے اس واسطے کہ مسلمانوں کا فراش فساد سے محفوظ رہے اور حد قذف اِس واسطے کہ لوگوں کی عزت اُس میں باقی رہے اور حد شرب اِس واسطے کہ عقول مسلمانوں کے محفوظ رہیں آور حد سرقہ اِس واسطے کہ مال کی محافظت ہو آور مواخذہ اُخروی اُس فعل کا بدون توبہ کے نہیں جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قطاع الطریق کی حد میں فرمایا ہے ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا[2] الآیۃ **ص** اور زنا اُس وطی کو کہتے ہیں جو ایسی قبل یعنی شرمگاہ میں ہووے کہ خالی ہو ملک سے اور شبے سے تو اگر کوئی وطی کرے اُس عورت سے جو تین طلاق کی یا ایک طلاق بائن کی عدت میں ہووے تو اُس کو زنا نہ کہیں گے اِس واسطے کہ اُس میں شبہہ ہے اور زنا ثابت ہوتا ہے چار آدمیوں کی گواہی سے لفظ زنا کے ساتھ **ف** اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ اور روایت کی ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں کہ ہلال بن اُمیہ نے تہمت لگائی شریک بن سحما کو ساتھ زنا کے اپنی عورت سے سو اُٹھایا اُس نے یہ قصہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تب فرمایا آپ نے لاؤ چار گواہ ورنہ حد لگا اپنی پشت میں آور روایت کیا اُس کو بخاریؒ نے اور اُس میں اتنا ہی ہے لا بینۃ ورنہ حد لگا اپنی پشت میں **ص** اور اگر لفظ وطی اور جماع سے گواہی دیں گے تو ثابت نہ ہو گا تو جس وقت وہ شہادت دیں تو حاکم شرع اُن سے یوں پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے آور کس طرح ہوا آور کہاں ہوا آور کب ہوا آور کس عورت سے زنا کیا **ف** اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تھا ماعزؓ سے ایسا ہی روایت کیا ان حدیثوں کو ابو داؤدؒ اور نسائیؒ اور عبد الرزاقؒ نے مصنف میں **ص** یہ سوال کہ زنا کیا چیز ہے اِس واسطے کہ بعض آدمی ہر وطی حرام کو زنا سمجھتے ہیں اور شرع میں اطلاق اُس کا غیر اس فعل پر ہوا ہے جیسا کہ اِس حدیث میں آیا ہے کہ دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں **ف** روایت کیا اس کو کتب صحاح میں **ص** اور یہ سوال کہ کس طرح ہوا اِس لیے کہ کبھی وطی واقع ہوتی ہے بغیر ملنے دونوں ختنوں کے آور سوال مکان زنا سے اِس واسطے ہے کہ اگر دار الحرب میں زنا کرے تو حد نہیں ہے آور زمان سے اِس واسطے کہ بہت مدت ہو جانا ساقط کر دیتا ہے حد کو اور عورت سے اِس واسطے کہ کبھی وطی اُس کی شبہے سے ہوتی ہے **ف** جیسے معتدہ بائن میں **ص** پس اگر وہ گواہ سب باتیں بیان کر دیں اور یوں کہیں کہ ہم نے اس مرد کو اس عورت سے

[1] اور مثال دخول لام کی اس فعل پر جو غیر کی طرف سے واقع نہ ہو یہ ہے اِنْ اَکَلْتُ لَکَ طَعَامًا اور شَرِبْتُ لَکَ شَرَابًا جب حانث ہوگا کہ شراب اور طعام ملک مخاطب ہو جیسا اس قول ان اکلت لک طعاما میں اور مگر ضربت لہ مثل ان ضربت لک ولدا فعبدہ حرہ پس مقتضائے ملک اس میں غیر ممکن ہے مگر یہ کہ مراد ملک سے اختصاص ہو کذا فی الاصل ۱۲
[2] ترجمہ یہ رسوائی ہے ان کے لئے دنیا میں اور آخرت میں اُن کو بڑا عذاب ہے مگر جنھوں نے توبہ کی ۱۲ منہ غفر لہ الستر
[3] یعنی سزاؤں کا بیان ۱۲

زنا کرتے ایسا دیکھا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی اور اُن گواہوں کی عدالت بھی ظاہر اور خفیہ تحقیق کر لی جاوے تو قاضی اُس وقت حکم زنا کا بسبب اُن کی شہادت کے کر دیوے **ف** اور عدالت ظاہری پر شہود کی اکتفا نہ کرے تاکہ دفع حد کا کوئی حیلہ نکل آوے اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دفع کرو حدود کو جہاں تک کہ استطاعت رکھو تم روایت کیا اُس کو ابو یعلیٰ نے مسند میں ابو ہریرہؓ سے ساتھ اسی لفظ کے اور روایت کیا اُس کو ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دفع کرو تم حدود کو مسلمانوں سے جہاں تک کہ قدرت رکھو تو اگر کوئی صورت نکلے تو چھوڑ دو راہ اُس کی کیونکہ امام بہتر ہے خطا اُس کی عفو میں خطا سے اُس کی عقوبت میں کہا ترمذیؒ نے کہ نہیں پہچانتے ہیں ہم اُس کو مرفوع مگر حدیث محمد بن ربیعہ سے اُس نے یزیدؒ بن زیاد سے اور یزید ضعیف ہے اور کتاب العلل میں روایت کی بخاریؒ سے کہ یزید منکر الحدیث ہے اور بھولتا ہے لیکن صحیح کیا اُس کو حاکم نے اور ذہبی نے تعقب کیا اُس کا بسبب ضعف یزید کے کہا بیہقیؒ نے کہ موقوف اقرب ہے طرف صواب کے **ف** اور زنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جس نے زنا کیا ہو وہ چار مرتبہ اپنی چار مجلسوں میں اقرار زنا کا کرے اور جب وہ اقرار کرے تو قاضی اُس کے اقرار کو نہ مانے **ف** یعنی تین بار تک اور چوتھے مرتبے میں قبول کرے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ایک ہی بار اقرار کافی ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت حد نہ کی ماعز پر یہاں تک کہ اقرار کیا اُنھوں نے چار مرتبہ چار مجلسوں میں اور یہ حدیث مروی ہے صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ میں اور بزار نے روایت کی مسند میں اور اُس میں ہے کہ اقرار کیا اُس عورت نے زنا کا چار مرتبے اور آپ رد کرتے تھے اُس کو الحدیث **ص** اور اُس سے زنا کی حقیقت اور وقت اور جگہ اور کیفیت اور زمانۂ امور مذکورۂ بالا سے پوچھے بعضوں نے کہا کہ یہاں زمانے سے سوال نہ کرے کیونکہ زمانے سے سوال اس لئے ہے کہ زیادہ مدت سے گواہی ساقط ہوتی ہے اور یہاں اقرار ہے اور اقرار ساقط نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ سوال کرے زمانے سے اس لئے کہ شاید یہ زنا حال غیر بلوغ میں واقع ہوا ہو پس اگر وہ سب بیان کر دے تو قاضی کو مستحب ہے کہ اُس کو انکار کی بھی ان لفظوں سے تعلیم کرے کہ شاید تو نے ہاتھ لگایا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا یا شبہے سے صحبت کی ہوگی **ف** اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماعز کو ایسا ہی تعلیم کیا تھا کہ شاید تم نے ہاتھ لگایا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا روایت کیا اس کو بخاریؒ نے **ص** تو اگر سزا کے پیشتر یا عین سزا کے بیچ میں منکر ہو تو اُس کو رہا کرے **ف** اِس واسطے کہ عین حد میں حضرت ماعزؓ نے ارادہ فرار کا کیا تھا اور عبد اللہ بن انیس نے اُن کو مار ڈالا ساتھ اونٹ کی ہڈی کے پھر مذکور ہوا یہ واسطے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو فرمایا آپؐ نے کیوں نہ چھوڑ دیا تم نے اُس کو شاید کہ وہ توبہ کرتا تو قبول کر لیتا توبہ اُس کی اللہ تعالےٰ روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے **ص** ورنہ حد لگایا جاوے پھر اگر وہ زانی محصن ہو یعنی آزاد مکلف مسلمان اور وطی کر چکا ہو نکاح صحیح سے اور مرد و عورت دونوں صفت احصان پر ہوں وقت وطی کے تو اُس کو ایک میدان میں سنگسار کرے **ف** اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنگسار کیا ماعزؓ کو اور وہ محصن تھے اور حدیث مشہور میں مروی ہے کہ فرمایا آپ نے نہیں حلال ہے خون مرد مسلمان کا مگر تین سبب سے کفر ہو بعد ایمان کے زنا ہو بعد ایمان کے قتل نفس ہو بغیر حق کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے حضرت عثمانؓ سے اور بخاریؒ و مسلمؒ نے ابن مسعودؓ سے اور رجم پر اجماعؓ ہے صحابہ و من بعد ہم کا اور ثابت ہے فعل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے **ص** یہاں تک کہ مر جاوے اور سنگسار کرنا پہلے گواہ شروع کریں پھر حاکم پھر دوسرے لوگ **ف** اِس واسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ سے حضرت علیؓ جب زنا ثابت ہوتا گواہوں سے تو حکم کرتے اول گواہوں کو کہ رجم کریں پھر آپ رجم کرتے تھے پھر اور لوگ اور جو اقرار سے ہوتا تو اول آپ شروع کرتے پھر اور لوگ اور ایک روایت میں اُس کی یہ ہے کہ فرمایا آپ نے کہ اول شہود رمی کریں پھر امام پھر لوگ جب زنا شہادت سے ثابت ہو **ص** اور اگر گواہ سنگسار کرنے سے انکار کریں یا غائب ہو جاویں یا مر جاویں تو حد ساقط ہوگی اور اگر زانی خود مقر ہو تو اُس کو اوّل

حاکم پتھر مارے پھر اور لوگ **ف** اِس واسطے کہ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور ایسا ہی فرمایا روایت کیا اُس کو ابن ابی شیبہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوّل مارا اُس عورت کو ایک کنکر مثل چنے کے روایت کیا اُس کو ابو داوٗدؒ نے **ص** اور غسل دیا جاوے اور تکفین کیا جاوے اور نماز پڑھی جاوے اُس پر **ف** اِس واسطے کہ فرمایا حضرت ماعز کے حق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کرو تم اُن کے ساتھ جیسا کرتے ہو تم اپنے مردوں کے ساتھ غسل سے اور کفن سے اور خوشبو لگانے سے اور نماز پڑھنے سے روایت کیا اُس کو ابن ابی شیبہؒ نے ابن ابی بریدہ سے اور بھی نماز پڑھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت پر بعد رجم کے اخراج کیا اُس کا صحاح ستہ والوں نے **ص** اور اگر وہ زانی محصن نہ ہو تو اُس کی حد یہ ہے کہ آزاد ہو تو سو کوڑے اور مملوک ہو تو پچاس[له] **ف** اور یہ کلام اللہ سے صاف ہویدا ہے **ص** اور کوڑا ایسا ہو کہ اُس کی چوٹی میں گرہ نہ ہو **ف** اِس واسطے کہ ایسا ہی کیا علیؓ نے روایت کیا اُس کو ابن ابی شیبہ نے اور طحاویؒ نے **ص** اور چوٹ متوسط ماریں نہ بہت زور سے نہ بہت آہستہ اور مرد کے کپڑے اُتاریں **ف** ہدایہ میں ہے اِس واسطے کہ حضرت علیؓ نے حکم کیا ننگا کرنے کا اور یہ حدیث نہیں ملی بلکہ عبدالرزاقؒ نے اس کے خلاف اُن سے روایت کی **ص** سوا ازار کے اور سر اور چہرہ اور شرمگاہ کو بچا کر تمام بدن پر الگ الگ لگا دیں **ف** اِس واسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حد مارنے والے کو کہ بچاوے مُنھ کو اور ذکر کی جگہ کو اور یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی ہاں روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور عبدالرزاق اور سعید بن منصورؒ نے حضرت علیؓ سے کہ لایا گیا اُن کے پاس ایک شخص مست سو فرمایا آپ نے مارو اور دو ہر عضو کو حق اُس کا اور بچو مُنھ سے اور ذکر کی جگہ سے **ص** اور حد مارنے کے وقت مرد کو کھڑا کریں **ف** اِس واسطے کہ عبدالرزاق نے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حد مارا جاوے مرد کھڑا کر کے اور عورت بٹھا کے **ص** بغیر مد کے **ف** اِس واسطے کہ روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابن مسعودؓ نے کہ کہا اُنھوں نے نہیں حلال ہے اس اُمت میں ننگا کرنا اور نہ مد **ص** یعنی زمین پر لٹا کر گھسیٹ کر نہ ماریں یا یہ کہ کوڑا مارتے وقت ہاتھ کو سر پر نہ کھینچیں تا کہ چوٹ سخت نہ لگے یا یہ کہ کوڑے مار کر نہ گھسیٹیں کہ زخم کر دے اور مالک اپنے غلام کو بدون اذن بادشاہ کے حد نہ مارے **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک مارے اور ہماری دلیل قول ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ چار چیزیں حاکموں کی طرف ہیں حدود اور صدقات اور جمعات اور غنیمت روایت کیا اصحابؒ سنن نے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ سے مرفوعاً **ص** اور عورت کے کپڑے نہ اُتارے جاویں سوائے پوستین اور روئی دار[له] کے اور حد ماری جاوے بٹھا کے اور جائز ہے کہ اُس کے سنگسار کرنے کو ایک گڑھا کھود لیں اِس واسطے کہ گڑھا کھودا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے واسطے اُس عورت کے چھاتی تک اور حضرت علیؓ نے ہدایہ **ص** نہ مرد کے لئے **ف** اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گڑھا نہیں کھودا واسطے ماعزؓ کے ہدایہ **ص** اور محصن کو کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا دونوں نہ کیے جاویں یعنی دونوں سزا نہ دینی چاہیئے **ف** اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع نہیں کیا ہدایہ **ص** اسی طرح غیر محصن میں جلائے وطن اور کوڑے مارنے نہ چاہئیں **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک غیر محصن میں کوڑے بھی مارے اور جلائے وطن بھی کرے اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بکر جب زنا کرے ساتھ بکر کے تو سو کوڑے ہیں اور جلائے وطن ہے ایک سال کی روایت کیا اس کو مسلمؒ اور ابو داوٗدؒ اور ترمذیؒ نے اور دلیل ہماری آیت ہے کلام اللہ کی اور یہ حدیث منسوخ ہے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے سعید بن المسیبؒ سے کہ جلائے وطن کیا حضرت عمرؓ نے امیۃ بن خلف کو طرف خیبر کے اور وہ مل گیا ہرقل سے اور نصرانی ہو گیا تو فرمایا حضرت عمرؓ نے نہیں جلائے وطن کروں گا میں اب کسی مسلمان کو **ص** ہاں اگر حاکم سیاسۃً کسی مصلحت کے واسطے چند روز کو جلائے وطن کر دے تو درست ہے اور بیمار پر اگر سزا سنگساری کی ثابت ہو تو سنگسار کیا جاوے والا کوڑے نہ لگائے جاویں جب تک اچھا نہ ہو لے **ف** اس لئے کہ سنگسار کرنے میں مقصود مار ڈالنا ہے اس میں بیمار اور تندرست برابر ہیں اور کوڑے مارنے میں غرض جھڑک دینا ہے نہ مار ڈالنا پس شاید بیمار حالت مرض میں کوڑوں سے مر جاوے اِس لئے انتظار صحت ضرور ہے ہدایہ **ص** اور

له یعنی آزاد ہو یا غلام ۱۲ منہ
له یعنی مرد سے ۱۲

اور حاملہ عورت زنا سے رجم کی جاوے گی بعد وضع حمل کے اور کوڑے لگائی جاویگی بعد نفاس کے

ص باب صحبت موجب حد اور غیر موجب کے بیان میں

حدود شبہے سے ساقط ہو جاتے ہیں ف اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دفع کرو تم حدود کو ساتھ شبہوں کے روایت کیا اس کو امام ابو حنیفہؒ نے مسند میں اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہ فرمایا آپ نے البتہ اگر میں موقوف کروں حدود کو ساتھ شبہات کے تو بہتر ہے اس سے کہ قائم کروں میں اُن کو شبہوں سے اور ایسا ہی نقل کیا معاذؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور عقبہ بن عامرؓ سے اور اخراج کیا بیہقیؒ نے قول سے حضرت علیؓ کے کہ دفع کرو حدود کو شبہوں کے سبب سے ص اگر نفس صحبت میں شبہہ حلال ہونے کا ہو اور وہ مرد بھی اپنے گمان غالب میں اُس کو حلال سمجھے جیسے وطی کرے اپنے باپ کی یا ماں کی یا جورو کی یا مولیٰ کی لونڈی سے یا مرتہن اُس لونڈی سے جو اُس کے پاس رہن ہے صحیح مذہب میں یا مرد اُس عورت سے جو تین طلاقوں کی عدت میں ہے یا اُس کو طلاق بدلے میں مال کے دیا ہے یا اُم ولد سے جو عدت میں عتق کے ہے کہ ان سب صورتوں میں اگر اُس صحبت کو اپنے گمان غالب میں حلال جانتا ہوگا تو حد لازم نہ آوے گی ف اور اگر حرام جانتا ہوگا تو حد لازم آوے گی ہدایہ ص اور اگر جس عورت سے صحبت کی ہو اُس میں شبہہ حلال ہونے کا ہو اور نفس دلیل شرعی سے اُس کی حلت سمجھی جاتی ہو جیسے وطی کرے اپنے بیٹے کی ف یا پوتے کی ص لونڈی سے یا اُس عورت سے کہ کنایے کی طلاق کی عدت میں ہو یا بائع وطی کرے اپنی لونڈی سے بعد بیع کے قبل تسلیم کے یا اُس لونڈی سے جس کو مہر میں عورت کے دیا ہو لیکن ابھی تسلیم نہ کیا ہو یا اُس لونڈی سے جو مشترک ہو تو بھی حد لازم نہ آوے گی ف اس لئے کہ اُنمیں شبہہ حلال ہونے کا ہے گو وہ شخص گمان غالب اُن کی حُرمت کا رکھتا ہو اور کہے میں اُن کی وطی حرام سمجھتا تھا اور دلیلیں ان سب مسائل کی اصل میں اور ہدایہ میں مذکور ہیں ص اور نسب کا اگر دعویٰ کرے گا تو نسب صرف اسی صورت میں ثابت ہوگا نہ اول صورت میں اور اگر اپنے بھائی اور چچا کی لونڈی سے زنا کرے تو حد ماری جاوے گی ف گو اُس صحبت کو حلال خیال کرے ص اور یہی حال ہے اگر کوئی اجنبی عورت کو اپنے بستر پر پاوے اور اُس سے صحبت کرے اگرچہ وہ صحبت کرنے والا اندھا ہووے یا ذمی عورت زنا کرائے کسی حربی سے یا ذمی زنا کرے حربیہ سے تو ذمی عورت اول صورت میں اور دوسری صورت میں ذمی مرد حد مارا جائے گا اور حربی حربیہ پر حد نہ ہوگی اسواسطے کہ اُن پر دار الحرب میں بھی حد نہیں تو دار الاسلام میں بھی نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب پر حد پڑے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک جس صورت میں کہ حربی زنا کرے ذمی عورت سے تو کسی پر حد نہیں آوے گی اور جو کوئی عورت بیگانی دولھا پاس بھیجدی جاوے اور عورتیں کہدیں کہ یہ تمھاری دُلھن ہے اور وہ اُس سے ہم بستر ہو تو حد واجب نہیں ہوگی بلکہ اس کا مہر یعنی اجر صحبت کا دینا پڑے گا ف ہدایہ میں ہے کہ اُسی کا حکم کیا حضرت علیؓ نے اور عدت کا ص اور ان صورتوں میں بھی حد واجب نہیں ہوتی اول یہ کہ جو عورت مرد پر حرام تھی اور اُس سے نکاح کر لیا اور وطی کی اُس سے تو نکاح کے شبہے سے حد جاتی رہی ف اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حد لازم آوے گی اور دلائل امام صاحبؒ کے مذکور ہیں ہدایہ اور فتح القدیر میں ص یا یہ کہ چار پایے سے صحبت کرے ف اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہے حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ پڑ جاوے چار پایے پر تو قتل کرو اُس کو اور اُس چار پایے کو کہا میں نے یعنی عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے کہ کیا سبب ہے قتل چار پایے کا کہا اُنھوں نے اس واسطے کہ مکروہ رکھا آپ نے کہ کھایا جاوے گوشت اُس کا یا نفع لیا جاوے اُس سے بعد اس کے کہ اُس سے ایسا کام کیا جاوے روایت کیا اس کو اصحاب سنن اربعہ نے اور روایت کی ترمذیؒ نے اور نسائیؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

جو شخص کہ پڑے کسی چار پایے پر نہیں ہے کچھ اُس پر یعنی حد نہیں ہے اور یہ مروی ہے موقوفًا ابن عباسؓ سے ذکر کیا اس کو ابوداؤدؒ نے ص یا جماع کرے دُبر میں ف مرد یا عورت کی اور امام شافعیؒ کے نزدیک اُس کو حدِ زنا کی لگے گی اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ اُس کو زنا نہیں کہتے ہاں امام کو اختیار ہے کہ تعزیرًا لوطی کو جلادے یا دیوار اُس پر گرادے یا اوندھا کر کے کسی مکان بلند سے گرایا جاوے اور اوپر سے پتھر پھینکے جاویں اور یہ سب باتیں صحابہؓ سے مروی ہیں تو معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی یہ زنا نہیں ورنہ اختلاف نہ کرتے اس میں کذا فی الاصل اور جلانا حضرت علیؓ سے مروی ہے روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں اور مکان بلند سے گرانا مروی ہے ابن عباسؓ سے ابن ابی شیبہ میں اور بیہقی میں اور ابن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ اُس کو ایک مکان سخت بدبودار میں بند کریں کہ اُس کی بو سے مرجاوے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کرو فاعل اور مفعول بہ کو اور فرمایا آپ نے ایک حدیث میں کہ ملعون ہے جو عمل کرے قوم لوطؑ کا نعوذ باللہ منہ روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے ص یا دار الحرب میں جا کر خواہ باغیوں کے پاس پہونچکر زنا کرے ف اور پھر وہ ہمارے پاس چلا آوے تو اس پر حد نہ ہوگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک حد ہوگی اور صاحب ہدایہؒ نے دلیل میں ہماری قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کیا ہے کہ نہ قائم کی جاویں حدیں دار الحرب میں اور اس حدیث کا نشان معلوم نہیں لیکن روایت کی امام محمدؒ نے سیر کبیر میں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ زنا کرے کسی عورت سے یا چوری کرے دار الحرب میں اور پھر وہ بھاگ کر مسلمان ہو کر ہماری طرف چلا آوے تو اُس پر حد نہیں اور شافعیؒ نے روایت کی زید بن ثابتؓ سے بواسطہ امام ابویوسفؒ کے کہ فرمایا زید بن ثابتؓ نے نہ قائم کی جاویں حدیں دار الحرب میں اور ایسا ہی مروی ہے عمرؓ بن الخطابؓ سے ص یا لڑکا یا دیوانہ عورت بالغہ مسلمان عاقلہ سے زنا کرے ف تو دونوں پر حد نہیں ص اور امام زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک عورت کو حد پڑے گی اور اگر اس کا اُلٹا ہو یعنی مرد کسی لڑکی یا دیوانی عورت سے زنا کرے تو حد واجب ہوگی مرد پر یا زنا کا اقرار کرے اور جو ایک اقرار کرے زنا کا اور دوسرا اقرار کرے نکاح کا تو بھی حد نہ ہوگی اور جو شخص کسی کی لونڈی سے زنا کرے اور وہ اس فعل سے مرجاوے تو اس پر حد بھی واجب ہوگی اور اُس لونڈی کی قیمت بھی مالک کے حوالے کرنی پڑے گی اور بادشاہ سے قصاص کا اور مالوں کا مواخذہ کیا جاوے حدوں کا مواخذہ نہ کیا جاوے ف یعنی بندوں کا مواخذہ اُس سے کریں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کا نہ کریں۔

ص باب زنا پر گواہی دینے اور گواہی سے پھر جانے کے بیان میں

گواہوں نے ایک پرانی بات پر گواہی دی جو موجب حد تھی اور وہ امام سے بعید بھی نہ تھے اتنے کہ ادائے شہادت سے اُن کو کوئی مانع ہوتا تو شہادت اُن کی مقبول نہ ہوگی مگر بہتان زنا میں ف مقبول ہوگی اور بہتان کرنے والے پر حد اُس کی پڑے گی اور پرانے ہونے کی حد چھ مہینے ہیں اور اسی طرف اشارہ ہے جامع صغیر میں اور امام ابوحنیفہؒ نے اس کا کچھ اندازہ نہیں کیا ہے اور رائے قاضی پر مفوض رکھا ہے اور امام محمدؒ نے اُس کا اندازہ ایک مہینے سے کیا ہے اور یہی مروی ہے شیخینؒ سے اور یہی صحیح ہے۔ ہدایہ ص اور اگر گواہی چوری کی ہوگی تو اُس شخص سے تاوان اسباب مسروقہ کا لیا جاوے گا ف مگر ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ شہادت مقبول ہوگی ص اور اگر مرد اقرار کرے اُس امر موجب حد کا جو پرانا ہو تو حد مارا جاوے گا مگر حد شرب میں اور پرانا ہونا حد کا شرب میں یہ ہے کہ بو اس کی جاتی رہے اور سوا میں اُس کے ایک مہینہ ہے اور اگر گواہ گواہی دیں کہ اُس مرد نے ایک غائب عورت سے زنا کیا ہے یعنی عورت موجود نہ ہو تو اُس مرد پر حد ماری جاوے گی بخلاف چوری کے کہ اگر غیر موجود شخص کے مال چرانے کی گواہی دیں گے تو ہاتھ کاٹنا لازم نہ ہوگا اور جو چار گواہوں نے گواہی دی زنا کی لیکن کوٹھری کے گوشوں میں اختلاف کیا تو مرد اور عورت دونوں پر حد لگائی جاوے گی اس واسطے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے شروع میں ایک گوشے میں ہوں پھر دوسرے میں چلے گئے ہوں اور اگر اقرار کیا زنا کا اور عورت مزنیہ کو نہ پہچانا تو اُس پر حد واجب ہوگی اس لئے کہ جو اُس کی زوجہ اُم ولد

ہوتی تو اُس پر پوشیدہ نہ ہوتی اور اگر گواہ کہیں کہ اُس نے ایک عورت نامعلوم سے زنا کیا تو حد نہ لگایا جاوے وہ اور نہ گواہ جیسے اس صورت میں کہ وہ گواہ عورت کی خواہش اور مجبوری میں اختلاف کریں ف مثلاً دو کہیں کہ وہ راضی تھی اور دو کہیں کہ اُس سے زبردستی زنا کیا تو مرد اور عورت اور گواہ کسی پر حد واجب نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں مرد پر حد پڑے گی کذا فی الاصل ص یا جس شہر میں زنا ہو اُس کے نام میں اختلاف کریں اور زفرؒ کے نزدیک دونوں پر حد پڑے گی اگر چار آدمیوں نے گواہی دی اُس کے زنا پر ایک وقت معین اور ایک شہر معین پر دوسرے چار نے اُسی وقت میں لیکن اور شہر میں تو مرد اور عورت اور گواہ کسی پر حد نہ ہوگی اور اگر گواہوں نے ایک عورت کے زنا پر شہادت دی حالانکہ ایک عورت نے دیکھ کے کہا کہ یہ باکرہ ہے یعنی مرد کے ساتھ ہم بستر نہیں ہوئی یا گواہ بدکار ہیں یا گواہی دویں کہ چار گواہوں معتبر نے اس شخص پر زنا کی گواہی دی ہے گو وہ اصل بھی بعد میں آن کر اس زنا پر گواہی دیں تو ان سب صورتوں میں کسی پر حد نہ جاری ہوگی نہ جس پر گواہی دی اور نہ گواہوں پر اور اگر گواہ اندھے ہوں یا کسی کے زنا کے بہتان میں حد اُن کو لگ چکی ہو یا چار کی جگہ تین ہوں یا کوئی اُن میں سے محدود یا غلام ہو تو اِن صورتوں میں گواہوں پر حد لگے گی نہ اُس شخص پر جس پر کہ اُنھوں نے گواہی دی ہے اور اگر کسی شخص کو گواہوں کی گواہی سے حد ماری گئی پھر معلوم ہوا کہ ایک گواہ غلام تھا یا بہتان کی علت میں سزا پاچکا ہے تو چاروں پر حد زنا کے بہتان کی جاری ہونی چاہیئے اور جن کی شہادت کے سبب سے حد لگی اور زخم یا چوٹ پہونچی اُس کا تاوان کسی پر لازم نہ آوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک بیت المال میں سے دلایا جاوے گا اور اگر اُن کی گواہی سے وہ سنگسار ہو گیا ہو گا تو اُس کا خون بہا وارثوں کو بیت المال سے دلایا جاوے گا اور اگر بعد اُس کے رجم کے ایک گواہ پھر گیا تو اُس کو حد بہتان زنا کی لگائی جاوے گی ف اور امام زفرؒ کے نزدیک نہ لگائی جاوے گی اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اور چوتھائی خون بہا کا تاوان لیا جاوے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک قصاصاً قتل ہوگا اور جو اُس کے سنگسار کرنے سے پیشتر اگر کوئی گواہ پھر یگا تو چاروں کو حد لگے گی حد قذف کی اور جن پر گواہی دی تھی اُن پر حد نہ لگے گی پس اگر رجوع بعد حکم قاضی کے ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک فقط پھرنے والے کو حد لگے گی اور اگر رجوع قبل حکم کے ہو تو بھی امام زفرؒ کے نزدیک حد فقط پھرنیوالے پر پڑیگی اور اگر پانچ گواہوں میں سے ایک بعد رجم کے پھر جاویگا تو اُس پر بہتان زنا کی سزا لازم نہ ہوگی لیکن اگر دوسرا گواہ اور پھریگا تو اُس وقت دونوں کو حد ماری جاویگی اور دونوں کو مل کر چوتھائی خون بہا دینا ہوگا اگر ایک شخص پر رجم کا حکم ہوا دوسرے نے رجم کی جگہ اُسکو تلوار سے مثلاً مار ڈالا یا گواہوں کا تزکیہ مزکی نے کیا اور پھر بعد رجم کے وہ معلوم ہوئے کہ غلام تھے یا کافر تھے تو اول صورت میں وہ قاتل اور دوسری صورت میں مزکی خون بہا کا ضامن ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک ان پر ضمان نہیں بلکہ بیت المال پر ہوگا ف مزکی اس شخص کو کہتے ہیں جو گواہوں کا حال ٹھیک بتاتا ہے کہ یہ عادل ہیں شہادت کے قابل ہیں یا نہیں ص اور اگر وہ شخص جس پر رجم کا حکم ہوا سنگسار کیا جاوے اور پھر وہ گواہ غلام نکلیں اور مزکی نے اُن کا تزکیہ نہیں کیا تھا تو خون بہا اُس کا بیت المال میں ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک سب صورتوں میں خون بہا بیت المال ہی میں ہوگا اور اگر زنا کی گواہی میں گواہ یہ لفظ کہیں کہ ہم نے قصداً زانی اور زانیہ کی طرف دیکھا تو اُن کی شہادت قبول کی جاوے یعنی قصداً دیکھنے کے جرم میں شہادت رد نہ کرنی چاہیئے اور جس شخص پر گواہی زنا کی گزری ہو اور وہ اپنے محصن ہونے سے انکار کرے اور اُس کی جورو کا لڑکا اُس سے ہووے یا ایک مرد اور دو عورتیں اُس کے محصن ہونے پر گواہی دیں تو وہ رجم کیا جاوے گا اور امام زفر اور امام شافعیؒ کے نزدیک رجم نہ ہوگا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے

ص باب شراب پینے کی حد کے بیان میں

حد شراب کی مانند حد قذف کے ہے یعنی آزاد کو اسی کوڑے اور غلام کو چالیس اگرچہ اُس نے ایک قطرہ شراب کا پیا ہو ف اور اصل اس باب

میں قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے جو شخص کہ پیے شراب کو تو کوڑے مارو اُس کو پھر اگر پیے تو مارو اُس کو پھر اگر پیے تو مارو اُس کو پھر اگر پیے تو قتل کرو اُس کو نکالا اُس کو اصحاب سنن اربعہؒ نے سوا نسائی کے معاویہؓ سے اور مروی ہے حدیث ابی ہریرہؓ سے اور ترمذیؒ نے صحیح کیا حدیث معاویہؓ کو حدیث ابی ہریرہؓ سے اور تصحیح کی اُس کی ذہبی نے اور روایت کیا اُس کو حاکم نے مستدرک میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور نسائیؒ نے سنن کبریٰ میں پھر قتل منسوخ ہو گیا اس واسطے کہ روایت کیا نسائیؒ نے سنن کبریٰ میں جابرؓ سے اس حدیث کو اور اس میں ہے کہ لایا گیا ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہ پی تھی اُس نے شراب چوتھے مرتبے میں تو آپ نے اُس کے کوڑے لگائے اور قتل نہیں کیا اور ایک لفظ میں زیادہ کیا کہ پھر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ کوڑے مارنا ٹھہر گیا اور قتل اُٹھ گیا یعنی منسوخ ہو گیا اور روایت کیا اس کو بزارؒ نے مسند میں اور ابو داؤدؒ نے سنن میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک چالیس کوڑے مارے اور ہماری دلیل اجماع صحابہؓ کا ہے اسی کوڑے پر مروی ہے انس بن مالکؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا ایک شخص کہ اُس نے پی تھی شراب سو مارا اُس کو دو چھڑیوں سے کھجور کی قریب چالیس بار کے اور اسیطرح کیا حضرت ابو بکرؓ نے پھر جب ہوئے حضرت عمرؓ مشورت کی لوگوں سے سو کہا عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہ ہلکا حدوں کا اسی ہے سو حکم کیا اُس کا عمرؓ نے روایت کیا اُس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور نکالا اُس کو حاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ سے ص اور جس نے شراب پی اور ایسی طرح گرفتار ہوا کہ شراب کی بو موجود ہے اگرچہ راہ کے دور ہونے سے جاتی رہی ہو یا مست ہو اور عقل اُس کی زائل ہو اگرچہ نبیذ تمر کے پینے سے ہوا ہو اور یا وہ اُس کا اقرار کرے ایک بار یا دو مرد اُس پر شراب پینے کی گواہی دیں اور معلوم ہو کہ اُس نے اپنی خواہش سے پی ہے تو اُس کو حد لگاویں حالت ہوش میں ف اور بیہوشی میں نہ ماریں اور نبیذ سے اگر مست ہو تو حد اس واسطے ماری جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حد ماری ایک اعرابی کو کہ مست ہو گیا تھا نبیذ سے اور فرمایا اِنَّمَا جَلَدْنَاكَ لِسُكْرِكَ یعنی ہم نے کوڑے مارے تجھ کو بسبب نشے تیرے کے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور دار قطنیؒ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوڑے مارے ایک شخص کو کہ مست ہو گیا تھا نبیذ سے اور بہت سے آثار اس میں وارد ہوئے ہیں ذکر کیا ان کو ابن الہمام نے فتح القدیر میں ص اور اگر وہ خود بعد بو جاتی رہنے کے اقرار کرے یا دو گواہ بعد بو جانے کے گواہی دیں ف نہ دوری فاصلے کی جہت سے یعنی اگر فاصلے کی دوری کی جہت سے بو جاتی رہی تو اُس سے حد نہ جاویگی ص تو حد واجب نہ ہو گی ف اور امام محمدؒ کے نزدیک جب اقرار کرے بعد بو جانے کے بھی تو حد ماری جاوے گی اور دلیل شیخینؒ کی یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حکم کیا اُس شخص کے لئے جو لایا گیا تھا مست کہ بو سونگھو اُس کے مُنھ کی تو معلوم ہوا کہ بغیر بو کے حد نہ ہو گی روایت کیا اس اثر کو عبد الرزاقؒ اور اسحاق بن راہویہ نے ص اور اسیطرح اگر اُس سے صرف شراب کی بو پائی جاوے یا قے شراب کی کرے یا جو اقرار کیا تھا اُس سے پھر جاوے یا اقرار ایسی مستی کی حالت میں کرے کہ اُسکی عقل جاتی رہی ہو تو ان سب صورتوں میں حد نہ لگائی جاوے گی اور جاننا چاہیئے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک واجب ہونے میں حد نشہ کے یہ علامت ہے کہ کچھ نہ پہچانے یہاں تک کہ زمین کو آسمان سے اور حرمت میں شرابوں کی یہ ہے کہ بیہودہ بکے اور صاحبینؒ کا مطلقاً یعنی حد میں بھی یہی مذہب ہے اور اسی طرف مائل ہوئے ہیں اکثر مشائخ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اثر اُس کا ظاہر ہو اُس کی چال اور حرکات میں ف اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ شراب انگوری کے تو ایک قطرہ پینے سے بھی حد ہو گی اور سوا میں اُس کے جب ایسا مست ہو جاوے ص اور اگر مست مرتد ہو جاوے تو اُس پر اُس کی جورو حرام نہ ہو گی اور طلاق اور عتاق اور اقرار وغیرہ اُس کا واسطے زجر کے جاری ہو گا اور یہ کوڑے حد زنا کی طرح مجرم کے بدن پر سر اور مُنھ اور شرمگاہ بچا کر کپڑے اُتار کر جُدا جُدا لگا دیں

ص باب تہمت زنا کی حد کے بیان میں

محصن مرد یا محصنہ عورت کو یعنی جو آزاد مسلمان مکلف پاک ہو زنا سے کوئی شخص زنا کی تہمت لگا دے صریح[1] ف مثلاً مرد کو کہے یا زانیہ یا

[1] یعنی جو الفاظ صراحۃً زنا پر دلالت کرتے ہیں ان کو کسی زبان میں کہے ۱۲ عینی ؎ بلا تکرار و تعداد ۱۲

زنائے اور عورت کو یا زانیۃ **ص** یا کہے عورت سے زَنَاتِ فِی الْجَبَلِ تو نے پہاڑ میں زنا کیا اور مراد لے پہاڑ پر چڑھنے کی تو حد مارا جاوے **ف** یعنی زناء ہمزہ کے ساتھ چڑھنے کے معنوں میں بھی آتا ہے مگر چاہیئے تھا کہ اُس کے بعد علیٰ بولتا جب اُس نے فی کہا تو معلوم ہوا کہ چڑھنے کے معنی نہیں لیے بلکہ زنا کے معنی لیے اس لئے حد واجب ہوئی **ص** اور امام محمدؒ کے نزدیک واجب نہ ہوگی **ف** اِس واسطے کہ شبہہ ہوگیا اور شبہے سے حد دفع ہوتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ حالت غضب زنا کی مرجح ہے کذا فی الاصل **ص** یا نہیں ہے تو اپنے باپ سے یا اُس کے باپ کا نام لیکر کہا کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں حالت غضب میں یہ تینوں لفظ کہے **ف** اور اگر غصے میں نہ کہا تو حد نہ لگائی جاوے گی اِس واسطے کہ وقت غصہ نہ ہونے کے اس کے معنی یہ ہیں کہ تو افعال میں اپنے باپ کے مانند نہیں ہے **ص** یا پکارا کہ اے چھنال کے جنے اور اُسکی ماں مرگئی ہو اور عفیفہ ہو تو اُس تہمت لگانیوالے کو حد لگائی جاویگی اگر وہ تہمت لگایا گیا یا اُس کا باپ یا جس کو اُس تہمت کے سبب سے عار ہے مطالبہ کرے **ف** اور اسکی بھی حد مثل حد شراب کے ہے تعداد میں یعنی اسّی کوڑے آزاد کیلئے اور چالیس غلام کیلئے اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الآیۃ یہاں تک کہ فرمایا فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمَانِیْنَ جَلْدَۃً یعنی لگاؤ اُن کو اسّی کوڑے اور مطالبہ متہم کا شرط ہے اسواسطے کہ یہ حق اُسی کا ہے کیونکہ اس حد سے اُس کی جانب سے دفع عار ہوتا ہے اور ثبوت میں بھی یہ حد مثل حد شرب کے ہے یعنی دو مردوں کی گواہی اور ایک بار کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے **ص** اور اگر اُس کو کہے کہ تو اپنے دادا کا یا ماموں کا یا چچا کا یا سوتیلے باپ کا بیٹا نہیں ہے یا کہے کہ تو ایک کا اُن میں سے بیٹا ہے تو دونوں صورتوں میں حد نہ مارا جاویگا **ف** اِس واسطے کہ اوّل صورت میں وہ کہنے والا سچا ہے کیونکہ وہ بیٹا دادا کا نہیں ہے بلکہ باپ کا اور اسی طرح ماموں اور چچا وغیرہم کا اور دوسری صورت میں اِس واسطے کہ اِن سب کو بھی باپ کہتے ہیں لیکن ماموں سو اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْخَالُ اَبٌ یعنی ماموں باپ ہے روایت کیا اِس کو صاحب ہدایہؒ نے اور فتح القدیر اور تخریج زیلعی میں ہے کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کی ابو شجاع دیلمی نے فردوس میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماموں والد ہے جس کا کوئی والد نہیں ہے اور لیکن چچا سو اِس واسطے کہ کلام اللہ میں ہے نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ حال آنکہ اسمٰعیل چچا تھے حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے اور ماں کا خاوند بھی عرف میں باپ کہا جاتا ہے اور کلام اللہ میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے فرمایا اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ اور وہ اُنکی بیوی کے بیٹے تھے **ص** اور اگر عرب کو کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹے یا اے نبطی تو بھی حد نہ لگے گی **ف** کیونکہ ان دونوں میں نفی نسب نہیں ہے بلکہ اُنکی سخاوت اور صفائی کے سبب سے ان لقبوں سے نامزد کرتے ہیں اور اسی طرح نبطی وہ لوگ ہیں جو بُری عادتیں رکھتے ہیں اور اُنکی گفتگو میں فصاحت نہیں ہدایہ **ص** اور جو کسی نے میت کو تہمت زنا لگائی تو اُس کے باپ کو اور بیٹے کو اور پوتے کو اور نواسے کو اگرچہ میراث سے محروم ہوں اختیار ہے کہ مطالبہ حد کا کریں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر وارث کو جائز ہے کہ مطالبہ حد کا کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک نواسے کو اور امام زفرؒ کے نزدیک جو میراث سے محروم ہو اُس کو طلب حد کا اختیار نہیں اور اگر باپ یا آقا اپنے لڑکے یا غلام کی ماں کو تہمت زنا کی لگاویں تو لڑکا اور غلام خواستگار اُن کی سزا کے نہ ہوں گے اور حد قذف کی اُس شخص کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے جس کو گالی دی ہو تو اگر کچھ کوڑے مارے تھے کہ وہ شخص مرگیا تو اب تہمت لگانیوالے کو چھوڑ دیں گے اِسواسطے کہ حد کی میراث نہیں ہوتی اور امام شافعیؒ کے نزدیک حد کی بھی میراث ہوتی ہے اور اگر مقذوف قاذف کو معاف کردے یا حد کے بدلے میں اُس سے کچھ مال لیوے تو یہ جائز نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اگر کسی کو کہے کہ اے زانی اور اُس نے اُس کے جواب میں کہا کہ تو زانی ہے تو دونوں کو حد ماری جاویگی اور اگر اپنی منکوحہ سے کہا اے زانیہ اور وہ جواب میں کہے کہ زانی تو ہے تو عورت پر حد لگائی جاویگی اور لعان واجب نہیں ہے اور اگر عورت یوں جواب دیوے کہ میں نے زنا تجھ سے کیا ہے تو حد اور لعان دونوں باطل ہو جاویں گے **ف** اور وجہ اس کی اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر پہلے اپنے بیٹے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میرا نہیں تو لعان کرے اور اگر اوّل کہے کہ میرا نہیں پھر اقرار کرے تو اس صورت میں اُس پر حد لگائی جاوے اور دونوں صورتوں میں بیٹے اُسی کے ہوں گے اور جو عورت سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو حد اور لعان کچھ نہیں واجب ہوگا اور اگر

زنا کی گالی ایسی عورت کو دی جس کے بچے کا باپ معلوم نہ ہو یا جو اپنے بچے کے باب میں لعان کر چکی ہو ف بچے کی قید اسواسطے لگائی کہ بغیر بچے کے اگر لعان ہوا ہوگا تو اُسکی قذف سے حد واجب ہوگی ص یا ایسے مرد کو زنا کی گالی دی[۱] جس نے عورت اجنبیہ یا لونڈی غیر مملوک سے صحبت کی ہو ف مثلاً اپنی ماں یا بہن یا بھائی کی لونڈی سے صحبت کی ہو ص یا مشترک لونڈی سے یا اُس مملوکہ سے جو ہمیشہ کے لئے حرام ہے مثلاً وہ لونڈی جو اُس کی بہن رضاعی ہے یا گالی دی اُس مسلمان کو جس نے حالت کفر میں زنا کیا ہو یا گالی دی مکاتب کو جو اتنا مال چھوڑ جائے کہ اُسکی کتابت کا عوض ہو سکتا ہو[۲] تو ان سب صورتوں میں گالی دینے والے پر حد نہ ماری جاویگی اور اگر ایسے شخص کو گالی زنا کی دی جس نے وطی کی حرام بغیرہ جیسے صحبت کی زوجہ حائضہ سے یا آتش پرست لونڈی[۳] سے یا مکاتب لونڈی سے یا اُس نے نکاح کیا تھا حالت کفر میں اپنی ماں سے تو اُس پر حد ماری جاویگی[۴] اور مستامن اگر مسلمان کو گالی زنا کی دے تو اُس پر حد لگائی جاویگی ف مستامن اُس کافر کو کہتے ہیں کہ دار الحرب سے دار الاسلام میں امان لیکر آیا ہو ص اور کئی جنایتوں کے واسطے اگر جنس اُنکی ایک ہے تو ایک حد کافی ہے ف مثلاً چند مرتبہ گالی دی زنا کی یا چند مرتبہ زنا کیا یا شراب پی تو ہر ہر کے واسطے ایک ہی حد کافی ہے اگرچہ ہر بار دوسرے شخص کو گالی دی ہو یا دوسری عورت سے زنا کیا ہو ص اور اگر جنس اس کی مختلف ہے تو ایک حد کفایت نہ کرے گی ف مثلاً زنا اور شراب اور قذف سب سے ایک حد کافی نہ ہوگی اور امام شافعیؒ کا اس میں[۵] خلاف ہے اور دلیل اُن کی اصل میں مذکور ہے

ص فصل تعزیر یعنی تادیب اور توبیخ کے بیان میں

تعزیر وہ سزا ہے جو حد سے کم ہو اور اکثر اُنکے اُنتالیس کوڑے ہیں ف اور دلیل اُسکی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ پہونچ جاوے کسی حد کو غیر حد میں تو وہ ظالموں میں سے ہے روایت کیا اِسکو بیہقیؒ نے اور کہا کہ محفوظ یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور نکالا اُسکو متصل بھی نعمان بن بشیرؓ سے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے فوائد میں متصلاً اور امام محمدؒ نے مرسلاً اور اقل حد کا چالیس کوڑے[۶] ہیں غلام میں تو تعزیر میں اُس سے ایک کوڑا کم رکھا گیا ص اور کمتر اُسکے تین کوڑے ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک روایت میں اکثر اُس کے اُناسی[۷] کوڑے اور ایک روایت میں پچھتر کوڑے ہیں ف اور ہدایہ میں ہے کہ ہمارے مشائخ نے اقل کو اُس کے رائے امام پر سونپا ہے اور اسیواسطے بہت سے فقہا نے اُسکی حد نہیں ذکر کی ہے ص اور امام کو جائز ہے کہ ضرب اور حبس دونوں کرے اور مار تعزیر کی سخت تر ہے پھر زنا کی حد میں پھر شراب پینے کی حد میں پھر گالی کی حد میں ف یعنی تعزیر میں سخت ہاتھ لگاویں اور باقی میں بہ ترتیب اور بتدریج نرم نرم ہاتھ پڑے ص اگر کوئی شخص غلام یا کافر کو زنا کی گالی دے یا مسلمان کو ان الفاظ سے کوئی کہے اے فاسق او کافر یا خبیث اے چور اے بدکار اے ہیجڑے اے خیانت کرنیوالے اے لونڈے باز اے بے دین اے دیوث یعنی بے عزت کہ اپنے اہل خانہ پر زنا کا روادار ہو اے قرطبان یا قلتبان یعنی کٹنے اے شرابخوار اے سودخوار اے قحبہ کے جنے اے بدکار کے جنے اے چوروں اور زناکاروں کے ٹھانگی[۸] اے حرامزادے تو ان سب صورتوں میں تعزیر کیا جاویگا اور اگر مسلمان کو کہے او گدھے اے سور اے کتے او ریچھ او بندر اے حجام[۹] اے ولد الحجام اور باپ اُس کا حجام نہ تھا اے زنا کی مزدوری لینے والے اے نالایق اے ٹھٹھے باز اے مسخرے تو ان صورتوں میں تعزیر لازم نہ ہوگی اور جس شخص پر حد یا تعزیر ہوا اور وہ مرجاوے تو اُس کا خون ضایع ہے ف یعنی خون بہا اُس کا کہیں سے نہ دیا جاویگا ص برخلاف شوہر کے جو اپنی زوجہ کو تعزیر دے اور وہ مرجاوے تو شوہر پر خون بہا لازم ہوگا ف مثلاً شوہر کا کہنا نہ ماننے پر یا نماز کے ترک کرنے پر یا ناپاکی سے غسل نہ کرنے پر یا گھر سے نکل جانے پر یا اور کسی امر بد پر تعزیر دے اور اصل میں اس مقام[۱۰] پر تفصیل کی ہے اور ہم نے اُس کو ترک کیا

ص کتاب السرقہ

یعنی چوری کا بیان چوری[۱۱] اُس کو کہتے ہیں کہ عاقل بالغ شخص کسی کا مال مملوک جو دس[۱۲] درم سکہ دار یا زیادہ[۱۳] قیمت کا ہووے اور محفوظ جگہ میں رکھا ہو

[۱] جو ہر وجہ سے حرام ہے ۱۲ [۲] اور اگر اس سے کم چھوڑا تو بطریق اولیٰ حد نہ واجب ہوگی کیونکہ قذف حر سے حد واجب ہوتی ہے اور اول صورت میں مکاتب کے آزاد ہونے میں اختلاف ہے صحابہ کا اور دوسری صورت میں وہ سب کے نزدیک آزاد نہیں ہے کذا فی الاصل ۱۲ [۳] جن کی حرمت موقتہ ہے ۱۲ [۴] یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حد نہ ماری جائیگی اس لیے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح محارم کا مجوسیوں میں صحیح ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ۱۲ کذا فی الاصل [۵] امام شافعیؒ کے نزدیک اگر مختلف ہو مقذوف مثلاً گالی دی زنا کی زید کو اور عمرو کو یا مختلف ہو مقذوف بہ جیسا تہمت زنا کی زید کو پھر دوسری زنا کی پس تداخل حد کا نہ ہوگا اور عوض ہر ایک کے ۱۲

پوشیدہ لے لیوے **ف** تو ہمارے نزدیک دس درم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک ربع دینار میں اور امام مالکؒ کے نزدیک تین درم میں کاٹا جاویگا اور اس سے کم میں نہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک میں مجاہد سے اُنھوں نے ایمنؓ سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں کاٹا گیا ہاتھ زمانۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مگر ایک ڈھال میں کہ قیمت اُس کی ایک دینار تھی اور سکوت کیا اُس پر اور یہ معارض ہے اُس کے جو روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے کہ قیمت اُس کی ربع دینار تھی اور روایت کی نسائیؒ نے اپنی سند سے ابن اسحٰق سے اُنھوں نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ کہا اُنھوں نے تھی قیمت سپر کی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دس درم اور روایت کیا اُس کو دارقطنی اور امام احمدؒ نے اور اسحٰق بن راہویہ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں سعید ابن المسیبؒ سے اُنھوں نے ایک شخص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں قطع ہے مگر ایک دینار یا دس درم میں اور یہ حدیث اس لفظ سے موقوف ہے اوپر ابن مسعودؓ کے روایت کیا اس کو قاسم بن عبد الرحمٰن نے ابن مسعودؓ سے کہا ترمذیؒ نے کہ قاسم نے نہیں سُنا اُن سے تو یہ حدیث منقطع ہے لیکن روایت کی امام نے اپنی مسند میں قاسم بن عبد الرحمٰن سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہ کہا اُنھوں نے کہ کاٹا جاتا تھا ہاتھ عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں دس درم پر اور یہ موصول ہے اور اوپر گزرا اثر حضرت علیؓ کا کہ اُنھوں نے کہا نہیں قطع کیا جاویگا ہاتھ کم میں دس درم سے رَوَاہُ الدَّارَ قُطْنِیُّ **ص** تو اگر مکلف عاقل بالغ نے اگرچہ غلام ہو چُرایا دس درم یا زیادہ کے مال کو اور وہ مال محفوظ ہو بلا شبہہ **ف** اور اگر شبہہ ہو تو قطع نہ کیا جاوے گا جیسے چُراوے مال اپنے ذی رحم محرم سے کذا فی الاصل **ص** مکان میں مانند گھر کے یا صندوق کے یا راہ میں کسی محافظ کے جو بیٹھا ہو یا مسجد میں اور مال اُس کا اُس کے پاس ہو امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک اور اس کے لینے کا وہ ایک بار اقرار کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو بار اقرار کرے یا دو مرد اس کی چوری پر گواہی دیں اور امام اُن سے پوچھ لیوے کہ سرقہ کیسا ہے اور کیا ہے اور کب ہوا اور کس جگہ ہوا اور کتنے مال کا ہوا اور کس کے مال کا ہوا اور وہ گواہ بیان کریں ان سب باتوں کو تو ہاتھ اس کا کاٹا جاوے اور اگر بہت لوگوں نے مال چرایا اگرچہ اُس مال کو بعض اُن میں سے اُٹھا لائے ہوں لیکن اُس میں سے ہر ایک کو دس درم سے کم نہ پہونچا ہو تو سب کا ہاتھ کاٹا جاوے گا **ف** اس واسطے کہ ہر ایک نے مقدار نصاب سرقہ لے لیا تو سب سارق ٹھہرے **ص** اور کاٹا جاویگا ہاتھ اگر ساگون کی لکڑی یا نیزے کی چھڑ یا آبنوس یا صندل یا سبز نگینہ **ف** اور کسی رنگ کا ہو **ص** یا یاقوت یا زبرجد یا موتی یا برتن یا دروازے لکڑی کے ہوں چرا دے اور نہ کاٹا جاوے گا ہاتھ شے حقیر کے چُرانے میں جو مباح ہیں مثلاً لکڑی اور گھانس اور نرکل اور مچھلی اور پرند اور شکار اور ہرتال اور گیرو اور چونا **ف** اس واسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت عائشہؓ سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں کاٹا جاتا تھا ہاتھ ~~چور کا زمانۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شے حقیر میں اور پرندے میں اس واسطے نہ کاٹا جاوے گا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں قطع ہے پرند میں ذکر کیا اس کو صاحب ہدایہؒ نے اور یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی بلکہ روایت کیا عبد الرزاق نے حضرت عثمانؓ کا قول کہ نہیں قطع ہے پرندہ میں اور مچھلی میں سب قسم کی مچھلی داخل ہے اور اسی طرح پرند میں مرغی اور بط اور کبوتر وغیرہ **ص** اور نہ اُس شے میں جو جلدی بگڑ جاتی ہے مثلاً دودھ اور گوشت اور تر میووں میں **ف** اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہاتھ کٹتا ہے میوے میں اور نہ پھل میں خرمے کے روایت کیا اُس کو امام احمدؒ اور اصحاب سننؒ نے اور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے اور فرمایا کہ نہیں ہاتھ کٹتا ہے طعام میں روایت کیا اس کو ابو داؤد نے مراسیل میں حسن بصریؒ سے مرسلاً **ص** اور کھجور میں جو درخت پر ہو اور خربزے میں **ف** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر شے میں ہاتھ کاٹا جاویگا سوا مٹی اور خاک اور گوبر کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک شے مباح مثل لکڑی اور تر میووں میں اور جو چیز سریع الفساد ہوں ان سب میں بھی قطع ید ہے اور وہ جو حدیثیں ہم نے روایت کیں اُن پر حجت ہیں **ص** اور اُس کھیتی میں جو کٹی نہ ہو **ف** اس واسطے کہ وہ محفوظ نہیں ہے **ص** اور نشہ لانیوالی چیزوں میں اور آلات لہو میں **ف** مثل ڈھول

اور سارنگی اور ستار اور طنبور وغیرہ کے ص اور نہ چلیپا میں سونے کی ہو یا چاندی کی ف چلیپا وہ ہے کہ جس کو نصاریٰ اپنی زنار میں باندھتے ہیں اور شکل اُسکی یہ ہے ✝ ص اور نہ شطرنج اور نہ نرد میں اور مسجد کے دروازے میں اور قرآن شریف میں اور آزاد لڑکے میں اگرچہ دونوں ف یعنی قرآن شریف اور لڑکا ص زیور دار ہوں ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسجد کے دروازے میں اور قرآن شریف میں بھی ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک لڑکے آزاد میں بھی جبکہ زیور اُس کا مقدار نصاب کے ہو ص اور غلام اور دفتروں میں مگر جبکہ نابالغ ہو یا دفتر حساب کے ہوں ف کہ اس صورت میں ہاتھ کاٹا جاویگا ص اور کتے اور چیتے میں اور امانت میں خیانت کرنے سے اور اُچک لیجانے سے اور لوٹ لیجانے سے ف اِسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے خیانت کرنیوالے پر اور نہ لوٹنے والے پر اور نہ اُچکے پر ہاتھ کاٹنا روایت کیا اُس کو احمد اور چاروں عالموں نے اور صحیح کیا اُس کو ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے ص اور کفن چُرانے سے ف اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کفن چور پر قطع ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ کفن چُراوے تو کاٹیں گے ہم اُس کو روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے اور کہا ابن المنذر نے کہ مروی ہے ابن زبیر سے کہ وہ قطع کرتے تھے کفن چور کو اور جواب یہ ہے کہ بیہقیؒ نے اس حدیث کو ضعیف کیا اور اُسکی اسناد میں کثیر بن حازم مجہول ہے اور کہا ابن الہمام نے کہ وہ حدیث منکر ہے اور اثر ابن زبیر کا روایت کیا اُس کو بخاریؒ نے تاریخ میں اور ضعیف کیا اُسکو بسبب سُہیل بن ذکوان مکی کے کہا عطار نے کہ ہم اتہام کرتے تھے اُس کو ساتھ کذب کے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لَا قَطْعَ عَلَى الْمُخْتَفِي یعنی نہیں قطع ہے مختفی یعنی کفن چور پر روایت کیا اس کو صاحب ہدایہؒ نے اور یہ حدیث مرفوعاً نہیں پائی گئی لیکن روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں ہے کفن چور پر قطع اور بھی ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی زہری سے کہ مروان نے کفن چوروں کو مارا اور نکال دیا اور قطع نہیں کیا اور صحابہؓ بہت موجود تھے اور ایسا ہی اخراج کیا اس کا عبدالرزاقؒ نے معمر سے اور ایک روایت میں مصنف ابن ابی شیبہؒ کی ہے کہ مروان نے پوچھا صحابہؓ اور فقہا سے اپنے وقت کے ایک کفن چور کے باب میں سو جمع ہوئی رائے اُنکی اس بات پر کہ ماریں ہم اُس کو اور پھراویں اُسکو اور کہا شیخ ابن الہمام نے فَجَ لَا شَكَّ فِي تَرْجِيحِ مَذْهَبِنَا مِنْ جِهَةِ الْآثَارِ یعنی اب نہیں شک ہے ترجیح میں ہمارے مذہب کے از روئے احادیث کے ص اور عام کے مال چُرانے سے مثلاً بیت المال میں سے چوری کرے اور مال مشترک کے چُرانے سے اور بقدر اپنے قرض کے یا زیادہ قرضدار کے مال میں سے چرالینے سے قرض حال ہو یا موجل اور ایسی چیز کے چرانے سے جسمیں پہلے اُس کا ہاتھ کٹ چکا ہو بشرطیکہ وہ چیز بدستور ہو کچھ بدلی نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کاٹا جاوے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اگر لوٹے یعنی چراوے تو کاٹو اُس کو ف روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے ابوہریرہؓ سے ص اور یہ حدیث مطعون ہے طعن کیا اس میں طحاویؒ نے اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ جو چور اعادہ کرے چوری کا نہ اُسی شے مسروق کا تو معارض دلیل سقوط عصمت کی نہ ہوئی ف بوجہ اس بات کے کہ اُسکی اسناد میں واقدی ہے اور وہ ضعیف ہے ف اور اگر بدل گئی ہو تب چراوے تو کاٹا جاویگا جیسے پہلے سُوت چرایا تھا اور اُس میں ہاتھ کاٹا گیا پھر وہ بنا گیا اور پھر اُس کو چرایا تو پھر کاٹا جاوے گا اور جو شخص کہ اپنے قریب محرم کے پاس سے مال چراوے برابر ہے کہ اُسی کا مال ہو یا غیر کا لیکن اُس کے پاس رکھا ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور اگر اپنے قریب محرم کا مال جو کسی اور کے پاس تھا اُس کے گھر سے یا اپنی مادر رضاعی کا مال چرایا تو کاٹا جاویگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مادر رضاعی کا مال چراوے گا تو کاٹا نہ جاوے گا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اگر چراوے شوہر اپنے منکوحہ کا مال یا منکوحہ اپنے شوہر کا اگرچہ الگ جگہ محفوظ ہو یا غلام اپنے مالک کا مال خواہ مالک کی زوجہ کا مال یا اپنے مالکہ کے خاوند کا مال یا اپنے مکاتب کا مال یا مہمان میزبان کا مال یا مال غنیمت یعنی جو کافروں سے لوٹ میں ملا چرایا تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا ف اِس واسطے کہ حضرت علیؓ نے نہ کاٹا ہاتھ اُس شخص کا جس نے چرایا تھا مال غنیمت کا روایت کیا اِس کو عبدالرزاق نے مصنف میں ص یا حمام

۵۱ بسبب محفوظ ہونے کے بخلاف شافعیؒ کے ۱۲ ۵۲ اسمیں خلاف ہے ابو یوسفؒ و شافعیؒ کا ۱۲ ۵۳ اس لئے کہ زیور تابع ہے ۱۲ ۵۴ ہاتھ کاٹا جاویگا ۱۲ ۵۵ اور جو بالغ ہوگا غلام تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اس واسطے کہ اس کا ...

یا گھر میں کا جس میں گھسنے کی اجازت عام ہو ف تو اگر دن کو گھسنے کی اجازت ہو اور رات کو چراوے کاٹا جاوے گا اور اگر حمام میں کوئی محافظ ہو تب بھی وہاں کے مال چرانے سے کاٹا نہ جاویگا اور مسجد کے مال میں اگر کوئی محافظ ہو اسباب پاس تو کاٹا جاویگا ص اور جو کسی چیز کو چراوے مگر اُس کو گھر سے باہر نہ لیجاوے یا گھر میں سے اُس شخص کو دیدیوے جو باہر گھر کے ہے تو کاٹا نہ جاویگا اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر اُس نے ہاتھ گھر کے باہر نکال دیا اور دوسرے نے لے لیا تو اُس پر قطع ہے اور جو دوسرے نے گھر کے اندر ہاتھ ڈالا اور اُس نے دیا تو دوسرے پر قطع ہے ف اور ذخیرے میں ہے کہ اگر داخل اور خارج کے بیچ میں اُس مال کو رکھدیا اور دوسرے نے آنکر لے لیا تو ایک روایت میں کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور ایک روایت میں دونوں کے ہاتھ کاٹے جاویں گے ص اور جو گھر کی دیوار میں سوراخ کر کے ہاتھ اندر ڈال کے کچھ لے لیوے یا تھیلی جو آستین کے باہر ہو کاٹ لے یا اونٹوں کی قطاروں میں سے ایک اونٹ یا اُس کا بوجھ چرائے تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک گھر کے اندر ہاتھ ڈال کے لینے سے بھی کاٹا جاویگا جیسے صندوق کے اندر ہاتھ ڈال کے مال نکالنے سے ف اور دلائل سب مسائل کے اور تفصیل اُن کی اور جواب ہمارا اصل میں مذکور ہے ص اور اگر اونٹ کو یا اس کا بوجھ قطار میں سے چرالے اور وہاں کوئی محافظ ہو اگرچہ سوتا ہو یا شلیطے کو چیر کر اُس میں سے اسباب لے یا ہاتھ صندوق میں خواہ کسی کی جیب اور آستین میں ڈال کر مال لے لے یا گھر کے حجرے میں سے نکالکر اُس چیز کو صحن میں لاوے یا جو شخص حجرے والوں میں سے ہو وہ ایک حجرے میں سے جو دوسرے کا ہو چرالے یا گھر کی دیوار میں سوراخ کر کے اندر گھسے اور کسی چیز کو سوراخ میں سے راہ میں ڈالدے پھر نکل کر اُس کو اُٹھالے یا کسی چیز کو گدھے پر لاد کر اُسکو اور مکان سے باہر لیجاوے تو ان سب صورتوں میں ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ کاٹا جاویگا برابر ہے کہ اُسکو لیوے یا راہ میں چھوڑ دے اور امام زفرؒ کے نزدیک ڈالدینے میں اور لاد کر لیجانے میں ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ف اور دلائل سب کے اصل میں مذکور ہیں

ص فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت کے بیان میں

چور کا داہنا ہاتھ پہونچے سے کاٹ کر داغ دیا جاوے ف لیکن ہاتھ کاٹنا تو کلام اللہ سے ثابت ہے اور داہنا ہاتھ قرأت ابن مسعودؓ سے اور پہونچے سے کاٹنا اسواسطے کہ روایت کی دارقطنیؒ اور ابن عدی نے کامل میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہ کاٹا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ چور کا پہونچے سے اور اسناد میں اُسکی عبدالرحمن بن سلمہ ہے کہ نہیں معلوم ہے حال اُس کا اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے رجار بن حیات سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاٹا ہاتھ پہونچے سے اور یہ مرسل ہے اور نکالا اُس نے عمرؓ اور علیؓ سے کہ کاٹے اُنھوں نے ہاتھ پہونچوں سے اور منعقد ہو گیا اس پر اجماع اور لیکن داغ دینا اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ایک سارق کے کاٹو اُسکو اور داغ دو اُسکو آخر حدیث تک اور کہا کہ صحیح ہے شرط مسلمؒ پر اور روایت کیا اُس کو ابو داؤدؒ نے مراسیل میں اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں اور نکالا دارقطنیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ اُنھوں نے بھی داغ دیا ص اور اگر پھر چوری کرے تو بایاں پیر کاٹا جاوے اور اگر پھر چراوے تو کاٹا نہ جاوے بلکہ قید کیا جاوے یہاں تک کہ چوری سے توبہ کرے ف اور بایاں پیر کاٹا جاوے ٹخنے سے نزدیک اکثر علماء کے اور کیا ایسا ہی حضرت عمرؓ نے فتح القدیر ص اور بعضوں کے نزدیک تعزیر بھی کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تیسری بار میں بایاں ہاتھ اور چوتھی بار میں داہنا پیر کاٹا جاوے ف اور پانچویں مرتبے میں اُن کے نزدیک بھی قید کیا جاوے اور تعزیر دی جاوے اور عطاء اور عمرو بن العاص اور عثمان اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ پانچویں بار میں قتل کیا جاوے ص اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ چوری کرے تو کاٹو اس کو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اُس کو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اُسکو ف اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملتی ہاں روایت کی ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے جابرؓ سے کہ لایا گیا ایک چور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو فرمایا حضرتؐ نے قتل کرو اُس کو تب کہا لوگوں نے یا رسول اللہ یہ چور ہے فرمایا ہاتھ کاٹو اس کا پھر ہاتھ کاٹا گیا پھر لائے اُس کو دوسری بار پھر فرمایا

قطع کرو اُس کو پھر ذکر کیا اسی طرح پھر لائے اُس کو تیسری مرتبہ پھر ذکر کیا اسی طرح پھر لائے اُس کو چوتھی مرتبہ اسی طرح پھر لائے اُس کو پانچویں بار اسی طرح سو فرمایا آپ نے قتل کرو اُس کو کہا جابرؓ نے کہ قتل کیا ہم نے اُس کو اور ایک کنوئیں میں ڈالکر اوپر سے پتھر ڈالدیے اور نسائیؒ نے ان احادیث کو منکر کہا اور مصعب بن ثابت اسکی اسناد میں قوی نہیں اور اور طریقے بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں ص اور مذہب ہمارا ماثور ہی حضرت علیؓ سے ف کہا امام محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں خبر دی ہمکو ابو حنیفہ نے اُنھوں نے عمرو بن مرہ سے اُنھوں نے عبد اللہ ابن سلمہ سے اُنھوں نے علیؓ ابن ابی طالب سے کہ فرمایا آپنے جب چوری کرے چور تو کاٹا جاوے داہنا ہاتھ اُس کا پھر اگر چراوے تو بایاں پیر اُس کا پھر اگر چراوے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ نیک ہو جاوے کیونکہ میں شرم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ کردوں اُس کو ایسا کہ اُس کا کوئی ہاتھ نہ ہو کہ کھاوے اُس سے اور استنجا کرے اُس سے اور کوئی پیر نہ ہو کہ چلے اُس پر اور اسی طریقے سے نکالا اُس کو دارقطنیؒ نے اور عبد الرزاقؒ نے مصنف میں شعبی سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور بیہقی نے اور نکالا ابن ابی شیبہ نے مثل اُس کے ابن عباسؓ سے اور حضرت عمرؓ سے کہ اُنھوں نے مشورہ کیا اس باب میں تو اجماع ہوا لوگوں کا رائے پر حضرت علیؓ کی ص اور اگر وہ حدیث صحیح ہوتی البتہ حضرت علیؓ مخالفت نہ کرتے اُسکی اور صحابہؓ اخذ کرتے اُن کے قول سے اور طحاویؒ نے طعن کیا اُس حدیث میں ف اور کہا کہ ہم نے تلاش کیا اُن آثار کو سو نہ پائی کچھ اصل اُنکی اور اسی واسطے منکر کہا اُس کو نسائیؒ نے اور مبسوط میں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ص یا یہ کہ وہ حدیث محمول ہے سیاست پر ف یا منسوخ ہے جیسا کہ قتل اس حدیث میں امام شافعیؒ کے نزدیک بھی منسوخ ہے ص اور اسی طرح اُس شخص کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے جو چوری کرے اور اُس کا بایاں ہاتھ یا انگوٹھا اُس ہاتھ کا یا دو انگلیاں اُسکی سوائے انگوٹھے کے کٹی ہوں یا لنجی بیکار ہوں یا داہنا پیر کٹا ہو یا وہ چور قبل نالش کے اُس شے مسروقہ کو حوالے مالک کے کردے یا اس کا مالک ہو جاوے ہبہ یا بیع سے یا قیمت اُسکی دس درم سے کم ہو جاوے قبل ہاتھ کاٹنے کے یا اُس شے مسروقہ کی ملک کا دعویٰ کرے یا دو چوروں میں ایک چور اُسکی ملک کا دعویٰ کرے گرچہ کوئی دلیل نہ ہو یا مالک اُس کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ چور اُس کا اقرار کرے تو ان سب صورتوں میں کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا ف اور ان مسائل میں خلاف امام ابو یوسفؒ اور زفرؒ اور شافعیؒ کا ہے اور وہ اصل میں مذکور ہے ص اور اگر دو آدمی ایک چیز چرادیں اور ایک اُن میں سے غائب یعنی روپوش ہو جاوے اور گواہی سے دونوں کے ذمے چرانا ثابت ہو تو وہ چور جو موجود ہے اُس کا ہاتھ نہ کٹے گا اور اگر امانت کے یا غصب کے یا سود کے مال کو ف مثلاً ایک دینار کے بدلے میں دو دینار لیے اور اُس کو چرالے گیا ص امانتدار اور غاصب اور سود خوار کے ہاتھ سے چرایا اور اُنھوں نے مطالبہ کیا تو ہاتھ اُس کا کاٹا جاویگا اور یہی حکم ہے عاریت لینے اور کرایے سے لینے والے اور مضارب اور مرتہن اور اُس شخص کے مال میں جو اُس کو واسطے خریدنے کے لایا ہے پس قطع ید میں دعویٰ شرط ہے مالک کرے یا جس کے قبضے میں ہو اور وہ محافظ ہو ف یعنی اُن کے ہاتھ سے اگر چور چرالے جاوے اور یہ مطالبہ کریں تو قطع لازم ہوگا ص اور اگر مال ان لوگوں کے پاس سے چوری جاوے اور اصل مالک مطالبہ کرے اُس چور سے تب بھی ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک چور نے مال چرایا اور اُس کا ہاتھ اُس کے عوض میں کٹا بعد اُس کے وہ مال کسی دوسرے نے چرالیا تو اب اول چور خواہ اصل مالک اگر ہاتھ کاٹنے کی درخواست کریں گے تو دوسرے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور اگر غلام نے کسی غیر کے مال کی چوری کا اقرار کیا تو اُس کا ہاتھ کٹے گا تو اگر مال موجود ہو تو اُس مال کے مالک کی طرف واپس دیا جاویگا اور اگر مال ہلاک ہو گیا ہو تو فقط ہاتھ اُس کا کاٹا جاویگا ف برابر ہے کہ وہ غلام ماذون ہو یا نہ ہو اور مولیٰ اُسکی تکذیب کرے یا تصدیق اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور اس میں خلاف ہے ابو یوسفؒ اور زفرؒ اور محمدؒ کا اور دلیلیں سب کی اصل میں مذکور ہیں ص اور مال مسروق جس سے قطع ید ہوا اگر موجود ہو تو مالک کو رد کیا جاویگا اور جو ہلاک ہوا تو ضامن نہ ہوگا اگرچہ اُس نے خود اُس کو تلف کر دیا ہو اور روایت حسن میں ہے امام ابو حنیفہؒ سے اگر خود ہلاک کیا ہو تو ضمان لازم آوے گا اور شافعیؒ کے نزدیک چاہے خود ہلاک ہوا ہو یا ہلاک کیا ہو دونوں صورتوں میں تاوان لازم آویگا اور ہاتھ بھی کٹے گا ف تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا اور مال کا تاوان دونوں ساتھ نہیں ہوتے کہ ہاتھ بھی چور کا کٹے اور اُس سے

۱ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کاٹا جاویگا ۱۲ ۲ اور شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک کاٹا جاویگا ۱۲ ۳ اور صاحبینؒ کے نزدیک کاٹا جاوے ۱۲ ۴ واسطے سقوط عصمت مال کے ۱۲ ۵ امام اعظمؒ کے نزدیک مطلقاً ہر حال میں قطع ید ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک کسی صورت میں قطع نہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب مال مسروق موجود ہو تو وہ رد نہ کیا جاویگا اور قطع ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہ قطع ہوگا اور نہ رد مال کذا فی الاصل ۱۲ عبدہٗ

مال کی قیمت بھی ولائی جاوے لیکن اگر وہی مال موجود ہوگا تو واپس ولایا جاوے گا اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں تاوان دیتے ہیں ہم چور کو بعد اس کے کہ قائم کریں اُس پر حد کو روایت کیا اُس کو نسائیؒ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قطع ید اور ضمان جمع ہوتا ہے ص اور اگر ایک چور نے کئی مرتبہ کتنی ہی جگہ چوری کی بعد اس کی سب آدمیوں کی نالش کے سبب سے یا بعض کی اُس کا ہاتھ کاٹا گیا تو باقی آدمیوں کے مال کا بھی ضامن نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جن لوگوں کی نالش میں اُس کا ہاتھ کٹا ہے اُن کے مالوں کا ضامن نہ ہوگا اور باقی مالکوں کے مال کا ضمان دیگا اور اگر قاضی نے حکم کیا چور کے داہنا ہاتھ کاٹنے کا اور کاٹنے والے نے قصداً بایاں ہاتھ کاٹا تو کچھ دیت یعنی خون بہا اُس پر لازم نہ آویگا اور اگر کپڑے کو چُرا کر گھر ہی میں چیر پھاڑ ڈالا پھر باہر نکالا تو کاٹا جاویگا جب وہ کپڑا بعد کٹنے کے دسؔ درم یا زیادہ کا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ کاٹا جاویگا اور اگر بکری کو چُرا کر اُسی جگہ ذبح کر کے باہر نکالا تو نہ کٹے گا اور اگر چاندی سونا چُرا کر اُس کے روپے اشرفی بنا لیے تو ہاتھ کٹے گا اور روپے اشرفی مالک کو دیے جاویں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ دیے جاویں گے اور اگر کپڑا چرا کر اُس کو سُرخ رنگا اور ہاتھ کاٹا گیا تو کپڑے کا پھیرنا اور اگر ہلاک ہو جاوے تو تاوان اُس کا لازم نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک کپڑا دیدے اور سُرخ رنگانے کی قیمت پھیر لیوے اُس کے مالک سے اور اگر سیاہ رنگے تو کپڑا پھیر دے امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ پھیرے ف اور فتوےٰ قول امامؒ پر ہے

ص باب رہزنی کے بیان میں

اگر مسلمان یا ذمی قصد رہزنی کا رکھتا ہو اور کسی کے مال لینے اور قتل کرنے سے پہلے گرفتار ہو تو اُس کو قید کرنا چاہیئے یہاں تک کہ اس ارادے سے توبہ کرے ف یعنی علامات نیک بختوں کے پیدا ہو جاویں اور بعضوں نے چھ مہینے کی مدت اس میں رکھی ہے اور صحیح اول ہے ص اور اگر وہ مال معصوم یعنی مسلمان یا ذمی کا لے لیوے اور ہر ایک کو اُن کی جماعت سے مقدار چوری کے یعنی دسؔ درم یا زیادہ کا مال پہونچے تو اُن کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں دوسری جانب سے کاٹا جاوے ف یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں ص اور اگر اُس نے کسی کو جان سے مار ڈالا اور مال نہیں لیا تو قتل کیا جاویگا حد میں نہ قصاص میں یعنی اگرچہ وارث مقتول کا خون اُن کو معاف کر دے مگر خون معاف نہ ہوگا اور اگر وہ کسی کو جان سے مار کر مال لیوے تو اُس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر مار ڈالا جاوے اور یا سولی پر چڑھا دیا جاوے یا یہ کہ صرف جان سے مار دیا جاوے یا فقط سولی پر کھینچا جاوے ف یعنی حاکم کو اختیار ہے جو چاہے ان میں سے کرے اور اصل اس باب میں قول اللہ تعالے کا ہے اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الایۃ اور روایت کی امام محمدؒ نے ابو یوسفؒ سے اُنھوں نے کلبی سے اُنھوں نے ابی صالح سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصت کیا ابا بردہ ہلال بن عویر اسلمی کو اس بات پر کہ ہم تمھارے پر زیادتی کریں اور نہ تم ہمارے پر تو چلے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واسطے اسلام کے اور اصحاب ابو بردہ نے رہزنی کی اُن پر تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حد لے کے اُترے کہ جس نے قتل کیا اور مال لیا سولی دیا جاوے اور جس نے قتل کیا اور مال نہیں لیا قتل کیا جاوے اور جس نے مال لیا اور قتل نہیں کیا تو اُس کے ہاتھ اور پَیر خلاف کے کاٹے جاویں اور جو مسلمان ہو کے آیا تو اسلام نے ڈھا دیا جو کچھ کہ کیا تھا اُس نے شرک میں اور عطیہ کی روایت میں ہے ابن عباسؓ سے کہ جس نے ڈرایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا تو وہ جلائے وطن کیا جاوے ص اور جس صورت میں کہ امام سولی پر چڑھانا پسند کرے تو ڈاکو کو زندہ سولی پر چڑھاوے اور اُس کے پیٹ کو نیزے سے چیرے تا کہ مر جاوے اور تین دن تک اُس کی لاش سولی پر رکھے ف اور زیادہ تین دن سے نہ رکھے اس واسطے کہ اُس میں بو پیدا ہوگی اور لوگوں کو ایذا ہوگی ہدایہ ص اور اس صورت میں جو مال اُس نے لیا اور تلف ہوا اُس کا تاوان نہ دے گا اور

ایک کے قتل کرنے سے سب پر حد پڑیگی یعنی جو شخص کہ مرتکب قتل اور مال لینے کا نہ ہوا ہو وہ بھی مثل مرتکب کے ہے ف یعنی ڈاکوؤں کو سب کو سزا یکساں ہونی چاہیئے خواہ اُس نے خود ڈاکہ زنی کی ہو یا اُس کی مدد سے دوسرے نے کی ہو ص اور لکڑی اور پتھر مار ڈالنے میں مثل تلوار کے ہیں ف تو جیسا لکڑی اور پتھر سے کسی کو مار ڈالا ویسا ہی تلوار سے ص اور اگر کسی کو ڈاکو زخمی کرے اور مال لے لیوے تو اُس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جاوے گا اور زخم کا قصاص جاتا رہے گا اور اگر ڈاکو صرف زخمی کرے اور مال نہ لے یا جان سے مار ڈالے پھر رہزنی سے توبہ کرے یا بعض راہزن عاقل اور بالغ نہ ہوں یا جس پر رہزنی کی ہے اُس سے قرابت قریبہ رکھتا ہو یا قافلے کے کچھ لوگ دوسرے ساتھیوں پر کچھ راہزنی کریں یا رات کو خواہ دن کو شہر میں یا دو شہروں کے بیچ میں رہزنی کریں تو ان سب صورتوں میں حد لازم نہ ہوگی بلکہ اگر قتل عمد ہے تو ولی کو اختیار ہے کہ قصاص لیوے اور اگر عمد نہیں تو دیت ہے اور ولی کو اختیار ہے عفو کا ف اور اس میں خلاف ہے امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کا اور وہ مذکور ہے اصل میں ص اور جو کسی کا گلا گھونٹ کے مار ڈالے تو دیت لازم ہوگی اور جو شخص کہ اس کی عادت کرے تو اُس کو اُن کے عوض میں واسطے سیاست کے مار ڈالنا چاہیے

ص کتاب الجہاد

جہاد یعنی کافروں سے دین کے واسطے لڑنا ابتدا میں فرض کفایہ ہے یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ شروع لڑائی کا خود کریں تو اگر بعض مسلمان کریں گے تو باقی سب کی گردن سے ساقط ہوگا ف فرضیت جہاد کی ثابت ہوتی ہے قول سے اللہ تعالیٰ کے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد رہنے والا ہے اُس زمانے سے کہ اُٹھایا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے یہاں تک کہ لڑے گی اخیر اُمت میری دجال سے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے انسؓ سے ص اور اگر کوئی نہ کرے گا تو سب گنہگار ہوں گے اور جہاد لڑکے اور عورت اور غلام اور اندھے اور اپاہج اور ہاتھ پاؤں کٹے پر فرض نہیں ف اس واسطے کہ لڑکپن وقت رحم کا ہے اور عورت اور غلام کو خاوند اور مولیٰ کے حق سے فراغت نہیں اور اندھے اور اپاہج اور ہاتھ پاؤں کٹے اُس سے عاجز ہیں ص اور فرض عین ہے اگر کافر چڑھ آویں تو اس صورت میں عورت بدون اجازت اپنے شوہر کے اور غلام بدون اجازت مالک کے جہاد کو نکلیں تو پہلے جس شہر پر کافر چڑھے ہیں وہاں کے لوگوں پر جہاد فرض ہوگا پھر اُن لوگوں پر جو اُس سے قریب ہیں جب وہ خبر پاویں اور اُس شہر والے لوگ مقابلے سے عاجز ہو جاویں یا سُستی کریں پھر اُن لوگوں پر جو اُن سے قریب ہیں جب وہ خبر پاویں اور اُن لوگوں کا یہی حال ہے یہاں تک کہ فرض ہو جاوے گا جمیع اہل اسلام پر مشرق اور مغرب میں اور نظیر اُس کی نماز جنازہ ہے کہ اول ہمسایہ اور ساکنان قرب وجوار میت پر فرض ہوتی ہے پھر اگر وہ نہ کریں اور دور والوں کو خبر پہونچے تو اُن پر فرض ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوتے ہیں اور جہاد کے لئے اغنیا پر کچھ مقرر کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ بیت المال میں مال پایا جاوے ورنہ مکروہ نہیں کہ اور لوگوں سے لیکر جہاد کرنیوالوں کو دیں اور اُنکی مدد کریں ف اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لی تھی ایک زرہ صفوان سے روایت کیا اس کو ابن اسحٰقؒ نے اور حضرت عمرؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ اور ابن سعدؒ نے طبقات میں ص پس اگر ہم فرقۂ اسلام کافروں کو محاصرہ کرلیں تو اول اُن سے مسلمان ہو جانے کی درخواست کریں ف اس واسطے کہ روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابن عباسؓ سے کہ نہیں لڑائی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک کہ بُلایا نہ ہو اُن کو طرف اسلام کے اور اخراج کیا اُس کا حاکمؒ نے اور صحیح کیا اُس کو تو اگر لڑائی کریں گے قبل بُلانے کے طرف اسلام کے تو گنہگار ہوں گے ص تو اگر وہ مسلمان ہونا مان لیں تو بہتر ہے ف اس واسطے کہ مطلب حاصل ہو گیا تو اب اُن کے قتال سے باز رہیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا میں کہ مقاتلہ کروں لوگوں سے یہاں تک کہ کہیں وہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے ص اور اگر نہ مانیں تو اُن سے

۵۱ یعنی قتل کیا جاویگا حداً ۱۲ ۵۲ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غیر مکلف یعنی صبی یا مجنون مکلفین کے ساتھ رہزنی کریں تو مکلفین پر حد ہوگی اور جب دن کو رہزنی کریں ہتھیار سے یا رات کو خواہ ہتھیار سے ہو یا نہ ہو تو بھی حد پڑے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک رہزنی کرنے سے درمیان شہر یا مابین شہرین کے بھی حد ماری جاوے گی کذا فی الاصل ۱۲ عبدہٗ ۵۳ گلا گھونٹ کے مار ڈالنا مثل قتل بالمثقل ہے پس اسمیں بھی قصاص ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک قصاص ہوگا کذا فی الاصل ۱۲ عبدہٗ

جزیہ طلب کریں **ف** اِس واسطے کہ حدیث بُریدہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اگر وہ انکار کریں اسلام سے تو طلب کر اُن سے جزیہ پھر اگر وہ قبول کریں تو تو بھی قبول کر اُن سے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے **ص** اگر جزیہ دینا قبول کریں تو اُن کے واسطے ہے جو ہمارے لئے ہے یہ مراد نہیں کہ اُن پر عبادات نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج وغیرہا فرض ہوں گے اس لئے کہ کفار مخاطب بالعبادت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اُن کے جان و مال کو محفوظ رکھنا چاہیئے اور اُن پر ہے وہ جو ہم پر ہے یعنی معاملات میں اُن کے احکام مثل مسلمانوں کے ہیں اور دلیل اس پر قول ہے حضرت علیؓ کا کہ مقرر کیا گیا اُن پر جزیہ تاکہ ہو جاویں خون اُن کے مثل ہمارے خونوں کے اور مال اُن کے مثل ہمارے مالوں کے **ف** روایت کیا اس کو شافعیؒ نے مسند میں اور اسناد میں ابوالجنوب ہے ضعیف کیا اُس کو دارقطنیؒ نے **ص** اور جس کسی کو کہ دعوتِ اسلام نہ پہونچی ہو اُس کے ساتھ ہم نہ لڑیں گے **ف** اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے کہ تم پہونچو گے اہل کتاب پر سو بلانا اُن کو اول طرف شہادت لا الٰہ الا اللہ کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے **ص** اور اگر پہلے دعوتِ اسلام پہونچ چکی ہو تو مستحب ہے کہ لڑائی کے شروع میں پھر اُن سے مسلمان ہو جانے کو کہدیا جاوے **ف** اور یہ واجب نہیں ہے کیونکہ مروی ہے نافع سے کہا کہ چھاپہ مارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر اور وہ غافل تھے پھر مار لڑنے والوں کو اُن کے اور قید کیا اولاد کو اُنکی کہا یہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور ظاہر ہے کہ چھاپے میں بلانا نہیں ہوتا ہے طرف اسلام کے **ص** پھر اگر جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کر کے اُن سے لڑیں گے **ف** اس واسطے کہ حدیث بریدہ میں ہے کہ اگر وہ انکار کریں جزیے سے تو مدد مانگ اللہ سے اور لڑ اُن سے **ص** ساتھ فلاخن کے **ف** اور اپنے آلات حرب مثل توپ اور تفنگ کے **ص** اور کافروں کو جلا دیں گے اور ڈبو دیں گے اور تیر ماریں گے **ف** اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا ایک فلاخن کو طائف والوں پر روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں مکحول سے اور راوی اس کے معتبر ہیں اور موصول کیا اس کو عقیلی نے حضرت علیؓ سے لیکن سند اس کی ضعیف ہے اور جلا دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درختوں کو بنی نضیر کے اور کاٹ ڈالا اُن کو روایت کیا اس کو علمائے ستہ نے **ص** اگرچہ اُن میں مسلمان ہوں اور کفار بعض مسلمانوں کو اپنی سپر بنالیں تو ہم تیر وغیرہ مارنے میں کافروں کی نیت کریں گے نہ مسلمانوں کی **ف** یعنی اگر کافر مسلمان کو اپنی سپر بنالے اور اُس کی آڑ میں کھڑا ہو اور اُس کے مارنے کی ضرورت ہو تو صرف کافر کی نیت سے تیر وغیرہ مارنا چاہیئے گو مسلمان بھی زخمی ہو یا مارا جاوے **ص** اور اُنکے درخت کاٹ ڈالیں گے اور اُن کی کھیتیاں اُجاڑ دیں گے اور دغا نہ کریں گے **ف** یعنی عہد نہ توڑیں گے اور صحیحین میں ثابت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑائی مکر و فریب ہے تو اب ضرور ہوا کہ دغا اور مکر و فریب میں فرق پہچانیں تو جب تک کہ لڑائی ہو رہی ہے مکر حرام نہیں اس طرح پر کہ ہم اُن کو اس طرح دکھلاویں کہ نہیں لڑتے ہیں اور جب وہ مطمئن ہو جاویں تو اُن سے لڑیں یا ہم اور کسی طرف چلے جاویں اور وقت اُن کی غفلت کے رات کو اُن پر چھاپہ ماریں برخلاف اس صورت کے کہ ہمارے اور اُن کے بیچ میں عہد ہو گیا ہو کہ آج کے روز ہم نہ لڑیں گے اور پھر دغا دے کے لڑ بیٹھے تو یہ مکر نہیں بلکہ عہد توڑنا ہے اور فریب ہے حال صلح میں نہ وقت محاربہ میں اور یہ حرام ہے کذا فی الاصل **ص** اور مال غنیمت میں خیانت نہ کریں گے اور مثلہ یعنی کسی کے ناک کان نہ کاٹیں گے اور وہ جو عرنیین کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثلہ کیا تھا **ف** اور حدیث اُن کی کتاب الطہارۃ کنوئیں کے باب میں گزری **ص** منسوخ ہے ساتھ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ چراؤ مال میں سے غنیمت کے اور عہد نہ توڑو اور کان ناک نہ کاٹو **ف** روایت کیا اس کو مسلمؒ نے حدیث بریدہ میں **ص** اور مثلے میں اللہ تعالےٰ کی پیدائش کا بدل دینا ہے تو حرام ہو گا **ف** اِس واسطے کہ اللہ کی پیدائش کا بدلنا حرام ہے **ص** اور لڑکے اور بے عقل اور بوڑھے فرتوت اور اندھے اور اپاہج کو اور عورت کو نہ ماریں گے **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک شیخ فانی اور اپاہج اور اندھے کو بھی ماریں گے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں سے لڑائی متحقق نہیں ہوتی تو ان کا مارنا بھی جائز نہو گا اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا قتل سے عورتوں اور لڑکوں کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور آپ نے دیکھا ایک عورت کو لڑائی میں کہ قتل ہوئی تھی سو فرمایا کہ نہیں تھی یہ قابل قتال کے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے **ص** مگر یہ کہ جب کوئی ان میں سے حاکم ہو یا لڑتا ہو یا صاحب مال ہو کہ کافروں کو مستعد کرتا ہو لڑائی پر یا لڑائی کے اُمور میں مشورہ دیتا ہو اور منع ہے کہ مسلمان لڑکا اپنے باپ مشرک کو ابتداءً قتل کرے بلکہ لڑکے کو اُس کے مار ڈالنے میں دیر کرنا چاہیئے کہ دوسرا شخص آن کر اُس کو مار ڈالے **ف** اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا یعنی بسر کرو والدین سے دنیا میں موافق دستور کے اور یہ دستور سے بعید ہے کہ ابتداءً باپ کو مار ڈالے **ص** اور اگر باپ اُس کے قتل کا قصد کرے اور اُس کو اُس سے بچنے کی کوئی صورت نہ بن سکے تو اُس کو مار ڈالے **ف** اس واسطے کہ مقصود بچنا ہے بلکہ جب باپ مسلمان اپنے بیٹے پر تلوار کھینچے اور بیٹے کو بچنے کی کوئی صورت نہ بنے بغیر قتل کرنے باپ کے تو قتل کرے اُس کو تو کافر باپ میں بدرجۂ اولیٰ قتل کرنا جائز ہوگا **ہدایہ ص** اور بھی منع ہے کہ قرآن اور عورت کو ایسے لشکر میں ہمراہ لیں جس میں جمعیت تھوڑی ہو اور اگر بڑا لشکر ہو اور گمان غالب ہو فتح کا تو کچھ مضائقہ نہیں **ف** صحیح مسلمؒ اور ابن ماجہؒ میں مروی ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ منع کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے کہ سفر کیا جاوے قرآن کو لے کر دشمن کے ملک میں اور ایک روایت میں مسلمؒ کی ہے کہ میں خوف کرتا ہوں اس بات کا کہ لے لے اُس کو دشمن **ص** اور اگر امام کافروں سے صلح کرنے میں بہتری دیکھے جائز ہے کہ اُن سے صلح کرے **ف** خواہ مال دے کر یا لے کر اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کی اہل مکہ سے اِس بات پر کہ لڑائی کو موقوف رکھیں دسؔ برس تک ایسا ہی مذکور ہے سیرت محمد بن اسحٰق اور سیرت ابن ہشام میں اور بیہقیؒ نے روایت کی کہ وہ صلح دو برس تک تھی **ص** اور صلح کو توڑ ڈالیں اگر توڑنا اچھا ہو ان کو اطلاع دے کے اور اگر کافر خیانت کریں تو بدون اطلاع دیے اُن سے لڑیں **ف** اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ ڈالی وہ صلح جو کی تھی مشرکین مکہ سے اور درصورت خیانت نہ کرنے کافروں کے بغیر اُن کی اطلاع دہی کے لڑنا جائز نہوگا کیونکہ یہ دغا ہو جاوے گی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عہدوں میں وفا ہے نہ دغا اور یہ حدیث غریب ہے اور قول ہے عمرو بن عیینہ کا لیکن اس کے معنوں میں اور حدیثیں صحیح آئی ہیں **ص** اور مرتدوں سے صلح کر لیں لیکن مال نہ لیں اور اگر لے لیا تو پھر اُن کو واپس نہ دیں اور مسلمان کافروں کے ہاتھ ہتھیار اور گھوڑے اور لوہا نہ بیچیں اگرچہ بعد صلح کے ہو **ف** اِس واسطے کہ روایت کی بیہقیؒ نے سیر میں اور بزار نے مسند میں اور طبرانی نے معجم میں عمران بن حصینؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہتھیار کے بیچنے سے فتنہ و فساد میں کہا بیہقیؒ نے صواب یہ ہے کہ یہ موقوف ہے اور روایت کیا اس کو ابن عدی نے کامل میں لیکن سند اسکی ضعیف ہے **ص** اور جس کافر کو کوئی مسلمان مرد عورت آزاد پناہ دے تو امان اُس کی صحیح ہے اور اُس کو قتل نہ کریں گے ہاں اگر امان دینا برا ہو تو امن کو توڑ ڈالیں اور حاکم امان دینے والے کو تادیب کرے **ف** اور اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ مسلمان برابر ہیں خون اُن کے اور ذمہ داری کر سکتا ہے ادنیٰ اُن کا یعنی بہت کم اور وہ ایک ہے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور بخاریؒ اور مسلمؒ نے **ص** اور اگر کوئی ذمی یا قیدی یا سوداگر مسلمان جو کفار کے ساتھ ہے یا غلام یا وہ شخص جو اسلام لایا ہے لیکن ہماری طرف نہیں آیا ہے یا لڑکا یا مجنون امان دے تو امان سب کی باطل ہے **ف** اور امام محمدؒ کے نزدیک امان غلام کی صحیح ہے اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ امان غلام کی امان ہے یعنی جائز ہے اور ہدایہ میں ہے کہ روایت کیا اس کو ابو موسیٰ اشعریؒ نے اور کہا ابن الہمامؒ نے کہ یہ حدیث پہچانی نہیں جاتی لیکن روایت کی عبد الرزاقؒ نے حضرت عمرؓ سے مانند اس کے موقوفاً اور ابن ابی شیبہؒ نے اور دلیل امام صاحبؒ کی مذکور ہے ہدایہ میں

ص باب غنیمتوں کا اور اُس کے بانٹنے کے بیان میں

مسلمانوں کا بادشاہ جس شہر کو غلبے اور زبردستی سے فتح کرے تو اُس کو لشکر میں بانٹ دے یا اُس ملک کے باشندوں کو اُس پر مقرر رکھے اور خود اُن پر جزیہ اور اُن کی زمین پر خراج ٹھہرادے ف دلیل اوّل مسئلے کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے ملک میں ایسا ہی کیا تھا اور دوسرے مسئلے کی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل عراق کو اُن کے ملک پر برقرار رکھا تھا اور اُن کی زمینوں پر خراج باندھا تھا ہدایہ ص اور قیدیوں کو اختیار ہے چاہے مار ڈالے ف اِس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مارا عقبۃ ابن ابی معیط وغیرہ کو قیدیان بدر سے ص اور چاہے اُن کو غلام بنائے ف اِس واسطے کہ اس میں اُن کا بھی دفع شر ہے اور مسلمانوں کا بھی فائدہ ہے ص اور چاہے آزاد چھوڑ دے کہ مسلمانوں کے ذمّی بن کے جزیہ دیا کریں اور نہیں جائز ہے کہ اُن قیدیوں کو مفت احسان رکھ کر چھوڑ دیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے ف اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالے کا اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ص اور جائز ہے کہ مال لے کر اُن کو چھوڑ دیں قبل موقوف ہونے لڑائی کے نہ بدلے میں مسلمانوں کے جو کافروں کے پاس قید ہیں اور بعد موقوف ہونے لڑائی کے مال لیکر چھوڑنا باجماع ہمارے علماء کے جائز نہیں ہے اور مسلمانوں کے بدلے میں بھی چھوڑنا امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابویوسفؒ سے اس باب میں دو روایتیں ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقًا جائز ہے لیکن دار الحرب کو واپس بھیجدینا کسی کے نزدیک جائز نہیں اور بھی حرام ہے مواشی کی کونچیں کاٹنی جس صورت میں کہ اُن کا دار الاسلام میں لانا مشکل ہو بلکہ ذبح کر کے اُن کو جلا دیا جاوے تاکہ کافر فائدہ نہ اُٹھاویں ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ مواشی چھوڑ دیے جاویں اور دلیل لاتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ذبح کرنے سے بکری کے مگر واسطے کھانے کے اور جواب ہمارا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوعًا نہیں ملی بلکہ قول ابوبکرؓ کا ہے روایت کیا اُسکو مالکؒ نے مُوطا میں اور دلیل ہماری یہ ہے کہ ذبح کرنا حیوان کا واسطے غرض صحیح کے درست ہے اور نہیں شک ہے اس بات میں کہ کافروں کی شوکت توڑنے سے بڑھ کے اور کوئی غرض نہیں تو اگر اُن کو زندہ چھوڑ دیں تو کافروں کی منفعت ہوگی اور باعث اُن کے غلبے کا ہوگا اور زندہ کی کونچیں نہ کاٹیں کیونکہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ ممنوع ہے حدیث صحیح میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو چیزیں جلانے سے نہیں جلتی ہیں تو اُن کو گاڑ دیں ایسے مقام پر کہ کافروں کو اطلاع نہ ہووے ہدایہ ص اور کافروں کے ملک میں مال غنیمت کو نہ باٹیں ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک بانٹ لیں اور دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا غنیمت کی بیع سے دار الحرب میں اور قسمت بھی بمنزلہ بیع کے ہے ہدایہ اور یہ حدیث غریب ہے کہا یہ شیخ ابن الہمامؒ نے ص اور لشکر والوں کو مال اس لئے بانٹ دیں کہ اُن کے پاس امانت رہے دار الاسلام میں داخل ہو کر پھر قسمت کی جاوے گی تو جائز ہے اور جو مدد کہ مسلمانوں کو پہونچے وہ مال غنیمت میں اُن کے شریک ہوں گے اگرچہ مدد کے لوگوں کو کافروں سے لڑنے کا اتفاق نہ ہوا ہو مگر بازاری شخص اور جو کہ دار الحرب میں مر جاوے شریک نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو شخص کہ بعد کفار کی شکست کے مر جاوے اگرچہ دار الحرب میں مرے تو شریک ہوگا اور حصہ اُس کا اُس کے وارثوں کو ملے گا اور جو دار الاسلام میں آن کر مرے گا تو حصہ اس مُردے کا سب کے نزدیک وارثوں کو اُس کے دلایا جاوے گا اور جائز ہے مسلمانوں کو کہ مال غنیمت سے ان اشیاء کو تقسیم سے پیشتر دار الحرب میں کام میں لاویں کھانا اور گھانس اور لکڑیاں جلانے کی اور تیل اور ہتھیار جن کی حاجت پڑے ف اِسواسطے کہ روایت کی بیہقیؒ نے عبداللہ ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے کھاؤ اور چراؤ اور نہ اُٹھاؤ اور نکالا اُس کو واقدی نے مغازی میں اور سند سے ص اور جب دار الحرب سے نکلیں تو اُن کو کام میں نہ لاویں بلکہ جس قدر اپنے پاس بچی ہوں اُن کو مال غنیمت میں واپس دیں مگر اُن کا بیچنا اور تملک جائز نہیں اور جو شخص کہ کافروں میں سے مسلمان ہو جاویگا اُس کی جان قتل سے اور

اولاد صغیر اُس کی قید سے اور جو مال کہ اُس کے پاس ہوگا یا کسی مسلمان یا ذمّی کے پاس امانت ہوگا غنیمت ہو جانے سے محفوظ رہے گا ف اِس واسطے کہ روایت کی امام محمدؒ نے عروہ بن الزبیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص اسلام لاوے کسی چیز کے ساتھ تو وہ چیز اُس کی ہے اور اسناد میں اس کی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور روایت کیا اُس کو سعید بن منصور نے بہ اسناد صحیح اور روایت ابی داؤد میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ قوم جب اسلام لائی تو محفوظ کر لیا اُنھوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو ص لیکن اُس کے مسلمان ہونے سے اُس کی اولاد کبار بڑے لڑکے اور اُس کی عورت اور حمل اور زمین اور غلام جنگی اور جو مال اُس کا کہ حربی کے پاس امانت ہے یا غصب ہے محفوظ نہ رہے گا بلکہ غنیمت میں داخل ہوگا

ص فصل غنیمت کی قسمت کے بیان میں

جو شخص کہ دارالاسلام کی حد سے آگے بڑھنے کے وقت سوار ہو اگرچہ بعد اُس کے گھوڑا اُس کا مر گیا ہو اور وقت لڑائی کے پیادہ ہو اُس کے لئے دو حصّے ہیں اور جو وقت نکلنے کے دارالاسلام کی حد سے پیادہ ہو تو اُس کا ایک حصّہ ہے اگرچہ وقت لڑائی کے سوار ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک اعتبار سوار اور پیادہ ہونے میں لڑائی کے وقت کا ہے اور سوار کے لئے اُن کے نزدیک تین حصّے ہیں ف اور یہی مذہب ہے صاحبینؒ کا اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے بہ سند صحیح عبداللہ بن عمرؓ سے کہ کیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے سوار کے دو حصّے اور واسطے پیادے کے ایک حصّہ اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور سوار کے اگر دو گھوڑے ہوں تب بھی ایک ہی کا حصّہ ملے گا اور اونٹ اور خچر کے واسطے کچھ نہیں اور غلام اور لڑکے اور عورت اور ذمّی کے واسطے اگر لڑائی میں اعانت کریں تو اُن کو پورا حصّہ نہ ملیگا بلکہ کچھ تھوڑا سا جو حصّہ غنیمت سے کم ہو موافق رائے امام کے دلایا جاوے گا ف اور ایسا ہی مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکالا اس کو اصحاب سنن نے ص اور مال غنیمت سے پانچواں حصّہ یتیموں کا ہے جن کے باپ مر گئے ہوں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے فقیر یعنی ان تینوں قسموں یعنی یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر مقدم رکھے جاویں اور جو لوگ اُن میں سے غنی ہوں اُن کا حق اس پانچویں حصّہ میں نہیں اور ذکر اللہ تعالیٰ کا جو اس آیت میں ہے وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ الاٰیۃ صرف تبرّک کے واسطے مذکور ہے اور حصّہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کی وفات کے سبب سے جاتا رہا جیسے کہ صفی جاتا رہا ف کہ اب امراء اور بادشاہوں کو صفی نہ لینا چاہیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفی لینا درست تھا اور صفی وہ مال ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت سے اپنے نفس نفیس کے لئے پسند فرماتے تھے جیسے کوئی تلوار یا زرہ یا اور کوئی چیز پس اب امام کو اپنے لئے پسند کرنا درست نہیں ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک مال غنیمت کے پانچ حصّے کریں ایک حصّہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا اور وہ خلیفہ کو ملے گا اور ایک حصّہ خاص ذوی القربیٰ کا یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب کا ہے ف برابر ہے کہ غنی ہوں یا فقیر ص جاننا چاہیئے کہ بنی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور مُطّلب اور عبدالشمس اور نوفل تو ف سنن ابو داؤد وغیرہ میں مروی ہے کہ ص جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی غنیمتوں کو بانٹا تو پانچواں حصّہ ذوی القربیٰ کا تقسیم کیا درمیان اولاد ہاشم اور مُطّلب کے عثمان تھے اولاد میں سے عبدالشمس کی اور جبیر بن مطعم اولاد سے نوفل کی اور دونوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ ہم انکار نہیں کرتے ہیں بزرگی اولاد ہاشم کا اس واسطے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہیں رکھا یعنی اُن ہی کی اولاد سے ہوئے اور بنی مُطّلب کو ہم پر کیا بزرگی ہے کہ آپ نے اُن کو دیا اور ہم کو نہ دیا تو فرمایا آپ نے کہ اُنھوں نے نہ چھوڑا مجھ کو زمانۂ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں تو امام شافعیؒ اب بھی قسمت کرتے ہیں موافق قسمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ہم کہتے ہیں کہ آپ نے صرف یہی وجہ بیان کی کہ بنی مُطّلب نے میری اعانت اور

نصرت کی تو یہ بات آپ کی وفات سے باقی نہ رہی تو اب سب اقارب آپ کے مستحق ہیں بسبب فقر کے جیسا کہ فرمایا آپ نے **ف** واسطے بنی ہاشم کے **ص** کہ اللہ تعالیٰ نے بدل دیا تم کو صدقوں سے پانچویں حصے کا پانچواں حصہ یعنی ایک حصہ **ف** اور یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ مصارف کے باب میں گزری اور روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اور اسناد اس کی حسن ہے **ص** اور جب کہ یہ بدلہ زکوٰۃ کا ہوا تو جو مستحق زکوٰۃ کا ہوگا وہ اس کا بھی ہوگا اور منقول ہے کہ خلفائے راشدین قسمت کرتے تھے ہمارے طریق پر **ف** روایت کی ابو یوسف نے کلبی سے اُنھوں نے ابو صالح سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ خمس تھا بانٹا جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پانچ حصے کر کے ایک واسطے اللہ تعالیٰ کے اور رسولؐ کے اور ایک واسطے ذوی القربیٰ کے اور ایک واسطے یتامیٰ کے اور ایک واسطے مساکین کے اور ایک واسطے مسافروں کے پھر تقسیم کیا ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے اس کو تین پر ایک واسطے یتیموں کے اور ایک واسطے مساکین کے اور ایک واسطے مسافروں کے اور روایت کی طحاویؒ نے مانند اُس کے **ص** اور حضرت عمرؓ دیتے تھے اُن کے فقیروں کو **ف** کہا شیخ ابن الہمام نے کہ اس تصریح سے ہم نے نہیں پایا اس کو **ص** اور اگر کوئی مسلمانوں کی جماعت دار الحرب میں سے مال غنیمت لاویں تو اُس کا پانچواں حصہ لیا جاوے گا جب کہ اُن کے پاس لشکر وغیرہ ہو یا امام کے اذن سے گئے ہوں اور جو امام کے بغیر اذن کے اور لشکر کے چلے گئے ہوں تو اُس میں سے پانچواں حصہ نہ لیا جاوے اور امام کو اختیار ہے کہ حالت قتال میں کوئی چیز زائد سوائے حصہ غنیمت کے لشکر کے لئے مقرر کر کے لشکر کو برانگیختہ کرے اور حرص دلاوے قتل پر مثلاً کہے کہ جو کوئی کسی کافر کو مارے گا تو اُس کا اسباب قاتل کو ملے گا یا چھوٹے لشکر سے کہے کہ میں نے تمہارے واسطے غنیمت کی چوتھائی بعد خمس نکالنے کے مقرر کر دی یعنی غنیمت میں سے خمس نکال کر چار حصے جو رہے اُن میں ایک حصہ تم کو دوں گا اور تین حصے سب لشکر میں تقسیم کر دوں گا **ف** اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ اے نبی مستعد کر اور رغبت دلا مسلمانوں کو قتال پر **ص** اور نہ بڑھاوے بعد آجانے غنیمت کے دار الاسلام میں **ف** اس واسطے کہ اب سب کا حق اس میں ہو گیا **ص** مگر خمس سے **ف** کیونکہ خمس میں اُن لوگوں کا حق نہیں **ص** اور اسباب یہ ہے کہ سواری اور کپڑے اور ہتھیار اور جو کچھ کہ مقتول کے پاس ہو جانور پر تو اگر امام نے زیادہ دینے کا حکم نہ کیا تو اسباب مقتول کا سب میں تقسیم ہو جاویگا **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہمیشہ اسباب مقتول کا قاتل کو ملے گا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ روایت کیا اس کو اسحٰق بن راہویہ نے مسند میں اسی لفظ سے اور ابو داؤد اور ابن حبان اور حاکم نے انسؓ سے اس لفظ سے مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ اور جماعت نے سوا نسائیؒ کے اس لفظ سے ابو قتادہؓ سے مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ یعنی جو شخص کہ قتل کرے کسی کافر کو اور اُس کے پاس گواہ ہوں تو واسطے اُس کے ہے سامان اُس مقتول کا اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں زیادہ کرنے انعام کے لیے فرمایا تھا نہ یہ کہ اُس کا ہمیشہ حکم ہے شرع میں اور دلالت کرتا ہے اُس پر وہ جو روایت کی طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کل مال لے لینے کا مقتول کے اور ابو عبیدہ نے ارادہ کیا کہ اس میں پانچواں حصہ کریں تو کہا معاذؓ نے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے إِنَّمَا لِلْمَرْءِ مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُ إِمَامِهِ یعنی آدمی کا وہ حصہ ہے جتنے میں اُس کا امام خوشدل اور راضی ہو اور روایت کیا اسکو اسحٰق بن راہویہ نے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے

ص باب کافروں کے غلبے کے بیان میں

اگر بعض کافر بعض کافروں پر غالب ہو کر اُن کو قید کریں اور اُن کا مال لے لیں یا اونٹ ہمارے بھاگ کے اُن کے پاس چلے جاویں یا مسلمانوں کے مالوں پر غالب ہو جاویں اور اُن مالوں کو دار الحرب میں لے جاویں تو مالک ہو جاویں گے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کاف

مسلمانوں کے مال کے مالک نہ ہوں گے **ف** اور دلیل ہماری اور اُن کی اصل میں مذکور ہے **ص** اور کافر ہمارے آزاد اور مدبر اور اُم ولد اور مکاتب اور غلام کو جو اُن کے پاس بھاگ گیا ہو مالک نہ ہوں گے اگرچہ اُس کو پکڑ لیویں اور قید کریں قہر سے اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک ہوویں گے لیکن اگر قہر سے نہیں پکڑا تو بالاتفاق مالک نہ ہوں گے **ف** اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر ہم اُن پر غلبہ پاویں تو اُن کے آزاد شخصوں اور اُن کے مالوں کے مالک ہو جاویں گے تو جو مسلمان اپنی چیز بجنسہ وہاں پاوے ہاتھ میں غانمین کے وہ غنیمت کی تقسیم سے پیشتر اُس کو مفت لے لے اُس کا عوض کچھ نہ دے اور اگر غنیمت کی تقسیم کے بعد اُس کو اپنا مال ملے تو اُس مال کی قیمت دیکر لے سکتا ہے **ف** اِس واسطے کہ روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے سنن میں ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن مالوں میں کہ لے جاویں اُس کو دشمن اور مسلمان پھر چھین لیویں اُن سے کہ اگر صاحب مال اُس کو پاوے قبل قسمت کے تو وہ حقدار ہے اُس کا اور اگر پاوے اُس کو اور قسمت ہو چکی ہو تو لے لیوے قیمت سے اور اسناد میں حسن بن عمارہ ضعیف ہے اور نکالا دارقطنیؒ نے مانند اُس کے ابن عمرؓ سے اور یاسین اس کی اسناد میں ضعیف ہے اور ذکر کیے زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں اس باب میں بہت آثار **ص** اور جو کسی سوداگر نے کافروں سے وہ چیز مول لی ہو اور دار الاسلام میں لے آیا ہو تو جتنے دام سوداگر کے لگے ہوں اُس قدر دے کر لے لے **ف** اِس واسطے کہ روایت کی ابوداودؒ نے مراسیل میں تمیم بن طرفہ سے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے پاس ایک ناقہ پایا اور قصہ اُٹھایا اُس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو قایم کیے ایک نے گواہ کہ یہ میرا ناقہ ہے اور دوسرے نے قائم کیے اِس بات پر کہ اس ناقے کو خرید کیا میں نے دشمن سے تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر چاہے تو تو لے لے اُس قیمت سے کہ خریدا ہے جتنے کو اُس شخص نے ورنہ چھوڑ دے تو اُس کو اور ذکر کیا اُس کو عبدالحقؒ نے احکام میں اور کہا کہ اسناد کی اس حدیث کی یاسین الزیات نے سماک بن حرب سے اُس نے تمیم بن طرفہ سے اُس نے جابر بن سمرہؓ سے اور یاسین ضعیف ہے کہا ابن القطان نے کہ ایسا ہی کہا ابن حزم نے اور میں نہیں پہچانتا ہوں اس سند کو هكذا فی تخریج الهداية للزيلعیؒ **ص** اگرچہ اُس غلام کی کسی نے آنکھ پھوڑی ہو اور اُس کا تاوان اُس تاجر نے لے لیا ہو تو اب مسلمان اوّل مالک کو نہ چاہیئے کہ آنکھ پھوٹنے کے عوض مول میں سے کم کر کے دے بلکہ اگر چاہے کل ثمن دے کے لیوے تو اگر قید میں پڑنا اور خرید نا دو بار ہو تو مشتری اوّل دوسرے سے اُس کے دام دیکر لے اور پہلا مالک دونوں دام مشتری اوّل کو دے اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ کافر زید کے غلام کو پکڑ لے گئے اور عمرو اُن سے سو روپے کو خرید لایا پھر دوبارہ اُس غلام کو کافر پکڑ لے گئے تو بکر اُن سے سو روپے کو دار الاسلام میں لے آیا اب اگر عمرو اس غلام کو لے گا تو بکر کے دام یعنی سو روپے دیکر لے گا اور زید اگر عمرو سے لینا چاہے گا تو دو سو روپے دینے پڑیں گے اس لیے کہ عمرو کے اُس پر دو سو لگے ہیں اور زید کو اختیار نہیں کہ بکر سے سو روپے دے کر خرید لے کیونکہ اس صورت میں عمرو کے سو روپے ضائع ہو جاویں گے اور اگر کوئی غلام اپنے مالک کا اسباب لیکر کافروں کی طرف چلا گیا اور کفار نے پکڑ لیا اُس کو اور کوئی سوداگر اُن سے وہ غلام اور اسباب مول لے کر دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم اُس غلام کو سوداگر سے مفت لے سکتا ہے اس لیے کہ کافر ہمارے غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور اسباب مول دے کر لیوے جتنے دام مشتری نے کافروں کو دیے ہوں اس لیے کہ ان چیزوں کے وہ مالک ہو گئے تھے اور اگر کوئی کافر جو مسلمانوں کی امن سے دار الاسلام میں آیا ہو کسی مسلمان غلام کو خرید کرے اور اپنے ملک میں لیجاوے تو وہ آزاد ہو گا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد نہ ہو گا **ف** اور دلیل امام صاحبؒ کی اور صاحبینؒ کی اصل میں مذکور ہے **ص** اور جو کوئی غلام حربی کا دار الحرب ہی میں مسلمان ہو کر چلا آوے یا مسلمان غالب ہو کر اس مسلمان غلام کو دار الحرب سے پکڑ لاویں تو ان دونوں صورتوں میں وہ غلام آزاد ہو گا **ف** اس واسطے کہ روایت کی امام احمدؒ نے اور ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور طبرانی نے معجم میں مقسمؒ سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ وہ غلام نکلے طائف سے طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو آزاد کیا اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اُن میں کے ابو بکرہ تھے اور ایک لفظ میں ابن ابی شیبہؒ کے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حسن بن عمارہ

یاسین

تھے آزاد کرتے تھے اُن غلاموں کو جو آتے تھے آپ کے پاس مسلمان ہو کر اور آزاد کیے دن طائف کے دو غلام ایک اُن میں سے ابو بکرہ تھے اور روایت کی ایسی ہی ابو داؤدؒ نے مراسیل میں مانند اس کے عبد ربہ بن الحکم سے کہا ابن القطان نے کہ عبد ربہ بن الحکم نہیں پہچانا جاتا ہے حال اُس کا اور روایت کی بیہقیؒ نے عبد اللہ بن مکرم ثقفی سے اور اُس میں ہے کہ فرمایا آپ نے اُولٰئِكَ عُتَقَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یعنی وہ اللہ کے آزاد کیے ہوئے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ص باب مستامن کے بیان میں

ف مستامن اُس کو کہتے ہیں جس کو مار ڈالنے اور لوٹ لینے سے امن دیویں تاکہ دار الاسلام میں آوے یا مسلمان دار الحرب میں جاوے اگر کوئی مسلمان سوداگر دار الحرب میں جاوے تو وہ کافروں کی جان اور مال سے تعرض نہ کرے مگر جب کافروں کا بادشاہ اُس کا مال لے لیوے یا اُس کو قید کرے یا اور کوئی کافر اُس کے ساتھ یہ کام کرے اور حاکم کافروں کا جانتا ہو تو اگر باوجود اس حرمت کے کوئی چیز نکال لاوے تو اُس کا مالک ہو جاوے گا بطور ممنوع پس ایسی چیز فقیروں کو خیرات کر دینی چاہیے اپنے خرچ میں نہ لاوے اس لیے کہ اُس کا لینا حرام تھا اور اگر سوداگر مذکور کے ہاتھ کسی کافر نے کوئی چیز قرض بیچی یا سوداگر نے کافر کے ہاتھ یا اُن میں سے ایک نے دوسرے سے زبردستی کوئی چیز لے لی اور پھر وہ دونوں دار الاسلام میں آویں اور قاضی کے یہاں رجوع کریں تو قاضی نہ حکم غصب کا دے نہ قرض کا نہ مسلمان کا کافر پر نہ کافر کا مسلمان پر اور یہی حال ہے اگر دو کافر دار الحرب میں قرض یا غصب کا معاملہ کریں اور پھر امن لے کر دار الاسلام میں چلے آویں یعنی قاضی کچھ حکم غصب یا قرض کا نہ دے ہاں اگر دونوں کافر مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آویں اور نالش کریں تو قرض کا حکم کیا جاوے گا اور غصب کا نہیں کیا جاوے گا اور اگر دو مسلمان امن لیکر دار الحرب میں جاویں اور ایک اُن میں سے دوسرے کو قصداً یا خطاءً مار ڈالے تو اُس کے مال میں خون بہا واجب ہو گا اور خطا کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہو گا اور اگر دو مسلمان دار الحرب میں قید ہوں اور اُن میں سے ایک دوسرے کو دار الحرب میں قتل کرے تو صرف خطا کی راہ سے مار ڈالنے میں کفارہ ہے اور خون بہا اور قصاص کچھ واجب نہیں ف اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے ص امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دیت واجب ہو گی قصداً اور خطا میں اور مستامن کو جو دار الحرب سے دار الاسلام میں آوے ایک سال کامل نہ رہنے دیں اور اُس سے کہدیں کہ اگر تو یہاں ایک برس یا ایک مہینہ جتنا امام کی رائے میں مناسب ہو ٹھہرے گا تو تجھ پر جزیہ معین کر دیا جاویگا پھر اس کہنے کے بعد اگر وہ پھر گیا تو بہتر اور اس میعاد تک ٹھہرے گا تو ذمی ہو جائیگا یعنی اُس سے جزیہ لینا چاہیے اور پھر وہ دار الحرب میں جانے نہ دیا جاوے جیسے کوئی مستامن زمین خرید لے اور اُس پر خراج مقرر ہو جاوے تو اس پر جزیہ ایک سال کا لازم ہو گا خراج مقرر ہونے کے وقت سے یا کوئی مستامن عورت ذمی مرد سے نکاح کر لے تو ان صورتوں میں بھی اُن کو نہ چھوڑیں گے کہ اپنے ملک کو چلے جاویں برخلاف اس کے عکس کے یعنی اگر مستامن مرد ذمی عورت سے نکاح کر لے تو وہ مرد ذمی نہ ہو جاوے گا اور اگر وہ اپنے وطن کو جانا چاہے گا تو جانے دیں گے پس اگر مستامن جو دار الاسلام میں آیا تھا دار الحرب کو لوٹا تو خون اُس کا حلال ہو جاوے گا ف تو اگر کوئی مسلمان یا ذمی اُس کو قتل کر ڈالے تو کچھ نہیں ص تو اگر وہ قید کر کے لایا جاوے یا کافروں پر مسلمان غالب ہوویں اور وہ شخص مارا جاوے تو جو قرض اُس کا کسی مسلمان یا ذمی پر تھا ساقط ہو جاوے گا اور جو مال اُس کا اُن میں سے کسی پاس امانت تھا مال غنیمت ہو جاوے گا اور اگر وہ مر گیا یا بدون غلبے کے مارا گیا تو اُس کا قرض اور امانت اُس کے وارثوں کو ملیگی اور اگر کوئی حربی امن لے کر دار الاسلام میں آیا اور دار الحرب میں اُس کی بی بی اور بچے اور کچھ مال کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کے پاس ہے اور وہ یہاں آکر مسلمان ہو گیا اور اُس کے بعد کافر مغلوب ہوئے تو اُس کے تمام اشیائے مذکورہ داخل غنیمت ہونگی اور اگر دار الحرب میں

مسلمان ہوکر دارالاسلام میں آیا اور پھر کافر مغلوب ہوئے تو اُس کا چھوٹا بچہ مسلمان آزاد ہے اور جو امانت اُس کی مسلمان یا ذمی کے پاس ہوگی وہ[1] اُسی حربی مسلمان کی ہوگی اور اُن کے سوا اور چیزیں **ف** یعنی عورت اور بڑے لڑکے اور جو مال اُس کا کہ حربی کے پاس ہے **ص** غنیمت ہوجاویں گے اور جو حربی مسلمان ہوا دارالحرب میں اور اُس کو کسی مسلمان نے قتل کیا قصدًا یا خطاءً اور اُس کے وارث بھی مسلمان ہیں دارالحرب میں تو اُس پر سوائے کفارے کے خطا میں اور کچھ واجب نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص اور خطا میں دیت واجب ہوگی اور جو شخص کہ چوک کر کسی مسلمان کو مارڈالے جس کا کوئی وارث نہ ہو یا کسی کافر حربی کو جو امن لیکر دارالاسلام میں آیا تھا اور مسلمان ہوگیا تھا مارڈالے تو امام کو چاہیئے کہ اُن کا خون بہا قاتل کی قوم سے لیوے اور اگر قصدًا اُس کو مارڈالے تو اُس کا حکم قصاص میں مارڈالنا یا خون بہالینا ہے نہ معاف کرنا یعنی بادشاہ کو اختیار ہے چاہے مارڈالے چاہے خون بہالے مگر معاف نہیں کرسکتا

ص باب وظائف یعنی زمین عشری اور خراجی اور جزیے کے بیان میں

زمین عرب کی اور وہ زمین جہاں کے رہنے والے مسلمان ہوگئے ہوں یا غلبے کے طور پر مفتوح ہوکر لشکر اسلام کو بانٹ دی گئی ہو اور زمین بصرے کی سب عشری ہے **ف** یعنی ان کی پیداواری سے دس حصے میں سے ایک حصہ لینا چاہیئے لیکن زمین عرب کی سو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین نے خراج نہیں لیا عرب کی زمین سے اور جو زمین کہ اسلام لائے اہل اُس کے یا لشکر اسلام میں بانٹ دی گئی وہ زمین قبضہ میں مسلمانوں کے ہے اور مسلمانوں کی زمین سے عشر لیا جاتا ہے اور لیکن زمین بصرے کی تو چاہیئے تھا کہ خراجی ہوتی مگر صحابہؓ نے مقرر کیا اُس پر عشر کو اس واسطے قیاس متروک ہوگیا **ص** اور جو ملک کہ غلبے سے جیتا ہو اور پھر وہاں کے باشندوں کو اُس پر قائم رکھا ہو یا امام نے اُن کے ساتھ صلح کرلی ہو تو وہ خراجی ہے **ف** اور ایسی ہی زمین سواد عراق کی اس واسطے کہ روایت کی ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں ابراہیم تیمی سے کہ جب فتح کیا مسلمانوں نے سواد کو کہا اُنھوں نے واسطے عمرؓ کے کہ تقسیم کردو اُس کو ہمارے بیچ میں کیونکہ فتح کیا ہم نے اُس کو غلبے سے تو فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ کیا ہوگا اُن کے واسطے جو تمھارے بعد مسلمان آویں گے تو مقرر رکھا اُنھوں نے وہاں کے باشندوں کو اُس پر اور اُن کی گردنوں پر جزیہ اور اُن کی زمینوں پر خراج باندھا اور ایسا ہی کیا عمرو بن عاص نے جب فتح کیا زمین مصر کو اخراج کیا اُس کا ابن سعد نے طبقات میں اور مقرر ہوا خراج ملک شام پر باجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور یہ مشہور ہے **ص** اور اگر کوئی شخص زمین ویران کو جو کسی کی ملک نہ ہو آباد کرے تو وہ زمین اگر عشری کے متصل ہوگی تو عشری ہوگی اور اگر خراجی کے متصل ہوگی تو خراجی ہوگی اور وہ خراج جس کو حضرت عمرؓ نے سواد عراق پر مقرر کیا تھا یہ ہے کہ جو زمین قابل زراعت ہو اور وہاں پانی پہونچے اُس کی پیداوار غلے میں سے ہر جریب پیچھے ایک صاع گیہوں یا جو وغیرہ اور ایک درم لینا چاہیئے اور ترکاری کی زمین سے ہر جریب میں پانچ درم اور انگور اور چھوہارے[2] کہ ملے کھڑے ہوں اُن کی جریب میں دس درم اور اُس کے سوا میں مثل زعفران اور باغ وغیرہ کے جو اُس کے حال کے مناسب ہو لیا جاوے **ف** اور یہ سب ثابت ہے حضرت عمرؓ سے مختلف روایات میں اخراج کیا اُن کا ابو عبید نے کتاب الاموال میں اور عبدالرزاقؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے **ص** اور جریب[3] شصت درعہ در شصت درعہ ہوتا ہے **ف** یعنی ساٹھ گز کو ساٹھ گز میں ضرب دینے سے جتنا حاصل ہو اور وہ (۳۶۰۰) ہوتے ہیں اُتنے کا ایک جریب ہوتا ہے **ص** اور کتب فقہ میں ہے کہ گز کرباس کا سات مُٹھی کا ہوتا ہے اور گز مساحت کا سات مٹھی اور ایک اُنگلی کھڑی ہوئی اور اہل حساب کے نزدیک گز چوبیس اُنگل کا اور اُنگل چھ جَو کا ہوتا ہے اس طرح پر کہ سب بطون جَو کے ملے ہوں ایک دوسرے سے **ف** چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ معتبر جریب میں گز کرباس ہے **ص** اور خراج میں آدھے سے بڑھکر نہ لیا جاوے اور جو گنجایش اس قدر محصول کی نہ ہو تو کم کردیا جاوے مگر زیادہ کی گنجایش کی صورت میں زیادہ نہ کیا جاوے نزدیک امام ابویوسفؒ کے اور زیادہ کیا جاوے نزدیک امام محمدؒ کے **ف** اور صحیح

[1] صاحب احسن المسائل مترجم کنز کو اس مقام پر دھوکہ ہوا ۱۲ عبارت اُس کی یہ ہے کہ جو امانت اُس کی مسلمان خواہ ذمی کے پاس ہوگی وہ اُسی مسلمان یا ذمی کی ہوجاوے گی کہ وہ اس کے مالک ہوجاویں گے انتہی حالانکہ سب کتابوں میں تصریح ہے کہ وہ ملک میں اسی حربی کی رہیگی ۱۲ منہ

[2] چھوہارے سے مراد کھجور ہے ۱۲ [3] یعنی ساٹھ گز لمبا اور ساٹھ گز چوڑا ۱۲

قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مؤید ہے اس کے وہ جو روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابراہیم سے کہ آیا ایک شخص پاس عمرؓ کے اور کہا کہ زمین خراج میں زیادہ گنجایش ہے اُس سے جو مقرر ہے اُن پر تو فرمایا آپ نے کہ نہیں راہ ہے ہم کو طرف اُن کے یعنی ہم سے کچھ علاقہ نہیں جتنا مقرر ہو چکا اُتنا ہی لیں گے ص اور جو خراج گزار کی زمین پر پانی پہونچنا بند ہو جاوے یا پانی زمین پر غالب ہو جاوے یا کھیتی کو کوئی آفت پہونچے تو ان صورتوں میں زمین پر کچھ خراج نہ ہوگا اور اگر مالک زمین اپنی زمین کو پڑا رکھے یا مسلمان ہو جاوے یا کوئی مسلمان زمین خراجی کو خرید کرے تو ان سب صورتوں میں خراج لازم ہوگا ف اِس واسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خرید لیا تھا زمین خراج کو اور خراج دیا کرتے تھے کہا بیہقی نے معرفہ میں کہ ابن مسعود اور خباب بن الارت اور حسین ابن علیؓ اور شریح ان سب کی تھیں زمینیں خراج کی اور روایت کیے ابن ابی شیبہؒ نے اور بیہقی نے اور عبدالرزاقؒ نے اس باب میں چند آثار ذکر کیا اُن کو زیلعیؒ نے تخریج میں اور ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں ص اور خراجی زمین کی پیداوار میں عشر نہیں یعنی اُس کی پیداوار میں خراج ہی کافی ہے عشر نہ لیا جاوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک عشر بھی لیا جاوے ف اور دلیل ہماری یہ ہے کہ کسی نے خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ میں سے جمع نہیں کیا عشر اور خراج میں اور ہدایہ میں ہے کہ دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لَا یَجْتَمِعُ عُشْرٌ وَخَرَاجٌ فِی اَرْضِ مُسْلِمٍ یعنی نہیں جمع ہوتے ہیں عشر اور خراج زمین میں مسلمان کی اور اس حدیث کو روایت کیا ابن عدی نے یحییٰ بن عیینہ سے ثنا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجْتَمِعُ عَلٰی مُسْلِمٍ خَرَاجٌ وَّعُشْرٌ اور کہا کہ یہ روایت کی جاتی ہے قول سے ابراہیمؒ کے اور روایت کیا اس کو ابو حنیفہؒ نے حماد سے اُنھوں نے ابراہیمؒ سے پھر آیا یحییٰ بن عیینہ اور باطل کیا اُس کو اور ملا دیا اُس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اور یحییٰ بن عیینہ ظاہر ہے حال اُس کا ضعف میں کہ روایت کرتا ہے ثقات سے موضوعات کو اور کہا ابن حبان نے کہ نہیں ہے یہ کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور یحییٰ بن عیینہ دجال ہے بناتا ہے حدیث کو نہیں حلال ہے روایت اُس سے اور کہا دارقطنیؒ نے یحییٰ یہ دجال ہے بناتا ہے حدیث کو اور یہ تہمت ہے امام ابو حنیفہؒ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ذکر کیا اس کو ابن الجوزی نے موضوعات میں اور کہا بیہقیؒ نے کہ یہ حدیث باطل ہے اور یحییٰ متہم ہے ساتھ وضع کے انتہی لیکن روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے شعبی سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں جمع ہوتا ہے عشر اور خراج کسی زمین میں اور ایسی ہی روایت کی عکرمہ سے ص اور اگر سال میں دو بار پیداوار ہو تو عشر بھی دو بار لیا جاوے گا اور خراج دو بارہ نہ لیا جاوے گا ف اور مروی ہے یہ حضرت عمرؓ سے روایت کیا اُس کو ابن ابی شیبہؒ نے ص لیکن جب خراج مقاسمہ ہو یعنی مثلاً ربع پیداوار یا خمس اُس کا مقرر ہو تو وہ مکرر لیا جاویگا مثل عُشر کے

ص فصل جزیے کے بیان میں

جزیہ دو قسم ہے ایک وہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے مقرر ہو تو اُس سے کم یا زیادہ نہ لیا جاوے ف جیسا کہ صلح کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران سے دو ہزار کپڑوں کے جوڑوں پر آدھے صفر میں اور آدھے رجب میں روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے کتاب الخراج میں ص اور ایک جزیہ وہ ہے کہ امام اپنی طرف سے اُس کو شروع کرے جب غالب ہو اُن پر تو مقرر کیا جاوے اہل کتاب اور مجوسی اور بت پرست پر جو کہ عجم کا رہنے والا ہو ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک بت پرست سے عجم کے بھی جزیہ نہ لیا جاوے گا ص دولت والے پر ہر سال میں اڑتالیس درم تو ہر مہینے میں چار درم ہوئے اور بیچ کے حال والے پر چوبیس درم سالانہ اور فقیر پر جو کما سکتا ہے بارہ درم سالانہ مقرر کیا جاوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر مرد بالغ اور عورت بالغہ پر ایک دینار مقرر کیا جاوے فقیر ہوں یا غنی ف اِس واسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے معاذؓ سے کہ بھیجا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طرف یمن کے کہ لوں میں ہر بالغ

سے ایک دینار کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن ہے اور روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں اور کہا کہ صحیح ہے شرط بخاریؒ و مسلمؒ پر اور نہیں نکالا اُنھوں نے اس کو اور عبدالرزاقؒ کی روایت میں ہے وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ اَوْحَالِمَةٍ دِيْنَارًا اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر صلح کے اور اسی واسطے حکم کیا جزیہ لینے کا عورت بالغہ سے حال آنکہ اُس سے جزیہ نہیں لیا جاتا اور کہا ابوعبیدہ نے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے کہ مقرر کیا عمر بن خطابؓ نے جزیہ کو مالدار پر اڑتالیس ۴۸ درم اور متوسط پر چوبیس ۲۴ درم اور فقیر پر بارہ ۱۲ درم اور مثل اس کے مروی ہے عثمانؓ اور علیؓ سے ص اور عرب کے بت پرست پر جزیہ نہیں تو اگر امام اُن پر غالب ہو تو عورتیں اور چھوٹے لڑکے اُن کے مال غنیمت ہو جاویں گے اور نہ مرتد پر اور نہ قبول کیا جاوے گا ان دونوں سے مگر اسلام یا تلوار اور امام شافعیؒ کے نزدیک مشرکین عرب کو بھی غلام بنالیں گے ف اور دلیل ہماری ہدایہ میں مذکور ہے ص اور اسی طرح جزیہ نہیں ہے نصرانی گوشہ نشین پر جس کو عربی میں راہب کہتے ہیں اور لڑکے اور عورت اور غلام اور اندھے اور اپاہج پر اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اپاہج پر جزیہ واجب ہے جب اُس کے پاس مال ہو اور اُس فقیر پر جو کچھ نہیں کماتا ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسے فقیر سے لیا جاوے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ عثمان بن حنیف نے جزیہ نہیں مقرر کیا فقیر بے کسب پر روبروے جماعت صحابہؓ کے اور ابن زنجویہ نے روایت کی کہ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ نہ جزیہ لیا جاوے شیخ فانی سے ص اور جزیہ ساقط ہو جاتا ہے موت سے اور اسلام سے ف یعنی وہ کافر اگر مسلمان ہو جاوے تو جزیہ اُس پر نہ رہے گا اور ایسا ہی اگر مر جاوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں رہتا ہے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں ہے مسلمان پر جزیہ نکالا اس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے اور طبرانیؒ نے اوسط میں ابن عمرؓ سے کہ جو شخص اسلام لاوے تو نہیں ہے جزیہ اُس پر ص اور اگر ایک سال کا جزیہ ادا نہیں کیا اور دوسرا سال ہو گیا تو جزیہ ایک سال کا دینا پڑے گا اس لیے کہ جزیہ ایک سال کا دوسرے میں آجاتا ہے نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو سال کا دینا پڑے گا اور نیا گرجا اور یہودیوں کا معبد ف اور اسی طرح ہندوؤں کا شوالہ ص دارالاسلام میں نہ بنایا جاوے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں خصی کرنا ہے اسلام میں اور نہ بنانا کنیسہ یعنی معبد یہود کا روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے اور ضعیف کیا اُس کو اور روایت کیا اُس کو ابوعبید قاسم بن سلام نے اور مروی ہے یہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی ص اور اگر پرانا ڈھے گیا ہو تو اس کو پھر سے بنالیویں اور ذمی شخص مسلمانوں سے لباس اور سواری اور زین میں جدا کیا جاوے اس طرح کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہو اور ہتھیاروں کا استعمال نہ کرے اور تاگا موٹا جو باندھتے ہیں کمر پر اُس کو ظاہر رکھے اور ایسے زین پر چڑھے جو پالان کی شکل کا ہو اور جدا کی جاویں عورتیں اُن کی راہ میں اور حمام میں ف راہ میں اس طرح پر کہ ایک گوشے میں ہو کر چلیں اور حمام میں اس طرح کہ ایسی ازار پہنیں جس کو مسلمان عورتیں نہ پہنتی ہوں ص اور اُن کے گھروں پر نشان مقرر کیا جاوے تاکہ فقیر اُن کے واسطے دعا نہ مانگیں اور اگر ذمی دارالاسلام کے مقاموں میں لڑائی کی تیاری سے چڑھ جاوے یا دارالحرب میں چلا جاوے تو عہد اُس کا ٹوٹ جاوے گا اور وہ بمنزلہ مرتد کے ہو جاوے گا ف اس طرح پر کہ اُس کے مال کو وارثوں میں تقسیم کردیں گے ص لیکن اگر پھر ماخوذ ہو گا تو غلام بنایا جاوے گا اور مرتد اگر ماخوذ ہو تو قتل کیا جاوے گا اور اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کرے یا مسلمان عورت سے زنا کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہے تو ان امور سے عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا ف لیکن ابن الہمامؒ نے تصریح کی کہ اگر وہ ازراہ تمرد اور شرارت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے تو عہد ٹوٹ جاوے گا اور وہ قابل قتل کے ہے کیونکہ ذمی سے جزیہ حقیر سمجھ کر لیا جاتا ہے اور جب وہ ہمارے پیغمبرؐ کو بُرا کہنے لگے تو گویا ہم اُن سے عاجز ہوئے اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ کا ص اور تغلبی مرد اور عورت سے جو دونوں بالغ ہوں تو اہل اسلام کی زکوٰۃ سے دوچند لیا جاوے ف اور تغلبی کا بیان کتاب الزکوٰۃ مالوں کی زکوٰۃ کے بیان میں گزرا ص اور تغلبی فرقے کا غلام آزاد کیا ہوا

مثل قریشیوں کے آزاد کیے ہوئے کے ہے یعنی اُس سے زمین کا خراج اور جزیہ لینا چاہیئے ف جیسے قریشیوں کے غلامان آزاد سے لیتے ہیں زکوٰۃ کا دونا نہ لینا چاہیئے جیسے تغلبیوں سے لیتے ہیں ص اور امام زفرؒ کے نزدیک اُس سے دونا لینا چاہیئے یعنی پانچواں حصہ پیداوار زمین سے اور بیسواں حصہ جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ف کیونکہ حدیث میں ہے کہ مولیٰ قوم کا اُسی میں سے ہوتا ہے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور جواب ہمارا ہدایہ اور اصل میں مذکور ہے ص اور خراج زمین کا اور جزیے کا مال اور تغلبیوں کا مال اور وہ جو ہدیہ بھیجیں امام کو اور جو مال کہ اُن سے بدون جنگ کے ہاتھ آوے یہ سب اموال مسلمانوں کے بہتر کاموں میں صرف کیے جاویں مثلاً کفاروں کی راہ بند کرنے اور پانی پر پُل باندھنے اور بڑے پُل تعمیر کرانے اور عالموں اور قاضیوں اور عاملوں اور سپاہیوں اور اُن کی اولاد کے روزینے میں خرچ کریں اور جو شخص کہ نصف سال کے بیچ میں مرجاوے وہ بخشش سالانہ سے محروم رہے گا اور بخشش سالانہ والے ہمارے زمانے میں قاضی اور مفتی اور مدرس ہیں

باب مرتد یعنی اُن لوگوں کے بیان میں جو دین اسلام سے پھر جاویں

مرتد پر اسلام پیش کیا جاوے اور اُس کے دل میں جو مسلمانی کے دین میں شبہے ہوں دور کیے جاویں تو اگر مہلت طلب کرے تو تین دن تک مہلت دیا جاوے اگر اس عرصے میں توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جاوے ف تو مہلت دینا اپنی طرف سے ہمارے نزدیک مستحب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حاکم کو درست نہیں کہ بغیر مہلت دیے مار ڈالے دلیل امام اعظمؒ کی وہ ہے جو صحیح بخاریؒ میں مروی ہے کہ فرمایا آپؐ نے مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ یعنی جو شخص بدل ڈالے دین اپنا تو قتل کرو اُس کو اور اگر مہلت مانگے تو مہلت دینا واجب ہے ص اور مرتد کی توبہ یہ ہے کہ دین اسلام کے سوا سب دینوں سے ناراض اور بیزار ہو یا اُس دین سے نفرت کرے جس کو اُس نے اختیار کیا ہو اور اگر مسلمان ہونے کو اُس کو نہ کہیں اور اس سے پہلے ہی مار ڈالیں تو یہ امر ترک استحباب کا ہے اگر کوئی پیشتر ہی اُس کو مار ڈالے تو قاتل پر تاوان نہ آئے گا اور مرتد ہونے سے مرتد کی ملک اس کے مال پر سے جاتی رہتی ہے مگر ملک کا جانا موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہو جاوے تو ملک بھی بدستور قائم رہے گی اور اگر حالت مرتدی میں مرجاوے یا قتل کیا جاوے یا دارالحرب میں مل جاوے اور قاضی نے حکم کیا کہ وہ دارالحرب میں مل گیا تو اُس کے مُدبر اور اُم ولد آزاد ہو جاویں گے اور قرض اُس کا جو میعادی تھا حال ہو جاوے گا یعنی اُس کی مدت باقی نہ رہے گی ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب دارالحرب میں مل جاوے تو اُس کا مال ویسا ہی رہے گا جیسے پہلے تھا ص اور جو کچھ کہ مال اُس کا وقت مسلمانی کی کمائی کا ہوگا بعد ادائے قرضہ حالت اسلام کے وہ اُس کے مسلمان وارث کا ہوگا اور جو مال کہ اُس نے مرتدی کی حالت میں کمایا ہوگا اُس میں سے اُن دونوں کا قرضہ دے کر باقی مال غنیمت ہوگا یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں حالت کے مال اُس کے وارث مسلمان کے ہوں گے اور نزدیک امام شافعیؒ کے دونوں حالت کے مال غنیمت ہو جاویں گے اور باطل ہوگا نکاح اور ذبح مرتد کا اور صحیح ہے طلاق اور اُم ولد بنانا اُس کا اور شرکت مفاوضہ ف جس کا بیان آگے آتا ہے ص اور بیچنا اور خریدنا اور ہبہ کرنا اور اجارہ دینا اور مدبر کرنا اور مکاتب کرنا اور وصیت یہ سب تصرفات موقوف رہیں گے پس اگر وہ اسلام لاوے یہ تصرف جاری ہوں گے اور اگر مرجاوے یا قتل کیا جاوے یا دارالحرب میں مل جاوے اور حکم اُس کا ہو جاوے تو سب تصرفات باطل ٹھہریں گے اور جو قبل قاضی کے حکم کے مرتد مسلمان ہو کر چلا آیا تو وہ گویا مرتد ہی نہ ہوا اور اگر بعد اُس کے آیا تو جو مال اُس کا اُس کے وارثوں کے پاس ہے لے لیوے اور اگر عورت مرتد ہو جاوے تو اُس کو جان سے نہ ماریں بلکہ قید کریں یہاں تک کہ توبہ کرے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک قتل کی جاوے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا قتل سے عورتوں کے مروی ہے صحیحین میں اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کی جاوے عورت جب مرتد ہو جاوے اور اسناد میں اسکی عبداللہ

بن عیسی الجزری ہے کہا دارقطنیؒ نے کذاب ہے بناتا ہے احادیث کو اور نکالا ابن عدی نے کامل میں ابی ہریرہؓ سے کہ ایک عورت مرتد ہوگئی زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو نہیں قتل کیا آپ نے اُس کو اور ضعیف کیا اُس کو بسبب حفص ابن سلیمان کے کہا ابن عدی نے اکثر روایات اُسکی غیر محفوظ ہیں اور نکالا طبرانیؒ نے معجم میں معاذ بن جبلؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھیجا اُن کو یمن کی طرف تو کہا اُن سے کہ جو مرد پھر جاوے اسلام سے تو بُلا اُس کو اگر توبہ کرے تو قبول کر ورنہ مار گردن اُس کی اور جو عورت کہ پھر جاوے اسلام سے تو بُلا اُس کو اگر توبہ کرے تو قبول کر اور اگر انکار کرے تو قید کر اُس کو اور نکالا دارقطنیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اُنھوں نے عورت قید کی جاوے اور قتل نہ کیجاوے اور اسناد اس کی ضعیف ہے بسبب خلاس کے تو اس وقت میں استدلال حدیث صحیحین سے اولیٰ ہے اور امام شافعیؒ کی جانب کی حدیثیں ضعیف ہیں استدلال اُن سے مستقیم نہیں ہوتا مذکور ہیں فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ میں ص اور صحیح ہے تصرف اُس کا اور حالت اسلام اور ارتداد دونوں میں جو کسب اُس کا ہے اُس کے وارثوں کو ملے گا تو اگر مسلمان لونڈی مرتد کی جنی اور مرتد نے اُس ولد کا دعویٰ کیا تو وہ اُس کا بیٹا ہوگا اور وارث ہوگا جس وقت مرتد مر جاوے یا دارالحرب میں مل جاوے خواہ ولادت اور ارتداد میں چھ مہینے سے مدت کم ہو یا زیادہ اور جو لونڈی نصرانی ہو تو اگر مرتد ہونے اور ولادت میں چھ مہینے سے کم ہے تو وارث[1] ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ ہے تو وارث نہ ہوگا اور اگر مرتد مع اپنے مال کے دارالحرب میں مل جاوے اور مسلمان اُس پر غالب ہوں تو وہ مال مسلمانوں میں غنیمت ہو جاوے گا اور اگر مرتد دارالحرب میں مل کر پھر دارالاسلام میں آکر مال لے کے دارالحرب میں مل جاوے پھر مسلمانوں کو غلبے میں وہ مال ہاتھ لگے تو مال مذکور اس مرتد کے وارث کو قبل قسمت غنیمت کے ملے گا پس اگر مرتد دارالحرب میں جا ملے اور اُس کا غلام اُس کے بیٹے[2] کا ہو جاوے یعنی قاضی حکم کردے کہ اب اُس کا مالک بیٹا ہے اور اُس کا بیٹا اُس غلام کو مکاتب کردے پھر وہ مرتد مسلمان ہوکر چلا آوے تو کتابت کے عوض کا مال اور ولا یعنی ترکہ اُس کا اُسی مرتد کو جو مسلمان ہوگیا ہے ملے گا اور اگر مرتد کسی کو براہ خطا مار ڈالے اور دارالحرب میں جا ملے یا مارا جاوے تو خون بہا مقتول کا مرتد کے اُس مال میں سے ہوگا جو حالت[3] اسلام میں کمایا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں حالتوں کے مال میں سے ہوگا **ف** اِس واسطے کہ اُن کے نزدیک دونوں حالتوں کا کسب اُس کے وارث کو ہے ص اور اگر عمرو نے زید کا ہاتھ جان بوجھ کر کاٹ ڈالا اور زید پھر مرتد ہوگیا اور اُسی زخم میں مرگیا یا دارالحرب میں جا ملا اور پھر وہاں سے مسلمان ہوکر آیا اور اُسی زخم میں مرگیا تو عمرو کے مال سے نصف خون بہا مرتد کے وارثوں کو دلایا جاوے گا اور اگر دارالحرب میں نہ جاوے اور دارالاسلام ہی میں مسلمان ہوکر زخم کے سبب سے مرجاوے تو اس صورت میں عمرو تمام خون بہا کا ضامن ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نصف کا اور جو مکاتب مرتد ہوکر دارالحرب میں جا ملے پھر مال سمیت پکڑا جاوے اور قتل کیا جاوے تو بدل کتابت مالک کو ملے گا اور جس قدر زائد بچے گا وہ مکاتب کے وارثوں کو ملے گا اور جو خاوند اور جورو دونوں مرتد ہوکر دارالحرب میں جا ملیں اور وہاں اُن کے بیٹا ہو اور اُس بیٹے کا بیٹا پیدا ہو پھر مسلمانوں کی فتح ہو اور یہ پکڑے جاویں تو بیٹا اور پوتا مرتد کا مال غنیمت ہوں گے اور بیٹے پر مسلمان ہونے کے لئے زبردستی کی جاوے گی مگر پوتے پر نہ کی جاوے گی اور حسن ابن زیاد کی روایت میں پوتے پر بھی جبر کیا جاوے گا اور جو لڑکا کہ عاقل ہو اُس کا مرتد ہونا صحیح ہے جیسے اسلام اُس کا صحیح ہے اور ایسے مرتد لڑکے پر مسلمان ہوجانے پر زبردستی کی جاوے گی جان سے نہ مارا جاوے گا اگر انکار کرے اسلام سے اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک نہ اُس کا ارتداد صحیح ہے اور نہ اسلام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے لڑکپن میں اور صحیح رکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام اُن کا اور افتخار حضرت علیؓ کا اس بات سے مشہور ہے کہا اُنھوں نے **شعر** سَبَقْتُكُمْ عَلَى الْاِسْلَامِ طُرًّا + غُلَامًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلُمٍ + **ف** یعنی پیش دستی کی میں نے تمھارے اوپر اسلام میں سب سے درآں حالیکہ میں لڑکا تھا نہیں پہونچا تھا وقت احتلام کو روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے اور ضعیف کیا اِس کو اور ابن عساکر نے تاریخ میں اور نکالا بخاریؒ نے تاریخ میں عروہ سے کہ اسلام

حفص بن سلیمان

خلاس

[1] صاحب احسن المسائل نے لکھا ہے کہ اگر مرتد کی نصرانی لونڈی مرتدہ نے شروع ہی چھ مہینے کے اندر بچہ جنے اور وہ شخص دعویٰ کرے کہ میرا ہے تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد ہو جاویگی اور وہ بچہ اُس کا بیٹا اور آزاد ٹھہریگا مگر اس کا ترکہ نہ پاویگا انتہی کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ چھ مہینے کے اندر جننے میں وارث ہوگا جیسا کہ شرح وقایہ اور نہایہ سب کتابوں میں مصرح ہے ۱۲ [3] اس لئے کہ کسب حالت اسلام کا غنیمت ہے ۱۲ [2] یعنی غلام کا ۱۲

لائے حضرت علیؓ اور وہ آٹھ برس کے تھے اور مستدرک میں حاکم کی ہے کہ دس برس کے تھے اور تفصیل کی اس مقام میں شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں

ص باب باغیوں کے بیان میں

جو قوم مسلمان بادشاہ اسلام کی فرمانبرداری سے باہر ہو جاویں تو بادشاہ اُن کو اپنی اطاعت کے لئے کہے اور جو شبہہ اُن کو فرمانبرداری میں ہو گیا ہو اُس کو دور کرے ف اِس واسطے کہ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا خوارج سے اول ذکر کیا اِس کو نسائیؒ نے سنن کبریٰ میں ص تو اگر وہ اکھٹے ہو کے ایک مکان میں جمع ہوویں تو بادشاہ کو درست ہے کہ اُن سے لڑائی شروع کرے اگرچہ وہ شروع نہ کریں اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب تک وہ شروع نہ کریں تو بادشاہ شروع نہ کرے ف اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے ص اور اگر اُن کی جماعت کوئی اور ایسی ہو کہ یہ لوگ اُن کے ساتھ مل کر مضبوط ہو جاویں گے تب تو جو شخص اُن باغیوں میں کا زخمی ہو اُس کو جان سے مار ڈالے اور جو بھاگے اُس کا پیچھا کرے اور اگر ایسی جماعت اور نہ ہو تب نہ زخمی کو مارے نہ بھاگتے کا پیچھا کرے اور اُن کی اولاد کو قید نہ کرے اور اُن کے مالوں کو بانٹ نہ لیں بلکہ روک رکھیں یہاں تک کہ وہ توبہ کریں ف اِس واسطے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک میں اور بزار نے مسند میں کوثر بن حکیم نے اُس نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا جانتا ہے تو کیا حکم ہے خدا کا باغیوں میں اس اُمت کے کہا اُنھوں نے اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اُس کا خوب جانتا ہے تب فرمایا آپ نے کہ اُن کے زخمی کو نہ ماریں اور اُن کے قیدی کو قتل نہ کریں اور اُن کے بھاگتے کا پیچھا نہ کریں اور اُن کے مال کو تقسیم نہ کریں اور ضعیف کیا اُس کو بزار نے بسبب کوثر بن حکیم کے اور ایسا ہی حکم کیا حضرت علیؓ نے جنگ جمل میں نکالا اُس کو ابن ابی شیبہؒ نے اور عبد الرزاقؒ نے ص اور اگر غازیوں کو باغیوں کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کی حاجت پڑے تو اُن کو کام میں لاویں اور اگر ایک باغی اپنے جیسے باغی کو مار ڈالے پھر اُن کی شکست ہو جاوے اور ہم غالب ہوں تو قاتل پر کچھ نہ لازم ہو گا اور جو باغی کسی شہر پر قبضہ کریں اور شہر والوں میں سے کوئی شہری دوسرے شہری کو مار ڈالے پھر وہ شہر فتح ہو تو شہری قاتل اُس مقتول کے قصاص میں مارا جاوے گا اور اگر باغی کسی عادل کو یعنی جو بادشاہ کی اطاعت میں ہو مار ڈالے اور باغی یہ کہتا ہو کہ میں اس کے مار ڈالنے میں حق پر ہوں یا عادل مار ڈالے باغی کو تو قاتل اگر قرابت ورثہ پانے کی مقتول سے رکھتا ہو گا تو اُس کا وارث ہو گا اور جو باغی کہے کہ میں باطل پر ہوں تو وہ مقتول عادل کا وارث نہ ہو گا اور امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر باغی عادل کو ماریگا تو کبھی وارث نہ ہو گا برابر ہے کہ اپنی حقیقت کا دعوے کرے یا کہے کہ میں باطل پر تھا اور اہل فتنہ کے ہاتھ ف مثلاً باغیوں اور رہزنوں اور اہل حرب کے ہاتھ ص ہتھیاروں کا بیچنا مکروہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ خریدار اہل فتنہ میں سے ہے تو مکروہ نہیں

ص کتاب اللقیط

ف اس میں لقیط کا بیان ہے یعنی اُس بچے کا جو پڑا ہوا ملے اور اُس کا والی معلوم نہ ہو ص ایسے بچے کا اُٹھا لینا مسلمان کو مستحب ہے ف کیونکہ اس میں ایک جان کی محافظت ہے ص اور اگر اُس کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو اُس وقت اُٹھانا واجب ہے مانند لقطہ کے ف لقطہ کہتے ہیں پڑی چیز کو اور اُس کا بھی اُٹھانا وقت خوف تلف کے واجب ہے اور وہ بچہ آزاد رہے گا مگر جب کوئی حجت قائم ہو اُس کے مملوک ہونے پر ف مثلاً کوئی گواہ لائے ص اور اس کا خرچ بیت المال میں ہو گا ف اس واسطے کہ حضرت عمرؓ نے کہا لقیط میں لے جا اس کو اور وہ آزاد ہے اور ہمارے اوپر ہے نفقہ اُس کا روایت کیا اس کو مالکؒ نے مؤطا میں اور شافعیؒ نے مسند میں اور عبد الرزاقؒ کی روایت میں ہے کہ نفقہ اُس کا بیت المال میں ہے اور ایسا ہی منقول ہے حضرت علیؓ سے روایت کیا اس کو عبد الرزاقؒ نے ص اور

اُس کے قصوروں کا تاوان بھی بیت المال میں سے ہی دیں گے اور میراث بھی اُس کی وہیں رہے گی ف اس واسطے کہ رزین کی روایت میں ہے کہ فرمایا عمرؓ نے کہ ترکہ اُس کا واسطے مسلمانوں کے ہے وارث ہوں گے اُس کے اور دیت دیں گے اُس کی طرف سے اور نکالا اِس کو بخاریؒ نے ترجمۂ باب میں ص اور اُٹھانے والے سے اُس کو کوئی لے نہیں سکتا اور اس کا نسب ایک شخص اور دو شخصوں سے ثابت ہوگا یعنی جو کوئی دعوےٰ کرے کہ یہ میرا لڑکا ہے نسب اُس سے ثابت ہوگا گو مدعی دو ہوں اور اگر دونوں مدعیوں میں سے کوئی ایسی نشانی بتادے جو اُس لڑکے میں موجود ہو تو اُس شخص سے نسب ثابت ہوگا ورنہ دونوں برابر ہوں گے اور اگر غلام اُس کا دعوےٰ کریگا تو نسب غلام سے ثابت ہوگا مگر وہ بچہ آزاد ہوگا اور اگر ذمی دعوےٰ کرے کہ میرا ہے تو ذمی سے نسب ثابت ہوگا لیکن وہ بچہ مسلمان رہے گا بشرطیکہ وہ بچہ ذمی کے مکان اور محلے اور گاؤں میں نہ ملا ہو اور اگر ذمیوں کے مکانوں میں پایا جاوے گا تو ذمی ہوگا اور اگر اُس بچے کے ساتھ کچھ مال پایا جاوے تو وہ اُس بچے ہی کا ہے اور اُس کی حاجتوں میں صرف کیا جاوے گا قاضی کے حکم سے اور بعضوں کے نزدیک بغیر حکم قاضی کے صرف کیا جاویگا اور جو اُس بچے کو کوئی شخص کچھ ہبہ کرے تو اُٹھانے والے کو لے لینا اس کا درست ہے اور بھی جائز ہے کہ بچے کو کسی پیشے میں لگادے اور نہیں جائز ہے کہ اُس کا نکاح کردے یا اُس کے مال میں تصرف کرے یا اُس کو کرایے میں دے صحیح مذہب میں ف اور قدوری کی روایت میں کرایہ پر دینا جائز ہے ہدایہ

ص کتاب اللقطہ

ف یعنی پڑی ہوئی چیز پانے کے بیان میں ص پڑی ہوئی چیز امانت ہے پانے والے کے ہاتھ میں اگر گواہ کرلے پانیوالا اس بات پر کہ میں اس کو واسطے محافظت کے اور پہونچا دینے کے طرف اُس کے مالک کے لیتا ہوں تو اگر وہ چیز اُس کے پاس سے تلف ہوگئی تو اُس پر تاوان لازم نہ آویگا ف اس واسطے کہ امانت کے تلف ہوجانے سے تاوان نہیں ہوتا ص اور اگر گواہ نہ کیا تو تاوان دینا ہوگا اگر تلف ہوجاوے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور امام محمدؒ کے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک نہ دینا ہوگا بلکہ پانے والے کا قول مع الیمین معتبر ہوگا اور جو پانے والے نے خود اقرار کیا کہ میں نے اس چیز کو اپنے واسطے لیا تھا تو سب کے نزدیک تاوان دینا ہوگا اور گواہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ کہے اے مسلمانو جس کو تم دیکھو کہ گمی ہوئی چیز ڈھونڈھتا ہے تو میرا نشان دیدو اور اُٹھانیوالا اُس چیز کو بتلاتا اور بیان کرتا رہے جس مکان میں کہ پایا ہے یا جہاں بہت لوگوں کا مجمع ہوتا ہو اور آواز دے کہ میں نے ایک چیز پڑی ہوئی پائی ہے اور اُس کے مالک کو میں نہیں جانتا تو جس کی ہو وہ میرے پاس آوے اور اُس کا وصف بیان کرے تاکہ اُس کو دیدوں اور اختلاف ہے بتلانے اور بیان کرنے کی مدت میں تو صحیح یہ ہے کہ اُس کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ جب تک پانے والے کی رائے میں آوے کہ مالک اب تلاش وطلب نہ کرے گا بتلادے اور امام محمدؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ نے اس کو اندازہ کیا ہے ساتھ ایک سال کے ف اس واسطے کہ زید بن خالد کی حدیث میں ہے کہ پہچنوا اس کو ایک سال تک روایت کیا اُس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور ہدایہ میں ہے کہ اگر دس درم سے کم قیمت ہو تو اُس کو کچھ دنوں بتلادے اور اگر دس یا زیادہ ہوں تو ایک سال تک پہچنوائے ص برابر ہے کہ وہ چیز حل کی ہو یا حرم کی ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جب وہ چیز حرم کی ہووے تو اُس کو پہچنوائے یہاں تک کہ اُس کا مالک آوے اور دلیل لاتے ہیں حدیث ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم مکہ کے باب میں کہ نہیں حلال ہے لقطہ اُس کا مگر واسطے اُس کے مالک کے روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور ہماری دلیل مطلق قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زید بن خالد کی حدیث میں کہ بتلا اُس کو ایک سال ص اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ مدت تک باقی نہیں رہتیں جیسے کھانے پکے ہوئے تو اُن کو یہاں تک بتلاوے کہ خوف اُن کے بگڑنے کا نہ ہو پھر اُس چیز کو خیرات کردے پھر اگر مالک آجاوے تو اُس کو اختیار ہے چاہے اُس کے خیرات کردینے کو درست رکھے چاہے پانے والے سے قیمت لے لے اور جس چارپائے کا کوئی والی نہ ہو اُس کو پکڑ لینا درست ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر وہ چارپایہ اونٹ یا گائے ہو تو چھوڑ دینا اُس کا

افضل ہے اور جو اُس کو کھلایا بغیر اذن حاکم کے مفت ہوگا اور جو حاکم کے اذن سے کھلایا ہے وہ اُس کے مالک کے ذمّے قرض ہوگا اور اُٹھائی ہوئی چیز سے اگر نفع بل سکتا ہو تو قاضی اس کو کرایہ دے اور اسی میں سے اُس کا خرچ کرے جیسا کہ بھاگے ہوئے غلام میں اُس کا اجارہ دینا درست ہے اور جو اس سے منفعت نہ ہو تو حکم ہوگا کہ اُس پر خرچ کیا جاوے اور جب مالک آوے تو خرچہ لے لیا جاوے اور اگر یہ واسطے مالک کے بہتر نہ ہو کہ اُس پر خرچ کیا جاوے ف مثلاً ایسا بڑا جانور ہو کہ اُس کا خرچ اُس کی قیمت سے بڑھ جاتا ہے ص تو بیچ کر اُسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اُٹھانیوالے کو اختیار ہے کہ مالک سے جب تک اپنا خرچہ وصول نہ کرے تب تک اس چیز کو روک رکھے تو اگر بعد اُسکے روک رکھنے کے وہ چیز تلف ہو گئی تو نفقہ ساقط ہو گیا اور جو قبل روک رکھنے کے تلف ہوئی تو ساقط نہ ہوگا اور پائی ہوئی چیز کو دعوے کرنیوالے کے حوالے نہ کرے جب تک کہ مدعی گواہوں سے اپنی ملک ثابت نہ کرے پس اگر مدعی کوئی علامت اُس چیز کی بیان کرے کہ اُس سے اُٹھانیوالے کو گمان غالب ہو کہ یہی مالک ہے تو اسکے حوالے کر دینا حلال ہے مگر واجب نہیں بدون حجت شہادت کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اگر وہ نشانی بیان کرے اور وہ موجود ہو اور اگر اُٹھانیوالا محتاج ہو تو پائی ہوئی چیز سے نفع لے ورنہ کسی اجنبی محتاج کو خیرات کر دے اور اگر اس کے ماں باپ اور بیوی اور لڑکے محتاج ہوں تو اُن پر صدقہ کرے

ص کتاب الآبق

یعنی بھاگے ہوئے غلام کے بیان میں پکڑنا اُس کا مستحب ہے بشرطیکہ اُس پر قادر ہو اور جو غلام کہ گھر اپنے مالک کا بھول گیا ہو تو اُس کا چھوڑ دینا افضل ہے اور اگر پانیوالا اُس کے مالک کا گھر جانتا ہو تو وہاں تک اُسکو پہونچا دینا افضل ہے اور جو شخص کہ بھاگے ہوئے غلام کو یا مدبر یا اُم ولد کو مدت سفر یعنی تین دن رات کے فاصلے سے پکڑ کر لاوے تو اُس کو چالیسؔ درم اُجرت ملے گی اگرچہ غلام کی قیمت چالیسؔ درم سے کم ہو جبکہ اُس نے گواہ کر دیا ہو کہ میں اس کو اس لیے پکڑتا ہوں کہ مالک کے پاس لے جاؤں اور جو مدت سفر سے کم فاصلے سے پکڑ کر لاوے تو اُسی حساب سے اُجرت ملیگی ف یعنی ایک دن کے فاصلے سے لاویگا تو چالیسؔ درم کی تہائی کا یعنی تیرہؔ درم اور تہائی درم کا مستحق ہوگا اور دو روز کے فاصلے سے لانے میں چھبیسؔ درم اور دو تہائی درم کا مستحق ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک کچھ اُجرت نہ ملیگی بدون شرط کے اور ہماری دلیل اثر ابن مسعودؓ کا ہے کہ اُنھوں نے فی نفر غلام چالیسؔ درم مقرر کیے روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے اور اجماع صحابہؓ کا ہے اس اُجرت ولانے پر اور روایتیں اُنکی موجود ہیں مصنف ابن ابی شیبہؒ اور عبدالرزاق میں ص اور جو پکڑ لانے والے کے ہاتھ سے غلام بھاگ جاوے تو اُس پر تاوان نہ ہوگا ف اور قیمت دینی نہ آویگی ص اور جو اُس نے گواہ نہیں کیا تو اُس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر بھاگ جاویگا اُس کے ہاتھ سے تو تاوان دینا ہوگا اور اگر غلام رہن ہو اور بھاگ جاوے اور اُس کو کوئی پکڑ لاوے تو اُجرت مرتہن کے ذمّے ہوگی اور یہ جب ہے کہ قیمت اُس غلام کی بقدر رقم رہن کے یا اس سے کم ہووے اور جو رقم رہن سے قیمت اُس کی زیادہ ہووے تو بقدر دین کے اُجرت مرتہن پر ہوگی اور باقی راہن پر اور بھاگے ہوئے غلام پر کچھ خرچ کرنے کا حکم ایسا ہے جیسے لقطہ پر خرچ کرنے کا ف یعنی اگر قاضی کے حکم سے اُس پر خرچ کرے گا تو وہ مالک کے ذمّے قرض ہوگا ورنہ مفت کا سلوک ہوگا اور مالک پر کچھ لازم نہ آویگا

ص کتاب المفقود

ف اس میں مفقود یعنی گم ہوئے شخص کا جس کا نشان معلوم نہ ہو اور مرنے جینے سے اُس کے خبر نہ ہو بیان ہے ص مفقود اپنی ذات کے حق میں زندہ ہے تو اُسکی بیوی کا دوسرے سے نکاح نہ کیا جاوے اور اُس کا مال وارثوں میں بانٹ نہ دیا جاوے اور اُس کا کرایہ فسخ نہ ہو اور قاضی ایک آدمی مقرر کر دے کہ وہ اُس کا حق جو لوگوں کے ذمّے پر ہو وصول کرے اور اُس کے مال کی حفاظت کرے اور جس مال کے بگڑ جانے کا خوف ہو اُس کو

بیچ ڈالے اور اُسکی اولاد پر اور ماں باپ پر اور بیوی پر خرچ کرے اور اپنے غیر کے حق میں مُردہ ہے تو دوسرے سے وارث نہ ہو گا بلکہ حصہ اُسکا موقوف رکھیں گے نوے برس تک اور نوے برس کے بعد قاضی اُسکی مَوت کا حکم کرے اور ظاہر روایت یہ ہے کہ جب اُسکے ساتھی ہم عمر مر جاویں تو حکم کرے اُسکی مَوت کا کیونکہ اس زمانے میں آدمی نوے برس تک کم جیتا ہے ف اور امام مالکؒ کے نزدیک جب چار برس گزر جاویں تو قاضی اُسکی بیوی کو جُدا کر دے اور وہ عورت عدت کر کے جس سے چاہے نکاح کرے اور دلیل لاتے ہیں قول سے حضرت عمرؓ کے کہ جو عورت گم ہو جاوے خاوند اُس کا اور وہ نہ جانے کہ کہاں ہے تو وہ انتظار کرے چار برس پھر عدت کرے چار مہینے دسؔ دن اور حلال ہو جاوے روایت کیا اس کو مُوطا میں اور ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور ہماری دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ عورت مفقود کی عورت اُس کی ہے جب تک کہ اُس کا حال کھلے روایت کیا اس کو دارقطنی نے سنن میں اور معارض ہے قول عمرؓ کے قول حضرت علیؓ کا کہ کہا اُنھوں نے عورت مفقود کی پڑ گئی بلا میں تو چاہیئے کہ صبر کرے یہاں تک کہ خاوند کی موت یا طلاق کی خبر آوے روایت کیا اس کو عبدالرزاق نے باسناد صحیح اور روایت کی ابن مسعودؓ سے کہ وہ بھی موافق ہوئے حضرت علیؓ کے اور نکالا ابن ابی شیبہؒ نے ابو قلابہ اور جابر بن زید اور شعبیؒ اور نخعیؒ سے کہ سب نے کہا نہیں جائز ہے اُس عورت کو کہ نکاح کرے یہاں تک کہ ظاہر ہو موت اُس کی اور ہدایہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے رجوع کیا طرف قول حضرت علیؓ کے حاصل یہ ہے کہ اکثر صحابہؓ کا مذہب موافق ہمارے قول کے ہے ص تو اب[ف] اسکی بیوی عدت کرے گی مَوت کی اور مال اُس کا تقسیم ہو گا اُن وارثوں کے درمیان میں جو اب موجود ہیں اور وہ جو حصہ اُس کا موقوف رکھا تھا وہ اُس غیر[ف] کے وارثوں کو دلایا جاویگا ف تو حاصل یہ ہے کہ اپنے مال کے حق میں تو اُسکی موت کا حکم نوے برس کے بعد سے کریں گے اور غیر کے مال کے حق میں اُسکی موت کا حکم بعد نوے[۹۰] برس کے گم ہونے کے وقت سے کریں گے تو بعد مدت مذکور گزرنے کے ایسا سمجھیں گے کہ اُس غیر کے مرتے وقت مفقود کا وجود نہ تھا اور تفصیل اُس کی فرائض کی کتابوں میں ہے

ص کتاب الشرکۃ

ف اسمیں شرکت کا بیان ہے شرکت جائز ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ معاملہ کرتے رہے شرکت کا اور آپنے اسکو منع نہیں کیا اور حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں تیسرا ہوں دو شریکوں میں جب تک ایک دوسرے سے خیانت نکرے اور جب خیانت کی تو نکل جاتا ہوں میں اُنکے درمیان سے روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے اور حاکم نے مستدرک میں ابو ہریرہ سے ص شرکت دو طرح پر ہے ایک شرکت ملک کہ دو شخص ف وراثت کی وجہ یا خریداری سے ہدایہ ص ایک چیز کے مالک ہو جاویں اور اس شرکت میں ہر ایک اُن میں سے اجنبی ہوتا ہے ف یعنی ہر ایک کو دوسرے کے حصے میں تصرف جائز نہیں بغیر اُس کی اجازت کے ہدایہ ص اور دوسری قسم شرکت عقد ہے اور اسمیں ایجاب و قبول ضرور ہیں ف مثلاً ایک کہے شرکت کی میں نے تجھ سے فلاں فلاں چیز میں اور دوسرا کہے قبول کیا میں نے ہدایہ ص اور اس شرکت کی شرط یہ ہے کہ کوئی امر ایسا نہ ہووے جو اس عقد کو قطع کر دے مثلاً احد الشریکین کچھ روپیہ مقرر کر لے دوسرے پر خاص اپنے نفس کیلیے تو شرکت ٹوٹ جاویگی کیونکہ جائز ہے کہ سوا اُن روپوں کے اور کچھ نفع نہ ہو کہ اُن میں دونوں شریک ہوں اور اُسکی بھی چار قسمیں ہیں ایک کو شرکت مفاوضہ کہتے ہیں جب وہ دو شخص مال شرکت اور تصرف اور دین میں برابر ہوں تو اُس سے یہ نکلا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہیں ہے مسلمان اور کافر میں ف کیونکہ دونوں دین میں ایک نہیں اور اسی طرح آزاد اور غلام میں اور لڑکے اور بالغ میں ص اور جائز ہے درمیان دو مسلمان بالغ کے اور دو کافر کے برابر ہے کہ ایک یہودی یا نصرانی ہو اور دوسرا مجوسی اسواسطے کہ کفر کو ایک ہی مذہب شمار کرتے ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرکت مسلمان اور کافر میں بھی درست ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک شرکت مفاوضہ بالکل درست نہیں ف اور دلیل ہماری صاحب ہدایہؒ نے حدیث شریف بیان کی کہ مفاوضہ کرو کیونکہ اس میں بڑی برکت ہے اور دوسرے یہ کہ تمام لوگ اس کو کرتے چلے آئے اور کسی سے انکار اس کا صحت کو نہیں پہونچا ص اور اس شرکت

ف یعنی بعد نوے برس کے یا موت کے سب اپنے ہم عمروں کے ۱۲ ف یعنی میت جس کا ذکر ہے حق موجود نہ ہو ۱۲

میں ہر شخص دوسرے کا وکیل اور کفیل ہو جاتا ہے تو ایک شریک نے اگر کوئی چیز خریدی تو بائع کو پہونچتا ہے کہ قیمت کو اُسکی دوسرے شریک سے مانگے اور مفاوضے میں جو چیز شریک مول لے گا وہ مشترک دونوں میں ہوگی مگر اپنے گھر والوں کی خوراک اور پوشاک البتہ مشترک نہ ہوگی اور جو قرضہ اُن میں سے ایک پر بوجہ خرید و فروخت اور کرایہ لینے کے یا کفالت کی جب مکفول عنہ کے حکم سے ہو ایک پر لازم ہوگا تو دوسرا بھی اُسکا ضامن ہوگا اور جو بغیر حکم مکفول عنہ کے ایک نے کفالت کی تو اُسکی رقم کا دوسرا ضامن نہ ہوگا ف اور جو قرضہ ایسے اسباب سے ہو جن میں شرکت صحیح نہیں جیسے جنایت اور نکاح اور خلع و صلح قتل عمد سے اور نفقہ تو ان میں ایک دوسرے کا کفیل نہ ہوگا ص اور اگر ایسا مال جس میں شرکت مفاوضہ درست ہے ف مثلاً روپیہ اشرفی ص ایک شریک کو کسی نے ہبہ کیا اور اُس نے قبضہ کیا یا ورثے میں ملا تو مفاوضہ نہ رہا مگر جب اسباب یا زمین ہبہ یا ورثہ میں ایک کو ملے تو شرکت مفاوضہ باطل نہ ہوگی دوسری قسم اس کی شرکت عنان ہے جس میں صرف وکالت ہوتی ہے اور کفالت نہیں ہوتی اور اس میں اگر بعض مال میں شرکت ہو اور بعض میں نہ ہو یا ایک کا مال زیادہ ہو دوسرے سے یا مال دونوں کے برابر ہوں اور نفع برابر نہ ہو یا خلاف جنس ہو کہ ایک نے روپیہ دیا ہو اور دوسرے کے اشرفی یا یہ کہ ہر ایک اُن میں سے اپنے کو نہ ملاوے ہر طرح درست ہے اور اس شرکت میں جون سا شخص کوئی چیز مول لے لیگا تو مطالبہ قیمت کا صرف اُسی مشتری سے کیا جاویگا دوسرے شریک سے نہ ہوگا کس لیے کہ اس شرکت میں کفالت نہیں ہاں شریک مشتری جو دام چیز کے بائع کو دے اُس میں سے دوسرے شریک سے اُس کے حصے کے موافق مجرا لیوے یعنی جتنا اسکی طرف سے اُس نے اپنے مال میں سے دیا ہو وہ اُس سے بھرے اور یہ شرکت اور شرکت مفاوضہ دونوں بدون روپے اشرفی اور پیسوں کے جن کا چلن ہو اور چاندی سونے کے ٹکڑوں کے جن پر سکہ نہ ہو اگر لوگوں میں اس کا لین دین جاری ہو درست نہیں ف یعنی شرکت مفاوضہ اور عنان میں چاہیے کہ دونوں شخص روپے خواہ اشرفی خواہ بغیر سکے کی ڈلیاں چاندی اور سونے کی جو مروج ہوں خواہ پیسے مروج ملاویں ورنہ درست نہ ہوگی ص اور اگر دو شخص اس طرح کریں کہ ہر ایک اپنا آدھا مال دوسرے کے آدھے مال کے بدلے میں بیچ ڈالے اور شرکت مفاوضہ یا عنان کریں تو درست ہے ف اور یہ حیلہ ہے شرکت میں جس صورت میں کہ چاندی سونا برابر نہ ملاویں اور اسباب ملانا منظور ہو ص اگر کل مال شرکت کا یا مال ایک شریک کا قبل خرید کرنے کسی چیز کے ہلاک ہو جاوے تو شرکت باطل ہوگی اور وہ مال جو ہلاک ہوا ہے صاحب مال کا ہوگا اگر مال مل جل نہ گیا ہو برابر ہے کہ اُسی کے ہاتھ سے ہلاک ہو یا دوسرے شریک کے ہاتھ سے اور جو وہ مال مل جل گیا ہو تو وہ سب شریکوں کا ہوگا اور جو دونوں شریکوں میں سے ایک اپنے مال کے عوض میں کچھ اسباب خریدے اور بعد خریدنے کے دوسرے کا مال تلف ہو جاوے تو جو اسباب خرید ہوا ہے وہ دونوں میں مشترک ہوگا اور جس نے مول لیا ہے وہ اپنے شریک کے حصے کے موافق قیمت اسباب کی اس سے لے لے اور جو قبل خریدنے کے تلف ہو جاوے اور پھر دوسرا شریک اپنے مال سے کوئی چیز خریدے تو جس کا مال تلف ہوا ہے اُس نے اگر دوسرے شریک کو وقت شرکت کے وکیل صریح بنایا ہو مثلاً کہدیا ہو کہ جو چیز تو اپنے مال سے خریدے گا تو اُس کا آدھا میرے واسطے خریدنا تو اب وہ اسباب جو خریدا ہوا ہے دونوں میں مشترک ہو جاویگا اور جس نے مول لیا ہے وہ اپنے شریک کے حصے کے موافق اُس سے قیمت لے لیگا اور اگر اُس نے دوسرے شریک کو وکیل صریح نہیں بنایا تھا تو وہ کل اسباب اُسی کا ہو جاویگا جس نے خریدا ہے اور شرکت مفاوضہ اور عنان کے دونوں شریکوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال مشترک کو بطور بضاعت ف یعنی کل نفع اپنا ٹھہرا کر ص کسی کے حوالے کرے یا امانت رکھے یا مضاربت پر دیوے یا کسی کو وکیل کرے اور ہر ایک کے ہاتھ میں مال بطور امانت کے ہوگا یعنی اگر بغیر اُسکی زیادتی کے ہلاک ہو جاوے تو اس پر ضمان نہ ہوگا تیسری قسم شرکت عقد کی شرکت صنائع اور تقبل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ دو کاریگر مثلاً دو درزی خواہ ایک درزی اور ایک رنگریز اس شرط پر شریک ہوں کہ دونوں مشترک کام کیا کریں اور مزدوری جو کچھ ملے اُس کو دونوں برابر بانٹ لیا کریں یا کام دونوں برابر کریں لیکن مال اُجرت ایک کو دو تہائی ملے اور ایک کو ایک تہائی اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ شرکت جائز نہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک جب عمل

متحد ہو تو جائز ہے اور مختلف ہو تو نہیں جائز اور اس شرکت میں اگر ایک شخص کوئی کام منظور کر لے گا وہ دونوں کو کرنا لازم ہوگا تو کام دینے والے کو ہر ایک سے مطالبہ پہونچتا ہے کام کا اور اسی طرح ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ کام دینے والے سے اُجرت طلب کرے اور جو کام دینے والا ایک کو اُجرت دیوے تو بری ہو جاویگا اور جو کمائی ہوئے وہ دونوں میں مشترک ہوگی اگرچہ کام ایک ہی کرتا ہو چوتھی قسم شرکت عقد کی شرکت وجوہ ہے اسکی صورت یہ ہے کہ دو شخص بدون مال کے شریک ہوں اس طرح کہ اپنے اعتبار سے مال خریدیں اور بیچیں یعنی لوگوں سے جان پہچان ہونے کی جہت سے مال بطور قرض خریدیں اور بیچیں اور نقد کچھ نہ لگاویں اور اصل قیمت حوالے مالک کے کر کے باقی جو کچھ بڑھے اُسکو بانٹ لیں اور اسمیں ہر ایک دوسرے کا وکیل اور کفیل ہوتا ہے اگر یہ بطور مفاوضہ ہو اور فقط وکیل ہوتا ہے اگر بطور عنان ہو پھر اگر نصفا نصفی کے اقرار سے مال خریدیں یا ایک تہائی ایک کو اور دو تہائی دوسرے کے لیے اسطرح پر لیں تو نفع بھی اسی طرح ہوگا اور زیادتی کی شرط باطل ہوگی اسلیئے کہ نفع غیر مضمون کا جائز نہیں یعنی اگر آپس میں اقرار کریں کہ مال آدھوں آدھ خرید کریں گے تو نفع بھی نصفا نصف ہوگا **فصل** شرکت نہیں جائز ہے لکڑیاں لانے اور گھانس جمع کرنے اور شکار کرنے میں تو جس نے جو کچھ کسب کیا ہو اُسی کا ہوگا اور جس چیز کو دونوں نے ساتھ کیا ہو تو وہ آدھی آدھی اُن کو ملے گی اور جو ایک نے حاصل کیا لیکن دوسرے نے مدد کی جیسے ایک نے گھانس کھودی اور دوسرے نے اکٹھا کی تو گھانس کھودنے والے کی ہوگی اور مدد کرنے والے کو اس قدر مزدوری واجبی ملیگی جتنا اُس نے کام کیا جس قدر اُجرت ہو اگرچہ اُجرت قیمت کے برابر یا زیادہ ہو امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس چیز کی آدھی قیمت سے زیادہ اُس کو مزدوری نہ دیں گے اور اسی طرح جائز نہیں شرکت پانی کھینچنے میں مثلاً ایک کا خچر تھا اور دوسرے کی پکھال اور پانی ایک نے کھینچا تو اُجرت سب کھینچنے والے کو ملیگی اور اُس پر کرایہ پکھال یا خچر کی اُجرت مثل لازم ہوگی **ف** یعنی سقا اگر خچر اُس کا تھا اور پکھال دوسرے کی تو پکھال کی اُجرت دینی ہوگی اور اگر پکھال اُسکی اور خچر دوسرے کا تھا تو خچر کی اُجرت اُس کو دینی ہوگی **ص** اور جس صورت میں کہ شرکت فاسد ہو جاوے تو نفع مال کی مقدار ہوگا مثلاً شرکت میں کچھ روپے ایک شریک نے زیادہ ٹھہرا لیے تو شرکت فاسد ہوگی اور نفع بقدر ملک کے ہوگا تو مال شرکت اگر آدھوں آدھ تھا تو نفع آدھا آدھا ملیگا اور شرط زیادہ کی باطل ہوگی اور شرکت دونوں شریکوں میں سے کسی کے مرجانے سے یا مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جانے سے جب قاضی حکم اسکے ملنے کا کر دے باطل ہو جاتی ہے اور چاہیئے کہ کوئی دونوں شریکوں میں سے دوسرے کے مال کی زکوٰۃ بدون اُسکی اجازت کے نہ دے پس اگر ہر ایک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوٰۃ دیدینے کی اجازت دیدی اور دونوں نے ایک ساتھ ادا[1] کی تو ہر ایک دوسرے کے حصے کا ضامن ہوگا اور جو ایک نے آگے اور دوسرے نے پیچھے دی تو پچھلے ہی کو اوّل شخص کے حصے کی زکوٰۃ کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ اول کے ادا سے واقف نہ ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک جب اوّل کی ادا سے واقف نہ ہوگا تو ضامن نہ ہوگا اور جو مفاوضت میں دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے کو صحبت کرنے کیلئے ایک لونڈی خریدنے کی اجازت دی اور اُس نے اس اجازت کے بموجب لونڈی خریدی اور مال مشترک میں سے اُسکی قیمت دی تو یہ لونڈی اُس خریدنے والے کی ہوگی بدون عوض کے یعنی نصف قیمت لونڈی کی اپنے شریک اجازت دینے والے کو نہ دینی پڑیگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دینی پڑیگی اور بائع لونڈی کی قیمت ہر شریک سے لے سکتا ہے

ص کتابُ الوقف

وقف کہتے ہیں اُس کو کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنی ملک میں روک رکھے اور اُس کا نفع خیرات کر دے جیسے عاریت میں ہوتا ہے **ف** اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور دلیل اُنکی یہ ہے کہ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب اُتری سورۂ نساء اور اُترے اُس میں فرائض کہ منع کیا آپنے حبس سے روایت کیا اس کو طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں اور روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے اور اسناد میں اسکی عبداللہ بن لہیعہ اور بھائی اُس کا دونوں ضعیف ہیں اور روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے موقوفاً حضرت علیؓ پر کہ کہا اُنھوں نے نہیں

[1] یعنی کل مال مشترک کی زکوٰۃ دونوں نے ادا کی ۱۲ عبدہ ۔ [2] اور دلیل دونوں کی ہدایہ اور اس کی شرح میں مذکور ہے ۱۲ عبدہ

[illegible]

حبس ہے فرائض سے اللہ تعالیٰ کے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی مال کہ روکا جاوے بعد موت مالک کے قسمت سے درمیان ورثہ کے
اور فرائض سے مراد حصے ہیں ورثہ کے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے شریح سے کہ کہا انھوں نے آئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بیچنے تھے
روکی ہوئی چیز کو اور نکالا اسکو بیہقیؒ نے اور تفصیل اسکی فتح القدیر میں ہے ص اور صاحبینؒ کے نزدیک وقف اُس کو کہتے ہیں کہ روک رکھنا کسی چیز
کا اللہ تعالیٰ کی ملک میں ف اور دلیل انکی روایت ہے حضرت عمرؓ کی کہ کہا واسطے اُن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ارادہ رکھتے
تھے وہ وقف کرنے کا ایک زمین کے کہ تصدق کر دے اُس کو نہ بیچی جاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ میراث ہووے روایت کیا اس کو امام محمدؒ نے
باسناد صحیح اور صحاح ستہ والوں نے ص اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے تو امام صاحبؒ کے مذہب کے موافق اگر کسی نے وقف کیا کسی چیز کو فقیروں پر یا
سقایہ مثل حوض وغیرہ کے یا مسافرخانہ واسطے مسافروں کے یا قافلہ اُترنے کا مکان بنایا یا اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا تو ملک وقف کرنیوالے کی اُس سے
نہ جاویگی اگرچہ اُسکو موقوف کیا ہو موت پر مثلاً کہے کہ اگر میں مرجاؤں تو وقف کیا اسکو صحیح قول میں ف اور ایک روایت میں امام سے ملک جاتی رہیگی
ص مگر یہ کہ حاکم اُسکی ملک جاتی رہنے کا حکم کر دے یا مسجد بناوے اور راستہ اُسکا جُدا کر دے اور لوگوں کو اُسمیں نماز پڑھنے کی اجازت دیدے اور ایک
شخص بھی اُسمیں نماز پڑھ لے تو ملک اُسکی جاتی رہیگی اگرچہ اُس مسجد کے تلے ایک تہ خانہ ہو جو مسجد کے اُمور کیواسطے بنایا گیا ہو اختلاف ہے اسمیں کہ
کسطرح مکان مسجد ہو جاتا ہے پس امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط یہ کہدینا کہ میں نے اُس کو مسجد بنایا کافی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ضرور ہے کہ
اُسمیں جماعت سے نماز پڑھی جاوے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نماز ایک شخص کی بھی کافی ہے اور جو مسجد بنا کر اُسکے نیچے تہ خانہ اور کاموں کیلیے بنایا یا
اپنے گھر کے اندر مسجد بنائی اور اسمیں اذن نماز کا دیا تو وہ ملک سے اُسکے نہ جاویگی ف تو بیچنا اُس کا درست ہوگا اور اُس سے ترکہ دوسرے وارثوں
کو پہونچے گا یعنی وقفی مسجد کے حکم میں نہ ہوگی ص اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک ملک وقف کرنیوالے کی فقط زبان سے کہنے سے کہ میں نے اُس کو
وقف کیا جاتی رہتی ہے اس لیے کہ تسلیم شرط نہیں واسطے لزوم وقف کے اُنکے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک جب جاتی ہے کہ اُسکو متولی کے
سپرد کرے اور وہ اُس پر قبضہ کرلے تو درست ہے وقف مشاع کا یعنی ایک تہائی یا نصف زمین کا بغیر تعین کے جبکہ وہ قسمت کی صالح ہو امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک اور فتویٰ اسی پر ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر وقف کیا مشاع کو ایسی چیز میں کہ وہ قابل قسمت کے نہ ہو تو جائز ہے
سب کے نزدیک مگر مسجد اور مقبرے میں جائز نہیں اور اگر واقف وقف کی پیداوار کو اپنی ذات کیواسطے کرلے یا وقف کی ولایت اپنی طرف کرلے
کہ متولی خود رہے تو درست ہے ف امام ابی یوسفؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک درست نہیں دلیل ابو یوسفؒ کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کھاتے تھے اپنے صدقے سے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی لیکن روایت کیا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کھلاتے تھے صدقہ فطر میں سے اپنے اہل کو موافق دستور کے اور بھی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو خرچ کرے مرد اپنی ذات اور
اہل اور اولاد اور خادمہ پر تو وہ صدقہ ہے واسطے اُس کے روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے مقدام بن معدی کرب سے اور روایت کیا اُسکو نسائیؒ نے
کہ جو کھلاوے تو اپنے نفس کو تو وہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور نکالا اُسکو حاکم اور دارقطنی اور طبرانی نے بہت سے طرق سے اور الفاظ مختلفہ سے لیکن
اگر وہ خیانت کرتا ہو تو موقوف کو اُسکے ہاتھ سے نکال لینا چاہیئے اگرچہ اُس نے شرط کرلی ہو کہ موقوف کو میرے ہاتھ سے نہ نکالیں کنز ص اور جو کسی نے
شرط کی زمین کے وقف کرتے وقت کہ جب چاہوں اس زمین کے بدلے اور کو وقف کر دوں تو جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس لئے کہ
بدل دینا وقف کا بدون شرط کے بھی جائز ہے جب زمین موقوف خراب ہو جاوے اور اس پر فتوی نہیں دیا جاویگا کیونکہ اسمیں بہت طرح کے
فساد ہوتے ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے ظالم حاکم اکثر مسلمانوں کے وقفوں کو اس حیلے سے باطل کر دیتے ہیں ف تو اب فتویٰ
امام محمدؒ کے قول پر چاہیئے کہ شرط باطل ہے اور وقف جائز ہے ص اور یہ بھی ضرور ہے کہ وقف کی صورت انجام کو ایسی کردے کہ وہ منقطع نہو جائے
بلکہ جاری رہے ف مثلاً اگر خاص لوگوں پر وقف کرے جن کا کسی زمانہ میں نہ ہونا ممکن ہو تو یہ کہدے کہ ان لوگوں کے نہ رہنے کے بعد وقف کے

فقیروں یا علماء کو اُس کا نفع پہونچے تاکہ ہمیشہ وقف جاری رہے ص اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بغیر اس کہنے کے وقف صحیح ہو جاویگا اور جب وہ لوگ جن پر وقف کیا ہے نہ ہوں تو فقیروں پر صرف کیا جاوے گا اور صحیح ہے وقف عقار کا ف یعنی غیر منقول کا جیسے زمین ص نہ منقول کا ف امام صاحبؒ کے نزدیک ص اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے وقف کرنا اُن اشیائے منقولہ کا جن کے وقف کرنیکا معمول ہو جیسے تبر اور پھاوڑا اور بسولا اور آرہ اور تابوت اور اُس کے کپڑے اور ہانڈی اور دیگچی اور مصحف اور اسی پر عمل ہے اکثر شہروں کے فقہاء کا ف وقف غیر منقول کا اسواسطے جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ نے وقف کیا اس کا جیسے حضرت عمرؓ نے ایک زمین کو اور زبیر بن عوام نے ایک گھر کو روایت کیا اس کو ابراہیم نے کتاب غریب الحدیث میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک زمین کو واسطے مسافروں کے روایت کیا اس کو بخاریؒ نے اور وقف منقول کا امام محمدؒ کے نزدیک اسواسطے جائز ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ خالد نے روک دیا اپنی زرہوں کو اور گھوڑوں کو خدا کی راہ میں روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے زیادہ کیا صاحب ہدایہؒ نے کہ روک رکھا طلحہ نے زرہوں کو اپنی اللہ کی راہ میں اور گھوڑوں کو ص اور جب وقف صحیح ہوا تو بعد اس کے کسی کی ملک میں نہ آویگا اور وہ جو بعض متاخرین نے جائز رکھا بیع وقف کو جب خراب ہو جاوے اور گرنے لگے واسطے عمارت کے باقی کے تو اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ وقف بعد صحت کے ملک کو قبول نہیں کرتا جس طرح حرقیت کو قبول نہیں کرتا اور مثل استبدال کے اسمیں بھی فساد مشاہدہ ہووے اور جائز ہے قسمت کر دینا مشاع کا بعد وقف کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو جس شخص نے ایک زمین مشترک کو وقف کیا تو نزدیک امام ابو یوسفؒ کے جائز ہے کہ اس کو بانٹ لے اپنے شریک کے ساتھ اور دوسرے شریک کے حصے سے اس کو جدا کرلے اور اگر اپنی ساری زمین میں سے آدھی کو وقف کیا تو قاضی اُس کو قسمت کردے وقف کے ساتھ اور نہیں جائز ہے قسمت وقف کی مصارف ک٥١ میں اور جو وقف کہ فقیروں پر ہو تو اُسکے محاصل کو اول اسکی مرمت ک٥٢ اور درستی میں صرف کریں گے گو واقف نے اس بات کی شرط نہ کی ہو اور اگر موقوف کوئی مکان ہو اور ایک شخص معین پر وقف کیا ہو اور کہا ہو کہ بعد اُس کے فقیروں کیلئے ہے تو اُسکی تعمیر اُس شخص کے ذمّہ ک٥٣ ہے اور اگر وہ مرمت نہ کرے یا مفلس ہو تو حاکم اس مکان کو کرایہ پر دیکر زر کرایہ سے اسکی تعمیر کرے اور بعد تعمیر کے پھر اُسی شخص کو دیدے اور اگر موقوف ٹوٹ جاوے تو اُسکی لکڑیاں چونا وغیرہ اُسی کی تعمیر میں لگایا جاوے اگر ضرورت ہو ورنہ اُس کو رکھ چھوڑیں وقت حاجت کے اُس کو صرف کریں اور جو وہ قابل صرف کرنے کے نہ ہو تو اُس کو بیچیں اور قیمت اُس کی موقوف کی تعمیر میں صرف کریں اور وقف کے مستحقوں کو تقسیم نہ کریں ک٥٤ فقط

کذا فی الدر المختار وغیرہ

خاتمۃ الطبع

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُفْضِلِ الْمُنْعِمِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ، مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ هُوَ لِلْاَنْبِیَآءِ الْاِمَامُ، وَلِلْاَوْلِیَآءِ الْمُقْتَدَامُ وَعَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ هُدَاةِ الْخَلْقِ اِلَی الْاِسْلَامِ، وَعَلٰی اَصْحَابِهِ الْعِظَامِ، دُعَاةِ النَّاسِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ، اما بعد نسخہ جلدین اولین نور الہدایہ ترجمہ اُردوے شرح وقایہ محشی بحواشی مفیدہ منقولہ از نسخہ مطبوعہ مطبع نظامی کہ تصحیح و تحشیہ مولانا الحاج الحافظ محمد عبد الغفار صاحب لکھنوی مرحوم چھپا تھا اب بار نہم بصحت تمام و حسن انتظام راجی رحمت ربہ العلی السمیع احقر العبید محمد شفیع عفا عنہ اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الخفی والرفیع ابن فخر التجار مشکور العالم بالمجد المدید جناب حاجی مولوی محمد سعید تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۸۵ شہر بماہ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ مطابق جنوری ۱۹۴۲ء مطبع مجیدی واقع کانپور میں حلیۂ طبع سے آراستہ ہو کر اہل بصیرت کو مرغوب و مطبوع ہوا۔

ك٥١ اگرچہ واقف نے اپنی اولاد پر وقف کیا ہو اسواسطے کہ مستحقین موقوف علیہم کا حق منافع موقوف میں ہے نہ اس کے عین میں ۱۲ عبدہٗ ك٥٢ اس قدر مرمت و عمارت کہ موقوف اپنی اصلی ہیئت وقت وقف پر قائم رہے جائز ہے اور اصل بنا پر زیادہ بنائے حاصل سے بدون اجازت مستحقین کے جائز نہیں اسلئے کہ یہ حق انکا ہے کذا فی الہدایہ ۱۲ ك٥٣ اسواسطے کہ قصد واقف کا یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ منافع موقوف کے مستحقوں کو پہونچا کریں اور بقائے شے موقوف پر موقوف ہے اور بقائے شے موقوف اسکی اصلاح و مرمت پر ہے کذا فی الہدایہ ۱۲ عبدہٗ ك٥٤ اس لئے کہ وہ جزوں میں موقوف کا ہے اور مستحقین کا حق عین اور جزو مل موقوف میں نہیں بلکہ فقط اسکے منافع میں ہے پس انکو وہ چیز جسمیں حق انکا نہیں نہ دیجاوے ۱۲ چلپی

فتاویٰ عزیزی

فتاویٰ رشیدیہ

سعید کمپنی
ایجوکیشنل پریس
پاکستان چوک کراچی

انوار القلوب
مولانا شاہ اشرف علی تھانوی
روحانی سرور حاصل ہوتا ہے

سعید کمپنی

تبلیغی نصاب

حضرت امام غزالیؒ
تبلیغ دین
حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ نے

نور الانوار
مع حاشیہ قمر الاقمار
آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت
خوبصورت اور رنگین ٹائٹل کے ساتھ

کمالات عزیزی

آنحضرتؐ کی سیرت مبارکہ پر گرانقدر تصنیف
مدارج النبوت کا اردو ترجمہ
مدارج النبوت
سعید کمپنی
ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی

اشرفی
بہشتی زیور
اکمل و مدلل
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
کا
سعید کمپنی

گلبانگِ حرم
زائر حرم
حمید صدیقی لکھنوی
کا
وجد آفریں نعتیہ مجموعۂ کلام
سعید کمپنی
ادب منزل،
پاکستان چوک
کراچی

روض الریاحین کا اردو ترجمہ
نزہت البساتین

اسی موضوع پر ایک اور گرانمایہ تصنیف
اسوۂ الصالحین یعنی تذکرۃ الکاملین
سعید کمپنی
ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی

لغت کی عظیم الشان کتاب

مِصباحُ اللّغات

عربی اردو

ساٹھ ہزار قدیم اور دو ہزار جدید
الفاظ کا حسین مجموعہ

ازمولانا ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی

طباعت فوٹو آفسٹ مجلد کاغذ گلیز

اردو میں بے نظیر تفسیر

تفسیرِ عزیزی

پارۂ عمّ

عمدۃ المفسرین فخر المحدثین

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح

طباعت فوٹو آفسٹ مجلد کاغذ گلیز

عِلم نحو کی شہرۂ آفاق کتاب

شرح جامی (مجیدی)

ازمولانا عبدالرحمٰن جامی رح

مع

حاشیۂ عصام کامل

اِضافات

حواشی جدیدہ مفیدہ ازمولانا عبدالعلی آسی مدراسی

ثمرات الحیٰوۃ فی طبقات النحاۃ، ازمولانا آسی مدراسی

تمرین الادب ازمولانا عبدالاول جونپوری

کشف القناع:۔ ازمولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی

التقریر المعقول، ازمولانا خادم احمد

تیسیر الوصول فی الحاصل والمحصول (فارسی)

ازمولانا احمد الحق عثمانی

ہندوستان کے مشہور دمایہ ناز مطبع مجیدی کانپور نے یہ خوشنما اور نادر نسخہ مع اضافات خصوصی بڑی محنت شاقہ اور صرفِ زرِ کثیر کے بعد تیار کرایا تھا، پاکستان میں پہلی بار اس کا عکسی فوٹو شائع کیا گیا ہے۔

ناشر:۔ ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک کراچی

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

از عنایت بے غایت پروردگار بعد نظر ثانی مصحح و محشی اول نسخۂ ہذا یعنی جناب مولانا الحافظ الحاج محمد عبد الغفار صاحب اللکھنوی رحمۃ اللہ العلی الولی کتاب فیض نصاب

جلد سوم نور الہدایۃ

ترجمہ

اردوی شرح وقایہ

باہتمام احقر حاجی محمد زکی نبیرہ حاجی محمد سعید صاحب غفرہ اللہ لہ طبع شد

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

(ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی)

فہرست جلد سوم نور الہدایہ ترجمہ اردو ی شرح وقایہ

صفحات | مضامین | صفحات | مضامین | صفحات | مضامین

تمت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

ص کتابُ البیع

بیع کہتے ہیں مال سے مال بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول سے دونوں ماضی کے صیغے ہوں ف جاننا چاہیئے کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی احمدؒ نے مسند میں اور بزار نے رفاعہ بن رافعؓ سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کھانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور سب خرید و فروخت جو بھلی ہووے صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت کی ابوداؤدؒ و ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہ سوداگروں کے تحقیق کہ خرید و فروخت میں لغو اور قسم ہوتی ہے تو ملادو اُس کو تم صدقے سے یعنی بیع میں اکثر بیکار باتیں اور جھوٹی قسمیں صادر ہوجاتی ہیں تو اس گناہ کے اُٹھانے کیلئے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال آنکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہو گیا اُس پر اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بیع جائز ہووے کیونکہ آدمی محتاج ہے کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کیلئے کھیت کا جوتنا پھر اُسمیں بیج بونا پھر اُس کا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اُسی کی ذات سے متعلق ہووے تو اس سے ہرگز نہ ہو سکے گا اور اسی طرح کپڑے میں روئی کے درخت بونا اور اس میں سے روئی نکالنا اور کاتنا اور بُننا یہ سب کام اس سے بذات خاص ممکن نہیں اسواسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت روائی کے لئے کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے کیونکہ اگر خرید نہ ہوتی تو یا تو دوسرے کی چیز کو زبردستی سے چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا صبر کرکے بیٹھ رہتا اور ہر طرح خرابی ہے کذا فی الفتح اور دونوں طرف مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز مال نہیں ہے مثلاً شخص آزاد یا آگ تو اس کی بیع جائز نہیں اور ایجاب کہتے ہیں اس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول جو اس کے جواب میں دوسرا کہے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا میں نے بیچا بعد اس کے مشتری نے کہا میں نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے مشتری نے کہا میں نے خریدا بعد اُس کے بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں لفظ ماضی کے صیغے ہوں یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کریں تو اگر مشتری نے صیغۂ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا تو اب بیع صحیح نہ ہوگی جب تک پھر مشتری نہ کہے خریدا فتح ص اور رضامندی کی قید بیع میں اسواسطے نہ لگائی کہ بیع مکرہ کی یعنی جس پر زبردستی کی جاوے مال بیچنے پر منعقد ہے ف اور اس کا بیان کتاب الاکراہ میں آوے گا ص اور بھی بیع جائز ہوجاتی ہے اس طرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اُٹھا کر دیدے اور مشتری دام اُس کے حوالے کرے اور زبان سے کچھ نہ کہیں اس کو بیع تعاطی کہتے ہیں اور جائز ہے یہ عمدہ نفیس چیزوں میں اور ذلیل چیزوں میں بھی اور کرخیؒ کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل چیزوں میں جائز ہے اور عمدہ نفیس چیزوں میں جائز نہیں ف ذلیل چیزیں ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھانس

وغیرہ اور نفیس بھاری قیمت کی چیزیں جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ ص اور بیع تعاطی میں شرط ہے کہ دونوں جانب سے ہووے اور بعضوں کے نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہووے تو بھی جائز ہے جیسے گیہوں کا نرخ کیا اور مشتری کے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ اس میں گیہوں رکھ کر لیجاوے بعد اس کے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہوں اٹھالے گیا ف تو اس میں تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی ص یا پوچھا کہ گیہوں کیونکر بیچتا ہے تو اس نے کہا ایک پیمانہ ایک درم کو اور وہ پانچ پیمانے نپوا کرلے گیا تو یہ بیع ہو گئی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہوں گے ف تو اس میں تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی میں بہرحال شرط ہے کہ کسی جانب سے نارضامندی نہ ظاہر ہووے مثلاً اگر مشتری نے روپے دیدیے اور خربوزے اٹھالے لیتا ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں اس قیمت پر نہ دوں گا تو بیع منعقد نہ ہوگی درمختار ص پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اس کو اسی مجلس میں ف یعنی مجلس ایجاب میں اسواسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے لکھا ہے کہ مجلس سے وہ مراد ہے جس میں وہ قبول اور فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہووے جو ایجاب کو فوت کردیوے اگرچہ لوازم کے واسطے نہ ہووے کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاویگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ بدلے ص یعنی کل مبیع کو ساتھ کل قیمت کے لیوے یا کل کو چھوڑ دے مگر جب کئی چیزیں ہوں اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا ہے تو ایجاب کرنے والا اگر پھر گیا یا کوئی اس مجلس سے کھڑا ہو گیا تو ایجاب باطل ہو جاویگا ف اسواسطے کہ کھڑا ہو جانا دلیل ہے نہ لینے کی ص اور جب ایجاب وقبول دونوں پائے گئے تو بیع لازم ہو گئی اب کسی کو اختیار نہیں مگر خیار عیب یا خیار رویت ف یعنی جب ایجاب وقبول اپنے شرائط کے ساتھ حاصل ہوا تو بیع لازم ہو گئی اب نہ لینے کا اختیار مشتری کو نہیں رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار نہ رہا سوائے اختیار عیب کے یا رویت کے کہ ان دونوں کا بیان آگے آوے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد ایجاب وقبول کے خیار مجلس ہر ایک کو رہتا ہے جب تک مجلس نہ بدلے دلیل شافعیؒ کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا بخاری ومسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خرید وفروخت کریں دو مرد تو ہر ایک اختیار رکھتے ہیں جب تک کہ جدا نہ ہوں اور تاویل کی اس کی ابراہیم نخعیؒ نے ساتھ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقدوں کو اور بیع بھی عقد ہے قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالیٰ کا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَایَعْتُمْ یعنی گواہ کرلو جب باہم بیع کرو تو اس آیت میں حکم ہوا مضبوطی بیع کا ساتھ گواہی کے اور بیع صادق آتی ہے بعد ایجاب وقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہوا اور بیع لازم نہ ہو تو ان آیتوں کا ابطال ہوتا ہے فتح دوسری دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ جابرؓ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اس کا ترمذیؒ نے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد بیع خیار مدام ثابت نہیں ہوتا ص اور دام اگر سامنے ہوں کہ مشتری اسکی طرف اشارہ کردیوے تو ضرورت بیان شمار اور وصف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو اسکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیئے ف یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہووے اور مشتری اشارہ کردے کہ میں ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہوں تو ضرورت بیان ان کے تعداد اور اوصاف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو ان کی تعداد کہ دس روپے اور اوصاف یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری مثلاً بیان کرنا ضرور ہے ص اور درست ہے نقد داموں بیچنا اور ادھار بیچنا بشرطیکہ ادھار کی مدت معلوم ہووے ف مثلاً کہہ دیوے کہ ایک ماہ میں اس کے روپے میں دوں گا اس واسطے کہ مدت اگر معلوم نہ ہوگی تو مشتری اور بائع میں جھگڑا ہوگا بائع دام جلدی طلب کرے گا اور مشتری دیر میں دے گا اور دلیل اس کے جواز کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالیٰ کا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا مطلق ہے اس میں یہ قید نہیں کہ دام نقد دیوے اور روایت کی بخاری ومسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کردی اس کے پاس زرہ اپنی ص اور اگر بیع میں دام کے اوصاف ذکر نہ کیے ف مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہیں یا دمشقی ص تو اگر اس دام کی سب قسمیں قیمت میں برابر ہیں تو جونسی قسم

له بائع پھر گیا اپنے ایجاب سے یا کوئی بائع و مشتری سے کھڑا ہو گیا اس مجلس سے ۱۲ سه اور اس دلیل پر یہ نقض ہوتا ہے کہ بعد ایجاب وقبول کے خیار عیب و خیار رویت تو بالاتفاق باقی رہتا ہے اور ابطال آیات مذکورہ اس سے نہیں ہوتا ہے بالاتفاق پس یہی حال ہے خیار مجلس کا فالجواب الجواب فافہم ۱۲ عبد سه یعنی مولانا حاجی حافظ محمد عبد الغفار صاحب لکھنوی مرحوم ۱۲ سه یعنی بعد بیع کے اگر خیار مجلس باقی رہتا تو اختیار دینے کی حاجت نہ ہوتی یہ دلیل اس وقت تمام ہوئی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد تفرق مجلس کے اختیار نہ دیا ہو و هو کما ترى فتأمل ۱۲ عبد سه اور بائع نے کہا بیچا ۱۲ سه یعنی بحر الرائق ۱۲ سه یعنی نہر الفائق ۱۲

چاہے دیدے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہے تو جس کا رواج زیادہ ہو وہ دینا پڑیگا اور اگر رواج میں برابر ہوں اور قیمت میں مختلف تو بیع فاسد ہو جاویگی اگر جو مقرر کر دے ایک قسم کو ف اسواسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہو گی بائع اُس قسم کا درہم مانگیگا جو قیمت میں زیادہ ہو اور مشتری کم قیمت کا دیگا ص اور جائز ہے بیع کھانے کی چیزوں کی جیسے گیہوں وغیرہ پیمانہ میں ناپ کر اور ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے ہو ف مثلاً غلہ عوض میں روپیے یا اشرفی یا پیسوں کے بیچے یا گیہوں بدلے میں چاول کے یا جو کے اور اگر ایک جنس سے ہو مثلاً گیہوں بدلے میں گیہوں کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ اسمیں احتمال ہے زیادتی کا اور زیادتی آسمیں بیاج ہے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے چاندی کے اور گیہوں بدلے گیہوں کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر اس ہاتھ دے اور اُس ہاتھ لے اور خلاف جنس میں اس کا احتمال نہیں کیونکہ اُسی حدیث عبادہ میں ہے کہ جب قسمیں بدل جاویں تو جس طرح چاہو بیچو مگر دست بدست ص اور ایک برتن خاص یا معین باٹ سے ناپ تول کر بیچنا درست ہے اگرچہ اُس کا اندازہ معلوم نہووے اور اگر اناج کا ڈھیر صاع پیچھے ایک درہم ٹھہرا کر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہو گی کُل ڈھیر کی نہو گی مگر جب جتنے صاع ہیں سب کا ذکر کر دیوے مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے یہ ڈھیر اناج کا کہ دس صاع ہے ہر صاع بدلے میں ایک درہم کے ف اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں کُل ڈھیر میں بیع جائز ہو جائیگی اور صاع ایک پیمانے کا نام ہے جسمیں قریب پونے چار سیر اناج کے سماتا ہے اسّی روپیہ کے سیر سے ص اور اگر بکریوں کا گلہ یا کپڑے کا تھان ہر بکری یا گز پیچھے درہم ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہو گی ف یعنی ایک بکری اور ایک گز کی بھی صحیح نہ ہو گی اسواسطے کہ یہاں افراد بکری کے مختلف ہیں کیونکہ مشتری موٹی بکری لے گا اور بائع دُبلی دیگا بخلاف اناج کے کہ وہاں سب دانے برابر ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اسمیں بھی جائز ہے اور یہ مسئلہ اُس کپڑے میں ہے جسمیں ایک گز جدا کرنا موجب نقصان کا ہووے اور جو نہ ہووے تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جائز ہو گی منتخ ص اور یہی حکم ہے ہر معدود متفاوت میں ف یعنی جو چیزیں شمار کر کے بیچی جاتی ہیں اور افراد اُن کے بڑائی چھوٹائی میں مختلف ہیں جیسے خربزہ انار وغیرہ ص اور اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہہ کر کہ سّو صاع ہیں سّو درہم کے اور وہ ننانوے نکلے تو مشتری چاہے ننانوے درہم دیکر لے یا راضی نہ ہو تو واپس کر دے اور جو سّو سے زیادہ نکلیں تو وہ بائع کا ہے اسواسطے کہ اُس نے صرف سّو صاع بیچے تھے اور اگر ایک کپڑے کے تھان کو اسطرح بیچا ف یعنی مثلاً کہا کہ یہ دسؔ گز ہے دسؔ روپے کا ص اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان دسؔ روپے کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہے اور بائع کو اختیار نہیں کہ چاہے دے اور چاہے نہ دے ف اور مشتری کو یہ نہیں پہونچتا کہ نو کو لے لیوے اور دلیل اُسکی اصل کتاب میں مذکور ہے ص اور اگر تھان کی قیمت میں بائع نے یوں کہدیا کہ یہ دسؔ گز ہے دسؔ روپے کو فی گز ایک روپیہ کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہونچتا ہے کہ حصے رسد داموں سے لے لیوے یا واپس کر دیوے اور ایسا ہی ہے اگر زیادہ نکلا ف مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپے کو لے سکتا ہے اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو لے سکتا ہے اور دونوں صورتوں میں مشتری کو اختیار ہے فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دسؔ گز تو اس کا حکم آگے آتا ہے ص اور ایک گھر سو گز کا ہے اُس میں سے دسؔ گز زمین بیچی جس کی جگہ معلوم نہ ہووے تو بیع فاسد ہے اور اگر مکان کے سّو حصے ہوں اُسمیں سے دسؔ حصے بیچے تو جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں درست ہے ف اور دلیل سب کی ہدایہ میں مسطور ہے ص اور اگر ایک گٹھڑی اس شرط پر بیچی کہ اسمیں دسؔ تھان ہیں اور اُسمیں کم زیادہ نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اور اسی صورت میں اگر ہر ہر تھان کے دام کہدے تو جب دسؔ سے کم نکلیں بیع صحیح ہو گی اور مشتری کو اختیار ہے چاہے حصہ رسد دام دے کر لے لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دسؔ سے زیادہ نکلیں تو بیع فاسد ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں معلوم نہیں کہ دسؔ تھان جو بکے ہیں کون سے ہیں اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دسؔ گز ہے ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دسؔ گز نکلا تو مشتری دسؔ درہم کو لے لیوے بغیر اختیار کے ف یعنی اُسکو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ اس زیادتی میں مشتری کا نفع ہے کچھ نقصان نہیں ص اور اگر ساڑھے نو گز نکلا تو نو روپے کو لے لیوے اگر چاہے اور چاہے کُل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مشتری چاہے

تو اوّل صورت میں گیارہ روپے کو لے لیوے اور دوسری صورت میں دس کو اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اوّل صورت میں ساڑھے دس روپے کو اور دوسری صورت میں ساڑھے نو کو لے لیوے **ف** درمختار میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے لیکن بہت سے علمانے بلحاظ عرف کے قول امام محمدؒ کا اختیار کیا ہے اسواسطے قاضی کو اختیار ہے جس روایت پر فتویٰ دے ہو سکتا ہے **ص** اور صحیح ہے بیچنا گیہوں کا بالی میں **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک قول میں ناجائز ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے گیہوں کے بالی میں یہاں تک کہ سفید ہو جاوے اور محفوظ ہو جاوے آفت سے روایت کیا اس کو جماعت نے سوائے بخاریؒ کے **ص** اور اسی طرح باقلے اور چانول اور تل کا چھلکوں میں اور اسی طرح اخروٹ اور بادام اور پستے کا پہلے چھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور دوسرے چھلکوں میں یعنی اندر کے پوست میں بالاتفاق جائز ہے اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کارآمد ہو گیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو درست ہے اور مشتری پر اُسی وقت اُس کا توڑ لینا واجب ہے **ف** اور دلیل اس کی فتح القدیر میں مذکور ہے **ص** اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی کہ میں ان پھلوں کو درخت پر رہنے دوں گا تو بیع فاسد ہو گی جیسے پھل درخت پر بیچے اور کچھ رطل بیع سے نکال لیے **ف** مثلاً یہ کہا کہ میں پھل اس درخت کے بیچتا ہوں مگر چار سیر ان میں سے لے لوں گا ان کو نہ بیچوں گا تو یہ بیع ناجائز ہے اور ہدایہ اور درمختار میں ہے کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ حدیث جابرؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں کچھ نکال لینے سے مگر یہ کہ معلوم ہووے یعنی معین کر دے کہ اس میں سے اس قدر نہیں بیچوں گا روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے **ص** اور بیع میں مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اسباب کی بائع پر ہے اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہے **ف** اور ایک روایت میں روپیہ پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہے لیکن صحیح اول ہے **خلاصہ** **ص** اور اگر اسباب کو بدلے روپے اشرفی کے خریدا تو پہلے مشتری کو حکم ہو گا کہ قیمت حوالے کرے بعد اُس کے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے میں اسباب کے یا روپے اشرفی کو بدلے میں روپے اشرفی کے خریدا تو دونوں کو حکم ہو گا کہ معاً ایکدوسرے کو دیویں

ص بابُ الخیار

ف یعنی جاکڑ بیچنے کے بیان میں خواہ بائع کو اختیار ہو یا مشتری کو یا دونوں کو **ص** بائع اور مشتری دونوں کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہے اور اس سے زیادہ کا درست نہیں **ف** اور صاحبینؒ نزدیک جائز ہے ایک مدت معلومہ تک برابر ہے کہ تین دن کی ہووے خواہ ایک مہینے کی یا ایک برس کی اور اس خیار کو خیار الشرط کہتے ہیں دلیل امام صاحبؒ کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا دارقطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاریؓ دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت میں تو فرمایا واسطے اُن کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہیں فریب ہے اور مجھے اختیار ہے تین دن تک اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابان بن ابی عیاش سے اُنھوں نے انسؓ سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہے لیکن اُبان بن ابی عیاش ضعیف ہے مگر مرد صالح ہے اور روایت کی دارقطنیؒ نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہے اور اس کی اسناد میں احمد بن میسرہ متروک الحدیث ہے اور صاحبینؒ کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ ابن عمرؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث میں نشان نہیں ملتا **ص** تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحبؒ اور زفرؒ کے نزدیک بیع فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے پھر اگر تین دن کے اندر اُنھوں نے اجازت دیدی **ف** یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا **ص** تو امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہ ہو گی **ف** اور فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے **ص** اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن دام نہ دونگا تو بیع نہ ہو گی تو یہ شرط جائز ہے اور چار دن کی اگر قید لگادے گا تو درست نہ ہو گی نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک درست ہو گی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا

ابان بن ابی عیاش

محمد بن میسرہ

کردے توسب کے نزدیک بیع درست ہوجاویگی مسئلہ بائع کا اختیار شے مبیع کو ملک بائع سے نہیں نکالتا بلکہ وہ شے مدت خیار تک بائع کی ملک میں رہتی ہے تو اگر بائع کے اختیار کی صورت میں وہ شے مشتری کے پاس تلف ہوگئی تو مشتری پر قیمت اُس شے کی لازم آویگی نہ ثمن ف ثمن اُس کو کہتے ہیں جو درمیان بائع اور مشتری کے ٹھہری ہو اور قیمت جو اُس کا نرخ بازار ہووے مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپے کو خریدا تو چار روپے ثمن ہوئے اب بازار میں اُسکی قیمت تین حال سے خالی نہیں یا چار روپے ہیں یا کم و بیش اول صورت میں ثمن اور قیمت مقدار میں مساوی ہیں اور دوسری صورت میں ثمن زیادہ اور قیمت کم ہے اور تیسری صورت میں ثمن کم اور قیمت زیادہ ہے تو اس مسئلہ کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار رکھا کہ اس عرصے میں چاہوں تو کپڑا پھیر لوں یا اس کی ثمن لے لوں اور عمرو وہ کپڑا لیکر چلا گیا بعد اُسکے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا عمرو کے پاس تلف ہوگیا تو عمرو پر چار روپیہ ثمن کے لازم نہ آویں گے بلکہ جو کچھ اُس کپڑے کی قیمت از روئے نرخ بازار ہووے وہ دینا پڑیگی اس لئے کہ جب بائع نے خیار رکھا تو وہ کپڑا اسی کی ملک میں رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہیں اور مشتری اُس کو بقصد خریداری لے گیا ہے اور اُسمیں قیمت لازم آتی ہے ص اور مشتری کو اگر خیار ہووے تو وہ شے بائع کی ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مدت کے اندر مشتری کی بھی ملک میں نہیں آتی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں آجاتی ہے اس صورت میں اگر وہ شے مشتری کے پاس تلف ہوگئی یا عیب دار ہوگئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی ف تو حاصل کلام یہ ہے کہ اگر بائع کو اختیار ہووے اور وہ شے مشتری کے پاس تلف ہوجاوے تو اُس کو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار ہووے اور وہ شے اُس کے پاس تلف یا عیب دار ہوجاوے تو ثمن دینی پڑیگی ص اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اُس کے مالک سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح نہیں فاسد ہوگا مدت خیار میں اسواسطے کہ اُنکے نزدیک جب مشتری کو خیار ہووے تو وہ شے ملک میں مشتری کے نہیں آتی اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ اُس لونڈی کا مالک ہوگیا اور اگر بعد خریدنے کے مدت خیار میں خاوند نے اُس سے وطی کی اور وہ لونڈی ثیبہ ہے تب بھی پھیر سکتا ہے اور اگر بکر ہے تو نہیں پھیر سکتا ہے نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت میں نہیں پھیر سکتا ف اور وجہ اُسکی ظاہر ہے اور آگے آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہیں وہ سب مبنی ہیں اسی بات پر کہ خیار مشتری میں امام صاحبؒ کے نزدیک وہ شے ملک مشتری میں نہیں آتی اور صاحبینؒ کے نزدیک ملک میں مشتری کے آجاتی ہے ص اگر مشتری نے ایک غلام بشرط حیات خریدا اور وہ اُس کا قریب نکلا ف یعنی ذو رحم محرم جس کا بیان کتاب العتاق میں ہوچکا ص تو امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہوجاویگا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہوجاویگا ف اگر یہ قسم کھائی تھی کہ میں کسی غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہے تو بمجرد خریدنے کے آزاد ہوجاویگا سب کے نزدیک ہدایہ ص اور جس لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار میں جو حیض اُسکو آویگا وہ استبرا میں شمار نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اُس کو بائع پر رد کردیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہوگا اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اُس کے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار میں وہ جنی بید بائع میں تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہ اُم ولد نہ ہوگی تو اُسکو پھیر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کی اُم ولد ہوجائیگی تو اب نہیں پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری نے ایک شے کو بشرط خیار خریدا اور اُس پر قبضہ کیا اذن بائع سے بعد قبضے کے پھر وہی شے بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع کے پاس تلف ہوگئی مدت خیار میں تو امام صاحبؒ کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگا واسطے رفع ہونے قبضے کے بسبب رد کے اور بجہت نہ ہونے ملک کے اور مشتری پر اُسکی ثمن لازم نہ آویگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اُس پر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد ماذون نے ف یعنی جس کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہووے ص ایک شے بشرط خیار خریدی بعد اُس کے بائع نے ثمن اُس کو معاف کردیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک خیار اُس کا باقی ہے یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دے اور صاحبینؒ کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور اگر ایک ذمی نے ایک ذمی سے شراب خریدی شرط

خیار پر بعد اُس کے خریدار مسلمان ہوگیا تو صاحبینؒ کے نزدیک خیار اُس کا باطل ہوگیا یعنی اب اُس کو پھیر نہیں سکتا ورنہ لازم آویگا تملیک خمر اور مسلم نہیں مالک ہوتا تملیک خمر کا اور امام صاحبؒ کے نزدیک باطل ہوویگی بیع اس لئے کہ اگر بیع باقی رہے تو درصورت اسقاط خیار مالک ہوگا خمر کا مشتری مسلم اور مالک ہونا خمر کا مسلم کو جائز نہیں پس یہ آٹھ مسئلے ثمرات اختلاف کے ہیں آور جس شخص کو اختیار رہے وہ جائز اور تمام کرسکتا ہے معاملے کو اگرچہ طرف ثانی اُس وقت حاضر نہ ہووے اور فسخ نہیں کرسکتا جب تک طرف ثانی نہ حاضر ہووے اور امام ابی یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک فسخ بھی کرسکتا ہے بے اُس کے حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اُس نے فسخ کیا پیٹھ پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار میں طرف ثانی کو خبر فسخ کی پہونچی تو معاملہ فسخ ہوجاویگا اور اگر مدت خیار میں اُس کو خبر فسخ کی نہیں پہونچی تو معاملہ تمام ہوجاویگا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہووے اور وہ مرجاوے تو اُسکے وارث کو بھی خیار رہے گا اور اگر اُس کو خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ تھا اور وہ مرگیا تو اُس کے وارث کو نہ ہوگا ف خیار الشرط تو معلوم ہوا اور خیار الرؤیۃ اُسے کہتے ہیں کہ بن دیکھے چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے پھیر دینے کا اور خیار العیب یہ ہے کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع میں کوئی عیب نکلا تو اس میں بھی پھیرنے کا اختیار ہوتا ہے اور خیار التعیین یہ کہ مثلاً دو غلاموں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جو پسند آویگا ہزار کو لے لیویگا اور پھر وہ شخص مرگیا تو اُس کے وارث کو بھی اختیار معین کرکے لے لینے کا باقی رہیگا ص اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے ف مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کرلے گا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہ ہوگی ص تو درست ہے اور اس صورت میں جو بیع[1] کو جائز یا فسخ کرے گا درست ہوگا اور اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر دونوں کی باتیں ساتھ ہوویں تو بیع فسخ ہوجاویگی اور اگر دو غلاموں کو ساتھ بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھے اختیار ہے تو اگر ہر ایک کی قیمت جُداگانہ بیان کردی ہے اور جس غلام میں اختیار ہے اُس کو معین کردیا تو بیع جائز ہے ورنہ فاسد ہے ف مثلاً قیمت جُداگانہ نہ بیان کی اور محل خیار معین نہ کیا یا قیمت جُداگانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نہ کیا یا محل خیار معین کیا لیکن قیمت جُداگانہ بیان نہیں کی ص اور اگر دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جس کو چاہے گا معین کرلے گا تین دن کے عرصہ میں صحیح ہے اور جو شرط معین کرنے کی نہیں کی تو جائز نہیں اور جو ایک کو چار کپڑوں میں سے اسی شرط پر خریدا تو جائز نہیں ف یعنی اگر چار کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ تین دن میں ایک پسند کرکے لے لوں گا تو جائز[2] نہیں کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس استحساناً جائز ہوئی ہے بنظر حاجت کے طرف دفع غبن کے اور تین کپڑوں سے حاجت مندفع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ غالباً ایک عمدہ ہوگا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہیں ہدایہ ص اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار بعد اس کے مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اُس گھر کے بکا اور اُس نے[3] شفعہ کی راہ سے اُس کو لیا تو دوسرے گھر کا لینا بطریق شفعہ رضامندی شمار کیجاویگی پہلے گھر کی خرید میں ف اسواسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نہ کرتا تو دوسرے گھر میں شفعہ کا دعویٰ کب ہوسکتا ہے ص اور اگر دو شخصوں نے مل کر ایک چیز مول لی بشرط خیار اور ایک اُن میں سے راضی ہوگیا تو دوسرا بھی واپس نہیں کرسکتا یعنی اُس کا بھی اختیار جاتا رہا اس لئے کہ جو وہ پھیرے گا تو مبیع عیب دار ہوجاویگی یہ عیب شرکت اور اس میں ضرر بائع کا ہے اور اسی طرح خیار العیب اور خیار الرؤیۃ میں ف یعنی دو شخصوں نے مل کر خریدا بعد اُس کے عیب نکلا ایک راضی ہوگیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہے پھیر نہیں سکتا یا بن دیکھے دونوں نے خریدا بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو دوسرا جو ناراض ہے نہیں پھیر سکتا اور صاحبینؒ کے نزدیک سب صورتوں میں جو ناراض ہے رد بیع کرسکتا ہے ص اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ نان پز ہے یا نویسندہ ہے اور اُس کے خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن سے لے لیوے یا پھیر دیوے اس لئے کہ یہ اُمور اوصاف ہیں ان کے عوض میں ثمن میں نقصان نہ ہوگا +

ص فصل خیار رویت کے بیان میں

ف یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان میں ص جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اُس کا خرید لینا درست ہے اور جب اُس کو دیکھے تو اختیار رہے چاہے اُسی داموں کو خرید لیوے یا واپس کردیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہوچکا اُس کیلئے حق فسخ ہے ف اور اُس کی کوئی مدت مقرر نہیں تو جائز ہے

بیان خیار التعیین

[1] یعنی مشتری یا وہ مختار ۱۲
[2] عدم تعیین مبیع ۱۲
[3] مشتری ۱۲

واسطے اُس کے فسخ بیع تمام عمر تک ص جبتک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی فعل ایسا نہ کرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر ف اور بعضوں کے نزدیک موقت ہے بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھ کے قادر ہو فسخ پر اور فسخ نہ کرے تو خیار ساقط ہو جاتا ہے لیکن صحیح اول ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ خرید صحیح نہیں ہے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا دار قطنیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز کو کہ نہ دیکھا ہو اُس کو تو واسطے اُس کے اختیار ہے جب دیکھے اور اسناد میں اسکی عمر بن ابراہیم کُردی ہے نسبت کیا گیا ہے طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا امام ابو حنیفہؒ نے ہیثمؒ سے اُنھوں نے محمد بن سیرین سے اُنھوں نے ابو ہریرہؓ سے مثل اُس کے اور بھی مؤید ہے اُسکی وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور بیہقیؒ نے مکحولؒ سے مرسلاً کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جس کو نہیں دیکھا تو اُس کو اختیار ہے جب دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل حجت ہے اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ص اور اگر مشتری نے معاملہ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری ہو جاویگا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دیگا تو جائز نہ ہوگی اور جس شخص نے بیچا اپنی شے کو بغیر دیکھے ہوئے تو اُس کو اختیار نہیں ہے ف اور پہلے امام صاحبؒ کے نزدیک بایع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اُس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی طحاویؒ نے پھر بیہقیؒ نے علقمہ بن ابی وقاصؓ سے کہ طلحہؓ نے کچھ مال خریدا حضرت عثمانؓ سے تو کہا گیا اُن سے کہ نقصان پایا تم نے اسمیں کہا حضرت عثمانؓ نے کہ مجھ کو اختیار ہے اس واسطے کہ میں نے بیچا ایسی چیز کو جس کو نہیں دیکھا تو حکم بنایا اُن دونوں نے جبیر بن مطعمؓ کو تو فیصلہ کیا اُنھوں نے اس بات پر کہ اختیار طلحہؓ کو ہے اور نہیں اختیار ہے حضرت عثمانؓ کو ص اور خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط دونوں باطل ہو جاتے ہیں جب شے مبیع میں مشتری کے پاس آنکر کچھ عیب ہو جاوے یا مشتری اُس شے میں ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہ ہووے جیسے غلام کو آزاد کر دیوے یا مدبر کر دیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اُس سے متعلق ہو جاوے جیسے بدون خیار کے اُس کو بیچ ڈالے یا گرو رکھدے یا کرائے میں دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہوں یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح خیار الشرط اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہ ہو جاوے جیسے بشرط خیار اُس کو بیچے ف کیونکہ بیع بشرط خیار میں وہ شے ملک بائع سے نہیں نکلتی ص یا بازار میں اُس کا نرخ کرادے یا کسی کو ہبہ کردے بدون تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہوں گے تب خیار باطل نہ ہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہو جاویگا اور غلہ کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے مُنھ کو اور جانور کے مُنھ اور پٹھے کو اور تہ کیے ہوئے کپڑے کے اُوپر کی تہ کو اگر اُس میں نقش و نگار نہ ہو دیکھ لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہو جاویگا اور اگر اُس کپڑے میں نقش و نگار ہے تو جس جگہ نقش ہے اُس کا بھی دیکھنا ضرور ہے بغیر اُس کے دیکھے خیار ساقط نہ ہوگا ف اور درمختار میں ہے کہ ہر کپڑے کو اندر سے دیکھنا کھول کر ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ کتب معتبرہ میں ہے ص مشتری نے اگر کسی کو مول لینے کیلیے یا مبیع پر قبضہ کرنے کیلیے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہو جاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے ف یعنی اگر مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پہنچادے قبضہ کرنیکا یا تسلیم کرنیکا بائع سے اور اُس نے پیام پہنچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا اُس کا خیار کو ساقط نہ کریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شے خریدنے کیواسطے وکیل کیا تھا تو اُس کے دیکھنے سے خیار ساقط ہو جاویگا اور ہدایہ میں ہے کہ اس پر اجماع ہے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا البتہ وکیل بالقبض میں اختلاف ہے اور غایۃ الاوطار میں جو اختلاف وکیل خرید میں اور اتفاق وکیل بالقبض میں لکھا ہے بالکل سہو ہے ص اور اس زمانے میں داخل دار یعنی گھر کا دیکھنا اندر سے ضرور ہے کیونکہ زمانہ سابق میں جب دیواریں گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھ لیتا تھا کافی ہوتا تھا اسواسطے کہ گھر اور باغ اُن کے یکساں تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا ف اور امام زفرؒ کے نزدیک فقط صحن دیکھنا بھی کافی نہیں بلکہ اُسکے دالان کوٹھریاں کمرے بھی دیکھے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اس زمانے میں اور اسی طرح حکم ہے باغ کا درمختار ص اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہے اور جب خریدے تو اُس کو اختیار رہیگا اور اگر اُس کو ٹٹول لیگا یا سونگھ لیگا یا چکھ لیگا تو خیار ساقط ہوگا اُن چیزوں میں جو ٹٹولنے سونگھنے یا چکھنے سے اُنکا حال معلوم ہو جاتا ہے ف جیسے بکری عطر حلوا ص اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اُسکا خیار ساقط نہ ہوگا جبتک کہ اُس کے اوصاف بیان نہ کیے جاویں اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر ایسی جگہ میں کھڑا ہو جاوے کہ درصورت بینائی اُس کو دیکھ لیتا تو خیار اُس کا ساقط ہوگا ف جب

یہ بھی کہدے کہ میں راضی ہوگیا اور کہا حسن بن زیاد نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کردیوے اور وہ دیکھ لیوے اور یہ مشابہ زیادہ ہے قول امام صاحب رح کے کیونکہ اُنکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ مُوکل کے ہے ہدایہ ص اگر دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھ کے دونوں کو ساتھ خرید کیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونوں کو پھیر سکتا ہے نہ ایک کو جس کو نہیں دیکھا تھا اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اُس کا حال بدل گیا ہے تو اُسکو اختیار رہوگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہے اور بائع کہے کہ نہیں بدلا ہے تو قول بائع کا معتبر ہے قسم سے اور اگر دیکھنے میں اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تو نے دیکھ کے خریدا ہے اور مشتری کہے کہ میں نے بن دیکھے خریدا ہے تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہے اور اگر ایک گٹھری تھانوں کی مول لی اور اُنمیں سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسی کو ہبہ کر کے اُسکے حوالے کردیا تو خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط ساقط ہوگیا البتہ اگر اسمیں عیب نکلے تو جو باقی رہا ہے اُسکو پھیر سکتا ہے ف ہدایہ میں اور اصل کتاب میں اسکی یہی وجہ لکھی ہے کہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مانع ہیں تمامی صفقہ[1] کے بخلاف خیار العیب اور بعض مبیع پھیرنے میں تفریق صفقہ ہوتی ہے قبل تمام صفقہ کے اور تفریق صفقہ جائز ہے بعد تمام صفقہ کے نہ قبل اس کے اور خیار عیب منع کرتی ہے تمامی صفقہ کو قبل قبض کے نہ بعد قبض کے پس صورت مذکورہ میں بسبب خیار عیب کے اگر بعض مبیع کو پھیرے گا تو تفریق صفقہ بعد تمام صفقہ ہوگی نہ قبل تمام صفقہ اور دلیل اس کی شرح وقایہ میں مسطور ہے اور یہی ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر وہ تھان پھر مشتری کے پاس لوٹ آیا مثلاً بیع فسخ ہوگئی یا ہبہ مردود ہوگیا تو خیار الرؤیۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ بعد سقوط کے پھر عود نہ کریگا مثل خیار الشرط کے اور اُسی پر اعتماد کیا قدوری رح نے اور درمختار میں ہے کہ صحیح کہا اُس کو قاضی خاں نے اور اگر کوئی چیز خریدے بدون دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہیں طلب کرسکتا ہے اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کیواسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اُس عوض کا جو اُسکو حاصل ہوگا درمختار طحطاوی

ص فصل خیار عیب کے بیان میں

ف یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جو اختیار ہوتا ہے اُس کے بیان میں ص مشتری اگر مبیع میں ایسا عیب پاوے جس سے اُسکی قیمت تاجروں کے نزدیک کم ہوجاتی ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے داموں سے لے لیوے ف اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہے جو روایت کی بخاری نے تعلیقاً عداء بن خالد سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہیں عیب ہے اُس میں اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت ابن شاہین میں ہے بَیْعُ الْمُسْلِمِ بِالْمُسْلِمِ مَا كَانَ سَلِيمًا یعنی بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہ ہے جو سالم ہو عیب سے اور سُنن ابی داؤد میں ہے حضرت عائشہ رض سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور وہ اُس کے پاس رہا پھر اُسمیں عیب پایا تو پھروا دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکو بائع پر ص اور مشتری کو یہ نہیں پہنچتا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب سے جو اُسکا نقصان ہوا ہے بائع سے پھیر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اور بچھونے پر مُوت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی کا چھٹپنے میں جب عقل رکھتے ہوں عیب ہے اور جب عقل نہ رکھتے ہوں تو عیب نہیں اور بڑے پن[2] میں دوسرا عیب ہے ف حاصل اُسکا یہ ہے کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہے وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اُسکو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاویگا تو اُس صورت میں خیار نہیں مثلاً ص بائع کے پاس چھوٹے پن میں چرایا اور وہ عقل رکھتا ہے اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن میں تو ایک ہی عیب گنا جاویگا ف اسواسطے کہ سبب چوری کا دونوں جگہ ایک ہے وہ بے پروائی جو عہد طفولیت میں ہوتی ہے ص اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن میں کی تو یہ دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت میں مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہ ہوگا ف اسواسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب بے پروائی ہے اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہے ص اور عاقل ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نہایت صغیر سن ہووے کہ عقل نہ رکھتا ہو تو اُسکی چوری عیب نہیں ہے ف اور اسی طرح بھاگنا اُس کا شمار میں نہیں بلکہ وہ گمراہ ہے ہدایہ ص اور جنون خواہ چھوٹے پن میں ہووے یا بڑے پن میں ہر طرح ایک عیب ہے تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس آکر خواہ چھوٹے پن میں مجنون ہوا یا بڑے پن میں ہر صورت میں اُسکو اختیار واپسی کا ہے اور مُنھ اور بغل

[1] صفقہ ہاتھ پر ہاتھ مارنے کو کہتے ہیں اور اب مراد اس سے ایک مرتبہ کا ایجاب وقبول ہے ۱۲ منہ رح [2] کہ اس میں تفریق صفقہ لازم آتی ہے ۱۲ [3] یعنی سن بلوغ ۱۲

کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی میں عیب ہے غلام میں نہیں **ف** اسواسطے کہ لونڈی سے صحبت اور طلب ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتیں اُس میں مخل ہیں برخلاف غلام کے کہ خدمت میں یہ باتیں قادح نہیں اِلّا درصورتیکہ غلام کو عادت زنا کی ہووے کیونکہ اس صورت میں خدمت میں حرج ہوگا ہدایہ **ص** اور کافر ہونا دونوں میں عیب ہے **ف** اسواسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہے کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اُسکی آزادی کفارہ قتل میں صحیح نہیں ہے تو اگر خریدا اس شرط پر کہ وہ کافر ہے اور مسلمان نکلا تو رد نہ کریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رد کرسکتا ہے ہدایہ **ص** اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہے **ف** سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہے بلوغ کی نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے عورت میں اور ان دونوں کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دی جاویگی جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہووے یا بعد قبض کے ہدایہ **ص** اور سترہ برس سے کم سن کو عیب نہیں **ف** کیونکہ ابھی احتمال ہے بالغہ نہ ہونے کا **ص** اگر مشتری کے پاس آنکر ایک اور عیب ہوگیا تو جو عیب بائع کے پاس سے تھا اُس کے موافق نقصان کے دام پھیر لیوے اور بیع کو رد نہیں کرسکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر مثلاً ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور اُسکو قطع کیا بعد اُس کے اُس میں عیب معلوم ہوا تو جس قدر عیب سے نقصان ہے اُس کے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہیں پھیر سکتا مگر جب بائع راضی ہوجاوے اُس قطع کیے ہوئے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اُس کپڑے کو بعد قطع بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض بائع سے نہیں لے سکتا اِس لئے کہ بائع کو اختیار تھا کہ مبیع عیب دار لے لیتا اور نقصان عیب نہ دیتا پس اب بیع سے مشتری حابس مبیع کا ہوگا تو وہ نقصان نہیں لے سکتا اور اگر قطع کر کے اُس کو سی لیا یا سُرخ رنگا **ف** اور اگر سیاہ رنگیگا تو بائع اگر راضی ہوجاویگا تو پھیر سکتا ہے **ص** یا ستو خرید کے اُس کو گھی میں ملایا بعد اُس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو مشتری پھیر نہیں سکتا **ف** اگرچہ بائع راضی ہوجاوے پھیر لینے پر کیونکہ اسمیں زیادتی ملک مشتری ہوگئی ہے اور وہ جدا نہیں ہوسکتی **ص** اور اگر بعد عیب معلوم ہونے کے ان چیزوں کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ اس صورت میں مشتری حابس مبیع نہیں ہوا کیونکہ قبل بیع کے بھی بائع اُس کو نہیں لے سکتا تھا پس حق رجوع بالنقصان باقی رہیگا **ف** ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی نے کپڑا خریدا اور اُس کو قطع کر کے اپنے نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اُس کے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہیں پھیر سکتا اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہے **ص** اگر ایک غلام خریدا اور اُس کو آزاد کر دیا مفت یا مدبر کر دیا یا لونڈی خریدی کی اُس کو اُم ولد بنایا یا مر گیا نزدیک مشتری کے بعد اُس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلہ بائع سے پھیر سکتا ہے اور اگر مال کے عوض میں اُس کو آزاد کیا یا اُس کو قتل کر ڈالا یا کھانا خریدا اور کُل یا بعض اُسمیں سے کھا لیا یا کپڑا خرید کے اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اُس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہیں سکتا اور اگر انڈا یا خربزہ یا لکڑی یا کھیرا یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کار آمد نہ ہووے تو کُل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر کچھ کار آمد ہے تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے **ف** اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہوجاویگی جیسے سو اخروٹوں میں ایک یا دو بُرے نکلے ہدایہ **ص** اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اُسمیں عیب معلوم ہوا اور اُس نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اُس میں عیب کا یا اُنھوں نے دیکھا تھا اُس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس یہ عیب نہ تھا اور اُس نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروا دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اُس شئے کو پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شئے پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہیں پھیر سکتا **ف** اور دلیل اُس کی اصل میں مذکور ہے **ص** اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اُس کے اُس میں عیب کا دعویٰ کیا تو قاضی مشتری پر واسطے ادائے قیمت کے جبر نہ کریگا یہانتک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیب دار نہ تھی یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع کے پاس عیب دار تھی **ف** اسواسطے کہ اول صورت میں قاضی ثمن بائع کو مشتری سے دلادیویگا اور دوسری صورت میں وہ شئے بائع کو پھروا دیگا تو جبتک ان دونوں امروں میں سے کوئی امر نہ پایا جاوے قاضی مشتری سے ثمن نہیں دلاسکتا کیونکہ احتمال ہے کہ بائع قسم سے نکول کرے اور یا مشتری گواہ عیب دار ہونے پر قائم کر دیوے تو اب قضائے قاضی باطل ہوجاویگی **ص** اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو ثمن بائع کے

حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھالے عیب نہ ہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاوے گا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھر وادی جاویگی **ف** تو اگر بائع نے عیب نہ ہونے پر قسم کھالی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت میں ثمن مشتری سے دلاوی جاویگی اب اگر پھر اُس کے گواہ آگئے اور اُنھوں نے گواہی دی اُس شئے کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لیکر مشتری کو دلاوی جاویگی اور مبیع بائع کو **کفایہ ص** تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کر لینے کے دعویٰ کیا اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہے تو بائع سے قسم نہ لی جاویگی جبتک کہ مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہے اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اُس نے اس غلام کو اور سپرد کیا اُس کو مشتری کے اور جبتک کبھی نہ بھاگا تھا ہر گز یا اس طرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو حق اُس کے رد کا نہیں پہنچتا اوپر بیرے جس طور سے وہ دعویٰ کرتا ہے یا اس طرح سے کہ قسم اللہ کی کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس سے ہر گز **ف** کیونکہ ان تینوں صورتوں میں بائع کو گنجایش تاویل اور بات بنانے کی نہیں ہے کہ اُس طور پر قسم سے سمجھ لے **ص** اور اِس طرح سے قسم نہ دیوے کہ قسم خدا کی جس وقت اُس نے بیچا تھا اُسوقت غلام میں یہ عیب نہ تھا یا قسم خدا کی جس وقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اُس وقت یہ عیب نہ تھا **ف** اسواسطے کہ دونوں صورتوں میں بائع کو گنجائش بات بنانے کی ہے کیونکہ اول صورت میں ممکن ہے کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہو گیا ہو اس صورت میں اُس کا کلام سچا ہو سکتا ہے اور مشتری کا حق رد بالعیب باقی رہتا ہے اور دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ مراد اُس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونوں کے وقت میں نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا **ص** اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہ ہوویں بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبینؒ کے نزدیک قاضی بائع سے قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ میں نہیں جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہے تو اگر اُس نے قسم کھالی تو دعویٰ مشتری کا لغو ہو گیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دی جاویگی جو بعد گواہوں کے پیش ہونے کے دیجاتی تھی **ف** یعنی اُسی تین طرح سے **ص** اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایک قول میں جب مشتری کے پاس گواہ نہ ہوں تو بائع کو قسم بالکل نہ دی جاویگی **ف** اس واسطے کہ قسم مرتب ہوتی ہے دعویٰ صحیح پر اور دعویٰ صحیح نہیں ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہیں ہوتا بائع کا جبتک عیب ثابت نہ کرے مبیع میں گواہوں سے اور یہاں گواہوں سے عیب ثابت نہیں ہوا پس حلف نہ لی جاویگی اور اگر دعویٰ بالغ غلام کے بھاگنے میں ہووے تو قاضی بائع کو اس طور سے قسم دیویگا کہ واللہ نہیں بھاگا میرے پاس جب سے یہ مردوں میں شریک ہوا ہے یعنی بالغ ہوا ہے اسواسطے کہ چھوٹے پن میں بھاگنا سبب نہیں رد کا بعد بلوغ کے **ہدایہ ص** اور ایک قول میں قسم دیجاویگی موافق مذہب صاحبینؒ کے **ف** اور یہی مختار ہے **ص** اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی پر قبضہ کیا اور بائع نے اُس کے ثمن پر اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری کو اُس میں عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیرنے کو لیگیا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اسی داموں میں دو لونڈیاں بیچی تھیں ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہیں تو نے یہی اکیلی ان داموں میں بیچی تھی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیاں بیچی تھیں لیکن مشتری یہ کہتا ہے کہ میرے قبضے میں ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہے کہ تو دونوں لیگیا تھا تب بھی قول مشتری کا قسم سے معتبر ہوگا اس لئے کہ اختلاف قدر مقبوض میں ہے پس قول قابض کا معتبر ہوگا جیسا کہ غصب میں اور اسی[ع] طرح اگر قدر مبیع میں اتفاق کیا اور اختلاف کیا قدر مقبوض میں یعنی مشتری کہتا ہے کہ دونوں کو مول لیا تھا مگر ایک ہی پر میں نے قبضہ کیا آور بائع کہتا ہے کہ تو نے دونوں پر قبضہ کیا ہے تو بھی قول مشتری کا معتبر ہوگا بحلف اور اگر دو غلاموں کو ایک ہی مرتبے میں خریدا اور اُن میں سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی میں عیب معلوم ہوا تو چاہے دونوں کو رکھے اور چاہے دونوں کو پھیر دے **ف** اور یہ نہیں کر سکتا کہ ایک کو پھیر دے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقۂ بیع تمام نہیں ہوا ہے بسبب عدم قبض مشتری کے دونوں غلاموں پر تو ایک کے پھیرنے میں تفریق صفقہ لازم آتی ہے قبل تمام کے اور وہ جائز نہیں **ہدایہ ص** اور اگر دونوں پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہے **ف** اسواسطے کہ یہاں صفقہ بسبب قبض کے تمام ہو گیا ہے تو تفریق صفقہ میں کچھ قباحت نہیں **ص** جو چیز ناپ یا تُل کے بکتی ہے **ف** جیسے غلہ وغیرہ **ص** اگر اُس میں سے کسی قدر میں عیب پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے **ف** مثلاً من بھر گیہوں خریدے اور سیر بھر میں اُسمیں سے کچھ عیب معلوم ہوا تو چاہے کُل کو واپس کر دے چاہے کُل کو

له قید وہ شی کی واسطے مثال کے ہے جو کوئی چیز جو سب میں ہو ۱۲ منہ ٢له پس معلوم ہوا اس سے کہ قول اس کا بعض ہی سے ... ہے اور اصل شرح وقایہ جو نسخے ہیں خلاف ہے فافہم واللہ اعلم ۱۲ عبدہ

رکھے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ جتنا عیب دار ہے اُسکو واپس کردیوے اور باقی کو رکھ لیوے ص اور بعضوں نے کہا یہ جب ہے کہ وہ ساری چیز ایک ہی ظرف میں ہوا اور اگر دو ظرفوں میں علٰحدہ علٰحدہ ہووے تو وہ بمنزلے دو عبدوں کے ہے ف جیسے دو بورے گیہوں کے ہوویں من من بھر کے ص تو جس میں عیب نکلے اُس ظرف کو پھیر سکتا ہے اور اگر مبیع میں کسی قدر دوسرے کا حق نکل آوے اور مشتری مبیع پر قبضہ کرچکا ہے تو اُس کو یہ اختیار نہیں کہ جس قدر استحقاق مستحق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کرسکتا ہے ہاں مبیع اگر کپڑا ہووے اور اُس میں تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کردے ف اسواسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہیں ہے بلکہ اناج وغیرہ ہے تو اُس میں تھوڑا نکل جانا مشتری کو ضرر نہیں کرتا اسواسطے کہ اُس کے دام بائع سے پھیر لیگا اور کپڑے میں بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکل جاوے تو ضرر کرتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے کیلئے لیا تھا وہ اب نہ بن سکے گی ص اگر ایک گھوڑا خرید کر اُس میں عیب پایا اور پھر اُس کا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اُس پر سوار ہوا تو خیار ساقط ہوجاویگا اس لئے کہ یہ رضا ہے اور اگر سوار ہوا اُس کے پھیرنے کیلئے یا پانی پلانے کیلئے یا چارا خریدنے کیلئے جب بغیر چڑھے چارا خریدنا اور پانی پلانا ناممکن نہ ہو ف مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار ہوئے نہ چلے یا مشتری چلنے سے عاجز ہو ص تو خیار ساقط نہ ہوویگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آنکر اُس کا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض میں گردن مارا گیا تو اوّل صورت میں مشتری غلام کو پھیر دیوے اور دونوں صورتوں میں بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کی قیمت دونوں حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لیوے ف یعنی اُسی غلام کی اگر سارق نہ ہو تو کیا قیمت ہے اور اگر سارق ہو تو کیا قیمت ہے لگا کر اول جو ثانی پر بڑھے اُس قدر بائع سے پھیر لیوے اور اُسی طرح غیر قاتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مباح الدم کی ص جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آنکر بسبب زچگی کے مرگئی ف تو امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبینؒ کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگا کر اول کی جتنی قیمت بڑھے اُسقدر پھیر لیوے ہدایہ ص اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ میں مبیع کے سب عیبوں سے بری ہوں اور مشتری نے اُسکو منظور کرلیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر نہ سکے گا اگرچہ بائع نے ہر ہر عیب کا نام نہ لیا ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور بائع سب عیبوں سے بری رہے گا خواہ وہ عیب وقت بیع سے ہو یا قبل قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسفؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوگیا ہو اُس سے بائع بری نہ ہوگا ف اور یہی قول ہے زفرؒ کا اور مختار قول امام ابو یوسف رح کا ہے

ص باب بیع باطل اور فاسد کے بیان میں

ف شرح بدیع میں ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہ ہو اس طرح پر کہ ایجاب اور قبول میں خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنوں یا مبیع میں خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہے بسبب فوت ارکان بیع کے اور اگر ایجاب وقبول ومبیع میں خلل نہ پڑے لیکن اُس کے ثمن میں خلل واقع ہووے اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہ ہو یا اُس میں ایسی شرط ہووے جو مقتضائے عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اور اصل کتاب میں ہے کہ مال وہ چیز ہے جس میں آدمیوں کی رغبت ہووے اور اُس کو لوگ خرچ کریں تو مٹی اور خون اور جو جانور آپ سے مرجاوے اور شخص آزاد وہ مال نہیں ہے لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہ زخمی کرکے قتل کیا جاوے جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہے اور ذبیحے مجوسی کے مال ہیں لیکن شرع میں یہ چیزیں متقوم نہیں ہیں جیسے شراب اور سور اور مال شرع میں غیر متقوم ہے یعنی بے قیمت اُس کی اہانت اور ذلیل کرنے کا ہم کو حکم ہوا ہے لیکن وہ اور دینوں میں مال متقوم ہے تو جو چیزیں بالکل مال نہیں ہیں جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپ سے جانور مرا ہو تو اس میں بیع بالکل باطل ہے برابر ہے کہ اُس کو مبیع بناویں یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہے ہماری شرع میں جیسے شراب یا سور یا ذبیحہ مجوسی تو اُس کو اگر بدلے میں روپئے اشرفی

کے بیچیں تو بیع باطل ہے اور اگر اسباب کے بدلے میں بیچیں یا اسباب کو ان چیزوں کے بدلے میں بیچیں تو اسباب میں بیع فاسد ہے اور ان چیزوں میں باطل تو باطل وہ بیع ہے کہ جس کی اصل اور وصف دونوں فاسد ہوں اور فاسد وہ ہے جس کی اصل صحیح ہووے اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک باطل اور فاسد میں کچھ فرق نہیں ہے اور تحقیق اسکی اصول فقہ میں ہے انتہیٰ اور ہدایہ میں ہے کہ بیع باطل میں وہ شے مشتری کی ملک میں کسی طرح نہیں آتی تو اگر وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اُس کا تاوان مشتری پر نہ ہوگا آور بیع فاسد میں جب مشتری اُس شئے پر قبضہ کر لیوے تو اُسکا مالک ہو جاتا ہے اور اُس شے کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے میں مُردے یا خون کے خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آکر ہلاک ہو گیا تو اُسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہے آور اگر زید نے ایک گھوڑا بدلے میں شراب یا سُور کے خریدا تو زید پر اُسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اُس پر قبضہ کر لیگا تو وہ گھوڑا زید کی ملک میں آجاویگا اسواسطے کہ یہ بیع فاسد ہے اس قاعدۂ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہے کہ اس باب کے سب مسائل مذکورہ میں کام آویگا **ص** باطل ہے بیع اُس چیز کی جو مال نہیں ہے جیسے خون یا مُردہ **ف** اس واسطے کہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں دوسرے یہ کہ حرام کیا اُن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ یعنی حرام ہے تم پر مُردہ جانور اور خون اور گوشت سُور کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوائے خدا کے پکارا جاوے آور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ جس وقت حرام کرتا ہے کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہے اُن پر قیمت اُس کی روایت کیا اُس کو ابو داؤد نے ابن عباسؓ سے آور روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال فتح مکہ کے اور آپ مکے میں تھے کہ اللہ تم اور رسولؐ نے اُس کے حرام کی بیع شراب اور مُردہ اور سُور اور بتوں کی سو کسی نے کہا یا رسول اللہؐ فرمائیے چربی کو مُردے کی کہ روغن کرتے ہیں اُس سے ناؤ کو اور چرب کی جاتی ہیں اُس سے کھالیں اور روشن کرتے ہیں اُس سے لوگ سو فرمایا نہیں وہ حرام ہے لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالیٰ نے جب حرام کی اُن پر چربی جانوروں کی پگھلایا اُسکو پھر بیچا اُس کو پھر کھائے دام اُس کے **ص** اور آزاد شخص کی **ف** اسواسطے کہ آزاد شخص مال نہیں ہے اور صحیح بخاریؒ میں مروی ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہیں کہ دشمن ہوں گا میں اُنکا دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اُس نے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا آور ایک وہ شخص جس نے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اُسکی آور ایک وہ شخص جس نے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اُس کو مزدوری اُسکی **ص** اور اسی طرح اُن چیزوں کے عوض میں بیچنا بھی باطل ہے اور بھی باطل ہے بیع اُم ولد کی **ف** اسواسطے روایت کی ابن ماجہؒ نے سُنن میں کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپنے کہ آزاد کر دیا اُسکو لڑکے نے اُس کے یعنی ابراہیمؑ نے آور روایت کی بیہقیؒ اور مالکؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت عمرؓ نے بیع سے اُم ولد کی تو کہا کہ نہ بیع کیجاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ میراث میں آوے خدمت لے اُس سے مالک اُس کا جبتک چاہے پھر جب مر گیا تو وہ آزاد ہے **ص** اور مدبر کی **ف** یعنی مدبر مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہے ہدایہ مدبر مطلق اُس کو کہتے ہیں جس سے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہے اور مدبر مقید وہ ہے جس سے مالک کہے کہ اگر میں اس سفر سے واپس آؤں تو تو آزاد ہے یا اُس بیماری میں اگر مر جاؤں تو تو آزاد ہے آور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع مطلق مدبر کی بھی جائز ہے آور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جو گزری کتاب العتاق میں کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے روایت کیا اُس کو دار قطنیؒ نے **ص** اور مکاتب کی **ف** اور یہی صحیح مذہب ہے شافعیؒ کا اور بعض مالکیہؒ کا اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہے آور ہدایہ میں ہے کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اُس میں دو روایتیں ہیں اصح اور اظہر یہ ہے کہ جائز ہے اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے مکاتب غلام ہے جب تک کہ باقی رہے اُس پر ایک درہم اور نقل کیا اُس کو بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمرؓ سے آور بھی روایت کی بخاریؒ نے کہ آئی بریرہؓ مدد مانگتی تھی حضرت عائشہؓ سے اپنے بدل کتابت میں سو کہا حضرت عائشہؓ نے کہ اگر تیرے مالک راضی ہو جاویں اس بات پر کہ سب روپے میں اُن کو ایک دفعہ دیدوں اور تجھ کو آزاد کر دوں تو میں یہ امر کروں گی تو ذکر کیا بریرہؓ نے اِس بات کا اپنے مالکوں سے کہا اُنھوں نے نہیں راضی ہیں ہم اس پر مگر یہ کہ تیرا ولا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت عائشہؓ نے اِس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپؐ نے کہ

خرید لو تم اُس کو اور آزاد کرو اور ترکہ اُسی کو ملے گا جو آزاد کریگا اور اُس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہو جاوے بیع پر درست ہے اور یہی موافق قیاس کے ہے ص اور باطل ہے بیع اُس مال کی جو شرع میں بے قیمت ہے جیسے شراب یا سُور روپے اشرفی کے بدلے میں ف یعنی ان چیزوں کے بدلے میں جو ثمن ہیں جیسے روپے اشرفی اور پیسے جن کا چلن ہووے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالےٰ جس وقت حرام کرتا ہے کوئی شئے حرام کرتا ہے ثمن اُسکی روایت کیا اُس کو ابو داؤدؒ نے اور گزر چکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالےٰ نے بیع شراب اور سُور اور مُردے اور بُتوں کی ص اور اگر بائع نے آزاد اور غلام کو ملاکر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مُردار کو ف جس پر قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہووے یا اور کسی کے نام پر ذبح کیا جاوے یا بدون ذبح کے مرگیا ہو ص تو دونوں کی بیع باطل ہو گی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علٰحدہ کہدی ہووے ف مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے ان دونوں کو بدلے میں دو روپیہ کے ایک روپیہ قیمت ہے مذبوحہ کی اور ایک روپیہ مُردے کی ص اور اگر غلام کو مدبّر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملاکر بیچے یا اپنی ملک کو شے وقفی کے ساتھ ملاکر فروخت کرے تو غلام اور اپنی ملک کی بیع درست ہو جاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہ ہو گی ف اگرچہ ہر ایک کی قیمت علٰحدہ علٰحدہ بیان نہ کی ہووے ہدایہ ص اور اسباب کا بیچنا بدلے میں شراب کے یا شراب کا بدلے میں اسباب کے فاسد ہے ف یعنی یہ بیع فاسد ہے اسباب میں تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کرلیگا اس صورت میں اُسکی قیمت اُس پر لازم آویگی اور اُس کا مالک ہو جاویگا لیکن شراب میں باطل ہے یہانتک کہ عین شراب کا مالک نہیں ہو سکتا تو جس کی طرف سے شراب ٹھہری ہے وہ اُس کی قیمت دیگا ص اور باطل ہے بیع مچھلی کی دریا میں قبل شکار کے اگر روپے اشرفی کے بدلے میں ہووے اور فاسد ہے اسباب کے بدلے میں ف اسواسطے کہ روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خرید و مچھلی کو پانی میں بیشک اُسمیں خطر ہے یعنی دھوکا ہے روایت کیا اُسکو امام احمدؒ نے اور اشارہ کیا اس طرف کہ موقوف ہونا اُس کا صواب ہے اور روایت کی امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں عمرؓ بن خطاب سے کہ فرمایا اُنھوں نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی میں بیشک وہ دھوکا ہے اور نکالا مثل اُس کے ابن مسعودؓ سے ص اور اگر مچھلی کو شکار کر کے ایسے گڑھے میں ڈال دیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اُس کو پکڑ سکتے ہیں تو اُسکی بیع جائز ہے اور بغیر جال یا شست کے نہیں پکڑ سکتے ہیں تو فاسد ہے اور مچھلیاں دریا سے ایک طرف گڑھے میں آن کو جمع ہو رہی ہیں اور اُن کی راہ دریا کی بند کر دی تو بیع اُنکی جائز ہے ورنہ باطل ہے اور بھی باطل ہے بیع ہوا میں اُڑتے جانور کی ف اسواسطے کہ قبل پکڑنے کے وہ ملک میں نہیں آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہے تو وہ بھی جائز نہیں اسواسطے کہ اُسکی تسلیم پر قادر نہیں ہے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور اگر وہ پرند جانور ایسا ہو کہ وہ بائع سے ہلا ہو اور اُس کے بُلائے سے چلا آتا ہووے بغیر تکلف کے تو جائز ہے بیع اُس کی ورنہ نہیں فتح ص اور باطل ہے بیع بچّے کی پیٹ میں ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدنے سے اُس چیز کے جو پیٹ میں ہے چوپایوں کے یہانتک کہ جنیں روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع سے اُس چیز کی جو نر کی پشت میں ہووے اور مادہ کے شکم میں ص اور بچے کے بچے کی ف یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہے ویسے ہی اُس بچے کے بچے کی جس کو عربی میں نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہیں روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کی یعنی ولد الولد کی اور ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبد الرزاق میں بسند صحیح منقول ہیں اور یہی موافق ہیں لغت کے اور قریب ہیں از روئے لفظ کے اور اسی طرف گئے ہیں امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ نے اس حدیث کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جس چیز کو خریدے اس وعدے پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہو ویگا اور پھر بچے کا بچہ اُس وقت میں دام دوں گا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہے قسطلانی ص اور جائز نہیں بیع دودھ کی تھن میں جانور کے ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اُس چیز کی جو تھنوں میں جانور کے ہے اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہانتک کہ کھانیکے قابل ہووے

آور بیچی جاوے اُون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودھ تھن میں روایت کیا اُس کو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں اور دارقطنیؒ نے اور نکالا اُس کو ابوداوٗدؒ نے مراسیل میں عکرمہؓ کے اور یہی راجح ہے اور بھی نکالا اُس کو موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اُس کو بیہقیؒ نے آور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں عکرمہؓ سے اُنھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپ نے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودھ تھن میں اور گوشت بکری میں یا چربی اُس کی یا گھی اُس کے یا پائے اُس کے یا کھالیں اُس کی جب زندہ ہووے یا آٹا گیہوں میں یا گھی دودھ میں **فتح** ص جاننا چاہیئے کہ دودھ کی تھن میں بیع جائز نہ ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ معلوم نہیں کہ تھن کے اندر دودھ ہے یا خون ہے یا ریح تو اس صورت میں بیع باطل ہونی چاہیئے اسواسطے کہ اُس کے وجود میں شک پڑ گیا دوسری وجہ یہ ہے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے تو بعد بیع دوہنے کے پہلے اگر بڑھ گیا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جائیگی اور یہ وجہ چاہتی ہے کہ بیع فاسد ہو **ف** اسی واسطے ہم نے اُس کو جائز نہیں کہا تا دونوں صورتوں کو شامل ہو جائے **ص** اور فاسد ہے بیع اُون بھیڑ کی پیٹھ پر اس لئے کہ محل قطع میں جھگڑا ہوگا اور جس بیع میں جھگڑا ہو پس وہ فاسد ہے **ف** اور بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گزری **ص** اور ایک کڑی کی چھت میں اور ایک گز کی کپڑے میں اگرچہ اُس کے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جائیگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے کڑی کو اُکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا آور باطل ہے بیع اُس چیز کی جو شکاری کے ایک بار جال لگانے میں پھنسے **ف** اسواسطے کہ اس میں دھوکا ہے اور منع کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے آور اسی طرح باطل ہے بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے کی کیونکہ منع کیا اُس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعیدؓ میں روایت کیا اُس کو ابن ماجہؒ نے **ص** اور فاسد ہے بیع مزابنہ اور وہ یہ ہے کہ درخت پر کی کھجور کو بیچے اٹکل سے واسطے شبہہ ربوا کے **ف** اور اسی طرح سے محاقلہ یعنی گیہوں کو بالی میں بیچے اُس گیہوں کے بدلے میں جو کٹے ہوئے الگ رکھے ہیں اٹکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہے اسواسطے کہ اسمیں گمان بیاج کا ہے بسبب شبہہ زیادتی کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور روایت کیا اُس کو ابوداوٗدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے جابرؓ سے اور صحیح کہا اُس کو ترمذیؒ نے **ص** اور فاسد ہے بیع ملامسہ اور بیع حصاۃ اور منابذہ کی اس لئے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ساتھ ایک فعل کے ان فعلوں سے مثل جوے کے **ف** یہ تینوں بیع مروج تھیں زمانۂ جاہلیت میں بیع ملامسہ اُسے کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری نرخ کریں ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اُس کو مشتری چھو لیوے تو بیع لازم ہو جائے آور بیع حصاۃ اُسے کہتے ہیں کہ مشتری جب اُس پر کنکر رکھدیوے تو بیع لازم ہو جائے آور بیع منابذہ یہ کہ جب بائع مبیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جائے آور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاریؒ نے حدیث انسؓ میں کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملامسہ اور منابذہ سے آور روایت کی مسلمؒ اور چاروں اصحاب سُنن نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصاۃ سے **ص** اور نہیں جائز ہے بیچنا ایک کپڑے کا دو کپڑوں سے بلا تعین مگر بشرط اس کے کہ لیوے مشتری جس کو چاہے اور باطلؒ ہے بیچنا گھانس کا زمین میں اسواسطے کہ وہ غیر محفوظ و مقبوض ہے اور اُسکو ٹھیکہ دینا اسلئے کہ اجارہ ہے ہلاکی عین پر **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابوداوٗدؒ نے سُنن میں جریر بن عثمانؓ سے اُنھوں نے ابی خراش بن حبان بن زید سے اُنھوں نے ایک مرد صحابیؓ سے کہا کہ جہاد کیا میں نے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مرتبہ سُنتا تھا میں آپؐ کو فرماتے تھے مسلمان شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھانس اور آگ میں آور روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور اسناد کی ابن عدی نے کامل میں احمدؒ اور ابن معین سے کہ جُریر راوی اس حدیث کا ثقہ ہے اور مجہول ہونا صحابی کا مضر نہیں **فتح** ص اور باطل ہے بیع شہد کی مکھیوں کی ہاں جب ایک چھتے میں شہد اور مکھیاں دونوں ہوں تو بیع مکھیوں کی بھی بہ تبعیت شہد کے جائز ہو جائیگی اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیوں کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہوں جائز ہے **ف** اور اسی پر فتوی ہے **درمختار** ص اور ریشم کے کیڑوں کی اور اُس کے تخم کی **ف** یعنی جس کے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے **ص** امام صاحبؒ کے نزدیک جب اُن کیڑوں میں ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑوں کی ریشم کی تبعیت میں درست ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت میں

لہ صاحب احسن المسائل نے ترجمہ کلا کا چراگاہ کیا ہے حالانکہ چراگاہ کہتے ہیں اُس زمین کو جہاں گھانس لگی ہو اور اُس کا بیچنا درست ہے ۱۲ ... اس لیئے کہ مقید زائل ہو گیا ۱۲ ... بسبب نہ ہونے مال متقوم کے ۱۲

جریر بن عثمانؓ

درست ہے **ف** اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اور اسی پر فتوی ہے درمختار **ص** اور بھاگے ہوئے غلام کی بیع فاسد ہے **ف** اسواسطے کہ حدیث
ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگے ہوئے غلام کی بیع سے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے **ص** مگر اُس شخص سے
جس کے پاس گمان ہو اُس غلام کے ہونیکا **ف** اسواسطے کہ وہ مشتری کے حق میں بھاگا ہوا نہیں ہے بلکہ اُس کے قبضہ میں ہے **ص** اور باطل
ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن میں ہووے اسلئے کہ وہ جزآدمی کا ہے پس نہ ہوگا مال یا لونڈی کا دودھ ہووے اور امام ابی یوسفؒ
کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہے واسطے اعتبار جز کے ساتھ کل کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے **ف** اور ہمارے مذہب
کی طرف گئے ہیں امام احمدؒ اور مالکؒ فتح القدیر میں ہے کہ نفع اُٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہے یہانتک کہ بعض مشائخؒ نے آنکھ میں ڈالنے
کیلئے بھی منع کیا ہے اور بعضوں نے جائز رکھا ہے دوا کے واسطے **ص** اور باطل ہے بیع سُور کے بالوں کی **ف** اسواسطے کہ وہ نجس العین ہے **ص**
اور موزہ سینے کیلئے اُس سے انتفاع جائز ہے **ف** اور اگر کہیں بدون خریدے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے خرید اُسکی جائز ہے اور بائع کو اُس کی
بیع حرام ہے تو اُسکی قیمت حلال نہیں بائع کیلئے اور بال اُس کا پانی کو بقول صحیح نجس کردیتا ہے امام ابی یوسفؒ کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے درمختار
ص اور باطل ہے بیع آدمی کے بالوں کی اور حرام ہے نفع اُٹھانا اُس سے اور بھی باطل ہے بیع مُردے جانور کے کھال کی قبل دباغت کے **ف**
اسواسطے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے عبداللہ بن حکیمؓ سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اُٹھاؤ مُردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اُس کے پٹھوں سے **ص** اور بعد دباغت کے اُس کو بیچنا اور کام میں لانا
درست ہے **ف** اور دلیلیں اُسکی کتاب الطہارۃ میں گذریں اور قوی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ حضرت
میمونہؓ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقے میں اور وہ مرگئی تو گزرے اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپنے کیوں نہیں لی
تم نے کھال اُسکی اور دباغت کرکے نفع نہ اُٹھایا کہا صحابہؓ نے کہ وہ مُردہ ہے فرمایا آپنے کہ مُردے کا صرف کھانا حرام ہے **ص** اسی طرح مُردار جانور کی
ہڈی اور اُون اور پٹھے اور بال اور سینگ سے نفع لینا اور اُن کا بیچنا جائز ہے **ف** اسواسطے کہ یہ سب چیزیں پاک ہیں اور دلیل اُنکی کتاب الطہارۃ
میں گزری کہ موت ان میں سرایت نہیں کرتی **ص** اور ہاتھی مثل درندوں کے ہے اُسکی ہڈی کا بیچنا اور اُس سے نفع اُٹھانا درست ہے مگر امام محمدؒ
کے نزدیک جائز نہیں **ف** اسواسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھی مثل سُور کے نجس العین ہے اور صحیح ہمارا مذہب ہے اور اُسی کی مؤید ہیں بہت سی
احادیث جن کا بیان فصل دباغت میں کتاب الطہارۃ سے گزرا **ص** اگر بالاخانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور دونوں گر گئے یا بالاخانہ
فقط بالکل گر گیا اب بالاخانہ کے مالک نے صرف حق بالاخانہ بیچا تو بیع اُسکی باطل ہے اسواسطے کہ سوائے اُوپر ہونے کے حق کے اور کوئی چیز باقی نہیں
اور اُوپر ہونے کا حق مال نہیں **ف** یعنی جب بالاخانہ گر گیا تو کوئی چیز اُس قسم کی باقی نہیں رہی جو مشاہدہ میں موجود ہو صرف ایک حق تعلی یعنی اُوپر
ہونیکا حق باقی ہے اور وہ مال نہیں ہے اور جو مال نہیں ہے اُس کی بیع باطل ہے ہدایہ **ص** ایک بردہ اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی ہے بعد
اُس کے غلام نکلا تو بیع باطل ہے اور اگر ایک مینڈھا خریدا اور بعد اُس کے بھیڑ نکلی تو بیع جائز ہے لیکن مشتری کو اختیار ہے چاہے رکھے یا پھیر دیوے
اور فاسد ہے خرید اس طور پر کہ مشتری سے بائع اُسی چیز کو پہلی قیمت سے کم میں لے لیوے قبل وصول قیمت اوّل کے مثال اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص
نے ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہیں ہوئے تھے کہ مشتری سے پھر دس کو خرید لی تو دس کے عوض میں دس ہو گئے اور
بائع کے پانچ روپیہ اور مشتری پر باقی رہے **ف** اسواسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہے جو مالک کے ضمان میں نہیں آئی اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ایسے نفع سے روایت کیا اُس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے عمرو بن العاصؓ سے اور صحیح کہا اُس کو ترمذیؒ اور ابن خزیمہؒ اور حاکمؒ نے
علوم الحدیث میں اور بھی روایت کی امام ابوحنیفہؒ نے مسند میں ابی اسحاق سبیعی سے اُنھوں نے عورت سے ابی السفرؒ کی کہ کہا ایک عورت نے حضرت
عائشہؓ سے کہ زید بن ارقمؓ نے بیچا میرے ہاتھ ایک لونڈی کو آٹھ سو درہم کے بدلے میں پھر خریدا اُس کو چھ سو درہم کے عوض میں تو کہا حضرت عائشہؓ

نے کہ خبر پہونچادے تو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالیٰ باطل کردیگا حج اور جہاد تمہارا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نہ کروگے اور روایت کی امام احمدؒ نے بسند صحیح کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا اُس نے کہ میں نے زید بن ارقم کے ہاتھ ایک غلام بیچا آٹھ سَو روپے کو میعاد پر پھر خریدلیا میں نے اُن سے چھ سَو روپے کو فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ خبر پہونچادے تو زید کو کہ تم نے باطل کردیا جہاد اپنا ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نہ کروگے بُرا کیا تو نے جو بیچا اور خریدا اور یہ حدیث صحیح ہے اور یہ قول حضرت عائشہؓ کا پہچانا گیا ہے قول سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور امام شافعیؒ نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اور عالیہ اسکی اسناد میں مجہول ہے باطل ہے اسواسطے کہ عالیہ ایک عورت جلیل القدر ہے زوجہ ابی اسحٰق سبیعی کی ذکر کیا اس کو ابن سعد نے طبقات میں اور کہا سُنا ہے اُس نے حضرت عائشہؓ سے **فتح ص** اور ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی قیمت نہیں وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی ایک اور لونڈی کے ساتھ ملاکر پندرہ کو خرید کی تو پہلی لونڈی میں بیع فاسد ہے اور دوسری میں جائز ہے بقدر حصہ ثمن کے **ف** اسواسطے کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اُس سے کم کو خریدا ہے تو اُس میں بیع جائز نہ ہو گی اور دوسری لونڈی میں صحیح ہو جائیگی **ص** تیل کو اسطرح خریدا کہ برتن سمیت تول لیویں گے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کریں گے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا ہو یا نہ ہو تو یہ فاسد ہے اور اگر اس طور سے خریدا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہے اُسکا حساب میں مجرا کرلیں گے تو یہ درست ہے **ف** اسواسطے کہ پہلا قول خلاف دستور اور خلاف مقتضائے عقد ہے کیونکہ احتمال ہے کہ برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم وبیش اور دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضائے عقد ہے اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہے اور ہر وزنی چیز میں یہی حکم ہے **ص** اور گھی کُپّے میں خریدا اور مشتری جب کُپّا پھیرنے گیا تو وہ پانچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کُپّا اور تھا اور وہ ڈھائی سیر کا تھا اور مشتری نے کہا کہ یہی کُپّا تھا تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا **ف** اسواسطے کہ کُپّے پر قابض مشتری تھا اور قول قابض کا معتبر ہوگا **ہدایہ** اور یہاں بھی قید گھی کی اتفاقی ہے بلکہ جو وزنی چیز ہو اُس میں یہی حکم ہے **ص** باطل ہے مسیل یعنی پانی بہنے کی جگہ کی بیع اور ہبہ اُس کا اور صحیح ہے بیع اور ہبہ راہ کا **ف** یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے کی زمین پر پانی بہہ کے جاتا ہے تو جس شخص کی زمین پر پانی بہہ کے جاتا ہے اُس نے اتنی زمین بیع کی تو باطل ہے اور اگر ایک شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر ہے اور اُس نے راستہ بیچا تو صحیح ہے **ص** بعض علماء نے کہا ہے کہ مسیل سے یا رقبۂ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں پانی بہتا ہے **ف** جیسے نہر یا نالے یا چھت **ص** اور راہ سے بھی رقبۂ راہ مراد ہے یعنی اتنی جگہ جس میں سے گزرتا ہے تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہے لہٰذا اس کی بیع اور ہبہ جائز نہیں **ف** یہ جب ہے کہ اُس کا طول وعرض معین معلوم نہ ہوئے اور جب اُس کا طول وعرض بیان کردیوے اس طرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا ہو جاوے تو جائز ہے بیع اُس کی جیساکہ ذکر کیا سرخسیؒ نے یا پانی بہنے کی جگہ کہے لیکن اس کے حدود اور جگہ بیان کردیوے تب بھی جائز ہے ذکر کیا اس کو قاضی خانؒ نے **چلپی ص** اور رقبۂ راہ معلوم ہے اگر اُس کے حدود بیان کردیے اور اگر نہیں بیان کیے جب بھی وہ مقدر ہے دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین میں تو جائز ہے اُس میں بیع اور ہبہ اور یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر ہے تو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعلی ہے یعنی ایسا حق ہے کہ متعلق ہے ایسی چیز سے جو باقی نہیں رہتا **ف** جب چھت گر جائے **ص** اور راہ سے اگر حق گزرنے کا مراد ہے تو اس میں دو روایتیں ہیں **ف** ایک روایت میں بیع اُس کی صحیح ہے اور دوسری روایت میں باطل ہے درمختار میں ہے کہ اکثر فقہاء نے روایت اول سے اخذ کیا ہے اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہے **ص** وجہ بطلان یہ ہے کہ وہ صرف حق ہے اور مال نہیں ہے اور وجہ صحت یہ ہے کہ اُسکی طرف احتیاج ہے اور وہ ایک حق معلوم ہے متعلق ہے اُس چیز سے جو باقی ہے **ف** یہ جب ہے کہ حق گزرنے کا زمین پر ہووے اور جو چھت پر ہووے تو بالاتفاق باطل ہے **ص** اور صحیح ہے وکیل کردینا مسلمان کا ذمی کو واسطے بیچنے یا خریدنے شراب اور سُور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحبؒ کے **ف** لیکن مکروہ ہے بکراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنائے یا اُس کو بہادیوے اور سُور کو چھوڑ دیوے اور درصورت بیع اُس کے ثمن کو تصدق

قولہ زوجہ ابی اسحٰق سبیعی

بیع بالخمر کا بیان

کرے طحطاوی ص اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہیں ف درمختار میں ہے کہ یہی ظاہر تر ہے ص یہاں پر بیع بالشرط کے قواعد کلیہ مذکور ہوتے ہیں ف جاننا چاہیئے کہ احادیث اور آثار شرط بیع میں مختلف وارد ہوئے ہیں طبرانی نے اوسط میں روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اور شرط سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونوں کا معلوم ہوتا ہے اور حدیث اُوپر گزر چکی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا حضرت عائشہؓ سے کہ خرید بریرہؓ کو اور شرط کر لو اُس کے مالکوں کیلئے وَلا کی اور وَلا اُسی کو ملیگی جو آزاد کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع جائز ہے اور شرط باطل اور بھی اوپر گزری حدیث خیار الشرط کی اور اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع اور شرط دونوں جائز ہیں اسواسطے فقہانے شروط کی تقسیم کر دی ص اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جس کو عقد مقتضی ہووے جیسے شرط ملک واسطے مشتری کے یا اُسکو عقد مقتضی نہ ہووے لیکن اُسمیں نفع کسی کو نہ ہووے ف یعنی نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جس چیز کی بیع ہو رہی ہے اُسکی مثال ہدایہ میں لکھی ہے کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اُس کو بیع نہ کرے ص جائز ہے ف اور وہ شرط لغو ہے مثلاً اس صورت میں مشتری کو اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچ ڈالے ص اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جس کو عقد مقتضی نہ ہووے اور اُسمیں بائع کو نفع ہووے یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد ہے اوّل کی مثال یہ ہے کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت میں بائع کو نفع ہے دوسری مثال یہ ہے کہ ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اُسکو قطع کر دیوے یا اُسکی قبا سی دیوے یا چمڑا خریدے اِس شرط پر کہ اُس کی جوتی بنا دیوے یا اُس کا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتوں میں مشتری کا نفع ہے مگر جوتی میں شرط تسمہ لگانیکی جائز ہے استحساناً واسطے تعامل انسانوں کے اور قیاساً جائز نہیں تیسرے کی مثال یہ ہے کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ مشتری اُسکو آزاد کر دے یا مُدبر یا مکاتب کرے کیونکہ ان صورتوں میں معقود علیہ کو نفع ہے اور فاسد ہے بیع لونڈی کی بدون حمل کے ف یعنی ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہے اور لونڈی تیری ہے تو یہ بیع فاسد ہے اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہیں تو اسکا استثنا بھی درست نہو گا ص اور اگر مشتری نے قیمت ادا کرنے کیلئے یہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگاں تک یا نصاریٰ کے روزوں تک یا یہودیوں کی عید تک دونگا اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہ ہوں تو یہ فاسد ہے ف اسواسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشترنی میں نزاع ہو گی بائع قیمت جلدی مانگے گا اور مشتری دیر میں دیگا اور اگر ان دونوں کو دونوں پہچانتے ہوں تو جائز ہے درمختار نوروز اُس دن کو کہتے ہیں جب جاڑا ختم ہو کر دن رات برابر ہوتا ہے اور مہرگاں وہ دن ہے جب گرمی تمام ہو کر دن رات برابر ہوتا ہے ص یا یہ کہا کہ حاجیوں کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دائیں چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانوروں کی پیٹھ پر سے اُون کاٹنے تک دونگا تو بھی بیع فاسد ہے ف اسواسطے کہ یہ اُمور کبھی جلدی کبھی دیر میں ہوتے ہیں تو بائع اور مشتری میں نزاع ہو گی ص اور اگر ان مدتوں تک بیع کی اور قبل ان وقتوں کے آنے کے مدت کو ساقط کر دیا تو بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر ان مدتوں تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہے ٭

فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان میں

ص بیع باطل میں مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہے بعضوں کے نزدیک تو اُسکے تلف ہو جانیسے مشتری پر ضمان نہ واجب ہو گا اور بعضوں کے نزدیک مشتری پر ضمان اُس کی قیمت کا لازم ہو گا ف اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے قنیہ ص اور بیع فاسد میں اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اُس کی حراحۃً ہو ف مثلاً بائع یہ کہے کہ تو اس پر قبضہ کر لے ص یا دلالت حال سے ف مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد میں قبضہ کیا ص اور مبیع اور ثمن دونوں مال ہوں تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو جاوے قبضہ مشتری میں تو مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہو گا خواہ وہ مثل حقیقۃً ہو یا معنیً ف مثل حقیقۃً اُن چیزوں میں جو مثلی ہیں جیسے گیہوں چانول اور اناج وغیرہ اور مثل معنیً ان چیزوں میں جو غیر مثلی ہیں جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزوں کا مثل حقیقۃً نہیں ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف میں ایک ہونا دشوار ہے اسواسطے قیمت کو ان کا

مثل معنوی قرار دیا گیا ہے ص اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور اسیطرح بعد قبض مبیع کے جبتک وہ شے مشتری کی ملک میں ہو اگر فسادات عقد میں ہووے یعنی احد العوضین میں جیسے بیع درہم کی بدلے میں دو درہم کے ف اور اس کے فسخ میں حکم قاضی شرط نہیں اور اگر کوئی فسخ میں انکار کرے تو قاضی جبراً فسخ کرا دیوے در مختار ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہووے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری مجھکو ایک ہدیہ دیوے تو جس نے شرط لگائی ہووے اُسکو فسخ واجب ہے امام محمدؒ کے نزدیک اور شیخینؒ کے نزدیک ہر ایک پر واجب ہے تو اگر مشتری نے بیع فاسد میں مبیع کو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا اور تسلیم کر دیا موہوب لہ کو یا مبیع غلام تھا اُسکو آزاد کر دیا تو یہ تصرفات مشتری کے صحیح ہو جائیں گے اور اُس پر قیمت لازم آویگی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا ف اسواسطے کہ مبیع سے حق غیر کا متعلق ہو گیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ تعالیٰ کے اور حق العباد مقدم ہے حق اللہ تعالیٰ پر کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بندہ محتاج ہے ص اور بیع فاسد اگر فسخ کیگئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہیں لے سکتا جبتک اُس کا ثمن نہ پھیر دیوے اور اگر بائع بعد فسخ کے مرجاوے تو پہلے اُس شے کو بیچکر مشتری کا ثمن ادا کرینگے بعد اُسکے اور قرضخواہوں کو جو بچیگا وہ دیا جاویگا ف جیسے رہن میں اگر راہن مرجاوے تو شئے مرہون کو بیچ کر اول روپیہ مرتہن کا ادا کریں گے بعد اُسکے جو بچیگا بعد تجہیز و تکفین کے اور قرضخواہوں کو ملیگا ہدایہ ص اور بیع فاسد میں اگر مشتری نے بیع کو بیچا اور اُسمیں نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہیں اور اُسکو صدقہ دیدیوے اور بائع نے جو نفع کمایا تھا اُس کو حلال ہو گیا ف اور دلیل اُسکی ہدایہ اور اصل کتاب میں مذکور ہے ص اسی طرح پر اگر ایک شخص نے دعوئی کیا کچھ روپیوں یا اشرفیوں کا دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپے یا اشرفی ادا کر دیے بعد اُس کے مُدعی نے اقرار کیا کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اُن روپیوں میں نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہو جاویگا ف اور مدعا علیہ سے جس قدر روپے لیے تھے وہ پھیر نا پڑیں گے ص اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اُس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اُسکی قیمت لازم ہو گی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک مکان گرا دیا جاویگا اور زمین بائع کو واپس کیجاویگی اور مشتری اپنا عملہ لیجاویگا ف ایسا ہی اگر مشتری نے اُس زمین میں درخت بوئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہیں کر سکتا اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کو حکم ہو گا کہ درخت اُکھاڑ لیوے اور زمین خالی کرے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبینؒ کو ترجیح دی ہے اور نہر الفائق میں مذہب امام صاحبؒ کو اور وہی مختار ہے اس زمانے میں

[illegible] ۱۲

فصل مکروہات بیع میں

ص مکروہ ہے لاڑھیاپن یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینی اس غرض سے کہ دوسرا شخص اُسکی خرید میں رغبت کرے اور دھوکا پاوے اور اپنے کو خرید نا منظور نہ ہو ف اسکو عربی میں نجش کہتے ہیں روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجش کرو ص اور مول کرنا اُس چیز پر جس کا کوئی اور مول کر چکا ہے اور دونوں کی رضا پائی جاتی ہے اُس پر ف اور اگر اُس نے ابھی مول نہیں چکایا تو جائز ہے صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ چکاوے کوئی اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہے واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہے اگر ذمی ہو یا مستامن در مختار ص اور مکروہ ہے اناج کو آگے بڑھ کر لینا جب شہر والوں کو ضرر کرے اسلئے کہ جب بنجارہ قریب شہر کے ہوتا ہے تو عامہ اہل شہر کا حق اُس سے متعلق ہوتا ہے پس مکروہ ہے کہ بعض شخص آگے جا کے لیویں اور سب کو اس خریداری سے باز رکھیں ف یعنی اناج لیکر بنجارے جو آتے ہیں تو شہر کے باہر جا کر اُن سے خرید لینا مکروہ ہے اسکی کراہت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ شہر میں قحط ہے اور یہ شخص قافلے میں جا کر ملا اور اُن سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں لا کر خاطر خواہ قیمت کو بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بنجاروں کا شہر میں آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر میں قحط اور تنگی نہ ہو مگر ان قافلے والوں کو نرخ شہر کا معلوم نہ ہووے اور یہ شخص اُن سے جا کر سستا خرید کر لیوے فریب دیکر اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ مکروہ نہیں ہے ہدایہ صحیحین میں مروی ہے ابن عباسؓ

سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اُس کے یہی معنی ہیں جو اوپر گزرے ص اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے زمانۂ قحط میں مہنگے داموں کی طمع سے ف حاضر وہ شخص ہے جو شہر میں رہتا ہے بادی وہ جو بیرون شہر کا رہنے والا ہے تمانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہے روایت کی بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اُس حدیث کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ شہر کا بنیا بقال شہر کے لوگوں کے ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہیں اُنکے ہاتھ بیچے تاکہ دام زیادہ ملیں اور اِسی کو اختیار کیا ہے ہدایہ میں دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لادے اور اُسکی طرف سے شہری دلال ہو وے اور کہے کہ تو جلدی نہ کر میں تجھ کو گراں بیچ دونگا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنی اختیار کیے ہیں مجتبیٰ اور در مختار اور اصل کتاب میں اور منقول ہے یہ تفسیر ابن عباسؓ سے اور مناسب ہے اس کے آخر حدیث کہ چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ تعالےٰ روزی دے بعضے آدمیوں کو بعضوں سے روایت کیا اسکو مسلم نے جابرؓ سے ص اور مکروہ ہے بیع وقت اذان جمعے کے تحریماً ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ یعنی اے ایمان والو جس وقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعے کے پس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑ دو سودا کرنا اور اسواسطے کہ بیع کرنے سے خلل آتا ہے سعی میں اور وہ واجب ہے یہانتک کہ اگر سعی میں خلل نہ آوے بلکہ سعی بھی ہوتی جاوے اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری ایک کشتی میں سوار ہیں اور وہ کشتی چلی جاتی ہے مسجد جامع کو تو مضائقہ نہیں در مختار ص اور جن دو بردوں میں قرابت قریب محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب غیر محرم جیسے چچا کی اولاد دونوں نکل گئے ہدایہ ص اور دونوں صغیر سن ہوں یا ایک صغیر سن تو ان میں جدائی ڈالنا مکروہ ہے جب کسی حق کے سبب سے نہ ہووے نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک جب ان دونوں میں ناتا ولادت کا ہووے تو ایک کی بیع بدون دوسرے کے جائز نہیں ف اور بعضوں نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز نہیں خواہ ناتا ولادت کا ہووے یا اور طرح کا اور یہی قول ہے زفرؒ اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت کی ترمذیؒ نے ابی ایوب انصاریؓ سے کہا کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جُدائی ڈالی درمیان میں والدہ اور اُس کے ولد کے جُدائی ڈالیگا اللہ تعالیٰ درمیان اُس کے اور درمیان دوستوں اُس کے کے دن قیامت کے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور صحیح کیا اُسکو حاکمؒ نے شرط مسلمؒ پر اور نظر کی اُسمیں محدثینؒ نے کہ اُس کی اسناد میں یحیی بن عبداللہ ہے نہیں اخراج کیا اُس سے صحاح میں اور اختلاف کیا گیا اسمیں اور بسبب اختلاف کے نہیں صحیح کیا اُسکو ترمذیؒ نے اور روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے ایک قصے کے ساتھ اور روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہے وہ شخص جس نے جدائی ڈالی درمیان میں والدہ اور اُس کے ولد کے اور کہا کہ اسناد اُس کی صحیح ہے اور روایت کی ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ ہبہ کیے مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس میں بھائی تھے تو بیچا میں نے ایک کو پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علیؓ کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا میں نے بیچ ڈالا اُسکو تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھیر لے اُس کو پھیر لے اُس کو کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی حاکمؒ اور دار قطنیؒ نے دوسرے طریق سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجھ کو ساتھ بیع دو بھائیوں کے تو بیچا میں نے اُن دونوں کو الگ الگ اور کہا میں نے آنکر یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپنے کہ پھیر لے اُنکو اور بیچ اُن کو ایک ساتھ اور نہ جُدائی کر درمیان اُنکے صحیح کیا اُس کو حاکمؒ نے اوپر شرط بخاریؒ اور مسلمؒ کے اور نفی کی ابن قطانؒ نے ہر عیب کو اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولیٰ ہے اُن حدیثوں میں جن پر اعتماد ہے اس باب میں اور روایت کیا اُس کو احمدؒ اور بزارؒ نے دوسرے طریق سے لیکن اُسمیں انقطاع ہے اور وہ مضر نہیں ہمارے نزدیک ص اور اگر جُدائی ان دونوں کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اُسمیں دیا گیا یا عیب کے سبب سے رد کیا گیا تو مکروہ نہیں اور جائز ہے بیع من یزید یعنی نیلام ف جس کو ہراج کہتے ہیں اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے انس بن

مالکؒ سے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرتؐ نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اُس نے کہا کیوں نہیں ایک کمل ہے جس کو کچھ میں اُوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جسمیں میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ اُنکو میرے پاس لے آسو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا میں ان کو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دونوں کو دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں چیزیں اُسکو دیں اور دونوں درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل و عیال کو دے اور دوسرے سے کلھاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اُسمیں لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھ کو پندرہ دن نہ دیکھوں اُس نے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اُسکو دس درہم حاصل ہوئے سو اُس نے کچھ درہموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنیسے دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے مُنھ پر ہووے بسبب سوال کے

ص باب اقالے کے بیان میں

ف اقالہ بیع کا رد کرنا بعد تمامی کے اقالے کا جواز ثابت ہے حدیث سے فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیر لے مسلمان کی بیع رد کریگا اللہ تعالیٰ لغزش اُسکی قیامت کے دن روایت کیا اُسکو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور صحیح کہا اُسکو ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے ص جاننا چاہیئے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق میں تو فسخ بیع ہے اور سوائے انکے اور شخصوں کے حق میں مانند بیع جدید کے ہے تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق میں نہ ہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا ف اور مثال اُسکی آگے آتی ہے ص اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہے تو اُس کا فائدہ یہ ہے کہ وقت اقالے کے شفیع کو دعویٰ شفعہ پہونچتا ہے ف مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اُس وقت حق شفعہ ساقط کر دیا بعد اُس کے اب اقالہ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق میں تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاویگا اور شفیع کے حق میں بیع جدید تو اب پھر اُس کو دعویٰ شفعہ پہونچ سکتا ہے درمختار ص اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اُس کے اقالہ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہوگا ف یعنی اب بائع اول کو وطی اُسکی جائز نہ ہوگی بغیر استبرا کے ص اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ بیع ہے تو اگر بیع نہ ہوسکیگی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمدؒ کے نزدیک فسخ ہے اور اگر فسخ ممکن نہ ہوگی تو بیع شمار کیجاویگی ص تو باطل ہے اقالہ بیع اُس لونڈی میں جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آنکر جنے ف مثلاً ایک لونڈی خریدی اور وہ مشتری پاس آنکر بعد قبض کے جنی تو اس اقالے کو فسخ نہیں بنا سکتے اسواسطے کہ بیع میں زیادتی ہوگئی اور یہ مانع فسخ ہے تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ ص امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل نہیں ہے کیونکہ اس اقالے کو بیع بنا سکتے ہیں اور اقالہ اتنی ہی قیمت کو درست ہے جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپئے کے بدلے میں بیع ہوئی تھی اور اقالے میں اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پر پہلی قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط صحیح ہے اسواسطے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اقالہ فسخ بیع اول ہے اور فسخ نہیں ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع جدید ہے تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی الا کمی قیمت کی اُس صورت میں درست ہے جب مبیع میں مشتری کے پاس آنکر کوئی عیب ہو گیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع نہیں ہے البتہ ہلاک ہو جانا مبیع کا مانع صحت اقالہ ہے ف یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہو جاوے تو یہ اقالے کا مانع نہیں اسواسطے کہ ثمن تابع ہے بیع میں اور اصل مبیع ہے اور وہ موجود ہے اسی واسطے اگر مبیع تلف ہو جاویگی مشتری کے پاس تو پھر اقالہ اُس کا نہ ہو سکیگا مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مر گیا تو اب اقالہ اُس کا نہیں ہو سکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالے کے مبیع ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہو کر اصل بیع قائم ہو جاویگی بحر ص اور اگر مبیع میں سے کسی قدر تلف ہو جاوے تو اُسی قدر کا اقالہ نہ ہو سکیگا باقی کا درست ہوگا ف مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر

اُس کے حصے کے اقالہ صحیح ہے **مسائل لحاقیہ** اقالے میں رضامندی بائع اور مشتری کی شرط ہے اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہیں ہوسکتا اور واجب ہے اقالہ عقد فاسد و مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہ ہوگا صابون کو خریدا اور پھر وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہے اس واسطے کہ کل مبیع باقی ہے اور صحیح ہے اقالے کا کرنا تو پھر مبیع اول لوٹ آوےگی مگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہیں انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اُس کا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں درمختار

ص باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان میں

مرابحہ کہتے ہیں چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کر کے اور تولیہ کہتے ہیں صرف لاگت پر بیچنے کو بلانفع کے **ف** جاننا چاہیئے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہے مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضعیہ، مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہوچکا ہے اور مساومہ کہتے ہیں اُس بیع کو جس کے ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہوجاویں بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضعیہ کہتے ہیں اصل لاگت سے نقصان پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہے اور نقلاً بھی بدلیل اس حدیث کے جس کو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت میں کہ حضرت ابوبکرؓ نے دو اونٹ خریدے اور اُن میں سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش کیا اور کہا آپ سوار ہوجیے صدقے ہوں آپ پر ماں باپ میرے تب فرمایا آپؐ نے میں نہیں سوار ہوں گا اس اُونٹ پر جو میری ملک میں نہیں ہے تو کہا ابوبکرؓ نے کہ وہ اُونٹ آپ کا ہوگیا فرمایا آپ نے نہیں مگر اُس قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اُس کو حضرت ابوبکرؓ نے اور سوار ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اُونٹ پر اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے سعید بن المسیبؓ سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت سب برابر ہیں نہیں ہے حرج ان میں اور مرسلات سعیدؓ کے مقبول ہیں **فتح ص** اور شرط ان دونوں کی یہ ہے کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو **ف** یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہوجاوے ثمن مثلی جیسے روپے اشرفی اور مکیل موزون یعنی جو چیزیں نپ تُل کر بکتی ہیں اور جو گن کر بکتی ہیں لیکن مقدار میں یکساں اور قریب ہوتی ہیں اور ثمن ذوات القیم جیسے حیوان اور انسان کہ اُن کے افراد کی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہووے چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حال آنکہ قیمت اُسکی مجہول ہے ہاں اگر مشتری ثانی اُسی چیز کا مالک ہوجاوے جس کو بائع ثانی نے قیمت میں دیا تھا اور اُسی قیمت سے خریدے تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اُس کو تسلیم کردیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اُسی کپڑے کے اور کچھ نفع پر یا بلانفع تو جائز ہے کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہے **نہر ص** اور مرابحہ اور تولیہ کی طرف احتیاج اسواسطے ہے کہ جو شخص ناواقف اور نادان ہے خرید و فروخت میں وہ شخص بائع واقف کے ایمان پر نفع دیکر یا اصل لاگت پر خرید کرسکتا ہے اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہے اسواسطے ان دونوں بیعوں کا مدار امانت اور دیانت پر ہے اور ضرور ہے اسمیں احتراز خیانت اور شبہہ خیانت سے **مسئلہ** اور اصل لاگت کپڑے میں شریک ہوگی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی کی اور اسی طرح ڈور میں بٹوائی کی مزدوری اور غلے میں باربرداری کی **ف** اور بھیڑ بکریوں کے ہانکنے کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سنچوائی پانی کی کھیت میں اور نہروں کی صفائی کی اور باغ میں درخت لگانے کی اور گھر کے چونہ کاری کی ان سب چیزوں کی مزدوریاں اصل لاگت میں گنی جاوینگی اسیطرح موتی میں سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی میں دروازہ بنانیکی **درمختار و نہر** ہدایہ میں اس کا قاعدہ کلیہ یہ لکھا ہے کہ جن مصارف کی لاگت میں ملانے کا دستور ہو تجارتیں اور اُس کے سبب سے مبیع میں یا قیمت میں زیادتی ہووے تو وہ لاگت میں ملائے جاویں گے **ص** لیکن ان چیزوں کی اُجرت اور مزدوری جب لاگت میں ملائی جاوے تو بائع یوں کہے کہ اتنے داموں کو مجھے یہ چیز پڑی ہے اور یوں نہ کہے کہ اتنے کو میں نے خریدا ہے **ف** تاکہ جھوٹ نہ ہوجاوے اور جس مکان میں اسباب رکھا ہووے اُس کا کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت میں داخل نہ ہوگی **ہدایہ ص**

تو اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اوّل نے مرابحہ میں خیانت کی تو اُسکو اختیار ہے چاہے اُن داموں پر جو مشتری اوّل نے بیان کیے ہیں خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ میں اگر خیانت معلوم ہوئی تو جس قدر مشتری اوّل نے خیانت کی رو سے اصل لاگت پر دام بڑھائے ہوں کا ٹکر باقی دام دیدیوے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں کاٹ لیوے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں چاہے مشتری اوّل کے بتائے داموں پر لے لیوے یا پھیر دیوے **ف** اور فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے **ص** اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اُس کو جس داموں پر بیچا تھا اُس سے کم کو خرید لیا تو اب اگر اُس کو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو مقدار نفع اوّل کو اصل لاگت سے مجرا کر لے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شے مفت پڑ جاوے تو اب اسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے مثلاً ایک گھوڑا دس۱۰ روپے کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا پھر دس۱۰ کو خرید لیا تو اب اُس کو اگر مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے کہ مجھ کو پانچ روپیہ کو پڑا ہے اور اگر دس۱۰ روپے کو خریدا اور بیس۲۰ کو بیچا اور پھر دس۱۰ کو خریدا تو اب اُسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح پر بیچ ڈالے برخلاف صاحبینؒ کے کہ اُن کے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہے **ف** اور صاحبینؒ کا قول خلق پر آسان ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے تو جس قول پر چاہے عمل کرے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے **ص** اگر اُس غلام نے جس کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہے اگرچہ وہ غلام قرضدار ہووے بقدر اپنی قیمت کے ایک کپڑا خریدا دس۱۰ روپیہ کو اور مولیٰ نے اُس سے پندرہ کو خریدا تو مولیٰ اگر اُس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہیے کہ اصل جمع دس۱۰ روپے بتلاوے اور ایسا ہی اُس کا اُلٹا یعنی اگر مولیٰ دس۱۰ روپے کو کپڑا لیکر اُسی غلام کے ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس۱۰ روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے **ف** اور دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے اور قرضدار غلام میں جب یہ صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہ ہوگا تو بطریق اولیٰ مولیٰ کو یا غلام کو وہی دام بتلانا پڑیں گے جن داموں مولیٰ یا غلام نے اُس شے کو لیا ہے یعنی دس۱۰ روپے ان دونوں صورتوں میں **ص** اور اگر مضارب کے پاس دس۱۰ روپے تھے مثلاً آدھے نفع کے قرارداد پر اُس دس۱۰ روپے کے بدلے میں مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال اب اُس کو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ۱۲½ روپیہ قیمت کپڑے کی بتاوے **ف** اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہے صاحب مال کی اور اسی طرح اُس کے اُلٹے میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اُس کا کتاب المضاربۃ میں آویگا **ص** اگر لونڈی خریدی صحیح وسالم اور مشتری کے پاس آنکر کانی ہوگئی **ف** کسی آفت سماوی سے **ص** یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اُس سے جماع کیا اور پھر اب بیچتا ہے اُس کو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کر دے اور اس کا بیان ضرور نہیں کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آنکر کانی ہوگئی یا اُس سے میں نے جماع کیا ہے **ف** اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیان اُس کا ضرور ہے اور یہی مذہب ہے باقی ائمہ کا فقیہ ابو اللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین بن الہمامؒ نے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر مشتری نے خود آنکھ اُسکی پھوڑ دی یا کسی اور نے اُسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اُس کا ازالۂ بکارت کیا جماع سے تو ان صورتوں میں جس وقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کر دیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خود بخود اُس کو چوہا کہیں سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اُس کو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اُس کا ضرور نہیں اور اگر اُس کے لپیٹنے اور کھولنے سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے اُس کا بیان ضرور ہے اور اگر ایک غلام خریدا ہزار روپیہ کو اُدھار ایک مدت پر پھر سو۱۰۰ کے نفع پر اُسے فروخت کیا بغیر بیان کے **ف** یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ میں نے ہزار روپیہ کو اُدھار لیا ہے **ص** تو اب مشتری ثانی کو اختیار ہے جب معلوم ہووے اُس کو یہ بات چاہے اُس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھ لیوے **ف** لیکن اگر رکھ لے گا تو اُس کو گیارہ سو روپیہ نقد دینے پڑیں گے نہ مؤجل **ص** تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کر دیا تو اُس کو گیارہ سو روپے پورے دینا لازم آویں گے نقد اور یہی حال تولیہ کا ہے **ف** کہ اگر مبیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت اُدھار مشتری اوّل کی معلوم ہو گی تب تو اختیار ہو گا چاہے اُس چیز کو رکھ لیوے اور چاہے واپس کر دیوے اور اگر بعد مبیع کے تلف کرنیکے خیانت مشتری اوّل پر اطلاع ہو گی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے دینا پڑیں گے **ص** اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجھ کو پڑی ہے اُتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور عمرو کو معلوم نہیں کہ زید کو کتنے کو یہ چیز پڑی ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر

لہ یعنی بیع مرابحہ کی پانچ عبد ماذون سے اور مولیٰ لینا اُس سے غیر معتبر بلکہ اعتبار عدم کا رکھتی ہے یعنی مرابحہ میں ۱۲ لہ واسطے جہالت ثمن کے ۱۲

عمرو کو اُسی مجلس بیع میں معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہے تو اُس کو اختیار ہو گا چاہے لے لے چاہے پھیر دیوے **ف** تو اگر مجلس میں بھی حال ثمن کا معلوم نہ ہووے تو بیع باطل ہو جاویگی در مختار **ص** جس چیز کو خریدے تو جبتک اُس پر قبضہ نہ کر لیوے بیع اُسکی جائز نہیں مگر عقار میں **ف** جاننا چاہیے کہ مبیع دو قسم ہے ایک منقول جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکیں جیسے چاندی سونا برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور ایک غیر منقول جس کی نقل و تحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ اور اسکو عقار کہتے ہیں دلیل اس باب میں وہ روایت ہے جو اخراج کیا اُس کا شیخین اور مالکؒ نے ابن عمرؓ سے کہ نہ بیچے کوئی غلے کو یہانتک کہ قبضہ کر لے اس پر اور طعام وغیرہ منقولات میں سے ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہیں بدلیل اُس حدیث کے جسکو روایت کیا نسائیؒ نے سنن کبریٰ میں حکیم بن حزام سے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ صلوات اللہ علیک میں خرید و فروخت کیا کرتا ہوں تو بتا دیجیے کہ کونسی خرید و فروخت حلال ہے اور کونسی حرام ہے تب فرمایا آپنے کہ نہ بیچ تو کسی شئے کو یہاں تک کہ قبضہ کر لے تو اُس پر اور بھی روایت کیا اُسکو احمدؒ نے مسند میں اور ابن حبانؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے یوسفؒ بن ماہک سے اُنھوں نے سنا حکیم بن حزام سے اور اُنکے بیچ میں ابن عصمہ نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ مخرجین اُس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہیں درمیان ابن ماہکؒ اور حکیمؓ کے اور بعضے نہیں اور ابن عصمہ ضعیف ہے نہایت درجے کا کہا ابن حزمؒ نے عبداللہ بن عصمہ مجہول ہے اور صحیح کہا اُنھوں نے حدیث کو بروایت یوسفؒ بن ماہکؒ خود حکیمؓ سے اسواسطے کہ اُس نے تصریح کر دی اپنے سماع کی حکیمؓ سے روایت قاسم بن اصبغؒ میں اور صحیح یہ ہے کہ عبداللہ بن عصمہ ان دونوں کے بیچ میں ہے ذکر کیا اُسکو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور عبداللہ اور ابن قطانؒ نے اُسکو ضعیف کہا اور دونوں نے خطا کی اسواسطے کہ یہ عبداللہ بن عصمہ حشمی حجازی ہے اور وہ جو ضعیف ہے عبداللہ بن عصمہ نصیبی ہے یا اور کوئی ہے تو حق یہ ہے کہ یہ حدیث حجت ہے اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں نقل کی زید بن ثابتؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہانتک کہ لیجاویں اُسکو تجار اپنی منزلوں تک اور صحیح کہا اُسکو اور تنقیح میں ہے کہ اسناد اسکی جید ہے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہاں منقول ہے کیونکہ منقولات کا لیجانا اپنی منزلوں تک ممکن ہے نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائیؒ کی عام ہے تو اُس کا جواب امام صاحبؒ یہ دیتے ہیں کہ مراد اُس سے بھی شئے منقول ہے اس لئے کہ غایت اس نہی سے یہی ہے کہ جبتک مبیع پر قبضہ نہیں کیا احتمال ہے اُسکے تلف اور ہلاک ہو جانیکا اور تلف و ہلاک عقار میں نہایت نادر ہے اسی واسطے اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اُس کے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اُسوقت میں غیر منقول بھی مانند منقول کے ہو گا عدم صحت بیع میں قبل قبض کے **فتح** و **در مختار** **ص** اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو ناپ یا تُل کر یا گن کر بکتی ہے **ف** جیسے غلہ کہ ناپ کر عرب میں اور حوالی مدراس میں بکتا ہے اور سونا چاندی تُل کر بکتا ہے اور اخروٹ وغیرہ گن کر **ص** تو نہ بیچے اُسکو اور نہ کھاوے یہانتک کہ ناپے اُسکو یا تولے یا گنے **ف** اور اگر یوں ہی کھا ڈالا یا بیع کر یگا تو مکروہ تحریمی ہے در مختار **ص** منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع غلہ سے جبتک کہ جاری نہ ہوں اُسمیں دو صاع بائع کا اور صاع مشتری کا اور مطلب اس کا یہ ہے کہ بائع مشتری کے سامنے بعد بیع کے اُس کو ناپ یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہے کہ بائع کا اُس صورت میں ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہے اب پھر مشتری کو ضرور نہیں ناپنا وغیرہ یہاں تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اُس کو ناپ یا تول یا گن رکھا ہے تو یہ کافی نہیں اگرچہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد بیع کے ناپا لیکن مشتری کی غیبت میں وہ بھی معتبر نہ ہو گا **ف** اور اُس سے وہ چیزیں نکل گئیں جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریاں لگا کر بکتی ہیں تو ان کا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اصل اس باب میں روایت ہے ابن ماجہؒ کی جابرؓ سے نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِيَ فِيهِ صَاعَانِ صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِي یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اسمیں دو صاع جاری نہ ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحاقؒ اور ابن ابی شیبہؒ اور بزارؒ اور عبد الرزاقؒ نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہے اگرچہ اس حدیث کی اسنادوں میں ضعف ہے لیکن بسبب تعدد طرق اور قبول ائمہؒ کے حجت ہے اور محل حدیث وہ ہے کہ مشتری نے ایک چیز خریدی ناپ یا تول کے اور اب اُسکو بیع کرتا ہے تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت اپنی خرید کے مشتری تھا اور اب بائع ہو گیا **عینی** یا وہ صورت ہے جس کو شارح بیان کرتا ہے **ص** ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کُرؒ میں گیہوں کے مثلاً

ایک مدت معین پر تو ہر گاہ مدت گزری تو مسلم الیہ نے ایک گر گیہوں کا ایک شخص سے خرید کرکے رب السلم کو حکم کیا کہ قبضہ کرلیوے اُس کر پر پہلے مسلم الیہ کیطرف سے
پھر اپنے لئے تو پہلے رب السلم نے اُس گیہوں کو مسلم الیہ کیلئے ناپا پھر اپنے لئے ناپا تو جائز ہوگا ف اس صورت میں صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے ص اور جو
چیزیں گزوں سے ناپ کر بکتی ہیں اُس کا استعمال بعد قبضے کے قبل ناپ لینے کے درست ہے اور ثمن میں تصرف کرنا ف جیسے روپے کے بدلے اشرفیاں لینا
یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کردینا یا بیچ ڈالنا یا وصیت کرنا ساتھ ثمن کے یا اجارہ دینا فتح ص قبل اس بات کے کہ بائع اُس پر قبضہ کرے درست ہے
ف کیونکہ ثمن تابع ہے بیع میں اور اُسمیں خوف فسخ عقد کا نہیں بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ وہ متعین نہیں تعین سے بخلاف بیع کے ہدایہ عبد اللہ بن
عمرؓ سے روایت ہے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میں بیچتا ہوں اونٹ نقیع میں تو بیچتا ہوں عوض میں دیناروں کے اور لیتا ہوں دراہم اور
بیچتا ہوں عوض میں دراہم کے اور لیتا ہوں دینار تو فرمایا آپ نے نہیں ہے حرج اسمیں اگر لے نرخ سے اُس دن کے جبتک کہ جدا نہ ہو تم دونوں اور تمہارے
درمیان میں کوئی معاملہ باقی ہووے روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور دارمیؒ نے اور صحیح کہا اسکو حاکمؒ نے ص ثمن میں کمی اور زیادتی کرنی
درست ہے جبتک مبیع قائم ہے یعنی کمی مطلقاً درست ہے اور زیادتی اُس صورت میں جبتک مبیع ہلاک نہ ہوئی ہو تو درست ہے ف اور بعد ہلاک مبیع کے زیادتی
ثمن درست نہیں اگرچہ ہلاکی حکمی ہو اسطرح پر کہ مشتری نے اُسکو بیچا پھر اُسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا ورمختار ص اور اسیطرح جائز ہے زیادتی مبیع میں ف یعنی اگر
بائع اپنی خوشی سے مبیع میں کچھ اُوپر بڑھادے تو درست ہے ص اور ان صورتوں میں کل کا استحقاق ہو جاتا ہے یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھایا تو بائع اصل ثمن اور
زیادتی دونوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور بائع نے اگر مبیع بڑھادی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونوں کا مستحق ہوتا ہے اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر مبیع
در صورت زیادتی یا ثمن در صورت زیادتی کسی شخص غیر کی نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لے گا اور اسی طرح بائع کل مبیع مع زیادتی کے مشتری سے
وصول کریگا ف اسواسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا مبیع مل جاتی ہے اصل عقد سے گویا عقد اس قدر مبیع یا اس قدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپے کو
چار آم خریدے اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھادیا تو گویا ایسا سمجھا جائیگا کہ زید نے عمرو سے روپے کے پانچ آم خریدے اسیطرح اگر زید نے ایک روپے پر
چار آنے یا آٹھ آنے بڑھادیے تو ڈیڑھ روپیہ یا سوا روپیہ اصل ثمن سمجھا جاویگا ص اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علیحدہ
احسان رہیگا تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی بیع یا ثمن کے مابقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت میں کم قیمت سے
لیگا ف یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خرید ا ۱۰۰ سو روپے پر بعد اُس کے زید نے ۲۵ پچیس روپے بڑھادیے یا عمرو نے ۲۵ پچیس روپے گھٹادیے اور بکر کا شفعہ اُس
مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول میں صرف ۱۰۰ سو ہی روپے کو اور صورت ثانی میں ۷۵ پچھتر کو لے سکتا ہے ص اگر ایک شخص نے کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھ
بدلے میں ہزار روپے کے اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں ثمن میں سے سوا ہزار کے سو روپے کا مثلاً اور اُس نے بیچ ڈالا تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے
وصول کرے اور ۱۰۰ سو روپے ضامن سے اور اگر اُس نے یہ نہیں کہا کہ میں ثمن میں سے سوا ہزار کے ۱۰۰ سو کا ضامن ہوں ف یعنی ثمن کی قید اُس نے نہیں لگائی
ص بلکہ اُتنا ہی کہا کہ میں سوا ہزار کی ۱۰۰ سو کا ضامن ہوں تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور ضامن پر کچھ نہیں لازم آتا سوائے قرض کے ف
قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دیوے جیسے روپے اشرفی غلہ وغیرہ ص اور طرح کا دین
ف مثلاً ثمن مبیع ص اسکی مدت معلوم اگر دائن مقرر کر دیگا تو وہ مؤجل ہو جاویگا ف یعنی پھر اندرون مدت کے اُس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اور قرض کی مدت
اگر مقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کردے تو صحیح نہیں یعنی اُسکو لازم نہیں کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ کر سکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا
ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہے تو جیسے معیر کو مدت استیفائے عاریت کی لازم نہیں اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہے کیونکہ
اسمیں رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں ص کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے اُدھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہے ف حال آنکہ یہ
خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے زیلعیؒ و نہر مسائل الحاقیہ ایک لڑکے صغیر محجور کو قرض دیا اور اُس نے ہلاک کردیا
تو ضامن نہ ہوگا اور مثل اُس کے مرد بائع بیہوش ہے شرائط زائدہ قرض میں باطل ہیں اور اُن سے قرض باطل نہیں ہوتا روٹی کا قرض لینا اور گوندھے ہوئے

آٹے کا تول کر جائز ہے کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گراں سے بسبب حاجت قرض کے جائز اور مکروہ ہے در مختار

ص باب ربوا یعنی سود کے بیان میں

ف سود لینا باتفاق اُمت حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے فرمایا اللہ سبحانہ نے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا یعنی اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں مراد ربوا سے مال زائد ہے خواہ قرض میں ہو یا اموال ربویہ کی بیع میں آور گاہے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی بمعنی مصدری فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اور حلال کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع میں زیادہ دین لین کو فتح صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہے کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانیوالے پر اور کھلانیوالے پر اور اُسکے لکھنے والے پر اور اُسکے گواہوں پر آور فرمایا آپ نے سب برابر ہیں آور روایت کی امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آویگا ایک زمانہ لوگوں پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانیوالا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا اُسکو پہونچ جاویگی اُسکو بھاپ اُسکی آور ایک روایت میں گرد اُسکی عبداللہ ابن حنظلہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درم سود کا کہ کھاتا ہے اُسکو آدمی جان بوجھکر سخت زیادہ ہے چھتیس زنا سے اخراج کیا اس کا احمدؒ اور دار قطنیؒ نے آور روایت کی بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن عباسؓ سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہے مال حرام سے تو جہنم قریب ہے اُسکے آور روایت کی ابن ماجہؒ و بیہقیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کے ستر ٹکڑے ہیں سب سے کم ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے آور ابن مسعودؓ سے ہے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہے مال اُس سے لیکن انجام اُس کا نقصان ہے آور احمدؒ و ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شبِ معراج کو آیا میں ایک قوم پر کہ پیٹ اُنکے مثل گھڑوں کے ہیں اور اُسمیں سانپ دکھائی دیتے ہیں تو پوچھا میں نے جبریل علیہ السلام سے کون ہیں یہ لوگ کہا اُنھوں نے یہ سود خوار ہیں فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ اخیر آیت کلام اللہ کی آیت بیاج کی ہے اور تحقیق کہ حضرتؐ نے وفات کی اور خوب کھول کر بیان نہ فرمایا بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جسمیں شبہہ بھی بیاج کا ہووے ص ربوا ایک زیادتی ہے ایک جنس کی دو چیزوں میں تول یا ناپ سے جو خالی ہے عوض سے اور شرط کیگئی ہے واسطے احد المتعاقدین کے ف یعنی واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے ص معاوضے میں تو ایک جنس کی دو چیزوں کے کہنے سے نکل گیا مبادلہ دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہوں کے بسبب متحد نہ ہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے میں پانچ گز کے آور خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہوں اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہوں اور دو سیر جو کے بدلے میں بیچا اسواسطے کہ یہاں اگرچہ ثانی زائد ہے لیکن یہ زیادتی بے عوض کے نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ سیر بھر جو کے مقابلے میں دو سیر گیہوں ہو دیں اور سیر بھر گیہوں کے عوض میں دو سیر جو اور یہ جو کہا گیا کہ شرط کیگئی ہے احد المتعاقدین کیواسطے اس سے وہ صورت خارج ہوگئی کہ زیادتی کی شرط شخص ثالث کیلئے ہووے تو وہ ربوا نہیں شمار کیجاویگی اور معاوضے کی قید اسواسطے لگائی کہ زیادتی اُس عقد میں جو خالی ہوتا ہے عوض سے جیسے ہبہ بیاج نہیں ہے علت اور شرط ربوا کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ دونوں چیزیں قدری ہوں یعنی پیمانے میں نپ کر یا تُل کر بکتی ہوں دوسرے یہ کہ اُن دونوں چیزوں کی جنس ایک ہووے ف مثلاً دونوں طرف گیہوں ہوں یا چاول یا سونا یا چاندی اور اگرچہ وہ چیز نپ یا تل کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کر کے جیسے ککڑی آم وغیرہ تو اُس میں ایک کے بدلے دو لینا درست ہے یا جنس ایک نہ ہو جیسے جَو کے بدلے گیہوں یا چاول کے بدلے جو تو اس صورت میں بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاویگا ص اور شافعیؒ کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہے کہ وہ دونوں چیزیں یا کھانیکی قسم سے ہوویں جیسے گیہوں چاول یا قیمت جیسے سونا چاندی اور ایک جنس ہونا اور امام مالکؒ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ کھانیکی قسم سے ہووے یا قابل رکھ چھوڑنے یا جمع کرنیکے ہووے ف اصل اس باب میں وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا صحاح ستہ والوں نے سوائے بخاریؒ کے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے اور چاندی کو بدلے میں چاندی کے اور گیہوں کو بدلے میں گیہوں کے اور جو کو بدلے میں جو کے اور کھجور کو بدلے میں کھجور کے اور نمک کو بدلے میں نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست برابر برابر

توجب یہ قسمیں مختلف ہوویں یعنی گیہوں بدلے میں جَو کے یا جَو بدلے میں نمک کے مثلاً تو بیچو جس طرح چاہو تم لیکن دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہے اور اسی کو اختیار کیا امام اعظمؒ نے اور دلیل اسکی کتب اصول میں بہ تفصیل مذکور ہے ص تو جو چیز نپ یا تُل کر بکتی ہے جب بدلے میں اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اُس میں زیادتی لینا حرام ہے اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہ ہووے جیسے چونا اور لوہا چونا کیلی ہے اور لوہا وزنی آور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک زیادتی انمیں حرام نہیں ف کہ یہ دونوں چیزیں کھانیکی نہیں ہیں لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہے اسواسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک حرام نہیں ص اور برابر برابر بیچنا درست ہے آور جو جنس قدر شرعی میں داخل نہیں جیسے نصف صاع سے کم اُن میں بھی زیادتی حرام نہیں جیسے بیچ ایک مٹھی گیہوں کے بدلے میں دو مٹھی گیہوں کے یا ایک انڈے کے بدلے میں دو انڈوں کے یا ایک کھجور کی بدلے میں دو کھجور کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں حلال ہے کھانے کی چیزوں میں بیچ ایک مٹھی کی عوض دو مٹھی کے بسبب علت طعم کے اور اس لئے کہ اصل ہمارے نزدیک حلت ہے اور اُنکے نزدیک حرمت ف اسواسطے کہ مقادیر میں شرعاً نصف صاع سے کم کا اعتبار نہیں البتہ نصف صاع تک کا اعتبار ہے صدقۂ فطر وغیرہ میں تو جو اُس سے کم ہے اُس میں زیادتی حرام نہ ہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے ص تو جہاں پر قدر و جنس دونوں موجود ہیں وہاں زیادہ لینا اور اُدھار بیچنا دونوں حرام ہیں جیسے ایک صاع گیہوں کو بدلے میں دو صاع گیہوں کے بیچے یا ایک صاع گیہوں کو بدلے میں ایک صاع گیہوں کے بیچے ایک طرف اُدھار سے یا دونوں طرف اُدھار سے اور جہاں پر نہ قدر ہے نہ جنس وہاں دونوں باتیں درست ہیں ف مثلاً چار آموں کو بدلے میں دو خربزوں کے بیچے یا دو آموں کو بدلے میں دو خربزوں کے ایک طرف اُدھار کر کے یا دونوں طرف اُدھار کر کے ص اور جہاں پر فقط قدر ہے یا فقط جنس تو وہاں زیادتی درست ہے لیکن اُدھار بیچنا نادرست ہے جیسے ایک صاع گیہوں کی بیچ ساتھ دو صاع جَو کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیچ چھ گز ہراتی کپڑے کے بدلے میں تو یہ بیچ نقد درست ہے اور اُدھار درست نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک فقط اتحاد جنس میں قرض بیچنا حرام نہیں ف پہلی صورت میں صرف قدر ہے اور دوسری صورت میں صرف اتحاد جنس ہے اور دلیل اسکی شرح وقایہ میں مذکور ہے ص اور جَو اور گیہوں اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی رہینگے آور چاندی سونا وزنی اگرچہ لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیویں ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جَو گیہوں کھجور اور نمک کو کیلی قرار دیا اور چاندی سونے کو وزنی تو لوگوں نے اگر گیہوں کو تول کر بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونے کو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیے جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چھ چیزوں کے باقی چیزیں لوگوں کی عادت کے موافق رکھی جاوینگی ف یعنی اگر لوگ اُس کو ناپ کر بیچتے ہیں تو کیلی گنی جاوینگی اور جو تول کے بیچتے ہیں تو وزنی ص تو بیچ گیہوں کی گیہوں کے ساتھ برابر تول کر جائز نہیں ف اسواسطے کہ اصل میں وہ کیلی ہے تو احتمال ہے کہ باوجود برابر ہونے وزن کے کیل میں فرق ہو اس صورت میں ربوا ہو جاویگا ص اور سونے کی سونے کے ساتھ برابر ناپ کر جائز نہیں ف اسواسطے کہ وہ اصل میں وزنی ہے تو احتمال ہے کہ باوجود برابر ہونیکے ناپ میں وزن میں تفاوت نکلے تو ربوا ہو جاویگا ص جیسے جائز نہیں بیچ ان چیزوں کی ڈھیر لگاکر ف اسواسطے کہ اسمیں احتمال زیادتی کا ہے ص اور ان چیزوں میں وقت عقد کے معین کر دینا بیچ کا ضرور ہے یہ ضرور نہیں کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کر لیں ف یعنی اگر گیہوں کے بدلے میں گیہوں بیچے جاویں تو دونوں کو معین کر دینا مجلس عقد میں ضرور ہے یہ لازم نہیں کہ اُسیوقت ہر ایک شخص اپنے اپنے عوض پر قبضہ بھی کر لیں ص البتہ عقد صرف میں قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد میں ضرور ہے ف یعنی اگر مبیع اور ثمن دونوں ثمن کی چیزیں ہوں مثلاً روپے اشرفی ہوں یا چاندی سونا تو اس صورت میں مجلس عقد میں بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہے ف اور بیان اسکا باب الصرف میں آویگا ص اور شافعیؒ کے نزدیک جب طعام کی بیچ ہووے تو قبضہ کرنا دونوں طرف سے عوضین پر مجلس عقد میں ضرور ہے ف شافعیؒ کی دلیل وہی حدیث عبادہ بن صامتؓ ہے جسمیں دست بدست مذکور ہے یعنی یداً بید امام اعظمؒ کہتے ہیں کہ معنی اس کے عیناً بعین ہیں جیسا کہ روایت مسلم اور شافعیؒ میں ہے باقی تفصیل ہدایہ اور فتح القدیر میں ہے ص بیچ ایک پیسے معین کی بدلے میں دو پیسے معین کے جائز ہے آور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ف اسواسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک پیسے چلن وار ثمن میں داخل ہیں اور ہماری دلیل اصل میں مذکور ہے لیکن محتاط قول امام محمدؒ کا ہے ص اور درست ہے

لہ جو چیز کہ نپ کر پیمانے میں بکتی ہیں ۱۲ ؎۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ فلوس میں ثمنیت اصلیہ نہیں بلکہ اصطلاحیہ ہے اور حقیقت میں وہ عددیہ ہیں پس جائز ہے واسطے عاقدین کے کہ اُن کو معین کر کے ثمنیت سے خارج کر دیں مثل اعراض کپڑے و ظروف کے کر دیں تو عقد مذکور صحیح ہو جاوے اور بلا تعیین جائز نہیں فافہم ۱۲ ابلہ

علہ زیادتی اور قرض ۱۲ علہ اتحاد جنس نہیں ۱۲ سہ اتحاد قدر نہیں ۱۲

بیع گوشت کی ساتھ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اُسی جانور کی جنس سے ہووے **ف** مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو کم و بیش بشرط تعیین کے البتہ اُدھار درست نہیں **در مختار ص** اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہے اُسی جانور کے بدلے میں بیع ہے تو ضرور ہے کہ گوشت زائد ہو اُس قدر گوشت سے جتنا اُس حیوان میں نکلے تا کہ گوشت مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلے اوجھڑی پچونی وغیرہ کے آور نزدیک شیخینؒ کے مطلقاً جائز ہے اس لئے کہ یہ بیع موزوں کی ہے عوض غیر موزوں کے **ف** اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک بیع مطلقاً جائز نہیں بدلیل اُس حدیث کے جس کو روایت کیا مالکؒ نے مؤطا میں اور ابو داؤدؒ نے مراسیل میں سعید بن المسیبؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے گوشت کی بدلے میں حیوان کے آور ایک روایت میں یہ ہے کہ بیع سے زندہ کی بدلے میں بیجان کے اور مراسیل سعیدؒ کے بالاتفاق مقبول ہیں آور روایت کی ابن خزیمہؒ نے سمرہؓ سے مانند اس کے بروایت حسن عن سمرۃؓ کہا بیہقیؒ نے اسناد اسکی صحیح ہے اور جس شخص نے سماع حسن کا سمرہؓ سے ثابت کیا ہے اُس کے نزدیک یہ حدیث موصول ہے اور جس نے نہیں ثابت کیا اُس کے نزدیک مرسل ہے جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی میں ہے کہ بیع گوشت کی ساتھ حیوان کے نہ کرے واللہ اعلم **ص** اور جائز ہے بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھ ناپ کر اور بیع رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے **ف** رطب کہتے ہیں تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے میں رطب کے اور اسی طرح رطب کی بدلے میں تمر کے برابر درست ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہیں اسواسطے کہ رطب سوکھ کے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہے کہ مروی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے میں تمر کے تو فرمایا آپنے کیا کم ہو جاتا ہے تر خرما سوکھ کر کہا اُنھوں نے ہاں تو منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو پانچوں عالموں نے اور صحیح کہا اسکو ابن المدینیؒ اور ترمذیؒ اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رطب بھی تمر میں داخل ہے بدلیل اُس حدیث کے جو ہدایہ میں ہے کہ ہدیہ بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپنے کیا کل تمر خیبر کے اسی طرح ہیں آور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہے اور یہ حدیث بخاریؒ و مسلمؒ میں بروایت ابو سعید خدریؓ موجود ہے لیکن اسمیں رطب کا لفظ نہیں البتہ روایت کی حاکمؒ اور بیہقیؒ اور طحاویؒ نے سعدؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے اُدھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہیں صرف اُدھار ممنوع ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی ثابت ہے **حکایت** ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جب بغداد میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگ اس مسئلے میں امام صاحبؒ پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہری حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا اُن سے کہ رطب کی بیع تمر سے کسطرح جائز کہتے ہو امامؒ نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا رطب تمر ہے یا تمر نہیں ہے اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ کے اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل آخر حدیث کے اِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعدؓ کی وارد کی امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور اُسکی حدیث مقبول نہیں تو حیران ہو گئے سب علما اور نہ رد کر سکے حجت کو امامؒ کی و تمامہ فِي فَتْحِ الْقَدِيْرِ **ص** اور درست ہے بیع انگور تر کی بدلے میں انگور خشک کے جیسے جائز ہے بیع تر یا بھگوئے ہوئے گیہوں کی اپنے مثل سے اور خشک سے اور اسی طرح جائز ہے بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے برابر **ف** اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمدؒ کے **در مختار ص** اور جائز ہے بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھ دوسرے حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی **ف** یعنی گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اُونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس ایک جنس ہیں اور اسی طرح بھیڑ بکری تو ان میں زیادتی کمی درست نہیں **ہدایہ ص** اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے عوض میں کم و بیش بیچنا درست ہے **ف** بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کیونکہ دونوں ایک جنس ہیں **طحطاوی ص** اور اسی طرح ناقص کھجور کے سرکے کی بیع عوض سرکہ انگوری کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دُنبے کی چکتی کے یا گوشت کی کمی و بیشی کے ساتھ درست ہے **ف** ناقص کھجور کی قید

اتفاقی ہے چونکہ اکثر بسر کہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہے اسواسطے یہ لفظ کہا ص اور اسی طرح درست ہے روٹی کی بیع ف اگرچہ گیہوں کی ہو در مختار ص عوض میں گیہوں کے اور آٹے کی کمی بیشی سے اگرچہ ایک جانب اُدھار ہووے اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ روٹی عددی ہے اور جو اُدھار ہو اور گیہوں اور آٹا نقد ہو جب بھی جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ف اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ بہتر نہیں ہے اور یہی محتاط ہے ص اور نہیں جائز ہے بیع جید کی ساتھ ردی کے اموال ربویہ میں سے مگر مساوی اور اسی طرح بیع گدر کھجور کی یعنی بُسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید کہتے ہیں عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہیں خراب کو جیسے گیہوں بعض عمدہ ہوتے ہیں اور بعض خراب یا کھجور کہ جید اور ردی سب قسم کی ہوتی ہے تو یہ نہیں جائز ہے جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ لیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث ہدایہ میں ہے جَیِّدُهَا وَرَدِیُّهَا سَوَآءٌ یعنی جید اور ردی ان چیزوں میں سے سب برابر ہیں کہا زیلعیؒ نے غریب ہے اس لفظ سے لیکن معنی اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہیں ص اور اسی طرح جائز نہیں بیع گیہوں کی ساتھ ستو کے یا گیہوں کی ساتھ آٹے کے یا آٹے کی ساتھ ستو کے نہ برابر برابر نہ کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزیں نپ کر بکتی ہیں اور ناپ میں انکی زیادتی کمی کا احتمال ہے کیونکہ گیہوں زیادہ سماویں گے بہ نسبت آٹے کے ص اور جائز نہیں بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تل کے تیل کے یہانتک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اُس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہے عوض میں کھلی کے ہو جاوے اور روٹی کا قرض لینا تول کر جائز ہے گن کر جائز نہیں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بالکل جائز نہیں نہ وزن سے اور نہ گنتی سے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں طرح درست ہے مالک اور غلام میں سود متحقق نہیں ہوتا اسواسطے کہ غلام مع اُس کے مال کے ملک ہے مولی کی ف یہ صورت جب ہے کہ عبد ماذون ہو اور اُس پر دَین نہ ہووے اور اگر اُس پر دَین ہے تو زیادتی کمی سُود گنی جاویگی ہدایہ ص اور مسلمان اور حربی میں دار الحرب میں سود ثابت نہیں ہوتا ف اور دار الاسلام میں سود ہوتا ہے اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہے تو لینا اُس کا جس طرح ممکن ہو جائز ہے ایسا ہی ہے اصل میں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت جب درست ہے کہ زیادتی مسلمانوں کیلئے ہووے لیکن جواب مسئلہ عام ہے اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے اور ائمہؒ باقیہ کے نزدیک درست نہیں کیونکہ نصوص حرمت ربا مطلق ہیں اور امام صاحبؒ کی دلیل وہ ہے جو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے بیاج درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب میں اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کیا اسکو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے نہیں ہے بیاج درمیان اہل حرب کے اور گمان کرتا ہوں کہ کہا آپنے اور درمیان میں اہل اسلام کے کہا شافعیؒ نے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور نہیں حجت ہے آسناد کی اس حدیث کی بیہقیؒ نے معرفہ میں مبسوط میں ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مکحول ثقہ ہے اور مرسل ثقہ کی مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبرؓ نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق اکبرؓ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اس وقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرطیکہ نہ ہونے عہد شکنی کے اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علمائے مذہب نے اس میں لازم کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہاءؒ کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اس کے مخالف ہے اِنْتَهٰی مَا قَالَ الشَّیْخُ اِبْنُ الْهُمَامِ مُلَخَّصًا

ص باب اُن حقوق کے بیان میں جو بیع میں داخل ہو جاتے ہیں اور جو داخل نہیں ہوتے

ف حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں وہ ہے جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کیواسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو مگر مبیع کے سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ زمین میں ص داخل ہو جاتی ہے دار کی بیع میں علو اور عمارت اُسکی اور مفاتیح ف مراد مفاتیح سے وہ ہیں جو اغلاق سے متصل رہیں کبھی جدا نہ ہو دیں جیسے ضبہ اور کیون اگرچہ چاندی کے ہوں نہ قفل یعنی قفل[له] اور اُسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق کو فارسی میں کلیدانہ اور بندور کہتے ہیں یعنی لوہے کا آلہ جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے

له اس صورت میں صاحب [illegible]

بعضے اہل ہند اس کو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں **غایۃ الاوطار ص** اور بالاخانہ اور پاخانہ اور نہیں داخل ہوتا ہی دار کی بیع میں ظلہ **ف** بضم ظائے معجمہ اور تشدید لام کے اُس چھتے کو کہتے ہیں جو دروازے پر ہوتا ہے اور صاحب حقر سے منقول ہے کہ ظلہ وہ ہے جو ایک طرف اُسکی کڑیوں کا اس دار پر ہووے اور دوسرا کنارہ ہمسایہ کے گھر کی دیوار پر ہووے در مختار میں ہے کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اُس کا دروازہ اندر سے مکان کے ہووے تو دار کی بیع میں داخل ہوگا بالاخانہ کے مانند **فائدہ** فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں جنکی شناخت ضرور ہے بیت منزل، دار، بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہووے اور شب باشی کیواسطے بنا ہووے اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمیں رات دن آدمی رہیں اور اُسمیں باورچی خانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اُس میں صحن بے چھت نہ ہو اور اُسمیں اصطبل نہ ہو اور دار نام ہے اُس احاطے کا جس کے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل بے چھت کے آنگن پر مشتمل ہو **ص** مگر اُس صورت میں جب بیع بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهَا یا بِمَرَافِقِهَا یا بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ مِنْهَا اَوْ فِيهَا ہووے **ف** یعنی اگر بائع نے عقد بیع میں یہ الفاظ بڑھا دیے تو ظلہ بھی داخل ہو جاویگا معنی اس کے یہ ہیں کہ بیع کیا میں نے دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہے یا ساتھ منافع اور حقوق اُس کے کے یا ساتھ ہر قلیل اور کثیر کے کہ وہ اُس دار سے ہے یا دار میں ہے **ص** اور زمین کی بیع میں اشجار یعنی درخت اُس کے داخل ہوونگے اور کھیت داخل نہ ہوگا **ف** وجہ اُسکی یہ ہے کہ اشجار متصل ہیں زمین سے باتصال قرار یعنی اسواسطے نہیں بوئے گئے کہ پھر وہ اُکھاڑے جاویں یا جُدا کیے جاویں برخلاف کھیتی کے اور ضابطہ اِس بات کا یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مبیع کا اسم اُسکو شامل ہو عرف میں یا متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جُدا کرنے کیلئے نہ ہو تو وہ مبیع میں داخل ہو جاویگی ورنہ نہیں جیسے زینہ اینٹ چونے کا اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہووے یا زنجیریں اور قنادیل جو چھت میں کیلوں سے جڑی ہوویں دار کی بیع میں داخل ہونگی اور جو لکڑی کا زینہ الگ گھر میں رکھا ہے تو وہ داخل نہ ہوگا **در مختار و تاتارخانیہ** ثم اس قاعدے کی راہ سے جو اوکھلی گھر میں پتھر کی گڑی ہوئی ہے گھر کی بیع میں داخل ہوگی اور اسی طرح ڈنڈا اُس کا از روئے استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے کا پاٹ از روئے قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہے **ص** اور نہیں داخل ہوتے پھل لگے ہوئے درخت کے درخت کی بیع میں اِلا اگر خریدار شرط کر لیوے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے عبد اللہ بن عمر سے کہ جو شخص بیچے ایک غلام مالدار کو تو مال اُس کا واسطے بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی تو پھل اُس کا واسطے بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور امام محمدؒ نے روایت کی اصل میں کہ جو ایسی زمین خرید کرے جسمیں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار **ص** ہرچند کہ زمین کی یا درخت کی بیع میں بائع یہ کہدے کہ بِعْتُ بِحُقُوقِهٖ اَوْ بِمَرَافِقِهٖ **ف** قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ لَهٗ فِيهِمَا وَمِنْهُمَا مِنْ حُقُوقِهِمَا یا مِنْ مَرَافِقِهِمَا **ہدایہ ص** جب بھی کھیت اور پھل داخل نہ ہونگے **ف** اسواسطے کہ یہ چیزیں حقوق اور منافع نہیں ہیں البتہ اگر یہ کہیگا کہ بِعْتُهٗ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ لَهٗ مِنْهُمَا اَوْ فِيهِمَا تو یہ چیزیں داخل ہو جاوینگی اسواسطے کہ اس صورت میں بائع نے تصریح مرافق اور منافع کی نہیں کی **ہدایہ ص** اور بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہ ہوگا اگرچہ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهٗ کہے اور نہ منزل کی بیع میں مگر جبکہ منزل کی بیع میں بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهٗ کہدیگا تو بالاخانہ داخل ہو جاویگا اور دار کی بیع میں داخل ہوگا اگرچہ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهٗ نہ کہے **ف** اسواسطے کہ بالاخانہ ایک جُدا بیت ہے اور شے اپنے ہمسر کو نہیں شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ درصورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہے بالاخانے کو جیسا انکی تعریف سے معلوم ہو چکا **ص** جیسے داخل نہیں راہ اور مسیل اور شرب بیع میں البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کر دیگا تو یہ چیزیں داخل ہو جاوینگی اور اجارے میں ہر طرح خواہ ذکر کرے خواہ نہ کرے داخل ہونگی **ف** راہ سے وہ راہ مراد ہے جو طریق خاص انسان کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کیطرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع کے ہے چنانچہ بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اُس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اُس کا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی میں ہے اور مسیل وہ مکان ہے جس پر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول و سکون ثانی عبارت ہے پانی لینے کے حصے سے **کذا فی الطحطاوی ص** وجہ اسکی یہ ہے کہ اجارہ منعقد ہوتا ہے منفعت پر اور بدون ان چیزوں کے منفعت متصور نہیں اور بیع سے ملک عین شے مقصود ہوتی ہے تو ممکن

ہے کہ غرض مشتری کی بیع اُس شئے کی ہونا انتفاع ف کیونکہ ملک رقبہ میں کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہیں مسائل الحاقیہ گھر کی بیع میں کنواں جو اُس گھر میں ہو اور اُسکی گھرنی[۱] اور جو تخت زمین میں گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے اندر ہووے داخل ہے اور ڈول رسّی کنوئیں کی داخل نہیں اور حمام کی بیع میں دیگیں[۲] داخل ہیں جو دیواروں میں وصل ہیں نہ کانسے یعنی بڑے پیالے اور دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور غسالوں کے تغار اور تیلیوں کے مٹھور اور مٹکے اور دھوبیوں کا پٹرا جس پر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہیں زمین کی بیع میں داخل نہیں اور گدھے کی بیع میں اُسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو دہقانوں سے یا دیہاتیوں سے خریدا ہو اور جو تاجروں سے خریدیگا تو داخل نہ ہوگا البتہ رسّی جو اُسکے گلے میں بندھی ہوتی ہے داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو رسّی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول بغیر شرط کے داخل نہیں اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اُونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور گائے کا شیرخوار بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں اُس کا بچہ داخل نہیں اگرچہ شیرخوار ہووے اور اگر انگور کے درختوں کو خریدکیا تو وہ رسّیاں جو زمین کی گڑھی ہوئی میخوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور اسیطرح وہ تھونیاں جو ایک طرف سے زمین میں گڑی ہیں اور جتنی چیزیں تبعًا داخل ہیں اُنکے مقابل کچھ ثمن نہ ہوگا تو اگر وہ تلف ہو جائے گا قبل ادائے ثمن کے اس صورت میں ثمن کچھ ساقط نہ ہوگا جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بالتبع اسی طرح سے چند چیزیں بے نکالے ہوئے نکل بھی جاتی ہیں جیسے قریے کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ انتہی ملتقطا من الدر المختار و الفتح والعالمگیریۃ

باب استحقاق کے بیان میں یعنی مبیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان میں

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ مبیع بائع کی ملک نہ تھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خرید کی بعد خرید کے مشتری پاس آکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو زید صرف لونڈی کو لے لیگا ولد کو نہیں لے سکتا اور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہوں سے ثابت کر دی تو اس صورت میں زید لونڈی اور ولد دونوں لے سکتا ہے ف فرق کی وجہ اصل کتاب اور ہدایہ اور درمختار میں مذکور ہے خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ بینہ حجت مطلقہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت دفع ہو جاتی ہے ساتھ ثبوت ملک مقر لہا کے بعد انفصال ولد کے برخلاف صورت اول کے ص ایک شخص نے دوسرے کسی سے کہا کہ مجھ کو خرید لے کیونکہ میں غلام ہوں اور اُس نے خریدا بعد خریدنے کے وہ غلام آزاد نکلا اور اُس کے بائع کا پتہ نہیں اس صورت میں مشتری ضمان ثمن اُس شخص سے جس نے اپنے تئیں غلام کہا تھا لے لیگا ف اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس پر ضمان نہیں اور اگر بائع کا نشان و پتہ موجود ہے تو مشتری رجوع ثمن اُسی بائع پر کریگا نہ غلام پر در مختار ص اور وہ شخص بائع سے لیگا جب اُسکو پاویگا بخلاف رہن کے اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجھ کو رہن رکھ لے کہ میں غلام ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہ ہوگا برابر ہے کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہ ہو اس لئے کہ رہن عقد معاوضہ نہیں پس نہ ہوگا آمر ضامن اُسکی سلامتی کا اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک حق مجہول کا ایک دار میں اور مدعا علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اُس سے صلح کر لی بعد اُس کے اُس دار میں سے کچھ حصہ کسی شخص غیر کا مملوک نکلا تو اس صورت میں مدعا علیہ مدعی پر کچھ رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا حق اس حصہ مستحق کے سوا تھا اور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت میں البتہ مدعا علیہ نے جو روپیہ صلحًا مدعی کو دیا ہے سب پھیر لے گا اس مسئلے سے یہ مسئلہ سمجھا گیا کہ صلح دعوی مجہول سے جائز ہے اوپر مال معلوم کے اسواسطے کہ جہالت اُس چیز میں ہے جو ساقط ہو جاویگی اور یہ جہالت اسقاط حق میں موجب منازعت نہیں ہے اور بعض فتاوی سے منقول ہے کہ صلح نہیں صحیح ہے مگر جب دعوی صحیح ہو جاوے تو اس مسئلے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہوگئی اسواسطے کہ دعوی حق مجہول کا غیر صحیح ہے اور بہت سے مسائل ذخیرے کے دلالت کرتے ہیں اس روایت کی عدم صحت پر مسئلہ اگر مدعی نے دعوی کل دار کا کیا اور مدعا علیہ نے کچھ روپئے دیکر اُس سے صلح کر لی بعد اُس کے آدھا گھر یا پاؤ گھر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعا علیہ اُسی قدر حصہ اپنے زر صلح سے مدعی سے پھیر لیوے ف مثلاً آدھے دار کی صورت میں آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت میں ربع روپیہ پھیر لیوے ص اگر کوئی شخص غیر کی مِلک کو بے اذن اُس کے بیع کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہے چاہے بیع توڑ دے یا جائز رکھے مگر جائز رکھنا اُس

[۱] گھرنی یعنی گراری ۱۲ [۲] اس سے اگر وہ تابع اُس کا ہے ۱۲

صورت میں ہے کہ بائع اور مشتری اور مبیع باقی ہوں اور اسی طرح اگر ثمن عرض ہو تو اُس کا بھی باقی ہونا ضرور ہے **ف** عرض وہ چیزیں ہیں جو متعین ہو جاتی ہیں عقود میں جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اُس کے دین ہے جو متعین نہیں ہوتی ہیں جیسے دراہم و دنانیر پیسے رائج یا جو چیز کیلی وزنی ہیں **ص** تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن بلک مالک کی ہو جاویگی اور بائع کے ہاتھ میں وہ امانت تھی اور بائع کو بھی حق فسخ پہونچتا ہے قبل مالک کی اجازت کے واسطے دفع ضرر کے اپنے نفس سے کیونکہ حقوق عقد کے راجع ہیں اُسکی طرف **ف** اسواسطے کہ بائع یہاں فضولی ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دفع ضرر کیلئے عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت ناکح کے نہیں کر سکتا کیونکہ یہاں حقوق بیع رجوع کرتے ہیں طرف عاقد کے اور عاقد فضولی ہے اور نکاح میں حقوق نکاح رجوع کرتے ہیں طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہے **ص** اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کر کے لے گیا اور اُسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اُس کے مشتری نے اُسکو آزاد کر دیا اب اصل مالک کو خبر ہوئی اور اُس نے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت میں مشتری کا عتق نافذ ہو جاویگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں عتق ہے اُس غلام لونڈی میں جس کا مالک نہیں آدمی **ف** روایت کیا اُسکو ترمذیؒ نے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے زیلعی اور شیخینؒ کی دلیل اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اُس کے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اس صورت میں بیع ثانی جائز نہ ہوگی اسواسطے کہ اجازت سے ملک منقطع ثابت ہوتی ہے مشتری اول کیلئے جب وہ ملک موقوف مشتری ثانی پر طاری ہووے تو اُسکو باطل کیا اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو ارش یعنی قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملیگی اس لئے کہ ملک ثابت ہوئی مشتری کیلئے وقت خریداری سے تو یہ قطع ید ملک مشتری میں ہوا پس ارش کا وہی مالک ہوگا اور مشتری کو چاہیئے کہ قیمت ہاتھ کی اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہووے تو اُس کو فقیروں پر خیرات کر دیوے اسلئے کہ زیادتی میں شبہہ عدم ملک ہے **ف** مطلب یہ ہے کہ غلام کا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اُس کے مالک کو تاوان میں دینا پڑتی ہے اسلئے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے میں نصف دیت لازم ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر قیمت یعنی نرخ بازار اُس غلام کا زائد اُس ثمن سے نکلا جس کے عوض میں مشتری نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہے تو نصف قیمت بھی اُس کی نصف ثمن سے زائد ہوگی تو جس قدر زیادہ ہووے اُتنے کو مشتری تصدق کر دیوے فقیروں پر **ص** اگر زید نے عمرو کا غلام بدون اُسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گزارے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجھ کو اجازت بیع کی نہیں دی یا گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنی عمرو نے اقرار کیا تھا کہ میں نے زید کو اجازت بیع کی نہیں دی اور اس گواہی سے بکر کو مقصود یہ ہے کہ بیع کو ناجائز قرار دیکر وہ غلام رد کر دے عمرو پر تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ دعویٰ بکر کا متناقض ہے کیونکہ اُس نے جب اقدام کیا تھا غلام کی خرید پر تو اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہے اور اب یہ کہتا ہے کہ اجازت نہیں ہوئی ہاں البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ مجھ کو مالک کی اجازت نہ تھی تو بیع مردود ہو جاوے گی اگر مشتری طلب کریگا رد بیع کو اسواسطے کہ تناقض مانع ہے صحت دعویٰ کا اور نہیں منع کرتا صحت اقرار کو **ف** اسواسطے کہ اس صورت میں بھی اگرچہ دعویٰ میں تناقض ہے لیکن تناقض مانع صحت مدعا علیہ نہیں ہے تو مشتری کو ہو سکتا ہے کہ بائع کی موافقت کر لے اس باب میں اور بیع کو رد کر دیوے

ص باب بیع سلم کے بیان میں

ف بیع سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنی قول اللہ تعالے کا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ الآیۃ حمل کیا اسکو عبداللہ بن عباسؓ نے اوپر بیع سلم کے روایت کیا اسکو حاکمؒ نے مستدرک میں اور صحیح کہا اُسکو اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے کہا ابن عباسؓ نے کہ شہادت دیتا ہوں میں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا اس کا اسی آیت سے اور بھی اخراج کیا اُس کا شافعیؒ نے مسند میں و طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ آئے

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے میں اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنی بیع سلم کرتے تھے میووں میں برس کی اور دو برس کی تو فرمایا آپ نے جو شخص
سلف کرے تم میں سے کسی میوے میں تو چاہیئے کہ سلف کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین میں ایک مدت معین تک اور بہت سے آثار اور
احادیث اسکی اباحت پر دلالت کرتے ہیں ص سلم کہتے ہیں بیع کو ایک شئے کی اس طور پر کہ مبیع دین ہو جاوے بائع پر اور قیمت نقد دیجاوے ساتھ
شرائط معتبرہ کے ف اور سلف بھی اسی کو کہتے ہیں ص تو مبیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہیں اور صحیح ہے
سلم ہر اُس چیز میں جسکی قدر اور صفت معلوم ہو سکے بیان کر دینے سے ف اور جن چیزوں کی صفت اور قدر بیان سے معلوم نہ ہو سکے تو اُن میں سلم جائز
نہیں جیسے وہ چیزیں کہ عددی ہیں متفاوت جیسے خربزہ کدو مولی انار ص جیسے جو چیزیں کہ نپ کر بکتی ہیں پیمانے میں ف مثلاً گیہوں چاول آٹا غلہ
وغیرہ ص یا تُل کر سوائے ثمن کے ف یعنی مثمن ہوں ثمن نہ ہوں مثمن اُس چیز کو کہتے ہیں جو عوض میں ثمن کے آوے اور سوائے ثمن کی قید سے روپیہ
اشرفی دراہم دنانیر نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تُل کر بکتے ہیں لیکن چونکہ ثمن ہیں خلقتًا اور عرفًا اور مثمن نہیں ہوتے اسواسطے سلم ان میں جائز نہیں ص یا گز کی
گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جبکہ اُس کا طول اور عرض اور سنگینی اور صفت بیان کر دیوے یا شمار اُن چیزوں میں جو قریب قریب ایک سی ہوتی ہیں ف
یعنی چھٹائی اور بڑائی میں اُن کے بہت فرق نہیں ہوتا ص جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی پکی اینٹ ایک سانچے معین سے ف اور زرد آلو انجیر بھی
ان ہی میں داخل ہیں در مختار ص اور صحیح ہے سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی میں اور تازی مچھلی میں بھی جب اُس کا موسم ہو ف بے موسم تازی مچھلی
میں سلم درست نہیں مگر اُس شہر میں جہاں ہمیشہ بکتی ہو ص تول سے اور قسم معلوم سے ف جیسے رو ہو وغیرہ ص اور جائز ہے سلم طشت اور کانسے
اور موزون میں اگر اُنکی پہچان بیان ہو سکے ورنہ نہیں جائز ہے ف اور اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ ص اور نہیں جائز ہے سلم اُس چیز
میں جس کا قدر اور وصف معلوم نہ ہو مثل حیوانات کے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہے بیان سے قسم اور سن اور نوع
اور صفت کے اور ہم کہتے ہیں کہ بعد بیان ان سب باتوں کے بھی اُس میں تفاوت فاحش رہتا ہے دوسرے یہ کہ مذہب شافعیؒ کا صریح مخالف حدیث
کے ہے روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں اور دار قطنیؒ نے سنن میں ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے حیوان میں کہا حاکمؒ
نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور نہ سری اور کلے پایوں میں اور نہ کھالوں میں شمار کی رو سے اور نہ لکڑی کے
گٹھوں میں اور نہ ترکاریوں کی گڈیوں میں واسطے تفاوت بہت کے پس اگر بیان کیا جاوے طول بندھن گٹھوں کا تو جائز ہوگا اور نہ جواہرات اور
پرونے کی چیزوں میں ف جیسے موتی پوت وغیرہ ص اور نہ ساتھ ایک صاع معین یا گز معین کے کہ اُس کا اندازہ معلوم نہ ہووے ف اس واسطے کہ
احتمال ہے کہ وہ صاع یا گز تلف ہو جاوے وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوگی ص اور نہ کسی خاص گانوں کے گیہوں یا کسی خاص درخت کی
کھجور پر ف اسواسطے کہ احتمال ہے کہ اس سال میں اُس قریے میں کچھ پیدا نہ ہو یا اُس درخت میں کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر نہ ہوگا ص اور
نہیں جائز ہے سلم یہانتک کہ مسلم فیہ موجود رہے بازار میں وقت عقد سے لیکر مدت معین تک تو اگر معدوم ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت
گزرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے گزرنے پر یا بیچ میں دونوں وقتوں کے معدوم ہو جاوے تو سلم جائز نہیں اور شافعیؒ کے
نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گزرنے کے وقت موجود ہوگا تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد مفقود ہو اور دلیل ہماری اصلؔ اور ہدایہ میں مذکور ہے ص
اور نہیں جائز ہوتی ہے سلم گوشت میں ف امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اگر صفت اور جنس اور نوع اور سن اور مقام
اور مقدار اسکی بیان کر دیوے جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر اور ائمہ ثلاثہ بھی صاحبینؒ کے متفق ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے در مختار
ص سلم کے جائز ہونے کی چند شرط ہیں اُن کو معلوم کرنا چاہیئے، اول بیان کرنا جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جو دوم بیان کرنا اُسکی نوع کا کہ آدمی
کے سیچے ہوئے یا بارانی سوم بیان کرنا اسکی صفت کا کہ عمدہ ہوں یا ناقص چہارم بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل مشہور سے جس کا مقدار معلوم ہووے ف
اور وہ کیل سکڑتا اور پھیلتا نہ ہووے جیسے زنبیل وغیرہ ص یا باٹ معلوم و معین سے جس کا وزن معلوم ہووے پنجم مدت مسلم فیہ کے ادا کرنے کی ف

لہ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ [illegible]

ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے جائز نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہے اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث ہے ابن عباسؓ کی جس کو روایت
کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے اور اسمیں اِلیٰ اَجَلٍ مَّعلُومٍ موجود ہے ص اور اقل مدت ایک مہینہ ہے صحیح قول میں اسواسطے کہ بعضوں کے نزدیک اقل مدت
تین دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ ف درمختار میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ اقل مدت ایک مہینہ ہے ص ششم
راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اسواسطے کہ عقد ان چیزوں میں متعلق ہوتا ہے مقدار سے تو ضرور
ہے بیان مقدار اُس کا ف یہ کہ روپے اتنے ہیں یا غلہ اتنا ہے ص اور یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جب راس المال
معین ہو تو اُس کے بیان مقدار کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ مقصود حاصل ہوگیا اُسکی طرف اشارہ کردینے سے جیسے ثمن مبیع میں یا اُجرت اجارے میں ف
کہ ثمن مبیع یا اُجرت کیطرف اگر اشارہ کردیا تو اُس میں بیان مقدار ضرور نہیں ص امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راس المال کے روپے
یا اشرفیاں کھوٹی ہوتی ہیں اور مجلس عقد سلم میں مسلم الیہ اُسکو نہیں بدلتا ہے تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم نہ ہوگا تو یہ متحقق نہ ہوگا کہ کتنے روپے
میں سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گزرجانیکے قادر نہیں ہوتا سو اُس کو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہے
اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہ ہوا تو منازعت واقع ہوگی ہاں اگر راس المال کوئی کپڑا معین ہووے تو اُس کا مقدار بیان کرنا ضرور نہیں کیونکہ کپڑے
میں عقد متعلق اُسکی ذات سے ہوتا ہے نہ اُس کی مقدار سے آب دو مسئلوں کی تفریع کرتا ہے چھٹی شرط پر تو جائز نہ ہوگی سلم دو جنسوں میں بغیر بیان راس المال
ہر ایک جنس کے ف مثلاً دس درہم دیے اور سلم کی ایک کُر میں گیہوں کے اور ایک کُر میں جو کے اور یہ بیان نہ کیا کہ گیہوں کے حصے کے کتنے روپے ہیں اور
جو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہ ہوگی بوجہ معلوم نہ ہونے راس المال کے ص یا دو نقدوں میں بغیر بیان حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے ف جیسے سلم کیا دراہم
و دنانیر دیکر ایک کُر میں گیہوں کے اور ایک کا حصہ معلوم ہے اور دوسرے کا معلوم نہیں کہ کتنا حصہ ہے مسلم فیہ سے رچ ص ہفتم بیان مکان جہاں پر مسلم فیہ
رب السلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جس کی بار برداری اور مزدوری چاہیئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جہاں پر عقد سلم واقع
ہوا اُسی جگہ مسلم فیہ کا دینا لازم آویگا اور اسی خلاف پر ہے ثمن اور اُجرت اور قسمت جب اُن میں بار برداری و مزدوری ہو ف ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک
شخص نے عوض مکیل یا موزون کے قرض خرید کیا مدت معین کرکے تو امام صاحبؒ کے نزدیک مکان ادائے غلہ شرط ہے اور اُجرت کی یہ صورت ہے
کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایے کو لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کرکے تو امام صاحبؒ کے نزدیک مکان ایفائے اُجرت شرط ہے اور قسمت
کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین
کرکے تو امام صاحبؒ کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے برخلاف صاحبینؒ کے کذا فی الطحطاوی ص اور جو مسلم فیہ ایسی چیز ہووے کہ اُسمیں باربرداری
وغیرہ کی حاجت نہ ہووے تو جہاں چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کردے اور یہی قول اصح ہے اور جامع صغیر کی روایت میں جہاں پر عقد سلم ہوا ہے
وہاں حوالے کرے اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ راس المال مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جُدا ہونیکے لے لیوے تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض دو سو
کے سو نقد اور سو قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کُر میں گیہوں کے تو باطل ہوگی سلم سو روپے قرض میں اور سو نقد میں صحیح ہوجاویگی ف کُر ہوتا ہے ساٹھ قفیز
کا اور قفیز ہوتا آٹھ مکول کا اور مکول ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے تو قفیز بارہ صاع کا ہوا اور کُر سات سو بیس صاع کا ص اور سلم نہیں صحیح ہوتی اگر اُسمیں
خیار الشرط ہو یا خیار الرؤیۃ کیونکہ یہ دونوں مانع ہیں تمام تسلیم کے البتہ خیار العیب مانع نہیں ہے تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جُدا ہونے
متعاقدین کے صحیح ہوجاویگی ف اور دلیل اُسکی ہدایہ میں مذکور ہے ص راس المال اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہیں جیسے
شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو مجھ کو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری ہوجاوے اور صورت
تولیہ کی یہ ہے کہ کہے تو کل راس المال مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہوجاوے اور تصرف فی راس المال کی یہ صورت ہے کہ رب السلم راس المال کے
بدلے میں کوئی اور چیز دیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے میں کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اُس کو اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے

راس المال کے بدلے میں کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو راس المال عمرو کو دیا ہے پھیر لیوے فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال ف یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے سنن میں ابوسعید خدریؓ سے عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعِيْدِ نِ الْجُوْهَرِيْ مَنْ اَسْلَمَ فِيْ شَيْءٍ فَلَا يَاْخُذْ اِلَّا مَا اَسْلَمَ فِيْهِ اَوْ رَاْسَ مَالِهٖ اور ضعیف کیا اسکو دارقطنیؒ نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ ترمذیؒ ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شے میں تو نہ پھیرے اُسکو غیر میں مسلم فیہ کے اور یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ نہ لے مگر اُسی چیز کو اور حسن کہا اُسکو ترمذیؒ نے اور کہا کہ نہیں پہچانتے ہم مرفوع اس کو مگر اسی طریقے سے اور عطیہ عوفی ضعیف کہا اس کو احمدؒ وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذیؒ نے اسکی حدیث کو تو حدیث حسن ہے اور روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے موقوفاً کہ فرمایا ابن عمرؓ نے جس وقت سلم کرے تو کسی شے میں تو نہ لے مگر راس مال اپنا یا وہ چیز کہ سلم کی ہے تو نے اُسمیں اور روایت کیا ابو الشعثاءؒ سے مثل اُس کے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الھمام اور زفرؒ کا اسمیں اختلاف ہے اور حجت اُن پر یہی حدیث ہے ص زید نے عمرو سے ایک کُر میں گیہوں کے سلم کی جب وعدہ گزرا تو عمرو نے ایک کُر گیہوں کا بکر سے خرید کر کے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جا کر وہ گیہوں لے لیوے بغرض ادائے مسلم فیہ کے تو جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ یہاں دو عقد ہیں سلم اور شرا تو ضرور ہے کہ اُس میں صاع بائع اور مشتری کے دونوں جاری ہوویں ف بدلیل اُس حدیث کے جو اوپر گزری ص اور قرض میں یہ صورت درست ہے مثلاً زید نے عمرو سے کچھ گیہوں قرض لیے بعد اُس کے اتنے گیہوں زید نے بکر سے خرید کر کے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہوں بکر سے اپنے قرضے کے ادا میں لے لیوے تو صحیح ہے ف دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے ص البتہ سلم میں بھی درست ہے اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہوں اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے وکالتاً اُس پر قبضہ کر کے ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کر کے ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت میں دونوں کے صاع جاری ہو گئے ف اور یہ صورت اُوپر گزر چکی ہے ص اگر مسلم الیہ نے رب السلم کی حکم سے اُسکی غیبت میں اُس کے برتن میں مسلم فیہ کو ناپ دیا یا بائع نے حکم مشتری سے اُسکی غیبت میں اپنے ظرف میں یا اپنے مکان کے ایک کونے میں مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا جاویگا البتہ اگر بیع کی صورت میں بائع نے مشتری کے حکم سے مشتری کے ظرف میں اُسکی غیبت میں مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع کو کہ ایک کُر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کُر خرید کا دونوں میرے برتن میں ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اُس کے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاویگا اور اگر پہلے سلم کا غلہ ڈالنا شروع کیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اُتنے مال میں بائع کا شریک ہو جاوے اگر رب السلم نے ایک لونڈی راس المال میں دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اُس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اُس کے دونوں نے اقالۂ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی مسلم الیہ کے پاس تو اقالہ باقی رہیگا اور اُس لونڈی کی قیمت جو دن قبض کے تھی مسلم الیہ کو واپس کرنا پڑیگی اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ صحت اقالہ موقوف ہے بقائے معقود علیہ پر اور وہ مسلم فیہ ہے ف یعنی اقالہ صحیح ہو جاویگا اور مسلم الیہ کو قیمت اُس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑیگی ص یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے میں بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد اُس کے تلف ہو گیا تو اقالہ باقی رہیگا اور قیمت شئے تلف شدہ کی دینا پڑیگی یا بعد تلف ہونیکے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور قیمت اُسکی دینا ہوگی برخلاف خرید نے لونڈی کے عوض میں ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالے کے مری تو اقالہ باطل ہو گیا اور اگر قبل اُس کے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہ ہوگا اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے شرط کر لی تھی خراب گیہوں کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہیں لگائی تھی یا اس کا اُلٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہیں ہوئی تھی تو قول اُسی کا معتبر ہوگا جو مدعی خراب گیہوں ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانیکا ہوگا اور جو ان کا منکر ہوگا اُس کا قول معتبر نہ ہوگا اس لئے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہے اور منکر کے قول سے فساد عقد کیونکہ سلم میں بیان صفت اور مدت ضرور ہے یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قول منکر کا معتبر ہوگا اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجھ کو یہ چیز بنا دے جیسے جوتے والے سے کہے کہ مجھ کو جوتا تیار کر دے اپنے پاس سے ف استصناع قیاساً ناجائز تھا کیونکہ بیع ہے معدوم کی لیکن بسبب تعامل یعنی آدمیوں کے رواج کے

صحیح عوفی

سلہ در صورت ارتفاع عقد سلم ۱۲ سلہ در صورت اقالہ ۱۲ سلہ اس لیے کہ دونوں صورتوں میں معقود علیہ باقی نہیں رہا اور ثمن باقی ہے بخلاف صورت اول کے فافہم واللہ اعلم ۱۲ منہ

جائز ہے ہدایہ ص تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھ ہے تو سلم ہو جاویگا خواہ اُس کا رواج ہو یا نہ ہو پس شرائط سلم کے اُسمیں معتبر ہوں گے اور اگر مدت نہ ہووے تو جس چیز میں رواج ہے جائز ہے جیسے موزہ طشت کا سنہ تو یہ بیع ہے نہ وعدہ ف حاکم شہید کے نزدیک استصناع ایک وعدہ ہے تو بائع جب بنا کر وہ شے لاتا ہے تو بیع ہو جاتا ہے بسبب تعاطی کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتداسے وہ بیع ہے ص اور جب بیع ہوا تو کاریگر اُس کے بنانے پر جبر کیا جاوے گا اور جس نے بنانے کا حکم کیا ہے وہ اپنے قول سے پھر نہیں سکتا اور بیع خود وہ چیز ہے نہ کام و محنت اُسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اُسکو لے لیا صحیح ہو گا اور مبیع متعین نہ ہو گی قبل اختیار کرنے بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے بنوانے والے کے کاریگر نے اُس کو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالا صحیح ہے اور جب بنوانے والے نے اُس چیز کو دیکھا تو اُس کو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لیوے ف اسواسطے کہ اُس نے خریدی ایسی چیز جس کو نہیں دیکھا تھا اور اُسکو اختیار ہوتا ہے جیسا گزرا خیار الرؤیۃ میں ص اور نہیں صحیح ہے استصناع بغیر بیان مدت کے اُس چیز میں جس کا رواج نہیں ہے جیسے کپڑا وغیرہ

ص باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان میں

ف بیل یا گھوڑا مٹی کا خرید لڑکے کے جی لگنے کیواسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اُسکی کچھ قیمت نہیں اور اُسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور تلف کرنیوالے پر اُس کے ضمان ہے اور مجتبٰی کی کتاب الحظر کے آخر میں ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکوں کا اُس سے کھیلنا جائز ہے درمختار ص صحیح ہے بیع کتے کی اور چیتے کی اور درندوں کی برابر ہے کہ سکھائے ہوئے ہوں یا بے سکھائے ہوئے ف جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہیں تو اُس کو معلم کہتے ہیں ورنہ غیر معلم تو مطلب مصنفؒ کا یہ ہے کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ معلم ہو یا نہ ہو بیع اُسکی درست ہے اور یہ ہمارا مذہب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع اُس کتے کی درست نہیں ہے جو کٹھا ہے اور نزدیک شافعیؒ کے کسی کتے کی بیع درست نہیں اسواسطے کہ روایت کی ابن حبانؒ نے صحیح میں ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام سے ہے زانیہ کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانیوالے کی اور روایت کی شیخینؒ نے ابو مسعود انصاریؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی اور روایت ہے ابو الزبیرؒ سے کہ پوچھا میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو مسلمؒ اور نسائیؒ نے اور اسواسطے کہ کتا نجس العین ہے اور نجاست سے ذلت اُسکی لازم ہوئی اور بیع سے اعزاز اُس کا لازم آتا ہے تو ناجائز ہو گی دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا ترمذیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر کتے شکاری کی اور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث جابرؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے اور اسناد اسکی صحیح نہیں اور احادیث صحیحہ میں اس کا استثنا مذکور نہیں ہم کہتے ہیں کہ روایت کی ابو حنیفہؒ نے مسند میں ہیثمؒ سے اُنھوں نے عکرمہؓ سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت میں کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہے اسواسطے کہ ہیثمؒ ذکر کیا اُسکو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور روایت کی بیہقیؒ نے مثل اُس کے جابرؓ سے اسکی اسناد میں بھی ہیثم ہے لیکن ہیثم باتفاق محققینؒ ثقہ ہے توثیق کی اُسکی ابن سعدؒ اور دارقطنیؒ نے اور اخراج کیا اُس سے ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابو الزبیرؒ سے اُنھوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی اور روایت کی طحاویؒ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپے کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا اور روایت کی طحاویؒ نے عبداللہ بن مغفلؓ سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتوں کے پھر فرمایا کیا کرتے ہیں میرا کتے اور رخصت دی شکاری کتے میں اور حدیث ابو ہریرہؓ کی ابتدائے اسلام میں تھی پھر منسوخ ہو گئی کیونکہ خود مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور دی حجام کو اُجرت

اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اُجرت نہ دیتے روایت کیا اسکو شیخین نے ابن مسعودؓ سے اور نجاست عین ہونا کتے کا مسلم نہیں اسواسطے کہ اُس سے نفع لیا جاتا ہے بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث نُهِیَ عَنْ ثَمَنِ کَلْبٍ پہلے عام تھی اور پھر کلب صید اور زراعت کا اُس سے مخصوص ہوا تو اب وہ عام ظنی ہوگیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہے قیاس سے مگر اس صورت میں لازم آتا ہے کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پہونچانیوالے کی بیع بالکل جائز نہ ہووے جیسا مذہب ابو یوسفؒ کا ہے تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی نہ رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع کتّے کی درست ہوجاوے جیسا کہ مروی ہے امامؒ سے واللہ اعلم ہکذا فی فتح القدیر و شرح المسند للامام ؒ ص اور ذمی بیع میں مثل مسلمان کے ہے الّا شراب اور سُوّر کی بیع کہ ذمّی کو درست ہے اور مسلمان کو نادرست ف صحیح مسلم میں مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے حرام کیا شراب کے پینے کو اُس نے حرام کیا اُس کی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہے امام محمدؒ کے آثار میں ص تو شراب ایسی ہے ذمّی کے حق میں جیسے سرکہ ہمارے نزدیک اور سُوّر ذمّی کے حق میں جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہے اور سُوّر ذوات القیم سے ف یعنی اگر ذمّی نے ذمّی کی خمر تلف کر ڈالی تو اُس کے عوض میں خمر دلائی جاویگی کیونکہ خمر مثلی ہے یعنی اُن چیزوں میں سے ہے ذمیوں کے حکم میں کہ اُنکے تلف کر دینے سے مثل اُس کا لازم آتا ہے اور سُوّر ذوات القیم سے یعنی اُن چیزوں میں سے ہے جن کے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہے تو اگر ذمّی نے سُوّر دوسرے ذمّی کا ہلاک کیا اس صورت میں اُن کے یہاں جو اُس سُوّر کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سُوّر جیسا ہمارے یہاں سرکہ مثلی ہے اور بکری ذوات القیم سے ص زیدؓ نے ایک لونڈی خرید کی اور قبل قبضے کے اُس کا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہے اب اگر عمرو نے اُس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا ف تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسفؒ کے قول میں اور یہی مختار ہے درمختار ص اور اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادائے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہوگیا اور بائع نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ غلام میں نے زید کے ہاتھ بیچا ہے تو اگر اُس کا ٹھکانا معلوم ہے تو وہ غلام واسطے ادائے ثمن کے نہ بیچا جاویگا بلکہ ثمن مشتری سے جہاں ہوگا اُس سے طلب کی جاویگی اور اگر مشتری ایسا غائب ہے کہ اُس کا ٹھکانا معلوم نہیں اس صورت میں وہ غلام بیچا جاویگا اور اُسکی قیمت سے ثمن بائع ادا کی جاویگی ف تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑیں گے جب مشتری حاضر ہوگا اُسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اُس کا پیچھا کرے جب اُسکو پاوے تو اُس سے لے لیوے اور اگر مشتری غائب ہو بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سُنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے مانند مرہون ہے یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اُس کا ٹھکانا معلوم نہیں اور مرتہن نے اپنے دَین کیواسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو سزاوار یہ ہے کہ بیع اُسکی جائز ہے کذا فی الدر المختار والطحاوی ص اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور اُن میں سے ایک شخص غائب ہوا ف یعنی اس طرح پر کہ اُس کا مکان معلوم نہیں نہر ص تو شخص حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل مبیع پر قبضہ کرنا اور اُس کو روک رکھنا یہاں تک کہ شخص غائب اپنے حصّے کی ثمن ادا کرے درست ہے طرفینؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کو روک رکھنا کل مبیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہیں ف طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شخص حاضر ناچار ہے اُسکو نفع اُٹھانا بیع سے ممکن نہیں جب تک کُل ثمن ادا نکرے تو جسوقت اُس نے کل ثمن ادا کر دی تو متبرع نہ ہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نہ لیگا حصّہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصّے کی ادا نہ کرے اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ شخص حاضر متبرع ہے اپنے شریک کے حصّے کی ثمن کے ادا کرنے میں اس لئے اُس نے بغیر حکم غائب کے اُس کا حصّہ ثمن ادا کیا ہے تو جب وہ حاضر ہوگا تو اُس سے حصّہ ثمن کو پھیر نہیں سکتا اور نہ مبیع کو روک سکتا ہے اور فتویٰ طرفینؒ کے قول پر ہے ہدایہ ص کوئی چیز بیچے ہزار مثقال سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانچسو پانچسو مثقال ہر ایک کے واجب ہونگے ف اسواسطے کہ مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانچسو مثقال سونا اور پانچسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے ص اور جو کوئی چیز بیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہوگی تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہوں گے اور چاندی کے نصف سے دراہم وزن سبعہ والے ف یعنی وہ دراہم جو دس درم سات مثقال کے ہوتے ہیں وزن میں اور ذکر اُس کا کتاب الزکوٰۃ میں گزرا اسواسطے کہ یہی متعارف ہے

له احسن المسائل میں ترجمہ اس مسئلہ کا یوں لکھا ہے کہ اگر لونڈی کا خاوند اپنی بی بی سے خرید کرے اور بعد خریدنے کے اُن سے صحبت کرے صحبت کرنا حکم بکے کا رکھتا ہے انتہی حالانکہ یہ بالکل سہو ہے ۱۲ منہ رح والطحاوی

تو پانچسو مثقال سونا اور پانچسو دراہم اس صورت میں لازم آویں گے ص ایک شخص کے کچھ روپئے کھرے جو دوسرے پر آتے تھے اور مدیون نے دائن کو کھوٹے ادا کیے اور دائن کو معلوم نہ ہوا اُس نے خرچ کر ڈالے یا اُس کے پاس سے تلف ہو گئے تو اُس کا حق ادا ہو گیا طرفین رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اُس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لے لیوے ف زیوف جمع زیف کی ہے زیف وہ روپیہ ہے جس کو تاجر لے لیویں اور خزانۂ اسلام میں نہ لیا جاوے اور اگر وہ روپئے ستوقہ یا نبہرجہ ہوں تو بالاتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتوی ہے ستوقہ وہ درم ہے جس پر چاندی کا پتر ہو اور نبہرجہ وہ درم جو دار الضرب سلطانی میں نہ بنا ہووے یا جس کو تاجر بھی نہ لیویں در مختار ص اگر پرندے نے انڈے یا بچے دیے ایک شخص کی زمین پر یا ہرن کا پاؤں اُسکی زمین میں جا کر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو اُنکو پاویگا اس کی ملوک ہو جاویں گے نہ صاحب زمین کی اسلئے کہ صید کا مالک وہی ہوتا ہے جو اُس کو پکڑے البتہ اگر صاحب زمین نے زمین کو اپنی اسی واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کے ہونگے اور جو مکھی نے چھتا لگایا کسی کی زمین میں تو وہ اُس کا مالک ہو گا خواہ اُس نے اپنی زمین شہد کے چھتا لگانے کیواسطے تیار کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر شکار پھنس گیا اُس میں جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور مٹھائی اُچھالی گئی لٹانے کیواسطے اور کسی کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ اُس کا مالک نہ ہو گا بلکہ جو پاویگا اُسی کو ملیگی البتہ اگر کپڑے والے نے پہلے سے اپنا کپڑا اُسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اُس کو ملیگی یا اُس نے اسلئے پھیلا نہیں رکھا تھا لیکن جب دراہم اور شکر اُسمیں واقع ہوئی تو اُس کپڑے کو بند کر لیا اس فعل سے بھی اُسی کی ہو جاویگی ف مسائل الحاقیہ بندر سے مسخراپن کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن وہ مانع بیع نہیں بلکہ اُس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی اُس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہے اور کُتّے کا پالنا اور رکھنا درست نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور کتے کے مانند باقی درندے ہیں اور کُتّے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کیواسطے بالاتفاق درست ہے اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہے تو جو چیز مالیت میں ایک پیسے سے بھی کم ہو گی چنانچہ ایک ٹکڑا روٹی کا اُس کے عوض میں بیع جائز نہیں بیچنا اُن پرند جانوروں کی بیٹ کا جن کا گوشت حلال ہے درست ہے مگر اس قدر بیٹ ہو کہ اُسکی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے اور جائز نہیں بیع زمین کے کیڑوں کی جیسے چھپکلی بچھو گوہ گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہے اسواسطے کہ لوگ اُسکو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے علاج میں اُسکی حاجت ہے اور دریا کے جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کسی کی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہیں البتہ فتاوی قنیہ میں لکھا ہے کہ جو جانور قیمت دار ہیں جیسے سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع اُسکی درست ہے اور سانپوں کی بیع اگر اُن سے فائدہ حاصل ہو دواؤں میں تو فقیہ ابو اللیثؒ نے اسکو جائز رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے اُنمیں تو جائز ہے اور نہایہ اور تہذیب میں ہے کہ بیمار کو پینا پیشاب اور خون اور کھانا مُردے کا واسطے دوا کے درست ہے جب کوئی طبیب مسلمان حاذق اُس سے کہدیوے کہ اس چیز میں تیری شفا ہے اور اور دوا مباح میں کوئی چیز قائم مقام اُسکے نہ ملے اور اگر طبیب یہ کہے کہ اس چیز میں جلدی شفا ہو گی تو اسمیں دو قول ہیں اسیطرح شراب کے پینے میں بھی بعذر مرض لاعلاج درصورت کہنے طبیب مسلم حاذق کے اختلاف ہے لیکن حدیث صحیح میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا نہیں کی اُس چیز میں جو تم پر حرام کی اور نجس تیل کی بیع درست ہے اور اُسکو جلانا جائز ہے سوائے مسجد کے اور مکانوں میں کافر کو خرید مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہے لیکن جبر کیا جاویگا پھر اُسکی بیع پر اسی طرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تب بھی اُس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کریں گے ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اُس کے اُکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اُس کو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہووے اور اگر اُس کے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اُکھاڑنے والا اُس کا تاوان دے جو اُس کے اُکھاڑنے سے پیدا ہو در مختار و رد محتار

ص باب بیع صرف کے بیان میں

بیع صرف کہتے ہیں ثمن کے بیچنے کو بدلے میں ثمن کے خواہ جنس کے ساتھ ہووے مثلاً سونے کو بدلے میں سونے کے یا چاندی کو بدلے میں چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے میں چاندی کے فروخت کرے شرط ہے بیع صرف میں کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد میں ہو جاوے قبل

افتراق عاقدین کے ف یعنی دونوں بدلوں پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد میں ہاتھ سے نہ فقط تخلیہ سے ور مختار بدلیل اُس حدیث کے جو گذری باب الربوا میں کہ نہ بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے برابر اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے اور زیادتی سود ہے اور روایت کی مالکؒ نے مؤطا میں حضرت عمرؓ سے کہ نہ بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے میں چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر دوسرا مہلت مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے میں تو نہ دے مہلت اسکو مگر دست بدست اِدھر لے اُدھر دے اور میں خوف کرتا ہوں تم پر بیاج کا اور بدلیل اس بات کے کہ دونوں میں سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہے تو نہ ہو جاوے بیع اُدھار کی بدلے میں اُدھار کے اسواسطے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اسکو ابن عمرؓ سے اسحٰقؒ نے اور بزارؒ نے پھر جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہے تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہووے اور مراد اس سے یہ ہے کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہ ہووے تو اگر دونوں ساتھ چلے جاتے ہیں ایک ہی طرف یا دونوں اُسی مجلس میں سو رہے یا بیہوش ہو گئے یا کشتی میں سوار دونوں چلے جاتے ہیں تو بیع صرف باطل نہ ہو گی بدلیل اثر ابن عمرؓ کے کہ اگر کوئی کودے چھت سے تو کود ساتھ اُس کے کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہایت درجے کی کتب حدیث سے میں کہتا ہوں روایت کیا اسکو محمدؒ نے آثار میں اور امامؒ نے اپنی مسند میں ص اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی سے اور اٹکل اور تخمین کے ساتھ بھی درست ہے ف اسواسطے کہ جنس بدل گئی تو زیادتی اُسمیں حقیقةً اور احتمالاً جائز ہے لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد میں بدلین پر یہاں بھی ضرور ہے ص اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ درست نہیں بلکہ برابر چاہیئے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں ف اسواسطے کہ باب الربوا میں یہ بات گزر چکی کہ جید اور ردی سب برابر ہیں ص بیع صرف میں قبضہ کرنیسے پیشتر ثمن میں تصرف کرنا درست نہیں مثلاً ایک دینار دس درم کے بدلے میں بیچا اور ابھی اُس درم پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اُس کے عوض میں ایک کپڑا خرید لیا تو اس تھان کی بیع فاسد ہو گی مسئلہ زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اُس کے گلے میں ہزار روپے کا طوق تھا دو ہزار روپے کو عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کیے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار اُدھار پر اور ہزار نقد وصول کیے اور بعد اُس کے بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو یہ ہزار روپے قیمت اُس طوق کی ہوں گے ف یعنی ہزار جو نقد وصول ہوئے ہیں وہ طوق کی قیمت میں شمار کیے جاویں گے اسواسطے کہ طوق میں یہ بیع صرف ہے اور اسمیں تقابض بدلین شرط ہے ص برابر ہے کہ مشتری ہزار روپے دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اس ہزار روپے کو تو دونوں کی ثمن میں سے لے اسواسطے کہ وقت سکوت کے ظاہر ہے کہ اُس نے اس بیع سے قصد اُس کے صحیح ہونے کا کیا تھا اور بیع مذکور صحیح نہیں ہوتی جبتک کہ ہزار بمقابلہ چاندی مقبوض نہ ہوں اور دوسری صورت میں اس کلام کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہدیگا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن ہیں خاص تو بیع طوق میں فاسد ہو جاوے گی اسی طرح اگر ایک تلوار بیچی جسمیں پچاس روپیہ کا زیور ہے سو روپے کو اور پچاس نقد وصول کیے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاویں گے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور میں فقط باطل ہو گی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علٰحدہ ہو سکتا ہے ورنہ دونوں میں باطل ہو جاوے گی جاننا چاہیئے کہ بیع اُس تلوار کی جسمیں زیور ہو اُس ثمن کے عوض میں درست ہے جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہو زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہو گی ف اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہے تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہیں کہ زیادہ یا کم یا برابر ہے تو بھی شبہہ سود کا ہے ص اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی کا ف خواہ سونے کا ص بیچا اور کچھ قیمت اُسکی مشتری سے وصول کی اور بعد اُس کے جدا ہو گئے تو جائز ہو جاوے گی بیع اُس مقدار میں برتن کی جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کر لیا اور باطل ہو وے گی مابقی میں اور شریک ہو جاویں گے بائع اور مشتری اُس برتن میں اور یہ فساد کل برتن میں شائع نہ ہو گا اسلئے کہ یہ فساد طاری ہے جیسا کہ سلم میں گزرا اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا ف یعنی گواہوں سے اس کا استحقاق ثابت ہوا ص تو مشتری مابقی کو بقدر اُس کے حصے کے خرید کرے یا کل کو پھیر دیوے ف اسواسطے کہ شرکت ظرف میں عیب ہے تو مشتری کو اختیار ہو گا چاہے باقی کو بقدر اپنے حصہ رسدی کے لیوے یا چاہے اپنا بھی حصہ جو خرید چکا ہے بائع کو واپس دے مثال اُس کی یہ ہے کہ برتن نو روپے بھر تھا مشتری نے اول کل برتن خریدا لیکن دام کے کل تین روپے دیے بعد اُس کے دونوں جدا ہو گئے تو ثلث ظرف میں بیع جائز

ہوئی اور دو ثلث میں غیر صحیح اب ثلث اُس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو یہ اختیار ہے چاہے وہ ثلث جو باقی ہے بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی اجازت دی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے لے کر ثلث آپ لے لیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے اس صورت میں بائع وکیل ہو جاویگا اُس کے حصے میں تو ضرور ہے کہ بائع اور مشتری جدا نہ ہوئے ہوں بعد اجازت مستحق کے ص اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہیں کر سکتا بسبب عیب شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی ہے تو وہ گویا راضی ہو چکا ہے اس عیب سے مسئلہ اور اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اُسمیں سے کسی قدر دوسرے کا نکلا ف یعنی وہی صورت برتن کی یہاں واقع ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیے اب ثلث اُس کا کسی اور کا نکلا ص تو مشتری باقی کو حصہ رسد دام دیکر لیوے ف یعنی تین روپے دیکر خرید لیوے ص اور یہ اختیار نہیں کہ اپنے ثلث حصے کو بھی واپس کر دیوے ف کیونکہ یہ شرکت عیب نہیں چاندی کے ڈلے میں اسواسطے کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اُسمیں قطع کرنا مضر ہے ص اور صحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی عوض میں ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کُر بھر گیہوں اور کُر بھر جو کی بدلے میں دو کُر گیہوں اور دو کُر جو کے ف ہمارے نزدیک اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہر جنس کو اُس کے خلاف کی طرف پھیر سکتے ہیں کیونکہ صورت اول میں دو درہم کے عوض میں دو دینار اور ایک دینار کے عوض میں ایک درہم ہو سکتا ہے اور صورت ثانی میں کُر بھر گیہوں کے عوض میں دو کُر جو اور کُر بھر جو کے عوض میں دو کُر گیہوں ہو سکتے ہیں ص اور گیارہ درہم بدلے میں دس درہم اور ایک دینار کے ف اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے دس درہم ہو گئے اور ایک درم کے مقابلے میں ایک دینار رہ گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلے گیارہ روپے کے جائز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دس روپے مقابلے میں دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے میں آٹھ پیسے کے ہو جاوے اور یہی حیلہ ہے جہاں روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہووے اور وزن کی برابری نہ ہو سکے ص اور دو زیف اور ایک کھرے درہم کے عوض میں ایک زیف اور دو کھرے درم کے زیف اور غلہ اُسی درم کو کہتے ہیں جو بیت المال میں نہ لیا جاوے مگر سوداگر لے لیویں جیسے ڈھلے چھوٹے روپے اور یہ بیع جائز ہے اس لئے کہ وزن میں مساوات متحقق ہے اور اعتبار وصف جودت کا ساقط ہے زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے پس بیچا عمرو نے ایک دینار کو زید کے ہاتھ عوض دس درم مطلق کے یعنی یہ نہیں کہا کہ عوض اُس درم کے جو مجھ پر قرض ہیں تو بیع صحیح ہو جاویگی اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس دس درم ہو گئے ف لیکن عمرو پر تو اسواسطے کہ وہ زید کے دس درم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درم واجب ہوئے ص اب اگر دونوں نے مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہو جاویگی اور وہ بیع دینار کی عوض دس درم مطلق کے ہے اور مقاصہ صحیح ہو جاویگا اور جو بیع کیا دینار کو عوض اُس دس درم کے جو عمرو پر قرض ہیں جب بھی بیع صحیح ہو گی اور مقاصہ بنفس عقد ہو جاویگا ف اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہو گا اُس دینار کا بمقابلہ دس درم کے جو عمرو پر قرض تھے ص اگر چاندی دراہم میں غالب ہے تو وہ چاندی کے شمار کیے جاویں گے اسی طرح سونا اگر دینار میں غالب ہے تو وہ سونے کا گنا جاوے گا حکم بیع میں ف یعنی جس چیز میں ملونی کم ہو چاندی اور سونے کی تو وہ چیز حکم شرع میں چاندی اور سونے ہی کی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشے روپے میں چاندی ہے اور تین ماشے تانبا یا اشرفی میں نو ماشے سونا ہے اور تین ماشے پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے ہی کا شمار کیا جاویگا ص تو ایسے دراہم و دنانیر کی بیع دراہم و دنانیر خالصہ سے یا آپس میں نہیں درست ہے مگر برابر برابر تول کر دست بدست ف اور قرض لینا اُنکا نہ درست ہوگا مگر وزن کر کے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص چاندی کے بغیر وزن کیے قرض نہیں لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی اُس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں جو روپے اشرفیاں مروج ہیں اُن کا قرض لینا بھی بدون وزن کیصرف شمار سے جائز نہیں اگرچہ عادت عوام کی یونہی جاری ہے البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے منضبط الوزن ہوں کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہ ہو تو اُس صورت میں عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم و دنانیر کا عدداً بنظر روایت ابو یوسفؒ کے درست ہو گا لیکن آخر میں شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت

ابو یوسفؒ کی روایت پر بھی جائز نہیں کیونکہ اُنکا مذہب یہ ہے کہ اگر کیل کی تقدیر متعارف ہو جاوے موزون سے یا موزون کی کیل سے تو عرف معتبر ہوگا نہ یہ کہ
بالکل وزن لغو کر دیا جاویگا جیسا ہمارے زمانے میں ہے کہ سب لوگ قصر کرتے ہیں شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہ ہوگا نہ روایت مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ
پر اسواسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال اُن نصوص کا جو دلالت کرتے ہیں مساوات کیلی اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدینؒ نے انتہیٰ باختصار
ص اور اگر ملونی غالب ہے اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم دنانیر بمنزلہٗ اسباب اور اجناس کے ہیں تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے ہوگی تو
اُس کا حکم بعینہٖ تلوار کے زیور کی بیع کے حکم میں ہے جو گزر اف یعنی اگر خالص چاندی برابر ہوگی اُس قدر چاندی کے جتنی دراہم مغشوشہ میں ہے یا کم یا کچھ
معلوم نہ ہو تو جائز نہ ہوگی اور اگر زیادہ ہوگی تو جائز ہوگی اسواسطے کہ چاندی چاندی مقابل ہو کر باقی ملونی کا عوض ہو جاویگی ص اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے
ہی دراہم کے عوض میں ہوگی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی درست ہے لیکن ضرور ہے کہ قبضہ متعاقدین کا بدلین پر مجلس میں ہو جاوے ف کمی بیشی سے اسواسطے
درست ہے کہ ایسے دراہم دنانیر حکم میں ثمن کے نہیں رہے تو اب جنس کو طرف خلاف جنس کے پھیر کر زیادتی کمی جائز کریں گے اسیطرح ایسے دراہم دنانیر کا گنکر
اور شمار کر کے بلا وزن کے قرض لینا بھی درست ہے رد المحتار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہیں کی کہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے کے
یا معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تو اُس کا حکم اُن ہی دراہم و دنانیر کا ہے جنمیں ملونی زیادہ ہے در مختار ص ایک شخص نے ایسے دراہم کے عوض میں ف یعنی جن میں
ملونی غالب ہے یا برابر ہے ص یا اُن پیسوں کے عوض میں جو چلتے تھے بازار میں ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہیں ادا کی تھی کہ چلن اُن دراہم یا
پیسوں کا جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جاویگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری پر قیمت اُن دراہم یا پیسوں کی جو دن بیع کے تھی لازم
آویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک اُن دراہم یا پیسوں کی جو آخری دن میں رواج کے دنوں میں سے قیمت تھی مشتری پر لازم آویگی ف فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر
ہے کذا فی المحیط اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب بیع باطل ہو گئی تو مشتری اگر مبیع بعینہٖ قائم ہے تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے ورنہ جو اُس کا نرخ بازار ہووے
قیمت دیوے ص ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے بازار میں قرض لیے بعد اُس کے قبل قرض ادا کرنے کے اُنکا چلن جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستقرض
پر وہی پیسے لازم آویں گے اور جب وہ پیسے حوالے کر دیگا تو قرض ادا ہو جاویگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرض لینے کے دن جو قیمت اُن پیسوں کی تھی دینا
پڑیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک آخر روز میں چلن کے دنوں میں سے جو اُنکی قیمت ہوگی دینا پڑیگی ف اسی پر فتویٰ ہے در مختار ص ایک شخص نے ایک چیز خریدی
نصف درہم کے پیسوں کے بدلے میں یا ایک دانق کے پیسوں کے بدلے میں یا ایک قیراط کے پیسوں کے بدلے میں تو صحیح ہے اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم
کے یا ایک دانق کے یا ایک قیراط کے بازار میں آتے ہیں لازم آویں گے ف دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہے اور قیراط نصف دانق کا ہوتا ہے ص اور زفرؒ کے
نزدیک یہ بیع جائز نہیں اسلئے کہ فلوس عددی ہیں اور اُنکی تقدیر کرنے سے ساتھ دانق وغیرہ کے معلوم ہوتا ہے وزنی ہونا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ثمن فلوس
ہیں اور وہ معلوم ہیں ف اور اسی طرح ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسوں کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو جائز ہے نزدیک ابو یوسفؒ کے اسواسطے کہ ایک
درہم کے یا دو درہم کے پیسے جتنے بازار میں آتے ہیں معلوم ہیں وہ مشتری دیدیگا اور محمدؒ اسکو ناجائز کہتے ہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ پیسوں سے خرید و فروخت
جب ہوتی ہے کہ ایک درہم سے کم ہوں اور قول ابو یوسفؒ کا صحیح ہے خاصکر ہمارے شہروں میں ہدایہ ص اگر ایک شخص نے صراف کو ایک درم دیا اور کہا
آدھے درم کے پیسے دے اور آدھے درم کے بدلے میں چاندی کی اَدّھی جو نصف درہم سے ایک رتی بھر کم ہوتی ہے تو بیع فاسد ہوگی واسطے لازم ہونے ربا
کے ف پیسوں میں بھی اور اَدّھی میں بھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک پیسوں میں جائز ہو جاویگی ص اور اگر یوں کہا کہ دے تو آدھے
درم کے پیسے اور ایک اَدّھی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاویگی کُل میں ف کیونکہ اس صورت میں اَدّھی جو ایک رتی کم ہے نصف درہم سے اُسی قدر چاندی
کے درہم میں سے مقابل ہوگی اور نصف درم ایک رتی زیادہ کے مقابل پیسے ہو جاویں گے ص اور اگر دوے کا لفظ مکرر کہا صورت پہلی میں یعنی یوں
کہا ایک درم دیکر کہ آدھے درم کے پیسے دے اور آدھے درم کی اَدّھی ایک رتی کم دے تو اس صورت میں پیسوں میں بیع جائز ہوگی اور اَدّھی میں فاسد
ف امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جیسا صاحبینؒ کہتے ہیں منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہے یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس شرط پر کہ جب بائع

مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اُسکو مبیع پھیر دیوے اس صورت میں مشتری کو روز فسخ تک نفع اُٹھانا مبیع سے درست ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جو لوگ اُسکو رہن قرار دیتے ہیں اُنکے نزدیک مشتری کو نفع اُٹھانا اس سے درست نہیں اُسمیں اگر میعاد کوئی مقرر ہو جاویگی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری کا اور وعدوں کی وفا قضاءً لازم نہیں لیکن وعدوں کی وفا کبھی لازم ہو جاتی ہے بسبب احتیاج ناس کے ور مختار جیسے کوئی شخص کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ شخص نہ دیگا تو میں دونگا تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ وعدہ ہے کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہے رد المحتار اور اگر اُس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہیں ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن باثبات بیع بائع سے پہونچتا ہے اور اگر مشتری مرجاویگا تو اُس کے وارثوں کو اختیار رہے چاہیں بیع کو فسخ کریں یا نہ کریں اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کرکے پھر مشتری سے اُسکو ایک مدت معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اُن لوگوں کے نزدیک جو اُس کو رہن قرار دیتے ہیں اور جو بیع قرار دیتے ہیں اُن کے نزدیک ز کرایہ لازم آوے گا

ص کتاب الکفالۃ

یعنی ضمانت کے بیان میں کفالت کے معنی لغت میں ملانے کے ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور اصطلاح شرع میں عبارت ہے ملانا ذمہ کفیل کا طرف ذمہ اصیل کے مطالبے میں ف یعنی جو مواخذہ اور مطالبہ پہلے اصیل یعنی اصل مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہوگا جاننا چاہیے کہ جو شخص ضامن ہوتا ہے اُسکو کفیل کہتے ہیں اور جس کا ضامن ہوتا ہے اُسکو مکفول عنہ اور جس کے واسطے ضامن ہوتا ہے یعنی جس کے نفع کیلئے ضامن ہوتا ہے یعنی دائن اُس کو مکفول لہٗ کہتے ہیں اور مال یا نفس کو مکفول بہ ص کفالت دو قسم ہے ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسری کفالت بالمال یعنی مال ضامنی اور قسم اول یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے ان الفاظ سے ف شافعیؒ کے نزدیک حاضر ضامنی درست نہیں ہے اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہے اور یہ لفظ مطلق ہے شامل ہے مال ضامن اور حاضر ضامن دونوں کو ص کہ کفیل یوں کہے کفیل ہوا میں اُس کے نفس کا اور مانند اُس کے وہ لفظ ہیں جن سے تعبیر کیا جاتا ہے کُل بدن الانسان سے ف مثلاً گردن روح تن بدن تن وجہ یعنی مُنھ تو اگر کہے کفیل ہوا میں اُس کے ہاتھ پاؤں کا تو کفالت درست نہ ہوگی کیونکہ ہاتھ اور پاؤں سے تعبیر کل بدن کی نہیں ہوتی یہانتک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھ پاؤں کیطرف درست نہیں بخلاف الفاظ مذکورہ بالا کے ہدایہ ص یا جزو غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث ف تو اگر یوں کہے کفیل ہوا میں اُسکے نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہو جاویگی ص یا یوں کہے ضامن ہوا میں اُس کا یا وہ میرے ذمہ پر ہے یا میری طرف ہے یا میں اُس کا زعیم ہوں یا قبیل ہوں یعنی کفیل ہوں تو بھی ان صورتوں میں کفالت منعقد ہو جاتی ہے اور لازم ہے حاضر ضامن پر حاضر کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول لہٗ طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اُس کو قید کرے اور یہی صورت ہے اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ میں مکفول بہ کو فلاں وقت حاضر کر دونگا ف تو جب وہ وقت آوے اور مکفول لہٗ درخواست کرے تو اُس کو حاضر کرنا پڑیگا اگر نہ حاضر کرے تو حاکم اُسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اُسکو فی الفور بے کہے اسواسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہیں ہوتا کہ کس واسطے قاضی نے بلوایا ہے اسلئے پہلے اُسے اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہوا اس طرح پر کہ نشان اُس کا معلوم ہووے تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اُس کے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اس قدر بھی مدت گزر جاوے اور حاضر نہ کرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اُس کا پتہ ٹھکانا بھی معلوم نہیں رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہ ہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے ہدایہ ص اور اگر مکفول عنہ مر گیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاویگا مواخذے سے ف اسواسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہے اور اسلئے کہ اصیل یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پر سے احضار جاتا رہا اور اسی طرح اگر کفیل مر جاوے جب بھی وہ مواخذے سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تسلیم مکفول بہ پر بسبب موت کے اور مال سے اُس کے یہ حق ادا نہیں کر سکتے ہاں اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مر گیا تو اُسکی جائداد سے دین وصول کیا جاویگا اور اگر مکفول لہٗ مر گیا تو وصی مکفول لہٗ کو پہنچتا ہے کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہ ہووے تو وارث اُس کے قائم مقام ہے ہدایہ ص

اسی طرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کردیا کہ مکفول لہٗ وہاں اُس سے خصومت کرسکتا ہے تو بھی کفیل بری ہوا **ف** جیسے شہر یا ایسی بستی ہووے جہاں قاضی موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے **ص** اگرچہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہووے کہ جب مکفول عنہ کو میں تیرے حوالے کردوں تو میں بری ہوں **ف** کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہوگیا اور وہ تسلیم ہے مکفول بہٖ کی اس طور پر کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے **ص** اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ میں مکفول عنہ کو قاضی کے محکمے میں سپرد کروں گا پھر اُس نے تسلیم کیا بازار میں یا جنگل میں یا دیہات میں یا مکفول عنہ کو قید کرایا تھا کسی اور نے **ف** اسواسطے کہ اگر مکفول لہٗ نے قید کرایا تھا اور کفیل نے وہیں تسلیم کردیا تو بری ہوجاویگا **ص** اور اُسی قید خانے میں کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ کو مکفول لہٗ کے تو کفیل بری نہ ہوگا کفالت سے اور بعضوں نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کرلی تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی میں تو اب بری نہ ہوگا بازار میں تسلیم کرنیسے ہمارے زمانے میں **ف** در مختار میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب سُستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں **ص** تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر میں تو یہ بری ہوگا کہ اُس مقام میں مکفول لہٗ قادر ہووے اُس کے حاضر کرنے پر مجلس قاضی میں یہاں تک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے شہر کے بازار میں تو نہ بری ہوگا اس زمانے میں اور قید خانے میں بھی تسلیم کرنے سے اُس صورت میں بری نہ ہوگا جب وہ قید خانہ دوسرے قاضی کا ہووے اور اگر اُس قاضی کا قید خانہ ہے جس کے پاس مکفول لہٗ کا مقدمہ دائر ہے تو بری ہوجاویگا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی اور کے مقدمہ میں قید ہووے اور بھی بری ہوجاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے اپنے نفس کو مکفول لہٗ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اُس کو مکفول لہٗ کے اگر مکفول لہٗ مرگیا تو اُس کے وصی اور وارث کو مطالبہ پہونچتا ہے کفیل سے اگر حاضر ضامن نے اس طرح ضمانت کی کہ اگر کل میں اس کو حاضر نہ کروں تو جتنا مال اس پر ہے اُس کا ضامن میں ہوں اور پھر کل اُس نے حاضر نہ کیا تو مال اُس پر لازم آجاویگا اور شافعیؒ کے نزدیک اس طرح کی کفالت صحیح نہیں **ف** دلیل ہماری یہ ہے کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہے اور ایک وجہ سے نذر کے تو دونوں کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شروط پر معلق ہووے جو مناسب ہے عقد کے تو جائز ہے اور اگر ایسے شروط پر ہووے جو لائم نہیں عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا میں موج آنا تو صحیح نہ ہوگی ہدایہ **ص** اور باوجود اس کے کفالت بالنفس سے بھی بری نہ ہوگا البتہ جب مال ادا کردیگا تو بری ہوجاویگا اور اگر صورت مذکورہ میں مکفول عنہ کل مرگیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط وہ حاضر کرنا نہ پائی گئی ایک شخص نے دعویٰ کیا سو دینار کا مدعا علیہ پر برابر ہے کہ اُسکی صفت بیان کی ہو یا نہ کی ہو **ف** یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ کفایہ **ص** اب مدعا علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل میں اس کو حاضر نہ کروں تو میرے اُوپر وہ سو۱۰۰ ہیں اور اُس نے حاضر نہ کیا تو کفیل پر سو۱۰۰ دینار لازم ہوں گے شیخینؒ کے نزدیک برخلاف امام محمدؒ کے **ف** وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو۱۰۰ میرے اُوپر ہیں تو وہ کے لفظ سے مراد وہی سو۱۰۰ دینار ہیں جن کا دعویٰ مدعی نے کیا ہے اور محمدؒ یہ کہتے ہیں کہ کفیل نے کفالت میں یہ نہیں کہا کہ جن سو۱۰۰ دینار کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے وہ میرے اُوپر ہیں تو کفالت صحیح نہ ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ محمدؒ کے خلاف کی یہ وجہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ مجمول[3] کیا تو خود اُس کا دعویٰ صحیح نہ ہوا اور مدعیٰ علیہ پر حاضر ہونا واجب نہ ہوا تو کفالت ہی صحیح نہ ہوئی اس صورت میں مسئلہ مخصوص ہوجاویگا اُسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت اُن دنانیر کی بیان نہیں کی ہے اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نہ کیا لیکن بعد کفالت کے بیان اُس کا اصل دعویٰ سے ملحق ہوجاویگا اسواسطے کہ عادت ہے اجمال کی دعاوی[4] میں **ہذا حاصل ما فی الہدایہ وشرح الوقایہ** **ص** اگر کسی شخص نے مدعا علیہ پر دعویٰ[1] کیا قصاص کا یا حد کا **ف** مثلاً حد قذف یا حد سرقہ **ص** اور مدعا علیہ اقرار نہیں کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیے تو مدعا علیہ پر جبر[2] نہ کیا جاویگا واسطے داخل کرنے حاضر ضمانت کے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک حد قذف اور قصاص میں جبر کیا جاویگا **ف** مراد جبر سے بقول صاحبینؒ ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا در مختار **ص** اسواسطے کہ حد قذف میں حق بندے کا غالب ہے اور قصاص خالص حق العبد ہے اور ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبنیٰ قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہے تو اُن میں مضبوطی واجب نہ ہوگی **ف** یعنی قصاص اور حد دونوں شبہے سے دفع ہوجاتے ہیں تو اُنکی مضبوطی واجب نہ ہوگی اور کفالت مضبوطی ہے دلیل امام صاحبؒ کی ایک حدیث یہی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے کفالت حد میں روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے اور کہا متفرد ہوا ساتھ اُس کے عمر[5] بن ابی عمر کلاعی وعمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے

[1] یہاں منظور صرف بیان دعویٰ نفس حد ہے اور اگر مدعی دعویٰ مال یا تعزیر کرے تو اس کا بیان آگے آویگا کہ درصورت اقرار مدعی واسطے احضار شہود کے مدعی علیہ سے تین دن کے لئے حاضر ضمانت لیجاویگی [2] یعنی حبس نہ کیا جاویگا اور خالی ضمانت یا ملازمت کا حکم نہ ہوگا ۱۲

[3] اگرچہ صفت اُنکی بیان نہیں کی ۱۲ [3] بسبب جہالت وصف کے ۱۲ [4] دعاوی جمع دعویٰ کی ہے ۱۲ عدم صحت دعویٰ در صورت بیان نکردن اوصاف دراہم ودنانیر

[5] عمر بن ابی عمر کلاعی

اور وہ مشایخ مجہولین میں سے ہیں بقیہ کے اور روایت کیا اس کو ابن عدی نے کامل میں عمر کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو بسبب اُسی عمر کے اور کہا مجہول ہے
میں اُس کا حال نہیں جانتا ص البتہ اگر خود مدعا علیہ نے حد یا قصاص میں کفیل داخل کر دیا تو صحیح ہے اور حد وقصاص کے دعویٰ میں قید نہ کیا جاویگا بلکہ مدعی
کو حکم کیا جاویگا مدعا علیہ کے ساتھ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہے اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور ف مستور وہ گواہ ہیں جن کا
حال قاضی کو معلوم نہیں کہ عادل ہیں یا فاسق ص یا ایک گواہ عادل قائم کر دیا تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضمانت نہ لے بلکہ اُسکو قید کرے بسبب تہمت کے
یہانتک کہ حق ظاہر ہووے ف یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل بھی لے آوے یا اُن دو گواہوں مستور کی عدالت ثابت ہو جاوے ص اور اگر مدعی نے نہ گواہ
عادل قایم کیے نہ مستور نہ ایک گواہ عادل لایا اور وقت برخاست ہو گیا تو مدعا علیہ کو چھوڑ دیوے ف حبس بسبب تہمت کے جائز ہے تو جب مدعی نے دو
گواہ مجہول الحال قائم کیے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا نہ ہوا اسواسطے کہ شہادت میں دو یا تین ضرور ہیں ایک عدد اور دوسری عدالت اور یہاں
یا عدد پایا گیا یا عدالت تو مدعا علیہ متہم ہو گیا اور حبس متہم کا جائز ہے بنظر حدیث کے جس کو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ
(اول صورت میں ۱۲ ثانی صورت میں ۱۲)
علیہ وآلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو بسبب تہمت کے پھر چھوڑ دیا اُس کو روایت کیا اسکو اصحاب سُنن نے ص خراج کا روپیہ اگر کسی شخص پر واجب ہووے اور
کوئی اُسکی طرف سے کفالت بالمال کرے یا وہ کوئی چیز اُس روپئے کے عوض میں رہن کر دے تو درست ہے اگر دائن نے مدیون سے ایک کفیل لیا اور پھر
دوسرا کفیل تو دونوں مدیون کے کفیل ہو جاویں گے یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولیٰ باطل نہ ہو گی کفالت بالمال صحیح ہے اگرچہ مکفول بہ مجہول ہووے
لیکن یہ شرط ہے کہ مکفول بہ دَین صحیح ہووے ف دَین صحیح اُس کو کہتے ہیں کہ بغیر ادائے مدیون یا معاف کر دینے دائن کے مدیون کے ذمّے سے ساقط نہ ہووے
اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی مکاتب پر جو مال مقرر کر دیتا ہے مولیٰ عوض میں اُسکی آزادی کے تو یہ دَین صحیح نہیں کیونکہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مکاتب کے
عاجز ہو جانے سے ص جیسے کفیل کہے دائن سے جو کچھ تیرا آتا ہے مدیون پر اُس کا میں ضامن ہوں تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہے یعنی مقدار
اُسکی معلوم نہیں یا کفیل کہے مشتری سے جو تجھ کو دینا پڑے اس بیع میں اُس کا میں ضامن ہوں ف یہ زمان استحقاق کہلاتا ہے اس صورت میں اگر مبیع
کسی اور کی سوا بائع کے نکلے گی تو مشتری کی ثمن کفیل کو دینا ہو گی ص اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یوں کہے اگر تو فلاں سے معاملہ بیع کرے تو
اُس کا میں ضامن ہوں ف یعنی اُسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس مبیع کی درست نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے ص یا اگر تیرا اُس پر کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ چھین لے
تو اُس کا میں ضامن ہوں تو کفالت صحیح ہو جاویگی اور اگر وہ شرط مناسب نہ ہو تو کفالت صحیح نہ ہو گی جیسے یوں کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسیگا تو میں ضامن ہوں
اگر اس طرح کفالت کی کہ جو تیرا اُس پر ہے اُس کا میں ضامن ہوں تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہو گا کفیل کو دینا پڑیگا اور اگر گواہ نہیں ہیں
مکفول لہٗ پاس تو کفیل جس قدر حلف کی رو سے کہدیگا اُتنا دینا پڑیگا اُس سے زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اُس کا مواخذہ کفیل سے نہ ہو گا بلکہ ذات پر
مکفول عنہ کے لازم آویگا ف درصورت نہ ہونے شہادت کے کفیل سے جو قسم لیجاویگی تو علم پر کہ تو نہیں جانتا ہے کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا مکفول عنہ پر
واجب ہے اسواسطے کہ قسم غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہے نہ بطور قطعی ص اور جب کفالت کر لی کفیل نے تو مکفول لہٗ کو پہونچتا ہے کہ جس سے چاہے اپنا دَین
طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہے یا کفیل سے جو اُس کا ضامن ہے اور دونوں سے معًا بھی مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر ایک سے اُس نے
تقاضا کر لیا جب بھی دوسرے سے تقاضا کر سکتا ہے ف اسواسطے کہ مطالبہ حق ہے مکفول لہٗ کا تو اُس کو اختیار ہے جس سے چاہے جس طرح سے طلب
کرے ص اور مالک مال کی صورت اس کے برخلاف ہے ف مثال اُسکی یہ ہے کہ زید کا گھوڑا عمرو غصب کر لے گیا اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر غصب کر لے گیا
بعد اُس کے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہو گیا تو پہلے مالک کو اختیار ہے کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب کے غاصب سے یعنی بکر سے مگر جب وہ
ایک شخص سے طلب کرنے پر راضی ہو گیا یا قضائے قاضی اُس پر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہیں کر سکتا تو اگر تاوان اُس نے غاصب سے لیا تو وہ
رجوع کرے غاصب کے غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے ص اور جائز ہے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدون اُس کے
حکم کے تو اگر کفالت اُس کے حکم سے ہوئی اس صورت میں جو روپیہ کفیل ادا کریگا وہ مکفول عنہ سے پھیر لے گا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا برخلاف

اُس شخص کے جو وکیل ہو کسی چیز کی خرید کا کہ اُس نے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادائے ثمن کے بائع اپنے مؤکل سے ثمن طلب کر سکتا ہے اور اگر کفالت بدون اُس کے حکم کے ہوئی ہے تو کفیل جو مال ادا کریگا مکفول عنہ کو اُس کا پھیرنا لازم نہیں تو اگر پیچھا کیا جاوے کفیل کا مال کیلئے تو کفیل پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاوے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہٗ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا یا قرض ادا کر دیا کفیل بھی بری ہو جاویگا اور اگر کفیل کو اُس نے بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہ ہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پر ہے تو جب وہ بری ہو جاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہے نہ اس کا اُلٹا **ف** یعنی ابرائے کفیل سے ابرائے اصیل ضرور نہیں **ص** اور اگر مکفول لہٗ نے کفیل کو مہلت دیدی ادائے قرض کیلئے تو مکفول عنہ کو نہ ہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مہلت ہو جاویگی اگر قرض کے ہزار روپئے تھے اور کفیل نے مکفول لہٗ کو ۵۰۰ روپئے پر راضی کر کے اُس سے صلح کر لی تو ۵۰۰ روپیہ مکفول عنہ کے اور کفیل کے دونوں کے ذمے سے ساقط ہو جاویں گے اس صورت میں اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف ۵۰۰ روپیہ لے گا اگر کفالت اُس کے حکم سے کی ہوگی **ف** ورنہ کچھ نہ لے گا **ص** اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر **ف** یعنی جنس دین کے سوا دوسری جنس پر جیسے گھوڑا بیل خچر کتاب وغیرہ **ص** مکفول لہٗ کو راضی کر کے اُس سے صلح کر لی تو اِس صورت میں اگر کفیل نے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے کی ہے تو کُل دین اُس سے پھیر لے گا **ف** اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہے مکفول لہٗ سے یعنی بدلنا ہے اس جنس کو عوض میں دَین کے تو کُل دَین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا **ص** اور اگر کفیل نے مکفول لہٗ سے صلح کر لی موجب کفالت پر تو اس صورت میں مکفول عنہ دین سے بری نہ ہوگا **ف** موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہے یعنی جس کو کوئی اور چیز موجب بالکسر ہو یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا وہ مطالبہ تھا اور مطالبے کے اسقاط سے اصل دین ساقط نہیں ہو سکتا **ص** مکفول لہٗ نے کفیل سے یہ کہا بَرِئْتَ اِلَيَّ مِنَ الْمَالِ یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک مال سے تو اس صورت میں کفیل رجوع کرے مکفول عنہ پر **ف** اِسواسطے کہ الی موضوع ہے واسطے انتہائے غایت کے تو معنی یہ ہوئے کہ برأت شروع ہو کر طرف سے کفیل کے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی برأت جس کا شروع کفیل سے اور انتہا طالب پر ہووے نہیں ہو سکتی بدون ایفائے دَین کے تو گویا مکفول لہٗ نے یوں کہا کہ بری ہوا تو بسبب ادائے دَین کے مجھ کو تو رجوع کریگا ساتھ مال کے مکفول عنہ پر اگر اُسکے حکم سے کفالت ہوگی **ص** اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہٗ نے اُس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسفؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک رجوع نہ کرے **ف** درمختار میں ہے کہ قول امام متحد ہے ساتھ قول ابو یوسفؒ کے اور اسی کو اختیار کیا ہے ہدایہ میں اور یہی اولےٰ ہے **ص** ہاں اگر مکفول لہٗ نے یہ کہا کہ بری کیا میں نے تجھ کو تو اس صورت میں رجوع نہ کرے **ف** اسواسطے کہ یہ ابراء ہے طرف سے طالب کے باسقاط دَین اور اسقاط دَین جب ذمہ کفیل سے ہو گیا تو اُسکو حق رجوع ثابت نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان سب صورتوں میں طالب اگر موجود ہوگا تو اُس سے استفسار کر لیں گے کہ مطلب تیرا کیا ہے پھر اُس کے بیان کے لحاظ سے عمل ہوگا **ص** اگر مکفول لہٗ برأت کفیل کو معلق کرے شرط پر جیسے یوں کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے لوٹ آوے تو تو دین سے بری ہے تو برأت صحیح نہ ہوگی **ف** کیونکہ ابراء تملیک ہے دَین کی اصل مدیون کو اور جو چیزیں تملیک ہیں اُنکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں **ص** اسی طرح کفالت صحیح نہیں نفس حد یا قصاص سے کیونکہ استیفاء اُنکا کفیل سے متعذر ہے اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اُس چیز کی جو اجارہ لی گئی ہے اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت کی **ف** البتہ ان چیزوں کی تسلیم کی ضمانت درست ہے اسواسطے کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر لازم ہے تو کفیل اُس کا التزام کر سکتا ہے تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارے کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہو جاوے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں مثل حاضر ضامن کے درمختار **ص** البتہ صحیح ہے کفالت اُس مبیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد یا مغصوب کی یا مقبوض کی بہ نیت خریداری **ف** بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو امانت ہو جاویگی اور ایسی ہی صحیح ہے اُس مال کی جو صلح ہووے قتل عمد سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو درمختار جاننا چاہئے کہ جو چیزیں مضمون بنفسہا ہیں اُنکی کفالت صحیح ہے اور جو چیزیں مضمون ہی نہیں جیسے امانت و عاریت و مال شرکت و مال مضاربت مستاجر یا مضمون ہیں لیکن بغیرہا تو اُنکی کفالت درست نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہے اس باب کا مضمون بغیرہا وہ چیزیں ہیں کہ درصورت ہلاک اُنکی کے قیمت اُن کی واجب نہ ہووے جیسے مبیع بہ بیع صحیح قبل القبض کہ وہ اگر بائع کے پاس تلف ہو جاویگی تو رد ثمن مشتری پر واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسی طرح مرہون کہ مضمون بالدین ہے

لہ مثلاً جو چیز ہے جو اجارہ دی گئی جیسے غلام گھوڑا وغیرہ ۱۲

مضمون بنفسہا وہ چیزیں ہیں جن کی قیمت یا مثل واجب ہوتی ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو انکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور درصورت عجز دفع قیمت کذافی فتح القدیر ص اور صحیح نہیں ضمانت بوجھ لادنے کی کسی خاص جانور پر جو کرایہ لیا گیا ہووے ف اسواسطے کہ کفیل کو قدرت نہیں اس بات پر کہ مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کر دے برخلاف جانور غیر معین کے کہ وہاں فقط تسلیم کسی جانور کی لازم ہوتی ہے اور اُس پر کفیل قادر ہے ص یا خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہووے ف اُسی وجہ سے کہ گزری جانور میں ص ایک شخص مدیون تھا اور مفلس مرگیا بعد اُس کے مرجانے کے کوئی شخص اُسکی طرف سے قرضخواہوں کے لئے کفالت کرے تو یہ کفالت درست نہیں ف امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اور وہی قول ہے ائمہ ثلثہؒ کا ہاں اگر کوئی شخص تبرعاً میت کا دَین ادا کریگا تو سب کے نزدیک درست ہے اور اسی طرح اگر میت کفیل یا مال چھوڑ جاوے جب بھی اُس کے دَین کی کفالت درست ہے ہدایہ اور دلیل دونوں مذہبونکی اصل میں مذکور ہے ص اور کفالت درست نہیں جب تک مکفول لہٗ قبول نہ کرے اُسی مجلس میں جسمیں ذکر کفالت ہوا ہے ف یہ مذہب طرفینؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مکفول لہٗ کو خبر پہونچے اور وہ منظور کرے جب بھی جائز ہوجاویگی اور یہ خلاف کفالت بالنفس میں ہے نہ بالمال میں ص مگر ایک مسئلے میں وہ مسئلہ یہ ہے کہ مریض اپنے مرض موت میں قرضخواہوں کی غیبت میں اپنے وارث سے یہ کہے کہ میرے اُوپر جو قرض آتا ہے اُس کا تو کفیل ہوجا اور وہ کفیل ہوگیا تو جائز ہوگا باوجود اس کے کہ مکفول لہم یعنی قرضخواہ غائب ہیں ف اسواسطے کہ یہ درحقیقت وصیت ہے اور اسیواسطے تسمیہ مکفول لہٗ کا شرط نہیں اور اگر مریض یہ قول شخص اجنبی سے کہے اور وہ کفالت منظور کرے تو اُسمیں دُو روایتیں ہیں لیکن اوجہ یہی کہ صحیح ہے ص اور کفالت درست نہیں بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اُسکی کفالت کرے یا غلام ف مثلاً ایک مولیٰ نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سَو روپیہ پر یعنی جب تو سَو روپیہ دیگا تو تو آزاد ہے اب یہ سَو روپے بدل کتابت کہلاتے ہیں ان روپیوں کا اگر کوئی شخص کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہ ہوگی کیونکہ کفالت کے لئے دَین صحیح چاہیئے اور بدل کتابت دَین صحیح نہیں جیسا اوپر گزرا ص اگر مکفول عنہ نے جلدی کی اور روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا جس نے اُس کے حکم سے کفالت کی ہے اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہٗ کو نہیں دیا تو اب مکفول عنہ کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے اور کفیل نے جو اُس روپیہ میں کچھ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہوجاویگا حلال طیب اُس کا تصدق کرنا کچھ ضرور نہیں اور اگر کفالت کُر بھر گیہوں کی کی اور کفیل نے وہ کُر مکفول عنہ سے لیکر قبل اس کے کہ مکفول لہٗ کو حوالے کرے بیچکر اُسمیں نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا ہوجاویگا لیکن بہتر یہ ہے کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور نہیں ف امام صاحبؒ کا قول اصح ہے کذافی الہدایہ اور فرق کی وجہ دونوں مسئلوں میں مذکور ہے اصل کتاب اور ہدایہ میں ص ایک شخص کفیل ہوا دوسرے کے حکم سے اُس کے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم دیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خرید کر کے میرا دَین ادا کر دے تو کفیل نے وہ کپڑا خریدا تو وہ بیع کفیل کیواسطے ہے اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہے بوجہ مجہول ہونے ثوب اور ثمن کے ف عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہے اُس بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اُس نے نہ دیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپے کی مالیت کا اُس شخص کے ہاتھ پندرہ کو بیچا تاکہ وہ شخص اُس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ نفع ہوئے اور اس کے سوا بھی اور صورتیں بیع عینہ کی ہیں جو دُرمختار وغیرہ میں مذکور ہیں دُرمختار میں ہے کہ یہ بیع مکروہ ہے مذموم ہے اسواسطے کہ اسمیں ثواب قرض سے روگردانی ہے اور محمدؒ نے کہا کہ یہ بیع میرے دلمیں پہاڑوں کے مانند ہے اس کو سودخواروں نے نکال لیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تم خرید وفروخت بطریق بیع عینہ کروگے اور بیلوں کی دُموں کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی اور کسب میں مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہوجاؤگے تو ذلیل ہوجاؤگے اور تمھارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ بہت سے صحابہؓ نے ایسی بیع کی ہے ص اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی اُس کا نقصان کفیل پر ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اُس بیع کا اس لئے کہ یہ وکالت صحیح نہیں ہوئی ف اور لازم نہیں مکفول عنہ پر وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہے ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہوا ہے یا قاضی نے حکم کیا ہے میں اُس کا کفیل ہوں بعد اُس کے عمرو غائب ہوگیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو

گواہی مقبول نہ ہوگی ف جب تک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہ ہو پھر جب آویگا تو اُس پر مال مدعی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا بحکم کفالت وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کفیل نے صرف اُسی مال کی کفالت کی تھی جس کا قاضی نے فیصلہ کر دیا ہووے کیونکہ ثابت اور واجب ہوتی ہے شئے قضا سے اور گواہوں کی گواہی میں ذکر بھی قضائے قاضی کا نہیں تو دعویٰ مدعی کا مطلق ہوگیا اور مکفول بہ خاص اس صورت میں مسموع نہ ہوگا ہدایہ ص زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ تھے اور یہ شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اُس کے حکم سے تو قاضی فیصلہ کر دیگا اُس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کر دیگا عمرو سے پھیر لیگا ہمارے نزدیک نہ زفرؒ کے نزدیک ف دلیل زفرؒ کی یہ ہے کہ ہر گاہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور میں عمرو کا کفیل نہیں ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہے اور مظلوم نہیں ظلم کریگا غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کے زعم کی تکذیب ہوگئی بحکم شرع گواہوں سے ص اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اس کے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اُس کے حکم کے ف یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا نہ امر کی قید نہ بلا امر کی دُرِّ مختار ص تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر ف اور وہ رجوع نہ کرے گا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہے کہ کفالت بلا امر ہووے ص زید ایک شئے عمرو کے ہاتھ بیع کرتا تھا اتنے میں بکر آیا اور اُس نے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید کر لے اگر کسی اور کی نکلیگی تو میں تیرے ثمن کا ضمان دوں گا ف یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہیں ص تو بکر کا یہ ضمان کرنا اقرار ہوگیا اس بات کا کہ یہ چیز ہے مملوک زید کی اگر بعد اس کے بکر نے اُس چیز کا دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ باطل شمار کیا جاویگا ف بوجہ تناقض کے ص اور اگر بکر نے شہادت لکھ دی اُس چیز کی بیعنامے پر اور اپنی مُہر کر دی تو یہ اقرار نہ ہوگا بکر سے مِلک زید کا ف تو اب دعویٰ بکر کا بابت ملکیت اپنی کے باوجود شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیع گاہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے کہ بعد اس کے اثبات بیّنہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کیواسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اُس میں مصلحت معلوم ہو تو اُس کو جائز رکھے طحطاوی ص لیکن اگر اُس بیعنامے میں یہ لکھا ہوگا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا یہ بیع نافذ لازم ہے اور بکر نے شہادت کر دی تو یہ شہادت تسلیم اور تصدیق مِلک بائع کی ہوگی تو اب دعویٰ بکر کا بعد اس کے مسموع نہ ہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے بسبب نہ ہونے تناقض کے اگر کوئی شخص کفیل ہوا عہدے کا تو یہ کفالت باطل ہے اس لئے کہ عہدے کے کئی معنی ہیں قبالہ قدیم عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم نہیں کہ کون سے معنی مراد ہیں اسیطرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہیں ف ضمان خلاص یہ ہے کہ کفیل شرط کرے مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلے گی تو میں اُس سے چھڑا کر جس طرح ہو ذات شئے کو تیرے حوالے کر دونگا تو یہ امام صاحبؒ کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ کفیل کو اس پر قدرت نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے لیکن محمول ہوگا ضمان درک پر ص یا مضارب یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور مؤکل کے لئے ف تو یہ ضمانت باطل ہے اسواسطے کہ ثمن امانت ہے مضارب اور وکیل پاس ص دو شریکوں نے مل کر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد میں اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے ثمن کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت صحیح نہیں البتہ اگر دو عقدوں میں بیع ہوگی علٰحدہ علٰحدہ تو ضمانت جائز ہے ف یعنی اگر پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہوگیا مشتری کی طرف سے اُس کی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور پہلا شریک اُس کی ثمن کا ضامن ہوگیا تو یہ صحیح ہے اور دلیل دونوں مسئلوں کی ہدایہ اور اصل میں مذکور ہے ص صحیح ہے کفالت خراج کی اور نوائبؒ کی اور قسمت کی ف لیکن خراج کا بیان تو گزر چکا ہے پہلے اس سے اور لیکن نوائب تو وہ دو قسم ہیں ایک واجبی ایک غیر واجبی واجبی جیسے نہر مشترک کھدوائی جس سے عامۂ خلائق کو فائدہ ہووے یا اُجرت چوکیداری یا وہ مال جس کو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانوں سے لیوے غیر واجبی جیسے جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں سے ناحق لیے جاتے ہیں تو پہلے قسم کی کفالت بالاتفاق صحیح ہے اور قسم ثانی کی کفالت میں اختلاف ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ صحیح ہے یہاں تک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لیوے تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کر لیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہیں یا ایک حصے کو نوائب میں سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قسمت نامہ موظفۂ معینہ ہے یعنی جو یک ماہہ یا دو ماہہ یا سہ ماہہ بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہے اور

لہ نوائب جمع نائبہ کی یعنی مصیبت وحادثہ یعنی مراد وہ مال ہے جس کو حاکم لوگوں پر مقرر کرے ۱۲ منہ عزیز الاشرف لہ بوجہ تناقض دونوں کے ۱۲

نوائب غیر معین ہوتے ہیں بہر تقدیر کفالت اُسکی بھی صحیح ہے ص ضامن نے کہا کہ میں ضامن ہوا ہوں مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے وعدے پر یعنی مال موجل ہے بمیعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہٗ کہتا ہے کہ نہیں وہ مال نقد ہے یعنی بالفعل دینا چاہیئے میعادی نہیں ہے تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا ضامن درک سے مواخذہ نہیں ہوتا جبکہ مبیع مستحق غیر کا نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے کہ بمجرد استحقاق بیع نہیں ٹوٹتی ظاہر الروایۃ میں جب تک بائع پر حکم نہ ہو واپسی ثمن کا تو اصیل پر جب تک رد ثمن واجب نہ ہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہ ہوگا

ف باب دو شخصوں کے کفیل ہونے کے بیان میں

ص دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن شریک کا ضامن ہوا دوسرے کیطرف سے اُس کے حکم سے تو جو ہر ایک میں بائع کو ادا کرے اُسکو دوسرے سے نہیں لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جس قدر زائد دیا ہے اُتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے ف اسواسطے کہ اس صورت میں مثلاً ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہے تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہے اپنے حصے کا اور نصف دوسرے کا بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ روپیہ ادا کرے گا وہ اُسی کے حصے کے دام سمجھے جاویں گے اس واسطے کہ ادا کیا گیا دین اصالت سے اور وہ مقدم ہے ادائے دین کفالت سے یہانتک کہ دام اپنے حصے سے بڑھ کے دیوے جس قدر زائد دیگا اُتنا دوسرے شریک سے پھیر لے گا ص زید پر ہزار روپے آتے تھے عمرو کے اب پہلے بکر کفیل ہوا زید کی طرف سے اُن ہزار روپے کا بعد اُس کے خالد کفیل ہوا زید کی طرف سے اُن ہی پورے ہزار روپے کا پھر بکر اور خالد ہر ایک اُن میں سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہوا اُس کے حکم سے سب دین کا تو یہاں بکر اور خالد میں سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اُس کا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیر لے گا ف یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا کیا ہے سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہوا ہے اُسکی طرف سے ہدایہ جاننا چاہیئے کہ یہاں تین قیدیں ہیں ایک تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوئے ہوں زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاویگا کیونکہ دونوں پر نصفا نصف منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اس صورت میں جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع ہوگا اور ایک جمیع دین کے کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہوں گے پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہوگا تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا اور تیسرے ایک اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاوے گا دُر مختار اس مقام میں صدر الشریعۃ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہے چلپیؒ نے اس کا جواب دیا ہے چلپی کے مطالعہ سے واضح ہوگا یہاں بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا ص اور جو بری کر دیا طالب نے ایک کفیل کو تو مواخذہ کیا جاویگا دوسرے کفیل سے کُل زر کفالت کا ف اس لئے کہ ہر ایک کفیل کُل ہزار کا مکفول عنہ سے کفیل ہوا ہے پس جب ایک کو مکفول لہٗ نے بری کر دیا تو دوسرا پورے ہزار کا کفیل باقی رہا ص اور اگر دو آدمیوں میں شرکت مفاوضہ تھی ف اُس کا بیان کتاب الشرکۃ میں گزر چکا ص اب دونوں جدا ہو گئے تو صاحب دین کو اختیار ہے کہ اُن دونوں شریکوں میں سے جس سے چاہے اپنا کُل دین طلب کرے اسواسطے کہ شرکت مفاوضہ متضمن کفالت ہے اور کوئی اُن شریکوں میں سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تو اُس قدر رجوع کر لیوے اگر ایک شخص نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے عقد کتابت قبول کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو گیا تو جو غلام اُن دونوں میں سے کچھ ادا کرے اُس کا آدھا دوسرے سے وصول کر لے اسی صورت میں اگر مولیٰ نے قبل ادائے مال ایک کو آزاد کر دیا تو جس کو آزاد نہیں کیا اُس کا زر کتابت خواہ اُسی سے وصول کر لے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوی تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیوے ف اس واسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہے مولیٰ کو تو رجوع کرے گا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر برخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہے تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے گا

ف باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان میں

ص اگر ایک شخص ضامن اُس مال کا ہو جس کا ادا غلام پر واجب ہے بعد آزادی کے ف چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک[۱۵] ودیعت سے ہے ص اور ضامن قید نہ کرے بالفعل نقد دینے کی یا میعاد کے بعد دینے کی تو وہ مال اُس کو نقد دینا لازم ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اُس پر رجوع کرلے ف ورنہ نہیں ص ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اُس کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے بکر نے ضامنی کی اس بات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمہارا ثابت ہوگا تو میں تجھیں دوں گا بعد اس ضامنی کے غلام مرگیا اب عمرو نے اپنی ملک نسبت اُس غلام کے گواہوں سے ثابت کردی تو بکر کو اُس غلام کی قیمت دینی[۱۶] ہوگی آور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعویٰ کیا غلام پر اُس غلام کیطرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اُس کے غلام مرگیا تو کفیل بھی بری ہوجاویگا[۱۷] اگر مولیٰ نے ضمانت کی غلام کیطرف سے ف اُسکے حکم سے خواہ بدون اُسکے حکم کے ص یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولیٰ کی ف خواہ مولیٰ کے حکم سے یا بے حکم کے ص اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اُسکے صورت اول میں مولیٰ نے غلام کیطرف سے وہ روپیہ مکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی میں غلام نے وہ روپیہ مولیٰ کیطرف سے مکفول لہ کو ادا کیا تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہیں پہونچتا اسواسطے کہ یہ کفالت غیر موجب للرجوع ہے اس لئے کہ ایک کا دَین دوسرے پر نہیں ہوتا آور شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہونچتا ہے ف دلیل ہماری اور شافعیؒ اور زفرؒ کی ہدایہ میں مسطور ہے ص اور غیر مدیون کی قید اسواسطے ہم نے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اُس کی کفالت صحیح نہیں مولیٰ کی طرف سے گو کہ مولے اُس کو حکم کرے +

ص کتاب الحوالۃ

ف حوالہ[۱۸] لغت میں کہتے ہیں نقل کو آور اصطلاح شرع میں کہتے ہیں قرض کے اُتار دینے کو ایک کے ذمے پر سے دوسرے کے ذمے پر مثلاً زید مدیون تھا عمرو کا سو روپے کا تو زید نے عمرو کا حوالہ کرادیا اُس دَین کے وصول کیلئے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپے محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہے حدیث سے روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر میں قرض ادا کرنا مالدار کا ظلم ہے اور جب حوالہ دیا جاوے تم میں کوئی کسی مالدار پر تو مان لے آور ابن ابی شیبہؒ اور احمدؒ کی روایت میں ہے تو حوالہ قبول کرے آور ہدایہ میں ہے یہ حدیث اس لفظ سے من احیل علی ملیئ فلیتبع روایت کیا اسکو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں ابو ہریرہؓ سے اسی لفظ سے زیلعی ص حوالہ صحیح ہوتا ہے محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہے ف رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے آور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اس طرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرے قرض کا حوالہ فلاں شخص پر کیا اتنے درم کا آور محتال اور محتال علیہ سے قبول اس طرح کہ ہر ایک اُن دونوں میں سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اس کے جو قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے آور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں تو حوالہ عبد ماذون و مجحور کا صحیح ہے اور رضائے محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکروہ ہوگا تو صحیح نہ ہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی رضا اور عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہووے جیسے وصی مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے آور محتال کا ہونا مجلس حوالہ میں ضرور ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور شنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں مگر اُس صورت میں کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود ہووے اور وہ قبول کرے اور محال علیہ میں بھی عقل و بلوغ شرط ہے تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہیں اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے اسواسطے کہ یہ محض ضرر ہے اور رضا بھی شرط ہے تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہ ہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ میں ہونا ضرور ہے آور خانیہ میں ہے کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ

[۱۶] اس واسطے کہ اس صورت میں وہ مطلوبہ رقم غلام پر واجب تھی اس کی دو صورت ہیں غلام کے واجب ہے پس اسی طرح کفیل پر بھی واجب ہوگا ۱۲
[۱۷] اس لئے کہ وہ کفیل مال تھا ۱۲
[۱۸] حوالہ جائز ہے دَین میں نہ عین میں یعنی شے معین میں اور نہ حقوق میں ۱۲ در مختار
[۱۵] استہلاک یعنی ہلاک کردن ۱۲

نہیں یہاں تک کہ اگر اُس کو خبر پہونچی اور اُس نے جائز رکھا تو صحیح ہو جاویگا اور ایسا ہی بزازیہ میں ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دَین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہیں جائز ہے جیسے کفالت ہکذا فی الطحطاوی والشامی ص اور زیادات کی روایت میں حوالہ صحیح ہے بدون رضائے محیل کے اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کہے دائن سے کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہے اُس کا حوالہ قبول کر میرے اوپر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہو گیا تو حوالہ صحیح ہو گیا اور اصل مدیون بری ہو گیا اور ایک صورت اور ہے کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اُس کے حکم کے بشرط برات اصیل کے اور قبول کیا مکفول لہٗ نے تو صحیح ہو جاوے گی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کیجاویگی جیسے حوالہ اس شرط سے کہ اصل مدیون مطالبۂ دَین سے بری نہ ہو کفالت ہے ف یعنی کفالت میں تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونوں سے رہتا ہے اور حوالہ میں بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہو جاتا ہے دَین سے تو اگر کفالت میں شرط کر لی برات مکفول عنہ کی تو وہ معنی میں حوالہ کے ہو جاویگا اور حوالہ میں اگر شرط کر لی عدم برات محیل کی تو وہ کفالت ہو جاویگا دُرِّ مختار میں ہے کہ صحیح روایت زیادات کی ہے کہ رضامندی محیل شرط نہیں صحت حوالہ کی اِس واسطے کہ دَین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنے ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اُس میں اِس کا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اس پر رجوع نہیں کر سکتا جبکہ حوالہ بدون امر محیل ہووے کذا فی النہر ص جب حوالہ تمام ہو گیا تو اب محیل بری ہو گیا دَین سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ف لیکن برات موقتہ جیسا آویگا فائدہ برات کا یہ ہے کہ اگر محیل مر گیا تو محتال اپنے دَین کو اُس کے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن محتال لہٗ ضامن لے لیوے ورثۂ محیل سے یا اُس کے قرضداروں سے اس خوف سے کہ مبادا حق اُس کا ہلاک نہ ہو جاوے شامی ص اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اُس صورت میں کہ اُس کا تواے حق ہو ف تویٰ بالف مقصورہ یا تواء بالف ممدودہ عبارت ہے ہلاکت مال سے ص اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مر جاوے ف یعنی ترکہ بقدر اداے دَین محتال نہ چھوڑے ص دوسرے یہ کہ محتال علیہ منکر ہو جاوے حوالے کا اور قسم کھاوے اور حوالے کے گواہ نہ ہوویں اور صاحبینؒ کے نزدیک توی اس صورت سے بھی ہوتا ہے کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کر دے ف اسواسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک قاضی کا مفلس کر دینا معتبر ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ کسی شخص کو اِس بات پر اطلاع نہیں ہو سکتی تو گواہی اُسکی اس بات پر کہ محتال علیہ کے پاس مال نہیں ہے شہادت ہے نفی پر اور وہ غیر مقبول ہے ص حوالہ دو قسم ہے ایک حوالۂ مطلقہ اور دوسرے حوالۂ مقیدہ حوالۂ مقیدہ یہ ہے کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کر کے لے گیا ہووے یا محیل کا محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دَین کا اُن چیزوں پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اُس ودیعت پر جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہو گئی محتال علیہ پاس تو اب پھر محتال رجوع کر سکتا ہے محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شئے مغصوب تلف ہو گئی محتال علیہ پاس تو اس صورت میں محتال رجوع نہیں کر سکتا محیل پر اسواسطے کہ اُسکی قیمت باقی ہے ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہے حوالۂ مقیدہ میں محیل اُس شئے کو طلب نہیں کر سکتا ہے محتال علیہ سے اسواسطے کہ اُس سے حق محتال کا متعلق ہو گیا باوجود اس کے بھی اگر محیل مر گیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شئے محال بہ محتال نے وصول نہیں کی تھی محتال علیہ سے تو اب محتال برابر ہوگا سب قرضخواہوں محیل کے ف یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دَین سب قرضخواہوں کو محیل کے حصوں کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی اُن ہی کے برابر ہے یہ نہیں ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دَین اُس شئے سے وصول کر لے بعد اُس کے جو بچے وہ اور قرضخواہوں میں تقسیم ہووے جیسا رہن میں کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شئے مرہون کو بیچکر لے لیتا ہے بعد اُسکے جو بچتا ہے وہ اور راہن کے قرضخواہوں کو ملتا ہے کیونکہ حوالہ کم ہے درجے میں رہن سے ص حوالۂ مطلقہ یہ ہے کہ محیل حوالہ کو مضاف نہ کرے اپنے دَین یا عین ودیعت یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہووے تو اس صورت میں محیل بعد حوالہ کے وہ شئے اپنی محتال علیہ سے لے سکتا ہے ف یعنی محیل حوالۂ مطلقہ میں اپنا دَین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے پھیر سکتا ہے کیونکہ حوالہ خاص نہیں ہوا ان چیزوں سے تا حق محتال کا متعلق ہو جاوے ص اور حوالۂ مطلقہ اور مقیدہ دونوں صورتوں میں اگر محیل نے وہ شئے عین یا دَین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہ ہوگا ف بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرضہ محتال کا ادا کر کے رجوع کریگا محیل پر ص اگر

زیدنے حوالہ کیا عمرو کے دَین کا بکر پر سَو روپے کا بکر نے وہ سَو روپے عمرو کو ادا کر کے زید سے طلب کیے زید نے یہ کہا کہ میرے سَو جو تیرے اُوپر آتے تھے اُس پر میں نے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اُوپر تیرا کچھ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اس صورت میں قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اقرار دَین نہ سمجھا جاویگا کیونکہ حوالہ میں یہ ضرور نہیں کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو محیل کا ف بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہے اُسکی رضا سے ص اسی طرح اگر محیل محتال سے کہے کہ میں نے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرے محتال سے اور میں تیرا مقروض نہ تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا مقروض تھا اُس بابت تو نے حوالہ کیا تھا اور محتال پاس گواہ نہیں ہیں تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا ف اگرچہ یہ خلاف ہے معنی حوالہ کے اسواسطے کہ حوالہ نام نَقْلُ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّةٍ اِلٰى ذِمَّةٍ کا ہے تو ضرور ہے یہ کہ محیل مدیون ہووے محتال کا مگر چونکہ گاہے حوالہ بمعنی وکالت بھی مستعمل ہے مجازًا اور محتال پاس گواہ نہیں ہیں قرضے کے تو قول اُس کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اس بات میں کہ مراد میری لفظ حوالہ سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دینا اقرار بالدَّین نہ سمجھا جاویگا ص مکروہ ہے سُفتجہ ف سُفتجہ بضم سین اور فتح تا معنی اُس کے یہ ہیں کہ اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض کے تا وہ اُسکے دوست کو دیدیوے دوسرے شہر میں غایت اُسکی یہ ہے کہ خطر راہ ساقط ہو جاوے اصل میں سفتجہ معرب ہے سفتہ کا اس قرض کا یہ نام اسواسطے ہوا کہ مشابہ ہے ساتھ رکھنے دراہم اور دنانیر کے سفاتج میں یعنی اشیائے مجوفہ میں جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اُس میں مال رکھ کر اپنے ہمراہ لیجاتے تھے تا کسی کو خبر نہ ہووے ص یعنی قرض دینا واسطے دور ہو جانے خوف راہ کے ف ہندی میں اُس کو ہنڈوی کہتے ہیں اور چونکہ اسمیں فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اسواسطے مکروہ ہے وجہ کراہیت وہ حدیث ہے جو حارثؒ بن اسامہ کی مسند میں مروی ہے سوار بن مصعب سے اُنھوں نے عمارہؒ ہمدانی سے کہا کہ سُنا میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًوا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے آور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبدالحقؒ نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے اُن کے اور روایت کیا اِس کو ابن الجہم نے اپنے جزو معروف میں اور نکالا ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے السفتجات حرامٌ یعنی ہنڈویاں حرام ہیں آور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اُس کو بخاریؒ اور نسائیؒ اور ابن معینؒ نے اور ذکر کیا اس کو ابن الجوزی نے موضوعات میں آور اس باب میں بہتر روایت جو صحابہؓ اور سلف سے منقول ہے وہ ہے جس کو روایت کیا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ثنا خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال كانوا يَكْرَهُوْنَ كُلَّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اُس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اسمیں نفع ہو جاوے مقرض یا مستقرض کو آور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر ہنڈوی لکھدینا مشروط ہو قرض میں تو مکروہ ہے اور جو اُسکی شرط نہ ہووے قرض دیتے وقت تو مکروہ نہیں اور شرط کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھ دے اس کی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہیں جائز ہے آور اگر قرض دیا بغیر شرط کے اور اُس نے لکھدیا تو جائز ہے آور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے پرچہ لکھ دے فلانے شہر پر اس شرط پر کہ میں تجھے نہیں دوں گا تو بھی بہتر نہیں ہے آور مروی ہے یہ ابن عباسؓ سے کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ اگر قرضدار نے قرضے میں وہ مال ادا کیا جو مقرض کے مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہیں جبکہ مشروط نہ ہو آور فقہاءؒ نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اُس وقت حلال ہے جب کہ اِس کا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہ ہو آور اگر معروف اور رائج ہو کہ اقراض سقوط خطر طریق کے لئے ہوتا ہے تو حلال نہیں گو کہ شرط نہ ہووے آور وہ جو مروی ہے امام ابو حنیفہؒ سے کہ وہ نہیں بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ میں تو اس کی کچھ اصل نہیں اس واسطے کہ یہ انتفاع نہیں ہے اُس کی مِلک سے نہ اِس کی شرط ہوتی ہے اور نہ یہ رائج ہے، فتح فائدہ جب مطلق ہنڈوی بلا کمی بیشی یعنی جتنا روپیہ دے اُتنا ہی دوسرے شہر میں لے مکروہ ہوئی تو جو ہمارے ملک میں مروج ہے ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑا زیادہ دینا اور اُس کا نام ہنڈاون ہے اور کم وصول کرنا بطریق اولےٰ ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہے اور اِس کا دینا اور لینا سب برابر ہے بموجب اس حدیث کے جو اوپر گزری دینے والے اور لینے والے سب ملعون ہیں خدا محفوظ رکھے

ص کتابُ القضاء

جو شخص گواہی کے لائق ہے وہ قاضی ہونے کے لائق ہے اور شرط اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا ہے ف یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہے نہ اندھا ہے نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہے اسی طرح وہ قضا کے عہدے کے بھی لائق ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ قاضی ہووے اور یہ چیزیں جیسی شرط ہیں شہادت کی ویسی شرط ہیں قضا کی ص اور فاسق اہل ہے واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہے کہ حاکم اُس کو قاضی نہ بناوے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہے لیکن چاہیے قبول نہ کیجاوے اگر قبول کریگا تو گنہگار ہوگا ف در مختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتویٰ ہے اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی اقاویل اس مسئلہ میں سب مرجوح ہیں اور یہی قول راجح ہے ابن الہمام نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کر دے تو قضا اُس کی نافذ ہوگی ظاہر الروایۃ کے موافق اور وہ حکم کرے غیر کے فتویٰ سے لیکن واجب ہے حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نہ بناوے ص اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اُس کے فاسق ہو گیا ف بسبب اخذ رشوت وغیرہ کے ص تو عہدۂ قضا سے معزول نہ ہو جاویگا لیکن لائق ہو جاویگا عزل کے ف یعنی واجب ہے حاکم پر کہ اُس کو معزول کرے اُس کو فتح القدیر ص یہی ظاہر مذہب ہے اور اسی پر ہیں مشائخ حنفیہ ف اور بخاریؒ اور سمرقندیؒ اور بعض مشائخ کے نزدیک خود بخود معزول ہو جاویگا اور فاسق مفتی بھی نہیں ہو سکتا اور بعضوں کے نزدیک ہو سکتا ہے اور مفتی بہ بعضوں کے نزدیک قول اول ہے اور بعضوں کے نزدیک قول ثانی ص اور مجتہد ہونا شرط ہے اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا ف یعنی جو مجتہد ہو اُس کا قاضی ہونا اولیٰ ہے اور اجتہاد صحت قضا کی شرط نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح نہ ہووے ص تو اگر جاہل کو عہدۂ قضا دیا گیا صحیح ہے ہمارے نزدیک ف لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقاً درست نہیں اور احتیاط اُسی قول میں ہے جس کو شافعیؒ نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے غیر مناسب ہے اگر علم و عدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل اُٹھ جاویگا ص مگر حاکم کو چاہیئے کہ اُس کو اختیار کرے جو زیادہ قادر ہے قضا پر اور اولیٰ ہے ف روایت کیا طبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانوں کے اُمور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہے کہ اُن لوگوں میں بہتر اُس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اللہ اور سُنت رسول اللہ کا موجود ہے تو اُس نے خیانت کی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکمؒ نے مستدرک میں اور ابو یعلیؒ موصلی نے حذیفہؓ سے مثل اُس کے ص اور آدمی کو چاہیئے کہ عہدۂ قضا طلب نہ کرے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ طلب کرتا ہے قضا کو اور سوال کرتا ہے اُس کا سونپ دیا جاتا ہے اپنے نفس کی طرف یعنی اللہ کی طرف سے اُس کو اعانت اور مدد نہیں ہوتی اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے اُتارتا ہے اللہ تعالےٰ اُس پر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہے اُس کو یعنی اعانت کرتا ہے اُس کی اوپر صواب کے روایت کیا اُس کو ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے انسؓ سے ص اور درست ہے عہدۂ قضا لینا اُس شخص کو جس کو اعتماد ہے اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہے عہدۂ قضا کو اور اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہے واسطے انتظام اُمور مسلمین کے اور اس لئے کہ امر بالمعروف ہے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ بھیجا مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بناکر یمن کیطرف تو کہا میں نے یا رسول اللہؐ بھیجتے ہیں آپ مجھ کو عہدۂ قضا پر اور میں کم سن ہوں اور قضا کو نہیں جانتا تو فرمایا حضرتؐ نے قریب ہے کہ اللہ ہدایت کریگا تمھارے دل کو اور مضبوط کر دیگا تمھاری زبان کو جس وقت جھگڑا لاویں تمھارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جب تک سُن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو آپ معلوم کرو کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علیؓ نے کہ پھر شک نہیں کیا میں نے کسی فیصلے میں بعد اس کے روایت کیا اُس کو احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور حسن کہا اُس کو اور قوی کیا اس کو ابن المدینیؒ نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور اُس کا ایک شاہد ہے مستدرک میں حاکمؒ کے ابن عباسؓ سے اور روایت کیا ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ اور دارمیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گاہ بھیجا اُن کو یمن کی طرف تو

پوچھا اُن سے کس طرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ پیش آویگا کہا اُنھوں نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ میں کہا سُنت رسولؐ اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ سُنت میں رسولؐ اللہ کی کہا اجتہاد کرونگا میں اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش میں کہا معاذؓ نے کہ پھر مارا حضرتؐ نے ہاتھ اپنا میرے سینے پر اور فرمایا شکر ہے اُس خدا کا کہ توفیق دی اُس نے رسولِ رسولؐ کو اس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ کا اس حدیث سے صاف حجت ہونا قیاس کا وقت نہ ہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہوگیا قول اُن لوگوں کا جو قیاس کی شرع کی حجتوں میں شمار نہیں کرتے ص اور مکروہ ہے ف تحریمی ص عہدۂ قضا لینا اُس شخص کو جو خوف کرتا ہے عاجز ہوجانے کا تصفیۂ مقدمات میں یا ظلم کے صادر ہونے کا ف تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہ ہوجاوے اور جو حدیثیں کہ ممانعت اختیار عہدۂ قضا میں آئی ہیں محمول ہیں ایسے شخص پر فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت کیا اُسکو امام احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے اور صحیح کیا ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے قروی ہے بریدہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں دو اُن میں سے جہنم میں جاویں گے اور ایک جنت میں ایک آدمی وہ جس نے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اُس کے تو وہ جنت میں جاویگا ایک آدمی وہ جس نے پہچانا حق کو اور نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم میں تو وہ جہنم میں جاویگا ایک آدمی وہ کہ اُس نے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگوں کا نادانی سے وہ بھی جہنم میں جاویگا روایت کیا اُس کو چاروں عالموںؒ نے اور صحیح کہا اس کو حاکمؒ نے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اور ظَالِمُوْنَ[ف] اور کَافِرُوْنَ جو شخص حکم نہ کرے اُس کے موافق جو اُتارا اللہ نے تو وہ فاسق ہے اور ظالم ہے اور کافر ہے اس سے بُرائی ثابت ہوگئی اُن لوگوں کی کہ جان بوجھکر حکم آلہی اور سُنت رسولؐ کے خلاف باتباع احکام اُمرائے وقت اور قوانین نصاریٰ کے فیصلے کرتے ہیں اور جو اُن کے معین ہیں کچھ شک نہیں کہ اُن کے لئے بھی وعید ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر ص جو شخص قاضی کیا جاوے اُس کو چاہیئے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جن میں دستاویزات اور فیصلنامے ہیں اور حوالات کے قیدیوں کو دیکھے ف یعنی جو قاضی سابق کے قیدخانے میں قید تھے اُن کے حال میں نظر کرے نہ اُن قیدیوں میں جو حاکم کے قیدخانے میں ہیں در مختار ص تو جو شخص اُن قیدیوں میں سے اقرار کرے کسی حق کا یا اُس پر گواہ قائم ہوں تو اُس کا حبس قائم رکھے یا اُس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اُس کے باب میں معتبر نہ سمجھے اسواسطے کہ عزل قضا سے قاضی معزول مثل اور مسلمانوں کے ہوگیا بلکہ منادی کراوے ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جن جن لوگوں کو فلاں فلاں قیدی پر دعوٰی کرنا ہو تو اس مدت میں حاضر ہوں مجلس قاضی میں تو اگر کوئی حاضر ہوئے مقدمہ اُس کا ورنہ بعد گزر جانے مدت مذکور کے اُن قیدیوں کو چھوڑ دے ف در مختار میں ہے کہ بعد منادی کرنے کے اگر کوئی مدعی اُس کا حاضر نہ ہووے تو اُس کو حاضر ضامن لیکر چھوڑ دیوے اور اگر حاضر ضمانت نہ دے سکے تو ایک مہینے تک اور منادی کراوے بعد اُس کے اگر کوئی نہ آوے تو اُس کو چھوڑ دے ص اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف میں گواہی سے یا قابض کے اقرار سے قاضی معزول کے کہنے پر عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اِس بات کا کہ قاضی معزول نے اُس کو یہ ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب اُن ودائع اور محاصل اوقاف میں قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا ف اِس صورت میں وہ قاضی اُن چیزوں کو جس کی بتلادیگا اُسی کی سمجھی جاویں گی مگر جبکہ قابض نے پہلے زید کیواسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اُس کو سپرد کیا اور قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے مثلاً عمرو کے لئے اقرار کیا تو اِس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاویں گے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو یا مثلی کا اگر مثلی ہو قاضی کو اُس کے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا مقرلہ تھا ہدایہ ص قاضی کو چاہیئے کہ مسجد[ص] میں باعلان بیٹھ کر حکم کرے اور مسجد جامع اَولےٰ ہے اور باعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ جس کا جی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہووے کسی کی تخصیص نہ ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد میں اسواسطے کہ کبھی شخص حاضر مُشرک یا حائض ہوتا ہے اور مُشرک نجس ہے نص کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے داخل ہونا مسجد میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد میں بیٹھکر قضیے فیصل کیے اور بھی قضا

ف یہ آیت کریمہ ایک ہی رکوع میں تین جگہ ہے اور آخر آیہ تینوں جگہ مختلف ہے اُولٓئک ہم الکافرون اور ہم الظالمون اور ہم الفاسقون ۱۲ ص اَولیٰ یہ ہے کہ مسجد جامع بیچ شہر میں ہووے نہ کنارہ شہر میں ۱۲ در مختار ف رسول یعنی قاصد ۱۲ بیان کسانیکہ از اہل عدالت دریں زمان خلاف حکم خدا و رسولؐ فیصلہ می کنند ۱۲

عبادت ہے اور نجاست مشرک کی ازروئے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری اور حائض نہ داخل ہووے مسجد میں بلکہ فیصلہ کیا جاوے مقدمہ اُس کا دروازہ مسجد پر ف ہدایہ میں ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئیں مسجدیں واسطے ذکر آلہی کے اور حکم کے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں قلت غریب بھذا اللفظ اور کنوز الحقائق میں بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اُس نے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی میں اس حدیث کے چند حدیثیں آئی ہیں نقل کیا ان کو شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالکؓ سے اور دوسری حدیث طبرانیؒ کی ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاریؒ نے کہ لعان کرایا حضرت عمرؓ نے نزدیک منبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسناد کی ابوبکر رازیؒ نے حسنؒ تک کہ دیکھا اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کو کہ فیصلہ کیا مسجد میں اور ذکر کیا قصہ اور روایت کی ابن سعدؒ نے طبقات میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمنؓ سے کہ دیکھا اُنھوں نے ابوبکرؓ کو فیصلہ کرتے تھے مسجد میں نزدیک قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیئے ویسا نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں ص اور اگر قاضی قضا کے لئے بیٹھے اپنے گھر میں اور اذن دیدیوے عام تو بھی درست ہے ف اور اَولیٰ یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر میں ہووے اور مشہور ہو تا لوگوں کو آنے میں دقت نہ پڑے اور قاضی حکم نہ کرے اُس وقت جب قلب اُس کا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بول و براز کی حاجت کے اور جس دن قضا کیلئے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اُس دن روزۂ نفل نہ رکھے اور اچھے کپڑے پہنکر نکلے اچھے طور سے ط، ص قاضی کو چاہیئے کہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اُس شخص کا جو قاضی ہونیسے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اُسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونوں میں سے کسی کا مقدمہ قاضی کے پاس دائر نہ ہووے ف اگر ذی رحم محرم یا اُس شخص کا جس کی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو ان کا بھی ہدیہ نہ لیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زائد پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لیوے مگر اُس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت کے اور اسی طرح عاریت لینا طحطاوی ص اور قاضی کو چاہیئے کہ دعوت میں کسی کی نہ جاوے مگر دعوت عام میں اور دعوت عام وہ ہے کہ قاضی کے آنے پر موقوف نہ ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک دعوت خاص میں بھی جا سکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم نے کی ہو ف کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسی کا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اس کی قبول نہ کرے اور اسی طرح دعوت غیر معتاد کو اگرچہ عام ہووے دُرّ مختار ص اور قاضی حاضر ہو نماز جنازہ میں اور اسی طرح بیمار کی بیمار پُرسی کرے ف بشرطیکہ اُس بیمار کا مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہ ہووے کفایہ اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مر جاوے تو اُس کے جنازے کے ساتھ جانا اور جب نصیحت طلب کرے تجھ سے مسلمان تو نصیحت دے اُس کو روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے اور نصیحت دینا چھٹا امر ہے تو ہدایہ میں جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں درست ہوگیا ص اور جب مدعی مدعیٰ علیہ حاضر آویں تو دونوں کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونوں کی طرف توجہ یکساں کرے ف اور داہنے بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمّی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعیٰ علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام پر سے اُٹھے اور بادشاہ اور اُس کے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ سامنے بیٹھکر فیصلہ کرے روایت کی اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اُم سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانوں کا تو چاہیئے اُس کو کہ برابری کرے بٹھلانے میں اور اشارے میں اور نظر میں ص اور کسی سے سرگوشی نہ کرے اور کسی کی ضیافت نہ کرے اور کسی سے ہنسی اور مزاح نہ کرے اور نہ ایک کی طرف اُن دونوں میں سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے اور گواہوں کو تعلیم مکروہ اس طرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسفؒ نے

اُس کو جائز رکھا ہے اس طرح کہ شاہد کو قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل نہ ہو ف ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو اور وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اُس کی اس طرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعیٰ علیہ پانچسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانچسو معاف کر دیے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعویٰ کے موافق کرے جس طرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہیں کذا فی فتح القدیر

ص فصل حبس مدعیٰ علیہ کے بیان میں

اگر مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت ہووے اقرار سے مدعیٰ علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعیٰ علیہ کو ادائے حق کا درصورت نادہندگی مدعیٰ علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اُس کے حبس کی تو قاضی کو جس مدت تک مناسب معلوم ہووے مدعیٰ علیہ کو قید کرے اور اگر گواہوں سے حق ثابت ہوا ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ قبل حکم ادائے حق کے مدعیٰ علیہ کو بدرخواست مدعی محبوس کرے ف اسواسطے کہ قید جزا ہے نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اُس وقت نادہندگی مدعیٰ علیہ کی جب ثابت ہو گی کہ قاضی ادائے حق کا اُس کو حکم کرے اور وہ نہ دیوے اور جب حق گواہوں سے ثابت ہوا تو نادہندگی اور انکار مدعیٰ علیہ کا تو پہلے سے موجود ہے اس لئے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اُس کا درست ہے اور مدت قید مفوض ہے رائے قاضی کی طرف اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہیں باعتبار احوال کے بعضے شریر نہیں ہوتے اُن کو تھوڑی مدت کفایت ہے اور بعض متمرد ہوتے ہیں اُن کو تھوڑے حبس سے زجر نہیں ہوتا اور یہ حبس اسواسطے ہے کہ مدعیٰ علیہ مال اپنا ظاہر کرے اور ایفائے حق مدعی اُس سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھ مہینے ہیں اور ایک مہینہ اور دو مہینے اور تین بھی مروی ہیں مگر صحیح وہی ہے کہ مدت حبس مفوض ہے رائے قاضی کی طرف ہدایہ ص مدعیٰ علیہ کا حبس اُن حقوق میں ہو گا جو لازم آئے ہیں اُس کو بسبب عقد کے جیسے مہر معجل ف اور مہر مؤجل کے عوض میں حبس نہ کیا جاوے گا اگرچہ معجل ہو جاوے طلاق سے زوجہ کی درمختار ص اور زر ضمانت یا بدل مال کے جو حاصل ہوا اُس کو مثل ثمن مبیع نفقہ زوجہ نفقہ ولد ف قرض اگرچہ ذمی کا ہووے ضمان الدرک درمختار ص نہ دین ولد رویت اور ضمان جنایات میں ف اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل مستلف یعنی جو چیز تلف کی گئی اُس کا بدل اور بدل دم عمد اور ضمان اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنے کا تاوان نفقہ اقارب مہر مؤجل درمختار ص محبوس نہ کیا جاویگا اگر اپنی مفلسی کا اظہار کرے الّا اس صورت میں جب مالدار ہونا اُس کا ثابت ہو جاوے گواہوں سے تو ان چیزوں میں بھی قید کریں گے ف اور قسم اول کی چیزوں میں محبوس کریں گے اگرچہ مدعیٰ علیہ مدعی محتاجی کا ہووے اور دعویٰ محتاجی کی تصدیق نہ کی جاوے گی دُرمختار

باب بیان میں قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

ص اگر گواہ گواہی دیں قاضی کے سامنے اور مدعیٰ علیہ حاضر ہو تو حکم کر دے ساتھ گواہی کے اور لکھدے حکمنامہ جس کو عربی میں سجل[۵۱] کہتے ہیں پس لکھدیوے حکم کیا میں نے یہ یا ثابت ہوا میرے نزدیک یہ اور اگر مدعیٰ علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دیں اُس پر تو قاضی حکم نہ کرے بلکہ لکھ لے گواہوں کی گواہی کو تاکہ قاضی مکتوب الیہ اُس کے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہے اور کتاب القاضی الے القاضی ہے حقیقت میں یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہے ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس اور مقبول ہو گی کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات میں جو شبہات سے ساقط نہیں ہوتے مثل حد اور قصاص کے ف اس واسطے کہ کتاب میں شبہہ ہے اور حد و قصاص دفع ہو جاتے ہیں شبہات سے اور خط[۵۱] پر عمل کرنا کوشش ہے اُن کے اثبات

[۵۱] عمل بالخط میں فقہا کا بہت اختلاف ہے کلام متقدمین سے معلوم ہوتا ہے کہ خط مطلقاً حجت نہیں اسواسطے کہ الخط یشبہ الخط لیکن بنظر ضرورت کے زمانۂ آخر میں بہت سے فقہا نے مثل صاحب اشباہ اور قاری الہدایہ اور طحطاوی اور شامی وغیرہم نے عمل اُس پر جائز رکھا ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر دستاویز تحریری مدعیٰ علیہ موافق عرف اور عادت کے عنوان دار ہووے اور اُس کی مہر مشہور اُس پر ثبت ہووے تو وہ مدعیٰ علیہ پر حجت ہو گی اگرچہ وہ انکار کرے اور دفتر مہاجن اور ۲ حکم کیا تو وہ سجل ہے ط طحاوی

میں ص جب شہادت گزرے قاضی کاتب کے پاس جیسے دَین اور عقار اور نکاح اور نسب او ر مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جن کا انکار کیا
گیا ہے کیونکہ امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہ ہو گا تو کیا حاجت ہے کتاب القاضی کی اور جس وقت انکار کیا ان دونوں کا مودع یا مضارب نے
تو ہو گئی مغصوب اور مغصوب میں واجب ہوتی ہے قیمت اور قیمت دین ہے تو جاری ہو گی اُسمیں کتاب حکمی اسواسطے کہ وہ محتاج نہیں ہے اشارے کا
بلکہ صفت سے اُسکی معرفت ہو سکتی ہے بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اُسمیں احتیاج ہے اشارے کی اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور ایسا ہی ہے نزدیک
امام ابو یوسفؒ کے مگر اُن کے نزدیک غلام مفرور میں بھی کتاب القاضی درست ہے صورت اسکی یوں ہے کہ قاضی بخارا کا مثلاً لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلاں
اور فلاں نے شہادت دی میرے پاس اس بات کی کہ فلاں کا غلام جس کا نام مبارک ہے اور اس کا حلیہ ایسا ہے بھاگ گیا ہے اپنے مالک کے پاس سے
اور اب سمرقند میں فلاں کے قبضے میں ہے آخر کتاب تک اور مہر کرے اُس پر تو جب پہونچے یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس حاضر کرے مدعیٰ علیہ اور غلام
کو اور کھولے کتاب کو ساتھ شرائط اُس کے کے جو آگے آتے ہیں اور ملاوے حلیہ مکتوبہ کو ساتھ غلام کے تو اگر مطابق نہ ہووے چھوڑ دے اسکو اور اگر مطابق ہووے
تو اگر مدعیٰ علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اُس غلام کو مدعی کے سپرد کر دے نہ بطور حکم کے اور فیصلے کے اور لے لیوے اُس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر
ضمانت کا اور اُس غلام کی گردن میں کوئی چیز ڈال کے اُس پر مہر کر دے تا ایسا نہ ہو کہ مدعی وہاں جا کر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے
جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ میں اس غلام کو روانہ کرتا ہوں تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اُن گواہوں کو بُلاوے
جنہوں نے گواہی دی تھی اُس غلام کے ملک کی غَیبت غلام میں تا گواہی دیں اُسکی حضور میں اور اشارہ کریں اُس غلام کی طرف کہ یہی غلام ہے مِلک مدعی
کی لیکن قاضی بخارا ابھی حکم نہ کرے کیونکہ مدعیٰ علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہوں نے شہادت دی غلام کے سامنے اِس بات کی کہ یہ غلام
مِلک ہے مدعی کی تو اب یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس پہونچے اُس وقت فیصلہ کر دے اور حکم سُنا دے مدعیٰ علیہ کو اور بری کر دے حاضر ضامن کو ضمانت
سے آور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ کتاب القاضی جمیع منقولات میں قبول کی جاویگی اور اسی پر متاخرین ہیں ف دُر مختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتویٰ
ہے کہ کتاب القاضی سب مقدمات اور دعاوی منقولات میں عام ہے کہ دعویٰ دَین ہو یا عین درست ہے ص سوائے حد اور قصاص کے آور واجب ہے
کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہوں کو اُس کا مضمون پڑھ کر سُنا دے اور مُہر کر دے اپنی اُن کے سامنے اور وہ کتاب اُن گواہوں کو دیدیوے آور
ابو یوسفؒ نے کوئی بات اِن میں سے شرط نہیں رکھی آور امام سرخسیؒ نے ان ہی کا قول اختیار کیا ہے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف گواہوں کو اِس بات کا
گواہ کر دیوے کہ یہ کتاب اور مُہر میری ہے اور ایک روایت میں مُہر بھی شرط نہیں میں کہتا ہوں جب کتاب مدعی کے حوالے کیجاویگی تو فتویٰ اس بات پر ہے
کہ مُہر کرنا ضرور ہے اور جب گواہوں کو سپرد کی جاویگی تو فتویٰ اس بات پر ہے کہ مُہر شرط نہیں پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پہونچے تو قبول نہ کرے
اُس کتاب کو مگر مدعیٰ علیہ کے سامنے اور دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے جو کتاب لیکر گئے ہیں تو جب گواہی دی اُن گواہوں نے کہ یہ
کتاب فلاں قاضی کی ہے پڑھا تھا اُس کو اس قاضی نے اپنے محکمے میں اور مُہر کی تھی اِس پر اور دی تھی ہم کو تو اُس کی مُہر دیکھ کر کھولے اور مدعیٰ علیہ کو
سُنا دے اور لازم کر دے اُس پر حکم کو ف یعنی اُس گواہی کی رو سے جو کتاب میں مندرج ہے مدعیٰ علیہ پر جو امر لازم آتا ہے اُس کا فیصلہ کرے ص
اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اُس کتاب کے ساتھ کہ اُس وقت تک قاضی کاتب قاضی ہووے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہونچنے کے مر جاوے
یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاوے گی آسی طرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہونچنے کے اول مر جاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاویگی مگر جب کہ قاضی
کاتب نے بعد نام اُس قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھ دیا ہووے کہ مسلمانوں کے قاضیوں میں جن کے پاس یہ خط پہونچے وہ اُسکی تعمیل کرے تو مکتوب الیہ کے
مرنے سے باطل نہ ہو گی آور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہے کہ ابتدا سے اِسی طرح لکھے کہ یہ کتاب جس
قاضی کے پاس مسلمانوں کے قاضیوں سے پہونچے وہ اسکی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا مکتوب الیہ کا محض بے فائدہ ہے آور اگر کتاب پہونچنے کے اول مدعیٰ علیہ
مر جاوے تو جاری کیجاویگی کتاب اُس کے وارث پر آور صحیح ہے قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات میں سوائے حدود و قصاص کے ف اِس واسطے کہ

قضا نظیر شہادت ہے اور شہادت عورت کی حدود وقصاص میں مقبول نہیں تو قضا بھی مقبول نہ ہوگی دُر مختار میں ہے کہ اگرچہ قضائے عورت صحیح ہے سوائے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات میں لیکن عورت کا قاضی بنانے والا گنہگار ہوگا بسبب حدیث بخاریؒ کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فلاح پائیں گے وہ لوگ جنھوں نے سپرد کیا کام اپنا عورت کو انتہیٰ ص قاضی اپنا نائب کسی کو نہیں بنا سکتا مگر وہ قاضی جس کو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا پھر قاضی معزول ہوا یا مر گیا تو نائب معزول نہ ہوگا اسی طرح وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو وکیل اپنا بناوے مگر اُس صورت میں جب مؤکل نے اُس کو اجازت دی ہو تو یہاں بھی پہلے وکیل کے معزول ہو جانے یا مر جانے سے وکیلِ وکیل معزول نہ ہوگا اِس واسطے کہ وکیلِ وکیل درحقیقت نائب ہے اصل مؤکل کا نہ وکیل اوّل کا ف ہدایہ میں ہے کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہے گو اُس کو اس بات کا حاکم کی طرف سے اختیار نہ ہووے کیونکہ جمعہ ایک شئے مؤقت ہے خوف ہے اُس کے فوت ہو جانے کا تو امر بالامامت گویا اذن بالاستخلاف ہے برخلاف قضا کے ص جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنے کا نہیں دیا گیا اُس نے اگر نائب بنایا اور نائب نے منوبؒ کے سامنے فیصلہ کیا یا بعد فیصلے کے منوب کی رائے شریک ہو گئی تو جائز ہو جاوے گا ف اسو اسطے کہ جب قاضی اوّل کے سامنے فیصلہ کیا یا اسکی رائے شریک ہو گئی تو گویا قاضی اوّل ہی نے قضا کی ص اسی طرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانے کا نہیں دیا گیا اُس نے اگر وکیل بنایا اور بعد اُس کے وکیلِ وکیل نے روبرو وکیل کے وہ کام کیا یا وکیل کی رائے اُسمیں شریک ہو گئی یا مؤکل نے جس وقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خریدنے کے لئے تو اُسکی قیمت بیان کر دی تھی اور وکیل کا وکیل اُسی کے مباشر ہوا تو ان سب صورتوں میں وکیلِ وکیل کا تصرف صحیح ہو جاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گِنا جاوے گا اگر مؤکل نے وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی رائے پر عمل کر تو اس کہنے سے وکیل کو اختیار ہو جاوے گا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

لہ منوب وہ قاضی ہے جس کا یہ نائب ہے [illegible]

ف باب مرافعہ کے بیان میں

ص اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کر دے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل اختلافیہ صدر اوّل میں ف یعنی اگر اُن مسائل میں جن میں صحابہؓ یا تابعینؒ یا تبع تابعینؒ کا اختلاف تھا قاضی نے کسی کا قول اختیار کر کے قضا کر دی ہے بعد اُس کے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم منسوخ نہیں کر سکتا مراد یہاں قاضی اوّل سے قاضی مجتہد ہے کیونکہ سوا مجتہد کے اور کسی کو یہ بات نہیں پہونچتی کہ مسائل مختلف فیہا میں جس کا قول چاہے اختیار کرے اور قاضی مقلد کا حکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہ ہوگا قنیہ ص اِلّا وہ حکم منسوخ کرے جو مخالف ہو کتاب اللہ کے ف اگرچہ دوسرے مجتہد کا قول ہووے ص جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلّت گوشت اُس جانور کا جس پر وقت ذبح کے بسم اللہ قصدًا ترک کی گئی ہو کیونکہ یہ مخالف ہے آیت کریمہ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے ف یعنی نہ کھاؤ تم وہ جانور جس پر نہیں ذکر کیا گیا نام خدا کا جاننا چاہیئے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھول کر تسمیہ ترک کر دیوے تو اس ذبیحہ کا گوشت حلال ہے ہمارے نزدیک بھی اور شافعیؒ کے نزدیک بھی تو اُس کی بیع بھی جائز ہوگی اور اگر قصدًا ترک کر دیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہو جاوے گا اور بیع بھی اُس کی ناجائز اور شافعیؒ کے نزدیک بیع اور اکل دونوں جائز ہیں تو یہ حکم شافعیؒ کا مخالف ہے اِس ظاہر آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گزری تو قاضی اوّل نے اگر حکم صحتِ بیع ایسے ذبیحہ کا جس پر بسم اللہ عمدًا متروک ہوئی ہو کیا تو قاضی ثانی اُس کو منسوخ کر دیوے ص یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اوّل نے حکم کیا مطلقہ ثلٰث کی ف یعنی وہ عورت جس کو اُس کے خاوند نے تین طلاق دیے ہوں ص حلّت کا واسطے شوہر اوّل کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدون وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیبؒ کے اِس واسطے کہ یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے یعنی قول حضرتؐ کا واسطے عورت رفاعہ کے نہ ہوگا یہ جب تک تو نہ چکھے شیرینی عبدالرحمٰن بن زبیرؓ کی اور وہ شیرینی تیری ف روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے مراد شیرینی سے جماع ہے اور گزری یہ حدیث کتاب الطلاق میں قصّے سمیت ص یا مخالف ہووے اجماع مسلمین کے جیسے قاضی اوّل نے حکم کیا حلّت متعہ کا اسو اسطے کہ صحابہؓ نے اجماع کیا اُس کے فساد پر ف اور گزرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب النکاح میں

ص تو حاصل یہ ہے کہ قاضی نے جب مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہو جاوے گا اور قاضی ثانی کا نافذ کرنا اُس کا واجب ہے لیکن یہ صورت جب ہے کہ قاضی اوّل نے اپنے مذہب کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنے مذہب کے خلاف حکم دے گا تو اُس کا بیان آگے آتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اُس کی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اُس کو جاری کرے اور محل قضا مجتہد فیہ مختلف ہو یعنی جس حکم میں قضا ہوتی ہے اُس میں اختلاف ہو اور جو خود قضا میں اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب ف اس کا بیان آگے آتا ہے ص تو وہ قاضی اوّل کے حکم کر دینے سے مجمع علیہ نہ ہوگا اور قاضی ثانی کو اُس کا فسخ پہونچتا ہے ہاں اگر قاضی ثانی بھی اُس کو جاری کر دے تو اب وہ مجمع علیہ ہو جاوے گا اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہیں کر سکتا اجماع میں اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہے تو جب اکثر ایک امر پر متفق ہو جاویں گے وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالفت بعض کی معتبر نہ ہوگی حمایہ میں بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع اعتقاد اجماع ہے اور اجماع نہیں ہوتا مگر سب کے اتفاق سے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ سے مراد یہ ہے کہ صدر اوّل یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہے کہ یہ کچھ ضرور نہیں بلکہ اختلاف شافعیؒ کا بھی معتبر ہے ف اور اسی طرح مالکؒ اور احمدؒ کا اور یہ لوگ نہ صحابہؓ میں سے ہیں نہ تابعینؒ میں سے ص اور نافذ ہے قاضی کا حکم ظاہر اور باطن میں ف یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ وبین اللہ ص کسی شئے کی حرمت یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک نافذ ہے ظاہر میں نہ باطن میں جاننا چاہیے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مدعی دعویٰ کرے ایک شئے کا بسبب معین یعنی سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل ہو حکم کے اور قاضی نہ جانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں تو قضا نافذ ہو ظاہر اور باطن میں نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت پر دعویٰ نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کر دیئے نکاح کے قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے ف اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرا دینا عند اللہ حلال ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ظاہراً حکم قاضی نافذ ہوگا نہ باطناً یعنی عند اللہ زوج اور زوجہ کو وطی درست نہیں ہوگی اور یہی مذہب ہے زفرؒ اور ائمہ ثلثہؒ کا درمختار میں ہے کہ اسی پر فتوے ہے لیکن بحر الرائق میں ہے کہ قول امام ابوحنیفہؒ کا قوی ہے ص دلیل مذہب صاحبینؒ کی ظاہر ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر یہ اشکال ہے کہ حرام محض کس طرح سبب ہوگا حلت کا فیما بینہ وبین اللہ اور جواب اس کا یہ ہے کہ ہم نے حرام محض یعنی شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہے سبب حلت کا نہیں کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشاء عقد جدید کے ہے اور انشاء عقد حرام نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ قاضی دروغ گوئی شہود کو نہیں جانتا ف امام صاحبؒ کی دلیل نقلی وہ ہے جس کو ذکر کیا محمدؒ نے مبسوط میں کہ پہونچا ہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ایک شخص نے اُنکے پاس گواہ قائم کر دیئے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے حکم دیدیا عورت کو کہ جاوے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہیں نکاح کیا ہے مجھ سے اب اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہے تو آپ نکاح پڑھوا دیجے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میں نہیں تجدید کرتا نکاح کی نکاح کر دیا تیرا دونوں شاہدوں نے تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہ ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور اس میں محفوظ رہتے دونوں زنا سے انتہیٰ ص اوپر جو ہم نے قید لگائی کہ دعویٰ مدعی ایک سبب معین کے ساتھ ہووے تو اُس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر دعوے ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم کر دیئے اور قاضی نے حکم کر دیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہاں پر مدعی کو وطی اُس کی حلال نہ ہوگی بالاجماع ف اور یہ جو کہا کہ محل جو قابل ہو حکم کے سو اسواسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع تو قضا نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہیں ہے اس بات کا کہ قضائے قاضی انشائے عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغ گوئی شہود کو جانتا ہووے تو قضا نافذ نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی ص اور اگر قاضی اوّل نے مسئلہ مجتہد فیہ میں خلاف اپنے مذہب کے حکم دیا اپنا مذہب بھول کر یا قصداً تو

ذکر اعتقاد اجماع بسبب اتفاق اکثر

ذکر اعتقاد حکم قاضی در ظاہر و باطن

سلے یعنی جس پر نکاح کرنے کا دعویٰ کیا ۱۲ سلے مراد اس سے قاضی مجتہد ہے ۱۲

صاحبینؒ کے نزدیک یہ قضا نافذ نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر بھول کر دیا تو نافذ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر دیا اسمیں دو روایتیں ہیں **ف** یہ سب اختلاف قاضی مجتہد میں ہے اور قاضی مقلد کا فتویٰ خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہ ہوگا خواہ قصداً ہو یا بھول کر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہے کہ حنفی مذہب شافعیؒ یا مالکیؒ حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہ ہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑ کر صاحبینؒ کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم بخلاف مذہب نہیں ہے نافذ ہو جاویگا اور قاضی ثانی کو مرافعۃً اُس کا فسخ نہیں پہونچتا چنانچہ دُرر میں ہے یہ اُس صورت میں ہے کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو مقید بمذہب امام نہ کر دیا ہو والا وہ معزول ٹھہرے گا بہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اُس کا بالکل نافذ نہ ہوگا اِس واسطے کہ تخصیص قضا کی زمان اور مکان سے درست ہے **طحطاوی مع زیادۃ ص** قاضی حکم نہ کرے شخص غائب پر **ف** اور نہ غائب کے لئے یعنی غائب کا نہ مقضی علیہ ہونا صحیح ہے نہ مقضی لہٗ بلکہ حکم ہی نافذ نہیں بر قول مفتیٰ بہ **دُرِّ مختار** اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہی حدیث حضرت علیؓ کی ہے جو اُوپر گزری کہ فرمایا حضرتؐ نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لئے جب تک سُن نہ لے کلام دوسرے کا روایت کیا اِس کو ابو داؤدؒ اور اسحاقؒ اور طیالسیؒ اور حاکمؒ نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہ ہونا مانع حکم ہے اور یہ بات پائی جاتی ہے خصم کے غائب ہونے میں اور اُس کے نائب کے بھی غائب ہونے میں اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اُس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو رد اور طعن فی الشہادۃ سے اور اُس کا عجز بدون اُس کے حضور کے معلوم نہیں ہوسکتا **کذا فی فتح القدیر ص** مگر اُس صورت میں کہ نائب اُس کا حاضر ہووے حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہے یا شرعاً جیسے قاضی کا وصی یعنی جس کو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً اس طرح پر کہ جس چیز کا دعویٰ ہے غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اُس چیز کا جس کا حاضر پر دعویٰ کرتا ہے **ف** تو اگر ادعا علی الغائب کے سبب پڑنے میں واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑ جاوے گا تو اس صورت میں دعویٰ مقبول نہ ہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھر اُس کے مالک پر یہ دعویٰ کیا کہ اُس نے نکاح اُس کا شخص غائب سے کر دیا تھا اور غرض اس سے یہ ہے کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہو جاوے تو یہ لونڈی کی واپسی کا حکم نہ ہوگا کیونکہ تزوج غائب رد علی المولیٰ کا سبب بالضرور نہیں اسواسطے کہ احتمال ہے کہ غائب نے اُسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو **ص** مثال اُس کی یہ ہے کہ زید نے دعویٰ کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک مکان پر کہ یہ مکان میں نے بکر سے خرید کیا تھا اور بکر غائب ہے عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاوے گا کیا معنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہ ہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اس واسطے کہ ادعا علی الغائب یعنی خرید نا گھر کا سبب ہے ادعا علے الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لامحالہ **غایۃ الاوطار ص** اور جو دعویٰ کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اُس دعوے کی جو حاضر پر ادعا ہو تو صحیح نہ ہوگا **ف** اور پہلی صورت میں سبب تھا **ص** چنانچہ اگر غلام نے اپنے میاں پر اس کا دعویٰ کیا کہ اُس نے معلق کیا تھا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت میں تو اس میں اختلاف ہے مشائخ رحؒ کا اور گواہ مقبول نہ ہوں گے صحیح قول پر اور سبب میں اسواسطے مقبول ہیں کہ سبب اصل ہے مسبّب کا تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہیں جبکہ شرط ہووے یعنی شرط اصل نہیں ہے بہ نسبت مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہیں ہوسکتا یہ حکم شرط میں جب ہے کہ اُسمیں حق غائب کا ابطال ہووے چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکور میں کہ اس صورت میں زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہے تو اگر غائب کا حق باطل نہ ہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی عورت کا معلق کیا زید کے گھر میں جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہوں گے **ف** بحالت غائب ہونے زید کے اس واسطے کہ زید کا درصورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہیں **ص** قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیوے کسی کو اور لکھوالیوے تمسک اس لئے کہ قاضی کو قدرت ہے اُس کے پھیر لینے کی جب چاہے **ف** چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہیں ہوتی لہٰذا قاضی کو درست ہے کہ یتیم کا مال حتی المقدور ایسی جگہ لگاوے کہ اُس میں زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت کے

ل اور ایک روایت ہے نافذ ہے ۱۲ منہ ؎ یعنی گواہ مدعی کی جانب سے [illegible]

دیوے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی وار جس سے آمدنی ہو خرید کر لے اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہووے قرض بھی دے سکتا ہے وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہ ہووے اور جو یتیم کا وصی موجود ہووے تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے قنیہ ص اور وصی کو درست نہیں کہ یتیم کا مال کسی کو قرض دیوے بسبب عدم قدرت اُس کی کے اور اسی طرح باپ کو بھی صحیح قول میں درست نہیں کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دے گا تو ضامن ہو گا ف اگر باپ یا وصی صغیر کا مسرف ہو یعنی فضول خرچ ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ باپ اور وصی سے مال لے کر کسی شخص عادل کے پاس رکھ دیوے دُرمختار مسائل لحاقیہ جب مدعی علیہ چھپ رہے اور کسی طرح دار القضا میں حاضر نہ ہووے تو قاضی مدعی سے وجہ ثبوت لے کر مدعی علیہ کی طرف سے ایک وکیل بنا کر حکم کر دیوے در مختار شامی نے اس کی صورت یوں لکھی ہے ایک شخص نے قاضی کے پاس آنکر دعویٰ کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر بیٹھ رہا ہے اپنے گھر میں تو قاضی لکھے والی شہر کو اُس کے احضار کے لئے تو اگر والی شہر اُس کو نہ پاوے اور مُدعی درخواست کرے مُہر ہونے کی اُس کے مکان پر تو اگر لاوے دو گواہوں کو اس بات پر کہ مدعی علیہ اپنے مکان میں ہے اور گواہ یہ کہیں کہ تین دن یا کم ہوئے کہ ہم نے مدعی علیہ کو دیکھا تھا تو مُہر کر دے اُس کے مکان پر اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کریں تو نہیں آور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت مفوض ہے رائے حاکم کی طرف تو جس وقت مُہر ہو گئی اور مُدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کی طرف سے وکیل کھڑا کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دو گواہ بھیجے مدعی علیہ کے مکان پر اور وہ رسول پکار دے تین مرتبہ اُن گواہوں کے سامنے کہ لے فلاں ولد فلاں قاضی نے یہ کہا ہے تجھ کو کہ حاضر ہو تو مع اپنے مدعی کے دار القضا میں ورنہ میں تیری طرف سے وکیل کھڑا کر کے حکم کر دوں گا اور مدعی کے گواہ بدون تیرے قبول کر لوں گا اسی طرح تین دن تک کرے جب تین دن گزر جاویں اور مدعی علیہ حاضر نہ ہووے تو قاضی اُس کی طرف سے وکیل کھڑا کر کے مُدعی کے گواہ سُنے اور اُس کے وکیل کے سامنے مدعی علیہ پر فیصلہ کر دیوے انتہیٰ منہ مسئلہ اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوے سے لے کر پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعوےٰ نہ کیا تو وہ دعوےٰ نہ سُنا جائے گا مگر وقف اور میراث کا دعویٰ کہ اس میں طول مدت مانع نہیں البتہ اگر تینتیس سال گزر جاویں گے تو دعوےٰ وقف اور ارث بھی مسموع نہیں آور بعض فقہا کے نزدیک دعویٰ ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہ ہو گا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہو گی فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے بیس برس تک اپنے خاوند کی حیات میں دعوےٰ مہر نہ کیا بعد اُس کے خاوند مر گیا یا اُس نے طلاق دیا تو عورت کا اب دعویٰ مہر مسموع ہو گا اسواسطے کہ استحقاق طلب مہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہے اور وقت استحقاق سے اتنی مدت منقضی نہیں ہوئی دعویٰ مسموع نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہو جاوے بلکہ اگر مدعیٰ علیہ مقر ہووے تو دعویٰ مسموع ہووے گا اگرچہ مدت طویل گزر گئی ہو شامی منہ مسئلہ قاضی کو بعد پائے جانے شرائط حکم کے حکم میں تاخیر کرنا درست نہیں مگر تین سبب سے یا شک و اشتباہ ہو یا اُمید صلح کی ہو یا مدعی مدعا علیہ کوئی ان دونوں میں سے مہلت مانگے آور ایک چوتھی وجہ طحطاوی میں ہے وہ یہ ہے کہ قاضی کو اہل شہر کے فتویٰ پر اعتماد نہ ہو اور دوسرے شہر کے علماء سے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہو گا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا در مختار مسئلہ مسلمان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع میں واجب ہے نہ مخالف شرع میں تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہوں سے قسم لی جایا کرے تو قاضیوں کو چاہیئے کہ بادشاہ کو فہمایش کر کے اس حکم سے باز رکھیں اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہے لیکن صحیح نہیں ہے۔

ف | باب پنچایت کے بیان میں

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان میں عربی میں اس کو تحکیم کہتے ہیں تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہے آور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی میں

اِس واسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اُسی پر مخصوص ہے جس نے اُس کو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہے اِسواسطے کہ ابو شریحؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف پڑتا ہے کسی چیز میں تو آتے ہیں وہ میرے پاس سو میں اُن میں حکم کر دیتا ہوں تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہے یہ روایت کیا اس کو نسائیؒ نے **کذا فی فتح القدیر ص** صحیح ہے پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اُس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہے **ف** یعنی ضرور ہے کہ محکم مسلمان[1] آزاد و عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مر اور فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہو جاوے گا کما مر **ہدایہ ص** جب دونوں متخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اُس نے حکم کیا ساتھ گواہوں کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم متخاصمین پر **ف** اور اُس کا حکم باطل نہ ہوگا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے **درمختار ص** صحیح ہے خبر دینا پنچ کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانہ میں **ف** یعنی اگر مدعی علیہ شرارت کرے اور محکم حاکم کو اُس کے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اُس کی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال باقی رہنے اُسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک ولایت پنچایت باقی ہے تو اُس اکیلے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہوں کے ہے برخلاف اُس کے جب خبر دی اُس نے بعد ختم ہو جانے ولایت پنچایت کے کیونکہ اب اُس کا حال مثل ایک شخص کے رعایا میں سے ہو گیا تو ضرور ہے ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اُس صورت کے جب خبر دی اُس نے کہ میں حکم کر چکا کیونکہ جب وہ حکم کر چکا معزول ہو گیا تو اب خبر اُس کی مقبول نہ ہوگی **کذا فی الطحاوی مع زیادۃ ص** اور ہر ایک کو متخاصمین سے اختیار ہے کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسی طرح قاضی کا درست نہیں اپنے والدین اور اولاد اور بیوی کے لئے جیسے گواہی ان لوگوں کے لئے درست نہیں **ف** یعنی اُن کے نفع کے لئے اور ان کے اوپر حکم درست ہے جیسے شہادت اُن پر درست ہے یعنی اِنکی مضرت کے لئے اور سوا انکے بھائیوں اور چچاؤں اور اُنکی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہے جیسے شہادت ان کے لئے درست ہے **کذا فی البحر ص** اور درست نہیں پنچایت حدود اور قصاص میں اور باقی سب مقدمات میں درست ہے لیکن اس کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا واسطے خوف دلیر ہو جانے عوام کے اور باقی نہ رہنے رونق کے واسطے احکام اور محکمے کے **ف** یعنی اگر عوام یہ سُن پاویں گے تو سب مقدمات بطور پنچایت فیصلہ کر لیا کریں گے اس صورت میں قضاۃ اور محکمہ جات اُن کے سب معطل اور بیکار رہ جاویں گے **ص** اسی طرح حکم پنچ کا ساتھ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل خطا میں درست نہیں کیونکہ قاتل کے کنبے والوں نے اُس کو پنچ نہیں بنایا اور اگر اُس نے فیصلہ کیا ساتھ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اُس کا توڑ دے گا اس واسطے کہ مخالف نص حدیث ہے فرمایا حضرتؐ نے قاتل کے کنبے والوں سے اُٹھو دیت دو مقتول کی **ف** بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا **ص** اگرچہ پنچ کے حکم کا مرافعہ ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اُس کا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کر دے اُس کو ورنہ باطل کرے اُس کو یعنی حکم محکم کا مثل حکم قاضی کے مختلف میں نہیں **ف** محکم کا حکم اکثر باتوں میں مثل قاضی کے ہے تو وقت تحکیم اُس کو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہ ہوگا مگر ستر[2] مسئلوں میں فرق ہے، بحر الرائق میں وہ سب مذکور ہیں

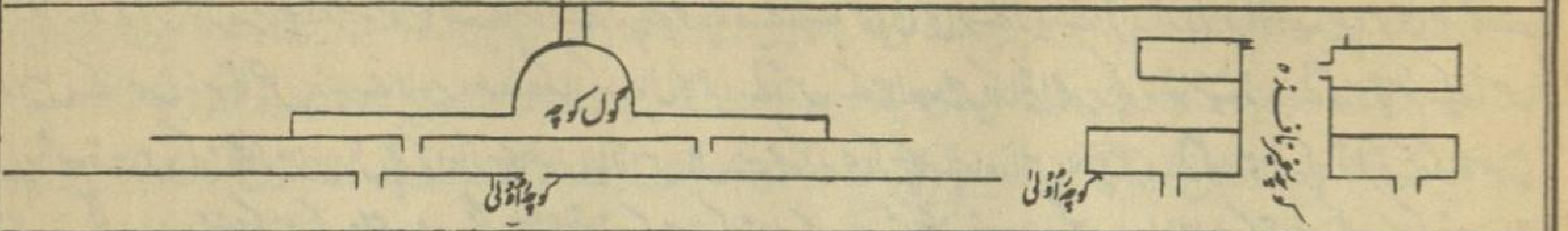
ص مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان میں

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیوں کے پاس ہے ایک اُوپر کے مکان کا مالک ہے اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو یہ نہیں پہونچتا کہ اپنے مکان میں میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے **ف** اِسی طرح اُوپر والے کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُوپر چھاؤ بنادے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بناوے **عینی** اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہے جس میں دوسرے کا ضرر نہ ہووے اور امام کا قول قیاس کے موافق ہے **بحر الرائق ص** ایک لمبی گلی ہے اور اُس میں سے ایک اور لمبی گلی پیدا ہوئی ہے جو نافذہ نہیں ہے تو پہلی گلی کے رہنے والوں کو اختیار

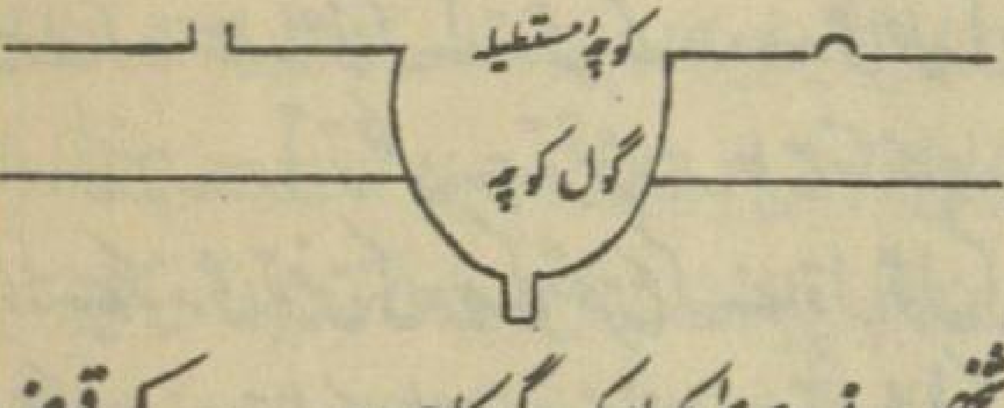
[1] دو ذمیوں نے اگر ایک ذمی کو پنچ بنایا تو درست ہے اور مسلمانوں کا پنچ ذمی نہیں ہو سکتا ۱۲ درمختار

[2] [illegible] پنچایت مثل دو گواہ [illegible]

نہیں ہے کہ اُس کوچہ غیر نافذہ میں چلنے کے لئے دروازہ نکالیں اور اگر دوسری گلی گول ہے کہ اُس کے دو کنارے پہلی گلی سے مل گئے ہیں تو پہلی گلی والے اُس میں دروازہ چلنے کے لئے نکال سکتے ہیں صورت اُن دونوں شکلوں کی یہ ہے



لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو دوسری گلی گول ہے نصف دائرہ کی مقدار ہو یا اُس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرے سے زیادہ ہو گی تو بھی پہلی گلی والوں کو وہاں دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہ ہوگا فرق دونوں صورتوں یہ ہے کہ صورت اولیٰ میں کوچۂ غیر نافذہ مستدیرہ بسبب صغر کے تابع کوچۂ مستطیلہ کا ہوگا اور اُس میں حق ساکنان کوچۂ مستطیلہ کا بھی شریک ہے بخلاف صورت ثانیہ کے کہ بسبب کوچۂ کلاں ہونے کے تابع کوچۂ مستطیلہ کا نہ ہوگا اور اس میں حق ساکنان کوچۂ مستطیلہ نہ ہوگا صورت اُس کی یوں ہے ف اور ان سب صورتوں میں ہوا آنے کے لئے یا روشنی کے لئے کھڑکی یا دروازہ بنانا درست ہے عینیؔ لیکن ہدایہ میں ہے کہ اصح یہی ہے کہ مطلقاً دروازہ کھولنا اوّل کوچے والے کو جائز نہیں خواہ چلنے کے لئے ہو یا اور کسی کام کے لئے کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہر ساعت منع نہیں کر سکتے اور احتمال ہے کہ دروازہ لگا کر مدعی ہو جاوے کسی حق کا دوسری گلی میں



ص ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضے میں ہے کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلاں وقت میں ف مثلاً غرۂ رمضان کو ص ہبہ کیا تھا قابض نے اُس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوئے اُس نے کہا کہ مدعیٰ علیہ نے گھر کے ہبہ سے انکار کیا تھا تو میں نے یہ گھر اُس سے خرید لیا تھا یا یہ نہیں کہا اور گواہ خریدنے پر اُس گھر کے پیش کیے تو اگر گواہوں نے شہادت خرید کی دی بعد وقت ہبہ کے ف مثلاً شوال یا ذیقعدہ میں ص تو گواہی مقبول ہو گی اور جو شہادت دی خرید کی قبل وقت ہبہ کے ف مثلاً ماہ شعبان یا رجب میں ص تو گواہی مقبول نہ ہو گی ف یہ سبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوے کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک میں مدعیٰ علیہ کے تھا اور گواہوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہے ص ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ زید نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اُس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہونچتا ہے کہ اس لونڈی سے وطی کرے ف اسواسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا مشتری سے تو اُس کی رضا فوت ہو گئی اور یہ موجب ہے انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع میں آگئی تو وطی اُس کو درست ہو گی ص ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے دس درہم لیے ہیں پھر مدعی ہوا کہ وہ روپے زیف تھے یا نبہرجہ تھے تو اس کی تصدیق کی جاوے گی ف یعنی قسم سے اُس کا قول مقبول ہوگا ص اور اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اُس کا مقبول نہ ہوگا اسی طرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے کھرے دس درہم لیے ہیں یا میں نے اپنا حق پایا یا بائع نے کہا کہ میں نے ثمن وصول پایا یا پورا لیا میں نے بعد اس کے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوقہ یا نبہرجہ تھے تو اس کی تصدیق نہ ہو گی ف اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کمال مقبوض پر تو بعد اُس کے دعویٰ نقصان کیسے مسموع ہوگا ص جاننا چاہیئے کہ زیف اور نبہرجہ قسم سے اُن دراہم کے ہیں کہ جن میں چاندی غالب ہے ملونی پر گر یہ کہ چاندی اُس میں کھری کی نسبت کم ہے اور کھوٹا پن نبہرجہ کا زیادہ ہے زیف سے تو زیف کو تاجر رد نہیں کرتے اور اُن میں معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہیں لیتا کیونکہ بیت المال میں نہیں داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہیں اور نبہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہیں نبہرجہ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضے یہ کہتے

ہیں کہ وہ درہم ہے جس کا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہیں کہ چاندی جس کی خراب ہو اور ستوقہ وہ درہم ہے کہ اُس کا تانبا اندر ہو اور اُوپر نیچے پرت چاندی کی ہووے زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہیں عمرو نے اُس کے جواب میں کہا میرا تیرے اُوپر کچھ نہیں ہے پھر کہنے لگا بلکہ تیرے اوپر ہزار درہم ہیں تو زید پر کچھ لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کر کے زید کے اقرار کو رد کر دیا تو اب پھر دعویٰ بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہ ہوگا ص زید نے عمرو پر دعوے کیا ایک مال کا عمرو نے اُس کے جواب میں کہا تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا تب زید نے گواہ قائم کیے اُس مال پر اُسوقت عمرو کہنے لگا کہ میں یہ مال تجھ کو ادا کر چکا ہوں یا تو اس مال سے مجھ کو بری کر چکا ہے اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم کیے تو عمرو کے گواہ مسموع ومنظور ہونگے اور امام زفرؒ کے نزدیک منظور نہ ہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں تناقض نہیں ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر کسی کا کچھ نہیں ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہے اور اسی طرح بری کرنا کبھی اپنے زعم میں ہوتا ہے اگرچہ حقیقت میں نہ ہو اور اگر عمرو نے جواب دعوے میں اتنا اور کہا کہ میں تجھ کو پہچانتا بھی نہیں تو اب گواہ اُس کے ادائے مال یا ابراے مدعی پر مسموع ومنظور نہ ہوں گے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہونے توفیق کے کیونکہ داد وستد اور لین دین اور معاملہ اور ایفاء اور ابراء دو شخصوں میں بدون معرفت اور شناسائی کے نہیں ہو سکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ گواہ اُس کے مسموع ومنظور ہوں گے اِس واسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردے میں رہتا ہے اور عورات پردہ نشین گاہے حکم کرتی ہیں اپنے وکیلوں کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعی علیہ کی طرف سے مدعی کو مال دیکر راضی کر لیتے ہیں باوجود اس بات کے کہ مدعی علیہ اور مدعی میں شناسائی نہیں ہوتی تو ممکن ہے توفیق اس طرح جاننا چاہیئے کہ دفع تناقض میں بعضوں کے نزدیک امکان توفیق کافی ہے اور بعضوں کے نزدیک ضرور ہے کہ مدعی توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہے کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہ ہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اُوپر توفیق کے تاکہ دعوے مدعی کا بطلان سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہے کہ ضرور ہے دعویٰ میں صحت یقیناً تو صرف امکان صحت سے حق مدعی علیہ کو باطل نہ کریں گے باثبات حق مدعی میں کہتا ہوں جہاں پر شک واقع ہووے صحت دعویٰ میں تو وہاں امکان صحت کافی نہ ہوگا مثلاً ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اُس سے طلب ہوئے تو گواہ ہبہ کے نہ لاسکا تو مدعی ہو گیا شرا کا اور گواہ قائم کیے شرا پر اور یہ بیان نہیں کیا کہ شرا مدعی کی قبل وقت ہبہ کے ہے یا بعد وقت ہبہ کے ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شرا قبل وقت ہبہ کے ہو اور اس صورت میں دعویٰ باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور احتمال ہے کہ شرا بعد وقت ہبہ کے ہووے اور اس صورت میں دعوے صحیح ہو جاتا ہے تو اب شک پڑ گیا صحت دعوے میں تو ہم صحیح نہ کریں گے دعویٰ کو شک سے اِس واسطے کہ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ شرا متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعوے ہبہ کے یہ معنی ہوں گے کہ پہلے میں نے اُس سے مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہو گیا اور پھر اُس کی ملک میں مکان آگیا پھر اُس نے ہبہ کیا تو ضرور ہے قائم کرنا گواہوں کا اوپر ہبہ کے اور جب نہ ہوویں اُس پاس گواہ ہبہ کے تو دعوے اُس کا صحیح نہ ہوگا اور مدعا علیہ کا حق شک سے باطل نہ ہوگا اور جہاں پر شک نہ ہو صحت دعویٰ میں تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھ شک کے تو وہاں امکان توفیق کافی ہے جیسا کہ قائم کیے گواہ مدعی علیہ نے اوپر ادائے مدعی کے یا ابراے مدعی کے بعد انکار کرنے اُسی مدعی علیہ کے مدعی سے اور قائم کرنے مدعی کے گواہ اُوپر مدعی کے یا قائم کیے گواہ اوپر شرا کے بعد وقت ہبہ کے اِن صورتوں میں شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھ اس قاعدے کو کہ یہ کثیر النفع ہے پھر جان تو کہ تناقض جب مانع ہے صحت دعوے کا کہ کلام اول مفید ہوا ثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر ایسا نہ ہوگا نہیں مانع ہوگا صحت دعوے کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہیں حق ہے میرا کسی سمرقندی پر پھر دعویٰ کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہے دعویٰ اُس کا اور اگر یہ کلام پہلا شخص معین کے لئے صادر ہوتا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھ دعویٰ نہیں یا کوئی حق نہیں پھر دعوے کرے تو باطل گنا جاوے گا بسبب تناقض کے زید نے دعویٰ کیا عمرو پر کہ میں نے تجھ سے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ میں تجھے دے چکا اب اس میں یہ عیب نکلا تو میں رد کرتا ہوں اُس کو بسبب عیب کے تو میرے روپے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا ف یعنی یہ غلام میں نے تیرے ہاتھ نہیں بیچا ص تب قائم کیے زید نے گواہ بیع پر بعد اُس کے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے میں نے شرط کر لی تھی ہر عیب سے برات کی ف یعنی

۵۱ اس لئے کہ دعویٰ ادا کرنے اور بری کرنے کا متقضی اس کا ہے کہ زید کا حق پہلے اس کے عمرو پر تھا حالانکہ عمرو نے قبل اس کے کہا تھا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ۱۲ عبدہ ۵۲ در مختار میں ہے کہ یہی مختار ہے شیخ الاسلام کا ۱۲ عبدہ ۵۳ جس چیز کا دعوے کیا جاوے ۱۲ منہ ۵۴ مراد یہاں مدعی سے وہ مدعی ہے جو اب شرا کا مدعی ہوا پہلے ہبہ کا مدعی تھا ۱۲ منہ

مقدم سماعت دعویٰ بعد ابرائے عام

یہ شرط کرلی تھی کہ اگر اس میں کوئی عیب نکلے تو اُس کے مواخذے سے میں بری ہوں غرض عمرو کی اس سے یہ ہے کہ رد نہ ہو سکے ص اور گواہ قائم کیے
اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہ ہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مقبول ہے ف وہ قیاس کرتے ہیں اس مسئلے کو اُس پر جو گزرا کہ زید
نے دعویٰ کیا عمرو پر ایک مال کا عمرو نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا الیٰ آخرہ طرفین اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ وہ مسئلہ دَین کا ہے اور دَین کبھی یوں ہی
واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہے اور اس جگہ دعویٰ مدعیٰ علیہ کا بابت برات کے عیب سے مستدعی ہے بیع کو اور نہ بیع کا وہ انکار کر چکا تھا تو اب
بوجہ تناقض کے مقبول نہ ہوگا ص اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اُس کے اخیر میں انشاء اللہ تعالےٰ لکھ دیا تو سارا مضمون تمسک کا باطل ہو جاویگا
یا اور کوئی دستاویز ۱۲
اور نزدیک صاحبینؒ کے آخری فقرہ اُس کا ایک نصرانی مر گیا اور اُس کی زوجہ نے کہا میں مسلمان ہوئی بعد موت اُس کی کے ف یعنی موت کے
وقت میں بھی نصرانی تھی غرض اُس کی یہ ہے کہ محروم نہ ہو میراث سے بوجہ اختلاف دین کے ص اور باقی وارثوں نے نصرانی کے کہا کہ تو مسلمان ہوئی قبل
یعنی اس کی موت سے ۱۲
اس کے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اُس کی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی تھی سامنے اُس کے اور باقی ورثہ
نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اُس کے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفرؒ کے نزدیک پہلے مسئلے میں قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو
دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ۱۲
کی کچھ امانت تھی اور عمرو مر گیا زید نے بعد اُس کی موت کے کہا کہ یہ خالد بیٹا عمرو کا ہے اور عمرو کا سوا اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو وہ امانت خالد
کو دیدے اور اگر بعد اُس کے پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد اس کا انکار کرے تو قاضی کُل مال خالد ہی کو دلاوے گا ف اسواسطے
کہ اقرار اول کا کوئی مکذب نہیں اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہے اقرار اول تو صحیح نہ ہوگا ص اگر کسی کا قرض میت پر ثابت ہوا شہادت سے یا وراثت
ثابت ہوئی گواہوں سے اور گواہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم سوا اس کے اور کوئی قرض خواہ یا وارث میت کا نہیں جانتے اور مال میت کا تقسیم ہوا اُن قرضخواہوں
یا وارثوں میں تو اب اُن سے ضمانت نہ لیجاوے گی اس بات کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرض خواہ پیدا ہوگا تو اُس کا حصہ دیں گے اور بعض قاضی جو احتیاطاً
ایسی صورت میں ضمانت لیتے ہیں ظلم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضمانت لی جاوے گی ف اور اگر وراثت یا دَین اقرار سے ثابت ہوا بالاتفاق
ضمانت لی جاوے گی اور جو گواہوں نے یہ کہدیا کہ ہم سوا ان کے اور کسی وارث یا قرض خواہ کو میت کے نہیں جانتے تو بالاتفاق ضمانت نہ لیجاوے گی
ورمختار ص زید نے ایک گھر کا جو بکر کے قبضے میں ہے اس طرح دعویٰ کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجھکو اور میرے بھائی عمرو کو جو غائب ہے
میراث میں ہمارے باپ سے پہونچا ہے تو قاضی نصف اُس گھر کا زید کو دلاوے گا اور باقی مکان کو عمرو کے آنے تک بکر ہی کے پاس رہنے
دے گا اور اُس سے ضمانت نہ لے گا برابر ہے کہ بکر نے اقرار کیا ہو زید کے دعویٰ کا یا انکار اس واسطے کہ بکر کے قبضے کو میت نے اختیار کیا تھا
پس اُس کے قبضے کو دفع نہ کریں گے اس حال میں کہ مدعی اُس کا حاضر نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعویٰ سے
تو باقی مکان کو اُس کے قبضے میں نہ چھوڑیں گے اِس واسطے کہ انکار کے سبب سے اُس کی خیانت ظاہر ہوئی تو لے لیا جاوے گا اُس سے اور
ایک امین کے پاس چھوڑا جاوے گا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اُسی کے قبضے میں رہنے دیں گے اور ضمانت اُس سے نہ لیں گے
اور اگر یہ صورت منقول میں واقع ہوئی تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے ف یعنی انکار اور عدم انکار دونوں صورت میں اُس کے پاس رہنے
دیں گے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک انکار کی صورت میں اُس سے لے لیں گے ص اور بعضے کہتے ہیں کہ منقول بصورت
انکار باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ لے لیا جاوے گا مسئلہ ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو دینا تو ہر قسم کے مال میں سے
ثلث دیا جاوے گا ف خواہ مال زکوٰۃ کا ہو یا مال غیر زکوٰۃ ص اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ خدا کی راہ میں
صدقہ ہے تو مراد اس سے مال زکوٰۃ کا لیا جاوے گا ف جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت بقدر نصاب اور غیر مال زکوٰۃ کا صدقہ دینا لازم
نہ ہوگا جیسے اسباب خانگی گھوڑا سواری کا غلام خدمت کا کما فی الزکوٰۃ اور زفرؒ کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا تمام اموال کو خواہ مال زکوٰۃ ہووے
یا غیر زکوٰۃ ص تو اگر اس کے پاس سوا اموال زکوٰۃ کے کچھ نہ ہووے تو روک رکھے قوت اپنی اور باقی کو صدقہ کر دیوے ف اور قوت کی تقدیر

کچھ نہیں واسطے مختلف ہونے احوال آدمیوں کے کہا گیا ہے جو روز کا مزدور ہے وہ ایک دن کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھ لیوے اور صاحب غلہ یعنی جس کی مکان، دکانوں وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک مہینے کی اور مالک اراضی غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب تجارت اتنا رکھ لے جو اُس کو کافی ہو نئے مال آنے تک **ص** پھر جب مالک ہو تو جتنا مال قوت کے لئے رکھا تھا بقدر اُس کے پھر تصدق کر دے **ف** در مختار میں ایک حیلہ عجیب مرقوم ہے اُس شخص کے لئے جو قسم کھاوے کہ اگر میں یہ کام کروں تو سارا میرا مال صدقہ ہے تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی کُل ملک کے ایک کپڑا رومال میں لپٹا ہوا خرید کرے اور اُس پر قبضہ کر لے اور دیکھے نہیں پھر وہ فعل کرے جس پر قسم کھائی تھی پھر اُس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے تو اُس پر کچھ صدقہ لازم نہ آوے گا **ص** ایک شخص کو وصیت کیا میت نے اور وصی کو خبر اُس کی نہ تھی بعد اُس کے وصی نے کوئی چیز ترکے میں سے بیچ ڈالی تو صحیح ہے بیع اسکی بخلاف وکیل کے کہ اُس کو اگر علم اپنی وکالت کا نہ تھا اور اُس نے کوئی تصرف مؤکل کے مال میں کیا تو یہ تصرف جائز نہ ہوگا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہ ہوگا جب مؤکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے یا دو شخصوں مجہول الحال **ف** یعنی اُن کا حال معلوم نہیں کہ فاسق ہیں یا عادل **ص** نے دی تو اب اُس کا تصرف بعد اُس کے صحیح[۵۱] نہ ہوگا **ف** کیونکہ عزل وکیل ایک خبر ملزم ہے تو اُس میں شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اگر وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سُنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہ ہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہ ہوگا اور اُس کے تصرفات بعد اس خبر پہونچنے کے مؤکل کے اُوپر نافذ ہوں گے **ص** اسی طرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخصوں نے سُنائی اور مولیٰ نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولیٰ پر لازم آجاوے گا **ف** یعنی درصورت جنایت عبد مولیٰ کو اختیار ہے خواہ تاوان دیوے جنایت کا یا عبد کو حوالے کرے تو جب اُس نے یہ خبر سُنکر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اُس کو تاوان دینا منظور ہے **ص** اسی طرح شفیع کو گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہ گیا تو شفعہ اُس کا باطل ہو جاوے گا اسی طرح اگر باکرہ عورت کو ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ رہ گئی تو رضا ہو جاوے گی اسی طرح اس مسلمان کو جو دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے اور ابھی دار الاسلام میں اُس نے ہجرت نہیں کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اس پر لازم ہو جاویں گے **ف** ان سب صورتوں میں خبر اگر ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سُنائی تو احکام مذکورہ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم ادائے احکام ثابت نہ ہوں گے **ص** لیکن وکیل کرنے کی خبر میں دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہیں بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت ہو جاوے گی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کرے گا صحیح ہو جاوے گا **ف** اسی طرح صغیر ممیز یعنی وہ لڑکا جو تمیز دار ہے اگر خبر دے گا ایک شخص کو اس بات کی کہ تم کو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہے تو وکالت ثابت ہو جاوے گی در مختار اور صاحبینؒ کے نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ یہ معاملات ہیں اور معاملات میں خبر واحد مقبول ہے اور ہماری دلیل اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہے **ص** قاضی یا قاضی کا امین اگر کسی کے غلام کو اس کے قرضخواہوں کے لئے بیچکر مشتری سے ثمن لے لے اور وہ ثمن تلف ہو جاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہ ہوں گے مشتری قرضخواہوں سے غلام کا ثمن وصول کرے جن کے لئے غلام بیچا گیا تھا[۵۲] اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہوں کے لئے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مرگیا اور قیمت اُس کی ضائع ہو گئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لے اور وصی اُن قرضخواہوں سے جن کے لئے غلام بیچا تھا[۵۳] مسئلہ جاننا چاہیئے کہ قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل ہے یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ میں نے اس کے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہے تو تو اُس کا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اُس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہیں اور اگر دوسرے قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہے اُس شخص کو کہ سبب اُن سزاؤں کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اُس کا اچھی طرح بیان کر دیوے **ف** مثلاً زنا میں کہے کہ میں نے زنا کا اُس سے استفسار کیا جس طرح معروف ہے اور اُس نے اقرار کیا اور حکم کیا میں نے رجم کا یا سرقے میں کہے کہ میرے نزدیک دلیں سے ثابت ہوا کہ اُس نے مال نصاب ایک جائے محفوظ محرز سے لیا جس میں

حیلۂ عجیب برائے احلال یمین

[۵۱] کیونکہ وہ اس خبر سے معزول ہو گیا تو تصرف اُس کا بعد ثبوت عزل نافذ نہ ہوگا مؤکل کی طرف سے ۱۲ منہ غفرلہ اللہ [۵۲] اس لئے کہ قاضی پر رجوع متعذر ہے اور امین قاضی مثل قاضی کے ہے پس ضامن ہوں گے و نیز اسواسطے کہ اُن ہی کے ادائے دین کیلئے یہ عبد بیع کیا گیا تھا کذا فی الاصل ۱۲ [۵۳] اسواسطے کہ اصل عاقد وہی ہے پس مشتری اُسی پر رجوع کرے گا اور وصی نے قرضخواہوں کے لئے بیچا تھا پس وہی اُن پر رجوع کرے گا کذا فی الاصل ۱۲

کوئی شبہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اُس نے قتل عمد کیا بلاشبہہ **کفایہ ص** تو یہ افعال کرنا اُس کو درست ہیں اور اگر اچھی طرح سبب اُن کا بیان نہ کرسکے تو درست نہیں اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول ہرگز قبول نہ کرے **ف** مگر اُس صورت میں جب وہ شخص خود سبب حکم دیکھ رہا ہووے **ہدایہ** اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ افعال نہ کرے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ نہ کرلیوے اور علمار نے اس کو پسند کیا ہے ہمارے زمانہ میں اور عیون میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے **درمختار** لیکن بحرالرائق میں ہے کہ میں نے بعد اس کے صدرالشہید کی شرح ادب القاضی میں دیکھا کہ محمدؒ نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کی چنانچہ ہشامؒ نے محمدؒ سے رجوع کی روایت کی ہے انتہیٰ اس صورت میں مفتیٰ بہ قول شیخین کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہے **ص** اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ میں نے تجھ سے جو ہزار روپئے لیے تھے وہ عمرو کے روپئے ثابت کرکے لیے تھے اور وہ میں نے عمرو کو حوالہ کردیے یا میں نے جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلاں کے حق میں تھا اور زید نے دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے ہزار روپئے ظلم سے لے لیے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلاقسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہوگا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا میں اُس سے کیے ہیں اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تو نے یہ فعل مجھ سے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو قاضی مبطل ہوجاویگا اس فعل میںؔ اور اگر زید کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا **مسائل لحاقیہ** ایک شخص نے دوسرے کو قتل کرڈالا بعد اُس کے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہوگیا تھا یا اُس نے میرے باپ کو قتل کیا تھا اِس وجہ سے میں نے اُس کو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کے اعتبار میں سرکشی اور زیادتی کا دروازہ کُھل جاوے گا ہر شخص دوسرے کو قتل کرکے یہی کہے گا جو چیز قاضی پر واجب ہے اُس کی اُجرت لینا درست نہیں جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی پر زبان سے فتوٰے بیان کردینا اور تحریر فتوٰے پر اُس کو اُجرت لینا درست ہے اسی طرح قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اُجرت لینا بقدر اُجرت مثل درست ہے یہی قول مختار ہے اور قاضی کا خرچ بیت المال میں سے دیا جاوے گا اور یہ خرچ جزا ہے حبس کی یعنی قاضی جو اپنے حوائج ضروریہ وغیرہ چھوڑ کر اُس کا بیٹھا رہتا ہے اُس کا عوض ہے نہ اُجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اُجرت لینا درست نہیں قاضی کو یہ پہونچتا ہے کہ گواہوں کا علٰحدہ علٰحدہ اظہار لے یعنی اس طرح پر کہ ایک کے اظہار کی دوسرے کو خبر نہ ہووے مگر دو عورتوں کی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیے کیونکہ وہ قائم مقام ایک مرد کے ہیں فقط **کذافی الدرالمختار والاشباہ والنظائر**

ص کتاب الشہادۃ والرجوع عنہا

شہادت کہتے ہیں خبر دینے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر **ف** اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمیں ہیں ایک خبر دینا کسی کے حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہے یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعویٰ ہے یا دوسرے کے حق کی اپنے اوپر یہ اقرار ہے کذافی الاصل **ص** گواہی دینا فرض ہوجاتی ہے جب مدعی طلب کرے ادائے شہادت کو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا یَأْبَ الشُّھَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا یعنی انکار نہ کریں جبکہ وہ بُلائے جاویں اور فرمایا وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اُس کو چھپاوے تو اُس کا دل گنہگار ہے گناہ کی نسبت کی دل کی طرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہے تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جن کا تعلق اعضائے ظاہری سے ہے بحرالرائق میں ہے کہ وجوب ادائے شہادت کی سات شرطیں ہیں ایکؔ یہ کہ قاضی جس کے پاس شہادت دی جاوے عادل ہو دوسریؔ قرب مکان اس قدر کہ شہادت دیکر اُسی دن اپنے گھر پہونچ سکے تیسریؔ علم قبول یعنی شاہد کو یقین ہو اس بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا چوتھیؔ طلب مدعی پانچویںؔ تعین شہادت پر تو اگر متعین نہ ہو اس طرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہوں اور اُنھوں نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا اور اگر مقبول نہ ہوئی

ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گنہگار ہو گا چھٹی یہ کہ اُس شاہد کو دو عادل شخصوں نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اُس کو دو عادل نے اس طرح پر خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دَین لے چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اُس کو دَین اور نکاح اور قتل کی گواہی درست نہیں آور اگر مخبر عدول نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہے گواہی دیں اور قاضی سے اُن مخبروں کا بیان نقل کر دیں چاہے گواہی نہ دیں آور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں ساتویں شرط یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اُس نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اُس کے اقرار کی گواہی نہ دے **کذا فی الطحطاوی باختصار ص** اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہے حدود میں **ف** جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ مسلمؒ نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالے اُس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا **ص** مگر واجب ہے سرقے میں کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلاں نے مال لیا تا مالک کا حق نہ جاوے اور یہ نہ کہے کہ فلاں نے چرایا تا حد واجب نہ ہووے نصاب شہادت زنا کے لئے چار مرد ہیں **ف** عورت کی شہادت اس میں جائز نہیں اور چار مردوں کی قید زنا میں اس واسطے ہوئی کہ اللہ تعالے جلّ شانہ کو چھپانا منظور ہے اور نہیں دوست رکھتا اللہ تعالے اس بات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین میں باوجود اس کے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین میں صرف دو مردوں کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ یعنی جو عورتیں زنا کریں تم میں سے تو گواہ کر لو اُن پر چار مردوں کو تم میں سے آور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ پھر نہ لاویں چار گواہ **ص** اور قصاص اور باقی حدود کے لئے دو مرد ہیں **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ یعنی گواہ کر دو دو مردوں کو اپنے میں سے اور شہادت عورتوں کی نہ حدود میں مقبول ہے نہ قصاص میں نہ زنا میں بدلیل اُس روایت کے جس کو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہا زہریؒ نے جاری ہوئی سُنت نزدیک سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں سے جو حضرتؐ کے بعد تھے اس بات کی کہ نہیں ہے شہادت عورتوں کی حدود اور قصاص میں کہا زیلعیؒ نے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مُصنف میں لیکن اُس میں قصاص کا لفظ نہیں ہے میں کہتا ہوں اُس میں وکار کا لفظ موجود ہے اور مراد اس سے قصاص ہو سکتا ہے **ص** اور کنواری ہونے اور جننے اور عورتوں کے اُن عیبوں کے لئے جن سے مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت کی گواہی کافی ہے **ف** اسی طرح لڑکے کے رونے میں واسطے نماز کے اور ثبوت ارث[ف۱] کے آور دو عورتوں کا ہونا محتاط ہے درمختار ہدایہ میں دلیل اس کی یہ لکھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی عورتوں کی جائز ہے اُن چیزوں میں جن کی طرف نہیں نظر کر سکتے مرد زیلعی نے تخریج میں لکھا غریب ہے آور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں کہ روایت کیا اس کو امام محمدؒ نے مبسوط میں عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ غَالِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُجَاهِدٍ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءِ بْنِ رَبَاحٍ وَطَاوُسٍ قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ إِلَيْهِ اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلّی بالف ولام اور مراد اُس سے جنس ہے تو قلیل وکثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہو گی اور زیادہ عورتیں احسن ہیں آور عبدالرزاقؒ نے زہریؒ سے روایت کی کہ سُنت جاری ہے اس پر کہ عورتوں کی گواہی اُس امر میں جائز ہے جس پر اُن کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا از قبیل ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی آور اگر ان باتوں کی ایک مرد گواہی دے تو صحیح یہ ہے کہ مقبول ہو گی آسی طرح تنہا معلّم کی گواہی وقائع اطفال میں مقبول ہے آور صرف عورتوں کی گواہی غلام کے قتل میں واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے تا خون مفت ضائع نہ ہووے اور قصاص واجب نہ ہو گا درمختار وحموی **ص** اور جو عورت میں عیب ایسا ہو کہ اُس پر مرد بھی مطلع ہو سکتے ہیں جیسے ایک اُنگلی زائد ہونا تو وہاں ایک عورت کی شہادت کافی نہ ہو گی **ف** اس واسطے کہ یہاں کچھ ضرورت نہیں **ص** ان کے سوا اور مقدمات میں ضرور ہے کہ یا دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں **ف** اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ

ف۱ لیکن یہ مذہب صاحبینؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کا ہے کہ ایک عورت کی گواہی لڑکے کے رونے پر واسطے اثبات میراث کے کافی ہے اور فتح القدیر میں اسی کو ارجح کہا ہے لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک حق میراث میں مقبول نہیں ۱۲ منہ غفرلہ اللہ تعالے

یعنی گواہ کر لو دو مردوں کو اپنے میں سے اور اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں اُن گواہوں میں سے جن سے تم راضی ہو **ص** برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہوں یا غیر مالی **ف** مالی جیسے بیع اور شِرا اور اعادہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی **ص** جیسے نکاح طلاق رضاع وکالت وصیت اور امام شافعیؒ کے نزدیک مقدمات غیر مالی میں شہادت عورت کی مقبول نہ ہوگی اور جتنی قسمیں شہادت کی ہیں سب میں یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہووے **ف** یعنی پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہ ہو صغائر پر اور صلاح و صواب اُس کا اکثر ہو اُس کے فساد و خطا سے ط و نہایہ **درمختار** میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعنہ نہ ہو پیٹ اور فرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہ ہوگی اِس واسطے کہ کذب پیٹ سے نکلتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے **ص** شرط عدالت کی ہمارے نزدیک واسطے وجوب قبول شہادت کے ہے نہ واسطے صحت قبول کے پس فاسق کی شہادت واجب نہیں ہے قاضی پر کہ قبول کرے لیکن اگر اُس نے قبول کیا اور حکم دیدیا تو صحیح ہو جاوے گا حکم اُس کا **ف** اور قاضی گنہگار ہوگا **فتح درمختار** میں ہے کہ قنیہ اور مجتبیٰ میں جو منقول ہے کہ فاسق اگر لوگوں میں صاحبِ مروت اور جاہ ہوے تو شہادت اُس کی قبول کی جاوے گی سو یہ ابو یوسفؒ کا قول ہے **کذا فی البحر** اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین بن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے بمقابلہ نص کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ یعنی گواہ کر لو دو صاحبان عدل کو اپنے میں سے مقید کیا اللہ تعالیٰ نے شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ بنظر اس زمانے کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق کی قبول کیجاوے اِس واسطے کہ کم لوگ خالی ہیں فسق سے اور شائع ہو گیا ہے فسق لوگوں میں بدرجہ غایت حتی کہ عادل لوگ اقل قلیل ہیں تو اُن پر بنائے مقدمات کیونکر ہو گی اور لازم آوے گا تضییع حقوق ناس اور یہ محذور ہے شرعاً اور عرفاً اور فقہائے متقدمین سے بھی یہ منقول ہے فتاوائے تاتارخانیہ میں ہے کہ مقبول ہو گی شہادت فاسق کی اس واسطے کہ فسق اس پر طاری ہے اور اصل میں وہ سعید ہے فرمایا حضرتؐ نے كُلُّ مُؤْمِنٍ ذُوْ سَعَادَةٍ یعنی ہر مومن صاحب سعادت ہے اور اسی پر اعتماد ہے **انتہیٰ** مگر یہ ضرور ہے کہ وہ فاسق صاحب مروت اور جاہ ہووے نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہیں بَلْ فِیْ زَمَانِنَا هٰذَا الْفَاسِقُ اِذَا كَانَ وَجِيْهًا ذَا مُرُوَّةٍ يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ اَنَّهٗ لَا يَكْذِبُ فِی الشَّهَادَةِ اَوْ دَلَّتِ الْقَرَائِنُ عَلٰى صِدْقِهٖ يُقْبَلُ شَهَادَتُهٗ یعنی ہمارے زمانے میں فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولے گا شہادت میں اور قرینہ دال ہو اس کی راست گوئی پر تو قبول کی جاوے گی شہادت اُس کی اور جامع الفتاویٰ میں ہے وَاَمَّا شَهَادَةُ الْفَاسِقِ فَاِنْ تَحَرَّى الْقَاضِیْ الصِّدْقَ فِیْ شَهَادَتِهٖ تُقْبَلُ وَاِلَّا فَلَا یعنی شہادت فاسق کی اگر قاضی کے گمان میں ہووے صِدق اُس کا تو قبول کیجاوے گی ورنہ نہیں قبول کیجاوے گی شامیؒ نے نقل کیا دُر سے وَفِی الْفَتَاوَی الْقَاعِدِيَّةِ هٰذَا اِذَا غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ صِدْقُهٗ وَهُوَ مِمَّا يُحْتَفَظُ وَظَاهِرُ قَوْلِهٖ وَهُوَ مِمَّا يُحْتَفَظُ اِعْتِمَادُهٗ یعنی قبول شہادت فاسق جب ہے کہ قاضی کے گمان غالب میں اُس کا صِدق ہووے اور یہ اُن باتوں میں سے ہے کہ یاد رکھی جاویں گی اور ظاہر قول اُس کا یاد رکھا جاوے یہ ہے کہ اس پر اعتماد ہے اور شیخ ابن الہمام نے جو لکھا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ نص صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ شہادت دو عادلوں کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہے اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہؒ کے نزدیک حجت نہیں ہے فَافْهَمْ وَاسْتَقِمْ **ص** اور یہ بھی شرط ہے کہ شاہد لفظ شہادت کہے **ف** یعنی اَشْهَدُ بصیغہ مضارع جس کے معنی یہ ہیں گواہی دیتا ہوں **درمختار** وجہ اس شرط کی یہ ہے کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہیں سب میں لفظ شہادت مذکور ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور فرمایا وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ اور فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِذَا رَاَيْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْهَدْ وَاِلَّا فَدَعْ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے اور روایت کی ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے ایک شخص کو تو دیکھتا ہے آفتاب کو بولا کہ ہاں فرمایا اُس کے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اس کا ابن عدیؒ نے

ساتھ اسناد ضعیف کے اور تصحیح کی اُس کی حاکمؒ نے لیکن خطا کی بلوغ المرام ص تو اگر شاہد نے لفظ اشہدُ کا نہ کہا بلکہ کہا اَعْلَمُ یا اَتَیَقَّنُ یعنی جانتا ہوں میں یا یقین رکھتا ہوں تو اُس کی شہادت مقبول نہ ہو گی امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرکے اُسکی کیفیت عدالت وغیرہ دریافت نہ کرے یہاں تک کہ خصم جرح نہ کرے ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کتاب البیوع میں عمرو بن شعیبؒ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہیں بعض اُنکے اُوپر بعض کے مگر جس کو حد قذف لگی ہو اور لکھی حضرت عمرؓ نے ایک کتاب طرف ابی موسیٰؓ کے اور اُس میں لکھا کہ مسلمان عادل ہیں بعضے اُنکے بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد میں یا تجربہ کار ہو شہادت زور میں یا قریب ہو تیرا ولا میں یا قرابت میں تر روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے ایک طریق سے کہ اُس میں عبد اللہ ابو حمید ہے اور وہ ضعیف ہے اور نکالا اُس کو دوسرے طریق سے اور حسن کہا اُس کو اور نکالا اُس کو بیہقیؒ نے ایک اور طریق سے سوا اُن دونوں طریقوں دارقطنیؒ کے ص مگر حدود قصاص میں بغیر جرح خصم کے بھی اُن کی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر مقدمے میں اُنکی عدالت دریافت کرے خفیہ اور ظاہر ف اور یہی مذہب شافعیؒ اور احمدؒ کا ہے ص اور اسی پر فتوی دیا جاوے گا ہمارے زمانے میں ف فقہا نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف اختلاف زمانے کا ہے نہ خلاف حجت و برہان کا اس واسطے کہ امام صاحبؒ کے زمانے میں صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبینؒ کے وقت میں زمانہ فاسد ہو گیا تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ امام اعظمؒ قرن تابعینؒ میں تھے جن کے واسطے حضرتؐ نے بشارت دی ہے اس بات کی کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ یَمِیْنَهٗ وَیَمِیْنُهٗ شَهَادَتَهٗ متفق علیہ یعنی بہتر قرنوں کا قرن میرا ہے پھر قرن اُن لوگوں کا جو اُنکے نزدیک ہیں پھر آوے گی ایسی قوم کہ قسم اُن کے آگے ہو گی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحبؒ باتفاق اکثر محدثین وفقہا قرن تابعین میں سے ہیں لیکن اتفاق فقہا کا سو ظاہر ہے اس لئے کہ فقہائے حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہیں بہت سے صحابہؓ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے میں وہ ثابت نہیں ہے اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا سو ظاہر ہے قول سے محققین کے کہ امامؒ نے چار صحابیوں کو پایا ہے اور وہ انس بنؓ مالک ہیں بصرہ میں اور عبد اللہ بنؓ ابی اوفیٰ ہیں کوفہ میں اور سہل بن سعید ساعدیؓ ہیں مدینہ میں اور ابو الطفیل عامر بنؓ واثلہ مکہ میں کہا ابن حجرؒ نے کہ روایت کی امامؒ نے ابن ابی اوفیٰ سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیبؒ نے تاریخ بغداد میں کہ اُ ؒ نے دیکھا انس بن مالکؓ کو اور کہا ابن حجرؒ نے دیکھنا امامؒ کا انسؓ کو صحیح ہے جیسا کہ کہا ذہبیؒ نے کہ دیکھا امامؒ نے انسؓ کو اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کہا امامؒ نے دیکھا میں نے اُن کو کئی بار اور تھے انسؓ خضاب کرتے سُرخ اور آیا ہے کئی طریقوں سے کہ امامؒ نے روایت کیں اُن سے تین حدیثیں اور بعض نے جو نفی کی ہے تو وہ معارض اثبات اُن لوگوں کی نہ ہو گی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل میں مقدم ہے نفی پر باتفاق علما اور نہیں انکار کرے گا اُس کا مگر مکابر معاند جس کو امامؒ کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہووے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْعِنَادِ وَسُوْءِ الْفَهْمِ ص اور کافی ہے دریافت کر لینا خفیہ اس واسطے اگر مزکیؒ روبرو شاہد کے اُس کے عیوب بیان کرے تو دونوں کے درمیان عداوت ہو گی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتی ہے شاہد کے سامنے اُس کا حال کہنے سے ف امام محمدؒ سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فساد ہے ہدایہ ص اور کافی ہے تزکیہ کے لئے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص عادل اور بعضوں نے کہا ضرور ہے کہ مزکی یوں کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہے تا احتراز ہو جاوے غلام سے مگر اصح یہ ہے کہ فقط عادل کہہ دینا کفایت ہے کیونکہ آزادی اصل ہے دار الاسلام میں صاحب خصومت یعنی مدعیٰ علیہ اگر مدعی کے گواہوں کو اس طرح عادل بتاوے کہ یہ گواہ عادل ہیں لیکن اُنھوں نے شہادت میں خطا کی یا بھول گئے تو اس کا اعتبار نہیں ف اس وجہ سے کہ مدعی کے نزدیک مدعیٰ علیہ جھوٹا ہے اپنے انکار میں باطل پر ہے اپنے اصرار میں تو تعدیل اُس کی کیونکر مقبول ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک تعدیل مدعا علیہ کی درست ہے مگر محمدؒ کے نزدیک ایک شخص اور بھی چاہیئے ساتھ مدعیٰ علیہ کے کہ تعدیل کرے شہود کی کیونکہ اُن کے نزدیک عدد شرط ہے تزکیہ میں ہدایہ ص اور اگر مدعیٰ علیہ نے یہ کہا کہ مدعی

لہ بعد کہنا اس کی تحقیق کے جو پہلے ذکر کی شہادت فاسق میں سزاوار یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی فتوی امام کے قول پر ہو ایسا ہی لکھا ہے تفسیر مظہری میں ۱۲ منہ ۲ قرن کے اندازہ میں اختلاف ہے دس برس سے لیکر ایک سو بیس برس تک ہے ۱۲ ۳ مزکی وہ شخص ہے جو قاضی کی طرف سے مقرر ہوتا ہے ہر محلہ میں واسطے بیان کرنے ۴ کیفیت شہود کے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

عبد اللہ ابو حمید

بیان بودن امام اعظمؒ از تابعینؒ

کے گواہ عادل ہیں اُنھوں نے سچ کہا تو یہ اقرار ہو جاوے گا دعوٰی کا اور تزکیۂ شہود میں قول ایک شخص کا کافی ہے اُسی طرح شاہد کی زبان کے ترجمہ کرنے کے لئے اور قاضی کے پیغام پہونچانے کے لئے طرف مُزکّی کے ایک شخص کافی ہے اور دو کا ہونا محتاط ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے اور محمدؒ کے نزدیک دو شخص ضرور ہیں اور یہ اختلاف اُس تزکیہ میں ہے جو خفیہ ہو اور تزکیۂ علانیہ میں خصافؒ نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہیں سب کے نزدیک اِس واسطے کہ تزکیۂ علانیہ مثل شہادت کے ہے یہاں تک کہ تزکیۂ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہیں ہے ف بخلاف تزکیۂ خفیہ کے کہ اُس میں عبد مُزکّی ہو سکتا ہے ہدایہ ص اور ضرور ہے کہ مُزکّی عادل ہووے تو تزکیۂ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہیں ہے ف مجہول الحال وہ شخص جس کی عدالت اور فساد کا علم نہ ہووے ص جس نے اپنے کانوں سے سُنا بیع کو یعنی بائع کی زبان سے بعتُ کہتے اور مشتری کی زبان سے اشتریتُ کہتے سُنا یا اقرار کو ف یعنی مقر کی زبان سے سُنا ص یا قاضی کی زبان سے اُس کا حکم سُنا یا آنکھوں سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اُس کو شہادت دینا درست ہے اگرچہ وہ گواہ اُس وقت نہ بنایا گیا ہووے اُس پر اور کہے گواہی دیتا ہوں میں اور نہ کہے گواہ کیا اُس نے مجھ کو اس صورت مذکورہ میں ف حاصل مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں سُننے سے متعلق ہیں جیسے بیع و شراے زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو اُس کو اگر اپنے کانوں سے سُنے تو شہادت دینا اُس کی درست ہے اور جو چیزیں دیکھنے سے متعلق ہیں مثلاً بیع تعاطی یا اقرار تحریری یا قتل یا غصب تو اُس کو جب اپنی آنکھوں سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم کرنا چاہیئے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدوں کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اس طرح کہ اُس نے اقرار کیا حلال نہیں اگرچہ وہ کتابت مُصدّر اور مرسوم ہو اس طرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ بعد حمد و صلوٰۃ معلوم کرنا چاہیئے کہ تمھارے میرے اُوپر اتنے روپے آتے ہیں کیونکہ لکھنا گاہے آزمایش سیاہی یا قلم کے لئے ہوتا ہے البتہ اگر لکھ کر شہود کے سامنے پڑھے تو اُن کو گواہی دینا اُس کی درست ہے اگرچہ وہ اُن کو گواہ نہ کرے اُسی طرح اگر پڑھا اُس کو کسی اور نے اور کاتب نے یہ کہا کہ گواہ ہو تم اس روپے کے میرے اُوپر اور اگر کاتب نے گواہوں کے سامنے لکھ کر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ رہنا میرے اُوپر تو اگر اُن گواہوں کو مضمون تحریر معلوم ہو گیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاوے گا ورنہ نہیں طحطاوی و شامی ص اور گواہ کی گواہی سُنکر اُس پر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اُس کو گواہ نہ بناوے اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اُس کی گواہی سُنی تو اب اُس کو اُس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہیں جب تک وہ شاہد اس کو گواہ نہ بناوے دوسری یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو اپنی شہادت سُنا کر گواہ کر رہا تھا تو اُس کو یہ نہیں پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سُنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اُس شخص کو شاہد بنایا جس کو سُنا رہا تھا نہ اس کو ف شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اس کو عربی میں شاہد علی الشاہد کہتے ہیں نہایہ میں ہے اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی میں ادائے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادت علی الشہادۃ دینا درست ہے البتہ اُس صورت میں جائز نہیں جب غیر مجلس قاضی میں وہ شہادت اپنی بیان کر رہا ہووے اور اصل کتاب میں اس کے مخالف ہے جیسا کہ معلوم ہوا تجھ کو توضیح اُس صورت میں ہے جو نہایہ میں ہے اور یہی مستنبط ہے تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہیں کہ صدر الشریعۃؒ نے اس کے خلاف کہاں سے کہا ص اور وہ شخص گواہی نہ دیوے جس نے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اُس کو یاد نہیں یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے ف خلاصہ میں ہے کہ امام اعظمؒ نے جمیع اُمور میں احتیاط اختیار کی لہذا اُن سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اِس واسطے کہ امامؒ نے بارہ سو مردوں سے سماعت کی مگر امامؒ کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع اور روایت کے وقت بھی تو امامؒ کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر اُن میں سے کوئی چیز اُس کو یاد نہ ہو اور اُس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مُہر ہے تو اُس کو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اس کے گواہی دے گا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی المنح ض اس واسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے خط کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے جب اُس نے پہچانا کہ یہ میرا خط ہے

اِس واسطے کہ تبدیل اُس میں نادر ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہے بلکہ اختلاف اِس میں ہے کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر میں اور قاضی کو حادثہ یاد نہیں تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے مدعا علیہ پر حکم دے سکتا ہے صاحبینؒ کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اُس کے قبضے میں ہے تو اُس میں احتمال تغیر و تبدل کا نہیں ہو سکتا اور امام صاحبؒ کے نزدیک نہیں دے سکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے جب تک کہ حادثہ یاد نہ ہو برخلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہے ف تو اگر کسی نے اپنی شہادت تمسک میں لکھی پائی اور اپنا خط اُس نے پہچانا لیکن حادثہ یاد نہیں ہے تو اگر تمسک مدعی کے ہاتھ میں نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہووے قاضی یا شاہد کے پاس تو اُس کو شہادت دینا درست ہے صاحبینؒ کے نزدیک ورنہ درست نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہووے تب بھی شہادت دینا درست ہے جب کہ اُس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہ ہو لوگوں پر آسان کرنے کے لئے کذا فی البحر الرائق ص ایسی چیز کی گواہی نہ دے جس کو معائنہ نہ کیا ہو ف یعنی نہ اپنے کانوں سے سُنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزوں میں اور نہ آنکھوں سے دیکھا ہو دیکھنے کی چیزوں میں ص محل سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول ف یعنی وطی زوج ساتھ زوجہ کے ص اور ولایت قاضی ف یعنی جب سُنا کہ فلاں شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اُس کو اُس کے قضا کی شہادت درست ہے اگرچہ اُس نے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ہو ص اور اصل وقف نہ شرائط وقف میں ف اصل وقف سے مراد یہ ہے کہ فلانا مکان وقف ہے فلانی جماعت پر نہ شروط اس سے زیادہ جو اور باتیں متعلق ہیں اُس سے لیکن دُرِّ مختار میں ہے کہ بقول مختار شرائط وقف میں بھی شہادت سمعی جائز ہے اسی طرح مہر[1] میں بھی ص مگر شرط اس کی یہ ہے کہ شاہد کو ان باتوں کی دو عادل شخصوں نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتوں نے خبر دی ہو ف مگر ہدایہ میں ہے کہ موت میں شاہد کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سُن لیوے اور ضرور ہے ص کہ شاہد ان صورتوں میں قاضی کے سامنے یہ نہ کہدیوے کہ میں شہادت دیتا ہوں بسبب سماع کے یا بسبب دیکھنے قبضے کے تو اگر یہ کہہ دے گا تو باطل ہو جاوے گی شہادت اُس کی ف درِّ مختار میں ہے کہ بطلان شہادت اُسی صورت میں ہے کہ شاہد یوں کہیں کہ ہم نے گواہی دی اس واسطے کہ سُنا ہم نے لوگوں سے اور اگر یوں کہیں کہ ہم نے اس کو معائنہ نہیں کیا و لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جائز ہے سب اُمور میں تو گواہوں کو چاہیئے کہ شہادت مطلق دیویں ان مقدمات میں تو اگر استفسار کی نوبت نہ پہونچے تو بہتر ہے اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کس طرح دیتے ہو یا تم کو کہاں سے معلوم ہوا تو اُس کا جواب اسی طور سے دیویں کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہے اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاویں تا مشہود لہٗ کا حق ضائع نہ ہووے ص ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا میں کہ اُس کے پاس متخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہیں تو اُس کو گواہی دینا درست ہے زید کے قاضی ہونے کی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر میں رہتے ہیں اور آپس میں اس طرح اختلاط کھُلم کھُلا رکھتے ہیں جیسے جورو خاوند تو اُس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہے کہ یہ عورت زوجہ اُس مرد کی ہے یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضے میں اس طرح پر دیکھی جیسے مالکوں کے تصرف میں ہوتی ہے تو اُس کو شہادت دینا اس بات کی درست ہے کہ یہ چیز زید کی مملوک ہے ف اگرچہ اُس نے سبب ملک کا مشاہدہ نہ کیا ہووے بشرطیکہ شاہد کے دل میں علم و یقین ہو جاوے اِس بات کا کہ یہ چیز زید کی ہے تو اگر ایک چیز بیش بہا[2] کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت بالملک درست نہوگی طحطاوی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہیں جو عاقل ہوں یعنی اپنے دل کی بات بیان کر سکتے ہوں برابر ہے کہ بالغ ہوں یا غیر بالغ تو اُن میں صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہیں البتہ اگر غلام لونڈی نہایت صغیر ہوں کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کر سکتے ہوں تو اُن میں قبضے سے شہادت بالملک دے سکتے ہیں مانند سائر اشیاء کے ص جس شخص نے یہ گواہی دی کہ میں زید کے دفن کے وقت حاضر تھا یا میں نے اُس پر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لئے مقبول ہو گی اِس واسطے کہ مرتے وقت نہیں دیکھتے ہیں مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن میں یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معائنہ موت کے ہے اور عادۃً اس میں التباس نہیں ہوتا مسائل الحاقیہ جو شخص پردے میں بیٹھا ہو اور اُس سے پردے کی آڑ میں

[1] شامی میں ہے نقلاً عن جامع الفصولین کہ شہادت بالسماع جب جائز ہے نکاح اور مہر میں کہ ان لوگوں سے سنے جو مجلس نکاح میں حاضر ہوں اور تعداد مہر کو جانتے ہوں نہ ان لوگوں سے جو سوا اُن کے ہیں انتہی ۱۲

[2] یا کتاب ایک جاہل اُمّی کے پاس دیکھی ۱۲

شہادت سماعی

شاہد نے ایک کلام سُنا تو اُس پر شاہد کو شہادت دینا درست نہیں مگر دو صورتوں میں پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اس کوٹھری میں سوا مقر کے اور کوئی نہیں ہے صورت اُس کی یہ ہے کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا اور وہاں صرف مقر کو دیکھا بعد اُس کے باہر آنکر دروازے پر کوٹھری کے بیٹھ گیا اور اُس کوٹھری کی راہ سوا دروازے کے اور کسی طرف سے نہیں ہے اب مقر نے کوٹھری کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اُس کی شہادت دینا درست ہے لیکن اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کر دے گا تو اُس کی شہادت مقبول نہ ہوگی دوسری صورت یہ ہے کہ مقرہ عورت ہے شاہد نے اُس کا جُثہ دیکھا اور اُس کی آواز سُنی بعد اُس کے دو مردوں نے شاہد سے کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلاں بن فلاں کی ہے تو بھی اُس کو شہادت اُس کے بیان پر درست ہے اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت اُس عورت کا جُثہ نہ دیکھا تو اُس کو گواہی دینا اُس کے اقرار پر درست نہیں اگرچہ دو گواہ اُس شاہد سے کہدیں کہ مقرہ فلاں بن فلاں کی بیٹی ہے اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا مُنھ کھول دیا گواہوں کے سامنے اور یہ کہا کہ میں فلاں بن فلاں کی بیٹی ہوں میں نے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا تو اب گواہوں کو بغیر دو مردوں کے بیان کیے کہ یہ فلانی فلاں ابن فلاں کی بیٹی ہے اقرار پر شہادت دینا درست ہے جب تک وہ عورت زندہ ہے کیونکہ ممکن ہے شاہدوں کو کہ اُس کی طرف اشارہ کر دیویں اور جب مر گئی تو اب اُن گواہوں کو احتیاج ہے دو عادلوں کی گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلاں بن فلاں کی بیٹی ہے **شامی** مسئلہ مدعی نے اپنی وجہ ثبوت دعوٰی میں خط اقراری مدعٰی علیہ کا پیش کیا مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا اور قاضی نے اُس سے لکھوایا اور دونوں خط ماہرین کی نگاہ میں یکساں ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوئے تو قاری الہدایہ کے فتوٰی کے موافق مدعٰی علیہ پر حکم مال مدعی کا کر دیا جاوے گا اگرچہ قاضی خاں نے اُس کے خلاف کو صحیح کہا ہے اور بہت سے فقہا نے اس کو رد کیا ہے اور در مختار میں قاضی خاں کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے لیکن اس صورت میں اتفاق ہے کہ اگر وہ خط مصدر مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعا علیہ کے انکار کی تصدیق نہ ہوگی اور مال اُس پر لازم کیا جاوے گا اور اگر مدعا علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہے اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گزاری اس طرح پر کہ شاہدوں نے معائنہ کیا ہو اُس کو لکھتے ہوئے مدعا علیہ کو یا مدعا علیہ نے لکھ کر شہود کو سُنایا ہووے اور وہ تحریر مُستدر معنون ہو تو حکم اُس مال کا مدعٰی علیہ پر کر دیا جاوے گا اور اُس کے انکار کی طرف التفات نہ ہوگا یہ خلاصہ ہے تحقیق فقہائے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموص اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم

ص باب بیان میں اُن لوگوں کے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں

ف اس باب میں اسی کا ذکر ہے نہ اس بات کا کہ کن لوگوں کی گواہی صحیح ہے اور کس کی صحیح نہیں اس واسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نہ کی جاویگی اور قاضی اگر حکم کر دے اُسکی شہادت سے تو صحیح ہو جاویگا بخلاف غلام اور لڑکے اور زوجہ اور اولاد اور اصول کے کہ اُنکی شہادت صحیح نہیں ہے لیکن خزانۃ المفتیین میں ہے کہ جس وقت قاضی نے حکم کر دیا ساتھ شہادت اندھے اور محدود فی القذف کے جب توبہ کر چکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت والد کے واسطے ولد کے یا بالعکس تو نافذ ہو جاویگا اور قاضی ثانی کو اس کا ابطال نہیں پہونچتا اگرچہ قاضی ثانی اُس کے بطلان کا قائل ہووے **شامی** ص شہادت قبول کیجاوے گی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہیئے اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہیں کہ جن کا اعتقاد اہل سُنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہیں اور اصول اُنکے چھ فرقے ہیں جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہ معطلہ اور ہر ایک میں بارہ بارہ فرقے ہیں تو سب ملا کر بہتر فرقے ہوئے **ف** جیسا روایت ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے فرقے ہو گی اُمت میری بہتر فرقے سب جاویں گے جہنم میں مگر ایک فرقہ پوچھا صحابہ نے کہ وہ کون سا فرقہ ہے یا رسول اللہ فرمایا آپ نے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں روایت کیا اس کو ترمذی نے اور احمد اور ابو داود کی روایت میں ہے کہ بہتر فرقے جہنم میں جاویں گے اور

ایک فرقہ جنت میں اور وہ فرقہ سُنت وجماعت کا ہے جبریہ[1] کہتے ہیں کہ بندہ مجبور محض ہے اُس کو کسی کا اختیار نہیں جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں بالکل مختار اور اپنے کاموں کا آپ خالق ہے اور نفی کرتے ہیں قضا وقدر کی روافض اکثر صحابہؓ وشیخینؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور مبالغہ کرتے ہیں مدح میں حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور دیگر اہل بیت کی اُن کی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہیں حضرت عثمانؓ اور علیؓ کی اور دشمن ہیں اہل بیتؓ کے اور بھی تکفیر کرتے ہیں طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کی مشبہہ تشبیہ دیتے ہیں اللہ تعالے کو ساتھ مخلوقات کے اور خالق میں صفات مخلوق کے ثابت کرتے ہیں قہستانی نے عوض مشبہہ کے مرجیہ کو ذکر کیا ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں کرتا معطلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بیکار محض ہے یعنی صفات سے اُس کو خالی سمجھتے ہیں معاذ اللہ ص اور بعضے فقہاً فرق کرتے ہیں اُن اہل ہوا میں جن کا اعتقاد کفر تک پہونچ گیا ہے اور جن کا اعتقاد کفر تک نہیں پہونچا ف تو شہادت نہیں قبول کرتے فرقہ اولیٰ کی اور قبول کرتے ہیں فرقہ ثانیہ کی ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان میں سے کسی کی شہادت مقبول نہیں بسبب اُن کے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اعتقاد کو باطل جان کر نہیں اختیار کرتے بلکہ اُسی اعتقاد کو دینداری سمجھتے ہیں دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہے اور کذب باتفاق اِن سب فرقوں کے حرام ہے اور خطابیہ ایک فرقہ ہے کٹے رافضیوں میں سے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص اپنے دعویٰ پر قسم کھا لیوے تو اُس کے واسطے شہادت درست ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اپنے گروہ کے لئے شہادت کو واجب سمجھتے ہیں ف اگرچہ جھوٹی ہو چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ خطابیہ بفتح خائے معجمہ اور طائے مشددہ ایک فرقہ ہے کٹے رافضیوں میں سے منسوب طرف ابوالخطاب کے اور وہ ایک شخص تھا کوفے میں قتل کیا اس کو عیسیٰ بن موسیٰ نے اور سولی دی اُس کو کناسہ میں اس واسطے کہ اُس کا گمان یہ تھا کہ علیؓ خدائے اکبر ہیں اور جعفر صادقؓ خدائے اصغر نعوذ باللہ منہ ص اسی طرح قبول کی جاویگی شہادت ذمّی کی ذمّی پر اور مستامن پر اگرچہ اُن دونوں کی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر اگر ایک ہی ولایت کے ہوں ف شہادت ذمّی کی ذمّی پر مقبول ہے ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نہیں مقبول ہے اس واسطے کہ وہ فاسق ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اِسی واسطے شہادت ذمّی کی مسلمان پر مقبول نہیں ہے بالاتفاق تو ہو گیا مثل مرتد کے کہ شہادت اُس کی نہ دوسرے مرتد پر مقبول ہے نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاریٰ کی بعض کی اُن میں سے بعض پر اخراج کیا اُس کا صاحبؒ ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی ہاں روایت کی ابن ماجہ نے سُنن میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے کہ جائز رکھی آپ نے شہادت ذمیوں کی اوپر ذمیوں کے اور فسق اُس کا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہے قبول شہادت سے اس واسطے کہ کذب اُس کے نزدیک بھی حرام ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے سب ملتوں میں انتہیٰ مافی الہدایۃ ملخصًا اور مستامن اگر جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہوں جیسے ترک اور روم تو اُن کی شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول نہ ہو گی اسی طرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمّی پر بھی قبول نہ کی جاوے گی اور کفر میں اختلاف دین کا اس واسطے اعتبار نہ ہوا کہ کفر سب قسم کے ایک ہی ملت میں داخل ہیں ص اور قبول کی جاوے گی شہادت اُس دشمن کی جو بسبب دین کے عداوت رکھتا ہو ف یعنی اگر دو مسلمانوں میں عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہو گی اِس واسطے کہ عداوت دینی میں احتمال کذب کا نہیں ہے برخلاف عداوت دنیاوی کے جس کا بیان آگے آوے گا ص اور اُس مسلمان کی جو پرہیز رکھتا ہو کبیرہ گناہوں سے اور نہ اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہوں پر اور غالب ہو صواب اُس کا اُس کی خطا پر ف یہی معنی عدالت کے ہیں جیسا کہ اُوپر گذرا ص جاننا چاہیئے کہ علماؒ نے کبائر کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کبائر سات ہیں ایک[1] شرک کرنا ساتھ اللہ کے ف یعنی جو باتیں مختص ہیں اللہ تعالےٰ کے ساتھ وہ غیر کے لئے ثابت کرنا مثلاً سوائے خدا کے کسی کو قابل عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لئے ثابت[2] کرنا ص دوسرے[3] بھاگنا کفار کے مقابلے سے جہاد میں تیسرے[4] نافرمانی کرنا والدین کی ناحق چوتھے[5] خون ناحق کرنا پانچویں[6] طوفان جوڑنا مسلمان کو چھٹے[7] زنا ساتویں[8] شراب پینا اور بعضوں نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہے اور بیشک وارد ہوا حدیث میں بچو تم سات گناہوں سے

لہ [illegible] ۱۲ علہ [illegible] ۱۲ علہ [illegible] ۱۲

جو ہلاک کرنے والے ہیں شرک کرنا ساتھ اللہ کے سحر کرنا قتل کرنا اُس نفس کا جس کو حرام کیا اللہ نے مگر حق سے کھانا بیاج کا کھانا یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا دن مقابلے کے کفار سے تہمت زنا کرنا مسلمان عورتوں پاک دامنوں کو ف روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے ص اور فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبائر شرک کرنا ہے ساتھ اللہ کے اور نافرمانی والدین کی اور خون ناحق کرنا اور قسم جھوٹی کھانا عمداً ف روایت کیا اس کو بخاریؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اور انسؓ کی روایت میں جھوٹی گواہی ہے بدلے میں جھوٹی قسم کے متفق علیہ ص تو صحیح یہ ہے کہ یہ حدیثیں نہیں ہیں واسطے بیان حصر کے تو کبیرہ ہر وہ گناہ ہے جس کو فاحشہ کہیں جیسے لواطت یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا کوئی نص قاطع وارد ہو اُس کے مرتکب کے لئے عذاب کی دنیا یا آخرت میں اور کہا امام حلوانیؒ نے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو شنیع ہو مسلمانوں میں اور اس میں ہتک حرمت الٰہی ہووے یا ہتک حرمت دین ہو تو عدالت میں جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہے اُسی طرح یہ بھی چاہیئے کہ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اسواسطے کہ اصرار کرنا یعنی بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ ہے اور یہ جو کہا کہ غالب ہو صواب اُس کا خطا پر یعنی نیکیاں اُس کی برائیوں پر زیادہ ہوویں اسواسطے کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہونا عدالت کو ساقط نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ اس کے سوا اور ایک قید ضرور ہے وہ یہ کہ بچے اُن افعال سے جو دلالت کرتے ہیں خست اور دنائت یعنی بے مروتی اور بے لحاظی پر جیسے راستے میں کھانا کھانا یا راہ میں پیشاب کرنا اور مقبول ہے شہادت اقلف کی یعنی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو مگر اُس صورت میں جب اُس نے دین کو ہلکا سمجھکر ختنہ نہ کیا ہو ف یعنی جب بلا عذر ختنہ ترک کیا ہووے تو اُسکی شہادت مقبول نہ ہوگی در مختار ص اور خصی کی ف یعنی جس کے خصیے نکالے گئے ہوں اِس واسطے کہ اُس میں اُس کا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ جبراً اس کا ایک عضو کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے کسی کا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کہ حضرت عمرؓ نے قبول کی شہادت علقمہ خصی کی ایسا ہی ذکر کیا صاحبؒ ہدایہ نے ص اور ولد الزنا کی ف اِس واسطے کہ یہ اُس کے ماں باپ کا فسق ہے اُس کا اس میں اختیار نہیں ص اور امام مالکؒ کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا میں مقبول نہیں اس لئے کہ وہ چاہے گا کہ دوسرا بھی مثل میرے ہو اور عمال سلطان کی ف عمال جمع عامل کی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کی طرف سے واسطے تحصیل حقوق واجبہ کے معین ہیں جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے ص بشرطیکہ معین نہ ہوں ظلم پر اس واسطے کہ نفس عمل فسق نہیں اور بعضوں کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت ہو کہ بیہودہ نہ بکے اپنے کام میں تو شہادت اُس کی مقبول ہے اگرچہ فاسق ہو اس واسطے کہ مروی ہے ابی یوسفؒ سے کہ فاسق جب وجیہ ہووے جرأت نہیں کرتا ہو کذب پر تو شہادت اُس کی مقبول ہے ف اور اوپر اس کی تحقیق گزر چکی ص اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لئے اور اپنے چچا کے لئے اور اپنے محرم رضاعی ف جیسے رضاعی ماں بہن باپ بھائی ص اور سسرالی کے لئے ف مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس یہ سب درست ہے ص اور نہیں مقبول ہے گواہی اندھے کی اور ایک روایت میں امام صاحبؒ سے ہے کہ گواہی اندھے کی اُن چیزوں میں جن میں شہادت سمعی ہو جائز ہے مقبول ہے اور یہی قول زفرؒ کا ہے ف لیکن اس روایت پر فتویٰ نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ اندھے کی گواہی مطلقاً درست نہیں در مختار ص اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک قبول کی جاوے گی شہادت اندھے کی اُس صورت میں جب انکھیارا ہووے وقت اُٹھانے شہادت کے ف یعنی جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت کے دو کنارے ہیں ایک شروع کا کنارہ ہے یعنی جس وقت سے آدمی گواہ ہوتا ہے اُس کو وقت تحمل شہادت کہتے ہیں اور ایک اخیر کا کنارہ یعنی جب شہادت بیان کر دیتا ہے قاضی کے سامنے اُس کو وقت ادائے شہادت کہتے ہیں ص اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت کے آنکھ والا تھا اور اسی طرح وقت ادائے شہادت لیکن قبل اس بات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو پھر اُس کی شہادت کے ساتھ قضا درست نہیں طرفینؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے ف شامی نے کہا کہ اور سب کتابوں سے اِس قول کی عدم اظہریت ثابت ہوتی ہے تو فتوےٰ قول طرفینؒ پر ہی ہو گا ص اور نہیں مقبول ہے شہادت غلام کی اور اُس شخص کی جس کو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ

کرلیوے ف اور شافعیؒ کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول اللہ تعالٰے کا ہے وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا یعنی نہ قبول کرو گواہی اُن لوگوں کی جنھوں نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی کبھی ص مگر اُس شخص کی جس کو حد قذف حالت کفر میں پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اب اُس کی گواہی مقبول ہے اور نہیں ہے مقبول شہادت اُس شخص کی جو دشمن ہو بسبب دنیا کے ف نہ اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اِس واسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہے اور فاسق کی گواہی کسی پر مقبول نہیں یہی مضمون سمجھا جاتا ہے محیط اور واقعات اور ہدایہ اور بہت سی کتابوں میں سے لیکن محققین فقہاؒ نے تصریح کر دی ہے کہ مُراد عداوت دُنیاوی سے یہ نہیں کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا وہ اُس کا دشمن ہو گیا بلکہ عداوت دنیوی ایسی چاہیئے جیسے ولی کی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے والوں کی جن کا اسباب لُٹا رہزن غارت گر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہے کہ روایت مقبوضہ یہ ہے کہ قبول کی جاوے گی شہادت عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے چلپی لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہے کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا کہ عداوت رکھنا بسبب دُنیا کے فسق ہے اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اُس کا عادل کیسے رہے گا اِس لحاظ سے صحیح وہی ہے جو منقول ہوا بحر سے ص اور نہیں مقبول ہے شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لئے البتہ ان کے اُوپر درست ہے اور شہادت عدو کی اپنے عدو پر درست نہیں اور عدو کے لئے درست ہے ف اصل جیسے باپ دادا ماں نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی آور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لئے ناجائز ہے ویسے ہی شہادت زوجہ کی زوج کے لئے اور اصل اِس باب میں وہ حدیث ہے جس کو بیان کیا صاحب نہایہ نے کہ نہ قبول کی جاوے گی شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے عورت اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولیٰ اپنے کے اور نہ مولیٰ کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے اور نہ نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن ذکر کیا ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں کہ روایت کیا اُس کو خصافؒ نے یعنی ابو بکر رازیؒ نے اپنی سند طویل سے حضرت عائشہؓ سے آور روایت کیا عبد الرزاقؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے قول شریح قاضی کا مثل اس کے اشباہ والنظائر میں ہے کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہیں ایک یہ کہ زوج نے عیب زنا کا لگایا زوجہ سے پھر تین شاہدوں کے ساتھ گواہی دی دُوسرے یہ کہ زوج نے مع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے اقرار پر کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اس کا مدعی ہے ص اور نہیں مقبول ہے گواہی مولےٰ کی واسطے غلام اپنے کے اور مکاتب اپنے کے اور شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت میں ف یعنی جس چیز میں شریک ہیں دلیل اُن مسئلوں کی وہی حدیث حضرت عائشہؓ اور اثر شریح کا ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ نہیں جائز ہے شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے اُس چیز میں جس میں شرکت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت میں شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہے ص اور اجیر کی واسطے آقا اپنے کے ف اس کی دلیل بھی اوپر گزری مراد اجیر سے یہاں وہ چیلہ خاص ہے جو اپنے اُستاد کا ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہے اور اُس کا نفع اپنا نفع سمجھتا ہے نہ نوکر ماہانہ یا سالانہ کا کذا فی الاصل اس باب میں دوسری بھی حدیث آئی ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے جائز رکھی روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے آور قانع سے اسی قسم کا چیلہ اور شاگرد خاص مراد ہے اور بعضوں کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر خاص ہے یعنی نوکر جس کی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہووے اس سے احتراز ہو گیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی کہ ان کی گواہی مستاجر کے لئے درست ہے اور شہادت اُستاد کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کے بھی درست ہے در مختار ص اور نہیں مقبول ہے شہادت اُس مخنث کی جو نالائق افعال کرتا ہے ف یعنی عورتوں کا سا سنگار اور بناؤ کرتا ہے اور لواطت کراتا ہے جیسے زنانے اس ملک کے سُنن ابو داؤدؒ میں ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

عدم قبول شہادت عدو دنیاوی

نے کہ لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر اور عورتوں میں سے اُن عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہیں جماع پر اور نرمی اور لچلچا پن ہو اُس کے اعضا میں تو اُس کی گواہی مقبول ہے ف اِس واسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہے در مختار میں ہے کہ مخنث بمعنی اوّل بفتح نون ہے اور بمعنی ثانی بکسر نون ص اور نہیں مقبول ہے شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنے والی کی ف اِس واسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہے تو اگر اُس کا گانا دفع وحشت کے لئے ہو تب بھی حرام ہے دُر مختار منع کیا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو احمق آوازوں سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو اُجرت لے کر جہاں مَوت ہوتی ہے جا کر نوحہ کرتی ہے اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے تو گواہی اُس کی مقبول ہے[1] در مختار ص اور جس نے خمر ف مصنفؒ نے خمر میں بھی قید مداومت کی لگائی لیکن در مختار میں خلاف اُس کے مرقوم ہے کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاوے گا اُس میں مداومت شرط نہیں کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہے دُر مختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا[2] ص یا اور اشیائے مُسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی[3] ف اِس واسطے کہ جو اشربہ مسکر نہیں ہیں اُن کی مداومت عدالت کو ساقط نہیں کرتی بلکہ ادمان سکر موجب ہے سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہے فقہاؒ نے کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہے جو نیت سے ہوتا ہے یعنی ایک دفعہ پی کر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اُس کو پاوے گا پی لیوے گا کہا امام سرخسیؒ نے کہ شرط ہے اس کے ساتھ یہ بات کہ ظاہر ہو جاوے یہ امر لوگوں پر یا حالت نشہ میں نکلے اور لڑکے اُس سے مسخرہ پن کریں یہاں تک کہ اگر خمر پیا اُس نے پوشیدہ تو عدالت اُس کی ساقط نہ ہو گی اور مذکور ہے حواشی میں کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہے اور خمر میں کچھ اِس قید کی حاجت نہیں میں کہتا ہوں خمر میں بھی قید لہو کی ضرور ہے اِس واسطے کہ پینا اُس کا واسطے دوا کے جب اطبائے حاذقین یہ کہدیں کہ اس مرض کا علاج سوا خمر کے اور نہیں ہے مختلف فیہ ہے بعضوں کے نزدیک حرام ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں تو وہ مسقط عدالت نہ ہو گا کذا فی الاصل فائدہ اگرچہ صاحب درمختارؒ نے خمر میں باتباع صاحب بحر الرائق ادمان کو شرط نہیں رکھا لیکن صحیح یہی ہے کہ خمر میں بھی ادمان شرط ہے تا فعل اُس کا ظاہر ہووے ایسا ہی ظاہر ہے کافی اور قاضی خاں اور ذخیرہ اور زیلعیؒ اور عینی اور نہایہ سے ص اور جو شخص کھیلتا ہے چڑیوں سے ف جیسے کبوتر بازی مُرغ بازی وغیرہ آور اگر کبوتروں کو یوں ہی پالے واسطے دفع وحشت کے تو درست ہے مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب حرام خواری کے در مختار ص یا طنبورہ سے ف داخل ہیں اِس میں اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہے[1] لوگوں کو جمع کر کے ان کے لئے اور جو اپنے لئے آپ گاوے واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہیں کرتا عدالت کو ف خصوصاً اُس صورت میں جب وہ کلام وعظ اور نصیحت ہووے تو وہ اتفاقاً جائز ہے در مختار ص یا ارتکاب کرتا ہے کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہے ف جیسے زنا سرقہ قطع طریق ص یا داخل ہوتا ہے حمام میں بغیر تہبند کے ف اِس واسطے کہ کشف عورت حرام ہے ہدایہ ص یا سود کھاتا ہے ف لیکن شرط کی ہے بسوط میں کہ مشہور ہو سود خواری میں اِس واسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہے بیوع فاسدہ سے حال آنکہ وہ سب سود میں داخل ہیں کذا فی الاصل ص یا چوسر اور شطرنج شرط بد کر کھیلتا ہو ف دُر مختار میں ہے کہ چوسر بلا شرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن شطرنج میں چونکہ اختلاف ہے اُس کے چھ چیزوں میں سے ایک[1] چیز بھی اگر اُس کے ساتھ پائی جاوے گی مسقط عدالت ہو گی فوت[2] صلوٰۃ کثرت[3] حلف لعب[4] در راہ سب[5] وشتم مداومت[6] شرط ص یا اُن سے نماز فوت ہو جاوے ف ہدایہ میں ہے کہ یا شرط بد کر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہؒ نے لیکن بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج کا عدالت کو ساقط نہیں کرتا اِس واسطے کہ اجتہاد کو اُس میں گنجایش ہے اور اِس سے سمجھا گیا کہ چوسر میں بدنا شرط کا نماز کا قضا ہو جانا سقوط عدالت میں ضرور نہیں تو قید شرط کی اور نماز کے فوت کی چوسر میں جو مصنفؒ سے واقع ہوئی اتفاقی ہے آور ذخیرہ میں ہے کہ

[1] یعنی گانا اُس کا پیشہ ہو ۱۲　[2] جیسے آگے آتا ہے ۱۲　[3] ہمیشگی ۱۲

کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہے شہادت کو اوپر ہر حال کے خواہ شرط ہو یا نہ ہو یا نماز فوت ہو یا نہ ہو کذا فی الاصل ص یا پیشاب[1] کرتا ہے راستے میں یا کھاتا ہے راہ میں ف داخل ہیں اس میں وہ افعال سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہیں جیسے راہ میں فقط پائجامہ پہنے ہوئے چلنا یا لوگوں کے روبرو پاؤں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں پر بے ادبی میں داخل ہے اور ایک لقمے کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی اور مذاق کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینوں اور رذیلوں کی صحبت میں بیٹھنا اور بازار میں دل لگی اور شور و غل کرنا فتح و طحطاوی ص یا علانیہ برا کہتا ہے اگلے دینداروں یعنی صحابہ کرام یا علمائے مجتہدین رحمہم اللہ کو ف در مختار میں ہے کہ سلف سے مراد تابعین ہیں جیسے امام ابو حنیفہ اور قید سلف کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ صرف مسلمان کو برا کہنا موجب فسق ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہے اور قتل کرنا اس کا کفر ہے روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے مسائل الحاقیہ شہادت ایسے دوست کی دوسرے دوست کے لئے جن میں انتہا درجہ کی دوستی ہووے اس طرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال میں بلا تامل تصرف کرے جائز نہیں گواہ مدعی کے اگر مدعی علیہ سے نہایت جھگڑتے پھریں اور خصومت کریں تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی اس لئے کہ وہ مدعی علیہ کے مخاصم ہو گئے اسی طرح مقبول نہیں شہادت جعلساز وکیلوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور کاتبین دستاویزات کی اور دلالوں کی اور کسان کی واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گونگے کی اور لڑکوں کی آپس کے کھیل کود میں اور بہت یاوہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانے والے کی اور تارک زکوٰۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا بھوک سے زیادہ کھا جانے والے کی اور تماشائیوں کی اور ناچنے والوں کی اور کفن بیچنے والے کی در مختار بمقتضی اس تحقیق کے جو ہم نے شہادت فاسق میں ذکر کی جو لوگ ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہے در صورت وجود شرائط مذکورہ سابق کے شہادت قبول کی جاوے گی ایسے مواقع اور محال میں قاضی کو اختیار ہے کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع و روش شاہد کے عمل کرے ص دو بیٹوں نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا تو اگر زید مدعی ہے وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہے تو مقبول نہ ہوگی جیسے میت کے دو دائنوں یعنی قرضخواہوں نے یا میت کے دو مدیوں یعنی قرضداروں نے یا ان دو شخصوں نے جن کے لئے میت نے کچھ مال کی وصیت کی ہے یا میت کے دو وصیوں نے زید کی وصایت کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونے کا مدعی ہے تو شہادت جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور اگر دو بیٹوں نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہے زید کو وکیل بنایا تھا اپنے قرضہ وصول کرنے کا اور زید نے دعویٰ کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت میں یہ گواہی مقبول نہ ہوگی ف وجہ فرق کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہے ص اور مقبول نہ ہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہے جس میں اظہار ہووے فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد سے ف یعنی ایسے فسق سے جرح ہووے جو موجب نہ ہو کسی حق کا مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا ص جیسے طعن کرنا شہود پر اس طرح سے کہ وہ فاسق ہیں یا سود خوار ہیں یا مدعی نے ان کو اجرت دے کر شہادت کے لئے مقرر کیا ہے صورت اس مسئلے کی یوں ہے کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے مدعی علیہ کے شہود قائم کیے ان کی جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہو گی مقبول نہ ہوگی اور اس طرح سے صورت ہم نے اس واسطے قرار دی کہ اگر تعدیل شہود مدعی نہ ہوئی ہو اور قبل اس کے کوئی شخص قاضی کو خبر کر دیوے کہ شہود فاسق ہیں یا سود خوار ہیں یا مدعی اجرت دیکر ان کو لایا ہے تو قبول ہوگا اور حکم جائز نہ ہوگا قبل ثبوت عدالت کے خاصکر اس صورت میں جب دو شخص قاضی کو خبر دیویں کہ شہود مدعی فاسق ہیں ف یعنی مسموع نہ ہونا جرح مجرد کا اس صورت میں ہے کہ عدالت شہود مدعی گواہوں سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت ان شہود کی ثابت نہ ہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی ان شہود پر مقبول ہے علی الخصوص دو شخص کا در مختار میں ہے کہ اسی پر اعتماد کیا مصنفؒ نے اور ثابت کیا اس کو ملا خسروؒ نے لیکن ابن الکمالؒ نے مسموع نہ ہونا جرح مجرد کا عام رکھا ہے خواہ قبل ثبوت عدالت شہود مدعی ہووے یا بعد

ثبوت اُس کے کے اور بہت سے علماء اُس طرف مائل ہوئے ہیں آور دفع کیا ہے اس تناقض کو طحطاویؒ نے اپنے حاشیے میں اور یہاں ہم نے بوجہ خوف تطویل ترک کیا ص ہاں مقبول ہوں گے گواہ جرح مدعیٰ علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی دیں اِس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونیکا آپ اقرار کیا ہے یا گواہ مدعی کے غلام ہیں یا محدود فی القذف ہیں یا ابھی شراب پی کر آئے ہیں یا تہمت لگانے والے ہیں زنا کی ایک شخص کو یا مدعی کے شریک ہیں یا اس اقرار پر مدعی کے کہ میں اُن گواہوں کو اُجرت دے کر لایا ہوں واسطے گواہی کے یا مدعی اُن گواہوں کو اُجرت دے کر لایا ہے میرے مال میں سے جو نزدیک ہے مدعی کے یا میں نے مدعی کے گواہوں سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اُوپر اور وہ روپے میں اُن گواہوں کو دے چکا ہوں اور باوجود اُس کے اُنھوں نے شہادت دروغ دی ف یا یہ گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا باپ ہے یا ان گواہوں نے کسی کو عمداً مار ڈالا ہے ص تو ان سب صورتوں میں شہادت شہود مدعیٰ علیہ کی بابت جرح کے مقبول ہوگی اِسواسطے کہ اُمور مذکورہ موجب ہیں حق شرع کے یا حکم عبد کو تو داخل ہوگی یہ جرح تحت حکم قاضی کے تو قبول کی جاوے گی آور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اُس نے مجلس شہادت میں بعد ادائے شہادت کے کہا کہ بعض جگہ میں بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اُس کی قبول کیجاوے گی جیسا کہ مدعی نے دعویٰ کیا دسؔ روپے کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اُسی مجلس میں کہا کہ پانچؔ میں بھول گیا تھا بلکہ دسؔ روپے مدعی کے چاہئیں یا مدعی خطاکار ہوا زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی دسؔ روپے پر پھر کہا اُسی مجلس میں کہ خطا کی میں نے اور کہا میں نے دسؔ عوض میں پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اُس کی اور یہ قول قبول کیا جاوے گا شخص عادل سے بشرطیکہ اُسی مجلس میں ہووے اگرچہ مقام شبہہ کا ہووے اِس واسطے کہ مدعی نے جس وقت دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا تو نہیں قبول کی جاتی ہے شہادت دسؔ پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہے گواہ کو اور بعد مجلس بدل جانے کے اگر مقام مقام شبہہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت میں تو نہیں قبول کی جاوے گی شہادت شاہد کی اس واسطے کہ احتمال ہے مدعی کے بہکاوے کا آور اگر مقام مقام شبہہ کا نہ ہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہیں کیا تو وہ دوسری مجلس میں اُس کو بیان کرسکتا ہے مسائل لحاقیہ گواہی اُس کی کہ زخمی زخم سے مرگیا اولیٰ بالقبول ہے اس گواہی سے کہ وہ زخم سے اچھا ہوکر مرا مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کیے زید پر کہ اُس نے مقتول کو زخمی کیا اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجھ کو زید نے نہیں مارا تو گواہ زید کے مقبول ہوں گے گواہ اکراہ کے معتبر ہیں گواہوں سے رضامندی کے اگر دونوں کی تاریخیں متحد ہوں آور اگر تاریخیں مختلف ہوں یا تاریخیں بیان نہ کریں تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاویں گے گواہی فساد عقد کی اولیٰ ہے گواہی سے صحت عقد کی آور قول مدعی صحت عقد کا اَولیٰ ہے قول سے مدعی فساد کے قول بیع مقدم ہے قول رہن پر قول بیع وفا مقدم ہے قول بیع بات پر شہادت ناقصہ کو دوسرے شہود کامل کرسکتے ہیں جیسے دوؔ شاہدوں نے شہادت دی اس بات کی کہ یہ مکان زید مدعی کا ہے اور دوؔ اور شاہدوں نے یہ پورا کردیا کہ وہ قبضے میں مدعا علیہ کے ہے یا دوؔ شاہدوں نے ملک کی گواہی دی شئے محدود میں اور دوؔ اور نے حدود اُس کے بیان کردیے یا دوؔ نے شہادت دی اسم اور نسبت پر اور دوؔ نے اُس کی تعیین کردی اگر ایک شاہد نے اظہار دیا اور شاہدوں نے کہا کہ ہمارا اظہار اُس کے موافق ہے تو نہیں قبول کیا جاوے گا یہاں تک کہ ہر ہر شاہد اپنا جُدا جُدا اظہار دیوے شہادت جب باطل ہوجاتی ہے بعض میں باطل ہوجاتی ہے کُل میں مثال اُس کی یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتمد محمدؒ کا ہے آور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کہ شہادت بعض میں باقی رہے اور بعض میں باطل ہووے آز انجملہ یہ ہے کہ دوؔ کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتیں اُس کی مذکور ہیں اشباہ میں درمختار طحطاوی

باب گواہی میں اختلاف ہونیکے بیان میں

ص شرط ہے موافقت شہادت اور دعویٰ میں اسی طرح درمیان میں دونوں شاہدوں کے لفظاً اور معنیً نزدیک امام صاحبؒ کے ف تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہٖ یا اُس لفظ کا مُرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی دیوے تو مقبول ہے ص اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہے تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحبؒ کے نزدیک یہ شہادت بالکل مردود ہوگی ف اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہ ہوگا ص اور صاحبینؒ کے نزدیک اقل پر قبول کی جاوے گی ف یعنی صورت اُولیٰ میں ہزار کی اور صورت ثانی میں سو کی اور صورت ثالث میں ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاوے گا ص جب مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت باتفاق مردود ہوگی اِس واسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہے دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے دعویٰ سے اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعویٰ کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعویٰ کرتا ہو اس طرح پر کہ کہے کہ میرے مدعیٰ علیہ پر نہیں ہیں مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے اُن سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی شہادت اُس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہے البتہ اِس صورت میں اگر مدعی یوں توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ کا تھا لیکن میں سو روپیہ وصول پاچکا ہوں یا میں نے ابراء کیا ہے سو روپیہ سے ف یعنی معاف کر دیے ص تو شہادت اُس کی مقبول ہو جاوے گی بسبب موافقت کے ف دُرمختار میں ہے کہ یہ حکم دَین میں ہے اور دعویٰ عین میں جس قدر پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوگا دلایا جاوے گا اور عقود یعنی بیع اور شراء میں مطلقاً اختلاف شہادت مانع ہے قبول سے خواہ دعویٰ اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے ص اسی طرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر مقبول ہوگی ف اِس واسطے کہ ان مسائل میں دونوں شاہد متفق ہیں ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنیً ص اگر دونوں شاہدوں نے ہزار روپیہ کی یا ہزار قرض کی گواہی دی اور اُن دونوں میں سے ایک نے کہا کہ پانچ سو روپیہ مدعی علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہے تو قبول کی جاوے گی شہادت اُن دونوں کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاویں گے ہزار روپیہ مدعیٰ علیہ پر اور نہ التفات ہوگا اُس شاہد کے قول کی طرف جو پانچ سو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہے اِس واسطے کہ وہ متفرد ہے اِس شہادت میں مگر جب اُس کے ساتھ دوسرا شخص بھی شہادت اس کی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے کہ مدعی اپنے دَین میں سے کچھ وصول پاچکا ہے تو نہ شہادت دیوے یہاں تک کہ مدعی اُس کا اقرار کرے تاکہ مدعا علیہ کا ضرر نہ ہووے جبکہ دو شاہدوں نے گواہی دی مدعیٰ علیہ پر کہ اُس نے زید کو دسویں تاریخ ذیحجہ یعنی عید کے دن مکہ میں قتل کیا ہے اور گواہی دی اور دو شاہدوں نے کہ اُس نے زید کو اُسی تاریخ کوفے میں قتل کیا ہے اور دونوں شہادتیں قاضی کے پاس گزریں قبل حکم کے تو دونوں مردود ہو جاویں گی اس لئے کہ ایک اُن میں سے جھوٹی ہے بالیقین اور کوئی دوسرے سے اَولیٰ نہیں کہ اُس کا اعتبار کیا جاوے اور اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دے چکا بعد اُس کے دوسری شہادت خلاف اُس کے گزری تو دوسری مقبول نہ ہوگی کیونکہ شہادت اُولیٰ کو ترجیح ہوگئی ساتھ قضائے قاضی کے تو نہ توڑی جاوے گی شہادت ثانیہ سے اگر دو گواہوں نے زید پر شہادت دی کہ اُس نے ایک بیل چرایا لیکن اُس کے رنگ میں اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہوگی اور زید کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شئی مسروقہ کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہ ہوگی یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک

لہ یعنی اسی صورت مذکورہ میں ۱۲

دونوں صورتوں میں قطع ید کا حکم نہ ہوگا آور بعضوں نے کہا ہے کہ اختلاف امامؒ اور صاحبینؒ کا اُن دو رنگوں میں ہے جو قریب قریب مشابہ ایک
دوسرے کے ہیں جیسے سیاہی اور سُرخی نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کے آور کہا گیا ہے کہ اختلاف سب رنگوں میں ہے ف اور یہی اصح ہے
عنایہ ص امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہے شب میں اور گواہ اُس کو دور سے دیکھتے ہیں تو اختلاف رنگوں کا مانع نہوا
ف اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیل کا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہے اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہے کہ ایک
شاہد نے ایک طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری طرف کا ہدایہ ص اور ظاہر تر قول صاحبینؒ کا ہے ف جاننا چاہیئے کہ یہ
اختلاف اُس صورت میں ہے کہ مُدعی دعویٰ سرقہ ایک بیل کا کرے اور اُس کا رنگ بیان نہ کرے اور جو اُس نے رنگ بیان کر دیا اور
ایک گواہ نے خلاف اُس کے رنگ بیان کیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہے ایک شاہد کی چلپی
ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ غلام خریدا ہے ہزار کو یا مکاتب ہے ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور سو بیان کیے
تو شہادت دونوں کی مردود ہوگی اس لئے کہ عقد بیع مختلف ہو جاتی ہے باختلاف ثمن پس ہوگا ہر عقد پر ایک گواہ تو مقبول نہ ہوگا ف
برابر ہے کہ مدعی مدعی اکثر کا ہووے یا اقل کا در مختار ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ مولیٰ نے آزاد کیا اس غلام کو یا
صلح کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض میں ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کیے اور مدعی غلام
ہے ف عتق کے دعویٰ میں ص اور قاتل ہے ف صلح کے دعویٰ میں ص اور راہن ہے ف رہن کے دعویٰ میں ص اور
عورت ہے ف خلع کے دعویٰ میں ص تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی ف خواہ مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہووے یا اقل کا ص اور اگر مدعی
مولےٰ ہے یا ولی مقتول ہے یا مرتہن ہے یا شوہر ہے تو حکم اُس کا مثل دعویٰ دَین کے ہوگا ف یعنی اگر شاہدین مختلف ہوں گے لفظاً
تو نہ قبول کی جاوے گی شہادت نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے آور اگر متفق ہوں گے تو اگر مدعی دعویٰ کرتا ہے اقل کا تو نہ مقبول ہوگی شہادت
اُس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے اور اگر دعویٰ کرتا ہے اکثر کا تو شہادت اقل پر مقبول ہو جاوے گی کذا فی الاصل اور شارح علامؒ
نے اس پر اعتراض کیا ہے جو اصل میں مذکور ہے ص اور اجارے میں اگر قبل گزرنے مدت کے اس قسم کا شاہدین میں اختلاف ہوا
ف یعنی ایک شاہد نے مثلاً اُجرت مکان کی سو روپیہ بیان کیے اور دوسرے نے سو اور پچاس روپیہ ص تو حکم اُس کا مثل بیع کے
ہوگا ف یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہوگی خواہ مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر بعد گزرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم
اُس کا مثل دعویٰ دَین کے ہوگا ف جس طرح ابھی گزرا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر نکاح میں اس قسم کا
اختلاف ہوا یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار اور پانچسو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہو جاوے گا استحساناً
نزدیک امام صاحبؒ کے ف مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعویٰ ہو یا اکثر کا در مختار ص اور صاحبینؒ کے نزدیک شہادت
رد کی جاوے گی آور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ اختلاف اُس صورت میں ہے جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہووے تو شہادت اتفاقاً
مقبول ہوگی لیکن صحیح وہی قول ہے کہ ہر صورت میں اختلاف ہے آور لازم ہے میراث کی گواہی میں شاہد کو جرّ میراث کرنا طرف مدعی
کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اُس نے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا یا یوں کہنا کہ مورث مدعی کا مر گیا اور تا دم موت یہ چیز
اُس کے قبضے میں تھی یا ملک میں تھی اور یہ جو کہا کہ یہ مال مدعی کے مورث کا ہے تو اُس پر قضا نہ کی جاوے گی آور امام ابو یوسفؒ کے
نزدیک جرّ میراث ضرور نہیں ف اور فتویٰ قول طرفینؒ پر ہے آور جرّ میراث کے ساتھ دو باتیں اور ضرور ہیں ایک یہ کہ سبب وراثت
مدعی کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی سگا ہے یا سوتیلا یا چچا ہے دوسرے یہ کہ سوا اس کے اور کسی کو میں وارث میت کا نہیں جانتا
اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہیں در مختار ص تو اگر شاہد نے یہ کہہ دیا کہ یہ چیز مدعی کے باپ کی تھی اُس کو عاریت یا امانت یا اجارے

میں دی تھی اُس شخص کو جو قابض ہے تو جائز ہو جاوے گا بلا ذکر جر میراث کے اگر دو شاہدوں نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی اتنی مدت سے اور وقت دعوی کے وہ چیز اُس کے قبضے میں نہیں ہے تو اس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ شہادت مجہول ہے کیونکہ گواہوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی اور قبضہ چند قسم کا ہوتا ہے بطریق ملک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسفؒ کے شہادت مقبول ہوگی ہاں اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی یا گواہوں نے مدعیٰ علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت صحیح ہو جاوے گی اور ملک مدعی کی ثابت ہو جاوے گی اس لئے کہ جہالت مقر بہ مانع صحت اقرار نہیں ف اسی طرح اگر گواہوں نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہو جاوے گی در مختار

ف باب شہادۃ علی الشہادۃ کے بیان میں

ص شہادۃ علی الشہادۃ سب مقدمات میں سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہے لیکن شرط اُس کے قبول ہونے کی یہ ہے کہ اصل شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب اُن کے مرجانے کے یا بیماری کے یا مدت سفر پر ہونے کے ف یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر ہوویں قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہووے جس طرح کہ کتاب الصلوٰۃ میں گزرا ص اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف اتنا دور ہونا کافی ہے کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر میں آ کے نہ رہ سکے ف دُرِّ مختار میں ہے کہ اسی مذہب پر فتویٰ ہے اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت سے علماء نے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہے کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین ہووے یا سوا حاکم کسی اور کی قید میں ہووے ص اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر گواہ اصل کی گواہی پر دو آدمی گواہ ہوویں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہوویں ف مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اصلی دو گواہوں میں سے ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہوں تو اسکی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہیں اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہے کہ خالد اور بکر دونوں زید کی شہادت پر بھی گواہ ہوں اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہوں اور دوسری صورت یہ ہے کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہوں اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہوں ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار گواہ علٰحدہ ہوں یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جُدا جُدا دو دو گواہ ہوں ف اور یہ صورت درست نہیں ہے کہ اصلی شاہدوں میں سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ہی ایک گواہ ہووے ص گواہ فرعی بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ اصلی گواہ فرعی گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی اور فرعی گواہ وقت ادائے شہادت کے یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے گواہ کیا مجھ کو اپنی شہادت پر اس بات کی ف یہ قول ابو جعفرؒ کا ہے اور اسی پر فتوے دیا ہے امام سرخسیؒ نے اور اصل میں دو عبارتیں اور مذکور ہیں مگر دونوں طویل ہیں ص اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کی عدالت بیان کر دیویں تو صحیح ہو جاوے گا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہے اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کی عدالت بیان نہ کریں تو قاضی اُن کی عدالت تحقیق کر لیوے ف یعنی قاضی اصلی گواہوں کا حال دریافت کرے تو اگر اُن کی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہوں کی شہادت قبول کرے ورنہ نہیں یہ مذہب امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کا اس میں خلاف ہے جو مذکور ہے اصل میں مع دلیل دونوں کے اور ابو یوسفؒ کا مذہب صحیح ہے ص باطل ہو جاتی ہے شہادت فرعی گواہوں کی اگر اصلی گواہوں نے شہادت سے انکار کیا ف چنانچہ اصول نے یوں کہا کہ ہم گواہ نہیں اس مقدمے کے یا ہم نے اُن کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے گواہ کیا لیکن غلط کیا ہم نے یا اصلی گواہ مجنوں یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا اُنھوں نے منع کر دیا فرعی گواہوں کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت

فروع کی قبول کی جاوے گی در مختار زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہم کو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا اس بات پر کہ مسماۃ عزہ بنت عز قبیلۂ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلاں کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا کہ ہم اُس عورت کو پہچانتے ہیں بعد اُس کے مدّعی ایک عورت کو لایا اور اُس نے کہا کہ یہ وہی عورت ہے جس پر گواہی دی زید اور عمرو نے اُس پر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہے یا اور کوئی تو مدّعی کو حکم ہوگا کہ تو اس بات کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے جس کا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہے ف اور اصل کتاب میں اس مسئلہ میں تفصیل کی ہے ص اسی طرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط پہچانیوالے گواہ مدّعیٰ علیہ کو پہچانتے نہ ہوں تو قاضی مکتوب الیہ مدّعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جس کو تو لایا ہے وہی مدّعیٰ علیہ ہے جس کو قاضی کاتب نے لکھا ہے اگر ان دونوں صورتوں میں گواہوں نے مدّعیٰ علیہ کی نسبت طرف مضر کے کر دی تو یہ جائز نہ ہوگا جب تک کہ اُسکی نسبت خاص قریب دادا کی طرف بیان نہ کریں یہ امر عرب میں ہے اور لیکن عجم میں تو اُن لوگوں نے اپنے انساب ضائع کر دیے تو فقط ذکر پیشے کا قائم مقام ہے اُن کے دادا کے ذکر کرنے کے ف عجم کہتے ہیں ماسوائے عرب اور لوگوں کو ص جس شاہد نے اقرار کیا کہ میں نے شہادت دروغ دی تو اُس کی تشہیر کر دی جاویگی اور نہیں تعزیر دیا جاویگا ساتھ ضرب اور حبس کے اسواسطے کہ شریحؒ ف قاضی کوفہ کے تھے مقرر کیا ان کو عمر بن خطابؓ نے ص جھوٹے گواہ کو تشہیر کرتے تھے اور تعزیر نہیں دیتے تھے ف روایت کیا اس کو محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں ص تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تھا تو اُس کو اُس کے بازار میں روانہ کرتے تھے ورنہ اُس کی قوم کی طرف جس وقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے تھے کہ شریحؒ نے تم کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اس گواہ کو ہم نے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اُس سے اور آگاہ کر دو لوگوں کو اُس کے حال سے کہ پرہیز کریں اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کو سزائے ضرب اور حبس ہوگی ف اور تقدیر اُسکی رائے قاضی کی طرف مفوض ہے ہدایہ ص اور یہی قول شافعیؒ کا ہے بدلیل اس بات کے کہ حضرت عمرؓ نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا مُنہ اُس کا ف روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابن الہمامؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے ص بعضوں نے کہا ہے کہ مصنفؒ نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اِس واسطے کہ شہادت زور گواہوں سے نہیں ثابت ہو سکتی ہے بدون اقرار کے ف کیونکہ گواہوں سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ معتبر نہیں ص میں کہتا ہوں کہ کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم ہو جاتا ہے بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اُس کو پھر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن پورے گزرے اور آسمان میں کوئی آفت ابر وغیرہ کی نہ تھی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اسکے بہت سی صورتیں ہیں

ص فصل گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

دونوں گواہ اگر پھر جاویں اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اُس کا اعتبار ہوگا ف اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہو جس کے پاس پہلے گواہی دی تھی تو اگر رجوع کرے گا غیر قاضی کے سامنے تو اُس کا اعتبار نہیں اسی واسطے اگر مشہود علیہ نے دعویٰ کیا رجوع شاہد کا غیر مجلس قضا میں تو یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا بوجہ فاسد ہونے دعویٰ کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدوں نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے تو مقبول ہوگا در مختار ص تو اگر قبل حکم کے پھرے ف یعنی ابھی تک قاضی نے اُنکی شہادت سے حکم نہیں کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گئے ص تو ساقط ہو جاوے گی شہادت اور کچھ تاوان نہ ہوگا اُن پر ف اِس واسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گئے تو اُن کی شہادت سے کوئی چیز تلف نہیں ہوئی نہ مدّعی کی نہ مدّعیٰ علیہ کی ہدایہ ص اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرے تو حکم

فسخ نہ کیا جاویگا بلکہ دونوں شاہدوں کو تاوان دینا پڑے گا اُس چیز کا جو اُن کی گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شئے مدعٰی علیہ سے لے چکا ہے اور جو ابھی تک وہ شئے مدعی نے مدعٰی علیہ سے نہیں لی ہے تو تاوان واجب نہ ہوگا بلکہ موقوف رہے گا تاوان قبض مدعی پر برابر ہے کہ وہ شئے مدعی دَین ہو یا عین آور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان نہ ہوگا شاہدوں پر ف اور دلیل ہماری اور اُن کی اصل میں مذکور ہے دُر مختار میں ہے کہ مذہب مفتیٰ بہ یہ ہے کہ بعد حکم کے اگر شاہد رجوع کرے گا تو مطلقًا تاوان اُس سے لیا جاوے گا خواہ مدعی نے وہ شئے مدعی مدعٰی علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اِس واسطے کہ جب حکم فسخ نہیں ہو سکتا تو خواہ مخواہ مدعی اُس حکم کی تعمیل کرے گا اور مدعٰی علیہ کو وہ شئے ادا کرنی پڑیگی تو مدعٰی علیہ اپنا نقصان شاہدوں سے بھر لے گا ص اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ باقی گواہوں کا شمار ہوتا ہے نہ پھرنے والوں کا مثلًا تین گواہوں نے گواہی دی اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت ابھی باقی ہے آب البتہ اگر ایک اور پھر جاوے گا تو دونوں پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اس واسطے کہ نصف نصاب باقی ہے آور اگر ایک مرد دو عورتوں نے گواہی دی بعد اُس کے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اُس پر لازم[له] ہوگا اور اگر دونوں عورتیں پھر گئیں تو نصف مال کا ضمان دیں گی آور اگر ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی بعد اُس کے آٹھ عورتیں پھر گئیں تو اُن پر ابھی ضمان کچھ نہ آوے گا اس واسطے کہ بقدر نصاب باقی ہیں آلبتہ اب اگر ایک عورت اور پھر جاویگی تو اُن نو عورتوں پر چوتھائی مال کا ضمان آوے گا اِس واسطے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہیں کیونکہ ایک عورت کا پاؤ نصاب اور مرد کا آدھا باقی ہے تو سب ملاکر تین ربع ہوئے آور اگر صورت مذکورہ میں سب پھر جاویں یعنی ایک مرد بھی اور دسوں عورتیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر ہے اور باقی دس عورتوں پر آور صاحبینؒ کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسوں عورتوں پر ف صاحبینؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہے اور عورتیں اگرچہ کثیر ہیں لیکن سب ملاکر قائم مقام ایک مرد کے ہوں گی آور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کے ہیں اور ایک مرد ملاکر گویا چھ مردوں کی گواہی ہوئی اور اُس میں یہی حکم ہوگا کہ ہر مرد پر چھٹا حصہ مال کا لازم آویگا ایسا ہی اس صورت میں اسی طرح ہے اصل اور ہدایہ میں ص اور اگر صورت مذکورہ میں دسوں عورتیں پھر جاویں اور تنہا مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہوں گی اِس واسطے کہ نصف نصاب باقی ہے بالاجماع یعنی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے آور اگر دو مردوں اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمے میں بعد اُس کے دونوں مرد پھر گئے اور عورت نہ پھری تو کُل مال کا تاوان دونوں مردوں پر لازم آویگا اِس واسطے کہ ایک عورت باقی رہی اور اُس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا ف اِس واسطے کہ ایک عورت پُورا گواہ نہیں ہو سکتی بلکہ ایک ٹکڑا ہے شاہد کا تو نہ حکم مضاف ہوگا اُس کی طرف ہدایہ ص اگر دو شاہدوں نے گواہی دی نکاح پر عوض میں اتنے مہر کے کہ وہ مہر مثل اُس عورت سے مقدار میں کم ہے یا برابر بعد اُس کے رجوع کیا تو ضامن نہ ہوں گے برابر ہے کہ مدعی عورت ہو یا شوہر البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اُس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اُس عورت کے زیادہ ہے بعد اُس کے رجوع کیا تو اگر مدعٰی علیہ شوہر ہوگا اور گواہوں نے زوجہ کی طرف سے گواہی دی تھی تو جس قدر مہر مسمّٰی زیادہ ہے مہر مثل سے اتنا شہود سے زوج بھر لے گا آور اگر مدعی زوج ہے اور اُسی کی طرف سے گواہی دی تھی تو شہود پر کچھ ضمان نہیں ف حاصل یہ ہے کہ یہاں چھ صورتیں ہیں اس طرح پر کہ مہر مسمّٰی یا مہر مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت میں یا شہادت زوج کی طرف سے ہو گی یا زوجہ کی طرف سے تو ضمان صرف ایک صورت میں ہے وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو اور مہر مسمّٰی یعنی جس کو شہود نے بیان کیا ہے مہر مثل سے زیادہ ہووے تو بقدر زیادت شہود سے ضمان لیکر زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتوں میں گواہوں پر کچھ تاوان نہیں ص اور اگر دو گواہوں نے شہادت دی بیع کی اور مدعی مشتری ہے بعد اُس کے رجوع کیا تو ثمن مسمّٰی یا قیمت سے زیادہ ہے یا برابر ہے یا کم ہے تو اوّل دونوں صورتوں میں تاوان[کله] نہیں اور تیسری صورت میں جس قدر بائع کا نقصان ہوا ہے قیمت سے اتنا

له اس لئے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہیں ۱۲ کله اسواسطے کہ اوّل صورت میں مشتری ثمن زیادہ قیمت مبیع پر راضی ہے اور دوسری صورت میں کچھ اُس کا تلف نہیں ہوا ۱۲

گواہوں سے تاوان دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہے تو اول صورت میں مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہے اُس کا تاوان گواہوں سے لے لیویگا اور دوسری اور تیسری صورت میں کچھ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہدوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا ہے قبل دخول کے اور خاوند پر ادائے نصف مہر کا حکم ہوا بعد اُس کے اُن دو گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اُن سے لیا جاویگا اور اگر بعد دخول کے گواہوں نے گواہی دی طلاق کی بعد اُس کے رجوع کیا تو اُن پر کچھ ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر یہاں واجب ہو چکا ہے شوہر کے ذمے پر دخول سے اور گواہوں نے زوج کا کچھ تلف نہیں کیا ف مگر منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہیں شرع میں ص اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے بعد اس کے رجوع کیا تو ضامن ہوں گے گواہ اُس غلام کی قیمت کے ف اور ولا اُس غلام کی مولے ہی کو ملے گی نہ شاہدین کو ص اگر گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اُس کے رجوع کیا گواہوں نے تو دیت زید کی لازم آویگی گواہوں پر اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاویں گے زید کے قصاص میں ف دلیل ہماری اور شافعیؒ کی ہدایہ میں مسطور ہے ص اگر بعد حکم کے فرعی گواہوں نے رجوع کیا تو ان پر ضمان لازم آویگا اور اگر اصلی گواہوں نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہوں کو گواہ نہیں بنایا تھا یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہے تو ان پر ضمان نہ ہوگا نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور محمدؒ کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہوں نے سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو ضمان صرف فرعی گواہوں پر ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہوں سے لیوے یا فرعی گواہوں سے اور اگر فرعی گواہوں نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا اُنھوں نے غلطی کی تھی اس شہادت میں تو اس قول کی طرف التفات نہ ہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہوں کی بتاتا ہے اگر اُس نے بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحبؒ کے اس لئے کہ تزکیہ کے سبب سے شہادت شہادت ٹھہری اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا ف لیکن اگر اُس نے یہ کہا کہ میں نے تزکیہ خطا سے کیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی ضامن نہ ہوگا ص اگر چار گواہوں نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیوں نے اُس کے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اُس کے احصان کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضمان دیت نہ دیں گے ف البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کریں گے تو ضامن ہوں گے دیت کے ص اگر دو گواہوں نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلاں امر پر معلق کیا تھا اور دو اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وہ فلاں امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کر دیا اُس غلام کی آزادی کا بعد اُس کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو تاوان اُن دونوں گواہوں پر لازم آوے گا جنھوں نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلاں امر پر معلق کیا تھا ف اور جو فقط پچھلے گواہوں نے رجوع کیا تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے

ص کتاب الوکالۃ

جائز ہے وکیل کر دینا ف جواز وکالت کا ثابت ہے کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ یعنی بھیجو ایک کو تم میں سے یہ چاندی دیکر طرف شہر کے الخ اور نقل کیا اس قصے کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہیں ظاہر ہوا نسخ اُس کا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو متعدد ہیں از انجملہ یہ ہے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے حکیم بن حزامؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اُن کو ایک دینار تاکہ خرید لاویں واسطے حضرتؐ کے قربانی تو حکیمؓ نے اُس دینار کے بدلے میں ایک بھیڑ خریدی اور بیچا اُس کو بدلے میں دو دینار کے پھر ایک دینار کے عوض میں قربانی خریدی اور لائے قربانی اور ایک دینار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپؐ نے کہ برکت ہو تجارت میں اُن کی اور روایت کی مانند اس کے بخاریؒ نے عروۃ بن ابی الجعد بارقیؓ سے از انجملہ وہ ہے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے جابرؓ سے کہا کہ ارادہ کیا میں نے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا میں نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور سلام کر کے کہا میں نے کہ میں ارادہ رکھتا ہوں خیبر کو جانے کا تو فرمایا آپؐ نے جب ملے تو ہمارے وکیل سے تو لے لیجیو اُس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھ سے تو رکھ لینا تو ہاتھ اپنا اُو پر گلے کے آور ازانجملہ یہ ہے کہ روایت کی مسلمؒ نے جابرؓ سے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترسٹھ جانوروں کی قربانی کی آور حکم فرمایا علیؓ مرتضیٰ کو کہ باقی تم ذبح کروا ازانجملہ یہ ہے کہ وکیل کیا حضرتؐ نے عمر بن ام سلمہؓ کو واسطے نکاح اپنے کے اُم سلمہؓ اُنکی ماں سے روایت کیا اس کو نسائیؒ نے سُنن میں **ص** اور معنی توکیل کے یہ ہیں کہ سپرد کر دینا تصرف کا غیر کو لیکن شرط اُس کی یہ ہے کہ مُوکل خود تصرف کا مالک ہووے **ف** یعنی حُر عاقل بالغ ہو یا عبد[1] ماذون یا صبی ماذون ہو لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک یہ ضرور نہیں کہ مُوکل نے جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اُسی خاص تصرف کا مُوکل مالک ہو یہاں تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہے اُنکے نزدیک نہ صاحبینؒ کے نزدیک **کذا فی الاصل ص** اور وکیل اُس معاملے کو سمجھتا ہووے اور اُس کا قصد وارادہ رکھتا ہووے **ف** یعنی وکیل سمجھتا ہووے اس بات کو کہ بیع دور کرنیوالی ہے ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہے ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کرے گا تو مُوکل کی طرف سے نہ ہوگا **کذا فی الاصل ص** تو صحیح ہے وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو آور اگر وکیل کیا حُر عاقل بالغ یا عبد ماذون یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہے یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن اِن دونوں سے حقوق عقد متعلق نہ ہوں گے بلکہ اِن کے موکل سے متعلق ہو جاویں گے **ف** تو حاصل یہ ہے کہ ضرور ہے یہ بات کہ مُوکل یا حُر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہووے تو اگر مجنون یا صبی غیر عاقل ہے تو اُسکی توکیل مطلقاً صحیح نہیں آور اگر صبی عاقل ہے لیکن غیر ماذون ہے تو اُس کی توکیل تصرفات نافعہ محضہ میں جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ میں درست ہے اور تصرفات ضارہ محضہ میں یعنی جن میں نرا ضرر ہے جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز نہیں آور جو تصرفات دائر ہیں نفع وضرر میں جیسے بیع وشرا واجارہ اُن میں اجازت ولی پر موقوف ہے آسی طرح صحیح نہیں ہے توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہے اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب میں جا کر مل گیا تو باطل ہوگی اور وکیل ضرور ہے کہ یا حُر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد[2] مجور یا صبی مجور بشرطیکہ عاقل ہوں لیکن عبد مجور اور صبی مجور نے اگر تصرف کیا مُوکل کی طرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن ردّ بالعیب وغیرہ رجوع کریں گے اصل مُوکل کی طرف یعنی وکیل سے اِن حقوق کی بابت مواخذہ نہ ہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلوں کے کہ اُن میں حقوق عقد متعلق ہوتے ہیں اصل عاقد سے جو خود وکیل ہے **در مختار مع زیادة من شرحه وحواشیه** **ص** جتنے معاملات مُوکل خود کر سکتا ہے اُن میں دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہے آور بھی جائز ہے وکیل کرنا سوال وجواب کے لئے مقدمات میں یعنی مدّعی کو درست ہے کہ خصومت اور استغاثہ کے لئے نزدیک حاکم کے جس کو چاہے وکیل کر دیوے اسی طرح مدعیٰ علیہ کو بھی درست ہے کہ جواب دہی کے لئے جس کو چاہے وکیل کرے لیکن بعض مشائخؒ کہتے ہیں کہ وکیل کرنا خصومت کے لئے بغیر رضامندی طرف ثانی کے باطل ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آور صحیح ہے صاحبینؒ کے نزدیک اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف صحت میں نہیں ہے یعنی صحیح سب کے نزدیک ہے بلکہ اختلاف لزوم[3] وکالت میں ہے **ف** یعنی صاحبینؒ کے نزدیک بغیر رضائے خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم ہے کیا معنی کہ خصم کی نامنظوری سے وکالت رد نہیں ہو سکتی آور امام صاحبؒ کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہو جاویگی **ص** اور ہدایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے **ف** میں کہتا ہوں کہ اب قول مفتی بہ یہ ہے کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے درست ہے اور لازم ہے یعنی ہر ایک کو مدعیٰ علیہ اور مدعی میں سے پہونچتا ہے کہ جس کو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اُس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہ ہووے اور یہی مذہب ہے صاحبینؒ اور ائمہ ثلثہؒ کا اور اختیار کیا ہے اس کو عتابی نے اور صحیح کہا اس کو نہایہ میں اور اسی پر فتویٰ دیا فقیہ ابو اللیثؒ وغیرہ نے آور بعض فقہاؒ نے اس کو مفوض کیا ہے طرف رائے حاکم کے در مختار وکالت بالخصومة کا جواز اثر سے حضرت علی مرتضیٰؓ کے ثابت ہے روایت کیا بیہقیؒ نے کہ حضرت علیؓ وکیل کرتے تھے مقدمات میں

---

[1] عبد ماذون وہ غلام ہے جس کو مولیٰ نے اجازت تصرفات تجارت کی دی ہو اور صبی ماذون وہ لڑکا عاقل جس کو ولی نے اذن دیا ہو واسطے خرید و فروخت کا ۱۲ منہ رہ
[3] یعنی اختلاف لزوم وکالت میں ہے ۱۲ منہ رہ محمد اشرف (وکیل بالخصومۃ)
[2] غیر ماذون ۱۲

عقیلؓ کو اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وکیل کرتے تھے عبداللہ بن جعفر طیارؓ کو ص ہاں اگر مؤکل مریض ہوا ایسا کہ مجلس قاضی تک آنا اُس کو ممکن
نہ ہو یا مدت سفر کی راہ پر ہووے یا مشغول ہو واسطے تیاری سفر کے یا مؤکلہ عورت پردہ نشین ہووے تو بغیر رضائے خصم کے توکیل لازم ہے اجماعاً
ف اور مفتیٰ بہ یہ ہے کہ سب صورتوں میں درست اور لازم ہے جیسا کہ معلوم ہوا ص وکیل کرنا درست ہے سب حقوق کے دینے اور لینے کیلئے
مگر حدود اور قصاص کے لینے کے لئے وکیل کرنا درست نہیں جب مؤکل غائب ہو ف اسی طرح دینے کے لئے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم
نہیں ہو سکتے تو ضرور ہے اصل مجرم کا حاضر ہونا ص اس واسطے کہ احتمال ہے عفو کا قصاص میں ف یعنی احتمال ہے کہ اگر مؤکل حاضر ہوتا وقت
استیفائے قصاص کے تو شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھ کر رحم کرتا اور عفو کرتا ص اور شبہہ ہے کہ قاذف کی تصدیق کرتا مقذوف حد قذف میں ف
یعنی اگر مؤکل جو مقذوف ہے حاضر ہوتا وقت قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اُسکی تصدیق کر کے حد کو اُس پر سے ساقط کرتا ص یا مدعی الکا دعویٰ
کرنا اور سرقے کا دعویٰ نہ کرتا ف حد سرقہ میں اور جائز ہے توکیل واسطے استیفائے تعزیر کے مدعیٰ علیہ سے طحطاوی ص جن عقدوں کو وکیل
اپنی طرف نسبت کرتا ہے ف یعنی اسمیں مؤکل کے ذکر کی حاجت نہیں جیسے بیع اور شرار میں وکیل اتنا ہی کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا میں نے
خریدا کذا فی الاصل جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو اُن کے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہوں گے تو وکیل ہی تسلیم کریگا مبیع کو طرف مشتری
کے اگر بائع کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا ثمن پر اوّل صورت میں اور ثمن اُس سے مانگی جاویگی دوسری
(یعنی جب بائع کا وکیل ہو ۱۲)
صورت میں اور اُس سے خصومت ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع میں اوّل صورت میں اور وہ خود خصومت کریگا بائع سے بصورت عیب
(جب مشتری کا وکیل ہو ۱۲)　(جب بائع کا وکیل ہو ۱۲)
نکلنے کے دوسری صورت میں اور خصومت کیا جاوے گا شفعہ کی بابت اس چیز کے جو اُس نے بیچی ہے جبتک وہ چیز اُس کے قبضہ میں ہے اور
(جب مشتری کا وکیل ہو ۱۲)
جب مؤکل کو تسلیم کر دے تو اب رد نکرے عیب کے سبب سے بے اُس کے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے اور کسی کی
نکلے تو وکیل ثمن مؤکل کو بائع سے پھیر سکتا ہے ف یہ ہمارا مذہب ہے اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ کے سب حقوق راجع ہوتے ہیں طرف
مؤکل کے لیکن جاننا چاہیئے کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو وکیل کے لئے ثابت ہوتے ہیں دوسروں پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر
ثابت ہوتے ہیں دوسروں کے تو پہلی قسم کے حقوق جیسے قبضہ کرنا مبیع پر اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت کرنا عیب میں اور پھیر لینا
ثمن کا در صورت استحقاق مبیع یعنی مبیع کسی اور کی نکلنے کی صورت میں تو اس قسم کے حقوق میں وکیل کو اختیار ہوتا ہے لیکن اُس پر تعمیل اُن کی
واجب نہیں یہاں تک کہ اگر وہ باز رہے تو مؤکل ان افعال پر اُس کو جبر نہیں کر سکتا اس واسطے کہ وہ متبرع ہے ان کاموں میں تو سپرد
کر سکتا ہے مؤکل کو ان کاموں کے لئے اور قریب ہے کہ آویگا کچھ بیان اس کا کتاب المضاربۃ میں اور اگر وکیل مر جاوے تو اختیار ان حقوق کا
اُس کے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل کر دیں گے اپنے مورث کے مؤکل کو اور امام شافعیؒ کے نزدیک مؤکل یہ کام کر سکتا
ہے بغیر وکیل کے وکیل کیے ہوئے یا اُس کے وارثوں کے وکیل کیے ہوئے یعنی گو کہ وکیل یا اُس کے وارث پھر مؤکل کو وکیل نہ بناویں اپنی طرف
سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی مؤکل کر سکتا ہے اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا
طرف بائع کے ان میں وکیل مدعیٰ علیہ ہو جاتا ہے طرف ثانی کا تو مدعی کو پہونچتا ہے کہ ان کاموں کے لئے اُس پر جبر کرے کذا فی الاصل ص
اور جب سے وکیل خریدتا ہے اُسی وقت سے اُسی شئے میں ملک مؤکل کی ثابت ہوتی ہے تو وکیل نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہ ہوگا
ف اِس واسطے کہ وکیل اُس کا مالک نہیں ہوا ص اور بعض مشائخؒ کے نزدیک ثابت ہوتی ہے ملک اولاً وکیل کے لئے پھر اُس سے
طرف مؤکل کے منتقل ہوتی ہے اِس لئے کہ عقد ان ہی دونوں میں جاری ہوتا ہے لاکن اس طریقے پر بھی آزاد نہ ہوگا اِس لئے کہ وکیل
کے لئے مِلک غیر متقرر ثابت ہوتی ہے پس آزاد نہ ہوگا اور جو عقود ایسے ہیں کہ وکیل اُن کو اپنے مؤکل کی طرف نسبت کرتا ہے جیسے نکاح
اور خلع اور صلح انکار سے ف یعنی جب مدعیٰ علیہ منکر ہووے اور پہلے صلح وہ تھی کہ مدعیٰ علیہ اُس میں مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شرار کے تھی

اسی سبب سے وکیل اُس کو اپنی طرف نسبت کر سکتا تھا برخلاف اس کے ص آور قتل عمد سے آور عتق بمقابلہ مال آور کتابت آور ہبہ آور تصدق آور عاریت دینا اور امانت رکھنا آور گرو کرنا اور قرض دینا تو اُنکے حقوق بھی متعلق ہوں گے مؤکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر نطلب کیا جاویگا اور نہ وکیل زوجہ کو تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار ہے کہ باوصف طلب کرنے عمرو کے قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دیدے تو درست ہے پھر وکیل اُس سے طلب نہ کرے ف اس واسطے کہ حق حقدار کو پہونچ گیا جاننا چاہیئے کہ بعض مثالوں میں دیکھنا چاہیئے کہ وہ منسوب ہوتی ہیں طرف وکیل کے یا مؤکل کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہیں اس میں کہ وہ مستغنی ہیں مؤکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول میں سے ہیں اسی طرح نکاح اور خلع مؤکل کے ذکر سے مستغنی نہیں تو وہ قسم ثانی میں سے ہیں لیکن صلح تو خواہ مدعٰی علیہ کے اقرار کی حالت میں ہووے یا انکار کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں صورتوں اضافت میں یعنی دونوں قسمیں اُس کی یکساں ہیں مثلاً زید نے جب دعوی کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اس بات کا کہ صلح کرے زید سے بمقابلہ ایک سَو روپیہ کے اور زید نے اُن روپیوں پر صلح کی اور وکیل نے قبول کر لیا تو یہ صلح تمام ہو جاوے گی برابر ہے کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر اس واسطے کہ اگر عمرو مقر ہے تو یہ صلح مثل بیع کے ہے تو حقوق اُس کے راجع ہوں گے طرف وکیل کے جیسے بیع میں تو بدل صلح کا تسلیم کرنا وکیل پر لازم آوے گا آور اگر عمرو منکر ہے تو وہ عوض ہے قسم کا حق میں مدعا علیہ کے یعنی مدعا علیہ نے سَو روپیہ دے کر حلف سے اپنے تئیں چھڑایا تو وکیل سفیر محض ہے تو نہ راجع ہوں گے حقوق اس کی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسئلہ ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کیلئے درست نہیں البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اُس کے قبضے کے لئے تو درست ہے

ص باب خرید وفروخت کے لئے وکیل کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کہ کچھ دراہم دیکر طعام خرید لا تو اگر دراہم کثیر دیے ہیں ف مثلاً دسؔ درہم یا زیادہ ص تو مراد طعام سے گیہوں ہوں گے ف یہ مبنی ہے ہر ملک کے عرف پر تو عرب میں طعام کا عرف گیہوں پر ہوتا ہے تو وہی مراد ہوں گے ص آور اگر دراہم قلیل دیے ہیں ف جیسے تینؔ درہم یا کم ص تو مراد اُس سے روٹی ہوگی اور اگر دراہم بدرجۂ متوسط دیے ہیں یعنی نہ قلیل نہ کثیر ف جیسے تینؔ اور دسؔ کے بیچ میں چنانچہ چار یا پانچ وغیرہ ص تو آٹا مراد ہوگا ف وجہ ان مسائل کی یہ ہے کہ جب مؤکل نے دراہم کثیرہ دیے تو معلوم ہوا کہ غرض اُسکی ایسے طعام سے ہے جس کا رکھ چھوڑنا ایک مدّت طویلہ تک ہو سکے اور آٹا مدت طویلہ تک نہیں رہ سکتا اور روٹی مدت متوسط تک رہ نہیں سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اُسکی گیہوں ہیں آور جب قلیل دراہم دیے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہے جو بالفعل کھائی جاوے وہ روٹی ہے آور جب متوسط دراہم دیے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہے درمیان میں روٹی اور گیہوں کے باقی رہنے میں ص اور جو مؤکل نے دعوت ولیمہ کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال میں ف کیونکہ لوگ اُس کے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں منتظر کھانے کے اور یہ قرینہ ہے اِس بات کا کہ مراد اُسکی طعام سے ایسی چیز ہے جس سے سر دست کارروائی ہو سکے ص اور توکیل نہیں صحیح ہے اُس چیز کی خرید کے لئے جس کی جنس میں جہالت فاحشہ ہووے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اُسکی بیان کر دیوے ف جاننا چاہیئے کہ جو دو چیزیں ایسی ہیں کہ اُنکی حقیقت اور اُن سے غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس میں داخل ہیں جیسے بکرا بکری قربانی کے حق میں آور اگر اُنکی حقیقت اور غرض مختلف ہو جیسے انسان اور جانور یا فقط غرض مختلف ہو جیسے مرد اور عورت تو وہ چیزیں علٰحدہ علٰحدہ جنس سے ہیں آور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اُس کے نیچے اور اجناس ہوویں جیسے بردہ اسمیں غلام اور لونڈی دونوں داخل ہیں اور وہ دونوں الگ الگ جنس ہیں بنی آدم میں کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہیں مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کام کاج مقصود ہیں اور لونڈی سے وطی اور اندرونی کام مقصود ہیں بلکہ ہر ایک میں بھی اغراض پھر مختلف ہیں جیسے غلام ترکی میں حسن مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی میں خدمت

[illegible]

اسی طرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونوں مجہول ہیں بجہالت فاحشہ تو ان چیزوں کی خرید کرنے کے لئے وکیل کرنا درست نہیں ہے اگرچہ قیمت بیان کردی جاوے جب تک اسکی نوع بیان نہ کرے کذافی الاصل مع زیادۃ ص البتہ اگر جانور کی نوع بیان کردیوے جیسے گدھا یا گھر کی قیمت اور محلہ بیان کردیوے تو درست ہے ف اسی طرح اگر گھوڑا کہدیا یا خچر تو توکیل درست ہوجاوے گی تو اگر موکل نے ثمن بھی بیان کردی تو بہتر ہے ورنہ وکیل جس طرح کا گھوڑا یا گدھا خرید لاویگا موکل کو لینا پڑیگا ص اسی طرح اگر جانور کی جنس خاص معلوم ہووے اور اسکی صفت معلوم نہووے تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے گائے یا بکری کے اگرچہ اسکی صفت بیان نہ کی ہو دبلی ہووے یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اسکی نوع یعنی ترکی ہندی یا ثمن اس کا اس طرح پر کہ اس سے نوع معلوم ہوجاوے بیان کرے تو درست ہے مسئلہ زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلاں غلام معین تو مجھے خرید دے اس ہزار روپیہ کے بدلے میں جو میرے تیرے اوپر ہیں تو صحیح ہوجاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالہ کرنے کے تلف ہوگیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے یہ کہا عمرو سے کہ تو ایک غلام ترکی مثلاً مجھے خرید دے ف یعنی غلام کو معین نہ کیا ص اس ہزار کے بدلے میں جو میرے تیرے اوپر آتے ہیں اور عمرو نے ایک غلام ترکی خریدا اور قبل اس بات کے کہ زید کو وہ غلام حوالے کرے عمرو کے پاس ہلاک ہوگیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام زید نے قبضہ کرلیا عمرو سے تو زید کا ہوجاویگا ف یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کا اسمیں اختلاف ہے دلیل دونوں کی مذکور ہے اصل میں اور ہدایہ میں ص اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئیں خرید لے میرے لئے اپنے مولیٰ سے اور غلام نے مالک سے کہا بیچ تو مجھ کو میرے ہاتھ فلانے کے لئے اور مولیٰ نے بیچا تو وہ غلام اس شخص کا وکیل ہوجاویگا جس نے حکم کیا تھا ف اس واسطے کہ غلام غیر کا وکیل اپنی ذات کے خریدنے کیلئے ہوسکتا ہے ص اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو مجھ کو میرے ہاتھ اور فلانے کے لئے نہ کہا تو آزاد ہوجاویگا ف اور ثمن اس غلام پر لازم آویگا ص اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے میرے مولیٰ سے بدلے میں ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اس شخص کو دیدیے تو اگر وہ شخص مولیٰ سے یہ کہے گا کہ میں اس غلام کو اسی کے لئے خرید کرتا ہوں اور مولیٰ نے بیع کی تو آزاد ہوجاویگا وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ میں اس کو اسی کے لئے خریدتا ہوں تو وہ مشتری کا غلام ہوجاویگا اور ثمن کے روپے اس شخص پر لازم آویں گے اور جو ہزار غلام نے اس کو دیے تھے وہ مولیٰ کے ہونگے اسواسطے کہ وہ کمائی اس کے غلام کی ہے ف تو اسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اس کے اور ہزار روپئے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا ص اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لئے ایک غلام خرید دے بعد اس کے عمرو نے کہا کہ میں نے غلام تیرے لئے خریدا تھا وہ میرے پاس آکر مرگیا اور زید یہ کہتا ہے کہ وہ غلام تو نے اپنے لئے خریدا تھا تو اس صورت میں اگر زید عمرو کو دام دے چکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب موکل کے لئے ایک شے خریدی تو وہ اپنے موکل سے دام اس کے لے سکتا ہے گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دیا ہووے اور وکیل کو پہونچتا ہے کہ وہ شئے موکل کو نہ دیوے جب تک اس سے دام وصول نہ کرے اگرچہ اس نے دام بائع کو ابھی نہ دیے ہوں تو اگر وہ شے ہلاک ہوگئی وکیل کے پاس قبل اس کے روک رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو موکل کے مال میں سے ہلاک ہوگی ف یعنی موکل پر اس کا ثمن لازم آویگا ص اور ثمن اس کا ساقط نہ ہوگا اور اگر وکیل نے اس کو روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ شے ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہوجاویگا موکل کے ذمے سے اور ضمان اس کا وکیل پر لازم ہوگا ابو یوسفؒ کے نزدیک ضمان رہن کا اور امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک ضمان مبیع کا اور زفرؒ کے نزدیک ضمان غصب کا پس اگر ثمن اور قیمت برابر ہو تو کچھ اختلاف نہ ہوگا اور اگر ثمن دس درم تھے اور قیمت پندرہ تو زفرؒ کے نزدیک پندرہ کا ضامن ہوگا اور طرفینؒ کے نزدیک دس کا اور جو ثمن پندرہ ہوں اور قیمت دس تو زفرؒ کے نزدیک وکیل دس کا ضامن ہوگا اور پانچ موکل سے طلب کرے اور ایسا ہی ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اسواسطے کہ ضمان رہن کا اقل

قیمت اور روئین سے لازم ہوتا ہے اور طرفینؒ کے نزدیک پندرہ لازم ہوں گے وکیل کو یہ نہیں پہونچتا ہے کہ مؤکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لئے کہا ہو اُس کو اپنے لئے خریدے **ف** تو وہ شئے مؤکل ہی کی سمجھی جاویگی گو وہ عقد کو اپنی طرف منسوب کرے اِس طرح پر کہ تخصیص کردے اپنے نفس کی مثلاً کہدے گواہ رہو کہ اس چیز کو میں اپنے لئے خریدتا ہوں یا نیت کرے اپنے لئے کفایہ **ص** تو جب کسی نے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شئے معین کے تو اگر وکیل نے مؤکل کے حکم کے خلاف نہیں کیا تو وہ چیز مؤکل ہی کی ہو جاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہو جاویگی خلاف کرنیکی یہ صورتیں ہیں کہ مؤکل نے ثمن کو خاص کر دیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیوں کے یا اشرفیوں کے عوض میں خرید کرنا اور وکیل نے دوسری قسم کے عوض میں خریدا یا مؤکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم دنانیر کے اور کسی شئے کے بدلے میں خریدا تو یہ بھی مخالفت ہو گی اِس وجہ سے کہ مطلق ثمن سے عُرف میں مراد نقود یعنی دراہم دنانیر روپیہ اشرفی ہوتے ہیں یا سوا وکیل کے اور کسی شخص نے خریدا وکیل کے حکم سے اُس کی غیبت میں تو اگر اُسکی موجودگی میں خرید کریگا تو مخالفت نہ ہو گی کیونکہ رائے اُسکی خرید میں شامل ہو گئی اور مقصود مؤکل کا یہی تھا اور اگر وکیل کیا واسطے خریدنے ایک شئے غیر معین کے اور وکیل نے اُس کو خریدا تو وہ شئے وکیل ہی کی سمجھی جاویگی اِلا جب وکیل عقد کو مضاف کر دے اپنے مؤکل کے مال کی طرف مثلاً یوں کہدے کہ خریدا میں نے اس چیز کو بدلے میں اس ہزار روپیہ کے اور وہ روپے مملوک ہیں مؤکل کے یا عقد کو مضاف نہ کرے اُسکے مال کی طرف لیکن نیت کرے مؤکل کیلئے خریدنے کی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کہ ایک کُر گیہوں کا خریدے بطور عقد سلم کے **ف** خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ بیچنے میں بطریق سلم کے توکیل درست نہیں اور وجہ اسکی اصل کتاب میں مذکور ہے **ص** یا بیع صرف کرے تو اگر وکیل جُدا ہو جاویگا قبل قبضے کے تو وہ عقد باطل ہو جاویگا اور مؤکل کی جُدائی کا اعتبار نہیں اگر مشتری نے خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اُس نے بیچی بعد اس کے مشتری نے انکار کیا اِس بات کا کہ زید نے مجھے اس چیز کے خریدنے کا حکم کیا تھا تو یہ انکار اُس کا مسموع نہ ہو گا اور لیوے اُس چیز کو زید کیونکہ خریدتے وقت اقرار کر چکا ہے زید کیلئے خریدنے کا پس انکار میں اُسکی تصدیق نہ ہو گی تو اگر زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ میں نے اُسکو حکم نہیں کیا تھا خرید کا اس صورت میں زید پھر جبراً اُس چیز کو نہیں لے سکتا ہاں اگر مشتری خود دیدے زید کو تو بیع بالتعاطی ہو جاویگی زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا لادے عمرو نے قیمتی روپیہ سیر والا گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحبؒ کے نزدیک زید کو آٹھ آنے کا سیر بھر لینا ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کو کل گوشت لینا پڑیگا **ف** اور فتویٰ امامؒ کے قول پر ہے **ص** اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام معین میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کرے پس وکیل ایک غلام اُن دونوں میں سے اُس کے لئے خریدے تو صحیح ہے اور اگر اُن دونوں کو ہزار روپیہ میں خریدنے کو کہے اور دونوں کی قیمت برابر ہووے پھر ایک کو وکیل پانچسو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانچسو سے زیادہ کو خریدے تو نہیں صحیح ہے جانب مؤکل سے بلکہ یہ مول لینا ذمے وکیل کے ہو گا ہاں اگر مؤکل کے جھگڑنے کے پہلے دوسرے غلام کو باقی ثمن سے خریدے تو صحیح ہے کیونکہ مقصود دونوں غلاموں کا ہزار روپیہ میں آنا تھا اور وہ حاصل ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر پانچسو سے اُتنے دام زیادہ دیے ہیں جتنے کی کمی بیشی معاملوں میں ہوا کرتی ہے اور باقی اتنے روپے ہیں کہ اُن سے دوسرا غلام خرید کر سکتا ہے تو مؤکل کی طرف سے یہ اشترا صحیح ہو گا اور اگر مؤکل نے وکیل کو ہزار روپے دیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خریدے اُس نے جب خریدی تو کہا کہ میں نے ہزار روپیہ کو خریدی اور مؤکل کہتا ہے کہ تو نے پانچسو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہو گا اگر اُس لونڈی کی قیمت بازار میں ہزار کی ہو گی اور اگر ہزار کی نہ ہو گی تو قول مؤکل کا معتبر ہو گا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو اسی صورت میں مؤکل نے ہزار روپے وکیل کو دیے نہیں تھے تو اگر اُس لونڈی کی قیمت بازاری پانچسو یا زیادہ ہیں لیکن ہزار سے کم ہے تو مؤکل کا قول معتبر ہو گا اور اگر ہزار کی ہے تو دونوں حلف کرینگے اِس لئے کہ وکیل اور مؤکل مثل بائع اور مشتری کے ہیں جب دونوں نے حلف کر لیا تو بیع فسخ کر کے لونڈی وکیل ہی کو لینا پڑیگی اور ان سب صورتوں میں قول جس کا معتبر ہو گا تو بلا قسم کے معتبر ہو گا **ف** یعنی اور جہاں جہاں لکھا ہے کہ قول اُس کا معتبر ہو گا مراد اُس سے یہ ہے کہ بلا حلف معتبر ہو گا درمختار میں

لہ اور وکیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ۱۲

ہے کہ ایسا ہی کہا ابن الکمالؒ اور ملا خسروؒ نے درر میں تبعاً لصدر الشریعۃ یعنی مصنفؒ شرح وقایہ کی اتباع سے لیکن جزم کیا دانی نے کہ یہ تحریف ہے اور مخالف
ہے عقل و نقل کے اور صواب یہی ہے کہ حلف سے معتبر ہوگا شامی ص اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خرید نے کا یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کر
اور ثمن اُس کا بیان نہ کیا تب عمرو نے اُسکو خریدا اور کہا کہ میں نے اُسکو ہزار روپیہ میں خریدا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں تو نے پانچسو کو خریدا ہے تو دونوں
سے حلف لیا جاویگا اگرچہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے پھر اگر دونوں حلف کرلیں گے تو غلام وکیل ہی پر پڑیگا اور بعضے فقہاءؒ یہ کہتے ہیں کہ اگر بائع
نے تصدیق کی وکیل کی تو اُس صورت میں دونوں سے حلف نہ لیا جاویگا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہوجاویگا لیکن ظاہر تو یہ ہے کہ دونوں سے
حلف لیا جاوے گا اور یہی قول ہے امام ابی منصور ماتریدیؒ کا ف طحطاوی میں ہے کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہے قاضی خاں نے تبعاً للفقیہ ابی جعفرؒ
یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے تو تصحیح میں اختلاف ہے انتہی اس صورت میں قاضی کو مناسب ہے کہ متون کی روایت یعنی تحالف پر عمل کرے
اور اگر اکتفا کریگا قسم پر وکیل کی تو بھی درست ہے واللہ اعلم

فصل بیان میں اُن لوگوں کے جن سے وکیل خرید و فروخت کا معاملہ نکرے

ص نہیں صحیح ہے وکیل کو بیع و شرا کرنا ایسے شخص سے کہ جس کے واسطے گواہی اُسکی مقبول نہیں ہوتی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک
درست ہے اگر قیمت بازاری سے بیع و شرا کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہیں اور صحیح ہے وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے اور بدلے میں
اسباب کے اور اُدھار اور کل اسباب میں سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل میں صاحبینؒ کا اختلاف ہے اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی
چیز عوض میں ثمن کے گرو کرلی یا اُس سے ضمانت لے لی تو جائز ہے اور جو بعد اُس کے وہ شئے مرہون تلف ہوگئی وکیل کے پاس یا ضامن سے مال
وصول نہ ہوا اس طرح پر کہ ضامن مفلس ہو کر مر گیا اور مکفول عنہ بھی مفلس مر گیا یا غائب ہوگیا اور اُس کا پتہ معلوم نہیں اور یا معاملہ ایسے قاضی کے پاس
گیا جو قائل ہے اس بات کا کہ اصیل بری ہوجاتا ہے کفالتِ کفیل سے اور کفیل مفلس ہو کر مر گیا جیسا کہ یہی مذہب مالکؒ کا ہے پس ان سب صورتوں
میں ضمان وکیل پر نہ ہوگا مسئلہ وکیل بالشراء مطلق کو لازم ہے کہ برابر قیمت اور مالیت پر چیز مول لیوے خواہ اُتنے دام بڑھکر جو نرخ کرنیوالوں کی قیمت میں
آجاتے ہیں ف یعنی کئی نرخ کرنیوالوں سے جو اُسکی قیمت پوچھی جائے تو وکیل کا ثمن اُن میں سے کسی کے قول کے برابر ہوجاوے یہ نہ ہو کہ سب کے
اقوال سے زیادہ رہے ص اگر ایک چیز کے خریدنے کا وکیل کیا اور اُس نے وہ چیز آدھی خریدی تو یہ خرید موقوف رہیگی باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی
خرید لیا تو مؤکل پر پڑیگی ورنہ نہیں اگر وکیل نے ایک شئے کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شئے وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہے کہ تاریخ
بیع سے ادھر پیدا نہیں ہوسکتا بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہے جیسے ایک اُنگلی زائد نکلی تو وکیل اُسکو اپنے مؤکل پر رد کردے برابر ہے کہ رد مشتری کو وکیل پر
گواہوں سے ہوا ہو یا اقرار یا نکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہے کہ مثل اُس کے اُس مدت میں پیدا ہوسکتا ہے تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہوں سے
یا نکول سے ثابت کر کے رد کیا ہے تو وہ مؤکل پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہے تو وکیل مؤکل پر نہ پھیر سکے گا اگر وکیل نے اُدھار بیچا
اور مؤکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول مؤکل کا مقبول ہوگا ف قسم سے ص اور اگر مضارب اور رب المال میں یہ اختلاف ہوا
تو قول مضارب کا مقبول ہوگا ف قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ ص اگر کوئی دو شخصوں کو وکیل کرے تو ضرور ہے کہ اُس تصرف
کو جسمیں وکیل ہوئے ہیں دونوں مل کر ایک ساتھ کریں شؔ مگر جو وکیل بالخصومۃ ف یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑانے کے وکیل ص ہوں یا امانت
کے پھیر دینے میں یا قرض ادا کرنے میں یا بغیر عوض طلاق دینے میں اور آزاد کرنے میں وکیل ہوں تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کرسکتا ہے اگر
غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع کرے یا اس کے مال سے شرا کرے تو صحیح نہیں تو حاصل
یہ ہے کہ غلام اور مکاتب کو ولایت نہیں اپنے صغیر فرزند کے مال میں اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال میں جو صغیر سن ہو ولایت نہیں واللہ اعلم

ف وکیل کسی کو وکیل نہیں کرسکتا اُس امر میں جس میں وکیل ہوا ہے اِلّا اُس صورت میں کہ مؤکل نے اُس کو اذن دیا ہووے یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی رائے کے موافق عمل کرنا ہدایہ

ص باب وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کے بیان میں

وکیل بالخصومۃ کو یہ پہونچتا ہے کہ مدّعیٰ علیہ سے مال وصول کر کے اُس پر قبضہ کرلیوے نزدیک تینوں اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظمؒ اور محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے برخلاف زفرؒ کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کیلئے ہے پہونچتا ہے کہ مال لے لیوے ظاہر الروایۃ میں اور اب فتویٰ اس زمانے میں اس پر ہے کہ یہ دونوں وکیل قبض مال کے مالک نہیں ہیں بسبب خائن ہوجانے وکیلوں کے اور جو وکیل قرض کے وصول کرنیکا ہے اُس کو خصومت کا اختیار ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ف اور فتویٰ امامؒ کے قول پر ہے البتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت صلح کا مختار نہیں ص نہ اُس وکیل کو جو ایک شئے معین کے لینے کیلئے وکیل ہے ف یعنی اُسکو بالاتفاق اختیار خصومت نہیں ہے ص تو اگر کسی نے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اُس کو زید سے تو زید نے یہ جواب دیا کہ مؤکل تیرا اِس غلام کو بیچ چکا ہے میرے ہاتھ تو یہ مقدمہ ملتوی رہیگا جب تک کہ مؤکل حاضر نہ ہووے ف اور جب تک وہ غلام زید کے پاس رہیگا ص اور ان گواہونکی گواہی سے بیع ثابت نہ ہوگی تو جب مؤکل حاضر ہوویگا اُس کے سامنے پھر گواہوں سے دوبارہ گواہی لیجاویگی بیع کی اسی طرح یہ مسائل ہیں کہ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ میں زید کا وکیل ہوں واسطے لیجانے اُسکی زوجہ کے یا اُس کے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیے زید کے طلاق پر اور غلام نے اُس کے آزاد کردینے پر تو اِن گواہونکی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا نہ دیا جاویگا مقدمہ ملتوی رکھا جاویگا یہاں تک کہ زید حاضر ہووے تو جب زید آویگا گواہی دوبارہ لیجاویگی مسئلہ اگر وکیل بالخصومۃ اپنے مؤکل کی طرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار مؤکل پر نافذ ہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار حجت نہ ہوگا امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اقرار نزد غیر قاضی ہوا اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کسی طرح جائز نہیں اگر مکفول لہٗ وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے مکفول عنہ سے تو یہ وکالت جائز نہوگی اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ میں وکیل ہوں زید کا جو غائب ہے اُس کا قرض وصول کرنے کیلئے اور زید کے قرضدار نے اُسکی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اُس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اُس نے اُس شخص کی جس نے اپنے تئیں وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہے پھیر لے گا اور اگر باقی نہ ہو تو کچھ نہ پاویگا اِلّا اُس صورت میں جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہوگیا ہو اِس بات کا کہ اگر زید آنکر میری وکالت کا انکار کریگا تو میں ضامن ہوں اِس مال کا یا قرضدار نے مال اُسکو صرف اُس کے کہنے سے دے دیا ہووے اور اُسکی وکالت کی تصدیق نہ کی ہووے اور اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ میں زید کی طرف سے اُسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہوں اور مودع یعنی جس کے پاس ودیعت ہے اُس نے اُس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مودع کو امانت حوالہ کردینے کا حکم نہ ہوگا اور اگر کوئی یوں کہے کہ مالک امانت مرگیا اور اُس کا وارث میں ہوں اور وہ امانت میرے لئے میراث چھوڑ کر مرگیا اور تصدیق کرے اُسکی وہ شخص جس کے پاس امانت ہے تو اُس کو حکم ہوگا کہ وہ امانت اُس شخص کے سپرد کرے اور اگر کسی نے کہا مودع سے کہ میں نے امانت کو خرید لیا ہے مالک امانت سے اور مودع نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو حکم دینے کا نہ ہوگا زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دَین وصول کرنے کے لئے بکر سے جب عمرو نے دَین زید کا طلب کیا بکر سے تو بکر نے اُسکے جواب میں یہ کہا کہ زید یہ دَین وصول پاچکا ہے اور گواہ نہیں ہیں مدیون پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دَین عمرو کو ادا کرے تو جب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دَین وصول پاچکنے کا تو اُس سے بکر قسم لے لیوے اور وکیل کو قسم نہ دلائی جاویگی[1] اس بات پر کہ میں نہیں جانتا کہ مؤکل میرا اس دَین کو وصول پاچکا ہے[2] اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اُس عیب کی بابت جو مبیع میں نکلا ہے اور مبیع واپس کروے بعد اُس کے مشتری غائب ہوگیا، اب

[1] فرایا صدر الشریعۃ نے کہ صورت مذکورہ میں اگر مدیون نے دعویٰ کیا کہ وکیل جانتا ہے کہ زید اپنا دَین وصول کرچکا ہے اور انکار کیا وکیل نے اپنے علم کا پس لائق ہے کہ اب اُس سے قسم لی جاوے اس لئے کہ اس صورت میں اگر وہ اپنے علم کا اقرار کرے تو اُس کا حق طلب دَین جاتا رہے گا پس جب اُس نے انکار کیا تو ضرور ہے کہ اُس سے حلف لیا جاوے کذا فی الاصل ۱۲ [2] اس لئے کہ وہ غائب ہے ۱۲

وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدتے وقت اس عیب پر رضامند ہو گیا تھا تو وکیل مبیع کو نہیں پھیر سکتا یہانتک کہ مشتری قسم کھائے کہ میں راضی نہیں ہوا تھا اس عیب پر اور صاحبینؒ کے نزدیک وکیل مبیع کو پھیر سکتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ صحیح تر نزدیک ابویوسفؒ کے یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں یعنی مسئلہ دَین جو پہلے گزرا اور اس مسئلہ میں تاخیر چاہیئے یہانتک کہ حلف کر لیوے دائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دس روپیہ دیے کہ اسکو میرے اہل وعیال پر صرف کرنا اور عمرو نے دس روپیہ اپنے پاس سے لیکر اُن پر خرچ کیے تو وہ دس روپیہ جو زید نے دیے تھے عمرو کے ہو جاویں گے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ استحسان ہے اور قیاس اسکو چاہتا ہے کہ عمرو نے جو روپئے اپنے پاس سے صرف کیے ہیں وہ تبرعا ہو جاویں وجہ استحسان کی یہ ہے کہ وکیل خرچ کرنے کیلئے مثل وکیل بالشراء کے ہے اور وکیل بالشراء باوجود اس کے کہ ثمن اپنے پاس سے دیوے مؤکل سے لے سکتا ہے اسی طرح یہاں بھی حکم ہوگا واللہ اعلم

ص باب وکیل کے معزول کرنے کے بیان میں

مؤکل کو پہونچتا ہے کہ جب چاہے وکیل کو معزول کر دیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہے کہ وکیل کو اُس کا علم ہو جاوے **ف** تو جب تک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل نہ ہووے یعنی اُسکو ایک شخص عادل یا دو مستور الحال خبر عزل کی نہ سُنا دیں تو جتنے تصرفات قبل اسکے کریگا مؤکل پر لازم ہونگے ہدایہ **ص** اور باطل ہو جاتی ہے وکالت وکیل یا مؤکل کے مر جانے سے یا جنون مطبق اور وہ سال بھر مجنون رہنا ہے **ف** اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا مؤکل کو تو وکالت اسکی باطل ہو جاویگی اور ایک روایت میں ایک دن رات اُن سے منقول ہے اور وہ جو متن میں ذکر کیا قول محمدؒ کا ہے اور اسی میں احتیاط ہے کذا فی الاصل لیکن در مختار میں ہے کہ فتویٰ ایک مہینے کی مقدار پر ہے اور اسی کو صحیح کہا قہستانی اور باقلانی نے **ص** یا مرتد ہو کر دار الحرب میں چلے جانے سے اور اگر مؤکل مکاتب تھا اور وہ ادائے زر کتابت سے عاجز ہو گیا یا دو شریکوں نے مل کر ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونوں شریک جُدا ہو گئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اُسکو منع کر دیا تصرفات سے تو ان سب صورتوں میں بھی وکالت وکیل کی باطل ہو جاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالونکی خبر نہ ہو اگر مؤکل نے جس کام کیلئے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کر لیا تب بھی وکالت باطل ہو گی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنے کیلئے پھر مؤکل نے اُسکو آزاد کر دیا یا وکیل کیا اُس کو ایک عورت معین سے نکاح کر دینے کا پھر مؤکل نے خود اُس سے نکاح کر لیا اور جُدا بھی کر دیا (یعنی طلاق بائن بھی دیا ۱۲) اُسکو تو بھی وکیل کو یہ نہیں پہونچتا کہ پھر اُس کا نکاح مؤکل سے کر دیوے **ف** اسواسطے کہ حاجت مؤکل کی پوری ہو چکی البتہ اگر وکیل نے اُس سے نکاح کر لیا اور نکاح کر کے اُسے جدا بھی کر دیا (یعنی طلاق دیدیا ۱۲) تو اب اُسکو پہونچتا ہے کہ مؤکل سے نکاح اسکا کر دیوے ہدایہ

ص کتاب الدعویٰ

دعویٰ کہتے ہیں خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لئے غیر پر **ف** اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہیں بلکہ تعریف جامع مانع وہ ہے جو صاحب در مختار نے بیان کی کہ دعویٰ ایک قول مقبول ہے نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہے اُس سے طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اس میں دعویٰ دفع تعرض داخل ہو گیا صورت اس کی یوں ہے کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض بیجا کرتا ہے مجھ سے ناحق اور میں چاہتا ہوں کہ وہ دفع کرے تعرض کو تو قاضی اس دعویٰ کو سُن سکتا ہے اور منع کریگا قاضی مدعیٰ علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جبتک مدعیٰ علیہ کے پاس کوئی حجت نہ ہو گی باز رہیگا تعرض سے پھر جب پاویگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعویٰ قطع نزاع کے کہ وہ مسموع نہیں صورت اُسکی یوں ہے کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اس بات کا کہ اگر کوئی دعویٰ رکھتا ہے میرے اُوپر تو کرے اُسکو ورنہ روبرو گواہوں کے بری کر دے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نہ کریگا واسطے دعویٰ کرنیکے کیونکہ دعویٰ حق اُس کا ہے طحطاوی **ص** مدعی وہ ہے کہ اگر خصومت کو ترک

کر دے تو اُس پر جبر نہ کریں اور مدّعیٰ علیہ وہ ہے کہ جو جبر کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعویٰ کے مدّعی کی تفسیر یوں چاہیئے کہ مدّعی وہ ہے جو خبر
دیتا ہے اپنے حق کی غیر پر تو یہ تفسیر دوسری تفسیر ہے ذکر کیا ہے اس کو بعض مشائخ نے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدّعی وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اُس
امر کے جو غیر ظاہر ہے کہ وہ ایک امر حادث ہے ف یعنی وہ دعویٰ کرتا ہے مِلک کی ایک شئے کا حالانکہ وہ شئے اُس کے قبضے میں نہیں ہے بلکہ قبضے میں
مدّعیٰ علیہ کے ہے اور یہ امر خلاف ظاہر ہے کہ شئے مالک کے قبضے میں نہ ہووے ص اور مدّعیٰ علیہ وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ ظاہر
ہے یعنی عدم اصلی کا ف یعنی ظاہر یہی ہے کہ شئے اُسی کی ہے جس کے قبضے میں ہے اور مدّعیٰ علیہ یہی کہتا ہے ص لیکن اعتبار شناخت مدّعی اور مدّعیٰ علیہ
میں معنی کا ہے نہ ظاہر کا یہانتک کہ اگر مودع نے دعویٰ کیا ردّ ودیعت کا طرف مودِع کے تو وہ ظاہر میں مدّعی ہے لیکن حقیقت میں مدّعیٰ علیہ ہے کیونکہ
انکار کرتا ہے ضمان کا ف یعنی غرض مودع کی جس کے پاس امانت تھی ردّ ودیعت کے دعویٰ سے یہ ہے کہ اُس پر تاوان مال امانت کا لازم نہ آوے تو ظاہر
میں اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ردّ ودیعت کا مدّعی مودَع ہے اور مودِع مدّعیٰ علیہ ہے لیکن یہاں چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہے اور حقیقت میں منکر ضمان کا مودَع ہے تو
اُسی کو مدّعیٰ علیہ قرار دیا گیا اسواسطے کہ منکر کو مدّعیٰ علیہ بالفتح کہتے ہیں تو قول اُسی کا قسم سے معتبر ہوگا ہدایہ ص اور دعویٰ کی صحت کیلئے شروط ہیں ف رُکن دعویٰ
یہ ہے کہ نسبت کرنا حق کیطرف اپنے اگر اصالۃً دعویٰ ہووے یا اپنے مؤکل کیطرف اگر وکالۃً ہو اور اہل دعویٰ وہ شخص ہو جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے
ورنہ جائز نہ ہوگا اور شروط دعویٰ یہ ہیں کہ مجلس قضا ہو اور مدّعیٰ علیہ حاضر ہووے اسواسطے کہ قضا علی الغائب نہیں ہوسکتی اور آیا مدّعیٰ علیہ کو حاضر کرنا اُسی وقت
چاہیئے جب مدّعی دعویٰ کرے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ اگر مدّعیٰ علیہ شہر میں ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا میں آکر پھر راتکو اپنے مکان میں
رہ سکتا ہے تو بمجرد دعویٰ طلب کرے مدّعیٰ علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جبتک مدّعی سے وجہ ثبوت نہ لیجاوے مدّعیٰ علیہ کو طلب نکرے اور بعضوں نے
کہا ہے کہ حلف لیا جاوے مدّعی سے اپنے دعویٰ کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرے تو طلب کرے مدّعیٰ علیہ کو ورنہ اُسکو اپنی مجلس سے نکالدے طحطاوی کما
شعبیؒ نے اور ہمارے زمانے میں قاضیوں کا یہ حال ہے کہ جب اُنکے پاس کوئی شخص آنکر دعویٰ کرتا ہے تو وہ طلب کر لیتے ہیں مدّعیٰ علیہ کو بغیر اس بات کے کہ
استفسار کریں مدّعی سے کیفیت اُس کے دعویٰ کی اور تمیز کر لیویں صحت دعویٰ کو اُس کے فساد سے اور یہ غفلت ہے اُن قاضیوں کی یا جہل ہے ان مسائل سے
انتہیٰ ص ایک یہ کہ جس چیز کا دعویٰ ہو اُسکی جنس اور قدر بیان کرے ف جنس یعنی اُسکی قسم کہ شئے مدّعی دراہم ہیں یا دنانیر یا گیہوں ہیں یا چاول اور
قدر مقدار اُسکی کہ سو درہم ہیں یا سو دینار یا سو من گیہوں یا چاول ہیں اور اُس کا بیان صفت بھی ضرور ہے کہ وہ دراہم کیسے ہیں جید یا ردی کما طحطاویؒ
نے جسوقت اُس شہر میں کئی طرح کے دراہم یا دنانیر چلتے ہوں تو بیانِ وصف یعنی فلاں قسم کے دراہم کا میں دعویٰ کرتا ہوں ضرور ہے اور اگر شہر میں ایک
ہی طرح کے دراہم چلتے ہوں تو بیان جنس وقدر کافی ہے بیان وصف کی کچھ حاجت نہیں ص اور یہ شرط دعویٰ دَین میں ہے اور جو دعویٰ کسی شئے معین
کا ہووے تو اگر وہ شئے حاضر ہو اُسکی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری مِلک ہے اور اگر غائب ہووے تو اُس کا وصف بیان کرنا اور اُسکی قیمت ذکر کرنا ضرور
ہے دوسرے یہ کہ اگر دعویٰ شئے معین کا ہووے تو مدّعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہے کہ وہ شئے مدّعیٰ علیہ کے قبضے میں ہے اور جو وہ شئے منقول ہے تو لفظ ناحق بھی
کہے ف ناحق کی قید اسواسطے لگائی کہ کبھی شئے ہوتی ہے غیر مالک کے پاس بسبب حق کے جیسے شئے مرہون مرتہن پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ نہ دینے ثمن
کے کذا فی الاصل ص اور دعویٰ عقار میں ف عقار بالفتح شئے غیر منقول کو کہتے ہیں اصطلاح فقہا میں جیسے باغ زمین مکان وغیرہ ص قابض ہونا مدّعیٰ
علیہ کا ثابت نہ ہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے ف یعنی اگر مدّعی اور مدّعیٰ علیہ باہم متفق ہو جاویں اس بات پر کہ اُس مکان یا زمین کا قابض مدّعیٰ
علیہ ہے تو قبضہ اُس کا ثابت نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ مدّعی اور مدّعیٰ علیہ دونوں نے حیلہ کیا ہو پرایا مال لینے کا اِس طرح پر کہ وہ تصدیق کریں قبضہ مدّعیٰ علیہ
کی حالانکہ وہ شئے شخص ثالث کے قبضے میں ہے تو قاضی حکم کر دے مِلک مدّعی کا برخلاف شئے منقول کے کہ اُسمیں قبضے کا مشاہدہ اور معاینہ ہو جاتا ہے تو صرف
تصادق متخاصمین کافی ہے ثبوت قبضہ مدّعیٰ علیہ کیلئے کذا فی الاصل باختصار دُرّ مختار میں ہے کہ دعویٰ غصب عقار اور دعویٰ شراے عقار میں کچھ حاجت
قائم کرنے شہود کی نہیں اس بات پر کہ وہ عقار قبضے میں مدّعیٰ علیہ کے ہے کیونکہ دعویٰ غصب اور شرار جیسے صحیح ہے قابض پر ویسے ہی غیر قابض پر برخلاف

ف۱ دُرّ مختار میں ہے کہ دعویٰ دَین میں پانچ چیزوں کا بیان مدّعی کو ضرور ہے ایک جنس جیسے گیہوں دوسری نوع جیسے سُرخ گیہوں یا سفید تیسری صفت جیسے جید یا ردی چوتھی مقدار جیسے دو من یا چار من پانچویں سبب وجوب جیسے بابت قرضہ کے یا غصب کے یا ثمن مبیع کے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

ف۲ یعنی وجود مدّعیٰ علیہ چاہیئے اگرچہ مجلس قضا میں نہ ہو ۱۲

عدم طلب مدّعیٰ علیہ تا صحت دعویٰ

ف۳ واسطے موضع تہمت کے ۱۲

ف۵ بخلاف غیر منقول کے ۱۲

دعویٰ ملک مطلق کے ص تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی یہ کہے کہ میں اُسکو طلب کرتا ہوں مدعیٰ علیہ سے تو اگر وہ شئے مدعیٰ مدعیٰ علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اُسکو حکم ہوگا حاضر کرنیکا اُس شئے کو مجلس قضا میں تا مدعی اپنے دعویٰ میں اُسکی طرف اشارہ کرے یہی حال ہے گواہونکی گواہی دینے اور مدعیٰ علیہ کے قسم دلانے میں یعنی چیز کو حاضر کرنا چاہیئے تاکہ دو گواہ اپنی گواہی میں اور مدعیٰ علیہ اپنی قسم میں اُسکی طرف اشارہ کریں آور اگر چیز کا حاضر کرنا مجلس قضا میں متعذر ہووے ف بسبب اُس کے ہلاک ہوجانے یا غائب ہوجانے کے ص تو مدعی اُسکی قیمت ذکر کردیوے ف آور اگر باوجود باقی ہونے اُس کے کے حاضر کرنا اُس کا مجلس قضا میں متعذر ہووے جیسے چکی یا بورہ غلہ کا یا گلہ بکریوں کا تو قاضی اپنا امین مدعی کے ساتھ کردیوے کہ اُس کے ساتھ جاکر مدعی اُس شئے کیطرف اشارہ کردیوے آور جس صورت میں وہ شئے ہلاک ہوگئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہے تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اُس کے سن اور ذکورت اور انوثت کا ضرور نہیں اگر وہ جانور ہلاک ہوگیا ہو مدعیٰ علیہ پاس آور دعویٰ غصب اموال میں اور اسی طرح دعویٰ شئے مرہون میں بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہیں کیونکہ اکثر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہیں جانتا بلکہ قول غاصب اور مرتہن کا اُسکی قیمت میں حلف سے معتبر ہوگا البتہ دعویٰ سرقہ میں اگرچہ وہ شئے حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہے تا نصاب کی کیفیت معلوم ہووے **فائدہ** دعویٰ شئے مجہول القیمۃ پر حلف نہیں لیا جاتا مگر چھ جگہ دعویٰ شئے مغصوب دعویٰ شئے مرہون دعویٰ شئے امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقف کو متہم بخیانت کرے دعویٰ شئے مسروقہ اشباہ **مسئلہ** اگر مدعی نے بہت سی چیزوں کا جنکی جنس اور نوع مختلف ہے دعویٰ کیا تو کُل کی قیمت ذکر کردینا کافی ہے اگرچہ ہر ہر چیز کی قیمت علٰحدہ علٰحدہ بیان نہ کرے اور گواہ بھی اُسکے مقبول ہونگے قیمت پر اور حلف دیا جاویگا اُسکے مدعیٰ علیہ کو کُل مال پر ایک ہی بار اگر انکار کریگا اور اگر اقرار کریگا یا نکول کریگا تو اُسکے بیان پر جبر کیا جاویگا شامی وطحطاوی ص عقار کے دعویٰ میں یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اُس کے حدود بیان کرے یعنی چاروں حدیں یا تین حدیں آور اُن حدوں کے مالکوں کا نام اور اُنکے باپ اور دادا کا نام بھی بیان کرے ف حدود کا بیان کرنا شرط ہے دعویٰ عقار میں نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اگرچہ وہ عقار مشہور ہووے آور صاحبینؒ کے نزدیک اگر مشہور ہووے تو حدود کا ذکر شرط نہیں پھر بیان کردینا تین حدود کا کافی ہے نزدیک ہمارے کیونکہ جب تین حدیں ظاہر ہوگئیں تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہے آور زفرؒ کے نزدیک چاروں حدوں کا بیان ضرور ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلٰثہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے آور اصحاب ومالکین حدود کی نسبت دادا تک شرط ہے امام اعظمؒ کے قول میں لیکن اگر مالک حدود شخص مشہور ہے تو فقط اسی کا نام ذکر کردینا کافی ہے آور گھر کے دعویٰ میں یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اُس شہر کا نام اور اُس محلے کا نام اور اُس گلی کا نام جہاں پر وہ گھر ہے بیان کرے یہ سب شرائط دعویٰ عین کے ہیں لیکن دعویٰ دَین میں تو ذکر جنس وقدر کا ضرور ہے اور ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز وزنی ہووے جیسے سونا چاندی تو اُسکی صفت بھی کہ کھری ہے یا کھوٹی بیان کرنا ضرور ہے اور اُسکی نوع کا بھی ذکر ضرور ہے کہ مثلاً سکہ بخارا کا ہے یا نیشاپور کا کذا فی الاصل مع زیادۃ ص جب دعویٰ مدعی کا صحیح ہوجاوے ف یعنی ہر قسم کے دعویٰ میں جو اُسکے شرائط ہیں سب پائے جائیں تو اگر مدعی درخواست کرے ص تو قاضی مدعیٰ علیہ سے سوال کرے اُس دعویٰ سے ف یعنی یوں کہے کہ فلاں شخص نے تیرے اوپر یہ دعویٰ کیا ہے تو تو کیا جواب دیتا ہے آور اگر دعویٰ کی صحت نہ ہووے تو طلب مدعیٰ علیہ کی اور سوال کرنا اُس سے کچھ ضرور نہیں بلکہ دعویٰ کو خارج کردیوے درمختار ص تو اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرے دعویٰ مدعی کا یا انکار کرے تو مدعی سے بینہ طلب کرے اگر مدعی وجہ ثبوت پیش کردیوے تو قاضی حکم کردیوے مدعیٰ علیہ پر ف بغیر طلب مدعی کے آور اگر مدعیٰ علیہ یہ کہے کہ میں مدعی کے دعویٰ کو دفع کرسکتا ہوں تو قاضی اُسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری ہوتی ہے اور جو روز ہوتی ہے تو ایک دن کی دینا چاہیئے اور اگر تین دن کی دیگا تب بھی جائز ہے پھر اگر اُس مدت میں مدعیٰ علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اُس پر حکم کردیوے درمختار وشرحہ للطحطاوی ص اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہوں وجہ ثبوت کے تو درصورت درخواست مدعی قاضی مدعیٰ علیہ سے قسم لیوے ف اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ ومسلمؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر لوگ دیے جاتے صرف اپنے دعویٰ سے البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خونوں کا اور مالوں کا دعویٰ کرتے لیکن قسم

ہے مدعیٰ علیہ پرآور روایت کیا بیہقیؒ نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اُسمیں یہ لفظ ہے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی گواہ مدعی پر
ہیں اور قسم منکر پرآور روایت کی بخاریؒ ومسلمؒ نے وائل بن حجرؓ سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس تو
حضرمی نے یہ دعوی کیا کہ یارسول اللہؐ اُس نے میری زمین لے لی ہے تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہے مدعی کا اسمیں کچھ حق نہیں تو فرمایا حضرتؐ
نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہیں کہا اُس نے کہ نہیں فرمایا آپؐ نے پس تیرے لئے قسم اُسکی ہے کہا اُس نے یارسول اللہؐ کندی مرد فاسق ہی
وہ پرواہ نہیں رکھتا قسم کی فرمایا آپؐ نے نہیں ہے تیرے لئے کچھ سوا قسم کے تو چلا کندی قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر
حلف کرلیگا مدعی کے مال پر تاکہ کھاوے اُسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ اُس سے منھ پھیر لیگا آور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثوں میں
مروی ہیں بلکہ بعضوں نے اسکو متواتر کہا ہے آروایت کی مسلمؒ نے ابی اُمامہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے کاٹا حق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے
تو بیشک واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کیلئے جہنم کو اور حرام کیا اُوپر اُسکے جنت کو تو کہا آپؐ سے ایک شخص نے یارسول اللہؐ اگرچہ وہ تھوڑی چیز ہو فرمایا آپؐ نے
اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی **فائدہ** اگر مدعیٰ علیہ نے کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو اُس سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ قید کیا جاویگا تاکہ اقرار کرے یا انکار کرے
اسی طرح اگر چُپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اُسکی زبان میں دُرمختار مسئلہ اجماع کیا ہے فقہاءؒ نے بلاطلب قسم دلانے پر اُس شخص کو جو میت پر دعویٰ
دَین کرے صورت اُسکے قسم دلانیکی یہ ہے کہ قاضی اُسکو یوں قسم دیوے کہ قسم اللہ کی میں نے اپنا حق مدیون میت سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اُسکی طرف
سے مجھ کو ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی اور نے اُس پر قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ میں نے اُسکو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے اُسکا کسی پر حوالہ
قبول کیا اور نہ میرے پاس اُسکی کوئی چیز رہن ہے کذافی الحلبی عن البحر **ص** تو اگر مدعیٰ علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانیسے انکار کیا مثلاً کہا میں قسم نہیں
کھاؤنگا یا چُپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے **ف** یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اُس کا نکول نہ ہوگا **ص** اور قاضی نے فیصلہ کردیا اُسکے نکول پر تو صحیح
ہے اور احتیاط اسمیں ہے کہ قسم کیواسطے تین بار مدعیٰ علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار میں بھی مدعیٰ علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اُسکے نکول پر حکم کردیوے
ف نکول کہتے ہیں قسم سے انکار کرنے کو قاضی اُسکے نکول پر حکم کردیوے کیا معنی مدعی کا مقدمہ جتادیوے اور مال مدعی مدعیٰ علیہ پر لازم کردیوے **ص**
اور مدعی سے قسم نہ لیوے آور شافعیؒ کے نزدیک صرف نکول سے مدعیٰ علیہ کے اُوپر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعویٰ میں
سچا ہے جب مدعی حلف کرلیگا تو حکم کردیا جاویگا مال کا مدعیٰ علیہ پرآور ہمارے نزدیک یہ بدعت ہے اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہؓ نے اور یہ مخالف
ہے حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہے احمدؒ اور مالکؒ کا آور یہی کہتے ہیں ائمہ ثلثہؒ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہووے تو مدعی سے قسم لیکر حکم کردیں گے
مال کا مدعیٰ علیہ پر اور قسم اُسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی آور امام اعظمؒ نے دونوں مسئلوں میں خلاف کیا ائمہ ثلثہؒ کا یعنی اُنکے نزدیک مدعی سے کسی
حال میں قسم نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہے مدعیٰ علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور بلکہ متواتر جو اُوپر گزری کہ فرمایا حضرتؐ نے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ
عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی جنس قسم منکر پر ہے اور الف لام الیمین میں واسطے استغراق جنس کے ہے یعنی تمام قسمیں مدعیٰ علیہ پر ہیں آتو اس حدیث سے صاف
معلوم ہوا کہ قسم مختص ہے مدعیٰ علیہ سے آئمہ ثلثہؒ دلیل لاتے ہیں اُس حدیث سے جسکو روایت کیا احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ اور طحاویؒ نے
عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے اُنھوں نے امام جعفر صادقؒ سے اُنھوں نے اپنے باپ محمد باقرؒ سے اُنھوں نے جابرؓ سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذیؒ نے اور روایت کیا اُسکو نوویؒ اور مالکؒ وغیرہ نے امام محمد باقرؒ سے مرسلاً اور یہی اصح ہے آور روایت
کیا اسکو دارقطنیؒ نے محمد باقرؒ سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم لی مدعی سے اور یہ
منقطع ہے کہا دارقطنیؒ نے علل میں کہ جعفر صادقؒ نے کبھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا اور کہا شافعیؒ نے اور بیہقیؒ نے کہ عبدالوہاب نے وصل کیا
اسکو اور وہ ثقہ ہے میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے اُسکو ضعیف کیا اور کہا کہ مختلط ہوگیا تھا آخر عمر میں اور مالکؒ اور ثوریؒ کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن
حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے آور روایت کیا ابوداؤدؒ اور طحاویؒ نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

له یعنی جو قاضی نے کہا ۱۲ صورت تحلیف ازقاضی بر میت
سله یعنی اختلاف مدعی ۱۲
سله یعنی مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲
عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی

فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن کہا اُسکو ترمذیؒ نے اور منکر کہا اُسکو طحاویؒ نے اسواسطے کہ روایت کیا اُسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے اور اُسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہیں جانتے اور روایت کی شافعیؒ اور اصحاب سننؒ اور ابن حبانؒ نے ابو ہریرۃؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا اس حدیث کو سہیل بن ابی صالحؒ نے اپنے باپ سے اور سُنا اُن سے ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ ابی سہیل کا اور کہتے تھے ابو سہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے حدیث بیان کی ابو ہریرۃؓ کی کہا طحاویؒ نے نقلاً عن العینی کہ سہیل راوی اس حدیث کا منکر ہوا اُسکی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اُس کے راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں **جواب** امام صاحبؒ کا اِس حدیث سے بچند وجوہ ہے **اولاً** اِس طرح کہ یہ حدیث طرق اُسکے سب ضعیف ہیں رد کیا ہے اُسکو نقاد فن حدیث یحییٰ بن معین نے **ثانیاً** یہ حدیث باوجود ضعیف ہونیکے مخالف نہ ہے نص صریح کلام اللہ کے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ الآیۃ یعنی گواہ کرو تم دو مردوں کو اپنے میں سے تو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں **ثالثاً** مخالف ہے یہ حدیث اُس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر حصر کر دیا ہے اُسمیں جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعیٰ علیہ پر **رابعاً** اس حدیث میں ذکر ایک واقعہ کا ہے اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں احتمال ہے کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اُس واقعہ سے یا اُس مدعی سے جیسا کہ حضرتؐ نے کر دیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتوں کے اور خاص ہے یہ امر خزیمہ سے باتفاق علما اور احادیث اور آثار ہمارے قولی ہیں عام تو واجب ہوگی ترجیح اُنکی اس حدیث پر **خامساً** بصورت تسلیم معنیٰ اُس حدیث کے یہ ہوسکتے ہیں کہ حضرتؐ نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجود اس کے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پر بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعیٰ علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعیٰ علیہ ہے نہ یمین مدعی **سادساً** یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضرتؐ نے اُسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا اور یہ حکم اُسکی خصوصیات میں سے ہے **سابعاً** یہ کہ الف و لام قضیٰ بالیمین مع الشاہد میں عہد کا ہووے اور مراد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مراد ہے اسی طرح سے الیمین سے یمین معہودہ یعنی یمین مدعیٰ علیہ **ثامناً** یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کا کہے کیونکہ اشہد الفاظ یمین سے ہے **تاسعاً** یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہ ہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ میں اور یہ دلیل قاطع ہے اس حدیث کے متروک یا مأوّل ہونے پر **عاشراً** یہ کہ استدلال امام شافعیؒ اور ائمہ ثلثہؒ کا بابت اثبات مسئلتین کے اس سے تمام نہیں ہوتا کیونکہ مذہب اِنکا ردِ شہادت ہے مدعی پر بعد نکول مدعیٰ علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش نہ کیا ہو اور یہ مخالف ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اُس مسئلے کے اثبات کی یہ دلیل نہیں بلکہ روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا قسم کو اوپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب اس کا یہ ہے کہ قطع نظر اس کے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہے دوسرے یہ کہ احتمال ہے کہ بیان اُسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہووے اسکی اسناد نہایت ضعیف ہے تصریح کی اسکی سب محدثین نے فَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ هٰذَا يَنْبَغِي تَحْقِيقُ الْمَقَامِ وَفِيمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ لِأُولِي الْأَفْهَامِ **استدلال عجیب** امام مالکؒ نے مؤطا میں لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہیں بسبب قول اللہ تعالیٰ کے فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ الآیۃ تو حجت اُن لوگوں پر یہ ہے کہ آیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہیں حلف لیا جاتا مدعیٰ علیہ سے تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہو جاتا ہے اُس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف دلاتے ہیں صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہے کہ نہیں ہے اختلاف اُسمیں کسی کا لوگوں میں سے اور نہ کسی شہر میں شہروں میں سے تو کس دلیل سے نکالا ہے اُسکو اور کس کتاب اللہ میں پایا اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہیں ہے یہ کتاب اللہ میں انتہیٰ باختصار **میں** کہتا ہوں کہ یہ استدلال عجیب ہے امام مالکؒ سے کیونکہ ثبوت حلف مدعیٰ علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے

موجود ہے بلکہ اُس پر اجماع ہے مجتہدینؒ کا تو یہ کہنا کہ کس دلیل سے نکالا ہے اسکو بعید ہے صواب سے آور اگر مراد اُنکی اس امر اتفاقی سے حلف مدعیٰ علیہ مع حلف مدّعی درصورت نکول مدعیٰ علیہ ہے تو اُسکو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلاد وامصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہے باینہمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجّت نہیں جانتے ہیں وہ کب کہتے ہیں کہ قسم رد کیجاویگی مدّعی پر تو ملازمت ان دونوں امروں میں غیر ثابت اور بے دلیل ہے اور شاید کہ امام مالکؒ کی اس عبارت کا مطلب کچھ اور ہووے کہ وہ ہمارے فہم ناقص میں نہ آیا ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ ص اور نہیں قسم لیجاتی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک منکر سے نکاح اور رجعت اندر عدّت میں اور مدت ایلار کے اندر رجوع کرنیمیں اور اُم ولد ہونیمیں اور غلام ہونے میں اور نسب میں اور ولار میں برخلاف صاحبینؒ کے ف اصل کتاب میں صورتیں ان مسائل کی یوں مذکور ہیں کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اس کا اُلٹا ہوا یعنی عورت مدّعی نکاح کی ہووے اور مرد انکار کرے یا دعویٰ کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گزرجانے عدت کے کہ میں نے رجعت کی تھی عدّت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا اِس کا اُلٹا ہوا یا دعویٰ کیا ایک شخص نے بعد گزرجانے مدت ایلار کے کہ میں نے رجوع کیا تھا ایلار سے اندر مدت کے اور انکار کیا عورت نے یا اِس کا اُلٹا ہوا یا دعویٰ کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہے یا اس کا اُلٹا ہوا یا جھگڑا کیا دونوں نے آزادی کی ولار یا ولار موالات میں اِسی طور پر یا دعویٰ کیا لونڈی نے اپنے مولیٰ پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی مولیٰ سے اور دعویٰ کیا تھا اس کا مولیٰ نے اور مرگیا ہے ولد اور اِس کا اُلٹا یہاں نہیں ہوسکتا کیونکہ مولیٰ نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ میری اُمّ ولد ہے تو وہ اُمّ ولد ہو جاویگی صرف اقرار سے اسمیں اِس لونڈی کے انکار کی طرف اِلتفات نہ ہوگا دلیلین امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کی مذکور ہیں اصل میں لیکن صحیح ومختار یہ ہے کہ اِن ساتوں چیزوں میں قسم لیجاویگی دُرِّ مختار اور فتاویٰ قاضیخاں میں ہے کہ فتویٰ قول صاحبینؒ پر ہے مسئلۂ نکاح میں کذافی الاصل ص اور نہیں قسم لیجاویگی حدّ اور لعان میں ف جیسے حد زنا اور حد قذف میں صورت حد کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا دوسرے پر کہ تو نے مجھ کو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھ پر حد لازم ہے اور مدعیٰ علیہ نے انکار کیا تو اُس پر قسم نہ آویگی بالاجماع آور صورت لعان کی یہ ہے کہ عورت نے دعویٰ کیا خاوند پر کہ تو نے مجھ کو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجھ پر لعان واجب ہے اور مرد نے انکار کیا تو اُسکو قسم نہ دلائی جاویگی کذافی الاصل ص اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجاوے مال کیلئے تو اگر اُس نے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ نکول ایسی دلیل ہے جسمیں شُبہہ ہے تو مال اُس سے لازم ہوگا نہ حد اسی طرح خاوند کو قسم دلائی جاویگی اگر عورت نے دعویٰ کیا اُسکے طلاق دینے کا قبل دخول کے اسواسطے کہ طلاق میں بالاجماع قسم لیجاتی ہے تو اگر مرد نکول کریگا ضمان دیگا صورت مذکورہ میں عورت کے نصف مہر کا آسی طرح نکاح میں جب عورت دعویٰ کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو قسم لیجاویگی اُس سے اور اگر نکول کریگا تو مال اُس پر لازم ہوگا اور عورت اُس پر حلال نہ ہوگی نکول سے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے آسی طرح نسب میں جب مدّعی بسبب نسب کے کسی حق کا دعویٰ کرے جیسے میراث یا نفقہ کا اور سوا اِن دونوں کا مثل حجر لقیط اور امتناع رجوع کا ہبہ میں ف یا حضانت کا یا عتق کا بسبب مِلک کے یا ہبہ میں رجوع نہ ہوسکنے کا شامی ص تو مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ حق ثابت ہوجاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحبؒ کے اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اُس سے حلف لیا جاویگا اجماعًا تو اگر نکول کریگا قصاص بالنفس میں ف قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بدلے میں اُس کا قاتل واجب القتل ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ مدعیٰ علیہ نے کسی کے ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالے اور مدعی اس کا عوض چاہتا ہے کہ مدعیٰ علیہ کے بھی ہاتھ یا پاؤں کاٹے جاویں ص تو قید کیا جاویگا مدعیٰ علیہ یہانتک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کریگا قصاص بالاطراف میں تو صرف اُسکے نکول سے اُس سے قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحبؒ کے آور صاحبینؒ کے نزدیک قصاص بالنفس میں بمجرد نکول دیّت لازم ہوگی قاتل پر آور اسی طرح قصاص بالاطراف میں آرش اُس کا ف اور فتویٰ امام کے قول پر ہے ص مدّعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہیں ف یعنی شہر میں یہانتک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں یا میرے شہود غائب ہیں تو مدعیٰ علیہ سے قسم لیجاویگی اور ضمانت نہ لیجاویگی ص اور پھر قسم طلب کی مدعیٰ علیہ سے تو مدعیٰ علیہ سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ اُس سے حاضر ضمانت لیجاویگی تین روز کی ف لیکن شرط ہے کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ہووے اور اُس پر خوف بھاگ جانے کا نہ ہووے اگرچہ مدعیٰ علیہ صاحب

اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ص تو اگر مدعیٰ علیہ ضمانت داخل نہ کرے تو خود مدّعی یا امین اُس کا مدعیٰ علیہ کے ساتھ رہے مدتِ ضمانت تک یعنی تین روز تک تاکہ مدعیٰ علیہ غائب نہ ہو جاوے یہ صورت جب ہے کہ مدعیٰ علیہ مقیم ہو اُس شہر کا اور اگر مُسافر ہو تو اُس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری تک لیجاویگی اور اگر ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اُس کے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ میں گواہ لایا تو بہتر ہے ورنہ قاضی اُس سے حلف لے لیوے یا اُسکو چھوڑ دیوے ف مسائل لحاقیہ اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ نے اتفاق کر لیا اس امر پر کہ مدعیٰ علیہ قاضی کے سوا اور کہیں قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جاوے تو باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے بطلب مدعی تو اعتبار نہیں قسم کا اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعیٰ علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لیا جاوے اس پر کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا گواہ اُسکے سچے ہیں تو قاضی اُسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے فائدہ طریق قضا کے تین ہیں ایک اقرار مدعیٰ علیہ دوسرے برہان مدعی تیسرے نکول مدعیٰ علیہ تو قاضی کو چاہیئے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوویں اور وہ طلب کرے قسم کو مدعیٰ علیہ سے کہے واسطے قسم کرنے کے اگر وہ قسم کھالیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اس پر مال کا حکم کرے نہ یہ کہ قبل مدعیٰ علیہ کے حلف یا نکول کرنیکے اسطرح فیصلہ کر دیوے کہ مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اس سے مال دلایا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہیں اور یہ امر یا جہل ہے اُن سے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے قاضی کے سامنے مدعیٰ علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اس پر نکول سے حکم کر دیا مال کا بعد اُس کے مدعیٰ علیہ مستعد ہوا حلف پر تو اب کچھ سماعت اُسکی نہ ہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے گو کہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاویں گے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعیٰ علیہ سے حلف لے سکتے ہیں نیابۃً اور حلف نہیں کر سکتے نیابۃً اپنے فعل پر آدمی سے قسم لیجاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جس طرح مدعی کہتا ہے اس طرح نہیں ہے اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ میں نہیں جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعویٰ کیا دَین یا عَین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اُسکی میراث ہونے کو جانتا ہے یا مدعی نے اُسکی میراث ہونیکا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعیٰ علیہ اُسکی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعیٰ علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لیجاوے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دَین آتا تھا مورث پر اگر مدعی نے دعویٰ کیا دَین کا مدعیٰ علیہ پر اور ثابت کیا اُسکو برہان سے بعد اُس کے مدعیٰ علیہ نے جواب دیا کہ میں یہ دَین مدعی کو پہونچا چکا ہوں تو مدعیٰ علیہ سے گواہ ادائے دَین کے لیے جاویں گے اسی طرح اگر دعویٰ کرے مدعی کے عفو کر دینے کا اگر مدعیٰ علیہ کے پاس گواہ نہ ہوں ایصال دَین یا ابرائے دَین کے اور طالب ہو قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لیجاویگی اگر مدعی قسم کر لے تو مال دیا جاویگا مدعیٰ علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعیٰ علیہ پر مال لازم نہ ہوگا اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپئے کی مدعیٰ علیہ پر اور دوسرے نے اُسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدیون نے ایصال دَین کا دعویٰ کیا ایک بار کُل دَین کا اور گواہوں نے ادائے متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اگر ورثہ نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے مورث کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اُس کے زوجہ نے گواہ قائم کیے نکاح اور مہر پر اب ورثہ کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اس کو طلاق دیا تھا یا اس نے ابراء کیا تھا مہر سے تو یہ قول وارثوں کا مسموع نہ ہوگا اس واسطے کہ صریح مخالف ہے قول اوّل کے قنیہ و دُرِّ مختار

باب کیفیت حلف کے بیان میں

ص قسم لیجاوے اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے ف تو اگر قسم کھاویگا قرآن یا ماں باپ یا پیغمبر یا ولی یا شہید کے نام سے یا کعبے کی تو اُس پر احکام قسم کے مُرتب نہ ہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھ کر قسم کھاویگا تو مشرک ہو جاویگا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا کسی اور اُس کے اسم سے اسمائے متبرکہ سے جیسے رحمٰن رحیم قادر ذوالجلال یا اُسکی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی شامی روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بیشک اللہ تم کو منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپوں کی سو جو شخص تم میں سے قسم کھانیوالا ہو سو چاہیئے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ جس نے اپنے حلف میں کہا قسم ہے لات اور عزیٰ کی تو چاہیئے کہ کلمۂ توحید پڑھے یعنی لا الٰہ الا اللہ کہا شیخ عبد الحقؒ نے شرح مشکوٰۃ میں کہ اگر قسم غیر خدا کی علیٰ وجہ التنظیم نہیں ہے تو اُس سے کافر نہیں ہوتا لیکن استغفار چاہیئے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علیٰ وجہ التعظیم ہے یعنی اس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہے واجب ہے کہ عود کرے اُس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کی ابو داؤدؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنے ماؤں کی اور نہ بتوں کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کی ترمذیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو اُس نے شرک کیا ص اور قسم نہ ہوگی طلاق اور عتاق سے ف یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعیٰ علیہ سے یوں قسم لیجاوے کہ اگر مدعی کا دعویٰ سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہ ہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہے کذا فی الخانیۃ ص اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے میں مدعی الحاح اور زاری کرے تو قاضی کو جائز ہے کہ مدعیٰ علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیوے ف یعنی قاضی کو ایسی قسم لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اوّل یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق کا حرام ہے تو اگرچہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اُسکی تعمیل کیسے درست ہوگی اسی کو اختیار کیا ہے صاحب درّ مختار اور فقہائے معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمیں ظاہر نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعیٰ علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اُسکے نکول سے اُس پر مال لازم نہ کیا جاویگا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہاءؒ نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعیٰ علیہ مال اُس پر لازم کیا جاویگا درّ مختار اور شامی نے نقل کیا درر البحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعیٰ علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہیں تو وہ وقت طلب حلف قسم سے انکار کرکے مال کا اقرار کر لیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہیں مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدماے فقہاء سے بلکہ متون میں اسکی ممانعت لکھی ہے تو جواز اس کا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہائے متاخرین کا ہے جنکی تقلید ضرور نہیں علی الخصوص جبکہ مخالف احادیث اور حرام ہووے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ص اور سخت کر سکتا ہے قاضی قسم کو خدا کے اوصاف ذکر کر نیسے مثلاً کہے قسم اُس اللہ کی جو مطالب غالب ہے سمجھنے والا ہے بادشاہ ہے زندہ ہے اسکو موت اور فنا نہیں اور مثل اس کے ف ہدایہ میں اسکی مثال یوں لکھی ہے کہ قاضی کہے مدعیٰ علیہ سے کہہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہے غائب اور حاضر کا وہ رحمٰن رحیم ہے جانتا ہے وہ چھپی چیز کو جیسے جانتا ہے کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے اُوپر یہ مال نہیں ہے اور نہ اُسمیں سے کچھ انتہیٰ اور قاضی کو پہونچتا ہے کہ تاکید کرے قسم کی اس سے زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعیٰ علیہ پر قسم مکرر نہ ہو جاوے اسواسطے کہ استحقاق اُس پر صرف ایک قسم کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو شخص نیک بخت دیندار مشہور ہو اُس پر تاکید قسم کی حاجت نہیں البتہ جو ایسا نہ ہو اُس پر قسم سخت کرے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مال قلیل ہو تغلیظ قسم کی حاجت نہیں البتہ اگر مال خطیر کا دعویٰ ہووے تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعیٰ علیہ کو اللہ تعالے کی قسم دی اور اُس نے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اُس پر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ حاصل ہو گیا درّ مختار عن الزیلعی ص اور نہ ہوگی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے ف تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لیوے درّ مختار میں ہے کہ یہ تغلیظ مستحب نہیں ہے قاضی کو تو ظاہر یہ ہے کہ اگر کرے تو مباح ہے لیکن نقل کیا شامیؒ نے محیط سے کہ نہیں جائز ہے تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک تغلیظ قسم کی چاہیئے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کے اور مکان سے جیسے جامع مسجد میں نزدیک منبر کے اور یہودی کو یوں حلف دلاوینگے کہ قسم ہے اُس خدا کی جس نے اُتارا توارات کو موسیٰ علیہ السّلام پر اور نصرانی کو اس طرح کہ قسم ہے اُس خدا کی جس نے اُتارا انجیل کو عیسیٰ علیہ السّلام پر اور مجوسی کو اس طرح کہ قسم خدا کی جس نے پیدا کیا آگ کو اور بُت پرست کو قسم خدا کی دلاوینگے ف کیونکہ سب بُت پرست اقرار کرتے ہیں وجود خدائے تعالےٰ کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یعنی اور اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کس نے

پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو البتہ کہیں گے کہ خدا نے پیدا کیا اور پارسی سے اور ہندو سے آگ کی اور گنگا کی قسم نہ لیوے کیونکہ تحلیف بغیر خدا جائز نہیں ہے بلکہ یوں کہے کہ قسم اُس خدا کی جس نے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو دُرّ مختار میں ہے کہ فرقۂ دہریہ جو مُقر نہیں خدائے عزّ وجل کے بلکہ انکار کرتے ہیں خدا سے تو ان سے کس چیز کی قسم لیجاویگی یہ امر معلوم نہیں ہوا مترجم کہتا ہے کہ اُن سے دہر کی قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی منجملہ اسمائے الٰہی ہے حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں دہر ہوں اور آدمی بُرا کہتا ہے دہر کو اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لیلیے تو کافی ہو جاوے گا دُرّ مختار میں ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ گونگا ہو تو اُسکو حلف دینے کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تجھ پر عہد ہے خدا کا اور اُس کا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ حالف ہو جاویگا اور اگر بہرا بھی ہووے تو قسم کو لکھے تا کہ وہ اُس کا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہووے تو اُسکو اشارے سے قسم دیوے اور اگر گونگا اور بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اُس کا باپ قسم کھاوے یا اُس کا وصی یا اگر باپ اور وصی نہ ہووے تو قاضی نے جس شخص کو اُسکے قائم مقام کیا ہے وہ حلف کرے طحطاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق مانعہ ہے یا یقین و قطع پر اُسکو تحریر کرنا چاہیئے پھر معلوم کر کہ یہ قول مخالف ہے ماتقدم کے کہ نیابت استحلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں انتہیٰ ص اور نہ حلف دیے جاوینگے یہ لوگ ف یعنی یہود اور نصاریٰ اور بُت پرست ص اپنے عبادت خانوں میں ف اسواسطے کہ قاضی کو اُنکے عبادت خانوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر اکراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اور میں نے فتویٰ دیا ہے اُس مسلمان کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ص اور قسم دلائی جاوے مدعیٰ علیہ کو حاصل دعویٰ پر ف قاعدہ کلیہ اُس کا یہ ہے کہ اگر سبب ایسا ہے جو مرتفع نہیں ہو سکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اُسمیں حلف سبب پر ہوگا اور اگر وہ سبب مرتفع ہو سکتا ہے جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہاں قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت میں مدعی کا ضرر ہووے اور اُسکی مثالیں آگے آتی ہیں ص جیسے بیع اور نکاح میں قاضی یوں قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونوں میں بیع قائم نہیں اور یا نکاح قائم نہیں اور طلاق میں اس طرح کہ وہ عورت تجھ سے اسوقت بائن نہیں ہے اور غصب میں اس طرح کہ تجھ پر اس چیز کا پھیر دینا واجب نہیں اور نہ دیوے قسم سبب پر جیسے قسم خدا کی میں نے بیچا یا میں نے طلاق نہیں دیا یا میں نے غصب نہیں کیا یا میں نے نکاح نہیں کیا ف اسواسطے کہ یہ اسباب مرتفع ہو جاتے ہیں اسطرح پر کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعیٰ علیہ کو قسم دلاویں گے سبب پر تو اُس کو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹ بولنے کے یہ مذہب طرفین کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک سب صورتوں میں قسم سبب پر دلائی جاویگی مگر جب مدعیٰ علیہ قاضی سے کنایۃً کہے کہ اے قاضی نہ حلف دلا تو مجھ کو سبب پر اسواسطے کہ آدمی کہیں بیع کرتا ہے پھر اقالہ کر لیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر نکاح کر لیتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعیٰ علیہ کے انکار کو دیکھیں گے اگر وہ منکر ہوگا سبب کا تو اُس پر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور یہاں پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ لائق یہ ہے کہ ہمیشہ حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعیٰ علیہ کنایۃً قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ بیع ہوئی ہوگی پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعویٰ اقالہ میں مدعیٰ علیہ کو مدعی ہونا چاہیئے تو مدعیٰ علیہ پر گواہ لازم ہیں اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہے کذا فی الاصل ص مگر اُس صورت میں جہاں کہ مدعی کا ضرر ہووے تو وہاں حلف سبب پر ہوگا جیسے شفعہ کا دعویٰ بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق بائن کا جب مدعیٰ علیہ ان چیزوں کا قائل نہ ہو ف مثلاً مدعیٰ علیہ شافعی ہو اور اُنکے نزدیک نہ ہمسایہ کو شفعہ ہے نہ مطلقہ طلاق بائن کو نفقہ تو یہاں اگر مدعیٰ علیہ سے قسم لیجاویگی حکم پر یعنی میرے اُوپر شفعہ واجب نہیں یا نفقہ واجب نہیں تو مدعیٰ علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعیٰ علیہ کو یوں قسم دینگے کہ قسم خدا کی میں نے یہ گھر نہیں خریدا یا میں نے اُس کو طلاق بائن نہیں دیا کذا فی الاصل ص اسی طرح قسم لیجاویگی اُس سبب پر جو مرتفع نہیں ہو سکتا جیسے غلام مسلمان عتق کا دعویٰ کرے مولیٰ پر ف تو مولیٰ کو یوں قسم دیویں گے کہ قسم خدا کی میں نے اُس کو نہیں آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل پر حلف لینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سبب کا ارتفاع یہاں نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ غلام مسلمان جب آزاد ہو گیا تو پھر غلام ہو نہیں سکتا کذا فی الاصل ص اور کونڈی اور غلام کافر میں اگر مدعی ہوں یہ دونوں عتق کے مولیٰ پر تو قسم لیجاویگی حاصل پر ف اسواسطے کہ سبب کا ارتفاع یہاں

ہو سکتا ہے لیکن لونڈی میں تو اس طرح کہ مرتد ہو جاوے اور دار الحرب میں چلی جاوے پھر قید ہو کر آوے اور لیکن غلام کافر تو اس طرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب سے مل جاوے پھر قید ہو کر آوے کذا فی الاصل ص اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اُس چیز کا تو وارث سے قسم علم پر لیجاویگی یعنی اس طرح کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ شئے تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے ف اسی طرح اگر وارث مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر دُرّ مختار ص اور قسم کے بدلے میں مدعی کو کچھ دینا اور صلح کر لینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی جب اقرار کرے کہ مجھ کو بدلہ قسم کا یا بدل صلح قسم سے پہونچگیا تو اب مدعی علیہ کو قسم نہ دیجاویگی بلکہ حق حلف ساقط ہو جاویگا فائدہ مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے سو اُس نے کہا کہ تو مجھ کو قسم دے چکا ہے ایک بار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے ہوئی ہو اور مدعی اُس پر گواہ لایا ہو تو مدعی علیہ کا قول مقبول ہوگا ورنہ مدعی اُس سے حلف لے سکتا ہے

ص باب التحالف یعنی دو شخصوں کے باہم قسم کھانے کے بیان میں

جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں ف مثلاً بائع نے ثمن دو سو روپے بتلائے اور مشتری نے سو روپے ص یا مبیع میں ف یعنی مشتری نے مبیع زیادہ بتلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بائع نے اُنیس من ص تو جو شخص گواہوں سے اپنا بیان ثابت کریگا اُسکے موافق حکم ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش کیے تو فیصلہ اُس کے موافق ہوگا جو دعویٰ کرتا ہے زیادت کا ف اور وہ بائع ہے صورتِ اول میں اور مشتری صورتِ ثانی میں ص اور اگر اختلاف ہوا مقدار ثمن اور مبیع دونوں میں مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض میں بیچا ہے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ تو نے دو غلاموں کو بدلے میں ہزار روپیہ کے بیچا ہے تو گواہ بائع کے ثمن میں اور مشتری کے مبیع میں معتبر ہونگے اور اگر بائع اور مشتری دونوں گواہوں کے پیش کرنیسے عاجز ہوئے تینوں صورتوں میں ف یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن میں یا فقط مقدار مبیع میں یا مبیع اور ثمن دونوں میں ص تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہو جاوے ف یعنی مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر ص یا دونوں حلف کریں تو اگر اختلاف ثمن میں ہوگا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو راضی ہو جا اُس ثمن سے جس کا بائع دعویٰ کرتا ہے ورنہ بیع فسخ کیجاویگی اور اگر اختلاف مبیع میں ہوگا تو بائع سے کہا جاویگا یا تو تسلیم کر دے اُس چیز کو جس کا دعویٰ کیا مشتری نے ورنہ فسخ کریں گے ہم بیع کو اور اگر اختلاف دونوں میں ہووے تو ہر ایک سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہو گیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہے ورنہ دونوں سے حلف لیں گے اور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا ف تینوں صورتوں میں اسواسطے کہ پہلے اُسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار بھی اُس کا اسبق ہے اور بھی جلدی ظاہر ہوتا ہے فائدہ نکول کا اور وہ وجوب ثمن ہے برخلاف اُس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیا جاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا مؤخر رہیگا استیفای ثمن تک اور اگر بیع اسباب کی بدلے میں اسباب کے ہووے یا بیع صرف ہووے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جس کی قسم سے چاہے شروع کرے اور قسم صرف اسی طور سے لیجاویگی کہ بائع یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے ہزار کو نہیں بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور ملانا اثبات کا اُسکے ساتھ ضرور نہیں یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے ایکہزار کو خریدا ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاصل مع تشریح من الہدایہ ص اور فسخ کر دیوے قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونوں میں سے اُس پر لازم کیا جاویگا دعویٰ دوسرے کا ف یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اُس نے نکول کیا تو بائع کا دعویٰ اُس پر لازم ہوگیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کیجاویگی بائع پر تو اگر اُس نے حلف کیا تو فسخ کیجاویگی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعویٰ اُس پر لازم ہوگا جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف جب مقدار ثمن میں ہووے تو دونوں سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہے قیاس کے اسواسطے کہ بائع دعویٰ کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اُس کا انکار کرتا ہے اور مشتری دعویٰ کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن قلیل کے اور بائع اُس کا انکار کرتا ہے تو ہر ایک ان دونوں میں سے

مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونوں پر حلف لازم آویگا لیکن بعد قبض مبیع کے دونوں سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہے اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعوٰی نہیں کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اُسکے پاس آگئی ہے البتہ بائع دعوٰی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اُس کا منکر ہے تو قسم صرف مشتری سے چاہیئے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہم نے اور ثابت کیا ہمنے دونوں کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے کہ جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونوں حلف کریں اور دونوں پھیر دیویں یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذافی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی، ہاں روایت کی ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے اور اُن دونوں کے پاس گواہ نہ ہوویں تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیویں دونوں مبیع کو اور نقل کیا سیوطیؒ نے جامع صغیر میں روایت طبرانیؒ سے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْبَیِّعَانِ اِذَا اخْتَلَفَا وَلَا بَیِّنَۃَ تَرَادَّا الْبَیْعَ یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کریں اور اُن دونوں کے پاس گواہ نہ ہوویں تو پھیر لیویں بیع کو ص اگر اختلاف ہو میعاد میں یا شرط خیار میں یا قبض میں بعض ثمن کے تو تحالف نہیں بلکہ حلف دلایا جاویگا منکر کو ف برابر ہے کہ اختلاف اصل اجل میں ہووے جیسے مشتری کہے کہ میں نے اُدھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اُس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن مؤجل ہے بمیعاد ایک سال کے اور بائع کہے کہ نہیں بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اُس کو قسم دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی اور دوسرا اس کا انکار کرے یا کہے ایک اُنمیں کا کہ مجھ کو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہیں بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ میں بعض ثمن دیچکا ہوں اور بائع اُس کا انکار کرے کذافی الاصل ص اسی طرح تحالف نہ ہوگا اگر مبیع تلف ہوگئی ہووے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن میں بلکہ حلف دیا جاویگا مشتری نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا برخلاف امام محمدؒ کے اور دلیل اُنکی اصل میں مسطور ہے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہ ہوگا مگر اُس صورت میں تحالف ہوگا کہ مبیع جتنی تلف ہوئی ہے اُس کے چھوڑ دینے پر راضی ہوجاوے ف اور بعض مشائخؒ یہ کہتے ہیں کہ یہ استثنا یمین مشتری سے ہے تو اس صورت میں مشتری پر یمین نہ آویگی اور تفصیل اسکی اصل کتاب میں ہے ص اور مولیٰ اور مکاتب نے بدل کتابت میں اختلاف کیا تو تحالف نہ ہوگا ف بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا ص اسی طرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال میں اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ حلف سے مقبول ہوگا اور تحالف نہ ہوگا اور عقد سلم عود نہ کریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری میں مقدار ثمن میں تو دونوں حلف کریں جب دونوں حلف کرلیں گے تو بیع لوٹ آویگی ف اسواسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی ص اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت میں موجر اور مستاجر نے قبل پوری لینے منفعت اور قبضہ کرنے اُجرت کے تو دونوں حلف کریں اور ہر ایک دوسرے کی شئے کو پھیر دیوے اور پہلے مستاجر کو قسم دیجاویگی اگر اختلاف اُجرت میں ہووے اور موجر کو پہلے قسم دیجاویگی اگر اختلاف منفعت میں ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسرے کا قول ثابت ہوجاویگا اور جو کوئی برہان لاویگا اُس کا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونوں بُرہان لاویں تو قول موجر کا اُجرت میں جب اختلاف اُجرت میں ہو اور مستاجر کا منفعت میں جب اختلاف منفعت میں ہو مقبول ہوگا اور جب اختلاف دونوں میں واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولیٰ ہوں گے دعوٰی زیادت میں جیسے موجر نے کہا کہ میں نے تجھ کو مکان کرایہ میں دیا ایک برس تک دو سو روپیہ میں اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ دو برس تک سو روپئے میں اور قائم کیا دونوں نے گواہوں کو تو حکم دیا جاویگا دو برس تک دو سو روپئے میں ف تو موجر کے گواہوں کا از دیاد اُجرت میں اور مستاجر کے گواہوں کا زیادتی میعاد میں اعتبار ہوا اس لئے کہ حجت واسطے اثبات کے ہوتی ہے پس جس میں زیادتی کا ثبوت ہوگا وہ قوی و راجح ہوگی ص اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اُجرت میں تو قول مستاجر کا حلف سے مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہے اور بعض باقی ہے تو دونوں سے حلف لے کر اجارے میں مابقی کو فسخ کردیں گے اور جتنی مدت گزری ہے اُسمیں قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی میں اور کسی کے لئے گواہ نہیں تو جو اسباب خاص عورت کے لائق ہے ف جیسے اُوڑھنی کُرتی چولی زیور وغیرہ ص تو وہ عورت کو دیا جاویگا

قسم لیکر اور جو اسباب کہ خاص مرد کے لائق ہے ف جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ ص یا مرد اور عورت دونوں کا ہو سکتا ہے ف جیسے ظروف وغیرہ ص تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر ف یہ صورت جب ہے کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہ ہوویں اور دونوں زندہ ہوویں تو اگر دونوں گواہ پیش کریں تو زوجہ کے گواہ مقبول[۱] ہوں گے ص اور جو کوئی مرگیا ہووے تو قول زندہ کا اُس اسباب کے حق میں جو دونوں کے لائق ہے قسم سے مقبول ہوگا ف اور اس مسئلہ میں نو قول ہیں مجتہدینؒ کے مذکور ہیں حواشی دُرّ مختار میں ص اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عورت کو سامان اُس کا حسب لیاقت اُس کے دیا جاویگا اور باقی خاوند کو اُس سے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت سب برابر ہے واسطے قیام ورثہ کے مقام مورث کے اُنکے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہوں تو مثل قول ابو حنیفہؒ کے ہے اور بعد موت کے جو اسباب مشکل ہے وہ خاوند کے وارثوں کو ملے گا اور اگر جورو خاوند میں سے کوئی مملوک ہو تو کل اُس کا ہوگا جو اُن میں سے آزاد ہے حالت حیات میں اور بعد ایک کے مرجانے کے زندہ کا ہوگا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حُر کے ہے مسائل الحاقیہ زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر میں واقع ہووے تو اسکی صورتیں کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی میں گزر چکیں اگر موجر اور مستاجر نے متاع خانگی میں اختلاف کیا تو کل چیزیں مستاجر کی ہوں گی قسم لے کر مگر کپڑے جو بدن پر موجر کے ہیں وہ موجر کے ہوں گے اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہوں اور آلات میں اختلاف[۲] کریں اور آلات دونوں کے قبضہ میں ہوں تو ہر ایک کو اُس کے پیشے کے آلات حوالے نہ کیے جاویں گے بلکہ جتنے آلات ہیں دونوں میں مشترک ہو[۳] جاویں گے دو شخص ایک مکان میں رہتے ہیں اور ایک کے پاس ایک شئے گراں بہا نکلی جو اُس کے لائق نہیں ہے جیسے جاروب کش پاس توڑہ اشرفیوں کا اور دوسرا شخص اُس کے لائق ہے اور دونوں اُس کے مدعی ہیں اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وہ شئے اُسکی ہوگی جو اُس کے لائق ہے کشتی میں دو شخص سوار ہیں اور اُسمیں آٹا بھرا ہوا ہے ایک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہے اور ہر ایک دعویٰ کرتا ہے آٹے اور کشتی کا تو آٹا آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی دُرّ مختار

ص فصل دفع دعوے میں

اگر مدعیٰ علیہ نے مدعی کے جواب میں کہا کہ یہ شئے جو میرے قبضہ میں ہے اور تو اُس کا دعویٰ کرتا ہے امانت ہے زید کی یا عاریت لیا ہے اُس کو میں نے زید سے یا کرایہ میں لیا ہے یا گرو لیا ہے یا غصب کیا ہے میں نے زید سے اور اُس پر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعیٰ علیہ سے دفع ہوجاویگی ف اسواسطے کہ مدعیٰ علیہ نے گواہوں سے ثابت کردیا اس امر کو کہ قبضہ اُس کا بطور خصومت نہیں ہے تو مدعی کا دعویٰ بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعیٰ علیہ سے اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ اگر مدعیٰ علیہ حیلہ گری اور دروغ گوئی میں مشہور ہووے یعنی لوگوں کا مال لیکر بعد اُس کے یہی حیلہ کرکے ہضم کرتا ہے تو خصومت مدعی کی دفع نہ ہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے اور اسی کو پسند کیا ہے درمختار میں ص اور اگر مدعیٰ علیہ نے اُسکے جواب میں کہا کہ یہ چیز میں نے خریدی ہے زید غائب سے یا مدعی نے اس طرح دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہے یا چرائی ہے یا میرے پاس سے چوری گئی ہے تو اب دفع کرنا مدعیٰ علیہ کا ان صورتوں سے مقبول نہ ہوگا اگرچہ مدعیٰ علیہ اُس شئے کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے ف اسواسطے کہ مدعیٰ علیہ نے جب یہ کہا کہ میں نے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اُس نے خود اقرار کیا کہ ید اُس کا ید خصومت کا ہے تو اُس سے خصومت ساقط نہ ہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعویٰ کیا ایک فعل کا مدعیٰ علیہ پر یعنی غصب اور سرقے کا تو بھی خصومت ساقط نہ ہوگی اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا کہ یہ چیز چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعیٰ علیہ نے اُس کے جواب میں یہ کہا کہ یہ میرے پاس امانت ہے فلانے کی تو بھی خصومت ساقط نہ ہوگی نزدیک شیخینؒ کے اور نزدیک محمدؒ کے ساقط ہوجاویگی ص جیسے گواہ اگر اس بات کی گواہی دیں مدعیٰ علیہ کیطرف سے کہ مدعیٰ علیہ پاس اس شئے کو ایک شخص نے امانت رکھا ہے کہ ہم اُس کو نہیں پہچانتے ف تو خصومت مدعی کی دفع نہ ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ شخص یہی مدعی ہووے ص البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہیں کہ ہم امانت رکھنے والی صورت کو پہچانتے ہیں اور اُس کے نام و نسب کو نہیں جانتے تو خصومت ساقط ہوجاویگی نزدیک امام صاحبؒ کے ف کیونکہ جب گواہوں نے

[۱] اُس چیز میں جو لائق اُس کے ہے ۱۲ [۲] علامہ شامیؒ نے کہا کہ یہ مسئلہ خلاف مسائل ماقبل اور مابعد کے ہے انتہیٰ یعنی اُن میں موافق قرینے کے حکم کیا جاتا ہے اور علامہ طحطاویؒ نے اُسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ کبھی ایک پیشے والا دوسرے پیشے والے کے آلات اپنے بیچنے یا بیع کے لئے لیتا ہے پس یہ قرینہ مرجح نہ ہوگا انتہیٰ میں کہتا ہوں کہ یہ احتمال تمام مسائل مذکورہ میں قائم ہے فافہم ۱۲ عبدہٗ [۳] اور گواہ نہیں ۱۲ [۴] اور گواہ نہیں ۱۲ [۵] رد خصومت میں ۱۲

نام ونسب امانت رکھنے والے کا بیان کر دیا اور اُسکی صورت کو بھی پہچانتے ہیں یا فقط اُسکی صورت کو پہچانتے ہوں تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص مدعی نہیں ہے اور نزدیک امام محمدؒ کے خصومت ساقط نہ ہوگی فقط صورت پہچاننے سے جبتک گواہ نام ونسب بھی اُس کا بیان نکریں کیونکہ انھوں نے ایک شخص معین کو نہیں ذکر کیا جس نے امانت رکھی ہے اُسکے نزدیک کذا فی الاصل ص اور اگر مدعی نے اسطرح دعویٰ کیا کہ یہ شے جو قبضے میں مدعیٰ علیہ کے ہے وہ میں نے زید سے خریدی ہے اور مدعیٰ علیہ نے یہ کہا کہ یہ شئے زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہے تو خصومت مدعی کی ساقط ہوجاویگی اگرچہ مدعیٰ علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اُس صورت میں خصومت دفع نہ ہوگی جب مدعی گواہوں سے یہ بات ثابت کردے کہ زید نے مجھکو وکیل کیا ہے اُس چیز کے لینے کے لئے ف اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اُس نے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اُس نے اقرار کیا کہ ذوالید کو زید کیطرف سے پہونچا ہے تو یہ مدعیٰ علیہ کا ید خصومت نہیں ہوا مگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کردیوے اُس شے کے لینے کے لئے جاننا چاہیئے کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہیں کتاب الدعویٰ کا اسواسطے کہ مدعیٰ علیہ کے جواب کی پانچ صورتیں ہیں ایک امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ، چوتھی رہن پانچویں غصب اور بھی اس جہت سے کہ اسمیں پانچ قول ہیں تو نزدیک ابن شبرمہؒ کے خصومت دفع نہ ہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلیٰؒ کے خصومت دفع ہوجاویگی اگرچہ مدعیٰ علیہ گواہ قائم نہ کرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسفؒ کے اگر مدعیٰ علیہ مرد صالح ہوگا تو اُس سے خصومت دفع ہوجاویگی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکرسازی میں تو دفع نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ یہ کرسکتا ہے کہ جتنا مال اُسکے قبضے میں ہے ایک شخص غائب ہونیوالے کو دیوے اور اُس سے کہے کہ تو روبرو گواہوں کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھوا دے تاکہ کوئی اُس مال کا دعویٰ نہ کرسکے اور نزدیک محمدؒ کے خصومت دفع نہ ہوگی جب گواہوں نے یہ کہا کہ ہم اُس شخص کو نہیں پہچانتے مگر صورت سے اور نام ونسب اُس کا نہیں جانتے اور نزدیک امام اعظمؒ کے خصومت دفع ہوجائیگی جب مدعیٰ علیہ گواہ قائم کردیوے اپنے بیان پر جیسا مذکور ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص باب ایک چیز پر دو شخصوں کے دعوے کے بیان میں

قاعدۂ کلیہ اس کا یہ ہے کہ گواہ غیر قابض کے اولیٰ ہیں قابض کے گواہوں سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کریں اور ایک کے گواہ وقت نہ بیان کریں ف جاننا چاہیئے کہ جب دعویٰ ایسے دو شخصوں کا ہووے ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے احق ہوں گے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک گواہ قابض کے اولیٰ ہیں پھر اگر ایک کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظمؒ اور محمدؒ کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکے گواہ معتبر ہونگے جس نے وقت بیان کیا ہے کذا فی الاصل ص اور اگر دونوں شخص خارج ہیں اور دونوں نے ایک شئے کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شئے آدھوں آدھ دونوں کو دیجاویگی یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعیؒ کے نزدیک دونوں طرف کے گواہ مردود ہوجاوینگے ف یا قرعہ کیا جاویگا سو جس کے نام پر قرعہ نکلیگا وہ شئے اُسکے حوالے کیجاویگی دلیل شافعیؒ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوقت میں ایسا ہی واقعہ ہوا سو آپنے قرعہ ڈالا اور کہا کہ اے اللہ تو ہی ہے فیصلہ کرنیوالا ان دونوں میں روایت کیا اسکو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں اور ہماری دلیل حدیث صحیح الاسناد ہے جسکو روایت کیا ابو داؤدؒ نے سنن میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہ دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک اُونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کردیا اُس اُونٹ کو اُن دونوں میں آدھا آدھا اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں تمیم بن طرفہ سے کہ دو مردوں نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اُونٹ میں اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس اُونٹ کا دونوں میں نصفا نصف کہا طحاویؒ نے کہ قرعے کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا اُس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث ہے ص تو اگر دو شخصوں نے گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونوں گواہیاں ساقط ہوجاوینگی ف اسواسطے کہ جورو میں شرکت نہیں ہوسکتی برخلاف ملک کے کہ اُسمیں شرکت ہوسکتی ہے کذا فی الاصل ص اور وہ عورت اُسکو دیجاویگی

جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہے کہ دونوں شخصوں کے گواہوں نے وقت نکاح بیان نہ کیا ہووے اور جو دونوں نے تاریخ نکاح بیان کی تو جس کی تاریخ پہلے ہے عورت اُسی کی ہوگی آور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہوں کے ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو وہ عورت اُسکی ہوجاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے گواہ قائم کردیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھینکر دوسرے کو دلاوینگے آور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اُس عورت کے اپنی منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کردیا اُسکے گواہوں پر اس بات کا کہ یہ زوجہ اُس شخص کی ہی بعد اُسکے دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضائے اوّل فسخ نہ کیجاویگی مگر جبکہ اُس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہوں کی تاریخ سے مقدم بیان کریں تو پھر زوجہ کو شخص اوّل سے چھینکر شخص ثانی کو دلاوینگے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے میں ہے بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جائیگی اِلّا اُس صورت میں جب یہ بات ثابت ہوجاوے کہ نکاح اُسکا شخص قابض کے نکاح سے مقدم ہے ف حاصل اسکا زیلعی میں یوں مرقوم ہے کہ جب دو آدمیوں نے تنازع کیا ایک عورت میں اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو اگر دونوں کے گواہوں نے تاریخیں بیان کی ہیں تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی وہ اَولیٰ ہے آور اگر دونوں کے گواہوں نے تاریخیں نہیں بیان کیں یا تاریخیں متحد بیان کیں تو جو قابض ہے عورت پر وطی سے یا اپنے مکان میں رکھنے سے وہ اَولیٰ ہے اور اگر یہ کوئی امر نہ ہووے تو عورت سے پوچھا جاویگا جسکی وہ تصدیق کرے وہ اَولیٰ ہے ص اور اگر دو شخصوں نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص کیلئے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کردیوے آور جب قاضی نے دونوں کے لئے نصف نصف لینے کا فیصلہ کردیا اب ایک شخص نے اپنا حصّہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو یہ نہیں پہونچتا کہ کل مبیع لے لیوے ف کیونکہ نصف میں اُسکی بیع فسخ ہوچکی ہے ہدایہ ص اور اگر اس صورت میں دونوں شخصوں کے گواہوں نے تاریخ خرید بیان کی تو جسکی مقدم تاریخ ہوگی اُسکو وہ شئے ملیگی آور اگر ایک کے گواہوں نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہوں نے نہ بیان کی یا دونوں نے تاریخ بیان نہ کی تو جو قابض ہے اُسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہیں ہے تو صاحب وقت اَولیٰ ہوگا آور جو کسی نے وقت بیان نہیں کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن کے بدلے میں نصف مبیع لے لیوے یا چھوڑ دیوے آور اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجھ کو زید نے ہبہ کی ہے اور میں نے اُس پر قبضہ کرلیا تھا یا صدقہ دی ہے اور میں نے اُس پر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر گواہ پیش کیے لیکن کسی کے گواہوں نے تاریخ بیان نہ کی تو جو شخص دعویٰ خرید کا کرتا ہے اُسکے گواہ مقبول ہونگے ف تو دعویٰ شرا مقدم ہے دعویٰ صدقہ اور ہبہ پر اور دعویٰ صدقہ بالقبض اور ہبہ بالقبض برابر ہیں ہدایہ ص اور دعویٰ شرا اور دعویٰ مہر برابر ہیں ف صورت اُسکی یوں ہے کہ زید نے دعویٰ کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہے اور ہندہ نے دعویٰ کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کرکے مجھ سے نکاح کیا ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو دونوں گواہیاں اور دعویٰ برابر سمجھے جاوینگے اور وہی حکم مسئلہ سابق کا جاری ہوگا ص اور دعویٰ رہن مع القبض اولیٰ ہے ہبہ مع القبض سے تو اگر دونوں مدعی خارج ہیں اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اُس نے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذوالید تھا اُس نے بھی گواہ قائم کیے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولیٰ ہوگا آور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخیں دونوں کی ایک ہیں لیکن بائع ہر ایک شخص کا جُدا جُدا ہے ف مثلاً ایک کہتا ہے کہ میں نے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے عمرو سے خریدا اور دونوں کی تاریخیں ایک ہیں کذا فی الاصل ص یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہوں گے ف یہ بھی صورت اُسی میں ہے جب ہر ایک دعویٰ خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعویٰ خرید کا کرتے ہوں اور ایک وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اَولیٰ ہوگا جیسا کہ اُوپر گزرا ص اور اگر ایک خارج ہے اور دوسرا قابض اور دونوں نے گواہ قائم کیے مطلق ملک پر ف یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نہ کیا ص اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے آور اگر خارج نے گواہ قائم کیے ملک پر اور قابض نے خریدنے پر اُسی شخص خارج سے یا خارج اور قابض دونوں نے گواہ قائم کیے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر جیسے نتاج یعنی پیدائش بچہ جو انکی یا دوہنا دودھ کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ بنانے پر آور بالوں کے تراشنے پر تو قابض ہی کے گواہ مقبول ہونگے آور وہ شئے قابض کو دلائی جاویگی ف اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردوں نے جھگڑا کیا ایک اُونٹنی میں سو کہا ہر ایک نے اُسمیں سے

ل یعنی جب دونوں کا دعوی کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ چیز اسی نے خریدی ہے ... ۱۲ ل یعنی جس نے خریدا ہے ۱۲

کہ جنی ہے یہ اونٹنی میرے پاس اور قائم کیے ہر ایک نے گواہ اپنے دعوے پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس اونٹنی کا اُس شخص کیلئے جس کے قبضے میں تھی روایت کیا اُسکو دارقطنیؒ نے ص اور اگر گواہ لایا ہر ایک ف خواہ دونوں خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید یعنی ص دوسرے پر کہ میں نے اُس سے خریدا ہے ف یعنی دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ میں نے تجھ سے خریدا ہے اور وہ دوسرا یہ کہے کہ میں نے تجھ سے خریدا ہے ص اور بغیر ذکر وقت کے دونوں گواہ قائم کریں اپنے اپنے بیان پر تو دونوں کے گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اُس شخص پاس رہیگا جس کے پاس قبل دعوے کے تھا اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اور اگر دونوں کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو اُسکی تفصیل مذکور ہے ہدایہ میں اگر تیرا جی چاہے تو اُسکا مطالعہ کر لے ف ہدایہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر دونوں کے گواہوں نے وقت بیان کیا دعویٰ عقار میں اور کسی نے قبضہ اپنا ثابت نہ کیا اور وقت خارج کا مقدم ہے تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخینؒ کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خریدا پھر بیچا اُسکو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہے عقار میں نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلئے کہ نہیں صحیح ہے بیع خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ یہاں دونوں بیعیں درست ہو سکتی ہیں شیخینؒ کے مذہب پر اور محمدؒ کے مذہب پر جب وقت ذوالید کا مقدم ہو گا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ گواہوں نے قبضہ کسی کا بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہو گا کہ خریدا ہو گا اُسکو ذوالید نے اور قبضہ کیا اُس پر پھر بیچا ہو گا اُسکو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہو گا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس آگیا ہو گا انتہیٰ ص اور جان تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہے اور میں اُسکو ذخیرے سے بطور ضبط اور اختصار ذکر کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں مدعی گواہ لائے تو جسکی تاریخ مقدم ہو گی وہ زیادہ حقدار ہو گا اور جو کسی کی تاریخ مقدم نہ ہووے تو اگر دونوں ذوالید یعنی قابض ہیں تو دونوں برابر ہونگے اسیطرح اگر دونوں خارج ہونگے اور دعویٰ ملک مطلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہونگے اور یہ شامل ہے اس بات کو کہ دونوں تاریخ بیان نہ کریں یا صرف ایک شخص اُنمیں سے تاریخ بیان کرے یا دونوں تاریخ بیان کریں اور کسی کی تاریخ مقدم نہووے کیونکہ اگر کسی کی تاریخ مقدم ہو گی تو وہی زیادہ حقدار ہو گا اسی طرح دعویٰ ملک بسبب میں مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا دعویٰ کریں تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہو گا اور اگر ایک ذوالید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہو گا تو خارج زیادہ حقدار ہے دعویٰ ملک مطلق میں سب صورتوں میں مگر جب دعویٰ کریں ملک مطلق کیساتھ ایک فعل کا جیسے کہے ہر ایک اُنمیں سے کہ وہ میرا غلام ہے میں نے اُسکو آزاد کیا ہے یا مدبر کیا ہے تو شخص قابض احق ہو گا برخلاف اُس صورت کے جب ہر ایک اُنمیں سے کہے کہ وہ غلام میرا ہے میں نے اُسکو مکاتب کیا ہے تو وہ دونوں برابر ہونگے اس واسطے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہیں ہوتا تو وہ دونوں خارج ہیں اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہے میں نے اُسکو مکاتب کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اُسکو مدبر کیا ہے یا آزاد کیا ہے تو یہ دوسرا اولیٰ ہو گا تو قاعدہ یہ ہے کہ جسکے گواہ مثبت زیادتی ہونگے وہ احق ہو گا یہ صورتیں خارج اور ذوالید کی ہیں ملک مطلق میں لیکن ملک بسبب میں تو اگر دونوں نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک بھی ایک ہی شخص سے بیان کرتے ہیں تو ذوالید احق ہو گا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتے ہیں تو خارج احق ہو گا سب صورتوں میں اور اگر دونوں نے سبب ملک علٰحدہ علٰحدہ بیان کیے جیسے شرا اور ہبہ تو جس کا سبب قوی ہو گا وہ اولیٰ ہو گا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ف یہ خلاصہ ہے تمام مسائل متقدمہ کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ص اور ترجیح نہیں دیجاتی گواہوں کی کثرت سے ف مثلاً ایک کے دو گواہ ہیں اور دوسرے کے چار ص اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت ادلہ سے ف یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہو گی اور یہ نہو گا کہ ایک طرف دو حدیثیں ہیں اور ایک طرف ایک ہی حدیث ہے تو دو حدیثوں کو ترجیح ہو جاوے ایک حدیث پر اسی طرح ایک آیت پر دو آیتوں کو ترجیح نہ ہو گی یہ مسئلہ اصول کی کتابوں میں بتفصیل مذکور ہے ص اگر دو خارجوں نے دعویٰ کیا ایک گھر کا اسطرح پر کہ ایک نے اُس گھر کے آدھے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے کل گھر کا اور دونوں دلیل لائے تو کل کے مدعی کو تین حصے اُس مکان کے اور نصف کے مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث اور نصف کے مدعی کو ثلث ملیگا ف دلیلین امامؒ اور صاحبینؒ کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہیں ص اور اگر ایک گھر دو شخصوں کے قبضہ میں تھا اور ایک نے دعویٰ کیا اُسکے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا

مکان دلایا جاویگا اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ ملیگا ف اس وجہ سے کہ گھر جب دونوں کے قبضے میں تھا تو ہر ایک کے قبضے میں نصف نصف مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے میں تھا اُس کا تو کوئی مدعی نہیں تو وہ اُس کا ہوگا بغیر قضائے قاضی کے اور جو نصف مدعی نصف کے قبضے میں تھا اُس کا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ خارج کے اَولیٰ ہیں گواہوں سے قابض کے اسواسطے وہ نصف بھی قاضی اُسکو دلادیگا کذا فی الاصل ص اگر دو خارجوں نے دعویٰ کیا ایک جانور کی پیدائش کا اور دونوں کے گواہوں نے تاریخ اُسکی پیدائش کی بیان کی تو اُس جانور کا سن دیکھا جاویگا جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اُسکو دلایا جاویگا اور اگر موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہوسکے تو وہ جانور دونوں کا ہوگا اور جو سن اُس کا دونوں کے گواہوں کے مخالف نکلے تو دونوں کے گواہ مردود ہوجاویں گے اور وہ جانور جس کے پاس تھا اُسی کے قبضے میں رکھا جاویگا اور اگر دونوں خارجوں میں سے ایک نے دعویٰ کیا ذوالید پر کہ یہ چیز میری تو نے غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ شئے تیرے پاس امانت رکھائی تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونوں کیلئے حکم کیا جاویگا اُس چیز کے نصف نصف کا اسواسطے کہ دونوں برابر ہوگئے کیونکہ جس کے امانت شئے سپرد ہووے وہ جب انکار کرے امانت سے تو غاصب ہوجاتا ہے سو گویا دونوں شخص مدعی غصب کے ہوئے ف اور اسمیں برابر ہونگے اسیطرح اسمیں ص جو کپڑے پہنے ہوئے ہے وہ زیادہ حقدار ہے اُس سے جو آستین کو پکڑے ہوئے ہے ف یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے ہیں جنمیں دو شخص مدعی ہیں بسبب قبضے کے اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں بدائع میں ہے کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اس وجہ سے کہ وہ شئے اُس کے قبضے میں ہے تو اُس پر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے پھر اگر وہ قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتے گا ص اسی طرح جو گھوڑے پر سوار ہے وہ مقدم ہے اُس شخص پر جو اُسکی لگام کو پکڑے ہوئے ہے اور جو زین پر بیٹھا ہے وہ اَولیٰ ہے اُس سے جو اُسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہے اور جس کا بوجھ اُونٹ پر لدا ہوا ہے وہ اَولیٰ ہے اُس سے جس کا کوزہ اُونٹ پر لٹک رہا ہے اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو اُسکو پکڑے ہوئے ہے دونوں برابر ہیں ف جیسے دونوں بیٹھے ہیں ایک فرش پر یا سوار ہیں ایک زین پر دُرِ مختار ص اور جو ایک کے ہاتھ میں کپڑا ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں اُسکا کنارہ ہے تو دونوں برابر ہونگے ف کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ ہے جو بنا ہوا ہے نہ سرا فقط جو بنا ہوا نہیں ہوتا دُرِ مختار ص اگر ایک لڑکا جو بولتا ہے اور بات کو سمجھتا ہے ایک شخص کے قبضے میں ہے وہ یہ کہے کہ میں اصلی آزاد ہوں تو قول اُسی کا معتبر ہوگا اور وہ جو قبضے میں زید کے ہے اور کہے کہ میں غلام عمرو کا ہوں تو وہ زید ہی کا غلام رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نہ سکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہووے تو جس شخص کے قبضے میں ہے اُسکا غلام ہوگا ف دیوار اُس شخص کی ہوگی جس کی کڑیاں اُس پر رکھی ہوئی ہوں یا اُسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہووے بطریق اتصال تربیع ف اتصال تربیع یہ ہے کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہووے کہ ایک دیوار کی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اتصال تربیع اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیواریں اسواسطے بنائی جاتی ہیں کہ اور دو دیواروں کیساتھ ملکر ایک مکان مربع کا احاطہ کرلیویں کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہے وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہووے یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونوں صورتیں اینٹوں کی دیواریں معلوم ہوئیں اب اگر لکڑی کی دیواریں ہوں تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار میں گئی ہو دُرِ مختار ص اور اگر دو شخصوں نے دعویٰ کیا دیوار کا اور ایک کے اُس دیوار پر تختے ف یا بانس جو کڑیوں پر رکھے جاتے ہیں ص دھرے ہوئے ہیں ف یا ایک کی دیوار کیساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال مُلازقت رکھتی ہے دُرِ مختار ص تو وہ شخص اَولیٰ نہ ہوگا بلکہ دیوار دونوں میں مشترک رہیگی ف اور اگر ایک شخص کی کڑیاں دیوار پر رکھی ہوں اور دوسرے کی دیوار کیساتھ اتصال تربیع رکھتی ہووے تو صاحب اتصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ جسکی کڑیاں رکھی ہیں وہ اَولیٰ ہوگا لیکن صحیح اول ہے اور جو کڑیاں ظلم سے رکھی گئی ہیں دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اُس کے اُکھاڑنے کے مطالبے سے ابرا کر دیوے یا صلح یا عفو کر دے تو وہ حق مطالبہ ساقط نہ ہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اس کے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مشتری کو مطالبہ اس حق کا پہونچتا ہے اسیطرح اگر صاحب دیوار نے وہ مکان کرایہ کو دیا دھنیاں رکھنے والے کو تب بھی اُس کا حق مطالبہ ساقط نہ ہوگا دُرِ مختار ص اگر ایک دار میں ایک شخص کے دس بیت ہیں اور دوسرے کا ایک بیت ہے تو وہ دونوں اُس کے صحن کے منافع میں برابر ہوں گے ف یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال میں برابر ہیں یعنی پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں چیرنے میں وغیرہ ذلک نہایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے میں اگر نزاع ہوگی تو بقدر زمین ہر ایک کیلئے حکم ہوگا اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لئے ہے

له اور دو اس مقام میں ذوالید سے جو دونوں کے دعوے کا منکر ہے ۱۲ [illegible]

بیان منازعت در دیوار

توجسکی زمین زیادہ ہو اُسکو زیادہ حاجت ہے ۔ ور مختار ص دو آدمیوں نے اگر ایک زمین کا دعویٰ کیا اور ہر ایک یہ کہتا ہے کہ وہ زمین میرے قبضے میں ہے تو قاضی حکم نہ دے کسی کے قبضے کا یہاں تک کہ دونوں گواہ قائم کریں اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونوں گواہ قائم کردیں تو وہ زمین دونوں کو نصف نصف دلائی جاویگی اور جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف کیا اُس شخص نے زمین متنازع فیہ میں کہ اینٹیں بنائی تھیں یا عمارت بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اُسی کے قبضے کا حکم ہوگا ف اِسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونوں دلیلیں قبضے کی ہیں ھدایہ

ص باب دعویٰ نسب کے بیان میں

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھ بعد اُس کے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعویٰ کیا کہ یہ ولد میرا ہے تو اُس ولد کا نسب ثابت ہوجاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی اُم ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلایا جاویگا اگرچہ عمرو بھی اُس لڑکے کا دعویٰ کرے زید کے دعوے کیساتھ یا بعد اُس کے ف یہ ہمارا مذہب ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک دعویٰ زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اُس لونڈی کو اقرار ہے اِس بات کا کہ یہ میری اُم ولد نہیں ہے بلکہ لونڈی ہے تو اب دعویٰ ولد میں تناقض ہے اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نطفہ ٹھہرنا ایک امر خفی ہے تو اُسمیں تناقض عفو کیا جاویگا اور نطفہ ٹھہرنا زید کی ملک میں دلیل ہے اِس بات کی کہ ولد زید کا ہے اسواسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہیں گزرے ہیں تا احتمال ہو اس بات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل کے چھ مہینے ہیں اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعویٰ کرے اُس ولد کا ساتھ زید کے یا بعد دعویٰ زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعویٰ کیا ولد کا تو نسب اُس سے ثابت ہوجاویگا اور اس دعویٰ کی صحت اسطرح پر کیجاویگی کہ عمرو نے اُس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کی ملک میں تھی پھر استیلاد کیا اُسکا پھر خرید لیا اُسکو کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ میں لونڈی مرگئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اُسکا دعویٰ کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہوجاویگا نہ اُس صورت میں جب لڑکا مرگیا ہووے ف اسواسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب میں فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابراہیمؑ کی ماں کے لئے کہ آزاد کیا اُسکو اُس کے ولد نے روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے اور جب صحیح ہوا دعویٰ زید کا بعد مرجانے لونڈی کے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زید پورا ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر حصۂ ولد کے نہ اُسکی ماں کے حصے کے کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ میں عمرو نے اُس لونڈی کو آزاد کردیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہوجاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصۂ ولد عمرو کو پھیر دیگا ف صورت اسکی یوں ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اُس کے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہونچیگا اُسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو اُسکی ماں کو پہونچیگا اُسکو نہ پھیریگا کذا فی الاصل ص اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کردیا تھا ف یا دونوں کو آزاد کردیا تھا ص تو اب دعویٰ زید کا مسموع نہ ہوگا جیسے اُس صورت میں کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم میں جنی یا دو برس سے زیادہ میں جنی ف یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی دعویٰ زید کا غیر مسموع ہوگا ص مگر اُس وقت کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اوّل دو قسموں میں ف یعنی جب چھ مہینے سے کم میں جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد کردیا ہے یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں جنی ص وہی قسم اوّل کا حکم ہوگا ف یعنی زید کا نسب ثابت ہوجاویگا اور وہ لونڈی زید کی اُم ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کردیجاویگی اور قیمت پھروادیجاویگی کذا فی الاصل ص اور تیسری قسم میں ف یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ میں جنی اور مشتری نے بائع کے دعویٰ کی تصدیق کی ص بیع باطل نہ ہوگی اور لونڈی زید کی اُم ولد ہوگی نکاح کی راہ سے ف اُم ولد اُس لونڈی کو کہتے ہیں جسکی اولاد اپنے خاوند سے ہووے پھر خاوند اُسکا مالک ہوجاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعویٰ کرے ولد کا اور اس جگہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اس پر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذا فی الاصل مع زیادۃ ص جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اُسکے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اُسکو پھر کسی اور کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے دعویٰ کیا اُس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعویٰ صحیح ہوگا اور بیع پھر جاویگی یہی حکم ہے اگر مشتری نے مکاتب کردیا اُس لڑکے کو یا گرو رکھا اُسکو یا کرایہ دیا اُسکو یا بائع نے اُسکی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا نکاح کردیا اُسکا پھر لڑکے کے نسب کا

دعوٰی کیا تو بھی نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاوینگے اسواسطے کہ یہ سب عوارض محتمل نقض ہیں اور دعوٰی نسب محتمل نقض نہیں برخلاف اُس صورت کے کہ مشتری نے اُس لڑکے کو آزاد یا مدبر کر دیا ہووے اس صورت میں دعوٰی بائع کا مسموع نہ ہوگا جیسا کہ اوپر گزرا ف اصل میں اس مقام پر ایک تقریر ہے جو متعلق ہے عبارت سے وقایہ کی اسواسطے متروک ہوئی ص جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام ف اسکا بیان آگے آتا ہے ص اُسی کے پاس پیدا ہوئے اور اُن دونوں میں سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے اُسکو آزاد کر دیا بعد اُسکے بائع نے اُس لڑکے کا جو اُسکے پاس موجود ہے دعوٰی کیا نسب کا تو دونوں لڑکوں کا نسب اُس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا اس واسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اُس شخص سے تو دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضرور ہے توامین اُن دو بچوں کو کہتے ہیں جنکی پیدائش کے بیچ میں چھ مہینے سے کم مدت گزری ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اُس نے یہ کہا کہ یہ بیٹا زید کا ہے پھر کہنے لگا کہ میرا بیٹا ہے تو اُسکا بیٹا کبھی نہ ہوگا اگرچہ زید انکار کرے اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر زید انکار کریگا اُسکی فرزندی سے تو وہ اُس شخص کا بیٹا ہو جاویگا اسواسطے کہ اقرار بالنسب رد ہو گیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ نسب اُن چیزوں میں سے ہے جو منقوض نہیں ہو سکتیں تو ایسے ہی اقرار نسب کا بھی رد نہوگا رد کرنے سے ف اسیطرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو یہ نفی صحیح نہ ہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی یا پہلے تصدیق نکرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہوا اُسکی فرزندی کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے تو نسب ثابت ہو جاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو ضرور ہے تصدیق اُسکی دُر مختار ص اور اگر ایک بچہ ہو مسلمان اور کافر کیساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہے وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا ف اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے میں بالفعل بچے کو آزادی حاصل ہوتی ہے اور اسلام انجام کار کو اسلئے کہ دلائل توحید ظاہر ہیں اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اُسکو بالتبع حاصل ہو جاتا لیکن آزادی سے محروم ہوتا اور آزاد ہو جانا اُسکی طاقت سے باہر ہے کذا فی الاصل ص اگر ایک لڑکا خاوند اور جورو کے پاس ہے ف اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا ہے دُر مختار ص اور زوج اور زوجہ دونوں نے اُس کا دعوٰی کیا ف ایک ساتھ دُر مختار ص اسطرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا بیٹا میرا ہے تیرے سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سوا دوسرے خاوند سے تو وہ دونوں کا بیٹا قرار دیا جاویگا ف اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان کر سکتا ہو تو جسکی تصدیق کریگا اُسی کا بیٹا قرار دیا جاویگا دُر مختار ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اُسکا ولد زید سے ہوا اور زید نے اُسکا دعوٰی بھی کیا ف یعنی یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے اس لئے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے نسب اُسمیں بدون دعوے کے ثابت نہیں ہوتا ص بعد اُسکے وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کی مستحق کو دینا پڑیگی ف اسواسطے کہ زید مغرور یعنی فریب میں آیا ہوا ہے اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہے قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اُسکی ملک یمین یا ملک نکاح پر اعتماد کرکے پھر وہ عورت اُس سے جنی بعد اُسکے وہ عورت کسی اور کی مملوک نکلی اور اُسکو مغرور اسلئے کہتے ہیں کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اُسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو مِلک اُسکی نہ تھی کذا فی الاصل اسلئے کہ اُس نے لڑکے کو نہیں روکا ص اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اُسکی قیمت ہوگی تو اگر وہ لڑکا مر گیا تو اُسکے باپ پر کچھ لازم نہ آویگا ف بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے کریگا ص اور ترکہ اُس لڑکے کا باپ کو ملیگا تو اگر اُس لڑکے کو خود باپ نے قتل کر ڈالا یا کسی اور نے قتل کیا ف اور باپ نے دیت اُسکی بقدر اُسکی قیمت کے یا زیادہ کے لے لی اور جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اُس پر تاوان اُسی کے موافق آویگا دُر مختار ص تو تاوان دے اُس کا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے جیسے ثمن لونڈی کا پھیر لیگا اور عقر اُس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے اگرچہ مستحق کو اُس نے عقر دیا ہووے اسواسطے کہ یہ بدل ہے استیفائے منفعت بضع کا مسائل ملحقہ تناقض موضع خفا میں اور نسب میں عفو ہے مثلاً ایک شخص نے کہا کہ میں اسکا وارث نہیں ہوں پھر اُس نے دعوٰی کیا کہ میں اُس کا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوٰی صحیح ہو جاویگا اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک عورت کو کہا کہ یہ میری لڑکی شیر خوار ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اُس کا دعوٰی خطا صحیح ہے بشرطیکہ ثابت رہنا مقر کا اپنے اقرار پر اُسکے قول سے یا گواہوں سے ثابت نہ ہووے اسی طرح اگر ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی زوجیت میں اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعوٰی کیا اس بنا پر کہ مورث نے اُسکو طلاق دیدیا تھا تو یہ دعوے مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایے لیا عمرو سے بعد اُس کے مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ گھر میرا ہے اور مجھ کو میرے باپ کے ترکہ سے پہونچتا ہے تو دعوے

له یعنی بدون اعادہ دعوٰی ثابت ہوگا ۱۲ له یعنی وہ شخص جو جس کی لونڈی تھی ۱۲ له اور مستحق کو لونڈی کی عقر بھی دینا ہوگا ۱۲ له اس واسطے کہ وہ حر الاصل ہے ۱۲ منہ

بیان ولد مغرور

بیان تناقض در دعوٰی

مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند سے اور بدل خلع دیا بعد اُس کے مدعی ہوئی اس بات کی کہ خاوند مجھ کو پہلے خلع سے طلاق بائن دیچکا
تھا تو یہ دعویٰ سُنا جاویگا اور بدل خلع پھروا دیا جاویگا اسی طرح اگر ایک کپڑا رومال میں لپٹا ہوا کرایے کو لیا بعد اُسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ کپڑا میرا ہی
تو یہ دعویٰ سُنا جاویگا کذا فی الحموی باختصار اگر مدعی یا مدعیٰ علیہ سے نام کے بیان کرنے میں غلطی واقع ہوئی پھر اُس کا تدارک کردیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ایک شخص
کے دو نام ہوسکتے ہیں کذا فی الحامدیہ۔ جو شخص دعویٰ کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو مدعیٰ علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار اولاً مدعی کو چاہیئے کہ اپنا
نسب ثابت کرے مدعیٰ علیہ کے سامنے اور اگر دعویٰ کرے میراث کا تو اگر مدعیٰ علیہ معترف ہوا اُسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کردے مدعیٰ علیہ کو مال دینے کا
اور یہ حکم اُس کے باپ پر نافذ نہ ہوگا یہانتک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعیٰ علیہ سے لیوے اور مدعیٰ علیہ مدعی سے پھیر لیوے اور اگر مدعیٰ علیہ منکر
ہو اُس کے نسب کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے اور اُسکے مورث کی موت پر اور اگر گواہوں سے عاجز ہووے تو مدعیٰ علیہ سے قسم لیجاویگی
اسطرح کہ میں نہیں جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے اگر اُس نے قسم کھالی تو دعویٰ مدعی ساقط ہوگیا اور اگر نکول کیا یا مدعی نے اپنا نسب اور
موت مورث کو گواہوں سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اُس نے گواہ قائم کیے تو دعویٰ اُس کا ثابت ہوگیا اب مدعیٰ علیہ پر حکم
کردیا جاویگا اُس مال کا اور اگر گواہوں سے عاجز ہوا تو مدعیٰ علیہ سے بطور قطع اور یقین کے قسم لیجاویگی اگر اُس نے قسم کھالی تو بہتر ہے ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اُس پر
حکم کردیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین ملخصاً اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا سگے بھائی ہونیکا تو دادا کا نام ذکر کرنا ضرور نہیں اور اگر چچازاد بھائی ہونیکا دعویٰ کیا تو دادا کا
نام بیان کرنا ضرور ہے اگر ایک شخص نے اپنا دَین میت پر گواہوں سے ثابت کیا تو وہ دَین سب وارثوں کے حصے سے لیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت
کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہے اُسی کے حصے سے دَین وصول کیا جاویگا بقدر اُس کے حصے کے کذا فی الدرالمختار وحاشیہ۔ مسئلہ شہادت نفی پر مقبول نہیں
مثال اُسکی یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعیٰ علیہ نے فلاں تاریخ فلاں روز اتنے روپے مجھ سے قرض لیے تھے تو مدعیٰ علیہ گواہ لایا اس امر پر کہ میں اُس تاریخ
کو اُس جگہ تھا ہی نہیں بلکہ دوسری جگہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہو گی اِسواسطے کہ اُس جگہ نہونا نفی ہے بلحاظ صورت اور معنی دونوں کے اور قول اُس کا کہ میں دوسری
جگہ تھا نفی ہے بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہے روایت نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے کہ گواہی دی دو مردوں نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آجاویگا وہ
قول اور فعل مدعیٰ علیہ پر برابر ہے کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا اعتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت میں تو اگر گواہ لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ
اُس جگہ نہ تھا اُس دن تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی لیکن محیط میں مذکور ہے کہ اگر نہونا اُس کا متواتر ہوجاوے لوگوں کے نزدیک اور جانتے ہوں سب لوگ کہ وہ
اُسوقت اُس جگہ میں نہ تھا تو دعویٰ اُس پر مسموع نہ ہوگا اور حکم کردیا جاوے گا مدعیٰ علیہ کے برات ذمے کا اسواسطے کہ لازم آتی ہے تکذیب اُس امر کی جو ثابت
ہو بالبداہتہ اور اُسمیں شک نہیں ہوسکتا اسی طرح حال ہے ہر شہادت کا جو قائم ہو اس امر پر کہ فلانے نے یہ قول نہیں کہا یا یہ کام نہیں کیا تو یہ شہادت مقبول
نہ ہوگی ایسا ہی ہے بزازیہ میں کذا فی الحموی لیکن صاحب اشباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنےٰ کیا ہے کہ اُسمیں شہادت نفی پر مقبول ہے منجملہ
اُس کے یہ صورت ہے کہ خاوند نے عورت کی طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اُس پر گزری تو یہ شہادت مقبول ہوجاویگی اور یہ صورت ہے کہ
شاہدوں نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسی طرح شہادت نفی متواتر پر مقبول ہی
باقی صورتیں اگر دیکھنا منظور ہیں تو اشباہ کو مطالعہ کرلے مسئلہ ایک مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا دَین کا پھر مدعی ہوا اُس کے ادا کا ایک ہی مجلس میں تو مقبول نہوگا
اور اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کی مجلس بدل گئی پھر دعویٰ کیا ادائے دَین کا اور قائم کیے گواہ اس پر تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا بشرطیکہ دعویٰ ایفاء کا قبل اقرار
کے نہ ہووے ورنہ باطل ہوگا اور جو دعویٰ کرے ادائے دَین کا بعد انکار دَین کے تو مقبول ہے باتفاق جیسا کہ اوپر گزر چکا حموی

ص کتاب الاقرار

ف اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ یعنی چاہیئے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ہے تو اگر اقرار حجت نہ ہوتا
تو اس حکم کے کچھ معنی نہ ہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اسکو ابن حبانؒ

نے بسند صحیح ابوذرؓ سے اور حکم کیا حضرتؐ نے ماعزؓ پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا اُمت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہے مُقر کے حق میں یہانتک کہ ثابت کیا انھوں نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو مال بطریق اولیٰ ثابت ہوگا اور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نہ کریگا جس چیز میں اُسکی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اُسکی ذات کے حق میں بسبب نہ ہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی مغرب وغیرہ

ص اقرار کہتے ہیں خبر دینے کو اس بات کی کہ غیر کا حق مجھ پر لازم ہے ف جو شخص اقرار کرے اُسکو مُقر کہتے ہیں اور جس کے حق کو اپنے اُوپر ثابت کرے اُسکو مقرلہ کہتے ہیں اور جس چیز کا اقرار کرے اُسکو مقربہ کہتے ہیں ص حکم اقرار کا یہ ہے کہ مُقربہ اُسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ اقرار انشاء ہی مقربہ کے ثبوت کا ف یعنی اقرار سے غرض اور غایت یہ ہے کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اُسکو ایجاد کرے جیسے انشاء عقود ہوتی ہے آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہے ص تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہے تو صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو یہ اقرار صحیح نہ ہوتا کیونکہ لازم آتا انشاء تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہیں اور جو کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہو جاتا اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے ہیں ف یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق دے یا غلام کو آزاد کر دیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاوینگے جیسا کہ بیان اس کا کتاب الاکراہ میں آویگا دُر مختار وغیرہ میں اور مسائل بھی اس پر متفرع کیے ہیں انمیں سے یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کیلئے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقرلہ کو دلایا جاویگا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کی طرف سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہیں ہوگا مگر جو عقود لازم ہیں جیسے نکاح وغیرہ اُنمیں اقرار رد نہوگا اور جب مقرلہ نے اقرار مقر کا قبول کرلیا بعد اُس کے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایک دفعہ اقرار کیا اور مقرلہ نے اُسکو رد کر دیا بعد اُسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقرلہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا محض بربنائے اقرار مدعیٰ علیہ کے ایک شئے معین کا تو یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا مگر جب مدعی یوں کہے کہ یہ شئے میری ملک ہے اور مدعیٰ علیہ نے اس کا اقرار کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اُس پر اتنا ہے اور اسی طرح اُس نے اقرار بھی کیا ہے تو دعویٰ مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار مدعیٰ علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہیں ٹھہرایا پھر اگر مدعیٰ علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاویگا نہ اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعویٰ کیا مدعیٰ علیہ پر ایک شئے کا اور مدعیٰ علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس بات کا کہ میرا کچھ حق مدعیٰ علیہ کیطرف نہیں ہے تو یہ دعویٰ مدعیٰ علیہ کا مسموع ہوگا ص جس شخص آزاد عاقل بالغ نے ف حالت بیداری میں خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے دُر مختار ص اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہے لیکن مُقر پر لازم ہوگا کہ اُس شئے مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقرلہ اُس سے زیادہ کا دعویٰ کرے اور گواہ نہ رکھتا ہووے تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا ف حاصل کلام یہ ہے کہ جہالت مقربہ کی مانع صحت اقرار نہیں ہے البتہ جہالت مقر یا مقرلہ کی مانع ہے تو جس صورت میں مقربہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاویگا اُس کے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقرلہ مجہول ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہوگا ص اگر مقر نے یہ کہا کہ فلاں کا میرے ذمے پر مال ہے تو ایک درم سے کم میں اُسکی تصدیق نہ ہوگی اور جو یہ کہا کہ فلاں کا میرے اُوپر بڑا مال ہے تو سونے اور چاندی میں مقدار نصاب زکوٰۃ سے ف یعنی بیس دینار اور دو سو درم سے ص کم میں اور اُونٹوں میں پچیس اُونٹوں سے کم میں اور سوا انکے اور مالوں میں قیمت نصاب زکوٰۃ سے کم میں (تصحیح) نہ کیجاویگی ف در مختار میں ہے کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور مقدار نصاب سرقے میں تصدیق ہو جاویگی اور اس قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے ص اور تین نصاب زکوٰۃ سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اگر مقر نے یوں کہا کہ عَلَیَّ اَمْوَالٌ عِظَامٌ یعنی مجھ پر بڑے اموال ہیں ف اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی کپڑوں وغیرہ سے کریگا تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی دُر مختار ص اور دراہم کے اقرار میں تین درم سے کم میں اور دراہم کثیرہ کے اقرار میں دس درم سے کم میں تصدیق نہ ہوگی یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نصاب سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اگر مقر نے کہا کہ علیّ کذا درہما تو ایک درہم لازم آوے گا اور جو کہا کذا کذا درہما تو گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا درہما واو عطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا کذا کذا درہما تب بھی گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا و کذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا و کذا و کذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے ف وجہیں ان مسائل کی اصل میں اور ہدایہ میں مذکور ہیں اور وہ متعلق ہیں خاص زبان عرب سے

۵۱ مثلاً زید دعویٰ کرے ایک کتاب کا عمرو پر اس سبب سے کہ عمرو نے اس کا اقرار کیا تھا زید کے لیے ۱۲ منہ رح ۵۲ بیوقوف نادان جس کو مصلحت اور مفسدہ اپنا معلوم نہ ہووے ۱۲ ۵۳ صحیح ہے اقرار مجہول کا جبکہ بیان کردے اس لئے کہ یہ اقرار اخبار ہے نہ انشاء کذا فی الاصل ۱۲ ۵۴ یعنی جب قاضی نے اُس سے سوال کیا کہ تو اس مال کو بیان کر اور اُس نے ایسی چیز بیان کی جسکی قیمت ایک درم سے کم ہے تو قاضی اُسکی تصدیق نہ کریگا ہاں اگر درم کے برابر یا زیادہ بیان کیا تو تصدیق کیجاویگی ۱۲ منہ رح ۵۵ یعنی جب بصیغہ جمع بیان کرے اعلیٰ دراہم ۱۲ ۵۶ اسواسطے کہ اقل جمع کثرت کا دس ہیں ۱۲ ۵۷ مثل قول علیّ مال عظیم ۱۲

۵۰ اور اقرار زبردستی صحیح نہیں ہوتا ۱۲

اور ہماری زبان میں اسکا کچھ لحاظ نہ ہوگا ص اگر کہے کہ مجھ پر یا میری طرف فلانے کا اتنا ہے تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اُسکے ساتھ کہے گا تو امانت شمار کیجاویگی اور اگر اُسکے بعد کہیگا تو دَین ہی شمار کیا جاویگا اور اگر یوں کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر میں یا میری تھیلی میں یا میرے صندوق میں فلانے کا اتنا ہے تو امانت پر محمول ہوگا ف اور جو کسی نے کہا کہ میرا سب مال اُس کا ہے یا جس کا میں مالک ہوں وہ اُس کا ہے یا اُسکو میرے مال میں سے یا میرے دراہم میں سے اتنا ہے تو یہ ہبہ سمجھا جاویگا نہ اقرار تو ضرور ہے اتمام ہبہ کیلئے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اُسے تسلیم کرے درمختار ص زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار روپے ہیں عمرو نے اُس کے جواب میں یہ کہا کہ اُنکو وزن کر لے یا پرکھ لے یا مجھے اُنکی مہلت دے یا میں تجھ کو وہ دیچکا ہوں یا تو نے مجھ کو وہ روپئے معاف کر دیے ہیں یا خیرات کر دیے ہیں یا ہبہ کر دیے ہیں یا میں نے اُن روپیوں کا حوالہ کر دیا ہے تجھے تو زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہو جاویگا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہ ہوگا ف یعنی اُن روپیوں کی طرف ضمیر نہیں پھیری بلکہ اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کر لے الی آخرہ تو اقرار نہوگا وجہ اسکی اصل میں مذکور ہے اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہیں اور عمرو نے اُسکے جواب میں سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہ ہوگا اگر زید زبان سے بولنے پر قادر رہے درمختار ص اگر کوئی اقرار کرے اپنے اُوپر ایک میعادی قرض کا اور مقرلہ کہے کہ تجھے بالفعل دینا ہے تو مقرلہ کا قول قسم سے مقبول ہوگا ف اگر مقر کے پاس گواہ نہوں میعاد کے ص یعنی مقرلہ کو قسم دلاویں گے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہیں ہے تو جب وہ قسم کھالیگا تو قرض بالفعل دلایا جاویگا ف برخلاف اُس صورت کے کہ مقر نے کالے روپیوں کا اقرار کیا تو ویسے ہی روپے اُس پر لازم آویں گے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دَین میعادی کے کہ اُسمیں قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مُول چکایا یا امانت لی یا عاریت لی یا اُس کے ہبہ اور کرایہ لینے کی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یہ اُمور کیے تو گویا زید نے اقرار کیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہے عمرو کی اب اگر زید اپنے لئے خواہ دوسرے کیطرف سے وکالتًا یا وصایۃً اُس شئے کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعویٰ نہ سُنا جاویگا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعووں سے عمرو کو ابراء عام کیا پھر عمرو پر دعویٰ کیا کسی اور کا وکیل بنکر یا وصی بنکر اپنے مؤکل یا صغیر کیلئے تو درست ہے درمختار ص ایک شخص کہے کہ مجھ پر ایک سو اور روپیہ ہے تو سو سے بھی مراد روپے ہونگے یعنی ایک سو ایک روپے کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہے تو پوچھا جاویگا کہ سو سے کیا مراد ہے اسی طرح سو اور دو کپڑوں کے اقرار میں اور اگر یوں کہے کہ میرے اُوپر مائۃ وثلٰثۃ اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہیں تو سو سے بھی مراد کپڑے ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلے کے اندر تو صرف گھوڑا اُس پر لازم ہوگا ف نہ طویلہ اسواسطے کہ غیر منقول میں شیخین کے نزدیک غصب نہیں ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونیکے لائق ہے اگر منقول ہے تو ظرف اور مظروف دونوں مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہے تو صرف مظروف لازم آویگا اور جو ظرف ہونیکے لائق نہیں ہے جیسے یوں کہے کہ فلانے کا مجھ پر ایک درم ہے درم کے اندر تو صرف اول لازم آویگا نہ ثانی درمختار ص اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اُس کا حلقہ اور نگین دونوں لازم آویں گے اور تلوار کے اقرار میں اُسکا میان اور پرتلہ اور پھل لازم آویگا اور حجلہ کے اقرار میں اُسکی لکڑیاں اور پردے بھی لازم آوینگے اور جو اقرار کیا کھجور کا ٹوکرے میں یا کپڑے کا رومال میں یا کپڑے میں ف یا غلے کا کشتی میں یا گون میں ہدایہ ص تو ظرف اور مظروف دونوں اُس پر لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑوں میں تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہیں ہوسکتے اور امام محمد کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آوینگے اسواسطے کہ نفیس کپڑا کبھی کپڑوں کی تہ میں ہوتا ہے اور جو اقرار کیا کہ مجھ پر پانچ کپڑے ہیں پانچ کپڑوں میں اور نیت کی ضرب کی تو صرف پانچ کپڑے لازم آویں گے اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھ پانچ کے تو دس دینے ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے لازم آوینگے اور یہ جو کہا کہ فلانے کے میرے اُوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہیں یا ایک اور دس کے بیچ میں تو نو درہم لازم آوینگے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دس درہم اور زفر کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یوں کہے کہ فلانے کا اس گھر میں سے اس دیوار سے لیکر اُس دیوار تک ہے تو دونوں دیواریں داخل نہونگی یہ صحیح ہے اقرار حمل کا دوسرے کیلئے ف مثلًا یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کیلئے ہے ص اور یہ اقرار محمول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کر گیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی

کسی اور شخص کیلئے بعد اُس کے موصی مر گیا تو اب وارث مُقر کا اقرار کرتا ہی اُس حمل کا مُوصٰی لہٗ کیواسطے اسیطرح صحیح ہی اقرار حمل کیلئے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اُوپر ہزار درم ہیں بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہو سکے جیسے وصیت یا میراث اسلئے کہ وصیت حمل کیلئے صحیح ہے اور اسی طرح حمل وارث بھی ہوتا ہی پھر اگر وہ عورت وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچے زندہ جنے تو وہ مال اُنکا ہو جاویگا اور اگر مُردہ جنے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہو گا تو اُنکے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہیں ہو سکتا جیسے کہے کہ میں نے اُس حمل کو ہبہ کیا تھا یا میں نے اُس حمل کا وکیل ہو کر اس چیز کو خریدا ہی یا میں نے اُسکے ہاتھ یہ چیز بیع کی ہی یا میں نے اُس سے قرض لیا ہی یا بالکل سبب بیان نہ کرے تو یہ اقرار لغو ہو جاویگا **ف** باتفاق ائمہ ثلثہؒ **ص** اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یوں کہے کہ فلانے کے مجھ پر ہزار درہم ہیں لیکن اس شرط پر کہ مجھکو تین دن تک اختیار ہی تو یہ اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہو گی **ف** اسواسطے کہ اختیار فسخ کیلئے ہوتا ہی اور اقرار قابل فسخ کے نہیں ہی **ص** اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اُس کے دعویٰ کیا کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو طرفینؒ کے نزدیک اُسکے اس قول کیطرف التفات نہ ہو گا لیکن فتویٰ ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ مُقر لہٗ سے قسم لیجاویگی اس امر پر کہ مقر جھوٹ نہیں بولا تھا اسی طرح پر اگر مُقر کے وارث نے دعویٰ کیا کہ میرے مورث نے جھوٹ کہدیا تھا تو بعضونکے نزدیک وارث کے اس قول پر لحاظ نہو گا اور اصح یہ ہی کہ مُقر لہٗ سے یہاں بھی اُسی طور پر قسم لیجاویگی اور اگر مقر لہٗ مر گیا ہے تو اُس کے وارثوں سے علم پر قسم لیجاویگی یعنی یوں کہے کہ ہم نہیں جانتے کہ مُقر نے یہ اقرار جھوٹ کیا تھا **مسائل ملحقہ** کتابت اقرار کا حکم کرنا مثل اقرار کے ہی اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی انگلیوں کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہو گیا خواہ منشی اُسکو لکھے یا نہ لکھے اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہو سکتی ہی اگر مدعیٰ علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی اُسکو قید کرے یہانتک کہ یا اقرار کرے یا انکار باپ نے جب اقرار کیا اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور ماں اُسکی آزاد ہی تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہو گا اُس عورت کے منکوحہ ہونے کا برخلاف مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہ ہو گا کذا فی الدر المختار و الطحطاوی و القنیہ ملتقطا من مواضع

ص باب استثناء کے بیان میں

ف یعنی اقرار میں سے کچھ نکال لینے کے بیان میں **ص** جس چیز کا اقرار کیا ہو اُسمیں سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی نکال ڈالنا صحیح ہے بشرطیکہ یہ استثناء متصل ہووے اقرار سے **ف** مثلاً کہے کہ زید کے مجھ پر دس روپئے ہیں مگر دو یا دو کم تو دو کم کو ساتھ ہی اگر کہیگا تو یہ استثناء صحیح ہو گا **ص** اور بعد استثناء کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آویگا **ف** مثلاً مثال مذکور میں آٹھ روپئے لازم آویں گے **ص** اور جو سب کا استثناء کرے سب کا تو باطل ہے **ف** مثلاً کہے کہ میرے اُوپر ہزار روپے ہزار کم آتے ہیں **ص** اور اُس پر سب لازم آویں گے **ف** تو مثال مذکور میں ہزار پورے دینے ہونگے **ص** جو چیزیں نپتی ہیں یا تُلتی ہیں اُن کو روپیوں میں سے استثنا کرنا درست ہی تو اُسقدر کی قیمت کم کر کے باقی روپئے دینا ہونگے اور اُنکے سوا اور چیزونکو نکالنا درست نہیں ہی مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہیں ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہوں کم تو استثنا صحیح ہو گا واسطے وجود مناسبت فی الجملہ کے اور سو درہم میں سے قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کر کے باقی درہم دینا ہوں گے اور جو کہا کہ میرے اُوپر سو درہم ہیں ایک کپڑا کم تو یہ استثناء صحیح نہ ہو گا نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی صورت میں صحیح نہ ہو گا اور شافعیؒ کے نزدیک سب صورتوں میں صحیح ہو گا جس شخص نے اقرار کیا ایک امر کا اور اُسکے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ملا دیا تو اقرار باطل ہو جاویگا اگر کسی نے دار کے اقرار میں سے عمارت کا استثنا کیا تو صحیح نہ ہو گا یعنی زمین اور عمارت اُس دار کی دونوں مقر لہٗ کی ہو جاوینگی اسلئے کہ بنا داخل ہوتی ہی دار میں بالتبع اور جو چیز بالتبع داخل ہو اُس کا استثنا صحیح نہیں البتہ اگر یوں کہے کہ عمارت میری ہی اور صحن تیرا ہی تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہو گا اور انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہیں **ف** یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ انگشتری فلانے کی ہی مگر نگین میرا ہی یا یہ باغ اُس کا ہے مگر درخت کھجور کے جو اُسمیں ہیں میرے ہیں تو یہ استثنا صحیح نہیں البتہ اگر یوں کہیگا کہ اس انگوٹھی کا چھلہ اُس کا ہے اور نگین میرا ہی یا زمین اس باغ کی اُسکی ہی اور درخت کھجور کے میرے ہیں تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہو گا

له یعنی یوں کہا کہ یہ مکان فلاں شخص کا ہے مگر عملہ میرا ہے ۱۲ ملـه یعنی مقدار میں ۱۲ ملـه عدم مجانست کے سبب ۱۲ سـه عدم مجانست کے سبب ۱۲ للعـه واسطے مجانست مالیت کے ۱۲

کذافی الاصل ص اور اگر کہا کہ اُس شخص کے میرے اُوپر ہزار روپے ہیں ایک غلام کی قیمت کے ابھی تک میں نے اُس غلام پر قبضہ نہیں کیا ہے تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت میں مقرلہ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپے دینا پڑیں گے اور اگر غلام نہیں دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مُقر پر ہزار روپے واجب ہو گئے اور یہ قول اُس کا کہ میں نے ابھی اُس غلام پر قبضہ نہیں کیا لغو ہو جاویگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اُس کلام کے ساتھ کہے یا جُدا کہے کیونکہ اُس نے جب انکار کیا قبض کا ایک شئے غیر معین میں تو گویا منکر ہوا وجوب دراہم کا اِسواسطے کہ بحالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہے تو قیمت واجب نہ ہوگی تو یہ رجوع ہو گیا اقرار سے اور وہ مسموع نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر یہ قول اُس اقرار سے ملا ہوا ہے تو اس صورت میں تصدیق اسکی کیجاویگی کیونکہ یہ بیان تغییر ہے اُنکے نزدیک کذافی الاصل ص جس طرح مقر نے یوں کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے فلانے کے ہیں بابت قیمت شراب یا سُور کے ف یا جُوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مُردے کے یا خون کے دُرّ مختار ص تو مُقر پر ہزار روپے لازم ہونگے اور یہ اقوال لغو ہو جاویں گے ف امام صاحبؒ کے نزدیک اگرچہ اُسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے یا جُدا کہے اور نزدیک صاحبینؒ کے اگر ملا کر کہیگا تو اُسکی تصدیق کیجاویگی کذافی الاصل لیکن یہ صورت جب ہے کہ مُقرلہ اِن اقوال کا مُنکر ہو اور جو وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے اِن اُمور پر تو اب ہزار روپے اُسکو لازم نہ ہونگے دُرّ مختار ص اور اگر کہے کہ میرے اُوپر ہزار روپے ہیں بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپے زیوف یا بنہرجہ یا ستوقہ یا رصاص ہیں تو کھرے ہزار روپے اُسکو دینا ہونگے ف امام صاحبؒ کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جُدا ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک وصل کی صورت میں تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ یہ قول رجوع ہے اقرار سے امام صاحبؒ کے نزدیک اور بیان تغییر ہے صاحبینؒ کے نزدیک کذافی الاصل ص اور اگر کہے کہ میرے اُوپر فلانے کے ہزار روپے ہیں جو میں نے اُس سے غصب کیے تھے یا اُس نے امانت رکھائے تھے مگر وہ روپے زیوف یا بنہرجہ ہیں تو اسکی تصدیق کیجاویگی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپے ستوقہ یا رصاص تھے تو درصورت وصل اُسکی تصدیق ہوگی اور درصورت فصل اُسکی تصدیق نہ ہوگی ف وجہ فرق اصل میں مذکور ہے ص جو شخص اقرار کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر عیب دار کپڑا لاوے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اسکا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلاں کے مجھ پر ہزار درہم ہیں مگر اتنے کم تو اگر یہ استثنا ملا کر کیا ہے تو قول اُسکا معتبر ہوگا اور جو ٹھہر کے کیا تو استثنا باطل ہوگا اور پُورے ہزار درہم آوینگے اور جو کہے کہ میں نے تجھ سے ہزار امانۃً لیے تھے وہ تلف ہو گئے اور مقرلہ کہے کہ تو نے غصبًا لیے تھے تو مُقر پر ضمان ہزار روپیہ کا لازم آویگا اور جو مُقر کہے کہ تو نے مجھ کو ہزار امانۃً دیے تھے اور مقرلہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مُقر پر ضمان لازم نہ آویگا ف وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اوّل میں مُقر نے اقرار کیا سبب وجوب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی میں اقرار نہیں کیا اس کا بلکہ مقرلہ اس پر دعویٰ کرتا ہے غصب کا اور مُقر مُنکر ہے تو قول مُنکر کا معتبر ہوگا کذافی الاصل ص اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو میں نے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت نہیں تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اُس شئے کو زید سے لے لیوے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اُس شئے پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اُس شئے کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعویٰ ہو تو گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ میں نے اپنے اس گھوڑے کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایہ میں دیا تھا سو عمرو اُس گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس کپڑے کو پہنا بعد اُس کے مجھے پھیر گیا یا عمرو نے میرے اس کپڑے کو اتنے داموں کے عوض سیا تھا بعد اُس کے میں نے لے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتوں میں زید کے قول کی تصدیق کیجاویگی ف یعنی زید کو یہ حکم نہ ہوگا کہ وہ شئے عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اُس پر دعویٰ کرے جیسا کہ مسئلہ امانت میں گزرا بلکہ یہاں عمرو کو اختیار ہے کہ گواہوں سے اپنا دعویٰ زید پر ثابت کر کے بعد ثبوت کے اُس چیز کو لے لیوے ص اور صاحبینؒ کے نزدیک یہاں بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ عمرو کے حوالے کرے بعد اُسکے گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرے جیسا کہ مسئلہ ودیعت میں گزرا اور یہی موافق قیاس کے ہے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اجارے میں نہیں اقرار کیا دوسرے کے مطلق قبضے کا بلکہ قبضہ ضروریہ کا واسطے انتفاع کے پس باقی رہے گا موجر کا قبضہ ماورائے ضرورت میں بخلاف ودیعت کے ف اور فتویٰ امامؒ کے قول پر ہے مسائل ملحقہ اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہیں بلکہ امانت عمرو کی تو ہزار زید کے اُس پر ثابت ہو گئے اور اسی قدر یعنی

ہزار عمرو کے اُس پر لازم ہوئے آور یہی حکم غصب میں ہے آور اگر مُقرلہ ایک شخص ہووے اور اُس کے لئے دوٓ اقرار کرے تو جو اقرار از روے مقدار کے زیادہ ہے یا از روے وصف کے افضل ہے لازم ہوگا جیسے کہے کہ اُس کے میرے اُوپر ایک ہزار روپئے ہیں نہیں بلکہ دوٓ ہزار روپئے یا بالعکس تو دوٓ ہزار لازم ہوں گے یا اُس کے میرے اُوپر ہزار روپئے ہیں کھوٹے نہیں بلکہ کھرے یا بالعکس تو ہزار کھرے لازم ہوں گے کذا فی الدر المختار

ص باب مریض کے اقرار کے بیان میں

مریض پر جو دَین ہو حالت صحت کا خواہ اُس دَین کا سبب معلوم ہووے یا صرف اُس کے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دَین اُس پر واجب ہوا ہو حالت مرض موت میں اسباب معروفہ سے نہ صرف اُس کے اقرار سے جیسے بدل اُس چیز کا جس کا مریض مالک ہوا یا جس چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونوں برابر ہیں اور ان دونوں قسموں کے دَین ف یعنی دَین صحت مطلقًا اور دَین مرض بہ اسباب معروفہ ص مقدم ہوں گے ادا کرنیمیں اُس دَین پر جو حالت مرض میں صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے ف یعنی پہلے ترکہ میت میں سے دَین صحت مطلقًا اور دَین مرض جو اسباب معروفہ سے ہو ادا کرینگے بعد اُس کے اگر کچھ مال بچے گا تو وہ دَین ادا کیا جاویگا جو حالت مرض میں صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے آور شافعیؒ کے نزدیک تینوں قسم کے دَین برابر ہیں آور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے ص لیکن تینوں قسم کے دَین میراث پر مقدم ہونگے یعنی ترکہ وارثوں میں اُسوقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دَین ادا ہوچکیں اگرچہ دیون پُورے مال کو گھیر لیویں ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِنۢ بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ص اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض قرضخواہوں کا قرض ادا کرے نہ بعض کا ف اگرچہ دَین مہر کا دینا یا اُجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال میں سب دَین والوں کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے اور بعض کے نہ دینے میں اورونکی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو مجبور نہ ہو اُسکو یہ امر جائز ہے کہ اپنے قرضخواہوں میں سے کسی کا قرض آول ادا کرے اور دوسروں کا بعد ادا کرے تنقیح الحامدیہ ص اور جائز نہیں مریض کا اقرار اپنے وارث کیواسطے ف دَین کا یا عین کا آور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے آور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دَین کا اُس کے لئے روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے سُنن میں ص مگر اُس صورت میں جب باقی قرضخواہ دَین میں اور باقی ورثہ اقرار تو وارث میں اُسکی تصدیق کریں ف کیونکہ معتبر نہونا اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق کیلیے تھا تو جب اُنھوں نے اقرار کرلیا تو اقرار صحیح ہوجاویگا آسیطرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دَین تھا اُس کے وصول ہوجانیکا اقرار کیا تب بھی صحیح نہ ہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کی آور اشباہ میں ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثوں کے مگر کہی جگہ[۲] آیت[۱] اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسرے نفی جیسے مریض کا یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ کیطرف یا میری ماں کیطرف اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرار کرنیکا اپنے وارث کو ص اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک کیلیے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے ف اور اُس شخص نے اُسکی تصدیق کی بشرطیکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہوسکتا ہو ص تو نسب ثابت ہوجاویگا اور اقرار باطل ہوگا آور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کیلیے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کرلیا تو یہ اقرار صحیح رہیگا اسواسطے کہ اوّل صورت میں اقرار مریض کا ہوا اپنے بیٹے کیلیے اور دوسری میں اقرار اجنبیہ کیواسطے ف اگر اُس کے لئے وصیت کی پھر اُس سے نکاح کرلیا تو وصیت باطل ہوجاویگی درمختار ص اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا مجہول النسب ہو اور اُس سن کا لڑکا مُقر سے ہوسکتا ہو اور تصدیق کی اُسکی لڑکے نے تو نسب اُس لڑکے کا ثابت ہوجاویگا مُقر سے اگرچہ مُقر وقت اقرار کے مریض ہووے اور وہ لڑکا شریک ہوجاویگا اور وارثوں کا میراث میں اور تصدیق لڑکے کی اُسوقت ضرور ہے کہ وہ لڑکا گفتگو کرسکتا ہو اور جو گفتگو نہ کرسکتا ہو اور مرجاوے مُقر ثابت ہوگا نسب اُس کا اور شریک ہوگا ورثہ میں اور تصدیق کی کچھ حاجت نہیں ہے ف اشباہ میں ہے کہ علی بن احمدؒ سوال کیے گئے ایک شخص سے کہ مرگیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اُسکو وارثوں نے تقسیم کرلیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اُس نے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہوں سے اس طرح پر کہ میت نے اقرار کیا تھا اُسکی فرزندی کا

[۱] یعنی متفرق وارثوں کا بعد ادائے وصیت کے جو وصیت کرے اُس کی اور بعد ادائے دَین کے ۱۲

[۲] یعنی تین جگہ پر اقرار مریض کا نافذ ہے اور وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ۱۲ محمد اشرف علی

اور قاضی نے حکم کردیا اُس کے ثبوت نسب کا اب وارث اُس سے یہ کہتے ہیں کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت نے تیری ماں سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا واقع ہوسکتا ہے یا نہیں تو کہا علی بن احمدؒ نے کہ اگر قاضی اُس کے ثبوت نسب کا حکم کرچکا ہے تو نسب اور فرزندی اُسکی ثابت ہوگئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہیں ہے انتہیٰ اور اُوپر گزر چکا فتاویٰ قنیہ سے کہ اقرار بالولد عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہے فاحفظ ص مرد یا عورت اگر کسی کو اپنا باپ یا ماں یا بیٹا یا بیوی یا خاوند یا مولیٰ یعنی آزاد کرنیوالا بتادے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کریں تو اقرار صحیح ہوجاویگا اور اسی طرح شرط ہے تصدیق زوج کی اور عورت جب کسی کو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر پر کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات میں اور مقر لہٗ نے اسکی تصدیق کی بعد موت مُقر کے تو صحیح ہے مگر جب زوج تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ کے اُسکے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہ ہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہوجاویگی اگر اقرار کرے سوائے رشتہ ولادت کے دوسرے رشتے کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے ف درِ مختار میں ہے کہ اسی میں داخل ہے یہ اقرار بھی کہ میرا پوتا ہے یا دادا ہے ص تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار کرنا نسب کا ہے شخص غیر پر ف کیونکہ جب اُس نے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو ثابت کیا اُس کا نسب اپنے باپ سے اور جب یہ کہا کہ میرا چچا ہے تو اُٹھایا نسب کو اپنے دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی صرف دلیل سے مُقر پر نہ غیر پر تو اُس کے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا ص اور وارث ہوگا ایسا مُقر لہ جب کوئی اور وارث مُقر لہ کا نہ ہووے نہ قریب اور نہ بعید ف یعنی نہ کوئی مُقر کا ذوی الفروض میں سے نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام سے اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مُقر لہ محروم ہوگا میراث سے ص جس کا باپ مرگیا ہو اگر وہ اقرار کرے کسی کیواسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقر لہٗ اُس کے حصۂ میراث میں شریک ہوجاویگا لیکن نسب اُس کا ثابت نہ ہوگا زید کے عمرو پر سَو روپے آتے تھے اب زید دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑ کر مرگیا جن میں سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجلہ زر قرضہ پچاس روپیہ وصول پاچکا ہے ف اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہے اور خالد نے یہ بیان گواہوں سے ثابت نہ کیا ص تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلادیے جاویں گے ف بعد قسم لینے کے اس طرح پر کہ واللہ اُس کو معلوم نہیں کہ اُسکے باپ نے سَو روپے سے نصف وصول پائے اور یہ قسم بھائی کے حق کیلئے ہے اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دَین وصول پاچکا ہے تب بھی ولید کو پچاس روپے دلائے جاویں گے قسم لے کر لیکن یہاں قسم عمرو کے حق کیلئے ہوگی تو اوّل صورت میں اگر ولید قسم نہ کھائے تو خالد اُس کے حصے میں شریک ہوجائے گا اور ثانی صورت میں اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہوجاویگا طحطاوی

ص کتاب الصلح

یہ کتاب ہے صلح کے بیان میں ف صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالصُّلْحُ خَیْرٌ یعنی صلح بہتر ہے اور روایت کی ترمذیؒ نے عمرو بن عوف مزنی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہے درمیان میں مسلمانوں کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہیں شرطوں پر اپنی مگر وہ شرط کہ حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو صحیح کیا اس حدیث کو ترمذیؒ نے اور منکر کہا اسکو محدثوںؒ نے اسواسطے کہ روایت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف کی ضعیف ہے اور شاید کہ ترمذیؒ نے اعتبار کیا اُس کے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اُسکو ابن حبانؒ نے ابوہریرہؓ کی روایت سے اور اخراج کیا اُس کا ابوداؤدؒ نے ابوہریرہؓ سے کتاب القضا میں ص صلح ایک عقد ہے جو مٹا دیتا ہے نزاع کو اور صحیح ہے صلح ہر حال میں خواہ مدعیٰ علیہ مقر ہووے یا منکر ہو یا چپ ہو کہ نہ اقرار کرے نہ انکار ف اور شافعیؒ کے نزدیک صلح نہیں صحیح ہے مگر اقرار مدعیٰ علیہ کی صورت میں کذا فی الاصل ص اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہے اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے تو یہ صلح بیع کے حکم میں ہے تو جاری ہونگے احکام بیع کے اسمیں جیسے شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرویۃ اور خیار الشرط برابر ہے کہ صلح واقع ہوئی ہو ایک گھر کے دعوے سے یا ایک گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کو بدل صلح اور مصالح عنہ میں ف جاننا چاہیئے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اُس کو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہوئی ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس چیز کا دعویٰ چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعویٰ کیا خالد نے

کہا کہ مجھ سے سو درم لیلے اور مکان کا دعویٰ نہ کر تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہوئے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو سے صلح کرلی ایک مکان پر یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونوں مکان کے شفیعوں کو دعویٰ شفعہ کا پہونچتا ہے ص صلح میں اگر بدل صلح معلوم نہ ہو بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہوجاویگی ف اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہیں ہو اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہو مدعیٰ علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث منازعت نہیں ہو در مختار ص مصالح عنہ میں سے بعد صلح کے جس قدر غیر کا حق نکلے تو اُس کے موافق حصہ رسد مدعی بدل صلح میں سے پھیر دیوے اور جتنا بدل صلح میں سے غیر کا حق نکلے تو اُس کے حصے کے موافق مدعیٰ علیہ مدعی کو مصالح عنہ میں سے پھیر دیوے ف اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہو اور معاوضہ کا یہی حکم ہو در مختار ص اور جو صلح واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے ف تو اگر وہ منفعت ایسی ہو جسمیں مدت کا بیان کرنا ضرور ہو تو مدت کا بیان شرط ہوگا جیسے خدمت گھر کا رہنا اور نہ ضرور نہیں جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پر پہونچا دینا کذافی الاصل ص تو وہ صلح اجارہ کا حکم رکھیگی اس صورت میں اگر اندر مدت کے دونوں میں کوئی مرجاویگا تو صلح باطل ہوجاویگی جو صلح کہ مدعیٰ علیہ کے انکار یا چُپ رہنے کی صورت میں واقع ہو تو وہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہو اور مدعیٰ علیہ کے حق میں فدیہ ہے قسم کا ف یعنی جب مدعیٰ علیہ مُنکر ہے تو اُس پر شرعًا قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعیٰ علیہ یہ بدل صلح عوض میں قسم کے دیتا ہے ص اور قطع نزاع کا تو اگر مدعیٰ علیہ منکر ہے اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت میں شفعہ واجب نہ ہوگا اور جو گھر مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا ف اسواسطے کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعیٰ علیہ کے قبضے میں رہا اور مدعیٰ علیہ کے گمان میں یہ نہیں ہو کہ یہ گھر مدعی کی مِلک تھا اور اب نئی مِلک میری اس گھر پر ہوئی ہو تا شفعہ واجب ہووے اور زعم مدعی کا حجت نہیں ہوسکتا مدعیٰ علیہ پر برخلاف اُس صورت کے کہ وہ گھر مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی جانتا ہے کہ میں نے لیا ہو اسکو عوض میں اپنے حق کے پس مُواخذہ کیا جاویگا اُس کے زعم پر اور واجب ہوگا شفعہ کذافی الاصل ص صلح سکوت اور انکار میں اگر مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اُس قدر بدل صلح میں سے مدعیٰ علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کرلیوے اور مصالح علیہ کُل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت میں کُل مصالح عنہ کا دعویٰ اور بعض کی صورت میں بعض مصالح عنہ کا دعویٰ مدعیٰ علیہ پر پھر کرنے لگے ف اور بدل صلح کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کی صلحوں میں مثل استحقاق کے ہے در مختار ص زید نے ایک گھر کا دعویٰ کیا عمرو پر بعد اُس کے اُسی گھر کے ایک حصے پر صلح کی تو یہ صلح صحیح نہ ہوگی اور حیلہ اُسکی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح میں کوئی چیز اور بڑھا دیوے جیسے ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ یہ شئے باقی گھر کا عوض ہوجاوے یا باقی گھر کے دعوے سے زید عمرو کو بری کردیوے ف یہ صلح اسواسطے صحیح نہیں ہو کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہیں ہوسکتا تو جب مدعیٰ علیہ نے بدل صلح میں ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کردیا تو یہ شئے زائد عوض اُسقدر حصے کی ہوجاویگی جو مدعیٰ علیہ پاس باقی رہا ہو اور اگر مدعی نے بری کردیا مدعیٰ علیہ کو باقی مکان کے دعویٰ سے تب بھی صحیح ہوجاویگی اسواسطے کہ یہ ابرا ہو دعویٰ عیان سے اور ایسا ابرا صحیح ہو البتہ ابرا اعیان سے درست نہیں ہے اسواسطے کہ اگر کسی نے ابرا کیا عین سے اور پھر اُسی عین کو پایا تو اُسکو لے لینا درست ہو لیکن قاضی کے نزدیک اُسکا دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور فرق اِن دونوں میں ظاہر ہوگا اُس صورت میں کہ جب گھر مدعیٰ علیہ کے قبضے میں ہووے اور مدعی بری کردے اُسکو دعویٰ سے اُس گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعیٰ علیہ کے قبضے میں نہ ہووے مثلاً ایک شخص مرگیا اور ترکہ چھوڑ گیا اب ایک شخص نے وارثوں میں سے اپنے حصے سے ابرا کیا تو ابرا صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ ابرا عن الاعیان ہو کذافی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دَین پر تو صحیح ہے اور مدعیٰ علیہ بری الذمہ ہوجاویگا باقی دَین سے قضاءً نہ دیانۃً اسیواسطے اگر مدعی اپنا باقی دَین پاجاوے تو اُسکو لے لیگا در مختار ص صحیح ہے صلح مال کے دعوے اور منفعت کے دعوے سے ف دعویٰ منفعت کی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا ورثہ پر اس امر کا کہ اُن کے مورث نے وصیت کی تھی اس بات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اسکا انکار کیا اور اس صورت کے نکالنے کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعویٰ کرے ایک عین کے کرایہ میں لینے کا اور مالک اُسکا انکار کرے پھر دونوں صلح کرلیں تو صلح جائز نہوگی کذافی الاصل لیکن بحرالرائق میں اسکے خلاف مذکور ہو کہ صلح مستاجر کی مُوجر کے ساتھ جب وہ مُنکر ہو اجارہ کا یا مدت کا یا اُجرت کا درست ہو طحطاوی و شامی ص اور صحیح ہو صلح جنایت نفس اور مادون النفس سے خواہ عمد ہو یا خطا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ترجمہ جس کو معاف کیا گیا اُس کے بھائی کی طرف سے کچھ سو

له یعنی مکان دو شخص کے ۱۲

بیان حکم صلح بحالت انکار یا سکوت مدعیٰ علیہ ۱۲

تحقیق ابرا عن الاعیان

سه یعنی حکماً ۱۲

سه یعنی باعتبار ظاہر ۱۲

پیروی ہو دستور کی اور ادا کرنا ہو طرف اُس کے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباسؓ نے کہ نازل ہوئی یہ آیت صلح میں ہدایہ ص اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح آزادی ہوگی اُوپر مال کے ف مثلاً زید نے دعویٰ کیا عمرو پر کہ یہ میرا غلام ہو اور عمرو نے صلح کرلی کچھ روپے دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپے لیکر عمرو کو آزاد کیا ص تو اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہو اپنے غلام ہونیکا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونوں کے حق میں تو ولا ثابت ہوگی مدعی کیلئے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے حق میں آزادی ہوگی مال پر نہ مدعیٰ علیہ کے زعم میں بلکہ اُسکے گمان میں قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہ ہوگی مگر گواہوں سے اُوپر غلام ہونیکے ف ولا کہتے ہیں غلام کے ترکے کو اور بیان اس کا کتاب الولا میں انشاء اللہ تعالےٰ آویگا ص اور صحیح ہے صلح نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہو جاویگی تو اقرار کی صورت میں دونوں کے حق میں خلع ہوگا اور عدم اقرار کی صورت میں خاوند کے زعم میں خلع ہوگا نہ عورت کے زعم میں یہانتک کہ اُس پر عدت واجب نہوگی اور جو دوسرے خاوند سے اُسی وقت نکاح کریگی تو صحیح ہو جاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالےٰ تو اگر زوجہ یہ بات جانتی ہوگی کہ میں پہلے خاوند کی زوجہ ہوں تو اُسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز نہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ میں اُسکی زوجہ نہیں ہوں تو اُسکو نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کرلے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہ ہوگی ف اسی قول کو صحیح کہا ہو نقایہ اور درر اور ملتقی اور مجتبیٰ اور اختیار میں اور بعضوں نے اس صلح کو صحیح رکھا ہو اور صحیح کہا اس قول کو درر البحار میں دُرّ مختار ص ۱۵ اور نہیں صحیح ہو صلح دعویٰ حد سے اسواسطے کہ حد حق اللہ ہو اور غلام ماذون جب وہ کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کیطرف سے صلح نہیں کرسکتا ف اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہے اور ذات اُس غلام کی مال تجارت میں داخل نہیں تو اُسکو اپنی ذات میں کیونکر تصرف جائز ہوگا کذا فی الاصل ص ہاں اُس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہووے اور وہ کسی کو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اُسکے نفس کیطرف سے صلح کرسکتا ہو ف اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اُسکی کمائی میں سے ہو تو تصرف اُس کا اپنی کمائی میں اور چھوڑنا اُس کا جائز ہوگا کذا فی الاصل ص اسی طرح شئے منصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اُسکے غاصب نے مالک سے صلح کرلی اُسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک قیمت سے زیادہ پر درست نہیں ف اور مختار قول امام صاحبؒ کا ہو اور دلیلیں دونوں کی اصل میں مذکور ہیں ص اگر ایک غلام میں دو شخص شریک تھے اُسمیں سے شریک تو انگر نے اپنے حصے کو آزاد کردیا اور دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی تو زیادتی باطل ہو جاویگی بالاتفاق ہاں اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اور یہ بالاتفاق ہو صاحبینؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک اسواسطے کہ یہاں قیمت منصوص علیہ ہو پس زیادتی قیمت جائز نہیں اور غصب میں غیر منصوص ہو اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کیلئے یا جس قدر دَین کا اُس پر دعویٰ ہو اُسمیں سے ایک حصے پر صلح کرنے کیلئے تو بدل صلح مؤکل پر لازم ہوگا نہ وکیل پر ف اسواسطے کہ ان دونوں صورتوں میں صلح مثل بیع کے نہیں ہے لیکن قتل کی صورت میں تو ظاہر ہے اور لیکن دوسری صورت میں تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہونگے طرف مؤکل کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہوگیا ہو بدل صلح کا تو اُس پر لازم آویگا اور جو صلح مثل بیع کے ہو تو اسمیں بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہو ف مراد اس سے وہ صلح ہو جو مال سے ہو بعوض مال کے اور وہ مال مصالح عنہ کی جنس سے نہ ہووے اور مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہووے کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص فضولی ۱۲ نے صلح کی مدعیٰ علیہ کیطرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یوں کہا کہ صلح کرتا ہوں میں تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال میں سے یا اپنے اس ہزار روپے پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپے پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یوں کہا کہ صلح کی میں نے تجھ سے ہزار روپے پر ف یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا ص اور وہ ہزار روپے دیدیے تو ان سب صورتوں میں صلح صحیح ہو جاویگی ف اور فضولی پر اُن روپیوں کا تسلیم کرنا لازم آویگا اور فضولی کا احسان ہوگا مدعیٰ علیہ پر تو رجوع نہ کریگا مدعیٰ علیہ پر کیونکہ بے اسکے حکم کے صلح واقع ہوئی ص اور اگر فضولی نے یوں کہا کہ صلح کرتا ہوں میں تجھ سے ہزار روپے پر اور ہزار روپے نہ دے تو موقوف رہیگی صلح مدعیٰ علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھیگا مدعیٰ علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعیٰ علیہ کو ہزار روپے دینا پڑیں گے اور جو اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہو جاویگی جب مدعی اپنے قرض میں سے جو مدعیٰ علیہ پر ہے اُس کے

نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کر لیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا جاویگا نہ عقد معاوضہ ف اسواسطے کہ بعض کُل کا معاوضہ نہیں ہوسکتا
ص تو صحیح ہے صلح ہزار روپۓ سے جو بلا میعاد تھے سو نقد پر یا ہزار میعادی پر ف تو پہلی صورت میں نو سو روپے کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت میں
بے میعادی ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل ص یا ہزار روپۓ زیوف سے سو کھرے روپیوں پر ف اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے نو سو روپے اور کھرے پن
کا تو اس صورت میں صلح صحیح ہوجاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہیں کذا فی الاصل ص اور صلح دراہم سے میعادی دیناروں پر درست نہیں ف
اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہوجاویگی اور اُسمیں قبض کرنا دیناروں پر قبل جُدائی متعاقدین کے ضرور ہے کذا فی الاصل ص اسی طرح صلح
ہزار روپۓ میعادی سے پانچسو روپے نقد پر درست نہیں ہے ف اسواسطے کہ نقد ہونا بعوض پانچسو کے ہوگیا اور یہ وصف مال نہیں ہے کذا فی الاصل
ص اسی طرح سیاہ رنگ کے ہزار روپۓ سے پانچسو روپۓ سفید رنگ پر جائز نہیں ہے ف اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہوا ہزار سیاہ روپے کا پانچسو روپے
سے ساتھ زیادتی وصف کے کذافی الاصل اور معاوضۂ نقدین میں وصف کا اعتبار ساقط ہے پس سب صورتوں میں ربوا لازم آویگا قاعدہ کلیہ دُرِّ مختار میں
یہ مرقوم ہے کہ احسان اگر دائن کیطرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کیطرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے پھر جب معاوضہ ٹھہرا
تو معاوضہ کا حکم اسمیں جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ص اگر زید کے عمرو پر ہزار
روپۓ تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجھ کو پانچسو ادا کرے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اسکو قبول کیا اور کل کے روز پانچسو ادا کردیے تو عمرو باقی سے
بری الذمہ ہوجاویگا اور اگر پانچسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو سارا دَین پھر عمرو پر لوٹ آویگا ف یعنی ہزار روپۓ پورے اُس پر واجب ہوجاویں گے اور اسمیں
خلاف ابو یوسفؒ کا ہے دلائل سب کے مذکور ہیں اصل کتاب اور ہدایہ میں ص اور جو ادا کرنیکا وقت نہیں بیان کیا ف یعنی زید نے صرف اتنا ہی کہا کہ پانچسو
تو مجھ کو ادا کرے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے ص تو زید کا دَین پورا کبھی نہ لوٹے گا ف یعنی اگر عمرو نے اس صورت میں کل کے روز پانچسو روپے نہ ادا کیے تو ہزار
عمرو پر نہ لوٹیں گے بلکہ پانچسو ہی رہیں گے ص اور اگر زید نے صلح کرلی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اُسکو کل نصف قرضہ ادا کرے تو وہ
باقی سے بری الذمہ ہے اور جو کل نصف قرضہ ادا نہ کرے تو کل دَین عمرو پر ہے تو اس صورت میں اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کردیوے
تو باقی سے بری الذمہ ہوجاویگا ورنہ پورا دَین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کردیا اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا
کردے تو عمرو نصف دَین سے بری الذمہ ہوگیا خواہ باقی ادا کردے یا نہ ادا کرے ف باجماع امامؒ اور صاحبینؒ اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر
زید نے ابرا کو صحیح شرط پر معلق کیا جیسے یوں کہا کہ اگر تو مجھے اس قدر ادا کردے یا جب یا جس وقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہے تو یہ ابرا صحیح نہ ہوگا اسواسطے
کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے اور اگر مدیون نے دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کرونگا جبتک تو مجھے مہلت نہ دیگا یا کچھ نہ چھوڑے گا
سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دَین معاف کردیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو دائن اُس کو مہلت دیوے یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ
قول پکار کر دائن سے کہا اور دائن کا پورا دَین مدیون پر ثابت ہوگیا تو وہ کل دَین فی الحال لے لیوے

ف فصل دَین مشترک میں صلح کے بیان میں

ص دو شخصوں کا دَین مشترک تھا ایک شخص پر تو ان دونوں میں سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے میں مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کرلی تو دوسرے
شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لے لیوے مگر یہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی
قرض کی ضمانت کردیوے تو اب شریک مصالح کا حق اُس کپڑے میں نہ رہیگا ف مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک چار درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درموں کے
بدلے میں ایک کپڑا لیکر زید سے صلح کرلی تو خالد کو اختیار ہے کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے اور اگر بکر خالد کیلئے ایک درم کا
ضامن ہوجاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہیں لے سکتا بلکہ درم اپنا لیگا ص یہ جب ہے کہ دَین مشترک کا سبب وجوب متحد ہووے جیسے ثمن اُس چیز کا

ف اس مقام میں پانچ صورتیں ہیں ۱۲

بیان عدم صحت تعلیق ابراء بشرط

جوایک ہی عقد میں بیچی گئی اور وہ چیز دوآدمیونمیں مشترک تھی یاقیمت مال مشترک کی یا مورث کی یاقیمت شئے مستہلک مشترک کی تواس قسم کے دَین میں جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اُس کا نصف یا بقدر حصّے اپنے کے اُس سے لے سکتا ہی مثلاً اُن دونونمیں سے اگر ایک نے اپنا حصّہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اُسمیں دوسرا بھی شریک ہوجاویگا اب دونوں قرضدار سے باقی کا مطالبہ کرسکتے ہیں ف یعنی قرضدار اُس شریک سے جس کا حصّۂ قرض ادا کرچکا ہی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھ پر کچھ نہیں ہی کیونکہ جتنا اُس نے دیا تھا وہ دونوں شریکوں میں بٹ گیا کذافی الاصل ص اور جو دو شریکونمیں سے ایک نے اپنے نصف دَین کے بدلے میں کوئی چیز مدیون سے خریدلی تو دوسرے شریک کو اختیار ہی کہ خواہ اپنا نصف دَین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دَین کا ضمان لیوے پھر دونوں شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کرلیویں اور اگر احدالشریکین نے اپنے حصّۂ قرض سے مدیون کو بری الذمہ کردیا تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دَین تھا پہلے کا اور یہ دَین اسی دَین کے عوض میں ہوگیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا مثال اسکی یہ ہے کہ زید کے عمرو پر پچاس روپئے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوئے تو عمرو کے پچاس روپئے کے بدلے میں وہ پچاس روپئے ہوگئے جو زید کے اُس پر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہیں پہونچتا کہ عمرو سے یوں کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپئے گویا وصول پائے تو نصف اُسکا مجھے ادا کردے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دَین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول پایا تا بکر اُسمیں شریک ہووے اور اگر احدالشریکین نے اپنے بعض دَین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دَین اُس کے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً جب ہر ایک کا دَین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصّے کا نصف مدیون کو معاف کردیا یعنی رُبع کُل دَین کا تو اب دَین کے تین حصّے کیے جاویں گے دو حصّے اس شریک کے ہونگے جس نے معاف نہیں کیا اور ایک حصّہ اُسکا جس نے معاف کردیا اگر دو مردوں نے عقد سلم کیا مل کر ایک کُر میں گیہوں کے اور دونوں کا راس المال سو روپے تھا اور ہر ایک نے پچاس پچاس اپنے اپنے حصّے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کُر کے بدلے میں پچاس روپئے پر مسلم الیہ سے صلح کرلی اور وہ روپے اپنے لے لیے تو یہ صلح جائز نہو گی امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا پھر ایک نے اُن میں سے اقالہ کرلیا ف اور طرفینؒ کی دلیل اصل میں مذکور ہے ؛

فصل تخارج کے بیان میں

تخارج کہتے ہیں اُس کو کہ سب وارث اتفاق کر کے ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دیکر کذافی المنح ص خارج کردیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور اُنھوں نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور اُنھوں نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونوں ہیں اور اُنھوں نے دونوں دیے تو یہ خارج صحیح ہے سب صورتوں میں برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر ف یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہراویں گے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہووے کذافی الاصل لیکن اس تخارج میں جہاں مبادلہ بطور عقد صرف کے ہے تو وہاں قبضہ کرنا طرفینؒ کا شرط ہے صحت کی تاکہ سُود لازم نہ آوے دُرمختار ص اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونوں ہوں اور وارث مذکور کو صرف روپئے یا صرف اشرفیاں دیکر خارج کریں تو یہ تخارج درست نہ ہوگا جب تک کہ بدل اُس مقدار سے زیادہ نہ ہو جو وارث مذکور کو اُسی جنس کے حصّے سے پہونچے ف مثلاً وارث مذکور کو میراث میں دس درہم اور کچھ اسباب پہونچتا تھا تو صحت تخارج میں ضرور ہے کہ اور وارث دس درم سے زیادہ پر صلح کریں تاکہ دس بعوض دس کے ہوجاویں اور زائد عوض حصّۂ اسباب کے ہووے ورنہ سُود ہوجاویگا اس لئے کہ یہ صلح نہین جائز بطریق ابراد کے کیونکہ ترکہ اعیان سے ہے اور برارت اعیان سے جائز نہیں کذافی الاصل ص اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملۂ ترکہ دیون ہیں متوفی کے اُوپر لوگوں کے اس شرط پر کہ وہ دیون باقی وارثوں کے ہیں کیونکہ یہ مالک کرنا ہے دَین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے ف جب وارث خارج نے دیون کو وارثوں کے لئے چھوڑا تو اُس نے اپنے حصّے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دَین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے ص مگر اس صلح کے صحیح ہونے کے کئی حیلے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث

شرط کریں اس بات کی کہ مصالح اپنے حصۂ دَین سے قرضداروں کو بری الذمہ کرے اور صلح کرلے اعیان ترکہ سے اُوپر مال کے اور اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اُس کا حصّہ دَین بقیہ ورثہ کا ہوگیا دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا حصہ دَین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے اُنکی جانب سے اور مصالح اپنے حصّہ دَین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصّہ دلاوے مدیونوں سے اور اس حیلے میں ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ وارثوں کو نقد دینا پڑا اور اُنکا حق دَین ہوا تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلوں میں بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیویں بقدر اس کے حصّے کے دَین سے اور صلح کریں دَین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالے کرے وارثوں کو اپنے قرض کا قرضداروں پر مثلاً فرض کریں ہم کہ حصّہ مصالح کا دَین میں سے سو درم ہے اور باقی ترکے میں سے بھی سو درم اور وارث صلح کرتے ہیں بعوض دراہم کے تو ضرور ہے یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو مثلاً ایک سو دس درہم ہوں تو سو درہم تو وارث اُسکو بطور قرض کے دیویں اور وہ اُن سو کو اُتار دیوے قرضداروں پر اور وارث اُتروائی قبول کرلیں پھر صلح کرلیں دَین کے سوا اور چیزوں سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل ہو سکتے ہوں اور جو نہ ہو سکتے ہوں تو کچھ اور بڑھا دینگے مثلاً ایک چھری زیادہ کردینگے تاکہ دس بدلے میں دس کے اور چھری باقی کے بدل میں ہو جاوے **ف** یہ حیلہ احسن الحیل اسواسطے ہوا کہ حیلہ اولیٰ میں مصالح کا ضرر ہے ابراء کرنے سے اور حیلۂ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا جیسا کہ گزرا طحطاوی **ص** جب ترکے کے اعیان معلوم نہیں اُس میں صلح صحیح ہونے میں مکیل اور موزون پر اختلاف ہے مشائخ کا **ف** اور صحیح صحت صلح ہے دُرِّ مختار دلیلیں دونوں کی اصل کتاب میں مذکور ہیں **ص** اور اگر ترکہ غیر کیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اور باطل ہے صلح اور تقسیم ترکہ دَین ادا کرنیسے پہلے اگر وہ دَین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہ ہو تب بھی صلح نہ کیجاوے قبل ادائے دَین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہا نے کہا کہ صحیح ہو جاویگی **ف** یعنی دَین غیر محیط میں نہ محیط میں **ص** لیکن بقدر دَین ترکہ روک لیا جاویگا باقی کی قسمت کردی جاویگی از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ کُل ترکہ روکا جاوے مگر چونکہ اس میں ضرر تھا ورثہ کا اس لئے استحساناً روک رکھنا ترکے کا بقدر دَین کافی ہے مسئلہ مہمّہ آیا صحت صلح کے لئے صحت دعوٰی شرط ہے یا شرط نہیں تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحت دعوٰی شرط ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں اسواسطے کہ مدّعی نے اگر دعوٰی کیا ایک حق مجہول کا مکان میں اور مدعٰی علیہ نے صلح کرلی تو یہ صلح جائز ہے جیسا کہ گزرا باب الحقوق والاستحقاق میں اور شک نہیں دعوٰی مجہول کے غیر صحیح ہونے میں اور ذخیرے میں بہت سے مسائل ہیں جو تائید کرتے ہیں ہمارے قول کی واللہ اعلم

ص کتاب المُضاربۃ

عقد مضاربت شرع میں عبارت ہے اُس عقد شرکت سے نفع میں کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی **ف** تو جو محنت کرتا ہے اُس کو مضارب کہتے ہیں اور جس کا مال ہے اُسے ربّ المال کہتے ہیں جواز اس کا ثابت ہے شرع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرتؐ نے منع نہ کیا اُس سے اور صحابہؓ بھی اُس پر عمل کرتے رہے اور کسی نے اُس کا انکار نہیں کیا ہدایہ **ص** اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہیں تو مضاربت قبل عمل کے امانت و ودیعت ہے **ف** تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں آتا **ص** اور وقت عمل کے توکیل ہے **ف** پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ مضارب کو لاحق ہوگا وہ ربّ المال پر ہے کذا فی الدرر **ص** اور جب نفع ہووے تو شرکت ہے اور جو مخالفت کرے مضارب ربّ المال کی **ف** مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے ربّ المال نے اُسکو منع کیا تھا **ص** تو غاصب ہے اور درصورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہے اور درصورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہے اور اجارۂ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کیواسطے نفع نہیں بلکہ اُس کے لئے اُسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح خواہ تجارت میں نفع ہوا ہو یا نہ ہوا ہووے لیکن زیادہ نہ دی جاوے مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمدؒ **ف** اور ائمہ ثلثہؒ کے اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اُسکی اُجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی **ص** اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں صحیح نہیں ہے مضاربت مگر اُس مال میں جسمیں شرکت صحیح ہوتی ہے **ف** یعنی راس المال دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی ہو جیسا کہ کتاب الشرکۃ میں گزرا **ص** اسی طرح ضرور ہے کہ ربّ المال اُس مال کو مضارب کے سپرد کردیوے

ف اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ بدون تسلیم کامل کے متعذر ہے تو اگر ربُ المال بھی اُس مال میں اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی طحطاوی ص اور نفع شایع ہو دونوں میں ف یعنی مثلاً نصفا نصف یا تین تہائی یا چار چوتھائی وغیرہ ص تو مضاربت فاسد ہوگی اگر ایک کیلئے نفع کے حِصّے سے زیادہ مثلاً دس روپئے مقرر ہوئے ف جاننا چاہیئے کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کر دیوے یا نفع کو مجہول کر دیوے تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اس کے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہو گی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاویگی جیسے ٹوٹے کا شرط کرنا مضارب پر کذا فی الاصل ص جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے ف یعنی کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے مقیّد نہ ہو کذا فی الاصل ص تو مضارب کو اختیار ہے کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر نہ اتنی مدّت پر جس کا تاجروں میں دستور نہ ہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع و شرا کے اور سفر کرے ف اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کو سفر کرنا درست نہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر مال ربُ المال نے اپنے شہر میں دیا ہے تو اُسکو سفر درست نہیں اور اگر پرائے شہر میں دیا تو سفر جائز ہے کذا فی الاصل لیکن صحیح یہ ہے کہ دونوں صورت میں مضارب کو سفر جائز ہے کذا فی الدر المختار ص اور مال کو بضاعۃً دیوے اگرچہ ربُ المال ہی کو دیوے اور زفرؒ کے نزدیک ربُ المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوگی اور امانت رکھاوے اور گرو کرے یا گرو لیوے اور کرایہ کو دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے غنی اور تنگدست پر البتہ مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُس مال کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالہ کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت میں مالک نے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر اور نہ یہ کہ قرض دیوے یا قرض لیوے ف یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہیں ہے ص اگرچہ ربُ المال نے وقت مضاربت کے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونوں کی اجازت دیدی ہووے تو درست ہے اگر مضارب سے مالک نے کہدیا تھا کہ تو اپنی رائے کے موافق کرنا اور اُس نے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اُس کو پانی سے دُھلوایا یا لادوایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے دُھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہے مجرا نہیں لے سکتا کیونکہ وہ اُدھار کرنیکا مالک نہیں ہے اور اگر اُن کپڑوں کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دیکر سُرخ رنگوایا تو جسقدر رنگ اُسمیں بڑھا ہے اُس میں ربُ المال کا شریک ہو جاویگا جیسے اپنا مال اُسمیں ملا دیوے ف اور یہ رنگ اور خلط مال مالک کے اس قول میں کہ تو اپنی رائے کے موافق کام کر داخل ہو جاویں گے برخلاف دُھلوائی کے کہ اُسمیں کوئی چیز بڑھی نہیں تو اگر نشاستہ یعنی کلپ دیکر دُھلوایا ہوگا تو وہ رنگ کے مانند ہے اور سُرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول میں مالکؒ کے نزدیک اور امام صاحبؒ کے نزدیک داخل نہوگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے نزدیک امام صاحبؒ کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سُرخی کے ہیں کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص تو مضارب سُرخ رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے درصورت مالک کے یہ کہدینے کے کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر ضامن نہ ہوگا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کُل لے لیگا اور کپڑے کے داموں میں نفع میں شریک ہوگا ف مثلاً وہ کپڑا پانچ روپئے کا سفید تھا جب سُرخ رنگا گیا تو چھ روپئے کا ہوا اور آٹھ روپئے کو بکا تو مضارب ایک روپیہ تو رنگ کا لے لیگا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لیگا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہووے ص اور مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ ربُ المال نے اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معیّن کر دیا ہووے یا کسی مال خاص میں تجارت کو کہا ہووے یا کوئی وقت یا کوئی موسم یا کوئی خاص معاملے والا بتا دیا ہووے کہ اُس سے تجارت کرے تو اگر اُسکی مخالفت کریگا ضامن[1] ہوگا اور وہ چیز جو خریدی ہے مع نفع مضارب کی ہوگی اسیطرح مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ مال مضاربت میں سے جو غلام لونڈی خریدا ہووے اُسکا نکاح کر دیوے یا ایسے غلام اور لونڈی کو خریدے کہ وہ ربُ المال پر آزاد ہو جاوے ف مثلاً وہ غلام لونڈی ربُ المال کا ذی رحم محرم ہووے یا ربُ المال نے اُس پر حلف کیا ہو کہ اگر میں فلانے غلام یا لونڈی کو خریدوں تو وہ آزاد ہے کذا فی الاصل ص اور اگر خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا نہ ربُ المال پر مال مضاربت میں سے اور نہ اُس غلام لونڈی کو خریدے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے جب مال میں نفع ہوا ہووے اور جو خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا اھ اگر نفع نہ ہوا ہووے تو صحیح ہوگا ف اسواسطے کہ اس صورت میں مضارب کا کچھ روپیہ ہی نہیں ہے تاکہ اُسکی ملک اُس غلام لونڈی میں آوے ص تو اگر بعد اُس کے اُس غلام

[1] یعنی ربُ المال کی ۱۲

لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصہ نفع کی مقدار وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور مالک کو مضارب کچھ ضمان نہ دیگا بلکہ باقی قیمت کیلئے وہ غلام سعی کریگا اگر مضارب پاس ہزار روپئے تھے نصفا نصف نفع پر اُس نے اُن ہزار روپے سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اُسکی ہزار روپئے تھی بعد اُسکے اُس سے وطی کی اور وہ ایک لڑکا جنی ہزار روپے کا اور مضارب نے اُس لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپئے ہوگئی اور مضارب غنی ہے تو رب المال کو اختیار ہے چاہے اُس لڑکے سے ہزار روپئے میں سعی کرالیوے چاہے آزاد کردے پھر جب رب المال ہزار روپئے لڑکے سے وصول کرلیوے تو پانچ سو لونڈی کی قیمت کے اور مضارب سے بھرلیوے ف یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہے اور اصل کتاب میں اس مقام میں تفصیل کی ہے فقط

ص باب مضارب کے مضاربت کرنے کے بیان میں

اگر مضارب اپنی طرف سے کسی کو مضارب کرے بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن نہ ہوگا یہانتک کہ مضارب ثانی اسمیں عمل نہ کرے ظاہر الروایۃ میں اور یہی قول ہے صاحبین کا اور حسن کی روایت میں امام صاحب سے ہی یہانتک کہ مضارب ثانی اُسمیں نفع نہ کماوے اور زفر کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہو جاویگا ف اور مفتی بہ اوّل روایت ہے اور دلیل دونوں روایت کی اصل میں مذکور ہے ص اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اوّل سے وقت مضاربت کے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ آدھوں آدھ ہمارے تمہارے بیچ میں ہے اب مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اُس کا نصف مالک کو ملیگا اور چھٹا حصہ مضارب اوّل کو اور تہائی اُسکی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے یوں کہا تھا مضارب اوّل سے کہ جو کچھ تجھ کو اللہ دیگا وہ ہم تم آدھا آدھ لیں گے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اوّل کو اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملیگی اور جو مالک نے یوں کہا تھا کہ جو تو نفع کماوے وہ ہم تم دونوں کے بیچ میں نصفا نصف ہی اور مضارب اوّل نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو نفع حاصل ہوگا اُسکا نصف مضارب ثانی کو ملیگا اور نصف میں مضارب اوّل اور مالک شریک ہوگئے اور اگر مالک نے یوں کہا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اُس کا نصف میں لونگا یا جو کچھ بڑھے گا وہ ہم تم دونوں میں نصفا نصف ہی اور مضارب اوّل نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت میں مضارب ثانی کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اوّل کو کچھ نہ ملیگا اور جو مضارب اوّل نے اسی صورت میں دو حصے نفع کے مضارب ثانی کیلئے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لئے تو مالک کو نصف نفع ملے گا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اُسمیں گھٹتا ہے وہ مضارب اوّل سے بھرلیا جاویگا اور اگر مضارب نفع میں تہائی رب المال کی اور تہائی اُس کے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے لئے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہو کر دار الحرب میں ملجانے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے ف اور اگر مضارب مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جاوے تو مضاربت باطل نہ ہوگی کذا فی الاصل ص مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہیں ہوتا جب تک اُسکو خبر اپنی برطرفی کی نہ ہووے پھر اگر اُس کو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اُسکو بیچ کر نقد کرلے اور پھر ثمن میں تصرف نہ کرے اور نہ اُس نقد میں جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے نہ ہووے تو اُس کو مضارب بدل سکتا ہے از روئے استحسان کے نہ قیاس کے ف مثلاً راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہیں تو مضارب اُسمیں تصرف نہیں کرسکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر یا بالعکس تو مضارب اُسکو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے استحساناً تا نفع ظاہر ہووے ص اگر رب المال اور مضارب دونوں بعد فسخ عقد کے جدا ہوگئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگوں پر تو اگر مضارب کو اس تجارت میں نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضے کا قرضداروں سے لازم آویگا ورنہ نہیں ف کیونکہ جس صورت میں مال میں نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے

لے یعنی دو حصے نفع کے مضارب ثانی کو اور ایک حصہ مضارب اوّل کو ۱۲ اسواسطے کہ مالک مال نے کل نفع سے جو کچھ حاصل ہو نصف اپنا ٹھہرایا اور مضارب اوّل نے کل نفع سے ایک ثلث مضارب ثانی کا مقرر کیا ہے اس صورت میں نصف نفع رب المال کو اور ایک ثلث مضارب ثانی کو اور باقی ایک سدس مضارب اوّل کا حق ٹھہرا ۱۲ عبدہ ۵۳ اسلئے کہ مضاربت باذن مالک ہوئی ہے پس مضارب ثانی کو وہ دے گا جو مضارب اوّل نے ٹھہرایا ہے اور وہ ایک ثلث ہے اور باقی جو ملا نفع مضارب اوّل کو وہ دو ثلث ہیں پس بحسب عقد نصف اُس کا یعنی ایک ثلث رب المال کو اور نصف یعنی ایک ثلث مضارب اوّل کو ملیگا اسواسطے کہ رب المال نے یہ کہا تھا کہ جو کچھ تجھ کو خدا تعالیٰ نفع دیگا اُسمیں سے ہم تم

ہوا اور نفع نہ ہونے کی صورت میں بطور تبرع کے ص بلکہ مضارب مالک کو اُس کے وصول کرنے کے لئے وکیل کر دیوے اسی طرح سب وکیلوں کا حال ہے کہ اگر تقاضا نہ کریں تو مؤکل کو وکیل کر دیویں اور دلّال اور سمسار جبر کیے جاویں گے قیمت کے وصول کرنے پر ف اسواسطے کہ دلّال اُجرت لیکر بکواتا ہے اور سمسار وہ شخص ہے جس کے پاس غلہ وغیرہ لوگوں کا جمع کیا جاتا ہے تا وہ اُجرت لیکر بیچ دے تو اُس پر بھی ثمن وصول کرنے کے لئے جبر کیا جاویگا ص مال مضاربت میں جس قدر نقصان ہووے اوّلاً وہ نفع سے مجرا لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہو جاوے تو مضارب اُس کا ضامن نہ ہوگا امین ہے اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کر دیا اور مال مضاربت قبضۂ مضارب میں ہے بعد اُس کے از سر نو عقد مضاربت کیا اب کُل یا بعض مال تلف ہو گیا تو پہلا نفع اُس میں نہیں لگایا جاویگا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہے البتہ اگر نفع تقسیم ہو گیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونوں نے بانٹ لیا ہے پھر سے جمع کریں اور اب رب المال اپنا راس المال اُس نفع سے پورا کرلے جو بچے اُسے دونوں بانٹ لیں اور اگر اُس نفع سے اصل مال پورا نہ ہووے یعنی اصل مال کم رہے تو مضارب پر تاوان اُس کا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ مضارب امین ہے جیسا کہ گزرا ص جو مضارب اپنے ہی شہر میں رہکر کام کاج کرے تو اپنے کھانے پینے کا خرچ اور اپنی دوا ہر حال میں اپنے ہی پاس سے اُٹھاوے یعنی مال مضاربت میں سے نہ لیوے اور جو سفر میں جاوے تو کھلائی پلائی لباس پوشیدنی مضارب نوکر کی تنخواہ کپڑے دُھلوائی تیل جہاں تیل کی حاجت ہو جیسے مُلک حجاز میں ف حجاز مکہ اور مدینہ اور طائف اور اُن شہروں کو کہتے ہیں جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہیں مُلک حجاز میں تیل کی اس لئے حاجت ہے کہ بلادِ حجاز واقع ہیں اقلیم دوم میں اور زمین اقلیم دوم کی حار ہے اور یابس تو وہاں بدون تیل ڈالے اور گھی کھائے گزر نہیں ہوتا اور دوا کا خرچ مثل نفقہ کے ہے امام اعظم رح کے نزدیک ص اور سواری خواہ کرایہ کی ہو یا خرید کی ہو دانہ چارہ اُس کا اِن سب کے مصارف مال مضاربت میں سے لیوے موافق دستور کے اور جو دستور سے زیادہ صرف کر ڈالیگا اُس قدر زیادہ کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ کر آوے اور سفر کی چیزوں میں سے جو مال مضاربت سے لی گئی تھیں کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت میں سے شریک کر دیوے اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہے کہ جب صبح کو وہاں جاتا ہے تو رات کو اپنے گھر میں نہیں رہ سکتا تو اس کا حکم سفر کا سا ہے اور اگر شب کو اپنے گھر میں رہ سکتا ہے تو وہ مثل ایک بازار کے ہی شہر کے بازاروں میں سے ہے پھر اگر مضارب کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اُس قدر خرچ کو مجرا لیوے جو مضارب نے مال مضاربت میں سے سفر میں صرف کیا تھا تو راس المال پورا ہو جاوے اب اُس پر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو مال مضاربت میں سے بطور مرابحہ بیچے تو جو کچھ اُس چیز پر صرف ہوا ہے جیسے کرایہ بار برداری وغیرہ اصل لاگت میں لگا لیوے اور کہے مجھ کو اتنے کو پڑی ہے اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا ہے اُسکو نہ لگاوے مسئلہ اگر مضارب پاس ہزار روپئے تھے نصف نفع پر اُس نے ان ہزار روپئے کا کپڑا خریدا اور اُس کو دو ہزار کو بیچکر ایک غلام خریدا اور ابھی دو ہزار اُسکی قیمت کے بائع کو نہیں دیے تھے کہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہو گئے تو مضارب پانچسو کا ضمان دیگا اور باقی دام مالک دیگا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اُس کے مال مضاربت میں رہیں گے اور راس المال اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب اُس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار بتلاوے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت غلام کی تو دو ہی ہزار تھی اور اُس تاوان کو جو بسبب ہلاکی کے مضارب پر لازم ہوا نہ ملاوے پس اگر وہ غلام چار ہزار کو بکا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا اور ہزار روپئے خاص مضارب کے ہونگے پھر ان تین ہزار میں سے راس المال یعنی ڈھائی ہزار کو نکال کر باقی جو پانچسو بچیں گے وہ نفع کے سمجھے جاویں گے اُن کو رب المال اور مضارب نصف نصف بانٹ لیگا اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو رب المال نے پانچسو کو مول لیا تھا تو مرابحت پر بیچنے کے وقت مضارب پانچسو اصل جمع بتلاوے اور جو مضارب نے ہزار روپئے کو ایسا غلام خریدا جس کی قیمت دو ہزار ہے اور اس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا پھر رب المال اور مضارب اُس غلام کے دینے سے رُکے اور فدیہ دینے کو اختیار کیا تو اُس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب دونوں نے خون بہا دیا تو اب وہ غلام مال مضاربت میں سے نکل جاویگا سو اب تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی مضارب نے مال مضاربت سے ہزار روپئے کے بدلے میں ایک غلام خریدا اور قبل حوالے کرنے کے طرف بائع کے وہ روپئے تلف ہو گئے تو رب المال کو ہزار پھر دینے ہوں گے پھر اگر تلف ہو گئے قبل بائع کے دینے کے تو پھر دینے

ہوں گے آسی طرح پر جہاں تک تلف ہوتے جاویں گے مال دیتا جاویگا اور یہ سب روپے راس المال میں شریک ہوتے جاویں گے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہوں اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجھ کو ایک ہزار روپے دیے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہیں اور رب المال کہے کہ میں نے تجھے دو ہزار روپے دیے تھے تو قول مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر ہیں زید کے اور کچھ نفع ہوچکا ہے اور زید کہتا ہے کہ بطریق بضاعت کے ہیں تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم سے جیسے وہ شخص اُن روپیوں کو قرض کے بتلاوے اور زید اُس کو بضاعت یا امانت قرار دیوے تو بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہے اگر رب المال کہے کہ میں نے تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت میں اور مضارب اس کا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہیں لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعویٰ کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اُسی کی طرف سے ہے

ص کتاب الودیعۃ

یہ کتاب ہے امانت کے بیان میں ف امانت میں خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ایمان ہے اُس کا جو امانت دار نہیں ہے روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں انسؓ سے اور یہ بڑی وعید ہے خائن کیلئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھۡلِھَا یعنی اللہ حکم کرتا ہے تم کو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اُس کے مالکوں کی طرف ص ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے واسطے حفاظت کے تو ضامن نہ ہوگا مودع اگر خود بخود بغیر اُسکی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہوجاوے ف جو چیز امانت رکھوائی جاوے اُسکو ودیعت کہتے ہیں اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اُسکو مودِع بکسر دال اور جس کے پاس رکھی جاوے اُسکو مودَع بفتح دال اور امین کہتے ہیں تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودَع کے تلف ہوگئی تو اُس پر تاوان اُس کا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے عاریت لینے والے پر جو خائن نہ ہو تاوان اور نہ مودَع پر جو خائن نہ ہو تاوان روایت کیا اس کو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے اپنی سُنن میں اور روایت کی ابن ماجہؒ نے عمرو بن شعیبؒ عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہیں اُس پر تاوان اور اسناد اُسکی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ ہے ائمہ اربعہؒ کا کذا فی المیزان ص مودَع کو یہ پہونچتا ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والوں کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مودِع نے اُس کو سفر میں لیجانے سے منع نہ کیا ہووے اور راستے میں خوف غارتگری کا نہ ہووے اور جو مودِع نے اُس کو سفر میں ساتھ لیجانے سے منع کردیا ہووے یا راستہ خوفناک ہووے اور راہ میں امانت تلف ہوجاوے تو اُس کو تاوان دینا پڑیگا اسی طرح اگر مودَع نے اُسکی حفاظت سوا اپنے گھر والوں کے اور لوگوں سے کرائی تو بھی درصورت ہلاک ضمان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہوجائے تو ضمان نہ دیگا ف مگر ثبوت ان عذرات کا بغیر گواہوں کے نہ ہوگا ہدایہ ص تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مودع نے باوجود قدرت نہ دی یا انکار کیا اگرچہ پھر بعد اُس کے اقرار بھی کیا یا نہ کیا یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب صاحب مال کے تو ضامن ہوجاویگا برابر ہے کہ پھر اُس کا اقرار کرے یا نہ کرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ بھی حفاظت مال کا طریقہ ہے اور اگر مودع نے مرتے وقت بیان نہ کیا امانت کو جب بھی غاصب ضامن ہوگا یا مودَع نے اُس امانت کو اپنے مال میں اس طرح ملادیا کہ تمیز نہیں ہوسکتی تو بھی ضامن ہوگا ف مثلاً امانت گیہوں تھے اور اُس نے اپنے گیہوں میں اُنکو ملادیا اور اگر خلاف جنس میں ملادیگا جیسے جَو کو گیہوں میں تو مالک کا حق جاتا رہے گا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسی طرح اگر اپنی جنس میں ملاوے نزدیک امام صاحبؒ کے اور اسی طرح نزدیک ابو یوسفؒ کے مگر جب امانت کو اُسی جنس میں جو اکثر ہووے امانت سے ملاوے تو اقل تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل میں ملاوے کیونکہ اس صورت میں حق مالک کا نہ جاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک ہر حال میں شرکت ہوگی خواہ اقل میں ملاوے یا اکثر میں کذا فی الاصل ص یا مودَع نے امانت میں زیادتی کی اس طرح پر کہ اُس کے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار ہوا یا امانت کے روپیوں میں سے کچھ خرچ کیے پھر اُتنے اُسمیں شریک کردیے یا جس گھر میں مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مودع نے اُس کے سوا دوسرے گھر میں حفاظت

ط ۵ اور امام زفرؒ کے نزدیک اور ایک قول اول امام اعظمؒ میں قول رب المال کا معتبر ہوگا اس لئے کہ وہ منکر دعوے نفع کا ہے اور ہماری دلیل ہے کہ یہ اختلاف مقدمہ مقبوض میں ہے اور اُس میں قول قابض کا معتبر ہوتا ہے کذا فی الاصل ۱۲ ط ۵ اس لئے کہ اصل مضاربت میں عموم ہے بخلاف وکالت کے کہ اصل میں اُس میں خصوص ہے کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ ط ۵ اس لئے کہ وہ منکر ہے نفع کا ۱۲ ط ۵ اسواسطے کہ وہ منکر تملیک کا ہے ۱۲

کی تو ان سب صورتوں میں مودَع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مودَع کے مال میں خود بخود مل گئی تو دونوں اُس میں شریک ہو جاوینگے اور اگر مودَع نے امانت میں زیادتی کی پھر اُس زیادتی کو دُور کر دیا تو ضمان بھی زائل ہو جاویگا ف جیسے امانت کو جس گھر میں مودع نے کہا تھا نہ رکھا بلکہ دوسرے گھر میں رکھا بعد اُس کے پھر اُسی گھر میں رکھدیا تو ضمان زائل ہو جاویگا اگر وہ پہلا مکان ایسا تھا کہ جو اُس میں ودیعت رہتی تو ہلاک ہو جاتی اور ضمان لازم ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک زائل نہ ہوگا کذا فی الاصل ص اگر دو شریکوں نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مودَع کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُس کا حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آئے ہوئے ف جب یہ ودیعت سوا مکیل اور موزون کے اور کوئی چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر مکیل و موزون ہووے تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظمؒ کے برخلاف صاحبینؒ کے اِسواسطے کہ مودَع کو ولایت تقسیم مال کی نہیں ہے کذا فی الاصل ص جب ایک چیز امانت رکھی دو مردوں کے پاس تو اگر وہ شئے قابل قسمت نہیں ہے تو ہر ایک اُنکا حفاظت کر سکتا ہے دوسرے کے اذن سے اور جو قابل تقسیم ہے تو ہر ایک کو چاہیئے کہ اُس کے دو حصے کر کے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے ف اور صاحبینؒ کے نزدیک یہاں بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے کذا فی الاصل ص باوجود اس کے اگر ایک مودَع نے نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیا اور وہ امانت قابل تقسیم ہے تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابض ہے کُل مال پر کیونکہ مودَع المودَع ضامن نہیں ہوتا امام صاحبؒ کے نزدیک اگر مودع نے منع کر دیا مودَع کو کہ اس امانت کو اپنے گھر والوں کے سپرد نہ کرنا اور اُس نے دیا اُس شخص کو کہ اگر اُس کو نہ دیتا تو کچھ اُس کا حرج نہ تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اُس کو دیا کہ جس کے بغیر دیئے چارہ نہ تھا جیسے امانت جانور تھا اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیزیں تھیں جس کی عورتیں حفاظت کرتی ہیں اور اپنی بیوی کو دیں تو ضامن نہ ہوگا جیسے اگر ایک دار یعنی احاطہ میں کئی کوٹھریاں ہیں اور مودع نے ایک کوٹھری خاص میں رکھنے کو کہا تھا اور اُس نے دوسری کوٹھری میں رکھا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ ایک دار کی سب کوٹھریاں حفاظت میں برابر ہیں بخلاف دار کے اس لئے کہ دو دار حفاظت میں متفاوت ہوتے ہیں ف یعنی جب دار بدل دیگا تو ضامن ہوگا ص مگر جب دوسری کوٹھری میں جسمیں اُس نے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہو گا تو ضامن ہو گا ف جیسے اُس کا دروازہ بودا ہووے یا دیوار ٹوٹی ہووے ص اور اگر مودَع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اوّل پر لازم آویگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اُس کا مودَع سے لیوے خواہ مودع المودع سے لیکن اگر مودَع المودَع سے لیگا تو وہ مودَع سے پھیر لیگا کذا فی الاصل ص اور اگر غاصب نے شئے مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اُس کے وہ شئے اُس شخص کے پاس سے تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہے تاوان اُس کا غاصب سے لیوے اور چاہے مودَع الغاصب سے اور یہ بالاتفاق ہے ف یعنی اُس شخص سے جس کے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مودَع سے تو وہ غاصب پر رجوع کر لیوے ؕ در مختار ص عمرو کے پاس ہزار روپے ہیں زید نے دعوٰی کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور بکر نے دعوٰی کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور عمرو دونوں کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی عمرو کو حلف دلاویگا ہر ایک کے لئے جُدا جُدا اور جس کے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کریں تو قرعہ ڈال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول کیا دوسرے کیلئے حلف دلائے اگر اُس کے لئے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونوں کے ٹھہریں گے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آویں گے ف دلیل اس کی مع اور تفصیل کے اصل کتاب میں مذکور ہے فقط

ص کتاب العاریۃ

ف یہ کتاب ہے عاریت کے احکام کے بیان میں یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان میں عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالٰی نے وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ یعنی منع کرتے ہیں ماعون کو ماعون اُس چیز سے عبارت ہے جس کے عاریت دینے کی لوگوں میں عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور ہدایہ میں ہے کہ عاریت جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہیں عاریت لی تھیں صفوانؓ سے غزوہ حنین میں روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو طلحہؓ کا گھوڑا جس کا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا ص عاریت کہتے ہیں نفع کے مالک کر دینے کو بغیر عوض کے

جاننا چاہیئے کہ تملیکات چار قسم ہیں ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہے دوسری تملیک عین بلاعوض یہ ہبہ ہے تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلاعوض یہ عاریت ہے ف اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا مُعیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا مستعار وہ شئے جو عاریت لیجاوے ص صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز میں نے تجھ کو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین میں نے تجھے کھانے کو دی ف یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا ص یا میں نے تجھے اس جانور پر چڑھایا یا میں نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لئے دیا یا میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے یا میرا گھر میری عمر بھر تیرے رہنے کو ہے اور معیر کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے ف اگرچہ مُعیر نے اُس کا کوئی وقت بھی مقرر کر دیا ہووے اور مستعیر کو پھیر دینا اُس کا واجب ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کی جاویگی طرف مالک کے روایت کیا اِس کو ابوداؤدؒ نے ابی امامہؓ سے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اُس کی طرف جس نے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اُسکی جس نے خیانت کی تیری روایت کیا اُس کو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے ابوہریرہؓ سے اور حسن کہا اُس کو اور صحیح کیا اُس کو حاکم نے اور منکر جانا اُسکو ابوحاتم رازیؒ نے ص اور بغیر زیادتی مستعیر کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہو جاوے تو مستعیر پر تاوان اس کا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان لازم آویگا ص مستعیر کو یہ اختیار نہیں کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اُس نے کرایہ پر دیا اور ہلاک ہو گئی تو مُعیر کو اختیار ہے کہ تاوان اُس کا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کر لیوے اگر اس کو کرایہ لیتے وقت علم اس بات کا نہووے کہ یہ شئے عاریت ہے موجر کے پاس اگر ایک شئے عاریت دی اور نفع اُٹھانیوالے کو معین نہیں کیا تو مستعیر کو درست ہے کہ وہ شئے دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہے کہ استعمال اُس کا مختلف ہو جیسے سواری جانور کی یا نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر اور اگر معین کر دیا اُس شخص کو جو اُس شئے سے نفع لیوے ف جیسے مُعیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اُٹھانا ص تو اگر استعمال اُس کا مختلف نہ ہو تب مستعیر کو اُس کا عاریت دینا درست ہے اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہیں اسی طرح موجر کا حکم ہے ف یعنی جس وقت کوئی شئے کرایہ دی تو اگر موجر نے نفع اُٹھانیوالے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دے سکتا ہے برابر ہے کہ وہ شئے مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو اور اگر معین کر دیا تو نہیں دے سکتا مگر اُس شئے کو جو مختلف الاستعمال نہ ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت میں جائز نہیں کذافی الاصل ص تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ میں یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے کوئی قید نہیں لگائی تو اُس شخص کو پہونچتا ہے کہ اُس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنے کیلئے دیوے اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کراوے اور جس کام کو کر لیگا تو وہی فعل معین ہو جاویگا اب اگر دوسرا فعل کر دیگا تو ضامن ہوگا ف اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول آپ سواری کی تو اب دوسرے کو سوار نہیں کر سکتا اور اگر بوجھ لادا تو سوار ہو نہیں سکتا ص اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت میں اور قسم میں تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے کہ جس وقت چاہے اور جس طرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کر دیا تو اگر مستعیر اور مستاجر نے اُس کے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اُس سے بُرا نفع لیگا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مقید کیا اجارے کو یا قسم یا قدر کے ساتھ پس اگر مستاجر نے موافق اُس کے کیا یا مثل یا بہتر کیا تو ضامن نہ ہوگا اور جو اُس سے بدتر کیا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو یا بطور عاریت کے لیا اور بعد فراغت کے اُس جانور کو مالک کے اصطبل میں چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اُس نوکر کے ساتھ جس کو تنخواہ ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجدیا یا مالک کے غلام کے ہمراہ خواہ وہ غلام اُس جانور پر مقرر ہو یا نہ ہو یا اُسی کے نوکر کے ہمراہ روانہ کر دیا پھر وہ جانور مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا ف اور جو نوکر روز پر ملازم ہو تو اُس کے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا مالک نہیں اور بعض کے نزدیک اگر غلام اُس کا اُس جانور پر مقرر نہ ہوگا تو اُس کو تسلیم سے ضامن ہوگا کذافی الاصل ص جیسے مستعیر شئے مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت نہ ہو معیر کے گھر میں دے آوے پھر وہ ہلاک ہو جاوے مالک کو پہونچنے سے پہلے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ شئے نہایت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر میں دے آنے سے بری الذمہ نہوگا بلکہ خاص مالک کو دینا چاہیئے اسی طرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر دے آوے گا تو ضامن ہوگا ف یعنی درصورت ہلاک بلکہ امانت اور

۵۱ بشرطیکہ اس لفظ سے ہبہ مراد نہ ہووے ۱۲ درمختار ۵۲ بشرطیکہ ہبہ کا ارادہ نہ کرے ۱۲ درمختار ۵۳ پس رجوع کریگا اُس پر بسبب اُس کے فریب کے اور جانتا ہوگا تو فریب نہیں جانب موجر سے کذافی الاصل ۱۲ ۵۴ قید یا وقت کی ہو گی سوائے قسم کے یا قسم کی سوائے وقت کے یا دونوں کی پس جو موافق قید کے عمل کیا تو ظاہر ہے کہ ضامن نہ ہوگا اور جو مخالف کیا پس خلاف جو مثل اور بہتر کی طرف ہے تو بھی ضامن نہ ہوگا اور جو بدتر کی طرف ہے تو ضامن ہوگا ۱۲ کذافی الاصل

مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہے کذافی الاصل ص اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور مکیل اور موزون اور معدود کا قرض میں داخل ہے ف اس لئے کہ ان اشیا سے نفع حاصل نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین کے اِلّا اُس صورت میں جب انتفاع کو معین کر دیوے جیسے روپیہ مانگے دھڑا درست کرنے کے لئے یا دُکان کی آرایش کے لئے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں ہلاک ہو جاویں گی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اُس پر لازم آوے گا کذافی الاصل ص صحیح ہے عاریت دینا زمین کا واسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہے کہ جس وقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو حکم کرے واسطے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہو گا تو مُعیر اُس کا ضامن نہ ہوگا اگر عاریت کے وقت معیر نے کوئی وقت بیان نہ کیا ہووے اور اگر وقت معین کر دیا ہو، اور قبل وقت کے اُس کے کھودنے کا حکم کرے تو جس قدر قیمت اُس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاوے گی اُس کا معیر کو تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہے کہ معیر قبل وقت کے عاریت میں رجوع کرے ف کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہے اور وہ حرام ہے ص اور اگر زمین کھیتی بونے کے لئے عاریت دی تو معیر کو یہ نہیں پہونچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنی لے لیوے خواہ عاریت کی مدّت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو ف اسواسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم تک ہے تو اس حکم میں رعایت طرفین کی ہے بخلاف درخت یا مکان کے کہ اُس کی کچھ انتہا نہیں ہے کذافی الاصل ص شئے مستعار اور مستاجر اور مغصوب کے رد کی اُجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہے ف مستاجر پر اُجرت رد کی واجب نہیں بلکہ اُس پر صرف خالی اور فارغ کر دینا ضروری نہ رد کرنا اس لئے کہ نفع قبضے کا واسطے موجر کے ہے پس ہوگی اُجرت رد کرنیکی موجر پر نہ مستاجر پر کذافی الاصل ص جب ایک شخص زمین واسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کی دستاویز میں یوں لکھے کہ تو نے مجھ کو زمین کھانے کے لئے دی ہے نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اس لئے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے اور درخت لگانے کے ہوتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک یوں ہی لکھے کہ تو نے زمین مجھے عاریت دی واللہ اعلم ؛

ص کتاب الھبۃ

ف ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپسمیں تا محبت زیادہ ہو آپس میں روایت کیا اسکو بخاریؒ نے ادب المفرد میں ابو ہریرہؓ سے اور ابو یعلیٰ نے اسناد حسن سے اور روایت کیا اس کو مالکؒ نے مؤطا میں عطاءؒ سے مرسلاً اور نسائیؒ نے کتاب الکنیٰ میں اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں اور روایت کی بزارؒ نے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپس میں ہدیہ بھیجو اس لئے کہ ہدیہ دور کرتا ہے کینے کو اور اُس کے جواز پر اجماع منعقد ہوا ص ہبہ کہتے ہیں ذات ایک شئے کا مالک کر دینا غیر کو بغیر عوض کے ف اور واہب کہتے ہیں ہبہ کرنیوالے کو اور موہوب لہٗ جس کو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شئے جس کو ہبہ کرے ص صحیح ہے ہبہ ان الفاظ سے وَھَبْتُ ہبہ کیا میں نے نَحَلْتُ عطا کیا میں نے ف اس لئے کہ وَہَبْتُ صریح ہے معنی ہبہ میں اور نحل بھی مستعمل ہے ہبہ میں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کیلیے جس نے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدک نحلتہ مثل کذا کیا سب لڑکوں کو دیا تو نے اسی طرح ص اَعْطَیْتُ عطا کیا میں نے اَطْعَمْتُکَ ھٰذَا الطَّعَامَ کھانے کو دیا میں نے تجھے یہ کھانا ف اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہے طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہے اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہے اَطْعَمْتُکَ ھٰذِہٖ الْاَرْضَ تو عاریت ہے جیسا کہ گزرا کذافی الاصل ص جَعَلْتُ ھٰذَا لَکَ اس کو میں نے تیرے لئے کر دیا اور اَعْمَرْتُکَ، اور جَعَلْتُ لَکَ عُمْرٰی میں نے یہ چیز تجھے بطور عُمریٰ دی یعنی عمر بھر کو دی ف عُمریٰ یہ ہے کہ اپنی کوئی چیز کسی کو اُسکی مدۃ العمر کیلیے دیدیوے اور کہے کہ جب تو مر جاویگا تو میں پھیر لوں گا سو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطیں باطل ہو جاتی ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسی کو عمریٰ دیوے تو وہ چیز معمر لہ کی ہے تا حیات اُسکی کے اور بعدہٗ اُس کے وارثوں کی روایت کیا اس کو جماعت نے سوا بخاریؒ کے جابرؓ سے برخلاف اُس صورت کے کہ دَارِیْ لَکَ عُمْرٰی سُکْنیٰ کے کیونکہ قول اُس کا سُکنیٰ عاریت ہے کذافی الاصل ص حَمَلْتُکَ عَلٰی ھٰذِہِ الدَّابَّۃِ میں نے تجھ کو سوار کیا اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو

کَسَوْتُکَ ھٰذَا الثَّوْبَ پہنایا میں نے تجھ کو یہ کپڑا دَارِیْ لَکَ هِبَةً تَسْكُنُهَا میرا گھر تیرا ہے موہوب ہو کر اسمیں رہیگا تو اور قول تسکنہا تمیز نہیں بلکہ وہ مشورہ ہے اور اگر یوں کہے کہ دَارِیْ لَکَ هِبَةً سُكْنٰى تو عاریت ہوجاویگا کیونکہ اس صورت میں لفظ سُکنٰی کا تمیز ہوگا اور تفسیر ہوگا اپنے ماقبل کا پس عاریت ہوگا یا یوں کہے سُكْنٰى هِبَةً اس واسطے کہ ہبۃً حال ہوگا سُکنٰی سے جب بھی عاریت ہوگا اسی طرح نُحْلٰى سُكْنٰى اور سُكْنٰى صَدَقَةً اور صَدَقَةً عَارِيَةً اور عَارِيَةً هِبَةً میں بھی عاریت ہوگا ف نُحلٰی سُکنٰی کے معنی دیا میں نے تجھ کو یہ گھر دینے کر از روے سکونت کے اور سُکنٰی صَدَقَةً یعنی گھر میرا تیرے لئے ہے بطریق سُکنٰی کے حال آنکہ وہ سُکنٰی صدقہ ہے اور صَدَقَةً عَارِيَةً یعنی گھر میرا تیرے لئے صدقہ ہے بطریق عاریت کے عَارِيَةً هِبَةً یعنی گھر میرا تیرے لئے ہے بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہے یعنی ہبۂ منافع مراد ہے نہ ہبۂ عین کذا فی الاصل ص اور تمام ہوتی ہے ہبہ قبض کامل سے ف اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں جائز ہوتی ہے ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا زیلعی رح نے تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے البتہ روایت کیا اس کو عبدالرزاق رح نے قول سے ابراہیم نخعی رح کے آور مراد اس سے یہ ہے کہ بدون قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ جواز بدون قبض کے بھی ہوجاتا ہے ہدایہ ص مراد قبض کامل سے یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو موہوب لہ موہوب پر قبضہ کرلے تو منقول میں قبض کامل وہ ہے جو اُس کے مناسب ہوا ور غیر منقول میں جو اُس کے مناسب ہووے تو گھر کی کنجیوں پر قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا آور جو چیز لائق قسمت ہے اُس میں قبض کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہیں تو کل پر قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہوجاوے گا پس صحیح ہے اگر قبضہ کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ میں بلا اذن واہب کے آور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہے صحیح ہے ہبہ کرنا اُس مشاع کا جو قابل قسمت نہیں ہے ف مُشاع اُس شئے کو کہتے ہیں کہ شریکوں میں مشترک ہووے اور اُسکی قیمت نہ ہوئی ہووے ص اور مراد یہ ہے کہ جب تقسیم کیا جاوے تو قابل منفعت نہ رہے جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان ف کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہیں رہتا تو اگر ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب لہ کو اور موہوب لہ نے اُس پر قبضہ کرلیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہوجاتی ہے ص اور نہیں صحیح ہوتی ہے ہبہ اُس مشاع کی جو قابل تقسیم ہے جو تقسیم کیجاوے تو منفعت اُسکی باقی رہے آور شافعی رح کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ف یعنی قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اُس پر قبضہ کرلیوے ص اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہیئے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع ہے جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے طاری ہوجاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اُس کے بعض غیر معین میں رجوع کیا یا بعض غیر معین کسی اور کا نکلا برخلاف رہن کے کہ وہاں شیوع طاری بھی مفسد ہے تو اگر واہب نے اسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ کو تو ہبہ صحیح ہوجاویگی ف یعنی پہلے اُس نے نصف مشاع ہبہ کیا پھر تقسیم کرکے تسلیم کردیا تو ہبہ صحیح ہوجاویگی اسواسطے کہ تمامی ہبہ قبض سے ہے اور وقت قبض کے شیوع نہ رہا کذا فی الاصل ص اگر ہبہ کیا گیہوں کے اندر کا آٹا یا تلوں کے اندر کا تیل نہیں جائز ہے اگرچہ گیہوں پیسکر آٹا دیدیوے یا تلوں میں سے تیل نکالکر دیدیوے اور اسیطرح ہبہ روغن کی دودھ میں جائز نہیں ف اگرچہ دودھ میں سے گھی نکال کر دیدیوے اسواسطے کہ یہ چیزیں معدوم تھیں وقت ہبہ کے تو انکی ہبہ کسی طرح جائز نہ ہوگی برخلاف مشاع کے کذا فی الاصل ص اور ہبہ دودھ کی تھن میں اور اُون کی بکری کی پیٹھ پر اور کھیت اور درختوں کی زمین میں اور کھجور کی درخت میں مثل مشاع کے ہے ف یعنی اگر ان چیزوں کو بعد ہبہ کے جُدا کرکے دیگا تو ہبہ صحیح ہوجاویگی مثل مشاع کے ورنہ نہیں ص ہبہ اُس چیز کی جو موہوب لہ کے پاس ہے ف اگرچہ بطور غصب یا امانت ہووے دُرِّ مختار ص بغیر قبضۂ جدید کے تمام ہوجاویگی ف یعنی موہوب لہ کو ضرورت نہیں کہ اُس پر دوسری مرتبہ قبضۂ جدید کرے ص اگر باپ ف یا جس کو ولایت ہو بچے پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اِسمیں داخل ہیں جب باپ نہ ہو بشرطیکہ صغیر اُنکے عیال میں ہووے دُرِّ مختار ص اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شئے ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہوجاویگی نہ اسمیں قبول کی حاجت ہے نہ قبض کی ف اسواسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضۂ موہوب لہ کے شمار کیا جاوے گا دُرِّ مختار ص اگر اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہوجاویگی خود اُس صغیر کے قبضہ سے اگر وہ عاقل ہو ف یعنی تحصیل مال کو سمجھتا ہووے دُرِّ مختار ص یا اُس کے باپ کے قبضہ سے یا اُس کے دادا کے قبضے

سے یا باپ اور دادا کے وصی کے قبضے سے یا ماں کے قبضہ کرنیسے اگر وہ صغیر ماں کے پاس ہووے **ف** یعنی اُسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اُسکی پرورش میں نہ ہووے تو اُسکا قبضہ کافی نہ ہوگا **ص** یا اجنبی کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اُس صغیر کی پرورش کرتا ہو اور وہ لڑکا اُسی کے پاس ہو اور اگر ایک شئے ہبہ کی صغیرہ کیلئے اور اُسکی طرف سے اُسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہو بشرطیکہ بعد زفاف کے ہووے **ف** اور قبل زفاف کے صحیح نہیں **دُرّ مختار** زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں بعد نکاح کے **ص** دو آدمیوں نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اِسواسطے کہ کُل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہیں ہے اور اُس کا اُلٹا یعنی ایک شخص اپنا گھر دو آدمیوں کو ہبہ کرے تو صحیح نہیں نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے **ف** اِسواسطے کہ تملیک متحد ہے تو شیوع باقی نہیں رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصوں پاس اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہو کہ ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہن کے کہ وہاں ہر ایک کے دَین کے بدلے میں کُل شئے محبوس رہیگی کذا فی الاصل **ص** جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دو توانگروں کو تو درست نہیں اور دو فقیروں کو اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہے **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک اول صورت میں بھی درست ہے جیسے مکان کی ہبہ میں دو شخصوں کو دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ توانگروں کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہٗ دو شخص ہو گئے اور وہ موجب ہے شیوع کو اور صحیح ہے صدقہ دو غنیوں پر اس لئے کہ مراد صدقہ سے ہبہ ہے مجازاً اور ہبہ جائز ہے برخلاف تصدق اور ہبہ کے دو فقیروں پر کیونکہ وہ دراصل خدا کو دینا ہے اور خدا واحد ہے فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقہ پڑتا ہے اول کف میں خدائے تعالیٰ کے قبل اس کے کہ پڑے کف میں فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث اس لفظ سے مجھے نہیں ملی واللہ اعلم

ص باب ہبہ کرکے پھیر لینے کے بیان میں

ہبہ کرکے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اِسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنیوالا زیادہ حقدار ہے شئے موہوب کا جبتک کہ نہ بدلہ پاوے اُس کا **ف** روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے اور روایت کیا اسکو حاکمؒ نے اور صحیح کہا ابن عمرؓ سے **ص** اور امام شافعیؒ کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ میں درست نہیں مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اس لئے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے: رجوع کرے ہبہ کرنیوالا اپنی ہبہ میں مگر باپ اُس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو **ف** روایت کیا اس حدیث کو امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے **ص** ہم کہتے ہیں کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہو کہ دوسروں کو سزاوار نہیں کہ رجوع کریں البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہوجاتا ہے **ف** یعنی یہ ممانعت جو حدیث شافعیؒ میں مروی ہو محمول ہے اُوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اُسمیں کہ پھرنا ہبہ سے ہمارے نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھرنیوالا اپنی ہبہ میں جیسے کُتا کہ قے کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قے کیطرف روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے **دُرّ مختار و طحطاوی** **ص** لیکن رجوع کے سات موانع ہیں جو دَمْعُ خَزَقَہٗ میں مجتمع ہیں **ف** سات امر مانع ہیں رجوع فی الہبہ کے امام نسفیؒ نے تسہیل ضبط کے واسطے ان موانع کیطرف اشارہ ان سات حرفوں میں کر دیا ہے معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ آنسو نے زخمی کر ڈالا اُس کو خزق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہت دی کذا فی الطحطاوی **ص** منع کرتی ہے رجوع کرنے ہبہ سے زیادتی تو دال سے مراد زیادت ہے **ف** جو نفس شئے موہوب میں ہووے اور اُس کے سبب سے قیمت شئے موہوب کی بڑھ جاوے اور **ص** جو متصل ہووے شئے موہوب سے **ف** یعنی جُدا ہونا اُس زیادت کا شئے موہوب سے ممکن نہ ہووے **زیادت** کی قید اِسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور نفس شئے موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل گئی جو صرف نرخ میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شئے موہوب کا نرخ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب

ہے جیسے طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا کہ یہ بھی مانع رجوع نہیں **ص** جیسے عمارت بنانا اور درخت کا جمانا **ف** کہ ایک شخص نے خالی زمین
ہبہ کی بعد اُس کے موہوب لہٗ نے اُسمیں عمارت بنائی یا درخت جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہ ہوگا فتاویٰ
عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ لی سو موہوب لہٗ نے ایک کنارے پر کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا
زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کُل زمین میں نہ بعض زمین میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہ ہو یا نقصان میں شمار
ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دُکان نہایت چھوٹی بناوے تو یہ ہرگز زیادت نہ ہوگی تو اُسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت
مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہ ہوگی بلکہ اُس کے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو وہ قطعہ چھوڑ کے دوسرے قطعہ میں رجوع جائز نہ ہوگا انتہیٰ
غایۃ الاوطار ص اور فربہی یعنی موٹا ہو جانا شئے موہوب کا **ف** اور اسی طرح خوبصورتی اور دوخت اور رنگ اور شوب پڑنا کپڑے پر یعنی وہ
دُھلوائی جس سے قیمت بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا اور سُننے بہرے کا اور دیکھنا اندھے کا اور مسلمان ہونا غلام کا اور معالجہ ہونا اُس کا اور معاف
ہو جانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت کی یا قرارت کی اور لکھنے اعراب مصحف کی اور نقل مشاع ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہاں اُس کی قیمت
زیادہ ہو جاوے **دُرِّ مختار ص** نہ وہ زیادتی جو جُدا ہووے شئے موہوب سے **ف** کہ وہ مانع رجوع نہیں **ص** جیسے بچہ ہونا شئے موہوب کا **ف** اور
پھل درخت کا تو اُس صورت میں واہب اصل شئے کو پھیر لیوے نہ زیادت **دُرِّ مختار ص** اور میم سے مراد مرجانا ہے واہب کا یا موہوب لہٗ کا **ف**
بعد قبض کے کہ پھر اختیار رجوع کا باقی نہیں رہتا اور جو قبل تسلیم کے کوئی مرگیا تو عقد ہبہ باطل ہو جاویگا **دُرِّ مختار ص** اور عین سے مراد عوض ہے جو ہبہ
کے بدلے میں موہوب لہٗ نے واہب کو دیا ہووے بشرطیکہ اُس عوض کی اضافت طرف ہبہ کے کی ہو **ف** مثلاً موہوب لہٗ نے واہب سے کہا کہ لے اپنی ہبہ کا
عوض یا اُس کا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ بولا جس سے واہب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ اُس کے ہبہ کا عوض ہے اور
واہب نے اُس پر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ ہبہ بالعوض انتہاءً بیع ہے **ص** اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہٗ کی طرف سے واہب
کو عوض اُس کے ہبہ کا دیوے یہ کہکر کہ لے تو اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اُس کو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہو جاویگا اور اگر عوض ہبہ کی اضافت طرف
ہبہ کے نہ کی **ف** یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ میری ہبہ کا عوض ہے **ص** تو ہر ایک واہب اور موہوب لہٗ اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا
ہے اور خ سے مراد یہ ہے کہ وہ شئے موہوب ملک سے موہوب لہٗ کی خارج ہو جاوے **ف** مثلاً موہوب لہٗ اُس شئے کو فروخت کر ڈالے یا کسی اور کو ہبہ
کر دیوے تو اگر موہوب لہٗ اپنے موہوب لہٗ سے بعد ہبہ کے اُس شئے کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر سکتا ہے اُس سے اسی طرح اگر موہوب لہٗ نے نصف
شئے موہوب فروخت کر ڈالی تو نصف باقی میں واہب رجوع کر سکتا ہے **دُرِّ مختار ص** اور زای معجمہ سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے **ف** یعنی جس وقت
ہبہ ہوئی ہو اُسوقت واہب اور موہوب لہٗ میں علاقۂ زوجیت کا ہونا مثلاً خاوند جورو کو کوئی شئے ہبہ کرے یا جورو خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ
ص اگر ہبہ کیا ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اُس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتا ہے **ف** اسلئے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نہ تھی **ص** اور اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ
کو اور بعد ہبہ کے اُس عورت کو جُدا کر دیا تو پھیر لینا شئے موہوب کا جائز نہیں **ف** اس لئے کہ وقت ہبہ کے علاقۂ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتیں ہیں اگر
جورو خاوند کو ہبہ کرے اُمیں بھی یہی حکم ہے **ص** اور قاف سے مراد قرابت محرمیت ہے **ف** یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہو جاوے تو اگر فقط
قرابت ہو محرمیت نہ ہو جیسے چچا یا خالہ یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہ ہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہے **ص** اور ہا سے مراد ہلاک ہونا
شئے موہوب کا ہے **ف** ہلاک سے تلف ہو جانا اُس شئے کی ذات کا یا عامۂ منافع کا مراد ہے باوجود باقی رہنے ملک موہوب لہٗ کے تو خروج عن الملک
کے کہنے کے بعد یہ مانع زائد نہ ہوگا **ص** اگر عوض دینے کے بعد آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہٗ نصف عوض اپنا پھیر لیوے اور اگر عوض میں آدھا
کسی اور کا نکلا تو واہب یہ نہیں کر سکتا کہ آدھا موہوب واپس لے لیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اُس کے پاس باقی ہے موہوب لہٗ کو پھیر کر اپنا کُل
موہوب واپس لے لیوے یا اُسی آدھے عوض پر قناعت کرے **ف** اور امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت میں آدھا موہوب پھیر سکتا ہے باعتبار عوض کے

اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے ص اگر موہوب لہٗ نے آدھے موہوب کا عوض دیا تو واہب نصف موہوب جس کا عوض نہیں پہونچا پھیر لے سکتا ہے اور جو موہوب لہٗ نے نصف موہوب کو فروخت کر ڈالا تو واہب نصف باقی میں رجوع کر سکتا ہے اسی طرح واہب کو اختیار ہے کہ نصف موہوب پھیر لیوے اگرچہ موہوب لہٗ نے اُسمیں سے کچھ بھی فروخت نہکیا ہووے ف اسواسطے کہ اِس صورت میں واہب کو کُل پھیر لینے کا اختیار ہے تو نصف کو بطریق اولیٰ پھیر لے سکیگا ص اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے ف اس لئے کہ رجوع فی الہبہ میں اختلاف ہے مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور موہوب لہٗ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح نہ ہوگا ص پس اگر موہوب کو آزاد کردیا موہوب لہٗ نے بعد رجوع واہب کے قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہوجاویگی اور اگر موہوب لہٗ نے موہوب کو روک رکھا واہب سے بعد رجوع کے لیکن ابھی قاضی نے حکم نہیں کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہوگیا موہوب لہٗ کے پاس تو موہوب لہٗ ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر تلف ہوگیا موہوب لہٗ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ موہوب لہٗ کا قبضۂ ضمان نہیں ہے البتہ جب بعد حکم قاضی کے موہوب لہٗ موہوب کو روک رکھے یعنی باوصف طلب واہب نہ دیوے تو تاوان اُس پر لازم ہوگا بشرطیکہ قادر ہو تسلیم پر ص اور ہبہ میں جب رجوع قضائے قاضی سے ہوجاوے یا بتراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا نہ ہبۂ جدید موہوب لہٗ کیطرف سے واسطے واہب کے اسواسطے قبضہ واہب کا رجوع میں شرط نہیں ف اور اگر موہوب لہٗ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہ ہوگا بدون قبض کے اور جب کہ قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہٗ کو اُسمیں رجوع کرنا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع ص اور صحیح ہے رجوع مشاع میں ف یعنی ہبۂ مشاع اگرچہ صحیح نہیں لیکن رجوع فی الہبہ مشاع میں درست ہے اس لئے کہ رجوع فسخ ہے اصل ہبہ کا نہ ہبۂ ثانی صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصوں کو ہبہ کیا اب ایک کے حصے میں رجوع کرے ص اگر موہوب موہوب لہٗ پاس تلف ہوگیا بعد اُس کے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا اور موہوب لہٗ نے اُس کا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہٗ واہب سے وہ تاوان پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضے کا تو اُسمیں سلامت موہوب کا استحقاق نہیں ہبہ کرنا عوض لینے کی شرط پر ف اس کو عربی میں بشرط العوض کہتے ہیں مثلاً یوں کہا کہ میں ہبہ کرتا ہوں تجھ کو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اس کے بدلے مجھ کو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط ہے اس میں کہ عوض معین ہووے اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا میں ص ابتدا میں ہبہ ہے تو شرط ہوگا کہ واہب اور موہوب لہٗ دونوں قابض ہوجاویں بدلین پر مجلس عقد میں اور باطل ہوگا شیوع سے ف جب موہوب قابل قسمت کے ہووے ص اور انتہا میں یہ ہبہ بیع ہے پس پھر سکتا ہے بسبب عیب کے اور خیار الرؤیۃ کے اور ثابت ہوگا اُس میں حق شفعہ شفیع کو ہمارے نزدیک اور امام زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہے ابتدا اور انتہا دونوں میں ف اور دلیل ہماری اور ان کی مذکور ہے ہدایہ اور اصل کتاب میں

ص فصل مسائل متفرقہ میں ہبہ کے

جس نے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا بغیر اُس کے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہٗ اُس کو آزاد کردیوے یا اپنی اُم ولد بناوے یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اُسمیں سے مجھ کو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب صورتوں میں ہبہ صحیح ہے اور اول صورت میں حمل کا استثنا اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اور اگر اُس نے آزاد کردیا اُس لونڈی کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہے ف اسواسطے کہ حمل واہب کی مِلک نہ رہا تو جب اُسکی ماں کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو ہبہ کیا باستثنائے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہے تو یہ بھی جائز ہوگا ص اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اُسکی ماں کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا اس لئے کہ حمل باقی رہا مِلک واہب میں پس نہ ہوگا مثل استثنار کے جس شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کُل ہو تو وہ قرض تیرا ہے یا اُس سے بری الذمہ ہے ف یا کہے کہ مجھ کو آدھا قرض ادا کردے تو باقی آدھا تیرا ہے یا تو اُس سے بری الذمہ ہے ہدایہ ص تو یہ قول باطل ہے ف اسواسطے کہ ابرائے دَین کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے کذا فی الاصل ص درست ہے ہبۂ عمریٰ اور وہ معمر لہٗ کا

ہوگا اُس کی زندگی تک اور بعد اُس کے وارثوں کا ہوگا اور عمریٰ کہتے ہیں ایک شخص کو اپنا گھر دینا اُسکی مدۃ العمر تک اِس شرط پر کہ جب معمر لہ مرجاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہوجاویگا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور واہب کی شرط مدۃ العمر تک کی باطل ہوجاویگی بلکہ وہ گھر معمر لہ کا تا بحالت حیات مملوک رہے گا اور بعد اُس کی مَوت کے اُس کے وارثوں کا ہوگا **ف** صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس اپنے مال اور نہ تباہ کرو اُس کو سو بیشک جس نے کیا عمریٰ سو وہ اُس کا ہے جس کو دیا گیا جیتے اور مرے اُس کے اور اُس کے وارثوں کا اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ کی روایت میں ہے کہ جو چیز عمریٰ دی گئی تو وہ معمر لہ کے وارثوں کی ہے کذا فی **بلوغ المرام ص** اور باطل ہے ہبہ رُقبیٰ وہ یہ ہے کہ اگر میں مرجاؤں پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہے اور جو تو مرجاوے تو پھر وہ چیز میری ہوجاویگی **ف** رُقبیٰ مشتق ہے رقوب سے جس کے معنی انتظار کے ہیں گویا ہر ایک اُن دونوں میں سے دوسرے کی مَوت کا انتظار کرتا ہے اور یہ باطل ہے نزدیک طرفینؒ کے اور نزدیک ابویوسفؒ کے صحیح ہے اور شرط باطل ہے اِس لئے کہ قول اُس کا دَارِی لَکَ رُقبیٰ کے یہ معنی ہیں کہ یہ گھر میرا تیرے لئے ہے اور میں منتظر ہوں تیری مَوت کا تو پھر آوے وہ گھر میری طرف پس صحیح ہوگا یہ قول اور باطل ہوگی شرط مثل عمریٰ کے تو اختلاف کی بنا تفسیر عمریٰ پر ہوئی کذا فی الاصل **ص** صدقہ کا حکم ہبہ کا سا ہے کہ صحیح نہیں ہوتا بغیر قبضے کے اور نہ اُس مشاع میں جو قابل قسمت ہے مثلاً تصدق کیا ایک شئے محتمل القسمۃ کے نصف کو تو صحیح نہیں البتہ اگر ایک شئے دو فقیروں کو تصدق کرے تو درست ہے اور صدقے میں رجوع درست نہیں ہے **ف** کیونکہ صدقے کا عوض ثواب ہے اور وہ متصدق کو حاصل ہوگیا برخلاف ہبہ کے کذا فی الاصل

مسائل ملحقہ اگر قرضخواہ نے خود کہا کہ نام میرا تمسک میں بطور عاریت ہے اور یہ قرضہ اصل میں دوسرے شخص کا ہے تو اُس کا اقرار صحیح ہوگا اور مقر لہ اُس دَین کو لے سکتا ہے ایسا ہی حکم ہے اگر یوں کہا کہ میرا قرضہ جو فلاں شخص پر ہے وہ فلانے کا ہے دو شخصوں نے باہم صلح کرلی اس امر پر کہ عطائے سُلطانی میں دفتر سرکار میں ایک شخص کا نام لکھوا دیا جاوے تو عطائے سُلطانی اُسی کی ہوگی جس کا نام دفتر سرکار میں مرقوم ہے ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیوں کی اور ہر ایک کو ایک ایک علٰحدہ خوان پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہیں کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اُس میں سے کچھ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے مکان کے سوا اور مکان کی بلّی کو دیوے یا کُتّے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہووے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہے اِس لئے کہ اُس کا اذن عادۃً پایا جاتا ہے جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اُس میں یہ لکھا کہ اُس کی پشت پر جواب لکھ دینا تو مکتوب الیہ کو اُس خط کو پھیر دینا ضرور ہے اور اگر جواب پُشت پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ اُس خط کا مالک ہوجاوے گا حاکم کو جبر نہیں پہونچتا ادائے زکوٰۃ غیر سوائم اور نذر اور کفارے پر دَین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو یا بری کیا اُس کو تو درست ہے پھر دائن کو رجوع اُس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو درست نہیں ہے لاکن رد ہوجاتا ہے اگر مدیون نے قبول ہبہ یا ابرار کو رد کیا خواہ مجلس میں یا بعد اُس مجلس کے اس لئے کہ اس میں معنی اسقاط کے ہیں عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اُس پر ظلم کرنا چھوڑ دیوے یا اُس کو حج کرالاوے اور خاوند نے ایفائے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہیگا اور عفو نہ ہوگا کذا فی الدرالمختار و شرحہ من الطحطاوی والشامی

ف اس واسطے کہ اس میں اباحت ہے نہ تملیک پس کھانا اُس کا اُن آدمیوں کو جائز ہے نہ کسی کو دینا یا پیچھے گھر لانا بلا اجازت و اذن مالک کے ۱۲ عبدہ علی صیاد کر پہلے ذکر ہوا ۱۲

ل ی ــــــــــــــــــــ ی ی

خاتمۃ الطبع حمد و شکر بیحد نثار بارگاہ صمد کہ جلد سوم **نورالہدایہ** ترجمہ اُردو ی شرح وقایہ منقولہ از نسخہ مطبوعہ نظامی باہتمام راجی رحمۃ ربہ العلی السمیع محمد شفیع عفی عنہ بن جناب حاجی **محمد سعید صاحب** تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر (۸۵) تصحیح و تنقیح مطبع مجیدی واقع کانپور میں بماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۶۱ھ طبع ہوئی اُمید ناظرین باتمکین سے یہ ہے کہ مالک مطبع و مصحح کارپردازان مطبع کو دعائے خیر سے یاد فرماویں

(ایجوکیشنل پریس کراچی)

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

از عنایتِ بے غایت پروردگار بعد نظرِ ثانی مصحح و محشی اول نسخۂ ہذا العینی جناب مولانا الحافظ الحاج محمد عبد الغفار صاحب اللکھنوی رحمۃ اللہ العلی الولی کتاب فیض نصاب

جلد چہارم نور الہدایہ

ترجمہ

اردو شرح وقایہ

باہتمام احقر حاجی محمد زکی نبیرہ حاجی محمد سعید صاحب غفرہ اللہ لہ طبع شد

ایچ - ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

فہرست جلد چہارم نور الہدایہ ترجمہ اردوئے شرح وقایہ

صفحات — مضامین

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ص کتاب الاجارۃ

ف ہندی میں اجارے[1] کو ٹھیکہ اور نوکری کو مزدوری اور کرایہ کہتے ہیں جو شخص اپنی چیز کو اجارہ میں دیوے اُس کو موجر اور جو اجارے میں لیوے اُس کو مستاجر کہتے ہیں ص لغت میں اجارے کے معنی اُجرت یعنی مزدوری کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اجارہ بیع ہے ایک نفع معلوم کے بدلے میں[2] ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہو ف جیسے گھوڑا خچر بیل بکری کتاب وغیرہ ص یا دَین ہووے ف جیسے روپیہ اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہے جو تعریف مصنفؒ نے اجارے کی بیان کی ناقص ہے اِسواسطے کہ اجارۂ فاسدہ جس میں نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہوئے اِس تعریف سے نکل[3] جاتا ہے حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے اِس لئے صاحبِ درمختار نے معلوم کی قید نہیں لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھادی کہ وہ نفع مقصود[4] ہو اُس عین سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑوں یا برتنوں کا محض آرایش وزیبایش کے لئے یا گھوڑا کوتل چلانے کیلئے یا غلام وخادم جلو میں چلنے کے لئے تا لوگ سمجھیں کہ یہ مستاجر کی ملک ہیں کہ یہ اجارہ فاسد ہے موجر کو اِسمیں اُجرت نہ ملیگی اجارہ جائز ہے تعاطی سے جہاں پر ایک دستور معین ہووے مثل بیع کے جیسے ناؤ کی سواری کی اُجرت یا حجام کی مزدوری یا فصد یا حمام یا سقے کی اُجرت عقد کی اس میں کچھ حاجت نہیں درمختار وطحطاوی ص اور منفعت معلوم ہوتی ہے مقدار مدت اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھروں میں رہنے اور زمین میں کھیتی کرنیکی فلاں مدت ہے برابر ہے کہ وہ مدت طویل ہو یا کم ہو ف اور بعضوں نے ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہیں رکھی لیکن مفتی بہ وہی ہے جو متن میں ہے ص البتہ وقف کی اراضی کا اجارہ دینا تین برس سے زیادہ مدت تک کا صحیح نہیں یہی مختار ہے اِسلئے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعویٰ نہ کرنے لگے اور جب وجہ عدم جواز کی یہ ہوئی تو اب اجارۂ طویلہ مختلف عقود سے جیسا بعض فقہار نے جائز رکھا ہے جائز نہ ہوگا معاف کرے اللہ خطا اُنکی ف صدر الشریعۃ کی غرض اس مقام سے رد ہے اوپر اُن فقہاء کے جنھوں نے واسطے اجارۂ طویلہ کے اراضی وقف میں ایک حیلہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ اجارہ مشتمل ہوگئی چند عقدوں پر اور ہر ہر عقد تین تین برس یا کم کا ہووے تو اسطرح مدت اجارے کی بہت طویل ہوسکتی ہے اور جب ایک عقد ختم ہوجاویگا تو دوسرا عقد شروع ہوجاویگا اور یہی حیلہ ہے اُن لوگوں کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف میں ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہیں رکھتے شارح نے اِس قول کو اسطرح پر رد کیا کہ اجارۂ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ ایسا نہ ہو مستاجر بعد گزر جانے ایک مدت طویل کے باستدلال قبضے اپنے کے موقوف میں دعویٰ مِلک کرے اور وقف ضائع ہوجاوے اور یہ وجہ اِس صورت میں بھی پائی جاتی ہے تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارۂ طویل ناجائز ہوا تو فسخ ہوجاویگا کُل مدت میں یعنی نہ تین سال میں صحیح رہیگا نہ زیادہ میں آور بعض کے نزدیک اجارۂ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں باطل لیکن اوّل قول کو ترجیح دی ہے مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم ص اور بھی منفعت معلوم ہوتی ہے کار کے بیان کردینے سے جیسے رنگوائی یا سِلوائی یا اسباب کی لدوائی جانور پر جسکی مقدار معلوم ہووے

[1] اگرچہ اجارہ عقلاً ناجائز معلوم ہوتا ہے اِسلئے کہ اسمیں بیع معدوم کی ہے مگر بوجہ محتاج ہونے لوگوں کے طرف اجارے کے جائز رکھا گیا اور احادیث متعددہ سے جواز اس کا معلوم ہوتا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک مسافت معین تک **ف** یا سواری ایک جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اگر مسافت یا وقت کا بیان نہ ہووے تو اجارہ فاسد ہے اور دُھلوائی اور رنگوائی کو اور اسی طرح زرگری وغیرہ کو اِس طرح بیان کر دینا لازم ہے کہ پھر اخیر کو منازعت نہ ہووے مثلاً رنگوائی میں کپڑے کا بیان اور رنگ کی قسم کا کہ زرد سُرخ سبز جو مطلوب ہو ضرور ہے اسی طرح سلوائی میں دوخت کی قسم اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ایسا ہی دُھلوائی میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے **در مختار طحطاوی ص** اور کبھی منفعت معلوم ہو جاتی ہے اشارے سے جیسے ایک چیز کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اُس کو فلاں جگہ تک پہونچا دے اور اُجرت صرف عقد اجارہ سے واجب نہیں ہوتی **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک صرف عقد اجارہ سے واجب ہو جاتی ہے **کذا فی الاصل ص** بلکہ جب مستاجر اُجرت کو پیشگی دیوے بلا شرط **ف** یعنی شرط اجارہ میں نہ ہو کہ اُجرت پیشگی لیجاویگی بلکہ از خود مستاجر جلدی کر کے اُجرت دیدیوے تو اب وہ واجب ہو جاتی ہے اِس معنی کر کے کہ پھر مستاجر اُس کو پھیر نہیں سکتا **ص** یا اُجرت کی شرط پیشگی لینے کی ہو گئی ہو پس پیشگی دینا واجب ہوگا یا مستاجر پورا نفع اُٹھا چکے یا قدرت پورے نفع اُٹھانے کی پوری ہو جاوے **ف** جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اُسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اسوقت میں اگرچہ مستاجر اُس سے نفع نہ اُٹھاوے لیکن بعد گزرنے مدت کے اُجرت اُس پر لازم ہو گی اِلّا تین صورتوں میں ایک اجارہ فاسدہ میں قدرت انتفاع سے اُجرت لازم نہیں آتی بلکہ جب اُس سے نفع اُٹھاوے دوسرے جب جانور خارج شہر کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اُسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اُس پر سوار نہیں ہوا تیسرے یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اُسکو چند سال تک رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اُجرت صرف اتنے دنوں تک کی لازم ہو گی جہاں تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اُس کے بعد کی لازم نہ آویگی **اشباہ ص** جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور اپنے قبضے میں کر لیا اور اُسمیں سکونت نہ کی تو اُجرت واجب ہو گی بعد گزرنے مدت کے اور جو اُجرت اجارہ میں اُس گھر کو کرایہ دار سے کسی نے جبراً چھین لیا اسطرح کہ اُس کی قدرت نفع لینے کی نہ رہی تو جس مدت تک وہ گھر اُس کے پاس سے نکل کے غاصب پاس رہا ہے اُسقدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا **ف** اِلّا اُس صورت میں کہ اُس غاصب کا نکالنا ممکن ہو کرایہ دار کو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے اور اُس نے خود نہ نکالا تو اُن دنوں کی بھی اُجرت دینا پڑیگی **کذا فی الاشباہ ص** اور موجر کو درست ہے کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے اور جانور کا ہر منزل پر لیوے **ف** یہ صورت جب ہے کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہووے بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہووے تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق **در مختار ص** اور دھوبی اور درزی مزدوری جب لیگا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کرے **ف** اور اگر وہ شے قبل اُس کے تلف ہو گئی تو مزدوری اُسکی ساقط ہو جاویگی **در مختار ص** اگرچہ سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے گھر میں کیا ہووے **ف** یہ اسواسطے کہا کہ خیاط نے اگر کام مستاجر کے گھر میں کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہو گیا تو اُسکو بقدر سلائی کے مزدوری ملیگی **کذا فی الاصل** اسی طرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانے کے گر گئی تو اُجرت اُسکی واجب ہو گی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سی رہا تھا اور قبل اِس بات کے کہ درزی وہ کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اُس کی سیون اُدھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملیگی بلکہ درزی کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے اور پھر دوبارہ سینے پر اُس پر جبر نہ ہوگا **کذا فی الدر المختار ص** اور نان پز مزدوری لے سکتا ہے جب روٹی تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جل جاوے بعد نکال لینے کے تو اُس کو اُجرت ملیگی اور جو قبل نکالنے کے جل جاوے تو مزدوری اُس کو نہ ملیگی اور دونوں صورتوں میں نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آویگا **ف** نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک نان پز مالک کا جس قدر آٹا تھا حوالے کرے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیکر پکانیکی مزدوری اُس کو دیدیوے یہ اختلاف صرف صورت اول میں ہے اور لیکن صورت ثانی میں یعنی جب روٹی قبل نکالنے کے جل جائے تو بالاتفاق اُس کو مزدوری نہ ملیگی اور تاوان لازم آویگا بسبب اُسکی تقصیر کے **کذا فی الدرر والبحر** یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر میں پکائی جاتی ہووے اور جو اُس کے گھر میں نہ پکتی ہووے تو جل جانے یا چوری جانے کی صورت میں بالکل مزدوری نہ ملیگی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے جلی ہووے یا بعد نکالنے کے اور تاوان اُس پر

نہ ہوگا اس لئے کہ اُس کے ہاتھ میں امانت تھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان ہوگا اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہے جوہرہ و در مختار ص اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا ف پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اُس پر لازم ہوگا در مختار ص اور کچی اینٹ پاتھنے والے کی مزدوری واجب ہوگی جب اینٹیں کھڑی کر دیوے ف یعنی الگ الگ بنا کر ڈال دیوے یہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اسلئے کہ تشریج تمام عمل سے ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک وہ فعل زائد ہے مثل نقل کے کذا فی الاصل اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے در مختار ص جو اجیر کہ اُس کے کام کا اثر موجود ہو اُس شئے میں جیسے رنگریز اور وہ دھوبی جو نشاستہ اور انڈے کی سفیدے سے دھووے ف کہ اِن دونوں کے کام کا اثر کپڑے میں موجود ہو جاتا ہے یعنی رنگ اور نشاستہ وغیرہ کا اور بعضوں کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہے کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اِس صورت میں وہ دھوبی جو فقط کپڑا اسفید کر دیتا ہے (یعنی کلف کرے ۱۲) اور نشاستہ وغیرہ نہیں لگاتا اسی حکم میں داخل ہے دُر مختار میں ہے کہ قول ثانی صحیح ہے تو کپڑا دھونیوالا اور پستہ توڑنیوالا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا الاصل اِن سب کو روک رکھنا چیز کا مزدوری وصول کرنے کیلئے جائز ہے تو اگر اِن لوگوں نے چیز کو روک رکھا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو نہ مزدور پر تاوان ہے اور نہ مالک پر مزدوری ہے ف یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ وہ شئے قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روک رکھنے کے بھی مضمون ہوگی پھر مالک کو اُنکے نزدیک اختیار ہے چاہے تاوان لیوے اُن لوگوں سے اُس چیز کی قیمت کا جو قبل اُس عمل کے تھی تو مزدوری نہ دیوے یا اُس قیمت کا جو بعد عمل کے ہو تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور جس اجیر کے کام کا اثر اُس شئے میں نہ ہووے جیسے بوجھ لادنے والا یا ملاح یا کپڑا پھینچنے والا جو صرف کپڑا دھوئے اور کلف وغیرہ اُس پر نہ کرے تو اُن لوگوں کو چیز کا روک رکھنا واسطے مزدوری لینے کے نہیں پہونچتا ف تو اگر اِن لوگوں نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہوگئی تو ضمان دیں گے مثل غاصب کے در مختار ص البتہ جو غلام بھاگے ہوئے کو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کیلئے اُس غلام کو روک سکتا ہے ف اگرچہ اُس کے کام کا اثر غلام میں کچھ پایا نہیں جاتا اِسلئے کہ غلام آبق مثل ہالک کے تھا تو لانیوالے نے گویا اُس کو جلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اُجرت کے فروخت کیا اور زفرؒ کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہیں برابر ہے کہ اُس کے کام کا اثر اُس چیز میں ہووے یا نہ ہووے کذا فی الاصل ص اگر مالک مال نے اجیر سے قید اِس بات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے کرنا تو اُس کو اختیار ہے کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگا دی جیسے کہا کہ اِس کپڑے کو اپنے ہاتھ سے سینا تو اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہیں ف مگر دایہ کہ اُسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرطاً اور بلا شرط ہر طرح سے در مختار ص ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اِس بات کا کہ زید کے اہل و عیال کو لے آوے ف مثلاً بصرے سے جا کر اور جب بصرے میں گیا ص تو بعض اہل و عیال اُس کے مر گئے تھے وہ شخص جو باقی تھے اُن کو لیکر آیا اِس صورت میں اجیر کو اُجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک خط دیا کہ بکر کو لیجا کر پہونچا دے اُجرت سے عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مر جانے بکر کے وہ خط پھر زید کے پاس واپس کر لایا اِس صورت میں عمرو کو کچھ اُجرت نہ ملیگی یہی حکم ہے کہ اگر کچھ کھانا لیجاوے کسی کے پاس پہونچانے کیلئے اور اُس کے مر جانے کے سبب سے وہ کھانا پھر مالک کے پاس پھیر لاوے تو اُجرت کچھ نہ ملیگی ف نزدیک شیخینؒ کے اور نزدیک محمدؒ کے خط میں اُسکو اُجرت جانیکی ملیگی یعنی نصف پوری اُجرت کی اور کھانے میں کچھ نہ ملے گا بالاتفاق اِس لئے کہ باطل ہوگیا عمل اُس کا بسبب رد کے کذا فی الاصل طحطاوی میں ہے کہ یہ حکم جب ہے کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونوں کو کہا ہووے اِسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہ ہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اُجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع میں مطرح ہے اور امام محمدؒ کی جامع صغیر میں خط لیجانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں انتہی مختصراً ص صحیح ہے کرایہ لینا گھر کا یا دُکان کا اگرچہ ذکر نہ کرے اُس کام کا جو اُسمیں کریگا ف اس واسطے کہ عمل متعارف اِن دونوں میں سکونت ہے تو مطلق منصرف ہوگا طرف متعارف کے کذا فی الاصل ص اور کرایہ دار کو جائز ہے کہ اُس دُکان یا مکان میں جو کام چاہے کرے مگر وہ کام جس سے عمارت سست

ہو جاتی ہے جیسے ڈھلائی وغیرہ ف اور لوہاری اور آٹا پسوائی[1] کہ اِن کاموں سے عمارت میں نقصان آتا ہے تو بدون رضامندی مالک کے یا اِن چیزوں کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں یہ کام درست نہیں اسی طرح مستاجر کو اختیار ہے کہ جب مکان یا دُکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسی کو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ کو جن سے عمارت میں نقصان ہوتا ہے نہ رکھے در مختار ص اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے کے تو درست ہے پھر جب مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو لازم ہے کہ عمارت اور درخت اپنا اُکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جبکہ مالک زمین کا اُس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھُد جانے کے ہوتی ہے راضی ہو جاوے تو جبراً اُس قدر قیمت مستاجر کو دیکر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہے اگر کھودنے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا نقصان ہوتا ہو اور جو اُس کا نقصان نہ ہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہے یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے اِس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہماری زمین پر رہنے دو تو زمین مالک کی رہیگی اور عمارت اور درخت مستاجر کے ف لیکن عمارت اور درخت کا رہنے دینا اگر بعوض اُجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک زمین اور مالک مکان دونوں کو پہونچتا ہے کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ دیویں اور زر کرایہ قیمت زمین پر جو بغیر عمارت ہووے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہووے تقسیم کر کے بقدر اپنے اپنے حصے کے بانٹ لیویں در مختار ص اور رطبہ کا حکم ف رطبہ مابین درخت اور گھانس کے ہے مراد یہاں رطبہ سے وہ چیز ہے جس کو ایک مرتبہ بودیں تو جڑ اُسکی ہمیشہ زمین میں باقی رہے اور اُسکے پتے یا پھول توڑتے اور بیچتے جاویں ص مثل درخت کے ہے ف یعنی مستاجر پر رطبہ اُکھیڑ کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہے اسلئے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہیں ہوئی تو مثل درخت کے ہوگئی کہ اُس کا اُکھیڑنا ضرور ہوا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہوگئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہیں آیا تو مستاجر پر جبر نہ کیا جاویگا کھیت اُکھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اُجرت مثل دلائی جاویگی اور اسی کھیتی کے حکم میں ہیں وہ ترکاریاں جنکی ایک انتہا ہے جیسے مولی گاجر بینگن وغیرہ در مختار ص اگر ایک جانور سواری کو کرایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونے کا ذکر کیا بعد اُس کے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھایا اور جانور ہلاک ہوگیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑیگی ف اور گرانی وزن کا اعتبار نہ ہوگا اِسواسطے کہ کبھی ہلکا آدمی جو ناواقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پہونچاتا ہے اُس بھاری آدمی سے جو فن سواری کو جانتا ہووے کذا فی الاصل ص اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ بوجھ ہونے کے ف مثلاً تین من لادنا ٹھہرا تھا اور اُس نے چار من لادا اور اُس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے ص یہ حکم جب ہے کہ وہ جانور اُس قدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہے طاقت رکھتا تھا اور جو اُس قدر بوجھ کی وہ جانور طاقت ہی نہ رکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا ف اسیطرح اگر ردیف کی سواری کی بالکل طاقت ہی نہ رکھتا ہو اور مستاجر نے سوار کیا تو کُل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھالیا یا بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا یا بہت سے کپڑے اپنے اُوپر لاد لیے اِن سب صورتوں میں کُل قیمت کا تاوان دیگا در مختار ص اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو ایسا مارا یا اُسکی لگام کھینچی کہ جانور ہلاک ہوگیا تو کُل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان نہ ہوگا مگر جبکہ ایسی مار مارے یا اس طرح لگام کھینچے جو موافق دستور کے نہ ہووے ف اِسی پر فتویٰ ہے اور امامؒ نے بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا در مختار اور ہدایہ کا ظاہر قول اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اُسکو ہرگز نہ مارے اور اُس سے مؤاخذہ ہوگا اُس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہے یعنی ہر شخص کو منع کرنا درست ہے علی الخصوص جب مالک جانور کے مُنہ پر مارے در مختار ص اگر ایک جانور کو کرایہ لیا ایک مقام معین تک آنے جانے کیلئے اور اُس مقام سے آگے لیگیا بعد اُس کے پھر اُسی مقام تک پھیر لایا اور جانور ہلاک ہوگیا تو اُس کو ضمان دینا ہوگا ف یہی حکم ہے عاریت میں اور بعضوں کے نزدیک ضمان جب ہے کہ فقط جانے کیلئے کرایہ لیا ہو اور جو آنے جانے کیلئے ہو تو تاوان نہیں[2] ہے لیکن صحیح قول اوّل ہے کہ دونوں صورتوں میں ضمان ہے کذا فی الاصل صدر الشریعۃؒ نے کہا کہ اگر جانور اُس مقام میں آنکر ہلاک ہوگیا اور یقین ہے اِس بات کا کہ اُسکی ہلاکت میں اُس مقام سے آگے جانے کو دخل نہیں ہے تو فتویٰ ہوگا ضمان نہ آنے پر اور اگر ہلاک

[1] بڑی چکی سے جو ہوا یا پانی یا جانور سے چلتی ہے اور دستی چکی چلانا اگرچہ گھر کو مضر ہووے درست ہے اسی پر فتویٰ ہے ۱۲ درمختار [2] اس لئے کہ تجاوز کیا اس کے جگہ مقرر سے اور پھر عود کیا اسی جگہ جس طرح مودع جب مخالفت کرے حکم مودع سے اور امانت ہلاک ہو جائے تو اُس پر تاوان لازم آتا ہے مگر جب وہ عود کرے طرف موافقت کے تو تاوان نہیں آتا کذا فی الاصل ۱۲

ہوا ایسے سبب سے کہ اُس کا یقین نہیں ہے بلکہ احتمال ہے کہ آگے جانے کو اُسکی ہلاکت میں دخل ہو تو فتویٰ ضمان آنے پر ہے انتہی مختصراً **ص** اگر ایک گدھا کرایہ پر لیا جس پر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اُس کا زین اُتار کے پالان اُس پر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہو گیا تو ضمان لازم آوے گا برابر ہے کہ اس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اُس زین کو اُتار کر دوسرا زین اُس پر کسا تو دیکھنا چاہیئے اگر وہ زین جس کو مستاجر نے کسا ہے ایسا ہے کہ اُس قسم کا زین ایسے گدھے پر نہیں کسا جاتا ہے تو ضمان ہو گا اور اگر کسا جاتا ہے تو ضمان نہ ہو گا مگر جب بوجھ میں زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی وزن ضمان ہو گا یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک پالان میں بھی یہی حکم ہے **ف** یعنی جب پالان اِس قسم کا ہووے کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہے تو ضمان نہیں ہے مگر جب وزن میں زائد ہو زین سے کذا فی الاصل **ص** اور اگر ایک شخص کو بوجھ لے چلنے کیلئے اُجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لیکر وہ راستہ اختیار نہ کیا جس کو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے راستے سے گیا اور دونوں راستوں میں فرق تھا **ف** مثلاً مالک کا راستہ مقرر کیا ہوا مامون اور محفوظ تھا اور مزدور کا راستہ پُرخوف وخطر یا دشوار گزار تھا **ص** یا مزدور جس راستے گیا اُسمیں لوگ آمد و رفت نہیں کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے راستے جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے راستے گیا اور مال واسباب تلف ہو گیا تو حمال ضامن ہو گا **ف** اور جو دونوں راستوں میں کچھ فرق نہووے تو ضامن نہو گا ہدایہ **ص** اور اگر باینہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پہونچا دیا تو مالک کو اُجرت دینا پڑیگی اِسکو سب صورتوں میں واسطے حصول مقصود کے جس شخص نے زمین کرایہ لی گیہوں بونے کیلئے اور پھر اُسمیں رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان زمین کا رطبہ لگانیسے ہو گا وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اُجرت نہیں دیگا اس لئے کہ وہ خلاف کرنیسے غاصب ہو گیا اور غاصب پر صرف تاوان ہے جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کُرتہ سینے کیلئے اور اُس نے قبا سی ڈالی تو مالک کو اختیار ہے خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل اجر مسمّٰی سے زیادہ نہ دیوے **ف** یعنی جس قدر کرتے کی سلائی مقرر ہوئی تھی اُس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمّٰی سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہو گیا اور اجارۂ فاسدہ میں ہمارے نزدیک اجر مسمّٰی سے زیادتی نہیں ہوتی **مسائل ملحقہ** رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سُرخ رنگنے کو کہا اور اُس نے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہے چاہے زرد رنگین لیوے اور رنگریز کو اُتنا دیوے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے ہو گئی اور رنگریز کیواسطے اُجرت نہیں اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لے لیوے اسی طرح اگر رنگریز نے بہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جس کا طول اور عرض اور آستین اس قدر ہووے سو وہ کم ہوا مقدار تعین سے سو اگر بقدر اُنگلی یا اُس کے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اُس کا تاوان دے مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اِس کو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اس کو سی دے سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اُس پر تاوان لازم ہو گا اس واسطے کہ اُس نے دھوکا دیا ساربان اُترا میدان میں یہاں تک کہ مال تلف ہو گیا چوری یا بارش سے اگر وہاں چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہے تو ضامن ہو گا اگر ایک شخص نے اہل بازار میں سے دوسرے تاجر کا مال بیچ دیا بغیر تقرر اُجرت کے بعد اُس کے اُجرت طلب کی تو عرف کا اختیار ہو گا یعنی اگر اُجرت لینے کا دستور ہو گا تو اُجرت مثل واجب ہو گی ورنہ نہیں ظاہر الروایۃ میں گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ ساقط کر دیا جاوے گا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایے میں مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صَرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہو گا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہوں گے **طحطاوی و درمختار**

ص باب اجارۂ فاسدہ کے بیان میں

اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اُس شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہے **ف** یعنی اُس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کہ اگر مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہو جاوے جب بھی کرایہ ساقط نہ ہو گا یا پن چکی کا پانی بند ہو جاوے جب بھی اُجرت لازم ہو گی اجارے کو وہی شروط فاسد کرتے ہیں جو

بیچ کو جیسے ماجور یا اُجرت یا مدت یا عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے اجارے کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہووے باین طور کہ اپنے گھر میں سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہو گیا ہووے جیسے اجارہ دیا کُل گھر کا پھر بعض میں فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے اپنی کُل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مرگیا[۱] اگر اجارہ دیا شئے مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اُسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا نہ بعد ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر اُس سے منفعت حاصل کرلیوے[۲] تو اُجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اُجرت مسمّیٰ سے اگر اُجرت کا تسمیہ اور تعیین ہوا ہو اور جو اُجرت شے مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اُجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اُجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اُجرت مثل واجب ہوگی جہاں تک پہونچے اجارۂ فاسدہ جُدا ہے اجارۂ باطلہ سے اجارۂ فاسدہ وہ ہے جو اوپر گزرا یعنی اصل اُسکی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہو گیا ہووے اجارۂ باطلہ جو اصل سے مشروع نہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مُردار اور خون کے یا بُت تراشی یا تصویر سازی کیلئے تو اجارۂ باطلہ میں مطلق اُجرت واجب نہیں اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کرلیوے **طحطاوی و درمختار ملخصًا ص** اور اس اجارۂ فاسدہ میں اُجرت مثل واجب ہوتی ہے اور نہ زیادہ ہوگی اُجرت مسمّیٰ سے **ف** ہمارے نزدیک اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جہانتک پہونچے اُجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد میں قیمت مبیع کی جہانتک واجب ہوتی ہے دلیل ہماری یہ ہے کہ منافع غیر متقوم ہیں فی نفسہا بلکہ متقوم ہو جاتے ہیں بسبب عقد کے اور عقد میں خود متعاقدین نے زیادتی کو اجر مسمّیٰ سے ساقط کردیا ہے **کذافی الاصل ص** ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے میں اجارہ صحیح ہوگا **ف** اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس **درمختار ص** اور جس مہینے کے اول میں ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اُسمیں بھی اجارہ صحیح ہوگا **ف** یہ مذہب بعض مشائخؒ کا ہے کہ جب چاند دیکھا جاوے گا تو ہر ایک کو حق فسخ ہے پس جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گزرا تو اُس مہینے میں بھی عقد اجارہ لازم ہو جاویگا اور ظاہر الروایہ میں ہر ایک کو حق فسخ پہونچتا ہے چاندرات اور پہلی تاریخ کی شام تک اِسواسطے کہ فقط رویت چاند کی انکے اعتبار کرنیمیں حرج ہے **کذافی الاصل ص** مگر یہ کہ سب مہینوں کا اکٹھا ذکر کردیوے تو سب میں صحیح ہو جاویگا مثلاً یوں کہدیوے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسی طرح اگر سال بھر تک اجارہ دیوے اسی طرح **ف** یعنی یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے میں اتنا کرایہ **ص** اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا ذکر نہ کرے **ف** یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کردیوے اور ہر مہینے کا کرایہ ذکر نہ کرے تو صحیح ہوگا اور اُس سال کے کرایے کو ہر مہینے پر تقسیم کرلیویں گے **درمختار ص** اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو **ف** مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ اجارہ شروع ہوگا غرۂ ماہِ رجب یا غرۂ ماہِ رمضان سے **ص** اور اگر ابتدائے مدت مذکور نہ ہووے تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اُسوقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند چاند ہوا کریگا اور اگر اجارہ ہوا اثنائے مہینے میں **ف** مثلاً دسویں آٹھویں چودھویں بیسویں وغیرہ کو **ص** تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مہینوں کا شمار دنوں سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینہ ہو جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام صاحبؒ کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسویں تاریخ اور اگر ذیحجہ اُنتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھویں تاریخ کو اور حق یہ ہے کہ تمام ہوگا سال دسویں ذیحجہ کو دونوں صورتوں میں کیا تو نے سُنا ہے کہ ایک سال میں دو عید اضحےٰ ہوویں **ف** ہمارے عرف کے موافق مذہب صاحبینؒ کا اولیٰ بالعمل ہے **ص** اور جائز ہے اُجرت دینا حمام کی اور حجام کی **ف** درمختار میں وجہ اُجرت حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جُحفہ کے حمام میں تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے اِس صورت میں اَولیٰ یہ ہے کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور جہالت مدت سے ناجائز اسواسطے نہ ہوا کہ اُسپر اجماع ہے مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو مسلمان نیک جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے اور جسکو مسلمان بد جانیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بد ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے مرفوعًا البتہ روایت کیا اس کو احمدؒ نے موقوفًا ابن مسعودؓ سے

[۱] اب اس کے وارث غیر شریک ہیں ۱۲ منہ [۲] یعنی قدرت علی التسلیم حاصل ہوجانے سے اجارۂ فاسدہ میں اُجرت واجب نہیں ہوتی ۱۲ درمختار

اور اسی طرح روایت کیا اُس کو بزارؒ اور طبرانیؒ اور طیالسیؒ نے ترجمہ ابن مسعودؓ میں آور حجام کی اُجرت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ نے
ابن عباسؓ سے کہ پچھنے لگوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانیوالے کو اُجرت اُسکی اور اگر ہوتی مزدوری اُسکی حرام تو نہ دیتے
آپ اُسکو آور وہ جو مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے حرام سے ہے کمائی حجام کی اور خبیث ہے کسب حجام کا روایت کیا
اُس کو مسلمؒ نے رافع بن خدیجؓ سے سو وہ حدیث منسوخ ہے یا محمول ہے اُوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم **ص** اور درست ہے اجارہ لینا آنا کا ایک
اجر معین پر **ف** بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کیواسطے گائے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں جہالت
کے سبب سے **ص** اسی طرح آنا کو نوکر رکھنا اُس کے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہی بوجہ
مجہول ہونے اُجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہے آور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ یہ جہالت موجب منازعت نہیں ہوتی کیونکہ آنا پر خوراک اور
پوشاک کی کشایش کی عادت ہے بچے کی محبت اور شفقت سے **ف** فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ آنا کے نوکر رکھنے میں دودھ پلانے کی مدت معین کرنا
بالاجماع شرط ہے دلیل میں اس کے جواز کی صاحبؒ ہدایہ نے یہ قول اللہ تعالےٰ کا بیان کیا ہے فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ یعنی اگر دودھ
پلاویں تمہارے لئے تو دو تم اُجرت اُنکی دوسرے یہ کہ عملدرآمد اس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور حضرتؐ نے اسکو قبول
کیا اور ثابت رکھا **ص** اور آنا کے خاوند کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے نہ مستاجر کے گھر میں **ف** اسواسطے کہ گھر ملک ہے مستاجر کی تو وہ منع
کر سکتا ہے **ص** آنا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہونچتا ہے اگر اُس کا نکاح ظاہر ہو لوگوں میں یا اُس پر گواہ ہوویں اپنے حق کی صیانت کیلئے اور اگر نکاح
کا ثبوت صرف آنا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہیں کر سکتا **ف** کیونکہ صرف ان دونوں کا قول مستاجر کے زوال حق میں قبول نہ ہوگا در مختار
ص اور بچے والے فسخ کر سکتے ہیں عقد اجارہ کو اگر آنا بیمار ہو جاوے یا حاملہ ہو جاوے **ف** اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر
کرتا ہے کذا فی الاصل آسی طرح جائز ہے فسخ اگر اُسکی زناکاری اور فسق و فجور ظاہر ہو جاوے یا لڑکا اُس کے دودھ کو قے کر ڈالتا ہووے یا وہ چور
ہووے یا لڑکا اُسکی چھاتی منھ میں نہ لیتا ہووے یا دودھ اُس کا نہ پیتا ہووے الحاصل جو امر بچے کو مضر ہو تو اُس کا منع مستاجر کو پہونچتا ہے چنانچہ زمانہ دراز
تک آنا کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اُس کا منع جائز نہیں اور اس قدر اجارے سے مستثنیٰ ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے
فسخ اجارہ جائز نہیں اسواسطے کہ کفر اس کا صغیر کو ضرر نہیں کرتا اور اگر بچے کا باپ مرجاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹے گا البتہ اگر لڑکا یا آنا کوئی ان میں سے مرجاوے تو اجارہ
فسخ ہو جاویگا در مختار **ص** اور آنا پر لازم ہے بچے کو اور اُس کے کپڑوں کا دھونا اور اُس کا کھانا تیار کرنا اور اس کے بدن میں تیل لگانا نہ ان چیزوں کی
قیمت کہ اُن چیزوں کی قیمت اور اُس کے دودھ پلانے کی اُجرت بچے کے باپ پر ہے **ف** اگر بچے کا مال نہ ہووے ورنہ اُسی کے مال سے دیجاویگی مثل
نفقہ کے در مختار **ص** سو اگر آنا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا یا اُس کو کھانا کھلا کر رکھا اور مدت اجارے کی گزر گئی تو اُجرت نپاویگی **ف** برخلاف اُس صورت
کے کہ آنا نے اپنی لونڈی سے یا ایک عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت میں آنا کو اُجرت ملیگی مگر جب خود آنا کے دودھ پلانے کی شرط ہو گئی ہووے تو
غیر سے دودھ پلوا دینے میں مستحق اُجرت نہو گی بر قول اصحؒ اور اوجہؒ یہ ہے کہ اُجرت واجب ہو گی در مختار و طحطاوی **ص** اور نہیں صحیح ہے اجارہ لینا اذان
کیواسطے **ف** اسواسطے کہ روایت کیا ابو داؤدؒ نے عثمان بن ابی العاصؓ سے کہا کہ کہا میں نے یا رسول اللہ کر دیجئے مجھ کو امام اپنی قوم کا فرمایا آپنے تو امام
اُنکا ہے اور رکھ تو ایسا مؤذن جو نہ لیوے اذان پر اُجرت **ص** اور حج اور امامت کیواسطے اور قرآن اور فقہ کی تعلیم کیواسطے **ف** اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ
ہیں اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اُسکی روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے مسند میں کلیہ اس کا یہ ہے
کہ جمیع عبادات اور طاعات کیلئے اجارہ درست نہیں ہے در مختار **ص** اور آج کے زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور فقہ **ف** اور امامت
اور اذان در مختار **ص** کیلئے اُجرت لینا درست ہے **ف** کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہیں ہے لیکن جب
سستی پڑ گئی دین میں تو اب فتویٰ دیا جاتا ہے ساتھ صحت اجارہ کے تعلیم قرآن اور فقہ کیلئے اِس خوف سے کہ مبادا یہ چیزیں محو اور ضائع ہو جاویں کذا

فی الاصل میں کہتا ہوں موافق قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہے جس کو روایت کیا بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ لائق اُن چیزوں میں کہ اجر لیا تم نے اُجرت کتاب اللہ کی ہے واللہ اعلم **ص** توجب بہ نظر زمانہ حال ان چیزونکی اُجرت لینا درست ٹھہرا تو مستاجر پر جبر ہوگا اُس اُجرت کے دینے پر جو اُس نے قبول کی ہے اور در صورت نہ دینے کے اُس کے عوض میں محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اُس مٹھائی کے دینے پر جو اُستادوں کو دیا کرتے ہیں **ف** عربی میں اُسکو حلوہ کہتے ہیں حلوہ ایک ہدیہ ہے جو معلموں کو دیا جاتا ہے بعض سورتوں کے شروع ہونے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اِس ہدیہ کا نام حلوہ اِسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہیں اور یہ لغت ہے اہل ماوراء النہر کی **کذافی الاصل ص** اور نہیں جائز ہے اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے **ف** یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو تین شریک ہوں تو ایک شریک کو اجارہ دینا درست نہ ہوگا **درمختار** اور یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہے شریک اور غیر شریک سے **کذافی الاصل** لیکن مفتی بہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور اُسی پر اعتماد کیا ہے ارباب شروح ومتون نے **طحطاوی ص** اور نہیں جائز ہے اُجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنے کیواسطے **ف** اِسواسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے حرام ہے اُجرت لینا نر کی کُدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ میں ہے زیلعیؒ نے کہا کہ اس لفظ سے غریب ہے البتہ روایت کیا بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی کُدوائی سے مادہ پر **ص** اسی طرح نہیں جائز ہے اُجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو ولعب کے بجانے کیلیئے **ف** اسواسطے کہ یہ سب معاصی میں داخل ہیں اور معاصی پر اُجرت لینا ناجائز ہے اور بیان اُنکی حرمت کا انشاء اللہ تعالیٰ آگے آویگا **ص** اگر ایک شخص نے دوسرے کو سُوت دیا اس طرح پر کہ کپڑا بُن دیوے اور آدھا کپڑا بُنوائی کی مزدوری میں لے لیوے یا ایک گدھا غلہ اُٹھانے کیلیئے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلے کے اُسی میں سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض کچھ تھوڑے آٹے کے اُسی آٹے میں سے تو یہ اجارہ فاسد ہے **ف** قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جب اُجرت وہ شئے ہوگی جو اجیر کے عمل سے پیدا ہوتی ہے تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہے یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اُسی آٹے میں سے دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اسکو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے اور اول اور دوسری صورت محمول ہے اوپر صورت ثالثہ کے **کذافی الاصل مع زیادۃ ص** یا ایک نان پز کو مقرر کیا تاکہ اس قدر آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض ایک درم کے **ف** تو یہ اجارہ فاسد ہے نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے صاحبینؒ یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہے اور وقت کا ذکر محض تعجیل کیلیئے ہے امام اعظمؒ یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت میں اور عمل کے معقود علیہ ہونے میں مستاجر کو نفع ہے اور وقت کے بیان کرنے میں صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے اسوقت میں اور اسمیں نفع ہے اجیر کو تو آئندہ موجب منازعت ہوگا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ معقود علیہ دونوں ہوں مثلاً روٹی پکایا کرے سارے دن کہ ایک آن خالی نہ رہے اس لئے کہ یہ ممکن نہیں ہے عادۃً یہانتک کہ اگر یوں کہا کہ روٹی پکا دیوے آج کے دن میں تو امامؒ سے مروی ہے کہ صحیح ہو جاویگا اسواسطے کہ میں کے کہنے سے استغراق جاتا رہا **کذافی الاصل ص** یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اُس کو دو بار جوتے **ف** تو اگر مراد یہ ہے کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہیں اِس اجارے کے فساد میں اِسلیئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کو عقد اجارہ مقتضی نہیں ہے اور اُسمیں نفع ہے احد المتعاقدین یعنی موجر کا اور اگر یہ مراد نہیں ہے بلکہ وہ زمین ایسی ہے کہ بدون دو بار کے جوتنے کے کھیت نہیں ہوتا تو عقد فاسد نہ ہوگا اِسواسطے کہ اِس صورت میں یہ شرط ایسی ہوئی جس کو عقد مقتضی ہے اور جو بدون دو بار کے جوتنے کے کھیتی ہو جاتی ہے تو اگر اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہو جانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہوگا اِسواسطے کہ اُسمیں منفعت ہی مالک زمین کی اور جو باقی نہ رہیگا تو اجارہ جائز ہوگا **کذافی الاصل ص** یا اُس زمین کی نہریں کھود دیوے **ف** مراد نہروں سے یہاں بڑی نہریں ہیں نہ چھوٹی چھوٹی نالیاں اِسواسطے کہ منفعت بڑی نہروں کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہیگی **کذافی الاصل ص** یا اُسمیں پانس ڈالدیوے **ف** اِسواسطے کہ اُسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہیگی **کذافی الاصل ص** یا ایک زمین اجارہ لے زراعت کیلیئے اِس اُجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین میں زراعت کرے **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہے اور ہمارے نزدیک ایک نوع کا اجارہ ہم جنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکنٰی کا سکنٰی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے **کذافی الزیلعی ص** تو یہ سب قسمیں اجارے کی فاسد ہیں ہاں اگر زمین

لہ اس لئے کہ منافع مثل اعیان کے ہیں ان کے نزدیک اور ہماری دلیل یہ ہے کہ معاوضہ ایک جنس میں ہی سے شبہ یعنی قرض جیسا بیع کپڑے ہروی سے اور صورت مذکورہ میں احد البدلین نسیہ ہے کذافی الاصل ۱۲

اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اُسکو جوتے اور بووے یا اُسکو سینچے اور بووے تو درست ہے **ف** کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہے **ص** اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہیں کیا کہ اسمیں زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تعمیم نہ کی ہو اور جو عام کر دیا ہووے مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اس کا اجارہ مطلق سکونت پر محمول ہوگا اگرچہ نہ کہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اُس کے مستاجر نے اُسمیں زراعت کی اور مدّت گزر گئی تو اجارہ صحیح ہو جاویگا اور محمدؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اگر ایک اُونٹ مصر تک کرایے کو لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہے پھر اُس پر بوجھ موافق عادت کے لادا اور اُونٹ مر گیا تو مستاجر پر تاوان نہیں ہے **ف** اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہے تو وہ اُونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارۂ صحیحہ میں امانت ہے اور امانت کا ضمان تعدّی سے ہوتا ہے اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اُس نے تعدی نہیں کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہے **ص** اور اگر اُس اُونٹ نے بوجھ مصر تک پہونچا دیا تو اُونٹ والے کو اُجرت مقررہ ملے گی تو اگر موجر اور مستاجر میں قبل کھیتی کرنے کے **ف** اجارہ زمین کی صورت میں بغیر ذکر زراعت کے **ص** یا بوجھ لادنے کے **ف** اجارہ شتر کی صورت میں **ص** اختلاف ہو تو قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے دفع فساد کے واسطے

باب اجیر یعنی مزدور مشترک کے بیان میں

اجیر مشترک وہ ہے جو مستحق ہو اُجرت کا بعد عمل کے **ف** برابر ہے کہ چند شخصوں کا کام کرتا ہو جیسے درزی رنگریز دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا بتعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے **درمختار** **ص** تو وہ عامۂ خلائق کا کام کر سکتا ہے اسی لئے نام اُس کا اجیر مشترک ہوا جیسا درزی اور مثل اس کے **ف** اور مقابل اِس کے اجیر خاص اور اجیر واحد جس کا بیان آگے آتا ہے **ص** اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہ ہوگا اُس چیز کا جو اُس کے پاس تلف ہو جاوے اگرچہ اُس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسی پر فتویٰ ہے **ف** یہی قول مروی ہے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے **ص** اِس لئے کہ مال اجیر مشترک کے پاس امانت ہے اور امانت کا ضمان نہیں ہوتا مگر تعدی سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اُس صورت میں کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہو جاوے جس کا بچاؤ ممکن نہیں جیسے خود مر جاوے یا آتش زنی عظیم ہووے ہاں اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اُسکی حفاظت میں کمی نہ کی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبینؒ کے مثل اُس ودیعت کے جو بعوض اُجرت کے ہووے کہ اُسمیں حفاظت مال کی مودع پر لازم ہوتی ہے اور ابو حنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ اُجرت مقابلہ عمل میں ہے نہ حفاظت کے بدلے میں تو مثل اُس ودیعت کے ہوئی جو بلا اُجرت ہووے لیکن اگر شرط کی ضمان کی تو بعض مشایخؒ کے نزدیک یہ ہے کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک بعضوں کے ضامن نہ ہوگا اور وقایہ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اسلئے کہ شرط ضمان کی ودیعت میں باطل ہے لیکن ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ جب ضمان کی شرط کر لی تو اُجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونوں کے ہو گئی تو اس صورت میں اُس ودیعت کے حکم میں جو بلا اجر ہے نہ ہوگی **ف** یہ مضمون ہے اصل کتاب کا اور زیلعیؒ میں ہے کہ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اسلئے کہ اہل حرفہ دغاباز اور خائن ہو گئے ہیں اور تاوان کے لازم آنے سے لوگوں کے مال محفوظ رہیں گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے **غایۃ الاوطار** **ص** البتہ اُس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اُسکے عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے یا جس رسّی سے بوجھ کو باندھا جاوے اُسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہو جاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہو جاوے **ف** یہ مذہب ہمارا ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اس لئے کہ عمل اُس کا مالک کے اذن سے ہے جواب ہمارا یہ ہے کہ مالک کا اذن عمل صالح کو تھا نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے صدر الشریعۃ کہتے ہیں کہ مراد عمل سے تلف ہو جانے کی یہ ہے کہ عمل اُس کا متجاوز ہو گیا اُسقدر سے جو موافق عادت کے ہے جیسے حجام میں آتا ہے یا وہ عمل جسمیں مقدار معلوم معتاد نہیں **کذا فی الاصل** اور درمختار میں عمادیہ سے منقول ہے کہ ضمان دونوں صورتوں میں ہے خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہ ہو برخلاف حجام کے اور قنیہ میں ہے کہ کشتی کے غرق ہونیسے تاوان لازم ہونا اُسوقت پر ہے جبکہ اسباب کا مالک یا اُس کا وکیل کشتی میں

موجود نہ ہووے ورنہ تاوان لازم نہ ہوگا ص اور جو اُس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو اُس کا تاوان لازم نہ ہوگا[51] اور تاوان نہیں حجام یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کے فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کرگیا ف پھر اگر مکان معتاد سے تجاوز کرگیا تو پوری زیادتی کا ضامن[52] ہوگا اگر وہ شخص ہلاک نہ ہوا ہو اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت[53] کا تاوان اُس پر لازم ہوگا اگر ختنہ کرنیوالے نے سُپاری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہوگیا تو ختنہ کرنیوالے پر پوری دیت واجب[54] ہوگی اور جو مرگیا تو نصف دیت نفس کی واجب ہوگی ور مختار ص اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ میں تو مالک کو اختیار ہے چاہے مزدور سے تاوان لے اُس قیمت کا جو مٹکا اُٹھانے کی جگہ پر اُسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہاں کی قیمت لیوے جس جگہ ٹوٹا ہے جس قدر مزدور نے راہ طے کی ہے اُس کے حساب سے اُسکی اُجرت دیوے ف یہ تاوان اُس صورت میں ہے کہ مٹکا اُس کے فعل سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہ ہو مثلاً لوگوں کے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اُس پر تاوان نہیں ہو ور مختار ص اور اجیر خاص ف وہ ہے جو ایک مستاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص کار مستاجر در مختار ص مستحق ہوتا ہو اُجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نکرے مانند اُس شخص کے جو ایک سال کیلیے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا بکریاں چرانے کیلیے اور اُسکو اجیر واحد بھی کہتے ہیں اسلیے کہ وہ صرف مستاجر کا کام کرتا ہے غیر کا کام نہیں کرتا ف خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اُسکی زوجہ و اولاد کی خدمت ہو اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہو تا وقتیکہ لوگ سو ویں عشاء کے بعد کذا فی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اُسکی اُجرت سے بقدر اُس کے عمل کے کم کر ڈالا جاوے ور مختار ص اجیر خاص پر تاوان[55] نہیں اُس چیز کا جو اُسکے پاس یا اُسکے فعل سے تلف ہو جاوے ف جیسے کپڑا پھٹ جاوے اُسکے کوٹنے سے مگر جب قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے بکریوں کو ایسا مارے کہ اُنکی کھوپڑی پھوٹ جاوے یا پاؤں ٹوٹ جاوے تو تاوان دیوے ور مختار ص اور اُجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر خیاط سے یوں کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیوں کے سیے گا تو ایک درم اُجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر سیے گا تو دو درم اُجرت ہیں ف اور زماں اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ میں تردید کرنیسے ور مختار ص یا اگر کپڑے کو تو کُسم سے رنگے گا تو یہ اُجرت ہے اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر میں تو عطار کو رکھیگا تو یہ کرایہ ہے اور اگر لوہار کو رکھیگا تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفے تک لے چلے گا تو یہ اُجرت ہے اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اس گھر میں رہیگا تو یہ کرایہ ہے اور جو اُس گھر میں تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہوں لادیگا تو یہ اُجرت ہے اور اگر جو لادیگا تو یہ اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جاوے گی اُسکی اُجرت واجب ہوگی ف ایسا ہی تین چیزوں میں بھی تردید درست ہے لیکن چار چیزوں میں درست نہیں مثل بیع کے لیکن خیار التعیین شرط ہے بیع میں نہ اجارہ میں اسواسطے کہ اجارہ میں اُجرت واجب ہوتی ہے عمل سے اور وقت عمل کے اُجرت متعین ہو جاویگی برخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس عقد سے اور مبیع مجہول ہے اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ مسئلہ تردید عطار اور لوہار اور گیہوں اور جو میں اختلاف ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا ہے اور حمل دابہ میں کوفے تک یا واسط تک احتمال اختلاف ہے اور مسئلہ خیاطت اور رنگ کا متفق علیہ ہے کذا فی الاصل ص اگر مستاجر نے خیاط سے یوں کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج تو سی دے تو ایک درم ہے اور جو کل سیے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاویگا اور جو کل سیے گا تو اُجرت مثل[56] ملے گی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں شرطیں جائز ہیں اور زفرؒ کے نزدیک دونوں فاسد ہیں ف دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے ص لیکن اُجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی ف اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک درم سے زیادہ نہ دیجاویگی اور نصف درم سے کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ کل کا مسمّی نصف درم تھا اور اجارہ فاسدہ میں اُجرت مثل مسمّی سے زیادہ نہیں دیجاتی ہے اور جو خیاط نے اُس کو پرسوں سیا تو بھی اُجرت مثل ملے گی لیکن نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی کذا فی الاصل ص جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کیلیے تو مستاجر اُسکو اپنے ساتھ سفر میں لیجا نہیں سکتا مگر جب پہلے سے شرط کرلی ہو ف اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہے حضر سے ص ایک غلام مجور نے ف ضد ماذون یعنی وہ غلام جس کو مولیٰ نے اجازت عمل کی نہ دی ہووے ص اپنے تئیں مزدوری میں لگایا اور مستاجر نے اُسکو مزدوری دی بعد کو معلوم ہوا کہ وہ غلام مجور تھا تو مستاجر مزدوری نہیں پھیر سکتا ف اسواسطے

٥١ اسلیے کہ آدمی غیر مضمون ہے بالعقد بلکہ مضمون بالجنایۃ ہے اور ضمان عقود کے تحمل نہیں ہوتے کذا فی الاصل ۱۲ ٥٢ طحاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نہیں کیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی م قیمت مقرر کی جاوے زخم ماذون کے ساتھ پھر اُس کی قیمت لی جاوے زخم زائد کے ساتھ اور اسی طرح غلام کی فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جاوے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام فرض کیا جاوے ۱۲ سنہ رحمہ اللہ ٥٣ اسواسطے کہ تلف جان کا مستاجر کے عمل ماذون فیہ اور غیر ماذون فیہ سے ہوا ہے تو نصف تاوان لازم ہوگا کذا فی الدر المختار ۱۲ ٥٤ اسلیے کہ وہ اچھا ہوگیا تو مستاجر پر ضمان حشفہ کا چاہیے اور حشفہ عضو کامل ہے مثل زبان کے ۱۲ در مختار ٥٥ تو تاوان نہیں اُس دایہ پر جس کے پاس لڑکا ضائع ہوگیا یا جو زیور اُس پر تھا وہ چوری ہوگیا اسیطرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور سرائے خانے کے محافظت کرنیوالے پر ۱۲ در مختار ٥٦ یعنی اجر مسمّی ۱۲

کہ فساد اجارہ بسبب عاریت حق مولیٰ کے ہے اور بعد فراغ کے یہ اجارہ صحیح ہے استحساناً اسلئے کہ فساد بجہت رعایت حق مولیٰ کے تھا اور اب مولیٰ کے حق کی رعایت اِسی میں ہے کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اُجرت واجب ہووے کذافی الاصل ص غاصب نے ایک عبد مجور غصب کیا اور اس عبد مجور نے اپنے تئیں مزدوری پر لگایا اور غاصب مزدوری اُسکی لیکر کھا گیا تو وقت غلام پھیرنے کے تاوان مزدوری کا غاصب کو نہ دینا ہوگا امام اعظمؒ کے نزدیک اسلئے کہ غلام اپنے نفس کا محرز نہیں ہوتا پس اسی طرح اپنی کمائی کا تو نہ ہوگا یہ اجر مال متقوم اور صاحبینؒ کے نزدیک دینا ہوگا اِسلئے کہ وہ مال مولیٰ کا ہی اور صحیح ہے غلام کو اپنی مزدوری لے لینا غاصب سے پھر مولیٰ کا اس سے لے لینا اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوں اور یہ بالاتفاق ہے اِسواسطے کہ بعد فراغ عمل کے اعتبار کیا جاتا ہے ماذون ہونا اُس کا جیساکہ گزرا اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہے پہلے مہینے میں چار اور دوسرے میں پانچ واجب ہونگے اگر ایک غلام میں موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اس طرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہی کہ یہ غلام اول مُدت اجارہ میں بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا اور موجر یہ کہتا ہی کہ نہیں بلکہ آخر مُدت میں البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا تو حال کو حکم بناویں گے ف یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا کہ فی الواقع غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہے تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہیں ہی تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسئلہ نظیر ہے پن چکی کے پانی کے مسئلہ کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مُدت اجارہ میں اور مستاجر اُس کا انکار کرے تو حال کو حکم بناویں گے لیکن جس کا قول مقبول ہوگا سو قسم سے مقبول ہوگا ص اگر مالک میں اور اجیر میں اختلاف ہوا عمل میں مثلاً مالک یہ کہتا ہے کہ میں نے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سُرخ رنگنے کو کہا تھا اور تونے کُرتا سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تونے کہا تھا ویسا ہی میں نے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اِسیطرح اگر مالک یہ کہتا ہی کہ تونے یہ کام مجھے مفت کر دیا ہے اور اجیر کہے کہ میں نے اُجرت سے کیا ہے تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا ف اسواسطے کہ مالک منکر ہے اجیر کے تقوم عمل کا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اُجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے ہیں تو اُجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور محمدؒ کے نزدیک اگر وہ کاریگر اِس پیشے کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرنیں بعوض اُجرت کے اور اُس کا گزر اِسی اُجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُس کا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر حال لائق حجت نہیں واسطے استحقاق اُجرت کے واللہ اعلم کذافی الاصل اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار اگر زمین اجارہ لی واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہو گئی تو مستاجر پر اجرہ لازم آوے گا برخلاف خراج سلطانی کے کہ درصورت تلف ہو جانے زراعت کے خراج ساقط ہو جاویگا کذافی الدر المختار

ص باب فسخ اجارہ کے بیان میں

ف اجارے کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہو سکتا ہے درمختار ص مستاجر فسخ کر سکتا ہی اجارہ اُس عیب سے ف خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے کے پیچھے یا قبضے کے پہلے ص جس کے سبب سے منفعت فوت ہو جاوے جیسے گھر کا ویران ہو جانا یا پن چکی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہو جانا ف اگر بالکل پانی بند نہ ہوا بلکہ کم ہو گیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارے کو فسخ کر دیوے کُل زمین میں یا جس قدر زمین سیراب ہووے اُس کے حساب سے اُجرت دیوے اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی میں پھر اُس بستی کے سب لوگ وہاں سے کوچ کر گئے تو اُجرت مستاجر سے ساقط ہوگی اور اگر بعض نکل گئے تو اُجرت ساقط نہ ہوگی درمختار ص یا اُس منفعت میں خلل ہو جاوے جیسے غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی ف یا گھر کی ایک دیوار گر جانا درمختار ص تو اگر مستاجر نے باوصف خلل کے اُس سے نفع اُٹھایا یا موجر نے اُس عیب کو زائل کر دیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نہ رہیگا اسی طرح فسخ اجارے کا ہو سکتا ہے خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ سے ف اور شافعیؒ کے نزدیک خیار الشرط سے اور عذر سے فسخ اجارے کا نہ ہوگا ص اور عذر سے عذر اُسکو کہتے ہیں کہ اگر مستاجر اجارے کو باقی رکھے تو ایسا نقصان اُس کا ہوتا ہے جو عقد اجارہ سے اُس پر لازم نہیں ہوا تھا مثال اِسکی یہ ہے کہ ایک

شخص نے درد کے سبب سے اپنے دانت اُکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اُکھیڑنے کے درد جاتا رہا ف کیونکہ اس صورت میں اگر عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح وسالم دانت کو اکھاڑنا پڑتا ہے اور یہ مستاجر پر لازم نہ ہوا تھا کذا فی الاصل ص یا زوجہ کی دعوت ولیمہ کیلئے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مر گئی ف یا اُس نے خلع کرا لیا کیونکہ اس صورت میں اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر ہوتا ہے بدون ولیمہ کے کھانا پکانے کا کذا فی الاصل ص یا موجر پر دَین اسطرح کا لاحق ہوا کہ بدون اُس شے کے بیچے جو اجارے میں دی ہے وہ قرض ادا نہیں ہو سکتا ف برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگوں کو معلوم ہووے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے در مختار ص یا ایک غلام خدمت کیلئے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کاموں کیلئے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا ف اِسواسطے کہ مطلق خدمت کیلئے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہوگی جو شہر میں ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق فسخ پہونچتا ہے اور اگر خود مستاجر نے یہ چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہے اور جو مالک غلام کے لیجانے پر راضی ہو گیا تو اب مستاجر کو فسخ نہیں پہونچتا کذا فی الاصل ص یا دُکان تجارت کیلئے کرایے کو لی پھر مستاجر مفلس ہو گیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کیلئے پھر اُس نے یہ کام چھوڑ دیا ف فقہا نے کہا ہے کہ مراد درزی سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کر کے سلائی کرتا ہے اور اُس کا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن وہ درزی جس کا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہیں اور اُجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عذر متحقق نہیں ہے کذا فی الاصل ص یا ایک جانور سفر کو جانے کیلئے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہ ہوگا ف اِسواسطے کہ اُسکو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو کر دیوے ہدایہ ص اسی طرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سِلائی کے پھر سِلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا اسلئے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دُکان میں ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف یہ صرافی کرے ف اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایے کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشے کیلئے دُکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہوگا در مختار ص اسی طرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارے میں دیا پھر وہ چیز بیچ ڈالی تو یہ عذر نہ ہوگا ف بدون لاحق ہونے دَین کے اور بیع اُس کی موقوف رہے گی مُدّت اجارہ کے گزرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہیں پہونچتا در مختار ص اجارہ خود بخود فسخ ہو جاتا ہے احد العاقدین کی موت سے جنھوں نے اپنی ذات کیلئے عقد اجارہ کیا ہووے اور اگر غیر کیلئے عقد اجارہ کیا جیسے وصی یتیم کے لئے کرے ف یا باپ یا دادا لڑکے کے لئے ص یا وکیل مؤکل کی طرف سے یا متولی وقف تو اُنکے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا

ص باب مسائل متفرقہ کے بیان میں

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھوٹیاں جلائیں اور اُس کے سبب سے دوسرے کی زمین میں کوئی چیز جل گئی تو جلانیوالے پر تاوان نہیں ہوگا اگر جلاتے وقت زور کی ہوا نہ ہووے اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا ف اسی طرح اگر کوئی شخص اُس جا میں جہاں رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اُس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہاں رکھے جہاں رکھنے کا استحقاق نہ ہو جیسے دوسرے کی ملک میں یا راہ میں تو ضامن ہوگا تو اگر راہ میں آگ ڈال دی اور اُس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الا اُس صورت میں کہ ہوا اُس آگ کو اُڑا کر اور کہیں لیجاوے اور اُس سے نقصان ہو تو ضامن نہ ہوگا ہذا خلاصۃ الدر المختار ص اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دُکان پر بٹھاوے جو دُکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگوں سے لے کر دیوے نصفا نصف اُجرت پر تو صحیح ہے ف برابر ہے کہ دونوں کا پیشہ ایک ہو یا مختلف در مختار ص جیسے ایک اُونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کر کے کہ اُس پر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص سوار ہوں گے ف تو یہاں اگرچہ اُونٹ غیر معین ہے اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہیں گئے یہ لیکن اجارہ جائز ہے بوجہ رواج کے بوجہ معتاد و معمول مراد ہوگا چنانچہ اتبک حجاج کا مکہ معظمہ میں یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا جمّال کو بہتر ہے تاکہ بعد کو جھگڑا نہ ہووے اور شافعیؒ کے نزدیک یہ اجارہ درست نہیں بوجہ جہالت کے ص تو اگر اُونٹ کرایہ لیا واسطے لادنے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اُس کے

اُس توشے میں سے کچھ کھالیا تو اُس کے بدلے اُس قدر توشہ اور بڑھا سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ میں تجھ سے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے یہ سُنکر گھر خالی نہ کیا تو اُس پر اس قدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا اِلّا اُس صورت میں کہ غاصب مالک کی مِلک کا مُنکر ہووے اگرچہ مالک بعد اُس کے اپنی مِلک پر گواہ قائم کرے یا مالک کی مِلک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اُجرت دینے کا اِنکار کردیوے ف اِن دونوں صورتوں میں غاصب پر کرایہ مسمّٰی لازم نہ آویگا اسلئے کہ وہ اجارے پر راضی نہیں ہوا ص صحیح ہے اجارہ اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا ایک زمان آیندہ کی طرف نسبت کرکے جیسے محرم میں کہے کہ میں نے یہ مکان تجھ کو کرایہ دیا غرۂ رمضان سے فلانے سال تک نہ بیع اور بیع کی اجازت درصورت کسی اجنبی کے بیع کرنیکے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دَین سے کہ اِن اُمور کو زمانہ آئندہ کیطرف مضاف کرنا صحیح نہیں ہے مسائل ملحقہ تحریر شہادت اور تحریر فتویٰ پر اُجرت لینا درست ہی کاتب نے کتابت کی اُجرت پر اِسطرح پر کہ ہر ورق میں غلطی کی تو مالک کو اختیار ہی چاہے وہ کتاب لے لیوے اور کاتب کو اُجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور چاہے اپنے کاغذ اور روشنائی کے دام پھیر لیوے صراف نے اُجرت لیکر روپئے پرکھ دیے پھر کچھ روپئے کھوٹے نکلے تو اُسکے حساب سے اُجرت پھیر لیجاویگی دلّال نے وہ کپڑا جس کو بیع کیلئے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلّال پر تاوان نہیں ہی اگر مستاجر بسبب عذر سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے اور موجر کو اُس کے قول کا یقین نہیں تو اُسکو قسم دیوے یا اُس کے رفیقوں سے پوچھ لیوے اگر ایک شخص مدیون مرا اور اُس کے بعض اشیاء لوگوں کے پاس کرایہ ہیں جن کا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا تو مستاجرین بعد مُدت اجارہ اُن چیزوں کو قرض خواہوں کو دیں گے،

ص کتاب المکاتب

ف مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے آزاد کرنے کیلئے کچھ عوض ٹھہرالیا ہووے کہ اتنا تو دیدے تو آزاد ہے ص کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا از روئے تصرف کے بالفعل اور از روئے رقبہ کے بعد ادا کرنے بدل کتابت کے ف یعنی جسوقت عقد کتابت ہو تو غلام آزاد ہوگیا باعتبار ید یعنی تصرف کے یعنی اُس کو اختیار تصرف کا اپنی کمائی میں حاصل ہوگیا لیکن رقبہ یعنی ذات اُسکی بعد ادائے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اُس کو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہی اور مِلک رقبہ مآل کار میں جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا یعنی مکاتب کرو تم اُن کو اگر جانو تم اُنمیں بہتری اور یہ امر استحباب ہی ص تو اگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگر صغیر عاقل ہو بعوض اُس مال کے جو بالفعل یا بعد ایک مدت معین کے یا باقساط ٹھہرے صحیح ہے اور شافعیؒ کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض اُس مال کے ہووے جو بالفعل نقد ٹھہرے درست نہیں ہے اور ضرور ہے مدت دو ماہ سے اِسواسطے کہ غلام عاجز ہے ادا کرنے بدل کتابت سے زمانہ تعلیل میں ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولیٰ یوں کہے کہ میں نے تیرے اُوپر ہزار روپئے کردیے تو اُن کو قسطوں سے ادا کردے پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر تو ادا کردیگا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر عاجز ہوجاویگا تو غلام ہوجاویگا اور غلام قبول کرلیوے صحیح ہوگا ف اگرچہ اس صورت میں مولیٰ نے لفظ کتابت کا نہ کہا اِسواسطے کہ معنی اُس کے ادا کردیے ص اور وہ غلام مولیٰ کے تصرف سے نکل جاویگا نہ اُسکی ملک سے اِسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جب تک اُس پر ایک درم باقی ہے روایت کیا اس کو ابوداودؒ نے اور بھی روایت کی ابوداودؒ نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو غلام مکاتب کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کردیوے مگر دس دینار جب بھی وہ غلام ہے ہدایہ ص تو اگر بعد کتابت کے مولیٰ اُسکو آزاد کردے مفت آزاد ہوجاویگا اور تاوان دیگا مولیٰ اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اُس پر یا اُس کے لڑکے پر یا اُس کے مال پر ف یعنی جماع کی صورت میں عُقر دیگا اور جنایت نفس کی صورت میں دیت اور جنایت مال میں مثل اُس مال کے یا قیمت اُسکی کذا فی الاصل اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا اُسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر یا اس شرط سے کہ مولیٰ اس کو ایک غلام غیر معین پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سور کے

عوض میں تو ان سب صورتوں میں کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سُوَر ادا کردیگا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولے کو دینا پڑیگی اور قیمت کتابت فاسدہ میں کم نہ کیجاویگی مسمیٰ سے اور جو زیادہ ہو تو زیادہ کیجاویگی اگر ایک جانور کے بدلے میں مکاتب کرے اور اُس کی جنس کہ اُونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کردیوے اگرچہ نوع اور وصف اُس کا بیان نہ کرے تو درست ہے ورنہ نہیں اور غلام کو اُس جنس کا جانور متوسط بقیمت دینا ہوگا یا اُسکی قیمت دینی ہوگی ف اصل کتاب میں اِن مقامات میں کچھ طول کیا ہے لیکن ہم نے بنظر اِس کے کہ زمانۂ حال میں مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہے ترک کیا ص اگر مولیٰ بھی کافر ہے اور غلام بھی کافر ہے اور اُس نے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معیّن کے شراب سے تو درست ہے اور جو اُن دونوں میں سے مسلمان ہو جاویگا تو مالک کو قیمت دیجاویگی اور اگر مولیٰ شراب لے لیگا تب بھی غلام آزاد ہوگا لیکن اپنی ذات کی قیمت دینا ہوگی

ص باب تصرفات مکاتب کے بیان میں

مکاتب کو درست ہے خریدا اور فروخت اور مسافرت گو شرط ہوگئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کردینا اور اپنے غلام کا مکاتب کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت بعد مکاتب اوّل کے آزاد ہونیکے ادا کیا تو اُسکی وِلا مکاتب کو ملیگی اور جو قبل اُس کے آزاد ہونیکے ادا کیا تو وِلا اُسکے مولیٰ کو ملے گی مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدون اذن مولیٰ کے درست نہیں اسی طرح جائز نہیں مکاتب کو ہبہ کرنا اگر بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر شئے قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کردینا اگرچہ بعوض مال کے ہووے اِسواسطے کہ یہ فوق کتابت ہے اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اُسی کے ہاتھ ف اِس لئے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہے ص اور نہ اس کا نکاح کردینا اِس لئے کہ اِسمیں اِتلاف مال ہے اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی مملوک میں مثل مکاتب کے ہیں اور ان اُمورات میں سے کسی کا مضارب اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہیں ہے اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اُسکی کتابت میں داخل ہوں گے تبعًا ف یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولیٰ کے غلام ہو جاویں گے ص اور جو سوا اصول اور فروع کے اور رشتہ داروں کو خریدے تو وہ کتابت میں داخل نہ ہونگے[1] اگر مکاتب اپنے اُم ولد کو بدون ولد کے خریدے تو اُسکی بیع درست ہے اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اُسکی بیع جائز نہیں ہے اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اُسکو اپنا ولد کہے کتابت میں داخل ہو جاویگا اور اُسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولیٰ نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے جو آپس میں جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اُس کے اُن دونوں سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور اُس کی کمائی بھی ماں کو ملیگی ف اِسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہے ماں کا رق اور عتق اور فروعات میں اُن کے ص اگر مکاتب نے یا عبد ماذون نے باذن مولے ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئیں آزاد کہتی تھی اور اُسکی اولاد ہوئی بعد اس کے وہ کسی کی مملوک نکلی تو اولاد بھی اُسکی لونڈی کے مالک کی مملوک ہو جاویگی ف اور مکاتب اُسکو بقیمت نہیں لے سکتا نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے اور نزدیک امام محمدؒ کے وہ حُر بالقیمۃ ہوگا اسلئے کہ وہ ولد مغرور ہے اور دلیل شیخینؒ کی اصل میں مذکور ہے البتہ اگر یہی صورت شخص آزاد میں ہووے تو وہ بھی اپنی اولاد لونڈی کے مولیٰ سے بہ قیمت لے سکتا ہے ص اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولیٰ کے اپنی لونڈی سے وطی کی اِس گمان سے کہ وہ مِلک اُسکی ہے اِسلئے کہ مول لیا ہے اُسکو یا ہبہ کیگئی ہے اُس کو پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بطور بیع فاسد خرید کر اُس سے وطی کی پھر وہ روکی گئی مالک پر تو اس کو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک لونڈی سے بے اذن مولیٰ کے نکاح کر کے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا اگر مولیٰ نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے اب اُسکو[2] اختیار ہے چاہے اپنے تئیں عاجز کردیوے ادائے بدل کتابت سے اور مدبر ہو جاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولیٰ مرگیا اور سوائے اُس مکاتب کے کچھ مال نہیں رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے ف یعنی مکاتب کو اختیار ہے اِس لئے کہ اگر اُسکو فی الحال عتق منظور ہوگا تو دو ثلث قیمت کے کماویگا اور جو مؤجلاً منظور ہوگا

[1] اور صاحبینؒ کے نزدیک مکاتب جو خریدے کسی ذی رحم محرم کو مثل بھائی اور چچا کے وہ بھی مکاتب ہو جاویگا جیسے آزاد ہو جاتے ہیں بوقت خریدنے حُر کے کذا فی الاصل ۱۲

[2] یعنی مکاتب کو ۱۲

تو دو ثلث بدل کتابت کے کماویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک جو دونوں میں سے کم ہوگا اسمیں سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتب کا ولد ہوا اور مولیٰ نے اُس کا دعویٰ کیا تو اب وہ لونڈی اُم ولد مولےٰ کی ہوگی اب اُسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل ادا کر کے بالفعل آزاد ہو جاوے یا اپنے تئیں عاجز کر کے بعد موت مولیٰ کے آزاد ہو جاوے تو اگر اپنی کتابت پر باقی رہے تو اُسکو پہونچتا ہے کہ عقد اپنا وصول کرے مولیٰ سے اگر چاہے اگر کسی نے اُم ولد کو مکاتب بنایا تو وہ بعد مر جانے مولیٰ کے مُفت آزاد ہو جاویگی اور جو مدبّر کو مکاتب کیا اور مولےٰ مفلس مرا تو وہ دو ثلث میں اپنی قیمت کے یا کل بدل کتابت میں سعی کریگا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو اقل ہو اُسمیں سعی کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک سعی کرے اُسمیں جو اقل ہو دو ثلث قیمت یا دو ثلث بدل سے اور اگر مولیٰ نے مکاتب سے ہزار روپئے بدل کتابت باقساط ٹھہرائے بعد اُس کے اُس ہزار کے عوض میں پانچسو روپئے نقد پر صلح کر لی تو درست ہے اگر کوئی بیمار جس نے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض پر ایک میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اُسکی قیمت سے دو چند ہیں یعنی قیمت اُسکی ہزار روپیہ ہے بعد اُس کے وہ بیمار مر گیا اور وارثوں نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کر دیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر یہ نہ کر سکے تو غلام بن جاوے ف یعنی عقد کتابت کو لغو کر دیوے اور رقیق بنجاوے یہ مذہب شیخینؒ کا ہے اور محمدؒ کے نزدیک اختیار ہے کہ خواہ دو ثلث اپنی قیمت کے فی الحال دیوے اور باقی میعاد تک غلام بن جاوے کذافی الاصل ص اور جو بدل کتابت کم ٹھہرایا اور قیمت اُسکی دو چند ہے بدل کتابت سے تو غلام کو اختیار ہے چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دیدیوے یا غلام بنجاوے اگر ایک آزاد نے مولیٰ سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کر اتنے روپیوں پر خواہ یہ بھی کہا کہ اگر میں ادا کر دوں تو وہ آزاد ہے یا نہ کہا اور مولیٰ نے اُس کے کہے سے مکاتب کر دیا تب شخص آزاد نے اس قدر روپئے مولیٰ کو ادا کر دیے تو وہ غلام آزاد ہو جاوے گا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہیں لے سکتا[1] اور جو غلام کو اُسکی خبر پہونچی اور اُس نے اِس عقد کو قبول کیا تو وہ مکاتب ہو جاویگا اگر ایک شخص دو غلاموں کو مکاتب کرے جنمیں ایک حاضر اور ایک غائب ہے مثلاً غلام حاضر مولیٰ سے یہ کہے کہ مکاتب کر مجھکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہے ہزار روپئے پر اور مولیٰ نے مکاتب کر دیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب اُن دونوں میں سے جو کوئی بدل کتابت ادا کریگا مولیٰ کو لینا پڑیگا اور دونوں آزاد ہو جاویں گے اور جو ادا کرے وہ دوسرے سے اُس کا حصّہ نہیں لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے کے حصّے میں متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مؤاخذہ غلام غائب سے نہ ہوگا اور قبول اُس کا بھی لغو ہے نظیر اُسکی مسئلہ معیر رہن ہے صورت اُس کی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اُس کو گرو کر کے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اُس کے چھڑانے کی حاجت پڑی اور وہ زر رہن لے کر بکر کے پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا زر رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شئے عمرو کو دلادی جاوے گی مگر یہاں اتنا فرق ہے کہ عمرو وہ زر رہن زید سے مُجرا لے گا اگر ایک لونڈی اپنے اور اپنے دو بچوں کیطرف سے جو صغیر ہیں عقد کتابت کرے تو صحیح ہے اب تینوں میں سے جو ادا کر دیگا مولیٰ کو لینا پڑے گا اور سب آزاد ہو جاویں گے اور کوئی دوسرے سے اُس کا حصّہ مجرا نہیں لے سکتا

ص باب غلام مشترک کے مکاتب کرنیکے بیان میں

زید اور عمرو ایک غلام میں شریک ہیں ان میں سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصّے کو ہزار روپئے کے عوض میں مکاتب کر کے بدل کتابت وصول کر لینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہو گیا تو جو لیا ہے وہ عمرو کا ہے نہ زید کا ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو میں مشترک تھی اُس کا ایک ولد ہوا تب زید نے دعویٰ کیا کہ یہ ولد میرا ہے بعد اُس کے دوسرا ولد ہوا تب عمرو نے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی ادائے بدل کتابت سے تو یہ لونڈی زید کی اُم ولد ٹھہرے گی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہریگا اور عمرو زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکے کی دے گا اور قبل عجز کے جو کوئی عقر اُس لونڈی

[1] اس لئے کہ وہ متبرع ہے ۱۲

کو دیدیگا صحیح ہوگا تو اگر عمرو نے اُس لونڈی سے صحبت نہیں کی بلکہ مدبر کر دیا اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی اُم ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید عمرو میں سے کسی نے اُسکو آزاد کر دیا اور آزاد کرنیوالا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنیوالا اپنے شریک کو نصف قیمت کا تاوان دیکر لونڈی سے وصول کر لیوے ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا ایک نے اُسکو مدبر کیا اور دوسرے نے اُسکو آزاد کیا اور آزاد کرنیوالا غنی ہے یا اُس کا اُلٹا ہوا یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اُسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا اخواہ اپنا حصہ بھی آزاد کر دیوے یا غلام سے سعی کرا لیوے دونوں صورتوں میں اور پہلی صورت میں صرف یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لے لیوے **ف** اِس مقام کو اصل میں طول کیا ہے ہم نے اُس کو ترک کیا

ص باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اُس کے مالک کے مرنے کے بیان میں

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہو جاوے اور کہیں سے اُسکو مال ملنے کو ہووے تو حاکم اُس کے عجز کا تین دن تک حکم نہ کرے **ف** اور جب تین دن بھی گزر جاویں اور وہ قسط ادا نہ کرے تو اُس کے عجز کا حکم کر دیوے **کذا فی الاصل ص** اور جو اُسکو کہیں سے مال ملنے والا نہ ہووے تو حاکم اُس کو اُسی وقت عاجز کر دیوے **ف** یہ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نہ کرے جبتک اُس پر دو قسطیں نہ چڑھیں **کذا فی الاصل** دلیل امام ابو یوسفؒ کی قول ہے حضرت علیؓ کا کہ جب مکاتب پر دو قسطیں چڑھ جاویں تو غلامی میں رد کیا جاوے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ہم یہ کہتے ہیں کہ معارض ہے اُسکی وہ جو مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ ایک مکاتبہ اُنکی عاجز ہوگئی ایک قسط ادا کرنے سے تو رد کیا اُس کو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہؒ نے لیکن زیلعیؒ نے کہا غریب ہے **ص** اور عقد کتابت کو حاکم فسخ کرے بطلب مولیٰ اگرچہ مکاتب فسخ پر راضی نہ ہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولیٰ بھی اُسکو فسخ کر سکتا ہے پھر جب عقد کتابت فسخ ہوگیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بنجاویگا اور جو کچھ مال اُس پاس ہوگا وہ سب مولیٰ کا ہو جاویگا تو اگر مکاتب قبل ادائے بدل کتابت کے اس قدر ترکہ چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہو سکے مر جاوے تو عقد کتابت فسخ نہ ہوگا اور اُس کے ترکے میں بدل کتابت ادا کر کے اُسکی آزادی کا حکم آخر حیات میں کریں گے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہے گا وہ اُس کے وارثوں کو ملے گا اور وہ اولاد اُس کی آزاد ہو جاویگی جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہو یا اُنکو خرید ا ہووے یا اُسکے ساتھ مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہو جاویگی دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے جس کو بیہقیؒ نے روایت کیا اور دلیل شافعیؒ کی قول زید بن ثابتؓ کا ہے روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے **کذا فی التخریج للزیلعیؒ** اور اصل میں دلیل دونوں کی بالتفصیل مذکور ہے **ص** اور جو اُس قدر مال چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اُسکی حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہووے وہ اپنے باپ کی قسطوں کے ادا کرنے میں کوشش کریگی اور جب قسطیں ادا کر دیگی تو اُن کا اور اُن کے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت میں خریدا تھا اُن کو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت نقد دیدو تو آزاد ہو ورنہ غلام ہو جاویگی **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک اُنکا بھی حکم مثل اُسی اولاد کے ہے جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہووے **ص** تو اگر مکاتب مر جاوے اور ایک لڑکا اُس کا ہووے عورت حرہ سے اور اس قدر قرض کسی پر چھوڑے کہ اُس کے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم ماں کے عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم نہوگا البتہ موالی ماں کے اور موالی باپ کے مکاتب کے ولد کے ولاء میں نزاع کریں اور ولاء کا حکم موالی اُم کیلئے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوٰۃ لیکر مولے کو بدل کتابت میں ادا کیا بعد اُس کے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولے کو حلال رہے گا **ف** اگرچہ مولیٰ مصرف زکوٰۃ کا نہ ہو لیکن مکاتب مصرف ہے تو اگر اُس نے لیکر مولے کو ادا کیا پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال مولیٰ کو درست نہ ہووے اس لئے کہ مولے غنی ہے اور غنی کو زکوٰۃ لینا

درست نہیں ہے بااینہمہ مولے کو وہ مال خوش اور حلال ہے اسواسطے کہ اُس نے جس وقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام نے بطور صدقہ لیا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہؓ لونڈی سے فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے کذا فی الاصل ص اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولے کو اُسکی خبر نہ تھی اُس نے مکاتب کردیا پھر وہ عاجز ہوگیا یا ایک مکاتب نے جنایت کی پھر حکم نہیں کیا گیا ساتھ موجب جنایت کے اور عاجز ہوگیا تو اب مولے کو اختیار ہے چاہے اُس غلام کو بعوض جنایت کے دیدیوے یا جنایت کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت میں تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیع کیا جاویگا اور کتابت مالک کے مرجانیسے فسخ نہیں ہوتی بلکہ مکاتب مولیٰ کے وارثوں کو حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اُسکو آزاد کردیں تو صحیح نہ ہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کردیویں تو مفت آزاد ہوجاویگا ف اور دلیل اُسکی اصل میں مذکور ہے

ص کتاب الولاء

اسمیں ولار کا بیان ہے وِلاء نام اُس ترکے کا ہے جس کا آدمی مستحق ہوتا ہے بوجہ آزاد کرنیکے کسی شخص کے اپنی مِلک میں یا بسبب عقد موالات کے تو ولار دو قسم ہے ایکؔ ولار عتاقہ دوؔسرا ولار موالات تو پہلے بیان ولار عتاقہ کا ہوتا ہے جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق سے یا فروع سے اُس کے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم محرم کے مالک ہوجانیکی وجہ سے تو ترکہ اُس کا یعنی ولار اُس کی مولے کو ملیگی اگرچہ ولار نہ مِلنے کی شرط ہوگئی ہو ف اِسواسطے کہ یہ شرط مخالف ہے مقتضی عقد کے تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل ہوجاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور اُم ولد تو بعد مولے کے مرنے کے آزاد ہوتے ہیں تو اُنکی ولار مولے کو کیسے ملیگی ہم کہیں گے کہ صورت اُسکی یوں ہے کہ مولے مرتد ہوکر دار الحرب چلا جاوے اور قاضی اُس کی موت کا حکم کرکے اُس کے مدبر اور اُم ولد کی آزادی کا حکم کردیوے بعد اُس کے مولے پھر مسلمان ہوکر چلا آوے اب وہ مدبر یا اُم ولد مرجاوے تو ولار اُسکی مولے کو ملیگی کذا فی الاصل دلیل اِس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ولار اُسکو ہے جو آزاد کرے روایت کیا اس کو ائمہ ستہ رحؒ نے حضرت عائشہ رضؓ سے اور فرمایا آپ نے کہ مولیٰ قوم کا قوم میں ہے اور حلیف اُنکا بھی اُسی قوم میں ہے اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہے روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہؒ اور امام احمدؒ نے اور حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑگئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا مال اُسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی کو روایت کیا اُس کو نسائیؒ نے اور حاکمؒ نے مستدرک میں ص جس نے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اُس کا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ جنی تو ولار بچے کی لونڈی کے مولیٰ کو ملیگی اور غلام کے مولے کو نہ ملیگی اگرچہ غلام کا مولے بھی اُسکو آزاد کردیوے ف دلیل اُسکی اصل میں مسطور ہے ص یہی حکم ہے اگر دوؔ بچے جنی توأمین اور پہلے کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں ہو ولیٰے البتہ اگر وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو ولار بچے کی لونڈی کے مولیٰ کو ملیگی لیکن اگر باپ کا مولے باپ کو آزاد کردیوے تو وہ ولار اپنے بیٹے کی اپنی قوم کیطرف کھینچ لے گا ف یعنی اب اگر وہ بچہ مریگا بعد باپ کے مرجانے کے تو ولار اُسکی موالی اب کو ہوے گی اِسواسطے کہ ولار بمنزلہ نسب کے ہے اور نسب ابار کیطرف ہوتا ہے تو اسی طرح ولار بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ولار ایک اپنایت ہے مثل اپنایت نسب کے نہیں بیع کیجاتی ہے اور نہ ہبہ کیجاتی ہے روایت کیا اسکو شافعیؒ نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور حاکمؒ نے ص ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اُس عورت سے نکاح کیا جس کو عرب نے آزاد کیا تھا اب اُس کا بچہ پیدا ہوا تو ولار اُس کے بچے کی ماں کے مولے کو ملیگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باپ کے مولے کو ملیگی اور مولیٰ عتاقہ عصبہ ہے سببی اور عصبات نسبی ف جیسے باپ بیٹا وغیرہ ص مقدم ہیں اُس پر اور وہ مقدم ہیں ذوی الارحام پر ف یعنی عصبہ جو صاحب فرض سے بچیگا لے لیگا اور اگر کوئی صاحب فرض نہوگا تو کُل مال لے لیگا اِسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کو جس نے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاویگا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑیگا تو مال اُس کا تجھے ملے گا روایت کیا اُس کو عبد الرزاقؒ نے اور بھی روایت کی عبد الرزاقؒ نے زید بن ثابتؓ سے کہ وہ میراث دلاتے تھے مولے عتاقہ کو نہ ذوی الارحام کو اور عصبات نسبی تینؔ قسم ہیں ایکؔ عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جس کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور میت کیطرف اگر اُس کو

نسبت کریں تو بیچ میں عورت کا واسطہ نہ آوے جیسے باپ اور ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہو جاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹوں کے ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب اقسام عصبات کے مقدم ہیں مولی عتاقہ پر اور مولےٰ عتاقہ مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی اُن وارثوں پر جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور اُنکی نسبت میں طرف میت کے عورت کا واسطہ آتا ہی جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذافی الاصل مع زیادۃ ص تو اگر مولیٰ مرجاوے بعد اُسکے وہ غلام آزاد مرے تو اُسکا ترکہ مولی کے قریب تر عصبہ کو موافق فرائض کے ملیگا اور عورتونکو ولاء نہ ملیگی مگر اُس غلام کی جو وہ خود آزاد کریں جیساکہ حدیث میں آیا ہے ف پوری حدیث یوں ہے کہ عورتوں کو ولاء نہیں ہی مگر اُس غلام کی جو وہ خود آزاد کریں یا اُنکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کریں یا اُنکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کریں یا اُنکا مدبر مُدبر کرے یا اُنکا آزاد کیا ہوا غلام ولاء کو کھینچ لاوے یا آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولاء کو کھینچے انتہیٰ لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے

ص فصل ولاء موالات کے بیان میں

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اور نومسلم نے اُس شخص کو مولیٰ کیا کہ نومسلم کے مرنے کے بعد وہ اُسکے کُل مال کا وارث ہووے یا اگر وہ نومسلم کچھ قصور کرے تو اُسکی طرف سے دیت دیوے یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور دوسرے مسلم سے یہی عقد موالات کیا تو یہ عقد صحیح ہے اِس صورت میں اگر وہ نومسلم مریگا تو یہ شخص[1] اُس کا وارث ہوگا اور اُسکی طرف سے درصورت ہوجانے جنایت کے تاوان دیگا ف اور شافعیؒ کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہے اور ہماری دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ اور یہ آیت عقد موالات میں اُتری ہے اور روایت کی ابوداؤدؒ نے تمیم داریؓ سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہے اُس شخص میں کہ مسلمان ہووے دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپؐ نے وہ شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا زیادہ حقدار ہے اُس نومسلم کا حیات اور ممات میں ہدایہ ص لیکن مولی الموالاۃ اُس صورت میں وارث ہوگا کہ اُس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہ ہو ذوی الارحام میں سے بھی اور جب تک مولی الموالاۃ نے اُس شخص کی طرف سے یا اُس کے ولد کی طرف سے تاوان جنایت کا نہیں دیا ہے تو اُس کو درست ہے کہ اُس کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا موالے الموالاۃ بناوے وقت حاضر ہونے مولی الموالاۃ اول کے اور اگر تاوان دے چکا تو درست نہیں اور غلام آزاد کو درست نہیں کہ کسی کو موالے الموالاۃ بنادے ف اِس واسطے کہ اس کا موالے عتاقہ موجود ہے اور ولاء موالات کی شرط یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کیا ہوا نہ ہو اور دوسرے وہ شخص مجہول النسب ہووے تیسرے یہ کہ عربی نہ ہووے کیونکہ عربوں کے قبائل موجود ہیں تو اُن کے ہوتے غیر کیسے وارث ہوسکتا ہے کذا فی الاصل واللہ اعلم بالصواب

ص کتاب الاکراہ

ف یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان ص اکراہ وہ فعل ہے جس کو آدمی غیر پر کرے اسطرح سے کہ اُس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اُس کا اختیار فاسد ہو جاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے ف یعنی اکراہ دو قسم ہے ایک وہ جو رضامندی مکرَہ[2] کو فوت کر دیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کر دیوے اُس کے اختیار کو مثلاً تہدید کرے قتل سے یا کسی عضو کے قطع[3] سے تو رضامندی کا فوت ہو جانا عام ہے فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب میں رضامندی فوت ہو جاتی ہے لیکن اختیار صحیح رہتا ہے اور قتل کی صورت میں بھی رضامندی فوت ہوتی ہے اور اختیار بھی صحیح نہیں رہتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے تحقیق اسکی یہ ہے کہ رضا کے مقابلے میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابلے میں جبر ہے تو حبس یا ضرب کے اکراہ میں بلاشک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار موجود ہے ساتھ وصف صحت کے اِس واسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہے کہ تلفِ جان یا عضو کا خوف ہووے دیکھو جس امر میں جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہے اُس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت میں جبلی اور خلقی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کس طرح روکتی ہے بلند مکان سے گرنے سے یا آگ میں پڑنے سے درصورت

[1] جس کو موے الموالات کہتے ہیں ۱۲ [2] مُکرِہ بکسر راء اس کو کہتے ہیں جو جبر کرے اور مکرَہ بفتح راء جس پر جبر کیا جاوے ۱۲ منہ رحمہ اللہ [3] یا ضرب شدید سے ۱۲

گمان تلف کے تو اُس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن اختیار ضروری ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح اُس اکراہ میں جو تلف جان یا عضو سے ہووے اختیار ہے باز رہنے کا مظنۃ ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہے اس لئے کہ انسان اس پر من حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہے باوصف اس کے اہلیت دونوں قسم کی اکراہ میں باقی ہے ملجی اور غیر ملجی میں واسطے پائے جانے عقل اور بلوغ کے کذا فی الاصل ص اکراہ کی شرطیں یہ ہیں کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اُس امر پر جس کا خوف دلاتا ہے برابر ہے کہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو ف یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق میں اسی طرح مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے اُس کے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہیں ہے اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اس کا وارث ہوا اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی ص اور امام اعظمؒ سے ایک روایت ہے کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہیں کر سکتا تو شاید یہ قول انکا بنظر اپنے زمانے کے ہووے ف والا بنظر زمانۂ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کر سکتے ہیں ہدایہ ص دوسری یہ کہ مُکرہ کو ظن غالب ہو جاوے اِس بات کا کہ مُکرہ اُس کے ساتھ وہ امر کریگا جس کا خوف دلاتا ہے تیسری یہ کہ وہ امر جس کا مکرہ خوف دلاتا ہے ایسا ہو جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم واندوہ کو موجب ہووے جو اُسکی رضا کو معدوم کرے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ ف جاننا چاہیئے کہ یہ غم امر مختلف ہے باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کہ کبھی اُنکو ضرب اور حبس سے کچھ باک اور غم نہیں ہوتا تو اُن کو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہ ہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت درجے اندوہ و ملال ہوتا ہے تو اُنکے حق میں اسی قدر اکراہ کیلئے کافی ہے کذا فی الاصل ص چوتھی یہ کہ مُکرہ اُس کام کے کرنے سے جس پر جبر کیا جاتا ہے رُکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کیلئے جیسے اپنا مال بیچڈالنے یا تلف کرنیمیں یا اپنے غلام آزاد کرنے میں یا دوسرے کے حق کیلئے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے میں یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب پینے یا زنا کرنے میں تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا تخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید ف برخلاف ضرب خفیف اور حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کیلئے اسی قدر کافی ہے دُرمختار ص یہانتک کہ اُس نے اُس جبر کے سبب سے اپنا مال بیچڈالا یا کسی چیز کو خرید یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اُوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اُس شخص کو اختیار ہی کہ اُن عقود کو فسخ کرڈالے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہ ہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہوگا اسی طرح ساقط نہ ہوگا مشتری کی موت اور چندمرتبہ دست بدست اُسکی بیع ہو جانے سے یا مبیع میں زیادت ہو جانے سے درمختار ص یا اُن کو نافذ کردیوے ف یعنی وہ عقود موقوف رہیں گے اُسکی فسخ اور امضا پر ص تو قبل نافذ کرنے مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل اسی لئے اگر مشتری اُس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع کے بیچا ہے اپنے قبضے میں کر کے آزاد کر دیوے تو اعتاق اُس کا صحیح ہو جاویگا اور مشتری پر اُسکی قیمت واجبی لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات ہیں جن کا نقض نہیں ہو سکتا وہ سب صحیح ہو جاویں گے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ درمختار ص تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اُس چیز کی لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہو گئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہ ہوگی بلکہ بائع اگر اُس کے پاس وہ ثمن باقی رہے تو پھیر سکتا ہے ف اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہو جاوے تو اُس پر تاوان کچھ نہ ہوگا اِس لئے کہ اُس کے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شئے کو بیچا اور مشتری نے بلا جبر اُسکو خرید ابعد اُس کے وہ مبیع مشتری پاس تلف ہو گئی تو اُسکی قیمت کا تاوان بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہے کہ اُسکی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول کرے خواہ اُس شخص سے جس نے اُس پر جبر کیا تھا تو اگر اُس نے مُکرہ سے وصول کیا تو مکرہ مشتری سے وصول کرلیوے اور اگر مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی ہوگی ف یہاں پر دو مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لیوے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام خریداریاں

جائز ہو جاویگی اور مصنفؒ نے اِن دونوں مسئلوں کو خلط کر دیا کذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مُردار کے کھانے پر یا شراب یا خون
پینے پر یا سُور کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو اِن چیزوں کا تناول درست نہیں ف اِس واسطے کہ یہ اکراہ غیر ملجی ہے تو
اسمیں ضرورت نہیں اور یہ چیزیں مستثنیٰ ہیں حُرمت سے وقت اضطرار ملجی اور مخمصہ کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر تخویف کیا گیا ساتھ قتل یا قطع
کسی عضو کے تو درست ہے ف اِس واسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہے اور یہاں ضرورت واقع ہے اور اِن چیزوں کی حُرمت سے بنص آیت حالت اضطرار
مستثنیٰ ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ
ترجمہ سوائے اِس کے نہیں کہ حرام کیا اُوپر تمہارے مُردار اور لہو اور گوشت سُور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اُوپر اُس کے واسطے غیر خدا کے پس جو
کوئی بے بس ہو نہ حد سے نکل جانیوالا اور نہ تجاوز کرنیوالا سو نہیں ہے گناہ اُوپر اُس کے ص سو اگر اُس نے صبر کیا اور قتل ہو گیا اور اُن چیزوں کو
نہ کھایا تو گنہگار ہوگا جیسے حالت شدت بھوک میں ف اگر اِن چیزوں کو نہ کھاویگا گنہگار مریگا البتہ اگر کفار کے غصہ دلانے کیلئے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے
کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوگا در مختار ص اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر[۱] یا حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بُرا کہنے پر
تو اُس کو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دلمیں اپنا اعتقاد اور یقین مضبوط رکھے ف اور اگر حبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ
کفر کہنا ہرگز جائز نہیں ہے دلیل اسمیں قول ہے اللہ تعالیٰ کا اِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ یعنی مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل
اُس کا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے انتہیٰ اور روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں محمد بن عمار بن یاسرؓ سے کہ مشرکین نے اُنکے باپ عمار بن یاسرؓ کو پکڑا
تو نہ چھوڑا اُنکو یہانتک کہ بُرا کہوایا حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتوں کی تو جب آئے عمارؓ حضرتؐ پاس سو ذکر کیا اُنھوں نے
یہ واقعہ تب پوچھا حضرتؐ نے کہ کِسطرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا عمارؓ نے کہ میرے دل میں ایمان مضبوط تھا تب فرمایا حضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کریں تو تو بھی ایسا ہی کر زیلعی دُر مختار میں ہے کہ اگر توریے[۲] کا خیال اُس کو آیا اور اُس نے توریہ نہ کیا تو عورت اُس کی
دیانۃً اور قضاءً بائن ہو جاویگی اور جو اُس کے دلمیں توریے کا بالکل خیال نہ آیا اور دل میں اُس کے ایمان مضبوط تھا تو عورت اُسکی بائن نہوگی
نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی ص اور جو زبان سے بھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہو جاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل وقطع کی تخویف کے
اور قسم کی تہدید میں رخصت نہیں ہے ف اِس واسطے کہ عمار بن یاسرؓ اور خبیبؓ دونوں اس آفت میں مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسرؓ نے رخصت
پر عمل کیا اور خبیبؓ نے نہ کہا یہانتک کہ سولی دیے گئے تو نام اُنکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہدا رکھا کذا فی الاصل والہدایہ ص
اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر ف یا ذمی کے مال تلف کرنے پر ص تو اُس کو جائز ہے کہ تلف کر ڈالے ف اور
اگر تلف نہ کریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا در مختار ص اور صاحب مال تاوان اُس کا مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے لیگا نہ مکرہ بالفتح سے یعنی جس پر اکراہ
ہوا اور جو قتل یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کر ڈالنے پر ف یا اُس کے کسی عضو کاٹنے پر یا گلا داب کے مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر
یا پانی میں ڈبونے پر یا زنا کرنے پر ص تو اُس کو رخصت نہیں ہے کہ اِن کاموں کو کرے با اینہمہ اگر اُس نے قتل کر ڈالا تو قصاص مکرہ بالکسر پر ہوگا نہ مکرہ
بالفتح پر ف اور زفرؒ کے نزدیک مکرہ بالفتح پر اور شافعیؒ کے نزدیک دونوں پر اور ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی پر نہ ہوگا کذا فی الاصل اور دلیل سب کی
اصل میں مذکور ہے اور اگر اُس نے زنا کیا تو حد نہ پڑیگی استحساناً بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہووے اسواسطے کہ حد اور مہر دونوں کے
دونوں ساقط نہیں ہو جاتے در مختار ص صحیح ہے نکاح اور طلاق اور عتاق مکرہ کا ف اسواسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہو جاتے ہیں اکراہ سے جیسے
ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے کذا فی الاصل اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق میں گزرے ص تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور
اُس نے طلاق دیدیا تو مکرہ بالفتح مکرہ بالکسر سے نصف مہر مسمّٰی[۳] ف ورنہ نصف متعہ اگر مہر مقرر نہ ہو در مختار ص جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت

[۱] یعنی اِس کے تمامی حقوق اللہ میں جیسے روزہ توڑ ڈالنا حرم کا شکار کرنا یا حالت احرام میں شکار کرنا اور جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی ہو کذا فی الاختیار [۲] توریہ کی صورت یہ ہے کہ کفر بالتہ میں خبر مرم کا ذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نہ کرے چنانچہ اُس کو کسی نبیؐ کی بدگوئی کا امر ہوا اور اُس نے قصد اُس نام سے کسی اور شخص کا کیا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ [۳] نصف مہر مسمّٰی قبل دخول کے مکرہ بالفتح پر اس سبب سے لازم ہے کہ یہ نصف مہر مذکور معرض سقوط میں تھا اس طرح کہ فرقت ہو جاوے زوجین میں جانب عورت سے یعنی اُس کے ارتداد وغیرہ سے پس اب نصف مہر مؤکد ہوگا بجہت طلاق قبل دخول کے کذا فی الاصل مع الزیادۃ ۱۲ مبشد ہ

جب ہے کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہووے اور جو وطی کر چکا ہووے تو کچھ پھیر نہیں سکتا **ف** اس لئے کہ مہر اُس پر وطی سے واجب ہو چکا تھا **ص** اسی طرح عتاق میں قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے اور صحیح ہے نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلاء اور رجوع ایلاء سے حالت اکراہ میں اور جائز ہے اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاویگا **ف** یعنی زبردستی سے اسلام لا کر پھر کافر ہو گیا تو اُسکو قتل نہ کریں گے جیسے اور مرتدین کو قتل کریں گے اسواسطے کہ اُس کے اسلام میں شبہہ ہے کہ شاید اُس نے دل سے قبول نہ کیا ہووے لیکن جبر کیا جاویگا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اس لئے صحیح ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا میں اس بات کا کہ قتال کروں لوگوں سے یہاں تک کہ کہیں وہ لوگ لاآلہ الا اللہ یعنی نہیں ہے کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے اور اس حدیث کو اسی قدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین میں یوں ہے کہ مجھ کو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کروں لوگوں سے یہانتک کہ وہ شہادت دیں اس بات کی کہ لاآلہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوٰۃ کو تو جب اُنھوں نے اِن کاموں کو کیا بچا لیا اُنھوں نے مجھ سے اپنے خونوں کو اور مالوں کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب اُنکا اللہ پر ہے انتہیٰ **ص** صحیح نہیں حالتِ اکراہ میں معاف کر دینا اپنے مدیون کے دَین کا **ف** تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دیدینے یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کے کی تو یہ اکراہ نہیں ہے اِس صورت میں ہبۂ مہر نافذ ہو گا اِسی طرح اگر شوہر نے اپنی زوجۂ مریضہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا اِلّا جبکہ وہ مہر اپنا بخشدیوے سو اُس نے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہے اِس لئے کہ یہ اُس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا اُور مختار **ص** یابری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مُرتد ہو جانا تو اُسکی زوجہ بائن نہ ہو گی اور اگر زنا کرے گا حالتِ اکراہ میں تو اُس پر حد پڑیگی مگر جب سلطان اگر اکراہ کرے تو حد ساقط ہو جاوے گی **ف** یہ فرق امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مطلقاً حد نہ پڑے گی جیسا اُوپر گزر چکا

ص کتابُ الحجر

حجر کہتے ہیں تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا **ف** تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہیں جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ اور تصرفات فعلی جو برخلاف اس کے جیسے قتل اتلاف مال تو حجر میں صرف تصرف قولی نافذ نہیں ہوتا نہ تصرفات فعلی جو افعال جوارح ہیں چنانچہ اگر صبی نے کسی کا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون میں کذا فی الاصل **ص** حجر کے سبب تین ہیں ایک صغر سن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی پن کے تو صحیح ہے طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا **ف** مجنون مغلوب وہ ہے جسکی عقل جاتی رہی ہو اس طرح پر کہ اُس سے افعال و اقوال بطریقہ عقلانہ ہو سکیں مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہے جس کے کلمات مختلط ہوں یعنی کبھی کلام اُس کا بطور عقلاء کے ہووے اور کبھی بطور مجانین کے اور اُس کو معتوہ بھی کہتے ہیں اُس کا حکم آگے آوے گا کذا فی الاصل **ص** اور اعتاق اُن دونوں کا اور اقرار اُن کا اور صحیح ہے طلاق غلام کا اور اقرار اُس کا اپنی ذات پر نہ اُس کے مالک کے حق میں تو اگر غلام مجور نے کسی کے قرض کا اقرار کیا اپنے اُوپر تو اُس کا مطالبہ بعد آزادی کے اُس سے کیا جاویگا اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اُس پر فی الحال قائم کیا جاویگا جو شخص اِن تینوں میں سے **ف** یعنی عبد اور صبی اور مجنوں **ص** کوئی عقد ایسا کرے جسمیں اُمید نفع اور ضرر دونوں کی ہووے اور وہ اُس عقد کو سمجھتا ہو اور قصد کرتا ہو تو موقوف رہے گا اُس کے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہے اگر اجازت دیوے تو نافذ ہو جاویگا ورنہ باطل ہو گا **ف** مجنون سے یہاں وہ مجنون مراد ہے جو بیع و شرا کو جانتا ہے اور اُس کا قصد کرتا ہے اگرچہ مصلحت کو اُس کے مفسدہ سے ممتاز نہیں کر سکتا اور وہی معتوہ ہے جو غیر کیطرف سے وکیل ہو سکتا ہے اور عقد میں یہ قید کہ اُمید نفع اور ضرر دونوں کی ہووے اِسواسطے لگائی کہ جس عقد میں محض نفع ہی نفع ہے جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہے اور جس میں محض ضرر ہے جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہیں کذا فی الاصل **ص** اور جو کوئی چیز تلف کر دیویں تو ضمان دیں گے **ف** اس لئے کہ افعال میں مجور نہیں ہیں جیسا کہ گزرا برابر ہیں کہ عاقل ہوں یا غیر عاقل **ص**

اور حجر نہیں کیا جاویگا جو شخص حُر مکلف ہو بسبب سفاہت کے ف سفاہت سے مراد اسراف مال اور اُس کا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر ص یا فسق کے یا قرض کے ف یہ مذہب امامؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سفیہ پر حجر ہو سکتا ہے اور یہی مفتی بہ ہے البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طلبگار حجر کے ہوویں تو قاضی اُسکو مجبور کر لے اور اُسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اُس کو ادا کرنا لازم ہو گا بعد ادا ہو جانے اُن دیون کے جن کے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اُس شخص کا مال گواہوں سے ثابت ہو جاوے تو مقر لہ اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دَین وصول کریگا اور صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فاسق پر بھی حجر ہو سکتا ہے واسطے زجر کے کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر ف مفتی ماجن وہ مفتی ہے جو لوگوں کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تاکہ بائن ہو جاوے اپنے شوہر سے یا اُس سے زکوٰۃ ساقط ہو جاوے پھر مسلمان ہو جاوے ص اور طبیب جاہل پر ف طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دواے مہلک پلا دیتا ہووے خواہ اُس کو مہلک جانتا ہووے یا نہ جانتا ہووے اور جب کہ وہ دوا مریض پر شدت کرے تو وہ اُس کا ضرر دور نہ کر سکتا ہووے کذا فی الطحطاوی ص اور مکاری مفلس پر ف یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت سفر کا آوے تو جانور نہ دے سکے تب کرایہ دار اپنے رفیقوں سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل ض حاصل یہ ہے کہ جس سے ضرر عام ہووے تو اُس کے دفع کے لئے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہے طحطاوی ص اور جو صغیر بالغ ہو جاوے اور بیوقوف رہے تو اُس کا مال اُسکو نہ دیا جاوے یہاں تک کہ پچیس برس کو پہونچے ف درر میں ہے کہ پچیس برس کی قید اس واسطے لگائی کہ عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جب کہ وہ پچیس برس کا ہو جاتا ہے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ روکنا مال کا اُس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہے کہ بعد پچیس برس کے تادیب نہیں ہوتی کیا تو نہیں دیکھتا کہ پچیس برس کا آدمی کبھی دادا ہو جاتا ہے انتہیٰ دادا ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ ادنیٰ مدت بلوغ لڑکے کی بارہ برس ہیں اور ادنیٰ مدت حمل چھ مہینے تو فرض کیجیے کہ بارہ برس کی عمر میں اُس نے نکاح کیا اور چھ مہینے میں اُس کا لڑکا پیدا ہوا اب اُس لڑکے کا بارہ برس کے سن میں نکاح ہوا اور چھ مہینے میں اُس کا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا باوصف اِس کے اُسکی عمر پچیس برس ہے کذا فی الاصل ص تو اگر تصرف کرے گا قبل اِس مدت کے تو صحیح ہو گا اور بعد پچیس برس کے مال اُس کا اُسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف رہے اور ہوشیار نہ ہووے شخص آزاد اگر مدیون ہووے تو قاضی اُسکو محبوس کرے تا مال اپنا اپنے اداے دَین کیلئے بیچے اور جو اُس کے مال میں روپئے یا اشرفیاں ہوویں اور قرض بھی روپئے یا اشرفیاں ہوویں تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کر دیوے اُسکے مال سے اور جو قرض اشرفیاں ہوویں اور مال میں روپئے ہوویں یا قرض روپیہ اور مال اشرفیاں تو بھی قاضی کو بیچ ڈالنا بغیر اُس کے امر کے واسطے اداے دَین کے درست ہے[له] اور اسباب اور مکان اور زمین اُس کی قاضی نہ بیچے مگر اُس کو قید کرے تا وہ خود مجبور ہو کر بیچے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اُس کا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض موافق حصّوں کے ادا کر دیوے ف اور صاحبینؒ کے قول پر فتوےٰ ہے دُر مختار ص ایک شخص مفلس ہو گیا اور اُس کے پاس وہ چیز ہے جو اُس نے خرید کی لیکن ہنوز ثمن نہیں ادا کی تو اُس کا بائع اور قرضخواہوں کے ساتھ حصّہ مساوی ہے ف یعنی وہ چیز بیچ کر سب کو حصّہ رسد اُس کی قیمت میں سے دیا جاوے گا یہ نہ ہو گا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کر لیوے بعد اُس کے جو بچے تو وہ اور قرضخواہوں کو ملے اور

شافعیؒ کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کر کے بائع کو اختیار فسخ دیدے گا اور بائع اپنی چیز لے لیگا

ص فصل حد بلوغ کے بیان میں

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کر دینے سے اور انزال سے ف اور اصل انزال ہے اِس لئے کہ جبتک انزال نہ ہو گا نہ احتلام ہو گا اور نہ عورت اُس سے حاملہ ہو گی ص اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہے

له یعنی اشرفیوں کو روپے سے بیچ کے اور روپیوں کو اشرفیوں سے بیچ کے دَین ادا کر دے اور مقتضائے قیاس یہ تھا کہ یہ بیع جائز نہ ہوتی اِس لئے کہ وہ دونوں مختلف ہیں لاکن استحسانا بیع کیا جاتا ہے اِس واسطے کہ وہ دونوں متحد ہیں ثمنیت میں کذا فی الاصل ۱۲ عبدہٗ

له امام صاحبؒ کے نزدیک ۱۲ ۱۲ ۱۲

ف اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اُونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسی طرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہیں ہے بلوغ صغیر میں کذافی الطحطاوی ص پھر اگر صغیر اور صغیرہ میں اِن علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہ ہوگا جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہ ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک جب تک دونوں پندرہ برس پُورے کے نہ ہوجاویں ف یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہوجاویں تو اُن کو حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ یہ علامات ظاہر نہ ہوویں اِسی پر فتوے ہے اِس لئے کہ ہمارے زمانے میں عمریں بہت چھوٹی ہوگئی ہیں در مختار ص اور ادنیٰ مدت بلوغ کی فرزند کے لئے بارہ برس اور دختر کے لئے نو برس ہے تو اگر دونوں قریب بلوغ کے ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ ہم بالغ ہو گئے تو قول اُن کا معتبر ہوگا اور وہ دونوں مثل بالغ کے حکما ہوں گے ف جب ظاہر حال اُنکے قول کی تکذیب نہ کرتا ہو مثلاً بارہ برس سے لڑکا کم ہووے یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعویٰ بلوغ معتبر نہ ہوگا اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہو چکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کردیویں بدون قسم کے

ص کتابُ الماذون

اذن کہتے ہیں حجر کے دور کرنے کو اور حق کے ساقط کردینے کو ف جان تو کہ اصل انسان میں یہ ہے کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب اُس پر غلامی عارض ہوئی اور مولیٰ کا حق اُس سے متعلق ہوگیا تو حق مولیٰ نے ملک تصرفات کو روک دیا اب جب مولیٰ نے اپنا حق ساقط کردیا تو مانع زائل ہوگیا اور حجر اُس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک یہ اذن توکیل ہے اور نائب کرنا ہے کذافی الاصل ص تو جب مولیٰ نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف کریگا اپنی اہلیت سے کریگا اپنی ذات کے لئے تو اُسکی جوابدہی مولیٰ پر نہ ہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی تو ثمن اُسکی مولیٰ سے طلب نہ کیجاویگی اِس لئے کہ اُس نے اپنے لئے خریدی ہے برخلاف وکیل کے کہ وہ مؤکل سے ثمن طلب کرسکتا ہے اِسواسطے کہ اُس نے مؤکل کے لئے خریدا ہے اور اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک روز کیلئے تو وہ ماذون رہیگا جب تک مولیٰ اُس پر حجر نہ کرے اسی طرح کسی خاص قِسم کے ساتھ مقید نہ ہوگا پھر جب مولیٰ نے ایک قسم خاص تجارت کا اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت میں ماذون ہوجائیگا ف مراد یہ ہے کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اُس کا تمام انواع میں عام ہوجائیگا اسی طرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بٹھالے تو یہ اذن ہوگا اُس کے تمام لوازم اور ضروریات کی خرید کا اسی طرح اگر کہا کہ ہر مہینے اتنا غلہ تو مجھے ادا کردیا کر برخلاف اُس صورت کے کہ مولیٰ نے ایک شئے معین کے خرید کی اجازت دی تو یہ اذن نہ ہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت خاص لینا ہے کذافی الاصل ص اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت حال سے تو جو غلام کہ مولے اُسکو خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چُپ رہے تو وہ ماذون ہے ہمارے نزدیک اور اسمیں خلاف زفرؒ اور شافعیؒ کا ہے اور ماذون ہوتا ہے دفع غرور کیلئے اور صراحت سے تو اگر مطلق اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہووے مگر صاحبینؒ کے نزدیک غبن فاحش سے درست نہیں اور خرید و فروخت میں وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ اور مساقات اور مزارعت لیوے اور بیج بونے کے لئے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضۃ اور مال بطریق مضاربت دیوے اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ میں دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کے تئیں بھی کرایہ دیوے نہ شافعیؒ کے نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دَین کا اور ہدیہ دے قلیل طعام کا اور ضیافت کرے اُسکی جو اُسکو کھلادے اور ثمن گھٹا دیوے اگر عیب نکلے مبیع میں موافق دستور تجار کے اور اپنا نکاح نہ کرے اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اس لئے کہ اُس میں بھی تحصیل مال ہے اور طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ داخل تجارت نہیں اور نہ مکاتب کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہووے اور عورت کو درست ہے کہ اپنے خاوند کے گھر میں سے ایک شئے قلیل خدا کی راہ میں دیوے ف یہ مسئلہ اگرچہ اِس باب سے نہیں ہے لیکن اسکو بمناسبت ذکر کیا اِس لئے کہ عورت بھی اس قدر صدقہ کیلئے ماذون ہے عادۃً کذافی الاصل ص

جو دَین عبد ماذون پر واجب ہووے تجارت کے سبب سے جیسے خرید اور فروخت اور یا اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اُسکے حکم میں ہو جیسے تاوان غصب اور ودیعت کا جس کا ماذون نے انکار کیا اور وہ عُقر جو واجب ہوا وطی سے لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اُس غلام کی ذات سے بیچا جاویگا وہ اُس دَین میں اور اُسکی ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہوں کو بطور حصّہ رسد اور اُسکی کمائی سے جو قبل دَین کے ہو یا بعد دَین کے اور اُس سے جو چیز اُسکو ہبہ کی گئی تھی اور اُس نے ہبہ قبول کر لیا تھا ف یہ ہمارا مذہب ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ خود دَین میں نہ بیچا جاویگا بلکہ اُسکی کمائی بیچی جاویگی اِسواسطے کہ مولے کی غرض اذن سے استحصال اُس چیز کا ہے جو حاصل نہ تھی نہ فوت کرنا اُس چیز کا جو اُسکو حاصل تھا اور ہم یہ کہتے ہیں کہ دَین ظاہر ہوا مولے کے حق میں تو متعلق ہوگا اُس کے رقبہ سے تا لوگوں کو ضرر نہ ہووے ص لیکن وہ دَین متعلق نہ ہوگا اُس مال سے جو ماذون کے مولی نے اُس سے لے لیا تھا قبل لحوق دَین کے اور جو دَین کہ کسب اور ثمن غلام سے بھی باقی رہے تو اُس کا مطالبہ اُس سے آزاد ہونے کے بعد کیا جاویگا ف اور دوسری بار نہ بیچا جاویگا ور مختار ص مولے کو ماذون سے وہ رقم مقرر لینا جو قبل لحوق دَین کے اُس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دَین کے بھی جائز ہے ف اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہ ہو بعد لحوق دُین کے لیکن اِسواسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولیٰ اِس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجور کر دے تو کمائی کا دروازہ بند ہو جاوے اور دَین والوں کو نقصان ہووے ص اور جو اُس سے بڑھے وہ قرضخواہوں کو ملیگا اور عبد ماذون اگر بھاگ جاوے تو مجور ہو جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک مجور نہ ہوگا کیونکہ ماذون کرنا عبد آبق کا صحیح ہے اِسواسطے کہ بھاگنا منافی اذن کے نہیں اور ہماری یہ دلیل ہے کہ دلالت حجر کی قائم ہے اِس لئے کہ مولے ازالہ اپنے حق کا غلام سرکش نافرمان سے ہونے پر راضی نہ ہوگا اور جب اُس کو اذن صریح دیا تو اُس سے دلالت حجر فوت ہو جاویگی اور یا مولیٰ مر جاوے یا مولیٰ کو جنون مطبق ہو جاوے ف محمد بن حسنؒ سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہووے وہ مطبق نہیں کذا فی الطحطاوی ص یا مولیٰ دار الحرب میں مرتد ہو کر چلا جاوے یا مولے اُس غلام کو مجور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والوں کو اُسکی خبر ہو جاوے واسطے دفع غرور کے آدمیوں سے تو اِن سب صورتوں میں وہ غلام مجور ہو جاویگا اور لونڈی ماذونہ کو اگر اُم ولد بنایا تو وہ مجور ہو جاویگی ہمارے نزدیک اور امام زفرؒ کے نزدیک نہ ہوگی اور جو مدبر کیا تو مجور نہ ہوگی لیکن مولے کو لونڈی کی ذات کی قیمت اُسکے قرضخواہوں کو دینا ہوگی ف یعنی استیلاد اور تدبیر کی صورت میں اگر مستولدہ یا مدبرہ پر دَین محیط ہو تو مولے تاوان اُس کا بقدر اُسکی قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اِس لئے کہ مولیٰ نے اِن تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اُسکی قیمت دینا ہوگی کذا فی الاصل ص اگر غلام مجور ہو گیا بعد اُس کے اُس نے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانۃً یا غصباً ہے یا اپنے اُوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اِسواسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک موجب تصحیح اقرار اذن ہے اور وہ جاتا رہا اور امام صاحبؒ کے نزدیک قبضہ ہے اور وہ باقی ہے کذا فی الاصل ص اگر اُس غلام پر اس قدر قرضہ ہو کہ اُس کی ذات اور مال کو محیط ہووے تو مولے اُس مال کا جو اُس کے پاس ہے مالک نہ ہوگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک ہوگا اِس واسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولیٰ کی تو اُسکی کمائی بھی مملوک ہوگی اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ مِلک مولے کی بطور خلافت غلام کی طرف سے ثابت ہوئی جب وہ غلام اپنی حاجت سے فارغ ہو جیسے مِلک وارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث کے حوائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور ما نحن فیہ میں مال غلام کے حوائج سے فارغ نہیں ہے کذا فی الاصل ص تو ایسی صورت میں اگر مولے اپنے غلام کے غلام کو آزاد کر دیگا تو آزاد نہ ہوگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور مولیٰ اُسکی قیمت کا تاوان قرضخواہوں کو دیگا کذا فی الاصل ص اور جو دَین اُس کے مال اور ذات کو محیط نہ ہوگا تو غلام کا غلام مولیٰ کے آزاد کرنیسے آزاد ہو جاویگا اور عبد ماذون اپنے مولیٰ کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کر سکتا ہے نہ کم کو اور مولے اُس کے ہاتھ کم کو بھی فروخت کر سکتا ہے ف یہ جب ہی ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دَین محیط ہووے اس لئے کہ اِس صورت میں مولے اجنبی ہے اُس کے مال میں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر کم قیمت سے مولیٰ کے ہاتھ فروخت کیے تو بیع جائز ہوگی اور مولے کو اختیار

؎۱ منافع سے ۱۲ ؎۲ وہ غلام ہے ۱۲ ؎۳ یعنی رقم مقررہ مولے سے ۱۲ ؎۴ اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے مثل سابق کے ۱۲ ؎۵ کسب غلام میں ۱۲ ؎۶ اِس لئے کہ وہ مالک نہیں ۱۲ ؎۷ یعنی بالاتفاق آزاد ہو جائے گا ۱۲

ہو گا محابات اور نقض بیع میں اس لئے کہ دفع ضرر غربا سے اِس طرح ہو سکتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں بسبب تہمت کے کذا فی الاصل اور جو دَین محیط نہ ہووے تو بیع ہی ناجائز ہے ص تو اگر مولیٰ نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اِس صورت میں مولیٰ کو حکم ہو گا کہ یا زیادتی کو کم کر دیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولیٰ نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے تو اب مولیٰ کو قیمت نہ ملیگی ف اسلئے کہ مولیٰ نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اُسکی نہیں لی تو مولیٰ کا حق ذاتِ مبیع میں باطل ہو گیا اور دَین غلام پر رہا اور مولیٰ کا دَین غلام پر شرعًا باطل ہے اِس صورت میں ثمن باطل ہو گی کذا فی الاصل ص اور مولیٰ کا حق ہے کہ مبیع کو روک رکھے واسطے لینے ثمن کے اگرچہ عبد ماذون مدیون ہو خواہ دَین محیط ہو یا نہ ہو لیکن مولیٰ اُسکو آزاد کر سکتا ہے اسلئے کہ ملک اُسکی غلام میں باقی ہے اور دَین اور قیمت میں سے اُس غلام سے جو کم ہو گا اُس قدر مولےٰ کو تاوان دینا ہو گا ف یعنی اگر دَین کم ہو گا تو مولےٰ دَین ادا کرے گا اور جو دَین اُسکی قیمت سے زیادہ ہو گا تو مولےٰ صرف قیمت دیدے گا قرضخواہوں کو اِس لئے کہ قرضخواہوں کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولیٰ نے اُسکو تلف کر دیا تو قیمت کا تاوان دینا ہو گا کذا فی الاصل ص اور جو دَین اُسکی قیمت سے زیادہ ہو گا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام جس پر دَین محیط تھا فروخت کیا گیا اور مشتری نے اُسکو غائب کر دیا تو قرضخواہوں کو اُس کے اختیار ہے کہ خواہ بیع جائز رکھکر ثمن اُسکی لے لیویں یا مشتری یا بائع سے اُسکی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیویں تو اگر وہ تاوان لیویں بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام بائع کے پاس پھر آوے تو بائع دام قیمت کے جو قرضخواہوں کو اُس نے دیے تھے پھیر لیوے اور قرضخواہوں کا حق پھر غلام سے متعلق ہو جاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچا اور بیچتے وقت مشتری کو اگرچہ بتا دیا کہ یہ غلام مدیون ہے تو اب بھی قرضخواہوں کو پہونچتا ہے کہ بیع کو رد کر دیویں اگر اُسکی ثمن اُسکو نہ پہونچی ہو اور جو پہونچ گئی ہو اور بیع میں قیمت سے کچھ کمی نہ ہووے تو بیع رد نہیں کر سکتے اور جو کمی ہووے تو کمی مٹا دی جاوے یا بیع فسخ کیجاوے اور جو مشتری منکر ہو دَین کا اور بائع غائب ہووے تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہیں کر سکتے طرفینؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خصومت کر سکتے ہیں[لہ] اگر ایک غلام شہر میں آیا اور اُس نے کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں اور اُس نے مجھے اذن دیا ہے تجارت میں اور وہ خرید و فرخت کرتا ہے تو وہ ماذون سمجھا جاویگا اسی طرح جو اُس نے سکوت کیا اذن و حجر سے لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہو جاویگا تو وہ قرضے کے لئے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولیٰ اقرار کرے اُس کے ماذون ہونیکا ف اِس لئے کہ جب تک مولیٰ نے اقرار نہیں کیا اذن کا تو دَین اُس کے حق میں ظاہر نہ ہوا اور معاملہ کرنے والوں نے نقصان اُٹھایا اِس لئے کہ اُنھوں نے ظاہر حال پر بھروسہ کیا اور مولیٰ نے اُنکو کچھ دھوکا نہیں دیا کذا فی الاصل ص نابالغ کا تصرف[عہ] اگر محض نافع ہو ف یعنی کسی طرح کا ضرر اُس میں نہ ہووے ص جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے ف اگر وہ صبی عقل رکھتا ہو تو ہمارے نزدیک اسلام صبی عاقل کا صحیح ہے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ حالت نابالغی میں مسلمان ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا اسلام صحیح رکھا کہا ابن الہمامؒ نے کہ اخراج کیا بخاریؒ نے تاریخ میں عروہؓ سے کہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکمؒ نے مستدرک میں طریق ابن اسحاق سے کہ حضرت علیؓ ایمان لائے اور آپ دسؔ برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت علیؓ کے سپرد کیا روز بدر کے اور اُن کی عمر بیسؔ برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اوپر شرط شیخینؒ کے کہا ذہبیؒ نے کہ یہ حدیث نص ہے اِس بات پر کہ حضرت علیؓ سات یا آٹھ برس کی عمر میں ایمان لائے اور مروی ہے حضرت علیؓ سے یہ شعر سبقتکم الی الاسلام طرا + غلاما ما بلغت اوان حلمی یعنی سابق ہوا میں تم پر طرف اسلام کے سب پر + حالانکہ میں لڑکا تھا کہ سن احتلام کو نہیں پہونچا تھا + روایت کیا اُس کو بیہقیؒ نے اور ضعیف کیا اسکو اور ابن عساکرؒ نے تاریخ میں ص اور جو محض ضار یعنی نقصان دینا پہونچانے والا ہووے جیسے طلاق اور عتاق ف اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ ص تو جائز نہ ہو گا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جس میں نفع اور ضرر دونوں کا احتمال ہے جیسے بیع اور شرا تو موقوف رہے گا ولی کے اذن پر ف اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہو گا

[illegible]

ورنہ باطل ہو جاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو حال اور حکم اُس کا مثل عبد ماذون کے ہوگا ص نابالغ کے تصرف صحیح ہونے کی اذن سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل سمجھتا ہو بیع کو ملک کا دور کرنے والا اور شرا کو ملک میں لانے والا اور ولی نابالغ کا پہلے اُس کا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہ ہو تو باپ نے جس کو وصی کیا ہووے ف پھر اُس کے وصی کا وصی دُرمختار ص پھر اگر وہ بھی نہ ہو تو دادا اگرچہ کتنا ہی دُور کا ہووے پھر دادا کا وصی ف پھر اُس کے وصی کا وصی دُرمختار ص پھر قاضی یا اُس کا وصی ف اوّل دونوں صورتوں میں پھر وصی کہا اور یہاں یوں کہا کہ یا وصی اُس کا اِسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہے جس کو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات میں لیکن وہ شخص جس کو ولی نے حالتِ حیات میں اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا میں لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جس کو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال میں تصرف کرنے کے لئے تو وہ قاضی کی زندگی میں بھی تصرف کرے گا اور وصی اگرچہ خلیفہ بعد موت کے ہوتا ہے مگر وصی قاضی کو وصی اِس لئے کہتے ہیں کہ گویا یہ خلیفہ یتیم کے باپ کا ہے اور اُس نے وصی کیا اُس کو کذا فی الاصل اور ماں یا اُس کے وصی مال میں تصرف نہیں کر سکتے اسی طرح چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالی صغیر کے ولی نہونگے کذا فی الطحطاوی ص اگر صبی ماذون نے اپنے ورثا کی کمائی کے مال میں اقرار کیا کہ اس قدر مال فلاں شخص کا ہے تو صحیح ہوگا اسی طرح اگر اپنے مورث کے متروکہ کے مال میں اقرار کیا اور امام اعظمؒ سے ایک یہ روایت ہے کہ صحیح نہیں ارث میں

ص کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان میں غصب شرع میں عبارت ہے ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہے بغیر اذن مالک کے اس طرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کر دیوے ف تو غصب مُردار میں نہ ہوگا اِس لئے کہ وہ مال نہیں ہے اسی طرح شخص آزاد میں اور نہ مسلمان کی شراب میں کیونکہ وہ قیمت دار نہیں ہے اور نہ حربی کے مال میں اِس لئے کہ وہ محترم نہیں ہے اور قول اُس کا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اِس واسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کر دیوے کہ غصب ہمارے اصحابؒ کے نزدیک زائل کرنا ہے قبضۂ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضۂ ناحق کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک غصب نام ہے قبضۂ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضۂ حق زائل کرنا شرط نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ کلام ہمارا اُس فعل میں ہے جو سبب تاوان کا ہے اور اس پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً زوائد[سلہ] مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہیں ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مضمون ہیں اِس لئے کہ اثبات قبضۂ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبض حق نہ ہووے اور اسی سبب سے غصب عقار میں اختلاف ہے اور آگے اُس کا ذکر آوے گا اور ان ہی مسائل میں سے ہے وہ جو مصنف بیان کرتا ہے کذا فی الاصل ص تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا ف اِس لئے کہ اوّل کی دونوں صورتوں میں نقل ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک جس سے ازالہ قبضۂ مالک کا ہو گیا اور تیسری صورت میں فرش اپنے حال پر ہے بیٹھنے والے نے کوئی تصرف اُس میں ایسا نہیں کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے اسی طرح بعض نے متفرع کیا کہ مویشی کا دُور کر دینا مالک سے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاویں اور کسی کو پکڑے رہنا یہاں تک کہ دوسرا اُس کا دانت اُکھاڑ لیوے ہمارے نزدیک غصب نہیں[سلہ] ہے اور شافعیؒ کے نزدیک غصب ہے اور اِن دونوں مسئلوں کی تفریع مستقیم نہیں ہے اِس لئے کہ اثبات قبضۂ ناحق یہاں مفقود ہے پھر ایک اور قید تعریف غصب میں لگانا ضرور ہے کہ اُس مال کا لے لینا بطور اخفانہ ہووے تا کہ چوری نکل جاوے کذا فی الاصل ص اور حکم غصب کا یہ ہے کہ غاصب گنہگار ہوتا ہے اگر اُس کو معلوم ہووے کہ شے مغصوب غیر کا مال ہے ف ورنہ گنہگار نہ ہوگا لیکن تاوان درصورت ہلاک عین اور ردّ عین درصورت بقا ہر طرح واجب ہے طحطاوی متفق علیہ حدیث میں سعید بن زید سے مروی ہے کہ فرمایا آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لیگا تو اللہ تعالےٰ سات طبقوں زمین کا اُس کے گلے میں طوق ڈالے گا اور بخاریؒ کی روایت میں ہے کہ ساتوں زمین تک دھنسا دیا جاویگا اور امام

سلہ جو غاصب کے پاس آن کر بڑھ جاویں جیسے لونڈی مغصوبہ کا لڑکا پیدا ہو جاوے یا درخت مغصوب میں پھل لگ جاویں ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ سلہ بسبب عدم قبضۂ غاصب کے ۱۲

احمدؒ نے یعلی بن مُرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمین کسی کی ناحق چھین لے گا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اُسکی مٹی اُٹھاوے اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لی تو اللہ تعالےٰ اُس کو تکلیف دیگا اُس کے کھودنے کی ساتویں زمین کے آخر تک پھر طوق ڈالے گا اُس کے گلے میں دن قیامت تک یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہووے اِن حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمینیں بھی سات ہیں جیسے آسمان سات ہیں ص اور جب تک شئے مغصوب غاصب کے پاس قائم ہے تو اُس کا پھیر دینا لازم ہے اور درصورت تلف ہوجانے کے تاوان اُس کا دینا واجب ہے ف اِس لئے کہ روایت کیا ابوداؤدؒ و ترمذیؒ و نسائیؒ ابن ماجہؒ نے سمرۃ بن جندبؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہے وہ چیز جو اُس نے لے لی ہے یہاں تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہے کسی کو کہ لے لیوے چیز اپنے بھائی کی نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم میں سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے اُس کو روایت کیا اِس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور روایت کی احمدؒ اور ابوداؤد و نسائیؒ نے سمرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پاوے اپنی چیز بعینہٖ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہے اُس کا ص تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہے جیسے وہ چیزیں جو وزن کرکے یا پیمانے میں بھر کے بکتی ہیں یا شمار کرکے لیکن مقدار میں قریب قریب ہیں ف جیسے اخروٹ وغیرہ اصل میں یہاں تفصیل و تحقیق ہے ص تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن ف یعنی حاکم کے حکم کے وقت درمختار ص اُس کی قیمت ہوگی دینا پڑیگی ف اور امام محمدؒ کے نزدیک جو قیمت اُس شے کی بازار میں نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی دینا پڑے گی خزانہ میں ہے کہ قول امام ابو حنیفہؒ کا اصح ہے اور تحفہ میں ہے کہ وہ قول صحیح ہے اور نہایہ میں ابو یوسفؒ کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاویٰ میں محمدؒ کے قول کو مفتی بہ رکھا ہے طحطاوی اور دلائل سب کے اصل میں مذکور ہیں ص اور جو وہ چیز غیر مثلی ہے جیسے وہ چیزیں جو شمار سے بکتی ہیں اور ایک دوسرے میں فرق رکھتی ہیں مثل جانور وغیرہ کے تو اُسکی قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی ف اِسی طرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہوں اور جَو ملے ہوں یا تلوں کا تیل زیتون کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اس کے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اُسکی قیمت دینا ہوگی ص تو اگر غاصب کہے کہ شئے مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اُسکو قید کرے یہاں تک کہ معلوم ہوجاوے یہ بات کہ اگر شئے مغصوب اُس کے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا ف اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ مفوض بہ رائے حاکم ہے تبیین ص پھر اُس پر عوض دینے کا حکم کرے ف خواہ وہ عوض مثلی ہو اگر شئے مغصوب مثلی ہووے یا قیمت اگر وہ شئے غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شئے مغصوب غاصب کے پاس تلف ہوگئی اور غاصب نے دعویٰ کیا کہ میں نے مالک کو پھیر دی اُسکے پاس تلف ہوئی اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ غاصب کے اَولیٰ ہوں گے ف اور غصب کی شرط یہ ہے کہ شئے مغصوب اموال منقولہ میں سے ہووے ص تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار ف یعنی مال غیر منقول چنانچہ گھر زمین وغیرہ ص غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہوگیا ف آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا ص تو غاصب ضامن نہ ہوگا شیخینؒ کے نزدیک اور محمدؒ کے نزدیک ضامن ہوگا ف اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار اور دلائل سب کے اصل میں مرقوم ہیں ص اور اگر اُسمیں کوئی نقصان ہوگیا اُس کے فعل سے جیسے اُسکی سکونت سے مکان بگڑ گیا یا اُسکی کشتکاری سے زمین میں نقصان ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا ف باجماع سب علماء کے ص جیسے منقول میں نقصان کا تاوان دینا ہوگا مثلاً ایک غلام غصب کرکے اُس کو مزدوری میں لگایا اور اس وجہ سے وہ غلام بیمار یا دُبلا ہوگیا تو تاوان نقصان کا دینا ہوگا ف اگر مثلاً باغ غصب کرکے اُس کے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہوگا درمختار ص غاصب نے اگر شئے مغصوب کو اجارہ دیکر اُس کا کرایہ لیا تو اُس کرایہ کی رقم کو خیرات کردیوے اِسی طرح شئے مستعار کی اُجرت کو بھی بانٹ دیوے ف یعنی فقراء کو تقسیم کردیوے اپنے صرف میں نہ لاوے ص اِسی طرح جو نفع اُس نے کمایا شئے مغصوب یا مستعار میں

تصرف کرکے بشرطیکہ وہ شے اشارہ کرنے سے متعین ہووے ف یعنی اسباب کی قسم سے ہووے درہم اور دینار نہ ہووے ص یا امانت کے یا غصب کے روپیوں کے بدلے میں کوئی چیز خرید کر وہی روپئے دیے اور اُس میں نفع کمایا تو بھی تصدق کرے اور اگر خریدتے وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے میں خریدا اور ادا اور روپئے کیے یا خریدا اور روپیوں کے بدلے میں یا مطلق روپیوں کے بدلے میں خریدا اور ادا وہ روپیہ کیے جو مغصوب یا امانت تھے اور نفع کمایا تو اس کو تصدق کرنا ضرور نہیں ہے[1] اور اپنے صرف میں لاسکتا ہے اسی پر فتویٰ ہے ف اور قول مختار یہ ہے کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہیں ہے اگرچہ بعد ادائے ضمان کے ہووے یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوائے نوازل[1] میں ہے آور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر حال میں حلال ہے جب جنس مختلف ہووے درمختار ص اگر غاصب نے ایک شے کو غصب کرکے اُسمیں ایسا تغیر کیا جس سے اُس کا نام بدل گیا اور اعظم منافع ف یعنی اکثر مقاصد اُس کے ص فوت ہو گئے ف جیسے ذبح کیا بکری کو اور پکایا اُس کو یا بھونا اُس کو یا گیہوں کو غصب کرکے اُس کو پیس ڈالا کہ نام اُس کا بدل گیا یعنی آٹا ہو گیا اور اکثر منافع بھی اُس کے جیسے ہریسہ گھنگھیاں وغیرہ فوت ہو گئے ص تو غاصب پر تاوان اُس کا واجب ہو گا اور غاصب اُس کا مالک ہو جاوے گا قبل ادا کرنے تاوان کے لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اُس کو نفع لینا اُس شے سے درست نہیں ہے ف اور جب تاوان اُس کا دیدے یا مالک معاف کر دیوے یا قاضی اُس سے تاوان لے لیوے تو درست ہے ص مثال اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بکری غصب کرکے اُس کو ذبح کیا پھر اُس کو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہوں غصب کرکے اُس کو پیس ڈالا یا کھیت میں بو دیا یا لوہا غصب کرکے اُسکی تلوار بنالی یا پیتل غصب کرکے اُس کے برتن بنا لیے یا ساگون یا اینٹ غصب کرکے اُسکی عمارت بنوالی یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے کہ اُس کی صنعت متقومہ نے گردانا حق مالک کا ہلاک ایک وجہ سے آور امام شافعیؒ کے نزدیک حق مالک کا اُس سے منقطع نہیں ہو گا اِس لئے کہ عین باقی ہے اور نہیں اعتبار کیا جاتا فعل غاصب کا اِس واسطے کہ وہ ممنوع ہے پس نہ ہو گا سبب ملک کا ف بشرطیکہ قیمت عمارت کی اُس ساگون کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اُس کو بجکم ثمن اُسکی دلادی جائے قاعدۂ کلیہ اس مقام کا یہ ہے کہ ضرر شدید کو دور کریں گے واسطے ضرر خفیف کے پھر صاحب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لے لیگا درمختار ص اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کرکے اُسکی اشرفی روپئے بنوا ڈالے یا برتن بنوا لیے تو اُس کا مالک نہ ہو گا بلکہ یہ چیزیں مالک کو دلادی جاویں گی اور غاصب کو کچھ نہ ملیگا[2] اگر ایک شخص کی بکری لیکر اُس کو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اُس بکری کو غاصب کو دیوے اور اپنے دام لے لیوے یا بکری مذبوح لے لیوے اور اُس کے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھر لے یہی حکم ہے اگر غاصب کپڑے کو اس قدر پھاڑ ڈالے کہ کچھ منفعت فوت ہو جاوے اور کچھ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اُٹھانے کے قابل نہ رہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا آور جو بہت کم پھاڑے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اُس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین میں عمارت بنائی یا درخت گاڑے ف بغیر اذن مالک کے درمختار ص تو اُس کو حکم ہو گا کہ اپنی عمارت یا درخت اُکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کر دیوے ف اگر قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہووے اور یہی محمدؒ کا قول ہے اور ظاہر الروایۃ میں ہر طرح اُکھیڑنے کا حکم ہے اِس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے درخت ظالم کو کچھ حق روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے سعید بن زیدؓ سے ص اگر اُس درخت یا عمارت کا اُکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہونچاوے یعنی اُس سے زمین ناقص ہو جاتی ہووے تو مالک کو پہونچتا ہے کہ غاصب کو قیمت اُس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لے لیوے تو اُس زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت کے ساتھ بھی لگا دیں گے اور جس قدر دوسری قیمت پہلی قیمت پر زائد ہو گی مالک غاصب کو دے گا ف دوسری قیمت جو لگائی جاویگی تو اُسمیں درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاویگی جو اُکھیڑنے والے درخت یا عمارت کی ہو گی یعنی اُکھڑی ہوئی عمارت یا درخت میں سے اُسکی اُجرت اُکھیڑنے کی مُجرا کرکے باقی کو قیمت اُس درخت یا عمارت کی قرار دیں گے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اُس درخت کی اگر وہ اُکھڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اُکھڑوائی کی مزدوری ایک روپیہ ہے تو نو روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو روپیہ کی ہو گی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور درخت بھی لے لیگا کذا فی الاصل ص اگر غاصب نے کپڑے کو

[1] اور اختیار کیا بعض نے کہ حلال ہے اور فتویٰ قول کرخیؒ پر ہے ہمارے زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ اختلاف قول صاحبینؒ پر ہے کذا فی الدر المختار [2] اِس واسطے کہ نام سونے اور چاندی کا باقی ہے اور مقصود اصلی یعنی ثمنیت باقی ہے یہاں تک کہ ربا اس میں جاری ہے یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اسمیں بھی غاصب مالک ہو جاویگا مثل قیاس اور اشیاء کے کذا فی الاصل ۱۲ عبدہٗ [3] نزدیک امام رملی کے ۱۲

سُرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کر کے اُس کو گھی میں ملایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی مثل ستو کے لیوے یا اُسی کپڑے اور ستو کو لیکر غاصب کو رنگوائی اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اُس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ سفید کپڑے کی قیمت لے لیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھ نہ دیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھ کپڑے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ نقص ہو جاتا ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سُرخ کا ہے **مسائل ملحقہ** اگر روپے غصب کر کے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اُس کے عین میں زائل نہ ہوگا اگر چاندی سونا غصب کر کے اُس کے روپئے یا اشرفی بنائی تو مالک اُس کو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا مالک کو اختیار ہے کہ تاوان شئے کا غاصب سے لیوے یا غاصب غاصب سے یا کچھ اول سے اور کچھ ثانی سے اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی اور اُسمیں دوسرے شخص نے مُردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنیوالے کی مملوک ہووے تو اُس کو مُردہ اُکھاڑنا اور زمین کا برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اُس کو قبر کھودنے کی اُجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہووے تو اسی طرح اُس کی اُجرت ثابت ہے دوسرے کے مال میں تصرف جائز نہیں مگر چند مسائل میں ایک والد کو اپنے ولد کے مال میں دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال میں بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ تیسرے مودع بالفتح کو درست ہے کہ مودع بالکسر کے مال میں سے اُس کے والدین مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مودع بالکسر کے دیوے جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہاں ممکن نہ ہووے چوتھے حالتِ مسافرت میں اگر ایک شخص مرجاوے تو باقی رفقار کو اُس کا اسباب بیچنا اور اُسکی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی ورثا کو دینا درست ہے اور اُن پر تاوان نہیں ہے کذا فی الدر المختار والاشباہ

ص مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان میں

غاصب نے شئے مغصوبہ کو چھپا دیا اور مالک کو اُسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اُس شئے کا مالک ہو جاویگا **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ ہوگا کذا فی الاصل اور دلیل اُنکی اور ہماری اصل میں مذکور ہے تو غاصب اُسکی کمائیوں کا بھی مالک ہو جاویگا نہ اُسکی اولاد کا **دُرمختار ص** قیمت مغصوب غائب میں اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہوں سے ثابت نہ کرے **ف** تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہوں گے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان نہ کی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہے تو غاصب پر جبر ہوگا بیان قیمت پر اور جو بیان نہ کرے تو اُس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اُس کو لازم ہوگی اور جو قسم کھالیوے تو نہیں **درمختار ص** اگر غاصب نے مالک کو شئے مغصوب کی قیمت ادا کر دی بعد اُس کے وہ شئے بھی پیدا ہوئی اور قیمت اُس کی زیادہ نکلی اُس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی شئے لے لیوے اور قیمت غاصب کو واپس کر دیوے یا اُسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہوں سے ثابت کی تھی یا نکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شئے مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہ ہوگا اگر غاصب نے شئے مغصوبہ کو بیع کر ڈالا بعد اُسکے اُس کے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہو جاویگی اور جو آزاد کیا تو اعتاق نافذ نہ ہوگا اور زوائد شئے مغصوب کے خواہ متصل ہوں جیسے غلام مغصوب موٹا ہو جاوے یا حسین ہو جاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہوں گے تو اُس کا تاوان نہ دینا ہوگا مگر جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے نہ دیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک زوائد کا ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہوگئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور بچے سے اُس کے نقصان قیمت کا جبر کیا جاویگا اگر بچے کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور وہ حاملہ تھی بعد اُس کے مالک کے پاس ولادت سے وہ مرگئی تو غاصب

اُس کی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا برخلاف عورت حرہ کے **ف** کہ اگر اُس سے زنا کرکے حالتِ حمل میں پھیر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہیں ہے کہ اسمیں غصب متحقق ہووے **ص** مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہ ہوگا[۵۱] **ف** برابر ہے کہ غاصب شے مغصوب سے منفعت اُٹھاوے مثلاً مکان میں سکونت کرے یا بیکار رہنے دیوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مضمون ہیں باجر مثل دونوں صورتوں میں اور امام مالکؒ کے نزدیک مضمون ہے اگر اس سے پُورا نفع لیا ورنہ نہیں **کذافی الاصل** **ص** اگر کسی شخص نے مسلمان کی شراب یا سُور تلف کر دیا تو اُس پر کچھ تاوان نہیں ہے اور جو ذمی کی شراب یا سُور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک لازم نہ ہوگا اِس لئے کہ ذمی تابع مسلم کا ہے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ چھوڑا گیا ہے اپنے اعتقاد پر اور اگر مسلمان کی شراب غصب کرکے سرکہ بنا ڈالا اُس طور سے جس میں کچھ دام خرچ نہیں ہوتے جیسے دھوپ میں رکھ کے یا مردہ جانور کی کھال لیکر اُسکی دباغت کی اُس چیز سے جس میں دام خرچ نہیں ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ سے تو مالک اُس کو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا اور جو غاصب اُس کو تلف کر ڈالے تو ضامن[۵۲] ہوگا اور اگر اُس کا سرکہ[۵۳] بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ غاصب کا ہو جاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملے گا **ف** یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک اُس کو لے لیگا اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کرے گا **کذافی الاصل** **ص** اگر کھال کی دباغت مصالح لگا کر کی جیسے قرظ یا مازو سے تو مالک اُسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیوے اور جو غاصب اُس کو تلف کر ڈالے تو ضامن نہ ہوگا **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا جو اُس کھال کی قیمت بعد دباغت کے ہووے اور امام صاحبؒ کی دلیل کا فرق اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے **ص** جو شخص کسی کے گانے بجانے کے آلات[۵۴] توڑ ڈالے **ف** جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ **ص** تو اُس پر تاوان لازم ہوگا **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک لازم نہوگا اور امام صاحبؒ کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ لازم ہے جو اُسکی قیمت قطع نظر لہو سے ہے جیسے ستار میں اُسکی لکڑی تراشی ہوئی یا تار کا ضمان آوے گا **ص** اور جو طبل غازیوں کا ہے یا دف وہ ہے جس کا بجانا حلال ہے شادی میں تو اُس کا ضمان بالاتفاق آویگا اسی طرح اگر کسی شخص کا سکر یا منصف **ف** سکر نام ہے کچے پانی کا کھجور کے جب وہ تیز ہو جاوے اور منصف وہ پانی ہے انگور کا جس کا نصف جل چکا ہووے آگ پر پکانے سے اور بیان اسکا کتاب الاشربہ میں آویگا **ص** بہا دیوے تو تاوان اُس کا دینا ہوگا **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک اسی طرح گانے والی لونڈی اور مینڈھا لڑائی کا اور کبوتر اُڑنے والا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام کہ اِن سب چیزوں کی قیمت تلف کر دینے سے واجب ہوگی جو اُنکی قیمت نفس الامر میں ہووے قطع نظر صنعت معصیت سے **درمختار** **ص** اگر کسی شخص نے دوسرے کی اُم ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک ہو گئی تو اُس پر تاوان لازم نہ آوے گا برخلاف مُدبرہ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں کا تاوان لازم ہوگا اِس لئے کہ دونوں متقوم ہیں اور امام صاحبؒ کے نزدیک مدبرہ متقوم ہے نہ اُم ولد جس شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی پاؤں سے کھولدی یا جانور کی رسی کھولدی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندے کا کھولدیا اور یہ چیزیں جاتی رہیں یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اُس کو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر مانتا نہیں ہے یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اور اُس کے کہے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا یہ کہہ دیا کہ فلاں شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اُس موذی یا فاسق یا مال پانیوالے سے کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اُس کا تاوان نہ آویگا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آویگا اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر اگر اُس نے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ کے واسطے امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخینؒ کے نزدیک لازم نہیں آتا اِس لئے کہ اُسمیں توسط فعل فاعل مختار کا ہے اور درصورت کھولنے دروازے اصطبل اور پنجرے کے امام محمدؒ کے نزدیک ضمان لازم ہوگا شیخینؒ کی دلیل وہی توسط فعل فاعل مختار ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اِن حیوانوں میں بھاگنا خلقی ہے **مسائل ملحقہ مترجم** اگر مسلمان نے ذمی سے شراب لے کر پی تو مسلمان پر قیمت اُس شراب کی واجب نہ ہوگی تاوان حکم کرنے والے پر نہیں ہے بلکہ فعل کرنے والے پر ہے مگر کئی جگہ ایک سلطان دوسرے باپ تیسرے مولیٰ جب مامور صبی یا عبد ہووے اگر

۵۱ مگر تین مقام میں اجر مثل غاصب کو دینا ہوگا ایک یہ کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کے لئے خواہ زر کرایہ کے لئے دوسرے یہ کہ وہ مال یتیم کا ہووے تیسرے یہ کہ اُس کو مالک نے تیار کیا ہو کرایہ لینے کے لئے ۱۲ درمختار ۵۲ قیمت کا ۱۲ ۵۳ یعنی شراب کا ۱۲ ۵۴ اگرچہ یہ چیزیں مسلمان کی ہوں ۱۲

جوڑے میں سے ایک فرد تلف کردے تو فرد باقی بھی اُسی کو دیجاوے اور وہ تاوان کل کا ادا کرے ابو یوسفؒ نے کہا کہ ایک شخص نے زمین غصب کی اور اُس میں مسجد بنائی اور دُکانیں اور حمام تو اُس مسجد میں نماز کا مضائقہ نہیں لیکن حمام میں نہ جانا چاہیئے اور دُکانوں کا کرایہ لینا بھی درست نہیں اور نماز بھی ہشامؒ کے قول میں مکروہ ہے اور جو لوگ اُن دُکانوں میں مغصوب جانکر رہتے ہیں اُنکی شہادت مقبول نہیں در مختار و طحطاوی ﴿

ص کتاب الشفعة

شفعہ مشتق ہے شفع سے لغت میں جس کے معنی ملانے کے ہیں اور اصطلاح شرح میں شفعہ عبارت ہے مالک ہونے سے عقار پر جبراً اُوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے ف یعنی جن داموں کو مشتری نے لیا ہے اُنھیں داموں کو جبراً اُس سے عقار لے لینا ص اور واجب ہوتا ہے شفعہ بعد بیع کے یعنی ثابت ہوجاتا ہے اور مضبوط ہوجاتا ہے گواہ کرنے سے ف اِسواسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہے اسلئے کہ اگر وہ طلب میں تاخیر کرے گا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اُس نے گواہ کردیے شفعہ مضبوط ہوگیا کذا فی الاصل ص اور شفیع اُس عقار کا مالک ہوجاتا ہے مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر شفیعوں کی تعداد کے نہ بقدر ملک ف یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہوں تو وہ عقار علی السویہ سب میں تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلاً ایک زمین میں تین آدمی شریک ہیں ایک نصف کا دوسرے ثلث کا تیسرے سُدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونوں شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو نصف نصف عقار مبیعہ کا دونوں کو دلایا جاویگا اور شافعیؒ کے نزدیک اُس نصف عقار مبیعہ سے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک حصہ صاحب سُدس کو ملے گا کذا فی الدر المختار ص شفعہ اول اُس شریک کو پہونچتا ہے جو ذات مبیع میں شریک ہووے پھر جو حقوق مبیع میں شریک ہووے مثلاً پانی کے حصے میں یا راہ میں شریک ہووے اور مراد پانی کے حصے اور راہ سے وہ ہیں جو مخصوص ہوں مثلاً پانی کا حصہ اُس چھوٹی نہر کا جس میں کشتیاں نہیں چلتیں اور راہ وہ جو نافذ نہیں ہے ف اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا در مختار ص پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اُس کے مکان کا دوسرے کوچے میں ہو ف اور جو اس کا دروازہ اُسی کوچے میں ہے اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ شریک ہے حق مبیع میں نہ جار تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہے شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملے گا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع کو ملے گا اور جار کو نہ پہونچے گا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہونچیگا لیکن اُسی جار کو جس کی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے ملاصق اور متصل ہے اور جو اُن دونوں کے بیچ میں طریق نافذ موجود ہے تو اُس کو حق شفعہ ثابت نہ ہوگا یہ ترتیب شفیعوں کی اور استحقاق امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہیں ہے ہماری دلیل بہت سی احادیث ہیں پہلی حدیث ابو رافعؓ کی روایت کیا اُس کو بخاریؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالکؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق رکھتا ہے روایت کیا اسکو نسائیؒ نے اور صحیح کیا اُس کو ابن حبانؒ نے تیسری حدیث جابرؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے ہمسایہ کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ اُن دونوں کی ایک روایت کیا اس کو امام احمدؒ اور چاروں عالموں نے اور راوی اس کے سب معتبر ہیں اِن احادیث سے استحقاق ہمسایے کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا جو ترتیب کہ روایت کی صاحب ہدایہؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہے خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہے اور کہا ابن جوزیؒ نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں شریحؒ سے کہ خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگوں سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا اُنھوں نے شریک اول حقدار ہے شفعہ کا تو اگر شریک نہ ہو تو ہمسایہ حقدار ہے اور خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع احق ہے اپنے سوا اور لوگوں سے انتہیٰ اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات مبیع میں شریک ہے ... حق

زیادہ ہے بعد اُس کے وہ ہے جو ذات مبیع میں شریک نہ ہووے بلکہ حقوق میں شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے ص اور جس کی کڑیاں دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہوں تو وہ بھی ہمسایہ ہے ف یعنی شریک نہیں ہے اسی طرح جو ہمسایہ کہ اُس کا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہے کوچہ غیر نافذہ میں تو اُسکو بھی شفعہ ہے اور اگر کوچہ نافذہ میں ہے تو شفعہ نہیں ہے اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اُسکو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملیگا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اُس کا اعتبار نہ ہوگا بعد بیع کے پھر طلب کرسکتا ہے شفیع یہ نہیں کرسکتا کہ عقار مبیعہ میں سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے اور عقار وقف اور اُسکے جوار میں شفعہ نہیں ہے در مختار

باب طلب شفعہ کے بیان میں

ص شفعہ میں تین طلب ضرور ہیں پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر پہونچے تو مجلس علم میں شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جن سے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یوں کہے کہ میں نے شفعہ طلب کیا یا میں طالب ہوں شفعہ کا یا میں طلب کرتا ہوں شفعہ کو یہ اختیار ہے کرخی کا اور بعضوں کے نزدیک ضرور ہے کہ جس وقت شفیع کو خبر شفعہ کی پہونچے اُسیوقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذرا دیر بھی چُپ رہیگا تو شفعہ اُس کا باطل ہوگا ف یعنی مجلس علم تک اختیار نہوگا بلکہ خبر پہونچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہے در مختار میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اختیار کرخی اصح ہے اور مُتون سب اسی پر ہیں ص اور اس طلب کو طلب مواثبت[له] کہتے ہیں ف اِس لئے کہ مواثبت کے معنی کودنے اور اُچھلنے کے ہیں تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہے گویا شفیع کودتا ہے اور شفعہ طلب کرتا ہے کذا فی الاصل ص پھر دوسری یہ کہ شفیع گواہ کرے عقار پر جاکر یا اُس شخص پاس جس کے قبضے میں وہ عقار اُسوقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری پس کہے کہ فلاں شخص نے اِس گھر کو خریدا ہے اور میں اس کا شفیع ہوں اور تحقیق کہ میں نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہوں تو گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہیں ف جاننا چاہیئے کہ یہ طلب ضرور ہے جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر کے پاس جاکر یا قابض کے پاس جاکر یہانتک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اِشہاد نہ کی تو شفعہ اُس کا باطل ہو جاویگا اور ذخیرہ میں ہے کہ جب شفیع مکے کے راستے میں ہووے اور اُس نے بیع کی خبر سُنکر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جاکر یا قابض کے پاس جاکر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو کسی کو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیجدیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہ ہووے تو شفعہ اُس کا باقی رہیگا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ اُمور ممکن ہوویں اور نہ کرے تو شفعہ اُس کا باطل ہو جاویگا کذا فی الاصل ص پھر تیسری طلب کرے شفیع شفعہ کو قاضی پاس کہے قاضی پاس جاکر کہ فلاں شخص نے ایک گھر ایسا خرید کیا ہے اور میں اُس کا شفیع ہوں بسبب اپنے ایک ایسے گھر کے تو حکم کرو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اِس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں اور اس طلب میں تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور کہا امام محمدؒ نے کہ ایک مہینے تک اگر طلب خصومت نہ کرے تو اُس کا شفعہ باطل ہو جاویگا اور اسی پر فتویٰ ہے ف اور ظاہر روایت یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا اِس طلب کی تاخیر سے جب تک شفیع زبان سے اپنی شفعہ ساقط نہ کرے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور جب فتویٰ ظاہر الروایۃ اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ص اور جس وقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ طلب کرے تو قاضی خصم ف یعنی مدعیٰ علیہ مشتری ص سے سوال کرے کہ شفیع اس عقار کا مالک ہے جس کے سبب سے دعویٰ شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہے ف زیلعیؒ نے کہا ملک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اوّل سوال کرے قبل مدعیٰ علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے میں ہے اور اُس کے حدود کیا ہیں اِس واسطے کہ اُس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ معلوم ہونا چاہیئے اِس لئے کہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اِسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعویٰ صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اُس کو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اُس کے حدود سے سوال کرے اِسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ

[له] گواہ کرنا طلب مواثبت میں لازم نہیں ہے جب کہ گواہ اُس مجلس میں نہ ہوویں والّا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس وقت گواہ ہوں تو اُن کو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرلیوے اور اگر کوئی وہاں نہ ہووے تو اپنی زبان سے شفعہ طلب کرلیوے فائدہ طلب کا یہ ہے تا اُس کا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب مواثبت کا منکر ہووے تو شفیع کو قسم کھانا چاہیئے اگر حاکم قسم کھلاوے غایۃ الاوطار [ك] یعنی مجلس تک اختیار ہے ۱۲

سبب غیر صالح کی وجہ سے دعویٰ کرتا ہووے یا وہ اور شخص احق کے سبب سے محجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہ ہو تو اُس سے سوال کرے کہ تجھ کو علم بیع کب سے ہوا اور تونے کیا کیا تھا جب سُنا تھا اس لئے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زماں اور اعراض یعنی طلب اول اور ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہے پھر جب اس کو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر طلب کی اور کس کے پاس اشہاد ہوا اور جس کے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دیوے اور کسی شرط کو فوت نہونے دیا ہووے تو دعویٰ اُس کا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعیٰ علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اُس گھر کی ملک کا سوال کرے جس کی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے طحطاوی ص تو جب مدعیٰ علیہ اقرار کرے اُس عقار کے مملوک ہونے کا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع گواہ قائم کرے اپنی ملک پر نسبت عقار مذکورہ کے تو اب قاضی اُس سے سوال کرے کہ تونے دوسرا عقار خرید کیا ہے یا نہیں اگر وہ اقرار کرے خرید کا یا نکول کرے قسم سے حاصل پر یا سبب پر ف جاننا چاہیئے کہ جہاں پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہے جیسے شفعہ خلیط تو وہاں قسم حاصل پر دیجاویگی مثلاً مدعیٰ علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھ پر نہیں ہے اور جہاں مختلف فیہ ہے جیسے شفعۂ جوار تو وہاں قسم سبب پر دیجاویگی اِس طرح پر کہ واللہ میں نے اُس عقار کو نہیں خریدا اِس لئے کہ اگر حاصل پر یہاں بھی قسم دیجاوے تو اُس کو گنجایش ہے کہ شافعیؒ کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اُس کا ذکر کتاب الدعویٰ میں گزر چکا کذا فی الاصل ص یا شفیع گواہ قائم کرے مدعیٰ علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لئے ثابت کر دیوے ف یہ جب ہے کہ مدعیٰ علیہ شفیع کی طلب شفعہ کا منکر نہ ہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع کے پاس طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے گواہ نہ ہوں تو قول مدعیٰ علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا در مختار ص اگرچہ شفیع وقت دعویٰ کے رقم ثمن نہ لایا ہووے اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کر دیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعیٰ علیہ کو عقار کا روک رکھنا تا وصول ثمن پہونچتا ہے تو اگر شفیع نے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہ ہوگا اور جو بائع نے وہ عقار ابھی مشتری کے قبض میں نہ دیا ہووے تو خصم شفیع کا بائع ہوگا ولیکن گواہ نہ سُنے جاویں گے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہ ہووے ف اِس لئے کہ وہی مالک ہے تو اُس کے حضور میں فسخ بیع کیا جاوے گا برخلاف اُس صورت کے کہ مشتری کے قبضے میں وہ عقار آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہیں ہے اِس لئے کہ وہ اجنبی ہوگیا کذا فی الاصل ص اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدہ ثمن ف جب وہ مبیع کسی اور کی نکلے ص بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرؤیۃ اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط کر لیوے برات کی ہر عیب سے اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں اُس عقار کے ف اور گھر مشتری کے قبضے میں ہے اور ثمن بائع کو نقد مل گئی ہے در مختار ص تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونوں گواہ لائے تو شفیع کے گواہ مقبول ہوں گے ف طرفینؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری کے اور فتویٰ طرفینؒ کے قول پر ہے ص اگر مشتری نے قیمت زیادہ بیان کی اور بائع نے اُس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہے تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاویگا ف اور جس صورت میں اس کا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں کو قسم کھانا ہوگا اور جو نکول کریگا طرف ثانی کا قول مقبول ہو جائیگا اور جو دونوں نے قسم کھالی تو بیع فسخ ہو جائیگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت دیکر عقار لے لیگا در مختار ص اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری قیمت مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع کچھ قیمت مشتری کو چھوڑ دیوے تو اُسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی ف اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھے گی در مختار ص اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے میں عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا تو شفیع اُس کی قیمت مشتری کو دیوے ف یعنی جو قیمت روز خرید اُس چیز کی ہووے در مختار ص تو عقار کی بیع میں بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے میں لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن مؤجل کے ہو تو شفیع نقد دام دے کر لے لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گزر جانے مدت کے ثمن دیکر لیوے اور جو شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو

بعوض شراب یا سُوَر کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہے تو شراب کی صورت میں شراب دیکر اور سُوَر کی صورت میں قیمت اُسکی دیکر عقار لے لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونوں صورتوں میں قیمت دیوے اگر مشتری نے اُس عقار میں عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہے کہ ثمن عقار کے ساتھ اُن دونوں کی قیمت جو حالت استحقاق قلع میں ہے دیکر اُن کو بھی لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اُکھاڑ کر لیجاوے[1] اگر شفیع نے زمین لیکر اُسمیں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہیں لے سکتا برخلاف مشتری کے کہ اگر وہاں ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیر لے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد اُس کے وہ ویران اور خراب ہو گیا یا باغ خریدا اُس کے درخت سُوکھ گئے تو شفیع اگر اُس کو لیوے تو پُورا ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہیں کر سکتا اگر مشتری نے مکان لیکر اُس کو گرایا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے زمین خریدی اور اُس کے اندر کے درخت اُسی کے ساتھ مع پھل مول لیے یا جسوقت خریدا اُس وقت درخت پر پھل نہ تھے پھر لگ آئے تو شفیع اِن دونوں صورتوں میں درخت مع پھلوں کے لے لیگا اور اگر مشتری نے اُن کو کاٹ لیا تو صورت اوّل میں پھلوں کے دام مجرا لیکر شفیع قیمت زمین کی دیوے اور صورت ثانی میں کل ثمن ادا کرے ف اسواسطے کہ پھل مشتری نے جس وقت خریدا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لئے حکم شفعہ کا قاضی نے کر دیا تو اب شفیع کو اُس کا چھوڑنا جائز نہیں در مختار

ص باب بیان میں اُس کے جسمیں شفعہ ہوتا ہے اور جسمیں نہیں ہوتا اور جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

شفعہ واجب ہوتا ہے قصداً ف یعنی شفعہ قصدیہ واجب ہوتا ہے بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا میں بھی شفعہ ہو جاتا ہے لیکن بالذات اُس میں نہیں ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاویں بدون زمین کے تو اُس میں شفعہ واجب نہ ہوگا ص اُس شے غیر منقول میں جو ملک میں آوے عوض کے بدلے میں اور وہ عوض مال ہووے اگرچہ اُس کی تقسیم نہ ہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنواں ف عوض کی قید سے ہبہ نکل گیا یہاں تک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا بلاعوض تو شفیع کو حق شفعہ نہ ہوگا البتہ اگر ہبہ بالعوض کریگا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہ ہو جیسے ایک گھر عوض میں مہر یا خلع کے دیا جاوے اور غیر مقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہے کہ شافعیؒ کے نزدیک غیر مقسوم میں شفعہ نہیں ہے اس لئے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے محنت قسمت کے ہے اور ہمارے نزدیک شفعہ ہے کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار میں جب تنہا بیچے جاویں بدون زمین کے شفعہ نہیں ہے اور جو بہ تبعیت زمین کے بیچے جاویں تو اُن میں بھی شفعہ واجب ہے اسی طرح شفعہ نہیں ہے میراث اور صدقہ اور ہبہ بلاعوض اور اُس گھر میں کہ تقسیم کیا جاوے شرکا میں یا اُجرت کے عوض میں دیا جاوے یا بدل میں خلع کے یا آزادی کے یا بدل میں صلح کے قتل عمد سے یا مہر میں اگرچہ بعض گھر کے مقابلے میں مال بھی ہو ف جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کر کے اُس پر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایک ہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر میں شفعہ نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار کے حصے میں شفعہ واجب ہوگا اور امام شافعیؒ کا عوض اُجرت وغیرہ میں خلاف ہے کذا فی الاصل ص اگر عقار[2] اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہے تو جب تک بائع کو اختیار رہے گا شفعہ واجب نہ ہوگا ف پھر اگر اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہو گیا بشرطیکہ شفیع اُس وقت طلب کرے قول صحیح میں اور بعضوں کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضرور ہے اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے در مختار ص اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہے شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا ف اور جب حق فسخ ساقط ہو جاوے مثلاً مشتری اُس میں عمارت بنا دے تو شفعہ ثابت ہو جاویگا کذا فی الاصل ص اگر بیع کے وقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اُس کے مبیع بسبب خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب کے بحکم قاضی بائع پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا اس لئے کہ یہ فسخ بیع ہے نہ بیع جدید اور جو بغیر حکم قاضی وہ شے خیار العیب میں یا با قالہ بیع بائع پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا اور غلام ماذون مدیون بدین محیط رقبہ کو اپنے مولیٰ کے مال میں اور

[1] اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مشتری پر جبر اُکھیڑنے درخت و عمارت کا نہ ہوگا بلکہ اس کو اختیار ہوگا کہ ثمن عقار اور قیمت بنا کی لیوے یا شفعت چھوڑ دے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے کذا فی الاصل ۱۲ [2] عقار یعنی زمین ۱۲

سید کو اپنے غلام ماذون مدیون مذکور کے مال میں حق شفعہ پہونچتا ہے اور شفعہ ثابت ہے اُس شخص کے لئے جو خود خرید کرے یا دوسرے کیلئے خریدے یا کوئی دوسرا اُس کے لئے خریدے فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر مشتری یا مؤکل شریک ہوں اور ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری اور مؤکل کو بھی شفعہ پہونچے گا **ف** مثلاً ایک گھر میں تین شخص شریک ہیں اب ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسرے کا حصّہ خریدنے کیلئے تو مؤکل شفیع ہے اور وکیل مشتری ہے تو دونوں کو حق شفعہ پہونچے گا **کذا فی الاصل ص** اور اگر مشتری شریک ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو شفعہ نہ پہونچے گا اور جو شخص بیچے اصالۃً یا وکالۃً یا اُس کی طرف سے دوسرا شخص بیچے یا وہ ضامن بیع ہو درک کا اور وہ شفیع ہو تو اُس کا شفعہ ساقط ہوجاوے **گا ف** اس لئے کہ بیع اور ضمان درک مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتی ہے لہٰذا شفعہ باطل ہوگیا **ص** اگر کسی نے اپنی زمین اس طرح بیچی کہ جو جانب شفیع کی طرف ملی تھی اُدھر سے ایک ہاتھ کم کرکے فروخت کی **ف** یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط شفعہ کا جو بسبب جوار کے ہووے صورت اُس کی یہ ہے کہ گھر کو بیع کرے مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک اُنگل کے موافق عرض میں اور طول میں جس قدر شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑ کر باقی کو بیع کرے **ص** تو شفیع کو شفعہ نہ پہونچے **گا ف** اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے تھا اور اتصال مبیع سے یہاں نہ رہا **ص** یا ایک حصّہ اُس زمین کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصّہ اول میں شفعہ پہونچے گا نہ ثانی میں **ف** یہ دوسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اُسکی یہ ہے کہ جب ایک گھر کے خرید کا ارادہ کرے بدلے میں ایک ہزار روپیہ کے تو اُس کل گھر میں سے کسی قدر حصّہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزارواں حصّہ اُس گھر کا نو سو ننانوے روپیہ کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزارویں حصّے میں گھر کے پہونچے گا اور اُسکو بھی وہ نہ لے سکیگا بوجہ گرانی قیمت اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصّے کو نہیں لے سکتا اِس لئے کہ مشتری دوسرے حصّے کے خریدتے وقت شریک تھا اور شریک مقدم ہے جار پر **کذافی الاصل مع زیادۃ ص** یا ثمن کے عوض میں خرید کرکے ایک کپڑا بائع کو دیدیوے تو شفیع نہیں لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے میں **ف** یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہے کہ ہمسایہ ہو یا شریک صورت اُس کی یوں ہے کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہے اُسکو ہزار روپئے کے بدلے میں خرید کرکے عوض ہزار روپے زر ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپئے کی مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اُس گھر کو نہیں لے سکتا مگر ہزار روپئے کے عوض میں **کذافی الاصل ص** حیلۂ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوٰۃ اور شفعہ کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتویٰ شفعہ میں ابو یوسف رحمہ کے قول پر ہے اور زکوٰۃ میں محمدؒ کے قول پر **ف** اسواسطے کہ زکوٰۃ عبادت ہے اُسمیں حیلہ کرنا انتہا کی بُرائی ہے اس لئے کہ یہ اختیار کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقراء کے حقوق کا جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اغنیا کے مال میں اور داخل ہوجانا ہے زمرے میں اُن لوگوں کے جنکی بُرائی اس آیت میں ہے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الآیۃ اور عذاب موعود آیۂ کریمہ کا مستحق ہونا ہے اور میں کہتا ہوں کہ شفعہ مشروع ہوا ہے واسطے دفع کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایے کے لوگ ایذا پاتے ہیں تو اسقاط شفعہ حلال نہیں ہے اور اگر مشتری مرد نیک ہے ہمسایے اُس سے نفع اُٹھاتے ہیں لیکن ناحق شفیع اُس کا رہنا نہیں چاہتا تو اُسوقت میں حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے **کذافی الاصل ص** اگر شفیع نے طلب مواثبت نہ کی یا طلب اشہاد نہ کی یا بعد بیع کے شفعہ اپنا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کرلی اپنے حق شفعہ کے بدلے میں یا کسی عوض پر تو اُن سب صورتوں میں شفعہ باطل ہوجاویگا اور صورت اخیرہ میں شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسی طرح اگر شفیع مرجاوے تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اُس کے ورثہ کو نہ پہونچے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک ورثہ کو حق شفعہ پہونچیگا **ف** یہ جب ہے کہ شفیع قبل قضائے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو ورثہ کو شفعہ ملے گا **کذافی الاصل ص** اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہ ہو**گا ف** بلکہ اُس کے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاوے **گا ص** اگر شفیع قبل اس بات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اُس جائداد کو اپنی بیچ ڈالے جس کے سبب اُس کو استحقاق شفعہ کا حاصل

ہے تب بھی شفعہ اُس کا باطل ہو جاویگا ف الّا جبکہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے ص اگر شفیع کو خبر پہونچی کہ مکان زید خریدتا ہے اور اُس نے شفعہ چھوڑ دیا بعد اُس کے معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپیے کو فروخت ہوا تو اُس نے شفعہ چھوڑ دیا پھر کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے میں بکا کہ قیمت اُسکی ہزار یا زیادہ ہے تو شفیع کو پھر دعویٰ شفعہ پہونچے گا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے میں بکا جس کی قیمت ہزار روپے یا زیادہ ہے تو شفعہ نہ پہونچے گا ف اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیا دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہے بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب میں اگر اُسکی قیمت ہزار روپے ہے تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزار روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہے اور اگر زیادہ ہے تو بطریق اَولےٰ شفعہ نہ ہوگا کذا فی الاصل ص اگر چند شخصوں نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصّہ لے سکتا ہے اور جو چند شخصوں نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصّہ نہیں لے سکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین میں سے نصف بیچ ڈالی پھر اُس کو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جُدا کیا اور مشتری کا نصف علٰحدہ کیا تو شفیع اُس نصف کو لے سکتا ہے مسائل ملحقہ ابرائے عام سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے قضاءً نہ دیانۃً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہووے اگر دار مبیعہ کی مِلک کا بھی دعویٰ ہے اور شفعہ کا بھی تو یوں دعویٰ کرے کہ میں اِس گھر کی مِلک کا دعوےٰ کرتا ہوں اگر یہ گھر مجھے پہونچا تو بہتر ہے ورنہ میں شفعہ کے دعویٰ پر ہوں جس لڑکے کا کوئی ولی نہیں ہے تو اُس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اگر قاضی اُسکی طرف سے کوئی کارپرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے درمختار

ص کتاب القسمۃ

ط یعنی قاسم ۱۲

قِسمت کہتے ہیں ایک حصّہ شائع ف یعنی پھیلے ہوئے ص کو جُدا کر دینا اور معین کر دینا ف اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شرکا کا یا بعض کا منفعت کو اپنی مِلک سے تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں اور شرط قسمت یہ ہے کہ منفعت فوت نہ ہو جاوے تو دیوار اور حمّام اور مانند اس کے قسمت نہ کیے جاویں گے درمختار ص جو چیز مثلی ہے تو اُسکی قیمت میں افراز یعنی اپنے حق کا جُدا کر لینا غالب ہے اور جو غیر مثلی ہے تو اُسمیں مبادلہ غالب ہے ف مثلی جیسے گیہوں چاول جَو وغیرہ میں افراز اسلئے غالب ہے کہ اُس کے اجزا اور ابعاض میں تفاوت نہیں اسواسطے کہ مثلاً گیہوں اور جَو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اُسکے مثل ہے ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے اور غیر مثلی میں جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین میں مبادلہ غالب ہوا اس لئے کہ اُن میں تفاوت بہت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اُسکو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں حصّوں میں بالیقین مماثلت اور مساوات نہیں ہے ص تو ہر شریک حصّہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت میں مثلی میں لے سکتا ہے نہ غیر مثلی میں ف اسلئے کہ مثلی میں تفاوت نہیں ہے برخلاف غیر مثلی کے درمختار ص اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر بھی جبر کیا جاویگا متحد الجنس میں ف یہ جواب ہے ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں پھر کیا وجہ ہے کہ متحد الجنس غیر مثلی میں جبر کیا جاتا ہے قسمت پر باوجود اِس بات کے کہ مبادلۂ مال پر جبر نہیں کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہے لیکن اسمیں معنی افراز کے پائے جاتے ہیں اور شریک چاہتا ہے کہ اپنے حصّے سے نفع اُٹھاوے اِس وجہ سے اُسمیں جبر جاری ہوا علاوہ اِس کے کبھی مبادلہ میں بھی جبر ہوتا ہے جب اُس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے ادائے دَین میں کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنیوالا وہ ہو جو بیت المال سے اُجرت دیا جاتا ہو تا لوگوں کے مال بغیر اُجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اَولیٰ ہے اور جو اُجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہے اور اُجرت سب شریکوں پر برابر ہوگی ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جس کا حِصّہ زیادہ ہو وہ زیادہ اُجرت دیوے اور جس کا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اُجرت محنت ہے مِلک کی امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ اُجرت بعوض ممیز کر دینے کے ہے ایک حصّے کو دوسرے حصّے سے اور اسمیں تفاوت نہیں قلیل اور کثیر میں بلکہ کبھی قلیل میں مشکل ہوتا ہے اور کثیر میں آسان اور کبھی اس کا اُلٹا ہوتا ہے اور اُس کا اعتبار متعذر ہوا پس سب شریکوں پر اُجرت برابر ہوگی باعتبار اصل تمیز کے کذا فی الاصل اور اُجرت ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چرانے اور لادنے والے کی اور محافظت کرنیوالے کی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے بقدر حصّوں کے ہوگی درمختار

ص واجب ہے کہ قاسم عادل ہو اور علم قسمت کو خوب جانتا ہووے ف اور عادل امانت دار ہووے درمختار ص اور حاکم یہ نہ کرے کہ قسمت کیلئے خاص ایک شخص کو مقرر کردے ف اس طرح پر کہ وہی شخص اُجرت لیکر تقسیم کرے کیونکہ وہ اُجرت گراں لیگا اور لوگوں کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی ص اور نہ یہ کہ اُجرت قسمت کی سب قاسموں میں مشترک ہوا کرے ف ورنہ وہ آپس میں اتفاق کرکے اُجرت گراں لیں گے ص قسمت صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جب اُن میں کوئی شریک صغیر سن ہو ف یا مجنون ہو جس کا کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہووے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں ہے کہ اِن صورتوں میں قسمت لازم نہ ہوگی درمختار ص بلکہ اُسوقت اجازت قاضی کی ف یا غائب یا صبی کی بعد بلوغ کے یا اُس کے ولی کی درمختار ص ضرور ہے ف یہ جب ہے کہ شرکا وارث ہوں اور جو مشتری ہوں تو قسمت باطل ہے اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہو جاوے جبتک وہ صبی بالغ ہوکر یا اُس کا ولی اجازت ندیوے یا غائب حاضر نہ ہووے درمختار ص اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا شرکا دعویٰ کرتے ہیں یا اُسکی شرا کا یا مطلق مِلک کا اسی طرح غیر منقول اگر اُسکی شرا یا مِلک کا دعویٰ کرتے ہوں اور جو اُسکی میراث کا دعویٰ کرتے ہوں تو وہ تقسیم نہ کیا جاویگا امام صاحبؒ کے نزدیک یہاں تک کہ گواہ لاویں موت پر مورث کی اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبینؒ کے نزدیک تقسیم کردیا جاویگا مثل اور صورتوں کے اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصوں نے دعویٰ کیا کہ عقار اُنکے قبضے میں ہے جبتک وہ اپنی مِلک پر گواہ نہ لاویں باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور اُنھوں نے مورث کی مَوت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے اور ایک عقار اِن دونوں کے قبضے میں ہے اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہے یا غائب ہے تو عقار کو تقسیم کرکے قاضی ایک شخص کو مقرر کردے گا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کرلیوے اور جو ایک وارث حاضر ہوا اور اُس نے گواہ قائم کیے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر یا کئی شخصوں نے ایک چیز مِل کرلی اب ایک خریدار غائب ہے اور باقی شریک حاضر ہیں یا کُل یا بعض عقار اُس طفل نابالغ یا غائب کے قبضے میں ہووے تو قسمت نہ کیجائیگی مال مشترک قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اُٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہے اور دوسرے کا اس قدر قلیل ہے کہ وہ اُس سے نفع نہیں اُٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہوگی اور حصۂ قلیل والے کی طرف سے قسمت نہ کیجاویگی ف اِس لئے کہ صاحب حصۂ قلیل کو قسمت میں کچھ نفع نہیں تو نقصان پہونچانیوالا ہے طلب قسمت میں اور بعضوں نے برعکس کہا ہے یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہ ہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف نقصان چاہتا ہے صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کیجاویگی اِس لئے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی کذا فی الاصل درمختار میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے نقلاً عن الخانیۃ ص اگر قسمت کرنے سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہووے تو قسمت نہ ہوگی جب تک سب شریک طلب نہ کریں تقسیم کو اور قسمت کیجاوے اُن اسباب اور عروض کی جن کی جنس متحد ہے ف مثلاً صرف بکریاں ہوویں یا نرے اُونٹ ہوویں یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہووے ص اور جو مال مشترک دو جنس کے ہوں ف یا کئی جنس کے جیسے بکریاں اور اُونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے ص یا غلام لونڈی ہوں یا جواہرات ہوں یا حمام ہو ف یا کنواں یا چکی یا کتابیں درمختار ص تو قاضی قسمت نہیں کرسکتا مگر جب سب شریک راضی ہوجاویں تقسیم پر ف اور صاحبینؒ کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شرکا کی طلب سے بھی تقسیم کردیے جاویں گے جیسے اُونٹ وغیرہ امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ آدمی آدمی میں بہت تفاوت فاحش ہوتا ہے تو مثل اجناس مختلفہ کے ہوئے اور جواہر میں بعضوں کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہ ہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہیں کہ جواہرات اگرچہ متحد الجنس ہوویں جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجہا متفاوت اور کم و بیش ہوتی ہے تو مساوات قیمت اُسمیں ممکن نہیں ہے اور جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ کتابیں تقسیم نہ کیجاویں گی وارثوں میں لیکن ہر ہر وارث اُس سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابوں کی اوراق کے شمار سے نہ ہوگی اسی طرح جلد جلد سے اگر ایک کتاب کئی جلد میں ہووے اور اگر وہ شریک باہم راضی ہوجاویں اِس بات پر کہ کتابوں کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ کتابیں لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں درمختار

ص کئی گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور ایک دُکّان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت جُدا جُدا ہوگی ف یعنی یہ نہ ہوگا کہ ایک شریک کو گھر دیدیا جاوے اور دوسرے کو زمین یا دُکان یا دوسرا گھر دیدیا جاوے بلکہ ہر ایک میں علٰحدہ علٰحدہ قسمت کیجاویگی اگرچہ سب گھر ایک شہر میں ہوویں امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر میں ہیں اور جو دو شہر دنمیں ہیں تو بالاتفاق قسمت ہر ایک کی علٰحدہ علٰحدہ کیجاویگی کذافی الاصل ص اور قسمت کرنیوالا شے مقسوم کا نقشہ کھینچے ف قاضی کے دکھلانے کیلئے در مختار ص اور مقسوم کو قسمت کے حصّوں پر تعدیل اور تسویہ کرے ف اس طرح پر کہ اقل سہام کو دیکھ کر اُس کے مخرج پر مقسوم کے حصّے کر لیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہے تو شے مقسوم کے تین حصّے کرے اور جو سُدس ہے تو چھ حصّے کرے علیٰ ہذا القیاس ص اور گزوں سے اُسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت مقرر کرے اور ہر حصّے کی آمد کی راہ اور پانی جُدا کر دیوے اور حصّوں کا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے اور جس کا نام پہلے نکلے اُسکو پہلا حصّہ دیوے اور جس کا نام دوسری بار میں نکلے اُسکو دوسرا حصّہ دیوے ف یعنی قاسم اُس کاغذ پر گزوں کو لکھ کر جدول قلم سے ہر ذراع فی ذراع کو بہ شکل خِشت خام کے بناوے اور مکان اور سایبانوں کو اُن ہی گزوں سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگالیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب غربی سے مثلاً شروع کرے تو اوّل حصّہ کا نام پہلا حصّہ رکھے پھر اُسکے متصل دوسرا حصّہ پھر تیسرا حصّہ اسی طرح جتنے حصّے ہوں اخیر تک بعد اُسکے شرکا کے نام قرعہ پر یا کسی اور چیز پر لکھ کر پہلے جس کا نام نکلے اُسکو ابتدا کی جانب سے جے حصّے پہونچتے ہوں دیدیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصّے برابر ہوں یا کم وبیش انتہٰی کذافی الاصل ص اور نقد روپے گھر اور زمین کی قسمت میں داخل نہ کیے جاوینگے مگر شرکا کی رضامندی سے ف تو اگر زمین میں عمارت بھی ہو اُسکی قسمت قیمت سے ہوگی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ زمین برابر برابر تقسیم کر کے جس کے حصّے میں عمارت آوے وہ دوسرے کو موافق قیمت عمارت کے روپے پھیر دیوے تا حصّہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے روپے داخل کیے جاویں گے قسمت میں اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ جس کے حصّے میں عمارت ہے وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر اُس سے بھی پُورا نہ ہو تو کچھ روپے دیوے اِس لئے کہ ضرورت اِسی قدر میں ہے کذافی الاصل ص اور اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہوگئی اب ایک شریک کی مُہری یا راہ دوسرے شریک کے حصّے میں سے ہے اور اُسکی شرط قسمت کے وقت نہیں ہوئی تھی تو راہ اور مُہری اُسکی بدل دیں گے اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کر کے اِس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد و رفت کی راہ جُدا ہووے اگر ایک مکان اُوپر اور نیچے کا مشترک ہے اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہے اور اُوپر کا مشترک اور ایک اُوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہے اور نیچے کا مشترک تو اِن مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کر کے بلحاظ قیمت تقسیم کیے جاویں امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے ف اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گزوں سے ناپ کر تقسیم کر دیں گے اِس طرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل میں دو گز اُوپر کے مکان سے دیں گے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی گزوں سے تقسیم ہوگا لیکن اُوپر اور نیچے کا مکان برابر رہے گا کذافی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنے حصّہ پانیکا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصّے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اُسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہوں سے ف اِس لئے کہ وہ چاہتا ہے فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہوں سے اور ہدایہ میں ہے کہ دعویٰ اُس کا مقبول نہ ہونا چاہیے بسبب تناقض[1] کے اور مبسوط اور فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اِسی کی تائید ہے اور روایت متن کی یہ دلیل ہے کہ اُس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے اپنے حق پانے کا اقرار کر لیا پھر جب اُس نے خوب سوچا تو اُس کے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اُس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاویگا وقت ظاہر ہونے حق کے کذافی الاصل میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہاں اُس کے دعوے میں تناقض ہے لیکن تناقض محل خفا میں عفو ہے جیسا کہ اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ میں مصرح ہے ص اگر دو شخص قاسم تھے تو اُن کی شہادت احد الشریکین پر جب وہ انکار کرے اپنے حصّے پانے کا مقبول ہے ف شیخینؒ کے نزدیک اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مقبول نہیں ہے اِس لئے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر ہے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں اپنے فعل پر شہادت نہیں ہے بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اِس بات کی کہ میں نے اپنا

[1] لہ اس لئے کہ پہلے اقرار کیا کہ میں اپنا پورا حصہ لے چکا پھر کہتا ہے کہ کچھ حصہ میرا باقی ہے ۱۲

حصہ سب پالیا ص اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ میں نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اُسمیں سے کچھ لے لیا تو اُس شریک کو
حلف دلاویں گے اور جو قبل اقرار استیفاے حق کے اُس نے یہ کہا کہ مجھ کو اس قدر حصہ پہونچا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا نہ دیا تو دونوں قسم
کھاویں اور قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک راہ کے عرض میں اختلاف کریں تو راہ کا عرض موافق دروازہ مکان کے عرض کے کردیا جاوے
اور طول اُس کا بقدر طول دروازے کے اور زمین بقدر چلنے بیل کے آور جو شریکوں نے شرط کر لی کہ مقدار راہ کی متفاوت رہے تو جائز ہے درمختار
ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے میں سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہیں بلکہ وہ شریک موافق اُس حصے
کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لے لیوے آور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین میں کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاویگی ف اور اصل
کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اگر کسی کا جی چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہے باری باری نفع لینا شے مشترک سے جس کو مہایاۃ کہتے ہیں مثلاً
ایک دار مشترک میں ایک طرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا یہ اُوپر کے مکان میں رہے اور دوسرا نیچے کے مکان میں رہے
یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یہ کام لیا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر میں ایک دن یہ رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہوں
ایک ایک سے کام لیا کرے دوسرا دوسرے سے ف مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہوگیا پھر میت پر دَین نکلا تو قسمت کو فسخ کرڈالیں گے مگر جب سب
وارث مِل کر قرض کو ادا کردیں یا قرضخواہ اپنا قرضہ سب وارثوں کے ذمے سے معاف کردیویں یا اور ترکہ اس قدر باقی ہو جو قرضے کو کافی ہو اگر بعد
قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دعویٰ دَین کیا تو مسموع ہے نہ دعویٰ عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے میں درخت کی مِلک کا مُدعی ہوا تو باطل
ہے اگر ایک شریک کے حصے کے درخت کی شاخیں دوسرے شریک کے حصے میں لٹکتی ہیں تو اُس کو جبر اُس درخت کے کاٹنے پر نہیں پہونچتا اگر
زمین مشترک میں احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی اور اُس کے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین قسمت کردیں گے اگر
جس نے عمارت بنائی اُسی کے حصے میں آگئی تو بہتر ہے ورنہ اُسکو منہدم کردیں گے اور یہی حکم درخت کا ہے البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے
تو نہ گراویں گے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کرلیں تو درست ہے جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اُس میں مِلک
قابض کی آجاوے گی اور جو اُس میں تصرف کرے گا وہ نافذ ہوگا مثل مقبوض بہ شرائے فاسد کے اگر مکان مشترک گر گیا اور ایک شریک اُسکی
تعمیر نہیں کرتا تو قسمت کردیویں اور جو قسمت نہ ہو سکے تو ایک شریک اُس کو بنا کر کرائے پر چلاوے اور دام اپنے وصول کرلیوے اگر قاضی کے
حکم سے بناوے ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو بھر لیوے آنسان کو اپنی مِلک میں تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اُس سے ضرر پہونچے درست
ہے اسی پر فتویٰ ہے آور بعضوں نے کہا نہیں درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے دُرمختار

ص كتاب المزارعة

شرع میں مزارعت عبارت ہے اُس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بتقرر بعض خارج ف یعنی تہائی یا چوتھائی اناج جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین
عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اُسمیں زراعت کرے جو کچھ پیدا ہووے اُسکی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کو اِسی کا نام مزارعت ہے ارکان اُس
مزارعت کے چار ہیں ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل درمختار ص امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہیں ہے اِس لئے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا مخابرت سے ف روایت کیا اسکو مسلمؒ نے جابرؓ سے آور مخابرت لغت میں اہل مدینہ کے مزارعت
کو کہتے ہیں اور ایک روایت میں مسلمؒ کی صاف مزارعت کا لفظ موجود ہے ص اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہے بعض پر اُس چیز کے
جو اجیر کے عمل سے نکلتی ہے تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ منع ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ف اسلئے کہ لوگ
اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور حاجت ہے طرف اِس کے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا
تھا اہل خیبر سے اوپر نصف خارج کے خواہ پھل ہوں یا اناج ہو روایت کیا اُسکو ابوداؤدؒ ترمذیؒ ابن ماجہؒ بخاریؒ مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے ہدایہ میں

اس کا جواب دیا ہے کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے بالجملہ دلیل امام اعظمؒ کی ظاہر حدیث سے قوی ہے اور عمل کرنا مذہب صاحبینؒ پر بہ نظر ضرورت اور احتیاج کے ہے ص لیکن مزارعت کے صحیح ہونے کیلئے کئی شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہے کہ عاقدین اہل ہوں ف یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہیں ہے لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہے طحطاوی ص تیسری شرط یہ ہے کہ مدت مذکور ہو ف موافق دستور کے اور درمختار میں ہے کہ ہمارے زمانے میں ذکر مدت ضرور نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے ص چوتھی شرط یہ ہے کہ تخم دینے والے کو معین کر دینا ف یعنی بیج بونے کیلئے کون دیوے جس کی زمین ہے وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہے وہ دیوے اسکی تعیین ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک موافق عرف کے عمل ضرور ہے در مختار ص پانچویں شرط یہ ہے کہ جو چیز بوئی جائے اسکی جنس مذکور ہو ف یعنی باجرا یا جوار یا گیہوں ص چھٹی شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے ف یعنی جس کا بیج نہیں ہے اس کا حصہ مقرر کر دینا ضرور ہے ص ساتویں شرط یہ ہے کہ زمین محنت کرنیوالے کے بالکل سپرد کر دیجاوے ف تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونیکے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے میں نے تجھ کو تسلیم کر دی کذا فی الطحطاوی ص آٹھویں شرط یہ ہے کہ جو غلہ پیدا ہووے اسمیں دونوں کی شرکت ہووے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے من یا دو من غلہ معین کر دیا گیا ہووے ف یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے کہ دس من غلہ فلاں کو ملیگا بعد اس کے نصفا نصف یا اثلاثا تقسیم کرلیں گے مزارعت اس صورت میں اسلئے باطل ہے کہ احتمال ہے سوائے دس من غلے کے اور کچھ پیدا نہ ہووے تو مشارکت منقطع ہوجاویگی پس ضرور ہے کہ جس قدر نکلے دونوں میں مشترک رہے ص یا ایک مقام خاص میں جو غلہ نکلے وہ ایک کیلئے معین کر دیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے پہلے دیدیا جاوے پھر مابقی تقسیم ہووے ف ان سب صورتوں میں مزارعت باطل ہے اسلئے کہ شاید اسی مقام خاص میں غلہ نکلے اور کہیں نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جس قدر خراج معین ہے اسی قدر غلہ نکلے زیادہ پیدا نہ ہووے پس مشارکت نہ رہیگی اور اگر خراج مقاسمہ ہو یعنی جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہے ہووے تو عقد مزارعت باطل نہ ہوگی جیسے عشر کی پہلے دیدینے کی شرط ہووے اس لئے کہ اسمیں شرکت منقطع نہیں ہوتی بلکہ جس قدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اس کا ربع یا خمس یا خراج مقاسمہ میں ہووے ادا کر کے باقی بطور شرط کے تقسیم کرلیں گے کذا فی الاصل ص یا بھوسا ایک کا ہووے اور دانہ دوسرے کا ف اس لئے کہ شرکت اس صورت میں منقطع ہو جاتی ہے اسمیں جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج کذا فی الاصل ص یا دانہ نصفا نصف ہووے اور بھوسا اس کا جو صاحب تخم نہیں ہے ف اس لئے کہ یہ شرط خلاف ہے مقتضائے عقد کے کیونکہ بھوسے کا مستحق وہی ہے جس کے بیج ہیں ص یا بھوسا نصفا نصف ہو اور دانہ ایک کا ہووے ف اس لئے کہ مقصود میں شرکت منقطع ہو جاتی ہے ص اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور بھوسا تخم والے کو ملے یا بھوسے کا بالکل ذکر ہی نہ کیا تو درست ہے ف اس لئے کہ اول صورت میں شرط موافق مقتضائے عقد کے ہے کیونکہ بھوسا اسی کی ملک کی افزایش ہے جس کا تخم ہے اور دوسری صورت میں مقصود یعنی اناج میں شرکت حاصل ہے تو اس صورت میں کل بھوسا صاحب تخم کو ملیگا اور بعضوں کے نزدیک مشترک رہیگا دانے کی متابعت سے کذا فی الاصل ص اسی طرح مزارعت درست ہے اگر تخم اور زمین ایک کی ہے اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم ایک کا اور باطل ہے اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک کی ہو یا زمین اور عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین اور محنت ایک کی ہووے ف کل صورتیں یہاں سات ہیں جسمیں سے تین درست ہیں اور چار نادرست جیسا کہ مذکور ہوا اور تفصیل اور دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے ص جب عقد مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور جو کچھ پیدا نہ ہووے تو محنت کرنے والے کو کچھ نہ ملے گا اور جبر کیا جاوے گا عقد مزارعت کے پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اس پر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب تخم پر جبر نہ ہوگا بیج ڈالنے

له واسطے عرف اہل ملک کے ۱۲ له مثلاً من یا دو من ۱۲ ۱۲

کے پہلے ف اور بعد بیچڑالینے کے اُس پر بھی جبر ہوگا درمختار ص اور جس صورت میں عقد مزارعت فاسد ہو جاوے تو پیداوار سب اُسکو ملیگی جس کا تخم ہے اور دوسرے کو اگر اُسکی زمین ہے تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہے تو محنت کی اُجرت ملیگی لیکن جس قدر شرط ہوا تھا اُس سے زیادہ نہ ملے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جہانتک پہونچے اُجرت مثل دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے ف اور جو مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہ ہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے تو زمین اور بیل کی اُجرت اُس پر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اُجرت مثل عامل کے دینا ہوگی درمختار ص اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنے والا زمین کو جوت چکا ہے تو قاضی کے حکم سے اُسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ اُسکو راضی کرنا چاہیئے ف تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اُجرت مثل ادا کرے بسبب اُس کے فریب دینے کے کذافی الدرالمختار ص اور باطل ہو جاتی ہے مزارعت احدالمتعاقدین کے مرجانے سے اور فسخ کیجاتی ہے اگر دَین کے سبب سے اُس زمین کی بیع ضرور ہو جاوے ف یہ جب ہے کہ کھیتی پیدا نہ ہوئی ہو لیکن دیانۃً واجب ہے کہ اگر عامل عمل کر چکا ہو تو اُس کو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اُگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو تو زمین کی بیع نہ ہوگی اِس لئے کہ مزارع کا حق اُس سے متعلق ہے کذافی الاصل ص اور جو مدت مزارعت کی گزر گئی اور کھیت پختہ نہ ہوا تو مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اُجرت مثل زمین کی واجب ہے اور اخراجات اُس کے دونوں پر ہونگے بقدر حصّوں کے جیسے اُجرت کھیت کاٹنے اور اُٹھانے اور روندنے اور غلّے کو بھوسے سے صاف کرنیکی دونوں پر بقدر حصّوں کے ہوگی اور جو اُسکی شرط محنت کرنیوالے پر ہو تو مزارعت فاسد ہو جاویگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے اور عامل کو یہ کام کرنا پڑیں گے بسبب رواج کے تو حاصل اس مقام کا یہ ہے کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہے تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد اُسکے ہے وہ دونوں پر ہے موافق حصّوں کے

ص کتابُ المساقاۃ

مساقات کہتے ہیں اشجار دینے کو اس لئے کہ دوسرا شخص اُسکو پرورش کرے بعوض ایک حصّے کے اُس کے پھلوں میں سے اور مساقات مثل زراعت کے ہے حکم میں ف یعنی مساقات صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ص اور اختلاف میں ف یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اور دلائل ہرایک کے وہی ہیں جو کتاب المزارعۃ میں گذر چکے ص اور شرطوں میں ف جو شرطیں مزارعت کی تھیں وہی شرطیں مساقات کی ہیں جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور عامل کا حصّہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہیں مساقات میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت ضمن میں مساقات کے درست ہے اسلئے کہ اصل ان عقود میں مضاربت ہے اور مساقات بہت مشابہ ہے مضاربت سے اِس امر میں کہ دونوں میں نفع میں شرکت ہے اور مزارعت میں صرف نفع میں شرکت جائز نہیں یعنی اُس اناج میں جو تخم پر زائد ہووے بلکہ کُل میں شرکت چاہیئے کذافی الاصل ص مگر مدت کا ذکر مساقات میں ضرور نہیں تو اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی ف از روے استحسان کے اسلئے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے کذافی الاصل ص اور اول بار کے پھلوں پر واقع ہوگی اور رطبہ میں جبتک اُس کا بیج نہ پکے ف رطبہ کو فارسی میں سپست تر کہتے ہیں اور وہ ایک گھاس ہے کہ جانوروں کو کھلایا کرتے ہیں تو جب کسی نے رطبہ کو بطور مساقاۃ کے دیا تو بیان مدت شرط نہیں ہے پس جبتک رہیگی کہ بیج اُس کا نہ پکے اسواسطے کہ اُس کے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہے شجر میں میں کہتا ہوں کہ اکثر اُسمیں تخم غیر مقصود ہوتا ہے بلکہ ہر سال میں چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہے اور اگر تخم مقصود ہو تو ایکدفعہ کاٹ کے چھوڑ دیجاتی ہے تخم کے پکنے تک پس جہاں تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیئے کہ ایک سال تک مساقاۃ رہے کذافی الاصل ص اگر مساقات میں اتنی مدت بیان کی جسمیں پھل نہیں پکتا تو وہ فاسد ہوگی اور جو اس قدر مدت بیان کی کہ اُسمیں کبھی پک جاتا ہے اور کبھی نہیں پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اُس میعاد میں پک گیا تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اُجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہے مساقات انگور اور درخت اور ترکاریوں اور بینگن کی جڑوں اور کھجور میں اگرچہ اُسمیں پھل موجود ہوں لیکن پکے نہ ہوں تو اگر پکے ہوئے پھل ہوں تو پھر مساقات صحیح نہ ہوگی بسبب حاجت نہ ہونیکے جیسے مزارعت تیار

کھیتی میں صحیح نہیں ہے تو اگر احد المتعاقدین مرجائے یا مدت مساقات کی گزر جائے اور پھل کچے ہوں تو عامل یا وارث اُس کے کام کیے جاویں اگرچہ زمین کا مالک یا اُس کے ورثہ خوش نہ ہوں آور مساقات نہیں فسخ ہو گی مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہونے سے کہ اُس کی طرف سے خوف ہو پھل اور شاخوں کا اور خالی جنگل کو دیدینا کسی کو ایک مدت معین کر کے تاکہ وہ اُسمیں درخت لگاوے پھر زمین اور درخت دونوں میں نصفا نصف ہو جاوے درست نہیں ہے بلکہ درخت اور اُس کے پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اُجرت ملیگی ف یعنی جو درخت کی قیمت گاڑنے کے دن تھی حیلہ اِسکے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اُجرت پر تاکہ مالک کے حصّے میں وہ محنت کر کے درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم

ص کتاب الذبائح

ف ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی ذبیحہ اُس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے درمختار ص حرام ہے وہ ذبیحہ جسکی ذکات[1] نہ کیجاوے ف ذکات کا بیان آگے آتا ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ یعنی حرام ہیں اوپر تمھارے میتہ اور دم یہاں تک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی اُسکی اور ذبیحہ سے مراد وہ حیوان ہے جو قابل ذبح کے ہے تو اُس سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی اسواسطے کہ اُنکی شان سے ذبح نہیں ہے اور اس سے معلوم ہو گئی حرمت اُس جانور کی جو اُونچے سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو ٹکڑا زندہ جانور سے قطع کر لیا گیا کذا فی الاصل باختصار وزیادۃ ص ذکات دو قسم کی ہے ایک ذکات اضطراری وہ زخم پہونچانا کسی مقام پر بدن سے ہے اور ایک ذکات اختیاری وہ ذبح کرنا ہے میان حلق اور لبہ کے ف لبہ بفتح لام اور تشدید با عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر[2] کا سینے سے کذا فی الاصل یعنی سر سینہ جہاں سے شروع ہوا ہے وہاں سے لیکر جبڑوں تک ذکات اختیاری کا مقام ہے دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان میں لبہ اور جبڑوں کے ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہے اِس لفظ سے ص اور ذبح کی رگیں جن کا قطع ذبح میں ضرور ہے چار ہیں پہلا حلقوم یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہے دوسری مَرِیُ بروزن اَمیرٌ نام اُس رگ کا ہے جس سے کھانا پانی جاتا ہے تیسری اور چوتھی دو شہرگیں کہ اُن میں خون بھرتا ہے اور اُنکو عربی میں وَدَجین کہتے ہیں ف یہ دونوں رگیں داہنے بائیں حلقوم اور مری کے واقع ہیں ص تو جائز نہیں ہے ذبح فوق العقدہ[3] یعنی اوپر گرہ کے ف اور بعض کے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکات درمیان میں لبہ اور جبڑوں کے ہے کذا فی الاصل درمختار میں اسی قول کو صحیح رکھا ہے ص اور حلال ہو جائیگا ذبیحہ اگر اِن چاروں رگوں میں سے تین رگیں بھی کٹ جاویں ف اس واسطے کہ تین اکثر ہیں اور اکثر کو حکم کل کا ہے یہی قول ہے امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر رگ کا اکثر قطع ہونا ضرور ہے ہدایہ ص صحیح ہے ذبح ہر ایک دھار دار چیز سے جو ان چاروں رگوں کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ نرکل کا پوست یا پتھر تیز دھار دار ہووے ف اس واسطے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے رافع بن خدیجؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اُس پر نام اللہ تعالیٰ کا تو کھاؤ اُس کو سوا دانت اور ناخون کے لیکن دانت تو ہڈی ہے اور لیکن ناخون سو چھریاں حبشیوں کی ہیں آور روایت کی بخاریؒ نے کعب بن مالکؓ سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اُس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اُس کے کھانے کا ص مگر دانت سے اور ناخون سے جب بدن میں جمے ہوئے ہوں ف لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہوں بدن سے تو ذبح حلال ہے ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہے اور شافعیؒ کے نزدیک حرام ہے اور ذبیحہ مُردار ہے اِس لئے کہ رافع بن خدیجؓ کی حدیث میں جو اُوپر گزری حضرتؐ نے استثنا کر دیا دانت اور ناخون کا اور فرمایا آپؐ نے کہ وہ چھریاں ہیں حبشیوں کی آور جواب ہمارا اس حدیث سے بچند وجوہ ہے پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہے اور ذبح دانت اور ناخون سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہے دوسری یہ کہ مراد اُس حدیث

[1] یعنی ذبح کیا جاوے ۱۲ [2] نحر یعنی ذبح شتر ۱۲ [3] فوق العقدہ یعنی گھنڈی سے اوپر ۱۲

میں دانت اور ناخون سے وہی دانت اور ناخون ہیں جو انسان کے بدن میں جمے ہوئے ہوں اِس لیے کہ حبشیوں کی یہی عادت تھی کہ ناخون بڑھایا کرتے تھے اور اُسی سے ذبح کیا کرتے تھے کذا فی الاصل اور جب ناخون اور دانت جُدا ہو گیا تو اب حکم اُس کا مثل اور آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہے تیسری یہ کہ روایت ابوداؤدؒ اور نسائیؒ میں موجود ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بہا تو خون جس چیز سے چاہے اور ذکر کر تو نام اللہ تعالیٰ کا اور اسمیں استثنا نہیں دانت اور ناخون کا تو یہ حدیث عام ہے اور عام معارض ہے خاص کی واللہ اعلم ص اور مستحب ہے کہ چھری تیز کر رکھے قبل جانور کے لٹانے کے ف اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے شداد بن اوسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے ضرور کیا احسان ہر چیز پر سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیئے کہ تیز کرے ایک تم میں سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحے کو ص اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوئے ہے بکری کو اور تیز کر رہا ہے چھری کو تو فرمایا آپنے تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیوں نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے ص جیسے اُس کا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کیطرف مکروہ ہے اسی طرح مکروہ ہے ذبح کرنا گردن کے پیچھے سے ف لیکن وہ حلال ہے ہمارے اور شافعیؒ کے نزدیک اگر رگوں مذکور کے کٹنے تک وہ زندہ رہے اور جو قبل اُس کے مرجاوے تو حرام ہے اِسواسطے کہ بدون ذبح کے مرگئی اور امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہے ص اور اسی طرح سخت ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اُسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے ف کلیہ یہ ہے کہ جسمیں عذاب دینا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہو وہ سب مکروہ ہے در مختار ص اور شرط ہے کہ ذبح کرنیوالا مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہووے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنی ذبیحہ اُن لوگوں کا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ حلال ہے واسطے تمھارے اِسواسطے کہ وہ نام اللہ تعالیٰ کا لیتے ہیں وقت ذبح کے کذا فی الاصل اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عُزیر یا عیسیٰ مسیح علیہما السلام کا نام لیویں تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا جیسے مسلمان اگر ذبح کے وقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیکے ذبح کرے کفایہ جاننا چاہیئے کہ مراد طعام سے اس آیت میں ذبیحہ ہے نہ اناج وغیرہ اسلیے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی بیکار ہوئی جاتی ہے کیونکہ اناج وغیرہ مشرکین سے بھی لینا درست ہے ص اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنیوالا اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے تو درست ہے ذبیحہ اُس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے ہوں ف اور جو صبی یا مجنون ایسا ہو کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اُس کا ذبیحہ درست نہیں ہے ص اور درست ہے ذبیحہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہووے اور گونگے کا ف اِس لئے کہ گونگا اللہ تعالیٰ کے نام لینے سے معذور ہے تو وہ مثل ناسی کے ہوا ص اور نہیں حلال ہے ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا ف اِسواسطے کہ مسند عبدالرزاقؒ میں حسن بن محمد بن علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان میں کہ نہ نکاح کرنیوالے ہو اُنکی عورتوں سے اور نہ کھانیوالے ہو ذبیحے اُن کے ص اور مُرتد کا اور جو عمداً اور قصداً وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اگر مسلمان قصداً ذبح کے وقت تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اِس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی نہ کھاؤ تم اُس جانور کو جس پر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزینؒ نے ابن عباسؓ سے کہ جو شخص بھول جاوے بسم اللہ کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو عمداً ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاویگا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے کہ تو نے بسم اللہ کہی ہے اپنے کُتے پر نہ دوسرے کے کتے پر تعلیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ کے اور اجماع کیا صحابہ کرامؓ اور تابعین نے حُرمت پر اُس ذبیحہ کی جس پر قصداً نام اللہ تعالیٰ کا ترک کیا جاوے اور خلاف اُنکا حُرمت وحلت میں اُس ذبیحہ کے ہے جس پر سہواً اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالکؒ کا یہ ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور ابن عباسؓ اور علیؓ اور اکثر صحابہؓ کے نزدیک حلال ہے پس قول امام شافعیؒ کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصداً

ترک کرے تسمیہ کو حلال ہے مخالف ہے کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہؓ و مَنْ بَعْدَہُم اور دوسرے ائمہ مجتہدینؒ کے اور وہ جو استدلال کرتے ہیں شافعیؒ اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان ذبح کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر تسمیہ کہے یا نہ کہے تو جواب اُس سے بچند وجوہ ہے اوّل یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی ہاں روایت کی دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کافی ہے اُس کو نام اللہ تعالیٰ کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کے وقت تو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھالیوے اور اسناد میں اسکی محمد بن یزید بن سنان صدوق ہے لیکن ضعیف الحفظ ہے اور روایت کیا اُسکو عبدالرزاقؒ نے اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہے ابن عباسؓ پر اور حدیث موقوف شافعیؒ کے نزدیک حجت نہیں ہے اسی طرح جو روایت کی ابوداؤدؒ نے مراسیل میں کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہے لیا جاوے اُس پر نام اللہ تعالیٰ کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اُس کے ثقات ہیں کیونکہ حدیث مرسل بھی شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے دوسری یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اُوپر حالتِ نسیان کے اسیواسطے اجماع کیا اصحابؓ و مَنْ بَعْدَہُم نے حرمت متروک التسمیہ عامداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہؓ کرام میں کچھ اس باب میں مناظرہ اور خلاف نہ ہوتا تیسری یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہے عامد اور ناسی کو مخالف ہے کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہو آیت قطعی کے تو باتفاق ائمہ قابل قبول نہیں ہوتی چوتھی یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل اصحابؓ صدر اوّل یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ نے اور یہ دلیل ہے اس کے ضعف اور بے اصلیت ہونیکی پانچویں یہ کہ یہ حدیث مخالف ہے اجماع صحابہؓ کے پس رد کیجاویگی واللہ اعلم **ص** تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہے **ف** بسبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا یعنی نہ مؤاخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاویں ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اللہ کا دل میں ہے ہر مسلمان کے محمول ہے اُوپر حالت نسیان کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ذبیحہ حرام ہے کذا فی الاصل **ص** اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم اللہ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فلان تو مکروہ ہے **ف** یا یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ دال کے پیش سے اور جو دال کو زیر یا زبر دیگا تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا دُرمختار اور اگر قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لِٹایا دُنبے کو پھر اُس کو ذبح کیا اور کہا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ یعنی یا اللہ قبول کر تو اُسکو محمدؐ سے اور آل سے محمدؐ کی اور اُمت سے محمدؐ کی **ص** اور جو بسم اللہ پر عطف کر کے کہا جیسے بِاسْمِ اللّٰہِ واسم فلان یا بِسْمِ اللّٰہِ وفلانٍ یعنی ذبح کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام اور فلاں کے نام پر یا اللہ اور فلاں کے نام پر تو وہ ذبیحہ مُردار حرام ہو جاویگا **ف** خواہ وہ فلاں نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی حرام ہے تم پر وہ ذبیحہ جس پر غیر خدا کا نام لیا جاوے درمختار میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام میں مجھ کو ذکر نہ کرنا چاہیئے ایک تو چھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت **ص** اور جو قبل لِٹانے جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے **ف** جیسا کہ گزرا صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت ذبح کے فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو اُن کو جب قبلہ رُخ گرایا تو یہ دعا کی اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَاِلَیْکَ اَللّٰھُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابرؓ سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ عَنْ اُمَّتِیْ **ص** مستحب ہے اُونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا ذبح کرنا اور جو اُونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہے لیکن مکروہ ہے **ف** بسبب مخالفت سُنت کے اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دُنبے کو ذبح کیا اور اُونٹ کو نحر کیا جیسا

ف یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ذبح کرے اُونٹ کو اور نحر کرے بکری گائے کو تو حلال نہیں کذا فی الاصل ۱۲

محمد بن یزید بن سنان ۱۲

بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ؕ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ؕ پہلی آیت گائے میں اور دوسری دُنبے میں دونوں میں ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب میں ص اور ضرور ہے ذبح کرنا اُس وحشی جانور کا جو آدمیوں سے ہل گیا ف اِسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اُس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو درمختار ص اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا اُس چارپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا ف اِس لئے کہ جب وہ جانور وحشی ہو گیا تو ذکات اختیاری سے عجز ہوا پس ذکات اضطراری جائز ہے ص یا کنوئیں میں گر پڑا اور اُس کا ذبح نا ممکن ہو گیا ف یا سرکش ہو گیا اور آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اُس نے اُسکو قتل کیا جس پر اُس نے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال ہے درمختار اور امام مالکؒ کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہ ہوگا اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کے حق میں کہ اگر تو نیزہ مارے اُسکی ران میں تو کافی ہے یعنی ذکات ضرورت میں اور صحیح بخاری میں ہے ابن عباسؓ سے کہ جو تیرے ہاتھ سے نکلجاوے تو حکم اُسکا مثل صید کے ہے اور کہا اُنھوں نے کہ اُونٹ اگر گر پڑے کنوئیں میں تو ذکات کر اُسکی جسطرح قادر ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہے علی اور ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاءاللہ تعالے کتاب الصید میں آوے گا ص ایک جانور کو ذبح کیا اور اُس کے پیٹ سے ایک بچہ مُردہ نکلا تو وہ حلال نہیں ہے ف البتہ اگر زندہ نکلے اور اُسکو بھی ذبح کر لیا جاوے تو حلال ہے یہ مذہب امام اعظمؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مُردہ نکلے حلال ہے جب اُسکی خلقت پُوری ہو گئی ہو اسواسطے کہ مروی ہے ابو سعید خدریؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اُسکی ماں کا ہے اور عبارت حدیث کی یہ ہے ذَکَاۃُ الْجَنِیْنِ ذَکَاۃُ اُمِّہٖ اخراج کیا اُس کا امام احمدؒ نے اور صحیح کیا اِسکو ابن حبانؒ نے اور دلیل امام اعظمؒ کی آیت ہے کلام اللہ کی حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ اور جواب اِس استدلال سے یہ ہے کہ لفظ اِس حدیث کا دو طرح سے منقول ہے ایک ذکات امہ بہ نصب ذکات دوسرے بہ رفع ذکات اور ظاہر ہے کہ نصب ذکات کی صورت میں کاف تشبیہ یہاں سے محذوف ہے تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین مثل ذکات ماں اُس کی کے ہے جیسے ماں کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہے ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اُس کے ذبح سے ہوگی تو یہ حدیث حجت ہماری ہوئی نہ صاحبینؒ اور شافعیؒ کی اور رفع ذکات کی صورت میں بھی تشبیہ علی وجہ الکمال ہے اِس لئے کہ جب مبالغہ تشبیہ میں منظور ہوتا ہے تو مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کر دیتے ہیں جیسے شاعر کا قول وَعَیْنَاکَ عَیْنَاھَا وَجِیْدُکَ جِیْدُھَا اگر کوئی کہے کہ ابتدائے حدیث میں یہ ہے کہ کہا ہم نے یا رسول اللہؐ ہم نحر کرتے ہیں ناقہ کو اور ذبح کرتے ہیں گائے بکری کو تو پاتے ہیں ہم پیٹ میں اُس کے بچہ آیا ڈال دیں ہم اُس کو یا کھاویں اُس کو تب فرمایا آپنے کھاؤ اُس کو تم روایت کیا اُس کو ابو داؤدؒ و ابن ماجہؒ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے اِس امر پر کہ مراد جنین میت ہے تو ہم جواب دیں گے کہ اس روایت کو ہم منع کرتے ہیں اور کونسی دلیل ہے اِس مقام پر کہ مراد سوال وجواب میں خاص جنین میت ہے بلکہ جائز ہے کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور درصورت ارادہ مطلق استدلال کرنا نص محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حُرمت میتہ پر دال ہے کمال بعید ہے انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہے

ص فصل بیان میں اُن جانوروں کے جن کا کھانا درست ہے اور جن کا درست نہیں

حلال نہیں ہے ہر درندہ سے جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہے اور نہ ہر پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے ف باتفاق ائمہ ثلثہ یعنی ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ و احمدؒ اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر دانت والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندے سے اور روایت کی ابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہے دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجے والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص اور حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہیں جیسے چوہا اور گھونس اور چھچھوندر سیہی وغیرہ یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا بھی اِس لئے کہ یہ جانور سب خبیث ہیں اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں آور امام مالکؒ کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض مکروہ ہیں بکراہت
تحریمی ص اور بستی کے گدھے ف اور پالو گدھے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے بھی اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت
کی بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدھوں کے گوشت سے روز خیبر
کے اور حدیث جابرؓ میں ہے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھوں کے گوشت سے دن خیبر کے آروایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے
لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہؒ درست ہے اِس لئے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو قتادہؓ سے حمار وحشی کے قصے میں کہ کھایا اُسمیں سے
نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جس کی ماں گدھی ہو آور جو ماں اُسکی گائے ہو تو وہ حلال ہے بالاتفاق یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا
اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے دلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہے کہا کہ حرام کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھوں
کا اور خچروں کا اور ہر درندے اور پنجے والے کا آروایت کیا اُسکو ترمذیؒ نے اور کہا غریب ہے آور روایت کی ابن ماجہؒ نے خالد بن الولیدؓ سے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑوں کے اور خچروں کے اور گدھوں کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیوں کے اور
احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک حلال ہے بدلیل حدیث جابرؓ کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت میں گھوڑوں کے روایت
کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے آور بھی روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے کہا اُنھوں نے نحر کیا ہم نے عہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ایک گھوڑا پھر کھایا ہم نے اُسکو دلیل امام اعظمؒ کی حدیث خالد بن الولیدؓ کی ہے جو اُوپر گزری دوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہے اور اُس کے گوشت کے مباح
ہونیمیں تقلیل ہے آلہ جہاد کی اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظمؒ نے رجوع کیا حرمت سے اُسکی اور قائل ہوئے اُسکی حلت کے تین دن اپنی موت سے پیشتر اور اسی پر
فتویٰ ہے درمختار ص اور بجو اور گوہ ف اسواسطے کہ بجو دانت والا ہے اور گوہ حشرات الارض میں سے ہے آور روایت کی ابوداؤدؒ نے عبدالرحمٰن بن
شبل سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے آور یہ حدیث حجت ہے مالکؒ اور شافعیؒ پر کہ اُنکے نزدیک گوہ مباح ہے دلیل
اُنکی حدیث ابن عباسؓ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہیں ہے لیکن نہیں ہوتا میری قوم کی زمین میں سو میں مکروہ جانتا ہوں
اُسکو روایت کیا اُسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے امام صاحبؒ کی طرف سے اِس استدلال کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام کی ہے اور پہلے آپنے گوہ کو
خود نہ کھایا تھا لیکن منع بھی نہیں کیا تھا بعد اُس کے آپنے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباسؓ کی معارض ہے حدیث عبدالرحمٰن بن شبلؓ کی تو نہی
کو ترجیح ہوگی اسلئے کہ محرم مقدم ہے مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے میں گوہ کے احتیاط ہے برخلاف کھانے کے ص اور بھڑ اور کچھوا ف اِس لئے کہ بھڑ موذیات
میں سے ہے اور کچھوا خبائث حشرات الارض میں سے ہے ہدایہ ص اور کوا سیاہ بڑا یا گدھا اور ابلق کوا جو مُردار کھاتا ہے ف اور جو کوا مُردار بھی کھاتا
ہے اور دانہ بھی کھاتا ہے یا صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک عینی ص اور ہاتھی ف اِسلئے کہ وہ دانت والا ہے ص اور
جنگلی چوہا ف یا گھونس اسلئے کہ وہ حشرات الارض اور سباع میں سے ہے ص اور نیولا ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض میں سے ہے آور چمگادڑ
میں دو قول ہیں ایک قول میں حلال دوسرے میں حرام ہے عالمگیری ص اور دریائی جانوروں میں سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہیں ہے ف
اور امام مالکؒ کے نزدیک سب دریائی جانور حلال ہیں کیکڑا اور کُتا دریائی اور مینڈک اور سُوّر دریائی لیکن سُوّر دریائی اُنکے نزدیک مکروہ ہے اور ایک
روایت میں ہے کہ اُنھوں نے توقف کیا اسمیں آور امام احمدؒ کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہیں مگر گھڑیال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سُوّر
دریائی یا کُتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا آور بعض اصحاب شافعیؒ کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہیں اور یہی اصح ہے اُنکے مذہب میں
ظاہر تمسک اِنکا آیت سے کلام اللہ کی ہے اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ یعنی حلال ہے واسطے تمھارے شکار دریا کا آور یہ عموم سب جانوروں کو شامل ہے
آور ہم یہ کہتے ہیں کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سے آیات و احادیث میں مچھلی ہے اِسلئے کہ وہی پاکیزہ ہے اور باقی سب خبیث ہیں اور خبائث ہمارے
دین میں حرام ہیں دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اُس سے کہ دوا میں ڈالا جاوے تو کھانا بطریق

اوفیٰ حرام ہوگا روایت کیا اُسکو ابو داؤدؒ نے اور بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے **کذا فی الہدایہ ص** لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مرکر پانی پر تیر آوے تو اُس کا کھانا حرام ہے **ف** اِس لئے کہ وہ میتہ ہے اور جو کسی آفت سے مثلاً پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا کے ڈالنے سے مرجاوے یا زخمی ہوکر مرجاوے تو درست ہے اسیطرح جو مچھلی پیٹ میں سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہے جو مچھلی خود بخود مرکر تیر آوے اُسکو طافی کہتے ہیں ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک درست ہے کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریا پاک ہے پانی اُس کا اور حلال ہے مُردہ اُس کا روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ و ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے امام صاحبؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ مُراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہے جو بآفت مرجاوے یا دریا گھٹ جاوے یا دریا اُسکو باہر نکالکر پھینکدیوے اِس لئے کہ موت اُسکی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور ابن عدیؒ نے کامل میں ابو الزبیرؓ سے اُنھوں نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو پھینکدے دریا یا پانی اُسکو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اُسکو اور جو مرجاوے دریا میں اور تیر آوے تو نہ کھاؤ اُسکو تو جب حدیث صریح ممانعت میں طافی کے موجود ہے پھر حلت کی کیا وجہ ہے **ص** مچھلی کی سب قسمیں درست ہیں یہاں تک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہے **ف** اور محمدؒ سے ایک روایت میں حرام ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے **ص** اور حلال ہے ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیاں بغیر ذکات کے **ف** یہی قول ہے احمدؒ اور شافعیؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہے دلیل ہماری بہت احادیث ہیں ایک حدیث احمدؒ اور دارقطنیؒ اور ابن ماجہؒ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہیں واسطے ہمارے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں دوسرے حدیث ابن ابی اوفیٰ کی کہا اُنھوں نے کہ جہاد کیے ہم نے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے ٹڈی کو روایت کیا اسکو بخاریؒ مسلمؒ ابو داؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے تیسری حدیث سلمانؓ کی فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب میں کہ نہ کھاتا ہوں میں اُسکو نہ حرام کرتا ہوں میں اُسکو روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ نے **ص** اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہے اور خرگوش **ف** حلال ہے باتفاق ائمہ اربعہؒ کے اور بہت سی احادیث اُسکی حلت میں وارد ہوئی ہیں جو مذکور ہیں صحاح میں بخاری میں انسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت خرگوش کا **ص** اور عقعق ذکات سے **ف** عقعق وہ کوا ہے جو مُردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اُس کا حلال ہونا اصح قول ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح جو مُرغی نجاست کھاتی ہے حلال ہے لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح حلال ہے طوطا اور ہُدہُد اور طاؤس باتفاق ائمہ ثلثہؒ کے **کذا فی المیزان للشعرانی مسائلہ ضروری** ذبح کیا جانور امیر کے آنے کے لئے یا کسی اور شخص کی تعظیم کے واسطے سوا خدا کے تو وہ ذبیحہ مُردار ہے اگرچہ وقت ذبح کے خدا کا نام لیا جاوے درمختار اِس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گائے یا شیخ سدو کا بکرا یا اُجالا شاہ کا مُرغا ذبح کرتے ہیں وہ گائے بکرا مُرغا مُردار ہے اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہیں اور صحیح مسلم میں وارد ہے حضرت علی مرتضیٰؓ سے کہ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی لعنت کرے اللہ اُس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے اُمورات سے خود احتراز رکھیں اور اوروں کو جو جاہل ہیں سمجھا کر اِن چیزوں کو ترک کرا دیویں **غایۃ الاوطار مع زیادۃ** البتہ یہ صورت درست ہے کہ جانور کو خدا کیواسطے ذبح کریں اور ثواب اُس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہونچا دیں واللہ اعلم

ص کتاب الاضحیۃ

ف یہ کتاب قربانی کے بیان میں جو جانور عید اضحیٰ کے دن ذبح کیا جاوے اُسکو اُضحیہ کہتے ہیں کیونکہ وقت ضحیٰ یعنی چاشت کے اُسکو ذبح کرتے ہیں **ص** قربانی میں ایک بکری ایک آدمی کیطرف سے ضرور ہے اور گائے یا بیل یا اُونٹ ایک آدمی سے سات آدمیوں تک کیطرف سے بھی ہو سکتا ہے اور جو سات سے کم ہوں تو بطریق اَولیٰ جائز ہے لیکن بکری میں ایک آدمی سے زیادہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس میں ایک آدمی سے زیادہ کی اجازت نہیں دی چنانچہ ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہا کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا

جس کے پاؤں اور آنکھیں اور منھ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اُونٹ اور بیل اور گائے میں بھی لیکن جائز رکھے ہم نے اُسمیں سات آدمی تک اِس لئے
کہ روایت کی مسلمؒ اور ابوداؤدؒ نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گائے سات آدمیوں کیطرف سے اور اُونٹ سات آدمیوں
کیطرف سے ہے ص لیکن یہ شرط ہے کہ کوئی شریک ساتویں حصے سے کم کا نہ ہووے ف تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہوگا تو کسی
طرف سے قربانی درست نہ ہوگی اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک گائے یا بیل یا اُونٹ ایک گھر والوں کیطرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ ہوں
لیکن دو گھر والوں کیطرف سے درست نہیں اگرچہ سات سے کم ہوں کذافی الاصل ص پھر جب قربانی میں شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کریں
نہ اٹکل سے[1] مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائے جاویں تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں ف یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت اور کچھ پائے ہوں یا کچھ
گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو اور اس صورت میں اٹکل سے تقسیم اسلئے درست
نہیں ہوئی کہ جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیر دیں گے کذافی الاصل ص ایک گائے ایک شخص نے قربانی کیلئے خریدی پھر چھ آدمی اُس میں اور
شریک ہوگئے تو جائز ہے استحساناً ف اور قیاساً نہیں جائز ہے اور یہی قول ہے زفرؒ کا اِس لئے کہ اُس نے قربۃً الے اللہ خریدی ہے پس کیونکر جائز
ہوگی بیع اُسکی وجہ استحسان یہ ہے کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گائے مل جاتی ہے لیکن شریک اُسوقت نہیں ملتے تو وہ خرید لیتا ہے بعد اُس کے شریک
مل جاتے ہیں تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا ص لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک ہو جاویں تو بہتر ہے ف اور مروی ہے امام صاحبؒ سے کہ شریک
ہونا بعد خرید کے مکروہ ہے ص اور قربانی واجب ہے ف اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سُنّت ہے بدلیل حدیث اُم سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم میں سے چاند ذیحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیئے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت
کیا اس کو جماعت نے یہ جو کہا کہ اگر ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے ابو ہریرۃؓ کی کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلیٰ کے روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے اور صحیح
کہا اسکو حاکمؒ نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سُنّت کے ترک پر نہیں ہوتی اور حدیث اُم سلمہؓ کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کا قصد ہو
قربانی کا جو ضد ہے سہو کی نہ تخییر کذافی الہدایۃ ص اُس شخص پر جس پر صدقۂ فطر واجب ہے ف اور وہ وہ شخص ہے جس کے پاس جائداد بقدر
نصاب شرعی زیادہ حاجت اصلیہ سے ہو اگرچہ ایک سال اُس پر نہ گزرا ہو اور اگرچہ وہ نصاب نامی نہو لیکن طحطاوی میں ہے کہ کتابوں سے آدمی
غنی نہیں ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے دو نسخے ہوں یا وہ کتابیں طب اور نجوم اور ادب کی ہو دیں ص اپنی طرف سے نہ اپنے نابالغ لڑکے کی
طرف سے ف تو بالغ لڑکے کیطرف سے بطریق اُولےٰ واجب نہ ہوگی ص ظاہر الروایۃ میں ف اور حسن بن زیاد کی روایت میں امام اعظمؒ سے طفل
نابالغ کیطرف سے بھی واجب ہے مثل صدقۂ فطر کے لیکن فتویٰ ظاہر الروایۃ پر ہے طحطاوی ص بلکہ طفل نابالغ اگر مالدار ہووے تو اُس کے مال
میں سے اُس کا باپ یا وصی قربانی کر دیوے ف یہ مذہب شیخینؒ کا ہے اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک باپ اُس کا اپنے مال سے قربانی کرے نہ
اُس کے مال سے اور در مختار میں اسی کو معتمد رکھا ہے کہ باپ اُس کے مال سے قربانی نہ کرے ص تو اگر طفل کے مال میں سے قربانی کی تو جس قدر
اُس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے اُس چیز سے جس کے عین سے نفع اُٹھا سکتے ہیں جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ ف لیکن اُس
چیز سے نہ بدلا جاوے جس کو تلف کر کے نفع اُٹھاتے ہیں مثل روٹی کے یا جیسے روپیہ اشرفی کذافی الاصل مع الدلیل ص اگر قربانی ذبح کیجاوے
شہر میں تو اول وقت اُس کا بعد نماز عید کے ہے ف اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک جب تک امام قربانی نہ کرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا
درست نہیں ہے سب پر حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اُس نے ذبح کیا اپنے نفس کے لئے
اور جس نے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اُسکی اور پائی اُس نے سُنّت مسلمانوں کی اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے جس شخص نے
ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اُس کے بدلے میں دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اس کو بخاریؒ

[1] اس لئے کہ یہ تقسیم درحقیقت بیع ہے اور صرف ایک جنس کا ۱۲ عینی

وسلم نے براء بن عازبؓ اور جندب بن عبداللہ سے اور بھی فرمایا حضرتؐ نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت کیا اسکو بخاریؒ ومسلمؒ نے کذافی الہدایۃ اِن روایات سے معلوم ہوا کہ ذبح قربانی کا قبل نماز عید کے جائز نہیں ص اور جو شہر میں نہ ہووے تو اول وقت اُسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی دسویں تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اُس کا قبل غروب آفتاب کے ہے بارھویں تاریخ ذیحجہ تک ف اور معتبر اسمیں مکان فعل ذبح کا ہے نہ مکان صاحب قربانی کا اور شافعیؒ کے نزدیک تیرھویں تاریخ کی شام تک جائز ہے کذافی الاصل دلیل شافعیؒ کی قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابن حبانؒ نے صحیح میں جبیر بن مطعمؓ سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہے جو مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے کہ کہا ان سبھوں نے ایام قربانی کے تین دن ہیں افضل اُن سب میں پہلا روز ہے یعنی دسویں تاریخ اور روایت کی مالکؒ نے مؤطا میں نافعؒ سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر کے دو دن ہیں اور کہا کہ ایسا ہی پہونچا مجھ کو علیؓ بن ابی طالب سے اور ظاہر ہے یہ بات کہ حدیث موقوف اِس باب میں مثل مرفوع کے ہے اِس لئے کہ یہ امر غیر قیاسی ہے بدون شارع کے بیان کیے ہوئے معلوم نہیں ہو سکتا اور ابن عمرؓ نہایت متبع ہیں طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدلہ شافعیؒ منقطع ہے کہا بزازؒ نے کہ یہ حدیث مروی ہے عبدالرحمن بن ابی حسینؒ سے اُنھوں نے جبیر بن مطعم سے حال آنکہ عبدالرحمن نے نہیں ملاقات کی جبیر بن مطعمؓ سے دوسرے یہ کہ اُس حدیث میں لفظ ذبح کا وارد ہے نہ اُضحیہ کا ص لیکن اعتبار آخر روز[۵۱] کا ہے فقر اور غنا اور ولادت اور موت میں ف یعنی جب وہ غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہو گیا آخر روز میں تو اُسپر قربانی واجب نہو گی اور جو اُس کا اُلٹا[۵۲] ہوا تو واجب ہو گی اور اگر پیدا ہوا آخر روز میں تو اُس پر قربانی واجب ہو گی اور اُس دن مر جائیگا تو اُس پر واجب نہ ہو گی کذافی الاصل ص ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے اگر کسی نے قربانی ترک کی اور ایام اُس کے گزر گئے اور اُس نے کسی معین بکری کے ذبح کی نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید چکا تھا تو زندہ اُس کو صدقہ کر دیوے اور جو وہ غنی تھا اور اُس نے نذر نہیں کی تھی تو قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید کر چکا ہووے یا نہ خرید کر چکا ہووے اور صحیح ہے قربانی میں چھ مہینے کا دنبہ ف جس کو عربی میں ضان کہتے ہیں اور وہ چکتی دار ہوتا ہے بشرطیکہ تنومندی میں اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں پہچانا نہ جاوے دور سے چھ مہینے کا دُنبہ اسلئے درست ہوا کہ روایت کی ابوداؤدؒ ونسائیؒ ابن ماجہؒ نے مجاشع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دُنبہ کافی ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دُنبے کی اور فرمایا آپنے کہ نہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنی ثنی جس کا بیان آگے آویگا مگر جب دشوار ہو تم پر تو ذبح کرو چھ مہینے کا دُنبہ ص اور بکری اور بھیڑ اور گائے اور اُونٹ میں سے ثنی اور ثنی اُونٹ پانچ برس میں ہوتا ہے اور گائے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں ف اسواسطے کہ فرمایا آپنے نہ ذبح کرو مگر مسنا اور مسنہ ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گائے کا سا ہے تو اِس سے کم عمر والے جانور درست نہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل ہیں عالمگیری ص اور صحیح ہے مُنڈی[۵۳] جس کے سینگ نہ ہوں اور دیوانی اور خصی ف اِس لئے کہ سینگ سے کوئی غرض متعلق نہیں ہے اور دیوانی سے مراد وہ ہے جو چارہ وغیرہ کھاتی ہے نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہے اور خصی کا گوشت تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے عائشہؓ اور ابوہریرہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو مینڈھوں کی نمکین رنگ کے دونوں خصی تھے ہدایہ ص اور صحیح نہیں ہے اندھی اور کانی اور اس قدر دُبلی کہ اُسکی ہڈیوں میں گودا نہ ہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جا سکے ف اِسواسطے کہ روایت کی امام احمدؒ اور چاروں عالموں نے حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم کانی کی آخر حدیث تک اور روایت کی احمدؒ اور مالکؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے براءؓ بن عازب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اُن قربانیوں سے جن سے بچنا چاہیے سو فرمایا آپ نے چار ہیں ایک لنگڑی جس کا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسرے کانی جس کا کانا پن ظاہر ہووے

[۵۱] یعنی فقیر تھا اول روز قربانی میں اور غنی ہو گیا آخر روز میں ۱۲ [۵۲] اور اسی طرح سینگ ٹوٹے ہوئے کی ۱۲ ہدایہ [۵۳] آخر روز سے مراد تیسرا دن ہے ۱۲

تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دُبلی اس قدر کہ اُسمیں گودا نہ ہووے ص اور جائز نہیں جس کا ہاتھ یا پاؤں کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اُس کا کان یا دُم کٹی ہووے یا تہائی سے زیادہ اُسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سُرین کٹی ہووے ف اس لئے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرتؐ نے ثلث مال میں فرمایا کہ ثلث کثیر ہے روایت کیا اسکو ائمہ ستہؒ نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع پس زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اُس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دُم مقطوع ہو تو جائز ہے[1] اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو اُسکی بند کرے اور اُس کے سامنے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اُس نے چارہ کہاں سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اُسکی بند کر کے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اُس نے کہاں سے چارہ دیکھا اب دونوں مکانوں کی تفاوت کا اندازہ کر لیوے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی رُوشنی گئی اسی طرح قلیل یا کثیر معلوم کر لے کذا فی الاصل ص اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خرید بعد اُس کے ایک شخص اُن میں سے مرگیا اور اُس کے وارثوں نے کہا کہ تم اُس کی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کر لو تو صحیح ہو جاوے گا ف استحساناً اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ صحیح نہ ہوگا اور یہی قیاس ہے چنانچہ وجہ اسکی اصل کتاب میں مذکور ہے ص جیسے ایک گائے قربانی اور قران او متعہ کہ سب کی طرف سے درست ہے اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہوگا یا صرف گوشت لینا اُس کو منظور ہوگا تو کسی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے اور دوسروں کو بھی کھلاوے ف خواہ دوسرے غنی ہوں یا فقیر اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اُٹھا رکھے روایت کی ابوداؤدؒ نے نبیشہ ہذلیؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم نے منع کیا تھا تم کو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کا تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور جمع کرو ص اور جس کو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ میں دیوے ف اسواسطے کہ احوال تین ہیں قربانی میں ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالٰے نے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی کھلاؤ قناعت کرنیوالے کو اور سوال کرنیوالے کو تو سارا گوشت اِن تینوں امر پر اثلاثاً منقسم ہوگیا ہدایہ ص اور جو شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لئے ف اسواسطے کہ ذوی القربٰی اگر محتاج ہوں تو وہ مقدم ہیں مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے اُس کو آدمی اپنے نفس یا اہل پر تو اُس کے لئے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اس کو بغویؒ نے معالم میں جابرؓ بن عبد اللہ سے اور روایت کی مسلمؒ نے ابی ہریرہؓ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہے جس کو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی اپنے اہل پر کچھ خرچ کرے بامید ثواب تو وہ اُس کے لئے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے ابی مسعودؓ بدری سے ص اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہووے تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے ف لیکن خود بھی وقت ذبح کے حاضر رہے اگر ہو سکے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر گزرا اور روایت کی حاکم نے مستدرک میں عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کہ کھڑی ہو پس دیکھ اپنی قربانی کو اسلئے کہ جب اُس کے خون کا پہلا قطرہ نکلے گا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاویں گے ص اور مکروہ ہے کہ قربانی کو اہل کتاب سے ذبح کرا دے ف اور اگر اُس نے ذبح کر دیا تو درست ہے ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے درمختار ص اور قربانی کی کھال کو للہ دیدیوے ف اِسواسطے کہ حدیث علیؓ میں ہے کہ حکم کیا مجھ کو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کروں میں کھالوں کو قربانی کی اُوپر مساکین کے اور نہ دوں میں اُجرت قصاب کی اُس میں سے روایت کیا اسکو بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ نسائیؒ نے ص یا اُسکی کوئی چیز مثل جھولی یا موزے یا پوستین کے بنا لیوے ف یا چھلنی یا مشک یا دسترخوان یا ڈول بنا لیوے درمختار ص یا کھال کو بدلے اُس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اُس کو باقی رکھ کے نہ اُس چیز سے جس سے فائدہ نہ اُٹھ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزیں پھر اگر کھال یا گوشت کو قربانی کے بیچ ڈالے[2] تو اُس کے ثمن کو تصدق کرے ف اسواسطے کہ ثمن قائم مقام

[1] درمختار میں ہے کہ یہ چاروں قول امام اعظمؒ سے امام محمدؒ نے روایت کئے ہیں اور قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور تصحیح کی اسکی خانیہ میں کہ کہا اور صحیح یہ ہے کہ ثلث اور کم ثلث سے قلیل ہے اور جو زیادہ ہو ثلث سے کثیر ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے اسی کو اختیار کیا ہے مختصر وقایہ میں اور چوتھا قول صاحبینؒ کا ہے ۱۲ عبدہٗ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

[2] دراہم و دنانیر وغیرہ شے مستہلک سے ۱۲

دشمن کے ہے اور یہ جو روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچ ڈالی سو اُسکی قربانی نہ ہوئی تو مراد اس سے کراہت بیع ہے لیکن بیع کی جواز میں سو شبہ نہیں ہے اِس لئے کہ مِلک قائم ہے اور قدرت علی التسلیم حاصل ہے ہدایہ ص اگر ہر شخص نے غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کر ڈالی تو دونوں کی قربانی صحیح ہوگئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا ف لیکن ہر ایک دوسرے سے معاف کروائے اگر گوشت اُس کا کھایا ہو اور بعد اُس کے پہچانا ہدایہ ص اگر کسی نے ایک بکری غصب کر کے اُس کی قربانی کی تو صحیح ہو جاویگی اور جو کسی کی بکری امانت تھی اُسکی قربانی کی تو جائز نہ ہوگی اور تاوان قیمت دیوے دونوں صورت میں ف اِسواسطے کہ غصب میں غاصب کی مِلک کا حکم ہوتا ہے وقت غصب سے برخلاف امانت کے کذا فی الاصل مسائل ملحقہ مادہ اگر قیمت میں نر کے برابر ہو تو افضل ہے نر سے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اُس کے بچّے کو بھی ذبح کریں گے اور بعضوں کے نزدیک بدون ذبح کے خیرات کر دینگے قربانی جائز نہیں پوپلے جانور کی جس کے دانت نہوں اور جس کے کان نہوں یا ناک نہ ہو قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا اور اُس سے نفع اُٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہے اگر ذبح کرنیوالے کے ہاتھ پر دوسرے نے بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے میں اعانت کے لئے تو دونوں بسم اللہ کہیں ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا در مختار عقیقہ کرنا سُنت ہے بچّے بچّی کا ساتویں روز فرزند کی طرف سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے اُم کرز رضی اللہ عنہا سے

ص کتاب الکراھیۃ

ف بیان میں اُن اُمورات میں جو مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں ہیں ص ہر مکروہ حرام ہے نزدیک امام محمدؒ کے ف یعنی جیسے حرام پر عذاب نار ہی اُسی طرح مکروہ پر ص لیکن حرام اُنھوں نے اسواسطے نہ کہا کہ اُسکی حرمت نص قطعی سے ثابت نہیں ہوئی ف تو مکروہ کی نسبت حرام کیطرف ایسی ہے جیسی واجب کی فرض کیطرف کذا فی الاصل اور مباح وہ ہے جس کا فعل اور ترک برابر ہو ص اور شیخینؒ کے نزدیک مکروہ حرام کو نہیں کہتے ہیں لیکن وہ حرام کیطرف بہت قریب ہے ف مراد اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہے نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہے کذا فی الاصل اور بدعت اور مشتبہ حرام کی طرف قریب ہے تو مکروہ تحریمی پر شیخینؒ کے نزدیک عذاب نار نہیں ہے بلکہ عتاب ہے جیسے ترک سُنت مؤکدہ پر کذا فی الطحطاوی

ص فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان میں

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہے ف اگرچہ حالت مخمصہ میں کھانا مُردار ہو یا مغصوب ہو اسلئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا یعنی کھاؤ اور پیو اگر حالت مخمصہ میں مُردار یا شراب یا سُوَر نہ کھاویگا اور مر جاویگا تو گنہگار مریگا ط ص اور اس قدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے ثواب ہے ف اور بعضوں کے نزدیک اِس قدر بھی فرض ہے اس لئے کہ قیام بھی نماز میں فرض ہے اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہیں اُس سے ادا ہو سکیں در مختار ص اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا اُسکی قوت زیادہ ہووے اور حرام ہے اِس سے زیادہ کھانا ف یعنی پیٹ بھر جانیکے بعد کھانا حرام ہے اِسلئے کہ یہ اِسراف ہے اور اللہ تعالیٰ نے منع کیا اُس سے فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ص مگر کل کے روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنے کیلئے یا اس لئے کہ مہمان نہ شرماوے جائز ہے ف یا کسی اور عذر سے مثلاً قے کرنے کیلئے اور طرح طرح کے کھانے پکانے مہمان کیلئے کچھ مضائقہ نہیں اور بلا وجہ اِسراف ہے اور سُنت ہے بسم اللہ کہنا اول طعام میں اور الحمد للہ آخر میں اور ہاتھ دھونا اول کھانے کے اور بعد کھانے کے اور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھانے میں یاد آوے تو بسم اللہ اولہٗ وآخرہٗ کہہ لیوے اور آٹے یا سبوس سے ہاتھ دھونا لا باس بہ ہے بلکہ امامؒ اور صاحبینؒ سے منقول ہے اور اُنگلیوں کا چاٹنا ہاتھ دھونے کے اول اور رکابی کا صاف کرنا اور جو دستر خوان پر گرا ہو اُس کا کھا لینا اور رکابی میں ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ میں سے اور روٹی کی عظمت اور حرمت کرنا یعنی جب روٹی آجاوے تو سالن کا خواہ مخواہ انتظار نہ کرنا روکھی کھانے لگنا یہ سب اُمور سُنت ہیں کذا فی الطحطاوی باختصار ص اور مکروہ ہے گدھی کا دودھ ف اور گوشت اور اُس جانور کا جو گوہ کھاتا ہو اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت میں اور دوسری روایت میں گھوڑی کا دودھ حلال ہے ص اور پیشاب اُونٹ کا

ف نزدیک امام اعظمؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے دوا کیلئے اور محمدؒ کے نزدیک مطلقاً حلال ہے بدلیل حدیث عرینین کے کہ حضرتؐ نے اُنکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے انسؓ سے اور امام اعظمؒ کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اسواسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اسکو حاکمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے اور اسمیں کوئی علت میں نہیں جانتا اور روایت کیا اسکو بزارؒ نے عبادہ بن صامتؓ سے اور اخراج کیا اُس کا دارقطنیؒ نے انسؓ سے اور ابن ابی شیبہؒ اور ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہؓ سے اور اس حدیث میں پیشاب مطلق ہے شامل ہے اُن جانوروں کے پیشاب کو بھی جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گائے وغیرہ اور جواب حدیث عرینین سے یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام میں تھی دوسرے یہ کہ حضرتؐ نے شفا اُنکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب یہ ممکن نہیں ص اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا ف مرد اور عورت سب کے لئے اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے اُم سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کے باب میں جو پیتا ہے چاندی اور سونے کے برتن میں کہ اُتارتا ہے اپنے پیٹ میں آگ جہنم کی اور روایت کی صحاح ستہ میں حذیفہؓ سے کہا کہ پلایا اُنکو ایک مجوسی نے چاندی کے برتن میں سو کہا اُنھوں نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے نہ کھاؤ اور پیو تم برتنوں میں چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ اُنکی رکابیوں میں اسواسطے کہ یہ برتن کافروں کیواسطے ہیں دنیا میں اور تمہارے واسطے ہیں آخرت میں پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو اُن برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی سونے کے چمچے سے کھانا یا اُنکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اِسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور آئینہ اور سینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کیلئے بشرطیکہ اُنکا استعمال ہو اپنے اپنے کاموں میں ابتداءً اور جو ابتداءً استعمال نہ ہو جیسے کھانا سونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن میں کھاوے یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ میں ڈالکر سر میں لگاوے تو کچھ مضائقہ نہیں اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنےٰ کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور افضل مٹی کا برتن ہے درمختار ص اور حلال ہے کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن میں ف اور شافعیؒ کے نزدیک اِسمیں بھی مکروہ ہے اس لئے کہ یہ چیزیں بھی سونے اور چاندی کے حکم میں ہیں تفاخر کی راہ سے ہم جواب دیتے ہیں کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ اُن چیزوں سے کذا فی الہدایۃ ص اور حلال ہے کھانا پینا اُس برتن سے جسمیں کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسی طرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت یا زین پر جبکہ چاندی اور سونے کی جگہ سے بچے ف یعنی پینے میں مُنھ سے اور لینے میں ہاتھ سے اور بیٹھنے میں موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمدؒ ایک روایت میں امام اعظمؒ کے شریک ہیں اور دوسری روایت میں ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں کذا فی الاصل اور جس برتن میں چاندی سونے کا ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہوں یا زیور مصحف کا یا مجمر یا لگام یا زین یا دوچی یا رہ پ یا تلوار یا چھری یا اُن کے قبضے میں ہووے تو درست ہے بشرطیکہ اُس پر ہاتھ نہ لگاوے درمختار و عالمگیری ص مقبول ہے قول کافر کا ف اگرچہ مجوسی ہو درمختار ص جب وہ کہے کہ میں نے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے خریدا ہے تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ میں نے مجوسی سے خریدا ہے تو حرام ہوگا ف اِسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہے معاملات میں بسبب حاجت کے نہ دیانات میں کذا فی الاصل تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہے اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اسکو ذبح کیا ہے تو قول اُس کا مقبول نہ ہوگا اسلئے کہ ذبح دیانات میں سے ہے چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ میں نے بُت پرست سے خریدا ہے تو گوشت حرام ہو جاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابوں سے گوشت خریدنا صرف انکے قول پر اعتماد کرکے کہ ذبح انکو مسلمان نے کیا ہے ناجائز ہے اور وہ گوشت حرام ہے خدا ہمارے اہل زمان کو اِس آفت سے نجات دیوے

۵۱ درمختار میں ہے کہ تانبے پیتل کے برتن میں کھانا اس وقت مکروہ ہے جب اُس پر قلعی نہ ہو اس لئے کہ بے قلعی کے برتن میں کھانا خراب ہو جاتا ہے اور موجب ضرر عظیم ہوتا ہے اور بعد قلعی کے مکروہ

نہیں انتہیٰ ۱۲ منہ عبدہ ۵۲ فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے جو شخص اپنے گھر میں مٹی کے برتن استعمال کرے زیارت کرتے ہیں اُس کی فرشتے کذا فی الاختیار ۱۲ ردمختار اور ظروف چینی میں تو نفاست اور تجمل اور ادائے سنت دونوں موجود ہیں اِس واسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہیں کذا فی غایۃ الاوطار ۱۲ عبدہ ۵۳ مینی تار یا کیلوں چاندی سونے سے اُس کو درست کیا ہو ۱۲ ۵۴ مراد حلقۂ آئینہ سے وہ حلقہ ہے جو گرد شیشے کے ہو پشت آئینہ ہے جس کو ہاتھ سے پکڑتے ہیں کہ وہ بالاتفاق مکروہ ہے ۱۲ کذا فی الکفایۃ

دربیان گوشت قصابان مشرک

کہ جہلا ور کنار بعضے اہل علم بھی اسمیں مبتلا ہیں اور وقت فہمایش اور اظہار حق کے دیدۂ و دانستہ اُس سے غفلت اور چشم پوشی کر کے تاویلات رکیکہ کرتے ہیں ص مقبول ہے قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات میں جیسے خرید میں جو مذکور ہوئی یا توکیل میں ف یعنی ایک شخص یہ کہے کہ میں فلاں کا وکیل ہوں اس شے کی بیع میں، تو صرف اُس کے کہے پر اُس سے وہ چیز خرید کرنا درست ہے کذا فی الاصل ص اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیے میں اور اذن میں ف جیسے ایک لڑکا ایک چیز لاکر یہ کہے کہ فلاں نے تجھ کو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہے تو قبول کرنا اُس سے ہوسکتا ہے یا غلام یہ کہے کہ میں ماذون ہوں تجارت میں تو قول اُس کا قبول کیا جاویگا ص اور شرط ہے عدالت خبر دینے والے کی دیانات میں جیسے پانی کی نجاست کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جس پر رائے اُسکی قرار پکڑے اُس کے موافق عمل کرے ف یعنی اگر اُسکے گمان غالب میں یہ آوے کہ خبر اسکی سچی ہے تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہیں ص اور اگر اُس پانی کو بہادیوے پھر تیمم کرے جبکہ اس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبۂ ظن ہو یا وضو اور تیمم دونوں کرے جب اُس کے جھوٹے ہونیکا گمان غالب ہو تو اُسمیں زیادہ احتیاط ہے ف لیکن احوط یہ ہے کہ پہلے وضو کرلیوے پھر تیمم کرے در مختار اور جو ایک عادل شخص اُسکی طہارت کی اور ایک اُسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں اختلاف میں حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑوں میں ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے ص ایک شخص مقتدیٰ ہے ف یعنی لوگ اُسکی پیروی کرتے ہیں اور سند لاتے ہیں اُسکے قول و فعل کی ص وہ دعوت ولیمہ میں گیا وہاں پر جاکے لہو و لعب راگ دیکھا اور اُسکے منع پر قادر نہیں تو نکل آوے اور وہاں نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدیٰ نہ ہو تو اگر بیٹھ کر کھالیوے تو جائز ہے ف در مختار میں ہے کہ غیر مقتدیٰ کیلئے بیٹھکر کھانا اُس صورت میں جائز ہے جب وہ لہو و لعب راگ باجا دسترخوان پر نہ ہووے اور جو عین دسترخوان پر یہ امور ہوں تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ یعنی پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالموں کے ص اور جو پہلے سے علم ہووے اس بات کا کہ وہاں راگ باجا لہو و لعب ہوگا تو ہرگز نجاوے منقول ہے امام ابو حنیفہؒ سے کہ میں ایک بار اس آفت میں مبتلا ہوا تھا تو میں نے صبر کیا اور یہ امر قبل تھا اس بات کے کہ امام صاحبؒ مقتدائے ہوویں اور اُنکے اس قول سے کہ میں اس آفت میں مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو و لعب حرام ہیں ف مگر تین مستثنٰی ہیں حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کیساتھ دوسرے تعلیم و تادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکمؒ نے مستدرک میں اور تیر اندازی کے حکم میں ہیں سائر آلات حرب کے مثلاً بندوق و توپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان میں

حرام ہے حریر ف حریر وہ کپڑا ہے جو کل ریشم کا ہووے ص کا پہننا مرد کیلئے ف اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہنکر اُن پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہے اور موافق ہے حدیث کے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے حذیفہؓ سے کہا کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے: نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث میں ہے بخاریؒ و مسلمؒ کی کہ فرمایا آپؐ نے حریر کو وہ پہنتا ہے دنیا میں جسکو کوئی حصہ نہیں آخرت میں اور وہ جو ایک روایت ہے کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اُسپر پہنے تو درست ہے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہے ص مگر بقدر چار انگل ف اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے ایک جُبہ جس میں سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اس کو ابو داوٗدؒ نے اور بھی اخراج کیا ابو داوٗد نے ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش و نگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہیں ہے اُس میں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حاجت جنگ اور غیر جنگ میں سب میں حریر پہننا درست نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جنگ میں درست ہے بسبب ضرورت کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ضرورت دفع ہوجاتی ہے اُس

کپڑے کے پہننے سے جس کا تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہووے کذا فی الاصل اور دُرمختار میں ہے کہ جس کپڑے پر نقش و نگار ریشم کے ہوں تو وہ درست ہے اسی طرح اگر چاندی سونے کے پھول اور بیل بوٹے ہوں لیکن بشرطیکہ سب ملا کر چار انگل سے نہ بڑھے ورنہ مردوں کو درست نہوگا اگر مسہری کا پردہ ریشمی ہو تو درست ہے اور ازار بند ریشمی مکروہ ہے اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیے میں اگر چاندی یا سونے کے چار انگل تک ہو تو درست ہے ص اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اُس کا فرش بچھانا درست ہے ف امامؒ کے نزدیک اسلئے کہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ایک تکیے پر حریر کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہؒ نے لیکن زیلعیؒ نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے دوسرے یہ کہ عبد اللہ بن عباسؓ کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اُس کا ابن سعدؒ نے طبقات میں اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور یہی قول ہے شافعیؒ اور مالکؒ کا در مختار میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے لیکن یہ تصحیح مخالف ہے مشہور کے اسلئے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہے واللہ اعلم ص اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہ ہووے تو اُس کا پہننا مطلقاً درست ہے ف اِس لئے کہ اعتبار حلت و حرمت میں بانے کا ہے کیونکہ فقط تانے سے وہ کپڑا نہیں کہلاتا جب تک بُنا نہ جاوے اور بُننا بانے سے ہوتا ہے تو اُسی کا اعتبار ہوا ہدایہ میں ہے کہ ہم نے اِس کپڑے کو اِس لیے جائز رکھا کہ بہت سے صحابہ کرامؓ خزؔ کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہے اور بانا بال ہوتے ہیں ایک جانور کے ص اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اُسکو لڑائی میں ضرورت کے سبب سے پہننا درست ہے ف اور بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ ہے مردوں کو کسم کا رنگ اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگوں میں کچھ قباحت نہیں ہے لیکن نرا سُرخ رنگ بعضوں کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور در مختار میں ہے کہ سُرخ رنگ میں آٹھ قول ہیں منجملہ اُن اقوال کے ایک قول یہ ہے کہ یہ رنگ مستحب ہے اور جو سُرخ کپڑا مخطط ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے ص اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہے ف مطلقاً حرب اور غیر حرب میں اِس لئے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے علیؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں سونا لیا اور بائیں ہاتھ میں حریر اور کہا کہ یہ دونوں چیزیں حرام ہیں میری اُمت کے مردوں پر اور روایت کی ترمذیؒ نے ابی موسیٰؓ سے مرفوعاً کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردوں کے میری اُمت سے اور حلال کیا عورتوں پر اُنکی اور ابن حبان نے اِس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اسلئے کہ اُسکی اسناد میں ابو ہند ہے اور اُس نے ابو موسیٰؓ سے نہیں سُنا اور احمدؒ اور طحاویؒ نے مسلمۃ بن مخلد سے اُنھوں نے ابن عامر سے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ نے سونا اور حریر حرام ہے اُوپر مردوں کے میری اُمت سے نہ عورتوں کے تو تمام احادیث میں صرف سُونے کی حُرمت منصوص ہے اور چاندی کی سو قیاس کیا حنفیہ نے اس کا سونے پر اس لئے کہ چاندی کا حکم استعمال میں پینے اور کھانے کے بعینہٖ مانند سُونے کے ہے جیسا اوپر گزرا سو ایسا ہی پہننے میں ہوگا اور بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے میں مردوں کو مطلقاً ہے اور چاندی کی حُرمت صرف کھانے اور پینے کے حق میں ہے لیکن چاندی پہننا مُردوں کو تو درست ہے دلیل اُنکی حدیث ہے سہل بن سعدؓ کی مرفوعاً فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اِس بات کو کہ اُس کا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا پہناوے لیکن چاندی سو کھیلو تم اُس سے جس طرح چاہو تم اور اُسکی اسناد میں عبد الرحمٰن بن زید ابن اسلم ضعیف ہے اور اُس کے معنی میں ہے وہ جو اخراج کیا اُس کا احمدؒ نے ابی قتادہؓ سے مرفوعاً کہ چاندی کھیلو تم اُس سے کھیلنا کر اور اُسکی اسناد میں مجاہیل ہیں اور ابو داؤدؒ نے ابن عباسؓ سے مثل اِس کے روایت کی اور رجال اس کے ثقات ہیں واللہ اعلم جیسے چاندی سُونے حریر کا مُردوں کو پہننا حرام ہے ویسے ہی لڑکوں کو پہنانا حرام ہے حنفیہؒ کے نزدیک اور بعضے علماء کے نزدیک درست ہے جب تک لڑکا سات برس کا نہ ہووے چنانچہ آگے آتا ہے ص مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہے میخ سونے کی واسطے بند کرنے سُوراخ نگینے کے اور حلال ہے عورتوں کو سب اور نہ انگوٹھی پہنے پتھر اور لوہے اور پیتل کی ف یعنی حلقہ ان چیزوں کا نہ ہووے اور جو حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہے کذا فی الاصل اِن چیزوں کی انگشتری پہننا اس واسطے منع ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہے اور

ل چنانچہ ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں اِن سب آثار کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ٥٢ خز نام ایک کپڑے کا ہے ۱۲

در بیان الوان ۱۲

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم

پیتل کی دیکھ کر فرمایا کہ میں تجھ سے بتوں کی بُو پاتا ہوں روایت کیا اسکو ابوداوُدؒ و ترمذیؒ نسائیؒ نے ص اور انگشتری نہ پہننا بہتر ہے مگر قاضی اور سلطان کے لئے ف یا جو کوئی مثل ان کے کا مدار اور عہدہ دار ہووے اس واسطے کہ ان لوگوں کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہے برخلاف اور لوگوں کے ہدایہ ص اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ف اور محمدؒ کے نزدیک سونے سے بھی لاباس بہ ہے سنن ابوداوُدؒ میں ہے کہ عرفجہ بن سعدؓ کی ناک جاتی رہی دن اُحد کے سو اُنھوں نے ایک ناک چاندی کی لگائی سو وہ بدبودار ہوگئی تو حکم کیا اُنکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگالیں ایک ناک سونے کی ہدایہ ص لڑکے کو پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہے ف اسواسطے کہ پہننا اُنکا حرام ہے تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اُس کے ماخوذ ہونگے دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہے تو پلانا بھی اس کا حرام ہے کذا فی الاصل علاوہ مؤاخذۂ اُخروی مواخذۂ دنیوی یہ ہے کہ اطفال خردسال کو زیور پہنانا باعث تلف جان اُنکی کا ہوتا ہے کہ اکثر چور بدمعاش لڑکوں کو قتل کرکے زیور اُن کے اُتار لیتے ہیں ص مکروہ نہیں ہے رومال کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کی رینٹ پونچھنے کے لئے ف اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اس واسطے کہ اس میں ایک نوع کا تکبر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر حاجت کیلئے رکھے تو مکروہ نہیں ہے اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہے کذا فی الاصل جیسے چار زانو بیٹھنا کبر و نخوت سے مکروہ ہے اور بدون اس کے مکروہ نہیں ہے ہدایہ معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ جب وضو کر چکتے تھے تو مُنھ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اُس کا ترمذیؒ نے اور روایت کی ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہیں ہے اور ابومعاذ راوی ضعیف ہے نزدیک اہل حدیث کے ص اور رتم ف یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لئے اُنگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ عبث نہیں ہے بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لئے ہے اور اسکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ تاگے باندھ لیتے ہیں اعضا پر اسی طرح زنجیریں وغیرہ اور یہ سب مکروہ ہے جب عبث ہو تو مصنفؒ نے کہدیا کہ رتم اس قبیل سے نہیں ہے کذا فی الاصل اسی طرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہیں ہے اور جو غیر عربی میں ہو تو مکروہ ہے اگر تعویذ میں آیت یا حدیث یا دعا ہووے تو پاےخانہ جاتے وقت اُس کو اُتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اُتار لیوے عالمگیری

ص فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان میں

مرد مرد کے تمام اعضاء کی طرف دیکھ سکتا ہے مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک ف کہ اس قدر عورت ہے تو ناف امامؒ کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہے اور گھٹنا داخل ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اس کے برعکس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ران ستر نہیں ہے اور احادیث متعلقہ اس کے کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکے علاوہ اس کے یہ ہے کہ حسن بن علیؓ نے اپنی ناف کھولی تو ابوہریرہؓ نے اسکو چوم لیا روایت کیا اس کو احمدؒ نے مسند میں اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہیں ہے اور حضرتؐ نے جرہدؓ سے فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ ران عورت ہے روایت کیا اس کو ابوداوُدؒ نے اور عبدالرزاقؒ نے اخراج کیا مثل اس کے اور اُسمیں ہے کہ فرمایا آپنے چھپا تو اپنی ران کو اسلئے کہ وہ عورت ہے پس یہ حدیثیں حجت ہیں شافعیؒ اور مالکؒ پر ص اور اپنی زوجہ اور لونڈی کی جو اس کو حلال ہے ف اس سے وہ لونڈی نکل گئی جس کی وطی اُسکو حرام ہے مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحہ غیر محرمہ برضاع یا مصاہرت در مختار ص فرج تک بھی دیکھ سکتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنی عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اُس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہے تو نظر بطریق اولیٰ درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نہ دیکھے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہ ہوں گدھوں کے مانند روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے معجم میں ابی اُمامہؓ سے اور ابن عدیؒ نے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ

نے جس وقت جماع کرے کوئی تم میں کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اُسکی فرج کیطرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہے اور ہدایہ میں ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے اور ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ دیکھنا اَولیٰ ہے تاکہ لذت کامل ہووے **ص** اور نظر کرے آدمی اپنی محرم عورتوں سے **ف** جن سے نکاح مدام حرام ہے خواہ نسبی ہوں یا سببی جیسے رضاعی یا برشتہ مصاہرت اور ذکر اُنکا کتاب النکاح میں گزرا ہدایہ **ص** طرف سر اور مُنھ اور سینے اور پنڈلی اور بازوؤں کے اگر بے خوف ہو شہوت[۵۱] سے والا فلا **ف** اور اصل اِس باب میں قول ہے اللہ تعالےٰ کا وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ الخ اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہیں **ص** نہ اُنکی پیٹ اور پُشت اور ران کیطرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہے **ف** اگرچہ قیاس یہ تھا کہ مثل اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیاں اکثر کام میں رہتی ہیں اور اُن سے کام پڑتا ہے تو دفع حرج کے لئے سر و سینہ وغیرہ اُن کا ستر نہوا **ص** اور جن جن جگہ نظر حلال ہے تو اُن اعضا کا چھونا بھی درست ہے **ف** بشرطیکہ شہوت سے نہ ہو یا خوف شہوت کا نہ ہو ورنہ نظر اور مس دونوں حرام ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں کی زنا دیکھنا ہے کانوں کی زنا سُننا ہے اور زبان کی زنا کلام ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور زنا اُنکی مس کرنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور زنا اُنکی چلنا ہے آخر حدیث تک روایت کیا اِسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے **ص** اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضاے مذکورہ کا چھونا بھی درست ہے اگرچہ خوف ہو شہوت کا **ف** بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے بعضوں نے درمختار **ص** اور جب لونڈی جوان ہو جاوے تو اُس کو بیچنے کیلئے صرف تہ بند باندھ کے نہ لیجاویں گے **ف** بلکہ کُرتا بھی ضرور ہے اِس لئے کہ اُس کے پیٹ اور پیٹھ کی طرف نظر درست نہیں ہے ہدایہ **ص** اور عورت اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے مگر اُس کے مُنھ اور دونوں ہتھیلیوں کیطرف فقط **ف** یہ ظاہر الروایت میں ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ اُس کے قدموں کیطرف بھی نظر حلال ہے اور تحقیق کہ گزرچکا کتاب الصلوٰۃ میں کہ قدم عورت نہیں ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ نماز میں ضرورت ہے اور اجنبی کی نظر کرنے میں طرف قدموں کے کوئی ضرورت نہیں ہے برخلاف مُنھ اور کف کے کذا فی الاصل اور اصل اِس باب میں قول اللہ تعالےٰ کا ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا فرمایا عبداللہ بن عباسؓ نے کہ مَا ظَھَرَ مِنْھَا سے مراد سُرمہ ہے اور انگشتری یعنی آنکھ اور ہاتھ دوسرے یہ کہ مُنھ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہے اِس لئے کہ معاملہ ہوتا ہے مَردوں سے دین لین کا اور باقی اعضاء کے کشف کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور دُرمختار میں ہے کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اُس کے قدم اور ہاتھوں کو بھی دیکھنا درست ہے بسبب ضرورت کے **ص** اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہے اُس غلام سے **ف** اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک مالکہ بہ نسبت غلام کے مثل محرم کے ہے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت لونڈیوں کے حق میں ہے نہ ذکور کے حق میں چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہے اسواسطے کہ غلام ایک مذکر ہے غیر محرم اور نہ شوہر ہے اور نکاح اُس سے ہو سکتا ہے بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً **ص** مگر جس وقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے مُنھ کیطرف بھی نہ دیکھے **ف** درمختار میں ہے کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے مُنھ کی طرف اُن کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں جوان عورت کا مُنھ دیکھنا ہر طرح سے ممنوع ہے بسبب فساد زمان کے ہدایے میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھیگا عورت اجنبیہ کے محاسن کیطرف شہوت سے تو اُسکی آنکھوں میں دن قیامت کے سیسہ ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی البتہ اور حدیثیں اسکی ممانعت اور وعید میں آئی ہیں **ص** الا اُس صورت میں کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جس وقت شہادت ادا کرے جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اُس کو اُس عورت کے مُنھ کی طرف دیکھنا درست ہے بقصد ادائے سُنت نہ قضائے شہوت **ف** اِس لئے کہ روایت کی ترمذیؒ نے اور نسائیؒ نے مغیرہ بن شعبہؓ سے کہ جب اُنھوں نے پیغام دیا ایک عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اُسکو تا تم دونوں میں اصلاح و محبت رہے **ص** اسی طرح لونڈی کو خریدتے وقت اور طبیب کو واسطے دوا کے **ف** دیکھنا درست ہے باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا فی الاصل **ص** تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے **ف** یہی حکم ہے احتقان میں کہ حُقنہ کرنے والا مقام حقنہ کو دوسرے مرد کے دیکھ سکتا ہے اور ایسا ہی حکم ہے دائی جنائی کا اور ختنہ کرنیوالے کا اور حکیم کا واسطے

ط۵۱ اگرچہ منظور لڑکا خوبصورت ہو لیکن بغیر شہوت دیکھے اور بہ شہوت بالکل حرام ہے ۱۲ عالمگیری ط۵۲ روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے ۱۲ زیلعی

نبض دریافت کرنے مریضہ اجنبیہ کے ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی عورت کو اُس مرض کا علاج بتا دیوے تو بہتر ہے لیکن جب نہ ملے یا بدسلیقہ ہو تو دیکھے ص عورت کو عورت سے اُسی قدر دیکھنا درست ہے جتنا مرد کو مرد سے ف یعنی زیر ناف سے زانو تک ضرور ہے کہ عورت دوسری عورت کو نہ دکھاوے پس ہمارے زمانے میں اکثر عورات میں جو رواج ہے کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات میں بالکل ننگی ہو جاتی ہیں بالکل حرام ہے اُنکے شوہروں کو ان اُمورات سے منع کرنا ضرور ہے ص اسی طرح عورت کو مرد سے دیکھنا درست ہے اگر بے خوف ہو شہوت سے ف اور جو خوف ہو یا شک ہو تو درست نہیں دُرِّ مختار ص اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مثل مرد کے ہیں ف یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ کیطرف درست نہیں ہے ویسے ہی اُن لوگوں کو بھی نادرست ہے خصی وہ جس کے فوطے نکل گئے اور مجبوب جس کا ذکر کاٹا گیا اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اُوپر قادر کرے اِن تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہیئے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کرسکتا ہے اور فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ خصی کرنا مثلہ ہے تو نہ مباح کریگا اُس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب سحق کر کے انزال کرتا ہے اور مخنث تو مرد ہے فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنیٰ ہے نص کلام اللہ سے ہدایہ درمختار میں ہے کہ وہ مجبوب جس کی منی خشک ہو گئی ہو تو عورات کو اُس کے سامنے ہونا درست ہے لیکن جس نے اس کو جائز رکھا تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے اور طحطاوی میں ہے کہ مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہیں جس کے اعضا اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اُسکو مطلق خواہش نہ ہووے تو بعض فقہا کے نزدیک ایسے نامرد کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اُس کا بھی اختلاط جائز نہیں ص اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اُس کی اجازت کے درست ہے اور عورت حرہ سے با جازت اُس کے درست ہے ف عزل اُسکو کہتے ہیں کہ وطی کرے تو جب قریب ہوا انزال کے ذکر نکال لیوے اور فرج میں انزال نکرے مروی ہے ابوسعید خدریؓ سے کہ ایک مرد نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ میرے پاس لونڈی ہے اور میں عزل کرتا ہوں اُس سے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ حاملہ ہووہ اور میں چاہتا ہوں جو چاہتے ہیں مردؐ اور یہود کہتے ہیں کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہے تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہیں یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اُسکو جس کے پھیرنے کی تجھے طاقت نہیں روایت کیا اسکو احمدؒ اور ابو داوٗدؒ اور نسائیؒ اور طحاویؒ نے اور راوی اُس کے ثقات ہیں اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے جابرؓ سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں اور قرآن اُترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ قرآن اُس سے منع کرتا اور ایک روایت میں ہے کہ عزل کی خبر پہونچی نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حُرّہ سے بغیر اذن اُس کے کے

فصل استبرا کے بیان میں

یعنی لونڈی کے رحم کی برارت طلب کرنا اس طرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہو جاوے کہ حاملہ ہے یا نہیں ہے ص جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اُس لونڈی کے محرم سے ف جو ذی رحم نہ ہو ورنہ وہ لونڈی اُسی پر آزاد ہو گئی ہو گی تو خرید کیونکر ہو سکتی ہے مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی ص یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اُس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی ف یعنی بوسہ مساس وغیرہ ص حرام ہونگے یہاں تک کہ اُس کے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہو جاوے ایک حیض آنے سے اُن عورتوں میں جو حائضہ ہیں اور ایک مہینے سے اُن عورتوں میں جن کو حیض نہیں آتا اور وضع حمل سے حاملہ میں ف یعنی ایک حیض تک انتظار کریں گے اگر حیض آگیا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہ حاملہ نہیں ہے اور جو نہیں آیا اور حمل متحقق ہو گیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑیگا اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیئے اُس کو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت میں یعنی حاملہ عورتوں سے دوسرا مرد جماع نہ کرے اور نہیں حلال ہے کسی شخص کو کہ جماع کرے اُن عورتوں سے جو قید ہو کر

لڑائی میں آئیں یہاں تک کہ استبرا کرے اُنکا روایت کیا اسکو ابوداوُدؒ نے اور ترمذیؒ نے رویفع بن ثابت انصاریؓ سے اور صحیح کیا اسکو ابن حبانؒ نے اور حسن کہا اُس کو بزارؒ نے اور روایت کیا احمدؒ اور ابو داوُدؒ اور دارمیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق میں اُن عورتوں کے جو قید ہو کر آئی تھیں غزوہ اوطاس میں کہ نہ جماع کیجاویں حمل والیاں یہانتک کہ جنیں اور نہ وہ جن کو حمل نہیں ہے یہاں تک کہ ایک حیض اُن کو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکمؒ نے اور اُس کا ایک شاہد ہے ابن عباسؓ سے سُنن دارقطنیؒ میں **کذافی بلوغ المرام ص** اور استبرا میں وہ حیض شمار نہ کیا جاویگا جسمیں اُس کا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہوگا استبرا اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے نہ وقت لوٹ آنے اُس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھر آنے اُس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور استبرا ساقط کرنے کا حیلہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک درست ہے **ف** جب معلوم ہو جاوے کہ مالک اول نے اِس طہر میں اُس سے وطی نہیں کی ورنہ حیلہ نہ کرے اِسی پر فتویٰ ہے **درمختار ص** اور امام محمدؒ کے نزدیک نادرست ہے اور قول ابویوسفؒ پر عمل کرے اگر اُس کے بائع کی وطی نہ کرنا اُس طہر میں معلوم ہووے ورنہ قول محمدؒ پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ اگر اُس کے نکاح میں عورت حُرّہ نہیں ہے تو اُس لونڈی سے نکاح کر کے اُس کو خرید لیوے **ف** اِسواسطے کہ نکاح میں استبرا واجب نہیں ہے اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہیں **کذافی الاصل** اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اُس کے پاس عورت حُرّہ نہ ہو سواسلئے کہ عورت حُرّہ پر لونڈی سے نکاح درست نہیں جیسا کہ گزرا **ص** اور جو اُس کے نکاح میں عورت حرّہ ہے تو یہ حیلہ ہے کہ بائع قبل خریدنے مشتری کے یا مُشتری بعد شرا کے قبل قبض کے اُس کا نکاح ایسے شخص سے کر دے جس پر اُس کو طلاق دینے کا اعتماد ہووے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اُس کو طلاق دیدیوے **ف** قبل وطی کے پھر مُشتری اُس سے وطی کرے بغیر استبرا کے اور انتظار عدت کے اس لئے کہ طلاق قبل الوطی میں عدت نہیں ہے اور ملک مستحدث نہیں ہوئی **ص** ایک شخص کے پاس دو لونڈیاں اس طرح کی ہیں کہ وہ ازروئے نکاح کے جمع نہیں ہو سکتیں **ف** جیسے دو بہنیں ہیں یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی **ص** اور اُس نے شہوت سے دونوں[1] لونڈیوں سے دواعی وطی کیے تو اب اُس کو ہر ایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہیں جب تک کہ ایک کو اُن دونوں میں سے اپنے اُوپر حرام نہ کر لے **ف** مثلاً اُس کو بیچ ڈالے یا کسی سے نکاح کر دے یا آزاد کر دیوے یا مکاتب کر دیوے **درمختار ص** اور مکروہ ہے **ف** تحریمًا **درمختار ص** بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا **ف** لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطانِ عادل کے ہاتھ کا یا کسی شخص زاہد عابد کا واسطے تبرک کے تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک ممنوع ہے **چلپی ص** یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہے اگر کُرتا یا جُبہ پہنے ہو **ف** اِسواسطے کہ جب دونوں صرف ازار پہنے ہیں اور باقی بدن کھلا ہوا ہے تو بدن سے بدن معانقہ میں ملے گا اور اُس میں خوف شہوت کا ہے برخلاف اُس صورت کے کہ کُرتا یا انگرکھا یا اور کوئی کپڑا پہنے ہوں یہ مذہب ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کا ہے اور ابویوسفؒ کے نزدیک مطلقًا بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہے اور یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ جب بوسہ اور معانقہ واسطے محبت کے ہو اور جو بطور شہوت ہو تو اُس کے حرام ہونے میں شک نہیں بالاتفاق **کذافی الاصل** اِس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفرؓ سے جب وہ حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا اُنکی دونوں آنکھوں کے درمیان میں روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں ابن عمرؓ سے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضرتؐ نے منع کیا مکامعہ سے اور وہ معانقہ ہے اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہے **کذافی الهدایۃ** اِس حدیث کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابی ریحانہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکامعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب اُن دونوں کے بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب اُن دونوں کے بیچ میں کچھ نہ ہووے اِن روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقے کی اُسی صورت میں ہے جب دونوں میں کوئی کپڑا حائل نہ ہووے اور سفر سے جو شخص آوے اُس سے معانقہ کرنا مسنون ہے اور باقی مقامات میں جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہیں ہے **ص** اسی طرح جائز ہے مصافحہ **ف**

[1] اور جو ایک لونڈی سے وطی یا دواعی وطی کی تو اُسی کے ساتھ وطی جائز ہے نہ دوسری لونڈی سے ۱۲ درمختار

بلکہ مسنون ہے عند الملاقات بعد سلام کے روایت کی طبرانیؒ نے حذیفہ بن الیمانؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کر کے سلام کرتا ہے اور اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ ابن ماجہؒ نے مرفوعًا روایت کی کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اُن کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور جامع ترمذیؒ میں ابن مسعودؓ سے مرفوعًا مروی ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تو تمامی ہے تحیت کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحے کے اور مصافحہ مسنون ہے دونوں ہاتھوں سے انگوٹھا پکڑ کے وقت ملاقات کے اور سوا اس کے اور مقاموں میں جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہیں ہے بلکہ بعضوں نے اُسکو بدعت قرار دیا ہے **مسائل ملحقہ** ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہیں اِسی طرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھ جب کوئی چیز حائل نہ ہو اسی طرح لڑکے لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاویں تو اُن کا بستر جدا چاہیے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہم بستری مع التجرد ممنوع ہے اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جداگانہ ہو تو درست ہے اور لڑکا گبرو جب شہوت دار ہو جاوے تو حکم اُس کا نظر وغیرہ کے مسائل میں مثل بالغ کے ہے اور حمامی کو نظر کرنا شرمگاہ کی طرف درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک جیسے ختنہ کرنیوالے کو لیکن یہ روایت محمول ہے اوپر حالت ضرورت کے ایسا ہی کہا فقیہ ابواللیثؒ نے اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہے ورنہ اُس کے لئے ایک لونڈی جس کو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دیں یا ختانہ سے نکاح کرا دیویں اور جو یہ صورتیں نہ ہو سکیں تو ختنہ نہ کرے عالم یا زاہد کا پاؤں چومنا اگر کوئی چاہے تو اپنے پاؤں کو بڑھاوے اور ایک روایت میں ہے کہ نہ بڑھاوے اور چومنے نہ دے اور اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہے وقت ملاقات کے مکروہ ہے اِسی طرح زمین کا چومنا علماء اور سلاطین کیسامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیت اور آداب کے ہے تو فسق اور حرام ہے اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہے تو کفر ہے اور غیر خدا کے لئے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہے اور عالم کی تعظیم کیلئے یا اُستاد کی یا باپ کی قیام درست ہی جب یہ لوگ آویں اور بعض کے نزدیک ممنوع ہے اور حدیثیں مختلف وارد ہیں بعضوں سے جواز اور بعضوں سے ممانعت نکلتی ہے اور مصحف کا چومنا جائز ہے اور روٹی کا چومنا درست ہے اور روندنا اُس کا پاؤں سے یا کاٹنا اُس کا چھری سے ممنوع ہے کذا فی الدر المختار و عالمگیری

فصل مکروہات بیع کے بیان میں

ص مکروہ ہے بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے تو درست ہے جیسے گوبر کی بیع ف اور لید اور مینگنی کی درست ہے ص صحیح قول میں ف اور وہ قول امام محمدؒ کا ہے ہدایہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے بیع گوبر کی کذا فی الاصل ص اور اُس سے ف یعنی آدمی کے گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے ص نفع بھی لینا درست ہے نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہے اور کافر نے شراب بیچکر روپئے حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپئے اُن شراب کے روپیوں میں سے لینا درست ہے اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اُس کے روپئے حاصل کیے تو صاحب دین کو اُن روپیوں سے اپنے قرض کے روپئے لینا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہے اور بیع اُسکی باطل ہے تو اُسکی قیمت بھی حرام ہے کذا فی الاصل ص اور جائز ہے آرائش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد میں جانا ف یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے اِسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الخ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے کفار کی نہی نہیں مقصود ہے کیونکہ قول اللہ تعالےٰ کا اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ نہیں موجب ہے حرمت کو بعد اُس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہے مسلمانوں کو اِس بات کی کہ اب اِس سال کے بعد کفار قادر نہ ہوں گے اس مسجد کے دخول پر کذا فی الاصل اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے سُنن میں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدوں کو جو کفار تھے مسجد میں اُتارا اور مسند احمدؒ اور طبرانیؒ میں بھی اِسی مضمون کی حدیث موجود ہے عینی

ص اور جائز ہے ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی ف اس لئے کہ آنحضرت عیادت مریض کی کیا کرتے تھے روایت کیا اُس کو صحاح ستہ والوں
نے اور اُس میں قید مسلمان کی نہیں ہے اور بھی روایت کی بخاریؒ نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب
بیمار ہوا تو آپ اُسکی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرتؐ نے فرمایا شکر ہے خدا کا جس نے اُس کو دوزخ
سے آزاد کیا کذا فی العینی ص اور جانوروں کو خصی کرنا اور گدھوں کو گھوڑیوں پر کُدانا واسطے جُفتی کے ف اس لئے کہ حضرتؐ نے خصی
دُنبوں کو ذبح کیا قربانی میں جیسا کہ اُوپر گزرا اور اُسمیں منفعت ہے جانور کی اور سوار ہوئے آپ خچر پر روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے تو اگر
یہ فعل ممنوع ہوتا تو البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر ص اور حقنہ ف شے طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اُس میں جب کوئی طبیب مسلمان یہ کہدیوے
کہ فلاں شئے نجس میں شفا ہے اور کوئی دوائے مباح قائم مقام اُسکی نہ ملے در مختار ص اور تنخواہ قاضی کی ف بیت المال میں سے یہ اسواسطے
کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اُجرت لینا درست نہیں مگر یہ درست ہے اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر
نہ ہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نہ کریں گے کذا فی الاصل دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا ہے حبس کی یعنی قاضی اپنے حوائج سے جو رُکا رہتا ہے اُسکا بدلہ
ہے نہ قضا کا ص اور سفر لونڈی اور اُم ولد کا ف اور مکاتبہ اور معتقۃ البعض کا ص بغیر محرم کے ف اس واسطے کہ لونڈی اجانب کی نسبت ایسی
ہے جیسے محرم در مختار میں ہے کہ یہ حکم زمانۂ سابق میں تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہیں بسبب فساد زمانے کے ص اور صغیر کے واسطے خرید
و فروخت کرنا ضروریات کا بھائی چچا ماں اور اُس کو جس نے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اُنکی پرورش میں ہووے اور صغیر کا اجارہ دینا صرف
ماں کو ف جائز ہے اوروں کو نہیں درست ہے ص اور شیرۂ انگور بیچنا اُس شخص کے ہاتھ جو اُسکی شراب بناویگا ف اسواسطے کہ معصیت نفس شیرہ
سے متعلق نہیں ہے بلکہ بعد اُس کے تغیر کے بر خلاف سلاح کے کہ اُن کا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ درست نہیں کیونکہ معصیت اُنکی عین سے متعلق ہے کذا
فی الاصل ص اور ذمی کی شراب مزدوری لے کر اُٹھانا ف یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں درست ہے اور
مزدوری حلال نہیں ہے کذا فی الاصل ص اور دیہات میں گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لئے ف یعنی پارسیونکی عبادت کے واسطے ص یا
کنیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانے کے واسطے یا شراب بیچنے گے واسطے ف درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں
لیکن شہروں میں بالاتفاق نادرست ہے اور ہدایہ میں ہے کہ مراد دیہات سے یہاں دیہات کوفہ ہے جن میں اکثر گانوں والے ذمی رہتے تھے
ص اور ہمارے ملک کے دیہاتوں میں تو اِن باتوں کی قدرت اُنکو نہ دیجاویگی اسلئے کہ نشانیاں اسلام کی ظاہر ہیں یہی قول اصح ہے اور درست ہے مکے
کے مکانوں کی عمارت بیچنا ف یعنی بنا اور علہ نہ زمین امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک زمین کا بھی بیچنا درست ہے اور اسی پر فتوی
ہے در مختار امامؒ کی دلیل ظاہر حدیث ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں مجاہد سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ حرام
ہے حُرمت دی اُس کو اللہ تعالیٰ نے نہیں حلال بیع اُسکی زمین کی اور کرایہ دینا اُس کے گھروں کو ص اور غلام کے پانوں میں بیڑی ڈالنا ف اگر
اُس کے بھاگ جانے کا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے میں مکروہ ہے ہدایہ ص اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اگر وہ تاجر ہو اور اُسکی دعوت قبول
کرنا اور اُس کے جانور کو عاریت لینا ف استحسانًا اسلئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کیا ہدیہ سلمانؓ کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اسکو
حاکمؒ نے بریدہؓ سے اور ہدیہ بریرہؓ کا کذا فی الاصل لیکن حدیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے جب ہدیہ بریرہؓ کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد
ہو چکی تھی ص لیکن مکروہ ہے کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا اِسطرح دیوے یا روپیہ اشرفی تحفے کے طور پر دیوے ف اس لئے کہ اِن چیزوں کی تجارت میں کچھ
ضرورت نہیں بر خلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجاروں کے ملانے اور معاملے کے جاری کرنے کے لئے اِن باتوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے
ص اور بھی مکروہ ہے خدمت لینا خصی سے ف اس واسطے کہ اسمیں ترغیب ہے انسان کے خصی کرنیکی اور وہ ممنوع ہے ص اور مکروہ ہے بقال کو
ایک روپیہ قرض دینا یہ کہکر کہ اُس سے جو چاہیگا چیز میں لیتا جاویگا یہاں تک کہ روپیہ پورا ہو جاوے ف اسواسطے کہ اِس قرض میں منفعت ہے اور ایسا

سلہ یعنی گدھوں کا گدانا گھوڑیوں پر ۱۲ منہ سلہ اس لئے کہ خچر جو ہوتی ہے گھوڑی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے ۱۲ سلہ اور حفاظت اس کے تلف سے ۱۲

قرض ممنوع ہے ہاں اگر اُس بقال پاس امانۃً روپیہ رہنے دیوے پھر اُس کے بدلے میں چیزیں لیتا جاوے تو درست ہے ہدایہ ص اور شطرنج یا چوسر کھیلنا ف اور اسی طرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک مباح ہے کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اسمیں ذہن تیز ہوتا ہے لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہ ہو جاوے اور اُسمیں شرط نہ ہو ورنہ جُوا ہو جائیگا اور وہ حرام ہے نص کلام اللہ سے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ شرط نہیں ہووے جب بھی اُسمیں ضائع کرنا ہے عمر کا اور خیال باطل کا غلبہ ہے یہانتک کہ بھوک پیاس بھی جاتی رہتی ہے تو اور اُمورات کا کیا حال ہوگا کذا فی الاصل دلیل اُس کے مکروہ ہونیکی یہ ہے کہ وہ لہو ہے اور ہر لہو نادرست ہے مگر تین لہو اور شطرنج اُن تین میں سے نہیں ہے ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نردشیر کو تو گویا اُس نے اپنا ہاتھ سُور کے خون میں ڈبو دیا کہا زیلعیؒ نے اِس لفظ سے یہ حدیث غریب ہے اور موجود ہے صحیح مسلم میں یہ حدیث لیکن اُس میں شطرنج کا لفظ نہیں ہے اور روایت کی بیہقیؒ نے شعب الایمان میں قاسم بن محمدؒ سے کہ اُنھوں نے کہا شطرنج کے باب میں کہ یہ لہو ہے اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی سے اور نماز سے وہی میسر ہے جسکی حُرمت کلام اللہ میں منصوص ہے ص اور اسی طرح ہر لہو ولعب ف جیسے کنکوا یا تکل اُڑانا آتش بازی چھوڑنا آرایش شادی میں بنانا ص اور غلام کے گلے میں طوق ڈالنا اور مکے کی زمین کو بیچنا یا کرایہ دینا اور دعا میں یہ لفظ کہنا بمعقد العزّ من عرشك ف یا مقعد العز من عرشك اول کے معنی یہ ہیں کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہے اور ثانی کے معنی یہ ہیں کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہے دونوں لفظ کہنا مکروہ ہے اِس لئے کہ لفظ اول سے حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہے کیونکہ عرش و فرش سب حادث ہیں اور عزت اور جلال الٰہی قدیم ہیں اور دوسرے لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالےٰ کا تمکن عرش پر ہے اور یہ قول مجسمہ خذلہم اللہ کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور جہت ثابت کرتے ہیں نعوذ باللہ منہ دُر مختار میں ہے کہ ابو یوسفؒ نے اُس کے عدم کراہت کو کہا ہے اور اسی کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیثؒ نے اِسواسطے کہ یہ لفظ دعائے ماثور میں وارد ہے جس کو روایت کیا بیہقیؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے تو اِس صورت میں لفظ عز صفت عرش کی ہو گی نہ صاحب عرش کی، پھر صاحب در مختار کہتے ہیں کہ زیادہ تر احتیاط اِس دعا کے نہ کہنے میں ہے اِس واسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہے اور مخالف اُن آیات قطعیہ کے جن سے نفی جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہے ص اور مکروہ ہے کہ دعا میں یہ کہے بحق فلاں یا بحق رسلك وانبيائك ف اِس لئے کہ رُسل اور انبیاء اور ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہیں اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہیں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو نعمتیں اور راحتیں عطا کرتا ہے اور کریگا اُس کو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیئے ورنہ اللہ تعالےٰ کو کسی کا دینا نہیں آتا البتہ یہ لفظ دعائے ماثور میں وارد ہے تو مراد اُس جگہ حق سے حُرمت اور عظمت اور وجاہت ہے نہ حق وجوبی ص اور مکروہ ہے قرآن شریف پر بعد دس دس آیتوں کے علامت بنانا یا اُسمیں اعراب دینا ف اِس واسطے کہ ابن مسعودؓ نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن میں اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ص مگر اہل عجم کو درست ہے بلکہ مستحسن ہے ف اِسواسطے کہ یہ لوگ اعراب زبان عرب کو پہچان نہیں سکتے تو حرج واقع ہوگا اعراب نہ لکھنے میں اور قرآن کا حفظ اور مزاولت متروک ہو جاویگی ص اور مکروہ ہے بند کر رکھنا آدمی اور جانوروں کی خوراک اُس شہر میں جہاں پر روکنا ضرر کرتا ہو ف اِس واسطے کہ یہ حدیث میں ہے الجالب مرزوق والمحتكر ملعون یعنی غلہ لانے والا واسطے شہر والوں کے رزق دیا گیا ہے یعنی خدائے تعالیٰ اُس کو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے اور روایت کی احمدؒ نے مسند میں ابن عمرؓ سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگوں سے چالیس دن تک تو وہ بری ہوا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالےٰ بری ہوا اُس سے اور مراد یہ ہے کہ غلہ خرید کر کے اُس کو رکھ چھوڑے اور خلق خدا کے ہاتھ نہ بیچے اِس نظر سے کہ جب گراں یا قحط ہوگا تو بیچیں گے تو حاصل یہ ہے کہ یہ روکنا غلے کا اگر اہل شہر کو ضرر کرے تو مکروہ ہے اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ احتکار کچھ غلے پر منحصر نہیں ہے بلکہ جس چیز کے روکنے سے عامۂ خلائق کو ضرر پہونچے تو اُس کو احتکار کہتے ہیں اور محمدؒ سے مروی ہے کہ کپڑے میں احتکار نہیں ہے اور مُدت

حبس کی بعضوں کے نزدیک چالیس دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک ایک مہینہ لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہے اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روک رکھے اور واجب ہے کہ قاضی محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل وعیال کی قوت سے فاضل ہو اُس کو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اُس کو تعزیر دیوے اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہ نہ بیچے تو قاضی جبراً اُس کو بیچ ڈالے کذا فی الہدایۃ والاصل ص نہیں مکروہ ہے اُس غلے کا روک رکھنا جو اُسکی زمین میں خاص پیدا ہوا ہووے یا دوسرے شہر سے اُس کو لایا ہووے ف اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جو چیز لائی جاوے مصر تک اکثر حکم مصر میں ہے کذا فی الاصل ص اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اُس سے گھٹنے اور بڑھنے نہ پاوے ف بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے ص مگر اُس صورت میں کہ غلّہ فروش بہت قیمت بڑھا لیویں تو لوگوں کی صلاح اور مشورے سے نرخ مناسب مقرر کر دیوے ف اِسواسطے کہ ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گراں ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنے والا ہے اور بند کرنے والا ہے اور کشایش کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے کسی مظلمہ مالی یا خونی کا کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمیؒ اور بزارؒ اور ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی مسندوں میں اس کو روایت کیا ہے کذا فی العینی مسائل ملحقہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ ملا کر بالتبع کہہ سکتا ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں مکروہ ہے کبوتروں کا پالنا استیناس اور دفع وحشت کیلئے درست ہے اور اُن کا اُڑانا یا مُرغ لڑانا حرام ہے کبوتر باز اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہووے یا ڈھیلے مار کے لوگوں کے شیشے توڑتا ہووے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اُس کے ذبح کر ڈالے جاویں طیور خرید کرکے چھوڑ دینا درست ہے اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اِس واسطے کہ ضائع کرنا ہے مال کا گھوڑ دوڑ درست ہے اگر شرط یک طرفہ ہو اور حرام ہے اگر دونوں جانب شرط ہووے مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہو جاوے اور اُسکا گھوڑا اس طرح کا ہو کہ اُسکے آگے بڑھ جانیکا احتمال ہو پھر اگر اُس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لیوے اور اُن دونوں شخصوں میں جو آگے بڑھ جاوے دوسرے سے مال مشروط بھر لے اور جو وہ دونوں تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لیں گے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت اور جہاد جائز ہے اور بقصد بازی مکروہ ہے قصص کاذبہ اور احادیث دروغ کا مذاکرہ مکروہ ہے ناخون کترانا مستحب ہے دن جمعے کے بعد نماز کے مگر جب بہت بڑھ گئے ہوں اور غازی کو ناخون اور مونچھیں بڑھانا چاہئیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناخون کترانا شروع کیے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے اُسی کی چھنگلیا تک پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک موئے زہار مونڈنا اور نہانا ہر جمعے میں افضل ہے اور پندرھویں دن بھی موئے زہار مونڈنا جائز ہے اور چالیس دن سے زیادہ گزارنا مکروہ ہے ڈاڑھی ایک مُٹھی رکھنا مستحب ہے اِس سے جو بڑھے اُس کو قطع کرے اگر بدنما معلوم ہو مونچھوں کو کترا دے یا مُنڈا دے اگر کترا دے تو اتنا کہ لب بالا کے کنارے کے برابر ہو جاویں عورت کو سر کے بال کاٹنا حرام ہے ایک شخص نے علم دوسروں کو تعلیم کرنے کے لئے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کے لئے تو اوّل افضل ہے اور باہم تذکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہے بغیر اذن والدین کے علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا جائز ہے اگر امرد نہ ہو قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کے واسطے یا تسبیح اور قرارت قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرۂ علم کے وقت اور اذان واقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں لڑکیوں کے کان چھیدنے میں قباحت نہیں ہے بعد دفن کے پھر میت کا نقل کرنا ناجائز ہے البتہ قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہے عاشورے کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن پڑھنے سے سُننا اُس کا زیادہ ثواب ہے واللہ اعلم

من الدر المختار وحواشیہ
ص کتاب احیاء الموات

ف یعنی نا آباد زمینوں کے آباد کرنے کے بیان میں ص موات وہ زمین ہے جس سے نفع حاصل نہیں ہوتا پانی نہ ہونے یا پانی کی کثرت کے

سبب سے یا مانند اُس کے اور اسباب سے **ف** مثلاً زمین بہت نمدار ہوگئی یا شور ہوگئی **کذا فی الاصل ص** اور قدیم سے کسی کی مملوک نہیں ہے یا مملوک ہے اہل اسلام کی لیکن اُس کا کوئی مالک معین نہیں معلوم ہوتا اور بستی سے اس قدر دور ہے کہ اگر کوئی شخص انتہاے آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اُس زمین میں آواز نہ پہونچے **ف** امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہوگی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہیں ہے پس اگر اُسکا مالک معلوم نہ ہووے تو وہ عامۂ مسلمین کی ہے اور جب اُس کا مالک ظاہر ہو جاوے تو وہ روکی جاویگی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ مزارع کو دینا پڑے گا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ابو یوسفؒ نے نہ محمدؒ نے **کذا فی الاصل ص** جو شخص ایسی زمین کو آباد کریگا تو وہ زمین اُسی کی مملوک ہو جاویگی اگر امام کے اذن سے ہووے گو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے ہووے تو مالک نہ ہوگا **ف** یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک امام کا اذن شرط نہیں ہے **کذا فی الاصل** دلیل اُنکی قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اُسی کی ہے روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور حسن کہا اِسکو ترمذیؒ نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہے اور اختلاف ہے اُس کے صحابی میں بعضے جابرؓ کہتے ہیں اور بعضے عائشہؓ اور بعض عبداللہ ابن عمرؓ اور راجح قول اوّل ہے اور روایت کی بخاریؒ نے عُروہؓ سے اُنھوں نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی مِلک نہ ہووے سو وہ زیادہ حقدار ہے اُس کا کہا عروہؓ نے یہی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت میں دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ روایت کی طبرانیؒ نے معاذؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اُس کا امام خوش ہو اور اُوپر کی حدیث محمول ہے اُسی صورت پر جب اذن امام کا ہووے **ص** نہیں جائز ہے آباد کرنا اُس زمین کا جس کا پانی ہٹ گیا ہو لیکن وہاں آسکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہوگیا ہو کہ پھر اُس کا عود نہ ہو سکے تو آباد کرنا اُس کا درست ہے اگر زمین موات امام کے اذن سے لی اور اُسمیں پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اُس کو آباد نہیں کیا تو امام اُس سے زمین لیکر دوسرے کے حوالے کرے اور جس نے ایک کنواں زمین موات میں کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنواں عطن کیلئے ہو **ف** یعنی پانی اُس میں سے ہاتھ سے بھرا جاتا ہو اور اُونٹ اُس کے گرد بیٹھ کے پانی پیتے ہوں **ص** یا ناضح ہو **ف** بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے اُونٹوں سے کھیت سینچنے کیلئے **ص** تو گرداگرد اُس کنویں کے چالیسؔ گز ہر طرف سے اُس کا حق ہوگا بر قول اصح **ف** اور بر قول غیر اصح حریم اُس کا چالیسؔ گز ہے ہر طرف سے دسؔ گز اور صاحبینؒ کے نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز کا ہوگا ہر جانب سے اور گز سے مراد گز شرعی ہے جو چوبیس اُنگل کا ہوتا ہے اور ہر اُنگل بقدر چھ جَو کے جب آپس میں ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہووے **کذا فی الاصل** دلیل امام صاحبؒ کی حدیث ہے عبداللہؓ بن مغفل کی روایت کیا اُس کو ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کنواں کھودے تو اُس کو چالیسؔ گز ہے واسطے پانی پینے اُس کے جانوروں کے روایت کی امام احمدؒ نے مسند میں ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنویں کا چالیسؔ گز ہے سب طرف سے اُسکے واسطے پانی پینے اُونٹ اور بکریوں کے **ص** اور حریم چشمے کا پانچسوؔ گز ہی ہر جانب سے **ف** اِس واسطے کہ ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانچسوؔ گز ہے اور بیر عطن کا حریم چالیسؔ گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ساٹھؔ گز ہے **کذا فی العینی شرح الهدایہ** یہی حدیث دلیل ہے صاحبینؒ کی بیر ناضح کے حریم میں زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں اُسکو غریب کہا ہے **ص** تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنواں کھودنیکا ارادہ کریگا تو منع کیا جاویگا نہ باہر حریم کے اگر حریم کی منتہیٰ پر ایک اور شخص نے کنواں کھودا تو اُس کا حریم تینؔ جانب سے ہوگا نہ پہلے کنویں کی جانب سے **ف** اِس لئے کہ وہ ملک پہلے کنویں والے کی ہے **ص** اور کاریز **ف** یعنی مجراے پانی کا زمین کے نیچے **در مختار ص** کا حریم بقدر اُس کی مقدار کے ہے **ف** اندر کی مٹی ڈالنے کے لئے یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب اُس میں پانی نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہے اُس کا حریم نہیں ہے اور جو پانی نکلے تو حکم اُس کا مثل چشمے کے ہے یعنی پانچسوؔ گز اُس کا حریم ہوگا **کذا فی الاصل ص** نہر کا حریم نہ ملیگا دوسرے کی

زمین میں امام صاحبؒ کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اُسکو نہر کی مینڈ ملیگی چلنے کیلئے اور مٹی ڈالنے کیلئے حریم ملیگا اور ایسی ہی زمین موات میں تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے بیچ میں واقع ہے اور کسی کی اُن دونوں میں سے اُس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہیں ہے تو وہ مینڈ صاحب زمین کی ہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور جو کسی کی علامت اُسپر موجود ہی تو اُسی صاحب علامت کی ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حریم نہر کا بمقدار نصف بطن نہر کے ہوگا ہر جانب سے اور محمدؒ کے نزدیک مقدار پوری بطن نہر کا ہر جانب سے ف درمختار میں ہے کہ قول ابو یوسفؒ پر فتوٰی ہے اور حریم درخت کا جو ارض موات میں بووے پانچ گز ہی ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہے حدیث میں اخراج کیا اس کا ابو داؤد ورحمہ نے

ص فصل شرب کے مسائل میں

شِرب بالکسر عبارت ہے پانی کے حصے سے ف یعنی پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت سینچنے کیلئے یا جانوروں کے پانی پلانے کیلئے درمختار ص اور شفہ کہتے ہیں آدمی یا چارپایوں کے پانی پینے کو لبوں سے تو ہر شخص کو حق شفہ پہونچتا ہے ہر پانی میں جو کسی برتن کے اندر نہ رکھا گیا ہووے ف اِس لئے کہ جب پانی کسی برتن میں رکھا گیا وہ رکھنے والے کا مملوک ہوگیا اب کوئی شخص بے اجازت اُس کے اُسمیں سے نہیں پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہ میں ہے جیسے کنواں یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو ہر شخص کو اُس سے پینا یا جانوروں کو پلانا پہونچتا ہے اصل اس باب میں یہ قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ آدمی شریک ہیں تین چیز میں ایک پانی دوسری گھانس تیسری آگ روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہ رحمہ نے ص اِسی طرح ہر شخص کو پہونچتا ہے کہ دریا یا نہر عظیم سے جیسے دجلہ اور جو مانند اسکے نہریں ہیں ف دجلہ نام ہے نہر بغداد کا اور مانند دجلہ کے اور ابہار 1205 عظام ہیں مثل گنگا جمنا گھاگھرا وغیرہ ص اپنی زمین کو سینچے یا اُسمیں ایک نہر اپنی زمین کیطرف نکالے سینچنے کیلئے یا چکی کیلئے اگر عامۂ خلق کو اُس سے مضرت نہ پہونچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کنوئیں سے جائز نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلادے اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانوروں کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت میں پانی ڈالے مگر اُسکی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ گھڑے میں پانی بھر کر اپنے گھر میں لاکر درخت یا سبزے میں ڈالے صحیح تر قول میں ف اور بعضوں کے نزدیک یہ بھی درست نہیں مگر مالک کے اذن سے اور خانیہ اور وجیز میں اسی قول کو اصح کہا ہے طحطاوی ص جو نہر کسی کی مملوک نہیں ہے اُسکی کھدوائیؔ بیت المال میں سے دیجاویگی اور اگر بیت المال میں روپیہ نہ ہووے تو رعایا سے لیجاوے گی ف اور اگر وہ نہ دیں تو امام اُن سے جبراً لیوے جیسے تیاری لشکر اسلام کے واسطے حموی ص اور وہ جو نہر مملوک ہے تو نہر والوں سے لیجاوے گی نہر کے اُوپر کی جانب سے نہ پانی پینے والوں سے ف یعنی جو اُس نہر میں پانی پیتے ہیں اُن سے کھدوائی نہ لیجاوے گی اسلئے کہ وہ نہر والے نہیں ہیں ص اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاویں گے تو اُس پر باقی نہر کی کھدوائی لازم نہ آویگی ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سب شریکوں پر پوری نہر کی اول سے آخر تک کی کھدوائی مقرر کر کے حصہ رسد سب سے لیجاویگی ص صحیح ہے دعویٰ شرب کا بغیر دعویٰ زمین کے ف یہ استحسان ہے اسلئے کہ کبھی پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہے ارثاً اور کبھی زمین بیچڈالی جاتی ہے اور شرب بائع کے لئے رہتا ہے کذا فی الاصل ص ایک جماعت نے شرب میں جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کردیں گے اور اُوپر کی جانب والا نہر روک نہیں سکتا اگرچہ اُسکی زمین سیراب نہیں ہوتی ہو بغیر روکے ہوئے مگر اور شرکا کی رضامندی سے اور کوئی اُس نہر میں سے دوسری نہر نکال نہیں سکتا یا اُس پر چکی نہیں کھڑی کرسکتا یا دولابؔ یا پُل بنا نہیں سکتا مگر شرکا کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک میں رکھے ف اِس طرح سے کہ بطن نہر اور دونوں کنارے اُس کے مملوک ہوں اور دوسرے شریک کو صرف پانی بہانے کا حق ہووے کذا فی الاصل ص اور نہر اور پانی کو اُس سے ضرر نہ پہونچے تو ہوسکتا ہے اِسی طرح نہر کے مُنھ کو چوڑا نہیں کرسکتا یا اگر نہر کا پانی بطور سوراخوں کے منقسم تھا اور وہ دنوں کے حساب سے بانٹے تو یہ نہیں ہوسکتا یا اُس زمین میں پانی لیجاوے جہاں کی باری مقرر نہ تھی حق میں شرب موروث

لہ کھدوائی سے مراد صاف کروائی وغیرہ ۱۲ ۵ دولاب یعنی چرخ ۱۲

ہوتا ہے اور اُس سے نفع اُٹھانے کے لئے وصیت بھی ہوسکتی ہے اور اُسکی بیع یا اجارہ یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہیں ہوسکتی اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھراف موافق عادت کے ورنہ ضامن ہوگا درمختار ص اور اُس سے دوسرے کی زمین میں تری پہونچکے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان نہ دے گا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی سینچی تو تاوان نہ دے گا ف اسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہے اور یہی قول ہے امام خواہرزادہ کا اور جامع صغیر بزدوی میں ہے کہ ضامن ہوگا کذا فی الاصل درمختار میں ہے کہ فتویٰ قول اوّل پر ہے واللہ اعلم

ص کتاب الاشربہ

یہ کتاب ہے شرابوں کے احکام کے بیان میں حرام ہے خمر اور وہ کچا پانی ہے انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ اُٹھاوے اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو ف یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اُس کا حرام ہے اِس لئے کہ وہ نجس عین ہے مثل پیشاب کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خمر کے حق میں اِنَّمَا رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ یعنی وہ پلید ہے شیطان کا کام ہے اور احادیث اُسکی حرمت میں بکثرت وارد ہوئی ہیں روایت کی حاکمؒ اور ابوداؤدؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی خمر پر اور اُسکے پینے والے پر اور اُسکے نچوڑنے والے پر اور اُس کے پلانے والے پر اور اُس کے اُٹھانے والے پر اور اُسکی قیمت کھانے والے پر اور اُس کے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابوحنیفہؒ اور نسائیؒ اور دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ خمر حرام ہے قلیل اور کثیر اُس کا اور اور شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور باقی ائمہؒ کے نزدیک جو چیز عقل کو زائل کردیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہے دلیل اُنکی حدیث ہے ائمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مُسکر خمر ہے اور روایت کی جماعت نے سوا بخاریؒ کے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے خمر ان دو درختوں سے ہوتا ہے یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہؒ نے دلیل امامؒ کی یہ بیان کی ہے کہ خمر بالاتفاق اہل لغت انگورؑ کے پانی کو کہتے ہیں اور حدیث اول میں یحییٰ بن معینؒ نے طعن کیا ہے اور حدیث ثانی نہ بیان حکم منظور ہے نہ بیان معنی خمر اور ائمہ حدیثؒ نے اسکو رد کیا ہے اِس طرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخانؒ اور ائمہ اربعہؒ نے پس یہ اعلیٰ مراتب صحیح میں ہوئی اور طعن یحییٰ بن معینؒ کا اُس حدیث میں ثابت نہیں ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ میں نے اُس طعن کو کسی کتاب حدیث میں نہیں دیکھا اور ائمہ لغت مختلف ہیں خمر کی حقیقت میں بعض نے خاص کیا ہے انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مُسکر کو عام رکھا ہے اور قاموس میں قول ثانی کو اصح کہا ہے اور دلائل اُسکی صحت کے بہت ہیں ایک قول حضرت عمرؓ کا برسر منبر روبرو جماعت صحابہؓ کے کہ خمر پانچ چیزوں سے ہوتا ہے انگور اور کھجور اور شہد اور گیہوں اور جَو سے اور خمر وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو روایت کیا اسکو بخاریؒ نے اور ظاہر ہے کہ عمرؓ اور صحابہؓ کرام عرب عرباء اور علم باللسان تھے دوسری روایت کی بخاریؒ نے انسؓ سے کہ جس وقت خمر حرام ہوا اُسوقت خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسری روایت کی ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہوں سے خمر ہوتا ہے اور جَو سے خمر ہوتا ہے اور تمر سے خمر ہوتا ہے اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہے اور شہد سے خمر ہوتا ہے اور اُن لوگوں میں سے جنھوں نے اطلاق کیا خمر کا غیر انگور پر عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابوموسیٰؓ اور ابوہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ ہیں صحابہؓ سے اور تابعینؒ سے سعید ابن المسیبؒ اور حسنؒ اور سعید بن جبیرؒ ہیں اور اور لوگ ہیں کہا طحاوی نے کہ جب تعارض واقع ہوا حدیث ابوہریرہؓ اور حدیث نعمانؓ اور حدیث ابن عمرؓ میں کہ جب خمر حرام ہوا مدینے میں تو ان خمروں میں سے کوئی خمر وہاں نہ تھا روایت کیا اُس کو بخاریؒ نے اور صحابہؓ اُسکی تعریف اور ماہیت میں مختلف ہوگئے چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی ساتھ انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہم نے درمیان ائمہؒ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی جب شدید ہوجاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہے تو اُسی کو اختیار کیا ہم نے اس لئے کہ امر حرمت کا عظیم ہے جیسے امر حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہے اور منکر اُسکی حرمت کا کافر ہے برخلاف اُس کے جو اور اشربہ کی حرمت کا منکر ہووے اِسلئے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اُس کے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا اور سوا اس کے اور مسکرات بھی حرام ہیں

لیکن حرمت اُن کی ظنی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب ص اور جھاگ ہونا شرط ہے امام اعظمؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک جب شدید ہوگیا اور مُسکر ہوگیا اب جھاگ اُٹھانا ضرور نہیں ہے پھر خمر کا عین حرام ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ بقدر مُسکر اُسمیں حرام ہے ف لیکن یہ قول مردود ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو رجس فرمایا ہے جیسا کہ گزرا اور اُس پر اجماع اُمت کا ہوگیا کذا فی الاصل ص پھر خمر کا حلال جاننے والا کافر ہے ف اِس لئے کہ مُنکر ہے نص قطعی کا ہدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اُسکی ف تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کر دیا تو ضمان لازم نہ آویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی خمر کے بائع اور اُسکی قیمت کھانے والے پر آور روایت کی مُسلمؒ نے اور محمدؒ نے آثار میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے حرام کیا خمر کو سو اُسی نے حرام کیا اُسکی بیع اور ثمن کھانے کو ص اور حرام ہے مسلمان کو نفع اُٹھانا خمر سے ف اِس لئے کہ انتفاع نجس سے حرام ہے دُرِّ مختار میں ہے کہ خمر کا جانوروں کو پلانا یا اُس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اُس کا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا میں اُس کا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اس کے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہے مگر سرکہ بنانا یا پیاس کے سبب سے جان نکلتی ہو اور پانی وغیرہ نہ ملے تو پینا بقدر ضرورت درست ہے اور جو ضرورت سے زیادہ پیے گا تو اُس پر حد ماری جاویگی ص اور جو کوئی خمر کو پیے گا اگرچہ اُس کو نشہ نہ ہووے لیکن حد مارا جاوے گا ف چنانچہ دلیل اُسکی کتاب الحدود میں گزری اور سوا خمر کے اور شرابوں کے پینے سے حد نہ پڑیگی جب تک کہ نشہ نہ ہووے لیکن محمدؒ کے نزدیک پڑیگی اور اِسی پر فتویٰ ہے اِس زمانے میں عالمگیری ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اُسکی حرمت نہ جاویگی ف اس لئے کہ بعد خمر ہو جانے کے پکانا مؤثر نہیں ہے ہدایہ ص اور جائز ہے سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہے وہ سرکہ اسیطرح اگر خود بخود سرکہ ہو جاوے اور شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے انسؓ کی ابی طلحہؓ سے کہ پوچھا اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیموں کا خمر میرے پاس ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ بہا دے اُسکو تو کہا میں نے سرکہ بنالوں اُس کا کہا آپؐ نے نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث قریب تر ہے اُس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اوائل میں آپؐ نے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنوں کا استعمال بھی منع کر دیا تھا بعد اُس کے بالاتفاق درست ہوگیا اسی واسطے شافعیؒ نے بھی ایک قول میں یہ سرکہ جائز رکھا ہے دوسرے یہ کہ حضرتؐ نے فرمایا کیا اچھا سالن سرکہ ہے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے جابرؓ سے اور سرکہ اس حدیث میں مطلق ہے تیسرے یہ کہ علت حرمت خمر کی سُکر ہے تو جب سُکر زائل ہوگیا تو حرمت بھی جاتی رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہوگیا تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک برتن پاک ہوگیا اور اُسکے اُوپر کی جانب جہاں سے خمر گھٹ گیا ہے تبعاً پاک ہو جاویگا یہی مفتی بہ ہے اور ایک روایت میں پاک نہ ہوگا مگر جب وہ سرکہ وہاں ڈالا جاویگا تو علی الفور پاک ہو جاویگا ہدایہ ص اسی طرح حرام ہے طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور دو تہائی سے کم جلایا جاوے ف طلا اُس کو اِس لئے کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہے اُونٹ کے طلا کے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام باذق ہے اور جو نصف جل جاوے تو اُس کا نام مُنصّف ہے یہ دونوں اوزاعیؒ کے نزدیک مباح ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے نزدیک حرام ہیں ص اور سکر یعنی کھجور کا پانی اور نقیع زبیب یعنی خشک انگور کا پانی جب اُن میں جوش اور شدت پیدا ہو جاوے ف یعنی طلا اور سکر اور نقیع زبیب جب ہی حرام ہیں کہ ان میں جوش اور نشہ پیدا ہووے آور شریک بن عبداللہؒ کے نزدیک سکر درست ہے اِسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا اور ہماری دلیل احادیث اور اجماع صحابہؓ کا ہے اُسکی حرمت پر آور یہ آیت ابتدائے اسلام کی ہے جب خمر حلال تھا آور بعضوں نے کہا کہ مطلب اِس آیت کا یہ ہے کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور رزق حسن کو ترک کرتے ہو کذا فی الاصل والہدایۃ ص اور نجاست انکی غلیظہ ہے ف اور ایک روایت میں خفیفہ ہے ہدایہ اور حرام ہونا ان کا امام صاحبؒ کے نزدیک جب ہے جس وقت جوش کرے اور شدید ہو اور جھاگ لاوے آور صاحبینؒ کے نزدیک فقط اشتداد کافی ہے مثل شراب کے کذا فی الاصل ص لیکن حرمت اُنکی ظنی ہے تو مُنکر اُس کا کافر نہ ہوگا اور خمر کی حرمت قطعی ہے تو مُنکر اُس کا کافر ہوگا آور درست ہے مُثلث انگور کا اگرچہ اُسمیں شدت ہو جاوے ف یعنی سکر پیدا ہو جاوے مُثلث انگور کا اُس کو کہتے ہیں کہ انگور کا پانی لیکر پکایا جاوے یہاں تک کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے

اور ایک تہائی رہ جائے پھر اُس کو چھوڑیں یہاں تک کہ اُسمیں شدت ہو جاوے اور جھاگ اُٹھنے لگے اسی طرح اگر اُسمیں بعد جلانیکے پتلا کرنے کیلئے تھوڑا سا پانی ڈالکر پھر پکاویں اور اُسکو رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ جوش کرکے اور شدید ہو اور جھاگ اُٹھنے لگے اور درست ہے یہ مثلث امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اور محمدؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک حرام ہے **کذا فی الاصل** اور طلاد حقیقت اسی کا نام ہے درمختار میں ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہؓ سے ثابت ہے **ص** اسی طرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا جب تھوڑا سا پکالیا جاوے اگرچہ اسمیں شدت ہو جاوے لیکن اِن تینوں کا اِس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ کرے اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پیے بلکہ قوت کیلئے استعمال کرے **ف** ورنہ امام صاحبؒ کے نزدیک بھی حرام ہے دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے علیؓ کی کہ فرمایا حضرتؐ نے حرام کیا اللہ تعالیٰ نے خمر کو بالکل اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اِس کو عقیلیؒ نے اور کہا کہ اسناد میں اُسکی عبد الرحمٰن مجہول ہے اور حدیث اُسکی غیر محفوظ ہے البتہ یہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے روایت کیا اس کو ابو حنیفہؒ اور دار قطنیؒ نے جیسا گزرا اور روایت کیا نسائیؒ نے حلت کو مثلث کی حضرت عمرؓ سے تو حرام امام صاحبؒ کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہو اور محمدؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک یہ سب حرام ہیں قلیل اور کثیر ان کا اِسلئے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو سو اُس کا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اسکو احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے جابرؓ سے اور صحیح کیا ابن حبانؒ نے اور روایت کیا ابو داوٗدؒ اور ترمذیؒ نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہووے تو اُس کا ایک کف بھر بھی حرام ہے اور بہت سے علماءؒ نے فتویٰ دیا ہے محمدؒ کے قول پر اس زمانے میں اِسلئے کہ فاسق اِن چیزوں کا استعمال کرتے ہیں واسطے سکر کے اور شاید امام اعظمؒ کو یہ حدیثیں نہیں پہنچیں واللہ اعلم **ص** اسی طرح درست ہے خلیطان یعنی کھجور اور انگور خشک کو ملا کر بھگو دیں اور تھوڑا سا پکا کر اُسکو چھوڑ دیں یہاں تک کہ جوش مارے اور شدید ہو جاوے جب اُس کو پیے بغیر لہو و طرب کے **ف** دلیل حلت کی وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا عائشہ صدیقہؓ سے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر انگور خشک بھگو رکھتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واسطے سو جو صبح کو تر کرتے تھے تو آپ شام کو اُس کو پیتے تھے اور جو شام کو تر کرتے تھے تو آپ صبح کو اُسکو پیتے تھے اور محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں پلانا ابن عمرؓ و ابن زیاد کو خلیطان روایت کیا ہے اور وہ جو حدیث جابرؓ میں جس کو روایت کیا ائمہ ستہؒ نے ممانعت اسکی منقول ہے تو محمول ہے اوپر ابتدائے اسلام کے ہدایہ **ص** اسیطرح درست ہے نبیذ شہد اور انجیر اور گیہوں اور جو اور جوار کا اگرچہ پکایا نہ جاوے بغیر لہو اور طرب کے **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک ہدایہ میں ہے کہ انکے پینے والے کو حد نہ پڑیگی اگرچہ مست ہو جائے اور محمدؒ کے نزدیک یہ سب حرام ہیں مطلقاً اور یہی مفتیٰ بہ ہے اور اُسکے پینے والے کو حد پڑیگی اگر مست ہو جاوے بقول مختار فی زماننا **کذا فی الدر المختار** **ص** اور درست ہے سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اُسمیں ڈالکر بناوے اور نبیذ ڈالنا تو بنوں اور سبز گھڑوں اور مرتبان اور روغن قیر مالش کیے ہوئے برتنوں اور لکڑی کے برتنوں میں **ف** اسواسطے کہ محمدؒ نے کتاب الآثار میں بسند صحیح روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میں نے تم کو دُبّا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کرتا اور نہ پیو مسکر کو اور وہ جو حدیث ابن عباسؓ میں ہے صحیحین میں کہ آپنے وفد عبد القیس کو دُبّا اور حنتم اور مزفت اور نقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سو منسوخ ہے اِس حدیث سے **ص** اور مکروہ ہے خمر کی تلچھٹ کا پینا اور اُس کو کنگھی میں مل کر بالوں میں لگانا **ف** مراد کراہت سے حرمت ہے **کذا فی الاصل** **ص** لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک مست نہ ہووے تو اُس کو حد نہ پڑیگی **ف** اور خمر میں شرب قلیل سے حد ہے اِس لئے کہ قلیل اُس کا داعی ہوتا ہے طرف کثیر کے اور یہ امر تلچھٹ میں نہیں ہے تو اُسمیں حقیقۃً سکر معتبر ہوگا **کذا فی الاصل مسائل ملحقہ** درمختار میں ہے کہ بھنگ اور افیون اور اجوائن خراسانی اور جائیفل حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص ان میں سے کھاوے تو اُس پر حد نہیں اگرچہ اُس سے مست ہو جاوے بلکہ

ے یہ احتمال غلط اور سوء ظن ہے اس لئے کہ قبل اس کے درمختار سے نقل کیا ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہؓ سے ثابت ہے اور حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی حلت کو جب بقدر مسکر نہ ہو، روایت کی نسائیؒ اور دار قطنیؒ سے تو کیا ان تمام اجلہ صحابہؓ کی روایتیں حرمت قلیل و کثیر مخفی رہیں کوئی مسلمان مخلص ایسا گمان کرے گا پس جواب صحیح یہی ہے کہ یہ روایات استعمال بطور لہو و طرب پر ہیں

اُس کو تعزیر دیجاوے آور ہدایہ وغیرہ سے اجوائن اور افیون کی حلّت مفہوم ہوتی ہے اگر قلیل ہو جس سے سُکر نہ ہووے[له] آور تمباکو کے باب میں علما مختلف ہو گئے بعض کے بیان سے حلّت آور بعضوں کے قول سے کراہت تنزیہی آور بعضوں کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہے لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجع ہے آور کراہت تنزیہی اقرب ہے طرف حلّت کے پس حلّت کا قول راجح ہے اور یہی مستفاد ہے کتب شافعیہ سے اور موافق ہے اِس اصل کے کہ اِن اشیاء میں اباحت ہی آور وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مُسکر سے اور مُفتر سے روایت کیا اس کو احمدؒ نے اُم سلمہؓ سے تو اُس سے ممانعت تمباکو کھانے کی جو واسطے دوا کے ہووے اور قلیل ہو کہ اُس سے فتور پیدا نہ ہووے نہیں نکلتی اور یہی حکم ہے حقّے کا واللہ اعلم بالصواب آور نان پاؤ جس میں خمیر مخلوط ہووے حرام ہے اور جو کوئی چیز مُسکر مخلوط ہووے تو بنا بر مذہب امام صاحبؒ کے درست[٢] ہے آور موافق مذہب امام محمدؒ کے نادرست ہے اور اسی پر فتوےٰ[٣] ہے

ص کتابُ الصَّیۡد

ف یہ کتاب ہے شکار کے بیان میں صَیدوہ حیوان متوحش ہے جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ اور حلّت صید کی غیر محرم کے لئے کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا آور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہ ہو تو شکار کرو اور فرمایا حرام کیا گیا تم پر شکار خشکی کا جب تم احرام میں ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدیؓ بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کُتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ کر مار ڈالے تو کھا اور جو وہ اُس میں سے کھالیوے تو نہ کھا روایت کیا اس کو ائمہ ستّہ نے اور منعقد ہوا اُسکی حلّت پر اجماع **ص** حلال ہے شکار ہر دانت کچلی والے جانور سے اور ہر پنجے والے پرندے سے جیسے کُتا باز وغیرہ **ف** بیان ہوے معنی دانت والے اور پنجے والے جانور کے کتاب ذبائح میں پھر جان تو کہ سُور مستثنیٰ ہی اس سے اِس لئے کہ وہ نجس العین ہے آور امام ابو یوسفؒ نے استثنا کیا شیر کا بسبب اُسکے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور بعض نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا ہے خساست میں اور ظاہر یہ ہے کہ کچھ حاجت استثنا کی نہیں ہے اِس لئے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم نہیں ہو سکتی اِس لئے کہ شیر عالی ہمت ہے وہ کسی کا کام نہیں کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہے وہ بھی کسی کا کام نہیں کرتا تو حلت صید کی شرط نہیں پائی جاتی کذا فی الاصل دلیل اس باب میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ یعنی حلال ہے تمہارے واسطے شکار جانوروں کا جو زخمی کرتے ہیں جن کو تعلیم کیا تم نے آور یہ مطلق ہے شامل ہے ہر جانور کو دوسری حدیث عدیؓ بن حاتم میں لفظ کلب کا وارد ہے اور کلب کا اطلاق زبانِ عرب میں ہر درندے پر ہوتا ہے یہاں تک کہ شیر پر بھی ہدایہ **ص** بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہوں **ف** اسلئے کہ کلام اللہ میں وَمَا عَلَّمْتُمْ کی قید ہے دوسرے یہ کہ ابو ثعلبہ خشنیؓ نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہیں اپنے کُتے معلّم اور غیر مُعلّم سے تو فرمایا آپنے کہ جو تو شکار کرے اپنے کتے معلّم سے بسم اللہ کہہ کر سو کھا اُس کو اور جو تو شکار کرے غیر معلّم کتے سے اور اُس جانور کو ذبح کرلے تو کھا اُس کو یعنی بغیر ذکاوت اُس کا کھانا درست نہیں ہے روایت کیا اُس کو بخاریؒ مسلمؒ نے **ص** اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگادیں **ف** اِس واسطے کہ کلام اللہ میں جَوَارِحِ کا لفظ وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جراحت ضرور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جراحت شرط نہیں ہے **ص** اور اُن کو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہہ کر چھوڑے **ف** اِس واسطے کہ حدیث عدیؓ میں بسم اللہ کہنے کا امر ہے اور اُسی حدیث میں ہے کہ عدیؓ نے کہا یا رسول اللہ میں اپنا کتا بسم اللہ کہہ کر چھوڑتا ہوں اور اُس کے ساتھ ایک اور کُتا آجاتا ہے اب میں نہیں جانتا کہ شکار کو کس کُتے نے پکڑا تب فرمایا آپنے کہ نہ کھا اُس کو اِس لئے کہ تو نے اپنے کُتے پر بسم اللہ کہی ہے نہ دوسرے کُتے پر تو اگر کُتا چھوڑنیوالا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن عمداً بسم اللہ ترک کردیوے تو درست نہیں ہے **ص** اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو پانوں سے یا پروں سے اور وحشی ہو حلال ہو **ف** ذکات اختیاری اُس میں نہ ہو سکے تو جو جانور لوگوں سے اُنس پکڑ گیا ہے ممتنع ہے لیکن متوحش نہیں ہے آور جو شکار جال میں پھنس گیا یا کنوئیں میں گر گیا یا سُست کیا ہو اُس کو کسی متوحش نے تو وہ متوحش ہے لیکن غیر ممتنع ہے کذا فی الاصل

[له] جس کے کھانے سے نشہ ہو اور بطور لہو و طرب اس کا استعمال نہ ہو ۱۲ [٢] اور اسی پر فتوی اور احتیاط ہے ۱۲ [٣] یعنی تسکر ہو ۱۲ [٤] اور بطور لہو و طرب کے نہ ہووے ۱۲

تو ایسے جانوروں میں ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے لئے ضرور ہے صرف ارسال جانور اور زخم سے حلال نہ ہوں گے ص اور اُس کلب
معلّم کے ساتھ دوسرا کلب جس کا شکار نہیں درست ہے ف جیسے وہ کلب غیر معلّم ہووے یا مجوسی کا ہووے یا شکار کے لئے چھوڑا نہ گیا ہووے
یا بسم اللہ عمداً ترک کر کے چھوڑا گیا ہووے کذا فی الاصل ص شریک نہ ہووے ف بسبب اُسی حدیث عدی بن حاتمؓ کے جو اُوپر گزری
ص اور وہ کلب معلّم وقفہ نہ کرے بعد ارسال کے ف تاکہ اُس کا شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب رہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال کے آرام
کے لئے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہیں اس لئے کہ یہ شکار ارسال سے نہ ہوگا بلکہ گویا کلب نے بطور خود
شکار کیا برخلاف اِس کے کہ چیتے کو شکار کیلئے چھوڑا اور وہ چھپ رہا بطریق حیلے اور گھات کے شکار کی فکر میں نہ بطریق استراحت و آرام کے پھر شکار
کو پکڑا کہ یہ درست ہے اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کرلے تو بھی درست ہے در مختار و طحطاوی ص اور کُتا تعلیم یافتہ ہو جاتا ہے اگر تین بار
شکار کرے اور اُس میں سے نہ کھاوے آور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہے جب پکارنے سے آنے لگے ف یہی مضمون ماثور ہے ابن عباسؓ سے کہا زیلعیؒ
نے تخریج میں کہ یہ اثر غریب ہے میں کہتا ہوں روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں بسند صحیح ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جس جانور کو پکڑے تیرا کتا تو
اگر معلّم ہے تو کھا اُس کو اور جو وہ اُس میں سے کھالیوے تو نہ کھا اُس کو آور لیکن باز اور شاہین تو کھا اگرچہ وہ اُسمیں سے کھالیوے اس لئے کہ
تعلیم اُس کی یہ ہے کہ پکارنے سے چلا آوے اور اُس کو مار نہیں سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمدؒ نے کہ ہم اِسی قول سے اخذ کرتے ہیں اور یہی
قول ہے ابو حنیفہؒ کا ص تو اگر باز شکار میں سے کھالیوے تو وہ شکار کھانا درست ہے نہ جب کُتا اُسمیں سے کھالیوے اُسی طرح اگر کتے نے تین بار
نہ کھایا پھر چوتھی دفعہ کے شکار میں سے کھالیا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا اور اُس کے بعد جتنے جانور شکار کریگا سب حرام ہونگے یہانتک کہ پھر تعلیم یافتہ
ہو جاوے آسی طرح قبل اُس جانور کے جتنے جانور شکار کیے ہیں اگر وہ صیاد کے پاس موجود ہیں حرام ہونگے ف اور جو صیاد اُنکو کھا گیا ہے تو اب
حُرمت کے ثبوت سے کیا فائدہ ہے ص اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اُس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ بسم اللہ کہہ کر تیر مارے
ف آور جو بھول جاوے تو بھی درست ہے آور جو قصداً ترک کریگا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا ص اور وہ تیر اُس شکار کو زخمی کرے آور اگر شکار تیر
کھائے ہوئے بھاگ کر کہیں غائب ہو جاوے تو اُسکی جستجو سے بیٹھ نہ رہے ف یعنی اُس نے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھا کر آنکھ سے غائب
ہو گیا بعد اُس کے شکاری نے اُس کو مُردہ پایا تو اگر اُسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہیں اور جو اُس کے ڈھونڈھنے میں مصروف تھا تو
حلال ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شکار میں جو غائب ہو جاوے شکاری سے کہ تو نہیں جانتا شکاری نے قتل کیا
اُس کو یا زمین کے جانوروں نے روایت کیا اِس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابی رزینؓ سے آور روایت کی مسلمؒ اور احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور
نسائیؒ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ثعلبہؓ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اُس کو پایا
سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہوا ص اگر تیر مارنے والے نے یا کُتے یا باز سے شکار کرنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو ضرور ہے کہ اُسکو ذبح کرے
ف یعنی جب اُسکو زندہ پاوے اِس قدر کہ مذبوح سے زیادہ اُس میں حیات ہووے تو ذکات ضرور ہے ص تو اگر ترک کریگا عمداً ذکات کو
حرام ہو جاوے گا ف یعنی باوجود قدرت تذکیہ کے اگر ذکات نہ کریگا حرام ہوگا آور جو قادر نہو ذکات پر تو حلال ہے یہی مروی ہے امام ابو حنیفہؒ
اور ابو یوسفؒ سے آور یہی قول ہے شافعیؒ کا آور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ حرام ہو جاویگا آور جو اُسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اُسکا اعتبار
نہ ہوگا پس تذکیہ واجب نہ ہوگا لیکن جو جانور اُوپر سے گر پڑے یا مثل اُسکے آور جو بکری بیمار ہو تو فتوٰی اسپر ہے کہ اُسمیں حیات قلیل بھی معتبر ہے
یہاں تک کہ اگر اُس کو ذبح کرے گا اور اُسمیں تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہو جاویگا بسبب قول اللہ تعالیٰ کے اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ کذا فی الاصل
ص اگر مجوسی نے اپنا کُتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اُس کُتے کو تیز کیا اور بھڑکایا شور کر کے سو وہ تیز ہوا اور اُس نے شکار مارا تو وہ شکار
حرام ہے ف اِس واسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہے نہ بھڑکانے اور تیز کرنے کا ص اسی طرح اگر معراض نے

اُس شکار کو قتل کیا اپنے عرض کی جانب سے نہ طول کی جانب سے جدھر دھار ہے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اُس تیر کو کہتے ہیں جو بے پر کا ہووے اور نام اُس کا معراض اِس لئے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جاکر لگتا ہے نہ نوک سے اور جو اُس کی نوک میں تیزی ہووے اور وہ نوک کی جانب سے لگے تو شکار[۵۱] حلال ہے **کذا فی الاصل** دلیل اِس باب میں قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدی بنؓ حاتم کی حدیث میں کہ پُوچھا میں نے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپؐ نے جب لگے وہ نوک کیطرف سے جدھر تیزی ہے تو کھا اور جو عرض کی جانب سے لگے تو نہ کھا اس لئے کہ وہ موقوذہ ہے روایت کیا اِسکو بخاریؒ نے اور موقوذہ حرام ہے نص کلام اللہ سے موقوذہ اُس جانور کو کہتے ہیں جسکو لکڑی یا ڈھیلے یا پتھر سے پھینک کر ماریں **ص** یا قتل کیا اُس کو بھاری غُلے نے اگرچہ وہ غُلہ دھار دار ہووے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جانور اُس غُلے کے بوجھ سے مرگیا ہووے نہ زخم سے یہاں تک کہ اگر غُلہ ہلکا ہووے اور دھار دار ہووے تو حلال ہوگا اسلئے کہ موت بالیقین جراحت سے ہوگی **کذا فی الاصل** ہدایہ میں اِن مسائل کا قاعدۂ کلیہ یہ مذکور ہے کہ جب موت جراحت سے ہو یقیناً تو شکار حلال ہوگا اور جو اُس کے بوجھ اور وزن سے ہووے یقیناً تو حرام ہوگا آور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے **ص** یا اُس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی میں گر پڑا **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا اِسلئے شک ہے کہ وہ تیر سے مرا یا پانی میں ڈوبنے سے، اور حدیث عدی بنؓ حاتم میں ہے کہ اگر شکار تیرا پانی میں گر پڑا تو نہ کھا اُس کو اسواسطے کہ تو نہیں جانتا کہ پانی نے قتل کیا اُس کو یا تیرے تیر نے روایت کیا اِسکو مسلمؒ نے **ص** یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر پھر وہاں سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام[۵۲] ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہے اسی طرح حلال ہے اگر مسلمان نے کُتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اُسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسی نے اُسکو نہیں چھوڑا لیکن مسلمان نے اُس کو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا تو اِن صورتوں میں شکار حلال ہے **ف** جاننا چاہیئے کہ جہاں پر ارسال اور زجر دونوں پائے جاتے ہوں تو اعتبار ارسال کا ہے تو اگر ارسال مجوسی سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور جو ارسال مسلمان سے ہووے اور زجر مجوسی سے ہو تو شکار درست ہے آور جو ارسال وہاں بالکل نہ ہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان سے ہو تو شکار حلال ہے اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہے **کذا فی الاصل** **ص** اگر کُتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اُس نے دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہے **ف** یہ ہمارے نزدیک ہے اِسواسطے کہ اِس قسم کی تعلیم نہیں ہوسکتی کہ جس جانور کو معین کردیویں اُسی کو پکڑے آور امام مالکؒ کے نزدیک حلال نہیں ہے اور اگر کُتے کو بسم اللہ کہہ کر ایک شکار پر چھوڑا اور اُس نے جاکر اُس کو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا تو دونوں حلال ہیں جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگ کے پھر دوسرے کو لگ گیا تو دونوں حلال ہوں گے اسی طرح اگر کُتے کو بہت سے جانوروں پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہہ کے اور اُس نے کئی جانوروں کو مارا تو سب حلال ہیں لیکن اگر دو بکریوں کو ایک بار بسم اللہ کہہ کے ذبح کرے گا تو دوسری بکری درست[۵۳] نہ ہوگی **کذا فی الاصل** **ص** اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہہ کے تیر مارا اور اُسکا کوئی عضو جُدا ہوگیا تو شکار حلال ہے لیکن وہ عضو نہ کھایا جاوے گا **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کھائے جاویں گے دلیل[۵۴] ہماری قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جُدا کیا جاوے جانور زندہ سے تو وہ عضو میت ہے روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے ابی واقد لیثی سے **کذا فی الاصل** **ص** اور اگر وہ جانور اس طرح کٹ گیا کہ اُس کے دو ٹکڑے ہوگئے اثلاثا یعنی دو حصے سُرین کی طرف اور ایک حصہ سر کی طرف یا اُس کا سر آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونوں ٹکڑے کھائے جائیں گے **ف** اِسواسطے کہ اِن صورتوں میں حیات اُسکی ممکن نہیں زیادہ حیات مذبوح سے اور اُس کا اعتبار نہیں تو حدیث مذکور اس کو شامل نہ ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ دو حصے اُسکے سر کی جانب میں ہووے اور ایک حصہ سُرین کی جانب میں کیونکہ یہاں حیات ممکن ہے تو سُرین والا حصہ حرام ہوگا اور سر کی جانب کے دو حصے درست ہوں گے آور برخلاف اُس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہاں بھی حیات کا احتمال ہے زیادہ حیات مذبوح سے **ص** تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا اور مار ڈالا تو اگر اوّل کے تیر مارنے سے وہ جانور سُست ہوگیا تھا[۵۶] تو جانور

[۵۱] اِس لئے کہ احتراز اس سے ممکن ہے بخلاف گرنے کے زمین پر کہ اُس سے احتراز ممکن نہیں کذا فی الاصل آور یہ فعل قلیل الوقوع ہے بخلاف گرنے صید کے زمین پر پس حُرمت میں احتمال تردی اول صورت میں ہوا نہ ثانی میں فافہم ۱۲ عبدہٗ [۵۲] اِس واسطے کہ یہ تذکیہ اختیاری ہے ۱۲ عبدہٗ [۵۳] اِن دونوں صورتوں مذکورہ میں وہ عضو جُدا کیا ہوا جانور زندہ سے ہے پس مُردار ہوگا کما فی الحدیث ۱۲ [۵۵] اور زخمی کرے ۱۲ [۵۶] اور عاجز ہوگیا بھاگنے سے ۱۲

پہلے شخص کو ملے گا اور کھانا اُس کا حرام ہو جاویگا اور دوسرا تیر مارنے والا پہلے شخص کو ضمان دیگا اُسکی قیمت کا جو بعد زخمی ہونے کے ہووے اور جو پہلے تیر سے وہ جانور سُست نہیں ہوا تھا تو وہ جانور دوسرے شخص کو ملے گا اور کھانا اُس کا حلال ہو گا **ف** اوّل صورت میں حرام اِسواسطے ہو گا کہ جب پہلے تیر سے وہ سُست ہو گیا تو اب ذکات اختیاری پر قدرت ہو گئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہو گی اور دوسری صورت میں حلال رہیگا اِس لئے کہ پہلے تیر سے وہ جانور سُست نہیں ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہیں ہوئی تھی پس مِلک ثانی کا ہو گا اِس لئے کہ اُس نے شکار کیا اُس کا کذا فی الاصل **ص** اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اُس کا حلال ہووے یا حلال نہ ہووے **ف** جیسے لومڑی بھیڑیا ریچھ سُور وغیرہ تو سوا سُور کے اور جانوروں کی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہو جاوے گا کذا فی الاصل

ص کتاب الرھن

ف یہ کتاب ہے رہن یعنی گرو رکھنے کے بیان میں رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ یعنی اگر ہو تم سفر میں اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی اور حدیث سے روایت کی بخاریؒ مسلمؒ نے عائشہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک یہودی سے غلہ اور رہن کر دی اُس کے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اِس پر **ص** رہن کے معنی شرع میں یہ ہیں کہ چیز کو روک دینا بعوض اُس حق کے جس کا حاصل کر لینا ممکن ہو اُس شے مرہون سے مثل دَین کے **ف** پس دَین کا وصول کر لینا شے مرہون سے ممکن ہے اُسکو بیچکر بر خلاف عین کے کہ وہاں صورت مطلوب ہوتی ہے اور تحصیل صورت دوسری شے سے نہیں ہو سکتی کذا فی الاصل جاننا چاہیئے کہ شے مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہیں یعنی جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اُس کو مرتہن کہتے ہیں اور جس چیز کو رہن رکھتے ہیں اُس کو مرہون اور رہن کہتے ہیں **ص** اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے لیکن لازم نہیں ہوتی تو راہن کو شے مرہون کا تسلیم کر دینا اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے **ف** کیونکہ ابھی رہن تمام نہیں ہوئی اِس لئے کہ تمام اُس کا قبض سے ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہو جاتی ہے اور دلیل ہماری آیت ہے کلام اللہ کی جو اُوپر گزری اُس میں قبضے کی قید ہے **ص** پھر جس وقت راہن نے شے مرہون کو تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ شے مرہون مقسوم تھی شائع نہ تھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نہ تھی فارغ تھی **ف** یہاں تک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہو گی تو رہن جائز نہ ہو گی جیسے رہن کرنا زمین کا بدون اشجار کے جو اُس میں ہیں یا رہن کرنا شجر کا بدون پھلوں کے جو اُس پر ہیں یا رہن کرنا اُس گھر کا جس میں اسباب راہن کا ہے بدون اسباب کے کذا فی الاصل **ص** اور متمیز تھی **ف** یعنی اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے پھل اوپر درخت کے تو واجب ہے کہ اُس کو جُدا کر دیوے تو فراغ سے مقصود یہ ہے کہ محل حال سے خالی ہو جب حال مرہون نہ ہو برابر ہے کہ اتصال محل کا ساتھ حال کے خلقت سے ہووے یا مجاورت سے اور متمیز سے غرض یہ ہے کہ حال جُدا ہو اُس محل سے جو غیر مرہون ہے یعنی اتصال خلقی نہ رکھتا ہووے یہاں تک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہو گا تو وہ مُضر نہیں ہے جیسے رہن اُس اسباب کا جو راہن کے مکان میں ہے درست ہے اگرچہ وہ اسباب حال ہے مکان میں اور مکان اُسکا محل مرہون نہیں ہے اسواسطے کہ یہ اتصال خلقی نہیں ہے کذا فی الاصل مع تفصیل **ص** تو اب رہن لازم ہو گئی اور تخلیہ رہن میں قبض ہے بمنزلہ بیع کے **ف** تخلیہ یہ ہے کہ راہن شے مرہون کو ایسے مقام میں رکھدیوے کہ مرتہن اُس کے لینے پر قادر ہو جاوے یہ ظاہر الروایۃ میں ہے اور ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ شے منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا مگر نقل سے اسواسطے کہ رہن قبض موجب ہے واسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے اور امام مالکؒ کے نزدیک لازم ہو جاتا ہے رہن بدون قبض کے کذا فی الاصل **ص** تو جب شے مرہون مرتہن کے قبضے میں آگئی تو اب مرتہن اُس کا ضامن ہو گیا **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہیں ہے بلکہ شے مرہون اُس کے پاس امانت ہے اور شے مرہون کے تلف ہو جانے سے دین ساقط نہ ہو گا اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں روکی جاوے گی رہن جس نے اُسکو

رہن رکھا پس اُسی کے لئے ہیں منافع اُس کے اور اُسی پر ہے تاوان اُس کا روایت کیا اُس کو ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں ابو ہریرہؓ سے اور کہا ابوداوٗدؒ نے کہ نہیں ردکیجاویگی رہن اسی قدر ہے کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید ابن المسیبؒ کا ہے نقل کیا اُسکو زہریؒ نے اُن سے اور کہا کہ یہی صحیح ہے اور روایت کیا اُس کو شافعیؒ نے مرسلاً سعید بن المسیبؒ سے کہا شافعیؒ نے کہ معنی اُس حدیث کے یہ ہیں کہ تاوان مرہون کا راہن پر ہے اور دَین اُس کے ہلاک سے ساقط نہ ہوگا اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے جب اُس کے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہوگیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دَین ساقط ہوگیا روایت کیا اسکو ابوداوٗدؒ نے مراسیل میں عطاؒ سے اور بھی روایت کی ابوداوٗدؒ نے مراسیل میں اوزاعیؒ سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض اُس چیز کے ہے جس میں وہ رہن ہے کہا ابن القطانؒ نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور نکالا طحاویؒ نے ابو الزنادؒ سے بسند صحیح کہ کہا اُنھوں نے پایا میں نے اُن فقہاء کو کہ جن کے قول کا اعتبار ہے اُن میں سے سعید بن المسیبؒ اور عروہ بن الزبیرؒ اور قاسمؒ ہیں کہ کہا اِن سبھوں نے رہن بعوض اُس چیز کے ہے جسمیں وہ رہن ہے یعنی جب مرہون ہلاک ہو جاوے اور قیمت اُسکی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے کہ اجماع کیا سب صحابہؓ اور تابعینؒ نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا اُنھوں نے کیفیت ضمان میں تو قول شافعیؒ کا مخالف ہے اجماع کے اور مراد اُس حدیث سے یہ ہے کہ رہن کو مُرتہن روک نہیں سکتا اِس طرح پر کہ راہن اُسکو چھڑا نہ سکے یہی منقول ہے سلفؒ سے جیسے طاوٗس اور ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالکؒ نے موطا میں اِس حدیث کو مرسلاً سعید بن المسیبؒ سے اور کہا کہ تفسیر اسکی یہ ہے کہ راہن ایک شے کو رہن کرے اور قیمت اُسکی دَین سے زیادہ ہووے تو مرتہن یہ کہے کہ اگر تو دَین اِس میعاد پر ادا نکریگا تو وہ چیز میری ہو جاویگی یا راہن یوں کہدیوے کہ مَیں دَین فلاں مدت تک ادا نہ کرونگا تو وہ شے تیری ہو جاویگی تو منع کر دیا اِس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس اگر راہن بعد میعاد کے بھی زر رہن لیکر آوے تو مرہون اُسی کو ملے گی ص پس اگر تلف ہو جاویگی تو مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کمتر کا دَین اور قیمت میں سے ف یعنی اگر دَین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دَین سے ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونوں برابر ہونگے تو بھی دَین سے جیسا بیان اُس کا ہوتا ہے ص تو اگر دَین اور قیمت مرہون کی دونوں برابر ہیں تو دَین ساقط ہو جاویگا اور اگر قیمت مرہون کی زیادہ ہے اور دَین کم ہے تو جس قدر دَین سے زیادہ ہے وہ مُرتہن کے پاس امانت ہے ف پس ضمان اُس کا مرتہن کو درصورت ہلاک کچھ نہ دینا ہوگا ص اور جو دَین زیادہ ہے اور قیمت کم ہے تو بقدر قیمت دَین ساقط ہو جاویگا اور جس قدر دَین اُسکی قیمت پر زائد ہے اُتنا مُرتہن راہن سے اور لےگا ف مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا سو روپے پر اب وہ گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپیہ تھی تو برابر برابر دونوں چھوٹ جاویں گے نہ زید عمرو سے کچھ لے گا نہ عمرو کچھ زید سے اور جو گھوڑے کی قیمت سو آسو تھی تو بھی سو روپیہ تو دَین کے ساقط ہوں گے اور پچیس زید کے گویا امانت تھے عمرو پاس تو اُس کا تاوان عمرو نہ دیگا اور جو قیمت اُسکی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لے لیگا اور پچھتر ساقط ہو جاوینگے ص اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دَین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دَین کے بدلے میں اور محبوس رکھنا شے مرہون کا بعد فسخ ہو جانے عقد رہن کے یہانتک کہ اپنا دین وصول کرلے یا مُعاف کر دیوے اور نہیں جائز ہے مرتہن کو نفع اُٹھانا مرہون سے مثلاً غلام و لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون میں سکونت کرنا یا پارچہ مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا ف اِسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیبؒ میں ہے کہ شے مرہون کے منافع راہن کے ہیں روایت کیا اسکو ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اُٹھانے کی تو درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت سے بھی راہن کے درست نہیں اِس لئے کہ یہ ربوا ہے درمختار اور طحطاوی میں ہے کہ قول اول مفتی بہ ہے اور قول

۵۱ اور لفظ اس حدیث کا اذا عمی الرہن فہو بما فیہ اور یہ حدیث مرسل اور مسند دونوں طرح مروی ہے لیکن مسند دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور لیکن مرسل تو ابوداوٗدؒ نے مراسیل میں روایت کی ہے لیکن مرسل صحیح ہے بقول سعید بن قطانؒ کذا فی العینی شرح الہدایہ ۱۲ ۵۲ یعنی دَین مرتہن کا ساقط ہو جاوے گا اور راہن سے کچھ نہیں لے سکتا اور باقی قیمت ید مرتہن میں امانت ہوگی ۱۲ عبدہٗ ۵۳ یعنی اگر قیمت مرہون کی دَین سے کم ہوگی تو بقدر قیمت دَین سے ساقط ہو جاوے گا اور باقی دَین راہن سے پھیر لے گا ۱۲ عبدہٗ ۵۴ روایت کی بیہقیؒ نے عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جب رہن ضائع ہو

ثانی محمول ہے تقوےٰ پر ص پھر اگر مرتہن نے اُس سے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہو گیا لیکن رہن باطل نہ ہوگی اِس تعدی سے
اور جب مرتہن اپنا دَین طلب کرے تو اُس کو شے مرہون کے حاضر کرنے کا حکم ہوگا ف مگر جب شے مرہون کے حاضر کرنے میں دقت ہو
بوجہ بوجھ کے یا کسی معتمد پاس رکھنے کے سبب سے درمختار ص پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اُس کا پُورا دین اُس کو دیا جاویگا
پہلے پھر شے مرہون راہن کو دی جاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دَین طلب کیا کسی اور شہر میں سوا اُس شہر کے جہاں حقوق رہن ہوا تھا تو اگر مرہون
کے لانے میں باربرداری کی مشقت نہ ہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑیگا ورنہ نہ پڑیگا اور دَین اُس کو دیدیویں گے بغیر حاضر کرتے مرہون کے ف
اور قہستانیؒ نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اُس پر حاضر کرنے کا حکم نہ ہوگا
لیکن اگر راہن دعویٰ تلف ہو جانے مرہون کا کرتا ہوگا تو مُرتہن سے حلف اُس کے عدم تلف پر لے سکتا ہے اور اگر ادائے بدل رہن باقساط
ٹھہرا ہووے تو ہر قسط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا بعضوں کے نزدیک ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر راہن دعویٰ ہلاک مرہون کا کرتا
ہے تو احضار ضرور ہے ورنہ بے فائدہ ہے درمختار و طحطاوی ص اور مرتہن کو حکم نہ ہوگا احضار رہن کا جب وہ دَین طلب کرے اُس
صورت میں کہ اُس نے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہووے اِسی طرح حکم نہ ہوگا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شے مرہون کو راہن
کے حکم سے بیچ ڈالا ہوگا جب تک وہ کل دَین اپنا وصول نکرے اگر مرتہن نے قبض ثمن نہ کیا ہوگا اور جو قبض ثمن کیا ہوگا تو اُسکو احضار ثمن کا
حکم ہوگا اِسی طرح مرتہن کو حکم نہ ہوگا کہ راہن کو شے مرہونہ بیچنے دیوے جب تک اپنا دَین وصول نہ کرلے اِسی طرح اگر راہن نے کچھ دَین ادا کیا
تو مرتہن کو یہ حکم نہ ہوگا کہ بقدر اُس کے اسباب مرہون پھیر دیوے جب تک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے اور مرتہن کو یہ ضرور ہے کہ حفاظت
شے مرہون کی آپ کرے یا اپنے اہل وعیال سے کراوے مثل جورو اور لڑکے اور اُس خادم کے جو اُسی کے پاس رہتے ہیں اور جو اُن کے
سوا اوروں سے حفاظت کراوے گا تو ضامن ہوگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا ف یا عاریت دے گا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا
ص یا اُس پر تعدی کرے گا تو ضامن ہوگا ف درصورت ہلاک مرہون کُل قیمت کا درمختار ص اگر انگشتری مرہونہ کو اپنی چھنگلیا میں پہنا اور
وہ تلف ہو گئی تو ضمان ہوگا اور جو اور کسی اُنگلی میں پہنے تو ضمان نہ ہوگا ف اِس لئے کہ چھنگلیا میں پہننا استعمال ہے اور دوسری اُنگلی میں
رکھنا استعمال نہیں ہے بلکہ حفاظت کے واسطے ہے بحسب عادت کے کذا فی الاصل حاصل اِن مسائل کا یہ ہے کہ اگر شے مرہون کو اِس طرح
اپنے پاس رکھے کہ عُرف میں استعمال اُس کو نہ کہیں تو تلف سے ضمان کُل قیمت کا نہ ہوگا اور جو عرف میں استعمال کہلاوے جیسے دو تلواریں
مرہون باندھنا نہ تین تلواریں تو ضمان لازم ہوگا ص اخراجات حفاظت شے مرہون کا جیسے بیت الحفظ کا کرایہ اور نگہبان کی تنخواہ مرتہن
پر ہوں گے اِسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ جاوے اُس کے لانے والے کی اُجرت تو وہ بھی مُرتہن پر
ہے جب قیمت شے مرہون کی دَین کے برابر ہووے یا کم ہووے یا مرہون کا کوئی جز نکل جاوے جیسے عضو مجروح مرہون کا معالجہ تو یہ بھی
مرتہن پر ہے جب قیمت شے مرہون کی دَین کے برابر یا کم ہووے اور جو اِن دونوں صورتوں میں قیمت مرہون کی دَین سے زیادہ ہووے تو اُسکی
تقسیم کریں گے مضمون اور امانت پر تو جس قدر مضمون ہے اُس قدر خرچ مرتہن پر ہے اور جس قدر امانت ہے اُس قدر خرچ راہن پر ہے ف
مثلاً دَین سَو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سَو درہم ہیں اور اس کے علاج میں یا پکڑ لانے میں دس درم صرف ہوئے تو پانچ راہن پر ہونگے
اور پانچ مرتہن پر ص برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جس میں حفاظت شے مرہون کی کی جاتی ہے کہ وہ کل مرتہن پر ہوں گے اگرچہ قیمت
مرہون کی دَین سے زیادہ ہووے اور اخراجات بقائے ذات مرہون کے اور اُسکی اصلاح منافع کے جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا چرائی
کی اُجرت یا دایہ کی اُجرت یا سینچائی باغ کی اور مثل اس کے اور اُمور راہن پر ہوں گے ف راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں ہے اور
مرتہن نے کہا کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مُرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا درمختار

ص باب بیان میں اُن چیزوں کے جن کا رہن رکھنا درست ہے اور جن کا درست نہیں اور جن چیزوں کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں

صحیح نہیں ہے رہن مشاع کا ف مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس اور غیر شریک پاس قسمت پذیر ہو یا نہ ہو در مختار ص اور پھلوں کا اوپر درخت کے بدون درخت کے اور درختوں کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون زمین کے اِسی طرح زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدون پھلوں[ل] کے اور حر اور مکاتب اور مدبر اور اُم ولد کا ف اور وقف کا در مختار ص اسی طرح نہیں ہے رہن بدلے میں امانت کے ف جیسے ودیعت یا مال مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اُسکی یوں ہے کہ زید نے امانۃً یا شرکۃً یا مضاربۃً یا عاریۃً کچھ مال لیا عمرو سے اب زید اُسکے عوض میں کوئی شے اپنی عمرو پاس گرو کردے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہیں ہے ص اور رہن بالدرک ف صورت اُسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہے کہ شاید یہ گھر کسی اور کا نکلے اُسوقت ثمن زید سے وصول نہ ہوسکے تو بکر نے عمرو کی تسکین کیلئے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کردی تو یہ رہن باطل ہے اسی طرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اُس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہیں جائز ہے لیکن کفالت اِس طرح درست ہے کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض اُس عین کے جو مضمون بغیرہا ہے یعنی وہ چیز جس کا تاوان مثل یا قیمت سے نہیں ہے جیسے رہن بعوض اُس مبیع کے جو بائع کے قبضے میں ہے ف یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن اُسکو تسلیم نہیں کیا مشتری کو اب بائع مشتری کی تسکین کیلئے کوئی چیز بدلے میں مبیع کے گرو کردیوے تو یہ رہن ناجائز ہے اِسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہو جاوے تو بائع اُس کا ضمان نہ دیگا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہو جاویگا اور وہ بائع کا حق ہے کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے ف یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی گرو کردی تو یہ رہن باطل ہے اور جو مال ضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کیلئے کوئی چیز اُس پاس گرو کردے تو درست ہے کذا فی المنح ص اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا مادون النفس ف یعنی زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کردیوے اسلئے کہ قصاص سے نہیں روکے گا ص اور شفعہ کے ف مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شے گرو کردی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑدے تو یہ رہن باطل ہے اسلئے کہ شفیع کا کوئی دَین بائع اور مشتری پر نہیں ہے ص اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والے کی اُجرت کے بدلے میں ف اِسواسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہیں اور اُنکی اُجرت کچھ لازم نہیں ہے ص اور غلام جانی یعنی جس سے کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے میں ف اِسواسطے کہ مولیٰ پر اُس کا ضمان نہیں ہے کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہو جاوے تو مولیٰ کو کچھ دینا نہ پڑے گا تو جب اِن صورتوں میں رہن صحیح نہ ہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہے اور اگر قبل طلب راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہو جاوے تو مفت تلف ہو جاویگا اِسواسطے کہ رہن باطل کیلئے کوئی حکم ضمان کا نہیں ہے تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے کذا فی الاصل ص اور نہیں صحیح ہے رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہو گیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہیں ہے اور جو ذمی نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہو گیا تو مسلمان پر ضمان آویگا ف اِسواسطے کہ خمر ذمیوں کے حق میں مال متقوم ہے نہ مسلمان کے حق میں کذا فی الاصل ص اور صحیح ہے رہن عوض میں اُس عین[ط] کے جس کا ضمان مثل یا قیمت سے لازم آتا ہے جیسے عوض میں مغصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے ف اِس لئے کہ یہ چیزیں اگر بعینہا قائم ہوتی ہیں تو عین واجب ہوتا ہے اور جو تلف ہو جاتی ہیں تو مثل یا قیمت دینا پڑتی ہے تو رہن اُن کے عوض میں صحیح ہوگا کذا فی الاصل ص اور[ط] بدلے میں دَین کے اگرچہ دَین موعود ہو ف یعنی مرتہن اُسکا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک چیز اپنی گرو کردی عمرو پاس تا عمرو اُسکو اس قدر روپیہ قرض دیوے ص تو اگر اس صورت میں رہن ہلاک ہو گیا مرتہن پاس تو مرتہن پر جس قدر روپئے کا اُس نے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا ف جب دَین موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہووے اور جو زیادہ ہووے تو قیمت دینی لازم آویگی اور اس قید کا ذکر متن میں اِس لئے نہیں کیا کہ ظاہر یہی ہے کہ دَین موعود قیمت مرہون سے زیادہ نہ ہوگا اور جو بطور نادر

زیادہ ہو تو حکم اُس کا سابق سے معلوم ہے پس اسی پر اعتماد کیا کذا فی الاصل ص اور بدلے میں راس المال اور مسلم فیہ کے عقدِ سلم میں اور ثمن کے عقدِ صرف میں صحیح ہے تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے میں رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہو گیا قبل جُدا ہونے متعاقدین کے تو عقد سلم اور صرف تمام ہو گئے اور مُرتہن اپنا حق پاچکا اور متعاقدین جُدا ہو گئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف کے اور مرہون کے ہلاک ہونیکے تو صرف اور سلم باطل ہو گئے ف اور جو رہن بدلے میں مسلم فیہ کے ہوا ہے تو مطلقاً صحیح ہے تو جب رہن تلف ہو جاویگا تو وہ عوض ہو جاویگا مسلم فیہ کا یعنی ربُّ السَّلَم اپنا حق پاچکا کذا فی الاصل ص اگر مسلم فیہ کے عوض میں مسلم الیہ نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اُس کے عقد سلم فسخ ہو گیا تو ربُّ السَّلَم شئے مرہون کو روک سکتا ہے جب تک اپنا راس المال نہ پالیوے اور جو وہ شے مرہون ربُّ السَّلَم پاس تلف ہو گئی بعد فسخ سَلَم کے تو ربُّ السَّلَم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے ف اسواسطے کہ رہن جب ربُّ السَّلَم پاس تلف ہو گیا تو گو یا مسلم فیہ اُسکو پہونچگئی اور عقد فسخ ہو چکا ہے تو اُس پر مُسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہے اُس کے مُسلم فیہ کا مثل مُسلم الیہ کو دیکر اپنا راسُ المال لے لیوے کذا فی الاصل ص باپ کو اپنے دَین کے عوض میں صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہے ف اور ابو یوسفؒ و زفرؒ کے نزدیک صحیح نہیں اور یہی قیاس ہے واسطے اعتبار حقیقت ایفا کے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتبار حقیقت ایفا میں ازالہ مِلک صغیر ہے بلا عوض فی الحال اور جواز رہن میں مقرر کرنا حافظ کا ہے اُس کے مال کیلئے باوجود بقائے مِلک کے کذا فی الاصل اِسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہو جاوے تو بقدر دَین باپ یا وصی صغیر کیلئے ضامن ہونگے نہ زیادہ کے در مختار ص اگر ایک شخص نے غلام یا سِرکہ یا جانور مذبوح خریدا اور اُس کے ثمن کے عوض میں بائع پاس کوئی چیز گرو کر دی بعد اُس کے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سِرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مُردار نکلا اور شے مرہون بائع پاس تلف ہو گئی تو بائع پر اُس کا ضمان لازم آویگا ف تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہے یا اُس سے زیادہ تو بقدر ثمن بائع کو ضمان دینا ہو گا اور جو اُس سے کم ہے تو بقدر قیمت ص ایک شخص منکر تھا دَین کا لیکن اُس نے صلح کر لی مُدعی سے اور بدل صلح کے بدلے میں کوئی چیز گرو کر دی پھر مُدعی نے تصدیق کی کہ واقع میں دَین نہ تھا تو شئے مرہون راہن کو پھروا دیجا ویگی اور جو وہ شے مُرتہن پاس تلف ہو گئی تو اُس کا ضمان مرتہن پر آویگا مثل مذکور کے اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور مکیل اور موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزوں کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہو گیا تو ہلاک ہو گا بمقابلہ مثل اُس کے دَین میں سے از روئے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے ف یعنی جُودت اور ردات کا اعتبار نہ ہو گا یہ مذہب امامؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جُودت و ردات کا اعتبار ہے اور اعتبار قیمت کا ہے تو قیمت مرہون کی لگا کر خلاف جنس سے اُس کو رہن کر دیں گے بعوض مرہون کے مثلاً ایک ابریق چاندی کی جس کا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض میں رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہو گئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دَین کے مقابلے میں ہلاک ہو گئی یعنی دَین ساقط ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر قیمت ابریق کی دس درم ہے یا زیادہ ہے تو ایسا ہی حکم ہے اور جو قیمت اُسکی دس درم سے کم ہے مثلاً آٹھ درم ہیں تو اُن آٹھ درم کے بدلے میں سونا خرید کر کے بعوض اُن دس درم کے رہن کر دینگے کذا فی الاصل ص جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی اِس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اُس کے ثمن کے بدلے میں رہن کر دیوے یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوے تو یہ عقد صحیح ہے استحساناً ف اور مقتضائے قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ یہ صفقہ ہے صفقہ میں وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ شرط مناسب ہے اِسواسطے کہ رہن و کفالت واسطے مضبوطی کے ہے اور مضبوطی مناسب وجوب کے اور جو مرہون یا کفیل معین نہ ہووے تو عقد فاسد ہے کذا فی الاصل ص لیکن مشتری پر جبر نہ کیا جاویگا رہن رکھنے پر ف اِسواسطے کہ رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہیں ہے اور زفرؒ کے نزدیک جبر ہو گا ص البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہو گا اگر مشتری ثمن مبیع کا نقد نہ دیوے یا اُس شئے کی قیمت جس کے رہن کرنے کا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نکرے تو اگر کسی نے ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ اُس کو تو اپنے پاس رہنے دے جب تک میں اُس کا ثمن ادا کروں تو وہ شئے ثمن کے عوض میں بائع پاس رہن ہو جاویگی ف اِسواسطے کہ معنی رہن پائے گئے گو الفاظ رہن کے نہ آویں پھر اگر مُشتری اُسکو نہ چھڑا دے اور اُس شے کے بگڑ جانے کا

خوف ہو جیسے وہ چیز گوشت یا اور کوئی کھانا ہووے تو بائع کو درست ہے کہ کسی اور کے ہاتھ بیچڈالے تو اگر ثمن اوّل سے زیادہ پر بیچے تو زیادتی خیرات کردیوے درمختار ص اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونوں کے قرضے کی بابت میں دونوں پاس ایک چیز کو رہن کر دیا تو صحیح ہے اور ہر ایک کے پاس پوری شے رہن ہوگی ف یعنی یہ نہ ہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصوں کو امام رح کے نزدیک نادرست ہے ص تو اگر عمرو اور بکر نے اُس شے کے رکھنے کی باری مقرر کرلی یعنی مثلاً ایک دن وہ شے عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری میں مثل عدل کے ہوگا اور جو وہ شے ہلاک ہو جاویگی تو ہر ایک پر ضمان اُس کا بقدر حصہ دَین کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کر دیا تو وہ شے پوری کی پوری بکر پاس رہیگی جب تک اُس کا قرضہ ادا نہ ہولیوے اور جو عمرو و بکر زید کے مقروض تھے اُن دونوں نے اپنے قرضے کے عوض میں ایک شے زید کے پاس گرو کر دی تو صحیح ہے وہ چیز کُل دَین کے عوض میں گرو رہیگی جب تک زید پورا قرضہ اپنا دونوں سے نہ پالیگا تب تک وہ شے نہ دیگا اگر دونوں شخصوں نے دعویٰ کیا زید پر اس طرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو اب بالفعل زید کے قبضے میں ہے میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کر کے پھیر لیگیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے ف اور تاریخ رہن کسی نے بیان نہ کی اسلیے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولیٰ ہوگا درمختار ص تو دونوں گواہیاں لغو اور باطل ہو جاوینگی ف اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہاں نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ آدھا غلام اُس کے پاس رہن ہووے اور آدھا اُس کے پاس رہن ہووے اور نہ کوئی اُن دونوں میں سے اُس غلام پر قابض ہے تا قبضے سے ترجیح ہو اُس کے رہن کو ص اور جو راہن مر گیا ہووے اور غلام مرہون دونوں کے قبضے میں ہووے اور ہر ایک اسی طرح اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا ف یہ قول ہے طرفین رح کا اور ابو یوسف رح کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفین رح کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے مسائل ملحقہ میعاد مقرر کرنا رہن میں مفسد رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے اگر راہن ایسا غائب ہو جاوے کہ اُس کا پتہ نہ ہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شے مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اُس کو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کر سکتا ہے دُرمختار

ص باب شے مرہون کو عدل[1] کے پاس رکھنے کے بیان میں

اگر راہن اور مُرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شے مرہون پر قبضہ کر لیا تو رہن تمام ہو جاویگی اور امام مالک رح کے نزدیک تمام نہ ہوگی اور راہن اور مُرتہن دونوں میں سے کسی کو اُس کے لے لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر عدل شے مرہون کو حوالے راہن یا مُرتہن کے کریگا تو تاوان دیگا ف اس لئے کہ دونوں کا حق اُس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مُرتہن کا امانتدار ہی مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اگر وہ اجنبی کو دیدیوے کذا فی الدرر ص اور اگر وہ شے مرہون عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو مُرتہن کے ضمان میں ہلاک ہوگی ف یعنی حکم اُس کا ایسا ہی ہوگا جیسے وہ شے مُرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہو جاتی ص اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو ف جیسے مُرتہن یا اور کسی کو درمختار ص مرہون کے فروخت کرنے کیلئے وکیل کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقدِ رہن میں مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مر جانے سے یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہ ہوگا بلکہ اگر وکیل مر جاویگا تو وکالت جاتی رہیگی ف اور اُس کا وارث یا وصی قائم مقام اُس کے نہ ہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک وصی اُس کا بیع کر سکتا ہے کذا فی الاصل دُرمختار میں ہے کہ وکیل بالبیع اس مقام میں جبر کیا جاویگا اُوپر بیع کے یعنی حاکم اُسکو قید کریگا تین روز اگر اُس پر بھی نہ بیچے تو حاکم اُسکو بیچڈالے گا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اُس کا بھی حکم یہی ہے ص تو اگر راہن مر گیا تو اُس وکیل کو شے مرہون کی بیع ورثہ کی غَیبت میں بھی درست ہے ف اسلئے کہ وکیل کو راہن کی حیات میں بھی بغیر موجودگی اُسکی کے بیع درست تھی درمختار ص راہن اور مُرتہن میں سے کسی کو شے مرہون کا بیچنا بدون دوسرے کی رضامندی کے نہیں ہو سکتا اگر مدت قرضے کے وعدے کی پوری ہو جاوے

[1] مراد عدل سے وہ شخص ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں اپنی رضامندی سے ایک شخص ثالث کو امین جان کر مرہون کو اُس کے پاس رکھادیویں اور مرتہن زر رہن راہن کے حوالے کرے جب راہن مرتہن کا قرض ادا کرے تو وہ شے مرہون اپنی اُسی شخص ثالث سے لیوے اور عدل اُس کا اسواسطے نام ہوا کہ وہ راہن اور مُرتہن دونوں کی نگاہ میں عادل اور امین ہے ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ

اور راہن غائب ہووے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کے مشروط ہوا ہو صحیح تر قول میں جیسے وکیل بالخصومۃ پر جب مؤکل غائب ہووے واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شے مرہون کو عدل نے بیچڈالا تو اُس کا زر ثمن رہن رہے گا اب اگر زر ثمن عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو حکم ایسا ہو گا جیسے شے مرہون تلف ہو جاوے سو اگر عدل نے زر ثمن مرہون کا مُرتہن کو دیدیا اب وہ شے مرہون سوا راہن کے اور کسی کی نکلی اور شے مرہون مشتری پاس تلف ہو گیا ہے تو شخص مستحق کو اختیار ہے اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلئے کہ وہ غاصب ہے تو بیع اور قبضہ مُرتہن کا ثمن پر دونوں صحیح ہو جاویں گے اسواسطے کہ راہن شے مرہون کا مالک ہو گیا بوجہ ادائے ضمان کے اور جو وہ تاوان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اسلئے کہ وہ متعدی ہے بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہو گا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونوں صحیح ہو جاوینگے یا وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن اُسی عدل کا ہو جاویگا اور مرتہن اپنا دَین راہن سے وصول کر لیوے اور جو شے مرہون مشتری پاس موجود ہے تو مستحق اپنی شے اُس سے لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنا ثمن وصول کر لیوے پھر عدل کو اختیار ہے خواہ وہ راہن سے ثمن بھر لیوے تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہو جاویگا خواہ مُرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دَین بھر لیوے آور یہ اختیار عدل کو اُس صورت میں ہے کہ وکالت عقد رہن میں مشروط ہو اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ مُرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو ف صورت اسکی یہ ہے کہ عدل نے شے مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور قیمت عدل پاس جاتی رہی بغیر اُس کی تعدی کے بعد اُس کے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل پر ہو گا عدل اُس کا رجوع راہن پر کرے گا کذا فی الاصل ص اگر مرہون تلف ہو گیا مُرتہن پاس بعد اُس کے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اُس شخص مستحق نے قیمت اُسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دَین کے ف یعنی راہن ادائے ضمان سے مالک ہو گیا اُس شے مرہون کا اور مُرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پا چکا ص اور جو مستحق نے قیمت اُسکی مُرتہن سے بھر لی تو مُرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دَین بھی وصول کر لیوے

باب بیان میں تصرف اور جنایت کے مرہون میں

اگر بلا اجازت مُرتہن راہن نے شے مرہون کو بیچڈالا تو یہ بیع مُرتہن کی اجازت پر یا اُسکا دَین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن نے اجازت دیدی تو قیمت مرہون کی رہن رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت نہ دی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہ ہو گی صحیح تر قول میں پس مشتری کو چاہیے کہ صبر کرے یہاں تک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اُس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک تا وہ بیع کو فسخ کر دیوے ف جاننا چاہیئے کہ مرتہن جب فسخ کر دے بیع راہن کو تو ایک روایت میں بیع فسخ ہو جاتی ہے لیکن اصح یہ ہے کہ فسخ نہ ہو گی اسواسطے کہ حق اُس کا حبس مرہون کا ہے اور وہ باطل نہیں ہوتا انعقاد اِس عقد سے پس باقی رہیں گے عقد موقوف کذا فی الاصل ص اور صحیح ہے راہن کو آزاد کر دینا اور مُدبر کر دینا اور اُم ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار[1] ہوا اور مرتہن کا دَین بلا میعاد ہووے تو مرتہن اپنا دَین راہن سے لے لیوے آور اگر دَین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اُس کو میعاد تک رکھ چھوڑے آور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے کی صورت میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کر کے اور جو دَین کم ہو تو دَین ادا کرے آور جب مالک روپیے والا ہو جاوے تو غلام اُس سے بھر لیوے اور مدبر اور استیلاد کی سعی کرے کُل دَین کے ادا کرنے میں اور مولی پر رجوع نہیں کر سکتا اور مثل اعتاق کے ہے اگر راہن مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مالدار ہو تو دَین اگر بلا میعاد ہے تو اُسی وقت مُرتہن لے لیگا اور جو میعادی ہے تو اُسکی قیمت لیکر رکھ چھوڑیگا میعاد تک آور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کر ڈالے تو مُرتہن قیمت اُسکی اُس شخص سے وصول کر کے رکھ چھوڑے اور یہ قیمت رہن رہیگی دَین کے وصول تک بجائے مرہون کے اگر مرتہن شے مرہون کو عاریۃً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شے تلف ہو جاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریۃً دیوے اور اُس کے نزدیک وہ شے ہلاک ہو جاوے تو ضمان شے مرہون کا ساقط ہو جاویگا ف یعنی اُسکی ہلاک سے دَین مرتہن کا ساقط

[1] صورت مذکورہ میں ۱۲ ٢ه رہن ۱۲ ع

نہ ہوگا ص اور مستعیر کے پاس وہ شے مفت تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ پھر بدستور سابق اُس شے کو لیکر رہن کردیوے تو اگر راہن نے شے مرہون کو رد نہیں کیا مرتہن پر اور مرگیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اُس شے مرہون کا اور قرضخواہوں سے راہن کے ف اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہے کہ جب راہن مرجاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اُس شے کو بیچکر دیں گے بعد اُس کے جو بچے گا اور قرضخواہوں کو راہن کے ملیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہے اور غیر مضمون ہونا اُس کا دلیل غیر مرہون ہونے کی نہیں پس بتحقیق ولد رہن مرہون ہوتا ہے اور مضمون نہیں ہوتا کذافی الاصل ص اور اگر راہن مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن راہن سے مرہون کو عاریۃً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہوجاوے تو مرتہن اُس کا ضامن ہوگا ف مثل رہن کے ص اور جو حالت استعمال میں ہلاک ہوجاوے تو ضامن نہ ہوگا ف اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا بطور امانت واسطے قائم ہونے قبضۂ عاریت کے درمختار ص صحیح ہے عاریت لینا شے کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہونچتا ہے کہ تو اُس کو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہو اور اگر معیر نے مقید کردیا ہو اُس کے رہن کرنے کو ساتھ مقدار دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن معین کے یا شہر معین کے تو رہن اُسی قید کے ساتھ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اُس کے برخلاف کرے اور رہن ہلاک ہوجاوے تو معیر اُس سے تاوان لیوے گا اور عقد رہن درمیان میں مستعیر کے اور مرتہن کے تمام ہوجاوے گا ف اس لئے کہ مستعیر ادائے ضمان سے اُس شے کا مالک ہوگیا ص اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن اپنا دین اور جس قدر تاوان معیر کو دیا ہے دونوں راہن سے بھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شے مرتہن پاس تلف ہوگئی تو مرتہن اپنا دین پاچکا اگر قیمت اُسکی مثل دین کے ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اُس دین کے جتنا اُس نے مرتہن سے پایا ہے معیر کو دیگا نہ قیمت اُس شے کی اور جو قیمت اُس شے کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پاچکا اور باقی راہن سے اور لے گا ف یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شے مرہون مرتہن پاس ہوگئی تو اگر قیمت اُسکی دس درم تھی اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو ضمان دیگا جو مرتہن سے پائے ہیں اور جو قیمت اُسکی پندرہ درم تھی اور دین دس درم تھا تب بھی مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اُسی قدر درم مرتہن سے لیے تھے اگرچہ قیمت اُسکی پندرہ درم ہیں لیکن پندرہ کا ضمان نہ دیگا اس لئے کہ موافق اُس کے کہنے کے رہن رکھا تھا اور جو قیمت اُسکی دس درم ہے اور دین پندرہ درم ہیں تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت میں بھی مستعیر معیر کو دس درم دیگا اس لئے کہ معیر کی شے سے اُسی قدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذافی الاصل ص اور جو اس صورت میں معیر نے روپیہ دین کا لاکر مرتہن کو دیا اور شے مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن پر جبر کیا جاویگا واسطے قبول زر رہن کے اور شے مرہونہ معیر کو دینا پڑیگی بعد اُس کے معیر جس قدر روپیہ دین کا اُس نے دیا ہے مستعیر سے بھر لے گا اور جو مرہون ہلاک ہوگیا مستعیر پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ مستعار سے خدمت یا سواری لے چکا ہووے ف اسواسطے کہ وہ امین ہے جس نے مخالفت کی صاحب امانت کی اور پھر موافقت کی پس ضمان نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اِس صورت میں ضمان ہے کذافی الاصل اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر ماموربہ میں دین سے تو قول معیر کا مقبول ہے اور جو شے مرہون ہلاک ہوگئی بعد اُس کے راہن اور مرتہن نے نزاع کی دین میں اور قیمت میں بھی شے مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہے قدر دین اور قدر قیمت میں درمختار ص اگر راہن کسی قسم کی جنایت شے مرہون پر کرے تو اُس پر تاوان ہوگا اور جنایت مرتہن کی صورت میں بقدر جنایت کے دین اُس کا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا اُن دونوں کے مال پر تو وہ ہدر ہے یعنی باطل ہے اُس کا کچھ عوض نہیں ہے اور کہا صاحبینؒ نے جنایت رہن کی مرتہن پر معتبر ہے ف اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپے کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپے میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اُس کی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اُس غلام کو کسی نے قتل کرڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب دین مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن اُسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اُس کا ساقط ہوگیا ف بخلاف امام زفرؒ کے

ف مستعار کو اگر ہلاک ہو ۱۲ ک سے ۱۲ ک یعنی مستعیر ۱۲ ک اور باقی پانچ درم مرتہن کو دیگا ۱۲

اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے یہی حکم ہے اگر وہ غلام مرجاوے مُرتہن پاس درمختار ص اور جو مُرتہن نے اُس کو راہن کے حکم سے سَو روپیہ کو بیچڈالا جب اُس کا نرخ سَو کا ہوگیا تھا اور قیمت پر اُسکی قبضہ کرلیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اُس غلام کو ایسے غلام نے مار ڈالا جسکی قیمت سَو روپیہ تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے میں مُرتہن پاس آیا تو راہن اُس غلام کو کُل دَین ادا کرکے چھڑا دیگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مُرتہن نے اُس کا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیرے گا تو اگر مُرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اُس غلام کو دیدیوے یا اُس کی طرف سے فدیہ دیوے تو دونوں صورتوں میں دَین مُرتہن کا ساقط ہوجاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اُس کا رہن کو بیچ کر پہلے قرضہ مُرتہن کا ادا کرے تو اگر اُس کا کوئی وصی نہ ہووے تو قاضی اُس کی طرف سے ایک وصی مقرر کردیوے ف یہ جب ہے کہ اُس میّت کے ورثہ کبار نہ ہوں ورنہ فک رہن اُن کے ذمّے ہے اور رہن باطل نہ ہوگا راہن اور مُرتہن کے مرنے سے درمختار

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان میں

ایک شخص نے شیرۂ انگور گرو رکھا کہ قیمت اُسکی دسؔ درم ہے دسؔ درم پر پھر وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور سرکہ کی قیمت بھی دسؔ درم ہے تو وہ سرکہ اُس دسؔ درم کے بدلے میں رہن رہیگا اور جو ایک بکری رہن رکھی دسؔ درم پر اور اُسکی قیمت بھی دسؔ درم تھی پھر وہ مرگئی اور اُسکی کھال دباغت کی گئی بعد دباغت کے اُس کھال کی قیمت ایک درم ٹھہری تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی اور شئے مرہون کی بڑھوتی جیسے اولاد دودھ بال پھل یہ سب راہن کے ہوں گے اور یہ چیزیں اصل شئے مرہون کے ساتھ تبعًا رہن رہیں گی اور جو ہلاک ہوجاویں تو کچھ دَین ان کے بدلے میں ساقط نہ ہوگا اور جو اصل شئے ہلاک ہوجاوے اور یہ رہ جاویں تو دَین کو اُن چیزوں کی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہووے اور اصل شئے کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کرکے اصل شئے کے حصّے کو ساقط کردیویں گے اور یہ چیزیں بعوض اپنے حصہ دَین کے فک کی جاوینگی ف مثلاً دَین دسؔ درم تھا اور قیمت اصل شئے کی روز قبض کے دسؔ درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہے تو دو ثلث دسؔ کے حصہ اصل کا ہے وہ ساقط ہوجاویگا اور ایک ثلث دسؔ کا حصہ بڑھوت کا ہے وہ دیکر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور زیادہ کردینا مرہون میں صحیح ہے ف مثلاً ایک کپڑا دسؔ درم پر رکھا بعد اُس کے ایک اور کپڑا دیدیا اب دونوں دسؔ درم پر رہن ہوگئے ص نہ دَین میں پس اگر رہن رکھا ایک غلام کو جو ہزار روپیے کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اوّل غلام کے تو اوّل غلام رہن رہیگا جبتک مُرتہن اُسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مُرتہن دوسرے غلام میں امین رہیگا یہانتک کہ اُسکو بجائے اوّل کے کرلیوے اس طرح کہ غلام اول راہن کو پھیردے پس اُسوقت دوسرا غلام مضمون ہوگا اور اگر مُرتہن نے راہن کو دَین سے بری کردیا یا وہ دَین ہبہ کردیا اُسی راہن کو اب شئے مرہون تلف ہوگئی مُرتہن پاس تو مُفت تلف ہوئی اور جو مُرتہن نے اپنا کل دَین لے لیا یا بعض دَین راہن یا غیر راہن سے یا اُس دَین کے عوض میں کوئی چیز راہن سے خرید لی یا صلح کرلی اُس دَین سے اوپر ایک مال کے یا راہن نے اپنے دَین کا حوالہ کردیا ایک اور شخص کو بعد اُسکے وہ شئے مرہون تلف ہوگئی تو تلف ہوئی بعوض دَین کے تو مُرتہن نے جو لیا ہے پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہوجاویگا یہی حکم ہے اگر راہن اور مُرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دَین نہیں ہے پھر مرہون تلف ہوگیا یعنی اب بھی بمقابلۂ دَین کے تلف ہوگا ف جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا رہن کا باطل ہے خواہ اُس کو راہن رہن رکھے یا مُرتہن لیکن اگر مُرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھے تو باطل نہ ہوگا طحطاوی و درمختار

ص کتاب الجنایات

ف یہ کتاب ہے جان اور اعضا تلف کرنے کے مسائل کے بیان میں ص قتل کی پانچ قسمیں ہیں ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچویں قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جُداگانہ بیان کیے قتل عمد مارنا ہے قصدًا اُس چیز سے جو اجزائے بدن کو پھاڑ ڈالے جیسے ہتھیار سے ف مثل تلوار بندوق چھری پیش قبض تیر برچھا بھالا بم جبنیہ خنجر کٹار توپ

وغیرہ **ص** یا تیز چیز سے یعنی دھار دار سے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو **ف** اور جو چیز ہتھیار نہ ہو اور دھار دار بھی نہ ہو جیسے پتھر بے دھار کا یا لوہے کے بانٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کے سبب سے مار ڈالے مثلاً موٹھ کلھاڑی کی یا مگدر وغیرہ تو قتل اُس سے قتل عمد ہوگا بموجب مذہب امام صاحبؒ کے اور اسی پر فتوے ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے ہدایہ میں دلیل امام صاحبؒ کی یہ لکھی ہے کہ عمد ایک امر باطنی ہے اُس پر اطلاع ممکن نہ تھی تو آلے کو قائم مقام کیا اُس کے **ص** قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا۝ یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اُسکی جہنم ہے ہمیشہ رہیگا اُسمیں اور غصہ ہوا اللہ اُس پر اور لعنت کی اُسکو اور تیار کیا اُسکے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہے اوپر اللہ تعالیٰ کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور نسائیؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے اور وقف اُس کا صحیح ہے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کے لوگ شریک ہوں ایک مومن کے خون میں البتہ سرنگوں کریگا اللہ اُن سب کو آگ میں اور روایت کی ابو داؤدؒ و نسائیؒ نے ابوالدرداءؓ اور معاویہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخشدیگا اُسکو مگر جو شخص مُشرک مرے یا کسی مومن کو قصداً قتل کرے اور مثل مومن کے قتل ذمی کا ہے جس کو امن دی گئی ہو اسلام میں اور روایت کی بخاریؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اُس کافر کو جس سے عہد ہو گیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا بُو جنت کی اور بیشک بُو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہے **ص** اور اُس پر قصاص واجب ہوتا ہے فقط **ف** یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعیؒ کے نزدیک قصاص غیر معین ہے بلکہ ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت اور ہم یہ کہتے ہیں کہ دیت وارد ہے صرف قتل خطا میں نہ عمد میں تو عمد میں قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہے لیکن ولی جب قصاص چھوڑ دیتا ہے تو رضا مندی سے مال واجب ہوتا ہے بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِصَاصُ فِى الۡقَتۡلٰى یعنی فرض کیا گیا اوپر تمہارے قصاص بیچ مقتولوں کے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمد هو القود الا ان يعفو ولى المقتول یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کر دے کذا فی العینی شرح الهدایہ **ص** نہ کفارہ **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ قتل عمد میں بھی واجب ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ کفارہ اُس گناہ کو محو کرتا ہے جو خفیف ہو اور قتل خطا خفیف ہے برخلاف عمد کے کذا فی الاصل **ص** قتل شبہ عمد **ف** اور اُس کو خطائے عمد بھی کہتے ہیں چونکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان میں ہے **ص** مارنا ہے قصداً غیر اُن چیزوں سے جو قتل عمد میں مذکور ہوئیں **ف** یعنی ہتھیار اور دھار دار تیز چیز سے نہ ہووے **ص** جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا **ف** اور صاحبینؒ وغیرہما کے نزدیک یہ بھی عمد ہے اور دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے حسنؒ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل مقتول کا لکڑی اور کوڑے سے قتل شبہ عمد ہے اور اُسمیں سّو اُونٹ واجب ہیں روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں **ص** قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہے اور اُس پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور دیت مُغلظہ اُسکی عاقلہ پر لازم ہوتی ہے نہ قصاص **ف** یعنی قصاص نہیں آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہوں اور دیت مغلظہ اور عاقلہ کا بیان آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ **ص** اور جو شبہ عمد ما دون النفس میں ہووے تو وہ عمد ہے **ف** یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس میں ہے اور ما دون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے میں شبہ عمد اور عمد یکساں ہے بلکہ وہاں شبہ عمد کچھ نہیں ہے سب عمد ہے **ص** قتل خطا اُسکی دو صورتیں ہیں ایک خطائی القصد **ف** جس کو خطائی المحل بھی کہتے ہیں **ص** یعنی قاتل کے گمان اور قصد میں خطا واقع ہووے جیسے مسلمان کو تیر مارنا شکار یا حربی یا مُرتد سمجھ کر اگرچہ وہ مسلمان کسی کا غلام ہو **ف** تو محل میں خطا ہوئی اِس لئے کہ قاتل نے اپنے گمان میں محل کو مباح سمجھ کر تیر مارا پھر وہ محقون الدم نکلا **ص** دوسری خطائی الفعل جیسے

لہ مثلاً کلھاڑی سے دھار کی طرف سے مارے یا اُس کے مثل یعنی کدالی نوکدار سے مارے ۱۲ ؎۲ اور زہر دے کر مارنا یا پانی میں ڈبو کر مارنا یا کنوئیں میں یا پہاڑ سے یا چھت سے گرا کر مارنا یا گلا گھونٹ کر مارنا لات اور گھونسوں سے مارنا یہ سب شبہ عمد میں داخل ہیں ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ؎۳ یعنی بینٹ و دستہ ۱۲ ؎۴ یعنی محقون الدم ۱۲

اُس نے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا ف یا گولی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہے کہ قتل خطا دو قسم ہے ایک خطائی القصد اور ایک خطائی الفعل تو خطاء فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اُس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطاء فی القصد یہ ہے کہ خطا فعل میں نہ ہووے مگر قصد میں ہووے مثلاً اُس نے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اس کا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا کذا فی الاصل صاحبِ درمختار نے صدر الشریعۃ پر خطائی الفعل کی تعریف میں یہ اعتراض کیا ہے کہ قصد خطائی الفعل میں ضرور نہیں مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسی کے ہاتھ سے سو اُس کے صدمے سے مر گیا تو یہ قتل خطائی الفعل ہے حالانکہ مطلقاً اِسمیں قصد نہیں ہی جواب اُس کا یہ ہے کہ یہ قتل خطائی الفعل نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا ہے اور اُس کا بیان آگے آویگا کذا قال العلامۃ الطحطاوی پس نسبت خطا کی طرف صدر الشریعۃ کے خطائی الفعل ہے صاحبِ درمختار سے واللہ اعلم ص قتل جاری مجرای خطا جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر پلٹ کے گر پڑے اور اُس کے صدمے سے وہ مر جائے ف مثلاً سونے والا آدمی چبوترے یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ پر ہے وہاں سے وہ کروٹ لینے میں نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اُس کے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مر گیا تو یہ قتل خطا نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا ہے یعنی قائم مقام خطا اور اُس کے مشابہ ہے ایسا ہی ہے اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اُس کے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اُس کے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہیں عالمگیری ص قتل خطا اور جاری مجرای خطا میں قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہے اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے ف اِسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَن قَتَلَ مُؤمِنًا خَطَأً فَتَحرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهلِهِ یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہے ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہے سپرد کی جاوے اُس کے گھر والوں کو ص اور قاتل پر گناہ نہیں ہوتا قتل کا ف مگر ترک احتیاط سے گنہگار ہوتا ہے اِسی لئے کفارہ واجب ہوا ہدایہ ص قتل بالسبب یہ ہے کہ آدمی اپنی زمین غیر مملوک میں ف بغیر اذن حاکم کے درمختار ص کنواں کھودے یا پتھر رکھے اور اُس کنوئیں میں گر کے یا پتھروں سے ٹھوکر کھا کے کوئی مر جاوے تو اُسمیں دیت واجب ہوتی ہے عاقلہ پر اور کفارہ نہیں لازم ہوتا ف اور شافعیؒ کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہے ص جمیع اقسام قتل میں سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہے میراث سے مقتول کی ف اور شافعیؒ کے نزدیک قتل بالسبب میں بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ قاتل نہیں وارث ہوتا ہے اور نہیں ہے واسطے قاتل کے میراث میں سے کچھ روایت کیا اُس کو نسائیؒ اور دارقطنیؒ نے اور قوت دی اُس کو ابن عبد البرؒ نے اور معلول کیا اِس کو نسائیؒ نے اور ثواب موقوف ہونا ہے اُس کا عمرو پر کذا فی بلوغ المرام

ص باب بیان میں اُس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہے اور جس سے لازم نہیں آتا

واجب ہوتا ہے قصاص قتل سے اُس شخص سے جو محفوظ الدم ہے ہمیشہ جب قتل عمد ہووے ف اور محفوظ الدم دائمی مسلمان ہے یا ذمی ہے اور اُس سے احتراز ہوا مستامن سے اور حربی اور مرتد سے کہ اُنکے قتل سے قصاص واجب نہ ہوگا منح الغفار ص تو قتل کیا جاویگا حر عوض میں حر کے اور عبد کے اور عبد عوض میں حر اور عبد کے ف بسبب اطلاق آیت النَّفسُ بِالنَّفسِ کے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے میں حر نہ قتل کیا جاویگا اِسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الحُرُّ بِالحُرِّ وَالعَبدُ بِالعَبدِ تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہے یہ امر کہ حر عبد کے عوض میں قتل نہ کیا جاویگا ہم یہ کہتے ہیں کہ اِس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں حر کے اور عبد بدلے میں عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر کا قتل بدلے میں عبد کے اور عبد کا بدلے میں حر کے سو آیت النَّفسُ بِالنَّفسِ سے معلوم ہو گیا اور اگر آیت الحُرُّ بِالحُرِّ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عبد بدلے میں حر کے قتل نہ کیا جاوے حال آنکہ اس کے شافعیؒ بھی قائل

نہیں ہیں دوسری دلیل ہماری حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے گا اپنے عبد کو یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کریں گے ہم اُسکو روایت کیا اسکو احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ اور نسائیؒ نے سمرۃؓ سے آور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہے قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے ایک[۱] زانی محصن دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جائے گا تیسرے جو شخص نکل جاوے اسلام سے روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے اور تصحیح کی اُسکی حاکمؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور اُسمیں قید حُر کی نہیں ہے واللہ اعلم ص اور مسلمان بدلے میں ذمی کے ف اور ذمی بدلے میں مسلمان کے آور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے میں ذمی کے قتل نہ کریں گے اور دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاویگا مسلمان بدلے میں کافر کے روایت کیا اسکو بخاریؒ اور احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے حضرت علیؓ سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا عبد الرزاقؒ نے عبد الرحمن بن بیلمانیؒ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے میں ذمی کے آور فرمایا بہتر وہ ہے جس نے پورا کیا ذمے کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہے اور عبد الرحمن یہ تابعی ثقہ ہے ذکر کیا اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور روایت کیا اس حدیث کو دار قطنیؒ نے موصولاً ابن عمرؓ سے اور صحیح مرسل ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعیؒ میں بھی مذکور ہے اور حدیث علیؓ میں کافر سے مراد کافر حربی ہے تا دونوں روایتوں میں موافقت ہو جاوے دوسرے یہ کہ بعد اس کے وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِي عَهْدِهٖ ہے جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہے کہ کافر سے مراد حربی ہے اس لئے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ضرور ہے واللہ اعلم ص اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے میں مستامن کے بلکہ مستامن بدلے میں مستامن کے قتل کیا جاوے آور قتل کیا جاوے عاقل بدلے میں مجنون کے آور بالغ بدلے میں نابالغ کے آور صحیح تندرست بدلے میں اندھے اور لُنجے اور لُولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے میں عورت کے آور عورت بدلے میں مرد کے اور فروع ف یعنی بیٹا بیٹی پوتی نواسا نواسی ص بدلے میں اُصول کے ف یعنی باپ اور دادا اور نانا نانی ماں دادی ص اور نہ قتل کیے جاویں گے اُصول بدلے میں فروع کے ف یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہیں لیا جاویگا اسی طرح ماں نانی دادی کا حکم ہے اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں قتل کیا جاوے والد بدلے ولد کے روایت کیا اسکو احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارودؒ اور بیہقیؒ نے ص اور نہ قتل کیا جاویگا مولیٰ بدلے میں اپنے غلام کے ف اسواسطے کہ غلام اُس کا مملوک ہے تو یہ ملک شبہ ہو گئی دفع قصاص میں جیسے باپ اور بیٹے میں ص اور بدلے میں مکاتب کے اور مُدبر کے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اُس غلام کے بدلے میں جس کے ایک حصّے کا وہ مالک ہے اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا جبتک راہن اور مُرتہن جمع نہ ہولیں ف اس واسطے کہ مُرتہن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مُرتہن کا حق دَین میں باطل ہوتا ہے لہٰذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مُرتہن اُسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے کذا فی الاصل ص اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت اُس سے پُورا ادا ہو سکے اور وارث بھی اُس کے ہوں اور مولیٰ بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا ف اس لئے کہ اختلاف کیا صحابہؓ نے ایسے مکاتب میں کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہے تو ولی اُس کا وارث ہے ورنہ مولیٰ ہے تو صاحبِ حق مشتبہ ہو گیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور موالے دونوں مجتمع ہوں کذا فی الاصل ص اور جو سوا مولیٰ کے اور کوئی وارث نہ ہو یا وارث ہو لیکن مال اس قدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولیٰ قصاص قاتل سے لے سکتا ہے[۲] اور ساقط ہو جاویگا وہ قصاص جس کو کوئی شخص اپنے باپ پر وراثۃً پاوے ف بسبب حُرمت اُبوّت کے مثالیں اسکی بہت ہیں مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اُس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہیں لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اُس شخص کی قبل استیفائے قصاص کے مر گئی اب اُس کا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہے قائم مقام ہوا اُس کا یا ایک شخص نے اپنی ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتولہ کی بیٹی تھی قبل

[۱] یہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے بخلاف امام محمدؒ کے کذا فی الاصل ۱۲ [۲] یعنی اصول پر خواہ باپ ہو یا دادا یا نانا یا ماں یا دادی یا نانی یا پر نانی یا پر دادی در مختار ۱۲
عبد الرحمن بن بیلمانی ۲

استیفائے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اُس کا جو قاتل کے نطفے سے ہے وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور اُس کا کوئی وارث سوائے زوجہ قاتل کے نہیں ہے بعد اُس کے زوجۂ قاتل قبل استیفائے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اُس کا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتوں میں قصاص ساقط ہوگا ص اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے ف یعنی تلوار سے یا جو اُس کے مثل ہووے اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل کیا ہو در مختار اور شافعیؒ کے نزدیک قاتل کو اُسی طرح قتل کرینگے جسطرح اُس نے مقتول کو قتل کیا پس اگر وہ اِس فعل سے مرگیا فبہا ورنہ قطع کیجاویگی گردن اُسکی واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا قود الا بالسیف یعنی نہیں قصاص ہے مگر تلوار سے کذافی الاصل روایت کیا اُس کو ابن ماجہؒ نے سُنن میں حضرت صدیق اکبرؓ سے اور دار قطنیؒ نے علی مرتضیٰؓ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدید تا یعنی قتل نفس وغیرہ میں قصاص نہیں مگر لوہے سے ص معتوہ ف یا صغیر ص کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا خود معتوہ کے ہاتھ یا پانوں یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اُس معتوہ کے پہونچتا ہے کہ اُس کے قاطع یا قاتل سے قصاص لیوے یا صلح کر لیوے ف مقدار دیت پر اور اُس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر در مختار ص اور معاف نہیں کر سکتا اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح پہونچتی ہے اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہے اور قاضی مثل باپ کے ہے یہی صحیح ہے ف تو اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہے اور صلح کر سکتا ہے نہ عفو در مختار ص اگر مقتول کے چند وارث ہوں بعض اُنہیں سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثہ کبار کو پہونچتا ہے کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لے لیویں ف اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں پہونچتا اور فتویٰ امام صاحبؒ کے مذہب پر ہے دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ ابن ملجم لعین قاتل حضرت علی مرتضیٰؓ کا قتل کیا گیا حال آنکہ اُن کے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرامؓ کے واقع ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا لیکن یہ شرط ہے کہ وارث کبیر اجنبی نہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اُس کے ایک لڑکا ہے نابالغ زوجۂ اُولیٰ سے اور ایک زوجۂ ثانیہ ہے تو زوجۂ ثانیہ اُس لڑکے سے اجنبیہ ہے اُسکو استیفائے قصاص نہ پہونچیگا بلکہ انتظار کیا جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہے اور اُسکی ماں موجود ہے تو ماں کو استیفائے قصاص پہونچیگا اور بعض فقہا کے نزدیک صورت اول میں بھی زوجۂ ثانیہ کو صغیر کی طرف سے استحقاق استیفائے قصاص حاصل ہے اِسواسطے کہ قرابت سے مراد عام ہے جو شامل ہے زوجیت کو بھی تو اِس مقام میں تامل کرنا چاہیئے کذافی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہوں لیکن بعض موجود ہوں اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہیں پہونچتا جب تک سب وارث جمع نہ ہولیں کذافی الہدایہ ص اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہانتک کہ مرگیا ف اِسواسطے کہ موت اُسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہراً بشرطیکہ مجروح بیچ میں اچھا نہ ہوگیا ہو ثابت ہوا یہ امر مشافہہ سے یا حجت سے اور جو قاتل نے گواہ قائم کیے اِس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہو کر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کیے اِس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہوں گے در مختار ص اور قصاص لیا جاویگا اگر قاتل نے مقتول کو پھاوڑے سے مارا اُسکی دھار کیطرف سے اور جو اُسکی پُشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی اور مثقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق کیا پانی میں یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتوں میں قصاص نہ لیا جاویگا ف اِس لئے کہ یہ صورتیں قتل شبہ عمد کی ہیں جیسا کہ گزرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کر لے یعنی ایک بار سے زیادہ اُس کا مرتکب ہو تو اُس کا قتل سیاستہً حاکم کو پہونچتا ہے در مختار ص اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف میں مشرک سمجھ کر تو اس پر قصاص نہیں بلکہ کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اُسکو زخمی کیا پھر شیر نے اُسکو مجروح کیا پھر سانپ نے اُس کو کاٹ کھایا اور ان سب اُمورات کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مرگیا تو زید پر تیسرا حصہ دیت کا لازم آویگا اور جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو واجب ہے اُس کا قتل کرنا اور اُس کے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اُٹھایا دوسرے مسلمانوں پر رات کو یا دن کو شہر میں یا باہر شہر کے یا لٹھ اُٹھایا مارنے کیلئے رات کو شہر میں یا رات یا دن کو بیرون

شہر میں اور دوسرے شخص نے اُس ہتھیار اُٹھانیوالے کو یا لٹھ اُٹھانیوالے کو مار ڈالا تو اُس پر کچھ نہیں ہے **ف** جاننا چاہیئے کہ ہتھیار اُٹھانیوالے کا تو قتل مطلقًا درست ہے اور لاٹھی اُٹھانیوالے میں اگر رات کو اُٹھاوے تو خواہ شہر میں ہووے یا بیرون شہر میں قتل اُس کا درست ہے اور جو دن کو اُٹھاوے باہر شہر کے تب بھی قتل کرنیوالے پر کچھ نہیں ہے اور جو دن کو اندر شہر کے اُٹھاوے تو اُس کا قتل درست نہیں اسلئے کہ شہر میں بہت سے لوگ فریادرس ہیں کہ وہ اُس سے بچالیویں گے **کذا فی الاصل مع زیادۃ ص** اگر چور مال لے کر گھر سے چلا اور مالک نے اُس کا پیچھا لیکر اُس کو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہیں ہے **ف** یہ جب ہے کہ مالک مال اپنا نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقاتلہ کر تو اپنے مال کیلئے یہاں تک کہ تو شہدائے آخرت سے ہووے یا اپنا مال بچا رکھے روایت کیا نسائیؒ نے مخارقؓ سے اسی طرح جائز ہے مالک کو قتل کرنا چور کا جب وہ اُس کے مال لینے کا قصد کرے اور اُس کے دفع پر بدون قتل کے قادر نہ ہو یا کوئی اُس کے مکان میں مسلح گھس آوے اور اسکو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کیلئے آیا ہے تو اُس کا قتل حلال ہے **کذا فی الاصل ص** اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کیلئے اُٹھائی شہر کے اندرون کے وقت اور زید نے اُس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاویگا قصاصًا **ف** اسواسطے کہ لاٹھی مارنے سے فورًا آدمی نہیں مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریادرس پہونچ سکتا ہے شہر میں اور اسمیں خلاف ہے صاحبینؒ کا **کذا فی الاصل ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مار بھی دی لیکن عمرو مرا نہیں بعد اُس کے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جاکر اُسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصًا قتل کیا جاویگا **ف** اسلئے کہ جب زید نے تلوار ماردی اور عمرو مقتول نہیں ہوا اور زید لوٹ گیا تو اُسکی عصمت پھر آگئی پھر جو اُسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید لوٹتا نہیں اور پھر مارنیکا ارادہ رکھتا ہو تو اُس کا مار ڈالنا درست ہو **کذا فی الاصل مع زیادۃ ص** اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اُٹھائی مارنے کیلئے اور اُس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اُس پر دیت لازم آویگی[1] اُس کے مال میں[2] اور جو کسی جانور نے مثلًا اونٹ نے اُس پر حملہ کیا اور اُس شخص نے اُس جانور کو مار ڈالا تو اُسکی قیمت اُس پر لازم آویگی **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی میں اور نہ قیمت جانور میں اسلئے کہ اُس نے قتل کیا دفع شر کے لئے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب ہے ضمان قتل دابہ میں نہ دیت قتل صبی و مجنون میں **کذا فی الاصل** اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے مسائل ملحقہ اگر کوئی شخص کسی کو عمدًا قتل کرے اور اُس پر قتل عمد ثابت ہو جاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہے کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جبتک کہ ان شروط میں غور نہ کرلیوے ایک[1] یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسری یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسری یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہوں چوتھی یہ کہ سب وارث قصاص کے خواہاں ہوویں اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہاں ہو جاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا پانچویں یہ کہ ورثہ بالغ ہوں یا بعض نابالغ ہوں اور بعض بالغ قصاص چاہتے ہوں اور جو سب نابالغ ہوں گے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کرتے ہوں گے یا کسی قدر رقم دیت سے کم کے خواہاں ہوں گے تو ورثہ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹی یہ کہ قاتل مقتول کے اصول میں سے نہ ہووے جیسے باپ دادا پر دادا نانا پر نانا ماں دادی نانی پر دادی وغیرہ ساتویں یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون قتل میں شریک نہ ہووے ورنہ قاتل کے ذمے پر سے بھی قصاص ساقط ہو جاویگا آٹھویں یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اُس کے اُصول میں سے شریک نہ ہووے ورنہ قاتل کے ذمے پر سے بھی قصاص ساقط ہوگا نویں یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل میں ایسا شخص شریک نہ ہووے جس کا قتل شبہ عمد یا خطا ہے دسویں یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلہ سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئیں بچانے کے لئے اُس کو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہ ہوگا گیارھویں یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جس سے اُس کا قتل مباح ہو جاوے جیسے مال قاتل کا چُراتا ہو یا لُوٹتا ہووے یا اُسکی جورو سے زنا کر رہا ہووے یا اُس کے گھر میں بے اذن باوجود منع کے جبرًا گھس آیا ہووے بارھویں یہ کہ قاتل کسی وارث کے اُصول میں سے نہ ہووے تیرھویں یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھویں یہ کہ وارث مقتول نے حکم نہ کیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہو گی استحسانًا پندرھویں یہ کہ قاتل ورثہ مقتول میں سے کسی کا

لہ نہ قصاص ۱۲ ؎ نہ وافر ر ۱۲

وارث کا نہ ہووے قبل استیفائے قصاص کے سولھویں یہ کہ مقتول قبل قتل قاتل کے حالت نزع میں نہ ہووے جس سے اُسکی زندگی کی اُمید نہ ہو سترھویں یہ کہ قاتل تا سپرد کرنے اُس کے کے طرف ولی کے واسطے استیفائے قصاص کے مجنون نہ ہو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنے کے مجنون ہو جاوے تو قصاص ساقط نہ ہوگا واللہ اعلم **مسئلہ** اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلا دیا تو یہ قتل شبہ عمد ہے تو اُسکی کئی صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زہر دینے والے کو اُس چیز کے زہر ہونیکا علم نہ ہو تو اِس صورت میں زہر کھلانیوالے پر کچھ لازم نہ آویگا دوسری یہ کہ اُسکو علم ہو اُس چیز کے زہر ہونیکا تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز میں ملا کر دیا اور اُس نے خود کھا لیا تو نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ قید رکھا جاویگا اور اُسکو تعزیر دیجائیگی اور مدت قید کی امام کی رائے کیطرف مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اُسکے حلق میں ڈالدیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے عاقلہ پر **کذا فی الدر المختار والانقرومی مسئلہ** اگر کوئی شخص کسی کو پانی میں ڈبودے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالبًا نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے وہاں سے تیر کر اور وہ مرگیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اُس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر جیسے اُس کے ہاتھ پاؤں کھلے ہیں اور وہ تیرنا جانتا ہے اور مرگیا تو بھی شبہ عمد ہے ورنہ عمد ہے صاحبینؒ کے نزدیک اور امامؒ کے نزدیک شبہ عمد ہے **عالمگیری مسئلہ** اگر کسی نے دوسرے کو حُجرے میں بند کر دیا اور وہ بھوک کے مارے وہاں مرگیا یا اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُسکو شیر کے سامنے یا اور کوئی درندے کے ڈالدیا اور اُس نے اُس کو مار ڈالا یا اُس کو اور سانپ یا بچھو یا کسی اور موذی کو ملا کر ایک حُجرے میں بند کر دیا اور اُس آدمی کو اُس نے قتل کیا تو اِن سب صورتوں میں قصاص اور دیت نہیں ہے لیکن اُس شخص پر تعزیر واجب ہے اور حبس مادام الحیات **در مختار مسئلہ** فتاویٰ عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قتل کرے اس طرح پر کہ اُس پر نہ قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم **مسئلہ** اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اُس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اُس کے عمرو نے اُس کو ایک زخم مارا تو قاتل بکر کا زید سمجھا جاویگا یہ جب ہے کہ دونوں جراحتیں آگے پیچھے ہوں اور جو ایک ساتھ دونوں نے زخم پہونچائے تو دونوں قاتل ہیں اگرچہ ایک شخص دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے **کذا فی الخلاصة مسئلہ** اگر کسی نے کسی کو زندہ درگور کر دیا اور وہ مرگیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتویٰ ہے اور محمدؒ کے نزدیک قتل کیا جاویگا **کذا فی الظہیریة مسئلہ** اگر کوئی کسی کے گھر میں دروازے سے جھانکا اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا اگر صاحبخانہ اُس کو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہیں کر سکتا اور جو دفع کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا **در مختار مسئلہ** کئی آدمی ایک کے بدلے میں قتل کیے جاویں اگر ہر شخص مقتول کو جراحت مہلک مارے ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے ماریں پھر وہ مرجاوے اور معلوم نہ ہو کہ کس کا زخم کاری تھا اور کس کا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاوے گا اِس واسطے کہ اس پر اطلاع ہونا متعذر ہے اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کس کا کاری ہے اور کس کا غیر کاری اور نہ ہوگا یہ مگر قبل مرجانے مقتول کے تو قصاص اُس شخص پر ہوگا جس کا زخم کاری ہے اور جن لوگوں کا کاری نہیں ہے اُن پر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسی کا زخم کاری نہ ہو لیکن مقتول سب زخموں سے مرجاوے تو کسی پر قصاص نہ ہوگا لیکن دیت اُن پر آوے گی **کذا فی الشامی** اور جو لوگ قتل میں شریک نہ ہوویں لیکن تماشا بیں ہوں یا قاتل کو ورغلاتے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں یا مقتول کو روکے ہوئے ہوں تو اُن پر تعزیر ہے اور قصاص اور دیت نہیں ہے **کذا فی الشامی مسئلہ** ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے اور توبہ اُس کی مقبول نہیں ہے اور جو کوئی اِس بات کا اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کو دُعا سے یا باطنی تیروں سے یا سورۂ انفال کی قرأت سے مار ڈالا اُس پر کچھ لازم نہ آویگا اِس لئے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور موذی ہے طرف علم غیب کے **شامی**

ص باب قصاص مادون النفس کے بیان میں

قصاص مادون النفس اُسی جگہ ہے جہاں رعایت مماثلت کی ہوسکے تو اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جوڑ سے تو اُس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالیں گے اُسی جوڑ سے **ف** اِس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ یعنی زخموں میں قصاص لیا جاویگا **کذا فی الهدایة**

اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص نہ ہوگا اسواسطے کہ یہاں حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذافی الاصل حاصل یہ ہے کہ جب عضو جوڑ پر سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاویگا اور جو ہڈی کاٹ لی تو اُسمیں قصاص نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اُسمیں کوئی خلل زیادہ پیدا ہو جاوے کذافی الطحطاوی ص اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہووے مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہے پانوں میں اور نرمہ بینی میں ف ناک میں بانسے کے نیچے جس قدر گوشت نرم ہے وہ نرمۂ بینی کہلاتا ہے اور عربی میں اُس کو مارن کہتے ہیں تو مارن میں قصاص ہے اور بانسے میں نہیں ہے اِس واسطے کہ وہاں حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذافی الاصل ص اور کان میں اور اُس آنکھ میں جس کی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہووے اور آنکھ قائم ہو تو اُس کے قصاص کی یہ شکل ہے کہ ضارب کے منھ پر بھیگی روئی ڈالی جاوے اور اُس کی آنکھ کے مقابل میں گرم آئینہ رکھا جاوے ف یہ حکم خلافت عثمانؓ میں علی مرتضیٰؓ کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام واقع ہوا روایت کی عبدالرزاقؒ نے مصنف میں حکم بن عیینہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اُسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہؓ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اُسکی معلوم نہ تھی تو علیؓ آئے اور فرمایا کہ اُسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اُسکی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اُسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذافی العینی ص اور اگر آنکھ حلقے میں سے نکالی جاوے تو اُس کا قصاص نہیں ف بسبب متعذر ہونے مساوات کے ص اور قصاص ہوگا ہر اُس زخم میں جس میں مماثلت ہو سکتی ہے جیسے جراحت موضحہ ف موضحہ اُس جراحت کو کہتے ہیں جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے ص اور نہیں قصاص ہے ہڈی میں سوا دانت کے ف اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیۃ ص تو دانت اُکھاڑا جاویگا اگر اُس نے اُکھیڑا ہے اور جو اُس نے توڑ ڈالا ہے تو اُس کا دانت ریتا جاویگا اور نہیں ہے قصاص مادون النفس درمیان میں عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو غلاموں میں اور اُس ہاتھ میں جو نصف ساعد سے کاٹا جاوے اور جائفے میں جو اچھا ہو جاوے ف جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ کے پہونچ گیا سینے کی طرف سے یا شکم یا پشت کی طرف سے اس میں قصاص نہیں جب اچھا ہو جاوے اِس لئے کہ تندرستی اِس جراحت سے نادر ہے اور ظاہر ہے کہ اگر جارح سے قصاص لیویں جائفے کا تو وہ مر جاوے گا پس جب جائفہ مجروح کا اگر اچھا نہ ہوا اور سرایت کر گیا اور مجروح مر گیا تو قصاص لیا جاویگا جارح سے یعنی قتل کیا جاویگا اور جو نہیں مرا تو انتظار کرنا چاہیئے اُسکی صحت یا موت کا کذافی الاصل ص اور نہیں قصاص ہے زبان میں اور ذکر میں جب حشفہ[ل] کاٹا جاوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے اِسلئے کہ انقباض وانبساط اِن دونوں میں جاری ہے پس رعایت مماثلت نہیں ہو سکتی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جو قطع جڑ سے ہو تو قصاص لیا جاوے گا کذافی الاصل ص اور ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہیں اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل[ل] ہو یا ایک اُنگلی اُسکی کم ہو یا سر اُس کا بڑا ہو کہ زخم تمام سر پر نہ پہونچے اور مجروح کے ہاتھ اور اُنگلیاں سالم ہیں اور سر اُس کا چھوٹا ہے کہ تمام سر کو پہونچا ہے تو مجروح کو اختیار ہے خواہ جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کی موت سے اور ورثۂ مقتول کی عفو سے اور اُنکی صلاح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر اُسکی میعادی یا نقد ہونے کی تصریح نہ ہوئی ہو اور مثل دیت کے مؤجل نہ ہوگا اور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کر لیگا تو قاتل کے ذمے سے قصاص ساقط ہو جاویگا اور باقی وارثوں کو حصہ دیت ملے گا اگر ایک آزاد اور غلام نے مل کر ایک شخص کو مار ڈالا بعد اُس کے اُس شخص آزاد نے اور اُس غلام کے مولیٰ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیوے اور اُس نے صلح کرا دی تو مولے کو اور اُس شخص آزاد کو دونوں کو پانچ پانچ سو روپیہ دینا ہوں گے اور چند آدمی قتل کیے جاویں گے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیوں کے اور شافعیؒ کے نزدیک اوّل کے بدلے قتل کیا جاوے گا اور واجب ہوگا مال دیت باقی مقتولوں کے لئے اور جو اول مقتول معلوم نہ ہو تو سب کے عوض قتل کیا جاوے گا اور تقسیم کی جاوے گی دیت سب کو اور بعض نے کہا ہے کہ قرعہ ڈالا جاوے اور جس کے نام قرعہ نکلے

[ل] حشفہ یعنی سپاری ۱۲ [ل] شل یعنی سوکھ گیا ہو ۱۲

اُس کے بدلے قتل کیا جاوے تو اگر اِن مقتولوں کے وارثوں میں سے ایک مقتول کے وارث نے آکر قصاص لے لیا تو باقی مقتولوں کے ورثہ کو اب کچھ نہ ملے گا اگر دو شخصوں نے مِل کر ایک کا ہاتھ کاٹا اگرچہ اِس طرح پر کہ ایک چھری دونوں نے لیکر اُس کے ہاتھ پر چلادی تو اُس کے عوض میں اُن دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جاویں گے بلکہ دیت اُن دونوں سے دلائی جاویگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کے ہاتھ کاٹے جاویں گے مثل قتل نفس کے اور جو ایک شخص نے دو شخصوں کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اُن دونوں کو پہونچتا ہے کہ اُس کا داہنا ہاتھ کاٹیں اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر آدھوں آدھ بانٹ لیں اگر دونوں ساتھ ہی حاضر ہوں اور جو پہلے ایک حاضر ہو تو اُس کے ہاتھ کے عوض میں قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اُس کو دیت ملے گی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اُس کو قتل کریں گے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو قصدًا تو وہ تیر اُس مرد کو لگ کے پار نکل کے دوسرے کو لگ گیا اور دونوں مرگئے تو اوّل شخص کے بدلے میں قصاص لیا جاوے گا کیونکہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے کے بدلے میں دیت آوے گی اِس لئے کہ وہ قتل خطا ہے **ف** ہرچند یہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا زیلعی **ص** زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُس کو مار ڈالا تو اُس کی آٹھ صورتیں ہیں اِسواسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہے اسی طرح قتل یا عمد یا خطا ہے پھر چاروں صورتوں میں عمرو بیچ میں تندرست ہوا ہے یا نہیں تو اگر دونوں فعل عمدًا کیے پس اگر بیچ میں عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونوں فعلوں کا زید سے لیا جاویگا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہیں ہوئی تو بھی امامؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قتل ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزائے قطع قتل کی جزا میں داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہ ہوئی ہو تو فقط قتل کی دیت کافی ہوگی اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی یا نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور دیت نفس کی دینا ہوگی اور جو قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا زید نے عمرو کو سو کوڑے مارے اِس طرح کہ پہلے نوے مارے اُس سے وہ چنگا ہو گیا بعدہٗ دس مارے اُس سے مرگیا تو ایک ہی دیت لازم آویگی **ف** اِس واسطے کہ وہ جب چنگا ہو گیا نوے کوڑے سے تو اُن کا مار نامعتبر نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے اور اسی طرح غیر معتبر ہے قصاص میں ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اُس کا نشان باقی نہ رہا ہووے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اِس کے مانند میں حکومت عدل ہے اور محمدؒ سے روایت ہے کہ طبیب کی اُجرت اور دوائیوں کا ثمن واجب ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو پہلے نوے کوڑے مارے اُس سے وہ زخمی ہو گیا اور اثر اُس کا باقی رہا بعد اُس کے دس کوڑے مارے اُس سے مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس دونوں واجب ہوں گے **ف** باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے کذا فی الدر المختار اور حکومت عدل کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الدیات میں آویگا **ص** ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اُس نے معاف کر دیا پھر اُس قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو قاطع کو دیت دینا پڑیگی **ف** یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہوگا اس لئے کہ عفو قطع سے عفو ہے اُس کے موجب سے اور وہ قطع ہے اگر سرایت نہ کرے اور قتل ہے اگر سرایت کرے اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہوگی اِس لئے کہ قصاص بسبب شبہ عفو کے ساقط ہو گیا کذا فی الاصل **ص** اور جو اُس نے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اُس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قتل خطا سے ہے تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو عمد ہے تو کُل مال سے یہی حکم ہے سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس نے اُس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کی دیت کے بدلے میں پھر وہ مرگیا تو مرد پر اُس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور اُس کے ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں سے دی جاویگی اگر اُس نے عمدًا ہاتھ کاٹا اور اُس کے عاقلہ پر ہے اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اُس سے ہاتھ پر اور جو اُس سے

پیدا ہو یا جنایت پر پھر مر گیا تو عمد میں مہر مثل ہے اور کچھ عورت پر لازم نہ ہوگا بسبب قتل کے اور خطا میں عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہو کر باقی
اُن کے لئے بطور وصیت کے سمجھا جاوے گا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کُل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ
کاٹا اور اُس کے عوض میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو مر گیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی ف یہ جب ہے کہ
زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اُس نے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا
اُس کے اختیار میں نہیں ہے اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا مُعلم باپ کے اذن سے لڑکے کو تعلیم کے لئے ضرب معتاد کرے اور وہ مر جائے
تو اُس پر ضمان نہیں البتہ اگر حد معروف سے زیادہ مارے گا اور لڑکا ہلاک ہو جاوے گا تو اُس کو تاوان دینا ہوگا در مختار ص اگر مقتول کے
وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا پھر عفو کر دیا قتل سے تو اُس کو دیت دینا پڑیگی ہاتھ کی ف اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ دینا پڑے گی

ص باب قتل کی گواہی اور حالت قصاص کے اعتبار میں

حق استیفائے قصاص وارثوں کیلئے ثابت ہوتا ہے ف یعنی ورثہ مقتول کیلئے حق حاصل ہوتا ہے اس بات کا کہ قاتل سے قصاص لیویں
اور یہ حق ثابت ہوتا ہے وارثوں کیلئے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکے کا مستحق ہے اُس کو یہ حق بھی حاصل ہے اور جو ترکے سے محروم ہے
وہ اس حق سے بھی محروم ہے مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہے تو بھائی، بھتیجے چچا ماموں محروم ہوں گے اسی طرح باپ سے دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ
اور ماں سے نانی محروم ہوگی و علیٰ ہذا القیاس ص ابتدا سے نہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہیں ہو سکتا پس اگر مقتول
کے دو بھائی تھے اُنمیں سے ایک حاضر اور موجود تھا اُس نے گواہوں سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہوں کی گواہی کا اعادہ
ضرور ہے ف امام صاحبؒ کے نزدیک نہ صاحبینؒ کے نزدیک ص اور جو قتل خطا ہووے یا دعویٰ دَین کا تو دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت
کا بالاجماع ضرور نہیں ہے پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کر دیے تو وارث حاضر اُس کا خصم ہو جاویگا اور قصاص ساقط ہوگا یہی
حکم ہے اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثوں نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت
باطل ہوگی لیکن یہ شہادت اُن دونوں کی طرف سے عفو قصاص ہوگی تو اگر قاتل نے اِن دو وارثوں کی تصدیق کی تو تینوں وارثوں کو ایک ایک
ثلث دیت کا ملے گا اور اگر دونوں کی تکذیب کی تو ان دو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملے گا اور جو اُنکی تصدیق صرف تیسرے
وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اُس کو تہائی حصہ دیت کا ملے گا ف لیکن یہ تیسرا حصہ اُن دونوں وارثوں کو دیا جاویگا استحساناً در مختار اور
ایک چوتھی صورت ہے اُس کو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہے کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونوں نے تصدیق کی اُن دونوں وارثوں کی تو
اِس صورت میں تیسرے وارث کو کچھ نہ ملے گا اور اُن دونوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملے گا اور اصل کتاب میں اِس کے دلائل تفصیل مذکور ہیں
ص اگر اختلاف کیا قتل کے گواہوں نے زمانِ قتل میں یا مکان قتل میں یا آلہ قتل میں یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے
نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں کس ہتھیار سے مارا ف یا ایک نے گواہی دی معائنہ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر در مختار ص تو اِن سب
صورتوں میں شہادت لغو ہو جاویگی اور جو شاہدوں نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلہ قتل ہم کو معلوم نہیں تو دیت واجب ہوگی ف اور قیاس
یہ ہے کہ کچھ واجب نہ ہو اس لئے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہے باختلاف آلہ وجہ استحسان کی یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق
مجمل نہیں ہے تو ثابت ہوگا اقل موجب اُس کا اور وہ دیت ہے اور واجب ہوگی دیت مال میں قاتل کے اِس لئے کہ اصل قتل میں عمد ہے اور
عاقلہ نہیں بار اُٹھاتے ہیں عمد کا کذا فی الاصل ص اگر قتل مقتول کا دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم
دونوں نے اُس کو مارا ہے تو دونوں قتل کیے جاویں گے اور جو ایک شہادت گزری کہ زید کو عمرو نے مارا ہے اور دوسری شہادت یہ گزری کہ زید
کو خالد نے مارا ہے اور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونوں نے مارا ہے تو دونوں شہادتیں لغو ہو جاویں گی ف اس واسطے کہ ولی کا

قول تکذیب اور تفسیق ہے شہود کی یا مقر کی اور وہ مبطل شہادت ہے **ص** اور اعتبار وجوب و عدم وجوب دیت وغیرہ میں حالت تیر اندازی کی ہے نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہو گی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہو گیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی مولیٰ کو جب تیر مارا غلام کے اور قبل تیر لگنے کے آزاد ہو گیا اور جزا اُس محرم پر جس نے تیر مارا حالتِ احرام میں اور وہ قبل تیر لگنے کے حلال ہو گیا اور نہ واجب ہو گی جزا اُس حلال پر جس نے تیر مارا بعد اُس کے محرم ہو گیا قبل تیر لگنے کے اور نہیں ضمان دے گا وہ شخص جس نے تیر مارا اُس کو جس کے سنگسار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہونچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاویں اور حلال ہے وہ شکار کہ تیر مارا اُس کو مسلمان نے پھر مجوسی ہو گیا قبل تیر پہونچنے کے نہ وہ شکار جس کو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قبل تیر لگنے کے

ص کتاب الدّیّات

مقدار دیت سونے سے ایک ہزار دینار ہیں اور چاندی سے دس ہزار درم اور اُونٹ سے سو اُونٹ **ف** اسواسطے کہ حدیث ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے میں دیت سو اُونٹ کی ہے اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ نے مراسیل میں اور نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ اور ابن حبانؒ نے اور روایت کی بیہقیؒ نے طریق شافعیؒ سے کہ کہا شافعیؒ نے کہا محمد بن الحسنؒ نے پہونچا ہمکو حضرت عمرؓ سے کہ اُنھوں نے مقرر کیا سونے والوں پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم کہا محمد بن الحسنؒ نے اور خبر دی ہم کو ثوریؒ نے صغیرہ ضبیؒ سے اُنھوں نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اُونٹوں سے پھر ہر اُونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس درم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہو گئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درم ہوئے اور روایت کی محمد بن الحسنؒ نے انا ابو حنیفۃ عن الهیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطابؓ قال علی اهل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درهم وعلی اهل الذهب الف دینار الحدیث یعنی کہا عمر بن الخطابؓ نے کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درم ہیں اور سونے والوں پر دس ہزار دینار ہیں اور شافعیؒ کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں اسواسطے کہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اسکو چاروں عالموں نے اور جواب اس حدیث سے بچند وجوہ ہے ایک یہ کہ اِس حدیث کا ارسال مرجح ہے ترجیح دیا اُس کے ارسال کو نسائیؒ نے اور ابو حاتمؒ نے اور حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج نہیں دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہیں جن کا وزن وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم چھ مثقال کے برابر تھے بدلیل اُس کے جو روایت کی محمد بن الحسنؒ نے ابراہیمؒ سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مقدار دیت معین نہیں ہوئی تھی تو کبھی آپ نے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے اور کبھی آٹھ ہزار درم جیسا کہ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ میں ہے اخراج کیا اُسکا ابو داؤدؒ نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباسؓ میں صرف حکایت ہے ایک واقعے کی اور قرار داد عمرؓ مقدار دیت میں بغیر سمع شارع کے نہیں ہو سکتی اور تھی بمحضر میں صحابہ کرامؓ سے تو اخذ ساتھ اُس کے اولیٰ ہوا واللہ اعلم **ص** اور یہ دیت قتل شبہ عمد کی سو اُونٹ ہیں اس طرح کہ پچیس بنت مخاض ہوں اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے علقمہ اور اسودؒ سے کہ کہا عبد اللہ بن مسعودؓ نے شبہ عمد کی دیت میں پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ہیں **ص** اور قتل خطا کی دیت بھی سو اُونٹ ہیں لیکن اِس طرح پر کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض **ف** یعنی نر اُونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنتِ مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہیں **ص** اور کفارہ قتل

خطا اور شبہ عمد کا یہ ہے کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے **ف** اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کفارۂ خطا میں وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ الآیۃ **ص** تو اگر اس سے عاجز ہو دو مہینے پے در پے روزے رکھے **ف** اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ **ص** کفارۂ قتل میں کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہیں ہے **ف** اس لئے کہ اطعام یہاں نص کلام اللہ میں وارد نہیں ہوا **ص** اور صحیح ہے آزاد کرنا اُس شیر خوار کا جس کے ماں یا باپ مسلمان ہوں نہ اُس بچے کا جو شکم میں ہے اور عورت کی دیت نصف مرد کی دیت کے ہے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضار کی **ف** یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک مادون الثلث دیت مرد کی اور عورت کی برابر ہے اور جو ثلث سے زیادہ ہو تو وہ نصف ہے عورت کی دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے نسائیؒ کی کہ دیت عورت کی برابر ہے مرد کی دیت کے یہاں تک کہ پہونچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہؒ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا بیہقیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے مرفوعًا دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل یعنی دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی اور حدیث مطلق ہے شامل ہے ثلث کو اور مادون ثلث کو اور بھی روایت کی بیہقیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اُنھوں نے دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی اور روایت کی شافعیؒ نے ابراہیمؒ سے اُنھوں نے عمر بن الخطابؓ اور علیؓ بن ابی طالب سے کہ دونوں نے کہا دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی **ص** اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہے **ف** ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہیں اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی نصف ہے دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی اُن کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں دلیل امام شافعیؒ کی حدیث ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیے اوپر ایک مسلمان کے کہ قتل کیا تھا اُس نے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے اور اس میں ذکر مجوسی کا نہیں ہے اور روایت کی شافعیؒ نے پھر بیہقیؒ نے منصور بن المعتمر سے اُنھوں نے ثابت بن الحدادؒ سے اُنھوں نے ابن المسیبؒ سے کہ عمرؓ بن خطاب نے فیصلہ کیا دیت میں یہودی اور نصرانی کے چار ہزار درم کا اور مجوسی میں آٹھ سو درم کا دلیل امام مالکؒ کی حدیث ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ فرمایا حضرتؐ نے دیت کافر کی نصف ہے دیت مسلمان کی اور ایک روایت میں ہے کہ دیت ذمیوں کی نصف ہے دیت اہل اسلام کی روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالےٰ کا وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ دیت اُس کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور حدیث ابوہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہے روایت کیا اس کو امام اعظمؒ نے مسند میں زہریؒ سے اُنھوں نے سعیدؒ بن المسیب سے اُنھوں نے ابوہریرہؓ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہے اور روایت کی طبرانیؒ نے معجم اوسط میں ابن عمرؓ سے باسناد حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے کہا صاحبؒ تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہے اور اسی سے اخذ کیا ابوحنیفہؒ نے اور جماعت علماءؒ نے اور روایت کی ابوداؤدؒ نے مراسیل میں سند صحیح سے ابن المسیبؒ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اُس کے عہد میں ہزار دینار ہیں اور نقل کیے ابن عبدالبرؒ نے تمہید میں اپنی سند سے بہت سے آثار ایک جماعت سے اُن میں سے ہیں ابن المسیبؒ کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی طحاویؒ نے بسند حسن ابن المسیبؒ سے مثل روایت ابوداؤدؒ کے پس یہ روایت ابن المسیبؒ معارض ہے اُس روایت ابن المسیبؒ سے جس سے تمسک کیا شافعیؒ نے باوجود اسکے کہ روایت شافعیؒ موقوف ہے اور یہ مرفوع ہے اور روایت کیے ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کئی آثار اس باب میں ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن عتبہ اور اسمٰعیل اور صالح اور عطار اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہے کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابن مسعودؓ سے کہ کہا اُنھوں نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور زہریؒ سے

کہا کہ دیت یہودی اور نصرانی اور مجوسی اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد میں یہاں تک کہ ریاست ہوئی معاویہؓ کی سو اُنھوں نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال میں رکھا اور ولی مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبدالرزاقؒ اور دار قطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمانؓ میں سو حضرت عثمانؓ نے نہیں قتل کیا اُس مسلمان کو لیکن دیت اُس پر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاویؒ نے باسناد حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکمؒ سے کہ رفاعۃ بن سمول یہودی قتل کیا گیا شام میں تو حضرت عمرؓ نے دیت اُسکی ہزار دینار مقرر کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اُوپر شرط مُسلم کے ہے سوا ابن منقذ کے اور وہ ثقہ ہے روایت کی اُس سے حاکمؒ نے مستدرک میں اور ابن حبانؒ نے صحیح میں اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے بسند صحیح انس بن مالکؓ سے کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اُس میں حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار درم کا دیت کے تو روایت شافعیؒ اور بیہقیؒ کی ثابت حدّاد سے اُنھوں نے ابن المسیبؒ سے کہ حکم کیا حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی کی دیت میں چار ہزار درم کا قابل التفات کے نہیں ہے کئی وجہوں سے ایک تو اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ اُس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمرؓ سے دوسری وہ جو ذکر کیا مالکؒ اور ابن معینؒ نے کہ ابن المسیبؒ نے نہیں سُنا عمرؓ سے تیسری ثابت الحداد مجہول ہے نہیں پہچانا جاتا اور اسی واسطے کہا ذہبیؒ نے اپنے مختصر میں اور کون ہے ثابت الحداد اور ذکر کیا اس کو حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہ وہ ثابت بیٹا ہے ہرمز کوفی کا کنیت اُسکی ابو المقدام الحداد ہے مشہور ہے اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہے لیکن وہم کرتا ہے تو ضعیف کیا اُس کو بسبب علت وہم کے چوتھی ابن المسیبؒ سے اُسکے خلاف اخراج کیا ابو داوٗدؒ نے اور طحاویؒ نے اور مراسیل ابن المسیبؒ کے شافعیہؒ کے نزدیک بھی مقبول ہیں کہا احمد بن جریر طبریؒ نے تہذیب میں کہ نہیں خلاف ہے اس امر میں کہ کفارہ قتل مسلمان اور ذمی میں یکساں ہے پس دیت بھی برابر ہونی چاہیئے اور رد کیا اُس شخص پر جس نے واجب کیا کم کو دیت سے **ہذا خلاصۃ ما فی شرح المسند للامام** **ص** اور قتل نفس میں اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے میں پُوری دیت ہے **ف** اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بے شک مارنے میں جان کے دیت ہے اور ناک میں جب پُوری کٹے پُوری دیت ہے اور ذکر میں پُوری دیت ہے الحدیث روایت کیا اس کو ابو داوٗدؒ نے مراسیل میں اور نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ اور ابن حبانؒ اور احمدؒ نے اور اختلاف کیا ہے اس کی صحت میں **ص** اور جو ایسی مار مارے کہ مضروب کی عقل اُس سے جاتی رہے تو ضارب پر پُوری دیت ہے **ف** بسبب فوت ہو جانے منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہے معاش اور معاد میں **ہدایہ** **ص** اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ یا سامعہ یا باصرہ جاتی رہے تب بھی پُوری دیت لازم ہو گی **ف** اس لئے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہے ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں روایت کی عوف اعرابیؒ سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانے میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے تو مضروب کی سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتے رہے تو نہ قریب ہو سکتا تھا عورتوں کے تو حکم کیا حضرت عمرؓ نے اُس میں چار دیتوں کا ہدایہ میں اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جنس منفعت کی بالکل فوت ہو جاوے یا جمال و حُسن ظاہری جاتا رہے تو پُوری دیت واجب ہو گی **ص** اگر زبان پُوری کاٹ ڈالی یا اس قدر کہ گویائی اُس سے جاتی رہی یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہو گئے تو پُوری دیت واجب ہو گی **ف** اس واسطے کہ حدیث عمروؓ بن حزم میں ہے کہ زبان میں پُوری دیت ہے **ص** اگر ڈاڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے بال مُونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پُوری دیت واجب ہو گی **ف** اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہو گی **کذا فی الاصل** **ص** جو عضو انسان کے بدن میں دو دو ہیں **ف** جیسے ہاتھ اور آنکھ اور کان اور پاؤں اور ہونٹ اور فوطے **ہدایہ** **ص** اور دونوں کو تلف کر دیوے تو پُوری دیت واجب ہو گی اور اگر ایک کو تلف کرے تو نصف دیت واجب ہو گی **ف** مثلاً اگر دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالے تو پُوری دیت اور جو ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف دیت واجب

ہو گی حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے اور دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے اور دونوں بیضوں میں پوری دیت ہے اور ایک آنکھ میں اور ایک پیر میں نصف دیت ہے کذا فی شرح النقایۃ ص اور پلکوں میں اگر چاروں تلف ہوجاویں تو پوری دیت ہے اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہے ف اس لئے کہ پلکیں چار ہیں ہدایہ ص اور ہر ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دسواں حصہ دیت کا ہے ف اس لئے کہ انگلیاں بھی دس ہیں اور حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دس اونٹ ہیں اور روایت کی ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً مثل اس کے ص اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں سو اس کے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصے[1] کا ثلث ہے اور جسمیں دو جوڑ ہیں اس کے ایک جوڑ تلف کرنیسے دسویں حصہ کا نصف ہے ف اس واسطے کہ انگلی کی دیت جوڑوں پر تقسیم کردیگئی ہے ہدایہ ص جیسے ہر ہر دانت میں بیسواں حصہ دیت کا ہے ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور روایت کی ابو داؤدؒ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے مثل اس کے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ۳۲ ہیں پھر ہر دانت میں بیسویں حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہے بلکہ چاہیئے تھا کہ بتیسواں حصہ لازم آتا جواب اس کا یہ ہے کہ دانتوں کا عدد اگرچہ بتیس ہے لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی ڈاڑھیں تو بعض آدمیوں کے نہیں نکلتیں اور بعض آدمیوں میں چاروں ہوتی ہیں اور بعضوں میں کم تو عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہیں ایک زینت اور خوبصورتی اور دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہوگیا تو اسکی منفعت تو بالکل زائل ہوگئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا بھی گیا اور اس کے پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسواں حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی جاتی رہی اسکی نصف دیت کا ساٹھواں حصہ ہوا اور تیسواں اور ساٹھواں حصہ ملاکر بیسواں حصہ ہوا اس لئے ایک دانت کے تلف ہونے میں بیسواں حصہ واجب ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ دانت کبھی اٹھائیس ۲۸ ہوتے ہیں کبھی چھبیس ہوتے ہیں اور ایک کی نسبت نکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی محتاج تھی طرف غور و خوض کے حساب میں تو مقرر کردیا شارع نے بیس کو اور واجب کیا ہر دانت میں نصف عشر دیت واللہ اعلم ص جس عضو کا نفع مارنے سے جاتا رہے تو اس میں دیت اس عضو کی واجب ہو گی مثلاً ہاتھ شل ہوجاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سر اور چہرے کے زخموں میں قصاص نہیں ہے مگر جراحت موضحہ میں جب عمداً ہووے ف موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کردیوے کذا فی الاصل ص اور جو جراحت موضحہ خطا سے ہووے تو اس میں بیسواں حصہ دیت کا واجب ہے اور ہاشمہ میں ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے ص دسواں حصہ دیت کا ہے اور منقلہ میں ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کردیوے ص دسواں حصہ اور نصف دسویں حصہ کا یعنی بیسواں حصہ دیت کا واجب ہے اور آمہ میں ف یعنی جو زخم بھیجے کی کھال تک پہونچ جاوے ص اور جائفہ میں ف یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کی طرف سے یا پشت کی طرف سے یا سینے کی طرف سے یا گردن کی طرف سے یا اور طرف سے ص ثلث دیت کا واجب ہے اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہوجاوے تو اس میں دو ثلث دیت کے ہیں ف اس واسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ آمہ میں ثلث دیت ہے اور جائفہ میں ثلث دیت ہے اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہیں اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں اور اس میں ذکر ہاشمہ کا نہیں ہے اور روایت کی عبد الرزاقؒ نے مصنف میں زید بن ثابتؓ سے کہ ہاشمہ میں دسواں حصہ دیت کا ہے شرح نقایہ ص اور حارصہ ف یعنی کھرونچا جس سے کھال فقط چھل جاوے ص اور دامعہ ف یعنی جو خون کو ظاہر کردیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے ص اور دامیہ ف جو خون کو بہاوے ص اور باضعہ ف (اور خون نہ نکلے) یعنی جو جلد کو قطع کردیوے ص اور متلاحمہ ف یعنی جو گوشت میں پہونچ جاوے ص اور سمحاق میں ف یعنی جو زخم سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے ص حکومت عدل ہے یعنی

[1] یعنی تیسواں حصہ ۱۲ [2] یعنی بیسواں حصہ ۱۲ [3] اگر وہ غیر اصلع ہو ورنہ اصلع میں حکومت عدل ہے اس لئے کہ جلد اسکی زینت میں ناقص ہے غیر اصلع سے قستانی عن الذخیرۃ کذا فی الدر المختار ۱۲ اور اصلع اُسے کہتے ہیں جس کے بال سر کے بڑھاپے سے جاتے رہیں، کذا فی الرد المختار عبدہ ۱۲

بیان سِرّ در بودن دیت ہر دندان نصف عشر دیت کاملہ ۱۲

مجروح کو غلام فرض کرکے بلا جراحت اُسکی قیمت لگادیں گے بعد اُس کے بجراحت تو جس قدر تفاوت دونوں قیمتوں میں ہوگا وہی دیت ہے اسی پر فتوےٰ ہے **ف** یہ احتراز ہے قول سے کرخیؒ کے کہ مقدار اس زخم کی جراحت موضحہ سے دیکھ کر بقدر اُس کے بیسویں حصے میں سے واجب ہوگی **ص** اگر ایک ہاتھ کی سب اُنگلیوں کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتھیلی کے یا ہتھیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اُس ہتھیلی کو کاٹا جس میں ایک ہی اُنگلی تھی تو دسواں حصہ دیت کا واجب ہوگا اور جو دو اُنگلیاں تھیں تو پانچواں حصہ اور کف کا بدلہ کچھ واجب نہ ہوگا اگر کسی نے زائد انگشت کو قطع کرڈالا یا لڑکے کی آنکھ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور اِن اعضار کی صحت و سلامتی معلوم نہ ہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اُس نے ایسا فعل ابھی نہیں کیا تھا جس سے دیکھنا اُس کا سمجھا جاتا یا ذکر نے اُس کے جنبش نہ کی تھی اور زبان سے بات نہیں کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت کامل واجب ہوگی اِس لئے کہ غالب صحت ہے اور جو صحت اُس عضو کی معلوم ہو تو دیت کامل واجب ہے بالاتفاق اگر جراحت موضحہ سے اُسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اُس کی پوری دیت میں داخل ہوجاوے گی الگ نہ دینا پڑیگی اور جو سماعت یا بصارت یا بول چال اُس کی جاتی رہی تو داخل نہ ہوگی اور جو موضحہ سے اُسکی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو موضحہ اور آنکھوں کی دونوں کی دیت واجب ہوگی یہ نہ ہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھوں کی دیت جیسا مذہب صاحبینؒ کا ہے اور قصاص نہیں اُس اُنگلی کے قطع میں کہ اُس کے پاس کی اُنگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں کی دیت واجب ہوگی **ف** یہ مذہب امامؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور زفرؒ کے نزدیک پہلی اُنگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور قصاص نہیں اُس اُنگلی میں جس کے اُوپر کا جوڑ کاٹا گیا سو باقی اُنگلی بھی خشک ہوگئی بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہوگی اور اُس دانت میں جس کا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہوکر رہ گیا بلکہ پُورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو اُس پر دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اُکھاڑا اُس نے اُٹھاکر جمالیا اور گوشت اُس پر جم آیا تو دیت اُکھیڑنیوالے پر سے ساقط نہوگی البتہ اگر دوسرا دانت اُس کے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسیطرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا مُنھ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہوگیا یا مارنے سے جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اس طرح اچھا ہوگیا کہ اثر اُس کا باقی نہ رہا **ف** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اُجرت طبیب کی اور دوا کی دینا پڑیگی کذا فی الاصل **ص** اور کسی کا زخم قصاص کا نہ لیا جاوے گا جب تک وہ تندرست نہ ہولے **ف** اس لئے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا زخم کے صدمے سے پس اُس وقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اِس لئے انتظار چاہیئے صحت کا اور روایت کی امام احمدؒ اور دار قطنیؒ نے عمرو بن شعیبؓ عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جب تک اچھا نہ ہو زخمی اُس کا اور شافعیؒ کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیئے جیسا قصاص نفس میں اور حجت ہے اُن پر یہ حدیث **ص** اور صبی اور مجنون کا عمد مثل خطا کے ہے تو دیت اُنکی عاقلہ پر واجب ہوگی **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک اُس کے مال میں واجب ہوگی اور ہماری دلیل روایت ہے بیہقیؒ کی حضرت علیؓ سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہی **ص** اور کفارہ اُن پر نہ ہوگا اور محروم نہ ہوں گے میراث سے **ف** اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہوگیا تو قتل کیا جاویگا کذا فی الدر المختار

ص فصل دیت جنین کے بیان میں

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ میں ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسواں حصہ دیت کا پانچسو درم لازم آویں گے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہؒ نے حدیث ابی ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا جنین میں غرہ کا

غلام ہو یا لونڈی لیکن اُس میں پانچسَو درہم کا ذکر نہیں ہے البتہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں زید بن اسلمؓ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے قیمت لگائی غرہ کی پچاسؔ دینار اور ہر دینار دسؔ درم کا اَور روایت کی بزازؒ نے بریدہؓ سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے بچے میں پانچسَو کا اَور روایت کی ابوداوٗدؒ نے سُنن میں ابراہیم نخعیؒ سے کہ غرہ پانچسَو درہم ہیں کذا فی شرح النقایہ ص ایک سال کے عرصے میں ف اور امام مالکؒ کے نزدیک غرہ قاتل کے مال میں سے واجب ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک تین سال میں وصول کیا جاویگا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی اُوپر عاقلہ کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابوداوٗدؒ نے اور مروی ہے صحیحین میں مانند اس کے اَور ہدایہ میں ہے کہ کہا محمد بن الحسنؒ نے پہونچا ہم کو یہ امر کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اُوپر عاقلہ کے ایک سال میں ص اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا پھر مر گیا تو پُوری دیت نفس کی واجب[1] ہوگی اور جو بچہ مُردہ گرا پھر ماں بھی اُس کی مر گئی تو غرہ اور دیت دونوں واجب ہوں گے ف غرہ جنین کے لئے اور دیت اُسکی ماں کی روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ ہذیل کی دو عورتیں آپسمیں لڑیں تو ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مر گئی وہ اور جو اُس کے پیٹ میں تھا مر گیا تو حکم کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اُسکی عاقلہ پر ص اور جو ماں مر گئی پھر بچہ مُردہ اُس کے پیٹ میں سے گر پڑا تو ایک دیّت واجب ہوگی ف یعنی صرف دیت ماں کی اسلئے کہ ممکن ہے کہ مَوت جنین کی ضرب سے نہ ہوئی ہووے بلکہ دم گھٹنے سے بعد موت اُسکی ماں کے ہو اَور شافعیؒ کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا ص اور جو ماں مر گئی پھر بچہ اُس کا زندہ پیٹ سے گر کر مر گیا تو دو دیتیں نفس کی پُوری واجب ہونگی اَور جنین کی دیت سب ورثہ اُسکے پاوینگے سوا ضارب کے ف اسلئے کہ ضارب قاتل اُس کا ہے اور قاتل کو میراث نہیں ملتی ص اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اُسکی قیمت حالتِ حیات[2] کی لگا کر بیسواں حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسواں حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر ایک لونڈی کو ضرب پڑی پھر مولیٰ نے اُسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اُسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہو کر مر گیا تو قیمت اُسکی حالت حیات کی واجب ہوگی نہ دیت ف اسلئے کہ مَوت اُس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اُسوقت میں وہ غلام تھا آزاد نہیں ہوا تھا ص اور جنین کے قتل میں کفارہ قاتل پر نہیں ہے اَور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اَور جو جنین ایسا ہووے کہ اُسکے بعض اعضا بن گئے ہوں تو وہ مثل پُورے جنین کے ہے جس عورت نے عمداً جنین کو مُردہ گرایا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر کے تو اُسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اَور جو عورت کا عاقلہ نہ ہووے تو اُسکے مال پر لازم آویگا ایک سال میں اَور جو خاوند کے اذن سے یا بلا قصد گرایا تو غرہ واجب نہ ہوگا ف جاننا چاہیئے کہ جس جنین کے اعضا ظاہر نہ ہوئے ہوں تو اُس کے اسقاط سے عورت گنہگار نہ ہوگی[3] ورنہ گنہگار ہوگی[4] درمختار

باب راہ میں کوئی امر جدید کرنے کے بیان میں

ص جو شخص شارع عام میں سنڈاس یا پرنالہ یا بُرج یا مُہری یا چبوترہ یا دُکان بناوے تو ہوسکتا ہے اگر لوگوں کو ضرر نکرے ف یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہے اَور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہیں کذا فی الاصل اسواسطے کہ روایت کی طبرانیؒ نے معجم اوسط میں کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں ضرر پہونچانا ہے اسلام میں ص باوصف اِس کے ہر شخص کو ف اگرچہ ذمی ہو درمختار ص اُس کا توڑ ڈالنا پہونچتا ہے ف اس لئے کہ یہ تصرف ہے حق مشترک میں پس ہر واحد کو دفع اُس کا جائز ہے جیسا کہ مِلک مشترک میں اگرچہ ضرر نہ کرے کذا فی الاصل کیونکہ شارع عام میں ہر شخص کو حق مرور حاصل ہے تو خواہ ضرر کرے یا نہ کرے ہر حال میں اُس کا توڑ ڈالنا جائز ہے ہر شخص کو ص اور کوچہ غیر نافذہ میں یہ اُمور کرنا درست نہیں ہیں مگر اور شرکا کی اجازت سے درست ہیں اگرچہ ضرر نہ کریں پس اگر اِن چیزوں کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مر جاوے تو بنانے والے کی عاقلہ پر اُس کی دیت لازم آوے گی جیسے کوئی پتھر راہ میں رکھدیوے یا کنواں راہ میں کھودے اور اُس میں کوئی گر کر مر جاوے اَور جو کوئی جانور مر جاوے تو اُس کا

[1] اِس لئے کہ بچہ بسبب ضرب کے مر گیا ۱۲
[2] یعنی اگر زندہ رہتا تو اُس کی قیمت کیا ہوتی وہ لگائی جاوے گی ۱۲
[3] درمختار میں ہے کہ بلاعذر اُس اسقاط سے بھی گنہگار ہوگی گو مثل قتل کے گناہ نہ ہوگا ۱۲
[4] مثل قتل کے ۱۲

ضمان بنانے والے پر آوے گا یہ سب صورتیں جب ہیں کہ اُس نے بغیر اذن امام کے ان چیزوں کو بنایا ہووے ف اور اپنے نفس کے لئے بنایا ہو اور جو مسلمانوں کے نفع کے لئے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ توڑا نہ جاوے گا در مختار ص اور جو امام کے اذن سے بنایا ہووے یا راہ کے کنوئیں میں گرنے والا گرنے سے نہ مرے بلکہ بھوک سے یا دم کے گھٹنے سے مر جاوے تو ضمان نہ آوے گا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوےٰ ہے در مختار اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غم سے مر جانے میں ضمان واجب ہے کذا فی الاصل ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اُٹھا کر دوسری جگہ رکھا اُس کے سبب سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اُٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا اس لئے کہ فعل اُس کا فسخ ہو گیا دوسرے کے فعل سے جیسے ضامن ہوگا وہ شخص جس نے بوجھ لادا اپنے سر پر یا پیٹھ پر راہ میں اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھریاں غیر کی مسجد میں لے گیا یا مسجد میں سوائے نماز اور فعل کے لئے بیٹھا اور ان اُمورات سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا ف مثلاً اُس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریوں کے ظرف کے گرنے سے کوئی مر گیا یا سوائے نماز کے اور کام کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا اس میں ایک اندھا آیا اور اُس پر گر پڑا اور مر گیا تو ضامن ہوگا ص ضامن نہ ہوگا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوئے تھا اُس کی چادر کے سبب سے کوئی مر گیا یا قندیل بوریا پتھریاں وغیرہ اپنے محلہ کی مسجد میں لے گیا یا نماز کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا سو اُس کے سبب سے کوئی مر گیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل میں

ص اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کی طرف ف یا کسی کے مکان کیطرف لیکن اِس صورت میں حق طلب اُن مکان والوں کا ہوگا ص اور اُس کے توڑنے کے لئے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اُس شخص سے کہدیوے جس کو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ فک رہن کر کے توڑ سکتا ہے یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا غلام تاجر سے کذا فی المتن ص اور وہ اُس کو نہ توڑے اُس زمانے تک جس میں توڑ ڈالنا اُس کا ممکن ہے تو ضامن ہوگا اُس نفس کا یا مال کا جو اُس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اُسکی اور بعض کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ گواہ کرا دینا بھی ضرور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اشہاد شرط نہیں ہے بلکہ اِسواسطے چاہیئے تا کہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اُس سے انکار کرے تو یہ احتیاطاً ہے کذا فی الاصل ص اور ضامن نہوگا اگر بعد اشہاد کے اُس نے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اُس سے کیگئی جو توڑنے پر قادر نہیں ہے جیسے مُرتہن اور کرایہ دار اور مُودَع اور گھر میں رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جُھکی ہوئی ہے تو اُس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہونچتی ہے اور اُس کو مہلت دینے اور ضمان معاف کر دینے کا اختیار ہے اور جو شارع عام کیطرف جھکی ہے پس قاضی یا طالب کو مہلت دینا یا معاف کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اسمیں حق عامۂ خلق ہے پس اُنکو باطل کرنا اسکا درست نہیں اور جو اُس نے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدون درخواست کے جنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں ف یا پاخانے یا پرنالے میں کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیوں میں مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اُس کے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر تو جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اُس کی عاقلہ پر پانچواں حصّہ دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آویں گے جب تین شریکوں میں سے ایک نے مکان مشترک میں کنواں کھدوایا یا دیوار اُٹھائی اور اُس کے سبب سے کوئی ہلاک ہو گیا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف دیت کا ضامن ہوگا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے

ص باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان میں

اگر سوار کی سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے یا ہاتھ یا پانوں یا سر سے تلف کرے یا مُنھ سے کاٹ کھاوے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دے تو سوار پر ضمان لازم آویگا اور جو لات یا دُم سے مارے تو سوار اُس کا ضمان نہ دیگا ف کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دُم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذا فی الاصل ص اگر جانور نے

له پاؤں سے تلف کرنا سواری کا اگر لات مارنے سے تو ضمان نہوگا جیسا کہ بعد اس کے مذکور ہوا اور اگر روند ڈالے تو ضامن ہوگا فافہم ۱۲

عہ [illegible] تلف کرے یعنی روند ڈالے ۱۲

چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اُس سے کچھ تلف ہوگیا یا اُس کو کھڑا کیا لید یا پیشاب کیلئے تو ضمان نہ ہوگا اور جو کسی اور کام کیلئے کھڑا کرے گا تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر جانور نے چلتے میں ہاتھ یا پاؤں سے کنکری یا گٹھلی اُڑائی یا غبار اُڑایا یا چھوٹا پتھر اور اُس کے سبب سے کسی کی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہ ہوگا اور جو بڑا پتھر اُڑایا تو ضامن ہوگا ف اِسلئے کہ بڑے پتھر کے اُڑانے سے بچاؤ ممکن ہے نہ کنکری اور پتھری کے اُڑانے سے کذا فی الاصل ص جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہے ضمان اور عدم ضمان میں لیکن سوار پر کفارہ قتل بھی لازم آویگا نہ اُن دونوں پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونوں اگر دو سوار آپس میں ایک دوسرے کے دھکے سے مرجاویں تو ہر ایک کی دیت کامل دوسرے کی عاقلہ پر ہوگی[۱] اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اُس کا زین کسی پر گرا وہ مرگیا یا آگے سے اُونٹ کی قطار کو کھینچا اُس میں سے ایک اُونٹ نے کسی کو روندڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونوں پر دیت آویگی اگر زید اُونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے بے اُسکی اطلاع کے ایک اور اُونٹ باندھ دیا اور اُس اُونٹ نے کسی کو روند کے تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کی عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھر لیگا[۳] اگر کسی نے کُتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے سے اُس کو ہانکا سو اُس[۴] کُتے نے اُسی وقت جاکر کچھ تلف کیا تو اُس پر ضمان لازم ہوگا اور جو اُس کتے کو ہانکا نہیں یا پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اُس نے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہ ہوگا ف اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ ابوداؤدؒ ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلعَجمَاءُ جَرحُہَا جُبَارٌ یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رایگاں ہے ص اگر کسی شخص نے اُس جانور کو مارا جس پر زید سوار ہے یا لکڑی سے اُس کو کونچا تو اُس نے ہاتھ یا پاؤں سے کسی کو مارا یا بھڑک کر کسی کو صدمہ دیا اور مار ڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہے نہ سوار پر ف یہ مذہب ہمارا ہے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک دونوں پر ضمان نصفانصف ہے یہ حکم جب ہے کہ بغیر اذن سوار کے یہ فعل کیا ہووے اور جو اُس کے اذن سے ہووے تو ضمان نہ ہوگا اور جو وہ جانور اُسی چھیڑنے والے کو مارڈالے تو خون اُس کا رایگاں ہوگا یعنی کسی پر تاوان اُس کا لازم نہ آویگا در مختار ص اگر قصاب کی بکری کی ایک آنکھ پھوڑی تو جس قدر قیمت میں اُس کی نقصان ہوگیا دینا ہوگا اور گائے بیل اُونٹ کی اگر آنکھ پھوڑی خواہ قصاب کے ہوویں یا اور کسی کے تو چوتھائی[۵] قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہے خچر اور گھوڑے میں[۶]

باب لونڈی غلام کی جنایت اور اُن پر جنایت کرنے کے بیان میں

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اُس غلام کو حوالے کر دیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اُس کا مالک ہوجاوے گا یا دیت اُس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کی طرف سے ادا کرے فی الفور پس اگر مالک نے فدیہ دیدیا بعد اُس کے غلام نے اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیوے یا غلام حوالہ کرے البتہ اگر غلام نے دو شخصوں کی دو جنایتیں کیں تو مولیٰ کو اختیار ہے خواہ اُن دونوں جنایتوں کے بدلے میں غلام کو دیدیوے دونوں ولی جنایت کو کہ تقسیم کرلیویں وہ دونوں اُسکو موافق اپنے اپنے حق کے یا ہر ایک کی دیت جداگانہ دیوے پس اگر مولیٰ نے اُس کو ہبہ کردیا یا آزاد یا مدبر یا اُم ولد بنایا اور اُس کو جنایت کی خبر نہ تھی تو دیت اور قیمت غلام میں سے کمتر کا تاوان دیدیوے اور جو خبر تھی تو دیت[۶] کامل دیوے جیسے مولیٰ نے اُس غلام کی آزادی کو معلق کردیا زید کے قتل یا جرح پر اور اُس غلام نے وہ کام کیا تو مولیٰ کو فقط دیت دینا آویگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اُس کو دیا گیا سو اُس نے آزاد کردیا پھر ہاتھ کے زخم سے وہ مرگیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت[۷] کے اور جو اُس نے آزاد نہیں کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مرگیا تو غلام پھیر دیا جاویگا مولیٰ کو سو وہ[۸] قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کیا جاویگا[۹] اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور مالک کو اُس کا علم نہ ہو اور وہ اُس کو آزاد کردیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دَین میں سے قرضخواہوں کو اور تاوان کمتر کا قیمت اور دیت میں سے ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضے میں اُس کے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت میں بچہ لونڈی کے ساتھ

۱ اور اس لیے کہ صورت دول کثیر الوقوع ہے بخلاف ثانی کے ۱۲ ۲ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نصف دیت لازم ہوگی اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ۱۲ ۳ اصل میں ہے کہ ماتھانے کہ یہ اس صورت میں ہے جب اُس نے حالت سیر میں قطار اُونٹوں میں باندھا ہو اس لئے کہ اُس وقت یا اُس نے حکم کیا کھینچنے کا قائد کو اور جس وقت قطار اُونٹوں کی کھڑی تھی اور اُس نے اپنا اُونٹ باندھ دیا تو ضمان کھینچنے والے کی عاقلہ پر ۴۴

ہوگی فقط اِس واسطے کہ اُس نے دوسرے کا اُونٹ بے حکم اُس کے کھینچا اور اُس کا حکم صراحةً یا دلالةً نہیں پایا گیا پس کھینچنے والا رجوع ضمان اُس سے نہیں کرسکتا ۱۲ عینیہ ۴ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہانکنا شرط نہیں تمام بہائم کے اور اسی پر فتویٰ ہے ۱۲ در مختار ۵ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اِن سب میں ضمان نقصان قیمت لازم ہوگا خلل بکری قصاب کے ہم یہ کہتے ہیں کہ قصاب کی بکری میں فقط گوشت مقصود ہوتا ہے کذا فی الاصل ۱۲ ۶ یعنی تاوان ۱۲ ۷ اور کچھ اُس پر یا مولے پر لازم نہ ہوگا ۱۲ ۸ یعنی غلام ۱۲ ۹ اگر معاف کریں اولیاء میت ۱۲

نہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اُس نے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ ملے گا نہ غلام سے نہ اُس کے مولٰی سے اگر
غلام نے کہا کہ میں نے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزادی کے تو قول غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید نے
اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر جماع اور
لونڈی کی کمائی میں کہ اُس میں قول مولٰے کا مقبول ہوگا اگر غلام مجور نے یا صبی نے ایک صبی کو کسی کے قتل کیلئے کہا اور اُس صبی نے قتل کرڈالا تو دیت
قاتل کے عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اُس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لیویں گے نہ صبی آمر سے اور جو غلام مجور نے غلام مجور کو حکم کیا قتل کا تو قاتل کا
مولٰی اُس غلام کو حوالے کردیوے یا فدیہ دیدیوے قتل خطا میں اور آمر پر رجوع اب نہیں ہوسکتا لیکن بعد آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ میں سے لے سکتا
ہے ایسا ہی قتل عمد میں اگر غلام قاتل صغیر سن ہو اور جو بالغ ہوگا تو قصاصًا قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصوں کو قصدًا مار ڈالا اور ہر مقتول
کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اُن میں سے عفو کردیا تو باقی دو وارثوں کو چاہے مالک نصف غلام دیدیوے چاہے ایک پوری دیت ادا کرے
اور جو ایک شخص کو عمدًا اور دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور عمد کے دو وارثوں میں سے ایک نے عفو کردیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثوں
کو اور نصف دیت قتل عمد کے اُس وارث کو جس نے عفو نہیں کیا یا غلام کو اُن تینوں کے حوالے کردیوے تو اُس غلام کے تین حصے کرکے بانٹ
دیں گے تینوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک چار حصے کرکے تین حصے خطا کے وارثوں کو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر
دو شخصوں میں ایک غلام مشترک تھا اُس نے اُن دونوں کے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا اور ایک نے عفو کردیا تو سب باطل ہوگیا اور صاحبین رحمہما اللہ کے
نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیوے یا ربع دیت فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اُسکی قیمت ہے پس اگر قیمت اُسکی آزاد
شخص کی دیت تک پہونچ جاویگی یا قیمت لونڈی کی دیت حرہ تک پہونچے تو ہر ایک کی قیمت سے دس درم کم کرلیں گے **ف** امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ
کے نزدیک اور ایسی ہی روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور عبد الرزاقؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جہانتک قیمت اُسکی
ہوگی دینا پڑیگی **ص** اور غصب میں کم نہ کریں گے بلکہ جس قدر قیمت ہوگی دینا پڑیگی باجماع سب علماء کے اور شخص آزاد میں جو حصہ دیت کا جنایت
میں مقرر ہے غلام میں وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اُسکی لازم آویگی **ف** پس اگر اُسکی قیمت
دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچہزار درم دینا ہوں گے **کذا فی الاصل** **ص** اگر غلام کا ہاتھ عمدًا کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اُس کے اُس زخم
سے مرگیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث صرف مولٰی ہو ورنہ نہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا
پھر دونوں غلام مجروح ہوئے بعد اُس کے مولٰی نے مقرر کیا کہ مراد میری فلانا غلام تھا تو دونوں کی دیت مولٰی کو ملیگی اور جو اُن دونوں غلاموں کو کسی نے
مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت اُن دونوں کی لازم آویگی اگر ایک شخص
نے ایک غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالیں تو مولٰی کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی کے حوالے کرے اُس سے پوری قیمت اُسکی لے لیوے اور
چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہیں لے سکتا **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک نقصان لے لیگا اور شافعیؒ کے نزدیک پوری قیمت
لے گا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑیگا **کذا فی الاصل** **فصل** اگر مدبر یا اُم ولد نے جنایت کی تو مولٰی کمتر کا تاوان دیوے دیت اور قیمت میں سے تو
اگر مولٰی نے قاضی کے حکم سے تاوان ولی جنایت کو دیدیا بعد اُس کے پھر اُنھوں نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا شریک
ہوجاویگا اُس قیمت میں جو اُسکو قاضی کے حکم سے ملی ہے اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا
کرے خواہ مولٰی کا **ف** لیکن اگر مولٰی سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کرلیگا اسواسطے کہ مولٰی پر صرف ایک قیمت واجب ہے درمختار
ص مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اُسکو غصب کیا ایک شخص نے اور زخم کی سرایت سے وہ غلام مرگیا غاصب کے پاس تو غاصب تاوان
دیدیوے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولٰی نے اُس کا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام غاصب کے پاس تھا پس اُس زخم کی سرایت سے غاصب کے

پاس مرگیا تو غاصب بری ہوگیا تاوان سے اگر غلام مجور نے غلام مجور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب پر تاوان آوے گا **ف** اسلئے کہ مجور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال میں پس اگر غصب ظاہر ہوگا تو وہ اُسمیں بیع کیا جاویگا اور جو غصب صرف اُس کے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اُس سے بعد آزادی کے **کذا فی الاصل** **ص** اگر مدبر نے اپنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولیٰ پاس آنکر دوسری جنایت کی یا اُس کا اُلٹا ہوا تو مالک اُسکی قیمت کا تاوان دیوے دونوں ولی جنایت کو اور نصف قیمت بھر لیوے غاصب سے اور حوالے کرے اُسکو پہلی جنایت والوں کے پھر رجوع کر لیوے اُس کا غاصب پر صورت اُولیٰ میں نہ ثانی میں اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مُدبر کے ہے دونوں صورتوں میں لیکن مولیٰ یہاں خود غلام کو حوالے کرے جیسے مُدبر میں اُسکی قیمت دیتا ہے اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اُس نے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے رد کر دیا اُسکو طرف زید کے بعد اُسکے پھر غصب کیا پھر اُس نے جنایت کی تو مالک پر پوُری قیمت اُس مُدبر کی دونوں اولیاے جنایت کے لئے لازم آویگی پھر وہ پوُری قیمت عمرو سے بھر لیگا اور اُسمیں سے نصف پہلی جنایت والوں کو دیکر پھر وہ نصف غاصب سے بھر لیگا اگر زید نے کسی کا آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آکر ناگہاں یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہ ہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی **ف** آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اُسکے لیجانے سے کیونکہ غصب شخص آزاد میں متصور نہیں ہے درمختار میں ہے کہ کبیر کا حکم بھی اُس صورت میں مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اُسکو ایسے مکانات کی طرف جبرًا لے گیا کہ اُسکو حفاظت اپنی ممکن نہیں ہے اور اگر کسی نے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اُس کے پاس سے غائب ہوگیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہاں تک کہ اُس صغیر کو لادے یا اُسکی موت معلوم ہو جاوے اگر ختان نے صغیر کا حشفہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مرگیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوُری دیت آوے یہ جواب ہے چیستان کا کہ وہ کونسا جانی ہے کہ اگر اُسکی جنایت سے مجنی علیہ مرجاوے تو نصف دیت ہے اور جو نہ مرے تو پوُری دیت ہے **ص** جیسے ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اُس لڑکے نے اُس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی آوے گی اور اگر لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اُس پر ضمان ہے اور جو اُس کے پاس ایداع ہوا یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اُس نے تلف کیا تو ضمان نہیں ہے **ف** یہ احکام جب ہیں کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقًا تاوان نہیں ہے **درمختار**

ص باب قسامت کے بیان میں

وہ مُردہ جس پر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہووے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون بہتا ہے اُسکے کان یا آنکھ سے کسی محلے میں پایا گیا یا اُسکا اکثر بدن یا نصف بدن مع سر کیساتھ ملا اور اُسکا قاتل معلوم نہیں ہے اور ولی مقتول دعویٰ قتل کا رکھتا ہے کُل اہل محلہ پر یا بعض پر تو ولی پچاس آدمیوں کو محلہ والوں میں سے چھانٹے اور اُن سے یہ قسم لیجاوے کہ واللہ ہمنے اُسکو قتل نہیں کیا اور نہ اُس کے قاتل کو ہم جانتے ہیں **ف** یعنی ہر ہر شخص اُنمیں سے اسطرح قسم کھاوے کہ میں نے اُسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں قاتل کو اُس کے جانتا ہوں اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنی اُنمیں سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اُس کا شاہد ہو مثلاً مقتول سے اُنکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات پر کہ اہل محلہ نے اُس کو قتل کیا ہے تو اولیاے مقتول کو پچاس حلفیں دیجاوینگی اس امر پر کہ واللہ اہل محلہ نے اُسکو قتل کیا ہے پھر حکم کیا جاویگا دیت کا مدعا علیہم پر برابر ہے کہ دعویٰ قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالکؒ نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعویٰ قتل عمد کا ہووے اور یہ بھی ایک قول ہے شافعیؒ کا اور اگر لوث نہ ہو تو مذہب مالکؒ کا مثل ہمارے مذہب کے ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ ایمان کو مکرر نہیں کرتے اہل محلہ پر بلکہ رد کرتے ہیں اُنکو اولیاے مقتول پر پس اگر حلف کر لیویں اہل محلہ تو وہ دیت نہیں دلاتے اُن سے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر روایت کیا اسکو بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے اور صحاح ستہ والوں نے مانند اُسکے تو قسمیں اہل محلہ پر اسلئے مقرر ہوئیں تا اگر اُنھوں نے قتل کیا ہے تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کریں قتل کا پس واجب ہووے قصاص اور جو حلف کر لیویں تو قصاص سے برارت ہو جاویگی لیکن

ملہ اور مقتضائے قیاس یہ ہے کہ دیت لازم نہ ہوگی اور یہی قول زفرؒ اور شافعیؒ کا ہے اسلئے کہ غصب حُر میں نہیں ہو سکتا اور وجہ استحسان یہ ہے کہ وہ ضمان بسبب غصب کے نہیں بلکہ بجہت اتلاف کے ہے کہ اُس کو ایسے مکان میں رکھا کہ بجلی گری یا سانپ تھے کذا فی الاصل ۱۲

ملہ یہ صورت اول ہے ۱۲ ملہ یہ صورت ثانی ہے ۱۲

دیت واجب ہوگی اُن پر اسواسطے کہ مقتول اُن کے بیچ میں ہے اور جمع کیا آنحضرتؐ نے درمیان دیت اور قسامت کے روایت کیا اُسکو سہلؓ نے اور زیاد بن مریمؓ نے اور اسیطرح جمع کیا حضرت عمرؓ نے کذا فی الاصل **ص** پس جب اہل محلہ حلف کر لیویں تو اُن پر دیت کا حکم کیا جاویگا **ف** اسواسطے کہ روایت نسائیؒ میں ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اُنکے دروازوں پر مقتول پایا گیا تھا اور روایت کی بزارؒ نے سعید بن المسیبؒ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع کیا یہود سے ساتھ قسامت کے اور مقرر کی اُن پر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے اور شافعیؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ اُنھوں نے پچاس آدمیوں کو حلف کا حکم کیا قسامت میں پس حلف دلایا اُن کو اور مقرر کی اُن پر دیت **ص** تو اگر ولی نے دعویٰ کیا قتل کا اُس شخص پر جو اہل محلہ میں سے نہیں ہے تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہو جاویگی اور اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہوں تو مکرر اُن سے قسم لیجاوے یہانتک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابی ملیحؒ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے مکرر کیں قسمیں یہانتک کہ پوری ہوگئیں اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پچاس قسمیں دلائیں جب اُس کا مولیٰ مارا گیا تھا پھر اُس پر دیت مقرر کی اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے شریحؒ سے اور عبدالرزاقؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے مثل اس کے **ص** اور جو شخص اہل محلہ میں سے انکار کرے قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے یہانتک کہ قسم کھاوے اور قسامت میں صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہ ہونگے اور نہیں ہے قسامت اور نہ دیت اُس نعش میں جس پر اثر زخم کا نہیں ہے یا خون اُس کے منھ یا دُبر یا ذکر سے نکلا ہے **ف** اسواسطے کہ ان اعضا سے خون نکلتا ہے خود بخود بھی برخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اُن میں سے نہیں نکلتا کذا فی الاصل **ص** اور جو بچہ پوری خلقت کا مُردہ پایا گیا تو حکم اُس کا مثل بڑے کے ہے اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اُسکے ساتھ ایک ہانکنے والا ہے یا کھینچنے والا ہے یا سوار ہے تو اُسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی اور جو تینوں ہوں تو اُن سب کو دیت دینا ہوگی اور اگر ایک جانور پر پایا گیا دو قریوں کے درمیان میں اور اُس پر ایک مقتول ہے تو جو گانوں وہاں سے قریب تر ہوگا اُس پر قسامت اور دیت ہے **ف** اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گانوں کے بیچ میں پایا گیا تھا روایت کیا اسکو ابی داؤد طیالسیؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ اور بزارؒ نے اپنے مسانید میں اور بیہقیؒ نے اپنے سنن میں اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم کیا تھا اس واقعہ میں اخراج کیا اُس کا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں زیلعی **ص** اور جو مقتول کسی کے گھر میں ملا تو گھر والے پر قسامت ہے اور اُس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ امر کہ گھر اُسی کا مملوک ہے حُجت سے اور جو مقتول اپنے ہی گھر میں ملے تو دیت اُسکی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور زفرؒ کے نزدیک کچھ اس صورت میں لازم نہ آویگا اور یہی حق ہے اسلئے کہ گھر اُسی مقتول کا حال ظہور قتل ہے گویا اُس نے اپنے تئیں آپ قتل کیا کذا فی الاصل **ص** اور دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہے **ف** جن کو امام نے سند لکھدی ملکیت کی ابتدا فتح اسلام کے وقت اگرچہ اُنمیں سے ایک ہی شخص باقی ہو درمختار **ص** نہ رہنے والوںؐ اور خریداروں پر پھر اگر سب مالکوں نے اُسکو بیع کیا ہو تو دیت اور قسامت خریداروں پر ہے **ف** باجماع سب علمار ہمارے کے درمختار **ص** اگر مقتول مکان مشترک میں پایا گیا اور بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامت اور دیت شرکا کی شمار کے موافق ہوگی **ف** نہ حصوں کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت میں برابر ہونگے **ص** اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے میں نہیں آیا تھا کہ اُسمیں مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے اور بیع بالخیار میں قابض کی عاقلہ پرؐ اور کشتی میں اہل کشتی پر یعنی جو اُسمیں سوار ہیں یا ملاح اور مسجد محلہ میں اہل محلہ پر اور دو گانوں کے بیچ میں قریب گانوں والوں پر اور بازار خاص میں جو کسی کی مملوک ہو مالک بازارؐ پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قیدخانہؐ اور جامع مسجد **ف** اور جو مکان عامۂ مسلمین سے متعلق ہووے درمختار **ص** میں اگر مقتول ملے تو قسامت نہیں ہے اور دیت اُسکی بیت المال میں سے ملیگی اور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلواریں کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر جدا ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلے کی اُنکے ذمے ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اُن میں سے کسی شخص معین پر دعویٰ کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اگر مقتول جنگل میں یا آب جاری میں بہتا ہوا ملے تو خون اُس کا رائگاں ہوگا اور دیت

اُسکی کسی پر نہ ہوگی اگر جن لوگوں سے حلف طلب ہووے قسامت میں اُنمیں سے ایک نے کہا کہ مقتول کو زید نے مارا ہے تو اُس سے یوں حلف لیا جاویگا کہ واللہ میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اُسکے قاتل کو سوا زید کے اور کسی کو جانتا ہوں لیکن یہ اظہار اُسکا زید پر قبول نہ کیا جاویگا اور باطل ہے شہادت اہل محلہ کی اور لوگوں پر بابت قتل کے یا اپنے میں سے کسی پر اور جو شخص کسی محلے میں مجروح ہوا پھر وہاں سے اُٹھایا گیا لیکن صاحب فراش رہکر مرگیا تو دیت اور قسامت اُن ہی محلہ والوں پر ہوگی جہاں پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان میں صرف دو ہی شخص تھے ایک اُنمیں سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسفؒ کے نہ محمدؒ کے اور جو مقتول کسی عورت کے گانوں میں ملا تو اُس عورت پر قسمیں مکرر کیجاوینگی اور دیت اُسکی عاقلہ پر ہوگی ف یہ مذہب طرفینؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اُن لوگوں پر ہے جن سے نصرت متصور ہے اور عورت اسکی اہل نہیں ہے واللہ اعلم کذافی الاصل

ص کتاب المعاقل

ف یہ کتاب ہے اُن لوگونکے بیان میں جن پر دیت واجب ہوتی ہے یعنی عواقل کے بیان میں جو جمع ہے عاقلہ کی ص جو شخص لشکری ہے تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہیں جنکے نام دیوان میں مرقوم ہیں ف دیوان عبارت ہے اُن اوراق سے جنمیں اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہے یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کے عاقلہ بھی لشکری لوگ ہیں ص اور یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعیؒ کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اُسکے کُنبے والے ہیں اسلئے کہ ایسا ہی تھا زمانے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ف روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہؒ نے شعبیؒ سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اُوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر ص اور نسخ نہیں ہوسکتا بعد زمانہ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عمرؓ نے ہر گاہ دفاتر مرتب کیے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی محضر صحابہؓ میں ف روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیمؒ سے اور شعبیؒ سے کہ اول جس نے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطابؓ ہیں اور مقرر کی دیت اُسی عطا میں تین سال میں اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے مصنف میں عمرؓ سے کہ اُنھوں نے دیت مقرر کی عطاؤں میں تین سال کے اندر اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حکم کیا دیت کا تین سال میں ہر سال میں ایک ثلث اُوپر اہل دیوان کے اُنکی عطاؤں میں ص اور یہ فعل حضرت عمرؓ کا نسخ نہیں ہے بلکہ تقریر ہے اس معنی کو کہ دیت اُوپر مددگاروں کے ہے اور مددگاری کی صورتیں مختلف ہیں مثل قرابت کے اور مانند اسکے تو حضرت عمرؓ کے زمانے میں نصرت دیوان سے ٹھہری اسیطرح اگر نصرت حرفہ سے ہو تو اہل حرفہ اُسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اُنکی عطاؤں سے تین سال کے عرصے میں ف اسیطرح جو دیت قاتل کے مال میں واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصہ میں لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذافی الاصل ص پھر اگر عطائیں تین سال سے زیادہ یا کم میں بیت المال میں سے نکلیں تو اُسیطرح دیت لیجاویگی ف مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال میں پیشگی مل گئی تو کل دیت اُس سے لیجاویگی اور جو چار برس میں ملی تو چار سال میں دیت وصول کیجاویگی ص اور جو شخص لشکری نہیں ہے تو اُسکے عاقلہ اُسکے کُنبے والے ہیں اور دیت اُن پر تقسیم کیجاویگی اسطرح پر کہ ہر ایک سے تین سال میں تین درم[1] لیے جاوینگے یا تین سال میں چار درم ہر سال میں ایک درم یا ایک درم اور تہائی درم کی اس سے زیادہ کسی سے نلیں گے یہی صحیح ہے پس اگر کُنبے والے اسقدر نہوں کہ دیت پُوری اُن سے وصول ہوسکے تو اُسکے قریب تر دوسرے کُنبے والوں کو پھر تیسرے کُنبے والوں کو اسیطرح ملاتے جاویں گے یہانتک کہ دیت پُوری ہوجاوے اور قاتل عاقلہ میں[2] سے ایک شخص کے مانند ہے ف یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہوگا اور اُسیقدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی عاقلہ میں سے دیتا ہے اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اُس کا عاقلہ نہیں ہے اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے چمار جولاہہ وغیرہ جس کے اہل حرفہ مددگار ہوں تو عاقلہ اُس کا اُس کے حرفہ والے ہیں تو جس کا عاقلہ نہیں ہے اگر وہ مسلمان ہے تو دیت اُسکی بیت المال میں ہے اور اگر وہ ذمّی ہے تو دیت اُس کے مال میں سے دیجاویگی اور بعضوں کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب اُمت عاقلہ نہ ہو تو دیت اُس کے مال میں ہے تین برس کے اندر اُس سے وصول کیجاویگی کذافی الدر المختار ص اور غلام آزاد کا عاقلہ اُسکے مالک کا قبیلہ ہے اور مولی الموالات کا اُسکا مولیٰ اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آویگی جسکو قتل موجب ہے ف جیسے دیت قتل خطا کی اور قتل شبہ عمد کی ص اور بیسویں حصے سے دیت کے کم نہیں ہے بلکہ بیسواں حصہ یا زائد ہے ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں دیت دیگا عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دیگا عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعیٰ علیہ کے اور ہدایہ میں

[1] اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر ایک پر نصف دینار واجب ہے ۱۲

[2] اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل پر کچھ واجب نہیں کذافی الاصل ۱۲

ہے کہ ابن عباسؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے کہ عاقلہ دیت نہ بھرینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسویں حصے سے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ اس حدیث کو موقوفاً تو امام محمدؒ نے روایت کی ہے اور مرفوعاً غریب ہے ص اور نہ وہ دیت جو صلح سے یا اقرار سے مدعیٰ علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اُس کے اقرار کی تصدیق کریں اور نہ وہ دیت جو قتل عمد میں واجب ہوئی بسبب ساقط ہو جانے قصاص کے کسی شبہہ سے یا قرابت سے اور جنایت عبد سے یا عمد سے اور بیسویں حصے سے کم کی دیت بلکہ یہ دیتیں جانی کے مال میں واجب ہوں گی ✤ ✤ ✤

کتاب الوصایا

ف یہ کتاب ہے وصیتوں کے بیان میں ص وصیت کہتے ہیں ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہے وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہوں یا جسقدر حصہ اُنکو بعد وصیت کے ملے اُس سے غنی ہو جاویں ورنہ ترک وصیت اَولیٰ ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہی جو اپنے ناتے والے پر ہووے روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے ابی ایوب انصاریؓ سے اور جواز وصیت کا ثابت ہی کلام اللہ اور احادیث اور اجماع اُمت سے ص حمل کیلئے وصیت کرنی مثلاً یوں کہنا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کیساتھ وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلاں شخص کو ملے درست ہی بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو اسیطرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا اور اُسکے حمل کو مستثنیٰ کرنا درست ہی ف مثلاً یوں کہے کہ یہ لونڈی فلاں کو دینا مگر حمل اُسکا لے لینا ص مسلمان اگر ذمی کیلئے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کیلئے تو درست ہی ف اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات میں مثل مسلمانوں کے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ یعنی نہیں منع کرتا ہے تمکو اللہ تعالیٰ اِس بات سے کہ جن لوگوں نے تم سے قتال نہیں کیا دین میں اور تمکو تمھارے شہروں سے نہیں نکالا تو تم اُنکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اُن سے ص وصیت درست ہی اجنبی کیلئے بقدر ثلث مال کے نہ ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دیدیویں ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری ؒ مسلمؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ کہا میں نے یا رسول اللہ میں مال والا ہوں اور وارث میرا سوا ایک بیٹے کے کوئی نہیں ہی تو میں صدقہ دوں دو تہائی مال کا فرمایا آپنے نہیں پھر کہا میں نے صدقہ دوں میں نصف مال کا فرمایا نہیں کہا میں نے تصدق کروں میں تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہی بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثوں کو غنی بہتر ہی اس سے کہ چھوڑ جاوے تو اُنکو مفلس کہ ہاتھ پھیلاویں لوگوں کیسامنے اور معاذ بن جبلؓ سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے صدقہ مقرر کیا تم پر تہائی مال کا تمھارے مرنیکے وقت واسطے بڑھانے نیکیوں کے روایت کیا اسکو دار قطنیؒ نے اور امام احمدؒ نے اور بزارؒ نے ابو الدرداءؓ کی حدیث سے اور ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے لیکن یہ سب روایتیں ضعیف ہیں اور قوی کرتی ہے ایک روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم بلوغ المرام ص اور درست نہیں ہی وصیت وارث کیلئے مگر باجازت باقی ورثہ کے ف یعنی جو شخص میت کے ترکے میں سے حصے کا مستحق ہو اُس کیلئے وصیت درست نہیں ہی اور جو محروم ہو جاوے جیسے بھائی کیلئے وصیت کی باوجود بیٹے ہونیکے تو درست ہی دلیل اس باب میں حدیث ہی ابی اُمامہ باہلیؓ کی کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دیدیا ہر حقدار کو اُسکا حق پس اب وصیت نہیں ہی وارث کیلئے روایت کیا اسکو امام احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے مگر نسائیؒ نے اور حسن کہا اُسکو احمدؒ نے اور ترمذیؒ نے اور قوی کہا اسکو ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ نے اور روایت کیا اُسکو دار قطنیؒ نے ابن عباسؓ سے اور زیادہ کیا اُسکے آخر میں مگر یہ کہ چاہیں سب وارث اور اسناد اُسکی حسن ہی بلوغ المرام اور آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ِۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ منسوخ ہی اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا ماوّل ہے ص اور قاتل کیلئے جو مباشر ہو قتل کا لاکن باجازت ورثہ جائز ہی ف اسواسطے کہ ہدایہ میں ہی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہی وصیت قاتل کیلئے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ اخراج کیا اس حدیث کا دار قطنیؒ نے مبشر بن عبید سے اُنھوں نے حجاج بن ارطاۃ سے اُنھوں نے حکم سے اُنھوں نے ابن عیینہ سے اُنھوں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے اُنھوں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں درست ہی قاتل کیلئے وصیت کہا دار قطنیؒ نے کہ مبشر بن عبید متروک ہے بنا تا ہی حدیث کو انتہیٰ مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل کیلئے وصیت درست ہی اور اسی خلاف پر ہی اگر ایک شخص کیلئے وصیت کی پھر اُس نے موصی کو

مار ڈالا کذا فی الاصل ص وصیت نہیں درست ہے اگر موصی صبی ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور مقدم ہوگا ادائے دَین وصیت پر ف
اِسواسطے کہ ادا کرنا دَین کا ضروری اور فرض ہے اور وصیت تو زیادتی حسنات کیلئے مستحب ہے اور قرآن شریف میں اگرچہ وصیت ذکر میں مقدم ہے دَین پر لیکن حکم
میں مؤخر ہے باجماع مفسرینؒ کے ص اور وصیت قبول کیجاتی ہے بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہے قبول اور رد اُسکا حیات میں موصی کے اور موصی لہٗ مالک نہیں
ہوتا وصیت کا جبتک اُسکو قبول نکرے مگر ایک صورت میں وہ یہ ہے کہ موصی لہٗ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت موصی لہٗ کے وارثونکو ملیگی اور موصی کو
جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو مغصوب سے ف مثلاً موصی موصی بہ میں ایسا تصرف کرے کہ اُس سے
نام بدل جاوے اور اعظم منافع جاتے رہیں ص یا ایسے فعل سے کہ موصی بہ میں ایک ایسا امر زائد ہو جاوے کہ بغیر اُس کے تسلیم موصی بہ کی ممکن نہ ہو سکے مثلاً موصی بہ
ستو کو گھی میں لت کر ڈالے یا موصی بہ گھر میں عمارت بنالے یا ایسے تصرف سے جو موصی کی ملک کو زائل کر دیوے مثلاً موصی بہ کو بیع یا ہبہ کر دیوے اور کپڑے موصی بہ
کا دُھلانا رجوع نہ ہوگا وصیت سے اسیطرح انکار کرنا وصیت سے ف اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہے اور دونوں قول
مفتیٰ بہ ہیں در مختار ص اور مریض کا ہبہ اور وصیت باطل ہے اُس عورت کیواسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ کے اسیطرح باطل ہے اقرار
اور وصیت اور ہبہ اُس کا اپنے کافر بیٹے کیلئے یا غلام کیلئے اگر لڑکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد کر دیا بعد اُس کے اور جائز ہے ہبہ اُس شخص کا جس کے
پاؤں رہ گئے یا اُسکو فالج نے مارا یا اُس کے ہاتھ رہ گئے یا اُسکو سل ہوگئی تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ امراض ممتد ہوئے اور موت کا خوف نہ ہو
ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر کئی قسم کی وصیتیں جمع ہوئیں اور تہائی مال اُن سب کو کافی نہیں ہے تو جو وصیت فرض ہے اُسکو مقدم کرینگے نفل پر اور جو سب وصیتیں
یکساں ہوویں تو جس کو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کیجاویگی تو اگر اُس نے وصیت کی حج کی تو اُسکی طرف سے ایک شخص کو سوار کرکے موصی کے شہر سے حج
کرادیں گے اور جو خرچ کافی نہ ہو تو جس شہر سے کافی ہو وہاں سے کرادینگے اور جو حج کرنیوالا راستے میں مرگیا اور وصیت کی اُس نے حج کی تو اُسکے شہر سے حج کرایا
جاویگا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر خرچ اِس قدر کو کافی ہو ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرادیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک جہاں پر مرا ہے وہاں سے
کرادیں گے اگر خرچ اس قدر کو کافی ہو ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرادیں گے اور قول امامؒ معتمد ہے اور اسی پر متون ہیں کذا فی الدر المختار

ص باب ثلث مال کی وصیت کے بیان میں

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی زیادہ تہائی
سے تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیلئے اور سدس مال کی عمرو کیلئے تو ثلث مال کے تین حصے کرکے
دو زید کو دیں گے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت کی بکر کیلئے اور کل مال کی وصیت کی خالد کیلئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف
بکر اور خالد بانٹ لیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کرکے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دیں گے ف امام صاحبؒ نے کہا کہ وصیت
ثلث سے زیادہ کی جب اُسکو ورثہ نے جائز نرکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی بکر اور خالد کیلئے تو ثلث کو نصفا نصف بانٹ دیں گے اور
صاحبینؒ نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہے اس معنی کر کہ موصی لہٗ اُس کا مستحق نہیں ہے بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہے اس باب میں کہ موصی لہٗ ثلث میں
سے بقدر اُس کے حصہ لیگا اس لئے کہ اُسکے باطل ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے تو کل کے تین ثلث ہوئے اور تین ثلث اور ایک ثلث مل کر چار ہوئے تو اسیطرح ثلث مال
چار حصوں پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصل ص امام اعظمؒ کے نزدیک موصی لہٗ کا حصہ ثلث سے زیادہ نہ ٹھہرایا جاویگا ف یعنی ثلث سے زیادہ میں ضرب نہوگی مراد
ضرب سے ضرب اصطلاحی محاسبین یہاں نہیں ہے پس جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کیلئے اور کل مال کی ایک کیلئے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سہام وصیت
کے دو ہوئے ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو ضرب دینگے ثلث میں تو نصف ثلث یعنی سُدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک سہام وصیت
چار ہونگے اور چار کا ایک رُبع ہے تو ربع کو ثلث مال میں ضرب کرینگے حاصل ہوگا رُبع ثلث وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کُل کے تین ہیں چار میں سے یعنی
تین ربع ثلث کے اور وہ اُسکو ملیں گے یہی معنی ہیں ضرب کے اور اسمیں بہت سے علماءؒ حیران ہوگئے ہیں کذا فی الاصل ص مگر تین مقاموں میں محاباۃ اور سعایت

ف ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کذا فی الاصل ۱۲ ف بخلاف اقرار کے پس اگر اقرار کرے کسی عورت کیلئے مال کا پھر نکاح کرے اُس سے تو صحیح ہے اس لئے کہ وقت اقرار کے وہ اجنبیہ ہے کذا فی الاصل ۱۲

اور دراہم مسئلہ میں ف محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک تیس درم کا ایک ساٹھ درم کا سو اس نے وصیت کی تیس درم کا غلام زید کے
ہاتھ دس درم کو بیچا جاوے اور ساٹھ درم والا عمرو کے ہاتھ بیس درم کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلاموں کے اور کوئی جائداد موصی کی نہ تھی تو زید کے حق میں
بیس درم کی وصیت عمرو کے حق میں چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہائی تقسیم ہوگا پس تیس والا غلام زید کو بیس میں دیا جاویگا
اور دس درم اسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو چالیس میں ملیگا اور بیس درم اسکی وصیت میں ٹھہرے تو عمرو نے ثلث میں سے جسقدر اپنی وصیت کے
لیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہاں پر امام اعظمؒ نے زید اور عمرو کو برابر حصہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصوں کے تقسیم ہوا اور اگر اسیطرح پر یہاں عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا
اور صورت سعایت کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلاموں کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں کے اور کچھ مال اسکے پاس نہیں ہے تو اول غلام کیلئے وصیت ثلث
مال کی ہوئی اور باقی دونوں غلاموں کیلئے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت کے سہام تین تہائی ہونگے ایک سہم اول اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انکیں
تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم میں اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درم ہے
تو وہ سعی کرے چالیس درم میں تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور صورت دراہم مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے زید کیلئے
س درم کی وصیت کی اور عمرو کیلئے ساٹھ درم کی اور کل مال موصی کا صرف اسی قدر ہے پس اول کا حصہ ایک ثلث ہوگا ثلث کل مال سے اور دوسرے کے دو ثلث
ل مال سے تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے نوے درم اور دراہم مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ مطلق ہیں انمیں قید نصف اور ثلث کی نہیں ہے کذا فی الاصل
مع اختصار ص اور صحیح ہے وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنے بیٹے کے حصے کی ف اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہے
برخلاف مثل حصے کے ص تو اگر موصی کے دو بیٹے ہیں تو ثلث مال موصی لہ کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جز کی تو اس کا بیان وارثوں کی
طرف ہے ف تو وارثوں سے کہا جاویگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اسکو دیدو اسواسطے کہ جز مال مجہول ہے اور جہالت صحت وصیت کو مانع نہیں ہے تو بیان اسکا
وارثوں کیطرف ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو وصیت کی ایک سہم کی اپنے مال میں سے تو مراد اس سے سدس مال ہوگا عرف میں عرب کے اور سہم مثل
جز کے ہے ہمارے عرف میں پھر اگر موصی نے کہا کہ میرے مال کا سدس فلاں شخص کیلئے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اسکے لئے ہے اور وارثوں نے اجازت
دی تو موصی لہ کو ثلث ملیگا ف سدس داخل ہوجاویگا ثلث میں ص اور جو سدس مال کی دو بار وصیت کی تو اسکو سدس ہی ملیگا اور جو وصیت کی اپنے
تہائی روپیوں کی یا تہائی کپڑوں کی جو مختلف ہیں یا تہائی غلاموں کی پھر دو ثلث تلف ہوگئے تو باقی کل روپے اور بکریاں اسکو مل جاوینگی اور کپڑوں اور غلاموں
میں ثلث باقی کا ثلث ملیگا اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہے اور دین بھی ہے لوگوں پر تو ہزار درم عین مال کے ثلث میں سے نکل سکیں گے
تو دیدیے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکالکر باقی جو رہیگا دین میں سے وصول کرکے دیا جاویگا اگر وصیت کی ثلث مال کی زید اور عمرو کو اور عمرو مردہ ہے
تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان زید اور عمرو کے ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اسوقت محتاج ہے تو
موصی لہ کو ثلث اس مال کا ملیگا جو موصی کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اس نے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہووے اور جو وصیت کی تہائی بکریوں کی
اور موصی کے پاس بکریاں نہیں ہیں یا تھیں لیکن قبل موت موصی کے مرگئیں تو وصیت باطل ہوگئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال میں سے تو قیمت
اسکی اسکے مال میں سے دلائی جاویگی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریوں میں سے اور اسکے پاس بکریاں نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی
وصیت کی اپنی امہات اولاد کیلئے اور فقیروں اور مسکینوں کیلئے حالانکہ ام ولد اس کے تین ہیں تو ثلث مال کے پانچ حصے کرکے تین حصے امہات اولاد
کو اور دو حصے فقرا اور مساکین کو دیں گے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کیلئے تو نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپے کی وصیت کی زید کیلئے اور سو روپے کی
عمرو کیلئے پھر ایک تیسرے شخص کو ان دونوں کا شریک کردیا تو تیسرے کو ہر سیکڑے کی تہائی ملیگی ف اسواسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے اور ایک
تیسرا ان کے ساتھ شریک ہوگیا تو ممکن ہوگئی تینوں کی برابری تو ہر ایک کو سو کی دو تہائیاں ملیں گی ص اور جو سو کی وصیت کی زید کیلئے اور پچاس کی عمرو کیلئے

[1] اور وجہ فرق کی امام صاحبؒ کے نزدیک ان تین مسئلوں میں بالتفصیل اصل میں مذکور ہے ۱۲ [2] اور یہ قول امام اعظمؒ کا ہے بنا بر عرف بعض آدمیوں کے اور صاحبینؒ کے نزدیک مثل حصہ ایک وارث کے ملیگا بشرطیکہ نہ زیادہ ہو
ثلث سے مگر باجازت ورثہ کذا فی الاصل ۱۲ عبدہ [3] اور امام زفرؒ کے نزدیک ایک ثلث باقی کا ملے گا ہر صورت میں اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ۱۲ عبدہ [4] اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر موصی کو مم

پھر ایک تیسرے کو اُسکا شریک کردیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملیگا ف یعنی چھ چھ روپے ص اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے کا مجھ پر قرض ہے تم اُسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق کیجاویگی مقدار دَین میں ثلث مال تک اور جو اُسکے سوا وصیتیں بھی کیں تو تہائی مال جُدا کیا جاویگا وصیت کیلئے اور دو تہائیاں وارثوں کیلئے اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثوں سے کہ مدعی کے دَین کی تصدیق کرو جس قدر میں کہ تم چاہو پھر جس قدر کا اہل وصایا اقرار کریں اُس کا ثلث اُنکے حصے میں سے لیا جاوے اور جو بچے وہ اُنکو ملے اور جسقدر کا ورثہ اقرار کریں اُسکے دو ثلث ورثہ کے حصے میں سے لیے جاویں جو بچے اُن کو ملے اور اصحاب وصایا اور وارث اُن سے حلف لیا جاوے اگر مدعی دعویٰ زیادہ کا کرتا ہووے اُنکے علم اور دانست پر ف یعنی اپنے علم پر قسم کھاویں کہ واللہ ہم اسقدر دَین کو جانتے ہیں ص اگر وصیت کی شئے عین کی وارث اور اجنبی کیلئے تو نصف اُس شئے کا اجنبی کو ملیگا اور وارث کو کچھ نہ ملیگا ف اجنبی کے واسطے نصف اس صورت میں ملا اسلئے کہ وارث قابل ہے وصیت کے برخلاف اس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کیلئے کیونکہ میت اہل نہیں ہے وصیت کا کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانوں کے کپڑے کی اُسمیں ایک عمدہ ہے دوسرا متوسط تیسرا ناقص تین شخصوں کیلئے اسطرح پر کہ عمدہ زید کا ہے اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہوگیا اور معلوم نہیں کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے یہ کہتے ہیں کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی لیکن اگر وارث درگزر کرکے باقی دو تھانوں کو تینوں کے حوالے کردیں تو زید اُن دونوں تھانوں میں سے جو عمدہ ہے اُسکے دو ثلث لیوے اور بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان میں سے جو اُس کے اور بکر کے درمیان میں مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کیلئے تو اُس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ کوٹھری زید کے حصے میں آوے تو عمرو وہی لیگا اور جو بکر کے حصے میں آوے تو اسقدر جگہ گزوں سے ناپکر زید کے حصے میں سے عمرو کو مل جاویگی یہی حکم اقرار میں ہے ف یعنی اگر وصیت کی جگہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مقر کے حصے میں ہوا تو مقر لہٗ کو مل جاویگا اور جو مقر کے حصے میں نہ آیا تو اُسکے برابر زمین ناپ دیجاویگی ص اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک ہیں وصیت کی تو اُس غیر کو جائز ہے کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کرسکتا ہے اور اگر متروکہ تقسیم ہوگیا میت کا اُس کے دو لڑکوں میں پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے میں ثلث ادا کرے اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اُس کا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے تو لونڈی اور اُس کا لڑکا دونوں موصیٰ لہٗ کے ہوں گے اگر دونوں ثلث مال سے نکل آویں ورنہ موصیٰ لہٗ تہائی لے گا لونڈی سے پھر اُس کے ولد سے ف یہ مذہب امام کا ہے اس واسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں میں سے برابر حصہ لے گا مثلاً موصی کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اُس کا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے یہاں تک کہ مال اُس کا بارہ سو کا ہوگیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوئے پس امام صاحبؒ کے نزدیک موصیٰ لہٗ لونڈی کو لے لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث لونڈی کے اور لڑکے کے لے لے گا کذا فی الاصل

ص باب بیماری میں آزاد کرنے کے بیان میں

اگر تصرف منجز یعنی نفوذ اُسکا فی الحال ہووے سو اُسمیں اعتبار حالت عقد کا ہے پس اگر صحت میں ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت میں ہووے ف تصرف منجز وہ ہے جو فی الحال ثابت ہوجاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہے کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے تو آزاد ہے بعد میری موت کے یا زید کا ہے بعد میری موت کے پس منجز میں حالت تصرف کا اعتبار ہے تو اگر اُسوقت صحیح اور تندرست ہے نافذ ہوگا کُل مال سے اور اگر بیمار ہے نافذ ہوگا ثلث مال سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہے جس میں انشا اور احداث ہے ایک عقد کا اور اسمیں معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہیں یہانتک کہ اگر اقرار کیا کسی کے دَین کا مرض میں تو وہ نافذ ہوگا کُل مال میں اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض میں مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کُل مال سے اور لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت میں کرے یا مرض میں کذا فی الاصل ص جو بیماری کہ اُسکے بعد صحت ہوجاوے وہ مثل صحت کے ہے اور مریض کا اعتاق اور محاباۃ ف یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا ص اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہیں تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہو تو محاباۃ مقدم ہے اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونوں برابر

؎ یہ حکم امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مثل نصف جگہ اُس کوٹھری کے ملے گی کذا فی الاصل ۱۲ ؎ کہا گیا ہے کہ حکم بالاتفاق ہے اور بعض نے کہا کہ اس میں خلاف محمدؒ کا ہے ۱۲ ؎ اس لئے کہ یہ اجازت تبرع ہے رجوع جائز ہے ۱۲
؎ اور زفرؒ کے نزدیک نصف دیوے اور یہی مقتضائے قیاس ہے ۱۲ ؎ یعنی نفوذ اس کا ۱۲ ؎ نہ فرض وواجب کے ۱۲ ؎ ثلث مال سے نافذ ہونے میں ۱۲

ہیں ف محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہے کہ غلام کو جسکی قیمت دوسو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں
کے اور کچھ مال نہیں رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کیطرف صرف کریں گے اور جس غلام کو آزاد کیا ہے وہ اپنی کل قیمت میں سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ
کی صورت یہ ہے کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دوسو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونوں میں نصفا نصف تو جس غلام
کو آزاد کیا ہے نصف اسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو میں لیگا کذا فی الاصل ص اور صاحبین
کے نزدیک دونوں صورتوں میں عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباتوں کے بیچ میں ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلے محاباۃ کیطرف اور باقی دونوں
کیطرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقوں کے بیچ میں ہوئی تو نصف محاباۃ میں اور نصف دو عتقوں میں صرف کیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں
میں بھی عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم اس میں سے تلف ہوگیا تو مابقی سے وصیت
نافذ نہ ہوگی لیکن صحیح نافذ ہوجاویگا اگر غلام کی آزادی کی وصیت کی پھر اس نے جنایت کی اور اس میں دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا
تو وصیت باطل نہ ہوگی اگر وصیت کی زید کیلئے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام چھوڑا بعد اس کے زید مدعی ہے کہ میت نے یہ غلام صحت میں آزاد
کیا تھا تا اس کی وصیت صحیح نہ ہو کہ ثلث مال سے نافذ ہوجاوے اور وارث یہ کہتے ہیں کہ اس غلام کو مرض میں آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم ہے
وصیت پر تو قول وارثوں کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملیگا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جس قدر زائد ہے وہ زید کو
ملے گا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت میں ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعوی کیا دین کا میت پر اور اس کے غلام نے دعوی کیا اپنے عتق کا
صحت میں اور وارث نے دونوں کی تصدیق کی تو غلام قرضخواہ کے حوالے کیا جاویگا اور وہ اپنی قیمت میں سعی کرکے آزاد ہوجاویگا

باب وصیت اقارب وغیرہ کے بیان میں

ہمسایہ وہ شخص ہے جس کا مکان ملا ہوا ہے ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو ایک محلے میں رہتے ہیں اور ایک مسجد ان کو جامع ہو قول
امام صاحب کا موافق قیاس کے ہے اسلئے کہ شفعہ میں وہی جار مستحق ہے جو ملاصق ہو ص صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہیں جو اسکی زوجہ سے قرابت
محرمیت رکھتے ہیں ف جیسے باپ دادا چچا ماموں اسکی بہنیں وغیرہ ہدایہ میں اسکی دلیل یہ لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہ
سے تو انکے محرم قرابت داروں کو ان کے مالکوں سے آزاد کرا دیا واسطے اکرام انکے کے اور وہ اصہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہاں پر سہو
ہوا ہے صاحب ہدایہ سے بجائے صفیہ کے جویریہ بنت حارث کہنا چاہیئے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے سنن میں ص ختن یعنی داماد وہ لوگ ہیں جو اس کے
قرابت والی محرم عورتوں کے خاوند ہیں ف یہ سب انکے عرف میں ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر کو کہتے ہیں اور ختن بیٹی کے شوہر کو در مختار ص اور
اہل عبارت ہے اسکی زوجہ سے ف اور صاحبین کے نزدیک شامل ہے اسکے سب عیال کو دلیل امام صاحب کی آیت ہے کلام اللہ کی جیسے وَسَارَ بِاَهْلِهٖ اور
عرف اہل عرب کا تَاَهَّلَ فُلَانٌ کہتے ہیں جسکی زوجہ ہو ص اور آل عبارت ہے اس کے اہل بیت سے اور اس کے باپ دادا بھی اس میں داخل ہیں
اور اقارب اور اقربا اور ذوی قرابت یا ذوی انساب اس کے دو یا تین یا زیادہ ذی رحم محرم ہیں قریب تر پھر قریب تر سوا والدین اور ولد کے پس وصیت
اقارب میں اگر اس کے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونوں چچاؤں کو ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونوں ماموؤں کو ملیگا
اور جو ایک ہی چچا ہے تو اس کو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی برابر ہیں اگرچہ پھوپھی وارث نہیں ہوتی اگر وصیت کی زید کی اولاد کیلئے تو لڑکی لڑکا اسکے برابر
ہونگے حصے میں اور جو وصیت کی اسکے ورثہ کیلئے تو فرزند کو دونا حصہ ملیگا لڑکی کا اگر وصیت کی کسی شخص کے یتیم فرزندوں کیلئے یا انکے اندھوں کے یا لنگڑوں
کیلئے یا انکے بیکسوں محتاجوں کیلئے تو اگر وہ لوگ محصور اور معدود ہوں تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت انکے سب داخل ہونگے ورنہ انکے فقیروں کو ملیگا اور جو فلاں
شخص کے فرزندوں کیلئے وصیت کی تو اسمیں عورتیں داخل ہونگی ف جب فلاں عبارت ہو قبیلہ سے یا فخذ سے ورنہ اناث داخل نہونگی در مختار ص
وصیت کی کسی شخص کے موالی کیلئے اور اسکے آزاد کرنیوالے بھی ہیں اور آزاد کیے ہوئے بھی ہیں تو وصیت باطل ہوگی ف اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک

ہے معتق بالکسر اور معتق بالفتح میں اور لفظ عام نہیں اور کوئی قرینہ ایک پر دلالت نہیں کرتا اور بعض کتب شافعیہ میں ہے کہ وصیت کُل کیلئے ہے

ص باب خدمت اور سکونت اور پھلوں کی وصیّت کے بیان میں

صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معیّن تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام اور گھر تہائی مال سے نکل آوے تو موصی لہ کو تسلیم کیے جاویں واسطے اجراے وصیت کے اور جو ثلث سے نہ نکل سکیں تو گھر کی تقسیم کیجاوے ف یعنی موصی لہ کو گھر میں سے بقدر ثلث مال حوالے کر دیویں کہ اُسمیں اجراے وصیت ہووے ص اور غلام میں مہایاۃ کریں ف یعنی باری باری نفع میں تو موصی لہ خدمت لیوے اُس قدر غلام سے جس میں وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیویں اُس مقدار میں جس میں وصیت صحیح نہیں ہوئی کذا فی الاصل ص اگر موصی لہ موصی کی زندگی میں مر جاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثوں کو پھر آوے گی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مر گیا اور حال آنکہ باغ میں پھل موجود ہیں تو موصی لہ کو یہی پھل وقت موت موصی کے ملیں گے نہ آئندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابدًا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اُس کو یہ پھل بھی ملیں گے اور آئندہ بھی ملا کریں گے جیسے غلّہ باغ کی وصیت میں خواہ ابدًا کا لفظ کہے یا نہ کہے پھل بھی ملیں گے اور آئندہ بھی ملا کریں گے اور بھیڑوں کے بال کی وصیت میں اور اُنکے بچوں اور دودھ کی وصیت میں وہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدًا کا لفظ کہے یا نہ کہے ف ثمرہ یعنی پھل اور غلّہ اور صوف یعنی بالوں میں فرق یہ ہے کہ غلّہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہیں خواہ بالفعل ہو یا آئندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہیں گے مگر جب اُس نے ابدًا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہو گیا اِس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہیں موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدوم پر عقد صحیح ہے جیسے مساقاۃ میں نہ صوف معدوم اور ولد معدوم میں کذا فی الاصل ص کافر نے اپنی صحت میں عبادتگاہ بنائی تو وہ بعد اُس کے وارثوں کو ملے گی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ بنانے کے لیے خواہ معیّن لوگوں کے لئے یا غیر معیّن لوگوں کے لئے تو صحیح ہے جیسے وصیت مستامن کی جس کا کوئی وارث نہیں ہے دار الاسلام میں ساتھ کُل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لئے صحیح ہے

ص باب وصی کے بیان میں

عرب کہتے ہیں اوصٰی الٰی فلان جب اُسکو اپنے مال میں اختیار دیا تصرف کا بعد اپنی موت کے اور اُس کو موصٰی الیہ اور وصی کہتے ہیں زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوئی ورنہ رد نہ ہوگی ف یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہ ہوگا بلکہ وصایت باقی رہیگی اسلئے کہ موصی نے اُس پر بھروسہ کیا اب وہ اگر اُسکی غیبت میں رد کرے تو فریب دہی ہووے کذا فی الاصل ص اور جو زید نے سکوت کیا یہانتک کہ موصی مر گیا تو زید کو رد اور قبول دونوں جائز ہیں بعد اِسکے پس اگر وصی نے ترکہ میں سے کوئی چیز بیچی تو بیع لازم ہو گئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیسے ناواقف ہووے بخلاف وکیل کے جب بیچی کوئی چیز بے علم اپنی وکالت کے پھر اگر وصی نے قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اُس کے رد کو نافذ کر دیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی اُنکے بدلے میں اور کسی کو کرے اور جو اپنے غلام کو وصی کیا تو صحیح ہے اگر وارث موصی کے نابالغ ہوں ورنہ نہیں اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنیسے عاجز ہو تو قاضی اُسکے ساتھ دوسرے کو ملاوے پس اگر وصی امین ہے اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہے تو قاضی اُسکو معزول نکرے بلکہ واجب ہے وصی رکھنا اُس کا ف اور جو قاضی نے باانیہمہ اُسکو معزول کر دیا تو عزل نافذ ہے لیکن قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا در مختار ص اگر وصی میت کے دو شخص ہیں تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہیں کر سکتا مگر میت کیواسطے کفن خرید سکتا ہے اور اُسکی تجہیز کر سکتا ہے اور اُسکے حقوق کی خصومت اور اُسکے قرضے کا ادا کرنا اور اُسکے قرضے کا تقاضا اور مطالبہ اور اُس کے طفل کیواسطے خریدنا حوائج کا اور اُسکے لئے ہبہ قبول کرنا اور غلام معیّن کا آزاد کرنا جسکی آزادی کی موصی نے وصیت کی ہووے اور ودیعت معیّن کا پھیر دینا اور وصیت معیّنہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جس کے تلف ہونیکا خوف ہے اُسکا بیچنا یہ سب کام ایک وصی بغیر دوسرے کے کر سکتا ہے ف امام ابو حنیفہ اور محمد کا یہ مذہب ہے

ف۱ اس لئے کہ بنزلہ وقف کے ہے امام اعظم کے نزدیک اور وقف میں توریث ہوتی ہے اُن کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک یہ معصیت ہے پس ورثہ نہ ہوگا کذا فی الاصل ۱۲ منہ ف۲ اس واسطے کہ وصیت کل مال کے ساتھ بسبب حق ورثہ کے صحیح نہیں ہوتی تھی اور جب مستامن کے ورثہ دار الاسلام میں کوئی نہیں اور دار الحرب میں جو ہیں وہ حکم اموات میں ہیں پس وصیت کل مال سے صحیح ہوگی اس لئے کہ کوئی مانع صحت وصیت نہیں ۱۲ م

ف امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کا یہ مذہب ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک سب کام کرسکتا ہے **کذا فی الاصل** ص وصی کا وصی خواہ وصی نے اوسکو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی کیا ہووے بہر صورت دونوں نزدیک وصی ہے اور صحیح ہے تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار کی طرف سے جب غائب ہوں یا صغار کی طرف سے پھر جب وصی نے موصی لہ کا حصہ ترکے میں سے دے کر وارثوں کا حصہ لے لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو وارث موصی لہ سے کچھ پھیر نہیں سکتے ف اس واسطے کہ قسمت صحیح ہو گئی ص اور وصی کی قسمت موصی لہ کی طرف سے ساتھ ورثہ کے درست نہیں ہے تو اگر وصی نے موصی لہ کا حصہ لے لیا اور وہ اوسکے پاس سے تلف ہو گیا تو موصی لہ مابقی مال میں سے پھر ثلث لیوے البتہ قاضی موصی لہ کی طرف سے تقسیم کر کے حصہ اوسکا لے سکتا ہے اگر وصی نے وارثوں کے ساتھ قسمت کی اور حج کی وصیت کا مال نکال لیا اب وہ مال تلف ہو گیا خواہ وصی کے پاس سے یا جس کو حج کرنے کو دیا تھا اوسکے پاس سے تو پھر حج کرایا جاوے مابقی مال کے ثلث میں سے اور وصی کو درست ہے کہ ایک غلام کو ترکہ میں سے بیع کر ڈالے اگرچہ میت کے قرض خواہ حاضر نہووں ف اس لئے کہ قرض خواہوں کا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین ترکے سے **درمختار** ص اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچ کر اسکی قیمت تصدق کرنا پس وصی نے اُس غلام کو بیچا اور ثمن اُس کی لے لی بعد اُس کے وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے میں سے لے لیوے اسی طرح اگر متروکہ تقسیم ہوا اور نابالغ کو ایک غلام حصہ میں پہنچا اور اس کو وصی نے بیچ کر ثمن اس کی لے لی پھر وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی بعد اس کے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لیوے اور وصی نابالغ کے مال میں سے اور نابالغ وارثوں سے حصہ رسد پھیر لیوے اور وصی کی بیع اور شرا غبن سے صحیح نہیں ہے مگر اسی قدر غبن سے جو لوگوں کو خرید و فروخت میں ہوا کرتی ہے نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہے اور حوالہ قبول کرسکتا ہے اس پر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہیں دے سکتا اور وصی وارث کبیر کا مال جو غائب ہے اس کی بیع کرسکتا ہے مگر عقار کی کہ اس کی حفاظت ضرور نہیں ہے اور اس کے مال میں تجارت نہیں کرسکتا اور باطل ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا اور کسی طریق سے اور وارث کبیر کے حق میں مال ترکہ میں سے اس کے سوا اور جگہ درست ہے جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے لئے ہزار درم دین ہونے کی میت پر اور انھیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں مردوں کے لئے ہزار درم دین ہونے کی میت پر ف یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم میت پر آتے ہیں اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہیں تو دونوں شہادتیں صحیح ہیں ص اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لئے اس بات کی کہ میت نے ان کے لئے ہزار درم کی وصیت کی ہے تو یہ شہادت باطل ہے یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لئے ایک غلام کی وصیت کی ہے اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لئے ثلث مال کی وصیت کی ہے تب بھی باطل ہے ۔

کتاب الخنثیٰ

یہ کتاب ہے خنثیٰ کے احکام میں ص خنثیٰ وہ ہے جو فرج اور ذکر دونوں رکھتا ہووے پس اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہے اور پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہے ف اس لئے کہ روایت کیا ابن عدی نے کامل نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اس کی میراث سے تب فرمایا آپؐ نے کہ جہاں سے پیشاب کرتا ہے اس کا اعتبار ہوگا اور روایت کیا عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت علیؓ سے مثل اس کے **کذا فی تخریج الہدایۃ** ص اور جو دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہے تو جہاں سے اول پیشاب نکلتا ہے اسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونوں جگہوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہووے تو وہ خنثیٰ مشکل ہے ف اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاوے گا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہے ص یہ سب باتیں قبل بلوغ کے ہیں پھر جب بالغ ہوا اور

اس کی داڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اس نے جماع کیا تو وہ مرد ہے اور جو اس کی چونچیاں ابھر آئیں یا دودھ اتر آیا یا حیض آگیا یا حمل رہ گیا یا اس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہے اور جو کوئی علامت ان میں سے ظاہر نہیں ہوئی یا دونوں قسم کی علامتیں پائی گئیں مثلاً داڑھی بھی نکلی اور چونچیاں بھی ابھر آئیں تو وہ خنثائی مشکل ہے **ف** آگے اسی کے احکام مذکور ہوتے ہیں وہ یہ ہیں **ص** اگر عورتوں کی صف میں کھڑا ہووے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردوں کی صف میں کھڑا ہووے تو اس کے دائیں بائیں والا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے سر ڈھانپ کر اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم کے اور مرد یا عورت کو اس کا ختنہ کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کو ایک لونڈی خرید دیں کہ وہ اس کا ختنہ کرے اگر اسکے پاس مال ہو ورنہ بیت المال سے خرید دیں پھر بیچ کر روپیہ اس کا بیت المال میں داخل کرلیں اور جو قبل اس کے حال کھلنے کے کہ مرد ہے یا عورت مرجاوے تو اس کو غسل نہ دیویں بلکہ تیمم کرادیویں **ف** اور یہاں پر اس کے غسل کرانے کے لئے لونڈی خرید نہیں سکتے کیونکہ لونڈی اوّل تو میّت کی مملوک نہیں ہوسکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سیّد کا غسلِ موت درست نہیں ہے اور خنثیٰ جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہے اس کی قبر پر پردہ کرنا اور جو خنثیٰ اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کیلئے آوے تو امام کے قریب مرد کو رکھیں پھر خنثیٰ کو پھر عورت کو **ف** واسطے رعایت ترتیب کے تاکہ عورت کا جنازہ دور تر ہووے لوگوں کی آنکھ سے پھر خنثیٰ کا **کذا فی الاصل** **ص** اگر خنثائی مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثیٰ کو چھوڑ تو بیٹے کو دو حصے اور خنثیٰ کو ایک حصہ ملے گا **ف** یہ مذہب امام کا ہے اس واسطے کہ خنثیٰ کو ان کے نزدیک اقل النصیبین ملے گا اسی پر فتویٰ ہے **درمختار** اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے جس کا جی چاہے دیکھ لیوے **مسائلِ متفرقہ** گونگے کا لکھنا اور اشارہ کرنا اس طرح پر کہ اس سے نکاح یا طلاق یا بیع اس کی معلوم ہووے مثل زبان سے کہنے کے ہے **ف** لیکن کتابت تین قسم ہے ایک غیر مستبین جو معلوم نہیں ہوتی جیسے کتابت صفحۂ ہوا پر یا پانی پر تو اس کا اعتبار نہیں ہے دوسرے مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے تیسرے مستبین مرسوم بایں طور کہ کاغذ پر ہووے اور معنون ہو جیسے فلاں کی طرف سے فلاں کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے ہے خواہ غائب سے ہو یا حاضر سے **کذا فی الاصل** **ص** لیکن گونگے پر اشارے سے حد نہ پڑے گی اور جس کی زبان بند ہوگئی ہو تو اگر یہ امر ایک مدت تک رہے اور اس کے اشارے معلوم ہونے لگیں تو مثل گونگے کے اسکا حکم ہے ورنہ نہیں **ف** اور مقدار امتداد بعضوں کے نزدیک ایکسال ہے اور بعضوں کے نزدیک یہ ہے کہ زمانہ موت تک رہے اور اسی پر فتویٰ ہے **کذا فی الاصل** **ص** چند بکریاں ذبح کی ہوئی ہیں اور اس میں مُردار بکریاں بھی ہیں لیکن مُردار کم ہیں تو سوچ کر کھاوے اگر اضطرار نہ ہووے **ف** اس واسطے کہ حالت اضطرار میں تو مُردار بھی کھانا حلال ہے اور اس میں امام شافعیؒ کا خلاف ہے اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے فقط ،

الحمد للہ والمنۃ کہ جلد رابع نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ بھی اختتام کو پہنچی خدا اس کتاب کو مقبول فرماوے اور مصنف اور مترجم اور کاتب اور اس کے چھاپنے والے کو اور سب مسلمانوں کو توفیق خیر عطا فرماوے اور خاتمہ سب کا نیک کرے ، (۱۲۹۳ھ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَغَفَرَلَنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی
باہتمام ، ایچ ، ایم ، سعید کمپنی ، ناشران وتاجران کتب ، ادب منزل کراچی (سنہ ۱۹۷۵ء)

لغت کی عظیم الشان کتاب

مِصباحُ اللّغاتُ

عربی اُردو

ساٹھ ہزار قدیم اور دو ہزار جدید

الفاظ کا حسین مجموعہ

ازمولانا ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی

طباعت فوٹو آفسٹ مجلّد کاغذ گلیز

قیمت مجلّد۔ روپے

اُردو میں بے نظیر تفسیر

تفسیرِ عزیزی

پارہ عمّ

عمدۃ المفسّرین فخر المحدّثین

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی ؒ

طباعت فوٹو آفسٹ مجلّد کاغذ گلیز

قیمت مجلّد۔ ۱۸ روپے

عِلم نحو کی شہرہ آفاق کتاب

شرح جامی (مجیدی)

ازمولانا عبدالرحمٰن جامی ؒ

مع

حاشیہ عصام کامِل

اِضافات

حواشی جدیدہ مفیدہ ازمولانا عبدالعلی آسی مدراسی

ثمرات الحیٰوۃ فی طبقات النحاۃ، ازمولانا آسی مدراسی

تمرین الادب ازمولانا عبدالاول جونپوری

کشف القناع۔ ازمولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی

التقریر المعقول، ازمولانا خادم احمد

تیسیر الوصول فی الحاصل والمحصول (فارسی)

ازمولانا احمد الحق عثمانی

…ستان کے مشہور و مایہ ناز مطبع مجیدی کانپور نے یہ خوشنما اور نادر نسخہ مع اضافات خصوصی بڑی …عنت شاقہ اور صرفِ زرِ کثیر کے بعد تیار کرایا تھا، پاکستان میں پہلی بار اس کا عکسی فوٹو شائع کیا گیا ہے۔

ناشر۔ ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک کراچی

ہر قسم کی دینی کتب و قرآن مجید ملنے کا پتہ